قومی راج

۲۵ جنوری ۱۹۸۲ء

* قیمت: ۵۰ پیسے

25-1-82

GOOD NEWS FOR TAX PAYERS

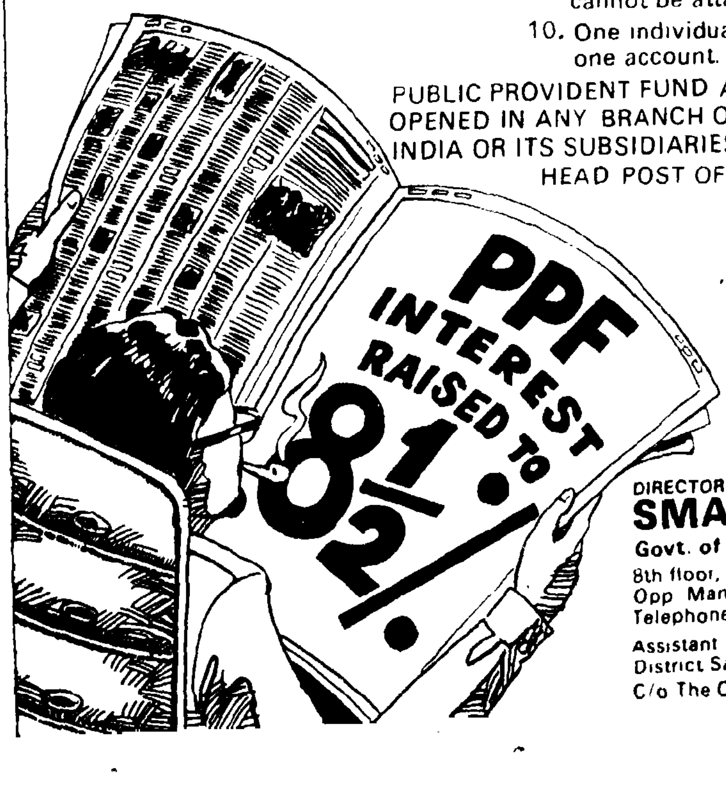
Good news indeed!

Now the rate of interest on P.P.F. investment is raised to 8.5% p.a.

Salient features

1. The scheme is open to all, salary earners as well as self-employed
2. Any amount from Rs. 100 to Rs. 30,000/- can be deposited in a financial year.
3. Interest rate is 8½% compound
4. Deposits in the Public Provident Fund qualify for tax deduction under section 80 (C) of I.T. Act as in case of Life Insurance Premia and 10 years' Cumulative Time Deposit etc.
5. Facility of deduction from taxable income can also be had in respect of deposits made by an assessee in the Public Provident Fund Account standing in the name of his wife and minor children.
6. Interest credited to the fund is totally exempt from Income-tax under section 10 of Income Tax Act.
7. Balance held in the Public Provident Fund is totally exempt from Wealth Tax in addition to the limit of Rs 1 5 lakh Even the condition of 6 months' holding from the valuation date does not apply
8. Facilities for loans and withdrawals are available
9. Deposits in Public Provident Fund cannot be attached by a court of law
10. One individual can open only one account.

PUBLIC PROVIDENT FUND ACCOUNT CAN BE OPENED IN ANY BRANCH OF THE STATE BANK OF INDIA OR ITS SUBSIDIARIES OR HEAD POST OFFICES



FOR DETAILS CONTACT

DIRECTORATE OF
SMALL SAVINGS

Govt. of Maharashtra,
8th floor, New Administrative Building, Opp Mantralaya, Bombay 400 032
Telephone· 232537, 230290, 235037.

Assistant Director of Small Savings or District Savings Officer
C/o The Collectorates in Maharashtra

DGIPR/SS/81-82/Eng. (5)

قومی راج

جلد نمبر ۹ شمارہ نمبر ۲

ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ: دس روپے ؛ فی کاپی: ۵۰ پیسے

ترتیب

صفحہ نمبر

ترسیلِ زر و مراسلت کا پتہ:
ڈائرکٹر جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز،
گورنمنٹ آف مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۳۲

چیف ایڈیٹرز: ونود راؤ • ایم۔ کے۔ دیشپانڈے
ایڈیٹر: ریاض احمد خاں
سب ایڈیٹر: عبدالوحید خاں جامعی

مہاراشٹر میں مغربی گھاٹ ترقیاتی پروگرام

قومی ترقیاتی کونسل اُصولاً اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ ملک کے اہم علاقوں کی بسُرعت ترقیات کیلئے علاقائی نقطۂ نظر سے متصل ترقی یافتہ علاقوں کے متوازن ترقیاتی اقدامات کئے جائیں۔

پلاننگ کمیشن نے ایسے ہی ایک علاقے کی جانب توجہ کی ہے جو مغربی گھاٹ کہلاتا ہے اور جس کی سرحدیں مہاراشٹر، کرناٹک، کیرالا، تامل ناڈو اور یونین علاقے گوا تک پھیلی ہوئی ہیں۔

مغربی گھاٹ کی ترقیات اور پالیسی پروگرام مرتب کرنے کے لئے مذکورہ ریاستوں کے وزراءاعلیٰ پر مشتمل، وزیراعلیٰ مہاراشٹر کے زیرِ قیادت ایک اعلیٰ سطحی کمیٹی پہلے ہی تشکیل دی جاچکی ہے۔ لیکن چونکہ کمیٹی کے عہدیداران کا بار بار یکجا ہونا مشکل امر ہے اس لئے پانچوں ریاستی حکومتوں کے سکریٹریوں پر مشتمل ایک اسٹیرنگ کمیٹی تشکیل دی گئی۔ اس کمیٹی کی باقاعدہ اکثر و بیشتر میٹنگیں ہوا کرتی ہیں، جس میں متعلقہ حالات پر غور کیا جاتا ہے۔ پلاننگ کمیشن کے رکن اس کمیٹی کے صدر ہیں۔

مندرجہ بالا پروگرام سو فیصد مرکز کے زیرِ اثر ہے۔ لہذا جہاں تک مرکزی امداد کا سوال ہے۔ اس کے تناسب کے لئے ایک اصول اپنایا گیا ہے جس کی رُو سے متعلقہ ریاستوں میں رقبہ کی بنیاد پر ۷۵ فیصد رقم اور آبادی کے اعتبار سے ۲۵ فیصد رقم تقسیم کی جاتی ہے۔



۱۹۷۴ء - ۱۹۸۰ء کے دَوران پُروگرام :

مغربی گھاٹ، طبعی اور جغرافیائی لحاظ سے بڑی اہمیت کا حامل علاقہ ہے۔ پہاڑیوں کے سِلسلہ کی وجہ سے اس علاقے کے متعدد حصے ترقیات سے محروم رہے ہیں۔ اسی وجہ سے مغربی گھاٹ ترقیات پروگرام کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ایسے علاقوں کی نہ صرف ترقی ہو بلکہ ان علاقوں کے باشندوں کا معیار زندگی بھی بہتر بن سکے۔

خصوصیات : (الف) جنگلاتی ترقیات کے لئے اراضی کا استعمال:—

مغربی گھاٹ کے علاقہ میں جنگلات پر مشتمل علاقہ کئی وجوہات مثلاً درختوں کی کٹائی، غیر مناسب کاشتکاری اور چراگاہ کے طور پر غیر محدود استعمالِ اراضی کی بناء پر بُری طرح متاثر ہوا ہے۔ ایسی جگہوں پر نجی اراضیوں میں مداخلت ایک مشکل مسئلہ بن جاتا ہے۔ اس مسئلہ کو کسی حد تک حل کرنے کے لئے جنگلات، زراعت، نگرانِ اراضیات، باغبانی اور محصول انتظامیہ سے چُنے گئے افراد پر مشتمل ایک سیل قائم کیا گیا ہے جو ان علاقوں کا سروے کرے گا تاکہ نجی اراضیات پر ممکنہ سُدھار کا اندازہ لگایا جاسکے۔ ایسی ہی ایک اسکیم کو محوری بنیاد پر ضلع رائے گڈھ کے مہاڈ، ضلع رتناگیری کے لانجا اور ضلع ستارا کے جاؤلی مقامات پر آزمایا جارہا ہے۔

(ب) چراگاہیں :

جانور پالن کے لئے چراگاہوں کا ہونا ضروری ہے چراگاہوں کی صلاحیت رکھنے والی اراضی کی ترقیات پر خصوصی توجہ دی جارہی ہے۔ ناشک میں محکمۂ جنگلات نے اس سلسلہ میں کچھ پروگرام طے کئے ہیں اور توقع ہے کہ سالانہ ۱,۶۰۰ ہیکٹر اراضی کی ترقیات ہوسکیگی

ج) مصنوعی افزائشِ نسل مراکز :

جانور پالن سے متعلق مصنوعی طریقۂ حمل سے افزائشِ نسل کی کوشش کے لئے جدید تکنیکی صلاحیت کے حامل آرٹی فیشل انسی مینے شن (اے۔آئی) مراکز قائم کئے گئے ہیں۔ اس پروگرام میں مغربی گھاٹ کے ساتھ ساتھ کوکن کے دور دراز علاقے شامل کئے گئے ہیں۔ یہ طریقہ بھارتیہ ایگرو- انڈسٹریز فاؤنڈیشن کی سطور پر اختیار کیا گیا ہے۔ فی الحال



اب تک ڈیولپمنٹ کارپوریشن آف کوکن لمیٹیڈ نے رائے گڈھ اور رتناگیری اضلاع میں ایسے ۱۷ مراکز قائم کئے ہیں۔

د) شہد- مکھی پالن :

مغربی گھاٹ میں شہد- مکھی پالن اسکیم خوب فروغ پارہی ہے۔ یہ اسکیم ریاست مہاراشٹر کھادی و دیہی صنعت بورڈ کی جاری کردہ ہے۔ مغربی گھاٹ کے باشندوں کے لئے یہ کلیتاً نئی اسکیم ہے۔ بورڈ نے فی الحال چار دیہی مراکز مانگلے (تعلقہ شیرالا)، امبولی (تعلقہ ساونت واڑی) گنگاپور (تعلقہ ناشک)، اور پیالیران اجاداد (ضلع کولھاپور) میں قائم کرکے کام کی شروعات کی ہے۔ مغربی گھاٹ میں شہد- مکھی پالن اسکیم نہایت نفع بخش ثابت ہوسکتی ہے۔ اس لئے اس پروگرام کو کافی فروغ دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔

۱۹۷۴ء تا ۱۹۷۹ء تک کارکردگی :

مذکورہ مدت میں اس علاقے میں ترقیات کے لحاظ سے نمایاں تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ ۲۴ چھوٹے آبپاشی تالاب کے ذریعہ ۴۷۴۴،۵ ہیکٹر اراضی کو قابلِ آبپاشی بنایا جارہا ہے۔ ۴,۶۰۰ ہیکٹر قطعۂ اراضی کی حدبندی کی گئی ہے۔ ضلع رائے گڈھ کے مہاڑ اور ضلع ستارا کے مہابلیشور میں برف فیکٹریاں قائم کی گئی ہیں۔ مہاڑ، لانجا، ساوی والی اور ساونت واڑی میں اعلیٰ پیمانہ کے سرد خانے قائم کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ اس علاقہ کے غیر مسدود دیہاتوں میں فراہمیٔ آب کی ۱۲۵ اسکیمات عمل میں لائی جارہی ہیں۔

اسٹیرنگ کمیٹی کی دو نشستوں میں جو کہ تریوندرم میں ۴ر اکتوبر ۱۹۷۹ء اور بعد میں ۵ر اور ۶ر اگست ۱۹۸۰ء کو منعقد ہوئی تھیں،

قطعی طور پر علاقہ کی طبعی ترقیات کا فیصلہ کیا گیا۔ اس فیصلہ کے مطابق جنگل بانی، زراعت، آبپاشی اور جنگلات پر مبنی صنعتوں (مثلاً شہد مکھی پالن، ریشم پروری وغیرہ) جیسے معاملوں کے لئے خصوصی منصوبے بنائے گئے۔ بمبئی میں ۸ر مارچ ۱۹۸۱ء کو اعلیٰ سطحی کمیٹی کی ایک میٹنگ میں مغربی گھاٹ سکریٹریٹ قائم کرنے کا اہم فیصلہ کیا گیا اور ساتھ ہی پانچوں ریاستوں میں مغربی گھاٹ ترقیات پروگرام پر عمل آوری کے لئے ایک کارپوریشن کے قیام کی بھی سفارش کی گئی ۔ یہ تجاویز فی الحال حکومت کرناٹک کے پلاننگ سکریٹری ڈاکٹر نجندیا کے زیر غور ہے۔

مغربی گھاٹ ترقیات پروگرام کے تحت اعلیٰ سطحی کمیٹی نے اس بات کی پرزور سفارش کی ہے کہ مواصلات، نقل و حمل، کاشتکاری اور باغبانی، طبعی ترقیات، جنگل بانی اور مویشی پالن، نیز ڈیری ترقیات کو فروغ دینے کی بھی کوشش کی جائے۔ پلاننگ کمیٹی نے ریاست مہاراشٹر

۱۔ سالانہ حاصل شدہ رقوم اور اخراجات

نمبر شمار	سال	پلاننگ کمیشن سے حاصل شدہ رقم	کل اخراجات (لاکھ روپے میں)
۱۔	۱۹۷۴-۷۵ء	۴۰٫۹۰	۲۱٫۵۵
۲۔	۱۹۷۵-۷۶ء	۴۵٫۰۰	۴۶٫۹۰
۳۔	۱۹۷۶-۷۷ء	۱۴۰٫۰۰	۱۱۶٫۹۲
۴۔	۱۹۷۷-۷۸ء	۱۹۵٫۰۰	۱۹۲٫۶۵
۵۔	۱۹۷۸-۷۹ء	۲۳۴٫۰۰	۲۳۰٫۹۷
۶۔	۱۹۷۹-۸۰ء	۲۵۷٫۰۰	۲۵۳٫۱۵
	کل میزان	۹۱۱٫۹۰	۸۷۱٫۱۴*

* (اکاؤنٹنٹ جنرل کے اندراج کے مطابق)

کے لئے ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران ۳٫۷۰ کروڑ روپیہ اور چھٹے پنجسالہ منصوبہ (۸۵-۱۹۸۰ء) کے لئے ۲۳٫۰۸ کروڑ روپیہ منظور کیا ہے۔ اس سلسلے میں اعلیٰ سطحی کمیٹی کے زیر ہدایت سالانہ منصوبہ برائے ۸۲-۱۹۸۱ء اور چھٹا پنج سالہ منصوبہ مرتب کیا جا رہا ہے۔

مہاراشٹر مغربی گھاٹ ترقیات پروگرام میں ۳۴ تعلقہ جات شامل ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

ساکری (ضلع دھولے) بگلات، کالوان، سرگانہ، ڈنڈوری، پینت، ناشک اور اگت پوری (ضلع ناشک)، موکھاڈا، شاہ پور اور مرباد (ضلع تھانے)، کرجت، سدھاگڈھ، مہاڈ اور پولاد پور (ضلع رائے گڈھ)، کھیڑ، چپلون، سنگمیشور اور لانجہ (ضلع رتناگیری)، کانکولی، کدال اور ساونت واڑی (ضلع سندھو درگ)، شاہو واڑی، باوڑا، پنہالہ، دھانگری، بھودرگڈھ، اجرا، چاندگڈھ اور کاروپر (ضلع کولہاپور) سیرالا (ضلع سانگلی)، پاٹن، جاؤلی، وائی اور مہابلیشور (ضلع ستارا)، بھور، دیلھے، مولسی، ماوال، کھیڑ، امبے گاؤں، جونیر اور حویلی (ضلع پونے)۔

مغربی گھاٹ ترقیات پروگرام کے سلسلہ میں ملنے والی مالی سہولیات اور اخراجات کی درجہ بندی کا اندازہ ذیل میں دیئے گئے خاکوں سے ہوگا۔

۲۔ شعبہ واری اخراجات (۷۵-۱۹۷۴ سے ۸۰-۱۹۷۹ء)

نمبر شمار	شعبہ جات	تخمینہ (لاکھ روپے میں)	اخراجات (لاکھ روپے میں)	فیصد
۱۔	تکنیکی معاشی سروے	۵٫۸۲	۴٫۶۱	۷۹٫۲۰
۲۔	زراعت	۱۷۱٫۶۶	۱۶۹٫۸۹	۹۸٫۹۷
۳۔	جنگلات	۶۳٫۹۳	۳۶٫۰۵	۹۷٫۶۲
۴۔	چھوٹی آبپاشی	۳۳۱٫۴۹	۳۲۳٫۱۶	۹۷٫۹۴
۵۔	ڈیری ترقیات	۸۰٫۹۶	۷۸٫۷۷	۹۷٫۹۲
۶۔	فراہمی آب اسکیم	۲۴٫۰۷	۲۰٫۶۲	۸۵٫۶۷
۷۔	جانور پالن	۳۴٫۲۹	۲۹٫۸۸	۸۷٫۱۴
۸۔	سیاحت	۳۲٫۲۸	۳۲٫۲۸	۱۰۰٫۰۰
۹۔	صنعت	۳۷٫۳۳	۳۷٫۳۳	۱۰۰٫۰۰
۱۰۔	سڑکیں	۱۱۵٫۸۷	۱۱۶٫۳۱	۱۰۰٫۳۸
۱۱۔	مغربی گھاٹ اسٹاف	۱٫۲۸	۱٫۴۰	۱۰۹٫۳۷
۱۲۔	خاندانی فلاح اسکیم	۱۸٫۷۳	۱۶٫۹۸	۹۰٫۶۶
۱۳۔	فشریز	۱٫۵۰	۱٫۴۹	۹۹٫۳۳
	کل میزان:	۸۹۲٫۲۱*	۸۶۸٫۷۷	۹۷٫۳۷

(* اکاؤنٹنٹ جنرل کے مطابق ۸۷۱٫۱۴ لاکھ روپے)

مہاراشٹر میں چمڑا صنعت

* شری ایس۔ این۔ ڈیسائی

مہاراشٹر میں چمڑا صنعت ریاست کی اہم صنعتوں میں سے ایک ہے۔ ریاست میں ۴۲ کارخانے ہیں جہاں خام مال سے لے کر چمڑے کی تیار اشیاء بنائی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ ۱۰,۰۰۰ چھوٹی گھریلو صنعتیں قائم ہیں جہاں دنیا بھر میں مشہور کولہاپوری چپل کے تلوے بنانے کے لئے استعمال ہونے والا چمڑا تیار کیا جاتا ہے۔

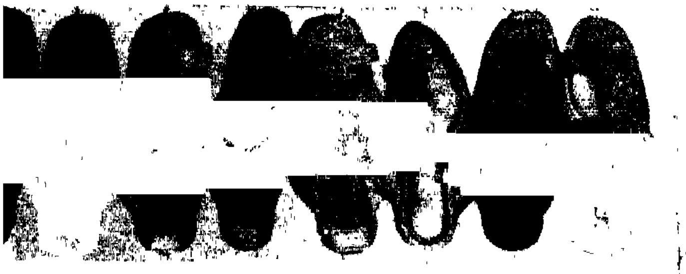
ریاست میں چمڑے کی صنعت ہی ایک ایسی صنعت ہے جو ریاست کے کونے کونے تک پھیلی ہوئی ہے یہاں تک کہ جوتے اور چپّل بنانے کا کام ریاست کے ہر دیہات میں کیا جاتا ہے اور کم از کم ہر جگہ چند ایک افرادِ خاندان کو اس صنعت سے وابستہ کاموں میں مصروف دیکھا جاسکتا ہے۔

ایک اور خاص بات اس صنعت سے متعلق یہ بھی دیکھی گئی ہے کہ اس صنعت کو روایتی انداز میں جاری رکھا گیا ہے اور خصوصاً پسماندہ طبقات زیادہ تعداد میں اس صنعت سے وابستہ ہیں۔ رفتہ رفتہ اس صنعت کے فروغ پانے کے وسیع امکانات کو دیکھتے ہوئے اب تقریباً تمام طبقات کے لوگ اس میں دلچسپی لینے لگے ہیں اور اس صنعت کو مغربی ملکوں کی طرح جدید تکنیکی طریقہ سے آزمایا جارہا ہے۔ بمبئی چمڑے کی صنعت کا زبردست مارکیٹ اور بندرگاہ ہے جو چمڑے کی صنعتی اشیاء کے برآمدات کے لئے خاص طور پر مشہور ہے۔

دستیابی اور استعمال :

ملک بھر میں ۱۱۰ ملین کھالیں اور چمڑا حاصل ہوتا ہے۔ صرف مہاراشٹر میں ہی اس تعداد کا ۱۱ فیصد حصّہ حاصل ہوتا ہے اور یہی حقیقت اس صنعت کے ریاست میں غیر محدود سطح پر فروغ پانے کے امکانات کو واضح کرتی ہے۔ ایک اندازہ کے مطابق ریاست میں حاصل ہونے والے چمڑے کی کل تعداد کا صرف ۵۴ فیصد استعمال میں لایا جاتا ہے اور باقی ماندہ ۴۶ فیصد بیرونی ریاستوں کو برآمد کیا جاتا ہے۔ اقوام متحدہ کے ایک حالیہ اجلاس میں لئے گئے جائزے کے مطابق چمڑے کی قیمت ۶۰۰ فیصد تک بڑھ سکتی ہے بشرطیکہ خام چمڑے کو جوتے اور دیگر چمڑے کی خوبصورت صنعتی اشیاء میں تبدیل کیا جائے۔

آجکل مہاراشٹر سے تقریباً ۶ ملین چمڑا ہر سال بیرونی ریاستوں کو روانہ کیا جاتا ہے۔ لیکن تقریباً اتنی ہی تعداد میں تیار چمڑا ریاست کو جوتے اور دیگر اشیاء بنانے کے لئے باہر سے درآمد کرنا پڑتا ہے تیار چمڑے کی ناقص دستیابی چمڑے کے کاریگروں کی ترقی کی راہ میں





رکاوٹ پیدا کرتی ہے۔

اس مشکل پر قابو پانے کی غرض سے ریاستی حکومت نے حال ہی میں دو چمڑا رنگنے کے کارخانے قائم کئے ہیں، جن میں سے ایک حکومت کی ملکیت ہے اور دوسرا جوائنٹ سیکٹر کے ذریعہ قائم کیا گیا ہے۔ ایک میں یومیہ ۲۵۰ کھالیں تیار کی جاتی ہیں اور دوسرے میں ۴۰۰۰ یومیہ۔ اس میں سے صرف ۴۰ فیصد مقامی مارکیٹ میں دستیاب ہوتا ہے جبکہ ۶۰ فیصد برآمد کر دیا جاتا ہے۔ اس سے کچھ حد تک ریاست میں تیار چمڑے کی دستیابی آسان ہوگئی ہے، پھر بھی مانگ کو دیکھتے ہوئے مزید کارخانے قائم کرنے کی ضرورت ہے۔

درآمد:

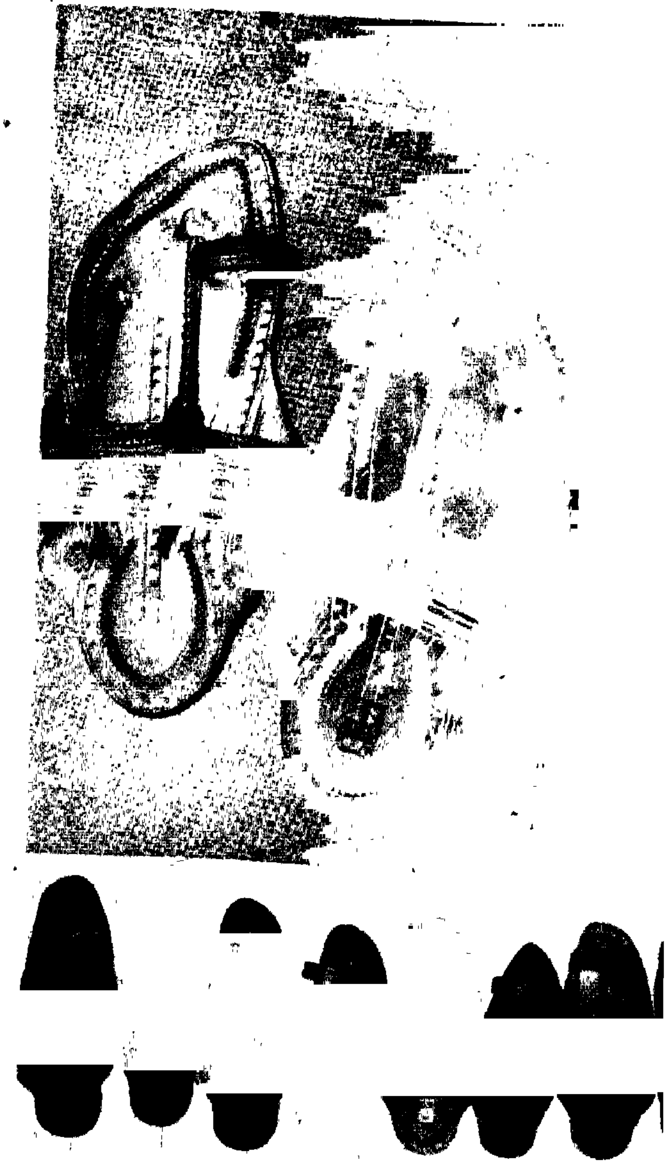
جہاں تک چمڑا اور چمڑے کی اشیا کی درآمد کا تعلق ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندوستان سے چمڑے کی برآمد گذشتہ ۳۰ سالوں میں ۱۰۰ فیصد سے بھی زیادہ ہو گئی ہے، یہی نہیں بلکہ یوروپی ممالک، ایشیا، اور امریکہ میں ہندوستان کے چمڑوں کی اشیاء کی زبردست مانگ ہے۔ لیکن عالمی سطح پر درآمدات کا یہ فیصد قطعی تسلی بخش نہیں ہے۔ ۱۹۸۰-۸۱ء میں ۳۰۳ کروڑ روپے کا چمڑا اور چمڑے کی اشیاء باہر بھیجی گئیں ۸۲-۱۹۸۱ء کے لئے یہ نشانہ ۴۲۵ کروڑ روپیہ مقرر کیا گیا ہے — حالات مناسب ہونے کے باوجود اس نشانے کو حاصل کرنے کے لئے اس صنعت کے تعلق سے سرکاری اور نیم سرکاری ایجنسیوں کا تعاون بھی نہایت ضروری ہے۔

لیدر انڈسٹریز ڈیولپمنٹ کارپوریشن:

حکومت مہاراشٹر نے اس صنعت کے وسیع طور پر فروغ پانے کے امکانات پر غور کرتے ہوئے ۱۹۷۴ء میں لیدر انڈسٹریز ڈیولپمنٹ کارپوریشن، مہاراشٹر لمیٹڈ (لیدرکوم) قائم کیا۔ شروع میں دشواریاں ضرور پیش آئیں، لیکن اب یہ ادارہ اس صنعت کو فروغ دینے میں سب سے زیادہ معاون ثابت ہوا ہے۔ اس کارپوریشن کے اقدامات کے نتیجہ میں عام سہولیات کے مراکز، تربیتی و پیداواری مراکز، خام مال بینک، حصولی مراکز اور سیلس ڈپو ریاست کے مختلف مقامات پر قائم ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کارپوریشن نے درآمدات میں بھی حصہ لینا شروع کیا ہے اور امید ہے کہ جاری سال کے دوران اس کی کارکردگی نمایاں ہوگی۔ گو کہ کارپوریشن کے اقدامات کے نتیجہ میں ریاست میں چمڑا صنعت کو کافی فروغ حاصل ہوا ہے، لیکن پورے فائدے کے لئے اس کارپوریشن کو نہ صرف ریاستی سطح پر بلکہ ملکی سطح پر حکومت ہند اور اس کے معاون اداروں مثلاً بھارت لیدر کارپوریشن، اسٹیٹ ٹریڈنگ کارپوریشن وغیرہ کی جانب سے مالی و تنظیمی تعاون حاصل ہونا چاہئے۔ اس سلسلے میں چند ایک اسکیمات کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔

(الف) نیشنل ڈیزائن سینٹر:

اس میں کوئی شک نہیں کہ چمڑے سے بننے والی اشیاء مثلاً جوتے لیڈیز بیگ، پاکٹ، چمڑے کے لباس وغیرہ کی برآمدات کے لئے مارکٹ میں زبردست مقابلہ آرائی ہوتی ہے کیونکہ ان کا تعلق بدلتے ہوئے فیشن سے ہوتا ہے۔ اس لئے مارکیٹ میں اپنا مقام قائم رکھنے کے لئے مختلف ممالک میں عام جدید ترین فیشن اور ڈیزائن پر نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ لیکن نہ ہی کوئی نجی صنعتی شعبہ اور نہ ہی ریاستی کارپوریشن اس قابل ہے کہ یہ مانگ پوری کر سکے۔ لہٰذا یہ مشورہ ضرور مفید ثابت ہوگا کہ حکومت ہند اس سلسلہ میں ایک نیشنل ڈیزائن سینٹر قائم کرے جو کارپوریشن کو اور ریاست میں واقع مختلف صنعتی شعبوں کو چمڑے کی اشیاء کی نئی ڈیزائن اور فیشن سے متعلق معلومات دے سکے۔ ایسا ہی ایک ڈیزائن سینٹر ہینڈلوم صنعت کے لئے حکومت ہند کی وزارت تجارت کے زیر انتظام ممبئی میں قائم ہے۔ بمبئی شہر چونکہ برآمدات کے لئے ایک اہم مقام ہے



اس لئے یہ بہتر ہوگا کہ یہ ڈیزائن سینٹر بھی بمبئی میں قائم کیا جائے جس کے لئے حکومت مہاراشٹر کی جانب سے ہر ممکن تعاون دیا جائے گا۔

مربوط اسکیمات :

حکومت ہند کی مربوط اسکیمات قابل تعریف ہیں، کیونکہ اُن کے تحت کم از کم ۵۰ فیصد مندرج جاتیوں اور نو۔ بدھسٹوں کو چھٹے پنج سالہ منصوبے کی مدت کے خاتمے تک غربت کی سطح سے اوپر لایا جاسکے گا۔
ہمارے ملک میں چمڑا صنعت کے علاوہ شاید ہی ایسی کوئی اور صنعت ہے جس سے مندرج جاتیوں اور نو۔ بدھسٹوں کی ایک کثیر تعداد وابستہ ہو، اس طرح اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ چمڑے کی صنعت کو فروغ دینے کے پس پشت مذکورہ پسماندہ طبقات کی فلاح و بہبود پوشیدہ ہے۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ حکومت ہند کی جانب سے اس سلسلے میں زیادہ سے زیادہ مالی تعاون حاصل ہو۔

لیدر کمپلیکس :

مہاراشٹر میں چمڑے کے کاریگر زیادہ تر بمبئی میں دھاراوی کولھاپور، میرج، سولاپور، دھولے، امراؤتی اور ناگپور میں پائے جاتے ہیں۔ ان مقامات پر اجتماعی سہولتیں مہیا کی جانی چاہئیں حکومت مہاراشٹر چاہتی ہے کہ ان کاریگروں کے لئے اراضی کا انتظام کرکے وہاں پر تمام ضروریات کاملہ سے مزین کاریگروں کی بستیاں قائم کی جائیں۔ ان بستیوں میں دیگر انتظامات کے علاوہ کاریگر افراد کو جدید اوزاروں کے استعمال کی تربیت کا بھی انتظام کیا جائے۔ اس طرح ممکن ہے کہ چمڑے کے کاریگروں کی آمدنی میں زبردست اضافہ ہو۔
لیکن اس اسکیم پر عمل آوری کے لئے وسیع سرمایہ درکار ہے چونکہ اس صنعت سے وابستہ افراد کی اکثریت غریب ہے اور اس اسکیم سے انھیں فائدہ پہنچنا یقینی ہے، اس لئے یہ ضروری ہے کہ حکومت ہند ہی جہاں تک ممکن ہوسکے اپنی مربوط اسکیم کے تحت ریاست کو سرمایہ فراہم کرے۔

دیونار کمپلیکس :

بمبئی میں چمڑے کے کاریگروں کی زیادہ تعداد سائن۔ کرلا سڑک کے قریب دھاراوی میں پائی جاتی ہے۔ یہ کاریگر اتنے ماہر ہیں کہ ان کی تیارکردہ اشیاء نہ صرف مقامی بازار میں بلکہ بیرونی بازار میں بھی خوب فروخت ہوتی ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ کاریگر ناگفتہ بہ حالت میں زندگی گذار رہے ہیں۔ دھاراوی نہ صرف ہندوستان بلکہ پورے ایشیا میں سب سے بڑی سلم بستی مانی جاتی ہے۔ ان کاریگروں کو یہاں سے ہٹاکر دیونار کے قریب رہائشی وصنعتی نما بستیوں میں بسانے کے لئے ایک منصوبہ تیار کیا گیا ہے۔ اس مقام پر مہاراشٹر کے لیدر انڈسٹریز کارپوریشن کی جانب سے ان کاریگروں کی سہولت کے لئے 'خام مال بنک' اور دیگر معاون مراکز کا بندوبست کیا جائے گا۔

(بقیہ صفحہ ۱۵ پر)

اُردو ادب میں تاریخ کا حصہ

* شیخ عزیز شیخ مجید
ایم۔اے (اُردو) ایم۔اے (تاریخ) بی ایڈ
مدرس ضلع پریشد ہائی اسکول، آکوٹ
ضلع آکولہ (مہاراشٹر)

ہندوستان کسی ایک قوم یا مذہب کا ملک نہیں ہے۔ یہاں مختلف اقوام کے مختلف زبانیں بولتے ہیں۔ لوگ ہیں۔ قومی یکجہتی اور اتحاد کو اپنائے ہوئے ہیں۔ یہی وہ سرزمین ہے جہاں تاریخ کے ایک موڑ پر اُردو زبان عالم وجود میں آئی یہ زبان مختلف زبانوں کے ملن و امتزاج سے بنی ہے اس ملن میں ہندو، مسلم اور سکھ برابر کے شریک ہیں۔ چونکہ زبان و ادب کا دار و مدار تاریخی واقعات اور زمانہ کے تغیرات پر ہوتا ہے اس لئے ادب اپنے دور کی تاریخ بیان کرتا ہے اور عہد بہ عہد تغیرات کا پتہ دیتا ہے۔ تاریخ بھی ادب کیلئے کافی ذخیرہ مہیا کرتی ہے اور ادب اپنے زمانے کی ترجمانی کرتا ہے۔ جس کے ذریعہ اس زمانہ کی تہذیب و معاشرت اور علم و ادب کی معلومات فراہم ہوتی ہے۔ اس لئے اُردو ادب میں تاریخ کا حصہ ہے۔ اس کا مرکز رہا تو وہ ملک ہے ہندوستان۔ اُردو کے ممتاز ادیب جناب رشید احمد صدیقی کا قول ہے کہ ”سلطنت مغلیہ نے ہمیں تین چیزیں عطاء کیں۔ تاج محل۔ اُردو اور غالبؔ۔“ یہ بات بالکل صحیح اور مسلّم ہے۔ اُردو زبان عہد مغلیہ کی سب سے بڑی دین ہے۔ جو مختلف اقوام کے میل جول سے وجود میں آئی۔ یہ ایک قوم یا ایک مذہب کا کام نہیں جو اس کی تخلیق کر سکے۔ اُردو مختلف اقوام اور مختلف مذاہب کی ملی جلی کوششوں کا ثمرہ ہے۔ ان لوگوں نے اُردو زبان کو بچّہ

ولنے کا موقع دیا۔ جیسا کہ کرشن چندر لکھتے ہیں ؎۱

" اُردو ادب شروع ہی سے ایک مشترکہ ہند آریائی تہذیب اور کلچر کا گہوارہ ہے۔ اس کی ترویج و اشاعت میں ہندوؤں مسلمانوں، سکھوں اور عیسائیوں نے مل جل کر حصہ لیا ہے اُردو ایک ہندوستان گیر زبان ہے۔ اس نے اپنے دائرۂ اثر میں بھی مذہب و ملت، ہر رنگ و نسل کے افراد کے محسوسات اور جذبات کو سمو کر انھیں ایسا ادبی رنگ عطا کیا ہے جس سے اس زبان کے ادب اور شاعری پر باہمی میل جول، رواداری، اتحاد، محبت، اخوت اور قومی یک جہتی کے جذبوں کی گہری چھاپ پڑ چکی ہے۔"

اُردو ادب واقعی محبت کا ادب ہے جو دلوں کو ملاتا ہے۔ یہ ہی ادب ہے جس نے آپسی خلش و نفرت کو دور کر کے محبت کا بیج بو دیا اور ہندو مسلم اتحاد کو قائم کیا۔ پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی 'ہماری زبان' میں اس طرح رقمطراز ہیں ؎

اُردو بھی ہے مسلم و ہندو کے میل سے
دونوں نے صرف اس پہ دماغ و دل کیے
قوموں کے اتحاد کا یہ شاہکار ہے
کلچر کا اس کی ذات پہ دار و مدار ہے
تاریخ ہند کی ہے وہ سرتاج آج تک
ہے اتحاد و انس کی معراج آج تک

اُردو کے آغاز و ارتقاء میں ہندوستان اور اس کی تاریخ سے بہت ہی گہرا تعلق رہا ہے۔ تاریخ بھی اس کے ارد گرد گھومتی رہی۔ گذرے ہوئے لمحہ کو ہی تاریخ کہتے ہیں۔ جسے ہم انسانی ذہنوں کا نتیجہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ یوروپین مورخ ہنری تاریخ کا مفہوم اس طرح ادا کرتا ہے:

"HISTORY IS THE STORY OF DEEDS AND ACHIEVEMENTS OF MAN LIVING IN SOCIETY."

یہ بات بھی تسلیم شدہ ہے کہ تاریخ ادب کا ایک 'جز' ہے۔ تاریخ کے ذریعہ ہم زبان و ادب کے لئے ذخیرہ فراہم کر سکتے ہیں کیونکہ کسی زبان کی تاریخ صرف زبان کی تاریخ نہیں ہوتی بلکہ اُس کے بولنے والوں کی تہذیب و معاشرت اور تعلیم و ترقی کی عکاسی بھی ہوتی ہے اس لئے ماہر لسانیات ڈاکٹر محی الدین زور آپنی کتاب 'ہندوستانی لسانیات' میں تاریخ کا مفہوم اور ادب سے اُس کا تعلق بتاتے ہوئے لکھتے ہیں ؎۲

"ضروری مواد کا مہیا کرنا' تاریخی ذریعے کے بغیر ممکن نہیں' تاریخ وہ آلہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے جسم، دل، دماغ اور اس کی روح پر اس دنیا کے قرنوں میں کیا کیا گذری اور کتنی منزلوں کو طے کرتے ہوئے یہ نوبت آئی جس کا مشاہدہ ہم آج کر رہے ہیں۔"

اسی طرح تاریخ کا ادب سے تعلق ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کسی زبان کی تاریخ صرف زبان ہی کی تاریخ نہیں' بلکہ اس کے بولنے والوں کی تہذیب و معاشرت، تعلیم و ترقی، خیالات و جذبات، رجحانات و کردار کی بھی آئینہ دار ہوتی ہے۔"

ڈاکٹر زور سے یہ بات منکشف ہو جاتی ہے کہ ادب اور تاریخ کا گہرا تعلق ہے۔ دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ چونکہ ادب اپنے زمانے کی تاریخ ہوتی ہے جس کے ذریعے اس زمانے کے انسان کی تہذیب و معاشرت اور علم و ادب کی معلومات حاصل ہوتی ہیں، اس طرح زندگی اور ادب ایک ساتھ نظر آتے ہیں۔

اب ہمیں دیکھنا ہے کہ اُردو زبان کی تخلیق و تشکیل کیسے اور کس طرح ہوئی۔ لفظ 'اُردو' ترکی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی 'لشکر' کے ہوتے ہیں اُردو زبان لشکر کے میل جول اور آپسی گفتگو سے وجود میں آئی۔ اُردو زبان کی داغ بیل بقول حافظ محمود شیرانی 'مسلمانوں کے ہند میں آکر بسنے کے ساتھ شروع ہوئی تھی۔ ۷۱۲ھ میں محمد بن قاسم نے سندھ پر اور سلطان سبکتگین و محمود غزنوی نے پنجاب پر حملے کئے اور مسلمان ان علاقوں میں آباد ہونے لگے۔ اُن کی زبانیں عربی، ترکی اور فارسی تھیں، ان کا ملاپ 'سندھی، پنجابی اور ہریانوی سے ہوا۔ ان کے آپسی تبادلہ خیالات سے ان زبانوں کے الفاظ دیسی زبانوں میں گھل مل گئے اور اس ملن و امتزاج سے ایک مخلوط زبان وجود میں آئی جسے ہم 'اُردو' کہتے ہیں ؎۳

مولانا شیرانی "پنجاب میں اُردو" میں لکھتے ہیں:

"مسلمان اوّل پنجاب میں آئے، وہاں ۱۷۰ سال رہے۔ وہ دہلی گئے وہاں برج بھاشا کے اثر سے تبدیلی ہوئی اور موجودہ

؎۱ 'شاعر' "قومی یک جہتی نمبر ۱۹۷۴ء" ص ۱۵۷

؎۲ 'ہندوستانی لسانیات' ڈاکٹر محی الدین زور ۔ ص ۱۷

؎۳ 'پنجاب میں اُردو' مولانا شیرانی ۔ ص ۲

اُردو، کا خاکہ تیار ہوا۔ اس نے وہ شکل اختیار کی جو آج اسے
پنجابی سے امتیاز بخشتی ہے۔"

اُردو، ایک ایسی زبان ہے جس کی ترقی و اشاعت میں نہ صرف مُسلمانوں نے حصّہ لیا بلکہ دوسری ہندی قوموں نے بھی حصہ لیا ہے۔ بقول علامہ سیمابؔ [1]

"عہدِ اکبر سے عہدِ شاہجہاں تک' زبانِ اُردو کی تخلیق و تشکیل کا زمانہ ہے۔ عہدِ اکبر میں کم اور عہدِ جہانگیر میں بہت زیادہ اُردو کا چرچا ہونے لگا تھا۔ اُردو کے معنی جس کے معنی شاہی لشکر کے ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے آگرہ کا دَور۔ اس کے بعد قلعۂ دہلی کا مرہونِ پرورش ہے۔ اس لشکر میں مختلف زبانیں بولنے والوں کے اختلاط سے جن میں رومی، شامی، عربی، ترکی، ایرانی، ہندی، افغانی ہر ملک کے باشندے تھے' جو زبان بنی اس کا نام اسی لشکر کے نام پر رکھا گیا۔ اُردو۔ اور بھاشا کی آمیزش تو عہدِ بابر میں ہو چکی تھی۔"

حقیقت میں اُردو زبان کسی ایک قوم یا ذات کی زبان نہیں ہے۔ یہ زبان مختلف اقوام کی زبان ہے اس میں تمام عوام کا حصہ ہے۔ فقیر سے لے کر بادشاہ تک۔ غریب سے لے کر امیر تک۔ پھر سادھو سنتوں اور صوفیائے کرام نے پند و موعظت، اخلاق اور تصوّف کے مسائل کو حل کیا ہے اور اخلاق۔ محبّت۔ رواداری اور انسانیت کا درس دیا ہے۔ اِن لوگوں نے اس پودے کو لہلہانے میں اپنی زندگیاں صَرف کیں۔ اس لئے شاعر ناطق فرماتے ہیں ؎

ہے مگر تاثیر و شیرینی جو اُردو بات میں!
علم کے صوفے میں ہے یا فقر کی خیرات میں
پیشواؤں نے جگہ دی اپنی تصنیفات میں
منہ لگایا اگلے درویشوں نے ملفوظات میں
ان غریبوں سے ملی اکثر امیروں کو مَدَد!
اُردو شاہی کو پہنچائی فقیروں نے رَسد

جیسے جیسے مسلمانوں کی سلطنت بڑھتی گئی۔ اُردو ادَب کا یہ پودا بھی لہلہانے لگا۔ اگرچہ اس کی کونپلیں شمالی ہند سے نکلیں اور سرزمینِ دکن نے آبیاری کی۔ مُسلم سلاطین' علم و ادَب کے دلدادہ اور ادبی ذوق کے مالک تھے۔ عربوں سے لے کر مغلیہ خاندان تک تمام مسلم سلاطین' اپنے اپنے زمانے میں علم و ادب سے دلچسپی لیتے رہے۔ ان کی حکومت میں ہمیں علم و ادب کا شعبہ مختلف نظر آتا تھا۔ ان کی لائبریریوں میں مختلف زبان اور مختلف علوم و فنون کی کتب کا ذخیرہ موجود تھا۔ بادشاہ بھی ادیب یا شاعر ہوتے تھے۔ وہ اپنے زمانہ کے شاعروں اور ادیبوں سے اپنے حالات لکھواتے تھے۔ ہر بادشاہ چاہے وہ ہندو ہو یا مُسلمان، اپنے خاندان کی تاریخ لکھواتا تھا یا شاعر و ادیب سے تاریخ تحریر کرواتا تھا۔

اُردو کو کبھی درباری زبان کی اہمیت حاصل تھی۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ کسی زبان کی ترقی درباری زبان بننے کے بعد ہی ہوتی ہے۔ کیونکہ درباری زبان بننے کے بعد اس کی اہمیت بڑھ جاتی ہے اور وہ زبان ترقی کی راہ پر گامزن ہو کر نقطۂ عروج پر پہنچتی ہے۔ مسلم سَلاطین نے بھی اردو کو درباری زبان بنا کر پھلنے پھولنے کا موقع دیا۔ ان کے کہنے پر شعراء داد باد تاریخ اور حالاتِ زندگی کو سموتے تھے۔ دکن کی زیادہ تر تصانیف اسی طرح وجود میں آئیں۔ نصیر الدین ہاشمی صاحب نے بھی اپنی کتاب "دکن میں اُردو" میں اس بات کا اعتراف کیا ہے۔

مُسلم سلاطین کے ساتھ صوفیائے کرام، بزرگانِ دین اور علماء بھی آئے تھے۔ ان لوگوں نے اُردو زبان کو ذریعہ بنا کر مذہبِ اسلام کی تبلیغ کی۔ اور اس کی اشاعت کی خاطر علمی و مذہبی رسالے شائع کئے، جن میں خاص طور سے شیخ نظام الدین اولیاءؒ، بابا فرید گنج شکرؒ بابا فرید الدین عطارؒ، حضرت امیر خسروؒ، سراج الدینؒ، خواجہ معین الدین چشتیؒ، شیخ علی ہجویریؒ مشہور ہیں۔ ۱۲۰۸ء میں خواجہ سیّد اشرف جہانگیر سمنانیؒ نے مذہبی رسالہ جاری کیا۔ خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ نے "معراج العاشقین" جاری کیا۔ بندہ نوازؒ ۱۳۲۰ء میں دہلی میں پیدا ہوئے اور ۱۴۲۲ء میں وفات پائی۔ اس عہد میں خسرو خاں کی بغاوت' تغلق خاندان کی بادشاہت کا قیام۔ محمد تغلق کا دیوگیری کو پایۂ تخت بنانا۔ دلّی کی تباہی، فیروز تغلق کی اصلاحات، تیمور کا حملہ وغیرہ ایسے حادثات تھے جن میں مذہبی رجحانات کا پھیلنا بھی ضروری تھا — "معراج العاشقین" انہی حالات کی ترجمانی کرتی ہے۔

خلجی خاندان کے حملے ۱۲۹۴ء سے ۱۳۱۳ء تک ہوتے رہے۔ علاؤ الدین خلجی نے بھی دیوگیری پر حملہ کیا۔ رانی پدمنی کی وجہ سے "پدماوت" نے جنم لیا۔ امیر خسروؒ نے "عشقیہ" لکھی جو علاؤ الدین خلجی کے بیٹے

---

[1] "شاعر" "قومی یکجہتی نمبر" ۱۹۷۴ء صفحہ ۱۵۸

خضر خاں کے عشق کی داستان ہے ۔ اس کی ہیروئین راجہ کرن کی پری پیکر بیٹی تھی۔ امیر خسروؒ نے اُسے مرکزی کردار بنا کر دکن کے حالات بیان کئے ہیں۔ مُلّا وجہی نے ۱۰۱۸ء میں قُطب مشتری، مقیمی نے "چندر بدن و ماہ یار" ۔ ۱۰۳۵ء میں نظامی نے "کدم راؤ پدم راؤ" غواصی نے "سیف الملوک و بدیع الجمال" تصنیف کیں۔ تمام مثنویاں عشقیہ مثنویاں ہیں۔ یہ زمانہ بادشاہوں کے عیش وعشرت اور عاشقی کا زمانہ تھا۔ اس لئے ان تصانیف سے ہمیں اس زمانے کے حالات، تہذیب و معاشرت اور خیالات کی جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں کیونکہ ادیب اپنے عہد کا ترجمان ہوتا ہے۔ اس لئے شاعر یا ادیب اپنے زمانے کی ترجمانی خیالات و جذبات کے ذریعہ ادب میں پیش کرتا ہے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ "ادب' انسان کے خیالات و جذبات کا ترجمان ہوتا ہے"[1] یہ ایک خاص ماحول، ایک خاص زمانہ کی پیداوار ہوتے ہیں اور اپنے زمانے کی عکاسی کرتے ہیں۔ جیسا دور ہوگا ویسے ہی ان کے خیالات ہوں گے۔

۱۸۳۹ء میں نادر شاہ کا حملہ ہوتا ہے تو دآغ بے گناہوں کا قتل اور ظلم وستم جیسے واقعات کو دیکھتے ہیں تو یہی حالات و واقعات انھیں قلم اُٹھانے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ وہ "شہرِ آشوب" میں اس طرح کہتے ہیں ؎

گلی میں دھوپ میں شکلیں جو ماہتاب کی تھیں
کھنچی ہیں کانٹوں پہ جو پتیاں گلاب کی تھیں
نہ پوچھ زندوں سے بیچارے کس چلن سے چلے
قیامت آئی کہ مُردے کفن سے چلے!

۱۸۵۷ء کے غدر میں اگرچہ ہندو مسلم دونوں نے حصہ لیا تھا لیکن یہ آزادی کی جنگ ہندوستان کے گنے چُنے بادشاہوں اور راجاؤں تک ہی محدود تھی، جو اپنے حقوق اور آزادی کی خاطر جنگ کر رہے تھے۔ میں سمجھتا ہوں اس آزادی کا تعلق شخصی آزادی سے تھا نہ کہ ملکی آزادی سے۔ اس کی حفاظت اپنے حقوق کی حفاظت تھی جس کی خاطر بہادر شاہ ظفر، جھانسی کی رانی، نانا پیشوا اور مختلف راجاؤں نے حصہ لیا تھا۔ اس میں عوام کا کوئی حصہ نہیں تھا۔ اگر کچھ اُن کے حصہ میں آیا تو وہ تھا انگریزوں کا ظلم۔ اس ظلم نے بہادر شاہ ظفر کو قید کر کے ۳۰ ستمبر ۱۸۵۸ء کو رنگون بھیجدیا، اور ان کے بیٹوں اور پوتے کو موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔

آخر کار ظفر اسی عالم بیچارگی کی زندگی گذارتے ہوئے، نومبر ۱۸۶۲ء کو اس دنیا سے چل بسے۔ ان کی زندگی اسی کشمکش میں گذری۔ خاندانِ مغلیہ اور فرنگیوں کے نشیب و فراز کو دیکھا۔ اس اُتار چڑھاؤ کے بارے میں ظفر کے اشعار میں واضح طور پر موجود ہیں مثلاً ؎

ہندوستاں کی دولت و حشمت جو کچھ کہ تھی
وہ بھی فرنگیوں نے بہ تدبیر کھینچ لی

؎ تا باغ ہم نہ پہونچے قفس ہی میں مر گئے
کہہ کر کے ہائے ہائے چمن ہائے ہائے باغ

؎ میرا رنگ روپ بدل گیا' میرا یار مجھ سے بچھڑ گیا
جو چمن خزاں سے اُجڑ گیا میں اُسی کی فصلِ بہار ہوں

اور ؎

لگتا نہیں ہے جی میرا اُجڑے دیار میں
کس کی بنی ہے عالمِ ناپائیدار میں

حالات کے تحت اُردو ادب میں بھی نیا موڑ اور انقلاب پیدا ہوتا ہے ایک طرف عظیم جنگیں، دوسری طرف آزادی کی تحریک زور پکڑ رہی تھی۔ ہندوستان کے بدلے ہوئے حالات سے تعلیم و تہذیب، اخلاق و معاشرت میں انتشار پیدا ہو رہا تھا۔ مغربی اثرات قبول کئے جا رہے تھے۔ اکبر کے کلام میں تبدیلیوں کی جھلک دیکھئے ؎

بھولتا جاتا ہے یورپ آسمانی باپ کو!!
بس خدا سمجھا ہے اس نے برق کو اور بھاپ کو

*

ناز تھا اُن کو بہت اپنے بدن کی ساخت پر!
اِکزبیشن میں مرے اک دوست عُریاں ہو گئے

*

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

*

مجلسِ نسواں میں دیکھو عزتِ تعلیم کو
پردہ اُٹھا چاہتا ہے علم کی تعظیم کو

اسی طرح ڈاکٹر نذیر احمد، حالی، شبلی، آزاد اور سرسید احمد ان کے رفقائے کار کا ماحول بھی مشرق و مغرب کی کشمکش سے پُر تھا مشرقی علوم کا خاتمہ ہو رہا تھا، مغربی تعلیم کے لئے نئے اثرات پیدا ہو رہے تھے۔ اس لئے ان لوگوں نے ہر ایک موضوع پر قلم اُٹھایا اور خوب لکھا

---

[1] "اُردو تنقید پر ایک نظر" کلیم الدین ۔ ص ۲۰۱

اور اُردو ادب کو بیش بہا خزانہ دے کر مالا مال کیا۔

آزادی کی تحریک شباب پر تھی۔ انگریزوں کا مقابلہ کیا جا رہا تھا۔ ساتھ ہی فرنگیوں کا ظلم بھی بہت بڑھ چکا تھا۔ اپریل ۱۹۱۹ء کا جلیان والا باغ کا سانحہ اس کی ایک مثال ہے۔ ملک میں ایسے واقعات آئے دن سُننے میں آ رہے تھے۔ ساتھ ہی ہندوستان سے قومی آوازیں بھی اُٹھ رہی تھیں۔ ان آوازوں میں ایک درد چھپا ہوا تھا۔ ایک طرح کی تسلّی۔ اُمید پوشیدہ تھی۔ "نقشِ فریادی" میں 'چند روز اور مری جان' میں کس طرح ہمّت بڑھاتے ہیں اور انھیں تسلّی دے کر روشن اور تابناک مستقبل کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ سُنئے [1]

چند روز اور میری جان فقط چند ہی روز
ظلم کی چھاؤں میں دم لینے پہ مجبور ہیں ہم
اور کچھ دیر ستم سہ لیں، تڑپ لیں، رو لیں
اپنے اجداد کی میراث ہے معذور ہیں ہم
جسم پر قید ہے جذبات پہ زنجیریں ہیں
فکر محبوس ہے گفتار پہ تعزیریں ہیں
لیکن اب ظلم کی میعاد کے دن تھوڑے ہیں
اِک ذرا صبر کہ فریاد کے دن تھوڑے ہیں
عرصۂ دہر کی جھلسی ہوئی ویرانی میں!
ہم کو رہنا ہے پہ یوں ہی تو نہیں رہنا ہے
اجنبی ہاتھوں کا بے نام گرانبار ستم!
آج سہنا ہے ہمیشہ تو نہیں سہنا ہے

اس طرح درد بھری آوازیں اپنے ہم وطنوں کو تسلّی دے رہی تھیں اور فریاد کر رہی تھیں۔ مختلف شعراء و ادباء اپنے خیالات و جذبات اور فریادوں کا اظہار ادب کے شہ پاروں کے ذریعہ کر رہے تھے۔ اسی لئے ادب کے تمام گوشے و شعبے متاثر ہوئے کیونکہ ادب کا تعلق سماجی حالات سے ہوتا ہے۔

ترقی پسند تحریک نے ادب کو سماجی زندگی کی پیداوار سمجھا ہے۔ اس تحریک نے یہ بات ذہن نشین کروائی کہ سماجی زندگی کے ساتھ ادب میں تبدیلی ضروری ہو جاتی ہے کیونکہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ ہیں۔ اس لئے ترقی پسند ادیب زندگی اور ادب کے تعلق پر زور دیتے ہیں ۔ "ڈاکٹر عبادت بریلوی' ادب کو ایسی تاریخ سمجھتے ہیں جس میں ہر ملک و قوم کی تمدنی خصوصیات بے نقاب نظر آتی ہیں۔" [2]

اُردو ادب کی ترقی کا موڑ انسانی زندگی کے تغیّر کے ساتھ ساتھ بدلتا رہا اور انقلاب و تغیّر کی نشاندہی کرتا رہا۔ تصوّف، عشق اور محبّت کے موضوعات سے کنارہ کشی کر کے حصولِ آزادی کے لئے نعرۂ انقلاب بلند ہونے لگا۔ دیہاتی اور شہری زندگی کے مسائل دکھائی دینے لگے۔ ناول نگار اپنے ناولوں میں، افسانہ نگار اپنے افسانوں میں، ڈرامہ نگار اپنے ڈراموں میں، مضمون نگار اپنے مضامین میں اور شاعر اپنی شاعری کے ذریعہ جذبۂ حُب الوطنی کو ابھارنے لگے۔

جدید انسان اور شہری زندگی کے کرب پر عمیق حنفی نے تین طویل نظمیں لکھی ہیں، جن میں "سندباد" بہت سی اَدبی بحثوں کا موضوع بنی ہے۔ 'سندباد' کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے [3]

یہ کاغذوں پر جراثیم سے حروف و نگار
یہ فائلیں، یہ فرامین، یہ پیام یہ تار
یہ ریڈیو یہ کتابیں، یہ قلم یہ اخبار
انھیں سے عرش کے پیغام مجھ تک آتے ہیں
انھیں وسیلوں سے پاتا ہوں میں حدیثِ شعور
انھیں سے ہوتا ہوں میں سرگراں و سرگرداں
انھیں سے مل کر مرتب کیا میرا مقدور
میں ایک باب کسی اور کے فسانے کا
میں ایک پُرزہ ہوں دُنیا کے کارخانوں کا

شہری زندگی کی ایک اور تصویر!

اُدھ پھٹے پوسٹروں کے پیراہن
آہنی بلڈنگوں کے جسموں پر
کتنے دلکش دکھائی دیتے ہیں
بس کی بے حس نشستوں پر بیٹھی
دن کے بازار سے خریدی ہوئی
آرزو، غم، اُمید، محرومی

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

---

[1] 'نقشِ فریادی' فیض احمد فیض۔ نظم "چند روز اور مری جان"

[2] "اُردو تنقید کا ارتقاء"۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی صفحہ ۳۴

[3] "جدیدیت اور ادب"۔ پروفیسر آل احمد سرور صفحہ ۲۳، صفحہ ۲۳۱

"قاف" (ق)

○ غلام صُوفی حیدری
معرفت شری ایم۔ ایچ۔ بی حیدری،
ٹریفک سپرنٹنڈنٹ،
۱۲/بی ۴۔ انڈین ایرلائنس کالونی، کالینہ،
سانتا کروز، ممبئی ۲۹

حروف تہجّی میں "قاف" (ق) کی اہمیت ہی کچھ اور ہے جسے کسی عالمِ زبان نے کسی تادیبی کاروائی کے تحت اسے حرفِ تہجّی سے خارج نہیں کیا۔ عربی، فارسی اور اُردو زبانوں میں سے کوئی بھی لوگوں کی مادری زبان رہی ہو یا پدری۔ آبائی رہی ہو یا اجدادی لیکن ان میں سے ہر زبان کے بولنے والوں میں کچھ گروہ ایسے نِکل آئے جنھوں نے "قاف" کو ہمیشہ تختۂ مشقِ سِتم بنایا، اسباب و عِلل سے بحث نہیں، وجوہات کچھ بھی سہی۔

یہ اُن دنوں کی بات ہے جب "الف' بے کی تختی" پر عربی اور فارسی زبانوں کے جملہ حقوق محفوظ تھے۔ اس میں پ۔ ٹ اور ڑ' کو داخلہ نہیں ملا تھا۔ اس وقت بھی ہندوستان جنت نشان کے عربی مکتبوں اور فارسی مدرسوں میں اساتذہ نے 'ق' کو اس قدر حلق زدہ' یا 'حلق زادہ' بنادیا تھا کہ اس کے تلفظ پر 'قعاف' کا گمان ہونے لگتا۔ اور ہوسکتا ہے کہ اس سلسلے میں بعض انتہا پسند طلبہ یا اساتذہ کو 'گوش وحلق' کے 'اسپیشلسٹ' سے رجوع ہونا پڑا ہو۔ بہر حال یہ پہلی 'حلق تلفی' تھی جو 'ق' کے ساتھ روا رکھی گئی۔

دوسری حق تلفی کم اور 'حلق تلفی' زیادہ کرنے کا مرتکب ہر کلاس کا اک نہ اک ایسا طالب علم ہوتا جو 'ق' کا تلفظ ادا کرنے کے لئے حلق کو تکلیف دینا تو کجا' زبان سے بھی اشتراک کرنے میں آنا کانی کرتا۔ میری مراد ایسے افراد سے ہے جو زندگی بھر قاف کو 'ک' ہی کہتے ہیں۔ دُور کیوں جائیے ایک مثال تو میرے اپنے دوست ہی کی ہے، نام بتاؤں تو ٹھیک نہیں اور بغیر ساغر و مینا ہی بات بنالوں تو اچھا ہے۔ یہ صاحب فارسی سے پی۔ ایچ ڈی' ہیں، لیکن باوجود خرابیٔ بسیار کے قاف کا تلفظ ادا نہیں کرسکتے۔ قاف کو 'ک' کہنا اپنا فرضِ اولین سمجھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں آپ اس بات کو زبان کی لکنت کہئے یا کسی اور چیز پر محمول کیجئے، میں پہلے ہی عرض کرچکا ہوں کہ وجوہات کچھ بھی ہوں، لیکن یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے

کہ 'قاف' کو تختۂ مشق بنایا جاتا رہا ہے۔

آیئے اب ہم سوئے دکن چلیں۔ ولی دکنی کا زمانہ ہے۔ وجدی دکنی بھی اُردو میں شعر کہنے لگے ہیں۔ فارسی زبان کے علاوہ کبھو کبھو اُردو زبان کے 'دکنے' بھی لوگ آنے لگے ہیں۔ حروفِ تہجی میں پانی والے 'پ' کو تو ایران ہی میں داخلہ مل چکا تھا، ٹٹو والے 'ٹ' کو اور حضرت 'ڑ' کو ہندوستان میں داخل کرلیا گیا۔ اور اب 'الف ب' کی تختی پر ماسٹر کی آئی کمبختی کہہ کر اُردو بھی حق جتانے لگی۔ اردو پرائمری اسکول کے بچے جب یہ کہتے ہیں تو یقین مانئے میرے پلّے کچھ نہیں پڑتا۔ اس کے بجائے یہ کہتے کہ 'الف' بے کی تختی اور قاف کی آئی کم بختی'، تو مجھ جیسے کُند ذہن کے دماغ میں بھی آسانی سے سمجھ میں آجاتا کہ روئے سخن 'ق' کی طرف ہے اور کہنے والے کا روسیاہ بھی نہ ہوتا۔ وہ جو کہتے ہیں نا ؎

روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ

دکن کا تذکرہ آگیا تو میں قاف کے تلفظ کی مزید تاویل کئے بغیر نہیں رہ سکتا، اُس زمانے میں شمالی ہند میں الیکٹرک لائٹ تھی نہ دکن میں۔ اُتر میں اس زمانے میں قندیل جلاتے تھے لیکن اہلِ دکن خندیل جلانے لگے۔ خادر آباد (قادر آباد) میں (عبدالقادر) عبدالخادر کی حویلی پر جب تک کوے 'خائیں خائیں' نہ کرتے صبح ہونے کا پتہ نہ چلتا۔ خدا جانے حیدر آباد والوں کو "ق" کے جیسے نرم و نازک

تلفظ کو 'خ' کے کرخت و سنگلاخ لہجہ میں تبدیل کرنے میں کیا حظ حاصل ہوتا ہوگا۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا میں تو صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کم بخت قاف ہی کو کیوں تختۂ مشق ستم بنایا گیا۔

یہ تو حال ہوا ہندوستان جنت نشان میں قاف کا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قاف کے خلاف کوئی بین الاقوامی سازش کی گئی ہے۔ میں نے عرب ممالک خصوصاً سعودی عرب کے مختلف شہروں کا دورہ کیا ہے۔ شمال مشرق میں دہران گیا تو جنوب مغرب میں جدہ۔ دونوں مقامات کے آغوش میں طول طویل سعودی عرب پھیلا ہوا ہے۔ نجف اور طائف جیسے مقامات نے نگاہوں کو تازگی بخشی تو مکہ معظمہ نے نظر نوازی کی اور مدینہ منورہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ لیکن ہر مقام پر یہ دیکھا کہ عرب لکھتے تو ہیں 'قاف' لیکن پڑھتے وقت یا بولتے وقت قاف کا تلفظ 'گاف' میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر جب میں نے مکہ موٹر اسٹینڈ کے متعلق دریافت کیا تو ایک عرب نے بتایا کہ "موگوف مکہ شاہراہ عبدالعزیز کے قریب ہے، وہاں جاکر تختی دیکھی تو معلوم ہوا کہ 'موقوف مکہ' لکھا ہوا ہے۔ مزید تحقیق سے معلوم ہوا کہ عرب "ق" کا تلفظ 'گاف' کرتے ہیں۔

یہ تذکرہ ہوا عرب ممالک کا۔ اب آپ افغانستان اور پاکستان کے درمیانی قبائل کو لیجئے۔ یہ لوگ پشتو بولتے ہیں اور خصوصاً آفریدی اور غرشینی قبائل قاف کا تلفظ قعاف میں تبدیل کرتے ہیں۔ آپ نے دیکھا 'ق' نے جس زبان کو سنوارنے کی کوشش کی یوں سمجھئے کہ 'ق' کی کمبختی ہی آگئی۔ عربی میں قاف کے ساتھ سوتیلے بیٹے کا سا سلوک ہوا تو فارسی، پشتو اور اردو میں سوتیلے بھائی کا سا۔

آخر آپ قاف کو قعاف کہہ سکتے ہیں، قاف کو 'کاف' کہہ سکتے ہیں، قاف کو 'گاف' کا پنر جنم دے سکتے ہیں، قاف کو آوا گانی چکر میں ڈال کر 'خ' میں بدل سکتے ہیں، لیکن نہیں کہہ سکتے تو صرف 'قاف' نہیں کہہ سکتے۔ ہمارا بس چلے تو ہم اس کو 'لام'، 'م'، یا 'نون' کے تلفظ سے بدل دیں۔

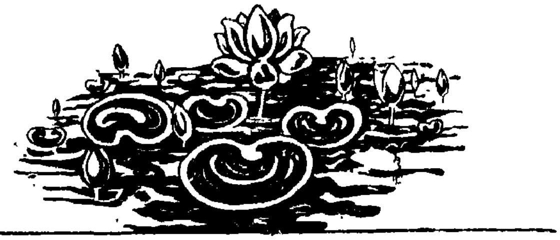
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

بقیہ "اُردو ادب میں تاریخ کا حصّہ"

بینیٹ۔ گڑیا، شمیز، چوہے دان
کیلے، امرود، سنگترے، چاول
نین۔ کی گولیاں، گلاب کے پھول
ایک ایک شے کا کر رہی ہے حساب
عہد حاضر کی دلربا مخلوق
شہریار ۔ عہدِ حاضر کی دل رُبا مخلوق

اُردو ادب واقعی محبت کا ادب ہے۔ جو دلوں کو ملاتا ہے۔ جس نے ہندوستان کو بہت کچھ عطا کیا۔ ہندو مسلم اتحاد، قومی یکجہتی، مشترکہ تہذیب، اس کی نشانیاں ہیں۔ اس لئے اس کا مستقبل روشن اور تابناک ہے۔ ان تمام وجوہات کی بنا پر مورخین اور مفکرین تاریخ کو ادب کا جز مانتے ہیں۔

مندرجہ بالا سطور سے اس بات کا انکشاف ہو جاتا ہے کہ اُردو ادب کے آغاز و ارتقاء میں تاریخ نے بہت ہی اہم اور اچھا خاصا کردار ادا کیا ہے۔ اُردو زبان و ادب کی تشکیل و ارتقاء میں ہمیشہ اس کا تعاون رہا، جب کہیں اُردو ادب ۔ ادب کہلانے کا مستحق ہوا چنانچہ ہمیں اس بات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ "اُردو ادب میں تاریخ کا بہت بڑا حصہ" ہے۔



قلمی معاونین سے گذارش ہے کہ اپنی تخلیقات کے خاتمے پر یا پشت پر اپنا مکمل پتہ، پن کوڈ نمبر کے ساتھ ضرور تحریر فرمائیں۔ مضمون کاغذ کے صرف ایک ہی طرف لکھیں اور قلمی نام کے ساتھ اصل نام بھی تحریر فرمائیں۔ غیر طلبیدہ مضامین کی نقل اپنے پاس ضرور رکھیں۔
(ادارہ)

* انوار احمد خان (ایم۔اے)
پیٹھ وارڈ نمبر ۱۴، شیگاؤں
(ضلع بلڈانہ) ۴۴۴۲۰۳

علامہ اقبال کا نظریۂ زمان و مکاں

لنکن بارنیٹ، زماں و مکاں کے متعلق لکھتا ہے:

"دُنیا زمان و مکاں کا ایک تسلسل ہے۔ زمان و مکاں، ناقابلِ تقسیم ہیں۔ تمام زمانی پیمائشیں ہوتی ہیں اور اس کے برعکس تمام مکانی پیمائشیں زمانی پیمائشوں پر منحصر ہوتی ہیں۔ ہمارے ماہ و سال، شب و روز، موسم، گھنٹے منٹ اور لمحات، سورج، چاند اور ستاروں کی نسبت سے مکاں میں زمین کا موقف ظاہر کرتے ہیں۔ اسی طرح عرض البلد اور طول البلد جیسی اصطلاحیں جن کے ذریعہ ہم زمین پر اپنا مقام متعین کرتے ہیں، منٹ اور سیکنڈ میں ناپتے ہیں ... خطِ استواء، خطِ سرطان اور خطِ جدی، ساعتِ شمسی کی طرح بدلتے ہوئے موسموں کی نشاندہی کرتے ہیں"

برگساں نے زمانے کی دو قسمیں بنائی ہیں۔ ایک زمانِ حقیقی دوسرے زمانِ مکانی۔ لیکن علامہ اقبال زمانِ حقیقی اور زمانِ مکانی کو ایک ہی حقیقت کے دو پہلو قرار دیتے ہیں۔ بقول اُن کے زمانے کا ادراک نفس کے ذریعہ ہوتا ہے اور نفس کے دو اہم پہلو ہیں جنھیں 'نفسِ فعال' اور 'نفسِ بصیر' کے نام سے موسوم کیا ہے۔ چنانچہ تشکیلِ جدید میں فرماتے ہیں:

"داخل کی زندگی میں نفسِ انسانی کا رُخ دراصل مرکز سے خارج کی طرف ہوتا ہے۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک فعال یا کارفرما، اور دوسرا بصیر یا قدر آشنا۔ اپنے فعال اور کارفرما یا عالمِ خلوت میں تو اس کا تعلق اس دنیا سے قائم رہتا ہے جسے ہم مکاں کی دُنیا کہتے ہیں جس میں ہمیں اشیاء کے خارجی نظام سے سابقہ پڑتا ہے اور جو ہمارے شعور کی گذرتی ہوئی کیفیتوں کو متعین کرتی اور ان پر اپنا نقش ثبت کر دیتی ہے۔ لہٰذا ہم اس کے یعنی نفسِ فعال یا کارفرما کے زمانے کو طویل بھی کہہ سکتے ہیں اور قصیر بھی اور جس کا مکاں سے بمشکل ہی امتیاز ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ہم اس کا تصور کریں گے تو ایک ہی خطِ مستقیم کے طور پر۔"

آگے فرماتے ہیں:

"گو اپنے ارتقاء کی موجودہ منزل میں ہم اس (نفسِ بصیر) کی کوئی جھلک مشکل ہی سے دیکھ سکتے ہیں کیونکہ اس منزل میں ہماری توجہ اشیاء کے خارجی نظام پر مرکوز ہوتی ہے اور اس کے لئے موجوداتِ خارجی کے لئے مسلسل تگ و دو گویا ایک طرح کا حجاب ہے ... لیکن ... جب انائے فعل معطل ہو جاتا ہے تب ہمیں موقع ملتا ہے کہ اپنے عمیق تر نفس میں ڈوب کر محسوسات و مدرکات کے حقیقی مرکز تک جا پہنچیں۔ اس عمیق تر انا کی زندگی میں جملہ کیفیاتِ شعور باہم مدغم ہو جاتی ہیں اور اس لئے انائے بصیر کی وحدت گویا ایک [illegible] کی وحدت ہے جس میں اس کے اسلاف کے ہر فرد کی واردات کثرت کی بجائے ایک ایسی وحدت کی شکل اختیار کر لیتی ہے جس میں ہر واردہ پورے کل میں سرایت کر جاتا ہے .... حاصلِ کلام یہ کہ انائے بصیر کا زمانہ ایک 'آن' ہے جس کو انائے فعال دنیائے خارج سے رسم و راہ کے باعث 'آنات' کے ایک سلسلہ میں تقسیم کر دیتا ہے۔"

زمانے کے متعلق خود اقبال کو اعتراض ہے کہ "ہمیں کوئی ایسا عضر عطا نہیں ہوا ہے جو زمانے کا ادراک کرے۔"

ایک جگہ فرماتے ہیں:

"میں اب تک کوئی ایسی بات دریافت نہیں کر سکا جس سے اس امر کا انکشاف ہو سکے کہ زمانے کی ماہیت فی الحقیقت کیا ہے لہٰذا میں نے اس تصنیف (مقالاتِ شرقیہ) میں ہر اس بات کی تشریح بغیر کسی رعایت یا جانب داری کے کر دی ہے جو کسی نظریہ کی مخالفت یا

موافقت میں کہی جا سکتی ہے۔ رعایت اور طرفداری سے
میں یوں بھی محترز ہوں، بالخصوص زمانہ کی بحث میں۔"

اقبال کی رائے میں زمانہ (TIME) خود اسرارِ حیات میں سے ایک سر یا راز ہے اور محض عقل اس کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہو سکتی۔ اس کی حقیقت اور ماہیت صرف عارف ہی کو ہو سکتی ہے جو خودی کی حقیقت سے آشنا ہے اور اپنے نفس کی معرفت حاصل کر لیتا ہے ؎

نغمۂ خاموش دارد سازِ وقت ؛ غوطہ در دل زن کہ بینی رازِ وقت
خودی کو جس نے فلک سے بلند تر دیکھا ؛ وہ ہے مملکتِ صبح و شام سے آگاہ

اب ہم یہ دیکھیں گے کہ عارف کس طرح زمان و مکاں کی حقیقت سے آگاہ ہوتا ہے۔ اقبال ایک جگہ فرماتے ہیں ؏

مقامِ فکر ہے پیمائشِ زمان و مکاں

اور دوسری جگہ فرماتے ہیں ؏

فکر را کامل نہ دیدم جز بہ ذکر

یعنی غور و فکر کر کے ہی زمان و مکاں کی پیمائش ہو سکتی ہے لیکن بغیر ذکر کے تدبّر اور غور و فکر تکمیل یا صحیح نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتی اور ذکر و فکر کے امتزاج کا نام فقر ہے ؏

فقر قرآں اختلاطِ ذکر و فکر

جو اسلام کی روح ہے ؏

روح اسلام کی ہے نورِ خودی نارِ خودی

[ذکر کا نتیجہ نورِ خودی اور فکر کا نتیجہ نارِ خودی ہے گویا فقر کا نتیجہ نورِ خودی نارِ خودی ہے۔]

بہرکیف ذکر و فکر یعنی فقر کے ساتھ عشقِ حقیقی معرفتِ الٰہی کا سبب ہوتا ہے۔ جس قدر عشقِ الٰہی شدید ہوگا ذکر و فکر کے نتائج بھی اتنے ہی شدید ہوں گے اور جب انسان خدا کی معرفت حاصل کر لیتا ہے تو دنیا و مافیہا کے اسرار و رموز اس پر منکشف ہو جاتے ہیں اور زمان و مکاں بھی دنیا کے سربستہ رازوں میں سے ایک راز ہے ؏

عشق مکاں و مکیں عشق زمان و زمیں

حقیقت یہ ہے کہ عشق چاہے کسی سے بھی ہو۔ خدا سے ہو، قوم سے ہو یا کسی فرد سے ہو... عشق کے لمحات ہی وقت اور مقام کا تعین و تصوّر پیدا کرتے ہیں اور چونکہ اللہ باقی من کل فانی ہے۔ وہی ایک حقیقت ہے اس لئے ایسی ذات سے دل لگا کر یا عشق پیدا کر کے ہی وقت اور مقام کی حقیقت کا علم ہو سکتا ہے۔

زمان و مکاں کی بحث بہت طویل ہے۔ دنیا کے عقلاء و حکماء مدّتوں سے اس مسئلے میں الجھے ہوئے ہیں کہ زمان و مکاں کی کیا حقیقت ہے؟ خارج میں یہ موجود ہیں یا نہیں؟ اس بحث میں وہ اس قدر منہمک ہوئے کہ خدا کی بجائے زمان و مکاں کے تصوّرات کی پرستش کر رہے ہیں۔ حالانکہ اصل اور بنیادی شے حیات ہے۔ انسان کو سب سے زیادہ توجہ اس بات پر دینی چاہئے کہ زندگی کا مقصد کیا ہے؟ رہا زمانہ تو یہ زندگی ہی کی ایک نشانی ہے اس کا تصور زندگی ہی سے وابستہ ہے ؎

زندگی دہر است و دہر از زندگی است
لاتسبّوا الدّھر فرمانِ نبیؐ است

زندگی نہ ہو تو زمانہ کا تصوّر ناممکن ہے۔ کیونکہ جب تصوّر کرنے والا ہی نہیں تو تصور کرے گا کون؟ صاف ظاہر ہے کہ زمان و مکاں حیاتِ انسانی پر موقوف ہے۔ اور حیاتِ انسانی ذاتِ باری کے فیضان پر منحصر ہے۔ یعنی صرف خدا ہی موجود ہے اور یہ دنیا اور اس کے مظاہر (زمان و مکاں) سب ظلّی وجود رکھتے ہیں۔ یہ سب اس کے سہارے موجود ہیں۔ ان کا وجود حقیقی یا خانہ زاد نہیں ہے۔ چنانچہ اس حقیقت کو علامہ اقبال نے 'بالِ جبریل' میں بایں الفاظ بیان کیا ہے ؎

وہی اصل مکان و لامکاں ہے
مکاں کیا شے ہے؟ اندازِ بیاں ہے
خضر کیونکر بتائے کیا بتائے؟
اگر ماہی کہے "دریا کہاں ہے؟"

غرض زمان و مکاں کے تصوّرات انسانی عقل کی پیداوار ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں، اس کی تفصیل یہ ہے کہ کائنات میں جو کچھ نظر آتا ہے ویسا نہیں ہے ؎

حق بات کو لیکن میں چھپا کر نہیں رکھتا
تو ہے، تجھے جو کچھ نظر آتا ہے نہیں ہے

جو کچھ ہمیں نظر آتا ہے وہ صرف آثار ہیں جو افعال کے نتائج ہوتے ہیں اور افعال صفاتِ الٰہیہ سے صادر ہوتے ہیں اور یہ صفات خانہ زاد ذات پر منحصر ہے۔ اس حقیقت کو حضرت مہاجر مکیؒ نے یوں بیان فرمایا ہے ؎

دو عالم میں نہیں موجود و مشہود ؛ بجز ذات و صفات و افعال و آثار

قرآنی تعلیمات سے یہ بات عیاں ہے کہ خدا نے چند دنوں کے اندر یہ دنیا بنائی۔ اس کے قبل کیا تھا؟ یہ کہنا چاہیئے کہ ؎

نہ تھا زماں نہ مکاں لا اِلٰہَ اِلاّ اللہ

دنیا بنی۔ حضرت آدمؑ وجود میں آئے۔ زمین پر اتارے گئے۔ آج سرزمین پر انہی کی اولادیں بسی ہوئی ہیں۔ اب ایک دن قیامت آئے گی۔ دنیا نیست و نابود کر دی جائے گی۔ اس وقت خدا کی ذات کے علاوہ کسی شئے یا ذات کا وجود نہ ہوگا۔ نہ زمین ہوگی نہ چاند ستارے جن سے زمان و مکاں کا تصوّر ہوتا ہے۔ پھر کیا ہوگا؟ یہی کہنا پڑیگا

؎ نہ ہے زماں نہ مکاں لا اِلٰہَ اِلاّ اللہ

لہٰذا علامہ اقبال کا یہ تصوّر اور اعلان کہ ؎

عقل ہوئی ہے زمان و مکاں کی زنّاری
نہ ہے زماں نہ مکاں لا اِلٰہَ اِلاّ اللہ!

بالکل صحیح اور درست ہے۔

اور جب کہ ربّ العالمین نے کہہ دیا ہے۔ (ترجمہ) "آپ کہہ دیجئے کہ رُوح میرے رب کے "امر" سے موجود ہوئی ہے اور تم لوگ کس کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہوسکتے کیونکہ تمہیں حقائق اشیاء کا بہت قلیل علم دیا گیا ہے"۔ یعنی رُوح کی ماہیت عقلِ انسانی کی دسترس سے بالاتر ہے۔ اور چونکہ زمان و مکاں کا تصوّر خود رُوح یا حیات سے وابستہ ہے اس لئے اس کا سمجھنا ناممکن چیز ہے

ہم صرف اتنا کہیں گے کہ زمان فکر کی شوخی کا نام ہے اور مکاں اندازِ بیان ہے کہ (فلاں شئے ایسی ہے یا یوں حالت میں ہے) جیسا کہ علامہ مرحوم نے کہا ہے ؎

ایں جہاں چیست؟ صنم خانۂ پندارِ من است
جلوۂ او گرو دیدۂ بیدارِ من است
ہستی و نیستی از دیدن و نادیدنِ من
چہ زماں و چہ مکاں شوخیٔ افکارِ من است

صفحہ ٹ سے آگے

بھارت لیدر کارپوریشن لمیٹیڈ :

ملک میں چمڑے کی صنعت کی فروغ کے لئے حکومت ہند نے بھارت لیدر کارپوریشن قائم کیا۔ ریاست میں بھی چمڑے کی صنعت سے متعلق شعبہ جات قائم کرنے کے لئے مذکورہ کارپوریشن کا تعاون حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اگر مارکٹنگ، بھارت لیدر کارپوریشن کی جانب اور پیداوار وحصولی اسٹیٹ لیدر ڈیولپمنٹ کارپوریشن کی جانب سے ہو، اسی طرح بھارت لیدر کارپوریشن درآمدات کے لئے آرڈر حاصل کرے اور اسٹیٹ لیدر کارپوریشن اسے پورا کرے، تو دونوں کے تعاون سے چمڑے کی صنعت کو ریاست میں بھی کافی فروغ حاصل ہوسکتا ہے۔

اسٹیٹ لیدر کارپوریشن اور ٹریڈنگ کارپوریشن میں باہمی تعاون

اسٹیٹ ٹریڈنگ کارپوریشن نے چمڑے اور چمڑے کی بنی اشیاء خصوصاً جوتوں کی درآمدات میں چند سالوں کے دوران نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔ اب یہ کارپوریشن خود اپنا شعبۂ درآمدات قائم کرنا چاہتا ہے۔ اس سلسلے میں درکار ۱۰، ایکڑ اراضی بھی کارپوریشن کو فراہم کی جاچکی ہے۔ دیونار میں کم از کم ۵۰ شعبہ جات قائم کئے جائینگے، جن پر لاگت کا تخمینہ ۴۰۰ لاکھ روپے ہے۔ دیکھنے میں یہ لاگت بہت زیادہ ہے لیکن اس کے نتیجہ میں متعلقہ کاریگروں کو ہونیوالے فائدے اور ان کی فلاح وبہبود کے پیش نظر اس صرفہ سے گریز نہیں کیا جاسکتا اس لئے یہ اسکیم جو کہ ملک بھر کے لئے ایک مثال ہوگی، حکومت ہند کے تعاون سے ہی بہتر طور سے عمل میں لائی جاسکتی ہے۔

ایک مفید مشورہ یہ بھی ہے کہ جہاں تک پیداوار کا تعلق ہے، یہ کام کاریگروں کے سپرد کیا جائے اور اگر وہ اس مانگ کو پورا کرنے کے قابل نہیں ہیں، تو اسٹیٹ لیدر انڈسٹریز ڈیولپمنٹ کارپوریشن یا تو خود یا دوسرے کے باہمی تعاون سے پیداواری شعبہ قائم کرے جہاں تک ممکن ہوسکے حکومت ہند اسٹیٹ ٹریڈنگ کارپوریشن کو پیداواری شعبہ میں مداخلت کرنے سے باز رکھے۔

امیر مینائی ۔ رِندی سرمستی اور مراۃ الغیب

* عطاء الرحمٰن طارق
۹۴/۹ ۔ فاطمہ بائی بنگلہ، کے ۔ کے ۔ روڈ،
جیکب سرکل، بمبئی ۔ ۴۰۰۰۱۱

اُردو شاعری میں حضرت آمیر مینائی کی قادرالکلامی اور اُستادی مُسلّم ہے۔ ان کے کلام کی جاذبیت، خیال کی نُدرت اور اندازِ بیان کی انفرادیت اظہرمن الشمس ہے۔ یوں تو آمیر مینائی کو نعت گوئی اور صوفیانہ رنگ میں مضامین باندھنے سے خاص لگاؤ اور مہارت تھی، لیکن انھوں نے تقریبًا ہر صنفِ سخن میں طبع آزمائی کی اور اپنے ہمہ جہت قلم کے دستاویزی نمونے اُردو زبان و ادب کو نذر کئے۔ آمیر مینائی ایک باریک بیں محقق بھی تھے، 'امیر اللغات' جس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آمیر کے دو مجموعۂ کلام مسمّیٰ بہ 'مراۃ الغیب' اور 'صنم خانۂ عشق' دستیاب ہیں، ان کا ایک دیوان غدر کی بھینٹ چڑھ کر تلف ہوگیا، اُردو شاعری کو اگر اس بات کا دائمی قلق ہے تو بجا ہے۔

آمیر کے کلام میں شگفتگی پائی جاتی ہے، کبھی کبھی اُن کی یہ شگفتگی اور شوخی دآغ کے اندازِ فکر سے مُماثلت کی دلالت کرتی ہے۔ امیر مینائی اور دآغ کی سوچ لکھنؤ میں پلی بڑھی، پروان چڑھی اور عنفوانِ شباب کو پہنچی تھی پھر کیا وجہ تھی کہ سلاست، روانی، نزاکت اور شیرینی اُن کے کلام میں نہ جھلکتی؟

آج اُردو شاعری 'عشق و عاشقی، ہجر و وصال، عشوے، غمزے، ناز و ادا، ساغر و مینا، ساقی و میخانہ' ان سے کسی حد تک چھوٹ کر بھی اپنا پیچھا نہ چھڑا سکی اور شاید کبھی نہ چھڑا سکے، اُردو کے ہر شاعر نے، خواہ وہ کسی بھی مکتبۂ فکر و خیال کا ہو، ان اصطلاحات سے خوب خوب استفادہ کیا ہے۔

آمیر مینائی نے بھی اپنی شاعری میں جا بجا رندانہ اور مستانہ طائرِ خیال کو اشعار کے قفس میں قید کیا ہے۔ چنانچہ امیر بیخودی اور سرشاری کے بارے میں کچھ اس طرح رطب اللسان ہوتے ہیں ؎

بڑے مزے سے گذرتی ہے بیخودی میں امیر
وہ دِن خدا نہ دکھائے کہ ہوشیار ہوں میں!

وہ مستِ ازل ہوں ساقیا میں ؛ مٹی ہے خمیر میں جام و سبُو کی

قطرۂ مے سے کیا ہوش صفت گم مجھ کو
ہر حبابِ مے پر زور ہوا خُم مجھ کو

آمیر مینائی کے نزدیک میخواری جُرم ضرور ہے مگر نا قابلِ معافی نہیں لہٰذا ناصح کو یوں چیلنج دیا کرتے ہیں ؎

زاہد اُمیدِ رحمتِ حق اور ہجوِ مے
پہلے شراب پی کے گنہگار بھی تو ہو

واعظ تری سمجھ کے بھی قربان جایئے
قرآن میں طہور صفت ہے شراب کی

آمیر خود کو رِندوں کی محفل کا پیرِ مغاں اور فانوسِ محفل سمجھتے ہیں ا[illegible] رندوں کے مدعو نہ کرنے پر شکایتًا اور طنزًا ساقی سے فرماتے ہیں،

ساقی اُداس کیوں نہ ہو بزمِ مے و سُبو
میخانے میں آمیر سا مے خوار بھی تو ہو

آمیر کہنے کو تو اپنے آپ کو رونقِ بزمِ میخانہ گردانتے ہیں مگر حقیقت کچھ مختلف ہے جو خود بخود ان کی زبان پر آجاتی ہے۔ آپ بھی سنئے!

بے چشمِ مستِ یار نہیں لُطفِ میکشی

اب انجمن سے شیشہ وساغر اُٹھائیے

امیر مینائی اپنی بلانوشی کی دلیل پیش کرنے میں بالکل نہیں جھجکتے ؎

ہوں وہ محوِ بے خودی لکھی جو میری سرنوشت
مِٹ گیا جو حرف نکلا خامۂ تقدیر سے !

؎ خم چڑھا جائیں تو سمجھیں کہ کوئی گھونٹ اُترا
کیا پئیں ہم سے خرابات نشیں تھوڑی سی

بحیثیت ایک رندِ مشرب کے اُن کی اپنی ایک الگ شان ہے اُن کی یہ شان، اُن کے اس شعر میں کہ ؎

ہوں وہ مے کش اٹھا ساقی مری تعظیم کو
گردنِ مینائے مے خم ہو گئی تسلیم کو !

اور جراُتِ رندانہ اس شعر میں کہ ؎

لہو نچوڑ کے بھر دوں وہ رندِ مے کش ہوں
نظر جو شیشۂ خالی دمِ خمار آئے !

ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

امیر مینائی نے اپنے آپ کو بادہ کشِ کہن تو ثابت کر دیا مگر جب اُن پر ہجر کی کشاکش بڑھتی ہے تو طبیعت پر جھنجلاہٹ طاری ہو جاتی ہے، ساقی اگر پیمانہ بڑھاتا ہے تو شیشۂ دل کے چور ہو جانے کا نالۂ شدید اُن کے سینے سے آزاد ہو جاتا ہے ؎

مے کشی کون کرے چور ہے یاں شیشۂ دل
ساقیا پھوٹ گئی ہجر میں تقدیر اپنی

امیر مینائی کو زاہدوں کی کج ادائی اور واعظوں کی طعن و تشنیع پسند نہیں یہ اُن کی دل برداشتگی کا سامان بن جاتا ہے، ایسے میں بھلا ناصحوں کی صحبت میں مزید بیٹھنا ان کے لئے کہاں ممکن نئے رفقاء کے جلو میں بیٹھ کر اپنے آنے کا سبب بیان کرتے ہیں۔

؎ کیا دے دے کے طعنے واعظوں نے تنگ یہ آخر
کہ ہم مسجد سے اُٹھ کر خانۂ خمار میں آئے

اگر سرِ راہ کبھی واعظوں نے پکارا بھی یہ کہہ کر ٹال گئے کہ ؎

وہ مست بیخبر ہے نہ سمجھے گا واعظو
کہئے امیر سے نہ عذاب و ثواب کی

جب ایک مدت بیتی مے سے شغل نہ کیا، ابر بھی نہیں چھائے جام و سبو کی کھنک سننے کو نہ ملی تو امیر نے مصاحبوں سے دریافت کیا ؎

اِن دِنوں دخترِ رز کا نہیں ملتا ہے پتہ !
کہیں قاضی کے تو گھر جا کے نہیں بیٹھ گئی

لیکن ایسا ممکن کہاں، امیر کو دخترِ رز سے یہ توقع ہرگز نہیں و یہ کہنے کا کیا جواز ہوتا ؎

ہاتھ تک مفتی و قاضی کو لگانے نہ دیا
دخترِ رز تو بڑی صاحبِ عصمت نکلی

اگر امیر کو دخترِ رز کا پتہ مل بھی جائے تو امیر ایسے تو نہیں کہ انھ عاقبت کا خوف نہ ہو ؎

سُنا ہے محتسب آتا ہے دو گھڑی کیلئے
قدح کشو کہیں اب مے کدہ سے ٹل کے چلو

یوں تو امیر مینائی کے پاس ساقی کو نذر کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں مگر بہانے تو ہیں اور اس پر طلب بھی ایسی کہ کہے بنا رہ بھی نہیں سکتے ؎

میکشِ مفلس ہوں ساقی پہلے مجھ کو دے شراب
دل بہت ہوتا ہے تھوڑا مردِ بے مقدور کا

پلا دے لے کے نقدِ ہوش ساقی
تہی دستوں کی ہے اوقات تھوڑی

ساقی کو اگر امیر پر ترس آگیا اور نظرِ عنایت ہو گئی تو نہ جانے کیسے کیسے شکوک اُن کے دل میں سر اُبھارتے ہیں، ایک تو یہی ہے کہ ؎

ساقی کا دل ضرور مکدّر ہے کچھ نہ کچھ !
تلچھٹ ہوئی ہے ہم کو عنایت شراب کی

امیر مینائی۔ واقعی مینائی ہیں۔ اگر انھیں ساغر و بادہ رغبت نہ بھی رہی ہو تو نام کی نسبت سے انھوں نے بڑی فراخ دلی سے جام لنڈھائے ہیں، ساقی سے تکرار کی ہے، ساری ساری رات مے خانے میں گذاری ہے، مے کشوں کا پیرِ مغاں بن کر بسر کی ہے اور واعظوں اور ناصحوں کی دھجیاں اڑائی ہیں ؎

کیا حرارت ہے اگر منہ سے لگاؤں میں امیر
جام مثلِ چشمۂ خورشیدِ روشن خشک ہو

★ ناصر شاہی برہانپوری
۳۲۱ - حریر پورہ، برہانپور - ۴۵۰۳۳۱ (ایم.پی)

بیس نکات

دن بھی اپنا روشن ہوگا جگ مگ جگمگ ہوگی رات
سچّے دل سے اپنا لیں گے جس دن ہم بیسؔ نکات

ویرانوں میں پھول کھلیں گے دھرتی ہوگی سوگ سمان
گیانی ہوگا، دانی ہوگا بھارت کا ہر اک انسان!

قدم ملا کر بڑھنا ہوگا ہاتھ میں لے کر ہات
سچّے دل سے اپنا لیں گے جس دن ہم بیسؔ نکات

جگ میں اونچا سر ہو اپنا کام وہی اب کرنا ہوگا!
دیش کی خاطر جینا ہوگا دیش کی خاطر مرنا ہوگا

آج کا ہر اک یوگ سن لے جان رہے یا بات
سچّے دل سے اپنا لیں گے جس دن ہم بیسؔ نکات

ہم سا کوئی ویر نہیں ہے ہم سا نہیں ہے شکتی شالی
ہم ہیں اہنسا وادی یار و امن کی ہم نے نیو ہے ڈالی

بیکاری کے داغ کو اپنے ہاتھوں سے ہم دور کریں گے
سونے اور چاندی سے ہم بھی دھرتی کی اب مانگ بھریں گے

اپنے کھیتوں پر بھی ہوگی چاند ستاروں کی برسات
سچّے دل سے اپنا لیں گے جس دن ہم بیسؔ نکات



غزل

• فردوس گیاوی
سیول ڈیگھا۔ گیا۔ ۸۲۳۰۰۱ (بہار)

گئی رتوں کی وہ سوغات لے کے آئے گا
وہ آئے گا تو نئی بات لے کے آئے گا

گذشتہ سال وہ زخموں کو دے گیا تھا بسنت
سنا ہے اب کی وہ برسات لے کے آئے گا

مہیب رات کے ساگر میں ڈوب جانے دو
کوئی تو نورِ سحر سات لے کے آئے گا!

کبھی نہ آیا تہی دست میرے شہر میں وہ
یقیں ہے اب کے بھی صدمات لے کے آئے گا

جواب دے نہ سکو گے کتاب رکھ کر بھی
وہ اتنے سخت سوالات لے کے آئے گا

جو اب کے آئے گا ساون تو حضرتِ فردوسؔ
نیاز و ناز کی بارات لے کے آئے گا!



اُردو زبان

* مجیب بستوی
سمریاواں بازار ضلع بستی

پھر نگاہ و دل کو راہِ نورِ آزادی ملی
پھر مری محفل میں گونجی اندرا گاندھی کی بات
مسکراہٹ قہقہے شادابیاں ہیں آجکل
مادرِ ہندوستاں کی مانگ میں سیندور ہے
گیسوئے اُردو کبھی منّت پذیرِ شانہ تھا
ذکر اے اُردو زباں ہر سمت تیرا آج ہے
میری اُردو تو حیاتِ ہند بن کر رہ گئی !
اسمیں ہے اقبال و غالب کے سخن کی دلکشی
جوہر و شوکت کی شمشیروں کا جوہر اسمیں ہے
اس میں گاندھی کے تخیل کی جھلک موجود ہے

اس میں تو لال و جواہر کی زباں کا بول ہے
اس میں سرسیّد کا اندازِ بیاں موجود ہے
اس میں عثمان و وحیدالدین کا حسنِ سخن
جیسے نجمہ جیسے سلمیٰ جیسے عذرا یہ زباں
لکھنؤ دلی میں اس کے قدرداں موجود ہیں
اسمیں حسنِ تاج ہے اسمیں اجنتا کا جمال
اسمیں گیتا کی زباں قرآن کا اعجاز ہے
اس زباں میں ہم کو حسنِ مصر کا جادو ملا
گنگا وجمنا کے موجوں کی روانی اس میں ہے
کتنی دلکش کتنی شیریں کتنی پیاری ہے زباں

پھر بیاباں میں مجھے جنّت بکف وادی ملی
پھر مرے قبضے میں آئی جیسے میری کائنات
دور میرے ملک سے بیتابیاں ہیں آجکل
دل سے غمہائے غلامی آج کوسوں دور ہے
اِک چراغِ گرمیٔ سوزِ دلِ پروانہ تھا
میرے دامن میں چھپی ہے یہ وفا کی لاج ہے
زُہد کی ہستی نگاہِ رند بن کر رہ گئی
اس میں ہے افسانۂ ٹیگور کی لذّت چھپی
کول و سیرو کی بھی تحریروں کا جوہر اس میں ہے
بوالکلام آزاد کے لب کی چمک موجود ہے
اس زباں کا بول گویا گوہرِ انمول ہے
حضرت مدنی کی اس میں داستاں موجود ہے
اس میں ہے میرے وطن کی جگمگاتی انجمن
جیسے سیتا جیسے شیلا جیسے اندرا یہ زباں
اس کے دکن میں ہزاروں گلستاں موجود ہیں
جامع مسجد اسمیں ہے کاشی کا ہے دلکش خیال
اس زباں پر فخر ہم کرتے ہیں ہم کو ناز ہے
گیسوئے بنگال کا بھی مرکزِ خوشبو ملا
زندگی کا ایک حسنِ غیر فانی اس میں ہے
اب کہاں اپنے وطن میں غم کی ماری ہے زباں

مادرِ ہندوستاں کی دخترِ جانباز ہے
قسمتِ ہندوستاں کا اس میں پنہاں راز ہے

غزل

• خیالؔ انصاری مالیگانوی
۷۷۲۔ خوش آمد پورہ
مالیگاؤں۔ ۴۲۳۲۰۳

کہتے ہیں عارضہ یہ خطرناک ہوگیا!
کھوٹے کھرے کا مجھ کو جو ادراک ہوگیا

کتنا ہی چہرہ بدلوں کوئی مکر کب چلے
ہر شخص میرے شہر کا چالاک ہوگیا

کیسے بچوں میں آج اَنا کے عتاب سے
ہمزاد میرا مجھ میں خطرناک ہوگیا

گمراہ اس صدی میں مجھے جینے کی دعا
ہر خیر خواہ جیسے کہ سفّاک ہوگیا

ننگی حقیقتوں کے مجھے سانپ ڈس گئے
اچھا ہوا یہ قصرِ گماں خاک ہوگیا

یارب ہو اُن کے شوخ مہکتے بدن کی خیر
ہرنوں کا غول شہر میں بیباک ہوگیا

موجوں کو دیکھ کر جو لرزتا رہا خیالؔ
گہرے سمندروں کا وہ تیراک ہوگیا

غزلیں

* تسنیم فاروقی
تلسی داس مارگ
نزد اسپتال، لکھنؤ نمبر ۲۲۶۰۰۴

کئی کھلتے ہوئے پھولوں کے حوالے ہوں گے
اس کی قامت پہ بہاروں کے مقالے ہوں گے

میں کسی راہ میں کیسے ہی اندھیرے میں چلوں
آگے آگے تری یادوں کے اُجالے ہوں گے

دل تو کہتا ہے کہ میں اس سے صفائی کر لوں
ہاں مگر بیچ میں کچھ بولنے والے ہوں گے

ہم سے نفرت نہ کرو وقت پڑیگا جب بھی
سب سے آگے ہمیں پریم کو سنبھالے ہوں گے

کبھی خود کو نہیں پرکھا کسی آئینے میں
ظرف ویسے تو بہت ہم نے کھنگالے ہوں گے

بزم میں اس کی نظر مجھ پہ کہاں ٹھہرے گی
اس کو محفل میں سبھی دیکھنے والے ہوں گے

تیری آنکھوں کو کہوں یا ترے ہونٹوں کو کہوں
اتنے رنگیں کہاں صہبا کے پیالے ہوں گے

جا کے تسنیم کو منزل پہ کوئی دیکھے تو!
اُس نے کانٹے بھی نہ پیروں سے نکالے ہوں گے

* خضر برنی
ایڈیٹر "لہریں" پندرہ روزہ
جامعہ نگر، نئی دہلی - ۲۵

باقی نہیں ہے کوئی نگہبانِ آرزو
واللہ تار تار ہے دامانِ آرزو

دل کی شکستگی نے بُرا حال کر دیا
منہ کو چھپا رہا ہے پشیمانِ آرزو

تابع کیا ہے عشق نے بارِ الم کا دوست
کیوں کر اُٹھائے گا کوئی احسانِ آرزو

ارمانِ غم، خیالِ صنم، لذتِ فراق
کیا کیا ہیں دل میں دیکھیئے سامانِ آرزو

عزمِ خوشی، اُمیدِ وفا، نازِ دل رُبا
کتنے ہیں راہِ عشق میں دربانِ آرزو

حدِ تعینات سے بالا ہے عاشقی
آتے نہیں شمار میں ارکانِ آرزو

وعدہ خلاف نکلا کوئی بیوفا خضر
اُس نے گرا دیا، مرا ایوانِ آرزو

* قمر سنبھلی
۱ر۵۳۸ - دہلی

نشہ سورج کی بلندی کا اُتر جائے گا!
شام ہونے دو، نشیبوں میں بکھر جائیگا

پرورش خوف کے ماحول میں ہوگی جس کی
اپنی پرچھائیں بھی دیکھے گا تو ڈر جائیگا

خوش گمانی ہے یہ سرگرم سفر رکھے ہوئے
وہ صدا میری سُنے گا تو ٹھہر جائے گا

وقت نے جس کو کیا خانہ بدر بچپن میں
عمر کی شام ڈھلے لوٹ کے گھر جائے گا

اُس کو چھونے کی تمنا میں نہ جان اپنی گنوا
وہ تو خوشبو ہے فضاؤں میں بکھر جائیگا!

بھاگتے، دوڑتے لمحوں کا تعاقب کب تک
قافلہ عمر کا اِک روز ٹھہر جائے گا!

وقت نے کاڑھ دیئے چہرے پہ وہ نقش و نگار
سامنے جا کے وہ آئینے کے ڈر جائے گا!

تم سے کچھ بھی مرے بارے میں کہا ہو اُس نے
سامنا میرا اگر ہوگا، مُکر جائے گا!

میرا 'ہیں' جس کا قمر ساتھ رہا ہے اِک عمر
مجھ کو اک روز وہی قتل بھی کر جائے گا

غزلیں

★ مقیت اعظمی
اینگلو اُردو ہائی اسکول،
دُھولے۔ ۴۲۴۰۰۱

شیشے کہے گئے کبھی ساغر کہے گئے
ہر لمحہ حُسن والے ہی بہتر کہے گئے

تزئینِ معاشرے کی ہوئی جن کی ذات سے
سینے پہ وہ سماج کے پتھر کہے گئے

اپنی وفا کا ذکر تو عنقا رہا مگر
قصے تمھارے ظلم کے گھر گھر کہے گئے

رفتار تھم گئی جہاں ماہ و نجوم کی
لمحے وہی تو زیست کے نشتر کہے گئے

کاغذ کے چند ٹکڑے ہی جن کا لباس تھے
دنیائے فکر و فن میں پیمبر کہے گئے

دنیا کو جن کے نام سے نفرت سدا رہی
وہ لوگ ملک و قوم کے رہبر کہے گئے

شاہد ہیں اس مقام کے دیوار و در مقیت
مقتول ہی جہاں پہ ستمگر کہے گئے

★ صلاح الدین نیّر
سکریٹریٹ، حیدرآباد (آندھراپردیش)

ہر ایک رُت میں ہم یہاں گُل پیرہن رہے
حالات اپنے پھر بھی شکن در شکن رہے

ہم ان سے مانگ لیتے تھے پھولوں کے پیرہن
جو لوگ قتل ہو کے یہاں بے کفن رہے

کلیوں کے لب پہ جم گئی موسم کی تشنگی
پھولوں کے زخم جب بھی چمن در چمن رہے

بدلیں نہ وضعداری کے انداز دوستو!
پھولوں سے گفتگو میں بھی اِک بانکپن رہے

ہر زخم اپنی ذات کا آپس میں بانٹ لیں
جبتک ہے سانس ہم میں یہ دیوانہ پن رہے

اپنی انا کی آگ میں جلتے رہے مگر
جبتک جلے ہیں زینتِ صد انجمن رہے

اوڑھے ہوئے ہی رہیئے اُجالوں کی چادریں
نیّر! اندھیرا جب بھی چمن در چمن رہے

★ قاضی حسن رضا
قاضی پورہ، کھنڈوہ (ایم۔پی)

داغہائے دل ہیں روشن ماہ پاروں کی طرح
حسرتوں سے آنچ اٹھتی ہے شراروں کی طرح

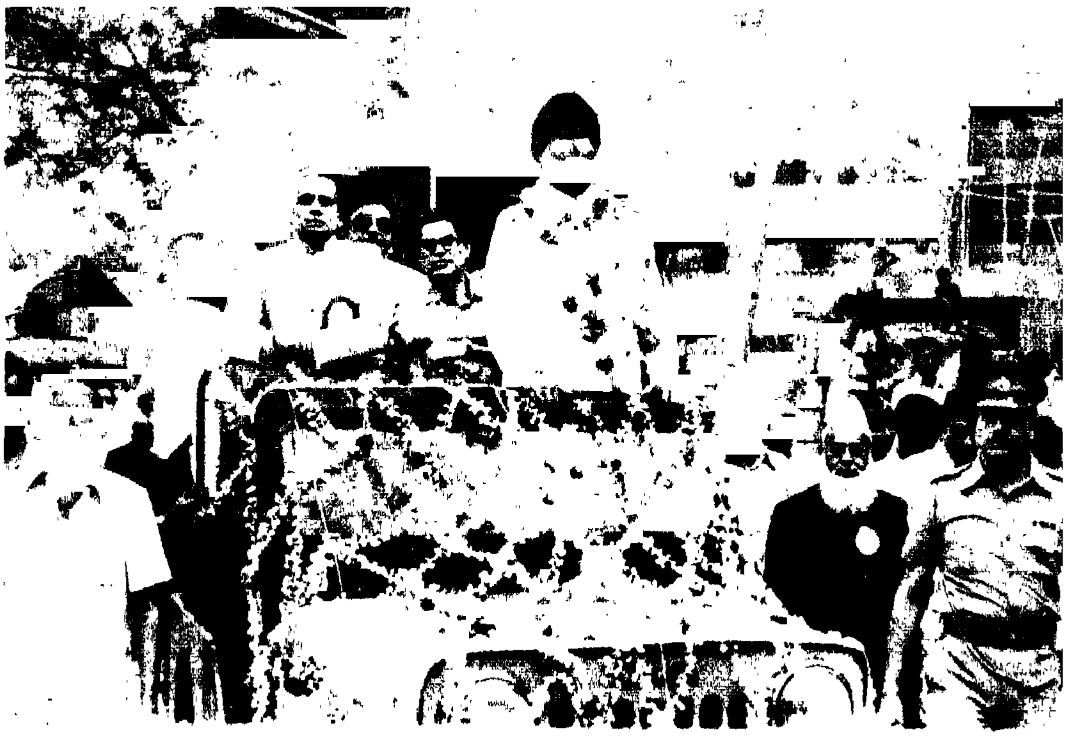
سینۂ کوہِ گراں میں ڈال دیں گے ہم شگاف
ہم بھی رکھتے ہیں جسارت آبشاروں کی طرح

شورشِ محشر بپا کرنا ہی میرا کام ہے
میں پہاڑوں سے گروں گا آبشاروں کی طرح

ختم ہو جائیں گی موجیں میرے قدموں کے تلے
احتجاجاً ٹوٹ جاؤں گا کناروں کی طرح

اب نہ بھٹکے گا کوئی اندھیر نگری میں رضا
سمت بتلائیں گے ہم روشن ستاروں کی طرح

نوری راج

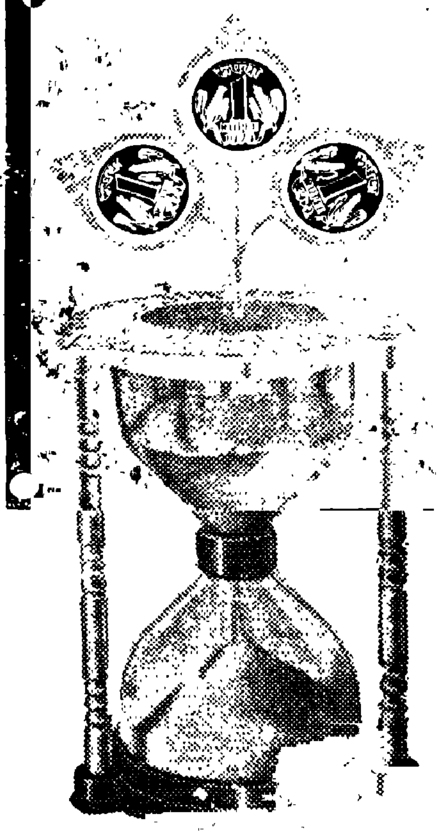


حسبِ روایات امسال بھی ۹ جنوری ۱۹۸۲ء کو خلافت کمیٹی، بمبئی کے زیرِ اہتمام "عیدمیلادالنبیؐ"، کے موقع پر خلافت ہاؤس سے ایک شاندار جلوس نکالا گیا۔ زیرِ نظر تصویر میں عالی جناب گیانی ذیل سنگھ مرکزی وزیر امور داخلہ، جلوس کی قیادت فرماتے ہوئے نظر آ رہے ہیں کھلی جیپ میں آپ کے ہمراہ میئر بمبئی، ڈاکٹر اے۔ یو میمن اور خلافت ٹرسٹ کے چیرمین ڈاکٹر رفیق زکریا بھی موجود ہیں۔

جلوس کا اختتام مستان تالاب پر جلسۂ عام کی شکل میں ہوا۔ جس میں عوام کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ مشہور مورّخ ڈاکٹر پانڈے، حاضرین سے خطاب کر رہے ہیں۔ آپ کے ساتھ ڈائس پر دائیں جانب میئر بمبئی ڈاکٹر اے۔ یو۔ میمن، شری مُرلی دیورا، شری اکبر پیرم جی اور خلافت عید میلاد کمیٹی کے کنوینر شری خواجہ غلام جیلانی اور بائیں جانب ڈاکٹر رفیق زکریا، ایم۔ پی اور چیئرمین خلافت ٹرسٹ، اور ڈاکٹر اسحاق جمخانہ والا دیکھے جا سکتے ہیں۔



خبریں - تصویروں میں



QAUMIRAJ : Regd. No. MH-BY South-544 *Licence No. 89 for ' without prepayment of postage*

12% INTEREST NEVER BEFORE

6-YEAR NATIONAL SAVINGS CERTIFICATES

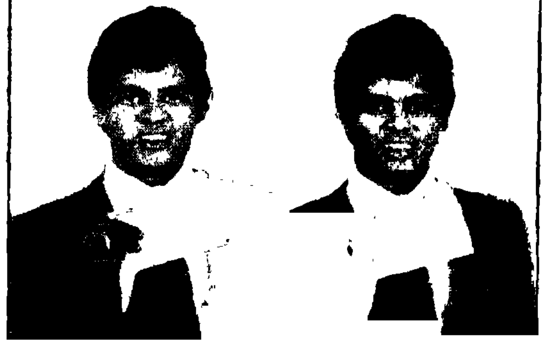
VI ISSUE

You need to double your money fast. Here's our guarantee. When you invest in National Savings Certificate VI Issue at 12% interest compounded 1/2 yearly—the highest unmatched interest rate—we'll give you double the money you've invested in just 6 years.



VII ISSUE

Surprising, but true! Here is a golden opportunity to earn highest interest at 12% per annum..and a facility to collect that interest every six months.



Attractive facilities under both

• You can buy Certificates from all Post Offices. • No limit on Investments • Nomination facility available. • Identity slip ensures easy encashment of Certificates anywhere in India. • Flexibility: Premature encashment allowed after 3 years. • Tax-free Interest upto Rs. 3000 under Sec. 80-L of I.T. Act along with other securities. • In VI Issue interest is shown on annual accrual basis for tax purpose.

For full particulars, Contact:
Nearest Post Office Small Savings Authorised Agents Assistant Director of Small Savings, C/o Collectorate of your District or Directorate of Small Savings, 8th floor, New Administrative Bldg., Bombay-400 032. Tel. nos: 232537, 230290, 235037

SMALL SAVINGS..BIG FUTURE

DGIPR/SS/3(2)/81-82/English

شائع کردہ: شری جنور راؤ، ڈائرکٹر جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، حکومت مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی نمبر ۳۲ ... ۴۰۰
مطبوعہ، گورنمنٹ سینٹرل پریس۔ بمبئی نمبر ۴ ... ۴۰۰

10-2-82







۶۸۲

بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے ۲۰ر جنوری کو نئی دہلی میں وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی سے اُن کی رہائش گاہ پر ملاقات کی۔ زیرِ نظر تصویر میں وزیرِ اعلیٰ شری بھوسلے۔ شریمتی بھوسلے، وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی اور شری راجیو گاندھی ایم۔پی کے ساتھ۔

وزیرِ اعلیٰ شری بابا صاحب بھوسلے ۲۲ر جنوری ۱۹۸۲ء کو منترالیہ تشریف لائے۔ یہاں آپ نے چھترپتی شیواجی مہاراج کی تصویر پر پھول نذر کئے۔ اس موقع پر لی گئی تصویر میں چیف سکریٹری شری پی۔ جی۔ گوائی بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

قومی راج

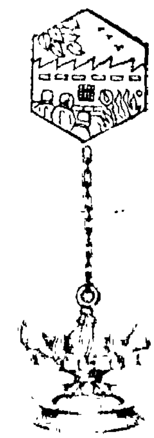
ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ: دس روپے * فی کاپی: ۵۰ پیسے

۱۰ فروری ۱۹۸۲ء
جلد نمبر ۹
شمارہ نمبر ۳

ترتیب

صفحہ نمبر



چیف ایڈیٹرز: بنود راؤ * ایم. کے. دیشپانڈے
ایڈیٹر: ریاض احمد خاں
سب ایڈیٹر: عبدالوحید خاں جامعی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ:
ڈائرکٹر جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز،
گورنمنٹ آف مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۳۲

قارئین کی رائے

★ حسن علی ناچیز
کاٹے کمپاؤنڈ۔ پونے پانول روڈ۔ ممبرا (تھانے)

حکومت مہاراشٹر قومی راج (اردو) کے ذریعہ اردو دوستی کا ثبوت دے رہی ہے اور آپ کی سعی و کوشش نے بیش از بیش مواد اور تنوع سے سرکاری معلومات فراہم کرتے ہوئے اُسے کافی مفید اور دلچسپ بنادیا ہے۔

★

★ حرمت الاکرام
رام باغ۔ دریاآباد۔ (یوپی)

"قومی راج" بہ پابندی ملتا رہتا ہے۔ منتظر ہوں "قومی راج" کی ایک اہم توصیف یہ بھی ہے کہ اس کے ہر شمارہ میں کوئی نہ کوئی مضمون ایسا ضرور رہتا ہے جو معلومات سے پُر ہوتا ہے۔ نثری اور شعری مواد کی فراہمی میں بھی آپ خصوصی کاوش سے کام لیتے ہیں۔ عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ پرچہ کی اشاعت میں باقاعدگی آجائے تو بہتر ہے۔

★

★ شیخ عارف علی انصاری، ادیب کامل، علیگ
محلہ شیخ پورہ۔ خیرآباد۔ ضلع سیتاپور۔ (یو۔پی)

قومی راج کے خصوصی نمبر اور عام شمارے نظر سے گذرے۔ نمبر نکالنے میں آپ کو مہارت حاصل ہے۔ بعض نمبر بہت ہی اچھے آپ نے نکالے ہیں جو قابلِ مبارکباد ہیں۔ چند خصوصی نمبر "مولانا ابوالکلام آزاد نمبر"، "ڈاکٹر ذاکر حسین نمبر" اور اکبر الہ آبادی نمبر نکالنے کی درخواست کرتا ہوں۔ امید ہے کہ ان عظیم شخصیتوں پر آپ بہت ہی اچھے نمبر نکال کر عوام سے دادِ تحسین حاصل کریں گے۔

★

★ مہدی پرتاب گڈھی
معرفت ایگزیکٹیو انجینیر، اریگیشن ڈویژن۔ پرتاپگڈھ (یوپی)

قومی راج کا ایک سالہ کارگذاری نمبر باصرہ نواز ہوا۔ ایک سالہ کارگذاری کا جائزہ، حکومت کے اہم فیصلے اور اقدامات متعلقات پر مہاراشٹر حکومت کی پیش رفت، کو صوبے کے اندر اور باہر کے لوگوں تک پہنچانے کی آپ کی سعی کامیاب ہے۔ ادبی حصہ میں بر کاش کی نظم، بشیر نواز، اختر نظمی، راحت بیاری، ساجد ان کی غزلیں عصری حیثیت کی غماز ہیں۔ خواجہ عبدالغفور کا مقالہ "مذہب نہیں سکھاتا"، مختصر ہوتے ہوئے بھی اہم ہے۔ چونکہ قومی راج کا ہر صفحہ آپ کی محنت اور مستقل مزاجی کے ساتھ آپ کی مدیرانہ شناخت کی نشاندہی کرتا ہے۔

امید ہے کہ آئندہ شمارے جامع اور معیاری تخلیقات سے مزین ہوں گے۔ ★

★

★ محمد رضی الدین معظم بی کام، بی ایڈ، ایل۔ایل۔بی (عثمانیہ)
۸۴۶-۳-۲۰، رحیم منزل، شاہ گنج، حیدرآباد ۲-۵۰۰۰۰ (اے پی)

"قومی راج، نئی پود کی ہر جہتی فلاح و بہبودی کے لئے جیسا محبوب نام ہے ویسا ہی پرچہ ہے۔ دیکھ کر آنکھیں خوش ہوجاتی ہیں۔ سرزمین مہاراشٹر سے صحافت کی ارتقائی شان سے شائع ہوتا ہے جس کا مقصد فرزندان و خواہرانِ وطن کی علمی و تعلیمی معلومات میں ہر حیثیت سے اضافہ کرنا ہے۔ رسالہ مصور ہوتا ہے۔ لکھائی، چھپائی اور کاغذ بے حد نفیس۔ خوش مذاق اعلیٰ خاندانوں میں اس کی پذیرائی کشادہ دلی سے ہونی چاہئے۔ اس کی ہر ادا سے شانِ ریاست اور امارت ٹپکتی ہے۔ اللہ اور زیادہ ترقی دے۔

غربار کی فلاح وبہبود کے لئے جدّوجہد



● وزیراعلیٰ شری باباصاحب بھونسلے

وزیراعلیٰ مہاراشٹر بیرسٹر باباصاحب بھونسلے نے آکاش وانی اور بمبئی دوردرشن سے نشر کردہ پیغام میں اپنی حکومت کی پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ مختلف اسکیمات جن میں ضمانت روزگار اسکیم، چھوٹی صنعتوں کی حوصلہ افزائی پر مبنی سواد لمبن یوجنا، جانور پالن، باغبانی وغیرہ شامل ہیں اُن پر عمل درآمد میں حکومت کی تمام تر توجہ غربت کی سطح سے بھی نیچے گذر بسر کرنے والے عوام کی فلاح وبہبود پر مرکوز رہے گی۔

آپ کے پالیسی بیان کا متن حسب ذیل ہے۔

"سب سے پہلے میں ان تمام کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں جنھوں نے ملک کی آزادی اور ملک وقوم کی ترقی کے لئے عظیم قربانیاں دیں۔ مہاتما گاندھی، جواہر لال نہرو اور آج شریمتی اندرا گاندھی کے زیر قیادت حصولِ آزادی اور ترقیاتی جدّوجہد میں حکمران پارٹی کی گرانقدر خدمات نا قابل فراموش ہیں۔ پارٹی کے خادم کی حیثیت سے محترمہ اندرا جی نے مجھ پر اعتماد کرتے ہوئے ریاست مہاراشٹر کی قیادت مجھے سونپی ہے اس کے لئے میں ان کا ممنون ہوں۔

وزارتِ اعلیٰ کی ذمّہ داریاں قبول کرتے ہوئے بہ حیثیت وزیراعلیٰ میں اپنی ریاست کے عوام کو سلام کرتا ہوں اور اپنی نیک خواہشات پیش کرتا ہوں۔

میں اپنے فرائض کی انجام دہی میں عوام کے آشیرواد کا متمنّی ہوں۔ سماجی اور معاشی ناانصافیاں ہمارے ملک کی اول دشمن قرار دی گئی ہیں۔ ایک مضبوط۔ خودکفیل اور آزاد بھارت کی تعمیر ہمارا نصب العین ہے لیکن اس کے لئے زبردست اور متحدہ کوششوں کی ضرورت ہے۔ اسی حصولِ مقصد کے لئے اور سماجی اور معاشی ترقی کے لئے ضروری زراعتی اور صنعتی پیداوار میں یقینی اضافہ کے امکانات پر مشتمل باتوں پر وزیراعظم نے نظرثانی شدہ ۲۰ نکاتی پروگرام میں زور دیا ہے۔ یہ صاف واضح ہے کہ ان تمام اسکیمات کے پس پشت غربت کا خاتمہ، پسماندہ طبقات اور غربت سے نچلی سطح پر زندگی گذارنے والوں کی بہتری کا مقصد کارفرما ہے۔ دیگر اقدامات میں یہ بھی ضروری ہے کہ تمام طبقات اور خصوصاً ہریجن، ادیباسی برادری اور اقلیتوں میں احساس تحفظ قائم ودائم ہو تاکہ وہ بھی انسانیت کے دھارے میں شامل ہوکر قومی یک جہتی کے تصور کو تقویت بخشیں۔

ریاست کو کئی مسائل کا سامنا کرنا ہے۔ معاشی نظام میں بہتری سب سے زیادہ ضروری ہے۔ اس لئے ہماری پالیسی یہ ہوگی کہ غیر پیداواری کاموں میں اخراجات میں کمی کریں اور سماجی انصاف کو وسیع کرنے والے کاموں کے لئے زیادہ سے زیادہ رقم فراہم کریں۔ زراعت اور صنعتی ترقیات کے لئے وقت کے ساتھ ساتھ بجلی کی ضرورت ہے۔ اسی بنیادی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے متبادل ذرائع مثلاً شمسی توانائی، بائیو گیس اور سمندری لہروں سے بجلی پیدا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ زراعتی ترقیات کے لئے صلاحیت آبپاشی میں اضافہ کی کوشش ہوگی اور اسی ضمن میں بڑے اور درمیانی آبپاشی پروجیکٹوں کو جلد از جلد مکمل کیا جائے گا۔

ہمارے ریاست کے شہریوں کی کثیر تعداد غربت، معذوری،

بیماری اور جہالت جیسے حالات کا شکار ہے۔ میری حکومت کی یہ کوشش ہوگی کہ ایسے افراد کو زیادہ سے زیادہ سہولیات اور رعایتیں میسر ہوں تاکہ وہ اپنے حالات زندگی میں بہتری لاسکیں۔ اس حصول مقصد کے لئے منصوبہ بند اسکیمات کو جن میں ضمانت روزگار اسکیم، سواولمبن یوجنا کے تحت، چھوٹے صنعت کاروں کی حوصلہ افزائی، جانور پالن، باغبانی ترقیات شامل ہیں، ان ہی افراد کی شمولیت اور تعاون سے کامیاب بنایا جائے گا۔ علاقائی توازن کو برقرار رکھنے کے لئے اعلان کردہ اسکیمات کے علاوہ ودربھ، مراٹھواڑہ، کوکن، پہاڑی علاقوں اور خشکی کے آثار رکھنے والے علاقوں کی ترقیات کے لئے مزید اقدامات کئے جائیں گے۔

جب تک شہر میں امن وامان قائم نہ ہو مجموعی طور سے کسی سماج کا پنپنا دشوار ہے۔ لہٰذا ہماری یہ کوشش ہوگی کہ مختلف طبقات میں ہم آہنگی قائم ہو، سیکولرزم کی جڑیں مضبوط ہوں اور گروہ بندی اور فرقہ پرستی کے رجحانات ختم ہوں۔

اسی سلسلے میں صنعتی امن کی ضرورت پر بھی توجہ دی جائے گی۔ کیونکہ ہماری ہر دلعزیز وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی نے سال رواں کو "پیداوار کا سال" قرار دیا ہے۔ ریاست مہاراشٹر میں صنعتی امن قائم رکھتے ہوئے پیداوار کے نشانوں کو پورا کرنے کے لئے مزدور اور انتظامیہ میں خوشگوار تعلقات اور رجحانات کو فروغ دینے کی کوشش کی جائے گی۔

غریبوں کی فلاح وبہبود کی اسکیمات پر کامیابی سے عمل درآمد صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب ہم خود بھی اپنے آپ کو ان میں سے ایک سمجھیں۔ اس لئے حکومت کی انتظامیہ مشنری کو اپنے فرائض مستعدی سے انجام دینے ہوں گے۔ حکومت کسی بھی کام میں بلاوجہ تاخیر یا فرائض سے کوتاہی برداشت نہیں کرے گی۔ یہ ہم سبھوں کی ذمہ داری ہے کہ ہم ہر سطح پر رشوت خوری اور بداعمالیوں کا سدباب کریں۔

وزیر اعظم نے بار بار بیرونی اور اندرونی طاقتوں سے ہمیں چوکنا رہنے کی تلقین کی ہے جو ملک کی سالمیت اور اتحاد کو چکنا چور کرنے کے درپے ہیں۔ اس لئے مہاراشٹر کے باشعور طبقہ سے میری درخواست ہے کہ وہ عوام کے شعور کو بلند کرنے میں بھرپور تعاون کریں۔ مہاراشٹر کے عوام سے بھی میری درخواست ہے کہ وہ مہاراشٹر کو ہر محاذ پر پیش پیش رکھنے کی روایت برقرار رکھیں۔

ریاستی حکومت کو عوامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے میں اس بات کی حوصلہ افزائی کروں گا کہ سرکاری ملازمین اپنے کاموں میں مراٹھی کا زیادہ سے زیادہ استعمال کریں تاکہ عوام کا حکومت سے نزدیکی رابطہ قائم ہو۔ لیکن اس بات کو بھی دھیان میں رکھنا ہوگا کہ ہندی قومی سطح پر ہماری سرکاری زبان ہے۔

ریاست مہاراشٹر کے لئے یہ بھی قابل فخر بات ہے کہ یہاں کی عظیم ہستیوں نے اعلیٰ روایات قائم کی ہیں۔ ان کی تعلیمات ہمارے مقاصد کی تکمیل کے لئے مشعل راہ ہوں گی اور ہمیشہ ہمارے نظروں کے سامنے رہیں گی۔ میں عوام سے پرزور التماس کرتا ہوں کہ وہ مہاراشٹر میں خوشحالی کا دور دورہ قائم کرنے میں ہمارے ساتھ مکمل تعاون کریں۔ میں ایکبار پھر تہہ دل سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

قارئین کیلئے ضروری اعلان

ہماری یہ کوشش ہے کہ اپنے قارئین کو مختلف سرکاری پالیسیوں اور سرگرمیوں سے پوری طرح باخبر رکھیں۔ تاہم قارئین کو اس میں کچھ نہ کچھ کمی کا احساس ہوسکتا ہے۔ لہٰذا آپ کی دلچسپی اور معلومات میں مزید اضافہ کے خیال سے "قارئین کی رائے" کا خصوصی صفحہ شائع کیا جاتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس تبادلۂ خیال سے ہمیں اور بھی فائدہ پہنچے گا۔ انفرادی شکایتوں کی اشاعت تو مشکل ہے، البتہ سرکاری پالیسیوں، پروگراموں اور سرگرمیوں سے متعلق آپکے خطوط، سوالات اور شبہات بخوشی قبول کئے جائیں گے۔ پتہ نوٹ فرمالیں:

ایڈیٹر نوی راہ، نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ۔ پندرہواں منزلہ، مقابل منترالیہ، ممبئی ۔ ۴۰۰۰۳۲

۲۰-نکاتی پروگرام پر مؤثر عمل آوری

وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی نے حال ہی میں ۲۰-نکاتی پروگرام پر نظر ثانی کی ہے۔ عوام میں غربار کی ایک کثیر تعداد نے وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی سے بڑی امیدیں وابستہ کی ہیں۔ اور اس نظر ثانی شدہ ۲۰-نکاتی پروگرام سے اُن کی امیدیں اور مضبوط ہوگئی ہیں۔ حکومت مہاراشٹر نے بھی سماجی معاشی بہتری کے مقصد پر مبنی اس نئے ۲۰-نکاتی پروگرام کے ہر مد میں اُن مقاصد کو تیز رفتاری سے پورا کرنے کا عزم کیا ہے۔ اس پروگرام پر عمل آوری کے نقطۂ نظر سے اس سال میں جسے وزیر اعظم نے "پیداواری کا سال" قرار دیا ہے۔ "سخت محنت سے کامیابی" کی اہمیت کو بھی عام کیا جائے گا۔ گزشتہ سال کی کارکردگی میں حکومت نے غریبوں کی فلاح و بہبود کی خدمات کا اعلیٰ ثبوت پیش کیا ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔

زراعتی پیداوار میں اضافہ

مہاراشٹر ایک زراعتی ریاست ہونے کی وجہ سے حکومت کی حکمت عملی یہی رہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو انتہائی تیز رفتاری سے زراعتی پیداوار بڑھائی جائے۔ اس سلسلے میں زراعتی پیداوار کے میدان میں فی ہیکٹر پیداوار بڑھانے پر خاص طور سے زور دیا گیا ہے۔ اور اس مقصد سے مخلوط اور اعلیٰ معیار کی پیداوار والے زیر کاشت رقبہ میں اضافہ، کھاد کے مناسب استعمال، پودوں کی حفاظت اور اراضی ترقیات جیسے اقدامات کئے گئے۔

مہاراشٹر میں زراعتی پیداوار کا دارومدار زیادہ تر بارش پر ہے۔ گزشتہ سال بارش کی قلت ہونے کی وجہ سے مقررہ نشانہ سے اناج کی پیداوار (۹۶٫۲۱ لاکھ ٹن اناج، ۱۳٫۹۲ لاکھ ٹن کپاس، ۹٫۲۷ لاکھ ٹن تلہن اور ۲۷٫۱۰ لاکھ ٹن گنا) نہایت کم رہی لیکن گنے کی پیداوار خاطر خواہ رہی۔ اس کی وجہ تالاب کے ذخیرۂ آب کا استعمال ہے۔

اب زیر کاشت رقبہ میں اضافہ کی کوشش تیزی سے جاری ہیں۔ زراعتی یونیورسٹیوں کو اعلیٰ اقسام کے بیج کی فراہمی کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ محکمۂ زراعت کے تحت بیجوں کی پیداوار میں اضافہ کے لئے ۲۲۳ فارم قائم کئے گئے ہیں۔ تیز دالوں اور تلہن



سے بھی پیداوار میں اضافہ کی بھی متواتر کوششیں کی جارہی ہیں۔
اس کے علاوہ مہاراشٹر میں اراضی ترقیات سے بھی زراعتی پیداوار میں اضافہ کی کوششوں سے مزید کامیابی حاصل ہوگی۔ اس ضمن میں مختلف طریقوں سے کوششیں ۱۹۷۹ء سے جاری ہیں اور ۱۹۸۰ء تک کافی ترقی کا مشاہدہ کیا گیا۔ مثال کے طور پر ۸۰-۱۹۷۹ء میں ۲۸۰۰۰ ہیکٹر زمین پر زراعتی کام کئے گئے تھے۔ اس کا رقبہ بڑھ کر ۴۷ر۱۳ ہیکٹر اراضی ہوگیا ہے۔

راشن دوکانوں سے تقسیم کاری

ریاست میں ۲۱۶۳ تقسیم کے مرکز قائم ہے۔ جو اناج اور شکر اور چائے بھی فروخت کرتے ہیں۔ ۲۸۷۵۰ راشن کی دکانوں سے میٹھا تیل کے علاوہ ماہانہ فی بالغ ۱۵ کلوگرام اناج اور ۴۲۵ گرام شکر تقسیم کی جاتی ہے۔ مرکزی حکومت کی اسکیم کے تحت ریاست میں تقسیم کے مرکزوں سے اسٹیشنری اور صابن وغیرہ بھی مناسب داموں پر فروخت کئے جاتے ہیں۔ قیمتوں میں کمی اور عوامی تقسیم کاری کو بہتر بنانے کی کوشش ہمیشہ سے جاری ہے۔ قبائلی علاقوں میں اجارہ داری حصول اسکیم کے تحت اناج اور جنگلاتی پیداوار رائج بازار بھاؤ پر فراہم کئے جاتے ہیں۔



فاضل اراضی کی تقسیم

اصلاحِ اراضی پروگرام کے تحت ضرورتمند افراد میں فاضل اراضی کی تقسیم سے زراعتی معیشت کو بہتر بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اراضی حدبندی قانون کے تحت ۴۲۲ر۰۸ر۱ معاملات کی تفتیش مکمل کی گئی۔ نتیجتاً فی الوقت مختلف عدالتوں میں ۴۹۶۶ ہیکٹر اراضی کا تصفیہ ابھی باقی ہے۔ ستمبر ۱۹۸۱ء تک ۵۷۸,۸۰ر۲ اراضی فاضل قرار دی گئی ہے۔ جس میں سے ۲۰۳, ۲۱ر۲ ہیکٹر اراضی کا قبضہ دیدیا گیا ہے۔ اسٹیٹ فارمنگ کارپوریشن کو ۲۰۳, ۲۱ر۲ ہیکٹر فاضل اراضی کا کام سونپا گیا جس میں سے ۱۰۸ر۵۰۱ ہیکٹر فاضل اراضی لوگوں میں تقسیم کی گئی۔ ۹۷,۷۸۰ ہیکٹر اراضی مندرج جاتیوں اور قبائلی افراد میں جن کی تعداد ۹۹۷ر۶۲ ہے تقسیم کی گئی۔ اراضی ترقیات کے لئے ان تمام لوگوں کو جنھیں اراضی دی گئی۔ ۲۱ر۹۲ لاکھ روپیہ گذشتہ سال تقسیم کیا گیا۔ ادیباسی افراد کو انکی اراضی واپس دلانے کے لئے دو قوانین نافذ کئے گئے جن کے تحت ۴۰۸۰۲ ہیکٹر اراضی ۲۲,۸۸۳ قبائلی افراد کو واپس ملیں۔ اگست ۱۹۸۱ء کے آخر تک تقریباً ۴۸,۰۵۸ر۶۳ کھاتے پلشتک کلکٹران کے ذریعہ کسانوں میں تقسیم کئے گئے۔

بے گھروں کو مکانات

حکومت دیہی علاقوں میں بے زمین اور بے گھر اشخاص کو جگہ اور مکان دینے کی اسکیم زیرِ عمل لارہی ہے۔ اس پروگرام پر مکمل عمل آوری ۱۹۸۳ء تک ختم ہوجائے گی۔ اس پروگرام کے لئے بجٹ میں ۸۲-۱۹۸۱ء کے لئے ۱۰۰۵ لاکھ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ سماجی معاشی پروگرام کے دو اہم پہلو جبریہ محنت اور قرض داری کا خاتمہ ہے۔ ریاست میں علانیہ طور پر بیگار یا جبری محنت کا وجود نہیں ہے۔ بہرحال یہ ممکن ہے کہ قبائلی علاقہ میں کہیں یہ پوشیدہ طور سے رائج ہو۔

چونکہ کہیں بھی جبری محنت اس بنا پر باقی رہ سکتی ہے کہ کمزور افراد کو معاشی امداد کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا مسلسل یہ کوشش کی جارہی ہے کہ کمزور طبقات خصوصی قبائلی علاقوں کے لوگوں کی معاشی حالت سدھاری جائے۔

کسانوں کو دیرینہ قرض داری کے بوجھ سے چھٹکارہ دلانے کے لئے مہاراشٹر قرض زراعت ایکٹ منظور کیا گیا لیکن



سے یہ قانون سپریم کورٹ میں زیرِ سماعت ہے۔

زراعتی مزدوروں کی اقل ترین اُجرت

کھیتی مزدوروں کے ساتھ سماجی و معاشی انصاف کے مسئلہ کو ریاستی حکومت اپنی متحرک اور ترقی پسند پالیسی کا لازمی جزو سمجھتی ہے۔ اسی خیال کے تحت حکومت نے نظرِ ثانی اُجرت ۵ء۵۰ روپیہ مقرر کی ہے۔ جس سے ۵۴ لاکھ کھیتی مزدوروں کو فائدہ ہوگا۔ مزید نظرِ ثانی کے لئے حکومت نے ایک کمیٹی مقرر کر دی ہے جو اپنی رپورٹ جلد ہی پیش کرنے والی ہے۔

آبپاشی کا کام

حکومت کے حالیہ سروے کے مطابق مہاراشٹر میں آبپاشی اراضی کی تعداد ۸۹ لاکھ ہیکٹر ہے۔ اب چونکہ بین الریاستی تنازعات ختم ہو چکے ہیں۔ اس لئے متعدد چھوٹے، درمیانی اور بڑے آبپاشی پروجیکٹ کی تکمیل سُرعت سے کی جا رہی ہے۔ اندازاً ۲،۷۷۴ کروڑ روپیہ، ۴۴۱ کروڑ روپیہ اور ۷۶ کروڑ روپیہ کی لاگت سے بالترتیب ۲۵ بڑے، ۱۳۷ درمیانی اور ۳۵۹ چھوٹے آبپاشی پروجیکٹ ریاست میں تیزی سے زیرِ تکمیل ہیں۔ اس طور سے جون ۱۹۸۲ء تک بڑے اور درمیانی پروجیکٹ کے لئے ایک لاکھ ہیکٹر اراضی، اسٹیٹ سیکٹر کے چھوٹے پروجیکٹ کے لئے ۱۵۰۰۰ ہیکٹر اراضی پر صلاحیت آبپاشی میں اضافہ کی کوشش کی جائے گی۔ اس طرح کل سیراب علاقہ ۱۱،۱۵۰۰ ہیکٹر ہو جائے گا۔ آبپاشی ترقیات کے لئے متعدد پروجیکٹوں کے لئے عالمی بنک سے قرضہ بھی حاصل کیا گیا ہے۔ جائیکواڑی، پورنا پروجیکٹ کے لئے ۶۳ کروڑ روپیہ اور چھ بڑے آبپاشی پروجیکٹ اور دو موجودہ پروجیکٹوں کی تجدید کے لئے ۲۲۳ کروڑ روپیہ کی مالی امداد عالمی بنک سے حاصل کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ دودھنا، مراٹھواڑہ اور کوکن کی ترقیات کے لئے ۱۰ پروجیکٹ جن پر لاگت کا اندازہ ۵۹۰ کروڑ روپیہ ہے، ابھی زیرِ تجویز ہے۔ جو حکومتِ ہند کو منظوری اور عالمی بنک سے امداد کے لئے پیش کر دیا گیا ہے۔

تیز تر بجلی ترقیات

ریاست کی ترقی میں بجلی حرکت کی کنجی ہے، لہٰذا حکومت



کی جانب سے اس کے لئے ممکنہ حد تک زیادہ سے زیادہ رقم رکھی جاتی ہے۔ بجلی کی ترقیات کے لئے ریاست کے موثر اقدامات سے مستقبل میں بجلی کی ممکنہ قوت میں بھی اضافہ ہوگا۔

ہینڈلوم ترقیات

ریاست میں ہینڈلوم صنعت ایک اہم صنعت ہے جس سے آبادی کی خاصی تعداد وابستہ ہے۔ کوآپریٹو سیکٹر کے تحت ریاست میں ہینڈلوم کی تعداد ۵۲،۰۰۰ ہے۔ اپریل ۱۹۸۰ء سے مارچ ۱۹۸۱ء تک اندازاً ۲۸ کروڑ کی لاگت کا ہینڈلوم کپڑا نکالا گیا۔ اور ستمبر ۱۹۸۱ء تک ۸۰.۳۵ کروڑ روپئے کا کپڑا فروخت کیا گیا۔ مرکزی اسکیم کے تحت ہینڈلوم ترقیات کے لئے ۵.۶۶ لاکھ روپیہ خرچ کیا گیا جو ریاستی اسکیمات کے تحت اخراجات کے علاوہ ہے۔ ٹیکسٹائل کمشنر کی جانب سے ریاست کو ماہانہ کوٹہ ۲.۰۲۴ کا نخط ۱۵۰۰ مربع میٹر قسم کا کنٹرول کپڑا تقسیم کیا جاتا ہے جس میں لنگھا، ساڑیاں، ڈرل،



شرٹنگ اور دھوتیاں شامل ہیں۔ ۱۹۸۱ء تک فاضل اراضی معاملات میں متعلقہ قانون کے تحت ۵۹۱۴ معاملات میں ۲۹۲ء۲ ہیکٹر اراضی حاصل کی گئی۔ مذکورہ قانون کے تحت منافع خوروں کے ناجائز زمین پر غیر قانونی قبضہ کے خلاف کارروائی کی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں اب تک ۸ء۴ ہیکٹر اراضی حاصل کر لی گئی۔ اور ۸۷ء۱ ہیکٹر اراضی ... کے لئے مقرر کر دی گئی ہے۔

ذرائع آمدنی جمع کرنے اور بڑھانے نیز ٹیکس چوری روکنے کی غرض سے انتہائی کوشش جاری ہے تاکہ اعلان کردہ پروگراموں کو زیر عمل لانے کے لئے درکار مالی ذرائع حاصل ہو سکیں۔

نیز اسمگلروں کے خلاف سخت کارروائی کی جارہی ہے۔ فی الحال ۱۳۲ اسمگلر زیر حراست ہیں اور ۱۵ اسمگلروں کے خلاف گرفتاری کے وارنٹ جاری کئے جا چکے ہیں۔

انتظامیہ میں ورکروں کی شرکت

مہاراشٹر میں کافی عرصہ سے منتظمین اور مزدوروں کی شرکت سے انتظامیہ امور جاری رکھنے کا اصول عام ہے۔ اب تک ریاست میں ۳۹۲ صنعتوں میں یہ اسکیم زیر عمل ہے۔

سماج کے کمزور طبقات کے لئے روڈ ٹرانسپورٹ کیلئے ضروری بیشنل پرمٹ کے متعلق قانون قطعی طور سے مرتب کر لئے گئے ہیں۔ اور جلد ہی یہ پرمٹ مذکورہ افراد کو جاری کر دیئے جائیں گے۔

سماجی معاشی پروگرام کے تحت متعدد اقدامات کئے جارہے ہیں مثلاً اشیاء ضروری جیسے اناج، شکر اور تیل طلبہ کو ہوسٹل میں کنٹرول داموں پر دیئے جاتے ہیں۔ نیز ٹیکسٹ بک کاپیاں اسٹیشنری وغیرہ مناسب داموں پر فراہم کئے جانے کے لئے کوشش کی جارہی ہے۔ صنعتوں میں زیر تربیت روزگار کے مواقع فراہم کرنے کے لئے قانونی امور طے کئے جارہے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں تقریباً تمام کارخانہ داروں پر یہ پابندی عائد ہوگی کہ وہ ایک مقررہ تعداد میں اپرینٹس کی حیثیت سے روزگار فراہم کریں۔ مارچ ۱۹۸۱ء تک ۱۸۷۱ صنعتوں میں ۱۷,۲۶۸ اپرینٹس فی الحال برسر روزگار ہیں۔

✻✻✻✻✻

★ بنود راؤ



مہاراشٹر! چھوٹا ہندوستان

[ایک مرتبہ آنجہانی جواہر لال نہرو نے بمبئی میں اپنے دورہ کے دوران ملک کی ترقی اور وقت کے ساتھ ہمقدم رہنے کی طاقت کا ذکر کرتے ہوئے ایک بڑی اچھی مثال دی تھی۔ آپ نے قدیم منادر ترمبورتی اور ملک کے جدید ترین اٹیمک ری ایکٹر میں مماثلت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا تھا کہ ان میں مماثلت ہند کی ثقافت اور ہر زمانہ میں ترقی پر گامزن رہنے کا عملی ثبوت ہے۔

یہ ریاست بطور مہاراشٹر صرف ۲۲ سال پرانی ہے، لیکن بطور ملک کے ایک حصہ کے ہزاروں سال پرانی ہے۔ یہ ہندوستان کا مظہر ہی نہیں ایک علامت ہے، بلکہ یہ کہنا بھی بجا ہوگا کہ مہاراشٹر خود اپنے آپ میں ایک چھوٹا ہندوستان ہے۔]

راوّل حیثیت :

ریاست مہاراشٹر کئی اعتبار سے ملک کی ہراوّل ریاست ہے۔ ثبوت کے لئے پورے ملک کی صنعتی پیداوار، چھوٹی بچت، امداد باہمی سرگرمیاں، امدات وغیرہ جیسے معاملات کا ریاست مہاراشٹر کے ساتھ موازنہ کیا جا سکتا ہے۔ نتیجہ یہی ظاہر ہوگا کہ مہاراشٹر ہر اعتبار سے پورے ملک کی ایک چوتھائی سے زیادہ ضرورت پوری کرتا ہے۔

اس طرح مہاراشٹر ہندوستان کے لئے اور بمبئی مہاراشٹر کے لئے کلیدی حیثیت کا حامل ہے۔ پنچسالہ منصوبہ کے معاملے میں بھی ریاست



مہاراشٹر سب سے آگے ہے۔ جدوجہد آزادی میں مہاراشٹر پیش پیش رہا۔ شہر بمبئی سے ہی "ہندوستان چھوڑ دو" تحریک نے زور پکڑا تھا یہ تمام ثبوت ہیں جو مہاراشٹر کو ہندوستان بھر میں ہراول کی حیثیت سے تسلیم کرواتے ہیں۔

آج مہاراشٹر کے قلب بمبئی کو فلمی صنعت نے جو ترقی دی ہے اس میں مہاراشٹر نے بھی عالمی شہرت پائی ہے۔ فلمی صنعت میں [illegible] کو دیکھتے ہوئے آج یہاں یہ کہنے کے بجائے ہندوستان کا [illegible] کہنا بالکل ٹھیک ہوگا کہ یہاں ہالی ووڈ [illegible] ہے۔

بمبئی: ہندوستان کا صدر دروازہ:

بمبئی میں گیٹ وے آف انڈیا، صرف ایک جغرافیائی مقام نہیں ہے۔ کسی زمانہ میں اپالو بندر سمندری راستہ سے ہندوستان میں داخلہ کا صدر دروازہ تھا۔ آج پورا شہر بمبئی ہی ہندوستان کا صدر دروازہ یا گیٹ وے آف انڈیا بن چکا ہے۔ یہ اپالو بندر، بلیڈ پیئر یا [illegible] شہر کا داخلی مقام نہیں، بلکہ یہ وہ کھڑکی ہے [illegible] کے تمام صعوبات کے تقاضے، سماجی اور علمی ہوائیں شہر [illegible]

[illegible] تہذیب و تمدن کا نہ صرف احترام کیا جاتا ہے،

لدا اسے قائم ودائم بھی رکھا جاتا ہے۔ اور اس کام میں ممبئی کا ہر شہری
تاون دیتا ہوا نظر آئے گا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس میٹرو پولیٹن شہر کا کچھ بدنما پہلو بھی
شیدہ نہیں لیکن اس کی خوبصورتی جو کئی اعتبار سے عیاں ہے، اس
ہر کے نام و نمود کو ملک بھر میں ہی نہیں بلکہ عالمی سطح پر قائم رکھے
دئے ہے۔ آبادی میں اضافہ کے علاوہ اس شہر کی چمک دمک ملک
کے تمام حصوں سے ہزاروں کی تعداد میں آنے والوں کی وجہ سے ایک
نئے مسئلہ کا باعث ضرور ہے۔ لیکن اس گنجانیت کو دور کرنے کے لئے
رتی کی کوششیں ضرور بار آور ثابت ہوں گی، اگر مضافات میں نئے شہر
انہیں مکمل ہو جائے۔

صنعتی ترقی :

ترقیاتی دور سے گذرتے ہوئے ریاست مہاراشٹر کے کئی حصوں
نے نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔ مثال کے طور پر ممبئی۔ پونے خطہ کا
جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ آپ دیکھیں گے اس خطہ کے ایک سرے
سے دوسرے سرے تک کارخانے اور صنعتوں کی قطار لگی ہوئی ہے
ان میں مختلف معدنی اور دفاعی اشیاء تیار کی جاتی ہیں۔ اسی علاقے
کو نئی پروجیکٹ اپنی تمام تر قوت کے ساتھ صنعتی ترقیات میں
رول ادا کر رہا ہے۔ یہیں مشہور صنعتی یونٹیں، جمشید جی ٹاٹا، ایل کے
لوسکر اور والچند ہیراچند بھی اس خطے کی صنعتی اہمیت میں اضافہ
کئے ہوئے ہیں۔

مزدوری کامیابیاں :

مشینی شہر کی ترقی کا سبب صرف صنعتیں ہی نہیں ہیں بلکہ ان
صنعتوں میں کام کرنے والے مزدور بھی ہیں جو پورے شوق و ذوق سے اپنے
کاموں کی تکمیل کی انجام دہی میں مصروف ہیں۔ ان میں کچھ کر دکھانے
کا جذبہ موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صنعتی یونٹوں میں ماہر اور تجربہ کار
مزدوروں کی اکثریت کم۔ تعلیم یافتہ ہے جنہوں نے محض کام کی تکمیل کو ہی
فرض نہیں سمجھا بلکہ اپنے شوق اور لگن کے جذبے کو کام میں لاتے
ہوئے مشینوں پر مہارت حاصل کی۔ ثبوت کے طور پر کرلوسکر صنعت
کی مثال پیش کی جا سکتی ہے جہاں طرح طرح کی مشینوں پر کام کرنے
والے معمولی کسان طبقے سے تعلق رکھتے ہیں اور آج مکمل تربیت کے بعد
بہت ہی اچھے اور ماہر مشین مین ہیں۔ ان میں سے کئی ایک نے اپنی
...ن رات

مہارت کا استعمال کرتے ہوئے خود۔ روزگار کے مواقع تلاش کر لئے
ہیں اور اپنی ذاتی چھوٹی صنعتیں قائم کر لی ہیں۔

خود پر بھروسہ کرنے کا یہ سبق ہر ایک کے لئے ناقابلِ فراموش ہے
ناتجربہ کار مزدوروں کی یہ کامیابی صرف ان کی اپنی کامیابی نہیں بلکہ
یہ اعلان ہے کہ یہ کامیابی ایک شہری مزدور کی نہیں، مہاراشٹر کی نہیں
بلکہ ہندوستان کی کامیابی ہے۔ صنعتیں تو ایک طرف یہاں سیاست
کو بھی استحکام حاصل ہے۔ یہ وہ علاقہ ہے جو صنعتی، سیاسی اور
تجارتی ہر طور سے امن وامان اور شاندار مستقبل کا پرچم بلند کئے
ہوئے ہے۔

مہاراشٹر کا ہر باشندہ اور خصوصاً ممبئی کا شہری جو آج کے مشینی
دور میں اپنی قوت سے علاقے کے وسائل کی توسیع میں مصروف ہے۔ وہ
قانون کا پابند ہے، مذہب کا پابند ہے اور وقت آنے پر چھترپتی شیواجی
کی طرح اپنے ہاتھ میں تلوار لئے مادرِ وطن کی حفاظت کے لئے بھی
ہمیشہ تیار ہے۔

غذائی خودکفالتی :

گو مہاراشٹر ہند میں بڑے پیمانے پر شہری ریاست ہے۔ لیکن اس کی
معیشت کا زیادہ تر انحصار زراعت پر ہے۔ ابھی تک اناج کی پیداوار
کم تھی، لیکن اب یہ تیزی کے ساتھ خود غذائی کے حصول کی کوشش ہی



ہے۔ اس مقصد سے جدید طریقۂ زراعت اختیار کیا گیا ہے۔ اور اعلیٰ اقسام کے مخلوط بیج کی کاشت کی جاتی ہے۔ اس طرح سبز انقلاب رونما ہو رہا ہے دیہی اور مضافاتی علاقہ جات میں زرعی صنعتوں کے قیام سے توقع ہے کہ زراعت اور صنعت کے درمیان براہِ راست فطری رابطہ پیدا ہو جائے گا اور معاشی ترقی کا، زراعتی و صنعتی نظام وجود میں آجائیگا۔ ضمانت روزگار اسکیم کے تحت کام کے طالب ہر دیہی فرد کے لئے کام فراہم کرنے کی ضمانت دی گئی ہے۔ ورلڈ بینک نے بھی اس کی تعریف کی ہے۔

امدادِ باہمی تحریک کے باعث ریاست کے ہر گاؤں میں ایک امدادِ باہمی انجمن کام کر رہی ہے اور اس سے زراعت کو بڑی تقویت پہنچی ہے۔ اس تحریک کی بدولت سماجی نگرانی رہتی ہے۔ ایک طرف کسان بارش کے رحم و کرم پر نہیں رہتا۔ وہ بچولیوں کی لوٹ کھسوٹ سے محفوظ رہتا ہے — دوسری طرف خریدار گرانی سے بچا رہتا ہے اور فراہمی و تقسیم برابر رہتی ہے۔

امداد باہمی محاذ پر:

مہاراشٹر کی کوآپریٹیو فارمنگ سوسائٹیاں اور شکر کارخانے اپنی شاندار کامیابی کی بناء پر بڑی شہرت رکھتے ہیں۔ یہ زراعتی و صنعتی ترقی کا نمونہ ہیں۔ یہ احمد نگر کے چھوٹے کٹ دھکّل راؤ وکھے پاٹل کی فکر و دانش کا نتیجہ ہیں — مہاراشٹر میں پبلک سیکٹر میں شوگر کین فارمنگ میں نیا تجربہ کیا گیا ہے۔

گنّے کی فصل:

یہ پیداوار، معیار کے لحاظ سے دنیا میں اعلیٰ ترین ہے۔ دیہی علاقے بجلی سے روشن ہو رہے ہیں۔ نئی راہوں کی بدولت شہر اور دیہات کے درمیان فاصلہ کم ہوگیا ہے۔ دیہی آبادی کا طرزِ زندگی بدل رہا ہے، اجتماعی ترقی پروگرام سے نیا ماحول پیدا ہوا ہے۔ دیہات کے لوگ اپنی مدد آپ کرنے کے قابل ہو گئے ہیں۔ مختلف اسکیمات کے تحت کسانوں کو کھیت کیلئے پانی، کاشتکاری کے لئے سرمایہ، بچوں کے لئے دودھ، اہل و عیال کیلئے ادویات ملنے لگی ہیں۔ نیز وہ غربت و جہالت کی قید سے نجات پا رہے ہیں۔

کمزور طبقات پر خصوصی توجہ:

اب دیہی فرد کو یہ احساس ہوگیا ہے کہ وہ اکیلا نہیں ہے۔ انتظامیہ کے پھیلاؤ کے نتیجہ میں سرکاری کارندوں سے اس کا براہ راست رابطہ قائم ہوگیا ہے، جو اس کے مسائل پر پہلے کے مقابلے میں کہیں زیادہ توجہ دے رہے ہیں۔ ایسے قوانین وضع کئے گئے ہیں تاکہ کاشتکار زمین کے مالک بن جائیں بے زمین اشخاص اور زرعی مزدوروں کو زمین ملے۔ اس امر پر بھی توجہ دی جا رہی ہے کہ ان قوانین پر پوری طرح عمل ہو۔ ادیواسیوں کی بھلائی پر بھی خاص توجہ مبذول کی گئی ہے جن کو اب تک نظر انداز کیا گیا تھا اور وہ بڑی غربت و ناداری کی زندگی بسر کرتے تھے۔

اسی طرح ہریجنوں اور دیگر محروم اور کمزور طبقات کو اوپر اُٹھانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

معذور افراد کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا ہے۔ ان کی بھلائی کے لئے سنجے گاندھی نرادھار انودان یوجنا، نامی اسکیم جاری کی گئی ہے جس کے تحت ایک اپاہج اور معذور شخص کو ہر ماہ ۶۰ ساٹھ روپے کی رقم گھر ہی پر مل جاتی ہے۔ اسی طرح ایک اور بے مثال اور سود مند اسکیم سنجے گاندھی سواؤ لمبن یوجنا ہے جس کے تحت بیروزگار نوجوانوں کو فی کس ۲٫۵۰۰ روپے کی رقم بلا ضمانت اور بلا سُود بطور قرض دی جاتی ہے تاکہ وہ اپنا ذاتی کاروبار جاری کر سکیں یا چھوٹی صنعت قائم کر سکیں۔

دفاعی صنعتیں:

مہاراشٹر مختلف دفاعی صنعتوں کا بھی بڑا مرکز ہے — ہندوستان کی دفاعی تنظیموں کی تربیت گاہ نیشنل ڈیفینس اکیڈمی پونے کے قریب کھڑک واسلہ میں واقع ہے۔ بمبئی کے مجگاؤں ڈاک میں اعلیٰ قسم کے جنگی جہاز تیار کئے جا سکتے ہیں یہ سب ریاست مہاراشٹر کی اس روایت کے اعجاز ہیں جس کے تحت یہاں صدیوں سے شجاعت، جوانمردی اور فنِ حرب کو فروغ مل رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ معروف مورّخ جادھوناتھ سرکار یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ رہنماؤں کی جو کہکشاں ملک کے اس حصّہ سے اُبھری ہے وہ کسی دوسرے حصّے سے نہیں اُٹھ سکی۔

مہاراشٹر کے باشندے ناانصافی اور لاقانونیت کو برداشت نہیں کر سکتے، حالانکہ یہ جوانمرد، فنِ جنگ کے ماہر ہیں لیکن لڑائی جھگڑے کے قائل نہیں۔ یہاں کی فضاؤں میں دیانیشور، تکارام، ایکناتھ، رام داس، نام دیو اور جنا بائی کے امن و آشتی اور انسان دوستی کے پیغام ابھی تک گونج رہے ہیں۔ یہاں کی ندیاں نہ صرف بجلی پیدا کرنے کے لئے پانی فراہم کرتی ہیں بلکہ ان کے کنارے واقع سنتوں اور سادھوؤں کی سمادھیوں نے انھیں مقدس بنا دیا ہے گوداوری کی وادی میں ناسک سے ناندیڑ تک پھیلا ہوا علاقہ اسی وجہ سے مقدس علاقہ ہے۔ گرو گوبند سنگھ کی سمادھی کی وجہ سے ناندیڑ سکھوں کے لئے بھی ایک مقدس مقام کی حیثیت رکھتا ہے۔

دوسری طرف سہادری کی سطح مرتفع پر واقع قلعوں کی وجہ سے یہ مقام جنگی اہمیت کا حامل تھا سہادری اور ست پڑا کے پہاڑی سلسلوں پر شیواجی نے جو قلعے تعمیر کئے تھے وہ دشمن کی فوجوں کو زیر کرنے میں اہم رول ادا کرتے تھے۔ آج یہ قلعے اور یہ علاقے سیاحوں کی دلچسپی کے مرکز بنے ہوئے ہیں۔ ان قلعوں کے در و دیوار سے آج بھی وہ جاہ و جلال ٹپکتا ہے جو شیواجی مہاراج کی شخصیت اور ان کے دور کا خاصہ تھا۔ پرتاپ گڈھ، پرندھر، سنہہ گڈھ، پنہالہ، رائے گڈھ، راج گڈھ، وشال گڈھ اور دیگر قلعوں کو دیکھنے سے ذہن میں تاریخ کے صفحات اُلٹنے لگتے ہیں اور ہمارے شاندار ماضی کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

یہاں کے سنتوں سادھوؤں کی تعلیمات اور شجاعت و جوانمردی کی روایت کا یہ ملا جلا اثر ہے کہ آج کا مہاراشٹرین امن پرست ہے امن کا خواہشمند ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ بہادر اور نڈر بھی ہے۔ مورخ جی۔ بزداتی نے کہا ہے کہ یہاں کے لوگوں کی رہنمائی کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے کیونکہ یہ اندھی تقلید نہیں کرتے۔ ان کی رہنمائی کرنے کے لئے استدلال اور منطق کے ذریعہ انھیں اپنا ہم خیال بنانا اور ان کے دلوں کو جیتنا بے حد ضروری ہے۔

مؤثر انتظامیہ :

۱۹۶۰ء میں جب نئے سرے سے مہاراشٹر کی ریاست کی تشکیل ہوئی تو اُس وقت کی حکومت کے سامنے عوام کو بے داغ اور مؤثر انتظامیہ دینے کا مسئلہ تھا، بلاشبہ یہ ایک بہت بڑا مقصد تھا، یہ ایک بہت بڑا کام تھا۔

جمہوری نظام میں انتظامیہ کی کارکردگی کو محض معاملات کے فوری حل سے نہیں پرکھا جاتا بلکہ انھیں حل کرنے کے طریقے پر بھی نظر رکھی جاتی ہے اس ضمن میں متعلقہ فرد کا اطمینان اور اس کی تشفی بے حد ضروری ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ تشکیل ریاست کے بعد سے ہمارا انتظامیہ اس سمت میں تیزی سے پیش قدمی کر رہا ہے۔

حصولِ آزادی کے فوراً بعد ہی مؤثر انتظامیہ فراہم کرنے کے سلسلے میں کوششوں کا آغاز ہوا، ایک لسانی ریاست کے قیام کے بعد ان کوششوں میں مزید تیزی آئی، پنچایت راج کے نفاذ سے عوام اور انتظامیہ کے عملے کے درمیان رابطہ اور بھی آسان ہو گیا۔ اس میں انتظامیہ اور عوام دونوں کو بڑی آسانی ہوئی۔

آج شہری بغیر کسی روک ٹوک کے سرکاری افسران سے مل سکتے ہیں، ریاست کے اعلیٰ عہدوں پر فائز عہدہ داران بھی ہمدردی اور غور کے ساتھ اُن کی شکایات سُنتے ہیں اور انھیں دُور کرنے کی تدبیر کرتے ہیں۔

وہ دن اب یادِ ماضی بن گئے کہ جب 'جی حضوری' اور 'سلام' کے بغیر عہدہ داران تک رسائی نہیں ہوتی تھی آج ریاست بھر کے عوام یہ محسوس کرتے ہیں کہ اُن کی حکومت اُن کے تئیں فکرمند ہے اور باعمل بھی ہے۔

ریاست کے مختلف حصّوں کی غیر متوازی ترقی سے متعلق جو شکایت کی جا رہی ہے اس میں کچھ حقیقت بھی ہو سکتی ہے لیکن یہ دراصل تاریخی حالات کا نتیجہ ہے نہ کہ سرکاری پالیسیوں کا۔ مراٹھواڑہ کے علاقہ ہی کو لیجئے، جب یہ سابق ریاست حیدرآباد کا حصّہ تھا، اس وقت اسے قطعی طور پر نظرانداز کیا گیا۔ لیکن آج مراٹھواڑہ ترقیات کارپوریشن کا قیام نیز حکومت کے دیگر اقدامات بلاشبہ اس علاقے کے ساتھ ہوئی ناانصافی کو دور کرنے میں معاون ثابت ہوں گے۔ ریاست کے دیگر فراموش کردہ علاقوں کی ترقی کے لئے اسی قسم کے کارپوریشن بنائے گئے ہیں۔

ضلع واری سطح پر منصوبہ بندی :

ملک میں پہلی مرتبہ ریاست مہاراشٹر میں ضلع واری سطح پر منصوبہ بندی کی گئی اس کی وجہ سے منصوبہ کی مختلف اسکیموں کی تشکیل اور نفاذ میں عوام بھی برابر کے شریک رہتے ہیں۔ ضلع واری منصوبہ بندی کی وجہ سے اضلاع کی ترقی کی راہ آسان ہو گئی ہے نیز مختلف اضلاع کے درمیان پائی جانے والی نابرابری دور کرنے کے امکانات بھی وسیع ہو گئے ہیں۔

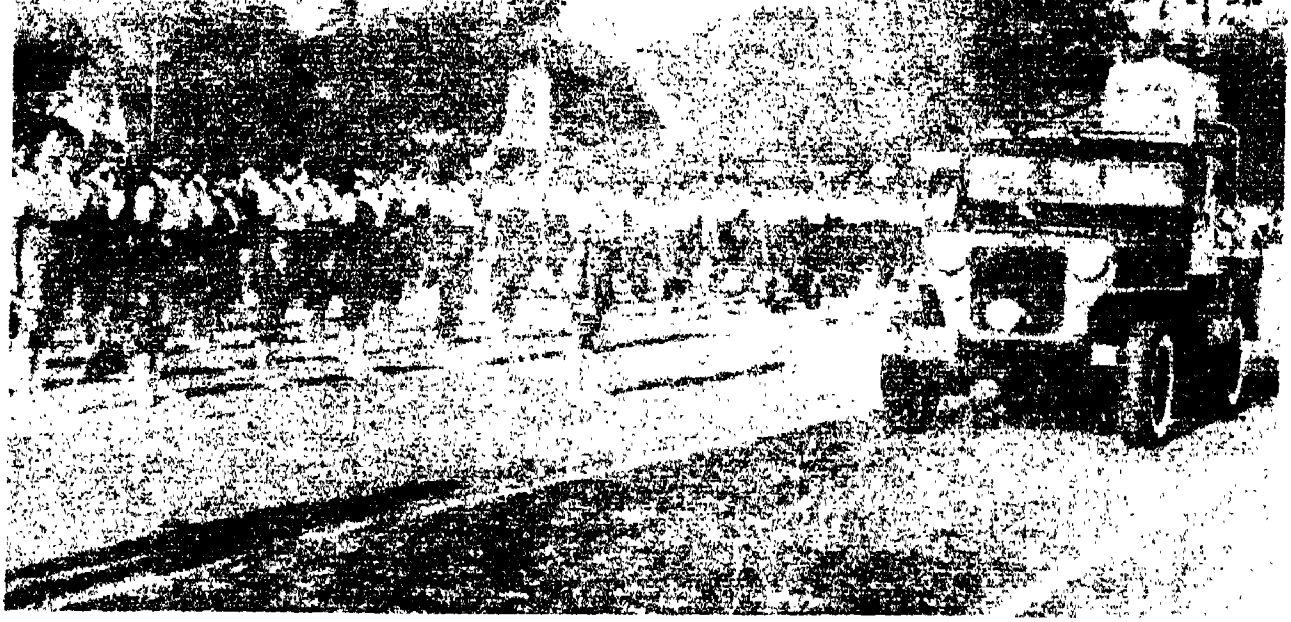
مہاراشٹر کے باشندے وسیع القلب ہیں۔ وہ بلا لحاظ مذہب، ملت و علاقیت ہر ہندوستانی کو مہاراشٹرین تصور کرتے ہیں، لہذا یہاں ہر مذہب کے لوگ اور اُن کی عبادت گاہیں پائی جاتی ہیں۔

اس ریاست کے لوگوں نے زندگی کے مختلف شعبوں میں قومی سطح پر کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں، اُمید کی جا سکتی ہے کہ مستقبل میں بھی اپنے ماضی کی صحت مند روایات کے ساتھ یہ ریاست' ملک کی صفِ اول کی ریاست رہے گی۔



ریاست مہاراشٹر میں جشن جمہوریہ

یوم جمہوریہ [illegible] گورنر نے سلامی لی



گورنر مہاراشٹر شری او۔ پی۔ مہرا شیواجی پارک بمبئی میں یوم جمہوریہ کے موقع پر پریڈ کی سلامی لے رہے ہیں۔

گورنر مہاراشٹر شری او۔ پی۔ مہرا نے ریاست میں ۳۲ ویں یوم جمہوریہ کے موقع پر شیواجی پارک بمبئی میں پرچم کشائی کی رسم انجام دی اور پولس، ہوم گارڈس اور فائر بریگیڈ کی مشترکہ پریڈ دیکھی۔

قبل ازیں وزیر اعلیٰ شری بابا صاحب بھوسلے اور چیف سکریٹری شری پی۔ جی گوائی نے اس تقریب میں گورنر موصوف کا استقبال کیا جو روایتی سادگی اور شان سے منائی گئی۔

اس موقع پر "مارچ پاسٹ" میں گورنر [illegible] اسٹیٹ ریزرو پولس فورس، ٹریفک پولس، ہوم گارڈس [illegible] اسکاؤٹس اور کشتی دستوں نے سلامی دی۔ [illegible] چھ دستوں کے کل ۲ [illegible] پولس [illegible] گئے۔

[illegible]

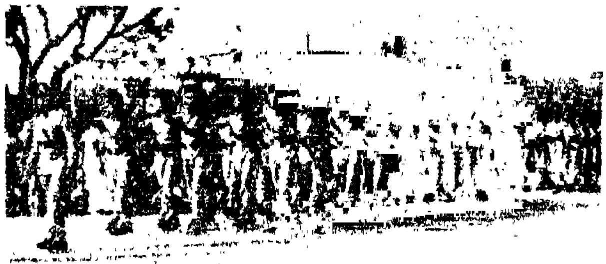
میمن شریف [illegible]

اسمبلی [illegible]

اور بڑی تعداد میں پولس افسران [illegible]

● ڈپٹی وزیر شری [illegible] یاس نے اپنے حلقہ انتخاب گھاٹ کوپر میں یشونت منتر امنڈل، سنتا سوسائٹی شیونیری کو آپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی پنت نگر، گھاٹ کوپر پولس اسٹیشن اور دیگر اداروں کی جانب سے منعقدہ یوم جمہوریہ تقاریب میں شرکت کی۔ [illegible] نے آپ کا گرم جوشی سے خیر مقدم کیا۔ شری ویاس نے [illegible] اپنے حلقہ انتخاب کے شہریوں کی شکایات [illegible] کچھ وقت [illegible] کا وعدہ کیا۔ آپ نے [illegible] افتتاح کیا۔ [illegible] شرکت کی۔

[illegible]



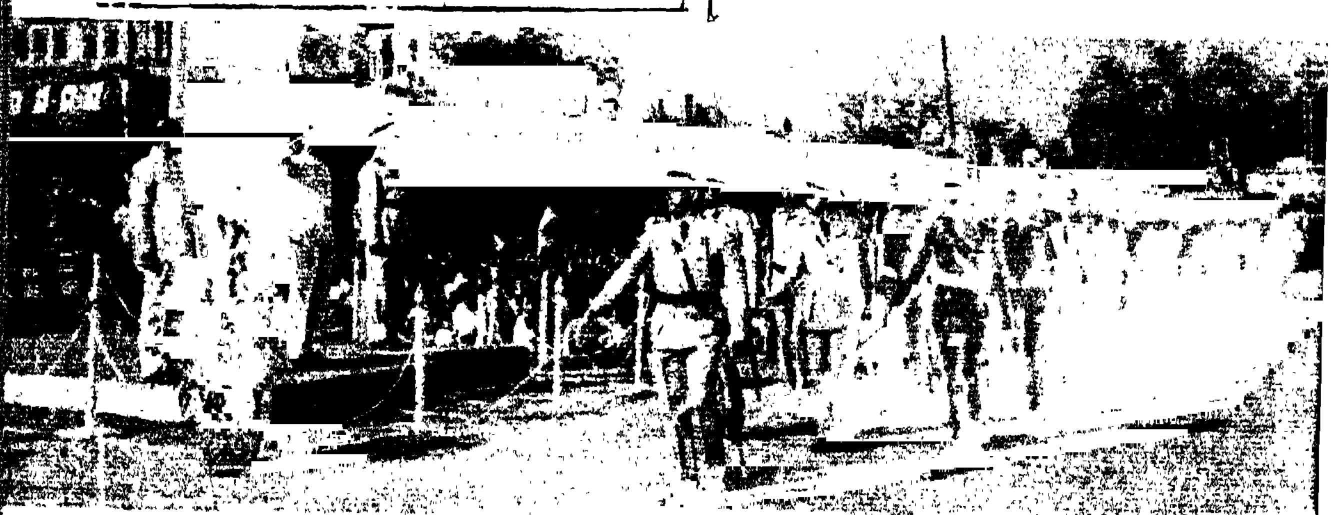


بھنڈارہ کے ڈسٹرکٹ کلکٹر شری شربنوا س سوہنی، پولس پریڈ گراؤنڈ پر سلامی لیتے ہوئے۔ نیچے کی تصویر میں اس موقع پر نکالی گئی جھانکی۔



ڈیویژنل کمشنر، اورنگ آباد شری رنگا کتن، قومی پرچم لہراتے ہوئے

ناگپور ڈویژن کے ڈویژنل کمشنر شری وی۔ ایس۔ گوپال کرشن کستورچند پارک، ناگپور میں، پریڈ کی سلامی لے رہے ہیں۔



شو میں مدعو کیئے گئے -

● بیڑ ضلع میں بڑے ہی جوش و خروش کے ساتھ یوم جمہوریہ منایا گیا۔ ڈسٹرکٹ کلکٹر شری سندیپ یاگجی نے مقامی پولس گراؤنڈ پر پرچم کشائی کی - اس موقع پر اسکول کے لڑکوں نے لیزم، لوک ناچ اور ڈرل پیش کی۔ مختلف اسکولوں کے تین ہزار سے بھی زائد طلباء نے اس تقریب میں شرکت کی -

● ڈیویژنل کمشنر شری وی۔ ایس گوپال کرشن نے کستورچند پارک ناگپور میں قومی جھنڈے کی پرچم کشائی سے یوم جمہوریہ تقاریب کا آغاز کیا۔

پولس، این سی سی، ہوم گارڈ، اسکاؤٹ، گائیڈ اسکول وکالج کے طلباء اسٹیٹ ریزرو پولس، فائر سروسیز نے اس موقع پر گارڈ آف آنر پیش کیا، پولس کے سراغ رساں کتے 'لکشمی' نے بھی پریڈ میں شرکت کی -

اس تقریب میں عوامی نمائندے، مجاہدین آزادی، جج صاحبان، فوج کے اعلیٰ افسران، مرکزی و ریاستی حکومت کے عہدہ داران اور عوام کی کثیر تعداد نے شرکت کی -

مختلف مقامی اسکولوں کے طلباء نے شام کو پنجاب راؤ دیشمکھ ہال میں ایک ثقافتی پروگرام پیش کیا -

یوم جمہوریہ پریڈ میں مہاراشٹر کی جھانکی

امسال نئی دہلی میں یوم جمہوریہ کے موقع پر "علاقائی فنون" پر مبنی مہاراشٹر جھانکی نے پریڈ میں حصہ لیا -

اسکی ڈیزائن اور تشکیل گروجی برادران، مرتھا آرٹ اسٹوڈیو بمبئی نے کی - اس جھانکی پر واسودیو، پوتراج، داگیہ، مرلی، لاونی رقاصہ، شاہیر، کیرتن کر، گوندھلی وغیرہ کے کردار پیش کئے گئے تھے -

فنکاروں کے نام اس طرح ہیں : شاہیر نواتی پوار (واسودیو) شاہیر یشونت پوار اور شریمتی شیوتارسائی کر (کڈک لکشمی)؛ شریمتی سوہا کدم (لاونی رقاصہ)؛ سریش نیمکر (تن تُنے) شری سنیل الوکر (ڈھولکی) شری پربھاکر ورلی کر اور شریمتی لیلا لوشنکر (داگیہ مرلی)

شری چندر کانت ویدیہ (شاہیر) شری ولاس گرجر (گوندھالی) اور شری گوندکھرے (کیرتن کر) لوک ناچ کے لئے دھارنی، ضلع امراؤتی کے ادیباسی قبیلہ کا کرکو رقص پیش کیا گیا -

یوتھ فورم

'یوتھ فورم' کا مستقل فیچر کیریر کی رہنمائی، مشہور اشخاص اور نوجوانوں کی رہنمائی کرنیوالے اداروں کی سرگرمیوں پر مشتمل ہوتا ہے اس فیچر میں قوم کی سماجی و معاشی ترقی پر نوجوانوں کے رول پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ قومی پروگرام میں جیسے جہیز مخالف تحریک، صفائی مہم، چھوت چھات کا خاتمہ اور تعلیم کے فروغ پر لکھے گئے مضامین کو سراہا جاتا

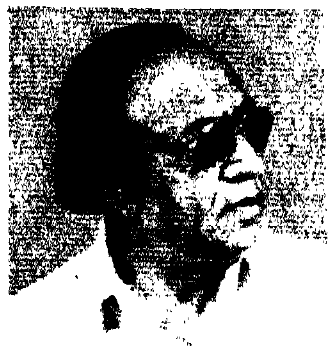
اپنے مضامین اس پتہ پر مرحمت فرمائیں : ایڈیٹر "قومی راج" نیو ایڈمنسٹریٹو بلڈنگ، ۱۵ واں منزلہ، مقابل منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

مہاراشٹر کی ۱۹ رکنی نئی وزارت



بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے
وزیر اعلیٰ مہاراشٹر

کابینی وزراء :



پروفیسر ایس۔ ایس۔ اشیر



شری ڈی۔ ڈی چوان



شری بی۔ ایم۔ گائیکواڑ

ڈاکٹر بلی رام ہیرے



شری سروپ سنگھ نائیک





شریمتی شرد چندریکا پاٹل



شری شیواجی راؤ پاٹل (نیلانگیکر)



ڈاکٹر وی سبرامنیم

وزراء مملکت



شری مانک راؤ کیشوراؤ بھامیلے



شری ایس۔ این۔ ڈیسائی

شری ولاس راؤ دیشمکھ



ڈاکٹر شری کانت جچکر



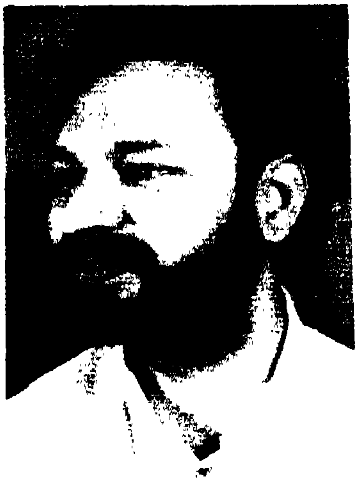
شری روندر راؤت



نائب وزرار



شری شیواجی شیوارام جی موگھے



شری وقار احمد غلام محمد مومن

شریمتی رجنی شنکر راؤ ساتو



شری یشونت گنگارام جی شیریکر



شری لیلادھر شام جی ویاس



ریاستی کابینہ: عہدوں کی تقسیم

ریاستی وزراء، وزرائے مملکت اور نائب وزراء میں عہدوں کی تقسیم اس طرح ہے:

وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے: جنرل ایڈمنسٹریشن، داخلہ امور، محصول او رباز آبادکاری، امداد باہمی، صنعت، شہری ترقیات، شہری اراضی حد بندی، ثقافتی اُمور، قانون و عدلیہ اور دیگر اُمور جو کسی وزیر کے سپرد نہیں ہیں۔

کابینی وزراء:

- پُروفیسر ایس. ایس. ا شیر : ہاؤسنگ، اِنرجی، اوقاف اور پُروٹوکول
- شری ڈی. ڈی. چوان : دیہی ترقیات، ٹرانسپورٹ، جنگلات جنگل بانی امور۔
- شری بی. ایم. گائیکواڑ : زراعت و محنت
- ڈاکٹر بلی رام ہیرے : صحت عامہ و خاندانی بہبود، سیاحت، باغبانی اور سلم سُدھار
- شری سروپ سنگھ نائیک : پبلک ورکس، قبائلی بہبود اور سَماجی بہبود
- شریمتی شرد چندریکا پاٹل : تعلیم و روزگار، تکنیکی تعلیم و تربیت، اسپورٹس اور یوتھ ویلفیر
- شری شیواجی راؤ پاٹل (نیلانگیکر) : آبپاشی، خصوصی امداد، ڈیری ترقیات، مویشی بیطاری، ماہی گیری اور امور قانون سازی۔
- ڈاکٹر وی. سبرامنیم : مالیات، منصوبہ بندی (بشمول ضمانتِ روزگار اسکیم) غذا و شہری رسد

وزراء مملکت:

- شری مانک راؤ کیشو راؤ بھامبلے
— آبپاشی، جنگلات، باغبانی، جنگل بانی امور، ہاؤسنگ اور روزگار اور امور قانون سازی

- شری ایس. این. ڈیسائی
— امداد باہمی، صنعت، بندرگاہ، غذا و شہری رسد، شہری ترقیات،

- شری ولاس راؤ ڈی. دیشمکھ
— پروٹوکول، ٹرانسپورٹ، زراعت تعلیم، تکنیکی تعلیم و تربیت، دیہی ترقیات، اسپورٹس اور یوتھ ویلفیر

- ڈاکٹر شری کانت رام چندر جیچکر
— امور داخلہ، محصول اور باز آبادکاری، مالیات و منصوبہ بندی

- شری رونندر راؤت
— ڈیری ترقیات، مویشی بیطاری و ماہی گیری، کھار اراضی، پبلک ورکس، اِنرجی، اطلاعات و تعلقاتِ عامہ

نائب وزراء

- شری شیواجی شیورام جی موگھے
— اُمور قانون سازی، (ایوان بالا) قبائلی بہبود اور سماجی بہبود، پبلک ورکس، ٹرانسپورٹ، خصوصی امداد

- شری وفا احمد غلام محمد مومن
— مالیات، آبپاشی، غذا اور شہری رسد، اِنرجی اور اوقاف

- شریمتی رجنی شنکر راؤ ساتو
— صحت عامہ و خاندانی بہبود، ثقافتی اُمور، جیل، سیاحت اور قانون و عدلیہ

- شری بشونت گنگارام جی شیرنکر
— امداد باہمی، محنت، صنعت، پُروٹوکول

- شری لیلادھر شام جی ویاس
— شہری ترقیات، ہاؤسنگ، سلم سُدھار، امور قانون سازی (ایوانِ زیریں)

شری باباصاحب اننت راؤ بھوسلے

باباصاحب بھوسلے ۱۵ جنوری ۱۹۲۱ء کوتارلے گاؤں، تعلقہ پاٹن، ضلع ستارا میں کسان گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم پہلے اپنے قصبہ کالے ڈھون تعلقہ کھٹاؤ، ضلع ستارا اور بعدازاں وائٹے، کھاند پور تعلقہ، ضلع سانگلی میں حاصل کی۔ ثانوی تعلیم ستارا میں پوری کی۔ اور میٹرک پاس کرنے کے بعد راجہ رام کالج کولہاپور میں داخلہ لیا۔ بمبئی یونیورسٹی سے ۱۹۴۷ء میں لاء میں ڈگری حاصل کی۔

آپ کو بچپن ہی سے سماجی خدمت کا شوق تھا۔ آپ کچھ عرصہ کولہاپور میں اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن کے جنرل سکریٹری رہے۔ زمانہ طالب علمی میں تحریکِ آزادی میں حصہ لیا اور دومرتبہ پہلے ۱۹۴۱ء میں اور پھر ۱۹۴۲ء میں ڈیڑھ سال سزائے قید بھگتی۔ آپ ستارا، سانگلی اور کولہاپور کے حلقے میں ۱۱ ماہ تک روپوش رہے تاکہ لوگوں کو جدوجہدِ آزادی میں حصہ لینے کے لئے اُبھاریں۔ اس عرصہ میں آپ کی ان سرگرمیوں کی وجہ سے آپ کی جائداد ضبط کرلی گئی۔ آپ نے ۱۹۷۴ء میں حکومتِ ہند کی جانب سے 'تامرپتر' حاصل کیا تھا۔

شری تلسی داس جادھو کی دختر کلاوتی سے آپ کی شادی ہوئی۔ بعدازاں قانون کی تعلیم پوری کرکے بیرسٹر بن گئے۔ باباصاحب بھوسلے نے ۱۹۵۲ء سے ضلع ستارا میں وکالت شروع کی اور جلد ہی ممتاز وکیل کی حیثیت سے شہرت حاصل کی۔ اس اثناء میں آپ کانگریس کے تنظیمی کاموں سے بھی وابستہ رہے۔ آپ کھٹاؤ تعلقہ کانگریس کے صدر، ضلع ستارا کانگریس کے خزانچی اور اس کے بعد مہاراشٹر پردیش کانگریس کمیٹی کے سکریٹری رہے۔

۱۹۶۰ء میں بیرسٹر باباصاحب کو 'مہاراشٹر ریونیو ٹریبونل' کا ممبر چنا گیا۔ آپ کو وسیع تر میدان میں کام کرنے کا شوق تھا، لہٰذا آپ نے ۱۹۷۰ء میں رکنیت سے استعفیٰ دے دیا اور ہائی کورٹ میں وکیل کی حیثیت سے اپنی پریکٹس شروع کی۔ ۱۹۷۵ء میں معاون سرکاری وکیل کی حیثیت سے آپ کا تقرر ہوا۔ آپ دو مرتبہ بھاری اکثریت سے مہاراشٹر بار کونسل کے لئے منتخب ہوئے۔

آپ روزنامہ "دینک تیتا" (سانگلی) اور "اوشا" (اوندھ) کے ایڈیٹوریل بورڈ میں شامل تھے۔ آپ نے کانگریس تنظیم کی تاریخ مرتب کرکے شائع کی۔ حکومت مہاراشٹر کی مقرر کردہ شہیدوں کی یادگار کمیٹی کے صدرنشین کی حیثیت سے آپ نے ۴۲۰ مقامات منتخب کرنے کا کام انجام دیا، جہاں مجاہدینِ آزادی نے اپنی جانیں قربان کی تھیں۔

آپ شری بی۔ جی کھیر کے بعد شہر بمبئی سے چنے جانے والے دوسرے وزیراعلیٰ ہیں۔

آپ نے بمبئی 'ٹی وی' کے لئے "کورٹا چی پائیری" نامی پروگرام مرتب کیا۔ جسے عوام میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔

آپ ایک سیدھے سادے، نیک اور دیانت دار و بیباک انسان ہیں۔ آپ کے گھر والے اور دوست احباب آپ کو "تاتیہ" کے نام سے پکارتے ہیں۔

پروفیسر شیخ محمد اثیر

آپ ۱۰ جون ۱۹۲۷ء کو پونے میں پیدا ہوئے اور احمدنگر میں تعلیم پائی۔ آپ انگریزی کے ساتھ ایم اے ہیں۔

آپ نے ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۶ء تک سیوا دل تحریک میں عملی حصہ لیا۔ تحریکِ آزادی میں بھی سرگرم حصہ لیا اور دومرتبہ جیل گئے۔ آزادی کے بعد آپ سماجی کارکن کی حیثیت سے عوام کی خدمت میں لگے رہے، خصوصاً غریبوں کی حالت سُدھارنے کا کام کیا۔ آپ نے تقریباً سولہ سال تک احمدنگر میونسپلٹی میں مختلف حیثیتوں سے خدمت کی۔ آپ تقریباً سترہ سال تک ضلع کانگریس کمیٹی کے عہدہ دار رہے۔ ۱۹۷۸ء میں ضلع احمدنگر کانگریس (آئی) کے صدر مقرر ہوئے۔ آپ جون ۱۹۸۰ء میں احمدنگر حلقہ سے ریاستی قانون ساز اسمبلی کے لئے منتخب ہوئے۔

پروفیسر اثیر، ادب اور اسپورٹس سے بڑی دلچسپی رکھتے ہیں اور احمدنگر میں کئی تعلیمی، ثقافتی اور سماجی اداروں سے عملاً وابستہ ہیں۔ بُنکروں، تعلیم یافتہ بیروزگاروں، بیڑی مزدوروں، ڈرائیوروں اور مدرسین وغیرہ کی بھلائی کیلئے آپ کی خدمات قابلِ ذکر ہیں۔

۱۹۸۰ء میں ایم۔ ایل۔ اے منتخب ہونے

کے بعد آپ پبلک انڈر ٹیکنگ کمیٹی کے چیرمین مقرر ہوئے۔ آپ احمد نگر بھود یکاس بنک کے چیرمین بھی رہے۔ آپ کی زیر نگرانی بنک قرضہ جات کی تقسیم اور وصولی کے کام میں نمایاں ترقی ہوئی۔

شری دینکر دیوان چوان

صحافی، ایڈوکیٹ، ممتاز سماجی خدمت گذار، چالیسگاؤں حلقہ انتخاب سے ریاستی اسمبلی کے لئے منتخب ہوتے۔

۲۹ جولائی ۱۹۳۰ء کو ضلع جلگاؤں کے چالیسگاؤں تعلقہ میں دیولی کے مقام پر آپ کا جنم ہوا۔ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی تک تعلیم پائی اور پیشۂ وکالت سے منسلک ہوئے۔

تصنیف وتالیف کے ذوق کی وجہ سے آپ ایک ممتاز صحافی کی حیثیت سے روشناس ہوتے۔ مقامی مراٹھی اخبار "دسنکلن" کے جوائنٹ ایڈیٹر رہے۔ مشہور رسالہ "ارت" اور "شری یوت" میں آپ کی کئی کہانیاں شائع ہوتیں۔

کئی سماجی اداروں کے اعلیٰ رکن رہے ہیں۔ آپ دین بندھو ابیڈکر آشرم، چالیسگاؤں اور ملینڈ کالج اورنگ آباد کے ایگزیکٹیو ممبر بنے۔ پونے دریا بیہڈ کورٹ اور ہریجن ویلفیئر بورڈ کے رکن تھے۔ مہاراشٹر فاریسٹ ایڈوائزری کمیٹی کے جون ۱۹۷۹ء سے جولائی ۱۹۸۰ء تک صدر رہے۔

۱۹۸۰ء سے پہلے ۱۹۶۷ء، ۱۹۷۲ء اور ۱۹۷۸ء میں بھی اسی حلقہ انتخاب سے ریاستی اسمبلی کے لئے منتخب ہو چکے ہیں۔ پڑھائی، موسیقی اور کھیل کود آپ کے دلچسپ مشغلے ہیں۔ سدھارتھ کرکٹ کلب، کے ۱۹۵۱ء سے ۱۹۶۱ء تک صدر رہ چکے ہیں۔

شری بھگونت راؤ گائیکواڑ

آپ کا تعلق احمد نگر سے ہے اور جولائی ۱۹۲۰ء میں پرنیر کے مقام پر آپ کا جنم ہوا۔ سیناپتی باپٹ کی انقلابی تحریکوں سے آپ لڑکپن سے ہی متاثر تھے۔ ۱۴ سال کی عمر سے قومی تحریک میں حصہ لینا شروع کیا۔ عوامی خدمات کے جذبہ کی وجہ سے پرائیوٹ ملازمت کو خیرباد کیا اور سماجی کاموں میں حصہ لینا شروع کیا۔ دو دہائی تک مزدور تحریک کے سرگرم رکن رہے۔ کئی مزدور یونین کے اعلیٰ رکن رہے ہیں۔ ۱۹۷۵ء میں ناگپور کارپوریشن کے ممبر بنے۔ پہلی بار ۱۹۷۸ء میں کملیشور حلقہ سے اور دوسری بار ۱۹۸۰ء میں ساؤنیر حلقہ سے اسمبلی کے لئے منتخب ہوتے۔

ڈاکٹر بلی رام ہیرے

آپ ناسک ضلع کے مالیگاؤں تعلقہ میں واقع نیمب گاؤں میں ۱۶ دسمبر ۱۹۳۱ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۹۵۷ء میں ایم بی بی ایس کا امتحان پاس کیا اور مالیگاؤں میں طبی کام شروع کیا۔

آپ کی تعلیم اور سماجی زندگی کا آغاز کرم ویر بھاؤ صاحب ہیرے کی زیر نگرانی ہوا۔ کالج کی تعلیم کے زمانے میں ناسک ضلع ودیارتھی اودیہ منڈل قائم کیا۔ آپ مالیگاؤں میں گاندھی ودیالیہ اور مہا ودیالیہ کے ایگزیکٹیو بورڈ کے رکن رہے۔ بھاؤ صاحب ہیرے یادگار فنڈ کمیٹی کے ۱۹۶۹ء سے ۱۹۷۳ء صدر رہے۔ ۱۹۷۳ء تک ناسک ڈسٹرکٹ سینٹرل کو آپریٹیو بینک کے ڈائرکٹر تھے۔ آپ گرنا سہکاری ساکھر کارخانہ کے بھی ڈائرکیٹر تھے۔

دابھاڈی حلقہ انتخاب سے ۱۹۷۲ء میں ریاستی اسمبلی کے لئے منتخب ہوئے۔ خشک سالی کے دنوں میں فلاحی کام کئے۔ نیز ضلع کے مختلف آبپاشی مسائل کو طے کیا۔

۱۹۷۸ء میں اسی حلقہ انتخاب سے دوبارہ منتخب ہوتے اور وسنت دادا پاٹل وزارت میں وزیر برائے تعلیم کی حیثیت سے شامل کئے گئے۔ اسی وقت ریاست میں مفت تعلیم کے لئے آمدنی کی حد کو ۱،۲۰۰ سے بڑھا ۴،۸۰۰ کیا گیا اور ناسک میں پالی ٹیکنک ادارہ قائم کیا گیا۔

آپ ۲۰ نکاتی پروگرام کے مالی اور سماجی اور فرقہ وارانہ اتحاد کے اصولوں کے علمبردار ہیں۔

گذشتہ اسمبلی انتخابات میں بھی آپ مذکورہ بالا حلقہ انتخاب ہی سے مسلسل تیسری بار منتخب ہوتے۔ اور جون ۱۹۸۰ء میں وزیر برائے تعلیم وصحت عامہ مقرر ہوئے۔

شری سروپ سنگھ نائیک

نواپور میں نواگاؤں (دھیانے) کے مقام پر ۱۱ ستمبر ۱۹۳۸ء کو آپ کا جنم ہوا۔ ایس ایس سی تک تعلیم پائی۔ مراٹھی ہندی اور انگریزی پر عبور رکھتے ہیں۔

کانگریس پارٹی کے اہم رکن ہیں اور ادیباسی طبقہ کی فلاح و بہبود کے لئے اعلیٰ خدمات انجام دی ہیں۔ آپ نے ایک آشرم اسکول کے ڈائرکٹر، دھولے ڈسٹرکٹ سیل ہیر چینیر یونین کے نائب صدر، نواپور تعلقہ

سیل پرچیز یونین کے ڈائرکٹر، نوائگاؤں وکاس کاریہ سیوا سنگھ کے چیرمین اور نوا پور تعلقہ شکشک پرسارک منڈل کے رکن کی حیثیت سے فرائض انجام دیئے ہیں۔
آپ پہلی بار ۱۹۷۲ء میں نواپور (ریزرو) حلقہ سے اسمبلی کے لئے منتخب ہوئے، اس کے بعد دوبارہ (ریزرو) حلقہ سے ۱۹۷۷ء میں اور ضمنی انتخابات میں ۱۹۸۰ء میں لوک سبھا کے لئے منتخب ہوئے۔

شریمتی شرد چندریکا سریش پاٹل

آپ نے ۵ نومبر ۱۹۲۸ء کو ستنا، ضلع ناشک میں جنم لیا۔
تعلیم: ایم۔ ایس سی (آنرز) مراٹھی، ہندی، انگریزی اور گجراتی زبانوں میں ماہر۔
آنریری پروفیسر کی حیثیت سے کام کیا۔
کئی تعلیمی، سماجی اور خواتین اداروں سے وابستہ ہیں۔ اسٹیٹ سوشیل ویلفیر ایڈوائزری بورڈ کی ممبر ہیں۔ چوپڑا تعلقہ کانگریس کمیٹی کی نائب صدر رہیں۔
آپ چوپڑا حلقہ سے ۱۹۷۲ء میں اور بعد ازاں ۱۹۸۰ء میں لیجسلیٹو اسمبلی کے لئے منتخب ہوئیں۔

شری شیواجی راؤ پاٹل (نیلانگیکر)

۱۹۳۱ء میں پیدا ہوئے۔ ناگپور یونیورسٹی سے ایم۔ ایل۔ ایل۔ بی کیا۔ ۱۹۶۵ء تک وکالت کی۔ ۱۹۵۸ء ڈسٹرکٹ لوکل بورڈ کے رکن بنے۔ ۱۹۶۲ء میں تعلقہ کانگریس کمیٹی کے صدر تھے۔
۱۹۶۲ء، ۱۹۶۷ء اور ۱۹۷۲ء کے عام انتخابات میں نلنگا حلقہ انتخاب سے منتخب ہوئے۔ ۱۹۶۲ء سے ۱۹۶۷ء تک ضلع کانگریس کمیٹی کے صدر رہے۔
مختلف قانون ساز کمیٹیوں اور مہاراشٹر ایجوکیشن سوسائٹی نلنگا کے چیرمین۔
۱۹۷۴ء میں نائیک وزارت میں وزیر مملکت برائے محصول، بازآبادکاری اور پارلیمانی امور مقرر ہوئے۔ ۲۱ اپریل ۱۹۷۷ء کو وسنت دادا وزارت میں وزیر برائے آبپاشی مقرر ہوئے۔ ۱۹۷۸ء کے انتخابات میں نلنگا حلقہ انتخاب سے منتخب ہوئے اور صحت عامہ خاندانی منصوبہ بندی اور قانون ساز امور کے وزیر مقرر ہوئے۔
مئی ۱۹۸۰ء میں دوبارہ ریاستی اسمبلی کے لئے منتخب ہوئے۔

ڈاکٹر سبرامنیم ودیا ناتھن

بمبئی کے ماٹونگا حلقہ سے ۱۹۸۰ء میں منتخب ہوئے۔ ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی کے بعد لٹریچر میں بمبئی یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔

مہاراشٹر کابینہ میں آپ کی شمولیت کے بعد آپ کی ذات سے جو بات سب سے زیادہ لوگوں کو یاد رہے گی وہ ہے آپ کی تاریخ پیدائش۔ آپ کا جنم ۲۶ جنوری ۱۹۱۹ء کو ہوا تھا، اس طرح ہر سال یوم جمہوریہ آپ کی سالگرہ کا دن بھی ہوگا۔
آپ ایک اچھے منتظم ہیں۔ انڈین آرمی، ٹاٹا آئرن کے علاوہ متعدد سرکاری محکموں میں آئی اے ایس عہدوں پر فائض رہ چکے ہیں۔ عالمی بنک کے سیمنار اور دیگر متعلقہ امور کے سلسلے میں بیرون ممالک رہنمائی کر چکے ہیں۔ ۱۹۶۹ء سے گذشتہ سال تک انڈین انسٹی ٹیوٹ پبلک ایڈمنسٹریشن کے اعزازی سکریٹری رہے ہیں۔ وزارت میں شامل ہونے سے پہلے آپ مہاراشٹر اسٹیٹ پلاننگ بورڈ کے ایکزیکیوٹیو چیرمین تھے۔ سماجی کاموں میں بھی آپ نمایاں طور سے حصہ لیتے رہے ہیں۔ آپ ویکنٹا بھائی سمارک ٹرسٹ کے مینجنگ ٹرسٹی اور شری شان مکھا نند افائن آرٹس دسنگھیت سبھا کے صدر رہ چکے ہیں۔
یوگا، تیراکی، پڑھنا، موسیقی اور فائن آرٹس سے آپ کو کافی دلچسپی ہے۔
آپ نے سوانح عمری، انتظامیہ، اقتصادیات دیہی ترقیات جیسے عنوانات پر بہترین مقالے لکھے ہیں۔ جو کئی مشہور جریدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ آپ ایک انگریزی کتاب "بارچڑارتھ مہاراشٹر ڈراٹ ۱۹۴۰-۴۳ء" کے مصنف ہیں جسے میسرز اورینٹ لانگ مین لمیٹیڈ نے شائع کیا ہے۔

شری مانک راؤ کیشوراؤ بھامیلے

تاریخ پیدائش: ۴ جنوری ۱۹۳۸ء
مقام پیدائش: پربھنی
تعلیم: بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ تکمیل تعلیم کے بعد آپ نے وکالت کا پیشہ اختیار کیا۔
آپ فن زراعت کے ماہر بھی ہیں۔
رکن، دلت آشرم ہوسٹل، پربھنی
رکن شیواجی کالج، چیرمین ملک فیڈریشن، وائس چیرمین، کوآپریٹیو اسپننگ مل پربھنی، چیرمین، ڈسٹرکٹ کھادی اینڈ ویلیج انڈسٹریز بورڈ ممبر رکن مہاراشٹر اسٹیٹ کھادی اینڈ ویلیج انڈسٹریز بورڈ ۳ سال۔ ایک سال رکن

ضلع پریشد اسٹینڈنگ کمیٹی رہے۔ رکن مہاراشٹر ریاستی شراب بندی حلقہ جاتی مشاورتی کمیٹی۔ کانگریس (آئی) کے قیام ہی سے آپ اس کے رکن ہیں۔ پربھنی ضلع کانگریس (آئی) کے نائب صدر اور مراٹھواڑہ پردیش کانگریس (آئی) کے جائنٹ جنرل سکریٹری کی حیثیت سے بھی کام کیا۔

جنتور حلقۂ انتخاب سے ۱۹۸۰ء کے انتخاب میں قانون ساز اسمبلی کے لئے منتخب ہوئے۔

شری سیتارام نارائن ڈیسائی

۲۴ جون ۱۹۲۷ء کو رتناگری ضلع میں والاول کے مقام پر پیدا ہوئے۔ ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ ایم تک تعلیم حاصل کی۔ پیشۂ وکالت سے منسلک رہے اور کچھ عرصہ تک تدریسی فرائض انجام دیئے۔ ۱۹۶۵ء سے ۱۹۶۷ء تک آپ گورنمنٹ لاء کالج میں پروفیسر رہے۔

آپ نے اعلیٰ تعلیم بمبئی میں حاصل کی اور پروفیسر کی حیثیت سے ملازمت بھی ہیں کی لیکن وکالت کی پریکٹس دیگر شہروں میں بھی کرتے رہے۔ عوامی خدمت اور خصوصاً اپنے آبائی وطن رتناگیری کے عوام کی خدمت ہمیشہ آپ کا مطمحِ نظر رہا ہے۔

کوکن کی کل ترقی کے لئے آپ نے گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ کوکن ترقیاتی بورڈ کے جوائنٹ سکریٹری رہ چکے ہیں۔ کدال انڈسٹریل اسٹیٹ کے قیام میں آپ پیش پیش رہے ہیں۔

وینگورلا حلقہ سے ریاستی اسمبلی کے لئے آپ دوبار منتخب ہوئے۔

انتولے حکومت میں آپ وزیر مملکت تھے اور امدادِ باہمی، صنعت، منصوبہ بندی اور اطلاعات ورابطۂ عامہ شعبوں کے نگراں تھے۔

شری وِلاس راؤ دیشمکھ

چھتیس سالہ شری ولاس راؤ دیشمکھ ۱۹۸۰ء کے انتخابات میں عثمان آباد ضلع کے لاتور حلقۂ انتخاب سے مجلسِ قانون ساز کے لئے منتخب ہوئے۔

تعلیم:- بی۔ ایس سی، بی۔ اے، ایل ایل بی

نائب صدر، سرپنچ پنچایت سمیتی کی حیثیت سے عوامی زندگی کا آغاز ہوا۔ رکن عثمان آباد ضلع پریشد۔ ڈائرکٹر ڈسٹرکٹ سنٹرل کوآپریٹیو بینک اور ڈائرکٹر مہاراشٹر اسٹیٹ سینٹرل کوآپریٹیو بینک۔

ڈاکٹر شری کانت رام چندر جیچکر

ناگپور میں ۴ ستمبر ۱۹۵۴ء کو پیدا ہوئے۔ آپ آرٹس، قانون اور طب تینوں ہی شعبوں میں اعلیٰ تعلیمیافتہ ہی نہیں بلکہ گولڈ میڈل بھی حاصل کرچکے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے صحافت میں ڈگری حاصل کی ہے، اور انڈین پولس سروس اور آئی۔ اے۔ ایس امتحانات بھی کامیاب کرچکے ہیں۔

سیاست میں داخل ہونے کے بعد مئی ۱۹۸۰ء میں اسمبلی کے انتخابات میں حصہ لیا اور ضلع ناگپور کے کوتوال حلقہ کے حریف امیدوار کو شکست دی۔

زمانۂ طالب علمی سے ہی آپ متعدد سرگرمیوں میں حصہ لیتے رہے ہیں اور طالب علموں کے کئی اداروں سے اعلیٰ حیثیت میں وابستہ رہ کر گرانقدر خدمات انجام دیں۔ آپ بغداد، عراق، پاکستان اور دبئی اور دیگر غیر ممالک میں بین الاقوامی طالبعلموں کے ہندستانی وفد میں شامل رہے ہیں اور اکثر رہنمائی کی ہے ۱۹۷۵ء میں ناگپور یونیورسٹی کی جانب سے آپ کو "بہترین طالب علم" کا خطاب بھی دیا گیا ہے۔

فی الوقت آپ مہاراشٹر اسٹیٹ پلاننگ بورڈ، اسٹیٹ روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن، محکمۂ آبپاشی کی ودربھ سے متعلق کمیٹی کے رکن تھے۔

آپ سب سے کم عمر ایم ایل اے ہیں۔

شری رونبد راؤت

آپ ۴ نومبر ۱۹۳۴ء کو شریوردھن' ضلع رائے گاڑھ میں پیدا ہوئے۔ میٹرک تک تعلیم پائی۔ آپ نے مہاراشٹر پردیش اندرا کانگریس کے جنرل سکریٹری کی حیثیت سے کانگریس کو مضبوط بنانے میں اہم رول ادا کیا۔ اسٹیٹ لیجلیٹو کونسل کے رکن نامزد ہونے سے قبل آپ ۱۹۸۰ء کے انتخابات میں شریوردھن حلقے سے لیجلیٹو اسمبلی کے لئے منتخب ہوئے تھے۔ سات سال تک شریوردھن میونسپل کونسل کے صدر رہے۔ رائے گاڑھ ضلع پریشد کی متعدد کمیٹیوں مثلاً تعلیم، آبپاشی اور اسپورٹس وغیرہ سے متعلق کمیٹیوں کے چیرمین کی حیثیت سے کام کیا۔ فی الحال ریاستی اسمبلی کی ایشورینس کمیٹی کے چیرمین ہیں۔

آپ نے سنیکت مہاراشٹر تحریک میں سرگرم حصہ لیا۔ شریوردھن، مروڈ، اور دیگر مقامات میں کئی سماجی اور تعلیمی اداروں سے

کافی عرصہ تک وابستہ رہے۔ ڈسٹرکٹ لینڈ ڈیولپمنٹ بنک نیز ضلع رائے گڈھ کی ترقی کے لئے بہت کچھ کام کیا۔

شری شیواجی شیورام جی موگھے

شری شیواجی شیورام جی موگھے۔
ایم۔ ایل۔ اے، کیبلا پور،

ایوت محل ضلع کے پوسد تعلقہ کے ایک دیہات مرسول میں ۲۰ مارچ ۱۹۴۵ء کو ایک غریب ادیباسی خاندان میں پیدا ہوئے۔
تعلیمی قابلیت: ایم۔کام، ایل ایل بی
لوکھت ودیالیہ پوسد سے ایچ۔ ایس ایس۔سی، پھول سنگھ نایک کالج پوسد سے بی کام، جی، ایس کامرس کالج وردھا سے ایم کام، ناگپور یونیورسٹی، ناگپور سے ایل۔ ایل۔ بی: دھروا میں چند سال وکالت کی۔

مہاراشٹر ادیباسی یوک سیوا سنگھ پوسد کے بانی، چیرمین۔ ایوت محل ڈسٹرکٹ یوک کانگریس کے چار سال تک سکریٹری رہے۔ نیز ۱۹۷۸ء سے قبل ۶ سال دگراس بلاک کانگریس کمیٹی کے صدر رہے۔

مہاراشٹر اسٹیٹ کھادی اینڈ ویلیج انڈسٹریز بورڈ بمبئی کے رکن سکریٹری۔ مہاراشٹر اسٹیٹ ٹرائیبل ڈیولپمنٹ کارپوریشن ناشک کے ڈائرکٹر مارچ ۱۹۸۱ء کے اجلاس کے دوران اسپیکر کے پینل میں آپ کا نام شامل تھا۔ ودربھ علاقے سے اکثریت کے ساتھ چنے گئے۔

شری وقار احمد غلام محمد مومن

آپ ۱۳ جنوری ۱۹۴۶ء کو بھیونڈی (ضلع تھانے) میں ایک بنکر گھرانے میں پیدا ہوئے۔
تعلیم: بی۔کام۔ ایل۔ ایل۔ بی
ایمرجنسی کے دوران اور اس کے بعد کچھ عرصہ تک آپ ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی اور ڈسٹرکٹ یوتھ کانگریس (آئی) کے نائب صدر رہے۔ شریمتی اندرا گاندھی کی گرفتاری پر "جیل بھرو" تحریک کے دوران گرفتار ہوئے۔ آپ بھیونڈی لائنس کلب نیز مختلف تعلیمی اور سماجی اداروں سے وابستہ ہیں۔

شریمتی شنکر راؤ ساتو

تاریخ پیدائش: ۱۳ جولائی ۱۹۴۹ء
مقام پیدائش: پونے
تعلیم: بی۔ ایس۔سی (آنرز) ایل ایل بی
مشاغل: مطالعہ، سیر و سیاحت اور بیڈمنٹن۔
۱۹۷۶ء سے جاگرتی مہیلا منڈل۔ کلم نوری کی صدر۔ بین الاقوامی سال برائے خواتین کے دوران عورتوں اور بچوں کے لئے مختلف پروگرام جاری کئے۔ موروی میں سیلاب سے متاثر لوگوں کی اعانت کی۔

۱۹۷۶ء سے کانگریس پارٹی کی سرگرم ورکر ہیں۔ کلم نوری میں کانگریس (آئی) کی شاخ قائم کی اور اس کے سکریٹری کے فرائض انجام دیئے۔ شریمتی اندرا گاندھی کی گرفتاری پر بطور احتجاج "تعاقب بند" تحریک کامیابی سے چلائی۔
کلم نوری حلقہ انتخاب سے قانون ساز اسمبلی کے لئے ۱۹۸۰ء میں منتخب ہوئیں۔

شری یشونت گنگارام جی شیرکر

امراوتی ضلع کے مقام مورشی میں ۱۳ فروری ۱۹۳۴ء کو جنم ہوا۔
تعلیم: بی۔ ایس سی، ایل۔ ایل۔ بی
زبان دانی: مراٹھی۔ ہندی اور اردو
مشاغل: مطالعہ، تحریر اور کھیل کود
پیشہ: وکالت
میلگھاٹ کے ادیباسی علاقے میں تعلیم کو عام کرنے کے لئے کوشش کی۔ ادیباسیوں کی فلاح کے لئے کام کیا۔ ونوبا بھاوے کیساتھ پد یاترا میں شرکت کی۔ اسکول کی تعلیم کے زمانے میں موارشی میں تحریک آزادی میں حصہ لیا۔ گوا کی آزادی کی تحریک میں بھی حصہ لیا۔ ۱۹۵۵-۵۶ء میں سمیکت مہاراشٹر تحریک کے وقت سمیکت مہاودربھ ایسوسی ایشن کے صدر رہے۔ ودربھ میں زرعی یونیورسٹی کے مطالبہ کی تائید کی۔

امراوتی ضلع میں بیس نکاتی پروگرام پر عمل درآمد کے لئے خصوصی کوششیں کیں۔ جس کے نتیجہ میں ضلع کو اول انعام ملا۔ ودربھ پردیس کانگریس (آئی) کمیٹی کے جنرل سکریٹری ہیں۔ ۱۹۷۸ء میں "جیل بھرو" تحریک کے دوران جیل گئے۔ امراوتی ضلع کے چاندور حلقہ انتخاب سے ۱۹۸۰ء میں منتخب ہوتے۔

شری لیلادھر ویاس

۵ اپریل ۱۹۳۵ء کو سوراشٹر میں پیدا ہوئے
تعلیم: بی۔اے۔ ایل ایل بی۔
آپ ممتاز قانون داں ہیں اور گذشتہ ۲۲ سال تک بمبئی ہائیکورٹ کی کریمنل سائڈ

(بقیہ صفحہ ۲۶ پر)

نئی وزارت کی خصوصیات

- بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے کی زیر قیادت ۱۹ رکنی نئی وزارت میں ۴ وزیر مراٹھواڑہ کے ہیں۔ ان میں شری شیواجی راؤ پاٹل (نیلانگیکر) پچھلی کابینہ میں بھی وزیر تھے۔ باقی تین وزیروں کے نام یہ ہیں: شری مانک راؤ بھامبلے اور شری ولاس راؤ دیشمکھ (دونوں وزیر مملکت) اور شریمتی رجنی ساتو (نائب وزیر)
- شریمتی رجنی ساتو کی شمولیت سے ریاستی کابینہ میں پہلی مرتبہ مراٹھواڑہ کی ایک خاتون نمائندگی کر رہی ہیں۔
- نئی وزارت میں شری ایس۔ این۔ دیسائی کے ساتھ شری رونڈ راؤت کو بھی شامل کیا گیا ہے، اس طرح خطۂ کوکن سے دو وزراء کی نمائندگی برقرار رہی۔ پچھلی وزارت میں وزیر اعلیٰ شری اے۔ آر۔ انتولے اور شری ایس۔ این۔ دیسائی کوکن کی نمائندگی کرتے تھے۔
- نئی وزارت میں وزیر اعلیٰ، بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے کے علاوہ ڈاکٹر وی۔ سبرامنیم اور شری لیلادھر ویاس، بمبئی کی نمائندگی کرتے ہیں۔
- ضلع جلگاؤں کے دو کابینی وزیر ہیں۔
- کابینہ میں تیرہ[13] نئے چہرے ہیں۔ ان میں سے شری ڈی۔ ٹی۔ جوان ۱۹۷۵ء میں ریاستی کابینہ میں نائب وزیر تھے۔
- نئی کابینہ میں ودربھ علاقے سے نمائندگان کی تعداد قبل ازیں ایک کے بجائے اب ایک وزیر مملکت اور دو نائب وزراء کی شمولیت سے چار ہو گئی ہے۔
- نئی کابینہ میں ڈاکٹر وی سبرامنیم سب سے بزرگ (۶۳ سالہ) اور ڈاکٹر شری کانت جیچکر سب سے کمسن (۲۸ سالہ) وزیر ہیں۔ وزراء کی عمر کا اوسط تقریباً ۴۹ سال ہے۔
- نئی کابینہ میں دو وزراء ڈبل گریجویٹ ہیں۔ ڈاکٹر وی سبرامنیم پی۔ ایچ۔ ڈی ہیں اور ڈاکٹر شری کانت جیچکر کو ۸ ڈگریاں اور ڈپلوما حاصل کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔ آپ آئی۔ اے۔ ایس اور آئی۔ پی۔ ایس۔ کے لئے بھی منتخب ہو چکے ہیں۔
- نئی کابینہ میں گیارہ وکالت پیشہ ہیں۔ پروفیسر اثیر اور شریمتی شرد چندریکا پاٹل پروفیسر ہیں۔ ڈاکٹر بلی رام ہیرے اور ڈاکٹر شری کانت جیچکر طبی معالج ہیں۔ ڈاکٹر وی سبرامنیم ریٹائرڈ آئی۔ اے۔ ایس۔ آفیسر ہیں۔
- تقریباً بیس سال بعد شری ایس۔ جی۔ بردے، ریٹائرڈ سول آفیسر کے بعد اسی حیثیت سے ڈاکٹر سبرامنیم کی ریاستی کابینہ میں نمائندگی ہوئی۔
- ڈاکٹر سبرامنیم نے ۲۶ جنوری کو اپنی سالگرہ منائی، اس طرح ریاستی کابینہ میں آپ کی شمولیت گویا انہیں سالگرہ کا تحفہ تھا۔

***

صفحہ ۲۵ سے آگے

پر کام کر چکے ہیں۔ گھاٹ کوپر میں مختلف سماجی اداروں کے اعزازی قانونی مشیر ہیں۔ سدھارتھ لا کالج، بمبئی میں پارٹ۔ ٹائم پروفیسر رہے۔ کانگریس تنظیم میں تعلقہ اور کانگریس سطح پر مختلف حیثیتوں سے کام کیا۔ فی الحال آپ گھاٹ کوپر تعلقہ کانگریس (آئی)، کے صدر ہیں۔

۱۹۷۸ء میں شریمتی اندرا گاندھی کی گرفتاری پر "جیل بھرو" تحریک کے دوران ۲۰۰ گرفتار شدہ اشخاص کو رہائی دلائی اور ان کے معاملے کی پیروی کی۔

رکن، ایگزیکیٹیو کمیٹی، کاماگلی سیوا منڈل، صدر، گھاٹ کوپر بیوپاری سنگٹھن اور رکن بمبئی یونیورسٹی سینیٹ۔

قومی زراعتی میلہ



مہاراشٹر پویلین کی جھلکیاں

تیسرے قومی زراعتی میلہ کے سلسلے میں کلکتہ میں منعقدہ نمائش میں ملک کے دیگر حصوں میں زراعت کے میدان میں کامیابی و ترقی کی جھلکیاں پیش کی گئی ہیں۔ مہاراشٹر میں زراعتی ترقیات کے لئے گذشتہ کئی سالوں سے بارآور اقدامات کیئے جاتے رہے ہیں۔ ان کامیاب اقدامات اور اسی کے نتیجہ میں زراعت اور زراعت پیشہ افراد کو پہنچنے والے فائدوں کو مذکورہ میلہ کے مہاراشٹر پویلین میں نمایاں طور سے اُجاگر کیا گیا کہ ہر ایک دیکھنے والا تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

پویلین میں "لامان دیپ" مہاراشٹر کی جانب سے مہمانوں اور ناظرین کے روایتی انداز میں سواگت کی نشانی ہے۔ پویلین ۵۰۰۰ مربع فٹ قطعۂ اراضی پر شاندار شامیانہ کی شکل میں لگایا گیا ہے جس کے ایک جانب بڑے بڑے شیشے لگے ہوئے ہیں جس میں پورے پویلین کے اندرونی حصہ کا نظارہ کیا جا سکتا ہے۔

زراعتی ترقیات

پویلین میں داخل ہوتے ہی زراعتی شعبہ نظر آئے گا جس میں زراعت سے متعلق منصوبہ بند اسکیمات، ترقیات اور آزمائشی سرگرمیوں کو ماڈل، تصاویر، پینل اور چارٹ کے ذریعہ واضح کیا گیا ہے۔

مہاراشٹر میں اناج کی پیداوار بے شک امید افزا ہے۔ ۸۱-۱۹۸۰ء کے دوران ۳۲ء۷۹ لاکھ ٹن اناج پیدا کیا گیا جبکہ ۷۱-۱۹۷۰ء میں یہ پیداوار محض ۴۲ء۵۴ لاکھ ٹن تھی۔ یہ کامیابی مختلف اقدامات مثلاً بہتر طریقۂ کاشت، بہتر بیج، کھاد اور حفاظتی تدابیر کا نتیجہ ہے۔ مجموعی ترقیات میں خشکی کے آثار رکھنے والے علاقوں کے لئے مخصوص پروگرام، قبائلی ترقیات پروگرام، خریف و ربیع فصل پروگرام جیسی اہم اسکیمات



اور یہ پروگرام پر کامیاب عمل آوری فائدہ مند رہی ہے ۔ ریاست کا کل ۱۲ فیصد حصہ ہی زیر آبپاشی ہے ۔ لیکن پانی کے استعمال کے مناسب طریقوں کی کامیاب آزمائش سے اناج کی پیداوار میں اضافہ ہوا۔ ان تمام باتوں کو تصاویر اور گراف کے ذریعہ سمجھایا گیا ہے ۔

تجربات

زراعت کے فروغ کے لئے تحقیقاتی سرگرمیوں کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے ۔ اس شعبہ میں ۱۹۶۷ء سے قائم ریاست کی چار زراعتی یونیورسٹیوں میں تعلیمی و تحقیقاتی امور سے متعلق کامیابیوں کو نمایاں طور سے اجاگر کیا گیا ہے ۔ باغبانی بھی اب زراعت کا ایک حصہ بن چکا ہے ۔ باغبانی میں نئے تجربات سے حاصل کردہ نئے اقسام کے پھل مثلاً انگور، آم، سنگترے، کاجو وغیرہ کے بھی نمونے پیش کئے گئے ہیں۔

چھوٹی اراضی کے لئے ترقیاتی اقدامات

اس کے بعد ایک علیحدہ شعبہ ہے جہاں حکومت مہاراشٹر کی ان مختلف اسکیمات کو واضح کیا گیا ہے جو چھوٹے مالکان اراضی اور چھوٹے کسانوں کے فائدے کے لئے مرتب کی گئی ہیں ۔

چھوٹے کسانوں کو راحت پہنچانے کے لئے حکومت نے کئی اقدامات کئے ہیں ۔ جن میں سب سے اہم چھوٹے کسانوں کو تسلیم کرنے کے لئے نئی تعریف ہے جس کے نتیجہ میں ریاست کے سات لاکھ کسانوں کو قرض کی راحت حاصل ہوئی ۔ اور انھیں بڑے قرضوں سے چھٹکارہ ملا۔ اسی طرح ۲۲۴۴۱۱ ادیباسیوں کے درمیان ۱۹ اکروڑ روپیہ کے قرضہ جات معاف کر دیئے گئے ۔ دیگر فائدہ مند اقدامات مثلاً کھاد کی امدادی فراہمی، چھوٹے کسانوں کو سودی امداد، زراعتی پیداوار کی مناسب اُجرت، فصلی بیمہ وغیرہ کا بھی مناسب جائزہ پیش کیا گیا ہے ۔

ڈیری ترقیات

ڈیری اب مہاراشٹر میں کسانوں کا اہم معاون پیشہ بن چکا ہے ۔ اس ضمن میں کئے گئے اقدامات کے نتیجہ میں ڈیری ترقیات مسلسل ترقی پذیر ہیں ۔ ریاست میں کل ۲۰ء۱۹ لاکھ لیٹر دودھ حاصل ہوتا ہے ۔ اس کے لئے ۳۱ ڈیریاں اور ۸۶ سرد خانے قائم ہیں ۔ ڈیری سے وابستہ افراد کے فائدے کے لئے ۹۸۰۷ امدادباہمی انجمنیں قائم کی گئی ہیں جس میں اراکین کی تعداد ۶ء۲۰ لاکھ ہے ۔

ڈیری ترقیات سے متعلق شعبہ میں حکومت کے تیار کردہ "آرجی" کو لوگوں نے بےحد پسند کیا ۔ بمبئی میں "آرجی" کی ایک لاکھ بوتلیں روزانہ فروخت ہوتی ہیں ۔

ضمانت روزگار

ریاست مہاراشٹر ملک کی واحد ریاست ہے جس نے سب سے پہلے ضمانت روزگار اسکیم جاری کی، اس کے علاوہ سنجے گاندھی نرادھار انودان یوجنا اور سواؤلمبن یوجنا بھی ریاست مہاراشٹر میں سب سے پہلے جاری ہوئیں ۔ ان یوجناؤں کے تحت نادار اور معذوروں کو مالی امداد دی جاتی ہے ۔

تعلیم یافتہ بے روزگاروں کو ۲,۵۰۰ روپیہ تک قرض کی صورت میں امداد دی جاتی ہے ۔ تاکہ وہ اپنا خود کا کاروبار شروع کرسکیں بے گھروں کے لئے مکانات کی تعمیر بھی حکومت مہاراشٹر کی ایک انفرادی اسکیم ہے ۔ ان تمام باتوں کی مکمل تفصیلات مخصوص پینل کے ذریعہ پیش کی گئی ہیں ۔

ہندستان کا "شکر خانہ"

ملک گیر سطح پر شکر کی پیداوار کا ۴۰ فیصد حصہ ریاست مہاراشٹر میں پیدا ہوتا ہے ۔ مہاراشٹر میں تین لاکھ ہیکٹر اراضی پر گنے کی کاشت کی جاتی ہے ۔ اسی لئے مہاراشٹر کو ہندستان کا "شکرخانہ" کہا جاتا ہے ۔

۱۹۸۰-۸۱ء کے دوران ریاست میں ۳۰,۷ لاکھ ملین ٹن شکر پیدا ہوئی ۔ مہاراشٹر میں ۶۷ امدادباہمی شکر کارخانے قائم ہیں جن میں روزانہ ۱,۴۰ لاکھ ملین ٹن شکر تیار کی جاتی ہے ۔ ان کارخانوں نے دیہی علاقوں کو ناقابل یقین ترقی یافتہ شکل دی ہے ۔ ریاست میں شکر کی پیداوار میں اضافہ کے لئے ان شکر کارخانوں نے کتنی مدد کی ہے، یہ معلومات کو آپریٹیو شوگر فیکٹریز کے فیڈریشن کے توسط سے نمایاں طور پر اس شعبہ میں واضح کی گئی ہیں ۔

جنگلات

شکر کے شعبہ سے متصل محکمہ جنگلات کا شعبہ ہے جس میں داخل ہوتے ہی چیتے کے سر کی ایک ٹرافی پر نظر پڑے گی ۔ جنگلاتی

پیداوار میں سب سے اہم ساگوان کی لکڑی ہے جس سے ریاست مہاراشٹر کو کافی آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ اس شعبہ میں ساگوان کی لکڑی سے تیار کردہ کئی خوبصورت اشیاء کے نمونے رکھے گئے ہیں۔ ایک جانب جنگلات کے تحفظ سے متعلق شیواجی مہاراج کا فرمان پیش کیا گیا ہے۔

جنگلات سے ریاست کو ۴۵ کروڑ روپیہ کی آمدنی ہوتی ہے۔ اہم جنگلاتی پیداوار کے لئے کارپوریشن برائے ترقیات جنگلات کے زیر نگرانی بڑے پیمانے پر اقدامات زیر عمل ہیں۔

عوامی ترقیاتی اقدامات

یہ بھی ایک ترقیاتی شعبہ ہے جس کے تحت گذشتہ تین سالوں میں ۳۴ پروجیکٹوں کی تکمیل کے لئے ۲۹ لاکھ روپیہ کی مالی امداد فراہم کی گئی۔ ریاست میں واقع کسی بھی رجسٹرڈ انجمن کو رضاکارانہ پروجیکٹ کے لئے مذکورہ ادارہ مالی امداد مہیا کرتا ہے۔

کوآپریٹیو مارکٹنگ

مہاراشٹر اسٹیٹ کوآپریٹیو مارکٹنگ فیڈریشن لمیٹیڈ، ریاست مہاراشٹر میں تشکیل کردہ وہ ادارہ ہے جس کے ذریعہ زراعتی پیداوار کو بازار میں لانے اور فروخت کا انتظام کیا جاتا ہے۔ فی الحال اس ادارہ نے حصول کپاس کی اجارہ دارانہ اسکیم پر عمل آوری میں اہم امور انجام دیئے ہیں۔

زراعتی وصنعتی ترقیاتی کارپوریشن (ایم اے آئی ڈی سی)

پویلین میں یہ شعبہ سب سے زیادہ پسند کیا گیا ہے اس میں مذکورہ ادارہ کے تحت زراعت سے وابستہ صنعتی اشیاء (نوگا) فروخت کے لئے رکھی گئی ہیں۔ ٹریکٹرز، ہل، کھاد، جراثیم کش ادویات، چارہ وغیرہ کی فراہمی اس ادارہ کے ذمہ ہے۔ پھل اور ترکاریوں کی صفائی وغیرہ (نوگا) NOGA لیبل کے تحت کی جاتی ہے۔

ماہی گیری

مہاراشٹر میں ماہی گیری صنعت کو کافی فروغ حاصل رہا ہے۔ ۸۱-۱۹۸۰ء میں ۱۳۹ کروڑ روپیہ کی مالیت کی کل ۹۸ر۳ لاکھ مچھلیاں حاصل ہوئیں۔ اب اس صنعت کی برآمدات بھی ہونے لگی ہے۔ اور فی الوقت ۳۹ کروڑ روپیہ کی سمندری اشیاء برآمد کی گئیں۔

اناج اور اجناس کی نئی اقسام کے نمونے ناظرین کی خاص دلچسپی کا باعث ہیں۔

مختصر جائزہ

مہاراشٹر پویلین میں انواع و اقسام کی اشیاء نمائش میں رکھی گئی ہیں لیکن اس پویلین کی سیر کو آنیوالوں میں اکثریت نے اناج، زراعتی یونیورسٹیوں کی سرگرمیاں، "انرجی"، دودھ، ماہی گیری اور کاجو کی کاشت سے خصوصی طور پر دلچسپی دکھائی۔

یوتھ فورم

"یوتھ فورم"، کا مستقل فیچر، کیریئر کی رہنمائی، مشہور اشخاص اور نوجوانوں کی رہنمائی کرنے والے اداروں کی سرگرمیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس فیچر میں قوم کی سماجی اور معاشی ترقی میں نوجوانوں کے رول پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ قومی پروگرام میں جیسے جہیز مخالف تحریک، صفائی مہم، چھوت چھات کے خاتمے اور تعلیم کے فروغ پر لکھے گئے مضامین کو سراہا جاتا ہے۔

اپنے مضامین اس پتے پر مرحمت فرمائیں:

ایڈیٹر "قومی راج"، نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ، پندرھواں منزلہ، مقابل منترالیہ، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۳۲

نئی ممبئی پروجیکٹ ۸۱-۱۹۸۰ء

سِٹی اینڈ انڈسٹریل ڈیولپ منٹ کارپوریشن (سِڈکو) نے سالِ گذشتہ کے دوران مکانات، صنعتوں کے قیام کے لیے ضروری بنیادی سہولتوں کی فراہمی اور دیگر میدانوں میں قابلِ قدر کام کیا ہے۔ ذیل کے مضمون میں سال ۸۱-۸۰ء کے دوران ’سِڈکو‘ کی کارکردگی کا مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے:

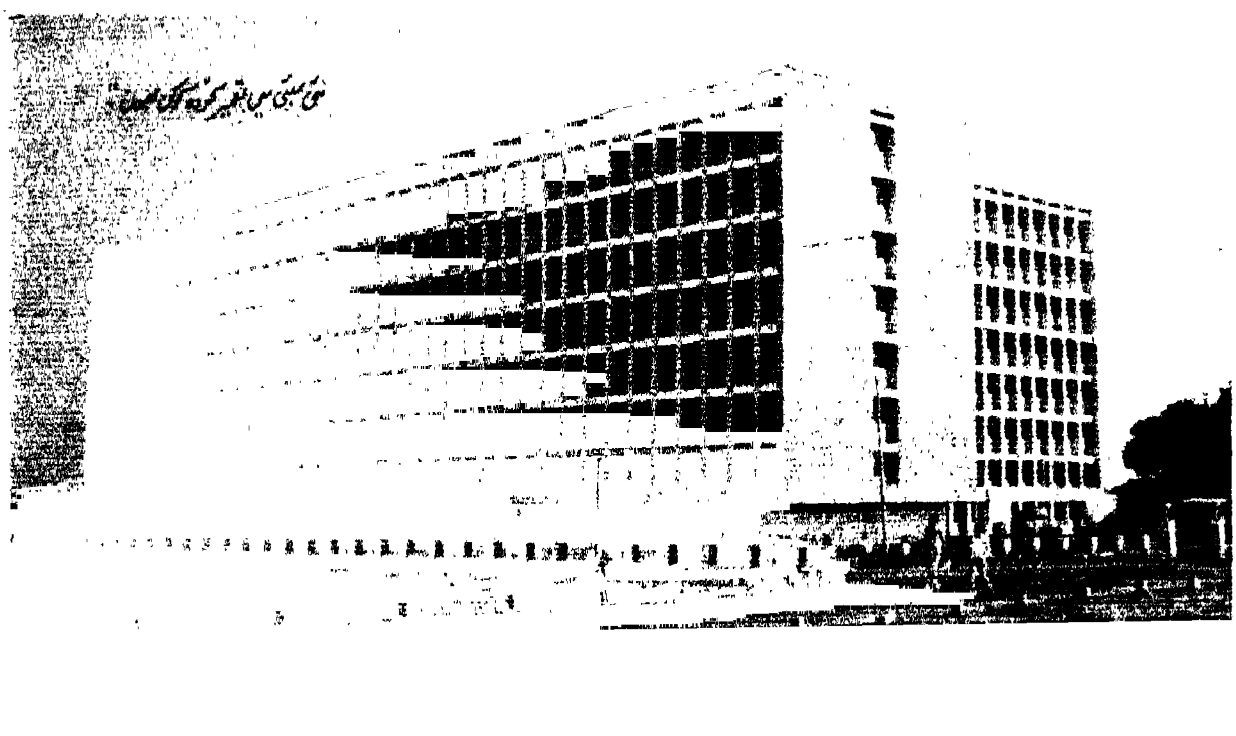
• مکانات کی فراہمی:

گذشتہ زمانے میں سِڈکو نے ۶٫۶۰۰ مکانات تعمیر کئے تھے۔ اب سِڈکو نے ’ہڈکو‘ کے تعاون سے نئی ممبئی میں دس ہزار مکانات تعمیر کرنے کا تہیہ کیا ہے۔ ان میں سے ۹۰ فیصد مکانات کم اور درمیانی آمدنی والے افراد کے لئے مختص ہیں۔ جو ممبئی شہر سے قریب رہائش گاہ کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ گذشتہ سال واشی، بیلاپور اور پنویل میں تین چھوٹے شہروں کی تعمیر کا کام زوروں سے چل رہا تھا۔ امسال وہاں مکانات، سماجی سہولتوں کی فراہمی کا کام سِڈکو کے تحت زیرِ عمل ہے۔

اس کے علاوہ سِڈکو نے مہاراشٹر کے مزید تین مقامات ناسک، اورنگ آباد اور ناندیڑ میں ۹ ہزار مکانات کی تعمیر کا کام بھی اپنے ذمے لیا ہے۔ ان مقامات پر سِڈکو نے پہلے ہی سے ۳٫۶۰۰ مکانات تعمیر کئے ہیں۔

تھوک بازاروں کی ترقی:

زرعی پیداوار کے تھوک بازار کمپلیکس کو ترقی دینے کے لئے گذشتہ سال سِڈکو نے واشی میں پیاز اور آلو کے تھوک بازار تعمیر کئے۔ اس



نئی ممبئی میں تعمیر کردہ [illegible]

سے قبل یہ بازار جنوبی ممبئی کے مولانا آزاد روڈ ... الآباد علاقے میں قائم تھے۔ اس مارکیٹ کے واشی منتقل ... سے اس کی ترقی کے امکانات روشن ہوں گے، نیز کسانوں اور ... زمین دونوں کے مفادات کی حفاظت بہتر طور پر کی جاسکے گی۔

'نافیڈ' NAFEED اور اسٹیٹ کوآپریٹو مارکٹنگ فیڈریشن ایک عرصے سے واشی ممبئی، تھانے علاقے میں پیاز کے ذخیرے اور فروخت کے لئے مارکیٹ کی ضرورت محسوس ... رہے تھے۔ اس مارکیٹ میں ۲۳۸ دوکانیں مع گوداموں کے تعمیر کی گئی ہیں نیز ایک بہت بڑا نیلام گھر بھی بنایا گیا ہے۔ اس مارکیٹ میں ... ۱۹۸۰ء سے کام شروع ہو چکا ہے۔

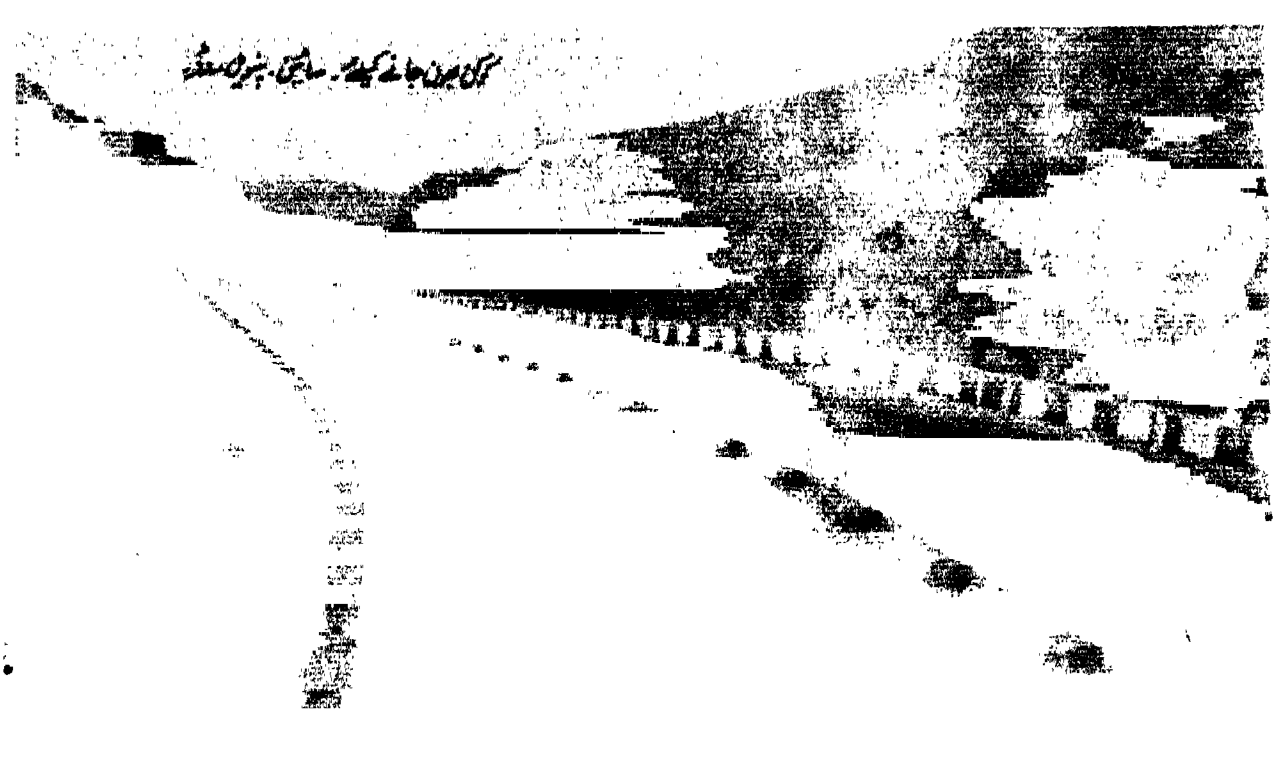
ترکبھے میں پیاز کی مارکیٹ کا قیام ... وہاں ممکنہ سہولتوں کے پیش نظر دیگر زرعی پیداوار مثلاً غلہ، شکر ... خشک میوہ، ناریل، میٹھا تیل وغیرہ کا کاروبار شروع کرنے کے لئے آٹھ سو سے زیادہ تاجروں نے جگہ کی درخواست کی ہے، اس مانگ میں مزید اضافے کی توقع بھی کی جاتی ہے۔

اشیاء کی نقل و حمل کو ممکن بنانے کے لئے سڈکو نے بامبے میٹرو پولیٹن ریجنل ڈیولپ منٹ اتھارٹی کے تعاون سے سنٹرل ریلوے پر کلوے سے ترکبھے تک ریل لائن بچھانے کا کام ریلویز کے ذمے دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ سڈکو ٹرک کے وے برج، پٹرول پمپ، گیرج، اسپئر پارٹ دوکانوں، ٹرانزٹ گودام، لانڈریس ریسٹورنٹ، ٹرانسپورٹ کمپنیوں اور کلیرنگ ایجنٹوں کے دفاتر کے لئے بھی انتظام کر رہی ہے۔

سڈکو نے کالمبولی گودام اور لوہا و فولاد مارکیٹ کمپلیکس کی ترقی کا کام بھی اپنے ذمے لیا ہے۔ ۱۵۰۰ سے زیادہ لوہے اور فولاد کے بیوپاریوں نے پلاٹ کے لئے درخواست کی ہے۔ ٹسکو (TISCO) اور سیل (SAIL) نے بھی بڑے پیمانے پر پلاٹ خریدے ہیں۔ فوڈ کارپوریشن آف انڈیا نے غلے کے علاقائی گودام کمپلیکس کے لئے پلاٹ خریدا ہے اس پلاٹ پر کام شروع ہو چکا ہے۔ اس علاقے میں بنیادی صنعتی ضروریات کی فراہمی کا کام اس سال کے اواخر تک مکمل کر لیا جائے گا۔ کالمبولی کمپلیکس کی تکمیل کے بعد اس میں براہ راست بیس ہزار افراد کو روزگار ملے گا۔ بالواسطہ روزگار کے مواقع بھی خاطر خواہ تعداد میں پیدا ہونگے زرعی پیداواروں کی مارکیٹ کی نئی ممبئی میں منتقلی سے جنوبی ممبئی کی گنجان آبادی کی گہما گہمی میں کچھ کمی آئے گی۔

بیلاپور کمپلیکس کی ترقی :

سڈکو نے ریزرو بینک آف انڈیا، کاٹن کارپوریشن آف انڈیا اور سنٹرل پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ کو بڑے پلاٹ دیئے ہیں۔ کوکن بھون سے ملحقہ قطعۂ اراضی پر سڈکو اپنا کمپلیکس تعمیر کر رہا ہے۔ اس عمارت کا ایک حصہ مہاراشٹر پری وینشن آف واٹر پولیوشن بورڈ اور مہاراشٹر واٹر سپلائی اینڈ سیوریج بورڈ کو پٹے پر دے گی۔ توقع کی جاتی ہے کہ بیلاپور کمپلیکس میں بامبے ٹیلیفونس، دی اوورسیز کمیونیکیشن ڈیپارٹمنٹ، دی ٹاٹا انسٹی ٹیوٹ



آف فنڈا منٹل ریسرچ بھی جگہ خریدیں گے۔ ان دفاتر کے قیام سے بھی روزگار کے مزید مواقع پیدا ہوں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ سِڈکو ملازمین کے لئے رہائشی مکانات کا بھی انتظام کر رہی ہے۔ بیلاپور میں چار ہزار گھروں کی تعمیر کا کام سِڈکو نے اپنے ذمّہ لیا ہے۔

مزید بُنیادی سہولتوں کی فراہمی:

انڈین ریلویز کے میٹرو پولیٹن ٹرانسپورٹ پروجیکٹ کے تحت ماخوذ پر ختم ہونے والی ریل لائن کو پہلے حصّے میں بیلاپور تک اور دوسرے حصّے میں بیلاپور سے پنویل تک بڑھانے کے تکنیکی و معاشی امکانات کی ایک رپورٹ مکمل کر لی ہے۔ پروجیکٹ کی یہ رپورٹ اکتوبر ۱۹۸۰ء میں وزارت ریلوے کو پیش کی گئی ہے۔

ٹیلیفون اور ٹیلیکس کی خدمات کی فراہمی کے لئے سِڈکو نے بامبے ٹیلیفونس کے تعاون سے ایک رپورٹ تیار کی ہے جو وزارتِ مواصلات کو پیش کی گئی ہے۔

نہوا اور شیوا بندرگاہ کی تعمیر:

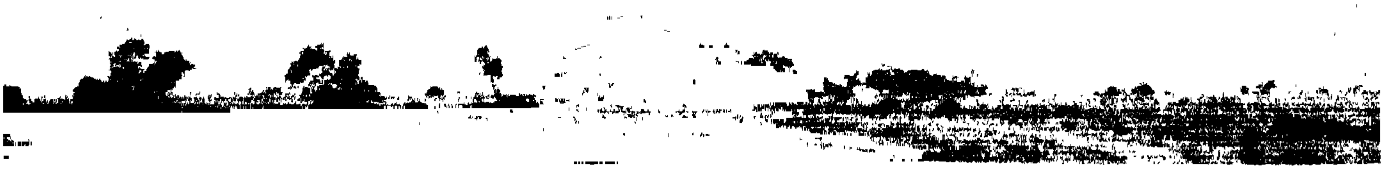
نہوا شیوا بندرگاہ کمپلیکس بنانے سے متعلق حکومت ہند کی منظوری کے لئے مفصل رپورٹ کی تیاری کا کام ایک فرم کو دیا گیا ہے جو اس سال کے آخر تک اپنی رپورٹ پیش کر دے گا۔

ترقیاتی اخراجات:

نئی بمبئی کے ترقیاتی کاموں پر گذشتہ سال اوسطاً ۳۰ء۵۰ کروڑ روپے خرچ ہوئے تھے۔ سال ۸۱-۱۹۸۰ء کے دوران یہ رقم ۶۰ء۱۵ کروڑ تھی۔ امسال یہ رقم اندازاً ۵۰ کروڑ روپے ہوگی۔

سِڈکو نے چھٹے ۵ سالہ منصوبے کے لئے ایک کثیر المقاصد پروجیکٹ تیار کیا ہے جس پر ۴۸۴ کروڑ روپے کی لاگت کا اندازہ ہے۔ ان اخراجات میں ریلوے، مکانات کی فراہمی اور ذرائع مواصلات کے انتظام کے اخراجات بھی شامل ہیں۔ اس پروجیکٹ کی تکمیل سے نئی بمبئی کی معاشی سرگرمی میں تیزی پیدا ہوگی۔ جبکہ آبادی ۸ء۲ لاکھ سے بڑھ کر ۱۹۸۶ء تک ۸ لاکھ ہونے کی توقع ہے۔ روزگار کے مواقع بھی ۹۸,۰۰۰ بڑھ کر ۸۵ء۲ لاکھ ہو جائیں گے۔





قارئین کیلئے ضروری اعلان

آپ 'قومی راج' میں شائع شدہ کسی بھی مضمون یا کالم پر اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے ہیں اور یہ بھی لکھ سکتے ہیں کہ آپ کس قسم کی تخلیقات پسند اور کس قسم کی تخلیقات ناپسند کرتے ہیں۔

حکومت کی کسی اسکیم پر آپ بحث بھی کر سکتے ہیں اور اس سلسلے میں اپنی تعمیری رائے کا اظہار بھی کر سکتے ہیں۔ بس یہ خیال رکھئے کہ آپ کا خط ۳۰۰ الفاظ سے زائد پر مشتمل نہ ہو۔ اپنے خطوط آپ اس پتہ پر روانہ فرمائیے:

مدیر پندرہ روزہ 'قومی راج'، نیو ایڈمنسٹریٹو بلڈنگ، پندرہواں منزلہ، مقابل منترالیہ، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۳۲

دیہی ترقی میں ضمانت روزگار اسکیم

ریاست مہاراشٹر میں ضمانتِ روزگار اسکیم ۷۳-۱۹۷۲ء سے جاری کی گئی ہے۔ لیکن ۷۳-۱۹۷۲ء اور ۷۴-۱۹۷۳ء کے دوران ریاست کے مختلف حصے خشک سالی کا شکار ہوئے لہذا تمام تر توجہ ان علاقوں میں راحت کاموں کی طرف مرکوز کی گئی اور ان دو سالوں کے لئے خشک سالی سے متاثرہ علاقوں میں ضمانتِ روزگار اسکیم کو التواء میں رکھا گیا۔ تاہم ریاست کے دیگر علاقوں میں اس پر عمل آوری جاری رکھی گئی۔ ان سالوں میں ضمانتِ روزگار اسکیم کے ساتھ ساتھ دیہی ترقی کے لئے مرکز کی جانب سے جاری کی گئی کریش اسکیم پر بھی عمل آوری کی گئی۔ سال ۷۵-۱۹۷۴ء کے دوران ضمانتِ روزگار اسکیم کے نفاذ اور اس پر عمل آوری سے متعلق مشکلات و دشواریاں منظرِعام پر آئیں لہذا ریاستی حکومت نے اسکیم کے تحت ہوئی کارگذاریوں کا مفصّل جائزہ لیا اور اس پر مزید موثر ڈھنگ سے عمل آوری کے لئے نئے سِرے سے کوششیں شروع کیں۔

اسکیم کے نفاذ کے لئے درکار خطیر رقم بہم پہنچانے کے لئے ریاستی حکومت نے خصوصی ٹیکس نافذ کئے۔ اس خصوصی ٹیکس کے تحت جمع شدہ رقم کے مساوی رقم عام محصول سے لیکر مجموعی رقم ضمانتِ روزگار فنڈ میں جمع کی جاتی ہے۔

قانونی حیثیت :

حکومت مہاراشٹر نے ضمانتِ روزگار ایکٹ بابت ۱۹۷۷ء کے تحت اس اسکیم کو قانونی حیثیت عطا کی ہے۔ یہ ایکٹ ۲۶ جنوری ۱۹۷۹ء سے نافذ کیا گیا ہے۔ اس کے تحت ہر بالغ دیہی نوجوان کا یہ قانونی حق ہے کہ اسے ایسا محنت کا کام دیا جائے جس کے لئے کسی خصوصی مہارت کی ضرورت نہیں ہوتی۔

اسکیم کے مقاصد :

اس اسکیم کا مقصد ہر اس دیہی نوجوان نیز دیہی درجہ کی میونسپل کونسل کے ایسے نوجوانوں کو مناسب محنت کا کام فراہم کرنا ہے تاکہ اس کی معاشی فکر دور ہو اور وہ بھی ملک و قومی تعمیر میں عملی طور پر حصہ لے سکیں۔ یہ وضاحت ضروری ہے کہ مذکورہ ایکٹ کے تحت صرف ایسے مناسب محنت کے کام کی فراہمی کی ضمانت دی جاتی ہے جس کے لئے کسی بھی قسم کی مہارت

درکار نہیں ہوتی ۔ اسکیم پر عمل آوری کا طریقہ کار کچھ اس طرح منظم کیا گیا ہے کہ دیہی نوجوانوں کو ان کے علاقے کے تعمیری کاموں میں کام دیا جا سکے نیز ضلع کلکٹر ان کو یہ خیال رکھنے کی ہدایت دی گئی ہے کہ اسکیم کے نفاذ سے علاقائی زرعی پیداوار اور کاشتکاری پر برا اثر نہ پڑے ۔

سال ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران ضمانت روزگار اسکیم کے لئے ۸۵ کروڑ روپیوں نیز قومی دیہی روزگار پروگرام (NREP) کے لئے ۳۰ کروڑ روپیوں کی گنجائش نکالنے کی تجویز پیش کی گئی ہے ۔ اس سال ۵۱ کروڑ روپے بطور اجرت ادا کئے جائیں گے ۔ توقع کی جاتی ہے کہ اس سے ۱۲،۷۵ کروڑ ایام کار مہیا ہوں گے ۔

۷۳-۱۹۷۲ء سے آج تک کی ان کارگزاریوں کا اندازہ درج ذیل اعداد و شمار سے ہو سکتا ہے ۔

سال	نقد رقم کروڑ روپیوں میں	غلے کی قیمت (کروڑ روپیوں میں)	اخراجات اجرت کے جز کے طور پر دیئے گئے	کل ایام کار
۱	۲	۳	۴	۵
۷۳-۱۹۷۲ء	۱،۸۸	—	۱،۸۸	۰،۴۵
۷۴-۱۹۷۳ء	۱،۸۹	—	۱،۸۹	۰،۵۱
۷۵-۱۹۷۴ء	۱۳،۷۲	—	۱۳،۷۲	۴،۸۱
۷۶-۱۹۷۵ء	۳۴،۴۸	۰،۱۳	۳۴،۶۱	۱۰،۹۵
۷۷-۱۹۷۶ء	۴۹،۸۸	۱،۲۲	۵۱،۱۰	۱۳،۳۲
۷۸-۱۹۷۷ء	۴۹،۲۰	۲،۳۴	۵۱،۵۴	۱۱،۷۳
۷۹-۱۹۷۸ء	۶۸،۸۷	۵،۳۰	۷۴،۱۷	۱۶،۳۵
۸۰-۱۹۷۹ء	۸۹،۴۵	۱۹،۷۸	۱۰۹،۲۳	۲۰،۵۴
۸۱-۱۹۸۰ء	۹۶،۴۷	۱۷،۰۰	۱۱۳،۴۷	۱۷،۱۵
۸۲-۱۹۸۱ء				
۱۵ر اکتوبر ۱۹۸۱ء	۶۰،۷۲	۴،۰۱	۶۴،۷۳	۹،۶۰

منظور شدہ کام اور اُن کی تکمیل:

مارچ ۱۹۸۱ء تک کل ۸۸,۹۶۷ کاموں کی منظوری حاصل کی گئی جن میں سے ۵۳,۹۲۳ کام مکمل کر لئے گئے ہیں ۔ اسکیم کے تحت کام فراہم کرتے وقت یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ نئے کام شروع کرنے سے پہلے دستیاب مزدوروں کو ان کاموں پر لگایا جائے ، جو فی الوقت زیر تکمیل ہیں ۔ اسکیم کے نفاذ سے مارچ ۱۹۸۱ء تک منظور شدہ نیز تکمیل شدہ کاموں سے متعلق اعداد و شمار ذیل میں درج ہیں ۔

نمبر شمار	درجہ	منظور شدہ کاموں کی تعداد	مکمل
۱ ۔	مزدور توسیعی حصہ		
	(الف) بڑی آبپاشی	۲,۳۴۴	۱,۶۹۷
	(ب) درمیانی آبپاشی	۴۱۸	۱۳۱
۲ ۔	چھوٹے آبپاشی تالاب	۲,۱۷۷	۸۳۰
۳ ۔	رسائی تالاب	۶,۲۴۴	۲,۳۸۰
۴ ۔	دیگر چھوٹے آبپاشی کام	۳,۰۱۳	۱,۴۹۲
۵ ۔	تحفظ اراضی	۴۶,۱۵۱	۳۳,۸۵۹
۶ ۔	اراضی سدھار	۱۰,۲۵۳	۵,۹۷۶
۷ ۔	جنگل بانی اور جنگلاتی کام	۳,۵۲۲	۱,۱۴۹
۸ ۔	سڑکیں	۹,۶۸۱	۲,۹۳۶
۹ ۔	دیگر کام	۵,۰۷۳	۳,۴۷۳
	کل میزان ۔ :	۸۳,۹۶۷	۵۳,۹۲۳

قومی دیہی روزگار پروگرام :

اس پروگرام پر عمل آوری کے اخراجات مرکز اور ریاستی حکومت کے درمیان مساوی تقسیم ہیں ۔ یہ پروگرام مرکز کی جانب سے "فوڈ فار ورکس" پروگرام کی جگہ جاری کیا گیا ہے ۔

چونکہ مرکزی کی اس اسکیم اور ریاستی حکومت کی ضمانت روزگار اسکیم کے مقاصد یکساں ہیں لہٰذا مہاراشٹر میں اس اسکیم کو ضمانت روزگار اسکیم کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے ۔ ضمانت روزگار اسکیم کے تحت دیئے گئے اعداد و شمار میں "فوڈ فار ورکس" پروگرام بھی شامل ہے ۔

نیا پروگرام :

حکومت ہند نے قومی دیہی روزگار پروگرام کو ریاستی حکومت کے ضمانت روزگار اسکیم سے ربط رکھنے کی اجازت نہیں دی ہے ۔ لہٰذا ریاستی حکومت نے یکم اپریل ۱۹۸۲ء سے قومی دیہی پروگرام کی از سر نو تشکیل کرنے کا فیصلہ کیا ہے ۔ اس طرح دیہی زندگی میں بہتری لاتے اور دیہی نوجوانوں

(باقی صفحہ ۵۳ پر)

عظیم راہی
مکان نمبر ۷۰-۱۳-۱
بڈھی لین۔ اورنگ آباد نمبر ۴۳۱۰۰۱

بحث ایک سماجی برائی؟

آپس میں اشخاص گفتگو کر رہے ہیں اچانک وہ کسی بات پر الجھ جاتے ہیں اور بس یہیں سے اس قصے کا آغاز ہوتا ہے جسے ہم بحث کہتے ہیں۔ بحث کرنے سے آج تک کسی شخص کو سوائے کشیدگی برہمی اور رنجش کے اور کچھ نہ حاصل ہو سکا۔ اکثر اسی بحث کی وجہ سے اچھے تعلقات خراب ہو جاتے ہیں اور پھر یہ کشیدگی مزید بڑھنے لگتی ہے کیوں کہ بحث ایک ایسی چیز ہے جس میں سامنے والا شخص کبھی بھی آپ سے مطمئن نہیں ہوگا وہ صرف اپنی ہی بات منوانے کی کوشش کریگا اور اپنی بات پر اس طرح اڑا رہیگا جیسے پہاڑ اپنی جگہ پر قائم ہو

دراصل بحث میں یہ ہوتا ہے کہ سامنے والا شخص خود کو اپنے مخاطب سے زیادہ عقلمند سمجھنے لگتا ہے حالانکہ جو خود کو عقلمند تصور کرے وہ تو احمق ہی ہو سکتا ہے اور پھر بے وقوف آدمی سے اگر بحث بڑھائی جائے تو ظاہر ہے یہ ایک اور حماقت ہوگی۔ بحث میں لفظی جھڑپ ہوتی ہے جو کبھی بڑھتے بڑھتے ہاتھا پائی کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ بحث میں معمولی سی بات کا بتنگڑ بنا دیا جاتا ہے اور شاید رائی سے پہاڑ بنانے والی بات یہاں بالکل صادق آتی ہے۔ درحقیقت بحث ایک ایسی چیز ہے جو کبھی اور کسی نہایت پر ختم ہونے کا نام نہیں لیتی۔ اور سامنے والا شخص کسی قیمت پر کبھی مطمئن نہیں ہوتا [illegible]

[illegible]

... کرب میں مبتلا کر دیتا ہے۔

معمولی سی بات پر بحث چھڑ جانے کے باعث اکثر یہ ہوتا ہے کہ جگری دوستوں میں خلیج حائل ہو جاتی ہے اور برسوں کے تعلقات پل دو پل میں ہی ٹوٹنے لگتے ہیں کسی مفکر نے لکھا ہے "بحث سے بچئے بحث کرنے سے تلخی پیدا ہوتی ہے اور یہ تلخی بڑھتی رہتی ہے اور وقت بھی ضائع ہوتا ہے"

ڈیل کارنیگی کہتا ہے "بحث سے ہمیشہ پرہیز کرنا چاہئے۔" جس شخص نے یہ الفاظ کہے ہیں وہ اب اس دنیا میں نہیں، لیکن اس نے ہمیں جو سبق سکھایا ہے وہ اب تک زندہ ہے۔ آپ بحث میں کسی کی دلیل کو جیت نہیں سکتے۔ اگر آپ دلیل کو جیت [illegible]

[illegible]

ماننی پڑ رہی ہو وہ اپنے غرور کی خاطر اپنی اس بات پر قائم رہنے کی کوشش کرے گا۔ اور آخر ایسی فتح کس مصرف کی، جس فتح سے دوسرا شخص نفرت کرے۔

سرسید احمد خاں نے اپنے مضمون "بحث و تکرار" میں کتوں کی آپسی جنگ کو علامت بنا کر نامہذب آدمیوں کی تُو تُو میں میں کا بڑا ہی پُر اثر اور حقیقت پسندانہ نقشہ کھینچا ہے۔ انہوں نے اپنے اس انشائیہ میں مباحثے اور تکرار سے بچنے اور اس میں متوازن رہنے کی تلقین کی ہے۔ اس انشائیہ میں ایک جگہ وہ لکھتے ہیں۔ "جس قدر تہذیب میں ترقی ہوتی ہے اسی قدر اس تکرار میں کمی ہوتی ہے۔ کہیں غرفش ہو کر رہ جاتی ہے۔ کہیں تو تکار تک نوبت آجاتی ہے۔ کہیں آنکھ بدلنے اور ناک چڑھانے اور جلدی جلدی سانس چلنے پر ہی خیر گذر جاتی ہے، مگر ان میں کسی نہ کسی قدر کتوں کی مجلس کا اثر پایا جاتا ہے۔

پس انسان کو لازم ہے کہ دوستوں سے کتوں کی طرح بحث و تکرار کرنے سے گریز کرے۔ انسان میں اختلاف رائے ضرور ہوتا ہے اور اس کے پرکھنے کے لئے بحث و مباحثہ ہی کسوٹی ہے اور اگر سچ پوچھو تو بے مباحثہ اور دل لگی کے آپس میں دوستوں کی مجلس بھی پھیکی ہے۔ مگر ہمیشہ مباحثہ اور تکرار میں تہذیب و شائستگی، محبت اور دوستی کو ہاتھ سے جانے دینا نہیں چاہیئے۔

ایک مفکر کا تجربہ ہے کہ کسی آدمی کا معیار ذہانت خواہ کچھ بھی ہو۔ بحث سے اس کے نقطۂ نظر کو بدلنا ناممکن ہے۔ فرینکلن نے کہا ہے "آپ بحث سے بچئے کیونکہ آپ بحث و دلیل سے بعض اوقات کامیابی حاصل کر لینگے۔ لیکن آپ کی یہ کامیابی، آپ کی یہ فتح بالکل بے معنی ہو گی۔ اس لئے کہ آپ کو اپنے حریف کی خوشنودی کبھی حاصل نہ ہو سکیگی"۔ بحث دلوں میں نفرت کے بیج بو دیتی ہے۔ بحث کرتے کرتے جب دو دوست آپس میں الجھ جاتے ہیں تو پھر وہ دوست نہیں رہتے۔ محبت و ہمدردی کا جذبہ ان میں یکسر ختم ہو جاتا ہے اور وہ ایک دوسرے کے صرف حریف بن کے رہ جاتے ہیں اور پھر ان کا مقصد یہی ہو جاتا ہے کہ وہ کسی طرح اپنے مدمقابل کو نیچا دکھا سکیں۔ اور دونوں دوستی کے باوجود بھی یہی چاہتے ہیں کہ وہ اپنی بات کو منوانے میں کامیاب ہو سکیں اور یہ ثابت کر دیں کہ ان کی ہی بات صداقت پر مبنی ہے۔ بحث کی وجہ سے آدمی خود غرض بھی بن جاتا ہے۔ اس پر صرف یہی دُھن سوار رہتی ہے کہ وہ کسی طرح سے اپنی بات منوا سکے۔

میں تو یہ سمجھتا ہوں، بحث ایک لعنت ہے۔ سماجی برائیوں میں سے ایک برائی بحث بھی ہے۔ بحث دلوں میں رنجشیں اور نفرتیں پیدا کرتی ہے۔ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کا جذبہ دشمنی کی حالت تک پہنچ جاتا ہے اسی لئے ہمیں بحث سے بچنا چاہیئے، تعلیم یافتہ لوگوں کو بحث سے گریز کرنا چاہیئے اور عقلمند آدمی تو وہی ہوتا ہے جو کسی سے فضول کی بحث کر کے نہ تو اپنا وقت برباد کرتا ہے اور نہ ہی اپنا دماغی سکون درہم برہم کرتا ہے۔ بحث کا نتیجہ ہمیشہ صفر ہی رہا۔ اور بے مقصد و بے معنی باتوں کی بحث سے کسی کو کچھ بھی حاصل نہ ہو سکا۔ آدمی اگر غصے کا تیز ہو اور بات بات پر بھڑک اٹھتا ہو تو ایسی صورت میں اور بھی زیادہ پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے کہ سامنے والا آدمی ٹھنڈے دماغ سے سوچنے کے بجائے اور بھی الجھتا رہتا ہے اور اس کی الجھن بڑھتی ہی رہتی ہے آخر صورت حال یہ ہو جاتی ہے کہ اس مسئلہ کا حل ملنا دشوار ہو جاتا ہے۔

بحث جیسی برائی سے محفلوں میں بھی احتراز کرنا چاہیئے اور اگر کوئی شخص خواہ مخواہ کسی بات پر الجھ پڑے تو بھی اسے نظر انداز کر دینا چاہیئے۔ اور بحث جیسی برائی کے مرض سے خود کو دور رکھنے میں ہی اپنی بہتری ہے۔ تعلیم یافتہ افراد کا یہ فرض ہے کہ وہ بحث جیسی لعنت سے پرہیز کریں کیونکہ بحث کرتے کرتے آدمی اپنی ذاتیات پر اتراتا ہے اور اپنا ظرف کھو بیٹھتا ہے۔ اوچھاپن اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کا جذبہ پروان چڑھنے لگتا ہے۔ مختصر یہ کہ بحث ایک ایسی لعنت ہے جس سے ہر صاحبِ سمجھ کو پرہیز کرنا چاہیئے۔ جس طرح کسی کا قول ہے کہ "جیو اور جینے دو" بالکل اسی طرح میں آخر میں یہی کہوں گا کہ "خود بحث سے بچو اور دوسرے کو بھی بچاؤ۔ اسی میں ہم سب کی فلاح و بہبودی ہے"۔

تبصرہ

تبصرہ نگار: ایس۔ایم۔سلیم
۱۷۵، اے۔ خلافت ہاؤس،
موتی شاہ روڈ، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۲۷

حصار ــ غزلوں اور نظموں کا مجموعہ

صفحات : ۶۴
قیمت : دس روپے
ملنے کا پتہ :
شری یونس عالم صدیقی
مہاراشٹر انفارمیشن سینٹر،
بھڑکل گیٹ، اورنگ آباد (مہاراشٹر)

مراٹھواڑہ یونیورسٹی کے تعاون سے شائع ہونے والا یہ مجموعہ جناب یونس عالم صدیقی کی نظموں، غزلوں اور قطعات کا ایک خوبصورت مجموعہ ہے۔

یونس عالم صدیقی صاحب' مہاراشٹر انفارمیشن سینٹر' اورنگ آباد کے ڈسٹرکٹ پبلسٹی آفیسر ہیں اور اس مجموعہ کے ذریعہ، جو کہ موصوف کا پہلا مجموعۂ کلام ہے اُن کی شاعرانہ شخصیت سامنے آئی ہے جس سے کافی لوگ ناواقف ہوں گے۔

یوں تو مراٹھواڑہ یونیورسٹی میں طالب علمی کے زمانے سے ہی موصوف کو شعر و شاعری سے لگاؤ تھا، لیکن ۱۹۶۰ء میں آپ نے طرحی مشاعروں میں شرکت شروع کی اور مقبولیت کی طرف قدم بڑھایا، اس وقت آپ کا تخلص خاکسار ہوا کرتا تھا۔ اپنی خداداد قابلیت وصلاحیتوں کے سہارے اور اپنے مخصوص اندازِ بیان کے سبب آپ اپنا مقام بناتے گئے۔ "حصار" آپ کا پہلا مجموعہ ہے جو کتابی سائز کے ۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ آخری حصّہ میں جسے "دوسرے دَور" کا عنوان دیا گیا ہے ــ آپ کی آزاد اور جدید نظموں کا انتخاب بھی شامل ہے جو چونکا دینے والا حصّہ ہے بلکہ اکثر نظموں کے عنوان بھی چونکا دینے والے ہیں جیسے "میں خدا ہوں"، "بوڑھا پیڑ"، "مان جاؤ"، "مرزا غالب"، "موت"، "سماج واد"، "تصویروں کی نمائش" وغیرہ۔ مجموعہ کی ابتدا نعت شریف سے کی گئی ہے۔ جابجا خوبصورت قطعات انگوٹھی میں نگینے کی طرح جگمگاتے ہیں۔ ایک قطعہ ملاحظہ ہو۔

عظمتِ شاعرِ حیات نہ پوچھ
رازِ ہستی کے کھول سکتا ہے
جھانک سکتا ہے رات کے دل میں
وہ اُجالوں سے بول سکتا ہے

غزلوں میں نُدرت، حُسنِ بیان اور اس پر نیا انداز دل موہ لینے والا ہے ؎

کلیوں کا حُسن، نکہت، ہواؤں کے کھو گئے
رُوٹھے جو تم تو لگتا ہے عالم اُداس ہے

یہی خوبی نظموں میں ہے۔ "مزدور" کے عنوان سے نظم کا ایک شعر شاعر کے بلند احساسات کی عکاسی کرتا ہے ؎

تم جو چاہو گے تو ذرہ بھی ہمالہ ہو گا
تم ہنسو گے تو زمانے میں اُجالا ہو گا

غرض کہ گوارا کتابت وطباعت اور حسین و رنگین ڈسٹ کور سے آراستہ اس مجموعہ میں ایسے اشعار ہیں جو متاثر کرتے ہیں اور نئے اندازِ فکر کے دریچے کھولتے ہیں ؎

نہ معلوم کب، یہ رُکے نبضِ ہستی
حیاتِ آدمی کی گھڑی دو گھڑی ہے

*

مجھے خوف ہے بن نہ جائے یہ شعلہ
جو چنگاری برسوں سے دل میں دبی ہے

*

خدا کی قسم ہے عجب رنگِ عالم
مسرّت گراں ہے سکوں کی کمی ہے

*

زمیں اپنی زماں اپنا، مکیں اپنے مکاں اپنا
چمن پر حکمراں ہم ہیں، غرض سارا جہاں اپنا

*

یقین ہے کہ ادبی حلقوں میں یہ مجموعہ پسند کیا جائے گا اور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

عظمتِ ہندوستاں

* عبدالباری اثر کریمی
پیلی کوٹھی، کامٹی
ناگپور (مہاراشٹر)

عظمتِ ہندوستاں پر جاں فدا کر دیں گے ہم
وقت جب آئے گا اپنا حق ادا کر دیں گے ہم

خونِ دل سے آبیاری کر کے باغِ ہند کی
ہر گلِ تر کو خزاں نا آشنا کر دیں گے ہم

اندرا گاندھی کے استقلال و ہمت کی قسم
ہر جفا پیشہ کو مجبورِ وفا کر دیں گے ہم

پرچمِ جمہور کے سائے میں کرتے ہیں یہ عہد
ختم اس دنیا سے ظلمِ ناروا کر دیں گے ہم

رفتہ رفتہ مندمل ہر زخمِ دل ہو جائے گا
غم کے ماروں کو مسرت آشنا کر دیں گے ہم

ہند کا ہر فرد لے گا سانس آزادی کے ساتھ
سب کو راس آئے گی پیدا وہ فضا کر دیں گے ہم

راستہ کر لے گا خود ہی اپنی منزل کی تلاش
راہرو کو بے نیازِ رہنما کر دیں گے ہم!

جھوم کر گائیں گے جب گلشن میں آزادی کے گیت
طائرِ خاموش کو نغمہ سرا کر دیں گے ہم

اندرا گاندھی سیاست میں جو ہیں تیرے حریف
تیری عظمت سے انھیں بھی آشنا کر دیں گے ہم

رنگ بھر کر اے اثر اپنے جگر کے خون سے
اور بھی نقشِ وفا کو خوشنما کر دیں گے ہم

غزل

* یوگیندر پال صابر
محلہ کھترانہ، شکوہ آباد
ضلع مین پوری (یو۔پی)

دنیا میں پتھروں کی تو کوئی کمی نہیں!
لیکن اب اُن کو کون بنائے بُتِ حسیں

ہر چیز خوبصورت و آساں کہاں سے آئے
یہ زندگی ہے کوئی سینما کا شو نہیں

زندہ نکل تو آیا ہے کوچے سے یار کے
لیکن لہولہان ہے اخلاص کی جبیں

اب دیکھنا یہ ہے کہ کریں کب یہ اپنا کام
سانپوں سے بھر گئی ہے محبت کی آستیں

مظلوم شخصیت کا بھی ہوتا ہے اک وقار
اب آسماں سے بات بھی کرتی نہیں زمیں

ہر چند ہم نے چاہا کہ دین آدمی بنے
آخر ہمیں کو ہونا پڑا بے نیازِ دیں!

آیا خدا زمیں پہ بشر بن کے بار بار
لیکن جھکی نہ اُس کے مقابل کوئی جبیں

کچھ دیر میرے پاس وہ رُک کر چلے گئے
لیکن وہ چند گھڑیاں کئی سال بن گئیں

صابر کہیں جہاں میں ٹھکانہ نہیں مرا
اہلِ خرد کے شہر میں ہو کس طرح یقیں

جشنِ جمہور

* مہدی پرتاپگڈھی
معرفت ایگزیکیٹو انجینئر،
اِرِی گیشن ڈویژن،
پرتاپگڈھ (یو۔پی)

نئی سحر نے انگڑائی لی جاگ اُٹھی تقدیرِ چمن !!!
جمہوری قدروں نے دی ہے انساں کو جینے کی پھبن
برپا ہے اک جشنِ مسرت ہر ہر گھر ہر ہر آنگن

آزادی کی نعمت سے ہر برگِ چمن سرشار ہوا !
بادِ سحر کے آتے ہی غنچہ غنچہ بیدار ہوا !
طوقِ غلامی جب سے ٹوٹا، دور ہر اک آزار ہوا

دانش و حکمت کے ہر جانب کتنے ہی در باز ہوئے
جو ٹھکرائے طبقے تھے اب وہ بھی سرافراز ہوئے
ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی آخر ہم آواز ہوئے

سورج نے تعلیم کے بانٹا ہے گھر گھر اپنا سونا
فیض رواں سے نہروں کے سارے کھیتوں نے غسل کیا
ملک کے گوشے گوشے میں ڈالا خوش حالی نے ڈیرا

محنت کش انسانوں نے فولاد کو نغمے بخشے ہیں
چرواہوں کی قسمت جاگی، جامِ خوشی کے چھلکے ہیں
رقص کناں کھیتوں، کھلیانوں میں گندم کے خوشے ہیں

۲۶ جنوری کی چھبیس نے جب جمہور کو عزت ثروت دی
دنیا کے نقشے پر اُبھری ایک عوامی طاقت بھی
ہونے لگی آئینہ سازی ملک میں حسنِ ثقافت کی

آؤ صحنِ چمن میں برپا پھر جشنِ جمہور کریں !
عام وطن میں ہر جانب یک جہتی کا دستور کریں
نور سے حسنِ محبت کے ہر ذہن و دل مسرور کریں

-:•:-

غزل

* کنہیا لال پرشاد ہنر
۴۸، شیٹی بلڈنگ، دوسرا منزلہ
ڈاکٹر ڈی سلوا روڈ، دادر،
بمبئی ۔ ۴۰۰۰۲۸

سودا نہیں جو سر میں کسی کے وہ سر نہیں
بیکار ہے جگر بھی جو دردِ جگر نہیں

بے اختیار آئیں وہ تھامے ہوئے جگر!
جذباتِ دل میں کیا مرے اتنا اثر نہیں

کہتی ہے خلق صبر کو کیا تلخ تلخ ہے
اس سے سوا جہاں میں میٹھا ثمر نہیں

وہ کیا بتائیں اور کو کچھ حالِ ماسوا
خود جس کو اپنے حال کی کوئی خبر نہیں

ہیں آج کل اس کی ضرورت جہاں میں
اہلِ ہنر بہت ہیں مگر ذی ہنر نہیں

اشکوں کو دیکھ دیکھ کے کہتے ہیں یہ سبھی
بے آب اس صدف کا کوئی ایک گہر نہیں

آٹھ آٹھ آنسو روتا ہے دنیا میں سب کوئی
لیکن کسی کو درد کی میرے خبر نہیں!

دل ہی تو دے رہا ہوں دل کا معاوضہ
یہ لین دین وہ ہے جس میں کوئی ضرر نہیں

دیکھے جو اک نظر سے نہ انسان کو ہنر
میری نظر میں ایسی نظر تو نظر نہیں!

-:•:-

شریمتی اندرا گاندھی کا پیغام، قوم کے نام

* نصیر قریشی
۷۷۔ بٹیا بہادر گنج — الہ آباد۔ (یو۔پی)

ہر قدم راہِ ترقی پر بڑھانا ہے ہمیں!
مشکلیں جتنی بھی ہوں منزل کو پانا ہے ہمیں

نفرتوں کی تیز آندھی کے مقابل ہر گھڑی
شمعِ اخلاص و وفا ہر سو جلانا ہے ہمیں

جہل کی تاریکی کو کافور کرنے کے لئے
علم کے سورج کی کرنوں کو جگانا ہے ہمیں

سب برابر ہیں یہاں کوئی نہیں چھوٹا بڑا
زندگی گذارنے کا حق سب کو دلانا ہے ہمیں

روحِ مذہب پیار ہے اور نام مذہب پیار ہے
مذہبی تفریق ذہنوں سے مٹانا ہے ہمیں

بجلی، پانی، کارخانوں کی سہولت ہو بہم
گاؤں کو بھی شہر کی صورت بنانا ہے ہمیں

کاٹ کر دریا کے رُخ، بنجر زمینوں کے لئے
اپنی فصلوں کو تباہی سے بچانا ہے ہمیں

اپنے منصوبوں کو پورا کرنے کا پھر عہد لیں
بے زری، بے روزگاری کو مٹانا ہے ہمیں

عظمتِ تہذیب کی توقیر بڑھتی ہی رہے
اونچے آدرشوں سے قد اپنا بڑھانا ہے ہمیں

دیش کی بڑھتی ہوئی آبادی پر بھی دھیان دیں
نسلِ انسانی کا مستقبل بنانا ہے ہمیں

دشمنانِ ملک کی سازش نہ ہو اب کامیاب
سازشوں کے جال سے خود کو چھڑانا ہے ہمیں

سرحدوں کی بھی حفاظت فرض ہے بہر سکوں!
ملک کو بیرونی خطروں سے بچانا ہے ہمیں

اپنی تہذیب و ثقافت کے امیں بن کر رہیں!
ساری دنیا میں سکوں کا دور لانا ہے ہمیں

پاسبانِ ملک و ملت، رہبرانِ عصر ہم
امن کا نغمہ زمانے کو سنانا ہے ہمیں

غزل

* سعید اٹاوی
معرفت فخرالدین عبدالجبار
ہسپتال روڈ، اٹاوہ (یو۔پی)

رات چشمِ گیتی کی پتلیوں کا ہالا ہے
اور وہ سفیدی ہے دن کا جو اجالا ہے

شیخ جی پہ تسبیح ہے برہمن پہ مالا ہے
مچھلیاں پکڑنے کا ڈھنگ کیا نکالا ہے

میری آرزوؤں کا اب نہیں کوئی مسکن
اس نظر کی ٹھوکر نے دل ہی توڑ ڈالا ہے

شوق جتنا اُٹھتا ہے اور الجھتا جاتا ہے
گھر کے کونے کونے میں مکڑیوں کا جالا ہے

زندگی کی تلخی سے منہ بنا رہے ہو کیوں؟
تم سعید سمجھے تھے یہ بھی تر نوالا ہے

* ایم اے۔ کاوش
زبیر فارمیسی۔ سیتاپور

بھارت مرا وطن ہے، بھارت مرا وطن ہے ؛ ہر ذرّہ آئینہ ہے، ہر بوستاں چمن ہے

گاتی ہیں شاد ہو کر یوں بُلبُلیں ترانہ
گلشن میں بج رہا ہو جیسے کہ شادیانہ
یا ہاتھ لگ گیا ہو خوشبوں کا اک خزانہ
ہر عندلیب پھولوں کے پیار میں مگن ہے ؛ بھارت مرا وطن ہے، بھارت مرا وطن ہے

رُخصت ہوئی خزاں اور فصلِ بہار آئی
قدرت نے اِن گلوں سے بزمِ جہاں سجائی
ہر سمت گلستاں میں مستی سی ایک چھائی
مدہوش وادیوں میں نسرین و نسترن ہے ؛ بھارت مرا وطن ہے، بھارت مرا وطن ہے

ندیوں میں بہہ رہی ہے پگھلی ہوئی سی چاندی
پھولوں نے وادیوں میں اک آگ سی لگا دی
بادِ صبا نے آکر دامن سے جو ہوا دی ! !
نکھرا شفق کی صورت قدرت کا بانکپن ہے ؛ بھارت مرا وطن ہے، بھارت مرا وطن ہے

گنگ و جمن کا مخرج یہ سنتری ہمالہ
جلتی ہے چوٹیوں پر جس کی سفید جوالہ
یہ آسماں سے اُترا دنیا پہ اک شوالہ
جس کی ہر ایک مورت سُندر ہے سیمتن ہے ؛ بھارت مرا وطن ہے، بھارت مرا وطن ہے

ہندو ہو یا مُسلماں، سِکھ ہو یا عیسائی !
مذہب کا فرق کیسا، ہم سب ہیں بھائی بھائی
ارضِ وطن ہماری ہے سب کی دیش مائی
کاوش نثار اس پر ہم سب کا جان و تن ہے ؛ بھارت مرا وطن ہے، بھارت مرا وطن ہے

دمی راج

* ڈاکٹر ایس طفیل احمد مدنی
۱۸۷۔ منہاج پور
الہ آباد (یو۔پی)

غزل

نہ جانے کب سے پانی کے لئے صحرا ترستا ہے
اگر اُٹھتا بھی ہے بادل تو دریا پر برستا ہے

مسرت پر کسی کی ہم نے چشمِ بد نہیں ڈالی
زمانہ پھر نہ جانے کیوں ہمارے غم پہ ہنستا ہے

یہ دردِ دل ہی تو دراصل ہے سرمایۂ ہستی
اگر جاں دے کے بھی حاصل ہو تو یہ درد سستا ہے

جو رہتا تھا محبت اور رواداری سے مِل جُل کر
وہ انساں اب نہ جانے کون سی دنیا میں بستا ہے

کوئی پیغام لے کر کاش پھر اُٹھے محبت کا
زمانہ کب سے پیغامِ محبت کو ترستا ہے

نہیں محدود رہتا ہے [illegible] تک اثر اس کا
تشدد سے تو [illegible] دشمن کا [illegible]

طفیل [illegible] کس کو سنائے داستاں غم
جسے [illegible] آنکھوں سے [illegible] خون برستا ہے

★ یونس عابدی
۱/۸۱- فلی بازار، کانپور



دو گُل کی پھلواری

لاکھوں کے گلزار سے اچھی
دو گُل کی پھلواری ! !

مہکی رہے آنگن میں سدا
بے بی اور منے کی گلکاری

لاکھوں کے گلزار سے اچھی
دو گل کی پھلواری !

لمبا کنبہ خوشی کا دشمن !
چھوٹا کنبہ پیار کا گلشن
چین سے ہوئے پالن پوشن
آسان بنے مشکل ساری

لاکھوں کے گلزار سے اچھی
دو گل کی پھلواری

ماں کی صحت پر آنچ نہ آئے
باپ کا سر نہ بوجھ دبائے
محنت سے اپنی بچت کریں کچھ
کام بھی آئے وقت پہ اپنے
اپنی کفایت شعاری

لاکھوں کے گلزار سے اچھی
دو گُل کی پھلواری

اپنے چمن کا رنگ بھی نکھرے
علم و ہنر کا ڈھنگ بھی نکھرے
اُنت کی راہوں میں کبھی
پیش نہ آئے دشواری

لاکھوں کے گلزار سے اچھی
دو گُل کی پھلواری

اپنے وطن کا ہر اک بچّا
دل سے بنے سیوک سچا
ہر چھوٹے بڑے کو گلے لگاؤ
اونچ نیچ کا بھید نہ لاؤ

دور کریں محنت سے اپنی
دلیش سے اپنے بے کاری

لاکھوں کے گلزار سے اچھی
دو گُل کی پھلواری

غزل

★ ڈاکٹر سلام سندیلوی ایم۔اے۔ پی ایچ ڈی
امام باڑہ پورب پھاٹک، میاں بازار
گورکھپور ۔ (یو۔پی)

نہ گلشن میں کہیں شبنم، نہ صحرا میں کہیں پانی
یہاں بھی ہے پریشانی، وہاں بھی ہے پریشانی !

کہیں ہیں اونگھتی کلیاں، کہیں ہیں پھول خندہ زن
چمن میں عیش لائی ہے، زرِ گُل کی فراوانی

سویرا ہوگیا ہے، پھر بھی ظلمت چھائی ہے ہر سُو
سیہ بختی یہ کہتی ہے، شبِ فرقت ہے طولانی

چمن کے پھول سارے باغباں کے ستم خفتہ ہیں
اکیلے کیا کرے نرگس، گلستاں کی نگہبانی

محبّت کی بہاریں ہوگئیں رخصت زمانے سے
یہ فصلِ بیوفائی ہے، کہیں موسم نہیں دھانی

ہر اک منزل سے گزرا ہوں، ہر اک محفل میں بیٹھا ہوں
مگر رکھا لحاظ اتنا، خمیدہ ہو نہ پیشانی

ترا جلوہ نظر کے سامنے قائم نہیں رہتا
کبھی بجلی کی تابش ہے کبھی جگنو کی تابانی !

ہمارے گلستاں میں ہے عجب برسات کا موسم
تلاطم اشک کا آیا، لہو کی آئی طغیانی !

سلام اِس درجہ میری شاعری میں دردِ پنہاں ہے
پکارا میر نے مجھ کو، صدا دینے لگے فانی

غزلیں

★ نظر برنی
سیکریٹری ادبی سنگم
جامعہ نگر۔ نئی دہلی نمبر ۲۵

نظروں کا اک ملن بھی حسین واردات ہے
آلودۂ گناہ مری اپنی ذات ہے

اُلجھا رہا ہوں خود کو بڑی سادگی کے ساتھ
دنیا اگرچہ اپنی جگہ بے ثبات ہے

اُف میری زندگی کو تماشا بنا دیا
اس کا بنامِ عشق بڑا التفات ہے

اس عشقِ نامُراد نے سو گُل کھلا دیے
شاید کسی رقیب کا اک اس میں ہات ہے

تنہا نہیں ہوں اپنی جگہ عشق میں نظر
ہمراہ حسرتوں کی مرے اک برات ہے

★ حیاتؔ وارثی
باغِ انوار، لکھنؤ۔ ۳

یقیں کا حُسن، گماں میں دکھائی دیتا تھا!
وہ جب بھی اپنے سِتم کی صفائی دیتا تھا

حسد کا طنز کا، تنقید کا، نشانہ رہا
ہجوم سے میں الگ کیوں دکھائی دیتا تھا

مصالحت نہ کبھی اُس سے ہو سکی میری
مجھے خودی کے عوض جو خدائی دیتا تھا

مکان کس نے جلائے تھے، کون تھا قاتل
تمام شہر تو اپنی صفائی دیتا تھا

اُسی کو قتل کیا ہے خدا پرستوں نے
جو لے کے نام خدا کا دُہائی دیتا تھا

وہ شخص اُلجھا ہوا ہے طلسمِ دُنیا میں
جو سب کو دعوتِ عقدہ کشائی دیتا تھا

جہاں میں لشکرِ غم کو شکست دے کوئی
زمانہ آ کے ہمیں کو بدھائی دیتا تھا

حیاتؔ اب طلبِ التفات ہے، اُس کو
جو تحفتاً مجھے بے اعتنائی دیتا تھا

★ سیّد ریاضؔ
مہاراشٹر کالج، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۰۸

تمام شہر میں بس ایک ہی سا منظر ہے
حدوں کو توڑ کے نکلا ہوا سمندر ہے

ہم اپنے آپ کے قاتل کہیں نہ ثابت ہوں
ہمارے ہاتھ میں اب آگہی کا خنجر ہے

برس کے دیکھا کبھی بادلوں نے اس پر بھی
وہ سرزمیں جو ہزاروں برس سے بنجر ہے

مِٹا دیے ہیں زمانہ نے کیسے کیسے نقوش
نہ دائرہ ہے سلامت نہ کوئی محور ہے

عجیب حال ہے انسانیت کی بستی کا
ہر ایک گھر کا ہواؤں کی زد پہ چھپّر ہے

وہ رنگ رنگ خیالوں کا سِلسلہ ہے ریاضؔ
مری نگاہ میں سارے جہاں کا منظر ہے

غزلیں

★ جاوید وششٹ
شعبۂ اردو، ذاکر حسین کالج
دہلی نمبر ٦

ہر اک گتھی کے سلجھے تار الجھے!
سلجھنے کی ہوس میں یار الجھے

فسوں بھی ہے، فسانہ بھی تمنّا
تمنّا میں بہت دلدار الجھے

طلسمِ زلف سے باہر نہ نکلے
خمِ گیسو میں جو اک بار الجھے

نظر نے راز کے پردے اٹھائے
نظر کے تار میں اسرار الجھے

نسیمِ صبح پر کیا برہمی ہے؟
بہ رنگِ زلف کیوں سرکار الجھے؟

کوئی گل برگِ تر، شبنم کا موتی
بہت دامن میں اب تک خار الجھے!

دلِ ناداں تھا پھر جاوید اچھا!
خرد کے پھیر میں افکار الجھے!

★ واحد نظیر بھوپالی
مکان نمبر ۲۴ - گنوری
بھوپال نمبر ۴۶۲۰۰۱

حادثے گردشِ ایّام کے ٹل جاتے ہیں
ایسے کچھ دور بھی میخانے میں چل جاتے ہیں

وہ بھی وقت آتا ہے گلشن میں کہ اہلِ گلشن
مصلحت دیکھ کے کانٹوں سے بہل جاتے ہیں

میری دیوانگیٔ عشق ہے اک درسِ جہاں
میرے گرنے سے بہت لوگ سنبھل جاتے ہیں

جب کبھی بڑھتے ہیں دیوانے بصد شوقِ طلب
اپنی منزل سے بھی کچھ آگے نکل جاتے ہیں

جن کے پرتو سے نکھر جاتا ہے کونین کا رخ
اشک ایسے بھی مری آنکھ سے ڈھل جاتے ہیں

زینتِ بزمِ چمن جن سے ہوا کرتی ہے
آ کے ہاتھوں میں وہی پھول مسل جاتے ہیں

آہِ مظلوم کو کیا سمجھا ہے تم نے واحد
آہِ مظلوم سے پتھر بھی پگھل جاتے ہیں

★ آفاق فاخری
جلال پور،
ضلع فیض آباد (یو۔ پی)

دنیا کی محفلوں میں نہ انگنائیوں میں ہے
جینے کا لطف درد کی تنہائیوں میں ہے

جس پر ہمارے قتل کا ثابت ہوا ہے جرم
وہ شخص تو ہمارے سگے بھائیوں میں ہے

افسونِ کائنات ہے آنکھوں کی قید میں
رازِ حیات آپ کی انگڑائیوں میں ہے

بچ کر چلو کہ موت کا آسیب ہر طرف
احساس کی سلگتی سی پرچھائیوں میں ہے

تعبیر اس کی کیا مجھے آفاق مل سکے !
جو خواب میری آنکھوں کی گہرائیوں میں ہے



مہاراشٹر کے نئے وزیر اعلیٰ شری بابا صاحب بھوسلے ۲۰ جنوری ۱۹۸۲ء کو راج بھون میں گورنر مہاراشٹر، شری او. پی مہرا کے روبرو، اپنے عہدے کا حلف لیتے ہوئے۔ تصویر میں سابق وزیر اعلیٰ شری اے. آر. انتولے بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

خبریں۔ تصویروں میں



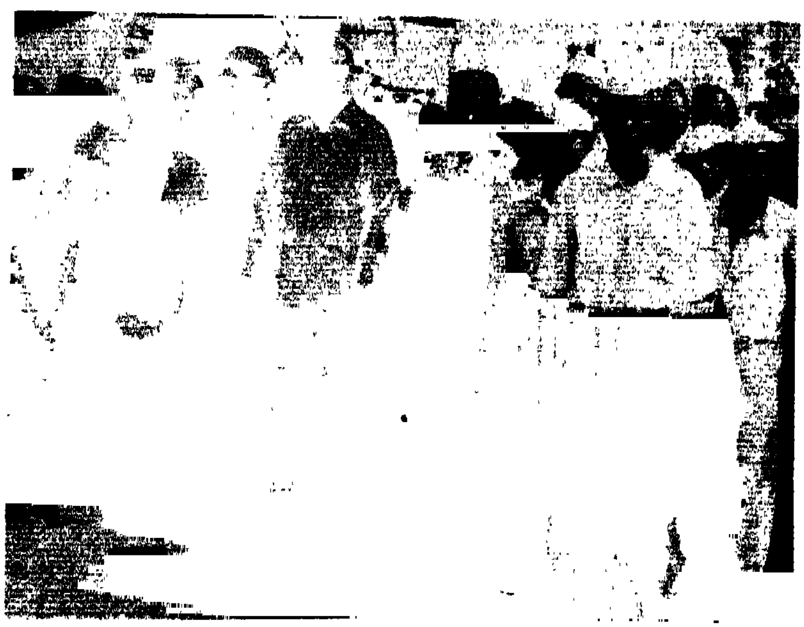


زیر نظر تصویر میں ریاستی حکومت کے ڈائرکٹوریٹ آف اسپورٹس اینڈ یوتھ سروسز کی جانب سے ۲۴ جنوری ۱۹۸۲ء کو منعقدہ سمندری تیراکی مقابلے میں انعام یافتگان کو شریمتی راج بائی گوائی انعامات تقسیم کر رہی ہیں۔ حکومت مہاراشٹر کے چیف سکریٹری پدماکر گوائی بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

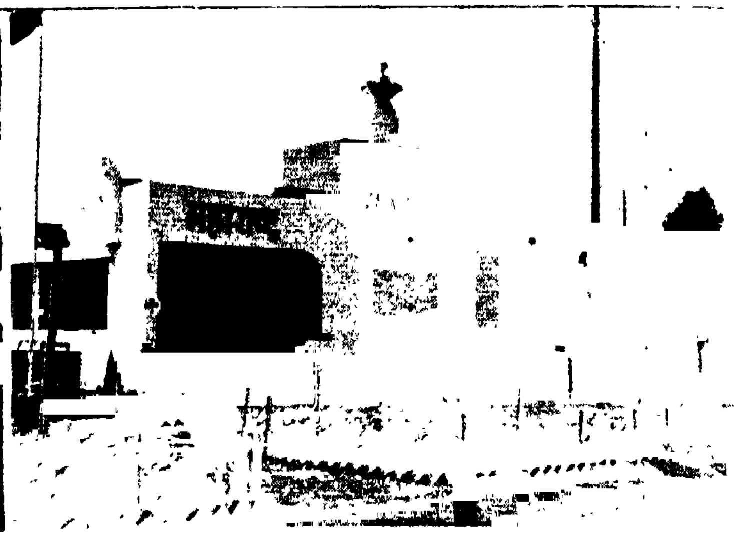


منترالیہ اور لیجسلیچر جرنلسٹس ایسوسی
ایشن کی جانب سے ۲۷ جنوری ۱۹۸۲ء کو
پریس روم، منترالیہ میں وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا
صاحب بھوسلے کا خیر مقدم کیا گیا۔
زیر نظر تصویر میں شری کے۔ ایس۔ امن
چیرمین ایسوسی ایشن، بیرسٹر بابا صاحب
بھوسلے کو گلدستہ پیش کرتے ہوئے۔

وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے،
ضلع ناسک کے ادیباسیوں کے ساتھ۔







قومی زراعتی میلہ میں مہاراشٹر پویلین

مرکزی وزیر زراعت متاثر

کلکتہ میں تیسرے زراعتی میلہ میں مرکزی وزیر زراعت شری راؤ بریندر سنگھ نے مہاراشٹر کی پیشکش کی تعریف کی جب کہ وہ ۲۳ جنوری کو یہاں پر تقریب کے افتتاحی دن مہاراشٹر پویلین دیکھنے آئے تھے۔ گورنر بنگال شری بی ڈی پانڈے اور ریاستی وزیر برائے زراعت شری کمل گوہا مرکزی وزیر کے ہمراہ تھے۔

گورنر موصوف نے مہاراشٹر ایگرو انڈسٹریز ڈیولپمنٹ کارپوریشن کی تیار کردہ 'نوگا' اشیار پسند کیں اور دیگر ممتاز اشخاص نے پویلین میں بہترین تزئین و آرائش کی تعریف کی۔

حکومت مہاراشٹر کے ایڈیشنل چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن شری ایم۔ کے دیشپانڈے نے مہمانوں کا استقبال کیا اور انھیں پویلین کی سیر کرائی۔

۱۵۰ کسانوں کا جتھا بھی اس موقع پر موجود تھا جو اس پویلین کو خاص طور سے دیکھنے آیا تھا۔

مرکزی محکمۂ زراعت کیساتھ آسام، تری پورہ، میزورم، تامل ناڈو اور دیگر ریاستوں نے بھی اس میلہ میں حصہ لیا۔





شری بنود راؤ کو خصوصی ایوارڈ

شری بنود راؤ ڈائرکٹر جنرل اطلاعات وتعلقات عامہ، اور سکریٹری حکومت مہاراشٹر، محکمۂ اطلاعات وتعلقات عامہ، سیاحت اور ثقافتی امور کو انٹرنیشنل پبلک ریلیشنز ایسوسی ایشن کی طرف سے پبلک ریلیشنز اور پبلک ریلیشنز ایجوکیشن کے میدان میں بہترین خدمات پر خصوصی ایوارڈ دیا گیا۔

یہ اسپیشل ایوارڈ حال ہی میں بمبئی میں منعقدہ ۹ ویں پبلک ریلیشنز ورلڈ کانگریس کے موقعہ پر شری وسنت ساٹھے، مرکزی وزیر برائے اطلاعات اور نشریات نے شری بنود راؤ کو پیش کیا۔

"سات سمندر" کی اشاعت

بدیع الزماں خاور کی غزلوں کا نیا مجموعہ "سات سمندر" کے نام سے طبع ہو کر منظر عام پر آگیا ہے۔ یہ خوبصورت شعری مجموعہ نئی دہلی کے مشہور اشاعتی ادارے موڈرن پبلشنگ ہاؤس نے پریم گوپال متل کی نگرانی میں طباعتی حسنِ معیار کے ساتھ شائع کیا ہے۔ اور اس میں ڈاکٹر خلیق انجم، پروفیسر گیان چند جین، ڈاکٹر قمر رئیس، ڈاکٹر عنوان چشتی، مظہر امام، ڈاکٹر سلیمان اطہر جاوید، اور حرمت الاکرام کی طویل ومختصر آرا شامل ہیں۔

بقیہ "دیہی ترقی میں ضمانتِ روزگار اسکیم"

کو روزگار فراہم کرنے کے لئے ایک نیا پروگرام شروع کیا جائے گا۔ اس نئے پروگرام کے تحت ایسی اسکیمات جاری کی جائیں گی، جو براہِ راست دیہی عوام کے لئے فائدہ مند ثابت ہوں گی، لہٰذا اس نئی اسکیم کے تحت شجر کاری، پینے کے پانی کی فراہمی کے لئے کنوؤں کی کھدائی، پنچایت گھروں کی تعمیر، اسکولوں کی عمارات کی تعمیر، تالاب، باؤلیوں کی تعمیر، چھوٹے پیمانے پر انڈسٹریل اسٹیٹ کا قیام ایندھن اور چارے کے لئے شجر کاری اور اسی قسم کے دوسرے کام کئے جائیں گے۔ اس اسکیم پر خرچ کی جانے والی کل رقم کا دس فیصد شجر کاری امور پر اور مزید دس فیصد مندرجہ ذیل جاتیوں اور قبائلیوں کی فلاح کی اسکیمات پر خرچ کیا جائے گا۔

دیہی ترقی برائے فلاح کے مقصد کے حصول کے لئے جاری کردہ اس اسکیم کے نفاذ سے متعلق مبینہ بدعنوانیوں اور تنقیدوں کے پیشِ نظر حکومت نے ریاستی لیجسلیٹو کونسل کے چیرمین شری آر۔ ایس۔ گوائی کی زیرِ صدارت ایک اعلیٰ سطحی کمیٹی نامزد کی ہے تاکہ اس اسکیم پر کامیابی کے ساتھ عمل درآمد کیا جا سکے۔

علاوہ ازیں ریاستی لیجسلیچر کی ضمانت روزگار کمیٹی ریاستی حکومت کو اپنے مشورے پیش کرنے والی ہے۔

ضروری گذارش۔

- دفتر سے خط وکتابت کرتے وقت "حوالہ نمبر" ضرور تحریر فرمائیں جو آپ کے خط یا رسالہ کے ریپر کے اوپر درج ہوتا ہے۔
- جواب طلب امور کے لئے جوابی خط / لفافہ یا ڈاک ٹکٹ روانہ فرمانے کی زحمت نہ فرمائیں۔
- منی آرڈر کوپن پر (منی آرڈر فارم کے نچلے حصہ میں) ہمیشہ اپنا نام دپتہ صاف اردو، مراٹھی، ہندی یا انگریزی میں ضرور تحریر فرمائیں۔



شری بنود راؤ، ڈائرکٹر جنرل اور سکریٹری انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، ٹورزم اینڈ کلچرل افیرس' ڈیپارٹمنٹ' حکومت مہاراشٹر ۲۲ جنوری ۱۹۸۲ء کو آنربیل بھابھا آڈیٹوریم' بمبئی میں ۹ویں ورلڈ پی. آر کانگریس کی اختتامی تقریب میں مرکزی وزیر اطلاعات ونشریات' شری وسنت ساٹھے کے دستِ مبارک سے خصوصی پی. آر. ایوارڈ لیتے ہوئے.



شری جے. جے بھابھا' ڈائرکٹر آف ٹاٹا انڈسٹریز' ۲۰ جنوری ۱۹۸۲ء کو ہوٹل پریزیڈینٹ میں مواصلات اور تعلقات عامہ سے متعلق منعقدہ نمائش میں مہاراشٹر اسٹال کا معائنہ کرتے ہوئے. موصوف ہی نے اس نمائش کا افتتاح فرمایا تھا.



مہاراشٹر کے سابق وزیر مملکت برائے اطلاعات ورابطۂ عامہ شری ایس. این دیسائی نے ۲۲ جنوری کو ہوٹل پریزیڈینٹ میں مواصلات ورابطۂ عامہ کے موضوع پر منعقدہ نمائش میں مہاراشٹر پویلین کا معائنہ کیا. زیر نظر تصویر میں محکمۂ اطلاعات ورابطۂ عامہ کے ڈائرکٹر جنرل شری بنود راؤ آپ کو نمائش سے متعلق جانکاری دیتے ہوئے.

QAUMIRAJ : Regd. N

out prepayment of postage

شائع کردہ : شری ہنود راؤ، ڈائ

منترالیہ ، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۳۲





پونے ضلع کے شیونیری مقام پر شیوائی دیوی کی مورتی

قومی راج

۲۵ فروری ۱۹۸۲ء
جلد ۹ ؛ شمارہ نمبر ۴

— ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے —
سالانہ: دس روپے ★ قیمت فی کاپی: ۵۰ پیسے

ترتیب



چیف ایڈیٹرز: بنود راؤ
ایم. کے. دیشپانڈے
ایڈیٹر: ریاض احمد خاں
سب ایڈیٹر: عبدالوحید خاں جامعی

ترسیلِ زر و مراسلت کا پتہ:
ڈائرکٹر جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز،
حکومتِ مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۳۲

قارئین کی رائے

٭ نیاز علی نیازؔ

بوڑی محل، بالاپور، اکولہ (مہاراشٹر) ۴۴۴۳۰۲

قومی راج کے پانچ شمارے یکے بعد دیگرے موصول ہو چکے ہیں۔ یوں تو تمام پرچوں میں وہی پہلی سی انفرادیت ہے مگر ماہ اگست ۱۹۸۱ء کا "شہید خصوصی نمبر" آپ اپنا جواب ہے۔ اس خاص نمبر میں شہیدوں کی یادگار اسکیم، حکومتِ مہاراشٹر کے فہم و تدبر کی آئینہ دار ہے اس کی منفرد سماجی افادیت سے کوئی انکار نہیں کر سکے گا۔ شاید اس سے قبل کسی بھی ریاست میں اس طرح کا کوئی کام ہوا ہوگا۔

حصۂ نثر میں "مالیگاؤں میں جنگِ آزادی"، "شہید بھگت سنگھ"، "جنگِ آزادی میں اُردو ادب کا حصہ" اور "انڈومان کے گمنام شہداء" مضامین بے حد پسند آئے۔ منظومات کا انتخاب بھی بہت بہتر ہے۔ میرے خیال میں بعض اشاعت پذیر نظمیں مستقبل کی درسی کتابوں میں بھی شامل ہو جائیں تو کیا تعجب ہے۔ علاوہ ازیں تزئین کاری کے نمونے اور مناسبت انتہائی دلکشی کا سامان مہیا کر دیتے ہیں۔ اس سے مضامین میں ایک طرح کی جاذبیت پیدا ہو جاتی ہے۔ بہرحال خوب سے خوب تر کی جستجو پر مبارکباد قبول فرمائیں اور جناب علاء الدین جینابڑے صاحب کو قومی راج کے توسط سے حضرت ظرفہ قریشی کے مضمون پر میری جانب سے مبارکباد پہنچا دیجئے کہ مرحوم مجھ ایسے نئے لکھنے والوں سے بڑے خلوص سے پیش آتے، غلطیوں کی نشاندہی کرتے اور مفید مشوروں سے بھی نوازتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو غریقِ رحمت کرے۔ (آمین)

٭

٭ غلام محمد عبدالرحمٰن پٹیل ٹیچر مجمندار ہائی اسکول، وہور

مقام و پوسٹ: وہور ۔ ۴۰۲۳۰۱۔ تعلقہ مہاڈ، ضلع رائے گڑھ

'قومی راج' کا ۲۵ ستمبر اور ۱۰ اکتوبر ۱۹۸۱ء کا مشترکہ شمارہ نظر نواز ہوا جسے تحفظِ جنگلی جانور نمبر کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ قومی راج کا ہر شمارہ جو منظرِ عام پر آ رہا ہے بحمد اللہ نئی آن اور شان کے ساتھ آ رہا ہے جس پر اردو داں طبقہ جس قدر بھی ناز کرے کم ہے۔ اس شمارے میں جنگلی جانوروں سے متعلق مضامین جس محنت اور جد و جہد سے منتخب کئے گئے ہیں سبحان اللہ اپنی مثال آپ ہیں۔ بالخصوص مختار صاحب کا مضمون "جانور اُردو غزل میں"، بہت ہی اعلیٰ کاوش کا نتیجہ ہے۔ جنھیں مبارکباد دیئے بغیر حق ادا نہیں ہو سکتا۔

آپ نے جس جانفشانی سے جانوروں کی تصاویر کا انتخاب کیا ہے وہ قابلِ ستائش ہے کیونکہ ان حسین و جمیل تصاویر نے مختار صاحب کے منتخب اور چنندہ اشعار کی زینت کو ہی دوبالا نہیں کیا بلکہ اس شمارے کی اپنی مثال کی ایک الگ ہی ساکھ قائم کر لی ہے۔ خدا آپ کے زورِ قلم کو اور تقویت بخشے۔ بخدا وہ دن دور نہیں جب یہ شمارہ (قومی راج) دنیائے ادبِ اُردو کے صفِ اوّل میں مخصوص مقام پائے اہلِ مہاراشٹر کے اُردو داں طبقے کو آپ کی ذات پر فخر و ناز ہے کہ آپ کی جہدِ مسلسل، خداداد صحافی ذہانت، جریدۂ قومی راج کو مخزنِ اُردو کے انمول خزانہ کا شاہکار بنائے گی۔

آپ کی اور تمام مجلسِ ادارت کی خدمت میں انمول ادبی خدمات پر پُرخلوص مبارکباد پیش کرتے ہوئے نیک تمناؤں اور خواہشات کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔ کار لائق سے یاد فرمایئے۔

٭ ودود احمد

۱۸-C، گرو تیغ بہادر نگر، کریلی اسکیم، الہ آباد (یو۔پی)

'قومی راج' (اُردو) کا مشترکہ شمارہ زیرِ مطالعہ رہا۔ اس خصوصی نمبر کا حُسن، نظر فریب اور طباعت دلفریب ہے۔ اس میں شامل حصۂ نثر و نظم کا انتخاب لاجواب ہے۔ جو آپ کی مشاقی صحافت کی منہ بولتی تصویر ہے۔ احمد صدیقی صاحب کا مضمون "گاندھی جی اور قومی یکجہتی" اس شمارے کی جان ہے۔ مختار صاحب کا شعری انتخاب، ایس۔ ایم۔ اسلم صاحب کا 'جنگل کا راجہ'، ظرفہ قریشی مرحوم پر علاء الدین جینابڑے صاحب کا مقالہ اور حرمت الاکرام صاحب کا "جگنوؤں کا کارواں" قابلِ صد ستائش ہیں۔

٭ عبدالکریم بھالوار (چپراسی)

پونے کالج۔ مودی خانہ۔ پونے کیمپ۔ پونے

'قومی راج' رسالہ پڑھ کر بڑی ہی خوشی ہوئی، کیونکہ میں نے اپنی زندگی میں پہلی ہی دفعہ یہ رسالہ پڑھا ہے۔ ابھی تک میں ایسے مفید، سیاسی، علمی اور ادبی رسالے سے محروم ہی تھا۔

سندکھیڈ کا جادھو خاندان

* ڈی۔ آر۔ املاڈی

مراٹھا تاریخ کے طلبہ اور مدّاح بخوبی واقف ہیں کہ مہاراشٹر کے بلڈانہ ضلع کے مہکر تعلقہ کا مقام سندکھیڈ، چھترپتی شیواجی مہاراج کی والدہ جیجا ماتا کی جائے پیدائش ہے۔ لوکمانیہ بال گنگادھر تلک کی جاری کردہ چھترپتی شیواجی تحریک نے شیونیری اور رائےگڈھ کی تاریخی حیثیت کو نمایاں کیا۔ جو بالترتیب چھترپتی کی جائے پیدائش اور ان کا پایۂ تخت تھا۔ لیکن سندکھیڈ عوام کی توجہ کا مرکز اسی وقت بنا جب ریاستی حکومت اور مختلف اداروں نے جیجاماتا کی یاد کو امر بنانے کے لئے یہاں شایانِ شان طریقہ سے ان کی سالگرہ منانے کا فیصلہ کیا۔



سندکھیڈ راجہ میں واقع
نیل کنٹھیشور مندر

اِن دنوں سندکھیڈ ایک چھوٹا سا دیہات ہے لیکن مسلم سلاطین کے وقت یہ ایک پرگنہ کا صدر مقام تھا۔ تاریخی دستاویز میں اس کا قدیم نام 'عالم پور' بتایا گیا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ یہاں کئی سادھو (بمعنی سنت) پیدا ہوئے اور اسی مناسبت سے اس مقام کا نام 'سادھو پور' یا سدھکشیتر پڑا اور بعد ازاں اس کی شکل بدل کر 'سندکھیڈ' ہو گیا۔

گزٹ میں اس کی وجۂ تسمیہ مختلف ہے۔ گزٹ کے مطابق چونکہ یہاں سندھی (سیندھی) کے درختوں کی بہتات تھی اس لئے اس کا نام 'سندکھیڈ' پڑا۔ گوسوی نندن کی سوانح میں اس کا ذکر 'سدھ' کے مقام کے طور پر آیا ہے۔ ۱۴۵۰ء میں مقامی قاضی کو سندھ کھیڈ پرگنہ بطور جاگیر ملا۔ سندھ کھیڈ نے نیل کنٹھیشور مندر میں کتبہ پر شک مورخہ ۱۵۰۹ء "پرگنہ سندکھیڈ" درج ہے۔

مغلیہ دور میں سندکھیڈ صوبہ براڑ کے مہکر سرکار پرگنہ میں شامل تھا اور اس کی سالانہ آمدنی تیس کروڑ روپیے تھی۔ بعد ازاں "موِلے" نامی ایک برہمن خاندان کو اس کی دیشمکھی حاصل ہوئی ۱۵۷۵ء میں روی راج دھونے نامی ایک شخص نے ناجائز طور سے اسے 'مولے' خاندان سے لے لیا۔ آگے چل کر موُنا بائی مولے نے 'لکھوجی جادھو' کی مدد سے دھونے کو شکست دی اور اسے دوبارہ حاصل کیا۔ یہ لکھوجی جادھو' اور کوئی نہیں بلکہ جیجا ماتا کے والد ہیں۔

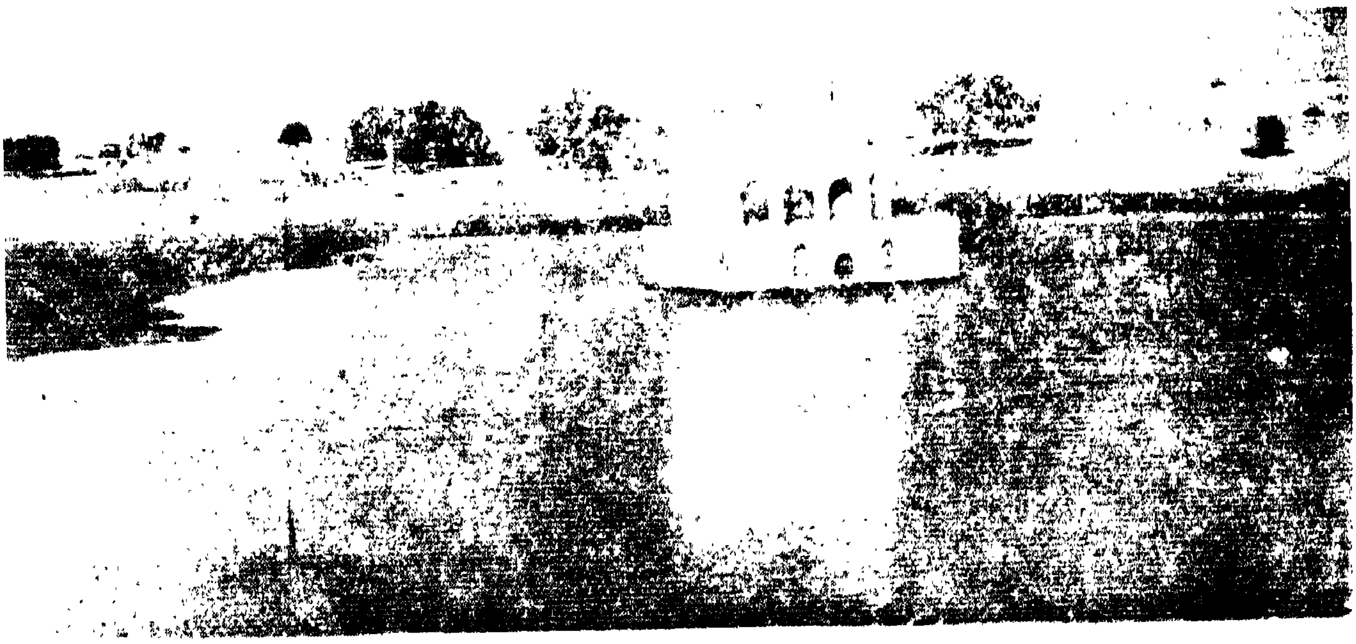
لکھوجی اور اُن کا خاندان :

سندکھیڈ میں جادھو خاندان کے بانی لکھوجی پہلے درجہ کے سردار تھے اور نظام شاہی دربار میں منصب داری کے عہدے پر فائز تھے۔ سندکھیڈ میں آباد ہونے سے قبل لکھوجی کے اجداد کے وطن سے متعلق قطعی طور پر کوئی معلومات فراہم نہیں' البتہ اتنا پتہ چلا ہے کہ ان کے والد کا نام وٹھل سنگھ اور دادا کا نام مکند پال تھا۔

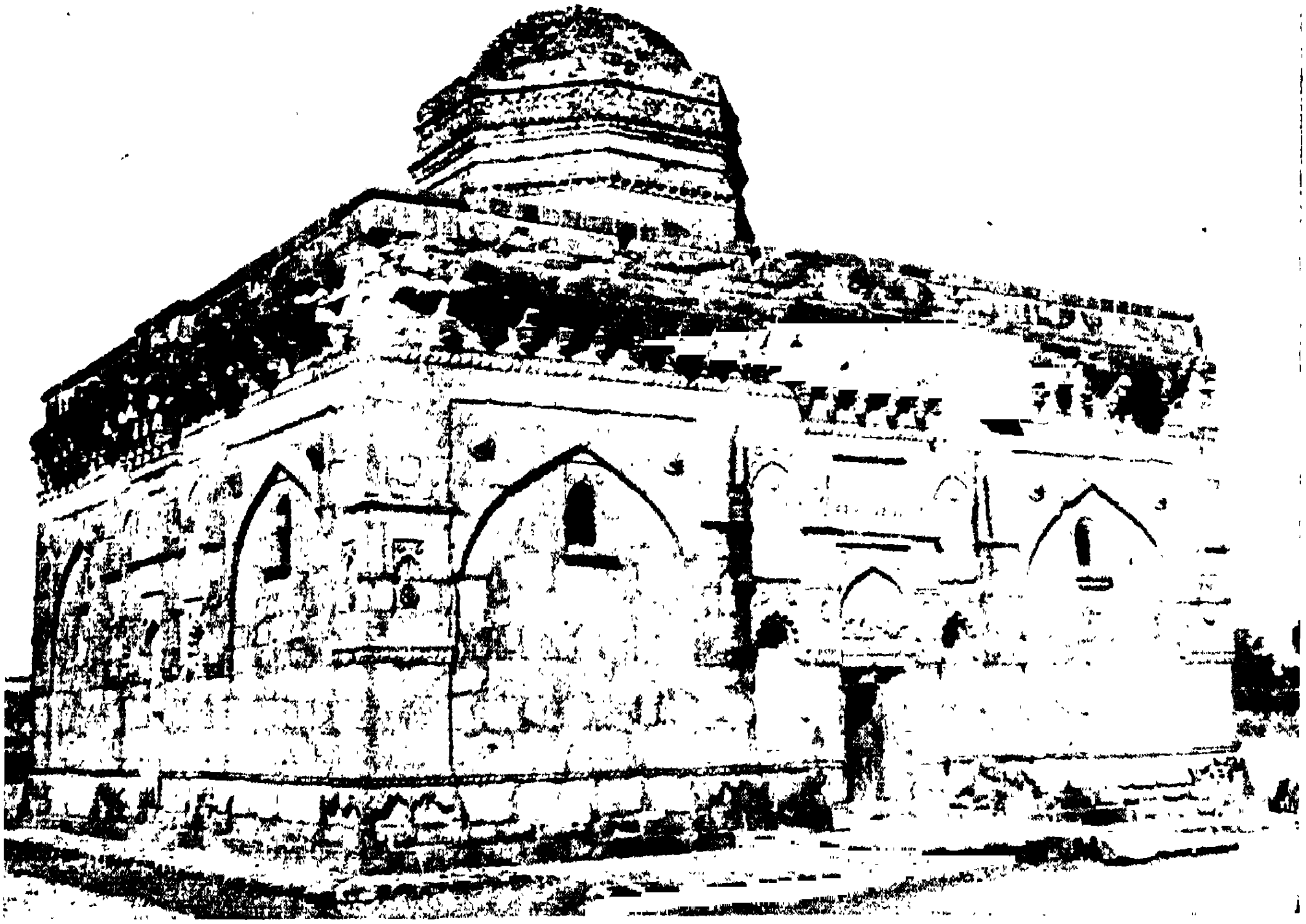
دیوگری کے یادو خاندان کے زوال اور لکھوجی خاندان کے عروج کے درمیان ڈھائی سو سال کا طویل وقفہ ہے، تاہم انہاس اچاریہ راجواڑے نے لکھوجی خاندان کو یادو کی نسل سے جوڑنے کی کوشش کی ہے۔

آنجہانی وائی۔ ایم۔ کالے، شری ڈی۔ بی۔ مہاجن اور ڈاکٹر وائی۔ کے دیشپانڈے جیسے مورخوں کی کوششوں سے اس سلسلے میں کافی مواد اکٹھا ہوا۔ ایوت محل کے شردا آشرم میں لکھوجی خاندان سے متعلق گرانقدر مواد موجود ہے۔ اس ادارے نے سندکھیڈ جادھو سے متعلق ایک "بکھر" کے علاوہ دیگر اہم تاریخی دستاویزات بھی شائع کی ہیں۔

ان ذرائع کے مطابق لکھوجی کے دادا مکند پال راجستھان کے مقام



سندکھیڈ راجہ میں کشتی بانی کے لئے رسک راج جگدیو راؤ کا تعمیر کردہ "چاندنی تالاب"۔



راجے لکھوجی جادھو کی سمادھی ۔ سندکھیڈ .

کا رولی میں رہتے تھے اور بعد میں وہ تو ہار گڑھ منتقل ہوئے ۔ مکند پال کے فرزند وٹھل سنگھ اور ان کے فرزند لکھوجی جنوب میں مہاراشٹر چلے آئے ۔ جادھو سے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ "سوریہ ونشی" ہیں اور ان کا تعلق "اتری گوترا" سے ہے .

نظام شاہی حکومت میں لکھوجی دولت آباد کے "دیشمکھی" اور 'دیشپانڈے' عہدوں پر فائز رہے ۔ انھوں نے ۱۵۷۵ء میں اپنے بھائی بھوجی کی مدد سے دھونے کو شکستِ فاش دے کر سندکھیڈ فتح کیا اور 'دیشمکھی' حاصل کی ۔ جس کا صدر مقام سندکھیڈ تھا ۔ ایک معاہدے کے تحت "مولے" خاندان کے لئے 'راج اُپادھیہ' کا عہدہ مخصوص کیا گیا .

لکھوجی' نظام شاہی حکومت کے سب سے زیادہ معتبر سردار تھے اور عادل شاہی دربار میں بھی روشناس تھے ۔ اُن کی شجاعت کی وجہ سے سندکھیڈ، پرتور، کھیڑے وغیرہ علاقے اُن کے ذاتی مصارف کے لئے وقف تھے ۔ اس کے علاوہ انھیں "پنج ہزاری" اور "سردار" کے خطابات بھی حاصل تھے .

شجاعت اور جوانمردی اس خاندان کی روایت تھی ۔ اسی خاندان میں ۱۲ر جنوری ۱۵۹۸ء کو ایک لڑکی نے جنم لیا ۔ یہ لڑکی تھی 'جیجا بائی' ۔ لکھوجی کی دختر جیجا بائی کے چار بھائی تھے' دتاجی عرف جادھو راؤ، راگھوجی اچلوجی عرف اچلکرنا اور بہادرجی ۔ لکھوجی کے بھائی' بھوجی کے دو بیٹے تھے رستم راؤ اور جگ پو راؤ .

تقریباً ۱۶۲۱ء میں جب مغل شہزادہ خرم (جو بعد میں شاہجہاں کے لقب سے تخت نشین ہوا) دکن آیا تھا تو لکھوجی نے مغلوں کی ملازمت قبول کی اور "پنجہزاری" خطاب اور چوبیس ہزار دستوں کی منصبداری حاصل کی ۔ اُن کے بیٹوں کو بھی اعزازات دیئے گئے ۔ ۱۶۲۴ء تک

ان کے خاندان نے مغلوں کی خدمت کی۔

لکھوجی کی رحلت:

نظام شاہ نے ۱۶۲۹ء میں لکھوجی کے خلاف سازش کی۔ لکھوجی کو دولت آباد کے قلعہ میں مدعو کیا اور وہیں قتل کروا دیا۔ لکھوجی کے علاوہ ان کے دو بیٹے راگھوجی اور اچلوجی نیز پوتے یشونت دتاجی بھی قتل کئے گئے۔ لکھوجی کا صرف ایک بیٹا بہادرجی (جس کے دو بیٹے تھے) اور ایک اور پوتا زندہ بچ گئے۔

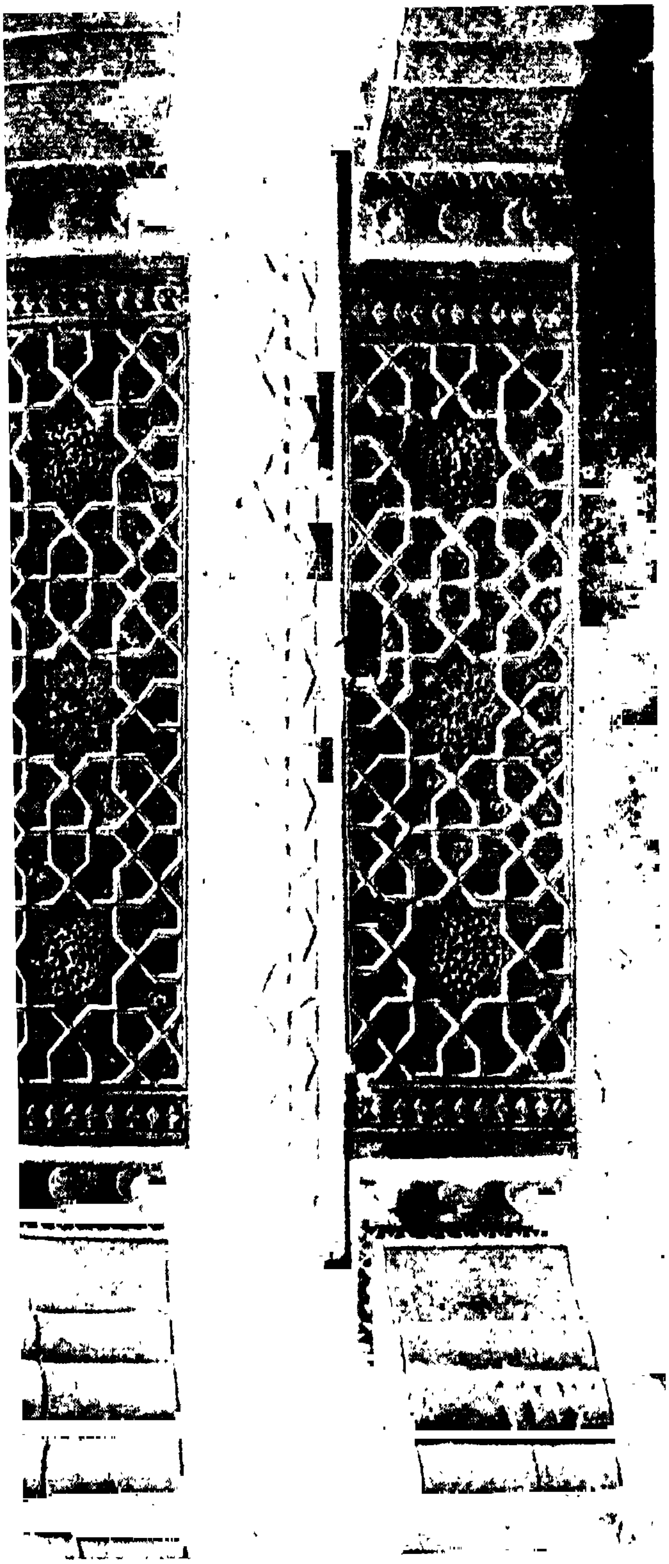
بھائی کے خون کا انتقام لینے کے لئے بھولجی نے دولت آباد پر حملہ کر دیا۔ اسے فتح کرنے میں جادھوؤں نے دکن کے صوبیدار اعظم خاں کی مدد کی۔ ان خدمات کے عوض انھیں دکن، برار اور خاندیش میں جاگیریں دی گئیں۔

شیواجی مہاراج کے زمانے میں بھوسلے اور جادھو خاندانوں کے مابین کسی قسم کی عداوت نہ تھی، حالانکہ ان کی ولادت سے قبل دونوں خاندانوں کے تعلقات کشیدہ تھے۔ کھنڈاگڑے، ہاتھی سانحے میں جیجا بائی کے بھائی دتاجی اور رشتے کے بھائی سمبھاجی مارے گئے تھے لیکن اس کے باوجود چھترپتی نے جادھوؤں کے خلاف انگلی نہیں اٹھائی اور نہ ہی جیجا ماتا اپنے میکے گئیں۔

۱۶۷۴ء میں جادھوراؤ، شیواجی سے مل گئے۔ لیکن بعد میں مغلوں کے وفادار بن گئے۔ بھیم سین سکسینہ نے (جو دکن پر چڑھائی کے وقت اورنگ زیب کے ساتھ تھا) 'تاریخ دلکشا' میں لکھا ہے کہ جادھو مغلوں کے حلیف بن کر مراٹھوں کے خلاف لڑے۔

جادھو اور بھوسلے خاندانوں کے مابین سمبھاجی کے بیٹے شاہو کے زمانے میں دوستانہ تعلقات استوار رہے۔ ایامِ اسیری میں شاہو کی شادی بھولجی جادھو کے پڑپوتے رستم راؤ کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ بعد ازاں سندھیالہ میں راجہ رام کی بیٹی امبیکا بائی کی شادی راگھوجی کے بیٹے جگدیو راؤ جادھو سے ہوئی۔

راگھوجی ۱۷۲۴ء میں مغلوں اور نظام کے درمیان ہوئی 'ساکر کھیڈا' جنگ میں مارے گئے۔ شاہو، امبیکا بائی اور اس کے بیٹے مان سنگھ عرف باباجی جادھو کو ستارا لے گئے۔ بعد میں باباجی کو



سند کھیڈ راجہ' رنگ محل کی منقش جالی



سندکھیڈ راجہ میں

"سمجھنا باوڑی"

ان کی جاگیر بھی نظام سے دلوادی۔
یہ 'جادھو' خاندان کی مختصر کہانی تھی، جس میں جیجا ماتا پیدا ہوئیں
اُن ہی کے سپوت شیواجی مہاراج نے 'ہندوی سوراج' کی بنیاد ڈالی۔ نہ صرف مہاراشٹر بلکہ پورے ملک کو اس عظیم ماں اور اس کے لائق فرزند پر فخر ہے۔





مہاراشٹر میں مربوط دیہی بجلی پروگرام

★ ڈاکٹر۔ ایم۔ وی۔ سپرے

مربوط دیہی بجلی پروگرام بجلی کے تکنیکی مہارت کے استعمال سے دیہی معاشی ترقی اور خوشحالی کے حصول مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے تجویز کیا گیا ہے۔ اس پر عمل کرنے کے لئے حسب ضرورت تمام وسائل و ذرائع کا استعمال تکنیکی مہارت کے ساتھ کیا جائے گا تاکہ نتائج زیادہ سے زیادہ امیدافزا ہوں مجموعی ترقیات میں ریاست مہاراشٹر ہمیشہ پیش پیش رہی ہے۔ اسی لیے بقین کامل ہے کہ پلاننگ کمیشن حکومت ہند کے عملی تعاون سے مہاراشٹر کے دیہی علاقوں میں توانائی کی فراہمی کے اپنے اس پروگرام کو کامیابی سے عمل میں لا سکے گا۔

ان دنوں ہر جگہ "بجلی" ایک مسئلہ بنی ہوئی ہے۔ قومی سطح سے لے کر گھریلو سطح تک ہر کوئی اس مسئلے میں الجھا ہوا ہے۔ ایک طرف ماہرین قومی ترقی کے مقصد کے پیش نظر متبادل ذریعہ توانائی کی تلاش میں سرگرم ہیں اور دوسری طرف گھروں میں توانائی پر صرف ہونے والی خطیر رقم میں روزمرہ کی ضروریات کو پورا کرتے ہوئے کفالت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

حالیہ دہائی میں بین الاقوامی سطح پر "بجلی" کی شدید قلت کا سامنا رہا ہے۔ اس کی اہم وجہ توانائی کے اہم ذریعہ کوئلہ اور تیل کی محدود فراہمی بتائی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں ہمارے حالیہ معاشی ذرائع کا دار و مدار بجلی کی تجارتی فراہمی پر ہے۔

دیہی علاقوں میں توانائی کا مسئلہ

بدقسمتی سے بھارت ترقی کے ابتدائی دور میں ہی توانائی کی قلت کا شکار رہا ہے۔ سماجی و معاشی مقاصد کے حصول کے لئے ملک کو موجودہ دستیاب مقدار سے کہیں زیادہ توانائی کی حاجت ہے یہاں تیل کی درآمد کوئلے کی محدود پیداوار اور دیہی آبادی میں بجلی کے بجائے ایندھن، گوبر وغیرہ کے استعمال سے بجلی کا فائدہ مند تکنیکی استعمال نہ ہونے کی وجہ سے دیہی معیشت پر گہرا اثر پڑتا ہے۔

معاشی پسماندگی کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ دیہی ترقیات کے لئے اشد ضروری تیل اور بجلی شہری ذرائع سے حاصل کرنے پڑتے ہیں ان حالات میں دیہی آبادی میں کچھ اور عرصہ تک توانائی کے غیر تجارتی ذرائع ہی جاری رکھنے ہوں گے۔

مربوط منصوبہ بندی کی ضرورت

دیہی سطح پر بجلی کے بحران کے حل کے لئے ایک مربوط منصوبہ بند پروگرام حکومت ہند کے پلاننگ کمیشن کے زیر غور ہے۔ ابتدا میں بشمول مہاراشٹر پانچ ریاستوں میں آزمائشی مرحلوں میں اقدامات کئے جائیں گے۔ مکمل کامیابی حاصل ہونے کے بعد پائیلٹ پروگرام کی صورت میں قومی سطح پر دیہی بجلی پروگرام عمل میں لایا جائے گا۔

مہاراشٹر میں مجوزہ پائیلٹ پروگرام ناشک ضلع کے سنر بلاک میں جاری کئے جانے کی توقع ہے۔ اس حکومت کے ورکنگ گروپ نے اس سلسلے میں تیاریاں بھی کر لی ہیں ریاستی ڈائرکٹوریٹ برائے معاشیات و اعداد و شمار نے بلاک کا انرجی سروے بھی کر لیا ہے پلاننگ کمشن کے تعاون سے کاغذی تیاری مکمل ہو گئی ہے۔

پائیلٹ پروگرام کے تحت درج ذیل اقدامات شامل ہیں۔

(۱) تعلیم و تربیت۔ دیہی علاقوں میں بجلی سے متعلق تکنیکی معلومات کی فراہمی۔

(۲) توانائی کے نئے آلات کے طریقۂ استعمال کا مظاہرہ۔

(۳) ریسرچ

(۴) ترغیبی پروگرام

(۵) انتظامی و مالی تعاون

تعلیم و تربیت

مجوزہ مربوط دیہی توانائی پروگرام کے تحت توانائی کے متبادل

تنظیموں کے ذریعہ زیرِ عمل لایا جائے گا۔ ہر سال اِس پروگرام کے نتائج کا جائزہ لیا جائے گا۔

نئے آلات کے استعمال کی تربیت

دیہی عوام کو نئے آلات کی افادیت اور طریقۂ استعمال سے روشناس کرایا جائے گا۔ مجوزہ پروگرام کے تحت ایندھن کے نئے چولہوں، نئے اسٹو، واٹر پمپنگ ونڈ مل، شمسی کوکر اور ہیٹر کمیونٹی بائیوگیس پلانٹ اور اِس قبیل کے دیگر آلات کے استعمال کے عملی مظاہرہ کا انتظام کیا جائے گا اور اس کے لئے سرکاری اداروں، تعلیمی اداروں، صنعتی اداروں نیز رضاکار تنظیموں کا تعاون حاصل کیا جائے گا۔

ریسرچ

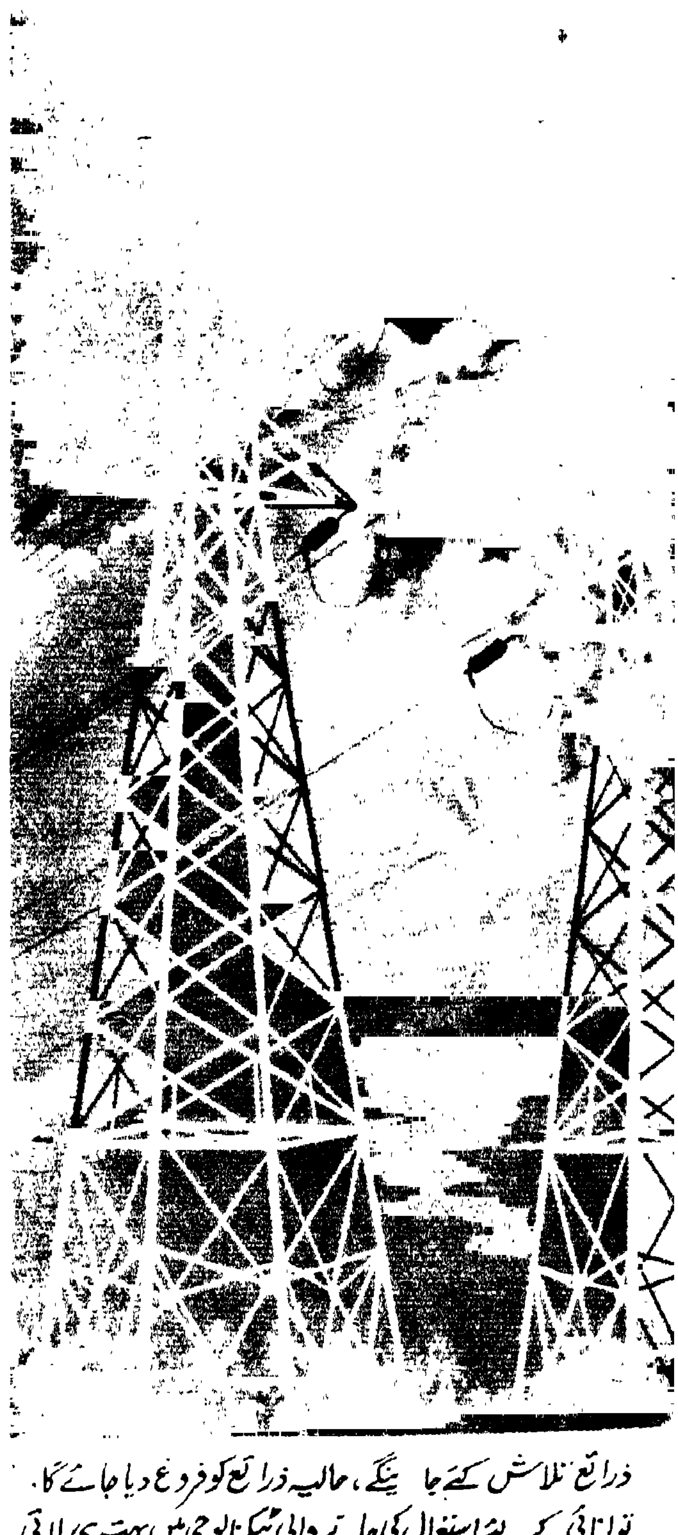
کسی بھی ٹیکنالوجی کو کلّی طور پر خامیوں سے پاک نہیں قرار دیا جاسکتا۔ نئی ترقی یافتہ ٹیکنالوجی کو بڑے پیمانے پر استعمال بھی نہیں کیا گیا ہے۔ نئے آلات کے اجزا کو یکجا کرتے وقت بلاشبہ تکنیکی مسائل کا سامنا کرنا ہوگا۔ ان کے حل کے لئے اس میدان میں ریسرچ کی ضرورت ہے۔ لہٰذا مجوزہ پروگرام میں ریسرچ اور پروٹوٹائپ ڈیولپمنٹ پر بھی توجہ دی جائے گی۔ اس ضمن میں ریاست کے تحقیقی اداروں اور صنعتوں کو معینہ مدّت کے لئے پروجیکٹ دیئے جائیں گے۔

ترغیبی پروگرام

نئی تکنیک کی دریافت کے ساتھ ساتھ حالیہ موثر کارآمد تکنیک کو بھی بڑے پیمانے پر عام کیا جائے گا۔ بائیوگیس پلانٹ، واٹر پمپنگ ونڈ ملس، شمسی کوکر، ہیٹر اور چولہے کامیاب ثابت ہوئے ہیں۔ ان سب کو بڑے پیمانے پر استعمال کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ بجلی سے متعلق دیہی علاقوں میں معاون ضروریات مثلاً ایندھن لکڑی کے درختوں کی شجر کاری، گیس پلانٹ اور زراعتی و جنگلاتی نکاس سے برقی قوت میں اضافہ کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

فنی مالی و انتظامی امداد

مجوزہ پروگرام کی کامیابی کے لئے انتظامی تکنیکی اور مالی امداد کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے سرکاری تعاون کے علاوہ رضاکار تنظیموں اور دیگر اداروں کا مکمل تعاون بیحد ضروری ہے۔ اس سلسلے میں مناسب کوششیں کی جائیں گی۔ ●



ذرائع تلاش کیے جائینگے، حالیہ ذرائع کو فروغ دیا جائے گا۔ توانائی کے لئے استعمال کی جانے والی ٹیکنالوجی میں بہتری لائی جائے گی نیز توانائی کی فراہمی کو منظم کیا جائے گا اس سلسلے میں دیہی عوام کے لئے تعلیمی و تربیتی پروگرام منعقد کئے جائیں گے۔ یہ پروگرام تعلیمی اداروں، سرکاری اداروں، صنعتی اداروں اور رضاکار [illegible]





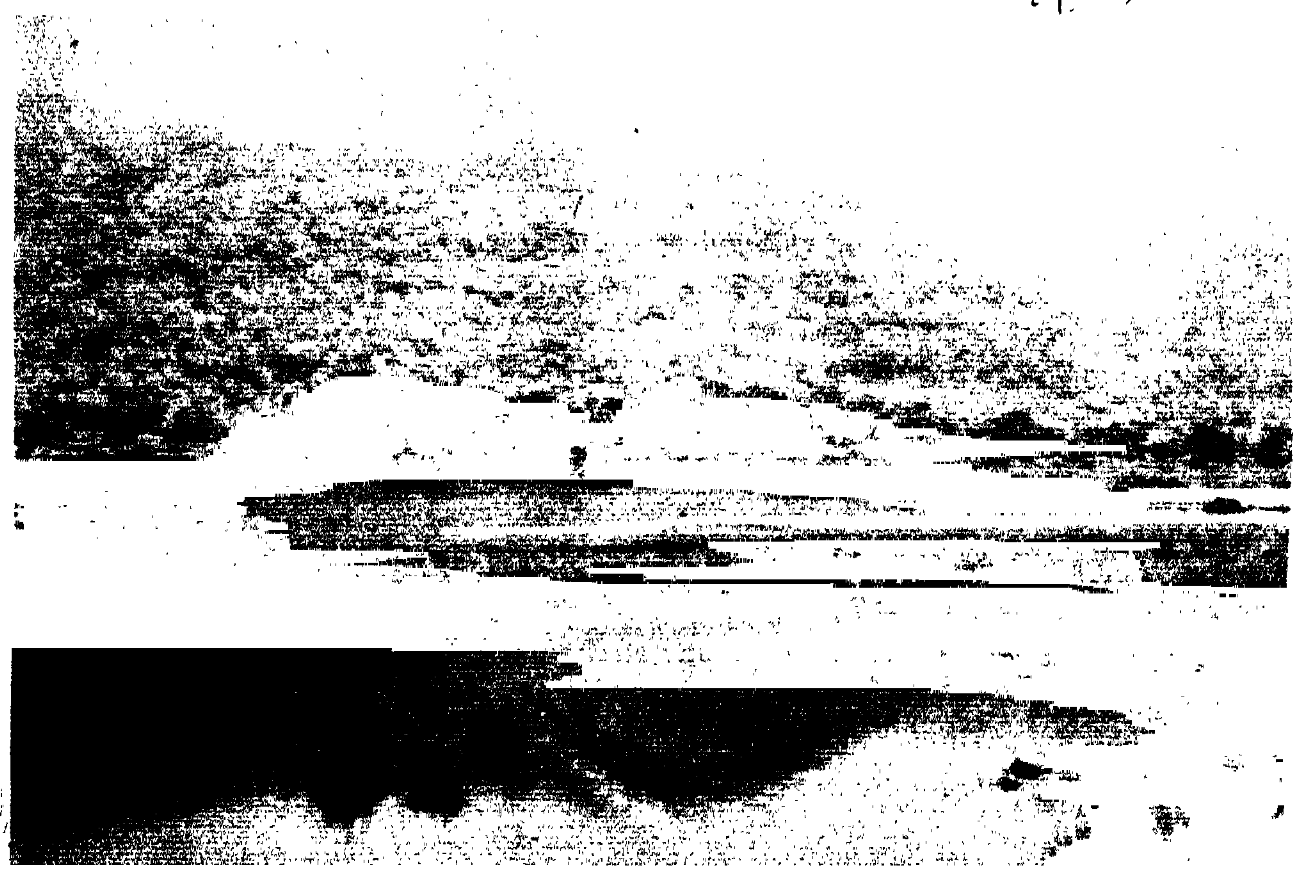


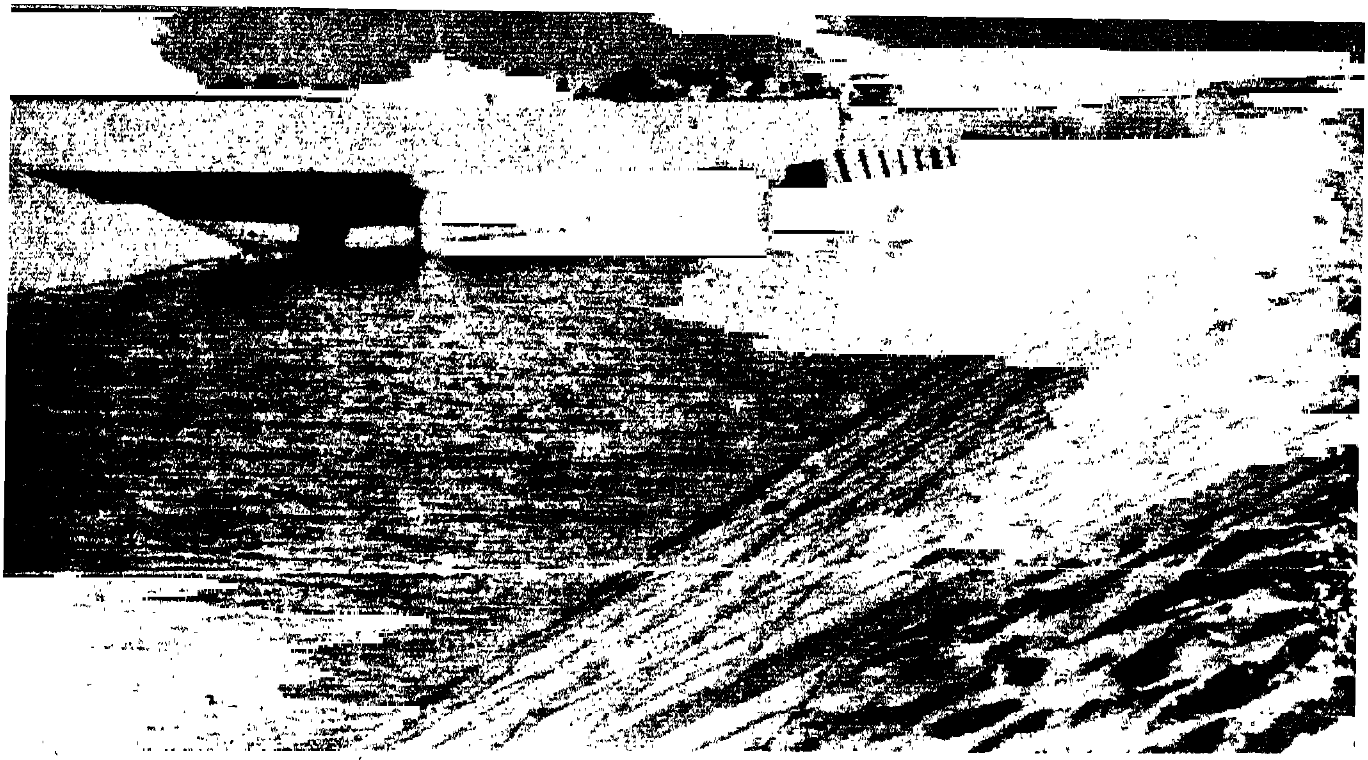
محکمہ آبپاشی میں تربیت و تحقیق پروگرام

اس زمانے میں جہاں ہر میدان میں ترقیات جاری ہیں، محکمۂ آبپاشی کو بھی کسی بھی جگہ متعلقہ اُمور مثلاً باندھ کام وغیرہ میں ہونے والی ترقیات سے واقف رہنا ہوتا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ پھر یہ بھی ضروری ہوجاتا ہے کہ ان امور کے ماہر انجینئر بھی جدید ترقیات کی تکنیک سے واقف ہوں۔ زیرِنظر مضمون میں اسی مقصد پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

ریاستِ مہاراشٹر میں مہاراشٹر انجینیرنگ انسٹی ٹیوٹ ۱۹۵۹ء میں قائم ہوا۔ یہ ادارہ محکمہ آبپاشی کے تحقیقی تجربات کو عمل میں لاتا ہے۔ اسی ادارہ کے تحت چار تحقیقاتی اور ایک میکانیکی مرکز قائم ہے۔

یہ ادارہ ریاست کے شہری امور سے متعلق محکموں مثلاً آبپاشی، پبلک ورکس، ہاؤسنگ وغیرہ کے تحت انجام دیئے جانے والے کاموں کی تحقیق و تکنیکی جانچ کے فرائض انجام دیتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ سنٹرل بورڈ برائے آبپاشی و بجلی کے لئے بھی خصوصی





سفارش پر اپنی خدمات پیش کرتا ہے۔

تحقیقاتی ڈویژن میں اضافہ

کام کی زیادتی اور بتدریج توسیع کے پیش نظر وقتاً فوقتاً تحقیقاتی ڈویژن بھی بڑھائے جاتے رہے ہیں۔ موجودہ تحقیقاتی ڈویژن کی تعداد گیارہ ہے۔ ایک ڈویژن میکانیکی امور سے متعلق ہے جو انسٹی ٹیوٹ کے تحت ورکشاپ اور دیگر سہولتوں کی دیکھ بھال کرتا ہے۔

تحقیقاتی ڈویژن کے کام

ریسرچ پروگرام دو درجوں میں عمل میں لایا جاتا ہے یعنی بنیادی ریسرچ اور دوسرے معاون ریسرچ ان دونوں درجوں میں مختلف شعبوں ہائیڈروڈائنامک، کوسٹل انجینیرنگ، سوائل میکانک، اسٹرکچرل انوائرنمنٹل ریسرچ، میٹیریل ٹیسٹنگ، ہائی وے ریسرچ، انسٹرومینٹ ڈویژن وغیرہ پر تحقیقاتی کام انجام دیئے جاتے ہیں۔

ہر ڈویژن میں ایک ریسرچ افسر، تین یا چار معاون افسران معاون افسر کی مدد کیلئے جونیر انجینیر، جونیر سائنٹفک اسسٹنٹ اور ریسرچ اسسٹنٹ پر مشتمل ایک عملہ ہوتا ہے۔ اسسٹنٹ ریسرچ افسر کا ایک یونٹ سالانہ تین یا چار تجربات پر تحقیقات مکمل کرتا ہے۔

دیگر اہم امور

مذکورہ ادارہ کے زیر اہتمام دیگر اہم امور میں منتخبہ اراضیات پر موجود بڑے اور درمیانی آبپاشی پروجیکٹوں سے متعلق تجربہ گاہوں کا معائنہ، ان میں آلات کی مرمت، معلوماتی کتابچے مہاراشٹر پبلک ورکس جرنل اور پبلک ورکس ڈپارٹمنٹ ہینڈ بک کی باقاعدہ اشاعت اور نئی دہلی کے انڈین اسٹینڈرڈ انسٹی ٹیوشن کے کاموں میں تعاون وغیرہ شامل ہیں۔

ادارہ تحقیقات و ترقیات

پونے میں ایک آبپاشی تحقیقات و ترقیات ادارہ (اری گیشن ریسرچ اینڈ ڈیولپمنٹ آرگنائزیشن) ڈائرکٹر کی سربراہی میں قائم کیا گیا ہے۔ اس ڈائرکٹوریٹ کے تحت اراضیات کے لئے استعمال ہونے والے پانی کی تکنیکی و کیمیاوی جانچ کی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں اراضیات کے لیے کفایتی مقدار میں پانی استعمال کرنے کے امکانات اور پرکولیشن ٹنیک کے گنجائش پر بھی غور و خوض کیا جاتا ہے۔ سال ۸۲-۱۹۸۱ء کے درمیان ان کاموں کے لئے ۲ کروڑ روپیہ مختص کیا گیا ہے۔

سنٹرل ڈیزائن آرگنائزیشن

بڑے اور درمیانی آبپاشی پروجیکٹوں کے ڈیزائن اور پلان تیار کرنے کی غرض سے ۱۹۵۷ء میں سنٹرل ڈیزائن آرگنائزیشن کا قیام عمل میں آیا۔ ابتدا میں ادارہ بمبئی میں قائم کیا گیا تھا۔ اب یہ ناسک میں واقع مہاراشٹر انجینیرنگ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ

کیمپس منتقل کر دیا گیا ہے۔

دیگر امور

مذکورہ بالا مقصد کے علاوہ یہ ادارہ اور بھی کئی خدمات انجام دیتا ہے۔ مثال کے طور پر باندھ کام، نہروں کی تعمیر، ماہرین کی کمیٹیوں کی بیٹھک کا انتظام، سنٹرل واٹر کمیشن کے کسی معاملہ کی تفتیش کا جواب، چھوٹے اور درمیانی پروجیکٹوں سے متعلق تکنیکی رہنمائی کے فرائض بھی اس ادارہ کے کاموں میں شامل ہیں۔ فی الوقت یہ ادارہ ۷ بڑے اور درمیانی درجہ کے آبپاشی پروجیکٹوں کی ڈیزائن کی تیاریوں میں مصروف ہے۔ اس ادارہ کے لئے سال ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران ۴۸ء۳۷ لاکھ روپیہ مختص کیا گیا ہے۔

تربیت

محکمہ آبپاشی نے اپنے افسران کی صلاحیتوں میں اضافہ کی غرض سے کئی مخصوص کورس میں متعلقہ افسران کی تربیت کا انتظام کیا ہے۔

سنہ ۱۹۶۲ء میں ایسا ہی ایک تربیتی ادارہ انجینیرنگ اسٹاف کالج، ناشک میں قائم کیا گیا ہے۔ اس کالج میں آبپاشی، پبلک ورکس اور انجینیرنگ امور سے متعلق افسران کو خصوصی تربیت دی جاتی ہے۔ یہ کورس سال بھر جاری رہتے ہیں۔ اور درمیان میں نئے نئے کورس کا بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کالج ماہرین کی رہنمائی میں خصوصی موضوع پر ورکشاپ جاری کرنے کا انتظام کرتا ہے۔ ناشک کے مذکورہ کالج سے مارچ ۱۹۸۰ء تک ۵،۵۲۱ انجینیرنگ افسران نے تربیت پائی۔

سال ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران اس کالج کے زیرِ اہتمام ۵۶ مختلف کورس، ورکشاپ، سیمینار وغیرہ منعقد کیے جانے کی توقع ہے۔ ساتھ ہی ساتھ چند نئے کورس کا بھی اضافہ ممکن ہے۔

اس ضمن میں اس کالج کی کارکردگی کی نگرانی کے لئے شری ایم۔ اے چیتالے چیف انجینیر کی زیرِ صدارت ایک کمیٹی مقرر کی گئی ہے۔ نگرانی کے علاوہ کاموں میں توسیع بھی کی جائے گی تاکہ ریاستی حکومت کے تینوں محکمہ جات کے افسران تربیت پاسکیں۔

ادارہ برائے پانی واراضی انتظامیہ

پانی واراضی انتظامیہ سے متعلق محکمہ آبپاشی کے افسران کی خصوصی تربیت کے لئے اورنگ آباد میں عالمی بینک کے تعاون سے پانی واراضی انتظامیہ قائم کیا گیا ہے۔ انجینیرنگ گریجویٹ امیدوار اگر وہ کمانڈ ایریا ڈیولپمنٹ آرگنائزیشن میں بھرتی ہو تو وہ بھی اس ادارہ کے کالج میں مذکورہ امور کی تربیت حاصل کرسکتے ہیں۔ پہلی مرتبہ ۱۰ ماہ پر مشتمل درجہ دوم کے جونیر انجینیر افسران جن میں سات درجہ دوم کے افسران اور درجہ سوم کے ۱۴ انجینیر شامل ہیں انھیں تربیت دی گئی۔ یہ ادارہ طویل اور مختصر مدتی کورس کا بھی انتظام کرنے پر غور کر رہا ہے۔

دیگر تربیتی ادارے

چند مخصوص مضامین مثلاً ذرائع آب کی ترقیات، ہائیڈرولوجی ارتعاش انجینیرنگ وغیرہ میں چونکہ اس کالج میں تربیت کا انتظام نہیں ہے اس لئے رورکی یونیورسٹی کے زیرِ اہتمام ایسے کورس میں تربیت کے لئے خاص طور سے افسران کو بھیجا جاتا ہے۔ اے۔ ایس۔ سی۔ بمبئی، آئی۔ آئی۔ پی۔ نئی دہلی، آئی۔ آئی۔ ٹی۔ کانپور چند ادارے ہیں جہاں امیدواروں کو تربیت کیلئے سفارش پر بھیجا جاتا ہے۔ نیز بیرونِ ممالک واقع ایسے اداروں میں بھی تربیت کیلئے عہدہ داروں کو روانہ کیا جاتا ہے۔

دیگر کورس،

محکمہ میں سپروائزر انجینیر اسٹاف کی قلت کے پیشِ نظر سنہ ۱۹۷۷ء سے ٹکنیکل اسسٹنٹ کی تقرری کے لئے موزوں افراد کی تربیت جاری ہے۔

ریاست بھر میں سنہ ۱۹۷۷ء سے ۱۸ ایسی کلاسیں جاری ہو چکی ہیں۔ آئندہ سال اس میں اضافہ کیا جائے گا۔ میکانک امور سے متعلق تربیت داپوری ورکشاپ پونے میں دیجاتی ہے اس کے علاوہ ریاست میں آبپاشی انتظامیہ اسٹاف کے لئے معائنہ افسران برائے نہر دیمائش کی کلاسیں باقاعدہ چلائی جاتی ہیں۔ اس تربیتی پروگرام کے لئے ریاستی بجٹ میں ۹۰ء۶ لاکھ روپیہ سال ۸۲-۱۹۸۱ء کے لئے مختص کیا گیا ہے۔●



ریاستِ مہاراشٹر میں متوازن صنعتی ترقی
صنعتی ترقیاتی کارپوریشن کی کارگذاری

★ شری للت دوشی
چیف ایگزیکیٹو افسر، ایم آئی ڈی سی بمبئی

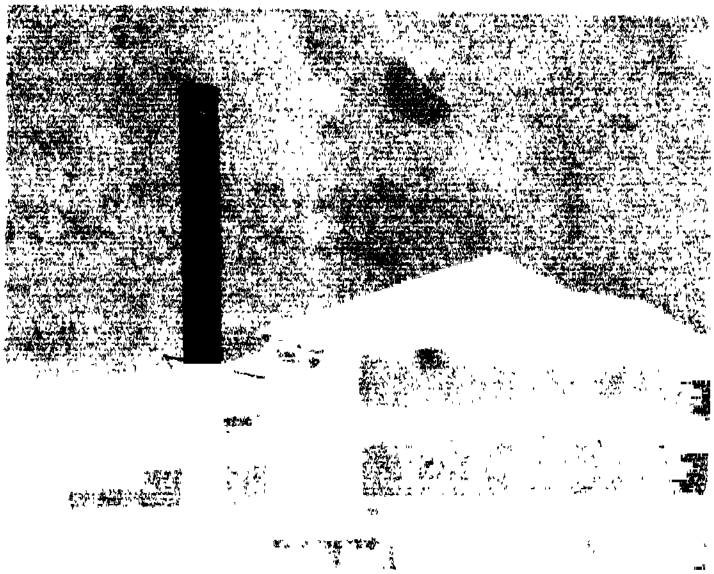
یہ ایک مثبت حقیقت ہے کہ کسی علاقہ کی معاشی ترقی کے لئے کافی صنعتی ترقی لازمی ہے لہذا تمام ترقی پذیر ممالک منصوبہ بندی مرحلہ میں صنعتی ترقی پر خاص توجہ دیتے ہیں۔ صنعتی ترقی کا مرحلہ قدرے پیچیدہ ہوتا ہے۔ اور مقررہ مدت میں اس کی کامیابی یا ناکامی کا انحصار سماجی معاشی جغرافیائی اور دیگر متعلقہ امور پر ہوتا ہے۔

اگرچہ سالہا سال سے صنعتی ترقی میں مہاراشٹر برابر پیش پیش رہا ہے لیکن ریاست میں خصوصاً سال ۵۹ء اور ۶۰ء کے درمیان صنعتی ترقی میں تقسیم مکانی متوازن رہی تھی۔ اسوقت صرف بمبئی بڑا صنعتی مرکز تھا اور پونے میں معتدل پیمانے پر صنعتی ترقی کے آثار نمایاں تھے۔ بہرصورت قدرتی وسائل اور دیگر دستیاب ذرائع کی بنا پر پونے کے خطہ میں صنعتی ترقی کی رفتار تیز تر رہی اور سال ۱۹۶۰ء کے شروع تک پونے کا علاقہ صنعتی بن چکا تھا۔ اور یہ ضروری تھا کہ اس علاقہ میں صنعتی ترقی میں باقاعدگی کی کوشش کی جائے۔

اس طرح بمبئی، پونے صنعتی پٹی مہاراشٹر میں غیر متوازن صنعتی ترقی کی بنیاد تھی۔ اندرونی علاقہ اور دور دراز مقامات نیز ساحلی علاقے معاشی طور سے پسماندہ رہے۔ ریاستی حکومت نے یہ جان لیا کہ مجموعی طور سے ریاست کی متوازن صنعتی ترقی کے لئے خاص کوشش کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں سب سے اول یکم اگست ۱۹۶۲ء کو مہاراشٹر انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن کا قیام عمل میں آیا۔

مہاراشٹر انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن کا خاص مقصد یہ تھا کہ پوری ریاست میں متوازن صنعتی ترقی عمل میں آئے اور اس مقصد کے تحت پسماندہ علاقہ میں صنعتی ترقی پر خاص





توجہ دی جاتی ۔ ریاست کے ہر ضلع میں مختلف جگہ درست پلاٹ سڑکیں، پانی کی فراہمی ، نکاس اور دیگر سہولتیں مہیا کی جائیں۔ تاکہ صنعت کاران مقامات پر بہ سُرعت آسانی سے اپنے صنعتی مرکز قائم کر سکیں ۔

۵۹ صنعتی علاقہ جات کی ترقی

اپنے آغاز سے اب تک مہاراشٹر انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن ریاست کے ہر ایک ضلع میں ایک صنعتی مرکز قائم کر چکی ہے۔ مہاراشٹر کے تمام اضلاع اس کے تحت آ چکے ہیں م۔ آئی۔ ڈی ایکٹ بابت ۱۹۶۱ء کی بدولت جس کے تحت تیزی سے حصول اراضی کی سہولت حاصل ہو گئی ہے۔ مذکورہ کارپوریشن نے فی الحال ۵۹ صنعتی علاقہ جات کو ترقی دی ہے جو ۲۶۰۱۷ ایکڑ اراضی پر مشتمل ہیں ۔ ان تمام مقامات پر بنیادی سہولتیں مہیا کی گئی ہیں۔

فی الحال صنعتی ترقیاتی کارپوریشن مزید اندرونی علاقوں میں نئے مقامات منتخب کرنے میں لگی ہے تاکہ ریاست کے دور دراز اندرونی مقامات پر بھی صنعتی مراکز قائم کرنے کے لئے صنعت کاروں کے لئے نئے مواقع پیدا ہوں۔

ترقیاتی مرکز تصوّر کا مقصد یہ ہے کہ مناسب مقامات پر دستیاب ذرائع سے فائدہ اُٹھا کر وہاں معاشی ترقی کی رفتار تیز کی جائے ۔ مہاراشٹر صنعتی ترقیاتی کارپوریشن نے مہاراشٹر میں ناگپور، اکولہ، اورنگ آباد، ناندیڑ، ناشک، جلگاؤں، روہا، ستارا اور کولہاپور جیسے متعدد مقامات منتخب کئے جہاں صنعتی ترقی کے مواقع اور ذرائع کافی ہیں۔ ان مقامات پر صنعتی مراکز کے قیام میں مذکورہ کارپوریشن کی سرگرمی اور کامیابی کا اندازہ حسب ذیل اعداد و شمار سے ہوتا ہے ۔

مرکز	جاری کارخانے	زیر تعمیر عمارات	سرمایہ کاری روپے لاکھ میں	کاروباری رقم روپے لاکھ میں	ملازمین
ناگپور	۱۸۹	۸۳	۲۸۲۸	۵۵۹۷	۹۰۸۱
اکولہ	۶۶	۱۲	۵۴۴	۱۵۵۲	۱۹۴۳
اورنگ آباد	۳۲۴	۵۷	۵۴۰۲	۷۱۵۹	۱۳۳۵۵
ناندیڑ	۲۱	۲۵	۶۵۶	۱۱۱۴	۱۹۵۷
ناشک	۴۳۲	۵۸	۹۸۴۸	۱۵۳۳۳	۲۲۰۷۴
جلگاؤں	۱۳۲	۵۹	۲۴۷	۱۵۶۰	۲۲۲۸
تاراپور	۱۸۱	۸۰	۶۸۶۱	۸۳۶۱	۵۹۸۹
روہا	۵۰	۱۷	۴۷۶۸	۶۲۸۶	۴۱۶۱
ستارا	۸۴	۳۱	۵۹۱	۱۸۴۲	۱۹۲۹
کولہاپور	۱۴۴	۴۶	۸۸۴۷	۱۳۲۰	۳۱۴۳





بنیادی ڈھانچہ

مہاراشٹر صنعتی ترقیاتی کارپوریشن منتخب مقامات پر بنیادی ڈھانچہ اور لوازمات کی فراہمی کے لئے پیشگی اقدامات کرتی ہے ان مقامات پر قطعۂ اراضی کے انتخاب، حصول اور درستگی، مفصل سروے، نقشہ جات کی تیاری سڑکوں کی تعمیر، پانی کی فراہمی کے لئے پائپ لائن، چھوٹے صنعت کاروں کے لئے تیار شیڈ، اسٹریٹ لائٹ اور فضلہ کے نکاس وغیرہ کی سہولتیں پہلے ہی سے فراہم کرتی ہے۔

نجی طور سے قطعہ اراضی کا حصول ایک دشوار کام ہے۔ صنعت کے قیام کے لئے قطعہ اراضی اولین ضرورت ہے۔ پھر جوڑ راستوں کی تعمیر صاف شفاف پانی کی فراہمی، مہاراشٹر اسٹیٹ الیکٹریسٹی بورڈ کے توسط سے بجلی کی فراہمی، ڈاک، ٹیلیفون، بنک، پولس اسٹیشن اور آگ بجھانے کا بندوبست یہ سب کام ایک اکیلے فرد کے لئے ذاتی طور پر انجام دینا مشکل ہوتا ہے اور وقت بھی کافی لگتا ہے۔ مذکورہ کارپوریشن ان کاموں میں اُن صنعت کاروں کی قابلِ قدر خدمت انجام دیتی ہے اور اُن کی مدد کرتی ہے جو اس کے علاقے میں آتے ہیں۔

چھوٹے صنعت کاروں کے لئے خود عمارت تعمیر کرنے کا کام بھی دشوار ہوتا ہے۔ مذکورہ کارپوریشن ان کی سہولت کے لئے تیار شیڈ پیش کرتی ہے۔ جس سے اپنے کارخانے کے لئے مکان تعمیر کرنے میں اُن کی محنت اور وقت بچ جاتا ہے۔

معیشت پر دوررس اثرات

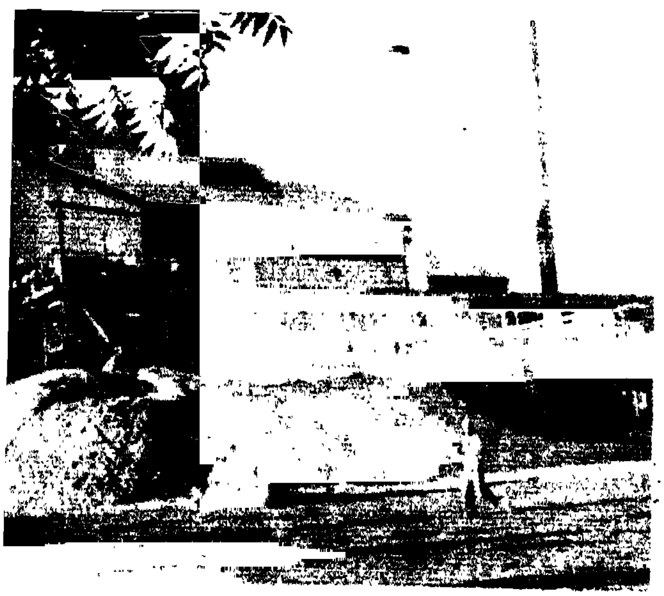
آٹھ دس ہزار آبادی والے خاموش شہر میں اس کے آس پاس مذکورہ کارپوریشن کی سرگرمیاں شروع ہوتے ہی بڑی ہماہمی پیدا ہو جاتی ہے۔ صنعتی مراکز کی تعمیر کا کام شروع ہوتے ہی ماہر اور غیر ماہر مزدوروں کے لئے روزگار کے مواقع بڑھتے ہیں اس طرح پوری معیشت پر دوررس اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

فراہمی آب

اپنے آغاز سے کارپوریشن نے جہاں بھی کام شروع کیا وہاں آبادی اور صنعتوں کی پانی کی ضرورت پوری کرنے کی کوشش کی پانی کی فراہمی کا انتظام نہ ہونے سے شہری مرکز اور صنعت دونوں ہی کو بڑی دقت ہوتی ہے۔ اس حقیقت کو سمجھ کر گذشتہ ۱۹ سال کے عرصہ میں کارپوریشن نے خود اپنی اسکیم کے تحت کل ۱۶۵ ملین گیلن روزانہ فراہمی آب کی صلاحیت پیدا کی جس میں ۸۳،۶۶ کروڑ روپے سے زیادہ کی رقم صرف ہوئی۔

بعض شہری مقامات مثلاً بمبئی میٹرو پولیٹن خط میں واقع ڈومبیولی، امبرناتھ، بدلاپور، پونے میٹرو پولیٹن خط میں واقع پمپری۔ چنچوڈ نیز دیگر ترقیاتی مرکز مثلاً اورنگ آباد، ستارا، ناسک، تاراپور، روہا اور رتناگیری وغیرہ میں اضافہ آبادی کا مسئلہ درپیش ہے۔ یہاں صاف پانی کی فراہمی مستقل رہی اور اس کے باعث ان مراکز کی ترقی میں پائیداری آئی۔

(بقیہ صفحہ ۲۳ پر)





مہاراشٹر میں شکر صنعت

مہاراشٹر میں شکر صنعت کو بھارت میں بھرپور شکر گھر کی حیثیت حاصل ہے اور یہ دیش بھر میں سب سے منظم صنعت تسلیم کی جاتی ہے۔ ریاست کے مستقبل کے پروگرام میں سنہ ۸۶-۱۹۸۵ء تک جاری ہونے والے نئے امداد باہمی شکر کارخانوں کا نشانہ خاص طور سے قابلِ ذکر ہے۔ امداد باہمی کارخانوں کے قیام کے لئے ۲۶ نئی تجاویز مرکز کو پیش کردی گئی ہیں - جبکہ مزید ۱۵ تجاویز ریاستی حکومت کے زیر غور ہیں



ایک کسان گاڑی بھر گنے شکر مل میں لے جاتا ہوا۔

ریاستِ مہاراشٹر میں فی الحال ۵ء۷ لاکھ ایکڑ علاقہ گنے کی کاشت کے تحت آتا ہے اور ۸۷ شکر کے کارخانے جاری ہیں جہاں روزانہ ۰۴ء۱ لاکھ ملین ٹن گنا پیلا جاتا ہے۔ ان میں سے جائینٹ اسٹاک سیکٹر اور ۷۶ کوآپریٹیو سیکٹر کے ہیں۔ علاوہ ازیں آٹھ نئے امداد باہمی شکر کارخانوں میں سنہ ۸۱-۱۹۸۰ء فصل کے دوران شکر تیار ہونے لگی۔

سنہ ۸۱-۱۹۸۰ء میں شکر کی پیداوار ۰۷ء۲ ملین ٹن ہوئی - جو سنہ ۸۱-۱۹۸۰ء میں ملک کی ۰۱ء۵ ملین ٹن پیداوار کا ۴۰ فیصد ہے۔ گذشتہ چند سالوں سے اس ریاست کو دیگر ریاستوں کی بہ نسبت شکر کی پیداوار میں فوقیت حاصل رہی ہے۔ اور اُمید ہے کہ یہ مقدار گذشتہ سالوں سے بھی بڑھ جائے گی۔

ریاست کی آب و ہوا گنے کی پیداوار کے لئے مناسب ہے۔ پھر بھی دستیاب زمین زیادہ زرخیز نہیں ہے اور فراہمی آب کی بھی دشواریاں ہیں اور موجودہ گنا پیداوار علاقہ کئی سالوں سے مستقل طور سے خشک سالی کا شکار رہے۔

نجی کارخانوں کا کردار

نجی شکر کارخانے خود اپنے گنا فارم قائم کرتے ہیں اور یہ مہاراشٹر میں خشک سالی سے متاثرہ علاقوں میں گنے کی پیداوار کو بڑھانے میں معاون ہوئے ہیں۔

ضروری ریسرچ کے بعد جدید طریقوں کے ذریعہ گنے کی پیداوار میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ گنے کی بہتر اقسام کے ذریعہ گنے کی پیداوار بڑھائی جاتی ہے۔ ان شکر کارخانوں میں جدید طریقۂ کاشت سے ان علاقوں کے بیشتر کسانوں کو نئی ٹیکنیک کی جانکاری حاصل ہوئی ہے۔ ریاست میں نجی شکر کارخانوں کا قیام اور سنہ ۱۹۵۰ء تک ان کی ترقی شکر صنعت کے فروغ کا پہلا اہم دور ہے۔

کوآپریٹو سیکٹر کی ابتدا

گذشتہ تیس سالوں میں شکر کی صنعت میں کوآپریٹو سیکٹر کو فروغ ہوا ہے۔ شکر کی پہلی کوآپریٹو مل سال سنہ ۱۹۵۰ء کی ابتدا میں احمد نگر ضلع کے پراورا نگر میں قائم ہوئی۔ اس ابتدائی کوشش کی کامیابی سے سرکاری حلقوں اور امداد باہمی تحریک کے حامیوں نے یہ محسوس کیا کہ زرعی پیداوار پر مبنی صنعتوں کے فروغ میں یہ تحریک ایک اہم رول ادا کر سکتی ہے۔ لہٰذا اس کے بعد سے اب تک مرکزی حکومت اور ریاستی حکومت کے تعاون سے امداد باہمی میدان میں شکر کی صنعت نے نمایاں ترقی کی ہے۔

امداد باہمی شکر فیکٹریوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافے اور آبپاشی کی مزید سہولتوں کی فراہمی کے ذریعہ اب پہلے کے مقابلہ میں زیادہ زمین پر گنے کی کاشت کی جا رہی ہے۔ ۱۹۵۰-۵۱ء میں اس وقت کی ریاست بمبئی جس میں گجرات اور میسور کے بھی کچھ حصے شامل تھے۔ ۱ء۸۸ لاکھ ہیکٹر اراضی پر گنے کی کاشت ہوتی تھی۔ اب دو دہائیوں میں ۷ء۵۰ لاکھ ایکڑ اراضی پر گنے کی کاشت کی جانے لگی۔ یعنی ۳۰۰ فیصد اضافہ ہوا ہے۔ اس کے باوجود اگر ریاست میں گنے کی کاشت کی اراضی اور کل زیر کاشت اراضی کا تناسب

شکر کا ایک کارخانہ



بائی پروڈکٹ صنعت کے قیام پر صرف کئے جائیں گے۔

مہاراشٹر میں شکر کی صنعت کو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ اور یہ ملک میں انتہائی منظم اور مؤثر ڈھنگ سے چلائی جانے والی صنعت ہے۔ اس صنعت میں جدید مشنری استعمال کی جاتی ہے۔ اور یہاں تیار کی جانے والی شکر اعلیٰ قسم کی ہوتی ہے۔ ملک سے برآمد کی جانے والی شکر میں مہاراشٹر کا حصہ قابلِ قدر ہے۔ ریاست مہاراشٹر کے کوآپریٹیو سیکٹر میں تیار کی جانے والی شکر کی مقدار قومی سطح پر کوآپریٹیو سیکٹر میں تیار کی جانے والی شکر کا ۷۰ فیصد ہے۔ چھوٹے انفرادی کاشتکار ان کارخانوں کے مالک ہیں۔

جون ۱۹۷۶ء تک حاصل کئے گئے اعداد وشمار کے مطابق ریاست میں چھوٹے انفرادی کسانوں کی تعداد ۸۸۸،۳۳،۲۲ جن میں سے ۸۴۵،۱۱ کسان (یعنی ۶۰،۴۸ فیصد) فی کس ایک ہیکٹر اراضی پر گنے کی کاشت کرتے ہیں۔ اس طرح ۴۸،۷ فیصد کسان ۲۔ ایکڑ اراضی پر ۸۸،۱۱ فیصد کسان ۳ ایکڑ اراضی پر گنے کی کاشت کرتے ہیں جبکہ باقی ماندہ کسان ۴ ایکڑ سے زائد اراضی پر گنے کی کاشت کرتے ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ شکر کی کوآپریٹیو فیکٹریوں کے زیادہ تر ممبران یہ چھوٹے کسان ہیں اور امدادِ باہمی طرز پر شکر کارخانوں کو چلاتے ہیں۔ کوآپریٹیو شکر فیکٹریوں کے ایک تہائی ملازمین سماج کے پست ماندہ طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

امدادِ باہمی تحریک کے ذریعہ سماجی بہتری

شکر کوآپریٹیو فیکٹریوں کے قیام سے مالی طور سے کمزور کسانوں کی معاشی حالت میں بہتری اور تعلیمی سہولت عام ہونے سے ان کے اطراف کے ماحول میں زبردست تبدیلی واقع ہوئی۔ مزدوروں سے متعلق انتظامیہ کا رویہ نرم اور ہمدردانہ ہے اور انھیں انتظامیہ میں نمائندگی بھی دی گئی ہے۔





شکر بوریوں میں بھری جارہی ہے۔

دیکھا جائے تو یہ صرف ۵،۱ فیصد ہے۔ ان اعداد وشمار میں گذشتہ ۲۵ سال میں ہوئی۔ اس صنعت کی خاطر خواہ ترقی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ نیز اس کے روشن مستقبل کے امکانات بھی ظاہر ہوتے ہیں۔

مستقبل کا پروگرام

ریاست نے خود اپنے طور ۸۷-۱۹۸۵ء تک یعنی چھٹے پانچ سالہ منصوبہ کے اختتام تک سو کوآپریٹیو شکر کارخانے جاری کرنے کا نشانہ مقرر کیا ہے۔ اس سلسلے میں ریاستی حکومت نے حکومتِ ہند کو امداد باہمی شکر کارخانے قائم کرنے کے لئے ۲۶ تجاویز پیش کی ہیں۔ جانچ کمیٹی نے ان میں سے ابھی تک آٹھ تجاویز منظور کرلی ہیں۔ علاوہ ازیں مزید ۱۵ تجاویز ریاستی حکومت کے زیرِ غور ہیں۔

ان کاموں پر کل مصارف کی رقم ۸۰۰۰ ملین روپے ہے۔ جس میں سے ۳۷۵۰ ملین روپئے نئی فیکٹریوں کے قیام ۱۲۵۰ ملین روپئے موجودہ فیکٹریوں کی توسیع اور ۳۰۰۰ ملین روپے



گھریلو حادثات اور اُن کی روک تھام



* محمد رضی الدین معظم
۸۶۶-۳-۲۰، رحیم منزل۔ شاہ گنج، حیدرآباد (اے پی)
۵۰۰۰۰۲

ہر سال ہمارے مُلک میں اور ساری دنیا میں لاکھوں کی تعداد میں حادثات ہوتے ہیں بعض حادثات سے لوگ مرجاتے ہیں اور بعض حادثات کے سَبب لوگ معذور ہوجاتے ہیں، یہ معذوری عارضی یا مُستقل ہوسکتی ہے. ہر حادثے سے متاثر ہونے والے شخص کو مصیبت کا شکار ہونا پڑتا ہے اور اس کا خاندان آفتوں میں مُبتلا ہوجاتا ہے۔ خاص طور پر ایسے حادثات جن کے سبب موت واقع ہو یا مُستقل طور پر آدمی معذور ہوجائے تو خاندانی زندگی پر اس کا بُہت ہی دردناک اثر پڑتا ہے ایسے حادثات کا شکار ہونیوالے افراد کے بیوی اور بچے اچانک آمدنی اور دیکھ بھال کے ذرائع سے محروم ہونے کے سَبَب مفلس اور مُحتاج ہوجاتے ہیں. اس طرح سے خاندان مُنتشر ہوجاتے ہیں اور ہر سمت رنج و غم کی لہر دوڑ جاتی ہے. اس کے علاوہ اکثر حادثات سے وقت اور سرمایہ بھی ضائع ہوجاتا ہے۔

دُنیا میں حادثات کے باعث انسانی اور معاشی نقصان بڑے پیمانے پر ہورہے ہیں چنانچہ حادثات کی روک تھام کے مسئلہ پر سنجیدہ اور فوری توجہ کی ضرورت ہے۔ اسی لئے مجلسِ اقوام متحدہ نے ۱۹۸۱ء کو معذوروں کے بین الاقوامی سال کی حیثیت سے منانے کا فیصلہ کیا، تاکہ ساری دُنیا میں تقریباً ۲۵ کروڑ صرف ایسے معذور جو محض حادثات کا شکار ہوکر جسمانی طور پر معذور ہوگئے ہیں اُن کی بازآباد کاری کے انتظامات کئے جائیں اور ان کی دیکھ بھال اور نگہداشت کے خصوصی پُروگرام شروع ہوں انھیں ہر شعبۂ حیات میں مکمّل طور پر حصہ لینے اور زندگی کی مسرتوں میں مساویانہ مواقع حاصِل ہوں.

حادثات دراصل راست یا بالراست انسانی ناکامی کا نتیجہ ہوتے ہیں. ...ں کوئی مشین تو نہیں ہے، بعض وقت وہ کچھ غلطی کر بیٹھتا ہے چنانچہ ...ار، انجنیر، مشین ساز، کیمسٹ، الیکٹریشین، خانہ دار خاتون وغیرہ مختلف انتظام اور نگرانی سے تعلق رکھتے ہیں، غلطی کرسکتے ہیں ــ

اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ گھریلو حادثات عام طور پر دھماکہ آمیز، بھڑک کر آگ لگنے والے، مہین دبار یک کپڑے، چھوٹی چھوٹی اشیاء مثلاً لڑھکنے، گرنے والے آلات، اشیاء وغیرہ کے کھلے رکھ دینے یا اپنی جگہ پر نہ رکھنے یا غلط استعمال، عدم معلومات یا عجلت میں انجام دینے

سے واقع ہوا کرتے ہیں ۔ حادثات کس طرح اور کیوں واقع ہوتے ہیں ۔ یہ معلومات ہر واقعہ کا احتیاط سے مطالعہ کرنے کے بعد حاصل ہو سکتی ہیں ۔ ان تحقیقات سے کئی ایسے معاون اور حالات کا سلسلہ منظر عام پر آتا ہے جن کے اشتراک یا وجود کے سبب حادثات کے امکانات پیدا ہوتے ہیں ۔ ان میں سے ہر معاون اور واقعات حادثہ کا سبب ہوتا ہے ، اور ان میں سے کسی بھی کمی کی صورت میں حادثہ واقع نہ ہوتا تھا ۔ ایک مثال سے یہ بات صاف ہوگی ، فرض کیجئے ایک صاحبہ اپنے گھر کے باورچی خانہ میں اوپر سے کوئی سامان نکالنے کے لئے ایک اسٹول پر چڑھیں جو وہیں رکھا ہوا تھا تو وہ اس لئے گر پڑیں کہ اس میں ایک پایہ غائب تھا ۔ حادثہ کی تحقیق سے پتہ چلا کہ ایک تو نقص والے اسٹول کی باورچی خانے میں موجودگی ، دوسرا نقص والے اسٹول کا استعمال اور تیسرا محترمہ کی کم توجہی ۔ ان تمام حالات میں حادثے کی روک تھام اسی صورت میں ممکن تھی کہ نقص والا اسٹول باورچی خانے میں موجود نہ ہو یا بروقت مرمت کروالی جاتی ۔ حادثات رونما ہونے کے کئی نفسیاتی پہلو بیان کئے جاتے ہیں ۔ جیسے کسی گھر میں آپسی تعلقات خوشگوار نہ ہوں تو لازمی حادثات کی کثرت رہتی ہے ۔ ایک اور سبب گھر میں کسی اہم چیز کی بر وقت غیر موجودگی مکین کو غصہ میں لاتی ہے اور وہ حادثہ کا شکار ہو جاتا ہے ۔ نیز ایسے وقت انھیں یہ احساس کرنا بھی مشکل ہوتا ہے کہ کسی عضو پر چوٹ لگنے وغیرہ سے کتنی آفتوں میں مبتلا ہونا پڑتا ہے ۔

کئی ماہرین کا یہ خیال بھی ہے کہ تھکاوٹ سے حادثات میں اضافہ ہوتا ہے ، تھکاوٹ سے توجہ کم ہو جاتی ہے ، کام میں سستی پیدا ہوتی ہے اور احتیاطی تدابیر سے لاپرواہی ہوتی ہے ۔ بعض حادثات جسمانی نقص کے سبب واقع ہوتے ہیں ، جیسے بینائی کم تھی یا کچھ حد تک بہرے تھے یا بعض لوگ مرگی جیسی بیماریوں میں مبتلا تھے یا خوب نشہ میں تھے ۔ ایسے لوگوں سے نہ صرف ان کو بلکہ دوسروں کو بھی غیر معمولی خطرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔

آیئے اب میں صرف کچھ گھریلو حادثات کا ذکر کرتے ہوئے رخصت ہوں گا ۔ حادثہ کا سب سے بڑا سبب لاعلمی اور لاپرواہی ہوتی ہے ۔ اگر ہماری بہنیں روزمرہ کے کاروبار میں ذرا دھیان سے کام لیں اور جن اشیاء کا وہ استعمال کرتی ہیں ، ان کے بارے میں معلومات رکھیں تب استعمال کریں تو حادثات کی تعداد کم ہو جائے گی ۔

تحقیق نے ثابت کیا ہے کہ عورتیں ، بوڑھے اور بچے حادثات کا زیادہ شکار رہتے ہیں ۔ عورتوں کا گھریلو حادثات میں شکار ہونا سمجھ میں آتا ہے کیونکہ وہ زیادہ وقت گھر ہی میں رہتی ہیں اور گھر کے کام کاج میں مصروف رہتی ہیں ، گھر کی زیادہ تر چیزوں کا استعمال وہی کرتی ہیں ۔ باورچی خانے کا کام بجلی کے سامان سے ہو یا چولہے یا کوئلے سے ، باورچی خانہ تو حادثات کا گھر ہوتا ہے ۔ کیونکہ ان میں برقی اشیاء کے استعمال کی کم معلومات رہتی ہیں جبکہ بچے گھریلو حادثات کا شکار اس لئے ہوتے ہیں کہ انھیں ہر چیز کو چھونے اور دیکھنے کی خواہش ہوتی ہے جبکہ وہ کئی مہلک چیزوں سے بے خبر رہتے ہیں ۔ اور بوڑھے افراد جسمانی اور ذہنی کمزوری ، چھونے ، سننے اور دیکھنے کی قوت کے کمزور ہونے کے باعث حادثات کا زیادہ شکار ہوتے ہیں ۔

گھر میں ہونے والے حادثات کیا ہیں ؟ عام حادثات کا سب سے بڑا سبب انگیٹھی یا گیس کے چولہے اور اسٹو ہوتے ہیں ، جنھیں بداحتیاطی سے اکثر زمین پر ہی رکھا جاتا ہے ۔ ان سے نہ صرف گھر کی عورتیں ، بلکہ بچوں کے لئے بھی خطرہ ہے ۔ بیچاری کتنی ہی عورتیں ڈھیلے کپڑوں ، نائیلان یا باریک کپڑے جو اکثر جھولتے رہتے ہوں یا ڈھیلے پلو کے باعث آگ کا شکار ہو جاتی ہیں اور ان کے خوبصورت جسم پر بدنما داغ لگ جاتے ہیں یا پھر اپنی جان گنوا بیٹھتی ہیں ۔

ہمیشہ یاد رکھئے کہ ایسے چولہوں کو زمین پر ہرگز نہ رکھیں تاکہ بدن سے نہ چھو سکے اور نہ بچوں تک پہنچ سکے ۔ ان باتوں کا خاص طور پر خیال رکھیں (۱) کام کو پورا کرنے کے لئے جلدی جلدی کرنے کے بجائے تھوڑی دیر پہلے ہی شروع کر دیں اور اطمینان سے ختم کریں (۲) جلدی میں بھی احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں (۳) باورچی خانے میں ایسے نقص دور کیجئے جن سے حادثات کا امکان ہے ، جیسے نچلے یا بہت اونچے لگے ہوئے شیلف ، جھولتے دروازے ، ہلتے ہوئے تختے اور پٹیلے وغیرہ (۴) نوکدار ، دھاردار چیزوں کو بعد استعمال محفوظ جگہ پر اسی وقت رکھنے کی عادت ڈالیں (۵) باورچی خانے کے سامان کو ترتیب سے رکھیں ۔ کسی روز اپنی فرصت میں ممکنہ ہر ڈبے پر لیبل لگانے کی زحمت سے مہینوں کی راحت پائیں ، تاکہ کسی چیز کو ڈھونڈنے کیلئے پانچ چھ ڈبوں کو کھولنے کی الجھن سے بچیں اور اس دوران حادثے سے محفوظ ہو جائیں (۶) باورچی خانے میں آگ جلنے والی جگہ کے آس پاس پردے یا کپڑے وغیرہ نہ ڈالیں (۷) فرش کو چکنائی اور پھسلواں چیزوں سے صاف رکھیں تاکہ پاؤں پھسلنے کا امکان نہ رہے (۸) اگر شیلف اونچے ہوں تو سامنے اتارنے کے لئے یا رکھنے کے لئے

کوئی چیز جھاڑو، ڈنڈا، ڈوئی وغیرہ سے نہ گرائیں (۹) کام کے دَوران بُرے خیالات کو غصّہ، کڑھن سے دُور رکھئے اور گھر کے روزمرّہ کام کاج کو اس طرح بَدل بَدل کر کیجئے کہ دماغی اور جسمانی کام کا توازن قائم رہے اور آپ نہ جسمانی طور پر تھکیں نہ ذہنی طور پر۔

گھریلو حادثات میں اکثر لوگ گر پڑنے کا شکار ہو جاتے ہیں۔ گرنا یا پھسلنا۔ چکنے فرش پر پھسل کر گرنا، غسل خانے میں گرنا، سیڑھیوں پر سے گر جانا، چھت سے گرنا، سامان وغیرہ سے ٹھوکر لگ کر گر جانا' لہٰذا گر پڑنے کے زیادہ حادثات گھروں میں ہی ہوتے ہیں۔ اس کی اہم ترین وجوہات میں بوسیدہ دیواریں یا چھت، بغیر سلاخوں کی کھڑکیاں، زیادہ فاصلے سے سیڑھیاں، گلی اور سیڑھیوں میں کم روشنی چمڑے کے تلے والے جوتے، سینڈل، سلیپر وغیرہ۔ گرنے کے بعد کام کاج کے اوزاروں کے ذریعہ چوٹ لگنا، ٹوٹے ہوئے گلاس، پیالیاں طشتریاں، چاقو، چھری، تیز دھار والی اشیاء بلیڈ، ٹن کٹر، ہتھوڑی وغیرہ کا غلط استعمال یا جا بجا پڑا رہنا۔ ان سے حادثات بعض اوقات بہت ہی المناک ثابت ہوتے ہیں۔

حادثات کا ایک اور اہم سبب آگ لگنا بھی ہے کپڑوں میں آگ لگنے کے باعث یا اُبلتے ہوئے پانی، چائے، دودھ، صابن، کھولتے ہوئے پانی یا ناسمجھ بچوں سے باورچی خانے میں پکوان کا کام لینا۔ یہ سب کے سب آگ ہی سے حادثے کا سبب ہیں۔ اکثر عورتیں نائیلان یا ٹریلین یا ٹیسٹر کے کپڑے پہن کر باورچی خانے میں کام کرتی ہیں' وہ اسٹو یا چولھے کی آگ کو دعوت دیتی ہیں۔ گھر کو آگ لگنے کا خطرہ جہاں بجلی کے شارٹ سرکٹ سے ہے وہیں بچوں کے ذریعہ دیا سلائی جلانے، لاپرواہی سے سگریٹ پھینکنے، بجلی کی چیزوں کا کثرت استعمال یا پرانے بغیر پلاسٹک لگے تاروں سے کام چلانا خطرناک ہوتا ہے۔

حادثات کا مزید سبب زہریلی خوراک اور دوائیں ہیں۔ گندے برتن میں کھانا، سالن رکھنا، باسی کھانا، بغیر ڈھکن کے رکھا ہوا کھانا، چیزوں کا کئی عرصے سے بند رکھ کر استعمال کرنا، لاپرواہی کے باعث برتنوں کو صاف نہ دھونا، پکاتے وقت کچھ کا کچھ ڈال دینا، تیل، گھی دودھ وغیرہ میں چوہے، جھینگر، چھپکلیاں گر جانا اور پتہ نہ چلنا — غرض یہ سب کے سب حادثہ کا شکار بنتے ہیں۔ اسی طرح دواؤں کا استعمال بھی ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق ہو۔ ورنہ من میں جو آئے کھا لینا، پی لینا، موت کو دعوت دینا ہے۔

تاریخ گذری ہوئی دواؤں کا استعمال، نشہ آور دوائیں یا ایکسپائرٹ

مٹی کا تیل، فلیٹ وغیرہ کو بچوں کی پہنچ تک رکھ چھوڑنا سب کے سب خطرناک حادثات کا سبب ہوتے ہیں۔

دومنزلہ مکانات کے زینوں میں اوپر نیچے باقاعدہ دروازے ہوں جنھیں بند رکھیں تاکہ چھوٹے بچے اندر داخل نہ ہوں، اُونچے چبوتروں اور بالائی کمروں سے باہر نکلے ہوئے چھجوں، گیلری یا بالکنی کے بیرونی کناروں پر اونچے کٹھرے بروک کے لئے ہونے چاہئیں تاکہ وہاں سے پھسل کر گرنے کا امکان نہ رہے۔

نیچے لٹکتا ہوا میز پوش چھوٹے بچوں کے لئے مہلک ثابت ہوتا ہے بچہ اُسے پکڑ کر اُٹھنا چاہتا ہے اور اوپر رکھا ہوا گرم دودھ، چائے اس کے سَر پر آ گرتی ہے۔ کپڑوں پر استری کرنے کے بعد گرم استری کو ٹھنڈا ہونے کے لئے محفوظ مقام پر رکھدیں ورنہ گھر کا کھیلتا ہوا بچہ اُسے ضرور چھولے گا۔

دواؤں کی خالی بوتلوں میں گھریلو استعمال کی اشیاء تیل' دودھ وغیرہ رکھنے میں احتیاط کریں۔ اور سب کے سب شیشے ایک ہی وضع کے نہ ہوں۔ روزمرہ کی مستعمل اشیاء بالٹیاں، یا شیمپو برش وغیرہ کو جا بجا نہ چھوڑیں تاکہ کوئی بے خبری میں نہ ٹکرا جائے۔ مختلف چیزوں کو جا بجا بکھرا ہوا چھوڑنے کی عادت بہت بُری ہے۔

شطرنجیوں، قالینوں، چادروں، بوریوں وغیرہ کے سوراخوں کی مرمّت میں تاخیر نہ کریں۔ ایسے سوراخوں میں پاؤں، ہاتھ، سر پھنس جانے سے خطرناک حادثات ہوسکتے ہیں فرش کے ٹوٹے ہوئے پتھروں' ٹائلس کی بھی فوری مرمّت ضروری ہے۔ بچے کے دودھ پینے کی شیشی اور نپل اچھی طرح لگا ہو' ورنہ کئی حادثات نپل کے منہ میں چلے جانے اور بچے کا دم گھٹنے کا سبب بنے ہیں' یا نپل میں سوراخ بڑا ہو جانے سے بھی بچّہ حادثہ کا شکار ہوتا ہے۔

یاد رہے کہ ذرا سی احتیاط حادثات میں کمی کا باعث بنتی ہے۔ ہماری عزیز بہنیں جو بہترین خانہ دار ہیں ضرور صفائی کا خاص خیال رکھتی ہیں بلکہ ہر چیز کو اپنی جگہ اور سلیقے سے رکھنا ان کا ملکہ ہوتا ہے یوں کہئے کہ اچھی عادات خطرات سے محفوظ رکھتی ہیں۔



تبصرہ



* تبصرہ نگار: ڈاکٹر امام مرتضیٰ نقوی
گذری - امروہہ (یوپی)

نام کتاب	بادۂ صافی (شعری مجموعہ)
شاعر	صوفی بانکوٹی مرحوم
ناشر	ماڈرن پبلشنگ ہاؤس - نئی دہلی
	مارچ ۸۱ء
قیمت	پندرہ روپے

دنیا کا دستور ہے کہ بیٹا اپنے باپ سے پہچانا جاتا ہے۔ مگر کبھی کبھی صورتِ حال اس کے برعکس بھی ہوتی ہے۔ بدیع الزماں خاور اردو کے نوجوان شاعر ہیں اور اردو داں حلقہ ان کے نام سے شناسا بھی ہے مگر ان کے والد صوفی بانکوٹی کا نام کم از کم شمالی ہندستان میں بہت کم لوگوں نے سُنا ہوگا۔ ان کے سعادت مند بیٹے کا یہ قدم بڑا مستحسن ہے کہ انھوں نے اپنے والد مرحوم کا مجموعۂ کلام بادۂ صوفی مرتب کر کے اردو دنیا سے اپنے باپ کو متعارف کرایا۔ خاور مبارکباد کے یقیناً مستحق ہیں۔

صوفی کا تعلق خطۂ کوکن (دکن) کے ایک معزز پرہیزگار گھرانے سے ہے۔ اُن کے والد فارسی کے جیّد عالم تھے اور دادا بھی ریاست جنجیرہ میں منصف اعلیٰ کے عہدے پر فائز تھے اس لئے علمی ماحول ان کی طبیعت میں رچ بس گیا تھا۔ شعر سے بچپن سے ہی دلچسپی تھی اس لئے ۱۹۴۵ء سے باقاعدہ شعر گوئی شروع کر دی اور ابراحسنی گنوری کے آگے زانوئے تلمذ تہ کیا۔

خاندانی روایت کے زیرِ اثر دین اور تصوّف کی طرف رجحان رہا اور اسی کے نتیجہ میں صوفی تخلص اختیار کیا۔ غزل کے مزاج میں ہمہ گیری ہے یعنی ہر قسم کے مضامین اور خیالات اس کے ذریعہ بیان کر دیئے جاتے ہیں۔

صوفی بھی غزل کے شاعر ہیں۔ انھوں نے بھی اس صنف میں اپنی طبیعت کے جوہر دکھائے ہیں۔ ان کے یہاں معاملاتِ عشق بھی ہیں اور وارداتِ قلب بھی، عصری اور سیاسی شعور بھی ملتا ہے اور مشاہدۂ حق کی گفتگو بھی، حسن وعشق کے سلسلے میں انھوں نے ایک جگہ اپنا دوٹوک فیصلہ کر دیا ہے ؎

یہ بزمِ حُسن ہے انداز ہیں جُدا اس کے
یہاں تو دل ہی نذر لائے جاتے ہیں

شاعر کے اوپر کبھی ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ وہ اپنے تجربے کو ایک حقیقت بنا کر پیش کر دیتا ہے۔ صوفی نے کتنی تلخ حقیقت کا اظہار کیا ہے۔

اپنے مطلب کے ہوا کرتے ہیں احباب وعزیز
وقت پڑنے پہ کسی کا نہیں ہوتا کوئی

صوفی اہلِ دل بھی تھے اور اہلِ نظر بھی۔ متاعِ دل بڑی دولت ہے اور وہ بھی صوفی کا دل جس کی صفائی بادۂ صاف سے ہوتی ہے۔ انھیں تصوّف سے لگاؤ تھا اس لئے ان کے کلام کا غالب حصّہ ان ہی مضامین سے بھرا ہوا ہے ؎

صوفی یہ عیش چند روزہ دیکھ فریب ہے فریب
اس میں کبھی خوشی نہ جان اس میں کبھی خوشی نہ دیکھ

مخصوص جبیں کے لئے مخصوص ہے اک در
ہر در پہ جھکے جا کے یہ توہینِ جبیں ہے
اس کی مرضی ہے جسے چاہے بنا لے اپنا
مذہبِ عشق میں کافر نہ مسلماں کوئی

تصوّف کی اساس انسان دوستی اور رواداری پر ہے۔ صوفی بھی جگہ جگہ یہی پیغام دیتے ہیں۔ ؎

شعلے بھڑک رہے ہیں دلوں میں نفاق کے
دوزخ بنی ہوئی ہے زمینِ وطن ابھی
آدابِ محبت کے زمانے کو سکھا دو
بچھڑے ہوئے انسانوں کو آپس میں ملا دو
ہر قوم کے افراد کریں جس میں عبادت
ممکن ہو تو اک ایسا حرم کوئی بنا دو

صوفی کے کلام میں اولوالعزمی، بلند ہمتی اور عالی حوصلگی کے مضامین بکثرت ملتے ہیں۔ شکست کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ ؎

ہے سفینے کو مرے گھیرے ہوئے طوفاں مگر
مجھ کو یہ اُمید ہے ساحل پہ جا سکتا ہوں میں
سختیوں میں جوہرِ ہمت دکھانا چاہیئے
زخم کھانا چاہیئے اور مسکرانا چاہیئے۔

مسکراؤں کیوں نہ پھر تکلیف کے ماحول میں
جبکہ صوفی رنج و غم میں مسکرا سکتا ہوں میں
کام ہمت سے ذرا دیکھو تو لے کر صوفی
عین ممکن ہے شبِ غم کی سحر ہو جائے۔

ایک خاص بات جو ان کی اس مجموعے میں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ اُن کے غزلوں کے مقطعے بڑے پُر تاثیر ہوتے ہیں۔ اکثر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حاصلِ غزل یہ مقطع ہی ہے۔ مثلاً

سوچتا ہوں میں بہت دن سے یہی اے صوفی
زندگی ہی کا مرتب کوئی دیوان کرلوں

محسوس ہو رہا ہے تیری غزل سے صوفی
لکھا ہے اشکِ خون سے افسانہ زندگی کا
کئے بیٹھے ہیں اک مدت سے ترکِ سخن صوفی
مگر اپنی طبیعت کی غزل خوانی نہیں جاتی

جہاں تک مجموعہ کی طباعت اور کتابت کا سوال ہے وہ تسلی بخش ہے۔ گٹ اپ دیدہ زیب ہے۔



صفحہ ۱۵ سے آگے

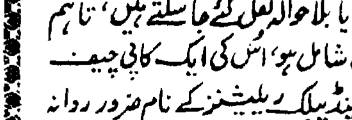
مذکورہ صنعتی کارپوریشن پوسٹ آفس، ٹیلیفون ایکسچینج ٹیلیکس بلڈنگ، ڈسپنسری اور ہسپتال، کینٹین، دکانات، پولس اسٹیشن، فائر اسٹیشن، بنک بلڈنگ اور ریسٹ ہاؤس وغیرہ جیسی سہولیات بھی مہیا کرتی ہے۔ تاکہ صنعتوں کو صنعتی علاقے کے اندر اپنا کام جاری رکھنے میں آسانی ہو نیز اس سے آس پاس کی آبادی کو بھی بلاواسطہ سہولت ہوتی ہے جو اپنے طور پر ان سہولتوں کا بندوبست نہیں کرسکتی کارپوریشن نے ان سہولتوں پر ۱۶ء۲ کروڑ روپے کی رقم صرف کی ہے۔

قطعات اراضی کی تقسیم اور قیمت

ترقیاتی مراکز کو فروغ دینے کی غرض سے کارپوریشن نے مختلف صنعتی علاقہ جات میں پلاٹ کی تقسیم کے لئے تدریجی شرح قیمت مقرر کی ہے۔ بمبئی اور پونے کے صنعتی علاقوں میں قطعہ زمین کے لئے پریمیم ریٹ ۵۰ تا ۲۵۰ روپئے فی مربع میٹر کے درمیان ہے۔ جبکہ ریاست کے پسماندہ علاقوں میں اراضی شرح بہت ہی کم یعنی ۵۰ء۲ روپئے فی مربع میٹر ہے۔ اسی طرح کارپوریشن پسماندہ علاقوں نیز ترقیاتی مراکز پر رعایتی شرح پر پانی کی فراہمی کا انتظام کرتی ہے۔ پسماندہ علاقوں اور ترقیاتی مراکز میں پانی کی شرح تقریباً ۵۰ پیسہ تا ۶۰ پیسہ فی مکعب میٹر ہے جبکہ بمبئی میٹرو پولیٹن خطہ کے صنعتی علاقے میں یہ شرح ۱ء۱ روپئے سے لے کر ۵ء۲۶ روپئے ہے۔

اسی طرح مذکورہ کارپوریشن گذشتہ انیس ۱۹ سال سے ریاست میں متوازن صنعتی ترقی کے نصب العین کو حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہے اور اس نے اس سلسلے میں معاشی ترقی کے لئے ترقیاتی مرکز طریقہ اختیار کیا ہے۔ کارپوریشن نے جو کردار ادا کیا ہے وہ نمایاں نوعیت کا ہے اور اسے مسلسل پروگرام شروع کرنے کی ضرورت ہے۔

ریاست کے صنعتی ترقی میں کارپوریشن نے ابتک جو کام کیا ہے وہ محض شروعات ہے اور یقین ہے کہ یہ آئندہ مستقبل میں اور بھی موثر کام انجام دے گی۔ •



**

دیس کو دے دو

• حمید قیصر
پہلی لین، ۳۴۲۱
دھولے (مہاراشٹر)

دیس کو وقت کے چھاگل کی محبّت دے دو
ہوش ساغر سے جو چھلکے وہ مُروّت دے دو

ہر لہو سُرخ ہے انسان کی پہچان یہاں
سِکھ ہو عیسائی کہ ہندو ہو مُسلمان یہاں
کاش انساں کی محبت بنے ایمان یہاں

دیس کو وقت کے چھاگل کی محبّت دے دو
ہوش ساغر سے جو چھلکے وہ مُروّت دے دو

زندہ انساں کی چتا آہ، جلاتے کیوں ہو؟
اپنے ہی گھر میں بھلا آگ لگاتے کیوں ہو؟
اپنے ایمان کا سر آہ، جھکاتے کیوں ہو؟

دیس کو وقت کے چھاگل کی محبّت دے دو
ہوش ساغر سے جو چھلکے وہ مُروّت دے دو

دیس کا ہوش غریبی کو مٹانے آیا!
آدمیت کے نئے دیپ جلانے آیا
سب کا خوں سُرخ ہے یہ یاد دلانے آیا

دیس کو وقت کے چھاگل کی محبّت دے دو
ہوش ساغر سے جو چھلکے وہ مُروّت دے دو

وقت کہتا ہے اپا ہج بھی نہ محتاج رہے
ہوش منڈی کی ہمیشہ یہی معراج رہے
دَور کہتا ہے کہ انساں کے سر تاج رہے

دیس کو وقت کے چھاگل کی محبّت دے دو
ہوش سَاغر سے جو چھلکے وہ مُروّت دے دو

غزل

• خالد کفایت
عصمت منزل، موتی بازار
مالیر کوٹلہ (پنجاب)

طرفہ کاروبار کرنا چاہتا ہے
زھر کا بیوپار کرنا چاہتا ہے

توڑ لینا چاہتا ہے ہر تعلق
در کو بھی دیوار کرنا چاہتا ہے

مٹھیوں میں جگنوؤں کی آگ لیکر
دشتِ شب کو پار کرنا چاہتا ہے

پھر ہوا ہے مہرباں حد سے زیادہ
پھر وہ کوئی وار کرنا چاہتا ہے

معجزوں کا منتظر رہتا ہے اب بھی
آگ کو گلزار کرنا چاہتا ہے

خواہشوں کے جال میں جکڑا ہوا ہے
قید سے انکار کرنا چاہتا ہے

خالد سادہ گماں دنیا کے آگے
کرب کا اظہار کرنا چاہتا ہے

گیت

* حبیب رنتھپوری
مقام پوسٹ : نیر پیلائی
تعلقہ : مورسی ۔ ضلع : امراؤتی

آم پہ آیا بور سکھی ری ... آم پہ آیا بور !
ناچے من کا مور سکھی ری ... ناچے من کا مورہ
ڈال پہ کوکے کوئل پگلی ... جلمی پپیہا بولے !
سُن کر میرے من کا پنچھیو ... اُڑنے کو پر تولے
مچ گیا سارا شور ... سکھی ری ... آم پہ آیا بور

جیسے لچکے بوجھ سے ڈالی ... تن میرا لہرائے !!
لاکھ سنبھالا چاہوں اِس کو ... پر نہ سنبھالا جائے
کوئی چلے نہ جور ... سکھی ری ... آم پہ آیا بور
تن میں لاگی ایک اگن ہے ... پھاگن کے دن آئے
ساری فضا ہے بوجھل بوجھل ... دم گھٹتا ہی جائے
راتیں ہیں گھنگور سکھی ری ... آم پہ آیا بور

مُرلی کی تانوں میں اُس کی ... جیون کا سنگیت
رادھا کے سنگ چھیڑ رہا ہے ... پیار کے میٹھے گیت
کانہا ماکھن چور ... سکھی ری ... آم پہ آیا بور
سونی راہ کو تکتی تکتی ... انکھیاں نیر بہائے !!
اُس کے درشن کی ابھیلاشا ... پل پل بڑھتی جائے
دیکھوں ہر اک اور ... سکھی ری ... آم پہ آیا بور

شام سے بیٹھی برہ کی ماری ... میں تو آس لگائے
آخری تارہ ڈوب رہا ہے ... پر نہیں ساجن آئے
ہونے لگی ہے بھور ... سکھی ری ... آم پہ آیا بور
سارا بدن اب ٹوٹن لاگے ... انگیا کھل کھل جائے
بنا حبیب کے پیاسے تن کا ... دُکھڑا کسے سُنائے
جاگا اِک اِک پور ... سکھی ری ... آم پہ آیا بور

کوئی کہہ دے جا کر اُن سے ... آ کر گلے لگائے !
تیرے بِنا کہیں ایسا نہ ہو ... دم میرا گھٹ جائے
گھر بن جائے گور ... سکھی ری ... آم پہ آیا بور

آنکھیں

• شاہد ساگری
ندیم اسٹور، قازق کیمپ
بیراسیہ روڈ، بھوپال ۔ ۴۶۲۰۰۱

مجھ کو جنّت کا دکھا دیتی ہیں منظر آنکھیں
جامِ تسنیم ہیں یا ساغرِ کوثر آنکھیں

مجھ کو برہم نظر آتا ہے زمانے کا نظام
جس گھڑی مجھ کو دکھاتا ہے ستمگر آنکھیں

اُن سے اُمیدِ وفا ایک خیالِ بے سُود
رحم رکھتی ہی نہیں ظلم کی خوگر آنکھیں

چشمِ جاناں کا تصور جو مجھے رہتا ہے
خواب میں مجھ کو نظر آتی ہیں اکثر آنکھیں

یہ تو بات اور ہے وہ کوئی توجہ نہ کریں
ہاں اگر چاہیں بدل ڈالیں مقدر آنکھیں

زندگی پر مری کرتی ہیں حکومت شاہدؔ
حکمراں ہو کے مرے قلب و جگر پر آنکھیں

غزلیں

• ڈاکٹر کنول پرشاد کنول
'پریم سدن'، ۱۳/۲/۶۶
دھول پیٹ، حیدرآباد-۵۰۰۰۱۲

دِل کو دریا بنا لیا ہم نے
سوچتے ہیں یہ کیا کیا ہم نے

خاک کا بھی سُراغ مِل نہ سکے
خود کو ایسے مٹا دیا ہم نے

چاؤ سے، جس کی اینٹ اینٹ چُنی
وہ نگر دل کا ڈھا دیا ہم نے

درد کے سبب یاد کے موتی!
کُل خزانہ لُٹا دیا ہم نے!

سُن زمیں کی کراہ، کانوں کو
گرم سیسہ پِلا دیا ہم نے

بے حیائی جو وقت کی دیکھی
اپنا چہرہ چھپا لیا ہم نے

ہر تمنّا کو کانپتے ہاتھوں
بزمِ دل سے اُٹھا دیا ہم نے

جانے زخمی نِگاہ میں کیا تھا
دُشمنوں کو رُلا دِیا ہم نے

مرثیہ تھا، جسے بنامِ غزل
دوستوں کو سُنا دیا ہم نے

رُخ جو دیکھا ہَوا کا، دِل کا کنول
خود ہی اُٹھ کر بجھا دیا ہم نے

★ قاضی فراز احمد
۱۰۲۱ - دوحہ - قطر

دشتِ جنوں میں صبح کے رہبر تلاش کر
لے کر چراغ شب کے مُسافر تلاش کر

ہے جُستجو میں تیری ہمیشہ سے کائنات
ہاتھوں کے خط میں تو نہ مقدر تلاش کر

جذبات کی یہ آندھی یہ طوفانِ بے سفر
پہلے خیال و فکر کے شہپر تلاش کر

انسان کی تلاش ہے تجھ کو شہر شہر
انسان کو تو اپنے ہی اندر تلاش کر!

ظلمت میں ڈوب جاتے ہیں پہلی کرن کے دِل
ظُلماتِ غم کے پہلے شناور تلاش کر

اپنے ہی گرد ٹھہر گیا ہے محیطِ غم!
اپنا جنوں اپنا تو محور تلاش کر

ٹوٹے ہوئے بدن سے چراغوں کے لیے فراز
کچھ نورِ غم لے، خاکِ منوّر تلاش کر

★ قیصر شکیلی
۱۳۱ - ترین جلال نگر،
نزد اونچی مسجد،
شاہجہانپور (یو.پی)

اس دردِ محبّت نے جب سے مجھے کھویا ہے
پہروں مرا دل میرے حالات پہ رویا ہے

خوشیوں کا جہاں غم میں تیرے جو سمویا ہے
ہر جشنِ تمنّا پر مُنہ اشکوں سے دھویا ہے

ملّاح بھی طوفاں میں کرتا بھی تو کیا کرتا
جب اپنا سفینہ خود میں نے ہی ڈبویا ہے

بیمار اب اچھا ہے ۔ اے موت ترے قرباں
آرام مِلا ہے اب ۔ اب چین سے سویا ہے

ناکامیِ قسمت کے ہمراہ بھٹکنے پر!
ہر آبلہ پیر والا، کیا پھُوٹ کے رویا ہے

یہ دل شکنی کیوں ہے اب دردِ غمِ دل پر
کاٹا ہے وہی تم نے، دراصل جو بویا ہے

کیا اشکوں کا بہنا ہے؟ کیا حُسنِ تأثر کا
احساس کے دامن کو جب تک نہ بھگویا ہے

جو مجھ پہ گزرتی ہے کیا اُن سے کہوں قیصر
سمجھیں وہ۔ تو جو آنسو پلکوں پہ ہے، گویا ہے

• مقیت اعظمی
اقبال روڈ۔ دھولے ۴۲۴۰۰۱

ہمدم ہمارے دَم سے ہیں گلزار راستے
ہوں گے نہ ہم تو پاؤ گے پُر خار راستے

پائے جُنوں کا عکس تو ممتاز ہی رہا!
اب ان پہ اپنے سر کو ذرا مار راستے

اُٹھتے نہیں قدم جو کسی سمت اس لئے
ملتے ہیں چار سُو مجھے بیمار راستے

شیخِ حرم اُلجھ پڑے تسبیح سے عبث
رِندوں کے لئے ہو گئے زُنّار راستے

ہر اک قدم پہ کرتی ہیں پگڈنڈیاں سوال
ہوتے ہیں کس مقام پہ ہموار راستے

دیکھا ہے زندگی نے ہر اِک موڑ پر مقیتؔ
سعیِ طلب کو ملتے ہیں دشوار راستے

• منظور ندیم
بالاپور ضلع اکولہ (مہاراشٹر)

تری آنکھوں میں جو سمٹا ہوا محسوس ہوتا ہے
کوئی طوفان ہے، ٹھہرا ہوا محسوس ہوتا ہے

سُنائی دیتی ہیں انسانیت کی سسکیاں اے دوست
دھواں سا شہر سے اُٹھتا ہوا محسوس ہوتا ہے

طبیعت کس کے دامن سے لپٹ کر کیجیئے ہلکی؟
یہاں ہر آدمی سہما ہوا محسوس ہوتا ہے

ذرا تھم جائے دل کی تیز دھڑکن تو اسے کھولوں!
لفافہ عطر سے مہکا ہوا محسوس ہوتا ہے

بجھا چہرہ، کھُلی زُلفیں لبوں پر مُہرِ خاموشی
جگر پر تیر سا چلتا ہوا محسوس ہوتا ہے

غموں کی دھوپ سے تپ جاؤں تو اکثر تصور میں
کوئی آنچل سا لہراتا ہوا محسوس ہوتا ہے

ندیمؔ اس وادیٔ شعر و ادب میں ساتھ چل سب کے
ترا انداز کچھ بھٹکا ہوا محسوس ہوتا ہے

• اسحاق اثر
۳۱۶/۱ ، نیا پورہ ، اندور

نظر میں پھر کسی کا آستاں ہے
جبینِ شوق تیرا امتحاں ہے

نہ منزل ہے نہ منزل کا نشاں ہے
یہاں ہر شخص میرِ کارواں ہے

زمیں کی راحتیں تم کو مُبارک
نظر میری تو سُوئے آسماں ہے

یہ شرق و غرب کا رنگیں تصادم
ہماری پستیوں کی داستاں ہے

ہواؤں میں بھی تصویریں بنی ہیں
خرد مندوں کا شاید امتحاں ہے

لباسِ جسم بھی کاغذ کا نکلا
میں سمجھا تھا حیاتِ جاوداں ہے

دمِ رخصت نہ آنکھیں بند کیجے
ابھی مہلت ہمارے درمیاں ہے

تجلّی کیا شرر کیا برق و باراں!
سبھی کا رُخ تو سوئے آشیاں ہے

تمنّائے شہادت جوش پر ہے
اثرؔ ایسے میں وہ قاتل کہاں ہے!

غــــزلیں

غزلیں

• وقار واثقی
۱۵۲۵۔ رسول آباد کالونی۔ احمد آباد ۔ ۲۸

خودنگر رکھیں، خودنما رکھیں؟
جلوہ بینوں کے نام کیا رکھیں!

زندگی تو تمہارے دم سے تھی
اب ترا نام دوسرا رکھیں

پاس کا ہے خیال، اب کیا ہے
آس کہتی ہے حوصلہ رکھیں

روشنی کی امید باقی ہے
دوستوں کے لئے بچا رکھیں

خود شناسی کا کرب جاگ اٹھے
اتنا دنیا سے واسطہ رکھیں

آنے والا نہ جانے کب آجائے
گھر کا دروازہ تو کھلا رکھیں!

آج جی بھر کے دیکھ لیں اس کو
سجدہ، کل کے لئے اٹھا رکھیں

اپنا ہمنام، ہر کوئی ہے آج
نام اب اپنا دوسرا رکھیں!

دوستی جب کسی سے کھ نہ سکے
دشمنی بھی کسی سے کیا رکھیں

ٹوٹ کر ملتے ہیں جناب وقار
درمیاں کچھ تو فاصلہ رکھیں

★

• زند رحمانی سیتاپوری
۴۲/۸۹ مکھنیا بازار۔ دفتر ماہنامہ "سند"
کانپور۔ (یوپی)

اب ادھر چشم التفات نہیں
بے خودی ہے مگر وہ بات نہیں

ہو بسر اُن کے گیسوؤں کے تلے
اپنی قسمت میں ایسی رات نہیں

ساری دنیا سمٹ کے آتی ہے
میکدہ ہے کہ بے ثبات نہیں

ہے اسی کو نجات ہر غم سے
تیرے غم سے جسے نجات نہیں

خود ہی جلوے سمٹ کے آتے ہیں
میں رہین تصورات نہیں

درس دیتی ہے ہر نئی ٹھوکر
زندگی کیا؟ جو حادثات نہیں

آپ کی یاد کا اُجالا ہے
رات ہوتے ہوئے بھی رات نہیں

زند سے درس آگہی کی اُمید
ایسی اب سنئے حیات نہیں

★ ★ ★

★ رفیق شاکر
جونا فائل، کھام گاؤں ۴۴۴۳۰۳
(ضلع بلڈانہ)

غموں کی دھوپ میں کچھ اور نکھرنے والا تھا
مصیبتوں سے بھلا وہ کب ڈرنے والا تھا

اندھیرے گھر میں اُجالا جو کرنے والا تھا
کسے خبر تھی جوانی میں مرنے والا تھا

میں بند ہو گیا خود اپنی ذات میں ورنہ
مری بھی پیٹھ میں خنجر اترنے والا تھا

قدم قدم پہ زمانے نے جس کو ٹھکرایا
اسی کی ذات سے سورج اُبھرنے والا تھا

اسی کے خون کے چھینٹے ہیں سب کے دامن پہ
جو زندگی میں نیا رنگ بھرنے والا تھا

وہ اک نظر جو مجھے بدحواس کر بیٹھی
اسی سے میرا مقدر سنورنے والا تھا

ہمارے ہاتھ کا پتھر تو اک بہانہ تھا
وہ اپنی شاخ سے خود ہی اترنے والا تھا

وہ آج پھنس گیا دنیا کے دام میں شاکر
جو وسعتوں میں فضا کی بکھرنے والا تھا

★

خبریں۔ تصویروں میں





سوئیڈن کے وزیراعظم مسٹر تھورب جورن فالڈن اور میڈم فالڈن، ۱۷ر فروری ۱۹۸۲ء کو وی. ٹی ریلوے اسٹیشن ممبئی پہنچے. مہاراشٹر کے گورنر شری او. پی. مہرا اور وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے ان کا استقبال کیا. تصویر میں ممبئی کے میئر اے. بو. من بھی دیکھے جا سکتے ہیں.



سوئیڈن کے وزیراعظم مسٹر تھورب جورن فالڈن ۱۷ر فروری کو آرے ملک کالونی میں بادام کا پودا لگاتے ہوئے۔



مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے ۲۱ رفروری ۱۹۸۲ء کو پونے ضلع کے مقام بارہ متی میں فساد زدہ علاقہ کا دورہ کیا۔ اس موقع پر لی گئی تصویر میں بائیں جانب آپ جامع مسجد میں اور دائیں جانب کارپوریشن ہال میں امن کمیٹی سے خطاب کرتے ہوئے دیکھے جاسکتے ہیں۔ آپ کے ساتھ نائب وزیر شریمتی رجنی ساتو اور وزیر مملکت شری مانک راؤ بھامبلے بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔



مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے کی خدمت میں ۲۱ رفروری ۱۹۸۲ء کو ستارا میں منعقدہ ایک تقریب میں ایک سپاسنامہ پیش کیا گیا۔ اس موقع پر لی گئی تصویر میں پریشد کے صدر شری لکشمن راؤ پاٹل، وزیر اعلیٰ کو سپاس نامہ پیش کرتے ہوئے دیکھے جاسکتے ہیں۔ تقریب کے صدر شری مانک راؤ گوویت بھی تصویر میں نظر آرہے ہیں۔



وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے ۲۱ر فروری ۱۹۸۲ء کو کلّے ڈھون میں نسبندی کرا لینے والے افراد کو اسٹیل کی تھالی اور کٹوری پیش کرتے ہوئے۔

ہیئر کٹنگ سیلون اور حمام خانوں کے ملازمین کی اقل ترین اُجرت کا تعین کرنے کے لئے نامزد کردہ کمیٹی کے صدر شری آبا صاحب قلعدار نے ۲۵ر فروری کو کمیٹی کی رپورٹ وزیر محنت شری بھگونت راؤ گائیکواڑ کو پیش کی۔ اس موقع پر لی گئی تصویر میں نائب وزیر محنت شری لیشونت سیٹھ بکر بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔



ترقیاتی اُمور کے لئے وزراء کے ذمّے اضلاع کی تقسیم

وزراء، وزراء مملکت اور نائب وزراء کے درمیان ترقیاتی کاموں اور بہبودی کے منصوبہ بند کاموں کی نگرانی کے لئے مندرجہ ذیل اضلاع تقسیم کئے گئے ہیں :

وزراء		اضلاع
۱ ۔ پروفیسر ایس. ایم. آئی اَتیر	...	پربھنی اور دھولے
۲ ۔ شری ڈی. ڈی. چوان	...	عثمان آباد اور احمد نگر
۳ ۔ شری بھگوت راؤ گائیکواڑ	...	ناشک اور جلگاؤں
۴ ۔ ڈاکٹر بلی رام ہیرے	...	ناگپور اور بلڈانہ
۵ ۔ شری سروپ سنگھ نائیک	...	بھنڈارہ اور چندرپور
٦ ۔ شریمتی شردچندریکا پاٹل	...	اورنگ آباد اور جالنہ
۷ ۔ شری شیواجی راؤ پاٹل نیلانگیکر	...	اکولہ اور امراؤتی
۸ ۔ ڈاکٹر وی. سبرامنیم	...	رائے گڑھ اور ساؤتھ بمبئی، ساؤتھ سینٹرل بمبئی، نورتھ ویسٹ بمبئی اور بمبئی عظمیٰ میں لوک سبھا حلقے ۔

وزراء مملکت	—	اضلاع
۱ ۔ شری مانک راؤ بھامبے	...	سولاپور اور ستارا
۲ ۔ شری ایس. این ڈیسائی	...	تھانے اور بمبئی
۳ ۔ شری ویلاس راؤ دیشمکھ	...	بیڑ اور سانگلی
۴ ۔ ڈاکٹر شری کانت جیچکر	...	وردھا
۵ ۔ شری رویندر راؤت	...	سندھودرگ اور کولہاپور

نائب وزراء	—	اضلاع
۱ ۔ شری شیواجی راؤ موگھے	...	ناندیڑ
۲ ۔ شری وقار احمد غلام محمد مومن	...	رتناگیری
۳ ۔ شریمتی رجنی ساتو	...	پونے
۴ ۔ شری بشونت راؤ شیریکر	...	ایوت محل
۵ ۔ شری لیلا دھر ویاس	...	بمبئی عظمیٰ میں نورتھ سینٹرل لوک سبھا حلقے

★



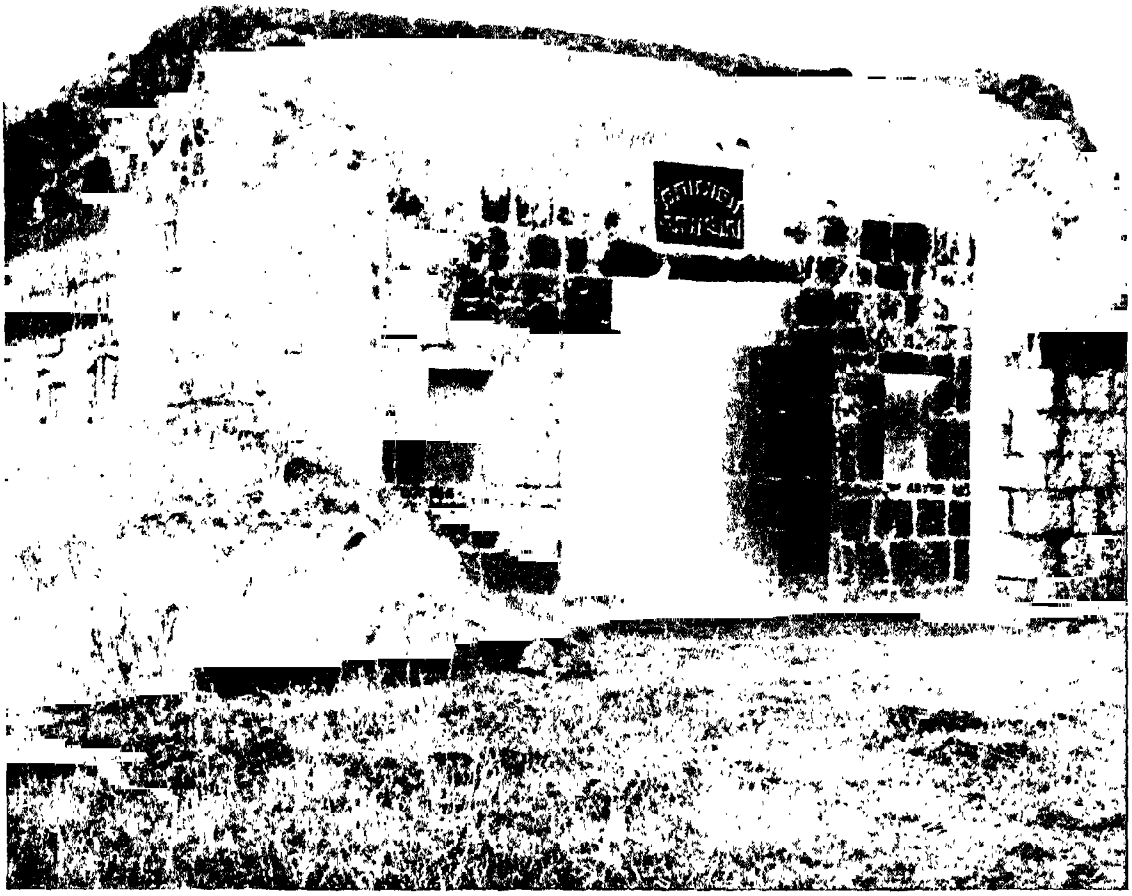
ضلع رائے گڈھ کے شِنگرے گاؤں میں پانی کی اسکیم
۲ لاکھ روپے کی منظوری

گذشتہ ۳۴ سالوں سے شِنگرے گاؤں کے عوام پینے کے پانی کی غیر معمولی قلت سے پریشان تھے اور بطور خاص اپریل اور مئی کے مہینوں میں ان بے چاروں کو بمشکل چار ہنڈے پانی، ایک گھر کے لئے میسر ہوتا تھا۔ ۱۹۴۷ء میں آزادی کے بعد یہاں کے عوام نے پانی کی بے انتہا تکلیف اور قلت پر حکومتِ وقت کو بارہا توجہ مبذول کرائی۔

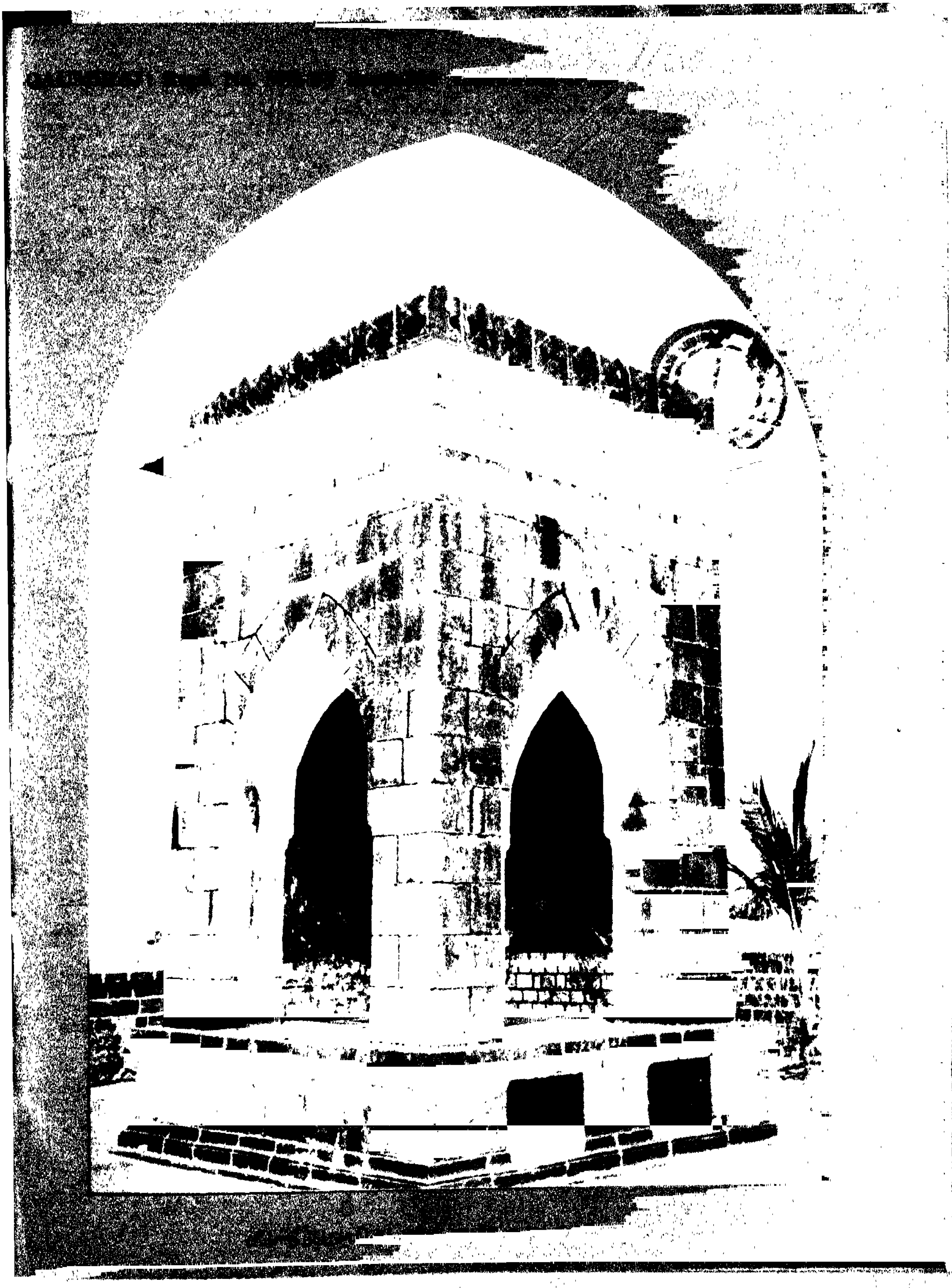
ہمیں خوشی ہے کہ بالآخر لیجسلیٹو کونسل کے ممبر شری راؤت کی کوششوں سے یہ شکایت منترالیہ میں وزیراعلیٰ مہاراشٹر تک بطور یاددہانی پہنچائی گئی اور سابق وزیراعلیٰ نے ۱۷ اکتوبر کو ریزولیوشن کے ذریعہ دولاکھ روپے پانی کی فراہمی کے لئے منظور کئے۔ اس ضمن میں ہم شری راؤت اور حکومت مہاراشٹر کے شکرگذار ہیں کہ اس حلقہ کے لوگوں کی دیرینہ آرزو کو ۳۴ سال بعد پورا کیا۔

ہم نہایت ادب کے ساتھ گذارش کریں گے کہ اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ضلع پریشد کے حکام فوری توجہ دیں مزید گرام پنچایت، شِنگرے کو پانی کے اخراجات کے لئے مستقل سالانہ امداد دی جائے تاکہ یہاں کے غریب کسان اور عوام اس نئی اسکیم سے مستقل طور سے فیض حاصل کرسکیں ۔ عین نوازش ہوگی ۔

نیازمند
اسماعیل قاسم خاں •



بلڈانہ ضلع کے مقام سندکھیڈراجہ میں واقع راج ماتا جیجا بائی کی جائے پیدائش



مراٹھی بولتی فلموں
کے
۵۰ سال

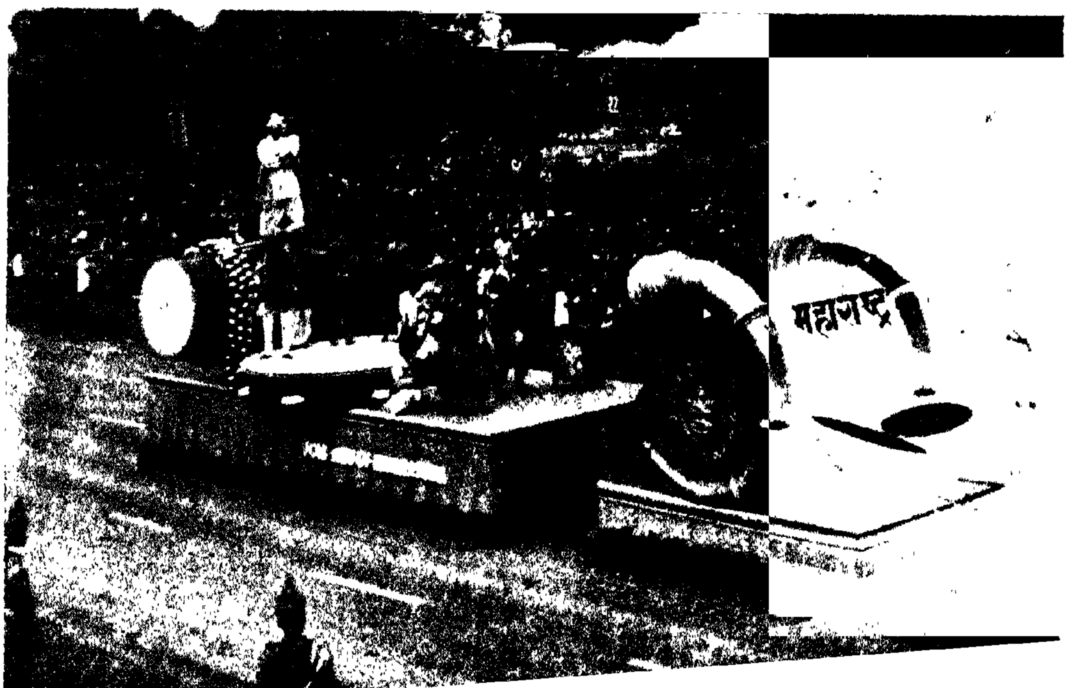
10-3-82





▲ وزیرِاعظم شریمتی اندرا گاندھی، مہاراشٹر کے ضلع امراؤتی میں دھارنی کے ادیباسیوں کے لوک ناچ "کورکو" میں شریک ہوکر لطف اندوز ہو رہی ہیں۔ یہ لوک ناچ، نئی دہلی میں 'یومِ جمہوریہ' کے موقع پر پیش کیا گیا تھا۔

▼ ریاست مہاراشٹر کے بیش قیمت تہذیبی ورثہ۔ پر مشتمل مہاراشٹر جھانکی، نئی دہلی میں 'یومِ جمہوریہ' کے موقع پر، پریڈ میں شامل تھی۔



۱۰ مارچ ۱۹۸۲ء

جلد ۹ * شمارہ نمبر ۵

قومی راج

ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

زرِ سالانہ: دس روپے * قیمت فی کاپی: پچاس پیسے

ترتیب

چیف ایڈیٹرز: بنود راؤ

ایم. کے. دیشپانڈے

ایڈیٹر: ریاض احمد خاں

سب ایڈیٹر: عبدالوحید خاں جامعی

قارئین کی رائے

★ **عبدالرحمٰن طارق**
۹۴/۹۔ فاطمہ بائی بنگلہ، کے۔ کے۔ روڈ، حبیب سرکل، بمبئی

قومی راج کا "شہید نمبر" آپ کی صلاحیتوں سے جو توقع ہے اس کے عین مطابق ہے۔

★

• **ایم۔ اے۔ صدیقی** ایم۔ اے۔ بی ایڈ،
جنرل سکریٹری، دھولے ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی (آئی)،
۲۲۴۴۔ فش مارکیٹ، دھولے نمبر ۴۲۴۰۰۱

کل ۳؍ فروری ۱۹۸۲ء کو شمارہ ۱۲ موصول ہوا۔ ممنون ہوں۔ صفحۂ اول تا آخر گوناگوں خوبیوں کا حامل ہے۔

★

★ **مہدی پرتاپگڈھی**
پرتاپ گڈھ (یو۔پی)

مقامِ مسرت ہے کہ ادھر ایک ماہ کے اندر ہی جولائی ۱۹۸۱ء سے ۱۰؍ دسمبر ۱۹۸۱ء تک کے شمارے منظرِ عام پر آگئے اور انتظار کا تکلیف دہ مرحلہ گذر گیا۔ اس درمیان آپ نے قومی راج کا 'آزادی نمبر' بھی شائع کیا، 'جنگلی جانور نمبر' بھی پیش کیا اور عام شماروں میں اتنے سارے نامور اور ابھرتے ہوئے فن کاروں کا کلام پیش کیا کہ ایک بار پھر آپ کی مدیرانہ صلاحیتوں کا اعتراف کرنا پڑا۔ آزادی نمبر، عام ڈگر سے ہٹ کر روایتی انداز سے بچ کر اپنی اہمیت و افادیت کا حامل ہے نظم و نثر دونوں ہی حصے ذہن پر اپنی چھاپ چھوڑ جاتے ہیں۔ جنگلی جانور نمبر بھی اپنی انفرادیت کی وجہ سے عرصہ تک یاد کیا جائیگا "جانور، اُردو غزل میں" مختار کا نہایت عمدہ انتخاب ہے۔ بہ حقیقت مجموعی ان شماروں نے حضرت نازش پرتاپ گڈھی، بشیر بدر، حرمت الاکرام، نذیر بنارسی، بدیع الزماں خاور، بیکل اتساہی اور شاذ تمکنت جیسے نامور شعراء کی تخلیقات کے ساتھ ہی قیصر الجعفری انور بانی بتی، محمود عشقی، قاضی حسن رضا وغیرہ خوش فکر شعراء کے کلام سے قارئین کو محظوظ فرمایا۔ حضرت طرفہ قریشی مرحوم پر جناب علاءالدین جیبنا بڑے کا مقالہ وقت کی ضرورت تھی۔ مرحوم کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لئے ادارہ لائقِ ستائش ہے۔ امید ہے کہ مستقبل قریب میں آپ رسالے کو مزید خوبصورتی، استحکام، صوری اور معنوی حسن عطا فرمائیں گے۔

★

• **ایم۔ رحمان بزمی**
'قصرِ بزمی'، رحمت کالونی، ڈورانڈا، رانچی۔ ۸۳۴۰۰۲

'قومی راج' پابندی سے مل رہا ہے۔ تازہ شمارہ صوری و معنوی دونوں اعتبار سے قابلِ تعریف ہے۔ حکومت مہاراشٹر کی پالیسیوں کے علاوہ اس بار شعری حصہ بھی کافی جاندار ہے۔

'بچوں میں معذوری کے اسباب' پر جناب محمد رضی الدین معظم صاحب کا مضمون کافی معلوماتی ہے۔

★

• **تحریر انجم** (ریسرچ اسکالر) 'اشتراک' ویکلی،
قاضی پورہ خورد، گورکھپور۔ بستی پور۔ شہر بلیا (یو۔پی)

بے شک ہماری آزادی کی شمع شہیدوں کے لہو سے روشن ہوئی ہے۔ ان کی زندگیاں ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ ضرورت ہے کہ نئی نسل کو ان سے روشناس کرایا جائے۔ آپ نے اس نمبر کے ذریعے ایک اہم قومی اور ادبی فریضہ انجام دیا ہے، اس کے لئے دلی مبارکباد قبول فرمائیں۔

"شہید نمبر" کے تمام مضامین افادیت کے حامل ہیں۔ 'جدوجہد آزادی میں اُردو ادب کا حصّہ" خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ اُردو کو غیر ملکی زبان کہنے والے اس مضمون کی روشنی میں اپنا جائزہ لیں۔ شعری تخلیقات بھی بہت پسند آئیں۔ جنگِ آزادی کے مجاہدین کی تصاویر دیکر آپ نے اس شمارے کو اور گرانقدر بنا دیا ہے۔

★

• **فراق جلالپوری** ۔ جلال پور، محلہ قاضی پورہ، ضلع فیض آباد (یوپی)

آجکل 'قومی راج' کے بڑے اچھے اچھے شمارے پڑھنے کو مل رہے ہیں جن میں "شیواجی نمبر، شہید خصوصی نمبر، خاندانی بہبود نمبر" وغیرہ وغیرہ اپنے آپ میں گنجینۂ معلومات ہیں۔ بالخصوص 'شیواجی نمبر' کی شکل میں آپنے اُردو ادب کو جو نادر تحفہ پیش کیا ہے اُسے اُردو دنیا عرصہ تک فراموش نہ کر سکیگی۔ اس نمبر کے مطالعے سے احساس ہوتا ہے کہ اس سے پہلے اُردو ادب میں اس جیسے نمبر کی بجد کمی تھی اور آپنے اسے شائع کر کے اس کمی کو پورا کیا ہے۔ اس نمبر میں شامل کی گئی تصاویر عہدِ شیواجی کی مکمل داستانیں سنا رہی ہیں ان سب کی فراہمی پر تہہ دل سے مبارکباد قبول فرمائیں۔

مراٹھی بولتی فلموں کے پچاس سال

* شری دیوا کر گندھے

امسال ۶ر فروری ۱۹۸۲ء کو مراٹھی کی بولتی فلموں کے پچاس برس مکمل ہوئے۔ مراٹھی کی پہلی بولتی فلم پربھات فلم کمپنی کی "ایودھیا چا راجہ" تھی۔ جو ۶ر فروری ۱۹۳۲ء کو گرگام (ممبئی) پر میجسٹک سینما گھر میں دکھائی گئی تھی۔ میجسٹک تھیٹر ھی میں ۱۴ر مارچ ۱۹۳۱ء کو ھندی کی پہلی بولتی فلم "عالم آرا" کی نمائش کی گئی تھی۔ 'ایودھیا چا راجہ' سے لے کر مستقبل قریب میں ریلیز ھونے والی "انبہ چار" تک مراٹھی بولتی فلمیں کافی نشیب و فراز سے گذری ھیں۔ اس دوران مراٹھی فلموں میں نئے نئے تجربے کئے گئے۔ مختلف موضوعات پر فلمیں بنیں۔ مختلف فنکاروں، اداکاروں، ھدایتکاروں، فلم سازوں اور تکنیکی ماھرین نے اپنے فن اور ھنر کے جوھر دکھاکر مراٹھی فلموں کو پروان چڑھایا اور مراٹھی داں عوام میں مقبول بنایا۔

دیو مالائی قصّوں پر مبنی فلمیں:

آنجہانی دادا صاحب پھالکے ہندوستانی فلم سازی کے بانی مبانی ہیں۔ انھوں نے ۳ر مئی ۱۹۱۳ء کو پہلی خاموش فیچر فلم "راجہ ہریشچندر" بنائی۔ 'ایودھیا چا راجہ' بھی اسی دھارمک قصہ پر مبنی تھی۔ دادا صاحب پھالکے نے اپنی پہلی خاموش فیچر فلم ناسک میں بنائی، لیکن اس صنعت کو عروج کولہاپور میں ہوا۔

ہندوستانی فلموں کے ابتدائی ایام کے سلسلے میں دادا صاحب پھالکے کے علاوہ شری آر۔ جی۔ تورنے کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا دادا صاحب کی 'راجہ ہریشچندر' سے ایک برس قبل انھوں نے ایک خاموش فیچر فلم 'پنڈلک' بنائی تھی۔ اس کے بعد سے پہلی بولتی فلم تک کئی خاموش فیچر فلمیں بنائی گئیں' ان میں زیادہ تر فلمیں 'مہاراشٹر فلم کمپنی' کی تھیں۔ اس فلم کمپنی کی بنیاد یکم دسمبر ۱۹۱۷ء کو کولہاپور میں ڈالی گئی تھی۔ آنجہانی آنند راؤ پینٹر اور ان کے خالہ زاد بھائی بابوراؤ پینٹر اس کمپنی سے منسلک تھے اور یہ دونوں اپنے فن کے ماہر تھے۔ یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ داملے اور فتح لال جیسے ذہین فن کار ان کے شاگرد تھے۔ ان بھائیوں کو فلم بنانے کا بڑا شوق تھا۔ اس شوق کے تحت انھوں نے اپنے طور پر ایک کیمرہ بھی بنایا تھا۔ اُستاد علاء الدین خاں کی شاگردہ اور معروف گائیکہ تانی بائی نے ان دونوں بھائیوں کو اس وقت ان کے اس شوق کی تکمیل کے لئے ۱۵،۰۰۰ روپے دیئے تھے۔ کمپنی نے ایک دیو مالائی قصے پر مبنی 'سیرندھری' نامی فلم بنانے کا فیصلہ کیا۔ اس فلم میں پہلی مرتبہ نسوانی کردار عورتوں نے ادا کئے۔

نئی جہت:

مہاراشٹر فلم کمپنی نے مراٹھی سینما کو نئی جہت اور حقیقت پسندی سے روشناس کیا۔ بہرحال وی۔ شانتارام، داملے، فتح لال اور دھیبر جیسے فن کاروں نے اس کمپنی سے علیحدگی اختیار کی اور یکم جون ۱۹۲۹ کو کولہاپور کے منگلوار پیٹھ میں پربھات فلم کمپنی کی بنیاد ڈالی۔ اس طرح مراٹھی فلمی صنعت میں سنہرے دور کا آغاز ہوا۔ کمپنی کی پہلی فلم "ایودھیا چا راجہ" تھی۔ آنجہانی اردھیشر ایرانی نے ۱۴ر مارچ ۱۹۳۱ء کو 'عالم آرا' بنائی تھی۔ دونوں فلمیں دیو مالائی قصّوں پر مبنی تھیں۔ دادا صاحب پھالکے کی پہلی خاموش فلم بھی دیو مالائی قصے ہی پر مبنی تھی۔ ان دونوں فلموں کی تشہیر بولتی گاتی فلم کے نام سے کی جاتی تھی۔ فلموں کے لئے انگریزی لفظ (TALKIE) 'ٹاکی' استعمال کیا جاتا تھا۔ بیرسٹر وی۔ ڈی۔ ساورکر

نے 'ٹاکی' کا متبادل مراٹھی لفظ 'بولپٹ' دیا اور آج تک یہی لفظ مستعمل ہے۔ مراٹھی 'بولپٹ' اپنے بے شمار شائقین کی خدمت میں مہاراشٹر کی ثقافت، تاریخ، ادب اور سماجی روایات کی جھلکیاں پیش کرتا رہا ہے۔ مراٹھی بولپٹ کی تاریخ میں کئی نشیب و فراز آئے۔ بہت سے اداکار و تکنیکی ماہر گمنام رہے۔ اور کچھ ایسے بھی ہیں جن کو شہرت ملی اور ان کا نام سنہرے حرفوں میں لکھا گیا۔

ایودھیا چا راجہ :

مراٹھی بولپٹ کی تاریخ میں پہلی بولتی مراٹھی فلم "ایودھیا چا راجہ" کو ایک نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ اس کی پرنٹ آج بھی اچھی حالت میں دستیاب ہے۔ فلم آرکیوز نے اس پرنٹ کو اچھی طرح محفوظ رکھا ہے۔ اس کے برعکس یہ امر باعثِ تعجب ہے کہ ہندوستان کی پہلی بولتی فلم 'عالم آرا' کی پرنٹ اس وقت دستیاب نہیں۔ 'عالم آرا' کی اداکارہ زبیدہ ابھی بقید حیات ہیں۔ پہلی مراٹھی بولتی فلم کی اداکارہ درگا کھوٹے نے حال ہی میں "می درگا کھوٹے" نامی کتاب میں اپنی کہانی پیش کی ہے۔

'ایودھیا چا راجہ' کے ہیرو گووند راؤ ٹیمبے اب ہمارے درمیان نہیں ہیں گووند راؤ ٹیمبے نے اس فلم کی موسیقی بھی ترتیب دی تھی۔ 'عالم آرا' کے ہیرو ماسٹر وٹھل بھی اس دنیا سے اٹھ چکے ہیں۔ لیکن 'ایودھیا چا راجہ' کے ہدایتکار وی. شانتا رام اب بھی ہمارے درمیان موجود ہیں اور آج بھی وہ اسی طرح فعال زندگی گذار رہے ہیں جیسا کہ ۵۰ سال قبل ان کا طریقہ تھا۔ مراٹھی اسٹیج کے اثرات 'ایودھیا چا راجہ' میں واضح طور پر پائے جاتے ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اِن ۵۰ برسوں میں کسی نہ کسی صورت میں مراٹھی اسٹیج فلموں پر اثر انداز ہوتا آیا ہے۔

'اگنی کنکن' :

'ایودھیا چا راجہ' کے بعد پربھات نے "اگنی کنکن" بنائی۔ وی. شانتا رام کی ہدایت میں بنائی گئی اس فلم کی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں مکالموں سے زیادہ اداکاری پر زور دیا گیا تھا۔ ہیرو اور ولین کے مابین مار پیٹ کا منظر کہانی کا کلائمکس پیش کرتا ہے۔ پربھات میں فلمیں مراٹھی کے ساتھ ساتھ ہندی میں بھی بنائی جاتی تھیں۔ اس طرح پربھات کی فلموں کی کھپت ملک بھر میں ہوتی تھی۔

'ایودھیا چا راجہ' نے مراٹھی بولپٹ کی جو صحت مند روایت قائم کی تھی اُسے پونے میں 'سرسوتی سنیما ٹون' کے بینر کے تحت بنائی گئی بھالجی پینڈھرکر کی "شیام سندر" نے آگے بڑھایا۔ یہ پہلی مراٹھی فلم ہے جس نے بمبئی کے 'ویسٹ اینڈ تھیٹر' جسے آج ناز سینما کے نام سے جانا جاتا ہے، میں سلور جوبلی منائی تھی۔ اس میں شاہو موڈک نے 'کرشنا' اور شانتا آپٹے نے 'رادھا' کا کردار ادا کیا تھا۔ 'شیام سندر' ہی سے فلموں کی سلور جوبلی کی روایت قائم ہوئی، اور آج بھی ہر فلم ساز و ہدایت کار کی یہ دلی خواہش ہوتی ہے کہ اُس کی فلم کم از کم سلور جوبلی تو منالے۔

ہندوستان کی پہلی رنگین فلم بھی وی. شانتا رام نے بنائی ہے۔ ۱۹۳۳ء میں وی. شانتا رام نے ملٹی کلر جرمن پروسیس کی مدد سے پہلی رنگین فلم 'سیرندھری' بنائی، جو مہابھارت کے ایک قصّہ پر مبنی تھی۔ وی. شانتا رام اپنے اس تجربے میں زیادہ کامیاب نہ رہے۔

بولتی فلموں کی تخلیق کے بعد پہلے تین برسوں میں بنائی گئی تمام مراٹھی فلمیں دیو مالائی قصّوں یا تاریخی واقعات پر مبنی تھیں۔ اس وقت جدید تکنیکی سہولیات فراہم نہیں تھیں۔ پربھات کی "امرت منتھن" وہ پہلی مراٹھی فلم ہے جو پوری طرح اسٹیج کے اثر سے الگ ہے۔ اسے صحیح معنوں میں فلم کہا جا سکتا ہے۔ اس میں زوم لینس اور کلوز اَپ کا استعمال بڑے ہی مؤثر طریقے سے کیا گیا تھا۔ 'امرت منتھن' میں کیشو راؤ داتے اور چندر موہن جیسے بہترین اداکار تھے۔

سُنہری دَور :

۱۹۳۱ء سے ۴۶-۱۹۴۵ء تک کا دَور مراٹھی فلموں کا سُنہری دَور ہے اس دَور کی فلم کمپنیوں میں پربھات کے علاوہ کولہاپور سنے ٹون، شالینی سنے ٹون، ہنس، نوٹرنگ، سرسوتی سنے ٹون، آرین فلمس کمپنی، فیمس، ارون، انرے پکچرز، پربھاکر، پرفل، کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ بابو راؤ پینٹر، وی. شانتا رام، داملے، فتح لال، دھیبر، گووند راؤ ٹیمبے، درگا بائی کھوٹے، ماسٹر ونائیک، کیشو راؤ داتے، چندر موہن، راجہ نینے، بابو راؤ پینڈھارکر، کیشو راؤ بھولے، شانتا آپٹے، میناکشی پھڈکے، کھانڈیکر، انرے جیسے اداکاروں، ہدایت کاروں، مصنّفین و تکنیکی ماہرین کی محنت ولگن نے مراٹھی سینما کی ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

پہلی سماجی مراٹھی بولتی فلم ۱۹۳۵ء میں تیار کی گئی۔ یہ بی. وی. واریرکر کی ناول "وِلاسِنی الیشور" پر مبنی تھی۔ ماسٹر ونائیک اس کے ہدایت کار تھے۔ ماسٹر ونائیک خود ایک ماہر اداکار تھے۔ انھوں نے بڑی کامیابی سے مراٹھی اسکرین پر سماجی طنز و مزاح کو پیش کیا۔ وشرام بیڈیکر نے بھی طنز آمیز مراٹھی سماجی فلمیں تیار کیں، لیکن ماسٹر ونائیک کی طرح کامیاب

نہ ہوئے۔ رام گنیش گڈکری کے "ٹھکیچا لگن" اور "ستیہ چے پریوگ" پر بیڈیکر کی رنگ آمیزی کو ناقدین نے کافی سراہا۔ ماسٹر ونائیک اور اچاریہ پی۔ کے۔ اترے کی جوڑی بڑی توانا تھی۔ اُن کی پیش کش "دھرم ویر" 'برہمچاری'، 'پریم ویر'، 'اردھانگی' اور 'برانڈی چی باٹلی' کو زبردست عوامی مقبولیت حاصل ہوئی اور اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ سماجی طنز و مزاح کس قدر اثر رکھتا ہے۔ ماسٹر ونائیک نے "چھایہ" 'دیوتا' 'امرت' اور 'مازے بال'، جیسی فلموں میں وی۔ ایس۔ کھانڈیکر کے فکر انگیز سماجی خیالات کی بخوبی ترجمانی کی۔

اسی زمانے میں ماسٹر ونائیک کے حصّہ سے قطع نظر، بین راؤ پینٹر نے 'ساؤکاری پاش'، پیش کی، جس میں ایک اَن پڑھ کاشتکار خاندان کی دُکھ بھری کہانی بیان کی گئی ہے جسے ساہوکار نے کنگال کر دیا تھا۔

پربھات، پُونے منتقل :

بعض وجوہات کی بنا پر 'پربھات' کولہاپور سے پُونے منتقل ہو گئی۔ پونے میں اس کمپنی کو بہت سا سینمائی ساز و سامان دستیاب ہوا۔ پونے آنے کے بعد پربھات نے کئی یادگار فلمیں پیش کیں۔ سال ۱۹۲۹ء اور ۱۹۳۳ء کے درمیان پربھات نے کولہاپور میں چھ خاموش اور چھ بولتی فلمیں تیار کیں۔ ان سب فلموں کی ہدایت کاری وی۔ شانتارام نے انجام دی تھی۔ بین راؤ پینڈھرکر نے پونے میں پربھات کو قائم کرنے میں بڑا کام انجام دیا۔ انھوں نے پربھات کی کئی فلموں میں ولین کا کردار بخوبی ادا کیا۔ انھیں ایک منجھے ہوئے ولین کی حیثیت سے بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ ماسٹر ونائیک اور رلیلا چندرا گری (بعد ازاں شریمتی بھالجی پینڈھرکر) بیشتر پربھات فلموں میں رومانی کردار ادا کرتے تھے۔ یہ خصوصاً 'اگنی کنکن'، 'مایا مچھندر' اور 'سنہہ گڑھ'، میں نمایاں رہے۔ ۱۹۳۴ء سے پربھات کا سنہری دَور شروع ہوا۔ اس کے 'نشان - ترمچی - کی دَور دَورہ دھوم تھی' 'اُمرت منتھن'، پہلی فلم تھی جو پربھات نے پونے آکر بنائی تھی۔ جو بڑی کامیاب رہی۔ اس کے بعد 'چندر سین'، اور 'دھرماتما'، بنی۔ "دھرماتما" میں مراٹھی میوزیکل تھیٹر کے نامور گلوکار و اداکار بال گندھرو نے "سنت ایکناتھ" کا کردار ادا کیا۔ لیکن اسے معمولی کامیابی ملی، حالانکہ اس میں سنت ایکناتھ، جنھوں نے مساوات اور بھائی چارہ کا پرچار کیا تھا۔ کی تاریخی کہانی کے ذریعہ اچھوتوں کے

مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ بہرحال پربھات کی فلم "گوپال کرشن" بڑی پُر اثر رہی۔ اس میں رام مراٹھے نے نوجوان کرشن کا کردار ادا کیا تھا اور آج بھی ان کی عمدہ اداکاری کی یاد دلوں میں تازہ ہے۔ شانتا آپٹے نے بھی اس میں اداکاری کی تھی۔ 'سنت تکارام'، اس فلم کے ہدایت کار داملے اور فتح لال تھے۔ انسانیت اور حقیقت پسندی کے لحاظ سے لاجواب تھی۔ یہ فلم ایک سال سے زیادہ عرصہ تک چلی اور لوگوں میں بہت مقبول ہوئی۔ 'سنت تکارام'، فلم کو وینس میں بھی بہت سراہا گیا، جہاں یہ بین الاقوامی فلمی میلے میں دکھائی گئی تھی۔ پربھات کی ایک اور دھارمک فلم "سنت گیانیشور" میں انسانی مساوات کا سبق بڑے پُر اثر انداز میں دیا گیا تھا۔ اپنے خاص تأثر کی بنا پر بھی یہ قابلِ ذکر ہے۔ امریکی ماہرینِ فلم نے اس میں دکھائی گئی متحرک دیوار کی بڑی تعریف کی، اور الیگزینڈر کورڈا کی فلم 'تھیف آف بغداد' میں میجک کارپٹ (طلسمی قالین) سے اس کا موازنہ کیا۔ 'سنت گیانیشور' میں ننھے یشونت نے چھوٹے گیانیشور کا اور شاہو مودک نے بالغ گیانیشور کا کردار ادا کیا تھا 'سنت تکارام' میں وشنو پنت نے تکارام کا کردار بخوبی ادا کیا اور انھیں اس اداکاری پر دائمی شہرت ملی۔ گوری نے تکارام کی پیاری بیوی کے رُوپ میں اپنا کردار خوب نبھایا۔

پہلی سماجی فلم :

۱۹۳۷ء میں وی۔ شانتارام نے اپنی پہلی سماجی فلم 'کنکو' بنائی، جس میں ایک نوجوان لڑکی کی بغاوت دکھائی گئی تھی جس کی شادی ایک معمر شخص سے کر دی گئی تھی جو اس کے باپ کے برابر لگتا تھا۔ اس کے بعد وی۔ شانتارام نے 'مانس'، نامی المیہ فلم تیار کی جو ایک طوائف اور ایک پولس مین کے متعلق تھی۔ اپنی اگلی فلم 'شیجاری'، میں شانتارام نے ہندو مسلمان پڑوسیوں کے تعلقات کی بڑے جذباتی انداز میں عکاسی کی اور ہندو مسلم اتحاد کی تلقین کی تھی۔

'رام شاستری'، بھی پربھات کی ایک قابلِ فخر فلم تھی۔ اس کے ہدایتکار گجانن جاگیردار تھے اور انھوں نے خود اس فلم میں رام شاستری پربھنے نامی جج کا کردار بڑی خوبی سے ادا کیا۔ ان کے علاوہ اس میں ماسٹر چھل، ہنسا واڈیکر، میناکشی اور للیتا پوار جیسے ممتاز اداکار شامل تھے۔ اس طرح یہ اولین 'ملٹی اسٹار' فلم تھی۔

دشرام بیڈیکر کی فلم 'لکشمی چے کھیل'، اور 'ٹھکیچا لگن' سے طنزیہ سماجی فلموں کا آغاز ہوا۔ ماسٹر ونائیک کی فلم 'لگن پہاوے کرون'، 'سرکاری

پاہونے‘ ’برانڈی چی باٹلی‘ ’برہمچاری‘ اور ’اردھانگی‘ بڑی رنگین سماجی کامیڈی فلمیں تھیں۔ مراٹھی ادب میں مشہور طنز و مزاح نگار اچاریہ پی. کے اترے اور سی. وی. جوشی نے بھی مراٹھی سماجی کامیڈی فلموں کو آگے بڑھانے میں کافی مدد دی۔

بھالجی کا حصّہ:

اسی زمانے میں بھالجی پینڈھرکر نے کئی شاندار تاریخی فلمیں مثلاً ’سورا جیا سیمے ور‘ اور ’نیتاجی پالکر‘ نیز دھارمک ناٹک ’راجہ گوپی چند بھگت اور داماجی‘ ’کانہوپترا‘ اور سماجی فلم ’سون بائی‘ اپنی تاریخی فلموں کے ذریعے بھالجی نے چھترپتی شیواجی مہاراج کی شجاعت اور اخلاق سے روشناس کیا۔

۱۹۴۱ء میں شانتارام پربھات کمپنی سے الگ ہو گئے۔ ماسٹر ونائیک اور پی. کے. اترے کی پُر اثر جوڑی بھی ٹوٹ گئی کیونکہ ونائیک بھی کمپنی سے علیحدہ ہو گئے۔ اس طرح پربھات اور ہنس کمپنی کے ٹوٹ جانے سے اس زمانے میں مراٹھی فلموں پر اثر پڑا۔ مزید برآں دوسری عالمی جنگ چھڑ جانے سے بھی مراٹھی فلم انڈسٹری بُری طرح متاثر ہوئی۔ ۴۳ تا ۱۹۴۶ء مدّت کے دَوران صرف دس مراٹھی فلمیں بنیں۔ اس زمانے کی قابلِ ذکر دو فلمیں ’رام شاستری‘ اور ’رام راجیہ‘ ہیں۔

دیگر فلمیں:

۱۹۳۱ء سے ۴۶ - ۱۹۴۵ء تک تیار کی جانے والی قابل ذکر فلمیں یہ ہیں: ’’پایاچی داسی‘ پاہیلا پالنا‘ نارد ناردی‘ پاہیلی منگلا گور‘ ماز بال‘ چیمُک لاسنسار‘ بھگوا جھنڈا اور کنی ہنسال‘‘ وغیرہ۔ مراٹھی فلمیں کُل ہند اور عالمی سطح پر بھی خوب مشہور ہوئیں۔ مراٹھی فلم ’چھایہ‘ نے بہترین کہانی کی بنا پر گولڈ میڈل پایا۔ بنگال فلم جرنلسٹس ایسوسی ایشن نے ’رام شاستری‘ نامی مراٹھی فلم کو نوازا۔ ’’امرت منتھن‘‘ وینس میں منعقدہ انٹرنیشنل فلم فیسٹیول میں سراہی گئی۔ ’’سنت تکارام‘‘ کو بھی پانچویں انٹرنیشنل سینماٹوگراف نمائش میں اعزاز ملا۔

اس عرصہ میں نمایاں حصّہ لینے والے فن کاروں کے نام نامی یہ ہیں: وی. شانتارام، ماسٹر ونائیک، ناناصاحب سرپدار، باسوراؤ پینٹر، داملے فتح لال، وشرام بیڈیکر، کے. پی. بھادے، پرشوناتھ النیکر، باسوراؤ پینڈھرکر، آر. ایس. جنارکر، گجانن جاگیردار، بھالجی پینڈھرکر، وی. ایس. کھانڈیکر، آچاریہ اترے، سی. وی. جوشی، کیشوراؤ بھولے، راجہ نینے، گووند ٹیمبے، مینا کشی، شانتا آپٹے، شاہو موڈک، مظہر خاں، ہنسا واڈکر اور کیشوراؤ داتے وغیرہ۔

نیا دَور:

۱۹۴۷ء کے بعد سے مراٹھی سینما کا ایک نیا دَور شروع ہوا۔ جس میں شانتارام کے ’لوک شاہیر راجشی‘ اور ’منگل پکچرز کے ملہار‘ کو کافی دخل حاصل رہا۔ ان دونوں فلموں میں لوک گیت اور لوک ناچ کو پورا موقع دیا گیا۔ سینما کے پردے پر پہلی مرتبہ لاؤنی اور تماشہ بالترتیب ’رام جوشی‘ اور ’جے ملہار‘ نامی فلموں کے ذریعہ پیش کئے گئے۔ تماشہ فلموں میں ’’پڑھچے پاول‘‘ یادگار فلم تھی۔ اسی زمانہ کی فلموں کے اداکار جے رام شلیدار اور ہنسا واڈ نے بھی کافی شہرت پائی۔

وقت کے ساتھ ساتھ نئے نئے ہدایت کار اور اداکار سامنے آئے۔ آزادی کے بعد کی فلموں میں راجہ پرانجپے، دتّا دھرمادھیکاری، رام گوبا، راجہ ٹھاکر، اننت مانے اور مادھو شندے نے ہدایت کاری میں لوہا منوایا۔ دیگر فن کاروں میں سلوچنا، اوشاکرن، چندر کانت، سُریہ کانت، شکنتلا، راجہ گوسوی، رمیش دیو اور جے شری گڈکر نے اداکاری میں شہرت پائی۔

موسیقاروں میں سدھیر پھڑکے، وسنت دیسائی، دتا ڈوجے کر، وسنت پوار اور رام کدم زمانۂ عروج پر رہے۔ کہانی کاروں میں پی. ایل دیشپانڈے، جی. آر. کامت اور مڈگلکر نے بہترین فلمی کہانیاں لکھیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ۱۹۵۰ء میں یکے بعد دیگرے کئی یادگار مراٹھی فلمیں پردۂ سیمیں کی رونق بنیں۔ ان میں سے ایک بہترین فلم گووند گھانیکر کی ’پرا پنچ‘‘ تھی، جو خاندانی منصوبہ بندی کے موضوع پر بنائی گئی تھی۔ ’’دیو بیا‘‘ بچوں کی بہترین فلم تھی۔

مراٹھی فلم ’’پیٹر گاؤ نچے شاہنے‘‘ میں جی. ڈی. مڈگلکر اور راجہ پرانجپے کامیاب اداکار کی حیثیت سے اُبھرے۔ ’’لوکاچی گھوشٹا‘‘ میں چترا اور ریکھا نے بھی اداکاری کے خوب جوہر دکھائے۔ اسی زمانہ میں راجہ گوساوی نے مزاحیہ اداکاری میں نام کمایا۔ بچہ آرٹسٹ کی حیثیت سے میدھا گپتے نے اپنی معصوم اداکاری کے اَنمٹ نشان چھوڑے ہیں۔ ’’میٹھا بھاکر‘‘ میں سلوچنا کی لاجواب اداکاری اب بھی لوگوں کے ذہن میں ہوگی۔ فنِ ہدایت کاری میں شانتارام اٹھاؤلے، فلمی کہانی کار وائی. جی. جوشی‘ فلم اداکار دھملے مانونکر، دھومل، ایچ. جیٹنس، سیمنتی گپتے وغیرہ اس زمانہ کی مراٹھی فلموں کے چمکتے ستارے اور فنکار تھے۔

سنجیدہ فلمیں : وی. شانتا رام سنجیدہ مراٹھی فلمیں بنانے میں آج بھی مشہور ہیں۔ آپ کی فلم "امر بھوپالی" نہ صرف بے حد کامیاب رہی، بلکہ تقریباً ۲۰ ہفتوں تک ایک غیر مراٹھی ریاست مدراس میں چلتی رہی۔ اس فلم میں مشہور اداکارہ سندھیا کو متعارف کرایا گیا تھا۔ دیگر مشہور مراٹھی فلموں میں اچاریہ اترے کی "شیام چی آئی" نے صدر جمہوریہ کا گولڈ میڈل جیتا تھا۔ اس فلم میں ممتا کے پیار کی بہترین عکاسی کی گئی تھی۔ یہ فلم اس زمانہ میں سال کی بہترین فلم تسلیم کی گئی تھی۔

ہندی فلموں سے مقابلہ آرائی :

۱۹۵۰ء کے زمانے میں ہندی فلموں کی رفتہ رفتہ مقبولیت نے مراٹھی فلموں پر بُرا اثر ضرور ڈالا تھا۔ یہاں تک کہ راجہ پرانجپے اور دتا دھرمادھیکاری جیسے فن کار بھی کچھ عرصہ تک مراٹھی فلموں سے علیحدہ رہے۔ رنگین اور مسالے دار ہندی فلموں نے مراٹھی فلموں کو کچھ پیچھے ڈھکیل دیا تھا۔ لیکن اسی دور میں مراٹھی فلموں کے ڈگمگاتے قدموں کو اننت مانے نے پھر سے سہارا دیا۔ ۱۹۵۹ء میں اُن کی فلم "سنگتے آئیکا" باکس آفس ہٹ ثابت ہوئی۔ شائقین نے اس فلم کو اتنا پسند کیا کہ یہ پونے کے صرف ایک ہی تھیٹر میں لگاتار ۱۳۱ ہفتہ یعنی تقریباً ڈھائی سال تک چلتی رہی۔ مراٹھی ڈراموں کو تفریحی ٹیکس سے مستثنیٰ ہونے کی سہولت نے اننت مانے کو ایک اور موقع دیا اور انھوں نے تماشہ فلمیں بنانی شروع کیں جس کے نتیجہ میں مراٹھی فلموں نے ایک بار پھر نئی زندگی پائی۔

۱۹۷۰ء کا زمانہ مراٹھی فلموں کے لئے بہت خراب رہا۔ فلموں کی تیاری کا اوسط سالانہ دس تھا اور اس میں بھی دیہی حالاتِ زندگی اور تماشوں کے کمزور موضوعات نے مراٹھی فلموں کی شہرت کو مزید دھکا پہنچایا لیکن ایسے دور میں دو مراٹھی فلمیں، داداکونڈکے کی "سونگدیہ" اور وی. شانتا رام کی "پنجرا" بے حد مشہور ہوئیں۔ ان فلموں کی مقبولیت کی وجہ سے مراٹھی فلم سازوں کو دوبارہ حوصلہ ملا۔ اس کے ساتھ ہی حکومت مہاراشٹر کی تفریحی ٹیکس کی واپس ادائیگی اسکیم سے فلم سازی صنعت دوبارہ حرکت میں آگئی۔ جس کے نتیجہ میں مراٹھی فلموں میں نئے تجربات کرنے اور نئے فلم سازوں کو میدان میں آنے کا موقع ملا۔ اس زمانے میں "چندر ہوتا شاکسیلا" 'جانکی' 'ہلدی کم کم' وغیرہ فلمیں کامیاب رہیں۔ اسی دور میں نیلو پھولے، ارون سرنائیک، اوشا چوان، رتن مالا، رویندر مہاجنی، یشونت دت، آشا کالے، سیما، رمیش دیو، منر تلوارکر، اوشا نائیک، نانا پالسیکر، اشوک سراف وغیرہ نے اداکاری میں شہرت پائی۔ ان کے علاوہ ڈاکٹر جبار پٹیل، جیا ناچھکٹ، راج دتا اور کملاکر تورنے، مراٹھی فلموں کے بہترین ہدایت کار کی حیثیت سے اُبھرے۔

ریاستی حکومت کی اس نئی اسکیم کی وجہ سے یہ زمانہ مشہور مراٹھی فلموں کا دور ثابت ہوا۔ "سامنا" 'جیت رے جیت' 'شانتا کورٹ چالو آہے' 'گھاسی رام کوتوال' اور مجاہدینِ آزادی کی زندگی پر مبنی فلم "۲۴ جون ۱۹۷۸ء" اس دور کی مشہور فلمیں تھیں۔

مراٹھی فلم "اکرایت" کو دسمبر ۱۹۸۱ء میں فرانس میں منعقدہ بین الاقوامی فلمی میلہ میں بہترین فلم کی حیثیت سے منتخب ہونے کا اعزاز ملا۔ وی. شانتا رام کی "زوبخ" اور "چھانی" اننت مانے کی "سوشیلا"، راج دتا کی "دیوکی نندن گوپال" اور "ارے سنسار سنسار" بھی شائقین کو بیحد پسند آئیں۔

داداکونڈکے کی تمام فلموں نے "سونگدیہ" سے لے کر "ہیچ نورا پاہیجے" تک کامیابی کے ریکارڈ قائم کئے ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ داداکونڈکے کی تعریف عالمی شہرت کی کتاب "گنیز" میں بھی کی گئی ہے۔

اسی دور سے مراٹھی فلموں کی مقبولیت پروان چڑھتی رہی۔ اب دلت ادب کی شمولیت نے بھی مراٹھی فلموں کو ایک کامیاب نیا موڑ دیا ہے۔ اس موضوع پر مبنی فلمیں لکشمن مانے کی "اپارا" مادھوکونڈولکر کی "مقام پوسٹ گوٹھنے" اور خصوصاً دیا پوار کی "بلوتا" کافی مشہور ہوئیں۔ اسی فلم کو لے کر بھاسکر چندراوارکر فلم "اتیاچار" بنانے جا رہے ہیں۔ مراٹھی فلم "بلوتا" کو بہترین کہانی کے لئے نیشنل فلم ڈیولپمنٹ کارپوریشن کی جانب سے دوسرا انعام بھی دیا گیا ہے۔

بہرحال "ایودھیا چا راجہ" سے لے کر "اتیاچار" تک مراٹھی سینما نے نشیب و فراز سے گذر کر ایک طویل سفر طے کیا ہے۔ آج مراٹھی فلمیں زیادہ تر بمبئی اور کولہاپور میں تیار کی جاتی ہیں۔ بمبئی میں حکومت مہاراشٹر نے فلمی صنعت کے لئے 'فلم سٹی' بھی قائم کی ہے۔ ایسی ہی 'فلم سٹی' کولہاپور میں قائم کئے جانے کے امکانات ہیں۔

اس طرح حکومت کے تعاون سے اور ریاست بھر میں مراٹھی فلموں کی نمائش کے لئے تھیٹر مہیا کرنے کے انتظامات کے نتیجہ میں مراٹھی سینما پھر اسی کامیابی و کامرانی کے دور سے گذریگا۔



حال ہی میں وزیر اعلیٰ شری بابا صاحب نے مراٹھی سنیما کی ۵۰ سالہ تاریخ پر مشتمل ایک نمائش کا افتتاح کیا۔ افتتاح کے بعد آپ نمائش کی سیر کر رہے ہیں۔



وزیر اعلیٰ بابا صاحب بھوسلے کی اہلیہ شریمتی کلاوتی بھوسلے کولھاپور میں ۶ر فروری کو منعقدہ ایک تقریب میں آنجہانی بابوراؤ پینٹر کی بیٹی مائی صاحب کو اعزاز سے نواز رہی ہیں



اسی روز ایک دوسری تقریب میں وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے ممتاز مراٹھی فلم ڈائرکٹر شری دتا دھرمادھیکاری کو اعزاز عطا کر رہے ہیں

نومی ۔ اج

تیسری آنکھ - مہاتما پھلے کا غیر مطبوعہ ناٹک

• پروفیسر م۔خ۔ شاذلی
شری شیواجی کالج، قندھار (مہاراشٹر)

مہاراشٹر کے سماج سُدھارکوں میں مہاتما جیوتی راؤ پھلے کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ خصوصًا ہندو سماج میں ذات بندی، برہمن طبقہ کی نا انصافیوں اور کمذات کے غریب عوام کی دُرگت کو مہاتما پھلے نے جس شدّت سے محسوس کیا، شاید کسی اور نے نہ کیا ہو اس دَور میں دراصل آزادی کی جدوجہد کا آغاز ہوچکا تھا۔ لیکن اس کے باوجود ہندوستانی عوام انگریزوں کی آمد سے مُطمئن تھے۔ جدید تعلیم نے خاص طور پر ہم ہندوستانیوں میں سے بہت ساری سماجی بُرائیوں کو ختم کرنے میں بڑی مدد کی تھی۔ راجہ رام موہن رائے، بنکم چندر چٹرجی، سر سیّد احمد خاں وغیرہ نے عیسائی مذہب سے قطع نظر مغربی تہذیب وتمدّن اور سائنسی نقطۂ نظر کو پسندیدگی کی نِگاہ سے دیکھا ہے۔ چُنانچہ مہاتما پھلے کے پاس بھی یہی نقطۂ نظر ملتا ہے۔ البتہ وہ زیادہ زور اپنے سماج کی بُرائیوں کو دُور کرنے پر صرف کرتے ہیں۔

اسی دور میں یہ مسئلہ بھی بڑی قوّت سے سامنے آیا کہ سیاسی آزادی اوّل یا سماجی سُدھار۔ گاندھی جی کو بھی اپنے آخری دَور میں اس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کرنا پڑا۔ حالانکہ آزادی کے جذباتی اور نعرہ بازی کے شور میں سماج کے سُدھار کی آواز کافی دَب سی گئی تھی۔ لیکن مہاتما پھلے نے سیاسی آزادی اور سیاسی حقوق سے زیادہ سماج سُدھار پہ زور دیا ہے۔ خصوصًا اُنھوں نے برہمن طبقہ کے رویہ پر سخت تنقید کی ہے۔

منفی رویہ کے علاوہ مہاتما پھلے نے مثبت طور پر تعلیم کے میدان میں ٹھوس کام کیا ہے۔ اس تعلق سے مہاتما پھلے کو کن مصائب کا سامنا کرنا پڑا، اس سے تقریبًا سب ہی واقف ہیں البتہ افسوس اس بات کا ہے کہ مہاتما پھلے کے نقطۂ نظر اور نظریاتی جدوجہد پہ بہت کم سوانح نگاروں نے توجہ دی ہے۔

یہاں مہاتما پھلے کی شخصیت کے ایک نئے پہلو کو سامنے لانا مقصود ہے۔ غالبًا بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ مہاتما پھلے ایک سماجی کارکن، ماہر تعلیم کے علاوہ ایک بہترین ڈرامہ نویس بھی تھے لیکن انھوں نے ڈرامہ کو بھی اپنی جدوجہد اور نقطۂ نظر کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ ڈرامہ اُن کے نقطۂ نظر کی پوری طرح ترجمانی کرتا ہے۔

لہٰذا آج کے ادیب اس کو پروپیگنڈہ قرار دیں گے۔ لیکن مقصدی اَدب کے لحاظ سے مہاتما پھلے کے ڈرامہ کو اَدبِ عالیہ کا مقام دیا جا سکتا ہے۔ گو فنِ ڈرامہ نویسی کے مکمّل تقاضے پورے نہ بھی کیے گئے ہوں۔

۱۹۶۹ء میں دھننجے کیر اور ڈاکٹر مالشے نے مہاتما جیوتی راؤ پھلے کی تمام تصانیف کی ادارت کرتے ہوئے ایک ضخیم جلد "مہاتما پھلے سمگر وانگمئے" نام سے بمبئی سے شائع کی، جس میں صفحہ نمبر ۵۰۵ پر مہاتما پھلے کی غیر مطبوعہ تصانیف کے تحت "ترتیئے رتن" کا ذکر کیا ہے اس تعلق سے لکھا گیا ہے کہ "سن اٹھارہ سو پچپن میں انھوں نے 'ترتیہ رتن' نام کا ناٹک لکھا۔ اور دیوتاؤں کے نام پر جو تصوّر اور اندھی تقلید پھیلائی گئی تھی' انھوں نے اُس کی پول کھول دی۔

مہاتما پھلے کی تمام تصانیف میں یہی ناٹک سب سے پہلی تصنیف معلوم ہوتی ہے کیونکہ مہادھٹ شاستری نے مہاتما پھلے کی دو تصانیف "امرجیون" اور "ترمیکا چاشودھ" کو ایک ساتھ یکجا شائع کیا ہے۔ اور "ترمیکا چاشودھ" کو ۱۸۵۵ء کی تصنیف بتایا ہے لیکن اس کتاب کے پہلے صفحہ پر ۱۸۵۴ء درج ہے۔ اور اندر مہاتما پھلے کے تحریر کردہ دیباچہ کے نیچے "۱ جنوری ۱۸۵۵ء" تاریخ درج ہے۔ مہاتما پھلے کے وسیع مطالعہ کا اندازہ اس سے بھی ہو سکتا ہے کہ اسی دیباچہ میں انھوں نے ڈارون اور اُس کے فلسفۂ ارتقاء کا ذکر کیا ہے۔

مہاتما پھلے کا یہ ڈرامہ عرصہ تک شائع نہ ہو سکا تھا اور حال ہی میں اس ڈرامہ کے تین قلمی نسخے چکھلی (بلڈانہ) کے ایک ستیہ شودھک پنڈھری ناتھ ستیا رام پاٹل کے مجموعۂ کتب میں دستیاب ہوئے ہیں۔ مہاتما پھلے کی زندگی میں یہ ڈرامہ کیوں شائع نہیں ہو سکا اس کا اندازہ ڈرامہ کا مطالعہ کرنے ہی سے ہو سکتا ہے۔ البتہ مہاتما پھلے نے اس کے اصل سبب کی طرف ایک اشارہ اپنی ایک تصنیف "غلام گیری" میں کیا ہے۔ وہ اس ناٹک کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "بھٹ جوتشی اپنے مطلبی مذہب کی گپیں مار کر اَن پڑھ اور جاہل شودروں کو کس کس طرح فریب دے کر لوٹتے ہیں۔ اور عیسائی مبلغین اپنے غیر جانبدار مذہب کی بنیاد پر اَن پڑھ شودروں کو صحیح علم دے کر کس طرح سچائی کے راستہ پر لاتے ہیں۔ ان تمام باتوں کے تعلق سے میں نے ایک چھوٹا سا ناٹک لکھ کر ۱۸۸۵ء میں دکشنا پرائز کمیٹی کو پیش کیا۔ لیکن وہاں بھی بھٹ ممبران کا غلبہ ہونے کی وجہ سے یوروپین ممبران کی بھی کچھ نہ چلی۔ اس لئے اس کمیٹی نے میری پوتھی (کتاب) کو ناپسند کیا۔۔۔۔۔ آخرکار میں نے اس کتاب کو ایک طرف ڈال دیا۔ اور کئی سال بعد برہمنوں کے ظلم کے تعلق سے ایک چھوٹی سی نئی کتاب تیار کر کے اپنے خرچ سے چھپوا کر شائع کر دی۔"

عوامی جدوجہد کی راہ میں اس طرح کے مایوس کن واقعات ضرور پیش آتے ہیں۔ اور انسان کا ایسے موقع پر بددل ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، لہٰذا مہاتما پھلے کا اس ڈرامہ کو ایک طرف ڈال دینا قدرتی امر تھا۔ دوسرے یہ بھی کہ آگے چل کر مہاتما پھلے عملی جدوجہد میں ہمہ تن مصروف ہو گئے تھے۔ ڈرامہ وغیرہ کی طرف اب ان کی پوری توجہ نہ رہی۔

اس ناٹک کے تینوں نسخوں میں سے ایک نسخہ غالباً مہاتما پھلے کے ہاتھ کا تحریر کردہ معلوم ہوتا ہے۔ یہ تحریر ہرے کاغذ پر صاف صاف حروف میں لکھی ہوئی ہے۔ نسخہ نہایت بوسیدہ حالت میں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان صفحات کو دوسرے کاغذ پر چپکا کر اسے محفوظ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس نسخہ میں یہ ناٹک ۴۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسی نسخہ میں وِدوشک (مزاحیہ کردار) CLOWN کے تمام مکالمات سُرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔

اسی نسخہ میں صفحہ ۱ پر کسی جگہ "ص۵ سے آگے" لکھا ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ دوسرے نسخہ سے نقل کیا گیا ہے۔ دوسرے نسخہ میں 'رسو د ورگھ' کے علاوہ الفاظ کی شکست و ریخت کی کئی غلطیاں ملتی ہیں۔ بعض جگہ زبان بالکل روزمرّہ کی استعمال کی گئی ہے۔ کئی جگہ صرف و نحو کی غلطیاں بھی موجود ہیں۔ تیسرا نسخہ عموداً طرز کی کاپی (بہی کھاتے کی شکل) پر لکھا گیا ہے۔ اس میں تمام مکالمے ایک ہی روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ تینوں نسخوں پر "ترتیہ رتن ناٹک"، مصنّف جیوتی راؤ پھلے، ۱۸۵۵ء" تحریر موجود ہے۔

دراصل اس ناٹک کا مقصد مہاتما پھلے کی تمام ترجدوجہد کا مرکزی خیال ہے۔ اس لئے اس ناٹک کا عکس پھلے کی دیگر تصانیف میں بھی ملتا ہے۔ مثلاً "برہمناچے کسب" (۱۸۷۳ء میں) چھیدک ۲ (باب ۲) میں 'ترتیہ رتن' کا پورا خلاصہ درج ہے۔ فرق صرف یہ کہ ناٹک میں کسان کی بیوی کی جگہ یہاں اچھوت کی بیوی کا تذکرہ ہے، اور برہمن جوتشی اس سے پیسہ بٹورتا ہے۔ اسی طرح باب ۵ میں بھی بعض تذکرے اسی ڈرامے کی جھلکیاں

ہیں ۔ ”شنکریان جا سوٹر“ میں بھی اس ناٹک کا ہلکا سا تذکرہ موجود ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مہاتما پھلے کی زندگی اور مہمات میں اس ناٹک کی بڑی اہمیت ہے۔ اس مختصر سے ناٹک میں دراصل مہاتما پھلے کی تمام تر جدوجہد کے تقریباً ہر پہلو کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ اور بعد کی تمام تصانیف پر اسی ناٹک کا اثر پایا جاتا ہے۔ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ اتنی اہم اور بنیادی تخلیق ایک تو اب تک شائع نہ ہو سکی۔ دوسرے یہ کہ سوانح نگار حضرات اور دیگر قلمکاروں نے مہاتما پھلے پہ لکھتے وقت کبھی بھی اس ناٹک کا ذکر نہیں کیا ہے جس کی بڑی وجہ تو یہ سمجھ میں آسکتی ہے کہ ہمارے مہاراشٹر میں اور خصوصاً مراٹھی زبان میں بھی اب تک قلم سماج کے ایک مخصوص طبقے کے ہاتھ میں ہے جو اپنا ایک مخصوص نقطۂ نظر رکھتا ہے اسی اندازِ فکر سے وہ ہر موضوع پر قلم اٹھاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے ماحول میں پھلے کا یہ ڈرامہ کس طرح زیورِ طباعت سے آراستہ ہو سکتا ہے!

مہاتما پھلے کی دیگر تصانیف میں اس ناٹک کا عکس دیکھ کر یہ اندازہ تو ہو جاتا ہے کہ یہ ناٹک مہاتما پھلے کی پہلی تصنیف ہے۔ یوں تو مہاتما پھلے نے اپنی تصنیف ”غلام گری“ میں اس ناٹک کا تذکرہ ۱۸۸۵ء کے ساتھ کیا ہے لیکن دراصل یہ سن تصنیف نہیں ہے، بلکہ اس سال انھوں نے یہ ناٹک دکشنا پرائز کمیٹی کو ارسال کیا تھا۔ البتہ قلمی نسخوں پر ۱۸۵۵ء درج ہے۔ جس کی بنا پر دھننجے کیر کا خیال ہے کہ جیوتی راؤ نے یہ ناٹک ۱۸۵۵ء کے آس پاس لکھا ہو۔ اور یہی مناسب بھی معلوم ہوتا ہے۔ آنجہانی پنڈھری ناتھ ستیا رام پاٹل (چکھلی) نے جو سوانح حیات لکھی ہے اس میں وہ تذکرہ کرتے ہیں کہ ۱۸۸۵ء میں جب مہاتما پھلے ممبئی سے دورہ کرتے ہوئے پونے پہنچے تو وہاں انھوں نے دو کتابیں ”ترتیۂ رتن“ اور ”ستہ دھرم بودھک اکھنڈ“، اسی عرصہ میں لکھیں۔ لیکن مالیہ کی عدم فراہمی کے سبب وہ ان کو شائع نہ کر سکے۔ بعض کا کہنا ہے کہ پاٹل کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ مہاتما پھلے کے پونے آنے تک وہ ناٹک کا نسخہ ان کے پاس موجود ہو۔

یہاں مہا بھٹ شاستری نے ”ترمیکا چاشودھ“ سنِ تصنیف ۱۸۵۵ء بتایا ہے، لیکن چونکہ کتاب پر ۱۸۵۴ء سال درج ہے۔ اس لئے یہ خیال ہوتا ہے کہ ”ترمیکا چاشودھ“ مہاتما پھلے کی پہلی تصنیف ہے۔ لیکن اندر دیباچہ میں مہاتما پھلے نے ۱ر جنوری ۱۸۵۵ء تاریخ درج کی ہے۔ بہرحال یہ بات واضح ہے کہ یہ ناٹک ”ترتیۂ رتن“ مہاتما پھلے کی اولین تصانیف میں سے ہے اور عمداً وہ اب تک اشاعت کی روشنی میں نہیں لائی گئی۔ جس کا ثبوت غالباً اس ناٹک کا مرکزی خیال ہے۔

اس ناٹک کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ چونکہ یہ ناٹک ایک مقصدی ڈرامہ ہے۔ (PROBLEM PLAY) اس لئے یہاں ہمیں مہاتما پھلے کے خیالات کو پڑھنے کا موقع ملتا ہے۔ یہاں انھوں نے اس بات پہ سخت تنقید کی ہے کہ بھٹ جوشی کس طرح سادہ لوح عوام اور غریب اچھوتوں کو اندھی تقلید میں مبتلا کر کے اور ان کی جہالت سے فائدہ اٹھا کر اپنا الّو سیدھا کرتے ہیں۔ پنچانگ، علمِ نجوم اور جھوٹی بھکتی وغیرہ کو جہاں انھوں نے جوشیوں کے بہترین ہتھیار بتائے ہیں، وہیں انھوں نے ان مسائل کا حل بھی پیش کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان ہتھیاروں کو تباہ کئے بغیر بھٹ شاہی ختم ہونے والی نہیں ہے اور ان خود غرض اور خود کو اس زمین کا دیوتا ظاہر کرنے والے ان برہمن بھٹوں سے زیادہ عوام کے ان بے لوث خدمتگاروں کو بہتر سمجھتے ہیں جو عیسائی مبلغین کی حیثیت سے ہندوستان میں گھر گھر جا کر عوامی خدمت کا ایک نمونہ پیش کرتے ہیں۔

یہیں مہاتما پھلے کو ہندو دھرم اور دیگر مذاہب کا فرق بھی محسوس ہوا، کہ یہ عیسائی مبلغین اپنی مذہبی کتابوں کے ہزاروں نسخے عوام تک پہنچاتے ہیں، جبکہ ہمارے یہاں سماج کے بعض طبقوں کو مذہبی گرنتھوں کے پڑھنے اور سننے کی بھی ممانعت ہے۔ اسی طرح ذات پات اور اونچ نیچ کے فرق کو نہ ماننے والے اور سماجی مساوات کے علمبردار مسلمان بھائی بھائی کی طرح ایک دوسرے سے برتاؤ کرتے ہیں۔ ان مثالوں کو سامنے رکھتے ہوئے مہاتما پھلے نے اس ناٹک میں ایک عیسائی پادری اور دوسرے مسلمان کردار کو شامل کر کے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے۔

تیسری اہم بات اس ناٹک میں یہ ہے کہ مہاتما پھلے نے اس ناٹک میں کھلے بندوں مورتی پوجا پر تنقید کی ہے۔ اس دور میں واقعی یہ بڑی ہمت کا کام تھا، اور وہ بھی عیسائی اور مسلمان کرداروں کی زبانی۔ یہ بڑا نازک مسئلہ تھا، لیکن ایک ماہر فنکار کی حیثیت سے مہاتما پھلے نے اس مسئلے کو اپنے ناٹک میں موزوں کیا ہے۔ ایک طرف وہ ہلکے انداز میں مسلمان بادشاہوں کی بت شکنی کی حرکت کی مذمت بھی کرتے ہیں، اور دوسری طرف اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں کہ ہندو سماج میں واقعی اس بت شکنی کی ضرورت ہے۔ عیسائی پادری غریب کنبی سے پتھر کے دیوتا کے تعلق سے سوالات کرتا ہے اور سمجھاتا ہے کہ انسان کے ہاتھوں

پتھر سے تراشا ہوا یہ دیوتا خدا نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی بھٹ جوتشیوں کی ایک سماجی فریب کاری ہے۔ لیکن وہیں مسلمان کردار یہ کہتا ہے کہ مسلمان بادشاہوں نے اگر مورتیاں توڑی ہیں تو کیا برا کیا ہے۔ عیسائی پادری کے ذریعہ مہاتما پھلے کہتے ہیں کہ مسلمان بادشاہوں نے ظلم و زبردستی کی راہ سے یہ کام کیا ہے۔ اسی لئے کام اچھا ہونے کے باوجود مسلمان بدنام ہیں، بلکہ طریق کار یہ ہونا چاہیئے کہ ہم مورتی توڑنے کے بجائے بہتر ہے کہ ان لوگوں کو افہام و تفہیم کے ذریعہ سمجھا بجھا کر خود ان ہی کے ہاتھوں مورتی پوجا ختم کرنے کے لئے انھیں تیار کریں۔ اس طرح مہاتما پھلے کو اسلام اور عیسائی مذہب اور اُن کے مبلغین سے یک گونہ ہمدردی اور لگاؤ ہو گیا تھا۔ لیکن یہاں ایک بات قابلِ ذکر ہے کہ ان لوگوں کو اچھی نظر سے دیکھنے کے باوجود ان کے ذہن میں شودروں کو عیسائی یا مسلمان مذہب قبول کروانے کا خیال نہ آیا، بلکہ وہ اس انداز سے سوچتے رہے کہ ان مذاہب کے ماننے والوں کے اچھے طریقوں کو ہمارے سماج میں بھی جاری کیا جائے تاکہ ہمارے سماج کی خطرناک حد تک بڑھی ہوئی خرابیاں دور ہو سکیں۔

ایک اور اہم بات یہ ہے کہ مہاتما پھلے نے ان تمام مسائل کی صحیح صورت حال کا نقشہ کھینچتے ہوئے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ہندوستان کے پسماندہ طبقات کے لئے نجات کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے جدید تعلیم اور ڈرامہ میں بھی اس بات کا واضح ذکر کیا گیا ہے کہ حکومت کے تعلیمی پروگرام کے باوجود اسکولوں میں غریب اور پسماندہ عوام کے بچوں کو کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کس طرح انھیں اسکولوں میں تنگ کیا جاتا ہے تاکہ وہ بچے خود بخود تعلیم ترک کر دیں۔ چنانچہ ڈرامے کے ہیرو کی یہی حیثیت بتائی گئی ہے کہ اس کو اسکول اس لئے چھوڑ دینا پڑا کہ ماسٹر اسے بری طرح زدوکوب کرتے تھے تاکہ وہ تعلیم ترک کر دے، لہٰذا اس نے تعلیم ترک کر دی۔ اس کے علاوہ اس بات پر بھی زور دیا گیا ہے کہ اگر دیہاتوں میں کہیں غریب اور پسماندہ عوام کو تعلیم حاصل کرنے میں کوئی دقت پیش آتی ہو تو وہ راست حکومت سے شکایت کریں۔

ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ مہاتما پھلے نے اس دور میں بچوں کے مدارس کو ناکافی سمجھتے ہوئے تعلیم بالغان اور خاص طور پر تعلیم نسواں پر کافی زور دیا ہے۔ تعلیم کے اس اہم مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے ہی مہاتما پھلے نے اس ڈرامہ کا نام "ترتیہ رتن" رکھا ہے یعنی تیسری آنکھ، رتن کے معنی مہاتما پھلے نے "نیتر" یعنی آنکھ لئے ہیں موجودہ دستیاب تینوں نسخوں میں سے ایک پر "ترتیہ نیتر" بھی لکھا ہوا ہے۔ اس طرح ترتیہ رتن، کا واضح مفہوم یہ ہوا کہ "انگریزی جدید تعلیم سے ہندوستانیوں کو تیسری آنکھ مل گئی ہے۔"

چنانچہ ڈرامہ کے آخری حصہ میں ہیرو کُنبی کسان اور اس کی بیوی دونوں بھی مہاتما پھلے کے قائم کردہ اسکولوں میں داخلہ لیتے ہیں، کیونکہ وہ سمجھ گئے تھے، خصوصاً عیسائی پادری کے سمجھانے سے کہ جدید تعلیم حاصل کئے بغیر وہ اس بھٹ شاہی کے چنگل سے نہیں نکل سکتے۔

چونکہ مہاتما پھلے نے یورپ میں جدید ترقیات اور سائنسی تحقیقات کا گہرا مطالعہ کیا تھا، نہ صرف یہ بلکہ وہ یورپ کے جدید سماجی و معاشی نظریات کا بھی پورا علم رکھتے تھے، اسی لئے وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہندوستانی سماج میں یہ قدیم رسوم و رواجات جن کی بنیاد محض تخیلات پر ہے انسان کو ترقی سے روکتے ہیں اور رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ سیاسی آزادی کو بھی زیادہ اہمیت نہیں دیتے ہیں کیونکہ سماجی آزادی کے بغیر سیاسی آزادی حاصل کرنا بے سود ہوگا۔

اب ناٹک کی کہانی سن لیجئے۔ اپنے پلاٹ اور واقعات کے اعتبار سے ابتداء سے انتہا تک تمام مناظر مکمل ہیں۔ زبان و بیان کے اعتبار سے کرداریت کا فن نکھر گیا ہے:

> ایک دیہات میں ایک جوتشی بھکشا مانگتے ہوئے ایک کنبی کے گھر جاتا ہے۔ کنبی کی بیوی جو حاملہ ہے اُس کو بھکشا دیتی ہے۔ جوتشی بھکشا کم ملنے کی شکایت کرتا ہے اور کنبی کی بیوی کو فریب دیتا ہے کہ اس کا ہونے والا بچہ ان لوگوں کے لئے منحوس ثابت ہوگا، اور پنچانگ کے اعتبار سے بتاتا ہے کہ اس بچہ کے ستارے ٹھیک نہیں ہیں۔ عورت گھبرا جاتی ہے اور اس آفت سے نجات کا راستہ پوچھتی ہے۔ جوتشی اس کو ۲۳ برہمنوں کو کھانا کھلانے کے لئے کہتا ہے، اور شوہر سے مشورہ کرنے کے لئے بھی کہتا ہے۔ جوتشی چلا جاتا ہے۔
>
> شوہر گھر آتا ہے، کھانا کھاتے وقت بیوی جوتشی کا ذکر کرتی ہے اور تمام واقعہ بیان کرتی ہے۔ شوہر بھی برہمنوں کو کھلانے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ کچھ دیر کے بعد جوتشی بھٹ پھر اپنی نس کی ڈبیہ کھو جانے کے بہانے آ پہنچتا ہے، یہ دیکھنے کے لئے کہ اس کا تیر نشانے پہ لگا ہے یا نہیں۔ اور شوہر کو ڈبیہ کے چار آنے دینے اور برہمنوں کو کھانا کھلانے کے لئے کسی سے قرض لینے کا مشورہ دیتا ہے۔ جاتے ہوئے اپنے گھر کا پتہ بھی

دیتا ہے کہ وہ قصائیوں کے محلہ کے قریب رہتا ہے۔

کنبی اور اس کی بیوی قرض لے کر بھٹ جوتشی کو دوسرے دن دیتے ہیں کہ وہ برہمنوں کے کھانے کا بندوبست کرے۔ جوتشی اور اس کی بیوی گھر میں اس دھندہ بازی کے تعلق سے گفتگو کرتے ہیں۔ جوتشی یہ کہہ کر خوش ہوتا ہے کہ اس نے کنبی سے دو دھوتیاں بھی لینے کے لئے کہا ہے جس میں سے ایک اس کے بھائی دامو کے لئے ہے اور یہ کہ جپ کا کام بھی اس کا بھائی داموہی کریگا جوتشی کی بیوی ان تمام چالبازیوں سے واقف ہے اور خوش ہے دیگر برہمنوں کو کھانے کے لئے بلاتے کے بجائے اس کی بیوی اپنے رشتہ داروں ہی کو بلانے کو کہتی ہے۔

برہمنوں کے بھوجن کا انتظام ہو جاتا ہے۔ کھانا پکانے کا تمام سامان لانے لے جانے کا کام بھی جوتشی کا ہوا اسی کنبی سے لینے ہیں برہمنوں کے کھانے اور پوجا وغیرہ کے وقت کنبی اور اس کی بیوی کو دور کھڑا کیا جاتا ہے۔

اسی اثنا میں ایک عیسائی پادری کا ادھر سے گذر ہوتا ہے وہ کنبی سے گفتگو کرنے کے لئے ٹھہر جاتا ہے۔ گفتگو کا آغاز مورتی پوجا سے ہوتا ہے۔ عیسائی دلیل دے کر سمجھاتا ہے کہ اس پتھر کی مورتی میں دیوتا نہیں ہے۔ یہ صرف برہمنوں کا کھڑا ہوا تماشہ ہے اس کے بعد تعلیم پہ گفتگو ہوتی ہے۔ کنبی بتلاتا ہے کہ وہ بچپن میں اسکول جاتا تھا۔ ماسٹر لوگ اس کو کافی مارتے تھے۔ برہمن کے لڑکے بھی ستاتے تھے۔ اس لئے اس کو اسکول چھوڑ دینا پڑا۔ اتنا ہی نہیں کنبی یہ بھی بتاتا ہے کہ حکومت نے اسکولوں کا کاروبار بھی برہمنوں کے ہاتھوں میں دے رکھا ہے۔ اس لئے وہ دوسری ذات کے بچوں کو اسکول میں نہیں آنے دیتے ہیں۔ جس پر عیسائی پادری کنبی کو مشورہ دیتا ہے کہ اگر انھیں کہیں ایسی ناانصافی نظر آئے تو وہ فوراً اس کی اطلاع حکومت کو دے دیں۔ اس کے لئے بھی ان کا تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس وقت اتفاق سے ایک مسلمان بھی آجاتا ہے۔ مورتی پوجا کے تعلق سے گفتگو سنکر کہتا ہے کہ اگر مورتی پوجا غلط ہے تو مسلمان بادشاہوں نے اگر سومناتھ کے مندر اور مورتی کو توڑا ہے تو کیا برا کیا ہے۔ عیسائی پادری سمجھاتا ہے کہ مسلمانوں نے ظلم اور زبردستی سے اس برائی کو ختم کرنے کی کوشش کی جس کا اچھا اثر نہ ہوا، بلکہ انھیں سمجھا بجھا کر انھی کے ہاتھوں یہ برائی ختم کرائی جائے۔

کنبی اور اس کی بیوی کافی متاثر ہوتے ہیں۔ جوتشی برہمن بھی وہاں آجاتا ہے۔ ان لوگوں کی گفتگو سنکر کافی چین بجبیں ہوتا ہے اور کنبی کو برہمنوں کا بچا ہوا کھانا پرشاد کے طور پر دیتا ہے لیکن کنبی اور اس کی بیوی اب جوتشی کی پُرفریب باتوں میں نہیں آتے اور گھر جاکر دونوں طے کرتے ہیں کہ وہ فوراً ان اسکولوں میں داخلہ لے لیں جو مہاتما پھلے اور ان کی بیوی ساوتری بائی نے کھول رکھے ہیں۔ کنبی کی بیوی کا نام جوگائی ہے۔

اس ڈرامہ میں ایک مزاحیہ کردار بھی ہے۔ انیسویں صدی کے ڈراموں میں مزاحیہ کردار (CARICATURE) ایک ضروری عنصر تھا۔ یہ کردار ہر منظر میں اسٹیج پر ہی حاضر رہتا ہے۔ ڈرامے کے کرداروں کے مکالمے اور واقعات کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور جگہ جگہ سامعین کو مخاطب کر کے ان مکالموں اور کرداروں پر طنز کرتا ہے جو سخت تنقیدی ہونے کے باوجود مزاح (SATIRE) لئے ہوئے ہوتے ہیں۔

جوتشی جب کنبی کی بیوی کو ستاروں کی گردش اور اس کے اثرات کے تعلق سے بتاتا ہے تو مزاحیہ کردار جس کو مرہٹی میں "ودوشک" کہتے ہیں، کہتا ہے:

"جوتشی کے کہنے ہی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ علمِ نجوم وغیرہ سب غلط ہے۔ جوتشی اور جوگائی کی راس ایک ہی ہے توشنی دیوتا، جوگائی کو پوریاں کھلانے کے لئے اور جوتشی کو اس کی پوریاں کھانے کے لئے کہتا ہے؟

دوسرے یہ کہ ستاروں کا دھندہ برہمنوں ہی نے تخلیق کیا ہے۔"

جوتشی اپنے گھر کا پتہ بتلاتا ہے کہ وہ قصائیوں کے محلے کے قریب رہتا ہے۔

یہاں مزاحیہ کردار بڑا گہرا طنز کرتے ہوئے برہمنیت کے ڈھونگ کا پول کھول دیتا ہے، کہتا ہے:

"جوتشی قصائیوں کے محلہ میں کیا مینڈھوں کو ستاروں کی گردش سے نجات دلانے کے لئے رہتا ہے؟"

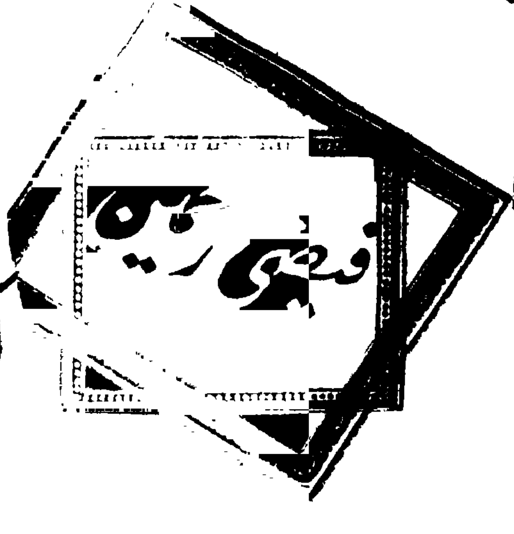
جوتشی کنبی کو قرض لینے کا مشورہ دیتا ہے، اس وقت مزاحیہ کردار کہتا ہے:

"جوتشی کے حساب سے کنبی کا کچھ بھی کیوں نہ ہو۔ اپنا پیٹ بھر گیا، بس!"

(باقی صـ۲۳ پر)

★ حیدر پٹھان (ایڈوکیٹ)
۴۳ - چیپل روڈ- باندرہ (ویسٹ)، بمبئی

۵۰.۰۰



ایک تہذیبی بازگشت

فیضی رحین کو اس دارِ فانی سے رحلت کئے کئی برس گذر چکے۔ اُن کی موت کی خبر گجراتی تہذیبی ماہنامہ "کمار" میں شائع ہوئی تھی وہ بھی اُن کی موت کے کافی عرصہ بعد۔ میں نے ایک مضمون اُن کے فن و شخصیت کے متعلق قلمبند کیا تھا۔ اُسے شائع کرنے کی غرض سے "دورِ حیات" کو دیا تھا۔ اُس وقت محترم سردار جعفری صاحب "گفتگو" کا خاکہ بنا رہے تھے۔ اور "دورِ حیات" کا خاص نمبر ترتیب دینے والے تھے۔ میرا مضمون اُن کی نظر سے گذرا۔ انھوں نے اُسے بیحد پسند فرمایا اور شاہد علی خان سے تعریفی جملے فرمائے۔ میں خوش ہوا مگر "دورِ حیات" کی حیات ختم ہو چکی تھی۔ میرا آدھا مضمون کاتب کی بیٹھک کے نیچے اور آدھا قیصر منظر حسین (ایڈیٹر دورِ حیات) کی چرمی بیگ کی نذر ہو گیا۔ میں نے دوسرا مضمون لکھا اور ماہنامہ "کتاب" کو روانہ کیا۔ مجھے مضمون کے بارے میں ایک قصیدہ نما خط ملا اور وہ مضمون سال گذر گئے، آج تک شائع نہیں ہوا۔ ندا فاضلی کے ذریعہ پوچھ گچھ سے معلوم ہوا کہ مضمون کہیں کھو گیا ہے اور دوسری کاپی روانہ کی جائے۔ میرے پاس کوئی کاپی نہیں تھی۔

یہ میری بے کار کوشش سے وقت گذر چکا ہے۔ فیضی رحین کی موت دور کا واقعہ ہے ان کے بعد علم و ادب اور تہذیبی میدان میں کئی ہستیاں جا چکی ہیں مگر پھر بھی نہ جانے کیوں فیضی رحین میرا پیچھا کر رہا ہے۔ میں جب ہندوستانی مصوّری کے متعلق کچھ سوچتا ہوں تو فیضی کی روح ایسی سرسراہٹ کرتی محسوس ہوتی ہے جیسے کسی سوچ میں گم شخصیت کو سوکھے پتّے کی آہٹ چونکا دے۔ میری اس الجھن کا ردِّ عمل یہ مضمون ہے۔

ہندوستان تقسیم ہو گیا مگر اس کی تہذیب، سالمیت تقسیم نہیں ہوئی اور نہ آئندہ کبھی ہو گی۔ لاہور کے گامے اور متھرا کے چوبے کے دل کی سانجھ ایک رہے گی۔ ممکن ہے کہ ہندوستان کے عبدالکریم خان کا رُوپ لاہور میں روشن آرا بیگم ہو جائے۔ اور رام پنجوانی لال لطیف کی امر بانی ہندوستان میں سناتا رہے۔ دل کی لے، تار کی جھنجھناہٹ اور ساز کی لے ایک رہے گی۔ اس لئے تقسیم ملک کے بعد غالب و میر تقسیم نہیں ہوئے۔ کبیر اور میر کا بٹوارہ نہیں ہوا۔ لال لطیف کو کوئی سیاسی یا مذہبی سرحد پار کرنے میں کسی پاسپورٹ کی ضرورت نہیں ہے۔

فیضی نے نقلِ وطن کیا عطیہ بیگم کے ہمراہ وہ پاکستان میں گمنام زندگی جئے۔ اور گمنام موت کا شکار ہوئے۔ کسی فنکار کا جسمانی طور پر گمنام مر جانا زیادہ فکر کی بات نہیں۔ جبکہ وہ اپنا کام پیچھے چھوڑ گیا ہو۔ فیضی کے اس کام پر دونوں ملکوں کے عوام کا یکساں حق ہے۔ بلکہ ہمارا زیادہ کیونکہ ان کے بہترین شاہکار اس ملک میں موجود ہیں۔ زندگی کا بیشتر تخلیقی عرصہ اس سرزمین پر گذرا۔ مہاراشٹر اور بمبئی میں۔

میں یہاں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ فیضی رحیمین نے گگینندر ناتھ ٹیگور، اپندر ناتھ، دیوی پرساد چودھری، دھریندر اور دیولالیکر کی طرح فنِ مصوری کے دائرے میں اپنا سکّہ چلایا اور حکمرانی کی۔

ایک یورپین ہندستان آ کر اس تہذیب سے ہم آہنگ ہونے کی سعی کرتا ہے۔ یہاں کا ایک رائج مذہب اسلام قبول کرتا ہے۔ ہمارے دیو مالائی ادب کا گہرا مطالعہ کرتا ہے۔ ہماری شاعری اور خصوصًا قدیم شاعری کے مسلکِ یعنی باطنی عناصر کو جمع کرتا ہے۔ اس معرکۂ ترک و طلب کے کرب میں اپنے آپ کو جھونک دیتا ہے۔ ہمارا ادب، شاعری، مذہب، تاریخ مصوری غرض کوئی شعبہ نہیں چھوڑا۔ اور مصوری تو ان کا میدانِ عمل تھا۔ اور اسی میدان میں ایسے مسلّم الثبوت استادوں کے درمیان جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے اپنی حاضری کا احساس کرانا اور بعد از مرگ مجھ جیسے متلاشی کا پیچھا کرنا غیر معمولی عمل ہے۔

فیضی رحیمین کو پہلے کبھی دیکھا نہیں مگر کالج کے زمانے میں مجھے ان کی تصاویر دیکھنے کا موقع ملا۔ پروفیسر واسوانی کا اس معاملہ میں شکر گذار ہوں۔ امبالال سارا بھائی کے بچوں کے وہ اتالیق رہ چکے ہیں۔ اُن کے ساتھ مجھے دو چار وقت سارا بھائی کے بنگلے پر جانے کا اتفاق ہوا اور اسی دوران ایک مرتبہ فیضی رحیمین کی تصاویر دیکھنے کا نادر موقع ہاتھ آیا۔ سارا بھائی فیملی کے کسی فرد کی تصویر دیوار پر آویزاں تھی۔ وہ اکیڈمک انداز میں بنی ہوئی تھی جو انیسویں صدی کے اواخر میں رائج تھا۔ اسی سے بات چل نکلی۔ یہ فیضی رحیمین کا عمل تھا۔ واسوانی صاحب نے فیضی رحیمین سے ملاقاتوں کا ذکر کیا جو نہایت ہی دلچسپ تھا۔ اُن کی شخصیت و فن پر کافی روشنی ڈالتا تھا۔

"فیضی رحیمین ہماری تہذیب کی روح میں کھوج اور جستجو کی بہترین مثال ہے"

میں نے کہا دادا یہ یورپی ڈھنگ کی تصویر ہے اس میں کھوج اور جستجو کہاں ہے۔ وہ خاموش رہے میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ پھر مجھے وہاں لے گئے جہاں فیضی رحیمین کی تصاویر کا ذخیرہ نہایت اہتمام کے ساتھ محفوظ رکھا ہوا تھا۔

فیضی رحیمین سے یہ میری پہلی ملاقات تھی۔ یورپین اکیڈمک انداز کے پورٹریٹ میں رائل اکیڈمی آف آرٹس، لندن کا فیضی رحیمین تھا۔ جس نے سنگر سرجیبل جیسے ماہرِ فن سے پورٹریٹ پینٹنگ کی تعلیم حاصل کی تھی۔ اس تصویر کا باپ فیضی رحیمین تھا۔ اور ماحول اُس کی ماں تھی جو یورپین تھی۔ رنگوں کا امتزاج، ملاوٹ، روشنی اور سائے کا بٹوارہ سب ذرّہ ذرّہ یورپین طرز کا تھا۔

اور پھر میرے سامنے وہ فیضی رحیمین تھا جو شیکسپیئر اور کانسٹیبل کے انگلستان کو چھوڑ کر ہندستان کی دھرتی کا باسی تھا۔

یہ تصاویر تھیں جن میں وہ ہندستان جھلکتا تھا جو میرے اپنے پن کا جز تھا کچھ کشمیر جنت نشان کی تصاویر اور دو راگ راگنی کی تصاویر تھیں۔ ایک راجپوت سپاہی کا خاکہ تھا جو پنسل سے تیار کیا گیا تھا۔

یہاں وہ رنگ نہیں تھے جو یورپ کے فن کار استعمال کرتے ہیں جن میں ایک روغنی رنگ پر دوسرا چڑھا کر روشنی و سیاہی سے تاثر پیدا کیا جاتا ہے۔ مثلاً اگر اس طرز میں پیاز کی عکاسی کی جائے تو ہمیں پہلے پیاز کے ایک چھلکے سے دوسرے چھلکے کا راستہ تلاش کرنا پڑتا ہے۔ ہر فنکار یہی کرتا ہے۔ پھر بتدریج فنکار پیاز کی سطح پر آتا ہے۔ یہاں وہ آبزرور کا روپ دھارتا ہے اور پھر دوسری سطح پر کمن ٹیٹر ہو جاتا ہے۔ پھر آگے بڑھ کر وہ اُس کی ترجمانی کرتا ہے۔ اس آخری اور اوپری سطح پر وہ تخلیق کار بن جاتا ہے اور فن کی ماورائی سرحد چھوتا ہے۔ پھر تصویر رنگوں اور خطوط کا معجزہ بنتی ہے۔

یہاں عالم ہی اب دوسرا تھا ایک رنگ نے دوسرے رنگ کو پردہ نشین خاتون نہیں بنایا تھا۔ بلکہ اُن کے اپنے علاقے میں اُن کی حکمرانی نظر آتی تھی۔ رنگ مختلف وہ بھی جو سرد گردانے جاتے ہیں اور وہ بھی جو اپنے مزاج کے اعتبار سے گرم تصوّر کئے جاتے ہیں مگر سب کا مجموعی تاثر ایسا ہی تھا جیسے مختلف سازوں کے آہنگ کا آرکیسٹرا میں ہوتا ہے۔ میں اُسے رنگوں کا امتزاج و آہنگ کہوں گا۔

مگر تصویر کا مواد اس آرکیسٹریشن یعنی ترتیب نغمہ میں گم نہیں ہوتا وہ اس سے بھی زیادہ گہرائی میں اپنی بنیاد ڈالتا ہے۔ پھر بھی

رنگ اور مواد دو الگ الگ اکائیاں نہیں بلکہ ایک ہی ہیں۔ راگ راگنی کی تصویر کو لیجئے۔ آپ کو راگ کے جسم کا جغرافیہ تو نظر آئے گا۔ اس کا نام اور پتہ بھی معلوم ہوگا۔ مگر راگ کی روح کو خدوخال کا جو جامہ پہنایا ہے وہ قابلِ داد ہے۔ راگوں کے بول اور سُر کو رنگ و خطوط کی زبان دینا وہ بھی اس چابکدستی سے کہ آنکھیں سُن سکیں جوئے شیر لانے کے برابر ہے۔

ہر شاہکار تصویر میں کچھ غیر معمولی عناصر کا وجود لازمی ہے اور اس کے مشاہدہ کے بعد زندگی کا کوئی نہ کوئی کونہ منور ہو جاتا ہے۔ پھر زندگی وہ نہیں رہتی جو اس تصویر کے درشن سے پہلے تھی۔ ہماری زندگی کا کوئی تجربہ جِلا پاتا ہے۔ یا تیز دھار ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی حقیقت خود اپنے اندر چھپائے ہوئے حقیقت سے دُور مگر ہمارے وجود سے قریب۔ کچھ اسی طرح جیسے گیت کی لَے اور معنی کی طرح دونوں الگ مگر ایک۔ میرے دل میں سوال اُٹھا۔ کیا اِس تصویر کے درشن کے بعد تیرا جیون وہی رہے گا جو اس سے پہلے تھا۔ دل ہی نے جواب دیا ”ہرگز نہیں“

پھر چند اور تصاویر دیکھنے کی سعادت میسّر آئی۔ ان تصاویر کو میں نے بنگلہ اسکول کے زوال کے بعد کے زمانے میں دیکھا۔ گجرات کی مصوّری اس وقت بنگلہ اسکول کے اثرات سے آلودہ تھی۔ روی سنکر راول۔ کنو دیسائی۔ سوما لال وغیرہ کی بے جان پستہ تخالیق جو مختلف گجراتی جریدوں کے دیوالی نمبر میں شائع ہوئیں۔ مزاج بے مزہ ہو گیا تھا۔ ٹھیک اسی طرح جیسے ایرانی ہوٹل کی چائے سے منھ بے مزہ ہو جاتا ہے۔ رنگ۔ خطوط۔ جسم۔ تناسب اور مواد کے پھیلاؤ میں بوجھل یکسانیت فن کے جمالیاتی عناصر کو بدمزگی میں تحلیل کر رہی تھی۔

عورت تو کپڑوں میں ڈھکی ہوئی جیسے پاکیزگی تخلیق سے زیادہ اہم ہو۔ جسم کے سڈول پن اور اُتار چڑھاؤ میں فنکار کے یہاں معلوم ہوتا تھا کہ اتنی معمولی گنجائش بھی نہ تھی جو غزل گو شاعر کو ردیف و قافیہ میں محسوس ہوتی ہے۔ یہ دم گھٹا دینے والا تھا۔ جمود کا۔ انحطاط کا۔ جیسے باہری تخلیقی فضا یہاں سوئی کے ناکے سے بھی نہیں آتی۔ اس ماحول میں فیضی رحمین کی ان تصاویر سے مجھے ایسا محسوس ہوا کہ اس گھٹن کے ماحول میں کسی نے اگزاہسٹ فین کا بٹن لگا دیا ہو اور گھٹن کے کم ہونے کا احساس ہو۔

فیضی رحمین کا شاہکار ”رانی آف راج پیپلا“



FYZEE RAHAMIN *Rani of Rajpipla* Oil

اس تجربے کی فرحت آج بھی ذہن میں تازہ ہے۔

تلاشِ روزگار کے سلسلے میں مجھے دہلی جانا پڑا۔ یہ کوئی ۱۹۵۳ء کا واقعہ ہے۔ سوامی رامانند شاستری اسوقت پارلیمنٹ کے ممبر تھے۔ وہ گجرات کے ہریجن تھے اور بنارس میں وید اور اُپنشد کی تعلیم مکمل کر کے تارکِ دنیا ہو گئے تھے مگر ہریجن عوام کی خدمت نے انھیں پارلیمنٹ تک پہنچا دیا۔ میں ان کے یہاں ٹھہرا۔ اُن کے مہمان کی حیثیت سے میں نے دہلی کی عمارات دیکھیں۔ امپیریل سکریٹریٹ بھی دیکھا۔ یہاں کے مرکزی گنبد پر ایک بہت بڑا ”مرال“ ہے۔ گائیڈ نے بتلایا یہ فیضی رحمین کا ہے۔ یہ میری فیضی سے دوسری ملاقات تھی۔ میں خوش کن حیرت کا شکار اپنی بیکاری کے بوجھ کے باوجود اس فن پارے کے جذبات میں

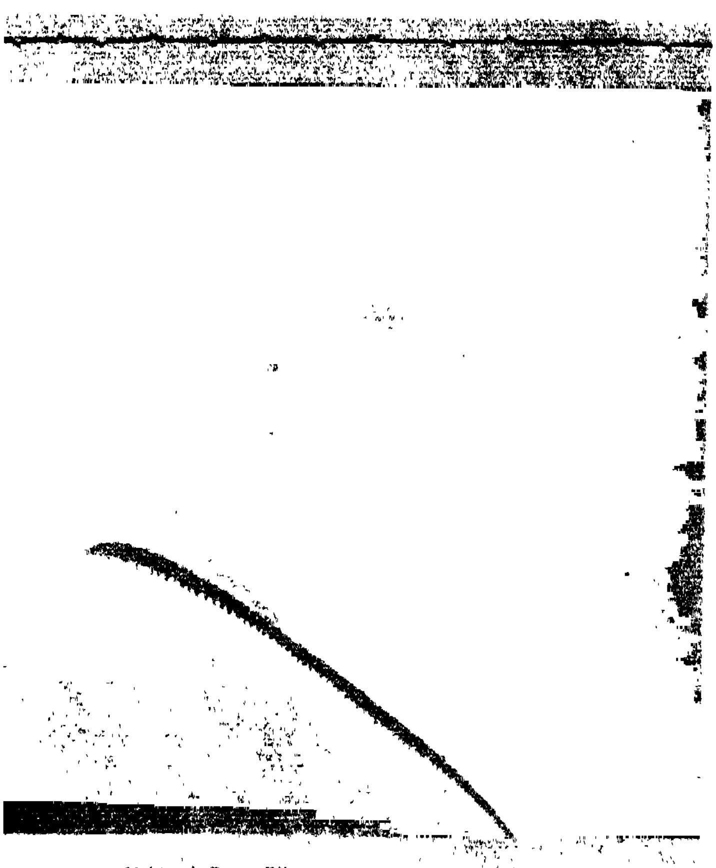
لھو گیا۔ یہ بہت ہی بڑا " مرال " تھا یہاں انہوں نے مرال پینٹنگ کے نادر الفن فیضی رحمین سے ملاقات کی۔ یہ تعارف میں دوسرا قدم تھا۔ یہاں بھی جو طریقہ کار عمل میں لایا گیا تھا وہ یورپ کی مرال پینٹنگ کے انداز کار سے قطعی مختلف تھا۔ روغنی رنگ انہیں بھی پاس پھٹکنے نہ تھے۔" مرال پینٹنگ " کی یورپین تکنیک کو ہندوستانی رنگوں (دیہی اور مٹی کے) میں ڈھالنا قابلِ اعتراف دسترس کا ثبوت تھا ۔ علامتی خیال جو اس ' مرال ' میں بروئے کار لائے گئے ہیں ان کا مخرج بھی ہماری تہذیب و فن مصوری ہے۔

ان کی وہ تصاویر جن کا تعلق موسم Season سے ہے ایک رومانٹک اور ماورائی کیفیت کے مالک ہیں۔ مرحوم ڈاکٹر بھابھا نے اپنے باغیچہ کی سال بھر کی تصاویر لیں۔ اور وقت موسم رنگ اور ماحول کے اس معجزاتی تغیر کو وہ شوق سے جانچتے پرکھتے اور محظوظ ہوتے رہے۔ کسی سے انھوں نے کہا تھا کہ

" This is Kalidas in Photography "

گردش پیمانے

رنگ کا یہ انوکھا کھیل مصوری میں فیضی رحمین کی موسم کی تصاویر ہیں۔ ہندستان کے مختلف موسموں کی مصوری آپ کو دوسرے مصوروں میں ملے گی۔ مغل، راجپوت اور کانگڑا کی تصاویر میں موسم اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ مگر اس طرح جیسے تانپورہ گائیکی میں اپنا رول ادا کرتے ہیں۔ موسم اور قدرت سے گہرا لگاؤ ہمارے مصوروں کا خاصہ رہا ہے۔ مگر موسم بذات خود ایک مرکزی کردار کے شاعری یا مصوری میں الگ بات ہے۔ کالیداس کے "رُت سنہار" سے فیضی بھی مصورانہ روپ میں متاثر ہوئے اور اس کی عکاسی کی۔ جدید مصوروں نے بھی موسم کو برش اور رنگ سے دکھانے کی کوشش کی ہے۔ لکشمن بائی کی سواری کی تصاویر قابلِ ذکر ہیں۔ وہ بھی اپنے جذبۂ تخلیق کا مخرج کالیداس بتلاتے ہیں جس کا کامیاب انگریزی ترجمہ شری پنڈت نے کیا تھا۔ فیضی رحمین اور لکشمن بائی کی تخالیق میں مقابلہ کرنا یا برتر یا کمتر درجہ دینا بے سود اور بے کار عمل ہوگا۔ مگر ایک بات ضرور کہی جائے گی کہ فیضی کے یہاں موسم کی مدھورتا نکھرتی ہے۔ اور لکشمن بائی کے یہاں موسموں کے چہرے اُبھرتے ہیں۔ اگر موسم



FYZEE RAHAMIN: Mahmooda Begum. Oil.

فیضی رحمین کا شاہکار "محمودہ بیگم"

گرما ہے تو ڈھلتے سورج کا بے رحم الاؤ لکشمن بائی کی تصویر کا مرکز ہے۔ فیضی کے یہاں وہ ماحول ہے جو میگھ ملہار کے گانے سے پہلے محفلِ موسیقی میں ہوتا ہے۔ پانی کو ترستی دھرتی خشک و ویران درخت بے چین ہیں۔ اسی پل کے لئے جب رحم دل سورج ان پر زندگی کی بارش برسائے گا۔ مٹی سوندھی ہوگی۔ بالکل اسی طرح جیسے کسی کامنی کا بدن۔ غرض فیضی نے موسموں کو الگ الگ اکائی میں نہیں بانٹا۔ بلکہ تمام تصاویر کو ساتھ میں لیا جائے تو ایک ہمہ گیر تأثر پیدا ہوتا ہے جس کا دھرم پیدا شدہ حُسن سے محظوظ ہوتا ہے۔ جمالیاتی فرحت سے لطف اندوز ہونا موسموں کی پُراسراریت اپنے آپ کو اس کا ایک جز تصور کرنا اور اسے اپنے وجود میں شامل گردانتا ناموہوم کرن کو اپنے درد کی رگ سمجھنا اور رموزِ کائنات کے سوالیہ نشان کے محور کے ارد گرد گردش کرنا فیضی کا ذہنی و روحانی مشغلہ رہا۔ جو

اس نے رنگوں میں کہا وہ انہی کے الفاظ میں یوں ہے۔

In the silent sorrow is born
the eternal mystery of creation
The Dawn
the twilight
the stars
and smear radiation
The golden fill of day ,
the darkness of night
filled with what agonies
who knows

اور پھر آگے چلیے۔

Wind and the storm and sight that
express my grief, Unknown to the
existence of man. Living in misery
of worlds span, In the narrow scope
of life that is restless and brief.
I await the time when the sun and
moon
Will have their cycles served in their
height,
I await the time when the stars will
have dispersed.
and darkness dissolved into the
eternal light.

نومی راج

ان منظوم ٹکڑوں سے ایک بات واضح ہے کہ فنکار اپنے شعور کی رو میں موسیقی اور رنگ کو سر بدلتی، ابھرتی یا بنتی ذہنی کیفیات میں داخلی زندگی کی رو کا جزو اہم گردانتا ہے۔ اس شعور و داخلی زندگی کی رو بحیثیت فنکار و شاعر وقت کے پنجے سے چھٹکارا چاہتی ہے۔ ذہن روح و احساس کو اس کشمکش میں مبتلا رکھتا ہے۔ بالیدگی ذہن روح و احساس کی متلاشی ہے۔ اسی لئے اس قفس کو جس میں اس کی روح زمینی سفر کے دوران مقید ہے اس جسد خاکی نما قفس کے متعلق رنگوں کی مہکار سے کہتا ہے کہ جب اس کے تمام نقص ختم ہو گئے تو عورت کا روپ ظہور میں آیا۔ احساس میں یہ فنکارانہ گہرائی چراغ لے کر ڈھونڈے نہیں ملتی۔ جن حضرات نے (Daughter of India) ڈرامہ پڑھا ہو انھیں یاد ہوگا کہ اس ملک کے لطیف عناصر سے رحمین کو کتنی رغبت اور انس تھا اس میں اٹھائے گئے سوالات اور ماحول بھولنے کو جی نہیں چاہتا۔

اس ڈرامہ میں نہ صرف ہماری تہذیبی قدروں کی پاسداری ہے بلکہ ہماری تاریخ پر بھی عمیق نظر ہے۔ اسی لئے جب چاند بی بی کی اعتباری تصویر کونسی ہے جو حیدرآباد کے میوزیم میں ہے وہ یا احمد نگر کے ایک پرانے گھرانے کے پاس موجود ہے — وہ ... آرٹ کریٹک دونوں تصاویر کی ٹیکنک .... رنگ .. انداز، اس کا ربط اس عہد کی طرز مصوری اور مصوروں سے لگا رہے تھے۔ تحقیقی تاریخ کے اوراق الٹ رہے تھے کہ صحیح فیصلے پر پہنچ سکیں۔ فن اور تحقیق کا بازار اس موضوع سے گرم تھا۔ مجھے دونوں تصاویر پسند تھیں۔ اور اس بحث سے دلچسپی نہ تھی۔ مگر میں نے یہ بات بار بار کہی کہ یہ بحث فضول ہے جب کہ چاند بی بی کی کھوپڑی ہمارے پاس کسی عجائب گھر میں موجود نہیں اگر وہ ہوتی تو ہم کسی انتھرولاجسٹ کی مدد سے اسی کے سے خد و خال کا مجسمہ بنوا لیتے اور اب یہ تصویر دیکھو یہ بھی چاند بی بی کی ہے۔ مگر ان دونوں میں سے نہیں یہ تیسری ہے۔ فیضی رحمین کا عمل یہ تصویر آج بھی مجھے بہت پسند ہے۔ اور اس کا چھپا ہوا رنگین عکس آج بھی میرے پاس موجود ہے۔

Discovery of India Exhibition کے وقت [illegible] نے نمائش کے لئے طلب کیا۔ میں نے دینے سے انکار کیا۔

۱۰ مارچ ۱۹۸۲ء



فیضی رحمین کا شاہکار "چاندبی بی"

اس پوری تکرار میں چاند بی بی کے کردار سے ہمدردی نہیں بلکہ اپنے علم کی کرتب بازی اسی طرح جیسے کوئی محققبہ یہ ثابت کرے کہ غالب نے فلاں غزل ڈولے میں بیٹھ کر لکھی۔ قالین پر نہیں۔ غزل کے محاسن و لطائف پر نظر نہ ڈالے فیضی رحمین کے یہاں چاند بی بی کے تاریخی کردار سے ہمدردی ہے۔ ایک لگاؤ ہے جو باشعور ذہن کو ارتقائی بنیاد پر ہوتا ہے۔ اُسے گانگڑا یا بہسولی کی نائیکہ نہیں بنایا۔ اور نہ ہی ایران زدہ مغل مصوّری کی طرح اپنے عاشق کے پہلو میں یا ہاتھ میں پھول لئے باغ کی سیر۔

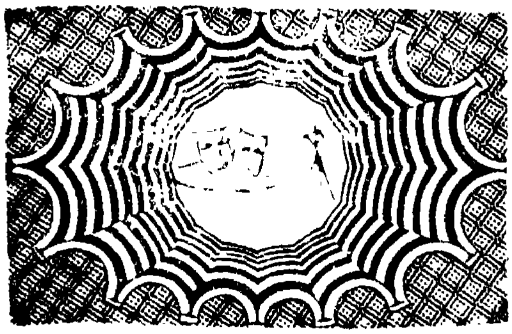
یہاں رنگ قوت و ہمت کی غمازی کرتے ہیں۔ چہرے پر سکون اور حالات سے نبرد آزما ہونے کا عزم رکھتے ہیں۔ چاندبی بی کی عظمت اور کردار بہت ہی اچھے انداز سے اُجاگر کیا ہے۔

کھلا آسمان اس کی وسیع نظری کی دلیل، وسیع میدان اس کے حوصلے و عزم کی سرحد، گھوڑے سواری بجز آرام کے اپنی منزل پر پہنچنے کی لگن۔ چہرے پر نسوانی لطافت اور ہاتھوں میں آہنی قوت کی برق۔ یہ تصویر چاندبی بی کو اس ملک کی عظیم خاتون ہونے کی سند دیتی ہے۔

راجپوت سردار کا خاکہ جس میں اس کی آن بان پوری توانائی سے جلوہ گر۔ دم خم و وقار ایک ایک لکیر سے ظاہر۔ تیور ایسے کہ ابھی برس پڑینگے۔ مختصراً راجپوت کردار کا پورا نمائندہ ہے۔ چاندبی بی کی تصویر کے بارے میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ یہ تصادیر اس بات کا نتیجہ تھیں کہ فیضی کو یہ احساس ہو چلا تھا کہ یہ قوم قدیم تہذیب و تاریخ کی وارث ہوتے ہوئے بھی فینٹسی اور خواب کی طاقت ہو چکی ہے اس کی نیند اور غفلت ایسی ہے جیسے کوئی گہری نیند سو جائے۔ یہ بیماری کی حالت ہے خواب کی نہیں۔

یہ اعتراف کھلے بندوں کرنا چاہئے کہ فیضی رحمین نے ہماری قومی زندگی کے فنی پہلو میں اس خلار کی طرف اشارہ کیا اور اس روایت یا فطرتِ ثانیہ جو دیوار بن چکی تھی اور فن کے دائرے کو زندگی کی وسعت میں پیوست ہونے سے روکنا چاہتی تھیں انھیں مسمار کرنے کا آغاز کیا خواب دیکھے اور اس کی تعبیر کی خواہش کو جگایا۔ یہی کارنامہ فیضی رحمین کی بقا کے لئے کیا کم ہے۔ اجنبی دیس کی تہذیب و کلچر میں رچ بس کر اُسے ٹٹولنے کی قوت رکھنے والے کتنے فنکاروں نے اس دھرتی پر جنم لیا؟

•صفحہ ۹





یوتھ فورم

یوتھ فورم، کا مستقل فیچر، یہ یہ کی رہنمائی، مشہور اشخاص اور نوجوانوں کی رہنمائی کرنے والے اداروں کی سرگرمیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس فیچر میں قوم کی سماجی و معاشی ترقی پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ قومی پروگرام میں جیسے جہیز مخالف تحریک، صفائی مہم، چھوت چھات کا خاتمہ اور تعلیم کے فروغ پر لکھے گئے مضامین کو سراہا جاتا ہے۔

اپنے مضامین اس پتے پر مرحمت فرمائیں:
ایڈیٹر، قومی راج، ۱۵ واں منزلہ، نیو ایڈمنسٹریٹو بلڈنگ،
مقابل منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲



مَراٹھی ادَب میں نئے رُجحانات

* گیانیشور ناڈکرنی

کچھ عرصہ سے مَراٹھی ادبی منظر ان لوگوں کے لئے بالکل بدل گیا ہے جو آزادی کے بعد پہلے دہے میں اس سے مانوس تھے تخلیقاتی سرگرمی تیزی سے جاری ہے اور اسی طرح پڑھنے والوں کی تعداد بھی بڑھ گئی ہے۔ وقتاً فوقتاً اختلافات بھی رونما ہوئے اور بَحث بھی چھڑتی ہے، جن میں سے سَب ہی کے ذمّے دار خود ادیب نہیں ہیں۔

حال ہی میں بمبئی اور رائے پور میں منعقدہ ادَبی کانفرنسوں کی صدارت کرنے والے دو ادیب' مراٹھی ادیبوں کی دو الگ الگ نسلوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ پچھلے تیس سالہ دور میں شریمتی مالتی بائی بیڈیکر بڑی پُرجوش ہستی ہیں جبکہ زندگی، ادَب یا سیاست' ہر میدان میں مرد ہی عورتوں پر حاوی سمجھے جاتے تھے۔ انھوں نے فرضی نام سے ناول "ہنڈولیا وَر" لکھی' جس نے بڑی سنسنی پیدا کردی۔ ایک آزاد عورت کی پُرزور حمایت پر بڑی بحث چھڑ گئی۔ البتہ شریمتی بیڈیکر کی بعد کی ناولوں پر ایسی بحث و تحیص نہیں ہوئی۔ بہر حال انھوں نے بڑے صبر و استقلال سے لکھنا جاری رکھا تاکہ سماج میں خود اپنے گناہوں، خطاؤں اور بُرے رسم و رواج کے خلاف احساس و بیداری پیدا ہو۔

پُروفیسر گنگا دھر گاڈگل نے رائے پور میں باضابطہ مراٹھی ساہتیہ سمیلن کی صدارت کی۔ ان کی شخصیت اور ان کے خیالات بحث کا موضوع نہیں بنے۔ گاڈگل ہی نے اوّل ایک ایسی مختصر کہانی کی ابتدا کی جس سے وہ روایات ختم ہوگئیں جو کھانڈیکر اور پھڈکے جیسے بزرگ ادیبوں نے قائم کی تھیں۔ زندگی اور ادب کے درمیان تعلق کے بارے میں اس 'نو کتھا' کے بانی کا رویہ (جو آنجہانی پی. بی. بھاوے، وینکٹیش، مڈگول کر اور آروند گوکھلے کے ہم سر ہیں شریمتی بیڈیکر کے رجحان کے بالکل خلاف ہے، اس کا اظہار رائے پور میں ان کے خطبۂ صدارت سے ہوتا ہے۔

گاڈگل کے خیال میں ادیب اولاً اپنے دلی جذبات اور احساسات کا پابند ہے' اس کے بعد ہی کسی سماجی فرض کا۔ گاڈگل نے گوکھلے بھاوے اور مڈگولکر کے دوش بدوش مراٹھی مختصر کہانی کو ایک نیا روپ، طرز تازگی اور پختگی بخشی جس سے پہلے وہ محروم تھی۔ بعد کے مختصر افسانہ نگاروں نے افسانہ کی اس نئی خصوصیت کو مستحکم کیا۔ جلد ہی ایس. این پینڈسے اور ان کے بعد آنے والے نوجوان ادیبوں کی کاوشوں کے سبب ناول میں بھی گہرائی اور اصلیت آئی۔

آج ۱۹۸۲ء میں ہم گاڈگل' پینڈسے اور اُن کے ہمعصروں سے ایک نسل آگے بڑھ چکے ہیں۔ مراٹھی ادب کی تمام اصناف نظم، ڈرامہ اور تنقید کے سلسلے میں یہی بات ٹھیک ہے۔ نظم یعنی 'نو کاویہ' میں آنجہانی مردھیکر اور پی. ایس. ریگے اولین رہبر ہیں جن کا کوئی مقابل نہیں۔ ان کے بعد وندا کرندیکر اور اندرا سنت جیسے چھوٹے ادیب بڑی استقامت اور شان سے ابھی تک سرگرم ہیں۔ ہمعصر مراٹھی شاعری میں بہت سے مایہ ناز نوجوان ادیب ہیں جو منگیش پڈگاؤنکر اور دلیپ چترے' جیسے متاخرین کے بہت بعد میں آئے ہیں۔

ادَب کے میدان میں تخلیقات کے وقت نئے داخل ہونے والوں کو اپنے قدم جمانے اور اپنی شخصیت منوانے میں بڑا وقت لگتا ہے۔ آنجہانی آرتی پربھو' (چم ترمبک کھانولکر) جیسے ذہین ادیبوں نے بیک وقت نظم، افسانہ اور ڈرامہ میں نئی روح ڈالی۔ اُن کے زمانے کے ناموروں میں 'گریس' کا نام شامل ہے۔ جنھوں نے اپنی تخلیقات سے نوجوان قارئین کو بہت متاثر کیا ہے۔ کھانولکر اور گریس کی شاعری میں بڑی تازگی ہے۔ لیکن سَرسَری طور سے پڑھنے پر اُسے سمجھنا مشکل ہے

کھانولکر کی موت کے بعد اُن کی نظموں کو عوام میں مقبول بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔

گذشتہ کئی برسوں سے اثر انگیز اور غیر معمولی نوعیت کی غزلیہ شاعری کا رواج رہا ہے۔ غزل گوئی کے نامور شاعروں میں این. ڈی. منوہر ان شعراء کی علمبرداری کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جن کا انداز بیان حساس فطرت کا حامل ہے جبکہ دوسری جانب وسنت آباجی ڈھاکے اور شری دھر شنوارے ان شعراء کی صف میں موجود ہیں جو صوفیانہ کلام نہایت ہی انفرادی اوصاف کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ ایسے کئی نوجوان شاعروں کا ذکر کیا جاسکتا ہے جو گوکہ بزرگ شعراء کی ہمعصری تو نہیں کرسکتے لیکن انھوں نے اپنے کلام کو فصاحت و بلاغت سے مزید پُر اثر بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ شری بی. بی بورکر اور کسما اگرج کی شاعری آج بھی اسی طرح زندہ جاوید ہے جس طرح برسوں پہلے تھی۔ مراٹھی شاعری آج ایک ترقی یافتہ دور سے گذر رہی ہے اس میں ادبی ذوق کا پہلو بہ نسبت عام ہیئت سے زیادہ نمایاں ہے۔

مختصر کہانیاں اور ناول نگاری کی ترقی بھی قابلِ داد ہے۔ ممتاز کہانی نویسوں میں جی. اے کلکرنی ناقابلِ فراموش ہیں جن کی تصنیفات انسانی دکھ و تکلیف کا گہرا احساس دلاتی ہیں۔ اُن کی کہانیاں تاریخی پس منظر اور تمثیلی جائزہ کے ساتھ بہترین شاہکار ہوتی ہیں۔ کلکرنی کی تقلید کرنے والوں کی آج ایک بڑی تعداد موجود ہے۔ ان میں ایس. ڈی. پانولکر، جیونت دلوی، وِدیادھر پنڈلک اور وجے راجیہ دھیکشا کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ یہ تو ماضی کے فنکار ہیں لیکن نوجوان ادیبوں میں انیل ڈانگے جروناساگر اور رسنیتا پہالے کی قاشی کاوشیں بھی جاندار ہیں۔

جدید مختصر مراٹھی کہانیاں دراصل شخصی و سماجی زندگی کی وسیع عکاسی ہوتی ہیں۔ دیہی زندگی کا احاطہ کئے ہوئے مظلوم و درماندہ لوگوں خصوصًا دیا پوار اور لکشمن مانے جیسے دَلِت افراد کی طبقاتی کشمکش کو سوز و گداز سے پیش کرتے والوں میں مدگلکر، میراٹھار اور شنکر پاٹل جیسے کہانی نویسوں کا نام لیا جاسکتا ہے۔ دَلِت ادب کو اب مراٹھی تصنیف کی ایک شاخ تسلیم کرلیا گیا ہے۔

بابا اڈھو جیسے سماجی خدمتگاروں کی جدوجہد سے تحریک پیدا کرنے والے جوشیلے اَدب کا مشاہدہ انیل اوجیت کی تصنیفات میں کیا جاسکتا ہے۔ آج مہاراشٹر کے دیہی حالات زندگی کی مراٹھی ادب میں حقیقت آرائی کرنے والے نوجوان ادیبوں کی ایک بالکل ہی نئی نسل پیش پیش ہے جنھیں خود عوامی مسائل سے روزمرّہ زندگی میں واسطہ رہتا ہے۔

جدید مراٹھی تخیلی اَدب میں چاہے وہ مختصر کہانی ہو یا ناول، عوامی زندگی ہی کا عکس عیاں رہتا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے زندگی کے تلخ حقائق سے واقف کرنے والی ان کہانیوں کا عام خیالات پر زیادہ اثر نہیں ہو پاتا۔ ایسا لگتا ہے جیسے مصنف نے خود اپنے اطراف چند ناپسندیدہ حالات کا ایک جال سا بُن لیا ہو تاکہ وہ انھیں اپنی تصنیف میں مرکز خیال بنا سکے۔ دوسرے لفظوں میں زندگی اور ادب میں رابطہ ابھی نہایت ہی محدود ہے۔

اسٹیج سماجی اچھائیوں کو اُجاگر کرنے کا متحرک ذریعہ ہے۔ سینما کی بہ نسبت اسٹیج ڈراموں سے ناظرین چاہے وہ تعلیم یافتہ ہوں یا نیم جاہل، زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ حکومت مہاراشٹر قابل مُبارکباد ہے کہ آزادی کے بعد سے مراٹھی ڈراموں کی ترقی میں یہاں تعمیری اقدامات کئے جاتے رہے ہیں۔ اسٹیج سے متعلق ادب کا اپنا مقام ہے۔ ممتاز ڈرامہ نویسوں میں وسنت کانٹیکر، بال کولہاٹکر اور وِدیادھر گوکھلے کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ ڈراموں میں جدت آمیزی کے استاد ادیبوں میں وجے ٹینڈولکر، جیونت دلوی اور کئی نوجوان ڈرامہ نویس شامل ہیں۔

مراٹھی ڈراموں میں عوامی مسائل کو پیش کرنے کا رجحان ان دنوں ترقی پا رہا ہے۔ کئی ایک کامیاب ڈرامے شہری اور دیہی پس منظر لئے ہوئے ہیں۔ لیکن مراٹھی کے بہترین ڈرامے وہ ہیں جن میں سماجی اور انفرادی زندگی کا نچوڑ پیش کیا گیا ہے۔ ایس۔ این۔ پینڈسے کا "گارمبی چا باپو"، ایک ایسا ہی ڈرامہ ہے۔ اس میں جاگیردارانہ نظام میں ایک آدمی کی اپنے روشن مستقبل کے لئے جدوجہد کو پیش کیا گیا ہے۔ وی. وی. شروداڈکر کا 'نٹ سمراٹ'، قدیم خاندانی روایات اور اداکاری کے پیشہ میں کشمکش کی کہانی ہے۔ اس قسم کی مثالیں دوسرے معروف مراٹھی ڈرامہ نگاروں کے یہاں بھی ملتی ہیں۔

یہ تمام ڈرامے بلاشبہ ادبی اہمیت کے حامل ہیں۔ لہٰذا یہ ڈرامے اسٹیج تفریح کے ساتھ ساتھ ادب کی ترقی کے لئے بھی اہم مقام رکھتے ہیں۔ حکومت مہاراشٹر کے زیرِ اہتمام ڈراموں کے سالانہ مقابلہ کے ذریعہ "ڈرامہ نگاری"، کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

ادب کی ترقی کے لئے تنقید بیحد ضروری ہے۔ ایک وقت تھا جب مراٹھی تنقید نگاری بے جان ہوا کرتی تھی۔ آزادی سے قبل مراٹھی کے مصنفین کے درمیان ایک امر متنازع فیہ تھا۔ بعض کے نزدیک "زندگی زندگی کے لئے" تھی تو بعض "زندگی فن کے لئے"، کا نعرہ بلند کرتے تھے۔ بعد ازاں مصنفین نے درمیانی راہ تلاش کرلی۔

۱۹۴۰ء کے اواخر میں بی۔ ایس۔ مرڈھیکر نے ایک جدت پیدا کی۔ یہ نیاپن مرڈھیکر کی انقلابی شاعری سے کہیں زیادہ اشتعال انگیز تھا۔ پروفیسر گنگادھر گاڈگل نے "نوکتھا" کو مہارت سے پیش کیا۔ آج بھی وہ ایک اچھے نقاد ہیں۔ پروفیسر ڈبلیو۔ ایس۔ کلکرنی اور دیگر نامور نقادوں نے بدلتے ہوئے ادبی رجحان کی ناقدانہ نبض شناسی کی۔ معدودے چند افسانہ نویس اور شاعر حضرات نے تنقید نگاری کو اپنایا ہے۔ ان میں پربھاکر پادھے ، آر۔ بی۔ جوشی اور ودیادھر پنڈلک کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ حالیہ سالوں میں ڈاکٹر وی۔ ڈی۔ کلکرنی، پروفیسر سروجنی ویدیہ اور وجیہ راج دھیکش کا بھی تنقید نگاری میں نمایاں حصہ رہا ہے۔

مراٹھی ادب میں طنز و مزاح نگاری کے فن میں کئی ماہر ادیب موجود ہیں۔ ایراوتی کروے اور درگا بھاگوت کی تحریریں اور پی۔ ایل۔ دیشپانڈے کی طنز نگاری، قلمی تصویریں اور ڈرامے کتابی شکل میں آج بھی مقبول ہیں۔ ایس۔ جی۔ گورے اور آنجہانی این۔ وی۔ گاڈگل حالانکہ سیاستداں ہیں لیکن ان کا شمار مشہور صاحبِ طرز مصنفین میں کیا جاسکتا ہے۔

گو کہ مراٹھی ادب کا موازنہ ہندستان کی کسی بھی زبان کے ادب سے کیا جاسکتا ہے لیکن کل ہند پیمانہ پر اس کی ترویج اطمینان بخش طور پر نہیں ہوئی ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ ترجمے کی کمی ہے۔ ہندی اور انگریزی میں مراٹھی ادباء کی کاوشوں کے تراجم کا وقفہ کافی طویل ہوتا ہے نیشنل بک ٹرسٹ کی جانب سے کبھی کبھار شائع ہونے والے مراٹھی ادب کے ترجمے اس مقصد کو پورا نہیں کرسکتے۔ عرصہ پہلے ایوت محل میں مراٹھی ساہتیہ سمیلن کے موقع پر سابق وزیر اعلیٰ، آنجہانی شری وی، پی نائیک نے اعلان کیا تھا کہ اعلیٰ پیمانہ پر مراٹھی تصانیف کے ہندی ترجمے کا کام ریاستی حکومت انجام دے گی۔

ساہتیہ سنسکرتی منڈل نے کئی قابلِ ستائش اسکیمات شروع کیں لیکن کوئی اسکیم زیادہ فائدہ مند ثابت نہیں ہوئی۔

ریاستی حکومت، مصنفین اور حکومت کے درمیان دوری کم کرسکتی ہے۔ اس کے نتیجہ میں حکومت کے ساتھ ساتھ مراٹھی ادب کے نام و نمود میں اضافہ ہوگا۔

بقیہ "تیسری آنکھ۔ مہاتما پھلے کا ناٹک"

پڑوسن کا بچہ مرجانے پر جوتشی، کنبی کی بیوی سے کہتا ہے کہ:

"میری اشیرواد نہ ہونے سے وہ مرگیا۔ ورنہ برہمن کی اشیرواد سے مرتا ہوا انسان بچ جاتا ہے۔"

اس پر مزاحیہ کردار کہتا ہے:

"واہ واہ! پھر تو انگریز سرکار نے تمام اسپتال بند کردینا چاہئے۔ دوائیاں وغیرہ دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ سب کچھ بھٹ جوتشی کی اشیرواد سے ہوتا ہے۔ ہے نا دوستو!"

بہرحال برہمنوں کی مذہبی فریب کاریوں اور غریب کم ذات کے ہندوؤں کو لوٹنے کے خلاف اور ان پڑھ عوام میں تعلیم کی روشنی پھیلانے کے لئے جہالت کے خلاف مہاتما پھلے نے عمر بھر جنگ کی۔ اور یہ ناٹک گویا اس جنگ کی پہلی توپ ہے۔

وسطِ ہند کا مقبول و ممتاز شاعر طرفہؔ قریشی

★ ڈاکٹر جلیسؔ سہسوانی
رستم ٹولہ - سہسوان، بدایوں (یو۔پی)

حضرتِ طُرفہؔ قریشی ۳ مارچ ۱۹۱۳ء کو مُحلہ سَوداگر ضلع بھنڈارہ مہاراشٹر میں عالمِ وجود میں آئے۔ نام عبدالوحید تھا۔ والد کا نام عبدالعزیز تھا۔ تخلص پہلے وحیدؔ کرتے تھے۔ لیکن داغؔ دھلوی کے ایک شاگرد کا بھی یہی تخلص تھا اس لئے آپ نے اپنا تخلّص طرفہؔ کرلیا۔ تعلیمی دَور بھنڈارہ کے ایک اسکول میں شروع ہوا۔ ۱۹۲۴ء میں اُردو ھندی کا مخلوط کورس پاس کرنے کے ساتھ ساتھ عربی ناظرہ بھی پاس کیا۔ اس کے بعد دو سال تک مولانا حکیم عبدالستّار صاحب سے فارسی کی صرف و نحو مکمّل کی۔ ۱۹۲۶ء میں آپ کے والد نے حفظ قرآن کے لئے اُن کے پھوپھا حافظ سیّد اسحاق کے سپرد کردیا۔ لیکن ابھی آدھا پارہ بھی حفظ نہ کرنے پائے تھے کہ والد کا انتقال ھوگیا اور تعلیم کا سِلسلہ جاری نہ رہ سکا۔

طرفہؔ قریشی کو شعر کہنے کا شوق ۱۹۲۷ء یعنی ۱۴ سال کی عمر سے ہوا۔ پہلی غزل ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو کامٹی کے ایک مُشاعرہ میں پڑھی تھی لیکن اُس وقت تک کسی کی باقاعدہ شاگردی قبول نہ کی تھی۔ ۱۹۳۴ء سے بذریعہ خط وکتابت مولانا حافظ یار محمّد صاحب کامٹوی سے مشورۂ شعروسخن کرتے رہے۔ اسی زمانے میں آگرہ سے علّامہ سیماب اکبرآبادی کی ادارت میں ماہنامہ "شاعر" شائع ہوتا تھا۔ اس میں ہرماہ طرحی مشاعرہ کا انتخاب بھی چھپتا تھا۔ طرفہؔ قریشی بھی ہرماہ اس میں اپنی طرحی غزل بھیجا کرتے تھے جس کے منتخب اشعار چھپ جایا کرتے تھے۔ اس طرح حوصلہ افزائی ہوتی رہی، مشقِ سخن بڑھتی گئی۔ حلقۂ احباب بھی وسیع ہوتا گیا، اور اُن کا کلام ہندوپاک کے مقبول اور معیاری جرائد میں شائع ہوتا رہا۔

حضرتِ طرفہؔ قریشی کے شعروادب کو فروغ دینے والا ماہنامہ 'شاعر' ہے اور 'شاعر' ہی انھیں ۱۹۳۹ء سے باقاعدہ علامہ سیماب اکبرآبادی کے حلقۂ تلامذہ میں شامل کرنے کا موجب ہے۔ ۱۹۴۵ء میں "تفویض" کے عنوان سے علامہ سیماب اکبرآبادی نے سندِ اُستادی سے سرفراز کیا۔ لیکن طرفہؔ قریشی اپنے اُستاد کی زندگی میں ۳۰ جنوری ۱۹۵۱ء تک اپنے شعروسخن پر اصلاح اور مشورہ سے مستفید ہوتے رہے۔

اُستاد کے انتقال کے بعد کچھ لوگ باقاعدہ اور کچھ بے قاعدہ طرفہؔ کی شاگردی میں آگئے لیکن جو طالبانِ فن اُن سے باقاعدہ وابستہ تھے انھیں بھی اپنا شاگرد کہتے ہوئے ہچکچاتے تھے، کیونکہ موجودہ دَور میں اُستاد بدلنے کا زعم فیشن بن چکا ہے۔ اسی لئے وہ خود کو کسی کا اُستاد بتاکر اپنی برتری کے اظہار کو معیوب خیال کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے، خوشی کی بات تو یہ ہے کہ شاگرد خود فخر کے ساتھ کہے کہ میرا اُستاد فلاں ہے۔ یہ باتیں انھیں اپنے اُستاد سے ورثہ میں ملی تھیں۔ انھیں اپنے اُستاد کا رُوحانی فیض بھی حاصل تھا۔ بمبئی سے ایک مُشاعرے سے واپسی کے دَوران اُن کے اُستاد نے انھیں سینے سے

لگا کر کہا تھا ـــ " اب اپنی شاعری میں دُوسرا رنگ پاؤگے ۔"
اور صاحبِ دل اُستاد کی یہ دعائیہ پیشگوئی حقیقت ثابت ہوئی
طرؔفہ کی شاعری میں اِس رنگ کی بجائے ؎

اُٹھ اے دل تصوّر کی محفل سجائیں
جہاں ہوں وہیں سے اُنھیں کھینچ لائیں

اُسی رات تصوّف اور بلاغت کا یہ رنگ آ گیا ؎

یہ فلک یہ چاند تارے یہ زمیں میرے لئے
آخر اتنی زحمتیں کیوں کی گئیں میرے لئے

یکم اگست ۱۹۴۲ء کو طرؔفہ قریشی ترکِ وطن کر کے ہمیشہ کے لئے ناگپور آ گئے۔ یہاں ڈیڑھ سال تک بیکاری کے مصائب سے گذرنے کے بعد نومبر ۱۹۴۳ء کو بوہرہ پرائمری اسکول میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ لیکن ۱۹۵۴ء میں ملک کے انقلاب کے اثرات کی وجہ سے یہ اسکول بند کر دیا گیا، اور طرؔفہ قریشی ایک سال تک مدرسۂ اسلامیہ مومن پورہ میں اُردو ابتدائی کلاسوں کو پڑھانے کے بعد جولائی ۱۹۵۵ء کو مستقل طور پر انجمن اُردو پرائمری اسکول گانجہ کھیت میں معلّم کی حیثیت سے وابستہ ہو گئے۔ اسی زمانہ میں آپ نے جامعہ اُردو علی گڑھ سے ادیب، ادیب ماہر اور ادیب کامل کے امتحانات پاس کئے، پھر ۳ ستمبر ۱۹۷۳ء کو اسکول سے ریٹائر ہو گئے

حضرتِ طرؔفہ قریشی کا کلام ہند و پاک کے ممتاز صحائف میں چھپنے کے علاوہ آل انڈیا ریڈیو ناگپور سے بھی نشر ہوتا رہا۔ ایچ۔ ایم۔ وی۔ گراموفون کمپنی نے بھی ریکارڈ کرایا۔ ماہنامہ "الوارث"، بمبئی۔ ماہنامہ 'چاند' ناگپور کے مشاورتی بورڈ میں بھی شامل رہے۔ ماہنامہ "فیروز" ناگپور کے مدیر اعلیٰ رہے۔ اسی زمانہ میں ۲ ر فروری ۱۹۷۵ء کو "بزمِ غالب" کامٹی نے آپ کو "گرونانک ڈے" کے موقع پر کُل ہند مشاعرے میں تحریری سپاسنامہ میں ـ "ضمیر الشعراء" کے خطاب سے نوازا۔

حضرتِ طرؔفہ قریشی اُستادی شاگردی کے معاملے میں بہت فراخ دل تھے۔ انھوں نے رنگ و آہنگ کی نسبت کبھی اپنے شاگردوں کو اپنے رنگ میں رنگنے کی کوشش نہیں کی۔ ہمیشہ انھی کے رنگ میں اصلاح کی۔ اپنے تلامذہ سے اتنے ہی خلوص و محبّت اور اخلاق سے پیش آتے تھے جتنے اُن کے اُستاد اُن سے پیش آتے تھے۔ شعر کے معائب و محاسن، عروض و قواعد اور صحتِ لفظی کا خیال ان کی عادت تھی۔ نقص اور اصلاح پر سختی سے گرفت کرتے تھے۔ ان کے ایک شاگرد جو اُن کے ہمدرد و غمگسار اور انتہائی مخلص ہیں۔ اور جانشین بھی! 'شارق جمالؔ ـ ان کا ایک بہت اچھا ہوا شعر ہے جس میں حضرتِ طرؔفہ کی اصلاح و ترمیم نے جان ڈال دی ہے ؎

~~ہے غریبوں کی نصیبہ ہستی !~~
مُفلسی ، بے کسی ، غم پرستی

اصلاح کے بعد ؎

مل گیا ہم کو انعامِ ہستی
مفلسی، بیکسی، غم پرستی

یوسف جمالؔ بھی طرؔفہ قریشی کے مایہ ناز شاگردوں کی صف میں آتے ہیں۔ ان کا بھی ایک شعر ہے جس میں زُلفوں کا مچلنا، تکلّف اور اَن ہونی بات تھی، لفظِ "سی" حشو قبیح تھا۔ طرؔفہ قریشی کی اصلاح نے یہ نقص دُور کر دیا۔ اصلاح سے پہلے ؎

یہ مچلتی ہوئی شب رنگ سی زُلفیں توبہ !
دیکھ کر رِندوں نے سمجھا کہ گھٹا چھائی ہے

اصلاح کے بعد ؎

یہ ترے گیسوئے شب رنگ یہ زلفیں توبہ
دیکھ کر رندوں نے سمجھا کہ گھٹا چھائی ہے

طرؔفہ قریشی کے ایک شاگرد ناسخؔ فاروقی ہیں جو اب ہمارے درمیان نہیں رہے۔ ان کے ایک شعر پر بھی حضرتِ طرؔفہ کی بلیغ اصلاح ہے شعر کے مصرعۂ اولیٰ میں ایک سوال پیدا ہو گیا تھا۔ کہ کون کر بیٹھے؟ فاعل غائب ہونے سے بات نامکمل سی تھی۔ دوسرے مصرعہ میں زندگی کے بعد لفظ "کو" حشو تھا۔ اس لئے حضرتِ طرؔفہ نے اُسے "زندگانی" کر دیا۔ کیونکہ "زندگی" اور "زندگانی" میں معنوی تفریق ہے۔ زندگی کہتے ہیں "حیات" کو، اور "زندگانی" ساز و سامانِ حیات کو! ذرا سی ترمیم نے ایک نمایاں عیب کو دُور کر دیا۔ اصلاح سے پہلے ؎

ہائے کس بُت سے چاہ کر بیٹھے
زندگی کو تباہ کر بیٹھے !!

اصلاح کے بعد ؎

ہم بھی کس بُت سے چاہ کر بیٹھے
زندگانی تباہ کر بیٹھے !

یہ حضرتِ طرؔفہ قریشی کے اُستادانہ فن کا نمونہ تھا۔ ویسے وہ شعر و ادب میں انتہا پسندی کو کُفر اور بے ضابطہ شاعری کو مہملیت قرار دیتے تھے۔ لیکن جدید رجحانات، ترقی اور میانہ رَوی کو اچھائی

سے تعبیر کرتے تھے۔ اکابرینِ ادب اور اساتذۂ فنِ عروض کا احترام بیحد ضروری سمجھتے تھے۔ غزل جو کہ چوتھی صدی ہجری میں اس جہانِ آب و گل میں آئی اور جس کا موجد فارسی زبان کا مشہور شاعر رودکی تھا۔ اس کے اصولوں کے بیشتر طور پر پابند نہیں رہے لیکن اس کی اور اس کے اصولوں کی قدر کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے انھیں شعر و سخن میں انفرادی حیثیت دیتی ہیں۔ انھوں نے ۱۹۲۷ء سے ۱۹۸۱ء تک فنِ شعر کو مختلف رنگوں میں رنگتے اور پیکر میں ڈھلتے دیکھا تھا۔ ویسے تو صنفِ سخن میں غزل کا دامن وسیع و بیکراں ہے۔ وہ ہر دور اور ہر پیکر میں یکساں مقبول رہی ہے۔ اس نے جہاں فلسفہ، تصوّف، سیاست، معیشت، انقلاب، رومان، محاکات اور نفسیات کو اپنے دل میں جگہ دی ہے وہیں دل والوں کی ترجمانی اور دماغ والوں کے خارجی واقعات کی عکاسی بھی کی ہے۔ غزل کہنے کے لئے دل و دماغ ہی نہیں، فن و شعور بھی لازمی ہے اس نظریۂ فکر سے دیکھا جائے تو طرفہ قریشی سرِ فہرست نظر آتے ہیں۔ مثال کے طور پر انہی کیفیات و شگفتگی میں ڈوبا ہوا یہ شعر دیکھئے ؎

آئیں کھیلیں مری موجوں سے سفینے غم کے
جس میں طوفاں نہیں آتا وہ سمندر ہوں میں

بڑی روشن حقیقت ہے۔ طرفہ کی زندگی میں اتنے المیہ عناصر رونما ہوئے جس سے اُن کا وجود ایک ایسا سمندر بن گیا تھا جس میں کبھی طغیانی نہیں آئی۔ سچ پوچھ اُن کی شاعری تجربات و مشاہدات اور افکار کا ایک خزانہ ہے فکر کی گہرائی میں ڈوبا ہوا ایک اور شعر ہے ؎

یہ تیرے مستوں کی انجمن ہے یہاں یہ تنبیہ کیوں؟
ہمیں بھی ساقی نظر اُٹھا کر رہینِ جامِ شراب کر دے

یہ شعر ذو معنی ہے۔ ایک طرف خدا سے شکوہ ہے کہ یہ دنیا تیرے نام لینے والوں کے لئے جو تیرے لئے سب یکساں ہیں۔ پھر شاہ و گدا کا امتیاز کیوں؟ دوسری طرف ان لوگوں سے سوال ہے جو اونچ نیچ، ذات پات اور امیر غریب کی تفریق کے پُجاری ہیں۔ قومی یکجہتی میں انتشار پیدا کرنے والے کم فہموں کے لئے یہ شعر بڑی وسعت کا حامل ہے۔

جذباتِ محبّت سے معمور اور الم انگیزی سے بھرپور چند اشعار اور دیکھئے ؎

اُداس اُداس ہیں گلیاں، لُٹے لُٹے رستے
وہ ربط و سلسلۂ رسم و راہ ٹوٹ گیا

•

دل اچانک الم آشنا ہو گیا
اے محبت یہ کیا حادثہ ہو گیا

اُس جبیں کے تقدّس کا کیا پوچھنا
جس کا کعبہ ترا نقشِ پا ہو گیا

ایک اور حسین تلقین ایک اور حسین درس دیکھئے ؎

لُٹی دُنیا، گئی عقبیٰ، خوشی آئی نہ غم ٹھہرا
بتا تو اے دلِ برباد سب کھو کر بھی کیا پایا

حضرتِ طرفہ آخری ایّام میں اپنی مسلسل بیماری سے پریشان ہو گئے تھے۔ غم و آلام، مصائب و زندگی کی اُکتا دینے والی اُلجھنوں کے باعث جینے سے بیزار ہو گئے تھے۔ وہ اُس مالکِ حقیقی سے اکثر اپنی موت کیلئے دعا کرتے تھے۔ اس کیفیت کی انفرادی ترجمانی اور پیش گوئی ذیل کے شعر میں ملتی ہے ؎

قیدِ ہستی کی معیاد ہی اپنی کیا؛ بس یہی وقفہ ایک دو برس کا
طائرِ روح آزاد ہوگا کبھی، در کھلے گا کسی دن قفس کا

اِسی طرح دوسری طرف فکرِ لا محدود کا تصوّر ملتا ہے ؎

چار ہی دن تو رہنا ہے تجھ کو یہاں کیوں پریشان و حیراں ہے اتنا
فکرِ تعمیرِ ایواں میں کانٹا نہ بن، جھونپڑا ڈال لے خار و خس کا

حضرتِ طرفہ جب اس مالکِ مقدّس کی وحدت کے اثر میں ڈوبتے ہیں تو حمد میں ثنا خواں ہوتے ہیں ؎

سب پہ ہے لطف و کرم دہر میں یکساں تیرا
فیض ہے آٹھوں پہر سلسلۂ جنباں تیرا
ڈالی ڈالی تیرے سجدوں کے لئے ہے بیتاب
پتّہ پتّہ نظر آتا ہے ثنا خواں تیرا

موجودہ دور میں دوستوں کی بے راہ روی، مفاد پرستی اور بے رُخی سے متاثر ہوتے ہیں تو طنز کرتے ہیں ؎

تری دوستی سے مجھے بہت تو تیں ملی ہیں
مجھے خوف بیم کیسا مجھے کوئی ڈر نہیں ہے
میں سکون کیسے پاؤں مجھے چین کیسے آئے
مرے دردِ دل سے واقف مرا چارہ گر نہیں ہے

دوسروں پر عیب جوئی اور نکتہ چینی کرنے والوں سے ایک قطعہ میں فرماتے ہیں ؎

صورت کا پرستار ہے، سیرت پہ نظر رکھ

اخلاق پہ، کردار پہ، طینت پہ نظر رکھ!
ہر نقش ہے اک نقص کی تہمت سے ملوّث
نادان ذرا اپنی حقیقت پہ نظر رکھ!

ایک رُباعی میں اس طرح شکوہ سنج ہوتے ہیں ؎

فطرت کا بدل سکتا ہے کیوں کر دستور
مختار ہے تو، ہو نہیں سکتا مجبور
آباد رہے تیرے تغافل کا جہاں!
اے دوست مجھے اپنی تباہی منظور

طرفہ قریشی نے شعر و سخن کی ہر صنف میں طبع آزمائی کی ہے۔ مشکل زمینوں اور مختلف ردیفوں میں بہت سی غزلیں کہی ہیں۔ قطعات بھی کہے ہیں۔ رُباعیات بھی لکھی ہیں۔ نظمیں اور تاریخی اشعار بھی کہے ہیں۔ خمسہ جات اور تضمینیں بھی!

پہلا مجموعۂ کلام "پہلی کرن" کے عنوان سے جون ۱۹۵۲ء میں "گھر پھونک تماشہ دیکھنے" کے مقولہ پر بھوپال سے شائع کرایا۔ اس اٹھائیس نظموں اور قطعات، ایک سو آٹھ غزلیات، بارہ رباعیات ایک تضمین اور چھ قطعات تاریخ پر مشتمل مجموعے کو شائع کرانے کے لئے طرفہ صاحب نے اپنا مکان فروخت کر دیا تھا۔ اُردو شعر و ادب کی تاریخ میں ایثار و قربانی کا یہ ایک ناقابلِ فراموش نمونہ پیش کیا ؎

ادب نوازانِ دہر طرفہ کریں ادیبوں پہ بھی نوازش!
ادیب زندہ اگر رہیں گے ادب کو بھی زندگی ملے گی

دوسرا مجموعۂ کلام سلاموں کی شکل میں "شہیدِ اکبر" کے نام سے ۱۹۶۹ء میں لکھنؤ سے شائع ہوا۔ تیسرا مجموعۂ کلام "نصف النہار" مہاراشٹر اردو اکادمی' بمبئی کے مالی اشتراک سے ۱۹۷۷ء میں ناگپور سے شائع ہوا۔ "عصر العصر" فانوسِ حرم، گلزارِ امینی، کاروانِ نو، طورِ رخشاں، دبستانِ طرفہ، مکتوبِ طرفہ اور "چراغِ عروض" کے شعری و نثری مجموعے مسودوں کی شکل میں غیر مطبوعہ ہیں۔

حضرت طرفہ قریشی کی گہری، بلیغ اور فصیح شاعری کے اوصاف کے بارے میں لکھا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی۔ اسی طرح زندگی کے حالات لکھے جائیں تو بھی ایک کتاب بن سکتی ہے لیکن آج کے بے حس زمانے میں ایسا کرنا بے سود ہے۔ بقول طرفہ ؎

کیا کریں گے وہ مرا حال پریشاں دیکھ کر
کون روتا ہے کسی کے گھر کو ویراں دیکھ کر

کاش! طرفہ کو ــــ طرفہ کی شاعری کو، طرفہ کی زندگی اور طرفہ کے غم کو اپنا غم سمجھنے والے ہوتے ؎

اپنے دامن کے رفو پر بھی کبھی ڈالی نظر!
ہنس رہے ہو کیوں مرا چاکِ گریباں دیکھ کر

طرفہ کو زندگی کے غم، حالات کی کلفتوں، اقتصادی اور معاشی بدحالی نے پچھلے چند سالوں سے اختلاج، اعصابی اضمحلال اور بے خوابی میں مبتلا کر دیا تھا۔ ضعف و نقاہت اتنی بڑھ گئی تھی کہ زیادہ سوچنا سمجھنا' چلنا پھرنا دشوار گزار منزل معلوم ہوتے تھے۔ دواؤں کی بہتات اور احتیاط و پرہیز کی کثرت کی طویل مدت نے نڈھال کر دیا تھا۔ بھوک ندارد اور منہ کا ذائقہ مفقود ہو گیا تھا۔ دل' دنیا کی بے ثباتی سے گھبرا گیا تھا۔ تنگ آکر بار بار اپنے لئے موت کی دعا کرنا مشغلہ بن گیا تھا۔ خاص طور سے کہتے "اے ربِّ کریم! میری زندگی کا خاتمہ عزت، آبرو اور ایمان کے ساتھ کرنا"

اور انھوں نے، جولائی ۱۹۸۱ء کو جگر کی خرابی، استسقاء اور اختلاجِ قلب کی مہلک بیماریوں میں مبتلا ہو کر موت کو لبیک کہا۔

مرحوم نے ادبی سرمایہ میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ بہت سی تصنیفات علمی و ادبی جواہر پارے' ان کے علاوہ تین بیٹے، چار بیٹیاں اور شریکِ حیات کے ساتھ ساتھ اپنے سیکڑوں شاگرد چھوڑے ہیں' جو یاد کر کے ہمیشہ آنسو بہاتے رہیں گے ؎

جان کر منجملۂ خاصانِ میخانہ مجھے!
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

ضروری گذارش

رقم خریداری روانہ فرمانیوالے حضرات سے:

منی آرڈر کوپن پر اپنا نام، پتہ، پن کوڈ نمبر ضرور تحریر فرمائیے۔ عموماً منی آرڈر کوپن پر لوگ اپنا نام، پتہ تحریر نہیں کرتے، جس کی وجہ سے شکایتی خط آنے پر کافی چھان بین کے بعد پرچہ جاری کیا جانا ممکن ہوتا ہے ۔ اگر کوپن پر نام و پتہ تحریر ہو تو 'قومی راج' فوراً جاری کر دیا جاتا ہے۔

(ادارہ)

تبصرہ

تبصرہ نگار
ڈاکٹر امام مرتضیٰ نقوی
گذری۔ امروہہ (یو۔ پی)

سورج نما (مجموعۂ کلام)

مصنف: محمد علی تاج
سنہ اشاعت: ۱۹۸۱ء
قیمت: بارہ روپے
ناشر: مدھیہ پردیش اُردو اکیڈمی۔ بھوپال

محمد علی تاج، مدھیہ پردیش کے اُن شاعروں میں سے ہیں جنھوں نے اپنی مختصر سی زندگی کو شاعری کے لئے وقف کر دیا، مگر ان کو وہ شہرت، ہر دلعزیزی اور مقبولیت حاصل نہ ہو سکی جس کے وہ مستحق تھے۔ ان کا پہلا مجموعۂ کلام "خیمۂ گل" پہلے چھپ چکا تھا اور یہ تاج کی خوش نصیبی تھی کہ جاں نثار اختر نے اس کا پیش لفظ لکھا۔

تاج کا دوسرا مجموعۂ کلام "سورج نما" مدھیہ پردیش اُردو اکیڈمی نے ۱۹۸۱ء میں چھاپا ہے، جو فضل تابش نے اُن کی موت کے بعد مرتب کیا ہے۔ تاج اُردو داں حلقہ سے کافی عرصے تک متعارف نہ ہو سکے۔ اس کی وجہ ان کا قلندرانہ مزاج اور شہرت سے بے نیازی تھی۔ مگر پھر بھی تاج کے اندر وہ تخلیقی قوت تھی جو ان کو منظرِ عام پر لے آئی۔ اُن کے فن پارے جو اُن کے خونِ جگر کا نتیجہ تھے، ان کی ہر دلعزیزی اور مقبولیت کا باعث بن کر رہے۔

"سورج نما" غزلوں، نظموں اور قطعات کا ایک مجموعہ ہے۔ نظموں کی تعداد کم ہے جو طویل بھی ہیں اور مختصر بھی، طویل نظموں میں "نئی گیتا نجلی" ایک اچھی نظم ہے جو لینن پر کہی گئی ہے، مگر کتاب کا بیشتر حصہ غزلوں پر مشتمل ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کا مزاج غزل سے ہم آہنگی رکھتا تھا۔ ان کے یہاں تفکر تو نہیں ملتا البتہ حسیت بدرجہ اتم پائی جاتی ہے بعض جگہ تغزل کی چاشنی مزہ دے جاتی ہے ؎

ترے خیال کی جسمانیت ارے توبہ!
قریبِ دل تری سانسیں سنائی دیتی ہیں

تاج کے یہاں غم کی فراوانی ہے۔ اُن کے لہجہ میں بڑی یاسیت ہے، کہیں کہیں میریت کی جھلکیاں سی نظر آنے لگتی ہیں ؎

فراقِ یار کا عالم نہ پوچھو
کوئی جیسے کلیجہ چاٹتا ہے
تاج کو دیکھ کر کہا اُس نے
میر خانہ خراب جیسا ہے

تاج ماضی کی یاد میں آنسو بہاتے ہیں۔ وہ اپنے ماضی کی آسودگی کو یاد کر کے رونے میں تڑپتے ہیں۔ وہ حال سے بیزار ہیں اور حالات کے شاکی! وہ اپنی حرماں نصیبی کا شکوہ جس انداز میں کرتے ہیں وہ ندرتِ ادا کی ایک عمدہ مثال ہے ؎

کبھی لبوں پہ تھے ہم بھی محاوروں کی طرح
اب اپنے شہر میں پھرتے ہیں زائروں کی طرح

وہ اپنے سنسان خانۂ دل کی آگ میں خود تو سلگتے ہی ہیں، اس کے ساتھ ساتھ انھیں سارا سماج تلخ کامیوں اور ذہنی کرب میں مبتلا دکھائی دیتا ہے ؎

اس شہر کا یہ حال تو برسوں سے ہے یہاں
ہر اک مکاں کے پاس غموں کی دُکان ہے

فن کار کے پاس جب تک اپنا مخصوص نقطۂ نظر نہ ہو تب تک اس کی انفرادیت قائم نہیں رہ سکتی۔ تاج بھی اس کے قائل ہیں کہ اپنا "شیوۂ گفتار" یا "طرزِ فغاں" منفرد ضرور ہونا چاہئے ؎

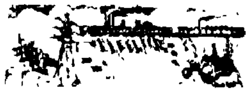
نکالو تاج تم بھی غالب و اقبال کی صورت
کوئی رنگِ بیاں اپنا کوئی طرزِ فغاں اپنا

کتاب کی طباعت اور گٹ اپ دیدہ زیب ہے۔





مجیب الرحمٰن بزمی
قصرِ بزمی، رحمت کالونی، ڈورانڈا
رانچی ـ ۸۳۴۰۰۲



وقت کی آواز

جہاں میں امن کے پرچم کو سرفراز کرو
حصارِ دیر و حرم کا نہ امتیاز کرو!
نئے جنوں سے نئی صبح کا آغاز کرو
جہاں میں امن کے پرچم کو سرفراز کرو

نئی اُمنگ، نئے ولولے، نئے رہرو
بڑھاؤ تیز قدم راستے میں مت ٹھہرو
تھکن سے اپنی طبیعت کو بے نیاز کرو
جہاں میں امن کے پرچم کو سرفراز کرو

نقیبِ صبحِ طرب بن کے تیز گام چلو
سکون و امن کے دشمن کو زیرِ دام کرو
جگاؤ سارے زمانے کو تیز ساز کرو
جہاں میں امن کے پرچم کو سرفراز کرو

نئی شرابِ اُخوت سے دل کو گرماؤ
نگارِ امن کا پرچم فضا میں لہراؤ
خود اعتمادی کو اپنی شریکِ راز کرو
جہاں میں امن کے پرچم کو سرفراز کرو

ہنسیں گے آج یہ ظلمت نصیب اے بزمی
شکستِ ظلمتِ شب ہے قریب اے بزمی
اُفق کی سمت ذرا چشمِ نیم باز کرو
جہاں میں امن کے پرچم کو سرفراز کرو



عامر برقی اعظمی
الف ـ ۲۳، نیول سیوین ہاؤسنگ کالونی،
کانجور مارگ، ممبئی ـ ۴۰۰۰۷۸

اتحاد قوموں کا عظمتِ وطن مانگے

بسترِ سکونِ دل، وقت کی تھکن مانگے
سُرخ آسماں بھی اب، سبز پیرہن مانگے

برف پوش ملکوں میں جسم ہو گئے ننگے
صوفیوں کی دھرتی پہ لاش بھی کفن مانگے

شورشِ ازل چاہے آج دل کی بیداری
صبح کا حسیں جلوہ شب کی انجمن مانگے

جامِ معرفت پی کر اِک نیا جنم لے لو
اتحاد قوموں کا عظمتِ وطن مانگے

تھا شکست لودی میں عزمِ بابری شامل
شہ جہاں کی اُلفت وادیٔ چمن مانگے

رنگِ عشق ہونا ہے آشکار مٹنے پر
قطرۂ لہو یارو، رونقِ چمن مانگے

دل کی قید میں کب تک درد مند رکھے گا
پیار وہ پرندہ ہے جو کھلا گگن مانگے

روح کی لطافت کو نذرِ کہکشاں کر دو
آج لمسِ انسانی چاند کا بدن مانگے

شیشۂ تعیش کی دھار بے اثر ٹھہری
تیشۂ جنوں عامر دستِ کوہکن مانگے



* محمد عمر سحر
19-1 اے فیت والا چال، دوسرا منزلہ، روم 12
جیراج بھائی اسٹریٹ، ممبئی نمبر 400008

پیکرِ امن

[تاریخ کی ناقابلِ فراموش ہستی مسز اندرا گاندھی سے ۲۰ نکاتی پروگرام کا اُمید افزا اعلان سُنکر اپنے دل کی بے پناہ گہرائیوں کے ساتھ انھیں خراجِ تحسین پیش کر رہا ہوں]

آفتابِ فتح و نصرت پیکرِ امن واماں!
ہم سمجھتے ہیں ترے من کی تڑپ دردِ نہاں

امن و خوش حالی، محبّت کارواں در کارواں
تیرے سپنوں میں بسا ہے اک نیا ہندوستاں

تیری ہستی میں نہاں ہے عالمِ علم و ادب
تو ہمارے دَورِ حاضر کا ہے اِک زرّیں ورق!

با ادب ہو کر گزرتی ہے ترے در سے شمیم
چومتی ہے سر جھکا کر تیرے آنچل کو نسیم

کتنا اونچا ہے ترا کردار اس تہذیب میں

السّلام اے آبروئے قوم و ملّت السّلام
عصرِ نو کے اہلِ فن کا ہم غریبوں کا سلام
میرے جیسے سینکڑوں شاعر ادیبوں کا سلام!

غزل

* عبدالمجید سرّور
۳۴۲، نیاپورہ، مالیگاؤں

سنسان بابِ دل سے نوا کتنی دُور ہے
دیکھو کہ کاروانِ صدا کتنی دُور ہے

گذرے بھنور، بھنور سے کبھی لہر لہر سے
اے بحرِ بے کنار جزا کتنی دُور ہے

بے مائیگی کے بار سے جھکنے لگی ہے عمر
اب زندگی سے تیرِ قضا کتنی دُور ہے

کب تک حیات دستِ تہہِ سنگ دیکھئے
ہاتھوں کو کاٹنے کی ادا کتنی دُور ہے

آنکھوں میں فاصلوں کی وہی گردِ مستقل
میری نظر سے میرا خدا کتنی دُور ہے

زخموں سے کوئی پھول سا پیکر تراش دے
خنجر بکف نگارِ صبا کتنی دُور ہے!

پھاگن آیا

★ مہدی پرتاپ گڈھی
معرفت ایگزیکٹیو انجینیر
اریری گیشن ڈیویژن،
پرتاپ گڈھ (یو۔پی)

بور آئے ہیں مہکی ہیں امرائیاں !
کھیت میں فصل لیتی ہے انگڑائیاں

من کو چھیڑے ہے پھاگن کی چنچل ہوا
بن پئے چھا رہا ہے انوکھا نشہ !

جاگی چوپال میں اک نئی زندگی
دل میں سپنے جگانے لگی بانسری

ساڑی بھیگی تو تن من جلانے لگی
روح میں اک تڑپ سر اُٹھانے لگی

کتنے سرکش خیالوں کو درپن ملا !
کتنے ہی بیتے لمحوں کو جیون ملا

گذرے پھاگن کا آیا سرا ہاتھ میں
جب وہ خوابوں کا شہزادہ تھا ساتھ میں

مہکے آنگن میں گیتوں کی لے لے گئی !
اوس یادوں کی من کو بھگونے لگی

من میں رنگوں کی برسات ہونے لگی
جسم کا درد پچکاری دھونے لگی

باجی مردنگ گوری تھرکنے لگی
بھیگی ساڑی میں لجا سمٹنے لگی

کھو گئی ایک بے سدھ سی انگڑائی میں
کھل اُٹھے پھول سپنوں کی انگنائی میں

غزل

★ ایم۔ اے کاوش
زیر فارسیسی۔ سیتاپور (یو۔پی)

قابلِ عفو نہیں ہے مری تقصیر ابھی
مجرمِ عشق ہوں، ہوں لائقِ تعزیر ابھی

خونِ دل چاہیئے کچھ اور رنگ آمیزی کو
دھندلی دھندلی سی ہے دل میں تری تصویر ابھی

آمدِ فصلِ بہاراں ہے ابھی رک جاؤ !
کیوں پہناتے ہو مرے پاؤں میں زنجیر ابھی

اک جگہ پاؤں جو رکتے نہیں میرے یارو !
اس سے ثابت ہے کہ گردش میں ہے تقدیر ابھی

مصحفِ رخ کا نہیں کوئی بھی دنیا میں جواب
یہ وہ مصحف ہے جو ہے تشنۂ تفسیر ابھی !

اک نہ اک دن انھیں آنا ہی پڑیگا کاوش
ہم نے مانا کہ نہیں آہ میں تاثیر ابھی !

رنگوں کا تیوہار

* محبوب راہی
نزد گلزاری مسجد، پوسٹ: بارسی ٹاکلی
ضلع اکولہ (مہاراشٹر)

مل جل کر یہ رنگوں کا تیوہار منائیں سنگ
آؤ، ایک دوجے پر ڈالیں ہم چاہت کا رنگ
گیت لئے ہونٹوں پر من میں لے کر ایک ترنگ ؛ جھوم جھوم کر ناچیں گائیں بن کر مست ملنگ

دیکھ کے اپنا من موجی پن سب رہ جائیں دنگ
آؤ ایک دوجے پر ڈالیں ہم چاہت کا رنگ
لایا ہے سندیش پیار کا ہولی کا تیوہار ؛ سب پر برسائیں چاہت کے رنگوں کی بوچھار

آج جگا دیں ہر ایک دل میں ہم اک نئی اُمنگ
آؤ ایک دوجے پر ڈالیں ہم چاہت کا رنگ
خوشبوؤں کی دارو پی کر سب ہو جائیں مخمور ؛ دکھ کے ہر احساس کو کر لیں اپنے دل سے دور

گھولدیں اپنے من کے پیالو میں اُلفت کی بھنگ
آؤ ایک دوجے پر ڈالیں ہم چاہت کا رنگ
ذات پات کے بھید بھاؤ نے ڈالی ہم میں پھوٹ ؛ مانو نا ایک سچائی ہے باقی جو ہے جھوٹ!

اپنے من کے گلیاروں کو کیوں کر بیٹھیں تنگ
آؤ ایک دوجے پر ڈالیں ہم چاہت کا رنگ
سب سے رکھیں بھائی چارہ سب سے رکھیں میل ؛ بند کریں اب دنیا والے یہ نفرت کے کھیل

جھگڑا ہو آپس میں کوئی اور نہ کوئی جنگ
آؤ ایک دوجے پر ڈالیں ہم چاہت کا رنگ
ستیہ، اہنسا، دھرم ہمارے جیون کے ہتھیار ؛ جن کے بل پر ہم جیتیں گے ایک دن یہ سنسار

کیا کرنے ہیں ہم کو لے کر آخر تیر تفنگ
آؤ ایک دوجے پر ڈالیں ہم چاہت کا رنگ
ایک ہی لے ہو ایک ہی سُر ہو دونوں کا ایک تال ؛ اِک آواز میں مل کر گائیں رادھا اور گوپال!
خوب جمے گا راہیؔ تیرے گیت کا پھر آہنگ
آؤ ایک دوجے پر ڈالیں ہم چاہت کا رنگ

غزل

* بدیع الزماں خاورؔ
پوسٹ: داپولی - ۴۱۵۷۱۲
ضلع رتناگیری (مہاراشٹر)

ایسی تو کہیں اور نہ صبحیں ہیں نہ شامیں!
کس طرح کا جادو ہے یہ کوکن کی فضا میں

کیا حال مرا شوقِ سفر میں ہے، کہوں کیا؟
اِک پاؤں زمیں پر ہے تو اِک پاؤں خلا میں

پڑ جائے نہ تجھ پر کہیں اس رات کا سایہ
آجا میں چھپا لوں تجھے پلکوں کی ردا میں

یوں پہلے معطر نہ ہوئے تھے یہ دل و جاں
شاید تری زلفوں کی مہک بھی ہے ہوا میں

بجلی ہے کہ لب پر یہ تبسم کی جھلک ہے
آنچل میں یہ چہرہ ہے کہ ہے چاند گھٹا میں

یہ جسم ہیں کیسے کہ چھپائے نہیں چھپتے
دیکھو جسے عریاں نظر آتا ہے قبا میں

خاورؔ نے بھی دل شوخ حسینوں سے لگا کر
اِک عمر گزاری ہے محبت کی سزا میں

قطرہ قطرہ

✶ جوہر ہاشمی
گھر نمبر: ۱۸-۷-۲۴۰
بیرون کٹا تالاب میر جملہ
حیدر آباد - ۵۰۰۰۰۲ (اے۔ پی)

آج آپ زندگی سے تساہل نہ کیجئے
ایسا نہ ہو کل کہیں آزار ہو نہ جائے
کچھ آج ہی سے کل کے سکوں کا رہے خیال
ورنہ یہ زندگی کہیں آزار ہو جائے

ابھریں گے اس طرح سے نقوشِ حیات اور
رخصت ہوئی جو شب تو سحر کے قریب تھے
پودا جو کل لگایا تھا آج اسکی چھاؤں ہے
جب دھوپ تیز ہوئی تو شجر کے قریب تھے

ترغیب دوسروں کو بھی دیں خود بچت کریں
قومی بچت سے اپنی رقم کو بڑھایئے
حسبِ ضرورت اسمیں سے لیجئے رقم ضرور
ملکی ترقیوں میں بھی یوں کام آیئے

رنگوں سے اس کے حسن کو دو بالا کیجئے
پُرکیف دیکھنا ہو جو تصویرِ زندگی !
روشن ہو تابناک ہو مستقبل آپ کا
اس طرح آپ کیجئے تعمیرِ زندگی !

دانائی بھی شریک ہر اک کام جن کے ساتھ
وہ اہلِ ہوش جن کا دنیا میں نام ہے
پیشِ نظر ہو جن کے سدا حسنِ زندگی
ان کے لئے حیات کا لبریز جام ہے

ہے اسمیں نونہالوں کا مستقبل اک حسیں
کل ان کے کام آئیگا یہ آج کا عمل !
یہ فعل ارتقائے زر و قوم و ملک ہے
تابندہ اس سے آج ہے اور آنیوالا کل !

راہوں کا اپنی آپ کو جو ہر پتہ ملے
منزل کا آپ اپنی تعین تو کیجئے
جس طرح تخم ریزی ضروری ہے وقت پر
ہاں اس کے بعد شوق سے پھر فصل لیجئے

عادت اک اس کی قابلِ تقلید ہے ضرور
چیونٹی حقیر ہو کے بھی ہے عالی حوصلہ
کل کی غذا اکٹھا وہ کرتی ہے آج سے
باقی رہے نہ پھر کہیں حالات کا گلہ !

منصوبہ بند زندگی خوش حال زندگی
اس کے لئے ضرور پس اندازی کیجئے
گر آنے والے کل کو درخشاں ہو دیکھنا
بس آج ہی سے اس کو نیا رنگ دیجئے

ایک ایک قطرہ سے ہوا دریا کا یہ وجود
ایک ایک دانہ مل کے اک انبار ہو گیا
ہر گل کی رنگ و بو سے ہے اک انفرادیت
سب ایک جا ہوئے تو یہ گلزار ہو گیا

راحت یہ زندگی کی عمل سے ہوئی رقم
ورنہ یہ زندگی ہے بس اک دلفریب خواب
کیجئے گا آپ کل کی شروعات آج سے
یہ وہ عمل ہے جس کا نہیں ہے کوئی جواب

کل ہوگا رفتہ رفتہ تناور درخت وہ
چھوٹا سا پودا آج اگر ہم لگائیں گے
وہ سایہ دار ہوگا گھنا ہوگا جس گھڑی
بیٹھیں گے اس کی چھاؤں میں اور پھل بھی کھائیں گے

غزلیں

★ خلیل انجم
بلڈنگ نمبر ۴۳- آرڈی ننس فیکٹری
امبی جہار - ناگپور نمبر ۴۴۰۰۲۱

اہلِ دل جیشم وفا کے نام سے ڈرنے لگے
رندِ میخانہ بناکر جام سے ڈرنے لگے

کس میں ہمت ہے جو مجنوں سا جگر پیدا کرے
عقل والے عشق کے انجام سے ڈرنے لگے

کر دیا ہے جن کو تو نے مبتلائے آرزو
زندگی وہ تیری صبح و شام سے ڈرنے لگے

رنج سہہ کر بڑھ گئے ہیں اور بھی کچھ حوصلے
کیا کہا ہم گردشِ ایام سے ڈرنے لگے؟

ہمنشیں افسانۂ ایثار و ہمدردی نہ پوچھ
لوگ اب لطف و کرم کے نام سے ڈرنے لگے

دوستوں نے اس قدر انجم کئے لطف و کرم
دشمنوں کے بخشش و انعام سے ڈرنے لگے

• مسعود سراج مسعود ادیبی
لکچرر، ڈپارٹمنٹ آف پوسٹ گریجویٹ
اسٹڈیز اینڈ ریسرچ اِن اُردو
میسور یونیورسٹی، میسور- ۵۷۰۰۰۶

اس زندگی کا سلسلہ روشن بھی ہے دھندلا بھی ہے
سیراب ہے اپنی جگہ اور ساتھ ہی تشنہ بھی ہے

اُلفت ہے اس سے کس قدر تم سے بھلا ہم کیا کہیں
ہم نے اُسے ہر روپ میں چاہا بھی ہے پوجا بھی ہے

اس سے زیادہ اور کیا ہو فنکار کا المیہ
بازار کی رونق بھی ہے بازار میں رسوا بھی ہے

انمول فن پارہ جسے دنیا سمجھتی ہے یہاں
تم نے خرادِ وقت پر اس کو کبھی پرکھا بھی ہے

اُس کی روش اس کی ادا سب سے الگ سب سے جدا
آباد تھا دل جس قدر اتنا ہی اب سونا بھی ہے

گلشن ہو یا صحرا کوئی وہ مست اپنے حال میں
گردیدہ ہے دنیا کا اور دنیا سے بے پروا بھی ہے

یوں تو بری رو میں بہت مسعود لیکن یہ بتا
چاہیں جسے ہم ٹوٹ کر ایسا کوئی چہرہ بھی ہے

ذکی طارق
۱۹ - جی. ٹی. روڈ،
چودھری کھلیسٹر،
غازی آباد (یو. پی)

دل کی بساطِ غم پہ نرالی یہ بات ہے
مُہرے لگے ہوئے ہیں نہ شہ ہے نہ مات ہے

ماضی کی تلخیوں سے شکایت بھی کیا کروں
یادوں کا اب دریدہ کفن میرے ساتھ ہے

میں بھی گریز پا ہوں تو وہ بھی گریز پا
یہ شہرِ آرزو میں نئی واردات ہے

حالانکہ زندگی کے تماشائی جا چکے
رقصاں اسی طرح سے مگر کائنات ہے

دن ہے لہو لہو تو یہ راتیں ہیں ناگنیں
میرے نصیب میں تو دن ہے نہ رات ہے

میں نے ہی بخش دی ہے زمانے کو سلطنت
یعنی گداگری میں مری میرا ہاتھ ہے

سارے جہاں کو میں نے مسخر کیا ذکی
جس کو نہ کر سکا وہ اپنی ذات ہے



غزلیں



* شمس الدین شمس نوید
۱۵۰/۷ ، بیجناتھ پارہ ،
رائے پور - ۴۹۲۰۰۱ (ایم پی)

اِک کیف تھا گزری راتوں میں ہم جس کا نقشہ بھول گئے
اِک دنیا اپنی ڈھونڈی تھی اک دنیا اپنی بھول گئے

کچھ لطف نہیں باقی اب تو طوفانوں کے افسانوں میں
ساحل کی بدلتی فطرت سے بیتابیٔ دریا بھول گئے

ہم تشنگیٔ پیہم کا گلہ کرتے تو بھی آخر کیا کرتے
ساقی کا تبسم ایسا تھا پینے کی تمنا بھول گئے

تاروں کے دیئے اب گُل کر دو تاروں کی چمک سے کیا ہوگا
جس راہگزر پر منزل تھی ہم اُس کا نقشہ بھول گئے

کیا جانئے کیوں آنکھوں میں سلگ اٹھتے ہیں آنسو شبنم سے
یہ سوچ رہا ہوں برسوں سے کس کس کو سراپا بھول گئے

اے کاش یہ دنیا گم ہوتی آہوں کی دہکتی وادی میں
پھر کون یہ کہہ سکتا تھا بھلا ہم غم کی دنیا بھول گئے

اشکوں سے بابِ ہستی میں اک آگ لگا دینی ہے نوید
دنیا نہ ہو ہم پر طعنہ زن ہم اپنا وعدہ بھول گئے

* ڈاکٹر نعیم اختر
حافظ دواخانہ ، مالیگاؤں
(ناشک)

جو داغِ نور لے کر فضلِ ربانی سے نکلوں گا
تو رحمت بن کے سجادو نبی پیشانی سے نکلوں گا

بھنور کے ساتھ ناچے گی مری ٹوٹی ہوئی کشتی
صدف میں لے کے جب دریا کی طغیانی سے نکلوں گا

مجھے گمنامیوں کی تیرگی میں گم ہی رہنے دو
میں سورج ہوں تو خود اپنی ہی تابانی سے نکلوں گا

نقابیں نوچ کر لے جاؤں گا جوہر شناسوں کی
ہٹا کر زنگ جب تختِ سلیمانی سے نکلوں گا

تجسس کے پہاڑوں میں مقید ہوں ابھی لیکن
میں پارس بن کے اک دن قصرِ سلطانی سے نکلوں گا

میں اُردو کی ہتھیلی پر سنہرا باب ہوں اختر
اگر نکلا تو نادانوں کی نادانی سے نکلوں گا

• خیال انصاری
۲۷۷ ، خوش آمدپورہ ، مالیگاؤں (ناشک)

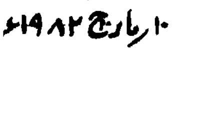
لکھ کے حرفِ وفا مٹاتا ہوں
جذبۂ عشق آزماتا ہوں !

کھولتا ہوں کتابِ دل جب بھی
یاس کے سوکھے پھول پاتا ہوں

ربطِ خاطر ہے اُن سے اب اتنا
یاد کرتا ہوں بھول جاتا ہوں

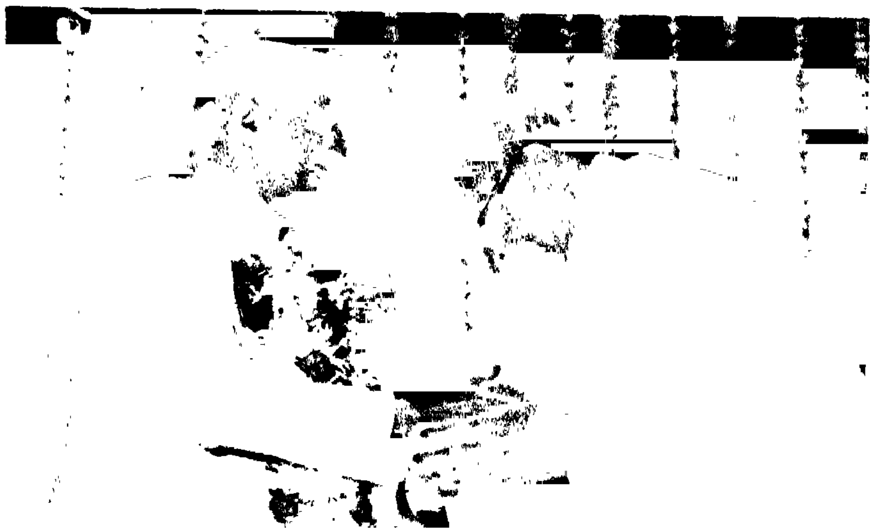
شمعِ اُمید شامِ فرقت میں
اک جلاتا ہوں اک بجھاتا ہوں

ہنس کے زہرابِ زندگی کو خیالؔ
بن کے سقراط پیتا جاتا ہوں !





ایرچیف مارشل ادریس حسن لطیف (ریٹائرڈ) نے ۶ مارچ کو راج بھون بمبئی میں مہاراشٹر کے گورنر کی حیثیت سے حلف اُٹھایا زیرنظر تصویر میں بمبئی ہائیکورٹ کے چیف جسٹس شری وی. ایس. دیش پانڈے، شری لطیف کو عہدہ اور رازداری کا حلف دلا رہے ہیں. وزیر اعلیٰ بابا صاحب بھوسلے بھی اس موقع پر حاضر تھے.



راج بھون بمبئی میں ۱۵ مارچ کو منعقدہ ایک تقریب میں وزیر اعلیٰ شری بابا صاحب بھوسلے ریاست مہاراشٹر کے سبکدوش ہونیوالے گورنر شری او. پی. مہرا کو الوداع کہہ رہے ہیں.

خبریں - تصویروں میں



زیرِ نظر تصویر میں وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے ۲۵ فروری کو منعقدہ ریاستی سماجی بہبود مشاورتی بورڈ کی بیٹھک سے خطاب کر رہے ہیں. وزیر برائے سماجی بہبود، شری سروپ سنگھ نائیک اور بورڈ کی صدر شریمتی پربھاوتی شندے بھی دیکھی جا سکتی ہیں.



کلکتہ میں منعقدہ تیسری کل ہند زرعی نمائش میں مہاراشٹر شعبہ کو خاص انعام ملا۔ وزیر برائے زراعت شری بھگونت راؤ گائیکواڑ نے یہ ٹرافی ۲۴ فروری کو منترالیہ میں وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے کو دکھائی۔ اس موقع پر لی گئی تصویر میں وزیر برائے آبپاشی شری شیواجی راؤ پاٹل نیلانگیکر، وزیر برائے مالیات و منصوبہ بندی ڈاکٹر وی۔ سبرامنیم اور وزیر مملکت برائے داخلہ امور ڈاکٹر شری کانت جیچکر بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔



وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے، بمبئی یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر رام جوشی کی عیادت کے لیئے ان کی رہائش گاہ تشریف لے گئے تھے۔ یہ تصویر اسی موقع کی ہے۔



وزیر برائے محنت شری بھگونت گائیکواڑ نے ۸ مارچ کو بمبئی عظمیٰ و تھانے ضلع سیکوریٹی گارڈ بورڈ کی جانب سے بیروزگار سیکوریٹی گارڈوں کو قرض تقسیم کیا۔ اس موقع پر لی گئی تصویر میں آپ ایک بے روزگار سیکوریٹی گارڈ کو قرض دے رہے ہیں۔ آپ کے ساتھ نائب وزیر برائے محنت شری لیشونت ہیئر بکر بھی ہیں۔



وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے ۳ر مارچ کو بھائیکلہ میں جھونپڑیوں کا معائنہ کیا، جہاں آگ لگی تھی۔ اس موقع پر لی گئی تصویر میں آپ کے ہمراہ ممبئی کے میئر ڈاکٹر اے۔ یو۔ میمن اور نائب وزیر برشری لیلا دھر دیاس بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

ریاستی سطح عمل آوری کمیٹی برائے خاندانی بہبود کی ایک میٹنگ ۸ر مارچ ۱۹۸۲ء کو منترالیہ میں منعقد ہوئی۔ زیر نظر تصویر میں ڈاکٹر بلی رام ہیرے وزیر برائے صحت عامہ میٹنگ سے خطاب کر رہے ہیں۔ آپ کے دائیں جانب شریمتی رجنی ساتو، نائب وزیر برائے صحت عامہ اور بائیں جانب شری وی۔ سری نیواسن، سکریٹری (محکمۂ صحت) دیکھے جا سکتے ہیں۔



کولہاپور ڈسٹرکٹ سینٹرل کوآپریٹو بینک
کے زیر اہتمام حال ہی میں کولہاپور میں وزیر اعلیٰ
بیرسٹر باباصاحب بھوسلے کے اعزاز میں تہنیتی
جلسہ منعقد ہوا۔ زیر نظر تصویر میں آپ حاضرین
سے خطاب کررہے ہیں۔



زیر نظر تصویر میں
وزیر اعلیٰ بیرسٹر باباصاحب بھوسلے
اکھیل بھارتیہ مراٹھی ناٹیہ پریشد
کے زیر اہتمام ۱۳ فروری کو
اکولہ میں منعقدہ سہ روزہ ۶۰ ویں اکھیل
بھارتیہ مراٹھی ناٹیہ سمیلن کا افتتاح کرتے ہوئے۔





سمیلن میں شریک مندوبین۔



زیرِ نظر تصویر میں وزیرِ اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے، شری شنکر راؤ پاٹل کو نوکر، صدر کولہاپور ضلع پریشد کے ہاتھوں 'مان پتر' قبول کر رہے ہیں۔ آپ کے بائیں جانب آپ کی اہلیہ شریمتی کلاوتی بھوسلے دیکھی جا سکتی ہیں۔



کولہاپور میونسپل کارپوریشن نے بھی وزیرِ اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے کو ایک شہری استقبالیہ دیا۔ زیرِ نظر تصویر میں آپ 'مان پتر' قبول کرتے ہوئے دیکھے جا سکتے ہیں۔



کولہاپور میں اپنے قیام کے دوران وزیرِ اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے' بزرگ رہنما، ادیب و سماجی مصلح' شری بھائی مادھو راؤ باگل کی مزاج پُرسی کے لئے اُن کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے زیرِ نظر تصویر میں آپ شری باگل سے گفتگو کرتے ہوئے دیکھے جا سکتے ہیں۔



وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے پونے کے فساد زدہ علاقے کا دورہ کیا اور فساد کی وجہ سے نقصان کا جائزہ لیا۔ زیر نظر تصویر میں آپ تباہ شدہ 'کیفے سن رائز' پر معائنہ کرتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔

شاعر حضرات سے درخواست

اُردو شاعری اور شاعروں سے متعلق ہندی میں پچاس ایک مجموعے مرتب کرنے کے بعد اب پرکاش پنڈت ہندی میں ہی قدیم اور جدید شعراء کے منتخب اشعار کا ایک ضخیم مجموعہ مرتب کر رہے ہیں۔ سبھی شاعر حضرات سے درخواست ہے کہ وہ مختلف موضوعات پر اپنے دس ایسے اشعار ارسال فرمائیں جو زبان و بیان اور خیال کے اعتبار سے زبان زدِ عام ہونے کا درجہ رکھتے ہوں۔

شعری ذوق رکھنے والے حضرات و خواتین سے بھی درخواست ہے کہ وہ جدید شعراء کے اپنے پسندیدہ اشعار انھیں حسبِ ذیل پتے پر بھیجیں۔ اگر ان میں سے ایک شعر بھی منتخب کیا گیا تو معاون کی حیثیت سے ان کا نام مجموعے میں شامل کیا جائے گا۔

پرکاش پنڈت، ۱۳۳، جینا بلڈنگ، شاہدرہ، دہلی۔۳۲

قارئین سے ضروری گزارش

★ خط و کتابت کے وقت حوالہ نمبر (جو خط کے اُوپر یا رسالہ کے ریپر کے اُوپر درج ہوتا ہے) بطور خاص ضرور درج فرمادیں۔ ★ رقم خریداری بذریعہ منی آرڈر بھجواتے وقت منی آرڈر کوپن پر اپنا نام پتہ، پن کوڈ نمبر صاف صاف مراٹھی، انگریزی یا ہندی میں بھی اُردو کے ساتھ تحریر فرمادیں۔ کوپن منی آرڈر پر دستخط کر دینے سے منی آرڈر بھجوانے والے کا نام و پتہ معلوم نہیں ہوتا اس لئے نام و پتہ ضرور لکھیں۔

★ جوابی خط یا جواب کے لئے ڈاک ٹکٹ بھجوانے کی زحمت نہ فرمائیں۔

(ادارہ)



مہاراشٹرا اُردو اکاڈمی کی جانب سے

اُردو تعلیمی کانفرنس

مہاراشٹرا اُردو اکاڈمی کی جانب سے ۲۷ ، ۲۸ فروری ۱۹۸۲ء کو بمبئی کے ڈاکٹر المالطیفی ہال میں دو روزہ اُردو تعلیمی کانفرنس منعقد ہوئی۔ شریمتی فاطمہ انیس، اس کانفرنس کی کنوینر تھیں۔

اس تعلیمی کانفرنس کا افتتاح مہاراشٹر کے نائب وزیر برائے مالیات، انرجی شری وقار مومن نے کیا۔

تعلیمی کانفرنس کے پہلے دن تعلیمی مسائل پر مقالات پڑھے گئے، دوسرے دن اس سیمینار میں حکومت کے وزیر برائے صحت عامہ ڈاکٹر بلی رام ہیرے نے شرکت کی اور انعامات تقسیم کئے۔

ڈاکٹر اے۔ اے۔ منشی، چیرمین مہاراشٹرا اسٹیٹ اُردو اکاڈمی، اُردو تعلیمی کانفرنس میں شریک مہمانوں کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔ زیرِ نظر تصویر میں (بائیں جانب سے) ڈاکٹر منشاء الرحمٰن منشاء، شری سید احمد ایم ایل اے شری وقار مومن، شری خواجہ عبدالغفور، شریمتی فاطمہ انیس (کنوینر) شری علی ایم شمسی بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

بمبئی کے اُردو اسکولوں کی جانب سے صابو صدیق انسٹی ٹیوٹ میں ایک نمائش بھی منعقد کی گئی جس کا افتتاح بھی نائب وزیر شری وقار مومن نے کیا۔





شری علی سردار جعفری، کانفرنس میں شریک مندوبین کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے۔



ڈاکٹر بلی رام ہیرے، وزیر صحتِ عامہ، طلبہ وانعام دیتے ہوئے۔



شری دتا رام مومن، نمائش میں طلبہ کی کارکردگی کا معائنہ فرما رہے ہیں۔



مہاراشٹر اُردو اکادمی کے زیرِ اہتمام ۲۷ ۔ ۲۸ فروری ۱۹۸۲ء کو ڈاکٹر الما لطیفی ہال میں اُردو تعلیمی کانفرنس منعقد ہوئی۔ اسی موقع پر این۔ بو۔ کتاب گھر کی طرف سے اُردو کتابوں کی ایک نمائش کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔

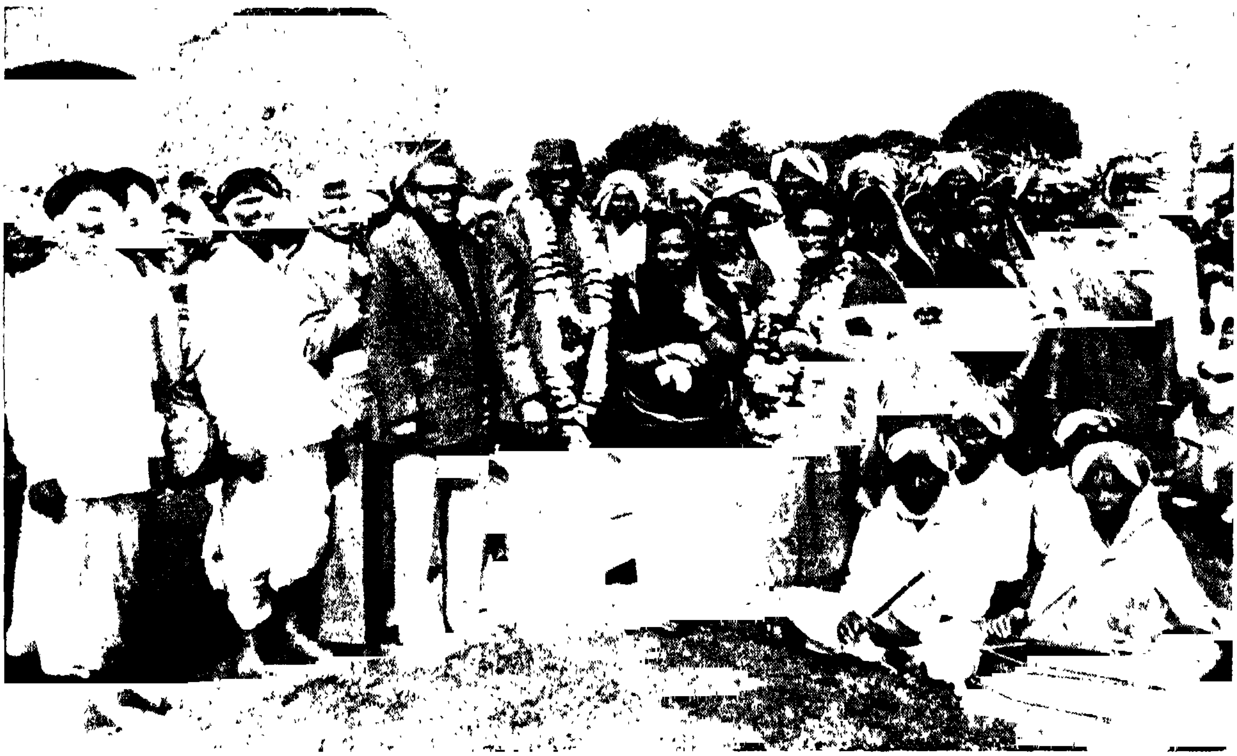
راجستھان اُردو اکیڈیمی
ایک جائزہ!

راجستھان اُردو اکیڈیمی فروری ۱۹۷۹ء میں قائم ہوئی۔

راجستھان میں اُردو زبان وادب کی ترویج وبقا اور تحفظ اکیڈیمی کے دستور العمل میں سرِفہرست ہے۔ چنانچہ آغاز سے ہی یہ اکیڈیمی اس ضمن میں کامیاب اقدامات کرتی رہی ہے۔

مختصر مدت میں راجستھان اُردو اکیڈیمی کے تحت مختلف ثقافتی پروگرام شاندار طریقے پر منائے جا چکے ہیں۔ جن میں جشنِ افتتاح (۱۷ و ۱۸ فروری ۱۹۸۰ء)، شامِ صبا (۱۵ مارچ ۱۹۸۰ء) ڈرامہ "پتھر کی لکیر" (۲۶ مارچ ۱۹۸۰ء) بزمِ خواتین (۲۶ اپریل ۱۹۸۰ء) کنھیا لال کپور کو خراجِ عقیدت (۲۹ جون ۱۹۸۰ء) نیز مختلف موضوعات پر سیمینار، خصوصاً عیدمیلادالنبیؐ کے موقع پر "سیرت سیمینار" (۱۹ جنوری ۸۱ء) اور "قومی ایکتا ہفتہ" کے سلسلہ میں 'کل ہند مشاعرہ' قابلِ ذکر ہیں۔

راجستھان اُردو اکیڈیمی نے اپنے مرتبہ دستور العمل کے تحت ادیبوں کی حوصلہ افزائی کے لئے منتخبہ بہترین تصنیفات پر انعامات بھی دیئے ہیں، اور باقاعدگی سے اس پر عمل ہوتا ہے۔ فی الحال مذکورہ اکیڈیمی ڈاکٹر محمد علی زیدی کی صدارت میں سرگرمِ عمل ہے۔ اکیڈیمی کی جانب سے سہ ماہی اُردو رسالہ "نخلستان" پابندی سے شائع کیا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ "انتخاب کلامِ شفیق" شائع کیا جا چکا ہے۔ اکیڈیمی کے تحت ایک مرکزی کتب خانہ قائم ہے جس میں تقریباً ...۵ کتابوں کا ذخیرہ موجود ہے۔



▲ صدر جمہوریہ ہند، شری این. سنجیوا ریڈی اور شریمتی ریڈی، مہاراشٹر کی "کورکو" ناچ ٹولی کے ساتھ۔

▼ ضلع امراؤتی کے دھارنی ادیباسی "کورکو" ناچ پیش کرتے ہوئے۔



Q\UMIRAJ : Regd. No. MH-BY South-544 *Licence No. 89 for 'without prepayment of postage'*

شائع کردہ: شری بنور راؤ، ڈائرکٹر جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، حکومت مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی نمبر ۳۲۔ ۴۰۰

مطبوعہ: گورنمنٹ سینٹرل پریس، بمبئی ۴۰۰۰۰۴

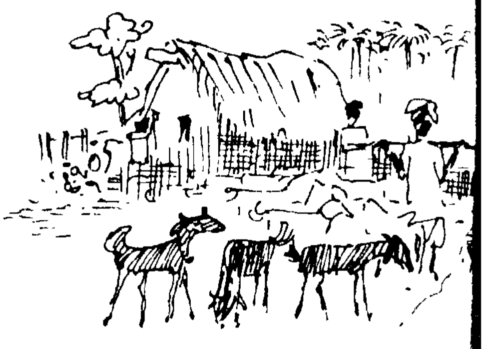
قومی راج

مشترکہ شمارہ ۲۵ مارچ اور ۱۰ اپریل ۱۹۸۲ء

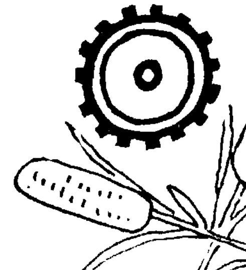
25-3-82 & 10-4-82



सरकारचा भर ग्रामीणांची गरिबी हटविण्यावर







मागास भागासाठी तरतूद

महाराष्ट्रातील मराठवाडा आणि विदर्भ या भा विकास कार्यक्रमासाठी १६५ कोटी १८ रुपयाची तरतूद करण्यात आली आहे. सहावी संपण्यापूर्वी जायकवाडी प्रकल्पाचा पहिला व टप्पा पुरा व्हावा म्हणून अनुक्रमे ४६ कोटी ८ आणि ४७ कोटी ६५ लक्ष रुपयाची तरतूद क आली आहे. त्याच प्रमाणे विदर्भातील अकरा म आणि अडतीस मध्यम प्रतिच्या पाणीपुरवठ

संयमीत आणि समतोल

एकंदरीत महाराष्ट्राचा अर्थ संकल्प समतोल, संयमीत, विकसनशील आणि मागासविभाग आणि मागासवर्ग यांच्या आकांक्षाना वाव देणारा आहे. असे वर्णन करणे अवास्तव होणार नाही. येत्या वर्षात महाराष्ट्रात कृषि आणि औद्योगिक उत्पादनात पाच ते नऊ टक्क्यानी वाढ झाली आहे असे अर्थसंकल्प पूर्व आर्थिक परिस्थितीच्या अहवालात म्हटलेले आहे.

सामान्यांना दिलासा देणारा महाराष्ट्राचा अर्थसंकल्प

ठळक वैशिष्टये

• ठाणे व रायगड जिल्ह्यातील 'कात-करी' यवतमाळ व नांदेड जिल्ह्यातील 'कोलाम' आणि भामरागड क्षेत्रातील (जि. चंद्रपूर) 'माडिया गोंड' या तीन आदिम जमातींच्या आर्थिक व सामाजिक ...री विशेष कार्यक्रम हाती ...सरकारचा संकल्प आहे ...०७ लाखांची

कुटुंब-नियोजन

कुटुंब नियोजनाच्या मोहिमेला ... चालना देण्यासाठी राज्य सरकार ... वतीने एक योजना सुरू केली आहे. या योजनेच्या अंतर्गत, रा... ज्या जोडप्यांना फक्त दोन अप... अशी जोडपी जर कुटुंब ... अवलंब करतील तर ... अल्पकाळात आणि कमी ... ...वधीच्या ...



زیرِ نظر تصویر میں مہاراشٹر کے نئے گورنر
ایر چیف مارشل (ریٹائرڈ) شری ادریس حسن لطیف
۶ر مارچ کو راج بھون، ممبئی میں منعقدہ ایک
تقریب میں ممبئی ہائی کورٹ کے چیف جسٹس
شری وی. ایس. دیشپانڈے کے سامنے
حلف عہدہ اور رازداری اُٹھا رہے ہیں ـــ
بائیں جانب مہاراشٹر کے وزیرِ اعلیٰ بیرسٹر
بابا صاحب بھوسلے دیکھے جا سکتے ہیں.

نئے گورنر ـــ خوش آمدید

سبکدوش گورنر ـــ الوداع

مہاراشٹر کے سبکدوش گورنر شری
او. پی. مہرا جے پور میں راجستھان کے گورنر
کا عہدہ سنبھالنے کے لئے جب ۶ر مارچ کو
ممبئی سے رخصت ہونے لگے تو سانتا کروز
ہوائی اڈے پر وزیرِ اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب
بھوسلے نے آپ کو گرمجوشی سے الوداع کہا.
اس موقع پر وزیرِ محنت و زراعت شری
بی. ایم. گائیکواڑ اور وزیرِ مملکت برائے
آبپاشی شری مانک راؤ بھامبلے بھی موجود



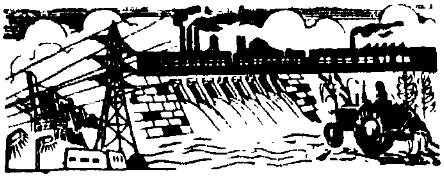
قومی راج

مشترکہ شمارہ

۲۵ مارچ ۱۹۸۲ء اور ۱۰ اپریل ۱۹۸۲ء

ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے
سالانہ: دس روپے * قیمت فی کاپی: ۵۰ پیسے

جلد-۹- شمارہ ۶-۷



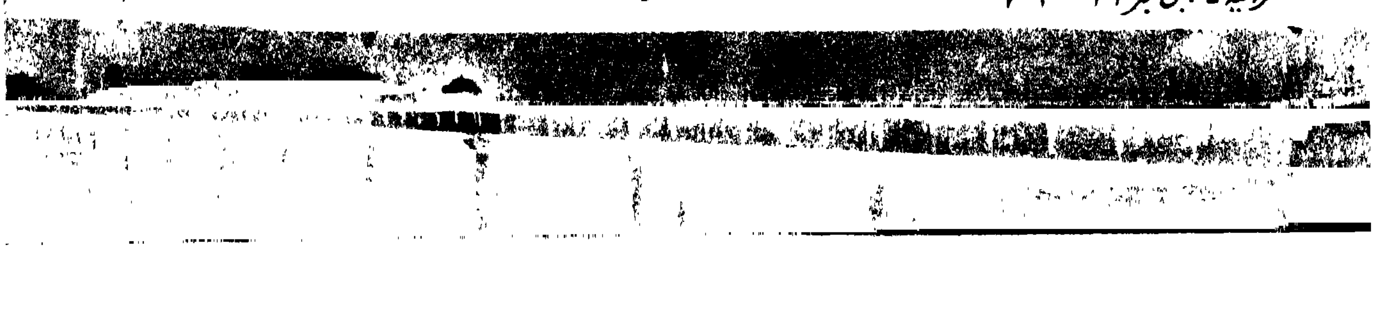


ترتیب — صفحہ نمبر

چیف ایڈیٹرز:

ایچ. ایس. نرگن * ایم. کے. دیشپانڈے

ایڈیٹر: ریاض احمد خاں
سب ایڈیٹر: عبدالوحید خاں جامعی
*
مراسلت و ترسیل زر کا پتہ:
ڈائرکٹر جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، گورنمنٹ آف مہاراشٹر
منترالیہ - بمبئی نمبر ۴۰۰۰۳۲ *



قارئین کی رائے

• هلال رضوی
سول لائنس، رامپور۔ ۲۴۴۹۰۱

'قومی راج' بدستور مل رہا ہے۔ یاد فرمائی کا شکریہ۔ پرچے کی معنوی اور ادبی خوبی تو اپنی جگہ ہے۔ مگر تھوڑا سا ادبی مواد کا اضافہ اور آپ فرمالیں تو اچھا ہے۔ کبھی کبھی شائستہ لطائف کی چاشنی بھی منہ کا مزا بدلنے کے لیے ہونا چاہیئے۔

★ ایس۔ایم۔ شریف محبوب (ٹیچر)
سی۔ بلاک، پارک سائٹ، وکرولی، ممبئی۔ ۴۰۰۰۷۹

'قومی راج' اپنے وقت کا واحد ادبی اور معلوماتی اردو پرچہ ہے۔ جو ہر ماہ کی ۱۰ر اور ۲۵ر تاریخ کو باقاعدہ نئی آب و تاب کے ساتھ شائع ہوتا ہے ہم اس کا بہت بے صبری کے ساتھ انتظار کرتے ہیں۔ اتنا اچھا پرچہ اردو میں دیکھ کر دل بہت خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ اس پرچہ کو دن دونی رات چوگنی ترقی دے۔

میں حکومت مہاراشٹر اور قومی راج کے ترتیب کار حضرات کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ قومی راج کو مزید خوبصورت بنانے کی کوشش کریں گے۔

★ محمد سعد کاوش پرتاپگڈھی
۴/۸۔ بینک روڈ، الہ آباد ۲

'قومی راج' کا مشترکہ شمارہ '۲۵ر ستمبر و ۱۰ر اکتوبر ۱۹۸۱ء موصول ہوا۔ متشکر ہوں۔ اردو کشی کے اس دور میں' اس قدر خوبصورت' معیاری اور اتنے کم پیسوں میں اتنا معلوماتی پرچہ نکالنا بس آپ ہی کے دل گردے کی بات ہے۔ رسالے کے ذریعہ مہاراشٹر کی تمام تر خوشحالی اور ترقیاتی معلومات سے ہم ہندوستانیوں کو آگاہ کرنا' یہ بھی آپ کی ایک بہت بڑی عوامی خدمت ہے جس کے لئے میں آپ کی اور مجلس ادارت کی خدمت میں ہدیۂ تہنیت پیش کرتا ہوں۔

پیش نظر شمارے میں علاء الدین جینا بڑے کا مضمون 'طرفہ قریشی بھنڈاروی' اور جناب حرمت الاکرام کی نظم 'جگنوؤں کا کارواں' خاص طور سے پسند آئی۔ توقع ہے کہ آپ تمام بلاؤں سے محفوظ ہوں گے۔

★ بدرالحسن (ایم۔اے)
بھوئی کاپورا، بابو گنج، الہ آباد (یو۔پی)

'قومی راج' کا گذشتہ ڈھائی تین سال سے مطالعہ کرتا چلا آرہا ہوں میں نے شروع ہی سے محسوس کیا ہے کہ یہ رسالہ اردو کے نکلنے والے دوسرے رسالوں سے بالکل مختلف ہے اور اپنی انفرادی شان رکھتا ہے۔ شعری تخلیقات و ادبی مقالات کے علاوہ عوام کی فلاح و بہبودی کے لئے سرکاری پالیسیوں و سرگرمیوں سے آگاہ کرنا بھی اس رسالہ کا خاص طرۂ امتیاز ہے

پیش نظر شمارہ کی کتابت، طباعت اور گیٹ اپ وغیرہ کا کیا کہنا۔ اتنے کم پیسے میں اس قدر خوبصورت اور معیاری جریدہ نکالنا بڑے جگر کی بات ہے۔ حصۂ نظم میں فراق گورکھپوری اور جناب کاوش پرتاپگڈھی کی غزلوں نے خاص طور سے متاثر کیا ہے۔ خلیل انجم کا مضمون 'شاطر کلیمی' فن اور شخصیت بھی بڑا جاندار ہے۔

★ لاج شریواستو
۳۰۔ پرشوتم نگر، الہ آباد (یو۔پی)

قومی راج کا "جنگلی جانور خصوصی نمبر" (۲۵ر ستمبر، ۱۰ر اکتوبر ۱۹۸۱ء) نظر نواز ہوا۔ یہ خصوصی شمارہ انتہائی دلچسپ اور قابلِ مطالعہ ہے اس میں شامل مضامین، نظمیں اور غزلیں سبھی معیاری ہیں۔ جناب حرمت الاکرام کی نظم نیز جناب ایم۔ اقبال، جناب احمد صدیقی، جناب علاء الدین جینا بڑے، جناب مختار اور جناب ایم۔ سلیم کے مضامین بہت پُر اثر ہیں۔ براہ کرم میری جانب سے سب حضرات کو مبارکباد پہنچائیے۔

★ مقبول انصاری (بی۔کام)
۲۰۶، سلطانپور بھاوا۔ الہ آباد نمبر ۳۔ ۲۱۱۰۰۳

آپ کے پندرہ روزہ جریدے 'قومی راج' کا 'جنگلی جانور خصوصی نمبر' پڑھا۔ جناب احمد صدیقی کا مضمون خاصے کی چیز ہے۔ سرو شری حرمت الاکرام، مختار، ایس۔ ایم۔ سلیم اور علاء الدین جینا بڑے کی تخالیق بھی قابلِ تعریف ہیں۔

اس قدر دلکش اور مفید نمبر نکالنے پر میری طرف سے دلی مبارکباد قبول کیجئے۔

وزیراعظم کا بیس نکاتی پروگرام - ریاست کا رہنمائے عمل

مجلسِ قانون ساز کے مشترکہ اجلاس میں

گورنر شری ادریس حسن لطیف کی تقریر

مہاراشٹر کے گورنر شری ادریس حسن لطیف نے ۱۱ مارچ ۱۹۸۲ء کو نئے کونسل ہال، بمبئی میں ریاستی مجلس قانون ساز کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ "وزیراعظم کا ۲۰ نکاتی پروگرام ریاستی حکومت کے سماجی و معاشی منصوبوں کی بنیاد رہے گا۔ وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی نے سال ۱۹۸۲ء کو "پیداواری سال" قرار دیا ہے۔ یہ اسی وقت ممکن ہوسکتا ہے جبکہ ہم نظم و ضبط کی فضا قائم رکھیں اور محنت مشقت اور تعاون سے کام کریں۔"

گورنر مہاراشٹر، شری ادریس حسن لطیف کی تقریر کا متن حسبِ ذیل ہے:



"

عالی جناب چیرمین، عالی جناب اسپیکر اور معزز اراکین!

۱۔ مجلس قانون ساز کے بجٹ اجلاس میں آپ سب کا خیر مقدم کرتے ہوئے مجھے بڑی مسرت ہوئی۔ اس طرح ہند کی ایک ترقی یافتہ ریاست مہاراشٹر کے گورنر کا عہدہ سنبھالنے کے بعد پہلی مرتبہ مجھے آپ سے خطاب کرنے کا موقع ملا۔ میری لگاتار یہی کوشش ہوگی کہ اپنے مقدور بھر مہاراشٹر کے باشندوں کی خدمت انجام دوں۔ اس کام میں آپ کی دعاؤں اور تعاون کا طالب ہوں۔

گورنر مہاراشٹر، شری ادریس حسن لطیف، ۱۱ مارچ ۱۹۸۲ء کو اسمبلی اجلاس سے خطاب کے لئے کونسل ہال تشریف لا رہے ہیں۔ آپ کے ہمراہ اسمبلی کے اسپیکر شری شرد دیگھے اور چیرمین شری آر۔ ایس گوائی دیکھے جا سکتے ہیں۔

۲۔ ہم نے ماضی میں پارلیمانی جمہوریت کی اعلیٰ روایات قائم کی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ برسرِ اقتدار اور حزبِ مخالف دونوں ہی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے معزز اراکین، باوقار اور جمہوری طریقہ سے ایوان کی کارروائی انجام دیں گے اور اس طرح ان روایات کو برقرار رکھیں گے۔

۳۔ ۲۰ نکاتی پروگرام جسے ہماری وزیرِ اعظم نے حال ہی میں نیا روپ دیا ہے، سرکار کے سماجی و معاشی پروگراموں کی بنیاد ہوگا جس کا مقصد لوگوں کی حالت سدھارنا ہے۔ ریاست کے پانچ سالہ منصوبہ میں بھی اس کا ہی عکس ہوگا۔

۴۔ سالانہ منصوبہ برائے سال ۸۳-۱۹۸۲ء کے لئے حسبِ تجویز ۳۶۳ کروڑ روپے کی رقم رکھی ہے۔ فی الحال مدنظر ذرائع کی روشنی میں منظور شدہ مصارف ۳۲۲ کروڑ روپے ہے۔ بہرحال اضافی ذرائع کو جمع کر کے ۳۶۳ کروڑ روپے تک بڑھانے کی کوشش کی جائے گی۔ منظور شدہ منصوبے میں "اصل سیکٹر" کے لئے بڑا حصہ مختص ہوگا۔ پاور کے لئے ۴۳ کروڑ روپے، سماجی اور اجتماعی خدمات کے لئے ۵۴ کروڑ روپے، آبپاشی اور سیلاب کی روک تھام کے لئے ۲۶۱ کروڑ روپے اور زراعت و متعلقہ کاموں کے لئے ۱۳۶ کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔

۵۔ ہماری حکومت دیہی باشندوں میں غربت دور کرنے کے مقصد کے پیشِ نظر اقل ترین ضروریات پروگرام، ضمانت روزگار اسکیم، قومی دیہی روزگار پروگرام اور مربوط دیہی ترقیاتی پروگرام جیسے پروگراموں کی عمل آوری پر سب سے زیادہ زور دے گی۔ ضمانت روزگار اسکیم کے ضمن میں چھوٹے کسانوں کی معاشی حالت بہتر بنانے کی غرض سے ایک وسیع تر پروگرام شروع کیا جا رہا ہے۔ اس اسکیم کے تحت چھوٹے کسان مصارف میں ۸۰ فیصد تک امداد کے حقدار ہوں گے جس کا ۵۰ فیصد ضمانت روزگار اسکیم سے بھرا جائے گا۔ اس اسکیم کے مقصد سے "چھوٹے کسان" کی تخصیص وسیع کر دی گئی ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ کسان اس زمرہ میں آ سکیں۔

۶۔ جنگل بانی، پینے کے پانی کے کنوؤں کی کھدائی، اسکول عمارات، پنچایت گھر، دیہی تالاب اور بال واڑی وغیرہ تعمیر کرنے سے متعلق کام ۸۳-۱۹۸۲ء سے ضمانتِ روزگار اسکیم سے الگ مرکز کی زیرِ سرپرستی قومی دیہی روزگار پروگرام کے تحت شروع کئے جائیں گے۔ اس پروگرام کے تحت پروجیکٹوں کا انتخاب گاؤں پنچایت کی گرام سبھا کرتی ہے، اس طرح گاؤں کی زندگی کے سدھار سے متعلق منصوبے بنانے اور ان کی عمل آوری میں گاؤں کے باشندے براہ راست شریک رہتے ہیں۔

۷۔ غریب دیہی باشندوں کی معاشی حالت بہتر بنانے کے مقصد کے حامل نئے رخ پر مربوط دیہی ترقیاتی پروگرام کی عمل آوری کو اولیت دی جائے گی۔ اس پروگرام کے تحت ایک اسکیم کی اصل لاگت پر ۲۵ تا ۵۰ فیصد امداد لابھ دار کو دی جائے گی۔ اس امداد کی زیادہ سے زیادہ رقم ایک قبائلی لابھ دار کے لئے ۵۰۰۰ روپے ہوگی۔ بقیہ رقم بنک قرض کے ذریعے دستیاب ہوگی۔ یہ پروگرام ریاست میں کل ۲۹۶ پنچایت سمیتی بلاکوں کے لئے جاری کیا گیا ہے اور ضلع دیہی ترقیاتی ایجنسیوں کے ذریعہ زیرِ عمل لایا جائے گا۔ کنبوں کا جائزہ لیا جا رہا ہے تاکہ لابھ داروں کا اندازہ کیا جا سکے۔ خیال ہے کہ ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران لگ بھگ ۲،۳۶،۰۰۰ اشخاص اس پروگرام سے فائدہ اٹھائیں گے۔

۸۔ "سنجے گاندھی سوا ولمبن یوجنا" ان لوگوں کے لئے نعمت ثابت ہوئی ہے جن کے پاس خود کوئی ذریعۂ آمدنی نہیں ہے، اور جنہیں معمولی رقومات کی ضرورت ہے لیکن وہ اس کے لئے ضمانت پیش کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ اگرچہ اس اسکیم کے تحت دستیاب ہونے والے قرض کی رقم معمولی ہے (زیادہ سے زیادہ ۲،۵۰۰) تاہم اس کے ذریعہ اب تک ۴،۸۳ لاکھ اشخاص اپنی روزی کمانے کے قابل ہو گئے ہیں۔ حکومت قومیائے تجارتی بینکوں کو بھی اس میں شریک کرنے پر غور کر رہی ہے تاکہ اسکیم کے تحت حلقہ اور بڑھ جائے۔

۹۔ "سنجے گاندھی نرادھار انودان یوجنا" سے بھی نادار لوگوں، بوڑھوں، جسمانی طور سے معذوروں اور بیواؤں کو بڑی مدد ملی ہے جن کے پاس کوئی ذریعۂ آمدنی نہیں ہے۔ اس اسکیم کے تحت تقریباً ۲،۳ لاکھ اشخاص امداد پا رہے ہیں اور امید ہے کہ جاری سال میں اس مد میں ۱۶ کروڑ روپے کی رقم صرف کی جائے گی۔

۱۰۔ ہماری حکومت کو ریاست میں مختلف خطوں اور علاقوں کی متوازن ترقی کی فکر ہے۔ جیسا کہ معزز اراکین جانتے ہیں، پسماندہ مراٹھواڑہ اور ودربھ علاقہ جات کی تیز تر ترقی کے لئے خاص پروگراموں کا اعلان کیا ہے۔ اسی طرح مغربی مہاراشٹر میں کوکن، بارانی، سوکھے اور پہاڑی علاقوں کے لئے بھی ترقیاتی پروگرام زیرِ غور ہیں۔

۱۱۔ پروگراموں کے

بارے میں بعض اعلانات جلد ہی کیئے جائیں گے۔

۱۱۔ حکومت نے لگاتار کئی اقدامات کیئے ہیں تاکہ زراعتی یونیورسٹیاں زراعتی تعلیم، ریسرچ اور توسیع کے سلسلہ میں اپنا کام اور زیادہ مؤثر طریقے پر سرانجام دے سکیں اور زراعت جدید طریقہ پر ترقی کرے۔ اس مقصد کو آگے بڑھانے کی غرض سے فی الحال ایک جامع قانون بھی مجلس قانون ساز کی جائنٹ سلیکٹ کمیٹی کے زیرِ غور ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ہماری زراعتی یونیورسٹیاں زراعتی ترقی میں اور اس طرح ریاست کی ترقی و خوشحالی میں اہم کردار ادا کریں گی۔

۱۲۔ ریاست بھر میں چھوٹے معمولی کسانوں نیز قبائلی کاشتکاروں کی اراضی پر کنوئیں بنانے نیز انھیں برقیلانے کے لئے ایک وسیع پروگرام زوروں سے زیرِ عمل لایا جا رہا ہے۔ ۸۱-۱۹۸۰ء میں ۱۲,۳۱۵ کنوئیں لینڈ ڈیولپمنٹ بنکوں کے قرضہ جات سے تعمیر کئے گئے۔ دسمبر ۱۹۸۱ء کے اختتام تک ۲۴,۳۵۱ کنوؤں کے لئے رقوماتِ قرض منظور کی جا چکی ہیں۔ ۸۳-۱۹۸۲ء میں یہ پروگرام زوروں سے آگے بڑھایا جائے گا۔ مزید برآں حکومت چھوٹے معمولی کسانوں کے لئے کلیتاً اپنے خرچ سے کنوؤں کی تعمیر کا خاص پروگرام شروع کرنے کا ارادہ بھی رکھتی ہے۔

۱۳۔ وزیر زراعت کی زیرِ صدارت کمیٹی نے مفصل رپورٹ پیش کر دی ہے جو حکومت نے وافر مقدار میں کالٹی بیج پیدا کرنے کے مسئلہ پر غور کرنے کے لئے مقرر کی تھی۔ اس کی بعض اہم سفارشات یہ ہیں:
اچھے اور مستند بیجوں کی کاشت کے لئے زمین محفوظ کی جائے، بیج کے معاملے میں خود کفالتی حاصل کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ ریاست کے باہر سے فراہمی کی ضرورت نہ رہے، سرکار 'بفر اسٹاک' رکھے تاکہ ہنگامی حالات میں فوری ضرورت پوری کی جا سکے اور پبلک سیکٹر کے توسط سے زیادہ سے زیادہ ضرورت بھر بیج مہیا کرنے کی ذمہ داری خود سنبھالے۔ یہ تمام سفارشات 'جاری پانچ سالہ منصوبہ کے دوران عمل آوری کے لئے منظور کر لی گئی ہیں

۱۴۔ ہماری حکومت اس مسئلہ پر بھی توجہ دے رہی ہے جو خوردنی تیل کی پیداوار اور طلب کے درمیان بڑھتے ہوئے فرق کی وجہ سے درپیش ہے تلہن کی پیداوار بڑھانے کی غرض سے ایک وسیع پروگرام جاری کیا گیا ہے۔ جس کے تحت گذشتہ موسمِ گرما میں ۱.۲۲ لاکھ ہیکٹر اراضی زیرِ کاشت لائی گئی، جبکہ نشانہ ۶۵,۰۰۰ ہیکٹر تھا۔ آئندہ موسمِ گرما میں ۱.۵ لاکھ ہیکٹر اراضی زیرِ کاشت لانے کی توقع ہے۔

۱۵۔ حکومت نے ۱۹۸۱ء کے دوران دودھ کا خریداری بھاؤ دو مرتبہ بڑھایا بہرحال حکومت اس امر سے آگاہ ہے کہ دودھ فراہم کرنے والوں کیلئے منافع بخش بھاؤ رکھا جائے نیز کاشتکاروں میں معاون پیشہ کے طور پر ڈیری کو فروغ دیا جائے، لہٰذا اس نے ماہرین اور دودھ والوں اور صارفین کے نمائندوں پر مشتمل نئی کمیٹی مقرر کی تاکہ وہ اس مسئلہ پر ازسرِ نو غور کرے۔

۱۶۔ حکومت نے فراہمی دودھ بڑھانے اور فروخت کی سہولتیں بہم پہنچانے کے سلسلے میں ریاست کے ۱۵ اضلاع میں "آپریشنل فلڈ-II" نامی پروگرام زیرِ عمل لانے کا فیصلہ کیا ہے جس کی تخمینی لاگت ۵۰ کروڑ روپے ہے ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران اس پروگرام پر عمل شروع ہو جائیگا۔

۱۷۔ دیہی علاقوں میں سماج کے کمزور طبقات کی معاشی حالت بہتر بنانے کے مقصد سے ڈیری کی اہمیت کے مدنظر حکومت ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران پیداواری پروگرام وسیع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تاکہ مندرج جاتیوں اور مندرج قبائل سے تعلق رکھنے والے ۳,۵۰۰ کنبے اس کے تحت آ جائیں۔

۱۸۔ دودھ کی پیداوار بڑھانے اور اس طرح دیہی آبادی کے لئے روزی کمانے کا بہتر ذریعہ مہیا کرنے کی غرض سے حکومت مخلوط افزائشِ نسل کا ایک وسیع پروگرام شروع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے ۱۹ پالی کلینک کھل جانے نیز ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران مزید چار مجوزہ کلینک کے قیام سے مویشی کی صحت و تندرستی کی دیکھ بھال کا وسیع تر بندوبست ہو جائے گا۔ ضرورت منداشخاص کو امداد یا قرض کی شکل میں عام مالی امداد بدستور دی جائے گی۔ دودھاری مویشی زیادہ سے زیادہ مندرج جاتیوں اور مندرج قبائل کے کنبوں کو دیئے جائیں گے ہر ایک کنبہ کو دو مویشی کے حساب سے ۵۰ فیصد امداد کے ساتھ دیئے جائیں گے۔

۱۹۔ توقع ہے کہ پونے میں واقع فروزن سیمن لیباریٹری میں چالیس لیٹر فی گھنٹہ صلاحیت دار دوسرے رقیق نائٹروجن پلانٹ جاری ہو جانے سے دیہی علاقوں میں مصنوعی تخم ریزی مراکز کی موجودہ تعداد ۶۵ سے بڑھ کر ۵۲۷ ہو جائے گی اور بالآخر ۷۰۰ تک پہنچ جائے گی۔

۲۰۔ اس سال ضلع عثمان آباد کے مقام اودگیر میں منعقد کل ہند مویشی اور پولٹری نمائش' خاص طور سے قابلِ ذکر ہے۔ عثمان آباد ضلع کا

دیسی دیونی بیل اور ضلع ناسک کی مخلوط النسل گائے اس نمائش میں چیمپئن قرار دی گئی۔ اس نمائش میں محکمۂ زراعت نے زیادہ سے زیادہ انعامات جیت کر بومن جی بیرام جی ٹرافی بھی حاصل کی۔

۲۱۔ مجھے یہ بتاتے ہوئے خوشی ہے کہ گذشتہ چند سالوں میں ریاست نے بحری ماہی گیری میں نمایاں طور سے ترقی کی ہے۔ اب اندرونِ ریاست دریائی ماہی گیری کو فروغ دینے کی کوشش کی جائے۔ یہ بھی ارادہ ہے کہ ضلع ناگپور کے قبائلی علاقہ جات میں مرکز کی زیرِ سرپرستی فش فارمرس ڈیولپمنٹ ایجنسی کی اسکیم زیرِ عمل لائی جائے۔

۲۲۔ حکومت کو یہ فکر ہے کہ پروجیکٹوں سے متاثرہ اشخاص کی بازآبادکاری کا کام تیزی سے انجام دیا جائے۔ ایسے ۱ء۱۷ لاکھ کنبوں میں سے ۶۳ ہزار کنبے فی الحال ۲۷۶ نئے گوٹھانوں پر منتقل کئے جا چکے ہیں۔ مزید برآں ۲۲ ہزار کنبوں کو تیس ہزار ایکڑ متبادل اراضی دی جا چکی ہے۔ ان تمام نئے مقامات پر شہری سہولیات مہیا کی جا رہی ہیں۔

۸۲-۱۹۸۱ء میں جاری کردہ پروگرام کے تحت جس کا مقصد ایسے معاملاتِ اراضی میں جبکہ ۲۲ رجون ۱۹۸۰ء سے قبضہ لیا گیا تھا معاوضہ کی ادائیگی تھا نیز ۹ء۱۷ کروڑ روپے کی رقم زمینداروں کو ادا کی جا چکی ہے۔ مقبولیت کے مدنظر یہ پروگرام اپریل ۱۹۸۲ء تک بڑھا دیا گیا ہے تاکہ ایسے معاملات میں بھی کارروائی کی جائے جن میں ستمبر ۱۹۸۱ء سے قبل قبضہ لیا گیا تھا۔

۲۳۔ بیس نکاتی پروگرام کے سلسلے میں حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ دیہی آبادی کے غریب طبقات خصوصاً مندرج جاتیوں اور مندرج قبائل کو مکان کے لئے مفت قطعۂ اراضی دی جائے۔ اس اسکیم کے تحت ایسے ۴ء۹۷ لاکھ مستحق کنبوں میں سے ۴ء۲ لاکھ کنبوں کو مکان کے لئے قطعاتِ اراضی دیئے جا چکے ہیں۔ ان کنبوں کے لئے حکومت نے ۴ء۲ لاکھ 'گھرکل' بھی تعمیر کئے ہیں، ہر ایک ایسے مکان کی لاگت دو ہزار روپے ہے۔ 'گھرکل' کی تعمیر کے لئے ۸۲-۱۹۸۱ء کے بجٹ میں ۵۰ء۱۰ کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی تھی، ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران ۷۰،۰۰۰ مکانات کی تجویز ہے۔

۲۴۔ بمبئی جڑواں شہر پروجیکٹ تیزی سے زیرِ عمل لانے کے لئے سٹی اینڈ انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن (سڈکو) کی کوششیں خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ سڈکو نے ۸۲-۱۹۸۱ء میں ۱۰،۰۰۰ مکانات تعمیر کئے جبکہ اس سال کی دہائی کے دوران اس ادارہ نے ۶،۰۰۰ مکانات تعمیر کئے تھے۔ رواں مالیاتی سال کے تعمیرِ مکانات کا نشانہ ۲۰،۰۰۰ ہے۔ توقع ہے کہ ۸۳-۱۹۸۲ء میں تعمیرِ مکانات کی رفتار تیز رہے گی۔

حکومتِ ہند کی جانب سے قرض امداد نیز ریاستی حکومت اور متعلقہ میونسپل کونسل کی جانب سے معقول امداد سے مرکزی حکومت کی زیرِ سرپرستی اسکیم "مربوط تعمیرات، چھوٹے اور درمیانی قصبات" زیرِ عمل لائی جا رہی ہے۔ اس اسکیم کی بدولت چھوٹے اور درمیانی درجے کے شہر ترقی کریں گے نیز وہاں روزگار کے مواقع بڑھیں گے اور دیہی باشندوں کی بڑے شہروں میں آمد رکے گی۔

۲۵۔ فی الحال فراہمیٔ آب کی بارہ ۱۲ اسکیمیں جاری ہیں، جن میں سے دو رواں سال میں مکمل ہو جائیں گی۔ بقیہ دس میں سے تین آئندہ سال پایۂ تکمیل کو پہنچ جائیں گی۔ مزید برآں ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران چھ نئی اسکیمیں شروع کی جائیں گی، ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران ہی سولہ مزید شہروں میں پانی فراہمی بڑھوتری اور سدھار اسکیمیں شروع کی جائیں گی۔ ریزہ میں نالیوں کی تعمیر کے لئے فی الحال جاری آٹھ اسکیموں میں سے پانچ ۸۳-۱۹۸۲ء میں مکمل ہو جائیں گی۔

۲۶۔ ریاست کے شہری علاقوں میں سلم بستیوں میں رہنے والوں کی مشکلات سے حکومت کماحقہ واقف ہے اور ان کے حالاتِ زندگی میں بہتری کی ضرورت بھی محسوس کرتی ہے۔ لہٰذا ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران سلم سدھار کا بڑے پیمانے پر ایک پروگرام شروع کیا جائے گا، جس کے تحت سلم علاقوں میں بنیادی ضرورتوں کی فراہمی کے ساتھ ساتھ اطراف کے حالات میں بھی رفتہ رفتہ بہتری پیدا کی جائے گی۔ سرکاری اور غیر سرکاری اراضی پر واقع تمام سلم بستیاں اس پروگرام میں شامل ہوں گی۔ اس اسکیم کے تحت ایک لاکھ اور اس سے زائد آبادی والے ۱۸ چھوٹے شہر لائے جا چکے ہیں۔ ۲۱ لاکھ سلم باشندوں کو ابتک بنیادی سہولتیں فراہم کی جا چکی ہیں اور آئندہ سالوں میں ۶ء۲ لاکھ مزید نفوس کے، اس پروگرام سے فیضیاب ہونے کی توقع ہے۔

۲۷۔ جھونپڑپٹی بستیوں میں عام طور پر فی شخص ۲۵ مربع میٹر قطعۂ اراضی دی جاتی ہے۔ اب حکومت نے میونسپل کونسلوں کو ہر پلاٹ پر فی خاندان ۶۰۰ روپے مالی امداد دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس رقم میں اراضی کی

قیمت اور ترقیات کے اخراجات بھی شامل ہیں۔

۲۸۔ شہری علاقوں میں کمزور طبقات اور قلیل آمدنی والے افراد کے لئے حکومت نے بڑے پیمانے پر مکانات کی فراہمی پروگرام کو عمل میں لانے کا فیصلہ کیا ہے۔ مہاراشٹر ہاؤسنگ اور ایریا ڈیولپمنٹ اتھارٹی (ایم۔ ایچ۔ اے۔ ڈی۔ اے) کے توسط سے اپریل ۱۹۸۰ء تا دسمبر ۱۹۸۱ء تک ۵ء۱۴ کروڑ کے صرفہ سے ۱۳،۰۰۰ مکانات کی تعمیر مکمل ہوئی۔ اب بھی ۱۴،۵۰۰ زیر تعمیر مکانات میں سے ۱۰،۰۰۰ مکانات مارچ ۱۹۸۲ء کے اواخر تک مکمل ہو جانے کی توقع ہے۔

۲۹۔ جسمانی طور سے معذور افراد کی حوصلہ افزائی کے لئے اعلیٰ کارکردگی کے حامل معذور افراد اور مالکان کو نقد، اسناد اور شیلڈ بطور انعام دینے کی ایک اسکیم حکومت نے شروع کی ہے۔

۳۰۔ معزز اراکین جانتے ہوں گے کہ ریاستی حکومت مندرج جاتیوں اور نوبدھسٹوں کی فلاح و بہبود کی اسکیمات پر عمل پیرا ہے اور ان طبقات کے سماجی و معاشی حالات میں جلد از جلد بہتری کی خواہاں ہے۔ حکومتِ ہند کی ایماء پر اس ضمن میں ایک خصوصی مربوط منصوبہ تیار کیا گیا تھا۔ حکومت نے اس منصوبے کے تحت تمام متعلقہ اسکیمات کا بغور جائزہ لے کر اس میں ایسی تبدیلیاں کی ہیں جس کے نتیجہ میں کم از کم ۵۰ فیصد مذکورہ طبقات کے افراد جو غربت کی سطح سے بھی کم زندگی گذار رہے ہیں، براہ راست فیضیاب ہو کر قدرے بہتر زندگی گذار لے کے قابل ہو جائیں گے۔ اس سلسلے میں متعلقہ منصوبہ سے وابستہ محکمات کی مختلف اسکیمات کو از سرِ نو ترتیب دیا جا رہا ہے۔

۳۱۔ قبائلی بہبود سے متعلق حکومت نے مؤثر پروگرام مرتب کئے ہیں۔ قبائلی علاقوں کی ترقیات کے لئے قبائلی ضمنی منصوبہ ترتیب دیا گیا ہے اور اس کے لئے مناسب رقم مختص کی گئی ہے نیز اس سلسلے میں مرکز سے بھی خصوصی امداد کی توقع ہے۔ منتخبہ علاقوں کی ترقیات کی بابت متعلقہ تمام امور مثلاً جغرافیائی حالات اور حاصل کردہ ذرائع کا پورا پورا جائزہ لیتے ہوئے پروگرام مرتب کئے گئے ہیں۔ قبائلیوں کی تربیت اور تعلیم پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ مثال کے طور پر کیلا پور ضلع ایوت محل میں قبائلی طلبہ کے لئے مخصوص اسکول کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔

۳۲۔ حکومت نے قبائلی ضمنی منصوبے کے لئے بنیادی بجٹ کے تحت اب مختص رقم ہر پروجیکٹ افسر کی تحویل میں رکھنے کا ایک نیا طریقہ منظور کیا ہے۔ اس طرح یہ رقم متعلقہ افسر ترقیات سے متعلق تجاویز پر عمل کرنے کے لئے اپنے فیصلہ کے مطابق بر وقت استعمال میں لا سکے گا۔

۳۳۔ ریاست کے قریبی ترقی یافتہ علاقوں کو پہاڑی علاقوں اور دیگر ایسے علاقے جہاں آمد و رفت مشکل ہے، جوڑنے کے لئے بڑے پیمانے پر سڑکوں کی تعمیر کی جائے گی۔

۳۴ - ۳۵۔ قبائلی ضمنی منصوبہ کے تحت دیہی فراہمیٔ آب اسکیم پر حکومت سرعت سے عمل کرے گی۔ نہ صرف یہ بلکہ اس منصوبہ کے لئے مزید گنجائش پیدا کی جائے گی۔ قبائلی علاقوں میں شمار کئے جانے والے ۲،۵۳۴ دیہاتوں میں سے ۸۰۸ دیہاتوں کے ترقیاتی کام بڑی حد تک مارچ ۱۹۸۱ء تک مکمل ہو چکے ہیں۔ ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران ۲۷۳ دیہات اور ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران ۵۰۰ مزید دیہاتوں کی ترقیات پر توجہ دی جائے گی۔ مجھے خوشی ہے کہ قبائلی ترقیاتی کارپوریشن قبائلی افراد کی بہبودی کے لئے ہمہ تن مصروف کار ہے۔

۳۶۔ آبپاشی شعبہ کی ترقیات کے لئے ۸۱-۱۹۸۰ء کے دوران ۱۰۵ لاکھ ہیکٹر اراضی کے زیر آبپاشی لانے کے لئے ۱۲ء۱۹۲ کروڑ روپیہ صرف کیا گیا۔ اب ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران مزید ۱۵ء۱ لاکھ ہیکٹر اراضی کی صلاحیتِ آبپاشی میں اضافہ کے لئے ۲۲۴ کروڑ روپیہ بطور اخراجات مختص کیا گیا ہے۔

۳۷۔ جاری سال کے دوران دو بڑے، آٹھ درمیانی اور ۳۸ چھوٹی آبپاشی اسکیمات، جن کی تکمیل سے ۸۷ ہزار ہیکٹر اراضی کی صلاحیتِ آب پاشی میں اضافہ ممکن ہے، اور جس پر لاگت کا اندازہ ۴ء۱۲۳ کروڑ روپیہ ہے، اسٹیٹ سیکٹر نے منظور کر لیا ہے۔

۳۸۔ پسماندہ علاقوں میں آبپاشی ترقیات کے پروگرام بسرعت عمل میں لانے کی کوشش کی جا رہی ہے اور اس سلسلہ میں زائد انتظامی سطح کے اقدامات کئے جا رہے ہیں، مثلاً ودربھ علاقے کے لئے ایک زائد علاقائی دفتر امراؤتی میں قائم کیا گیا ہے۔ اور اس علاقے میں نئے آبپاشی پروجیکٹوں کی تیاری کے لئے ایک آبپاشی مرکز بھی قائم کیا گیا ہے۔

۳۹۔ مغربی گھاٹ ذرائعِ آب مطالعاتی کمیٹی اور کونکن سینچن اجدھیکار سمیتی جو بالترتیب پلاننگ کمیشن اور حکومت نے تشکیل دی تھیں، کونکن علاقے کی آبپاشی ترقیات سے متعلق اپنی رپورٹ حکومت کو پیش کر چکی ہیں۔ رپورٹ میں درج سفارشات ابھی زیر غور ہیں۔ مغربی سمت بہاؤ کے دریاؤں کا پانی ہائیڈرو پاور کے استعمال

کے لئے امکانات کا جائزہ لینے کی غرض سے ایک علیحدہ کمانڈ ایریا اور ہائیڈرو- پروجیکٹ انویسٹیگیشن سرکل قائم کیا گیا ہے۔

۴۰۔ اسی طرح خشکی کے آثار رکھنے والے علاقوں کے مسائل پر غور کرنے اور قبائلی علاقوں میں بہ سرعت آبپاشی ترقیات کے لئے اقدامات تجویز کرنے کی غرض سے مختلف کمیٹیاں تشکیل دی گئی ہیں۔

۴۱۔ باغبانی سے متعدد فائدوں کے پیش نظر حکومت نے باغبانی ترقیات پر خصوصی توجہ دی ہے۔ باغبانی کے فروغ کے زیادہ سے زیادہ امکانات خصوصاً کوکن علاقے میں پائے جاتے ہیں۔ باغبانی اور سوشیل فاریسٹری کا ایک علیحدہ محکمہ بھی قائم کیا گیا ہے۔ نیز ایک آزادانہ ڈائرکٹوریٹ برائے باغبانی ترقیات بھی قائم کیا گیا ہے اور ۸۳-۱۹۸۲ء کے لئے وسیع پیمانے پر اقدامات بھی کئے گئے ہیں جن میں ریاستی، ضلع اور تعلقہ سطحوں پر نرسریز قائم کرنے کی تجویز بھی شامل ہے۔ حکومت بے زمین مزدوروں کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے ایک یا زائد باغبانی ترقیات کارپوریشن قائم کرنے کی تجویز پر بھی غور کر رہی ہے۔

۴۲۔ ریاست میں سماجی طور پر جنگل بانی کو فروغ دینے کی غرض سے ہر ضلع میں متعلقہ کاروائیوں کے لئے ایک علیحدہ ڈائرکٹوریٹ قائم کیا گیا ہے ایک مربوط پروجیکٹ جس پر لاگت کا اندازہ ۳۴ء۳۴ کروڑ روپے ہے، مرتب کر لیا گیا ہے اور اسے عمل میں لانے کے لئے امریکہ سے مالی امداد متوقع ہے۔

جنگل بانی امور کے تحت ایک کروڑ 'سوببول' درختوں کی شجرکاری کی جائیگی۔ یہ زود رو درخت معاشی طور سے بے حد فائدہ مند ثابت ہوا ہے۔

۴۳۔ حکومت نے چھٹے منصوبہ مدت میں ۱۵ کروڑ روپے کی لاگت پر مبنی کوکن علاقہ میں کھار راضی ترقیات کے ایک مؤثر پروگرام پر عمل آوری شروع کر دی ہے۔ بازیاب اراضی پر ایک مربوط پروگرام کے تحت دھان کی کاشت، ناریل کی کاشت اور ماہی گیری تالاب کے تعمیری کام انجام دیئے جائیں گے۔ اسی طرح ان علاقوں میں تعمیری کاموں کی بسرعت انجام دہی کے لئے درکار فنڈ کی فراہمی کے لئے تیزی سے اقدامات کئے جا رہے ہیں۔

۴۴۔ سڑک سدھار منصوبہ بابت ۸۱-۱۹۶۱ء کا جائزہ لینے کے بعد سڑکوں کی تعمیر کے لحاظ سے کوکن اور ودربھ ریاست میں سب سے زیادہ پسماندہ علاقے پائے گئے ہیں اس لئے حکومت مذکورہ علاقوں کی اس پسماندگی کو دور کرنے کے لئے تیزی سے اقدامات کر رہی ہے۔

۴۵۔ چھٹے منصوبہ مدت کے دوران حکومت ایک ہزار یا اس سے زائد آبادی والے دیہاتوں میں رابطہ سڑکوں کی تعمیر مکمل کرنے کا منصوبہ رکھتی ہے۔

۴۶۔ "قومی شاہراہ" پروگرام کے تحت کام پوری رفتار سے جاری ہے۔ بیرون تھانے۔ بھیونڈی کے مشترکہ موڑ پر کلوا اور کاشیلی پل اور قومی شاہراہ ۳ سرعت سے تکمیل کے آخری مرحلوں میں ہے اور ۸۳-۸۲ء میں ٹریفک کے لئے جاری کئے جانے کی امید ہے۔

۴۷۔ ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران تعمیر شدہ پل حسب ذیل ہیں:

۱) ضلع ناندیڑ میں گوداوری ندی پر بابلی اور بالیگاؤں پل۔ مونڈھا گھاٹ پل آئندہ مہینہ میں جاری ہو جائے گا۔
۲) ضلع رائے گڈھ میں مہاڈ پر ساوتری پل۔
۳) ضلع رتناگیری میں ساکھرتار پل۔

بورگھاٹ میں شنگروہا مندر کے نزدیک ممبئی۔ پونے روڈ پر آمد و رفت میں کمی کرنے کی غرض سے ۵ء۱ کلومیٹر دو رخی سڑک تعمیر کی گئی ہے۔

۴۸۔ ہمارے لئے خوشی کی بات ہے کہ حکومت ہند نے چھترپتی شیواجی مہاراج کے 'شاہی تخت' واقع قلعہ رائے گڈھ پر چھتری کی تعمیر کی منظوری دے دی ہے۔ اور یہ کام ۱۹۸۳ء تک مکمل ہونے کی امید ہے۔

۴۹۔ حکومت کے فیصلہ کے مطابق جدوجہد آزادی میں ریاست مہاراشٹر کے 'شہیدان وطن' کی یاد میں ریاست کے ۲۰۴ مقامات پر یادگاریں تعمیر کی جائیں گی جو نوعیت کے اعتبار سے ادبی، تفریحی اور بنیادی صحت کے دیہی مرکز بھی ہوں گے۔ ان یادگاروں کی تعمیر کا کام اپریل ۱۹۸۲ء تک مکمل ہو جانے کی توقع ہے۔

۵۰۔ صنعتی میدان میں حکومت کی پالیسی ممبئی۔ پونے۔ تھانے بیلٹ میں صنعتی گنجایت کو دور کرنے کے لئے متوازن صنعتی فروغ پروگرام پر عمل آوری جاری ہے اور پسماندہ علاقوں میں صنعتی ترقیات کے لئے تیزی سے اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ پسماندہ علاقوں میں نئے صنعتکاروں کو صنعتیں قائم کرنے کے لئے ترغیبی سہولیات مہیا کی جا رہی ہیں۔ ریاستی حکومت کے مشورہ پر حکومت ہند کی مقرر کردہ کمیٹی کی سفارشات پر مرکز کے نامزد پسماندہ اضلاع، رتناگیری، سندھودرگ، چندرپور، اورنگ آباد اور جالنہ میں خصوصی پروجیکٹ قائم کئے جانے کے امکانات

پر غور کیا جا رہا ہے اور انھیں جلد از جلد مکمل کئے جانے کی تدابیر کی جا رہی ہیں۔ اس کے نتیجہ میں معادن اور چھوٹی صنعتوں کی بڑی حد تک حوصلہ افزائی ہوگی۔

۵۱۔ ضلع رائے گڈھ میں مجوزہ پیٹرو۔کیمیکل کمپلیکس کے قیام کے سلسلے میں حکومت اہم امور پر غور کر رہی ہے۔ حکومت اس کمپلیکس کے قیام کے ساتھ اسے بھی غیر ضروری قرار نہیں دیتی کہ اس کے قیام سے طبعی ماحول پر کوئی بُرا اثر پڑے۔ لہٰذا ہوا، پانی یا کثافتی آلودگی سے تحفظ کے لئے اقدامات کئے جا رہے ہیں۔

۵۲۔ حکومت ادیباسی علاقوں اور ریاست کے دیگر علاقوں میں قالین بنانے کی صنعت کو فروغ دینے کی ہر ممکن کوشش کر رہی ہے جو کہ ودربھ ترقیاتی کارپوریشن کی جاری کردہ قالین صنعت کی ودربھ میں از حد کامیابی کا جواز ہے۔ اسی طرح ۱۰ لاکھ بنکر افراد کی روزی کے سہارے 'ہینڈلوم صنعت' کی ترقیات کے لئے وسیع پیمانے پر اقدامات کئے جا رہے ہیں۔

۵۳۔ صنعتی تنازعات کے حل کے لئے ریاست کی صنعتی تعلقات انتظامیہ نے عمدہ کارکردگی کا ثبوت دیا ہے۔ اس انتظامیہ نے اب تک یکم اپریل سے ۳۱ر دسمبر ۱۹۸۱ء تک ۱,۰۸,۸۷۲ مزدوروں کے ۴۴۴ بند کام دوبارہ جاری کروا دیئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ریاست میں واقع ۱۷,۱۴۹ رجسٹرڈ شدہ کارخانوں میں تقریباً ۱۱.۶۰ لاکھ مزدور کام کرتے ہیں، صنعتی تنازعات کے امکانات کو یکسر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ حکومت ایسے معاملوں میں مزدوروں کے جائز مطالبات پر ہمیشہ سنجیدگی سے غور کرتی رہی ہے اور ملازمین کو حتی الامکان انصاف دلانے کے لئے کوشاں رہے گی۔ لیکن حکومت یہ بھی چاہتی ہے کہ ایسے متنازعہ معاملوں میں آجرین اور ملازمین باہمی سمجھوتے کا رویہ اپنائیں۔

اس موقع پر یہ یاد دلانا ضروری ہوگا کہ مقامی وسائل کو متحرک رکھتے ہوئے قومی آمدنی میں اضافہ کی خاطر وزیر اعظم نے سال رواں کو "پیداواری سال" قرار دیا ہے۔ لہٰذا ہر خاص و عام اور خصوصاً مزدور انتظامیہ کے نگراں ذمہ داروں کا یہ فرض ہے کہ وہ اس سمت بلا رکاوٹ اپنی مصروفیت جاری رکھیں۔

بجلی فراہمی پروگرام :

۵۴۔ ریاست کے لئے خاطر خواہ مقدار میں بجلی کی فراہمی بے حد اہم ہے۔ روز بروز بڑھتی ہوئی صنعت و زراعت کے میدان میں بجلی کی مانگ کو پورا کرنے کے علاوہ دیہی علاقوں میں بھی بجلی کی فراہمی ضروری ہے چھٹے پنجسالہ منصوبہ میں بجلی کی پیداوار کے لئے ۲,۱۵۷ کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ مارچ ۱۹۸۱ء کے اواخر تک ریاست میں بجلی کی پیداوار ۳,۹۸۶ میگھاواٹ تھی۔ ماہ رواں کے دوران ۲۱۰ میگھاواٹ 'کوراڈی یونٹ ۶' اور اُرن میں ۶۰ میگھاواٹ بجلی کے دو گیس ٹربائن یونٹوں کی وجہ سے ریاست میں بجلی کی پیداوار میں ۳۳۰ میگھاواٹ تک اضافہ ہوگا۔ کوئنا مرحلہ ۳ کے ۸۰ میگھاواٹ ہائیڈرو یونٹ' تجدید شدہ حالت میں اسی سال سے زیر استعمال ہے۔

سال ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران کوراڈی یونٹ ۷، بھوسا ول یونٹ ۳، اور چندر پور یونٹ ۱، ۲ کے علاوہ اُرن میں گیس ٹربائن یونٹ ۳ اور ۴ کی تکمیل سے مجموعی طور پر ۹۶۰ میگھاواٹ بجلی پیداوار کی تجویز زیر غور ہے۔

چھٹے پنج سالہ منصوبے کے اواخر تک ریاست میں بجلی کی پیداوار ۶,۶۶۱ میگھاواٹ تک پہنچنے کی توقع ہے۔ کوربا میں واقع نیشنل تھرمل پاور کارپوریشن کے سپر تھرمل پاور اسٹیشن سے ہمارا شیئر کو ۳۱۵ میگھاواٹ بجلی حاصل ہوتی ہے، اسے شمار کر کے بجلی کی کل پیداوار ۶,۹۷۶ میگھاواٹ تک ہوتی ہے، اس کے باوجود ریاست کو درکار بجلی کافی نہیں ہے۔ اسی لئے ریاست میں مزید جنریٹنگ یونٹوں کے قیام کے لئے پلاننگ کمیشن سے درخواست کی گئی ہے۔

پلاننگ کمیشن نے چندر پور میں ۵۰۰ میگھاواٹ کے ایک یونٹ کی اجازت دیدی ہے باقی ماندہ دو یونٹوں کے تعلق سے حکومت ہند سے اجازت حاصل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

رتناگیری ضلع کے مقام دابھول میں ایک ہزار میگھاواٹ تھرمل پاور اسٹیشن کا قیام، اُرن میں ۶۰ میگھاواٹ صلاحیت کے چار گیس ٹربائن، اجالی میں ایک ہزار میگھاواٹ کا پروجیکٹ، کھاپرکھیڈا میں ۶۳۰ میگھاواٹ پروجیکٹ اور بھساول میں دو ہزار میگھاواٹ پروجیکٹ پر مشتمل تجاویز حکومت ہند کو بغرض منظوری پیش کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں چندر پور ضلع کے سینٹرل سیکٹر

میں دو ہزار میگھاواٹ صلاحیت کے سُپر تھرمل پاور اسٹیشن کے قیام کے لئے حکومت ہند کی جانب سے پیش رفت ہوئی ہے ۔

دیہی بجلی :

۵۵ ۔ حکومت دیہی علاقوں میں بجلی پہنچانے کے پروگرام پر بھی خصوصی توجہ دے رہی ہے ۔ سال ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران دو ہزار دیہاتوں میں بجلی کی فراہمی اور ساٹھ ہزار زرعی پمپوں کو بجلی فراہم کرنے کا منصوبہ تیار کیا گیا ہے ۔ اس سلسلے میں قبائلی دیہاتوں اور ہریجن بستیوں کو ترجیح دی جا رہی ہے ۔

دیہی علاقوں میں فراہمیٔ آب :

۵۶ ۔ حکومت نے ہر اس دیہات میں جہاں مناسب مقدار میں پینے کیلئے صاف پانی دستیاب نہیں وہاں پینے کا پانی فراہم کرنے کا منصوبہ بنایا ہے ۔ کُل ۱۱۲ ر ۱۷ دیہاتوں میں سے ، جنھیں مسئلہ کُن دیہات ظاہر کیا گیا ہے ، ۹۳۵ ر ۱۲ دیہات حکومت ہند کی متعلقہ شرائط پر پورے اُترتے ہیں اور ۱۷۷ ر ۴ دیہات ریاستی حکومت کی شرائط پر پورے اُترتے ہیں ۔ ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران ۸۰۲ ر ۶ دیہاتوں کو (بشمول جزوی مصدقہ دیہات) اس زمرہ میں شامل کئے جانے کی توقع ہے ۔

دیہاتوں میں اسکول :

۵۷ ۔ ایسے دیہاتوں میں جہاں ابتدائی تعلیم کا کوئی بندوبست نہیں ، ۲۲۰ ر ۲۵ نئے ابتدائی مدرسے کھولے گئے ہیں ۔ سال ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران ایک مدرس والے اسکولوں میں مزید ایک مدرس کا اضافہ کر دیا گیا ہے ۔ مدرس اور طلبہ کے نئے تناسب کے پیش نظر اس سال کے دوران دو ہزار نئے پرائمری اساتذہ کا تقرر کیا گیا ہے ۔

۵۸ ۔ دیہی علاقوں میں ثانوی تعلیم کے انتظامات کی مسلسل مانگ کے مدنظر حکومت نے ہر سال ۶۵ اسکول کھولنے کی اجازت دینے کا فیصلہ کیا ہے ۔

۵۹ ۔ حکومت طلبہ اور نوجوانوں کی فلاح و بہبود ، اور کھیل کود سے متعلق بامقصد اسکیمات جاری کرنے کی خواہش مند ہے ۔ علاوہ ازیں عورتوں اور بچوں کی دیکھ بھال کے لئے بھی حکومت اسکیمات جاری کرنا چاہتی ہے ۔

کوکن کی ترقیات :

۶۰ ۔ حکومت کوکن علاقے میں ایک ٹیکنالوجیکل یونیورسٹی کے قیام کی تجویز کو عملی شکل دینے کی ہر ممکن کوشش کر رہی ہے ۔ اس یونیورسٹی کے تحت رائے گڈھ ضلع میں ایک انجینیئرنگ کالج اور ایک پولی ٹیکنک قائم ہوں گے ۔ حکومت اس ضلع میں میڈیکل سائنس کا ایک پوسٹ گریجویشن ادارہ قائم کرنے سے متعلق بھی غور کر رہی ہے ۔

۸۳-۱۹۸۲ء میں بیڑ اور اکولہ میں ایک ایک پولی ٹیکنک قائم کئے جائیں گے ۔ نیز کولہاپور اور ناگپور کے گورنمنٹ پولی ٹیکنک میں ٹیکسٹائل انجینیئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی کا ڈپلوما کورس جاری کرنے کی ایک تجویز بھی زیر غور ہے ۔ ۴۳ صنعتی تربیتی اداروں میں مزید ۵۰۸ ر ۲ آسامیاں بڑھائی گئی ہیں ۔ اگست ۱۹۸۲ء تک اس میں ۵۰۸ آسامیوں کا مزید اضافہ کیا جائے گا ۔

فراہمیٔ روزگار :

۶۱ ۔ حکومت نے ہر ضلع میں فراہمیٔ روزگار سے متعلق منصوبہ تیار کرنے کیلئے ڈسٹرکٹ مین پاور پلاننگ اینڈ ایمپلائمنٹ جنریشن کونسل قائم کئے ہیں یہ کونسل ضلع میں فراہمیٔ روزگار اسکیم عمل میں لائیں گے ۔ ریاستی سطح کی گائیڈنس کمیٹی ان کونسلوں کی رہنمائی کریگی ۔

خاندانی بہبود :

۶۲ ۔ خاندانی بہبود پروگرام کی مہاراشٹر میں کامیاب عمل آوری کی ملک بھر میں ستائش ہو رہی ہے ۔ مرکزی حکومت نے ریاست کے لئے ۹۵ ر ۲ لاکھ نسبندیوں کا نشانہ مقرر کیا تھا ۔ ریاستی حکومت اپنے طور پر ۶۳ ر ۴ لاکھ نسبندیوں کا نشانہ مقرر کیا اور اس میں سے فروری ۱۹۸۲ء کے اواخر تک ۱۳ ر ۴ لاکھ نسبندیاں کی گئیں ۔

خاندانی بہبود کے دیگر پروگراموں کے مقرر کردہ نشانوں کی تکمیل کی سمت میں ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران اطمینان بخش پیش رفت کی گئی ہے ۔ حکومت اس قومی پروگرام کو رضاکارانہ قبولیت کی بنیاد پر مقبول بنانے کے لئے کوشش کر رہی ہے ۔

صحتِ عامّہ :

۶۳ ۔ حکومت دیہی صحت خدمات پر خصوصی توجہ دے رہی ہے ۔ سال ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران ریاستی حکومت کی خصوصی کوششوں کے

نتیجہ میں حکومتِ ہند نے قبل کے منظور شدہ ۱۵۰ ضمنی صحت مراکز کے علاوہ مزید ۳۵ مراکز کی منظوری دی ہے، نیز ۲۳ پرائمری ہیلتھ سینٹروں کی منظوری بھی حاصل کی گئی۔

۶۴۔ حکومت عورتوں اور بچوں کی بہبود اور خصوصاً قبائلی، پہاڑی اور پسماندہ علاقوں میں رہائش پذیر عورتوں اور بچوں کی بہبود کو خصوصی اہمیت دے رہی ہے۔ ماؤں کو ٹیٹانس اور بچوں کو ڈپتھیریا، ٹیٹانس پولیو اور ٹائیفائڈ کے ٹیکے لگائے جاتے ہیں۔ حاملہ عورتوں اور دودھ پلانے والی ماؤں کو ضروری طبی خدمات مہیا کی جاتی ہیں۔ نیز بچوں میں بینائی کی کمزوری اور دیگر بیماریوں کی روک تھام کی طرف بھی توجہ دی جاتی ہے۔ سال ۸۱-۱۹۸۰ء کے مقابلے سال ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران نمایاں کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ غیر قبائلی علاقوں کے مقابلے میں قبائلی علاقوں میں یہ پروگرام زیادہ کامیاب رہا ہے۔

۶۵۔ حکومت کو کسانوں اور خصوصاً چھوٹے کسانوں کی بہبود کا ہمیشہ خیال رہا ہے۔ حکومت کی جانب سے فصلی قرضوں کی ادائیگی، کھاد کی بڑھتی ہوئی قیمت کے پیش نظر زائد مالی امداد وغیرہ جیسے مختلف طریقوں سے ان افراد کی امداد کی جاتی ہے۔ زرعی پیداوار کی قیمت کے تعین سے متعلق ریاستی حکومت نے ایگریکلچرل پرائس کمیشن کو عنایتی رویہ اختیار کرنے کی ہدایت کی ہے۔

امداد باہمی:

حکومت کو آپریٹو سیکٹر میں زرعی پیداوار پر مبنی صنعتوں کے قیام پر زیادہ زور دے رہی ہے تاکہ کسانوں کو ان کی فصل کی اچھی قیمت مل سکے۔ چھٹے منصوبہ کی مدت کے دوران مزید شکر کی فیکٹریوں اسپننگ ملوں اور آئل پروسیسنگ یونٹوں کے قیام کی کوشش کی جائے گی۔

۶۶۔ ریاست کی کُل ۸۰ شکر کی فیکٹریوں میں سے ۶۷ فیکٹریاں کوآپریٹو سیکٹر کے تحت قائم ہیں۔ ریاست کی کل شکر پیداوار کا ۴۰ فیصد حصہ مہاراشٹر فراہم کرتا ہے۔ کوآپریٹو سیکٹر میں مزید ۶ شکر کی فیکٹریوں کے قیام کی تجویز حکومت کو پیش کی گئی ہے۔ ان میں سے ریاستی حکومت نے ۲۶ تجاویز حکومتِ ہند کو پیش کیں جن میں سے حکومت ہند نے ۱۰ کو منظوری دے دی ہے۔

۶۷۔ ریاست کے دیہی علاقوں میں اجناس کا ذخیرہ رکھنے کی حالیہ سہولت ناکافی ہے۔ لہٰذا عالمی بینک کی امداد سے ریاستی حکومت نے ریاست میں ۳۰ کروڑ روپوں کی لاگت سے ۴۷٫۴۳ لاکھ میٹرک ٹن کی مجموعی گنجائش کے کُل ۴۲۸ گودام کی تعمیر کا پروگرام جاری کیا ہے۔ حکومت ہند کی اسکیم کے تحت ۹۵۴ گودام تیار کئے جائیں گے۔ ان دونوں پروگراموں کی تکمیل سے ریاست میں ذخیرہ کی گنجائش ۱۵٫۶۲ لاکھ میٹرک ٹن سے ۲۵ لاکھ میٹرک ٹن ہو جائے گی جو کہ چھٹے منصوبے مدت کے اواخر تک کی متوقع پیداوار کے ذخیرے کے لئے کافی ہوگا۔

۶۸۔ پولس افسران کی بہبود، نظم و نسق کی برقراری ۱۹۸۵ء تک تمام سرکاری معاملات میں مراٹھی کا استعمال اور مہاراشٹر و کرناٹک کے درمیان سرحدی تنازعہ، یہ تینوں امور حکومت کے نزدیک سب سے اہم ہیں اور ان پر مناسب توجہ دی جا رہی ہے۔

۶۹۔ آخر میں مجوزہ مسودۂ قوانین کا ذکر کیا جا رہا ہے جو اس سال زیر غور رہوں گے۔

(1) The Maharashtra Ministers, Officers of the State Legislature and Leaders of Opposition Salaries and Allowances (Amendment) Bill, 1982.

(2) The Maharashtra Vacant Lands (Further Interim Protection of Occupiers from Eviction and Recovery of Arrears of Rent) (Extension of Duration) Bill, 1982.

(3) The Agricultural Universities Bill, 1982.

(4) The Maharashtra Co-operative Societies (Amendment and Validation) Bill, 1982.

(5) The Maharashtra Agricultural Produce Marketing (Regulation) (Amendment) Bill, 1982.

(6) The Maharashtra Ownership Flats (Regulation of the Promotion of Construction, Sale, Management and Transfer) (Validation of certain Agreements and Amendment) Bill, 1982.

(7) The Maharashtra Supply of Forest Produce by Government (Revision of Agreements) Bill, 1982.

(8) The Bombay Prohibition (Amendment) Bill, 1982.

(9) The Maharashtra Kidney Transplantation Bill, 1982.

(10) The Administrator General and Official Trustee (Maharashtra Amendment) Bill, 1982.

(11) A Bill to provide for enhancement of pecuniary jurisdiction of the Bombay City Civil Court and the Court of Small Causes of Bombay and certain other matters.

(12) A Bill to provide for hearing of writ petitions by Division Bench and abolition of Letters Patent appeals in the High Court.

(13) The Pulgaon Cotton Mills (Acquisition of Shares) Bill, 1982.

(14) The Vijay Manufacturing Mills, Badnera and Western India Spinning and Weaving Mills (Acquisition) Bill, 1982.

(15) A Bill for amalgamation of Board of Ayurvedic and Unani Systems of Medicines and Faculty of Ayurvedic and Unani System of Medicine under the Maharashtra Medical Practitioners Act, 1961.

(16) The Indian Forest (Maharashtra Amendment) Bill, 1982.

(17) The Bombay Municipal Corporation (Amedment) Bill, 1982.

(18) The Maharashtra Zilla Parishads and Panchayat Samitis (Amendment) Bill, 1982.

(19) The Bombay Provincial Municipal Corporations (Amendment) Bill, 1982.

(20) The Maharashtra Supplementary Appropriation Bill, Vote on Account Appropriation and Appropriation Bills, 1982.

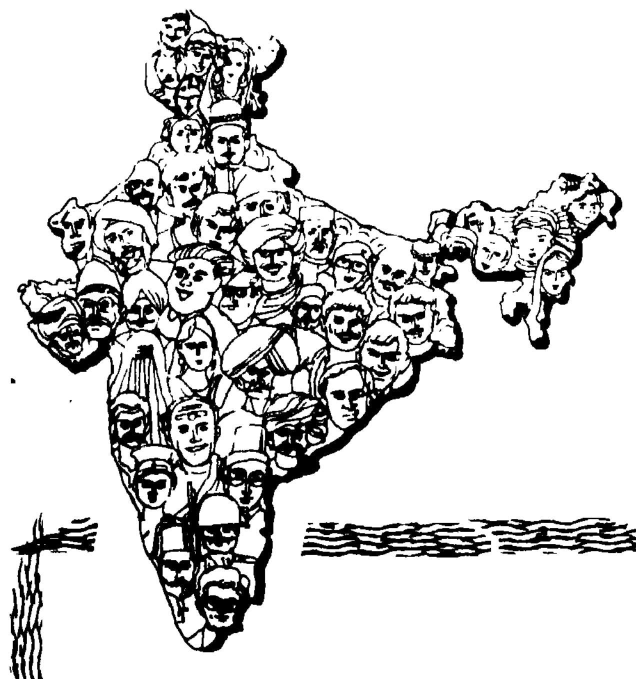
(21) Some Taxation Bills.

۲۰۔ معزز اراکین !
عوام کی سماجی و معاشی بہبود کے لئے میری حکومت نے ابھی تک جو اقدامات کئے ہیں اور مستقبل میں کرے گی، ان سب کا ذکر یہاں کیا گیا ہے۔ یہ اقدامات سماجی و معاشی ترقی اور غریبوں کی

فلاح وبہبود سے متعلق حکومت کے عزم کو واضح کرتے ہیں۔ ترقی کی رفتار میں تیزی لانے کے لئے زراعت کی تجدید اور زرعی پیداوار پر منحصر صنعتوں کی مضبوطی بے حد ضروری ہے۔ علاوہ ازیں ہر شعبہ میں پیداوار میں اضافہ کرنا لازمی ہے۔ لہذا ہمیں چاہیئے کہ وزیر اعظم کی اپیل تسلیم کرتے ہوئے سال ۱۹۸۲ء کو بطور "پیداواری سال" کامیابی سے ہمکنار کریں۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم نظم وضبط کو قائم رکھتے ہوئے مل جل کر مستقل مزاجی سے محنت کریں۔ بلاشبہ اس کے لئے ماحول کو سماجی اور فرقہ وارانہ کشیدگی سے پاک رکھنا بے حد ضروری ہے۔ مہاراشٹر کے سنتوں اور رشیوں کی تعلیمات کے نتیجہ میں رواداری اور نیک خیالی یہاں کے عوام کے مزاج کا جزو بن گئے ہیں تاہم ماضی قریب کے چند ناخوشگوار واقعات نے ہماری اس روایت کو کچھ دھکا پہنچایا ہے، لیکن متعلقہ مشینری کی بروقت موثر کارکردگی کے نتیجہ میں صورتحال کو بہت جلد قابو میں کر لیا گیا۔

مجھے یقین ہے کہ آپ حضرات عوام کے رہنما کی حیثیت سے ریاست کے مختلف فرقوں کے عوام کے درمیان ہم آہنگی اور آشتی کو پروان چڑھائیں گے۔ آیئے، ہم سب مل کر ترقی اور خوشحالی کو ملک و ریاست میں فروغ دینے کی جدوجہد کریں۔ آپ کی کوششیں کامیاب ہوں، یہ میری دلی تمنا ہے۔

جے ہند!



یوتھ فورم

'یوتھ فورم' کا مستقل فیچر کیریر کی رہنمائی، مشہور اشخاص اور نوجوانوں کی رہنمائی کرنے والے اداروں کی سرگرمیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس فیچر میں قوم کی سماجی، معاشی ترقی پر نوجوانوں کے رول پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ قومی پروگرام میں جیسے جہیز مخالف تحریک، صفائی مہم، چھوت چھات کا خاتمہ، تعلیم کا فروغ پر لکھے گئے مضامین کو سراہا جاتا ہے۔

اپنے مضامین اس پتے پر مرحمت فرمائیں:

ایڈیٹر 'قومی راج' نیو ایڈمنسٹریٹو بلڈنگ، ۱۵ واں منزلہ، مقابل منترالیہ۔ بمبئی نمبر ۳۲ ۴۰۰۰

مہاراشٹر کے نئے گورنر



ائیر چیف مارشل ادریس حسن لطیف

ایئر چیف مارشل ادریس حسن لطیف، یکم ستمبر ۱۹۷۸ء کو ہندوستانی ہوائی فوج کے اعلیٰ سردار مقرر ہوئے اور اپنے ریٹائرمنٹ تک اس عہدۂ جلیلہ پر فائز رہے۔ آپ نے تقریباً چالیس سال تک انڈین ایرفورس میں نمایاں خدمت انجام دی۔

آپ ۹ جون ۱۹۲۳ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۲ء میں آپ ایرفورس میں داخل ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۸ سال تھی اور آپ حیدرآباد کے نظام کالج میں زیر تعلیم تھے۔

انبالہ میں تربیت مکمل کرنے کے بعد آپ کو کراچی میں آبدوز کشتیوں کے خلاف کارروائی انجام دینے کی خاطر ساحلی ہوابازی پر تعینات کیا گیا۔ آپ اُن چند اولین پائیلٹس میں سے ہیں جنھیں ۱۹۴۳ء میں ہریکین اور اسپٹ فائر لڑاکا طیارے اُڑانے کی تربیت دینے کے لئے انگلینڈ بھیجا گیا تھا۔ یہ طیارے جلد ہی ہندوستانی ہوائی فوج میں شامل کئے جانے والے تھے۔

ایئر چیف مارشل لطیف نے دوسری جنگِ عظیم کے دوران برما مہم میں اراکان محاذ پر کام کیا۔ میدان جنگ میں دشمن کا سامنا کرنے کا یہ آپ کا پہلا موقع تھا۔ اس سے قبل ۴۴-۱۹۴۳ء میں برطانیہ عظمیٰ میں آپ نے رائل ایرفورس کے ساتھ اڑان بھری تھی۔ جنگ کے فوراً بعد آپ اسکواڈرن ۹ کے ساتھ پھر برما واپس ہوئے۔ یہ وہی فوجی دستہ ہے جو فی الحال مشہور سابرے کِلر ناٹس اڑاتا ہے۔ آج اسے اس بات پر فخر ہے کہ ایئر چیف مارشل لطیف کسی وقت اس کے سردارِ اعلیٰ رہ چکے ہیں۔

حصولِ آزادی کے وقت آپ صرف ۲۶ سال کے تھے جبکہ آپ نے اسکواڈرن لیڈر کی حیثیت سے اسکواڈرن نمبر ۴ کی قیادت کی جو ٹیمپیسٹ لڑاکا جہاز سے لیس تھا۔ اس امتیازی خدمت کے بعد ہوابازی میں آپ کے بیش قیمت تجربے کے پیش نظر آپ کو ایک خصوصی مشن کے تحت بحیثیت رکنِ مشاورتی جماعت، انڈونیشیا بھیجا گیا۔ اس جماعت کی مدد سے انڈونیشی ایرفورس میں جیٹ لڑاکا طیارے شامل کئے گئے۔

ڈیفنس سروسز اسٹاف کالج اور نیشنل ڈیفنس کالج کے گریجویٹ ایر چیف مارشل لطیف نے ایسٹرن ایر کمانڈ میں ایئر ڈیفنس کمانڈر اور سینئر ایر اسٹاف آفیسر کی حیثیت سے کام کیا۔ ۱۹۷۱ء کے دوران فوجی کارروائیوں میں آپ اسسٹنٹ چیف آف ایر اسٹاف (پلانس) تھے۔ اس حیثیت سے آپ نے محاذی دستوں کو درپیش مسائل اور ان کی کامیابیوں کا جائزہ لے کر ہوائی فوج کی تجدید کے لئے منصوبے پیش کئے۔

تقریباً پانچ سال (۱۹۶۱ء سے ۱۹۶۵ء) تک آپ واشنگٹن میں ہمارے ایر اٹاشی تھے اور اسی کے ساتھ کناڈا کے تعلق سے بھی یہ فرائض انجام دینے پر مامور کئے گئے تھے۔ اس مدتِ کار میں آپ نے یو۔ایس۔اے۔ ایف۔ ۵ لڑاکا طیارہ اُڑایا۔

جنوری ۱۹۷۴ء میں ایر چیف مارشل کے عہدہ پر ترقی ملنے کے بعد آپ کو ائیر ہیڈ کوارٹرز پر بطور ائیر آفیسر انچارج ایڈمنسٹریشن مقرر کیا گیا۔ بعد ازاں آپ سینٹرل ائیر کمانڈ اور پھر مینٹننس کمانڈ میں ائیر آفیسر کمانڈنگ انچیف مقرر ہوئے۔ مئی ۱۹۷۷ء میں آپ ائیر اسٹاف کے وائس چیف نامزد ہوئے اور اس عہدے پر چیف آف دی ائیر اسٹاف مقرر ہونے تک فائز رہے۔

ان امتیازی اور قابل قدر خدمات کے اعتراف میں ائیر چیف مارشل ادریس حسن لطیف کو ۱۹۷۱ء میں "پرم وشِشٹ سیوا" میڈل دیا گیا۔

خدا ترسی اور انسانی ہمدردی ائیر چیف مارشل لطیف کی فعال شخصیت میں ہمیشہ کارفرما رہی۔ ۱۹۷۵ء میں سیلاب زدہ علاقوں میں آپ کی زیر نگرانی ہوائی فوج نے بڑی مستعدی سے راحت کام انجام دیا۔ ہیلی کاپٹر پائلٹوں نے بڑی مہارت، پھرتی اور چابکدستی سے ایک دن

(باقی صفحہ ۲۵ پر)

مہاراشٹر بجٹ برائے سال ۸۳-۱۹۸۲ء

٭ وزیر مالیات، ڈاکٹر ڈی. سبرامنیم

ڈاکٹر ڈی. سبرامنیم، وزیر مالیات نے ۱۳ مارچ کو ۸۳-۱۹۸۲ء کا ریاستی بجٹ، قانون ساز اسمبلی میں پیش کرتے ہوئے بتایا کہ ۵۱ کروڑ ۴۲ لاکھ روپے کے خسارہ پر مشتمل اس بجٹ میں ۳۳ کروڑ ۲۲ لاکھ روپے کی حد تک خسارہ کی بھرپائی کے لئے مخصوص مستعمل اشیاء پر ٹیکسوں کے علاوہ ٹی. وی سیٹ پر سالانہ ۱۰۰ روپے ٹیکس پہلی بار عاید کیا گیا۔

بجٹ پر اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے کہا کہ اگر سال جاریہ کے دوران مختلف منصوبوں کی تکمیل کے لئے ۲۷ء۸۲ کروڑ روپے کے زائد اخراجات منظور کئے گئے تو بجٹ کا خسارہ ۵۶ء۵۱ کروڑ روپے بھی ہو سکتا ہے۔ منصوبہ بند اخراجات کے لئے مختص رقم ۱،۳۲۲ء۱۷ کروڑ روپیہ کو شامل کرتے ہوئے سال ۸۳-۱۹۸۲ء کے بجٹ میں بنیادی خسارے کا اندازہ ۲۸ء۶۹ کروڑ روپیہ لگایا گیا ہے۔



وزیر مالیات، ڈاکٹر سبرامنیم، اپنے دفتر، منترالیہ، بمبئی میں بجٹ بابت ۸۳-۱۹۸۲ء پر آخری تکمیلی نظر ڈالتے ہوئے۔

ڈاکٹر شری کانت جیچکر، وزیر مملکت برائے مالیات نے قانون ساز کونسل میں بجٹ پڑھ کر سنایا۔

خصوصیات

بجٹ میں پیش کردہ مجوزہ ٹیکسوں میں دیسی شراب، بیئر اور تاڑی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ متمول گھرانوں میں مستعمل اشیاء مثلاً چاء، انسٹنٹ کافی، تاش کے پتے، عینکیں، دھوپ کے چشمے، رائفل اور ریزر بلیڈ پر سیلس ٹیکس کی شرح میں اضافہ کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی پہلی بار سرکاری فلاحی پروگراموں میں استعمال ہونے والے ٹیلیویژن سیٹ کے علاوہ باقی ماندہ ہر ٹی وی سیٹ پر سالانہ سو روپے کا ٹیکس عائد کیا گیا ہے۔ ان تمام اشیاء پر ٹیکسوں سے ۱۹ء۰۷ کروڑ روپے کی آمدنی حاصل ہوگی۔ اس طرح ۵۱ء۴۲ کروڑ روپے کے خسارے میں سے ۳۳ء۲۲ کروڑ روپے وصول ہونے کی توقع ہے جبکہ باقی ماندہ ۱۸ء۲۰ کروڑ روپے کا خسارہ ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران مختلف وسائل بروئے کار لاتے ہوئے پورا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

۸۳-۱۹۸۲ء بجٹ تخمینہ جات میں محصولی آمدنی کل ۲،۷۲۱ء۵۵ کروڑ روپے اور اخراجات ۲،۴۷۰ء۱۷ کروڑ روپیہ ہے، اس طرح اس تخمینہ میں ۲۵۱ء۳۸ کروڑ روپے کی زائد رقم کا اندازہ لگایا گیا ہے۔ اصل سرمایہ اور پبلک اکاؤنٹ دونوں ملاکر آمدنی ۸۴۸ء۳۴ کروڑ روپے اور اخراجات ۱،۱۰۷ء۳۸ کروڑ روپے کے ہیں، جس کے نتیجہ میں ۲۵۹ء۸۹ کروڑ روپے خسارہ نکل آتا ہے۔ منصوبہ مصارف میں بقایا ۲۱ء۰۳ کروڑ

بجٹ ایک نظر میں

	رقم کروڑ روپے میں بجٹ تخمینہ جات
(الف) محصُول کھاتہ —	
آمدنی	۲۷۲۱،۵۵
خرچ	۲۴۷۰،۱۷
بچت (+)	(+) ۲۵۱،۳۸
(ب) اصل کھاتہ (بشمول عام کھاتہ خالص)	۸۴۸،۳۴
خرچ	۱،۱۰۷،۳۸
خسارہ (–)	(–) ۲۵۹،۰۴
(ج) باقی منصوبہ مصارف، جو فی الحال مہیا کرنا ہے	۲۱،۰۳
(د) کُل میزان —	
آمدنی	۳،۵۶۹،۸۹
خرچ	۳،۵۹۸،۵۸
خسارہ (–)	(–) ۲۸،۶۹

روپیہ شامل کیا جانا باقی ہے۔ بہرحال کُل آمدنی ۵۶۹،۸۹ ,۳ کروڑ روپے اور خراجات ۵۹۸،۵۸ ,۳ کروڑ روپیہ ہے جس کے نتیجہ میں ۲۸،۶۹ کروڑ روپے خسارہ نکل آتا ہے۔

اشیاء ضروری کی تقسیم : سماج کے کمزور طبقات کے افراد کو مناسب یا امدادی قیمتوں پر اشیاء ضروری کی تقسیم کے لئے ۱۰ کروڑ روپیہ مختص کیا جائیگا، اور اس سلسلے میں ایک اسکیم بھی مرتب کی جارہی ہے۔ دیہی بجلی فراہمی میں مولا پرورا کو آپریٹیو الیکٹریسٹی کمپنی کو ہوئے نقصانات کی تلافی کے لئے ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران ۸ کروڑ روپے کی مالی امداد دیئے جانے کی ضرورت ہے۔ عدلیہ عہدیداروں کی نظر ثانی شدہ شرح تنخواہ کے لئے ۱،۰۲ کروڑ روپے کی رقم درکار ہوگی۔

مندرج طبقات کی بہبودی :

مندرج طبقات کی فلاح و بہبودی اسکیمات زیر عمل لانے کے لئے ریاستی منصوبہ میں خاطر خواہ گنجائش نکل آنے پر ہی خصوصی مربوط منصوبوں کے لئے مرکز سے خصوصی امداد مل سکتی ہے۔ اسی حقیقت کے پیش نظر ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران مرکزی امداد کے متوقع تخمینہ کی بنیاد پر ریاستی منصوبہ میں ۸،۷۰ کروڑ روپے کی رقم فراہم کرنی ہوگی۔ اس طرح مذکورہ سال میں کم از کم ۲۷،۸۲ کروڑ روپے کی زائد رقم درکار ہوگی۔ ظاہر ہے مجموعی خسارہ ۲۸،۶۹ کروڑ روپے سے بڑھ کر ۵۶،۵۱ کروڑ روپے ہو جائیگا۔

وسائل میں اضافہ :

مرکزی بجٹ برائے سال ۸۳-۱۹۸۲ء میں مخصوص معاملات کے لئے امداد اور رعائتیں شامل ہیں۔ ریاستی سطح پر ان اقدامات کے اثرات کا

مطلب ہے ریاستی وسائل میں اضافہ، جس سے ۵ء۰۹ کروڑ روپے کی آمدنی حاصل ہوگی۔ اس کے نتیجہ میں مجموعی خسارہ ۵۶ء۵۱ کروڑ روپے سے گھٹ کر ۵۱ء۴۲ کروڑ روپے رہ جائے گا۔

خسارے کی تلافی کی کوششیں :

بجٹ میں ۵۱ء۴۲ کروڑ روپے کے خسارے کی تلافی کے لئے کچھ اقدامات تجویز کئے گئے ہیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ ریاستی ٹیکسوں کا احاطہ کئے ہوئے وسائل کے استعمال کا جائزہ لینے کے لئے مقرر کردہ کمیٹی کی رپورٹ ۱۹۸۲-۸۳ء کے دوران موصول ہونے کی توقع ہے۔

نئے ٹیکسوں کی تجاویز :

اس بجٹ میں نئے ٹیکسوں کی پیش کردہ تجاویز درج ذیل ہیں :

۱) اسٹیٹ ایکسائز ڈیوٹی :

تجویز یہ ہے کہ دیسی شراب پر ایکسائز ڈیوٹی بڑھا کر ۷ء۲۵ روپے فی پروف لیٹر کی جائے تاکہ زائد رقم کا کچھ حصہ پورا کیا جا سکے۔ اس سے سال ۱۹۸۲-۸۳ء میں ۲۴۷ لاکھ روپے حاصل ہوں گے۔ ڈیوٹی میں اضافے کی وجہ سے ۷۵۰ ملی لیٹر دیسی شراب کی بوتل کی قیمت آٹھ روپے ۵ پیسے سے بڑھا کر آٹھ روپے ۴۵ پیسے ہو جائے گی۔ دیسی شراب بنانے کیلئے مقررہ الکحل کی مقدار ۲۸۰ لاکھ لیٹر سے بڑھا کر ۳۰۰ لاکھ لیٹر کرنے کی تجویز پیش کی گئی ہے۔ اس طرح بنائی جانے والی زائد شراب سے ریاست کو ۲۲۲ لاکھ روپے کا زائد محصول حاصل ہوگا۔ مہاراشٹر سے باہر کی فیکٹریوں میں بنائی جانے والی آئی ایم ایف ایل شراب کی ریاست میں اچھی خاصی مانگ ہے۔ سال ۱۹۸۲-۸۳ء کے دوران متوقع طور پر کل ۱۵ لاکھ لیٹر الکحل سے تیار کی گئی "آئی ایم ایف ایل" شراب، باہر سے ریاست میں موصول اور فروخت ہوگی۔ اس سے ۱۹۸۲-۸۳ء میں ۱۲۸ لاکھ روپے بطور محصول حاصل ہونے کی توقع ہے۔

۸ء۷۵ فیصد پروف اسپرٹ قوت دار بیئر پر ایکسائز ڈیوٹی ۴ روپے فی لیٹر سے بڑھا کر ۵ روپے کرنے کی تجویز پیش کی گئی ہے۔ اسی طرح ۸ء۷۵ فیصد سے زیادہ پروف اسپرٹ والی بیئر پر ڈیوٹی ۴۵ روپے فی پروف لیٹر الکحل سے بڑھا کر ۶۰ روپے فی پروف لیٹر الکحل کرنے کی تجویز ہے۔ ایک اندازے کے مطابق سال ۱۹۸۲-۸۳ء کے دوران بیئر کی کھپت ۴۰۰ لاکھ لیٹر ہوگی۔ اس طرح ۴۰۰ لاکھ روپے کے زائد آمدنی کی توقع ہے۔

۲) تاڑی دار درختوں پر محصول :

سیندی کے درختوں پر سالانہ شرح محصول فی درخت ۱۰ روپے سے بڑھا کر ۳۰ روپے اور ناریل و پام کے درختوں پر سالانہ شرح محصول فی درخت ۲۰ روپے سے بڑھا کر ۶۰ روپے کرنے کی تجویز پیش کی گئی ہے اس سے ۳۰ لاکھ روپے کے زائد محصول کی توقع ہے۔

۳) بدیسی شراب :

بدیسی شراب پر ٹرانسپورٹ فیس سے ۷۵ لاکھ روپے بطور زائد محصول حاصل ہونے کی امید ہے۔

۴) تھانے۔ کھاڑی پل پر ٹال ٹیکس :

مجوزہ اضافہ یکم اپریل ۱۹۸۲ء سے نافذ العمل ہوگا اور اس سے ۱۲۰ لاکھ روپے مزید آمدنی ہوگی۔

۵) ٹی۔ وی پر ٹیکس :

ہر ٹیلی ویژن سیٹ پر سالانہ ننوّے روپے ٹیکس عائد کرنے کی تجویز رکھی گئی ہے۔ تعلیمی اداروں اور حکومت کے کسی فلاحی پروگرام کے تحت استعمال کئے جانے والے ٹیلی ویژن سیٹ اس ٹیکس سے مستثنیٰ رکھے جائیں گے۔ اس سے توقع ہے کہ سالانہ ایک کروڑ روپے بطور زائد محصول حاصل کیا جائیگا۔

۶) پیشہ ورانہ ٹیکس :

سیلس ٹیکس ایکٹ کے تحت رجسٹر شدہ تمام بیوپاریوں پر یکساں شرح سے سالانہ ڈھائی سو روپے پیشہ ورانہ ٹیکس عائد کرنے کی تجویز ہے۔ اس سے مزید ۲ کروڑ روپے محصول حاصل ہونے کی امید ہے۔

۷) بکری ٹیکس :

زیادہ تر متمول طبقہ کے استعمال میں آنے والی بعض اشیاء پر بکری ٹیکس میں اضافہ کرنے کی تجویز پیش کی گئی ہے۔ ان میں خاص چائے، کافی، تاش کے پتے، چشمے، ہتھیار، تھرمول رائفل، ریزر بلیڈ وغیرہ شامل ہیں۔ بجلی کے سامان کی طرح مشینری اور اوزاروں پر بھی دس فیصد ٹیکس عائد کرنے کی تجویز پیش کی گئی ہے۔ توقع ہے کہ اس سے مزید ۶ کروڑ روپے کی آمدنی ہوگی۔

مندرجہ بالا اقدامات کے نتیجہ میں آمدنی کے زائد ذرائع کے باوجود ۲۲۳ء۱۷ کروڑ روپے کے منظور شدہ مصارف منصوبہ میں ۱۸ء۲۰ کروڑ روپے کا فرق باقی رہ جاتا ہے۔ ۳۶۳ کروڑ روپے کے وسیع تر منصوبے کو پورا کرنے کے لئے محصول کی رقم قدرتاً اور زیادہ ہوگی۔

یعنی ۵۹۶۰۳ کروڑ روپے ایسے بڑے منصوبے کو زیرِ عمل لانے کیلئے اضافی ذرائع اکٹھا کرنا ہوں گے۔

ڈاکٹر سبرامنیم نے کہا کہ مزید ذرائع آمدنی نیز ٹیکس چوری روکنے کے لئے خاص اقدامات کئے جائیں گے۔

سرکاری، نیم سرکاری اور پبلک سیکٹر اداروں کی خدمات کی فیس نیز انسپکشن فیس، لائسنس فیس، سرٹیفکیٹس فیس وغیرہ بڑھائی جائے گی۔ حکومت مزید اداروں جاتی مالیاتی ذرائع نکالے گی نیز حکومت کے اخراجات میں کفایت برتے گی۔ بقایا جات کی وصولی تیز کرنا ہوگی۔ ٹیکسوں کے بقایا جات تقریباً ۱۳ کروڑ روپے اور قرضوں کی رقم ۱۱۱ کروڑ روپے نکلتی ہے۔ امداد باہمی میدان میں سینٹ لینڈ ڈیولپمنٹ بنک کی وصولیابی بقایا جات برائے سال مختتمہ جون ۱۹۸۱ء لگ بھگ ۳۵ فیصد اور سینٹرل کوآپریٹو بنکوں کی چالیس فیصد رہی۔

وزیرِ مالیات نے اس سے قبل بتایا کہ حکومت یکم مئی ۱۹۸۲ء سے لازمی طور پر گروپ انشورنس اسکیم نافذ کرنے کا فیصلہ کر چکی ہے۔

۱۹۸۲-۸۳ء کے سالانہ منصوبہ کے مصارف ریاست کے ذرائع اور مرکزی امداد سے پورے کئے جائیں گے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(روپے کروڑ میں)

سالانہ منصوبہ ۱۹۸۲-۸۳ء

الف:

i) ریاست کے اپنے ذرائع	... ...	۱۰۶۹۶۰۵
ii) زائد ذرائع آمدنی	... ...	۷۹۶۲۵
iii) ایل آئی سی کا اضافی قرض	... ...	۲۶۹۱

ب:

مرکزی امداد —

i) عام امداد	... ...	۱۳۲۶۰۳
ii) بیرونی امداد بابتہ پروجیکٹ	... ...	۴۸۰۶۳
iii) مجموعی ذرائع	... ...	۱۳۲۲۶۱۰

اوپر دیئے گئے زائد ذرائع آمدنی میں ایم ایس آر ٹی سی کی جانب سے کرائے میں اضافہ کے باعث وصولی نیز ایم ایس ای بی کی جانب سے ٹیرف کی تجدید، قرضوں کی وصولی اور ٹیکسوں کے بقایا جات کی وصولیابی شامل ہے۔

اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے وزیرِ مالیات ڈاکٹر سبرامنیم نے فرمایا کہ "معزز اراکین کے سامنے یہ بجٹ پیش کرتے مجھے بڑی مسرت ہوئی۔ یہ مثبت ترقی کی سمت پیش رفت کی علامت ہے تاکہ ہماری قوم کے کمزور ترین طبقات کو سماجی اور معاشی سطح پر حق و انصاف ملے۔ وہ برسہا برس سے دکھ، بیماری اور غربت سے دوچار ہیں۔ سوراج ابھی تک ان کے حق میں بامعنی نہیں ہوا۔ لہٰذا، حکومت کا نصب العین یہی ہے کہ جس حد تک ممکن ہو ان وعدوں کو پورا کیا جائے جو ہمارے دور کی مخلص اور حوصلہ مند رہنما شریمتی اندرا گاندھی نے اُن سے کئے ہیں۔ میں اتنا کہنے کی جسارت کروں گا کہ پہلی مرتبہ ہمارے بجٹ میں ہماری قوم کے غریب ترین لوگوں پر اتنی توجہ دی گئی ہے جو غربت کی مصیبت جھیل رہے ہیں، اُن لوگوں کی خوشحالی کی خاطر خاص طور سے ۲۶۱ کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے، یہی ہمارا فرض اولین ہے۔ لیکن لوگوں کے تمام طبقات کی جانب سے جذبۂ خیرسگالی اور عملی تعاون کے بغیر یہ کام انجام نہیں پا سکتا۔ لہٰذا اس ایوان کے دونوں ہی جانب معزز اراکین سے میری مخلصانہ اپیل ہے کہ مہاراشٹر کی شاندار روایات کے مطابق ایسے معاملات میں جماعت، ذات پات، مذہب اور فرقہ واریت سے بالاتر رہیں۔ فرد اور سماج کو لازماً مل جل کر کام کرنا چاہیئے۔ بقول امر شاعر اقبال ؎

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے، تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں!

'مہاراشٹر' بہ معنی رشٹر مہا اور راشٹر (یعنی عظیم۔ قوم) سے مل کر بنا ہے۔ ہمیں فخر ہے کہ مہاتما جیوتبا پھلے اور بابا صاحب امبیڈکر جیسے نامور مصلحین، گیانیشور، نامدیو، ایکناتھ اور تکارام جیسے امر سنت اور جھانسی کی رانی لکشمی بائی جیسے ویر مہاراشٹر میں گذرے اور اس سرزمین کو اپنے قدموں سے پوتر تا دی۔ لوکمانیہ تلک جیسے وطن پرست اور چھترپتی شیواجی مہاراج جیسے شجاع، مدبر اور دانشور فرمانروا نے شمعِ حبِ وطن، رواداری اور سیکولرازم کی جوت جلائی۔ اسے روشن رکھنا ہمارا مقدس فرض ہے۔ ہم یہی راہِ عمل اختیار کریں اور آنے والی نسلوں میں بھی یہی جذبہ رہے، یہی ہمارا نصب العین ہے جسے پورا کرنا ہے۔ ہم غریبوں اور ناداروں کے تئیں خلوص و محبت اور جذبۂ ہمدردی کے ساتھ سخت محنت اور لگن سے یہ کام سر انجام دے سکتے ہیں۔ سامرتھ رام داس نے اپنے 'داس بودھ' میں ہمیں یہی نصیحت کی ہے:

कष्टेंविण फळ नाही । कष्टेंविण राज्य नाही ।
केल्याविण होत नाही । साध्य जनी ॥

مہاراشٹر بجٹ بابت ۸۳-۱۹۸۲ء
نظرثانی شدہ تخمینہ جات

رقم کروڑ روپے میں

	بجٹ تخمینہ جات ۸۲-۱۹۸۱ء	نظرثانی شدہ تخمینہ جات ۸۲-۱۹۸۱ء
(الف) محصول کھاتہ ۔		
آمدنی (بشمول اضافی جمع)	۲۲۵۸٫۴۴	۲۳۷۸٫۲۶
خرچ	۲۰۴۸٫۳۸	۲۲۶۳٫۶۸
(بچت) +	(+) ۲۱۰٫۰۶	(+) ۱۱۴٫۵۸
(ب) اصل کھاتہ ۔ بشمول عام کھاتہ (خالص آمدنی)		
آمدنی	۷۴۸٫۴۲	۸۲۱٫۶۰
خرچ	۹۱۸٫۲۷	۹۶۶٫۱۳
(خسارہ) -	(-) ۱۶۹٫۸۵	(-) ۱۴۴٫۵۳
ج) کُل رقم		
آمدنی	۳۰۰۶٫۸۶	۳۱۹۹٫۸۶
خرچ	۲۹۶۶٫۶۵	۳۲۲۹٫۸۱
خسارہ / بچت ...	(-) ۴۰٫۲۱	(-) ۲۹٫۹۵
(د) اضافی بار		
(الف) غیر بجٹ منصوبہ مصارف	۳۸٫۶۳	... .
(ب) دیگر لوازمات	۲۶٫۰۰	... .
کُل خسارہ (-)	(-) ۲۴٫۴۲	(-) ۲۹٫۹۵

مجموعی طور سے چھٹے منصوبہ کے لئے مصارف کی مناسبت سے سالانہ منصوبہ ۸۳-۱۹۸۲ء درج ذیل ہے :

کروڑ روپے

سیکٹر ۱	پانچ سالہ منصوبہ ۸۵-۱۹۸۰ء ۲	سالانہ منصوبہ ۸۳-۱۹۸۲ء ۳
۱) زراعت اور متعلقہ خدمات	۵۰۳٫۳۵	۱۳۵٫۹۰
۲) امداد باہمی	۵۷٫۴۴	۱۶٫۵۷
۳) آب پاشی اور سیلاب روک تھام ...	۱,۱۳۹٫۲۶	۲۶۱٫۰۰
۴) بجلی	۲۰۱۵۷٫۰۰	۴۳۰٫۰۰
۵) صنعت اور معدنیات	۱۹۲٫۱۶	۴۲٫۹۵
۶) نقل وحمل اور مواصلات	۴۴۰٫۶۰	۷۱٫۵۱
۷) سماجی اور اجتماعی خدمات	۱,۶۴۹٫۹۵	۳۵۴٫۰۳
۸) معاشی اور عام خدمات	۳۵٫۲۴	۱۰٫۲۱
میزان کل :	۶,۱۷۵٫۰۰	۱,۳۲۲٫۱۷

نئی ٹیکس تجاویز

بدیسی شراب (محصول اداشدہ) پر ٹرانسپورٹ فیس

مد	موجودہ شرح	نئی شرح
i) اسپرٹ (بوتل میں)	۱۷ پیسے فی لیٹر	۵۰ پیسے فی لیٹر
ii) صاف اسپرٹ	۲۲ 〃 〃 〃	۶۰ 〃 〃 〃
iii) وائن	۸ 〃 〃 〃	۲۵ 〃 〃 〃
iv) تیز شراب	۴ 〃 〃 〃	۱۵ 〃 〃 〃

(II) یکم اپریل ۱۹۸۲ء سے تھانے کھاڑی پل پر ٹیکس حسب ذیل ہے:

موٹر گاڑیوں کا درجہ	موجودہ شرح	مجوزہ شرح
۱۔ اسکوٹر اور موٹر سائیکل	۵۰ پیسے	۲ روپے
۲۔ لائٹ موٹر گاڑیاں		
(جن کی وضاحت بی۔ ایم۔ وی۔ ٹی ایکٹ میں ہے)		
(الف) موٹر کار اور ٹیکسی	۲ روپے	۵ روپے
(ب) ٹریکٹر ... ۲۰۰۰ کلوگرام سے کم وزن	۲ 〃	۵ 〃
(ج) ٹریلر ... ۲۰۰۰ کلوگرام سے کم وزن	۲ 〃	۵ 〃
(د) بس اور گڈس وہیکل جن کا وزن ۲۰۰۰ کلوگرام سے زیادہ نہ ہو	۲ 〃	۵ 〃
۳) مذکورہ بالا ۱ اور ۲ میں درج گاڑیوں کے سوا تمام دیگر موٹر گاڑیاں جن کی وضاحت بی۔ ایم۔ وی۔ ٹی ایکٹ میں ہے:	۲ روپے	۱۰ روپے

(III) بیشتر متمول طبقہ میں استعمال ہونے والی بعض اشیاء پر شرح ٹیکس حسب ذیل ہے:

مد	موجودہ شرح	نئی شرح
۱۔ خاص چاء و کافی	۶ فیصد	۱۰ فیصد
۲۔ تاش	۸ 〃	۱۲ 〃
۳۔ چشمے، سن گلاسیز، گاگلز، لینسیز، کنٹیکٹ لینسیز، کمپونینٹس اور ان کے حصے	۶ 〃	۸ 〃
۴۔ ہتھیار بشمول رائفل، ریوالور، پستول، بارود اور اجزاء وغیرہ	۱۲ 〃	۱۵ 〃
۵۔ ریزرس، حصے اور ریزر بلیڈس ...	۶ 〃	۸ 〃



تقسیم و تفہیم

• غلام صوفی حیدری

ہنومان بستی، ڈاکٹر انصاری روڈ
اکولہ (مہاراشٹر)

اگر جنون کو اقسامِ فہم سے "فہم بدر" بھی کر دیا جائے تو بھی فہم کی یوں تقسیم ہوگی۔

۱) راست فہمی (۲) کج فہمی (۳) زود فہمی (۴) دیر فہمی
۵) کُند فہمی (۶) زائد فہمی (۷) کم فہمی (۸) غلط فہمی۔ ایک رشتہ میں منسلک ہونے کے باوجود ہر قسم ایک دوسرے سے مختلف ہے ع

خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد

چونکہ عمر بھر میں پہلی مرتبہ ہم سمجھداری کی باتیں کر رہے ہیں اس لئے کیوں نہ 'راست فہمی' سے شروع کریں۔

راست فہمی:

راست فہمی کا دوسرا نام 'صحیح فہمی' ہے۔ اصل میں یہ اتنی سیدھی سادی بات ہے کہ اس سلسلے میں نہ تو موشگافیوں کی ضرورت ہے نہ زبان درازی کی۔ میں نے آپ کی شان میں قصیدہ لکھا، آپ نے اپنی مبالغہ آمیز تعریف سمجھی۔ میں نے آپ کی ہجو لکھی، آپ نے اُسے حقیقت پر مبنی خیال سے تعبیر کیا۔ بس اسی کو 'راست فہمی' کہتے ہیں۔ راست فہمی کسی چڑیا کا نام نہیں۔ اگر اپنے طریقۂ فہمائش کی کراس چیکنگ کی خاطر اُلٹے طرف سے سمجھائیں تو یہ کہنا ہوگا کہ راست فہمی' یہ نہیں کہ ع

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد

آیا خیالِ شریف میں؟

کج فہمی:

'کج فہمی' کا ذکرِ خیر شروع کرنے سے پہلے ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں اس لئے کہ ممکن ہے ہم 'کج فہم' حضرات سے اچھی باتیں کریں اور وہ انھیں بُری سمجھ لیں۔ ہم ان کے اوصافِ حمیدہ بیان کریں اور وہ اپنے عیوبِ خمیدہ متصوّر فرمائیں، ہم ان کی موافقت و معاونت کریں اور وہ اسے مخالفت و منافقت تصوّر کرلیں، ایسے حضرات کی عزّت و آبرو کی بھرپور عقیدت کے ساتھ (WITH DUE RISPECT) میرا مشورہ تو یہ ہے کہ کسی واحد متکلم کو اپنی جیب میں کم از کم ایک پتھر رکھنا بھولنا نہیں چاہیئے کہ وقتِ ضرورت کام آئے۔

اس سلسلے میں ایک مُشاعرہ کا تذکرہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ ایک مشہور غزل گو شاعر نے اپنی غزل کا حاصلِ مشاعرہ مطلع پڑھا۔ ایک نوجوان سامنے بیٹھا ہوا تھا، سخنور تو نہیں سخن فہم تھا غالب کا طرفدار بھی نہیں تھا، لیکن غالب پر تقیسِس لکھ کر پی۔ ایچ ڈی ہو چکا تھا۔ شاعر کی زبان سے شعر ادا ہوا ہی تھا کہ اس نوجوان نے بیساختہ داد دے دی۔ نہ جانے شاعر صاحب کو اقسامِ فہم میں سے کونسی "فہمی" ہوئی کہ ارشاد ہوا "میاں پہلے شعر سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرو پھر داد دو۔"

اس 'کج فہمی' کا نوجوان کے پاس کیا جواب تھا۔ شراب تو تھی نہیں، خون کا گھونٹ پی کر رہ گیا۔

زودفہمی: ع

خدا کی دین کا موسیٰؑ سے پُوچھئے احوال

خدا کی دین کا موسیٰؑ سے احوال پُوچھئے اور ضرور پُوچھئے اور تفصیل سے پُوچھئے۔ مابدولت کو کوئی اعتراض نہیں، لیکن بندہ پرور 'زود فہمی' بھی خدا کی دین ہے۔ آپ ایک جملہ زبان سے ادا کیجئے اور مخاطب ایک منٹ میں اس نتیجہ پر لانگ جمپ (LONG JUNP) مار دیتا ہے کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ کہانی سے پہلے کہانی کا حاصلِ مطلب بیان کر دیتا ہے کسی بات کا خیال آنے کی دیر ہے کہ ہندی کی چِندی کر دیتا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک اور کالج کا مشاعرہ یاد آگیا، شاعر جو ٹھیرا، تو کیا اقبو نجیوں کی محفل یاد آتی۔ اس وقت کے وزیر شری دیرالے نے اس مشاعرہ کا افتتاح کیا تھا۔ ممبئی کی ایک نوجوان شاعرہ غزل سَرا تھیں۔ شاعرہ حسین اور غزل حسین تر۔ ماحول رنگین۔ ان مقویات نے دل و دماغ پر وہ جادو کر دیا تھا کہ شاعرۂ موصوفہ اپنی غزل کا مصرعِ اولیٰ مرہونِ لب کرتیں اور مصرعِ ثانی بے ساختہ میری زبان سے ادا ہو جاتا۔ بعض اہلِ مشاعرہ کو ممکن ہے یہ خیال ہوا ہو کہ مجھے وہ غزل

یاد ہوگی. لیکن آج بھی میں ہر قسم کی قسم کھانے کو تیار ہوں کہ اس سے پہلے میں نے وہ غزل پڑھی تھی نہ سُنی تھی۔

منظور ہے گذارشِ احوالِ واقعی !
اپنا بیاں حُسنِ طبیعت نہیں مجھے

اصل میں یہ غزل ہی اتنی بولتی ہوئی تھی کہ جب شاعرہ شعر کا پہلا مصرع پڑھتیں تو غزل اپنا مصرع ثانی خود ادا کر دیتی۔

بعض حضرات اس قدر زود فہم ہوتے ہیں کہ عوام کو اُن کی زُود فہمی پر سحر آفرینی کا گمان ہونے لگتا ہے ؏

خط کا مضموں بھانپ لیتے ہیں لفافہ دیکھکر

دیر فهمی :

دیر سے سمجھنے کے فن کو ’دیر فہمی‘ کہا جا سکتا ہے. بعض اوقات کسی چیز کے سمجھنے میں اتنی دیر ہو جاتی ہے کہ سمجھ سے افادیت بھی حاصل نہیں کی جا سکتی۔ مثلاً ایک طالب علم امتحان دے رہا ہے۔ ایک سوال حل کرنے کی کوشش میں بعد از خرابیٔ بسیار وہ سوال اس کے دماغِ شریف میں آجاتا ہے لیکن وقت ختم ہونے کی وجہ سے ممتحن اس کے ہاتھ سے پرچہ چھین لیتا ہے، غالباً ایسے ہی موقع کے لئے کسی دل جلے نے کہا ہوگا ؏

مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلّہ، خود باید زد !

لیکن شکر ہے اس مالک کی بارگاہ میں کہ اس نے تصویر کا دوسرا رُخ بھی رکھا ہے، کبھی کبھی ایسا بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ دیر فہمی سے غلطی کا احتمال کم ہو جاتا ہے، شاید اسی لئے صاحب ادراک لوگوں نے کہا ہے ۔ ”دیر آید درست آید !“

اور بھئی! بعض حضرات اس جانب اتنی دور چلے جاتے ہیں کہ بقول اُن کے ”صبح کا بھولا شام کو گھر چلا آئے تو اُسے بھولا نہیں کہتے ۔“

کُند فهمی :

جی میں آتا ہے کہ اس قسم کو فہم و ادراک کی اقسام میں سے بیک جنبشِ قلم ختم کر دوں، لیکن کوتاہ مغزی کے الزام سے بچنے کے لئے اس کا تذکرہ بھی خالی از داستان نہیں کیا جا سکتا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ دیر فہمی اور کُند فہمی میں خط شناخت کھینچنا کوئی ایسے ویسے ڈرائنگ ماسٹر کا کام نہیں۔ دوسرے معنی میں یہ دستر ے کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے۔ یہاں اس دھار پر چلنے کا جادو تو دور رہا دستر ا چلانے کا شرف بھی کبھی حاصل نہیں ہوا۔ کُند ذہن آدمی کے دماغ میں کوئی بات اُتارنا ایسا ہی ہے جیسے آپ کسی پری کو شیشے میں اُتار رہے ہیں۔ کُند ذہن طالب علم سمجھتا ہے لیکن ایک صبر آزما طریقۂ فہمائش کے بعد ۔ یہاں تک کہ بعض اوقات سمجھاتے سمجھاتے ٹیچر کو اپنے لائق ہونے پر شبہ ہونے لگتا ہے، اور بے ساختہ جی چاہتا ہے کہ اپنے لئے لفظ لائق سے پہلے ”نا“ کا اضافہ کر لے بعض ایسے شرنارتھی (DISPLACED MIND) دماغ سے بھی واسطہ پڑتا ہے جو کسی چیز کو نہ سمجھنے کی قسم کھائے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور کسی چیز کو اپنے احاطۂ ادراک میں لینا اپنی ڈائرکٹ انسلٹ (توہین) سمجھتے ہیں۔

دوسروں کے مقابلے میں اسکول کے اساتذہ کو کُند ذہن سے زیادہ واسطہ پڑتا ہے۔ ما بدولت بھی ٹیچر رہ چکے ہیں اور جب سے ہم پر یہ راز منکشف ہوا ہے کہ بھارت کے ایک چھوڑ دو دو صدر اوائل عمری میں ٹیچر رہ چکے تھے اُس وقت سے ہم ہر خط میں اور ہر مضمون میں اپنے نام کے ساتھ سابق ٹیچر لکھنے لگے ہیں، خیر یہ تو جملۂ معترضہ تھا۔ ہاں تو ہماری کلاس میں بھی ایک طالب علم ایسا تھا جس کو حساب سمجھانا اور حساب کا سامنا کرنا تھا، یا زبانِ عشق میں کہیئے تو ایک جوئے شیر لانے کے مترادف اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ایک شیشہ اس کے دماغ میں پیوست کر دیں اور ایک تیشہ اپنے سر پر مار لیں ؏

”سنگ آید بہ جنگ آید“

لیکن خدا بھلا کرے غالب کا ؏

سنگ اُٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

زائد فهمی :

ضرورت سے زیادہ‘ یعنی سرپلس سمجھ کے مالک کو انگریزی میں اوور وائز (OVER - WISE) مراٹھی میں دیڑھ شانہ، دکھنی میں دیڑھ اَکل اور ہندی میں اگاڈ کہتے ہیں ۔ اور میرے خیال شریف میں دنیا کی مختلف زبانوں میں مختلف مترادفات ہوں گے۔

یوں تو زائد فہمی کے غیر دانشمند مظاہرے آئے دن ہوتے رہتے ہیں اور بیشمار مثالیں مشاہدات میں آتی رہتی ہیں لیکن یہاں ہم طوالت کے خوف سے ایک دو مثالوں پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ ملازمت کے لئے ایک انٹرویو تھا‘ ہم سے پوچھا گیا ’تمہارا نام کیا ہے..“ ہم نے فوراً جواب باثواب میں اکبرؔ الہ آبادی کا قطعہ دہرا دیا ؎

نہیں یہ پوچھا کوئی تمہارا نام ہے کیا
نہ یہ کہ نام بزرگوں کا اور مقام ہے کیا
تمہارے کام ہیں اچھے تو نام اچھے ہیں
گھرانے اچھے گھر اچھے تمام اچھے ہیں

انٹرویو میں دوسرا سوال تھا 'آپ فی الحال کیا ہیں؟' ہم نے صرف اتنا کہنا ہی کافی نہیں سمجھا کہ فی الحال ہم پہلے ہندوستانی ہیں اور پھر شاعر، بلکہ مزید یہ بھی کہا ؎

سو پُشت سے ہے پیشۂ آبا سپہ گری
کچھ شاعری ہی ذریعۂ عزت نہیں مجھے

انٹرویو میں تیسرا سوال ہوا 'آپ کہاں کے باشندے ہیں؟' ہم نے عرض کیا ؎

دلّی جو ایک شہر تھا عالم میں انتخاب
رہتے تھے منتخب ہی جہاں روزگار کے
جس کو فلک نے لوٹ کے برباد کر دیا
ہم رہنے والے ہیں اسی اُجڑے دیار کے

اور انٹرویو کا نتیجہ جاننے ہو کیا ہوا۔ وہی پلاس کے تین پتّے اور اس طرح ہم کامیابی کے ساتھ ناکام (SUCCESSFUL RETREET) واپس چلے آئے۔ ہمیں آج بھی یاد ہے کہ انٹرویو لینے والے صاحب نے ہمارے ہر جواب پر یہ کہہ کر داد دی کہ 'آپ ٹو دی پائنٹ (جتنا سوال اتنا ہی جواب دیجئے) جواب دیجئے، سوال از آسمان اور جواب از ریسماں' قسم کے جواب نہیں چاہئیں'۔

لیکن ہمیں تو "سوال از آسمان جواب از زمین" کی نسل کے جواب باثواب دینے کی عادت ہے' اپنی سمندر فہمی (VASTKNOWLEDGE) سے "شبنم جوابی" تشنہ خیز معلوم ہوتی ہے۔ ہمیں دریا کو کوزے میں بند کرنا، کلیا میں گڑ پھوڑنے کے مترادف معلوم ہوتا ہے' اور پھر صاف صاف بات تو یہ ہے کہ انٹرویو میں ہم اپنے شاعر و ادیب ہونے کے اعتراف کروانے کا موقع کیسے کھو دیتے۔

لیکن زمانہ بھی کسی عاشقِ صادق کی شبِ ہجر کی کروٹوں کی طرح کیا کروٹیں بدلتا ہے۔ ہر چیز بدل جاتی ہے اور تو اور اقدار بدل جاتے ہیں کل کی اچھائی آج کی بُرائی سمجھی جاتی ہے۔ ابھی کل ہی کی تو بات ہے ایک کارواں غزنی میں ٹھہرا ہوا تھا، محمودؔ نے ایازؔ کو یہ پوچھنے کے لئے روانہ کیا کہ قافلہ کہاں سے آیا ہے، تو ایازؔ نے نہ صرف یہ کہ یہ قافلہ کہاں سے آیا تھا کہاں جا رہا تھا، کتنے آدمی تھے، کتنی عورتیں تھیں، کتنے بچے تھے وغیرہ وغیرہ سب پوچھ لیا۔ اگر ایاز کو ملازمت کے سلسلہ میں آج انٹرویو دینے کا موقع آتا تو غریب (OUT RIGHT) ایک دم ریجیکٹ (نامنظور) کر دیا جاتا۔ آج کی ذہانت (INTELLIGENTIA) کا تو یہ کہنا ہے کہ جتنی انفرمیشن محمودؔ نے طلب کی تھی ایاز کو قافلے سے ٹو دی پائنٹ (نقطہ بہ نقطہ) اتنی ہی معلومات حاصل کرنی چاہئے تھی۔ تازہ ترین تاریخی تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ ایاز 'زائد فہمی' کا (OVER-WISDOM) پرانا مریض تھا۔

کم فہمی:

'کم سخنی' تو اچھی بات ہے لیکن 'کم فہمی' کو بھی وہی درجہ دیا جائے تو وہ ایک بڑی ٹریجڈی ہوگی۔ کم فہمی ایک اچھے خاصے معمر آدمی کو بھی بچہ بنا دیتی ہے۔ بچہ نے اگر کسی سے لڑائی جھگڑا کیا بھی تو یہ کہہ کر اس کی گلو خلاصی ہو جاتی ہے کہ بچہ ہے کم سمجھ ہے لیکن کوئی سنِ بلوغ سے نوازا ہوا شخص کم فہمی کا شکار ہو جائے تو دنیا اس کو "کم سمجھ" کے نام سے یاد کرتی ہے اور اس غریب کو یہ "طوقِ تعریف" گلے میں لٹکائے لٹکائے اور یہ "تمغۂ مفاخرت" سینہ پر لگائے لگائے پھرنا پڑتا ہے۔

میرے ایک ہم وطن تھے، تھے تو دنیا کے سات شریفوں میں سے، لیکن سمجھ میں دس بیس گرام کم بھرتے تھے ان کا نام تھا "احمد نسیم"، زندہ دلانِ وطن اُن کو "احمق نسیم" کے نام سے پکارتے تھے، لیکن وہ اللہ کا بندہ برسرِ پیکار تو کیا، برسرِ آواز تک نہ ہوتا۔

ایک قصہ گو نے رات بھر 'لیلیٰ مجنوں' کی داستان سُنائی، اختتام پر ایک صاحب نے پوچھا 'لیلیٰ مجنوں' آپس میں کون تھے: بھائی بہن؟ اس سے زیادہ کم فہمی کی اور کیا مثال دی جاسکتی ہے۔ اس لئے زیادہ کیا لکھوں باقی خیریت، چھوٹوں کو دُعا اور بڑوں کو سلام۔

غلط فہمی:

'غلط فہمی' تمام اقسام میں ایک نوع دلچسپ ہے، یوں تو گندم خوری کی ازلی غلطی کے ارتکاب کے باوجود انسان حرفِ غلط سے ہمیشہ متنفر رہا ہے غلطیوں کے بار بار دُہرانے کے باوجود غلطی کے نام سے انسان کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں، لیکن غلط فہمی ہی وہ غلط کاری ہے جس سے اتنی چھوت چھات نہیں برتی جاتی۔ غلط فہمی کی بھی دو اقسام ہیں ایک ایسی غلط فہمی، جس کے دُور ہو جانے سے آدمی کو سکون محسوس ہوتا ہے اور دُورِ ابتلاء کا افسوس بھی۔ دوسری قسم عجیب ہے' اگر اندرونی یا بیرونی وجوہات میں سے کسی بھی سبب سے اس کی غلط فہمی دُور ہو جائے تو اس کو غیر شعوری طور سے دُکھ اور افسوس ہوتا ہے اور وہ غلط فہمی دور کرنے والے پر باخواہش خواستہ یا بادلِ ناخواستہ جھنجلا اٹھتا ہے' اس کو اس مخمور نوجوان کی طرح محسوس ہوتا ہے جس کو بلا کسی وجہ کے بھرپور

نیند سے جھنجوڑ کر جگا دیا گیا ہو۔ عالمانِ کلام و مفتیانِ شرح حروف و الفاظ نے اس قسم کی غلط فہمی کا نام 'خوش فہمی' بھی رکھا ہے۔

مُردہ بشکلِ زندہ ہوں اور اپنے عذاب سے خالی بھی نہیں، اس لئے دوسروں کے خواب میں جانے سے پہلے اپنے ہی عذاب سے خالی ہو جانا چاہتا ہوں، یعنی شروع کرتا ہوں ساتھ اللہ کے نام کے، اوائلِ عمری کی اپنی غلط فہمی سے۔

بچپن کی بات ہے جب مجھ پر جھوٹ بولنا فرض نہیں ہوا تھا، جمعہ کے جمعہ نماز کو جاتا اور کسی بھی طرح پہلی صف میں نماز ادا کرتا۔ شیرینی لینے کے لئے ہجوم میں گھسنے کی وہ بُری پرانی پریکٹس تھی نا! چند ماہ ایسا ہی چلتا رہا۔ ایک دن بعدِ مغرب اپنے ایک ہم عمر سے "بال بحث" ہو گئی، میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، اپنے آپ کو پہلی صف کا نمازی ڈکلیر کر دیا۔ مولوی صاحب قبلہ قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے دخل در نامعقولات فرماتے ہوئے گویا ہوئے "میاں پہلی صف کا نمازی وہ نہیں جو جمعہ کے جمعہ ہفتہ میں ایک بار نماز پڑھتا ہو، بلکہ پہلی صف کا نمازی وہ ہے جو نہ صرف پنجگانہ نماز کا عادی ہو بلکہ تہجد و اشراق بھی ادا کرتا ہو۔ اس طرح میری پہلی غلط فہمی دُور ہو گئی، اور میں اس ثواب سے بھی دستبردار ہو گیا جس کے لئے میں اپنے جملہ حقوق محفوظ سمجھتا تھا۔

فنِ سخنوری میں بھی 'غلط فہمی' کا زیادہ احتمال ہوتا ہے شعرائے کہنہ مشق کو تو چھوڑیئے۔ گذرگئی گذران کیا ڈیوڑھی کیا میدان۔ مبتدی حضرات کو انتباہ کیا جاتا ہے کہ غلط فہمی کا شکار ہونے سے پہلے مدافعتی اقدام کریں۔

آپ مشاعرے میں غزل سرا ہیں اور نغمہ سرا بھی۔ آپ کی آواز، بہت پیاری ہے اور صورت بھی بُری نہیں۔ لوگ آپ کو ترنم پر داد دے رہے ہیں اور اِدھر آپ کو غلط فہمی ہو رہی ہے کہ آپ پہلی صف کے شاعر ہیں۔

مجھے ۲۵ جنوری ۱۹۳۲ء کے روزنامہ خلافت، کا "باغ و بہار" کا کالم آج بھی یاد ہے، لکھا تھا:

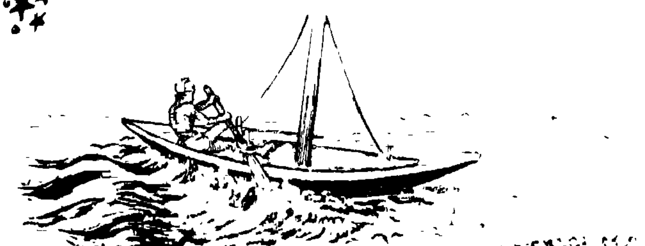
"چل پر چل۔ چل پر چل۔ خدا کی خدائی میں۔ محمدؐ کی مصطفائی میں۔ دور پر دور۔ دور پر دور بہت دور ایک گاؤں ملتا ہے، جس کا نام ہے کھام گاؤں وہاں آجکل غالب و اقبال پیدا ہو رہے ہیں اسی صف کے ایک شاعرِ اعظم نے اپنی غزل برائے اشاعت روانہ کی ہے وغیرہ وغیرہ..."

اس قسم کے واقعات آئے دن ہوتے رہتے ہیں۔ آپ کسی بھی اخبار کے ایڈیٹر سے تصدیق کر لیجئے۔

مُبتدی ادبا کو بھی با ادب با ملاحظہ ہوشیار کیا جاتا ہے کہ اس خطرے کے نشان سے دُور رہیں۔ اس کارِ خیر میں وہ بھی اپنے بزرگوں (شعراء) سے پیچھے نہیں۔ ادبی حلقے میں تو 'غلط فہمی' نے وبائی شکل اختیار کر لی ہے، مبتدیوں کا تو یہ حال ہے کہ ہر ڈرامہ نویس اپنے آپ کو آغا حشر، ہر نقاد نیاز فتحپوری اور ہر مزاحیہ نگار شوکت تھانوی سمجھ رہا ہے، اور ہر لبلبہ اپنے آپ کو جگر مراد آبادی سے کم سطح کا شاعر نہیں سمجھتا۔

ایک ماہرِ نفسیات کا قول ہے کہ 'غلط فہمی' بظاہر احساسِ برتری پیدا کرتی ہے لیکن حقیقت میں یہ ہوتا ہے 'احساسِ کمتری'

"خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے"



قارئین کیلئے ضروری اعلان

'قومی راج' میں "قارئین کی رائے" کا سلسلہ جاری ہے۔

آپ قومی راج میں شائع شدہ کسی بھی مضمون یا کالم پر اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے ہیں اور یہ بھی لکھ سکتے ہیں کہ آپ کس قسم کی تخلیقات کو پسند اور کس قسم کی تخلیقات کو ناپسند کرتے ہیں۔

حکومت کی کسی اسکیم پر بھی آپ بحث کر سکتے ہیں اور اس سلسلے میں اپنی تعمیری رائے کا اظہار بھی کر سکتے ہیں۔ بس یہ خیال رکھیئے کہ آپ کا خط ۳۰۰ سے زائد الفاظ پر مشتمل نہ ہو۔ اپنے خطوط آپ اس پتہ پر روانہ فرمائیں:

مدیر، پندرہ روزہ 'قومی راج'، نیو ایڈمنسٹر بیٹو بلڈنگ،
۱۵ واں منزلہ، مقابل منترالیہ، ممبئی ۴۰۰۰۳۲

[redacted]

تبصرہ

تبصرہ نگار: ریاض احمد خاں

ماہنامہ "کتاب نما" کا خصوصی شمارہ

ڈاکٹر سیّد عابد حسین

پبلشر: مکتبۂ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۲۵
قیمت: سولہ روپے

ڈاکٹر سیّد عابد حسین مرحوم، قوم کے اُن معماروں میں سے تھے جنہوں نے اپنی خداداد ذہانت وصلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے تعلیمی، علمی اور ادبی میدان میں گرانقدر خدمات انجام دیں اور ہمارے لئے ایک بیش قیمت ورثہ چھوڑ گئے۔ ڈاکٹر ذاکر حسین، ڈاکٹر عابد حسین اور پروفیسر محمد مجیب، ان تینوں برگزیدہ شخصیتوں نے اپنی زندگی کو جامعہ ملیہ اسلامیہ کے لئے وقف کر دیا اور پروان چڑھایا۔ اس ادارہ سے علم وادب کے سوتے آج بھی پھوٹ رہے ہیں، اور ملک وقوم اس سے فیضیاب ہو رہے ہیں اور ہمیشہ ہوتے رہیں گے۔

ڈاکٹر عابد حسین مرحوم پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری وساری رہے گا، مگر مکتبۂ جامعہ نے ان پر یہ خصوصی نمبر شائع کر کے جو کام کیا ہے اس کا بدل مشکل ہی سے ملے گا۔ اس خصوصی شمارے میں بیشتر مضامین اُن صاحبِ فکر ادیبوں کے ہیں جنھیں کسی نہ کسی طرح عابد حسین کے ساتھ رہنے کا، پڑھنے کا اور اُن سے مستفیض ہونے کا موقع ملا ہے۔ یقیناً، ایسے ہمعصروں کے قلم سے لکھے جانے والے مضامین لاجواب ہیں اور عابد صاحب کی زندگی کے ہر پہلو کو اُجاگر کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے 'کتاب نما' کا یہ خصوصی شمارہ ایک نایاب شمارہ تصوّر کیا جائے گا۔

اس خصوصی شمارے کی زینت اس کا سب سے پہلا مضمون "عابد صاحب چند یادیں" ہے، جو پروفیسر محمد مجیب کا لکھا ہوا ہے۔ مجیب صاحب نہ صرف اُن کے رفقاء میں سے تھے بلکہ ان کے ساتھ ہی حصولِ علم کے لئے جرمنی بھی تشریف لے گئے تھے۔ یقیناً اُن کے ذہن میں محفوظ یادیں، تازگی لئے ہوئے ہیں جن کا قاری پر اثر لازمی ہے۔ اسی طرح عبدالسلام قدوائی ندوی کا مضمون۔ "سیّد عابد حسین مرحوم"، ضیاء الحسن فاروقی کا مضمون "مرحوم عابد صاحب" پاکستان کے صاحبِ طرز ادیب مرزا ادیب، عابد صاحب کے عقیدت مند معین الدین حارث، پروفیسر مشیر الحق، انور صدیقی، خواجہ احمد عباس، ڈاکٹر شمیم حنفی، صالحہ عابد حسین، ڈاکٹر مظفر حنفی، احمد علی علوی (پاکستان)، ڈاکٹر صغرا مہدی، حیات لکھنوی اور سیّدہ فرحت کے مضامین اپنی اپنی جگہ قابلِ تحسین ہیں۔

ان مضامین کے بعد ڈاکٹر سیّد عابد حسین کی چند تخلیقات اور خطوط بھی اس خصوصی شمارے میں شامل ہیں جو ان کی فکر ودانش اور خلوص و محبت کا پتہ دیتے ہیں۔

یہ خصوصی نمبر کرنل بشیر حسین زیدی کی زیرِ نگرانی ترتیب دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر صغرا مہدی نے بطور مہمان ایڈیٹر شرکت کی ہے اور صلاح کاروں میں صالحہ عابد حسین، ڈاکٹر شمیم حنفی اور ولی شاہجہانپوری شامل ہیں۔ ۱۵۶ صفحات پر مشتمل یہ خصوصی نمبر ڈاکٹر عابد حسین کی خدمت میں شایانِ شان خراجِ عقیدت ہے اور ادب میں ہمیشہ قدر کی نگاہوں سے دیکھا جائیگا۔

یہ خصوصی نمبر مکتبۂ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی نمبر ۲۵، اور مکتبہ کی شاخ بمبئی۔ پرنسس بلڈنگ، نزد جے۔ جے اسپتال، بمبئی ۳ سے دستیاب ہو سکتا ہے۔

*

بقیہ "ایر چیف مارشل ادریس حسن لطیف"

میں بیس بیس آڑائیں بھریں اور سیلاب سے متاثر مصیبت زدگان کو بروقت ہر طرح کی امداد پہنچاتے رہے۔ تمام دستیاب عملے کو اس کام پر لگا دیا گیا تھا۔ آپ کی کارگذاری میں یہ راحت کام بھی ایک یادگار کارنامہ سے کم نہیں۔

ائیرفورس کی ملازمت سے سبکدوش ہونے کے چند دنوں بعد ہی حکومت نے بحیثیت رکن، از سرِ نو تشکیل شدہ پبلک انٹرپرائز سلیکشن بورڈ میں آپ کی نامزدگی کا اعلان کیا۔

آپ گھوڑ سواری کے شائق ہیں نیز کرکٹ اور ٹینس کے اچھے کھلاڑی رہے ہیں۔ ہوابازی کے علاوہ فوٹو گرافی سے بھی آپ کو بچپن سے دلچسپی رہی ہے۔ آپ اُردو شاعری کے دلدادہ ہیں، اور آپ کی بیگم بلقیس لطیف، دختر مریم، فرزند اسد اور اصغر بھی آپ کے ہم ذوق ہیں۔

امن

* سروش یزدانی امڑاپوری
امڑاپور (بلڈانہ)
مہاراشٹر

امنِ پھولوں اور غنچوں کا نکھار
امن گیتی اور گردوں کا وقار
امن ظلمت میں چراغِ ضوفشاں
امن تہذیب و تمدن کا ثبات
امن یخ بستہ فضا میں تیز دھوپ
امن فرش و عرش کی شرحِ جمیل
امن موجِ زمزم و آبِ حیات
امن آدم پر رحمت کا نزول!
امن رُوئے ارض کا تزئین کار
امن میں ارض و سماء ہیں باوضو
امن شہرِ تار میں مہ کا ظہور!
امن شاخِ سبز کا شیریں ثمر!
امن خوشبو در بغل نغمہ بدوش
امن بزمِ رنگ و رامش کا رباب
امن نخلِ شوق کی شاداب بیل
امن عارض کی پیشانی کا نور
امن مشرق کی صدف کا ہے گہر
امن کا ہے خوشۂ انجم پہ ہاتھ
امن عطر و مشک و صندل و گلاب
امن پاکیزہ نظر پاکیزہ کیش
امن قول و فعل کا ہے ارتباط
امن ذرّوں کی ضیا تاروں کا نور
امن میں ہے پھولِ آہن کا مزاج
امن طاقِ زیست میں شمعِ شعور

امن ذرّوں اور تاروں کی بہار
امن فطرت کا تخیلِ زر نگار
امن کلفت میں سرودِ بے کراں
امن ثروت اور اُخوّت کی حیات
امن تپتی راہوں پر سائے کا روپ
امن ارض و چرخ کا متنِ اصیل
امن لطف و کیفِ صہبا کا ثبات
امن عشرت بار نصرت کا حصول
امن غازہ بر رُخِ لیل و نہار
امن میں مجبور و محزوں خندہ رو
امن صحنِ رنگ و بو میں رقصِ حور
امن رنگ و نکہتِ گلہائے تر
امن بزمِ کیف دورِ نائو نوش
امن تاباں نور و نکہت کی کتاب
امن حُسن و عشق کا گلریز کھیل
امن برگِ گل پہ شبنم کا ظہور
امن مغرب کے لئے سود و ظفر!
امن سے تسخیر سے نظمِ کائنات
امن نغمہ سازِ مطرب اور رباب
امن سر تا پا کرم انعام بخش
امن حرف و صوت کا ہے اختلاط
امن نکہتِ گل میں صہبا میں سرور
امن میں ہر سنگ ہے رشکِ زجاج
امن قصرِ شوق میں جشنِ سرور

امن فرقِ زیست پر شاخِ نبات
امن شیر و شہد میں ڈوبی حیات

غزل

* احمد میرٹھی
کرشی بھون (سپلائی سیکشن)
مدن موہن مالویہ مارگ، لکھنؤ (یو۔پی)

کاوشوں سے پئے تکمیلِ ہنر کھولا ہے
ہم نے بھی مدرسۂ فکر و نظر کھولا ہے

عالمِ کرب میں بادیدۂ تر کھولا ہے
آکے پردیس سے مدت میں جو گھر کھولا ہے

جادۂ شوق میں تھے کتنے مراحل لیکن
ہم نے کب راہ میں سامانِ سفر کھولا ہے

یک بیک ہو گیا ماحول دِگر جب اُس نے
بابِ میخانۂ افسونِ نظر کھولا ہے

مدتوں فکر کے خاکوں میں نئے رنگ بھرے
تب کہیں اِک نئے اسلوب کا در کھولا ہے

پردۂ شب میں اُجالا تھا ابھی رازِ نہاں
گردشِ وقت نے ہنگامِ سحر کھولا ہے

تبصرے لوگ خدا جانے کریں گے کیا کیا
ہم نے الفاظ و معانی کا جو در کھولا ہے

ایک زردار نے یوں سامنے ناداروں کے
مصلحت کیا ہے جو گنجینۂ زر کھولا ہے

رہگذارِ غمِ ہستی سے گذر کر احمدؔ
عقدۂ زیست بعنوانِ دگر کھولا ہے

[redacted]

قومی یک جہتی

* وصی سیتاپوری
آزاد نگر، سیتاپور (یو۔پی)

قومی یکجہتی سے قائم زندگی میں دلکشی
قومی یکجہتی ہے اِک بہتر اُصولِ زندگی

قومی یکجہتی ہے اپنے ملک کا کارِ عظیم
قومی یکجہتی میں شامل ہیں روایاتِ قدیم

قومی یکجہتی نشاط و کامرانی کی دلیل
قومی یکجہتی مُسرّت شادمانی کی سبیل

قومی یکجہتی کی رو میں بجلیوں جیسی چمک
قومی یکجہتی میں ہے خوشرنگ پھولوں کی مہک

قومی یکجہتی سے مِٹ جائیگا اعلا کا غرور
قومی یکجہتی سے زندہ ہوگا ادنیٰ کا شعور

قومی یکجہتی کا اِک پہلو جمال اور اِک جلال
اس کی حکمت بےمثال و اس کی طاقت لازوال

قومی یکجہتی سے مِٹ جاتے ہیں سب بغض و عناد
قومی یکجہتی کا اِک پہلو ہے قومی اتحاد

قومی یکجہتی میں مضمر ہے مقدّر ہند کا
فخر سے خود آج اونچا ہوگیا سر ہند کا

منحصر ہے قومی یکجہتی پہ بھارت کا وقار
اس سے ہو جاتے ہیں ٹوٹے رشتے کتنے استوار

جب سے قومی ایکتا مقصد ہمارا ہو گیا
ساری قومیں مل گئیں اور ایک دھارا ہو گیا

پہلے اِک اسکیم تھی اب اور بھی محکم بنی
قومی یکجہتی ہر اِک تہذیب کا سنگم بنی

قومی یکجہتی کو اِک اعجاز سمجھا چاہیئے
قومی یکجہتی میں اِک طاقت ہے، دیکھا چاہیئے

ملک اس کو غور سے نزدیک آکر دیکھنا
بھائی چارے ہی کو سب کہتے ہیں قومی ایکتا

قومی یکجہتی کے آنے پر تمامی تن گئے
قومی یکجہتی سے سارے رنج راحت بن گئے

ساکنانِ ہند کو جس پر مکمّل ناز ہے
قومی یکجہتی وہی نعرہ وہی آواز ہے

غزل

* صفدر سعید
انصار لائبریری، انصار روڈ،
اسلام پورہ - مالیگاؤں - ۴۲۳۲۰۳
(ناشک)

خواہشوں کی فصل پیلی ہوگئی
زندگی کتنی سجیلی ہوگئی!

دل کا اِک اِک زخم لو دینے لگا
اور بھی یہ رُت نشیلی ہوگئی

سو گئے تھے آخرِ شب ہم سفر
اب فضا بھی نیلی نیلی ہوگئی

پھر ہوا سے کٹ گئی زنجیر بھی
آہنی تحریر گیلی ہوگئی

رفتہ رفتہ اس کے آنے کی خبر
چاندنی کچھ اور پیلی ہوگئی

حرف آخر یہ ہوا اصرار جب
بات نکتے کی رذیلی ہوگئی!

زندگی اِک خواب ہے صفدر سعید
سوچتے ہی آنکھ گیلی ہوگئی

غزلیں

٭ محمد عثمان آزاد اعظمی
چریاکوٹ، ضلع اعظم گڑھ (یو۔پی)

تاروں سی جبیں والے غنچوں سے دہن والے
نظریں تو ملا ہم سے او حسنِ سخن والے

جھک جھک کے قدم لینا مجھ کو بھی پتہ دینا
جب تم کو ملیں یارو! تہذیب کہن والے

مرنے بھی نہیں دیتے جینے بھی نہیں دیتے
رکھتے ہیں کشاکش میں گیسو پہ شکن والے

سونے کی طرح مجھ کو کستے ہیں کسوٹی پر
شیشے کے مکاں والے پتھر کے بدن والے

یوں دل کے شبستاں میں کھلتے قدم کوئی
دھرتی پہ اترتے ہوں جیسے کہ گگن والے

پچھم کے پجاری ہیں پورب کے مکیں سارے
جائیں تو کہاں جائیں ہم گنگ و جمن والے

مغرور اجالوں کا ٹوٹے گا بھرم اک دن
سورج کے امیں ہوں گے سینے کی جلن والے

پردیس میں لپٹی ہے یوں یادِ وطن دل سے
موجود وطن میں ہوں جیسے کہ وطن والے

اے آزاد! نہیں آساں ہمرازِ چمن ہونا
کانٹوں کی زباں سمجھیں پھولوں کی لگن والے

٭ تمکین الرحمٰن تمکین
ریزرو بینک آف انڈیا، ڈپارٹمنٹ آف
اسٹیٹکس، پوسٹ بکس نمبر ۱۶۶۰۴
ورلی، ممبئی ۔ ۴۰۰۰۱۸

تری وفاؤں کو آزمانا، وہ میں نہیں تھا
جو آندھیوں میں دیئے جلانا، وہ میں نہیں تھا

جو تیرے دامن میں جذب ہوتا وہ اشک تھا میں
جو تیرے جوڑے کا پھول پانا، وہ میں نہیں تھا

مری وفاؤں کو یاد رکھتے، وہ تم نہیں تھے
بچھڑ کے تم سے جو بھول جانا، وہ میں نہیں تھا

تمہاری یادوں کے دائرے میں رہا ہمیشہ
جو اپنے محور سے دور جانا، وہ میں نہیں تھا

میں زرد پتہ ہوں اک خزاں کا یہ جانتا ہوں
گئی بہاروں کے گیت گانا، وہ میں نہیں تھا

سمیٹ لایا ہوں اس کے سارے غموں کو تمکین
جو اپنی خاطر اسے رلانا، وہ میں نہیں تھا

٭ منظر سلطانپوری
لایا باد پاور ہاؤس،
دھنباد ۔ ۸۲۸۱۰۱

کالی، سفید، آدھی کٹی تحریر دیکھ لے
آ، اس طرف میرا خطِ تقدیر دیکھ لے

دھندلا یا سا چہرہ ہے شکن ابروؤں پہ ہے
گزری رتوں کی اک ذرا تصویر دیکھ لے

پاؤں تلے سے فرش سرک کر الگ ہوا
قائم ابھی ہے کیا؟ ذرا شہتیر دیکھ لے

قندیل کے عوض ہیں کتابیں پڑی ہوئی!
ہے بس یہ میرے کمرے کی تنویر دیکھ لے

پھیلے ہوئے ہیں چاروں طرف بیت کے مکاں
مجھ کو ملی ہے کیسی یہ جاگیر دیکھ لے

[redacted]

★ آفتاب عالم اجمیری - ہینس روڈ، بمبئی

[ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر کی عظیم شخصیت سے متاثر ہو کر]

اب ایسے لوگ شہرِ دنا میں کہاں رہے
مٹ کر بھی جن کا نام سدا جاوداں رہے

سورج کی طرح چمکے کبھی کہکشاں رہے
ہم لوگ جس زمیں پہ رہے آسماں رہے

دل میں ترا خیال جو ہر دم جواں رہے
ظلمت کدے میں نور کا سیلِ رواں رہے

عمرِ عزیز تجھ پہ لٹادی یہ سوچ کر
جاتی ہے جان جائے مگر جاوداں رہے

ہے یہ حریمِ حسن ادب چاہیئے یہاں
جاتی ہے جان جائے مگر جاوداں رہے

وہ فاصلے سدھار گئے گلشنِ حیات
وہ فاصلے جو ترے مرے درمیاں رہے

یہ کہکشاں یہ ستارے، قمر اور آفتاب
سب آپ ہی کے حسن کی پرچھائیاں رہے

★ ضمیر الدین ساجد
مومن پورہ، اکولہ (مہاراشٹر) ۴۴۴۰۰۱

لمحہ الٰہی کوئی مسرت اثر نہ دے
دینا ہے زندگی کو تو غم مختصر نہ دے

بےکیف سا ہے جذبۂ احساسِ زندگی
رنج و الم جو گردشِ شام و سحر نہ دے

ان کا نیاز میرے غموں کا علاج ہے
بے سود ہے دوا تو مجھے چارہ گر نہ دے

ویرانے یادِ عہدِ گذشتہ کے آگئے
ذوقِ جنوں کہیں مجھے عزمِ سفر نہ دے

ہوں تنگ قید و بند کی پابندیوں سے میں
پرواز پر جنوں مجھے مجبور کر نہ دے

ایسی کمالِ حسن سی رعنائیاں کہاں
اے جلوۂ بہار فریبِ نظر نہ دے

آئے جہاں میں کون ہے ساجد کسی کے کام
دل میں خدا خلوص کا جذبہ اگر نہ دے

★ قمر سنبھلی
۱۵۳۸، نئی سڑک، دہلی ۱۱۰۰۰۶

واقف نہیں ہیں مصلحتوں کی زباں سے ہم
اترے ہوئے ہیں یوں نگہِ دوستاں سے ہم

لہجے میں خوشبوؤں کے رہی گفتگو سدا
مرہم کا کام لیتے رہے ہیں زباں سے ہم

بنکر صدائے دشت پلٹ آئیں دستکیں
باندھے ہوئے تھے آس کسی اجڑے مکاں سے ہم

فصلیں سروں پہ دھوپ کی اگتی رہیں سدا
چنتے رہے ہیں پیاس کے کانٹے زباں سے ہم

کچھ تو گئی رتوں کی نشانی بھی ساتھ ہو
پتے سمیٹ لائے ہیں کچھ گلستاں سے ہم

آواز دیکے دیکھ خلاؤں سے تو کبھی !
لوٹ آئیں گے صدا پہ تری دشتِ جاں سے ہم

شیشے تمام سنگزنوں کی نظر میں تھے
دل کو بچا ہی لائے سلامت وہاں سے ہم

راس آگئی ہے دشتِ سخن میں سلگتی دھوپ
بچ بچ کے چل رہے ہیں قمر سائباں سے ہم

غزلیں

غزلیں

★ جاوید بخاری
دبھاگیہ بھاشا سنچالنالیہ ، ناگپور

ہوں گے اور بھی لیکن اُن کے چرچے اتنے عام نہیں!
سارے شہر میں تنہا یارو اک ہم ہی بدنام نہیں

ہم جیسے تیرہ بختوں کا اس دنیا میں کام نہیں
جن کے آگے صبح نہیں اور پیچھے جن کے شام نہیں

کچھ تو ملتی آنکھوں کو دو اشکوں کی ہی بھیک سہی
شاید اپنی قسمت میں اتنا اچھا انعام نہیں

ٹھنڈی دھوپ سراپا اُن کا، قامت جیسے شاخِ گل
سارے شہر میں اُن کے جیسا کوئی بھی گلفام نہیں

کس نے نیند اُڑا دی اُن کی، لوٹا کس نے دل کا چین
مکھڑے پردہ صبح نہیں اور زلفوں میں وہ شام نہیں

★ غلام غوث خاں راہی
روم نمبر ۱۹ تا ۲۱ خدیجہ ولا،
لوور نسبت روڈ، مجگاؤں
ممبئی نمبر ۴۰۰۰۱۰

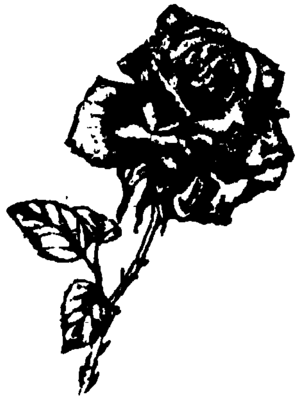
آلامِ زندگی سے تو بچنا محال ہے
سب کا جو ہو رہا ہے وہی اپنا حال ہے

خوددار پس رہے ہیں خود اپنے ہی بوجھ سے
کم ظرف کامیاب ہیں واللہ کمال ہے

طوطی کی کیا بساط نقاروں کے سامنے
کوّے چہک رہے ہیں چمن پہ زوال ہے

کس کو پڑی ہے کون سُنے کوئی اچھی بات
اس دورِ خرابات میں اچھوں کا کال ہے

راہی کو ہے اُمید کہ اس خار زار میں
پنہاں چمن کے شجر پہ گلوں کا جمال ہے



★ شمس غازی آبادی
۵-۱-۱ افتخار منزل، بھٹہ اتو خاں
غازی آباد (یو۔پی)

متاعِ عشق و اُلفت میں خیالِ بیش و کم کیسا
جفا کیسی، وفا کیسی، ستم کیسا، کرم کیسا

خلش کیسی، یہ اشک و آہ کیسے، رنج و غم کیسا
یہ سرمایہ بنامِ عشق میرے محترم کیسا؟

مقدر کی پریشانی کا مطلب اور ہی کچھ ہے
نہ پیشانی پہ بل آئے تو پھر ابرو میں خم کیسا

زمانہ اس حقیقت تک پہنچ جائے تو اچھا ہو
رکھا جاتا ہے مشکل سے، نہ رکھیے تو بھرم کیسا

کبھی شطرنج کے پیدل کسی نے لوٹتے دیکھے
پلٹ آئے جو میدانوں سے وہ ثابت قدم کیسا

اگر اُن کی ادا سے کوئی نسبت ہے، تو پھر کیا ہے
خوشی کا پیش خیمہ ہے، حقیقت میں اَلم کیسا

کوئی لے سی یقیناً ہے نوائے سازِ امکاں میں
وگرنہ بربطِ دل کی صدا میں زیر و بم کیسا؟

عقیدت سے جدھر جھک جائیں آنکھیں ہے اُدھر کعبہ
نگاہِ عشق و مستی میں صنم کیسا حرم کیسا

محبت روز مصلوب فنا ہوتی ہے دنیا میں
کسی کی دل لگی کے سب یہ ساماں ہیں ستم کیسا!

قریب آ تو گئے ہیں، شمس منزل کے مگر توبہ!
ملا ہے راستے میں زندگی کے پیچ و خم کیسا

خبریں ۔ تصویروں میں



وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے حال ہی میں ممبئی میں غریب ترین موچیوں کو لیدر انڈسٹریز ڈیولپمنٹ کارپوریشن آف مہاراشٹر کی جانب سے قرض رقومات اور سلائی مشینیں پیش کیں. زیر نظر تصویر میں دائیں سے بائیں وزیراعلیٰ بابا صاحب بھوسلے، ایڈوکیٹ نارائن راؤ ایس چوان' چیرمین ایل آئی ڈی سی او ایم شری ایس. این. دیسائی' وزیر مملکت برائے امداد باہمی اور رلا بھدار موچی' شری شنکر گاؤڈلے.

وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے' بائیکلہ ممبئی میں ۳ مارچ کو آتشزدہ جھونپڑپٹی کا معائنہ کرتے ہوئے. وزیراعلیٰ کے دائیں جانب میئر ڈاکٹر ایے. یو. میمن اور دائیں سرے پر شری لیلادھر دیاس' نائب وزیر برائے ہاؤسنگ اور جھونپڑپٹی سدھار.



وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے ۷ مارچ کو ممبئی میں سنچری مل کے مختلف شعبوں کا دورہ کیا. اس مل کے ۳۰۰۰ ورکروں میں سے تقریباً ۱۰۰۰ ورکر' وزیراعلیٰ کی اپیل پر کام کے لئے حاضر ہو گئے ہیں۔

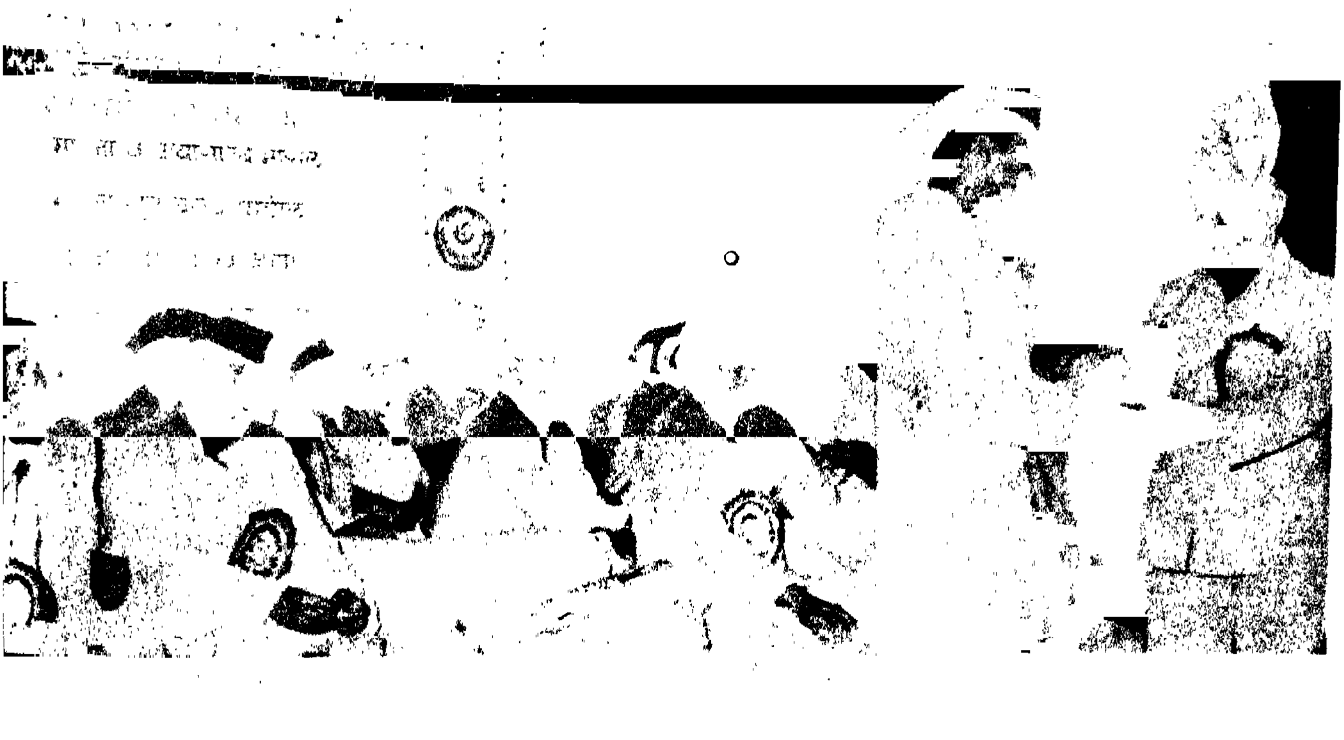




وزیراعلیٰ، بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے ۲۱ فروری کو ضلع پونے کے فساد زدہ بارامتی قصبہ کا دورہ کیا۔ بائیں جانب تصویر میں آپ جامع مسجد میں۔ دائیں جانب آپ میونسپل ہال میں امن کمیٹی سے خطاب فرما رہے ہیں۔ آپ کی دائیں جانب شریمتی رجنی ساتو، نائب وزیر برائے صحت عامہ اور خاندانی بہبود۔ بائیں جانب شری مانک راؤ بھاملے، وزیر مملکت برائے آبپاشی بیٹھے ہیں۔

32L –

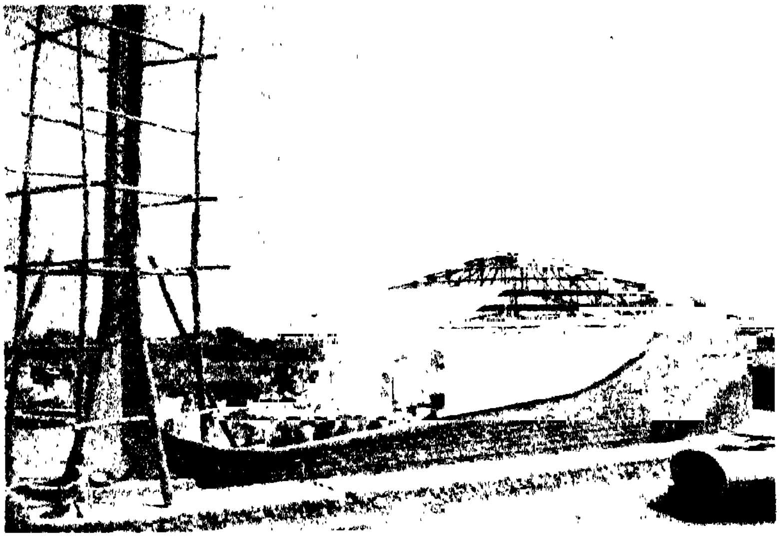
احمد نگر ڈسٹرکٹ سینٹرل کوآپریٹو بینک کی سلور جوبلی تقریب کے موقع پر ۲۷ فروری کو احمد نگر میں وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے کو مبارکباد دی گئی۔ زیرِ نظر تصویر میں دائیں جانب بینک کے چیرمین شری دینکر راؤ بہال پاٹل، وزیراعلیٰ کا سواگت کرتے ہوئے۔ بائیں جانب پروفیسر ایس۔ ایم۔ آئی۔ اسیر، وزیر برائے ہاؤسنگ اور راترجی، شری گلاب راؤ پاٹل، صدر مہاراشٹر پردیش کانگریس کمیٹی (آئی) اور شری ڈی۔ ڈی۔ چوان، وزیر برائے دیہی ترقی، ٹرانسپورٹ، جنگلات اور سماجی جنگل بانی دیکھے جا سکتے ہیں۔





ڈاکٹر سبرامنیم، وزیر مالیات کُل ہند صنعتی
تنظیم کے زیر اہتمام حال ہی میں اوبرائے ٹاور میں
میں منعقدہ ایک اجلاس سے خطاب فرما رہے
ہیں۔ شری ایس۔ بی۔ چوان، مرکزی وزیر برائے
منصوبہ بندی، جنھوں نے اس اجلاس کا افتتاح
فرمایا، آپ کے دائیں جانب تشریف فرما ہیں۔

*



*

مہاراشٹر کے مختلف مقامات پر زیر تعمیر ۲۰۴
شہیدوں کی یادگاروں کا کام تکمیل کے قریب ہے۔
زیر نظر تصویر ضلع ایوت محل کے ایک مقام پر زیر تعمیر
یادگار کی ہے۔ حال ہی میں یادگار کمیٹی کے سکریٹری
شری رام جی پاٹل بھی یہاں آئے تھے۔

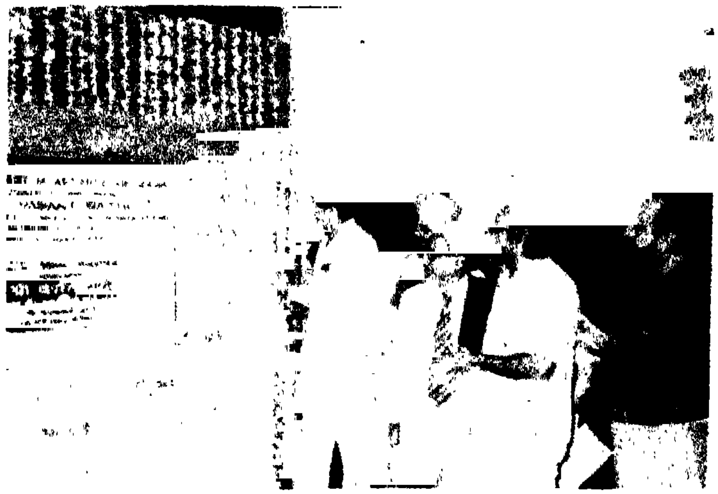
*

*

شری بی۔ ایم۔ گائیکواڑ، وزیر محنت، ایک
بیروزگار سیکیورٹی گارڈ کو قرضہ کی رقم عطا کر رہے
ہیں۔ قرضہ جات سیکیورٹی گارڈز بورڈ کی ایک
اسکیم کے تحت ممبئی عظمیٰ اور تھانے ضلع کے
ایک ایسے ہی امداد طلب اشخاص کو دیئے جاتے
ہیں۔ شری یشونت شیر کر، نائب وزیر محنت بائیں
جانب دیکھے جا سکتے ہیں۔



مرکزی وزیر اطلاعات و نشریات شری
وسنت ساٹھے نے پُونے میں ۱۳ مارچ کو نیشنل
فلم آرکیوز کی عمارت کا سنگِ بنیاد رکھا





اسی روز 'چترویدہ' کے زیرِ اہتمام شری جبّار
پٹیل کو 'پدم شری' کے خطاب سے نوازے جانے پر
ان کے اعزاز میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا۔ زیرِ نظر
تصویر میں مرکزی وزیر شری وسنت ساٹھے شری جبّار
پٹیل کو ایک شال پیش کر رہے ہیں۔ دائیں جانب
شری باسو بھٹّاچاریہ تشریف فرما ہیں۔

شری شیواجی ایس۔ موگھے، نائب وز
برائے قبائلی بہبود، سماجی بہبود اور خصوصی
ایک ضعیف اور محتاج شخص کو قرض کی رقم
رہے ہیں۔ یہ قرضہ جات مہاتما پھلے پسماند
طبقات کی فلاحی انجمن کے تحت پاردینا
ضلع ایوت محل میں پسماندہ طبقات کے
اور نادار لوگوں میں تقسیم کئے گئے۔





رکن مجلس قانون ساز آنجہانی اناّ صاحب پاٹل کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لئے ۲۸ مارچ ۱۹۸۲ء کو مانڈوی میں وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے کی زیر صدارت ایک عام تعزیتی جلسہ منعقد ہوا۔ زیر نظر تصویر میں بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے۔ سابق وزیر اعلیٰ شری شرد پوار بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔



نائب وزیر برائے صحتِ عامہ شریمتی رجنی ستاتو نے ۲۹ مارچ کو 'مہاراشٹر سیجیوالیہ کرمچاری سنگھٹن'، کی جانب سے منترالیہ میں منعقدہ 'عطیۂ خون مہم' کا افتتاح خود خون کا عطیہ دیکر کیا۔ یہ تصویر اسی موقع پر لی گئی تھی۔



چھتر پتی شاہو سہکاری کارخانہ کی جانب سے کارخانہ کے صدر اور رکن مجلس قانون ساز شری وکرم سنگھ گھاٹگے نے ۲۵ مارچ ۱۹۸۲ء کو وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے کو وزیر اعلیٰ فنڈ کے لئے ۴۷,۰۰۱ روپے کا چیک پیش کیا۔ یہ اسی موقع کی تصویر ہے۔

زیرِنظر تصویر میں وزیر برائے ہاؤسنگ و انرجی پروفیسر آتیر، شری جی. ایس. وائیکر کے تیار کردہ 'سیویج پاور پروجیکٹ مشین' کے ماڈل کا معائنہ کرتے ہوئے۔

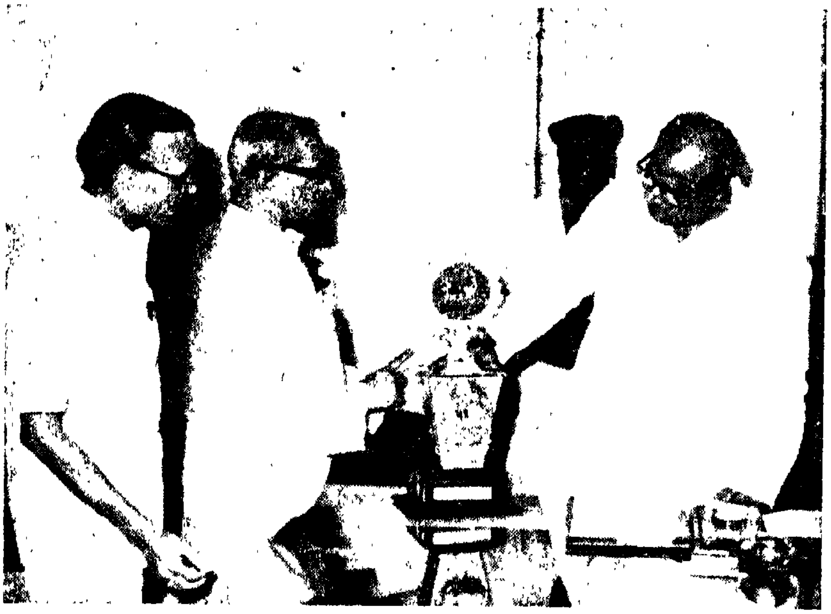




زیرِنظر تصویر میں وزیرِ مملکت برائے امداد باہمی شری ایس. این. دیسائی ۲۷ مارچ کو برلا ماتوشری سبھا گرہا میں مرکنٹائل کوآپریٹو کریڈٹ سوسائٹی لمیٹڈ کی گولڈن جوبلی تقریب میں صدارتی خطبہ دیتے ہوئے۔



حال ہی میں خوجہ خان محمد ہائی اسکول، مانڈوی ہائی اسکول اور جنویل انگلش اسکول کا مشترکہ سالانہ اجلاس منعقد ہوا جس میں ڈاکٹر اے. یو. میمن، میئر بمبئی نے بطور مہمانِ خصوصی شرکت کی۔ تصویر میں آپ اجلاس سے خطاب فرما رہے ہیں۔ آپ کے داہنے جانب پرنسپل زیڈ. عابدین، ڈاکٹر سلیم احمد دھالا اور بائیں جانب مشہور صنعت کار اے. ایچ. تمباکو والا صاحب اور شری لوکھنڈ والا صاحب تشریف فرما ہیں۔



کلکتہ میں منعقدہ تیسرے قومی زراعتی میلے
میں مہاراشٹر کے پویلین کو خصوصی انعام کا مستحق
قرار دیا گیا اور ٹرافی دی گئی۔

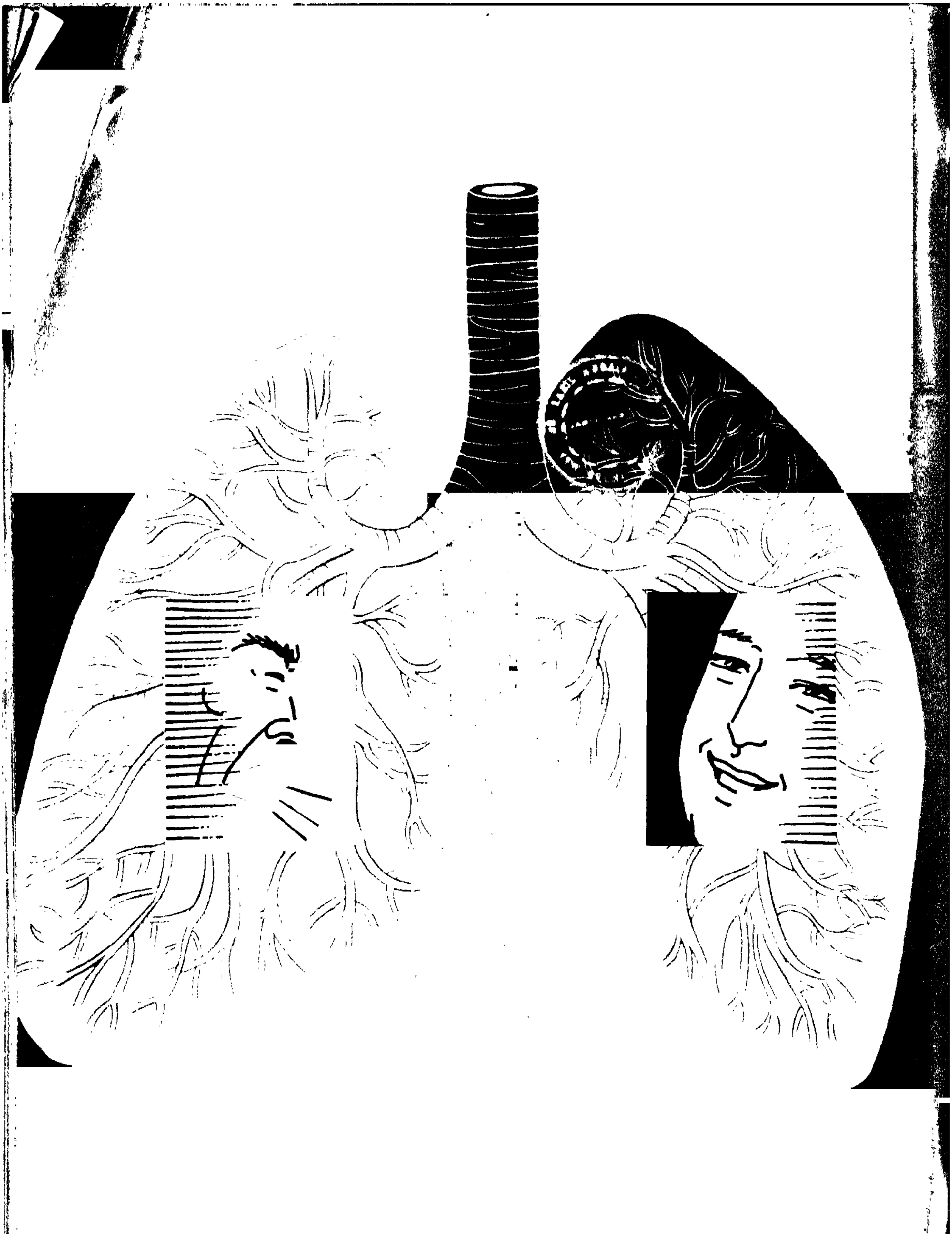
زیر نظر تصویر میں وزیر برائے زراعت و محنت
شری بی. ایم. کانبکواڑ، ۲۴ر فروری کو منترالیہ
بمبئی میں وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے کو
ٹرافی دکھا رہے ہیں۔ ان کے پیچھے شری ایم. کے دیشپانڈے
ایڈیشنل چیف ڈائرکٹر، ڈائرکٹوریٹ جنرل آف
انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز دیکھے جا سکتے ہیں۔

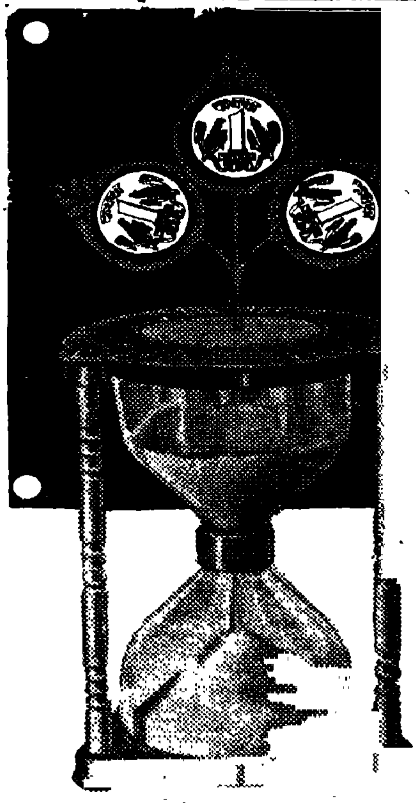


وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے
۲ر مارچ کو سر جے. جے. کالج آف آرٹس، بمبئی
کی ۱۲۵ویں سالگرہ کے موقع پر منعقدہ نمائش
کا افتتاح کیا۔ زیر نظر تصویر میں وزیر اعلیٰ کے
علاوہ (دائیں سے بائیں) شریمتی شرد چندریکا
پاٹل، وزیر برائے تعلیم اور وزیر اعلیٰ کی اہلیہ
شریمتی کلاوتی بھوسلے دیکھی جا سکتی ہیں۔

QAUMIRAJ : Regd. No. MH-BY South-544 *Licence No. 89 for 'without prepayment of postage'*

شائع کردہ: شری ایچ. ایس. نرگند . . ڈائرکٹر جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، حکومت مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی نمبر ۳۲...۴۰۰
مطبوعہ: گورنمنٹ سینٹرل پریس، بمبئی نمبر ۴...۴۰۰





NOW WITH INCREASED RATE OF INTEREST

YOUR MONEY GROWS FASTER IN

POST OFFICE TIME DEPOSITS

(WHERE EVEN RS. 50/- ARE WELCOME)

The interest rates for Post Office Time Deposits have been appreciably increased. Deposits made on or after 2nd March, 1981 will now earn the following higher rates of interest.

PERIOD	RATE OF INTEREST	
1 Year	8.5%	
2 Years	9.5%	Calculated at
3 Years	10.5%	half yearly rest.
5 Years	10.5%	

Millions of our depositors have shown their unflinching faith in us by depositing crores of rupees in our Post Office Time Deposits. **with such high returns & complete security who would'nt?** Join the mainstream by opening an account in the nearest Post Office having a Savings Bank Counter.

SPECIAL FEATURES:

- NO CEILING ON THE AMOUNT OF DEPOSITS. YOU CAN, HOWEVER START EVEN WITH RS. 50.
- INTEREST ON P.O.T.D. IS CALCULATED EVERY SIX MONTHS AND IS PAYABLE ANNUALLY. INTEREST CAN BE DEPOSITED IN POST OFFICE SAVINGS BANK ACCOUNT IN THE SAME POST OFFICE.
- INTEREST UPTO RS. 3,000/- PER YEAR IS FREE FROM INCOME TAX UNDER SECTION 80 (L) OF I. T. ACT
- PREMATURE CLOSURE IS ALLOWED WITH DISCOUNTED INTEREST.
- NOMINATION FACILITY IS AVAILABLE.

SMALL SAVINGS SS SERVE THE STATE & YOUR FAMILY

For details contact,
Directorate of Small Savings,
Govt. of Maharashtra, 8th floor, New Administrative Building, Opp. Mantralaya, Bombay 400 032, Tel. 232537/230290.
Asst. Director of Small Savings or District Savings Officer C/o Collectorates in Maharashtra.
Authorised Agents or the nearest Post Office.

DGIPR/SS/81-82/4 Eng.

قومی راج

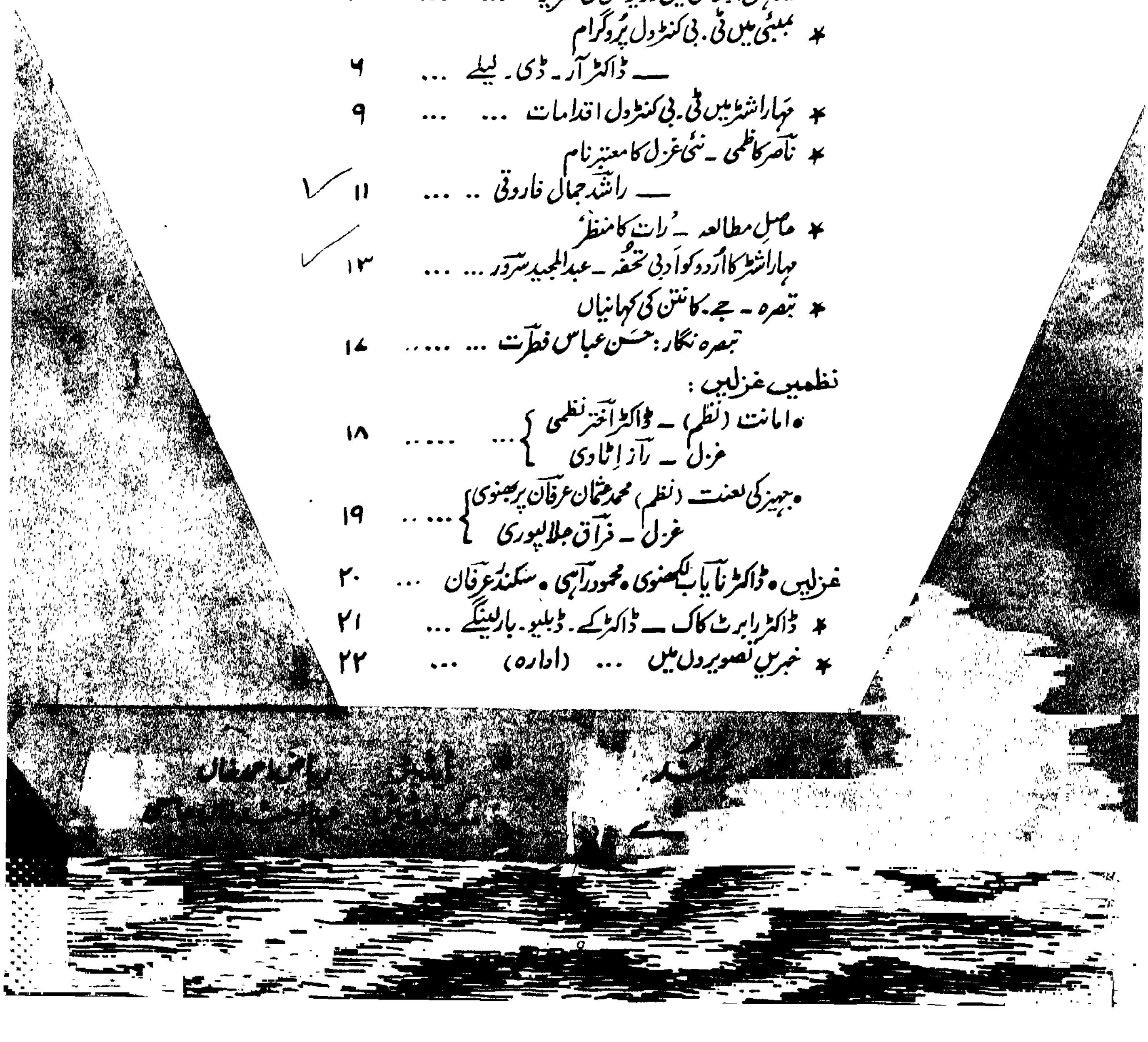
• ہرماہ کی ۱۰؍ اور ۲۵؍ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

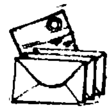
جلد ۹ * شمارہ ۸

سالانہ: دس روپے * فی کاپی: پچاس پیسے

۲۵؍ اپریل ۱۹۸۲ء

ترتیب — صفحہ نمبر





• عبدالعزیز عرفان
اسسٹنٹ ماسٹر، ضلع پریشد ہائی اسکول، آکوٹ، ضلع آکولہ

قومی راج کے سبھی خصوصی شمارے قابلِ تحسین اور قابلِ دید ہوتے ہیں۔ ہر خصوصی اشاعت اپنی نوعیت اور انفرادیت کو برقرار رکھتی ہے۔ جس کے تاریخی مضامین نئی معلومات فراہم کرتے ہیں، مثلاً "شہید خصوصی نمبر" کی مقبولیت میں آپ کی محنت و مشقت کو کافی دخل ہے۔ اس لئے آپ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ جس کی وجہ سے 'قومی راج' میں ایک نیا نکھار اور نیا رنگ دکھائی دیتا ہے اور رسالہ کی خوبصورتی میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی تنقیدی مضامین اور افسانے کی تشنگی محسوس ہوتی ہے اور ہمارے جذبات کا بھی خیال رکھا کیجئے بس یہی کہنا ہے ؎

آپ احسان اتنا اُٹھائے رکھیئے
'راج' کو نظرِ بد سے بچائے رکھیئے

★

• شریف محمد خان
پاتھری۔ ضلع پربھنی (مہاراشٹر)

'قومی راج'، کا خصوصی شمارہ "شہید نمبر" نظروں سے گذرا شمارے کے تمام مضامین نہایت ہی پرکشش انداز میں ترتیب دیئے گئے ہیں۔ اس کے لئے میں آپ کو پُرخلوص مبارکباد دیتا ہوں۔ خاص طور سے "مالیگاؤں اور جنگِ آزادی" بہت پسند آیا۔ "شہید اشفاق اللہ خان" مضمون مبارکباد کا مستحق ہے۔ میں خاص کر قارئین حضرات کی توجہ مضمون 'آزادی کی جد و جہد میں اُردو ادب کا حصّہ" کی طرف مبذول کرنا چاہونگا جو ایک بہترین شاہکار ہے۔

یہ آپ کی محنتوں اور کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ میں اور دیگر احباب آپ کو دلی طور پر ہدیۂ تہنیت پیش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ مستقبل میں 'قومی راج' نہ صرف معلوماتی بلکہ ادبی جریدہ بن کر دن دونی رات چوگنی ترقی کرے۔

★

★ شریمتی نسیم جہاں
گرام: 'فتحا' پوسٹ: ہنومان گنج
جن پتھ۔ الہ آباد (یو۔پی)

'قومی راج'، کا شہید خصوصی نمبر اور ۱۰ر اکتوبر کا مشترکہ شمارہ زیرِ مطالعہ رہا۔ اس شمارہ کا انتخاب اور طباعت اپنی مثال آپ ہے۔ احمد صدیقی کا مضمون بڑا کامیاب اور مفید ہے' اس قسم کے مضامین وقت کی اہم ترین ضرورت ہیں۔ ایس۔ ایم۔ سلیمؔ، ایم۔ اقبال، مختار اور علاء الدین جیسا بڑے' صاحبان کے مضامین بھی دلچسپ ہیں۔ غزلوں کا انتخاب بھی خوب ہے۔ حرمت الاکرام کی نظم اُن کی فن کارانہ صلاحیت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ میری طرف سے آپ دلی مبارکباد قبول فرمائیں۔ آپ کے توسط سے ان فن کاروں کو بھی مبارکباد!

• جی۔ آئی۔ خان۔ ڈی۔ ایم
ہیڈ رو (جائیکواڑی) پیٹھن الیکٹری پروجیکٹ، ناتھ نگر (شمال)
پیٹھن، اورنگ آباد

۲۵ر ستمبر ۱۹۸۱ء کا قومی راج "دن پرانی ہفتہ" نمبر دستیاب ہوا۔ بیحد خوشی ہوئی اور تمام مضامین اپنی اپنی جگہ پر بہترین اور قابلِ تعریف ہیں۔ 'شیروں کی عاداتِ شکار'، جانوروں کی تاریخی اہمیت' اور خاص کر 'جانور اُردو غزل میں'، جنگل کا راجہ' یہ سب مضامین بے حد پسند آئے۔ یہ حقیقت ہے کہ "جنگل کے دلفریب مناظر میں کھو کر انسان شہری زندگی کے ہنگاموں کو بھول جاتا ہے" (شری ستیش چترویدی)، پُرانے زمانے میں رشی مُنی اور راجاؤں نے جنگلات کا رُخ کیا تھا تاکہ انھیں ایک قسم کا رُوحانی سکون درختوں کے گہرے سائے میں مل سکے۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ "زندگی کی روح میں مسکراہٹ پوشیدہ ہے۔ جو مناظر دیکھتے ہی 'واہ واہ' کر بیٹھے"

اور برسوں پہلے تھوریو نے کہا تھا کہ "جنگلات سے دنیا کی بقا قائم ہے" (ستیش چترویدی) دل کو یہ جملہ موہ لیتا ہے۔ تمام نمبروں میں یہ میرا یادگار نمبر ہوگا۔ "دن پرانی ہفتہ" آنکھوں کے سامنے رقص کرتا ہے' کھو جاتا ہوں۔ 'قومی راج' برابر مل رہا ہے' شکوہ نہیں' انتظار رہتا ہے۔

• احمد صدیقی (بی۔اے) ★
۱۶۳۔ منہاج پور۔ الہ آباد (یو۔پی)

قومی راج کا موجودہ سیٹ اپ بہت عمدہ ہے۔ ہاں اکثر قارئین کی اس رائے سے مجھے بھی اتفاق ہے کہ افسانہ بھی اس میں شائع ہونا چاہیئے۔ یقین ہے کہ آپ کی توجّہ ادھر ضرور ہوگی۔ ★



قومی اتحاد و اتفاق ملک کی خوشحالی کا ضامن

قومی یکجہتی اجلاس میں وزیر اعلیٰ کی تقریر

مہاراشٹر کے وزیراعلیٰ شری بابا صاحب بھوسلے نے ۱۷ اپریل کو نئی دہلی میں قومی یکجہتی مجلس کی اسٹنڈنگ کمیٹی کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم یہاں قومی سالمیت و یکجہتی کے موضوع نیز اس پر اثرانداز ہونے والے مسائل پر تبادلۂ خیالات کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ فرقہ واریت، ذات پات اور علاقائی عصبیت جیسے متعدد مسائل ہمیں درپیش ہیں: میری ناچیز رائے ہے اور آپ بھی اس سے متفق ہوں گے کہ اگر مکمل قومی اتحاد و اتفاق کے جذبہ سے کام نہ لیا گیا تو ملک کو خوشحال بنانے کی ہماری تمام تر کوششیں بے معنی ہوکر رہ جائیں گی، یہ وقت کی ایک اہم ضرورت ہے کہ نہ صرف حکومت بلکہ، ہم میں سے ہر ایک کو خود اور متحدہ طور پر قومی یکجہتی کی فضا کو قائم رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے، ذات پات اور زبان کی بندشوں سے بلند ہوکر ملک گیر سطح پر حصول مقصد کی راہ میں حائل دشواریوں کو دور کرنا چاہئے۔

ہماری تمام قومی تحریکوں اور سرگرمیوں کے پیچھے وہی جذبہ کارفرما ہے جسے مہاتما پھلے، سنتوں اور لوکمانیہ تلک، مہاتما گاندھی اور پنڈت نہرو جیسے قومی رہنماؤں نے پروان چڑھایا تھا۔

ہماری ہردلعزیز وزیراعظم ۱۹۶۶ء سے صرف دو سال کے تعطل کو چھوڑ کر متواتر قومی امور کی باگ ڈور سنبھالے ہوئے ہیں۔ اس دو سال کے وقفہ میں بھی یہ ثابت ہوگیا کہ ملک کے لئے آپ کی قیادت لازمی ہے اور اس کا کوئی متبادل نہیں۔ اندراجی ہندوستانی عوام کی اور خصوصاً اقلیت و پسماندہ لوگوں کی تمناؤں، خواہشات اور امیدوں کی ہمنوا اور ہمدرد رہی ہیں۔

خوش قسمتی سے ہمارے یہاں رواداری، ملنساری و ہم آہنگی کی شاندار روایت چلی آرہی ہے۔ کوئی مذہب دوسرے مذاہب کے پیروؤں کے تئیں نفرت کی تعلیم نہیں دیتا، لیکن اگر کبھی کہیں چھوٹا

ہوتا واقعہ پیش آتا ہے تو مفاد پرست عناصر اس کا سہارا لیکر بدنظمی پھیلاتے ہیں اور امن عامہ میں رخنہ ڈالتے ہیں' لہذا ہمیں ملک میں سیکیولرزم کی طاقتوں کو مضبوط کرنا ہوگا اور ان مفاد پرست عناصر سے چوکس رہنا ہوگا کہ وہ کسی واقعہ کو اپنے مقصد کے لئے استعمال نہ کر سکیں۔

جیسا کہ اندرا جی نے ۱۹۷۸ء میں کوچین کے ایک اجلاس میں کہا تھا کہ "بھارت میں سیکیولرزم کا مطلب مذہب دشمنی نہیں ہے ہمارے یہاں سیکیولرزم کا مطلب تمام مذاہب کا یکساں احترام اور سیاست کو مذہب سے الگ رکھنا ہے۔ مذہب سے آگے بڑھ کر ذات پات، علاقائی عصبیت، زبان، رنگ ونسل اور دیگر امتیازات کا خاتمہ کرنا بھی ہمارے سیکیولرزم میں شامل ہے۔ دراصل اس کا مطلب ہے آزادی اور سماجی انصاف کی بنیاد پر جدید زندگی کا تصور"۔

مجھے یقین ہے کہ وزیر اعظم کے یہ خیالات ہر جگہ اور ہر دور میں قابلِ قبول ہوں گے۔ جہاں تک مہاراشٹر کا تعلق ہے ایک طویل عرصے سے یہ ریاست قومی زندگی میں اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ یہ ریاست گجرات، مدھیہ پردیش، آندھرا پردیش، کرناٹک اور گوا سے گھری ہوئی ہے اور ان ریاستوں میں الگ الگ زبانیں رائج ہیں۔

ریاست کا صدر مقام ممبئی صحیح معنوں میں "چھوٹا ہندوستان" ہے۔ ممبئی میں ہندی بولنے والے' اتر پردیش کے صدر مقام کے ہندی بولنے والوں سے غالباً زیادہ ہی ہیں۔

ہم میں قومی جذبہ اور بیداری پیدا کرنے کے لئے لوکمانیہ تلک نے مہاراشٹر میں گنیش اتسو کا تہوار جاری کیا اور اب یہ دس روزہ تہوار مہاراشٹر کے باہر بھی مقبول ہے۔ مختلف ریاستوں سے تعلق رکھنے والے اور الگ الگ زبانیں بولنے والے افراد ایک ساتھ مِلکر یہ تہوار مناتے ہیں اور فرقہ وارانہ اور لسانی ہم آہنگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

میں آپ کو ریاست میں قومی یکجہتی کو فروغ دینے کے لئے کئے جا رہے اقدامات سے روشناس کرانا چاہوں گا۔ نوجوان نسل میں خوش اخلاقی اور باہمی اتحاد واتفاق کو فروغ دینے کے لئے ممبئی یونیورسٹی باقاعدگی کے ساتھ مختلف فرقوں کے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے کیمپ منعقد کرتی ہے۔ اسی مقصد کے تحت اسٹیٹ بورڈ آف لٹریچر نئے ادیبوں کے کیمپ منعقد کرتا ہے۔ اُمید کی جاتی ہے کہ ان اقدامات سے نئی نسل میں روشن خیالی اور قومی جذبہ بیدار ہوگا۔

قومی راج

ہم نے ایک کمیٹی مقرر کی ہے تاکہ وہ مہاراشٹرا اسٹیٹ بیورو آف ٹیکسٹ بکس کی جانب سے مرتب کی جانے والی نصابی کتابوں کی جانچ کر کے معلوم کرے کہ ان میں کہاں تک سیکولرزم، قومی یکجہتی، جمہوری اقدار وغیرہ کا عکس ہے۔ اس ضمن میں چھتر پتی شیواجی مہاراج کی شخصیت خاص طور سے مدنظر ہے جن کے بارے میں خود پنڈت جواہر لال نہرو نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ ایک قومی ہیرو تھے لیکن ان کے مشن کو ٹھیک سے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ کمیٹی نے فی الحال زبان دانی، تاریخ اور شہریت کے موضوعات پر کتابیں جانچنے کا کام شروع کیا ہے۔ کمیٹی کی کوشش یہی ہے کہ کتابوں کا کام جلد از جلد مکمل ہو جائے۔ اسی مقصد کے تحت محکمۂ تعلیم کے افسران کے اجلاس میں بھی اکثر قومی یکجہتی کے موضوع پر زور دیا جاتا ہے۔ نیز ڈائرکٹوریٹ آف ایجوکیشن کو ہدایت دی گئی ہے کہ مختلف سطح پر افسران اپنے اجلاس میں تعلیمی اداروں میں قومی یکجہتی کو فروغ دینے سے متعلق غور کریں اور طریقے وضع کریں۔

قومی یکجہتی کو فروغ دینے میں ریاستی محکمۂ اطلاعات و رابطۂ عامہ بھی خصوصی کوششیں کرتا رہا ہے۔ شاید مہاراشٹر وہ واحد ریاست ہے جہاں ریاست کا پندرہ روزہ رسالہ لوک راج، انگریزی، ہندی، مراٹھی، اُردو، گجراتی اور سندھی' چھ زبانوں میں شائع ہوتا ہے۔ قومیت اور حب الوطنی کے پیغام کو فروغ دینے کے مقصد سے ڈاکٹر اقبال، پریم چند، سورداس اور امیر خسرو پر اس رسالہ کے خصوصی نمبر شائع کئے گئے۔

مجھے یہ بتاتے ہوئے خوشی ہوتی ہے کہ یہ خصوصی نمبر عوام میں بے حد مقبول ہوئے۔ ان جرائد کا چھتر پتی شیواجی مہاراج کی شخصیت پر بھی خصوصی نمبر نکالا گیا۔ جس میں آزادی اور سیکولرزم سے متعلق اُن کے نظریات پر روشنی ڈالی گئی تھی۔

مہاراشٹر میں اُردو اور ہندی کے فروغ کے لئے دو الگ الگ اکاڈمیاں بھی قائم کی گئی ہیں۔

مشاہدہ یہی ہے کہ جہاں کہیں بھی فرقہ وارانہ ذہنیت اور ذات پات کا غلبہ ہوتا ہے وہاں صحت مند رجحانات مشکل ہی سے راہ پاتے ہیں۔ لہذا میری رائے میں سماج میں صحت مند اور ترقی پسندانہ رجحانات کو پروان چڑھانے کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا ضروری ہے تاکہ ہمیں درپیش کئی مسائل کے حل میں مدد مل سکے۔

جن عناصر سے ملک کی سالمیت کو خطرہ ہے اُن کی شناخت کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔ ان کی حوصلہ شکنی اور مذمت کے لئے ایک عوامی

فضا تیار کی جانی چاہیئے، تشدد اور نفرت پھیلانے پر تُلے ہوئے عناصر کو بھی ختم کیا جانا چاہیئے ایسے عناصر کے ساتھ ہم کوئی اور سلوک نہیں کر سکتے سوائے اس کے کہ اُن کی مذمت کی جائے اور انھیں ختم کیا جائے تاکہ ملک میں مذہبی رواداری کو فروغ ہو۔

بسا اوقات حصولِ روزگار کے سلسلے میں پایا جانے والا فرق بھی سماجی کشمکش کا باعث بنتا ہے۔ روزگار کے مواقع میں اضافہ کرنے نیز تمام ضرورتمندوں کو روزگار فراہم کرنے کی تمام تر کوشش کی جانی چاہیئے۔

جیسا کہ ۱۲ر نومبر ۱۹۸۰ء کو قومی یک جہتی کونسل کے اجلاس میں ہماری ہر دلعزیز وزیراعظم نے کہا تھا: "مزید ترقی، مزید تعلیم اور مزید مواقع پیدا کر کے ہی اس مسئلہ کو حل کیا جا سکتا ہے۔"

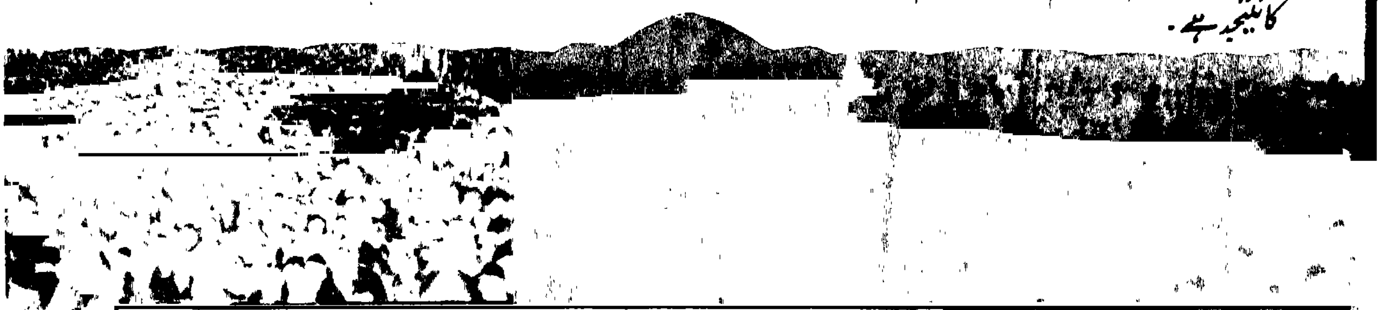
حالانکہ مہاراشٹر میں امن عامہ میں خلل ڈالنے والے چند ایک واقعات ہوئے لیکن مجموعی طور پر حکومت کے تمام تر ضروری اقدامات کے پیش نظر حالات قابو میں ہیں اور صورتحال اطمینان بخش ہے۔ اس کا اعزاز ریاست کے امن پسند عوام اور چھترپتی شیواجی مہاراج کو جاتا ہے، جن کی تعلیمات ہمیشہ 'سرو دھرم سمبھاؤ' کے اُصول کی یاد دلاتی رہتی ہیں۔ میری ریاست میں چھترپتی شیواجی مہاراج کے سیکولر نظریہ کو عام کرنے کے لئے ایک خصوصی کمیٹی کام کر رہی ہے۔ ریاست میں امن و امان کی فضا، نام دیو، رام داس، تکا رام اور دیگر سنتوں کی تعلیمات کا نتیجہ ہے۔

پنڈت جی نے ایک مرتبہ کہا تھا "۶۳۰ ملین لوگ کیا چاہتے ہیں، اس کی فہرست مرتب کرنا آسان ہے آگے چل کر اس میں اختلاف رائے بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ ایک واضح امر ہے کہ وہ غذا چاہتے ہیں، وہ کپڑا چاہتے ہیں، وہ مکان چاہتے ہیں اور صحت چاہتے ہیں ہماری سماجی اور معاشی پالیسی خواہ کچھ بھی ہو، وہ تو صرف اتنا ہی چاہتے ہیں۔ لہٰذا میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ ہمارے ذہن میں صرف ایک پالیسی ہو اور وہ یہ کہ ہمیں ۶۳۰ ملین لوگوں کے لئے کام کرنا ہے، گنتی کے چند لوگوں کے لئے نہیں، کسی گروپ کے لئے نہیں بلکہ ہمیں سب کے لئے کام کرنا ہے اور اُن میں مساوات قائم کرنا ہے۔"

ہماری وزیراعظم اور ہر دلعزیز رہنما شریمتی اندرا گاندھی نے کہا ہے۔ "اگر ہم اپنے ترقیاتی منصوبوں کو تکمیل تک پہنچانا اور اتحاد و استقلال کے ساتھ ترقی کرنا چاہتے ہیں تو قومی یک جہتی ایک عملی ضرورت ہے کسی اور صورت میں ہم درپیش مسائل کا مؤثر حل نہیں نکال سکتے۔"

وزیراعظم کے اس پیغام کے ساتھ میں اس موضوع پر اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔

**



بمبئی میں ٹی۔ بی کنٹرول پروگرام

* ڈاکٹر آر۔ ڈی۔ لیلے



فی الوقت شہر بمبئی میں ۵۰،۰۰۰ اشخاص پھیپھڑوں کے تپ دق میں مُبتلا ہیں جن میں سے ۴۰،۰۰۰ اشخاص کا مرض متعدی ہے۔ بدقسمتی سے اس بیماری میں مبتلا صرف ۳۰ فیصد اشخاص باقاعدہ زیر علاج ہیں جب کہ تقریباً اتنی ہی تعداد میں تپ دق کے شکار مریضوں کا اضافہ ہوتا رہا ہے نتیجہ یہ ہے کہ اس بھیانک مرض میں مُبتلا اشخاص کی مجموعی تعداد میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ ہر سال صرف شہر بمبئی میں ۱۰،۰۰۰ اشخاص اس بیماری سے جانبر نہیں ہو پاتے جبکہ یہ روگ اب بالکل ہی قابلِ علاج ہوچکا ہے۔

تپ دق کی روک تھام کے لئے باقاعدہ اقدامات طے کرنے کی غرض سے بمبئی میونسپل کارپوریشن کے زیر اہتمام سب سے پہلے ۱۹۰۱ء میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ قومی سطح پر نیشنل ٹی۔ بی۔ کنٹرول پروگرام بھی تقریباً ۲۰ سالوں سے زیر عمل ہے لیکن بغور مشاہدہ کیا جائے تو اس کے نتائج کچھ زیادہ اُمید افزا دکھائی نہیں دیتے۔

شہر بمبئی میں ۱۹۶۴ء سے ۱۹۷۷ء تک مختلف عرصہ میں میونسپلٹی اور دیگر شعبہ کی چند ممتاز ہستیوں کی تحریک پر جن میں ڈاکٹر بی۔ بی۔ یودھ، ڈاکٹر ٹی۔ ایچ۔ رنڈانی اور ڈاکٹر ایم۔ ڈی دیشمکھ کے نام قابلِ ذکر ہیں، تپ دق پر قابو پانے کے لئے مختلف منصوبے بنائے گئے اور تحریکیں چلائی گئیں۔ نتائج بھی اُمید افزا ثابت ہوئے۔ لیکن ڈاکٹر دیشمکھ اور دیگر ماہرین نے اس مرض پر قابو پانے کے لئے جنگی پیمانے پر اقدامات کو ضروری سمجھتے ہوئے اس میں خود شہریوں کے تعاون کو لازمی قرار دیا۔

ابتدائی اقدامات:

ڈاکٹر ایم۔ ڈی۔ دیشمکھ، ڈاکٹر این۔ ایم۔ واگل، ڈاکٹر وسنت تلوارکر اور ڈاکٹر آر۔ ڈی۔ لیلے جیسے ماہرین پر مشتمل ایک ورکنگ گروپ تشکیل دیا گیا۔ ٹی۔ بی کنٹرول پروگرام پر کامیابی سے عملدرآمد کے لئے مختلف عرصہ میں نشستیں منعقد ہوئیں جس میں اس بیماری سے متعلق تمام امور پر غور کیا گیا۔

ورکنگ گروپ نے بالاتفاق رائے اس تجویز کو منظور کیا کہ ٹی بی جرثومہ کی دریافت کے صد سالہ تقریبات منانے کی بہترین صورت یہی ہے کہ شہر بمبئی میں اس مہلک مرض پر پوری طرح قابو پانے کے لئے منصوبہ بند کوششیں کی جائیں۔ اس ضمن میں یہ تجویز بھی منظور کی گئی کہ متعلقہ منصوبہ میں جسلوک ہسپتال اور ریسرچ سینٹر بمبئی کا بھی اشتراک حاصل کیا جائے۔ منجانب مصنف اور سسٹم انالائزا یکسپرٹ شری وینیش افضل پورکر، آئی اے ایس کی عملی دلچسپی سے انڈین کونسل آف میڈیکل ریسرچ کے رہنما اصول اور ٹی۔ بی پر قابو پانے کی قومی ضرورت کے پیشِ نظر چند تحقیقاتی اور تکنیکی بنیاد پر جامع سفارشات پیش کی گئیں۔ یہ جاننے کے بعد کہ اس بیماری میں مُبتلا کل تعداد افراد میں سے صرف ۵۰ فیصد بمبئی میونسپل کارپوریشن کے رجسٹر میں درج ہوتے ہیں، اعداد و شماری کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی اور یہ طے پایا کہ ابتداً ۱۹۸۲ء تحریک کے تحت کمپیوٹر طریقے سے اعداد و شماری کی جائے اور باقاعدہ ہر پندرہ دنوں میں طبی طریقۂ علاج کی نگرانی کی جائے تاکہ کسی خامی پر فوری طور سے قابو پایا جاسکے۔ ٹی۔ بی مریضوں کی کمپیوٹر طریقے سے جانچ پڑتال کے سلسلے میں ریزرو بنک کے شری ڈاملے اور اسٹیٹ بنک کے شری ریڈکر نے اہم تعاون دیا ہے۔

بمبئی میونسپل کارپوریشن کے اقدامات :

شہر بمبئی میں ٹی بی کنٹرول پروگرام کی کامیابی کا دارومدار شہر کی میونسپل کارپوریشن کے تحت ۲۰ علاقائی اور ۶۰ ضمنی مراکز کی کارکردگی پر منحصر ہے ساتھ ہی ساتھ موجودہ میونسپل کمشنر شری ڈی. ایم. سکتھنکر کی اس ضمن میں ذاتی کوششوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا. موصوف نے ڈاکٹر دیشمکھ کی ۱۹۷۷ء رپورٹ میں پیش کردہ سفارشات کی بنیاد پر میونسپل کارکردگی سے متعلق تجاویز منظور کی ہیں. ڈاکٹر اے. پی. راؤ کی نگرانی میں ٹی. بی. کے انسداد سے متعلق تمام طبی امور اور سہولیات کا از سر نو جائزہ لیا گیا. سب سے اہم کام جو کمشنر موصوف نے انجام دیا وہ تھا زائد فنڈ کی فراہمی' تاکہ ٹی. بی. انسداد کے لئے مفید مگر قیمتی دوا ' رائیفامپی سن ' (RIFAMRICIN) کا عام استعمال کیا جا سکے.

اسی طرح بمبئی میونسپل کارپوریشن کے ہیلتھ آفیسر، ڈاکٹر مگر خانی نے گھر گھر علاج کو وسیع کیا تاکہ ٹی. بی انسداد پروگرام کامیاب ہو سکے. ٹی. بی. کی پہچان مریض کے لعاب دہن سے کی جاتی ہے. اس کے علاوہ یہ متعدی بیماری ہونے کی وجہ سے جسلوک ہسپتال نے ایسے ورکروں کو جن کی نگرانی میں ٹی. بی. کا مریض علاج مکمل کرلے' یہاں تک کہ اس کا بلغم ٹی. بی جرثومہ سے پاک ہو جائے' فی مریض ۱۰ روپے ترغیبی معاوضہ عطا کرنے کا انتظام کیا ہے. اسی طرح مرض کا پتہ چلانے پر بھی ترغیبی معاوضہ دیا جاتا ہے ـــ جسلوک ہسپتال کی طرف سے یہ بھی انتظام کیا گیا ہے کہ بمبئی میونسپل کی تمام ایکسرے مشینیں کم از کم مدت پروگرام تک ٹھیک حالت میں کام کرتی رہیں اور مشین بگڑنے سے کوئی دقت پیش نہ آئے.

ریاستی ملازمین بیمہ اسکیم :

ریاستی ملازمین بیمہ اسکیم (ای ایس آئی ایس) کے تحت تقریباً ۱۲۷۵ لاکھ بیمہ شدہ ملازمین اور ان کے افراد خاندان کو مختلف صورت میں طبی اور مالی امداد مہیا کی جاتی ہے یہ تعداد بمبئی کی آدھی سے زیادہ آبادی کے مساوی ہے. اس ادارہ کے ڈائرکٹر' ڈاکٹر لوبو نے بھی' ٹی. بی انسداد پروگرام میں اپنا سرگرم عملی تعاون پیش کیا ہے، اور ان ہی کی سفارش پر ریاست کے محکمۂ صحت نے زائد فنڈ مہیا کیا ہے تاکہ ٹی بی انسداد دوا ' رائفامپی سن ' کا استعمال اس ادارہ کے تحت آنے والے بیمہ ملازمین' جو ٹی بی کا شکار ہیں، ان پر کیا جا سکے. وزیر صحت ڈاکٹر بلی رام ہیرے نے بھی اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلاتے ہوئے سرکاری ہسپتالوں' یعنی جے جے اور جی. ٹی ہسپتالوں میں ٹی. بی. سینٹر کے ذریعہ ٹی. بی. کے علاج کے لئے ضروری سہولت اور مالی امداد مہیا کرنے کا وعدہ کیا ہے.

پروگرام کا منصوبہ :

ٹی. بی انسداد پروگرام کی تیاری میں ٹی. بی کے ماہرین اور ممتاز اطباء کی خدمات حاصل کی گئیں. جسلوک ہسپتال کے ڈاکٹر دیشمکھ کی سفارش پر ٹی. بی ایسوسی ایشن آف انڈیا کے اعزازی مشیر ڈاکٹر ایس. پی. پامرا کا خصوصی تعاون حاصل کیا گیا اور ان کی تجربہ کار رہنمائی میں پروگرام کا منصوبہ تیار کیا گیا.

ٹی. بی چونکہ ایک متعدی مرض ہے اس پر قابو محض اسی صورت میں پایا جا سکتا ہے جبکہ مرض کے پھیلنے کا سلسلہ قطع کیا جا سکے. یہ کام دو طریقے سے کیا جا سکتا ہے، یعنی یا تو مریض کو ہی علاج کے لئے غیر مضر بنایا جائے یا سلسلہ کی کڑی میں رکاوٹ پیدا کی جائے جس کے ذریعہ مریضوں کو عام صحتمند افراد سے علیحدہ کرنا پڑتا ہے. آجکل جدید اور اعلیٰ صلاحیت کی ادویات مثلاً RIFAMPICIN اور INAH کی وجہ سے ٹی. بی کی علامتیں خصوصاً کھانسی بہت جلد رفع ہو جاتی ہے اور مریض کے لعاب دہن سے ٹی. بی کے جرثومے بھی پاک ہو جاتے ہیں. اس طرح یہ واضح ہوتا ہے کہ بجائے اس کے کہ سلسلہ کی کڑی میں رکاوٹ پیدا کرنے کے لئے مریض کو دوسروں سے علیحدہ کر دیا جائے بہتر طریقہ یہی ہے کہ مرض کو ہی دور بھگایا جائے ورنہ پہلی صورت، ہمارے یہاں کی گنجان آبادی کے لئے دشوار کن ہے.

چونکہ ہمارے وسائل محدود ہیں' اس لئے ہر شہری کی ایکسرے جانچ ناممکن ہے' ورنہ اس صورت میں ... ۱ اشخاص میں کم از کم دو اشخاص میں ٹی. بی کی انجانی علامتوں کا پتہ ضرور چلتا. ویسے بھی یہ طریقہ وقت اور سرمایہ کے لحاظ سے بیحد مشکل ہے. پھر بھی چونکہ انجانی علامتوں کا پتہ چلانا ضروری ہے اس لئے اس کا سب سے آسان اور یقینی راستہ یہ ہے کہ مریضوں کے لعاب دہن کی مائیکرو اسکوپ سے جانچ کی جائے کیونکہ لعاب دہن ہی مرض کے پھیلاؤ کا واحد ذریعہ ہے، مشاہدہ یہی ہے کہ ٹی. بی کے مریضوں میں سب سے زیادہ خطرناک مریض وہ ہیں جنھیں کھانسی کی شکایت ہے.

مذکورہ بالا نقطہ کی اہمیت سمجھتے ہوئے یہ ضروری ہے کہ ٹی. بی انسداد تحریک کے دوران مکمل علامت والے مریضوں (جنھیں چار ہفتے سے زیادہ کھانسی کی شکایت ہے) کی جانچ سب سے پہلے کی جائے، یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ ڈاکٹر پامرا کے مطابق ٹی. بی کے غیر علامتی مریضوں کی شکل سے ۵۰ فیصد تعداد اپنا علاج جاری رکھتی ہے. پندرہ سال سے کم عمر بچوں

میں مشکل ہی سے چند کے لعابِ دہن میں ٹی۔بی کے جراثیم ہوتے ہیں، اس لیئے انھیں اس تحریک میں شامل نہ بھی کریں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

نوجوانوں کا تعاون :

ڈاکٹر وسنت تلوارکر اور ٹاٹا انسٹی ٹیوٹ آف سوشیل سائنس کے پروفیسر ڈی۔ ایس۔ پنجے، ٹی۔بی انسداد پروگرام برائے سال ۱۹۸۲ء میں نوجوانوں کے سرگرم عملی تعاون کے حامی ہیں۔ ان کی تحریک پر بمبئی یونیورسٹی کے وائس چانسلر، پروفیسر رام جوشی نے نوجوان طلباء کو اس میں شریک کرنے کی غرض سے نیشنل سروس اسکیم (این۔ ایس۔ ایس) کے ایک حصّہ کے طور پر اس پروگرام کو قبول کیا ہے۔ اسی سلسلہ میں ۲۸ ستمبر ۱۹۸۱ء کو جسلوک ہال بمبئی میں این ایس ایس، ٹیچر اور شہر کے کالجوں کے پرنسپل صاحبان کی ایک مشترکہ کانفرنس ہوئی تھی۔ اس پروگرام میں پرنسپل ایس۔ ایم پاریکھ، این۔ ایس ایس ڈائرکٹر اور پروفیسر ایم۔ وی پرونکر، این ایس ایس پروگرام کوآرڈی نیٹر کی رہنمائی میں ۵۶ کالجوں کے ۶۰۰ رضاکار حصّہ لے رہے ہیں اور انھیں مختلف مرکزوں پر متعین کیا گیا ہے۔ طریقۂ کار یہ ہوگا کہ ایک کالج کے تحت ایک مرکز قائم ہوگا۔ اس کالج کے این ایس ایس رضاکاروں کا، مرکز کے میڈیکل افسران سے رابطہ رہے گا۔ رضاکار ایسے مریضوں سے کارڈ حاصل کریں گے جنھوں نے کسی وجہ سے درمیان میں علاج چھوڑ دیا ہو۔ رضاکار ان مریضوں کو دوبارہ علاج جاری کرنے کے لیئے مرکز پر لانے کی ترغیب دیں گے۔ علامتی ٹی۔بی مریض سے ملاقات ہونے پر رضاکاروں کے لیئے اطراف واکناف کے لوگوں سے رابطہ قائم کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی اور معمولی محنت سے وہ ان لوگوں میں سے غیر علامتی ٹی۔بی مریضوں کا بھی پتہ چلا سکیں گے۔ اس کے لیئے انھیں لوگوں سے مندرجۂ ذیل سوالات کرنے ہوں گے۔

۱) کیا کسی کو ۴ ہفتے سے زیادہ کھانسی کی شکایت ہے؟

۲) کیا کسی کو ۴ ہفتے سے زیادہ بخار ہے؟

۳) کیا کوئی شخص پھیپھڑے کے تپِ دق میں مبتلا مریض کے قریب رہتا ہے؟

۴) کیا کسی شخص کو گزشتہ دو مہینوں سے تکان اور وزن کم ہونے کی شکایت ہے؟

ایسے غیر علامتی مریضوں کو رضاکار نزدیک کے مرکز پر پہنچائیں گے اسی طرح بیمہ ملازمین جو ریلوے یا پورٹ ٹرسٹ میں کام کرتے ہوں، انھیں ای ایس آئی ایس مراکز پر بھیجا جائے گا۔ دیگر اشخاص کو میونسپل مرکز پر بلایا جائے گا۔ ایسے ہر شخص کو رضاکار میڈیکل افسر کے نام ایک تعارفی خط دیگا اور میڈیکل افسران حسبِ ہدایت اپنا فرض نبھائیں گے، ایک ہفتہ بعد رضاکار دوبارہ مریض کے گھر جائیں گے تاکہ اطمینان کر سکیں کہ مریض نے اپنا علاج مکمل کر لیا ہے ورنہ اُسے دوبارہ علاج کرانے کی ترغیب دیں گے۔ اس طریقۂ کار کا خاص مقصد ٹی۔بی جراثیم سے آلودہ لعابِ دہن والے مریضوں کا پتہ چلا کر مرض کا سدِّباب کر کے بیماری پر قابو پایا جا سکے۔ اس کام میں مختلف یوتھ آرگنائزیشن بھی تعاون دیں تو بہتر ہوگا۔

اسکول کے بچّوں کا تعاون :

ڈاکٹر شریمتی بھالے راؤ، پروفیسر جی۔ ایس میڈیکل کالج اور کے ای ایم ہسپتال، نے بمبئی کے مالونی علاقے میں کام کر کے مشاہدہ کیا ہے کہ بالغوں کو بچوں کے ذریعہ بہتر طریقے سے ترغیب دی جا سکتی ہے۔ بمبئی میونسپل کارپوریشن کی ایجوکیشن آفیسر شریمتی کامتھ نے این۔ ایس ایس کے تحت علاقوں میں اسکول کے اساتذہ کی خدمات کی حمایت کی ہے۔ جس کی رُو سے بچوں کو ترغیب دی جائے گی کہ وہ اپنے والدین کو، اگر وہ ٹی۔بی۔ کے مریض ہیں اور علاج چھوڑ چکے ہیں، ٹی۔بی مراکز پر لے آئیں۔ نیز انھیں بھی رجوع کریں جنھیں کھانسی کی شکایت ہے۔

عوام کا تعاون :

ٹی۔بی۔ سے خود اپنی حفاظت کی خاطر ہر شہری کا فرض ہے کہ وہ اس پروگرام میں حصّہ لے۔ خود ان کی بہتری اسی میں ہے کہ ٹی۔بی۔ کا ہر مریض اپنا علاج مکمل کر لے۔ ٹی۔بی۔ انسداد کے لیئے ادویات اور طبّی سہولیات پر بمبئی میونسپل اور دیگر ادارے کروڑوں روپے خرچ کر رہے ہیں۔ یاد رہے کہ ٹی۔بی کے نامکمل علاج سے ٹی۔بی کے جراثیم زندہ رہتے ہیں اور مرض کو پھیلاتے رہتے ہیں۔

وزیر اعظم نے بھی اپنے ۲۰ نکاتی پروگرام میں ٹی۔بی اور کوڑھ انسداد پروگرام کو شامل کیا ہے۔ بمبئی کے شہری اپنا تعاون دیکر ایک مثال قائم کر سکتے ہیں۔

مرکزی وزیر شری وسنت ساٹھے نے ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے ٹی۔بی انسداد پروگرام برائے سال ۱۹۸۲ء کے سلسلے میں خصوصی پیغامات جاری کیئے۔

(باقی صفحہ ۱۰ پر)



مہاراشٹر میں ٹی۔بی کنٹرول اقدامات

مُلک میں پہلے پانچ سالہ منصوبے کے دوران قومی پروگرام برائے ٹی۔بی کنٹرول جاری ہُوا۔ اس کے تحت بڑے پیمانے پر ’بی سی جی‘ ٹیکے لگانے کا انتظام کیا گیا۔ ملک میں تیزی سے صنعتی ترقی اور بڑھتی ہوئی آبادی کے مدِنظر اشد ضروری ہے کہ اس بیماری کے اِنسداد کے لئے جنگی پیمانے پر اقدامات کئے جائیں، کیونکہ یہ مرض ہنوز صحت عامہ کے لئے خطرہ بنا ہوا ہے اور ایک سنگین مسئلہ کی صورت اختیار کرتا جارہا ہے۔ ریاست مہاراشٹر کے چند منتخبہ شہری علاقوں میں ہونیوالی اموات کی وجوہات کا تجزیہ کرنے پر یہ انکشاف ہوا کہ ریاست میں ہونے والی کُل اموات میں سے دس فیصد کی وجہ ٹی۔بی۔ کا مرض ہے۔

مہاراشٹر میں یہ پروگرام حکومت ہند کی ہدایات کے بموجب زیرِعمل لایا جارہا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ریاست میں ۱۰لاکھ افراد اس موذی مرض میں مُبتلا ہیں۔

چوتھے پانچ سالہ منصوبے کے بعد سے حکومت ہند اور یونیسف کی مدد سے ٹی۔بی کے مرض کو قابو میں کرنے کے لئے دستیاب سہولتوں میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔ پانچویں پانچ سالہ منصوبے سے یونیسف نے امداد دینا بند کردیا ہے لہٰذا اب ریاستی حکومت اپنے ذرائع سے اس پروگرام کو زیرِعمل لارہی ہے۔

اس پروگرام پر عمل آوری کے وقت مندرجہ ذیل مقاصد پیشِ نظر رہتے ہیں:

۱۔ مرض کی فوری تشخیص

۲۔ باقاعدہ علاج

۳۔ تعلیم حفظانِ صحت

۴۔ ’بی سی جی‘ ٹیکہ

سال ۸۲-۱۹۸۱ء کے دَوران کارگذاری:

۲-۵ سال کی عمر کے گروپ میں ’بی سی جی‘ ٹیکے، مرض کی تشخیص، علاج کی باقاعدگی سے متعلق درج ذیل اعداد و شمار سال ۸۲-۱۹۸۱ء کے دَوران ہوئی کارگذاری پر روشنی ڈالتے ہیں۔

	۸۱-۱۹۸۰ء	۸۲-۱۹۸۱ء	۸۱-۱۹۸۰ء اور ۸۲-۱۹۸۱ء کی کارگزاری
۱۔ بی سی جی ٹیکہ: (۵-۲ سال عمر گروپ)	۴,۱۴,۷۲۲	۱۴,۵۷,۵۳۹	۳۵۱
۲۔ مرض کی تشخیص:			
مثبت بلغم + (SPUTUM (+))	۸,۵۶۶	۲۰,۳۷۲	۲۳۸
منفی بلغم۔ (SPUTUM (-))	۴۵,۵۰۲	۸۹,۳۴۳	۱۹۶

۳. باقاعدہ مسلسل علاج :

مثبت بلغم + (SPUTUM (+)	۸۶ ٪
منفی بلغم – (SPUTUM (–)	۳،۵ ٪

مندرجہ بالا اعداد و شمار سے یہ ظاہر ہے کہ مثبت بلغم زمرہ کے مریض ۸۶ ٪ پائے جاتے ہیں. لہٰذا حکومت اس طرف خصوصی توجہ دے گی اور اس کے تدارک کی کوشش کی جائے گی۔

۲۰ نکاتی پروگرام :

ٹی بی کنٹرول قومی پروگرام' بیس نکاتی پروگرام میں شامل کیا گیا ہے۔ اس مرض کے انسداد کے سلسلہ میں ریاست مہاراشٹر میں جو سہولتیں دستیاب ہیں وہ درج ذیل ہیں :

ضلع ٹی بی مرکز

ریاست کے ۲۵، اضلاع میں ضلع ٹی. بی مراکز قائم کئے گئے ہیں. حال ہی میں تشکیل کردہ سندھو درگ اور جالنہ کے دو نئے اضلاع میں ان مراکز کا قیام زیرِ غور ہے۔

بڑی بمبئی میونسپل کارپوریشن نے بمبئی میں اپریل ۱۹۷۶ء سے شہری ٹی بی کنٹرول پروگرام جاری کیا ہے۔

ضلع ٹی بی مراکز میں تشخیص کے لئے جدید طبی آلات فراہم کئے گئے ہیں یہاں تمام طبی خدمات مفت میسر ہیں۔

علیحدہ وارڈز

ریاست کے ۲۵ اضلاع میں سے ۲۳ اضلاع میں علیحدہ وارڈز بلڈنگ قائم کی گئی ہیں جہاں ۲۰ بستروں کی گنجائش ہے اور اگر ضروری ہوا تو مریضوں کو علاج کے لئے رکھا جاتا ہے. جلگاؤں اور تھانے میں ٹی - بی. وارڈ بنانے کے لئے آئندہ سال کے بجٹ میں گنجائش نکالی گئی ہے۔

بی سی جی' ٹیکہ لگانے کے پروگرام کے تحت ریاست میں ۲۶ 'بی سی جی' ٹیم مقرر کی گئی ہیں. ان میں سے ایک ٹیم بمبئی کے لئے ہے. ان ٹیموں کی جانب سے لگائے گئے 'بی سی جی' ٹیکوں کے اعداد و شمار سالوں کے اعتبار سے درج ذیل ہیں :

سال	لگائے گئے ٹیکوں کی تعداد
۱۹۷۸ء	۲۲،۱۱،۶۲۵
۱۹۷۹ء	۲۷،۱۶،۱۶۰
۱۹۸۰ء	۲۴،۵۵،۶۹۲
۱۹۸۱ء	۲۵،۰۱،۵۸۸

بستروں کی تعداد :

ریاست میں ٹی. بی کے مریضوں کے علاج کے لئے مختلف اداروں کے تحت دستیاب بستروں کی تعداد اس طرح ہے :

ادارے		تعداد بستر
سرکاری ادارے	...	۲،۵۵۳
رضاکار تنظیمیں	...	۳،۶۱۵
میونسپل کونسل	...	۹۸۱
کُل تعداد :		۷،۱۴۹

دیگر اسکیمات

زیادہ تر اضلاع میں ایک اسکیم کے تحت افراد کی تربیت مکمل ہو چکی ہے۔ اب انھیں ٹی. بی کے 'بی سی جی' ٹیکے، تشخیصِ مرض کے شعبہ میں کام پر لگانے کی کوشش کی جا رہی ہے. کمیونٹی ہیلتھ والنٹیرس کی خدمات بھی ٹی. بی کنٹرول پروگرام کے سلسلہ میں حاصل کی جا رہی ہیں۔

رابرٹ کاچ صد سالہ تقریب :

سو سال ہوئے رابرٹ کاچ نے ٹی. بی کے جراثیم کی دریافت کی تھی لہٰذا ۱۹۸۲ء میں سو سال پورے ہونے پر صد سالہ تقریب منانے کا فیصلہ کیا گیا ہے. اس صد سالہ تقریب میں درج ذیل پروگرام شامل ہے :

i) شہری اور دیہی علاقوں میں اور ٹی. بی کیمپ لگانا
ii) مرض کی تشخیص کے لئے کثیر تعداد میں کیمپ لگانا۔
iii) مرض کی تشخیص کے سلسلہ میں عام طبی معالجین کا تعاون حاصل کرنا۔
iv) فلموں، چارٹوں، سلائیڈس، پوسٹرس اور نعروں وغیرہ کے ذریعے حفظانِ صحت کی تعلیم۔

●●

بقیہ "بمبئی میں ٹی۔بی۔ کنٹرول پروگرام"

جسلوک ہسپتال نے ایک فلم تیار کی ہے. اس کے علاوہ پوسٹر اور دیگر ذرائع ابلاغ کو کام میں لایا جا رہا ہے تاکہ عوام کا ذہن اس بیماری کے خلاف بیدار کیا جا سکے. ٹی. بی. سے بچاؤ ممکن ہے' یہ مکمل طور سے قابلِ علاج ہے' ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سب اس کے انسداد میں تعاون دیں۔

• راشد جمال فاروقی
اے۔بی۔پی انٹر کالج، ویربھدر
دہرہ دون (یو۔پی) ۲۴۹۲۰۲

ناصر کاظمی ۔ نئی غزل کا ایک معتبر نام

آج کا شاعر ایک عالمگیر بحران، افراتفری، انتشار، بےچینی، معاشرتی و معاشی عدم توازن اور خالص مادیت کے طوفان کے درمیان گھٹی گھٹی زہریلی ہواؤں میں سانس لے رہا ہے۔ ایمان و ایقان اور اقدار کا بکھرتا ہوا شیرازہ، اخلاق و روحانیت کی متعفن لاش، تنہائی، لاچاری اور نارسائی شاید یہی سب کچھ ہمارا ورثہ ہے۔ ایک جبریت کا سا احساس کاندھوں کو بوجھل بنائے دے رہا ہے۔ اس تشکیک اور بےیقینی کے دور میں جبکہ روایت پسندی کے وہ رجحانات جو تاثیر، راشد اور میراجی کے ساتھ اردو میں آئے تھے، اپنی انفرادیت کھوتے جا رہے ہیں اور ہمارا نیا شاعر ایک بار پھر ماضی کی صحت مند اقدار سے استفادہ کرنے پر مجبور ہے۔

معلوم نہیں یہ اتفاق ہے یا کچھ اور کہ جب اُردو غزل پر عتاب نازل ہو رہا تھا اور اس کی گردن مار دینے کے احکامات صادر ہو رہے تھے تو اس وقت بھی جگر، اصغر اور فانی جیسے شعراء نے نہ صرف غزل کو اپنا لہو دیکر زندہ رکھا بلکہ اس صنف کو نت نئے اُفق دکھلائے اور نئی وسعتوں سے روشناس کرایا۔

آج جب کہ اُردو غزل کو بھاری بھرکم اور بھدے تراکیب والفاظ نیز نامانوس لہجے سے بدصورت اور بےاثر بنایا جا رہا ہے تب بھی ایسے چند نام ضرور ہیں جن کے دم سے تغزل کا وصف قائم ہے۔ ان نئے ناموں میں خلیل الرحمٰن اعظمی، ابنِ انشاء، ناصر کاظمی اور باقی سرِفہرست ہیں اسے اُردو کی بدقسمتی ہی کہا جائے گا کہ یہ سب جیالے بڑی ہی کم عمری میں اپنا اپنا رول ادا کرکے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

ناصر کاظمی کا نام نئی غزل کے ضمن میں کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ اپنے شعری مجموعہ "برگ نے" کے دیباچہ میں ناصر رقمطراز ہیں:

"آواز قوی ہو تو دُور دُور پہنچ جاتی ہے، نحیف ہو تو حلق سے باہر ہی نہیں نکلتی۔ صرف پہنچنے کی بات نہیں، دیکھنا یہ ہے کہ ایک آواز ہزاروں کی آواز بن بھی سکتی ہے یا نہیں۔ محض ہزاروں کا ذکر کرنے یا ہزاروں کو مخاطب کرنے سے اُن کی دھڑکنیں اور لرزشیں، ساز کی ہمنوائی نہیں کر سکتیں۔"

ناصر کی آواز تمام تر خلوص اور شدت کے ساتھ ہزاروں کی آواز بن جانے کا شرف حاصل کر چکی ہے۔ اس نے انسانی احساسات کو شعری پیکر عطا کیا ہے۔ اور حُسن و عشق کی لطیف تر داخلی کیفیات، خود سپردگی، سادہ لوحی اور بےگناہی کے نہایت سادہ اور برجستہ مرقع پیش کئے ہیں ؎

میں اُسے ہاتھ نہیں لگایا
اے بےگنہی گواہ رہنا!

ناصر کی قادرالکلامی مُسلّم الثبوت ہے۔ احمد ندیم قاسمی نے لکھا ہے کہ: "اس کے (ناصر کے) پاس اظہار کا وہ دلآویز سلیقہ ہے جو جدید ہوتے ہوئے بھی غزل کی فضا سے ہم آہنگ ہے۔ اس لئے ناصر اور اس کے قاری کے درمیان وہ فاصلہ کبھی حائل نہ ہوا جو آج کتنے ہی جدید شعراء اور ان کے قارئین کے درمیان حائل ہے۔"

یہاں مجھے مومن کا وہ مشہور شعر یاد آ رہا ہے ؎

تو کہاں جائیگی کچھ اپنا ٹھکانا کرلے

ہم تو کل خوابِ عدم میں شبِ ہجراں ہوں گے

ناصر کا یہ شعر بھی ملاحظہ ہو ؎

اس شہرِ بے چراغ میں تو جائیگی کہاں
آ! اے شبِ فراق تجھے گھر ہی لے چلیں

اُردو کے نئے غزل گو شعراء کے کلام کا بڑا حصّہ قنوطیت، یاس اور غم واندوہ کے دُھندلکوں میں لپٹا ہوا ہے۔ شاید اس کی وجہ نئے انسان کا وہ کرب ہو جو اس کی رُوح میں قطرہ قطرہ اُتر رہا ہے۔ لیکن اکثر شعراُ نے غم کو محض فیشن کے طور پر استعمال کیا ہے۔ ناصر ایک ایسا غزل گو ہے جس کا غم ذاتی بھی ہے اور کائناتی بھی۔ اس کی اُداسی بڑی تہہ دار ہے اور خموشی بڑی گمبھیر۔ لگتا ہے کہ اس کا وجود کسی غیر مرئی آنچ میں دھیمے دھیمے سُلگ رہا ہے۔ زندگی کی تھکن، محرومی، مایوسی اور بے بال و پری کا سا احساس اس کی پوری شاعری کا احاطہ کئے ہوئے ہے ؎

اَسیرو کچھ نہ ہوگا شور و شر سے
لپٹ کر سو رہو زنجیرِ در سے

لہجہ کی نرم روی، روانی، سادگی، بے تکلفی اور غزل کی روایتی لفظیات اس کی خاص پہچان ہیں۔ اس کا ہر شعر پختہ اور رچے ہوئے شعور کی گواہی دیتا ہے۔ چند عمدہ اشعار ملاحظہ ہوں ؎

ایک تم ہی نہ مل سکے ورنہ
ملنے والے بچھڑ بچھڑ کے ملے

•

دل تو میرا اُداس ہے ناصر
شہر کیوں سائیں سائیں کرتا ہے

•

اُٹھی تھی آج دل سے پھر اِک آواز
اُلجھ کر رہ گئی تارِ گلو سے

•

بیٹھے بیٹھے جانے کیوں بیتاب ہو جاتا ہے دل
پوچھتے کیا ہو میاں اچھا بھی ہوں بیمار بھی

•

بے ثمر ہی رہی ہے شاخِ مُراد
برف پگھلی تو آگ برسی ہے

•

فرصتِ موسمِ بہار نہ پوچھ ؎ جیسے اک خواب خواب میں دیکھا

دل میں ہر وقت چبھن رہتی ہے
تھی مجھے کس کی طلب یاد نہیں

•

کیا خبر کوئی دفینہ مل جائے
کوئی دیوار گرا کر دیکھو

•

ہر خرابہ یہ صدا دیتا ہے
میں بھی آباد مکاں تھا پہلے

•

ہم تجھے بھول کے خوش بیٹھے ہیں
ہم سا بیدرد کوئی کیا ہوگا

•

بہت ہی سادہ ہے تو اور زمانہ ہے عیّار
خدا کرے کہ تجھے شہر کی ہوا نہ لگے

•

مندرجہ بالا اشعار کو پڑھ کر جو تاثر قائم ہوتا ہے وہ میر، غالب اور فانی کے ملے جُلے اسلوب، گہری سوچ اور بے ثباتیِ حیات سے عبارت ہے۔ ناصر نے غزل کو گمراہی سے بچا کر صحیح راہ لگا دیا ہے۔ اُس کا مشاہدہ بھرپور اور اظہار کامیاب ہے۔ بڑی خود اعتمادی کے ساتھ ناصر نے یہ بھی کہا ہے ؎

ڈھونڈیں گے لوگ مجھ کو ہر محفلِ سخن میں
ہر دور کی غزل میں میرا نشاں ملے گا!

٭٭



٭٭

حالِ مُطالعہ

رات کا منظر۔ مہاراشٹر کا اُردو کو اَدبی تحفہ

احمد عثمانی کا افسانوی سفر

از: عبدالمجید سرور (ایڈیٹر 'سلسبیل' ۳۴۲۔ نیا پورہ۔ مالیگاؤں۔ ۴۲۳۲۰۳ (ضلع ناشک)

کالج روڈ پر کھڑا ہوا آدمی۔ طلباء کی تحریک کی قیادت کرتا ہے۔ نعرے لگائے جارہے ہیں۔ اشتعال بڑھتا جارہا ہے۔ اور پھر کالج کی عمارت کے شیشے چھناکے کیساتھ ٹوٹ کر گرجاتے ہیں۔ کالج روڈ پر کھڑا ہوا آدمی تیزی سے بڑھ کر طلباء کی صفوں میں گھس جاتا ہے۔ یکایک پتھراؤ بند ہوجاتا ہے۔ طلباء پُرسکون ہوجاتے ہیں، پولس کو مداخلت نہیں کرنی پڑتی، مظاہرین لاٹھیوں اور فائرنگ سے بچ جاتے ہیں۔ کالج روڈ پر کھڑا ہوا یہی آدمی۔ مزدور تحریک کی حمایت کرتا ہے۔ ان کے مطالبات کی تسلیمی کے لئے دھواں دھار تقریر کرتا ہے۔ انتخابات کے دوران یہی آدمی۔ اپنی صحافتی شناخت قائم کرکے سیاسی دنیا میں ہنگامے کا باعث بنتا ہے۔ اور یہی آدمی۔ کلاس روم میں بچوں کو "آ۔ آدم۔ آ" کا سبق پڑھاتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

کالج روڈ پر کھڑے ہوئے اس آدمی (احمد عثمانی) کی اتنی متنوع شخصیت کی دین زیرِ مُطالعہ افسانوی مجموعہ "رات کا منظر" ہے۔ احمد عثمانی کی تخلیقی کاوشوں کا یہ دوسرا مجموعہ ہے۔ جسے جواز رائٹرز گروپ نے مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکادیمی کے مالی تعاون سے شائع کیا ہے۔

احمد عثمانی مختلف اور متنوع شخصیت رکھتے ہیں۔ مگر اُن کی بنیاد میں دردِ بشر کی خوشبو بھی شامل ہے۔ ظاہر ہے، جب فن اور شخصیت باہم دیگر متحد ہوجائیں تو یقیناً انسانی ذہن پر مثبت، مستقل اور دیرپا اثرات ڈال سکتے ہیں۔ فن ایک حساس آلہ ہے، جو ہمارے ذہن پر لطیف و نازک اثرات کی لہریں پیدا کرتا ہے۔ یہ شعوری اور لاشعوری دونوں طریقوں سے ہوتا ہے۔

جذبات کا اشتعال اور ذہن کی بیداری ایک مشکل فن ہے۔ نعرے بازی بالراست بات کہنے کا اسلوب منفی اثرات بھی ڈال سکتا ہے۔ اس طرح کی تخلیقات ادب کے لئے خطرے کا سگنل ہیں۔ منفی آوازوں کے اثرات اور ان کا تسلسل قاری پر منفی طور پر پڑتے ہیں۔ اسی طرح روایتوں کو روندتے ہوئے گذر جانا بھی آرٹ اور فن کی کڑیوں کو توڑ دیتا ہے۔ جس سے فن معلّق ہوکر خلا میں جھولتا رہ جاتا ہے۔ اور قاری کی دسترس سے بھی باہر ہوجاتا ہے۔

ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ نے کہا ہے:

"روایات صالح بھی ہوتی ہیں، فاسد بھی۔ صالح روایات، زندگی کا تمدنی اور تہذیبی تسلسل برقرار رکھتی ہیں اور انھیں کی بُنیاد پر نئے حالات اور نئی ضرورتوں کے مطابق فرد، جماعت اور قوم کی تعمیر ہوتی ہے۔ اتنا اضافہ اور کرلیجئے کہ یہی صالح روایات، نئی روایات کی صالح اقدار کا تحفظ کرتی ہیں۔"

'رات کا منظر' بھی زندگی کے انہی تجربوں کا نچوڑ ہے۔ ۱۸ افسانوں اور

۱۱۲ ڈیمائی سائز کے صفحات پر مشتمل یہ افسانوی مجموعہ جدید علامتی اسلوب کے علاوہ عصری مسائل و معاملات سے بھی تعرض کرتا ہے۔ احمد عثمانی۔ زندہ روایتوں کے جلو میں اپنے فکری حسن کے نقوش اُجاگر کرتے چلے جاتے ہیں۔

قاری اکثر افسانے میں فطری اور منطقی تسلسل کی پُرکشش فضا میں اپنا وقت گذارنے میں لذّت محسوس کرتا ہے۔ آواز۔ اور آواز کا تنگ ہوتا ہوا دائرہ۔ کیا یہ سچائی کا قتل تھا۔ تاریخ کے ہر دور سے اُبھرنے والی یہ آواز۔ آج بھی اتنی ہی توانا ہے جتنی مصلوب ہونے سے پہلے تھی۔ اگرچہ اس آواز کے دل کے پاس آج بھی سوراخ ہے۔ آج بھی سُرخ خون رِس رہا ہے۔ لیکن یہ آواز مری نہیں۔ اب بھی زندہ ہے۔ علامتی قالب میں افسانہ نگار نے بے سمتی اور ابہام کی دور ازکار اصطلاحات، رموز و علائم سے بچ کر اس کائناتی حقیقت کا اظہار اتنی سچائی سے کر دیا ہے کہ قاری اسی طرف کھنچا چلا جاتا ہے۔

نئے افسانوں میں بے نام کرداروں کے ذریعہ کہانی کا تانا بانا بُنا جاتا، 'آواز'۔ اُس کا ایک دلکش نمونہ ہے۔

'اب کوئی شنکر نہیں آئے گا' ۔ ایک تاثراتی افسانہ ہے۔ ہندوستان کے پراچین کال کے تصوّرات سے کردار اور تخیل کی جھوٹ اس افسانے کو جدید عہد کے دروازے تک لے آئی ہے۔ اس کے لئے خود مُصنّف کو اپنے لفظوں کی مسیحائی کرنی پڑی ہے تاکہ ادب کا سمندر منتھن کر کے شنکر کی طرح وِش خود پی جائے۔ افسانہ نگار کوشش کرتا ہے کہ قاری کو اپنے "مطلوبہ" نتیجے تک لے جائے لیکن ڈور سُلجھاتے سُلجھاتے اس کے ہاتھ سے سِرا چھوٹ جاتا ہے۔ 'شانتی' کی میکانکی مُسکراہٹ سامنے آجاتی ہے، وہ بناوٹی غصّے سے کہتی ہے:

"تم تو سدا کے بُدھو رہے۔ ارے بھئی بھاگی داز اگر مجھے پانچ روپیہ ملتا ہے تو ایک مالک مکان، دو حوالدار، ایک دلال، بچا ایک، سو وہ کبھی کبھی اگر اپنا فوجدار آجائے تو پوری پانچ کی پتی اس کے تھوبڑے پر چپکانا پڑتی ہے۔ اب سمجھے بُدھو رام؟"

(اب کوئی شنکر نہیں آئے گا ص۱۵)

شانتی بے تکلفی سے اُس کی ران پر دھپ جما کر قہقہہ لگاتی ہے، لیکن یہی قہقہہ زندگی کی زہرناکیوں کا اظہار بھی کرتا ہے۔ یہ سارا تاثراتی افسانہ "اچانک مجھے یاد آیا" کے جملے سے اڑا اڑا دھم کر کے گرِ کر اسی زہر کو جنم دیتا ہے۔ جو ایک اور شنکر کی آمد کو ضروری بنا دیتا ہے۔

'رات کا منظر' ۔ ڈبل پیگ وِھسکی کا گلاس لے کر طلوع ہوتا ہے اور اور آہستہ آہستہ بالکل اپنی فطری رفتار سے، مسز کمار، لاجونتی، لاج — ایک عورت کے تین نام اور تین رُوپ اُجاگر کرتا ہے۔ شیبو کی تنہائی کا دوہرا کرب، اور خود اپنی زندگی کا دوہرا کردار بن کر نمودار ہونے والی مسز کمار، ڈبل پیگ، رات کا منظر اور بستر کی شب گزیدہ شکن میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اور پھر رات، ڈرائی جن کے دو گلاس میں اُتر جاتی ہے۔ "میں" کا کرب اور شدید ہو جاتا ہے۔ رات کا رُوپ پھیکا پڑ جاتا ہے۔

پورا افسانہ ہیجان انگیز کیفیات کی عکاسی کرتے ہوئے ختم ہو جاتا ہے۔ اس افسانہ کی پوری فضا اتنی مکمل اور حقیقی ہے کہ شاید زندگی بھی اتنی مکمل نہیں۔

ڈبل پیگ وِھسکی سے ڈرائی جن تک ایک سی کیفیت طاری ہے۔ بارش کی گیلی لکڑی کی طرح آہستہ آہستہ دھواں دیتی ہوئی فضا۔ ہلکے میٹھے درد کی کسک بڑی دیر تک قاری کو اپنے ساتھ لئے رہتی ہے۔ کیا بہت ساری زندگیاں اسی المیئے کا شکار نہیں؟ ۔ ہم میں سے اکثر لوگ اپنی اپنی محرومیوں کے گلہ مند ہیں۔

زبان و بیان کی چُستی و صفائی، اسلوب کا دھیما رچاؤ، واقعات کی پے در پے آمد، ہمہ وقت قاری کو اپنی طرف متوجہ رکھتی ہے ــ افسانے کا نقطۂ عروج اور انتہائی دردناک منظر دو ہوتا ہے جب صبح شیبو کو لاج کے مرنے کی خبر ملتی ہے۔ بس ایک رات کی مہمانی کے بعد یہ مستقل جُدائی۔ شیبو کے لئے ناقابلِ برداشت غم۔ مگر جب اس غم کے اسرار سے لاج کے خط کے ذریعہ پردہ اُٹھتا ہے تو قاری اپنے سینے کی جلن اور آنکھوں کی شبنمی کیفیت سے خود کو بچا نہیں پاتا۔

"کبھی کبھی زندگی میں بڑی انہونی باتیں ہوتی ہیں۔ ہم جو چاہتے ہیں وہ نہیں ملتا۔ میرا اور کمار کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ جو میں چاہتی ہوں، وہ کمار کے پاس نہیں۔"

(رات کا منظر)

ان جملوں کے مَعاً بعد وہ مشرقی عورت جلوہ نما ہوتی ہے، جو مغرب کی طرح ڈوئل لائف نہیں گزار سکتی ہے۔ ایک رات کی لغزش، اُسے وفا اور ایمانداری کے ساتھ گھات معلوم ہوتی ہے۔ وہ یہ کھیل مستقل جاری نہیں رکھ سکتی۔ اور وہ پوری سچائی سے اس کائناتی حقیقت UNIVERSAL TRUTH کا اظہار کرتی ہے:

"میں بیوفا زندگی گزارنا نہیں چاہتی، اسی لئے تم سے دُور جا رہی ہوں۔"

(رات کا منظر)

گیلی لکڑی کی طرح سُلگنے والا یہ افسانہ بڑی ذہنی بیداری اور افسانہ نگار کے وسیع تجربے کی دین ہے۔

'سُرخ روشنیوں کا ٹوٹتا ہوا جال' : سُرخ نیم دائرے اور سُنہرے حروف کی طمع خیز خواہش بے شمار دانشوروں کو ہڈیوں کا پنجر بنا چکی ہے۔ مگر احمد عثمانی کے افسانے کی خوابناک طلسماتی فضا میں زندگی کی مرتی ہوئی قدریں اور زیادہ بڑا اندکو نمایاں کرتی ہیں۔ لوگ اس سے بھاگ بھاگ کے پناہ گاہیں تلاش کرتے ہیں۔

سُرخ روشنیوں کے نیم دائروں میں دیکھے گئے انسانی خواب کی کیسی تعبیر ہے جس سے لوگ نکل بھاگنا چاہتے ہیں۔ "میں ایک یُونٹ ہوں" کہنے والا کردار' اندر کا ایک پنجر ہے۔ وہ باہر والے آدمی کی "ہلو" کو بور تڑ رواکہتا ہے۔ ایرکنڈیشن کمروں میں بیٹھے ہوئے بیرونستاری سماج کے جنم داتاؤں نے اُسے "سُرخ نیم دائروں والی خواب کی تعبیری گپھاؤں میں زبردستی بند کر رکھا ہے۔ اندر کا یونٹ بیقرار ہے وہ کھلی فضا کی تڑپ چھپا نہیں سکتا۔ وہ نو وارد کے آخر کے جواب میں آتا ولا ہو کر کہتا ہے :

"سچ تم مجھے باہر لے چلو گے!"

بوسیدہ کتابوں کے اوراق چھوتے ہی جھر جھر مٹی کی طرح جھڑ جاتے ہیں۔ باہر کی توانا زندگی' اندر کی کھوکھلی زندگی کو ان کتابوں کو بھلا تے ہوئے نکل بھاگنے کی ترغیب دیتی ہے۔ جہاں امکان کی وسعتیں ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تا حدِ نگاہ دور تک پھیلا ہوا نیلا آسمان ہے۔

احمد عثمانی نے سُرخ نیم دائروں کے انسانی خواب کی اس تعبیر کو' اور کتابوں کی طلسماتی دنیا کے فریب نظر کو پاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ کامیاب ترسیل، خوبصورت ابلاغ نے کہانی کا حسن دوبالا کر دیا ہے۔ پروپیگنڈے اور صحافت کی زبان استعمال نہ کر کے افسانے کے کردار' واقعات اور اس کے محاکات نے بڑا کام کیا ہے۔

'اندھیرے سے باتیں کرنے والا' ۔ وہ جس کی جبین روشن تھی اور جسے گھُپ اندھیرے نے جنم دیا تھا، جس نے تمام عمر اندھیرے کے خلاف لڑتے ہوئے تمام کی۔ دنیا جسے نفسیاتی مریض کہتی ہے۔ اندھیرے نے قہقہہ لگا کر کہا :

"تم مجھے ختم کرنے چلے ہو، جبکہ تمہاری پیدائش کا باعث بھی میں ہی ہوں' کیا تم مجھے ختم کر سکتے ہو؟"

اس نے بڑی ہمت سے جواب دیا :

"میں تمھیں ختم کر سکتا ہوں' تم نے اس دنیا کو تباہیاں دی ہیں' تم نے انسانی نفس کو اپنا غلام بنا لیا ہے۔ جس دن انسان تمہاری غلامی کو سمجھ لیگا' تم ختم ہو جاؤ گے۔"

"ناممکن! اس دنیا پر ہمیشہ آدھا قبضہ میرا ہوتا ہے۔"

اندھیرے نے جواب دیا "تم ہار جاؤ گے' بچے ہو۔"

یہ' رات کے منظر' کا ایک اور ناقابلِ فراموش کردار ہے' جو قاری پر اپنے اثرات چھوڑ جاتا ہے۔ عزم وہمت اور حوصلے کی شمع جلائے ہوئے دھارے کے خلاف نبرد آزما ہونے والا یہ کردار' نامساعد حالات اور خلاف ماحول میں جینے کی ایک ایسی ادا سکھا جاتا ہے جو قاری کو مایوسی کے اندھیاروں سے اُمید کی کرن تک لے آتا ہے۔

اندھیری رات کا پُراسرار ہیولا۔ اس کی مار سے جلتا ہوا رات کا اجنبی آدمی۔ مالی کے کوارٹر سے بچاؤ، بچاؤ کی آواز۔ اور صبح کنوئیں میں مالی کی لڑکی کی لاش۔ سب اندھیرے کی حکمرانی کے حادثات ہیں۔ سب اس عہد کی کہانی ہیں۔ مایوسی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں کہانی کا "وہ" مایوس نہیں۔ جب کہ اس کی پیدائش کا باعث بھی اندھیرا ہے۔ وہ اپنے فیصلہ پر اٹل ہے۔ صیغۂ واحد غائب' کی ضمیر میں لکھی گئی یہ کہانی نئی نسل کی ہمانگسل کیفیات اور ان کی کشمکش کا جیتا جاگتا عکس ہے۔

'بے نام رشتوں کی ضرب' ۔ انسانی رشتوں کی پاکیزگی و عظمت کا خوشگوار تسلسل اس افسانہ کا مرکزی خیال ہے۔ وہ رشتے جو طلوعِ حسن [illegible] ہیں وہ رشتے جن سے ہماری اس دھرتی پہ زندگی کی پھلواریاں [illegible] ہیں۔

یہ افسانہ رشتوں کی معنویت اور اس کے دور رس نتائج کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ وہ رشتے ہیں جو محبت کے غیر مرئی اور غیر محسوس تاگوں سے بندھے ہوئے ہیں۔

بالے اور چندر سنگھ۔ ایک ہی ٹرک کے کلینر اور ڈرائیور ہیں۔ بالے ایک نوخیز لڑکا ہے' اور چندر سنگھ ایک کڑیل جوان ڈرائیور ہے۔ لوگ دونوں کے رشتے کو گندہ نام دیتے ہیں۔ اس میں گھناؤنے تصورات کی غلیظ آمیزش کرتے ہیں۔ اُن پر جملے کستے ہیں۔ ان کے پاکیزہ رشتوں کا تمسخر اُڑاتے ہیں۔

اور اس رات بالے نے چندر سنگھ کو اجنبی مسافر عورت کے ساتھ سونے پر کھری کھری سُنادی' تو چندر سنگھ دو بوتل اور چڑھا گیا۔ اس نے بالے سے کہا :

"آج تجھ کو بتانا پڑے گا' تجھ میں یہ ہمت کہاں سے آگئی تھی کہ اپنے اُستاد کو ٹوک دے۔"

بالے نے دھیرے دھیرے کہا :

"اُستاد' میں ایسی ہی کسی رات کا بیج ہوں' جو تیرے جیسے کسی ڈرائیور نے میری ماں کی کوکھ میں بو دیا تھا۔ پھر میری ماں بھی مجھے چھوڑ کر مر گئی۔ اب میں بے باپ کا بے سہارا بچہ

ہوں، جو لوگوں کی گالیاں، جھڑکیاں اور سختیاں جھیلتا ہے۔ تجھے تو معلوم ہی ہے کہ بے سہارا بچوں پر لوگوں کی کیسی سختیاں ہوتی ہیں، میں نہیں چاہتا کہ تیرا بیٹا بھی میری طرح زندگی جیئے، گالیاں کھائے اور کوئی آدمی اُسے پکڑے، وہ چلّائے اور انکار کرے تو اُسے بیچ جنگل میں چھوڑ کر چلا جائے۔ تو یہ سب کچھ اپنے بچّے کو دینا چاہتا ہے تو ٹھیک ہے، میں تجھے نہیں ٹوکوں گا۔"

(رات کا منظر، صفحہ نمبر ۴۴-۴۵)

احمد عثمانی نے اپنے افسانوں کے لئے موضوعات اپنی زندگی سے لئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام افسانوں کی فضا اور اس کے واقعات و سانحات حقیقی معلوم ہوتے ہیں۔ مافوق الفطرت کردار، فلک بلند پر بیٹھے ہوئے فائیو اسٹار ہوٹلوں میں داد عیش دینے والے کرداروں کی غیر حقیقی زندگی کا عکس ان افسانوں میں دور تک نہیں پایا جاتا۔

'احساس کی لہریں' — اساطیر کی بنیاد پر اس افسانے کا خیال لیا گیا ہے۔ اس کے کرداروں کے نام بھی — یعلم بن یعور، ارسلانوس اور مغیلان سوفوکی طرح یونانی دیومالائی ناموں کی طرح تر کا سور، تہریہ اور جبروت ہیں۔ اس کا مرکزی خیال (CENTRAL IDEA)، جدید عہد کی ستم گری سے اُٹھایا گیا ہے۔ الوا شد، دو پایوں پر ابلیس نے شورے سے ظالمانہ حکمرانی کا تخت بچھانے والے یہ تینوں کردار۔ خود اپنے احساس کی گھٹن میں مبتلا ہیں۔ اس افسانے میں بھی احمد عثمانی نے اسی کائناتی سچائی کا منطقی اظہار کیا ہے جو بنیادی انسانی اقدار کا بیش قیمت سرمایہ ہیں۔

'رات کا منظر' اٹھارہ کہانیوں اور ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

اور بحیثیتِ مجموعی احمد عثمانی کے افسانوں کا یہ مجموعہ صحت مند خیالات اور متنوع و متضاد کرداروں کے ذریعہ وحدتِ تاثر کا حامل ہے۔ اس کی بڑی خوبی یہ ہے کہ تمام افسانے کسی بڑے افسانہ نگار کی نقالی ہیں نہ چربہ، بلکہ احمد عثمانی کی اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا کارنامہ ہے۔ احمد عثمانی کا فن انسانی جذبات و ادراک، اس کی گہرائیوں اور پیچیدگیوں کی فنکارانہ عکاسی کرتا ہے۔ فاسد سے صالح روایات ممیز کرکے قاری کے لئے مطالعے کا صحت مند مواد سامنے لاتا ہے۔ یہی اس مجموعے کی اوّل، دوم اور سوم خوبی ہے۔

جواز رائٹرز گروپ نے مہاراشٹر اردو اکادمی کے مالی تعاون سے اسے شائع کرکے اُردو کی ادبی دنیا کو مہاراشٹر کا دلکش تحفہ پیش کیا ہے۔



قارئین کے لئے ضروری اعلان:

ہماری یہ خواہش ہے کہ اپنے قارئین کو مختلف سرکاری پالیسیوں اور سرگرمیوں سے پوری طرح باخبر رکھیں۔ تاہم قارئین کو اس میں کچھ نہ کچھ کمی کا احساس ہو سکتا ہے لہٰذا آپ کی دلچسپی اور معلومات میں مزید اضافے کے خیال سے "قارئین کی رائے" کا خصوصی صفحہ شائع کیا جاتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس تبادلۂ خیال سے ہمیں اور بھی فائدہ پہنچے گا۔ انفرادی نقطہ نظر کا بیوں کی اشاعت تو مشکل ہے، البتہ سرکاری پالیسیوں، پروگراموں اور سرگرمیوں سے متعلق آپ کے خطوط، سوالات اور تجاویز بخوشی قبول کئے جائیں گے۔ پتہ نوٹ فرمالیں:

ایڈیٹر "قومی راج"، نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ، ۱۵ واں منزلہ، مقابل منترالیہ۔ بمبئی ۴۰۰۰۳۲

تبصرہ

تبصرہ نگار:
حسن عباس فطرت

جے۔ کانتن کی کہانیاں

(ترجمہ: زکی انور)

صفحات: ۱۹۲
قیمت: گیارہ روپے پچاس پیسے
پبلشر: نیشنل بک ٹرسٹ
ملنے کا پتہ: مکتبۂ جامعہ لمیٹڈ، دہلی، بمبئی، علی گڈھ

جے۔ کانتن تامِلناڈو کے مشہور و معروف ادیب و دانشور ہیں۔ انھوں نے کہانیوں کے علاوہ سیاسی مضامین بھی لکھے ہیں، فلموں میں ہدایتکاری بھی کی ہے اور ساہتیہ اکادیمی کا ایوارڈ بھی حاصل کر چکے ہیں۔ اُن کے پندرہ منتخب افسانوں کو زکی انور نے اُردو کا رُوپ دیا ہے اور نیشنل بک ٹرسٹ نے اسے بڑے اہتمام کے ساتھ شائع کیا ہے۔ ان کہانیوں کو پڑھ کر جے۔ کانتن کی عجیب و غریب تخلیقی صلاحیتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ کہانیاں جہاں جذباتی ہیں وہیں پر سماجی بُرائیوں کے خلاف مصنف کے غم و غصّہ کا اظہار بھی کرتی ہیں اور کبھی کبھی مداوا کی صورتیں بھی بتاتی ہیں۔

زکی انور کے اُردو ترجمے نے ان میں نئی آب پیدا کر دی ہے۔ اکثر کہانیاں رنگ، رس، خوشبو، مٹھاس سے بھر پور ہیں۔ اور کہیں کہیں قاری ان میں کھو کر اپنے گرد و پیش کو بھول جاتا ہے۔

میرے خیال میں ان کہانیوں کی سب سے بڑی خصوصیت اُن کی ارضیت اور سماج و مصنف کا اپنا تعلق ہے۔ اس زمانے میں جینے والے ہندوستانی عوام کی روزمرہ کی زندگی کی اصلی اور خاص تصویر قبول کو، انسانی پہچان کو نمایاں کرنے میں جے کانتن نے اپنی جگہ مخصوص کر لی ہے۔

اچھوتے موضوع کی تلاش، نئی نئی تکنیک کا استعمال اور مایوسی کی لہروں میں بھی رنگینی گھول دینا مصنف کی ایک اور اہم بلکہ منفرد خصوصیت کہی جائے گی مثال کے طور پر "نکالا ہوا آدمی" جیل سے چھوٹ کر آئے ہوئے اس بدنصیب آدمی کی کہانی ہے جسے اب سماج قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ـــ وہ آتا ہے۔ کرایہ کا مکان حاصل کر کے پیشگی رقم بھی جمع کر دیتا ہے مگر اڑوس پڑوس کی انگشت نمائی د ناراضی کو سہہ نہیں پاتا اور دروازہ کو مقفل کر کے نکل جاتا ہے اور پھر واپس نہیں آتا۔ اس مختصر سے پلاٹ پر جے کانتن نے انشائیہ، ناٹک ـــ اور شاعری کا رنگ چڑھا کر ایک فکر انگیز افسانے کا دلکش رُوپ دے دیا ہے۔

نئی نسل اور پُرانی نسل، قدیم و جدید قدروں کے ٹکراؤ کو کئی کہانیوں کا موضوع بنایا گیا ہے لیکن اس کا فریم مختلف ہے اور ہر کہانی اپنی معنویت اور کینوس کے لحاظ سے ایک دوسرے سے میل نہیں کھاتی اور جداگانہ تاثر رکھتی ہے۔

"خود بینی" ایک فلسفیانہ موضوع کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ ایک ساٹھ سالہ برہمن یکبارگی اپنی گذشتہ زندگی کو تج کر عام انسانوں کی طرح جینا شروع کر دیتا ہے، مگر اپنی حسرت و بصیرت کو چھپا بھی نہیں پاتا اور اولاد کو خط لکھ کر مطلع کر دیتا ہے۔ 'خود بینی' کا مطالعہ تامِلناڈو کے برہمنوں کے بارے میں اُمید کی نئی کرن سے روشناس کراتا ہے۔

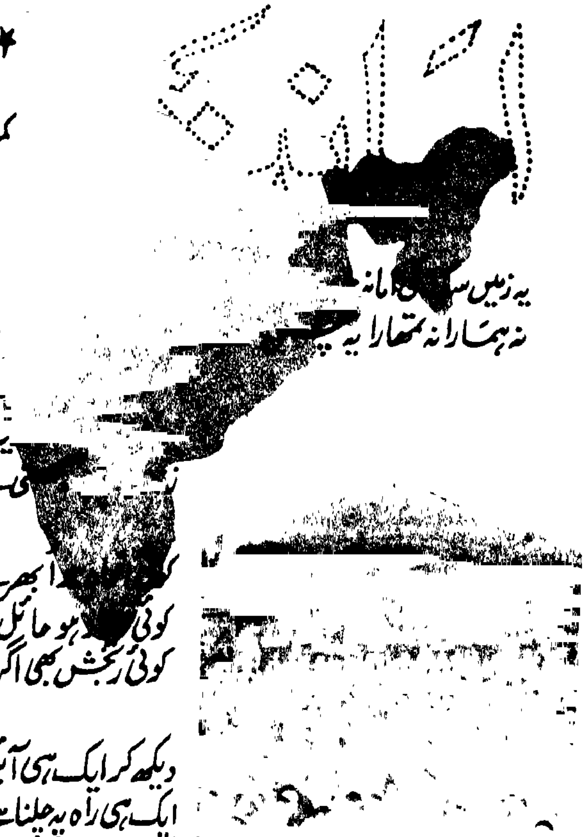
جنوبی ہند کے افسانہ نویس کی جانوروں سے گہری دلچسپی اور ان کے حرکات و سکنات اور عادتوں کو سماجی طبقہ داریت کے تناظر میں پیش کرنا اور کبھی کبھی اسے علامت بنا کر اَن کہی باتوں کا بیان ایک عام بات ہے جس کا ثبوت جے کانتن نے بھی "نکی" اور "محلے کی بلّی" میں دیا ہے، گو کہ اختصار و تکنیکی کمزوری کے باعث ان کا پلّہ دوسری کہانیوں سے ہلکا ہے۔

پندرہ کہانیوں میں دس سے زیادہ ایسی ہیں جن کو ہر طبقہ کے پڑھنے والے پسند کریں گے اور غالباً اپنے خاص نوکیلے پن اور انقلابی رُوح کی وجہ سے وہ یاد بھی رہ جائیں۔ جے کانتن کا مشاہدہ بہت گہرا ہے اور مطالعہ بھی وسیع ہے، اس لئے حقیقت نگاری کی چھاپ ہر کہانی پر ہے۔

"نئی جوتی"، "آگ کی بارش"، "اندھیرے کی طرف"، "میں زندہ ہوں" تفہیم ہی نہیں، رنگ و روغن آمیزی اور نفسیاتی پیچ و خم سے گہری آشنائی اور فن پر بھرپوری گرفت کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔ نئی نسل کے اُردو افسانہ نگاروں کو اپنا فنی و ذہنی اُفق وسیع کرنے کے لئے اس مجموعہ کو ضرور پڑھنا چاہیئے۔

جے کانتن کی ان دل آویز و تاثر انگیز کہانیوں کے مجموعے کو ختم کرنے کے بعد ایک سُرور و نشاط حاصل ہوتا ہے، مگر ساتھ ہی ایک خاص کھٹک بھی محسوس ہوتی ہے کہ اس میں انسان کے کرب ذات، زندگی کی معنویت اور اس کی لائی ہوئی خوبیوں اور مصائب کا احساس دلانے والی کوئی کہانی نہیں ہے، اس لئے یہ انتخاب کامل نہیں کہا جا سکتا۔ ●

* ڈاکٹر اختر نظمی
صدر شعبۂ اُردو
کملا راجہ گرلس کالج، گوالیار



یہ زمیں س... امانہ
نہ ہمارا نہ تمہارا یہ چ...

...چاند ستارے سب کے
...یں ہمارے سب کے
...ی ہے اِشارے سب کے

...ا بھرے تو دبادی جائے
کوئی ...ہو مائل تو گرا دی جائے
کوئی رنجش بھی اگر ہو تو مٹادی جائے

دیکھ کر ایک ہی آئینہ سنورنا ہے ہمیں
ایک ہی راہ پہ چلنا ہے ٹھہرنا ہے ہمیں
ایک جیسے ہی مراحل سے گذرنا ہے ہمیں

دھرم تو کوئی دشاؤں پہ نہیں لکھا ہے
کوئی مذہب تو گھٹاؤں پہ نہیں لکھا ہے
نام تو کوئی گھٹاؤں پہ نہیں لکھا ہے

دین کوئی بھی ہو، ہر دین میں سچائی ہے
بات سمجھو تو ہر اک بات میں گہرائی ہے
خون ہندو ہے نہ مسلم ہے نہ عیسائی ہے

رنگ اور نسل کی تفریق مٹا کر دیکھو
خواب آنکھوں میں محبت کا سجا کر دیکھو
اپنی تہذیب کی تاریخ اُٹھا کر دیکھو

یہ زمیں سب کی امانت ہے، وطن سب کا ہے
نہ ہمارا نہ تمہارا یہ چمن سب کا ہے

غزل

* شفیع اللہ خاں رازؔ اٹاوی
ایس۔ این۔ کالج
کٹرہ پردل خاں، اٹاوہ (یو۔ پی)

آسمانوں سے اُتر کر آئینے
بن گئے پتھر زمیں پر آئینے

غور سے رنگیں دریچے دیکھئے
بند ہیں کمروں کے اندر آئینے

اللہ اللہ بخشش اہلِ نظر
بن گئے پتھر سنور کر آئینے

جگمگائے گی سرابوں کی حیات
چھوڑ جائیں گے سمندر آئینے

آپ رشکِ آئینہ بن جائیں گے
دیکھتے رہیئے برابر آئینے

اب وہاں پتھر نظر آنے لگے
جگمگاتے تھے جہاں پر آئینے

بتکدے میں بھی نظر آتے ہو تم
میرے حق میں ہیں یہ پتھر آئینے

سینکڑوں پورس نظر آتے ہیں رازؔ
دیکھتا ہے جب سکندر آئینے !

جہیز کی لعنت

★ محمد عثمان خاں عرفان پر بھنوی
معرفت حاجی غلام یٰسین خاں صاحب جمعدار
بھوئی گلی، پربھنی نمبر ۴۳۱۴۰۱ (مہاراشٹر)

لینے دینے کا کبھی بھی کوئی وعدہ نہ کرو
جنسِ نازک کا کبھی اس طرح سودا نہ کرو

ایسا گر آپ کروگے تو یہ دھندہ ہوگا !
اس سے خود آپ تباہ ہوں گے سماج گندہ ہوگا

کون سے دھرم میں رائج ہے جہیز کا قانون
کون سا دھرم کرو کہتا ہے اولاد کا خون

ان کے بارے میں کبھی سوچا ہے پیسے والو !
جن کے گھر بیٹیاں ہیں اور مسلسل فاقے یارو

کتنی ماؤں نے زہر کھایا ہے سوچا ہے کبھی
کتنے باپ سو گئے آرام سے سوچا ہے کبھی

کتنے معصوموں کا اس طرح سے اُجڑا ہے چمن
جان دیدی ہے انھوں نے ہوئے یہ زندہ دفن !

کتنی جانیں ہوئیں قربان جہیز کی دیوی پر
کتنے گھر ہو گئے برباد و تباہ اس لعنت پر

ایک ناسور کی طرح ہے یہ جہیز کی لعنت
بدنما داغ ہے سماج پر یہ جہیز کی لعنت

سنجے جی اُٹھے تھے اس بات کا تہیہ کرکے
کاٹ دی جائے نہ کیوں پیڑ جہیز کی جڑ سے ؟

ذمہ دار اس کے ہیں ہر طرح سے پیسے والے !
کرتا دھرتا ہیں اس کے یہی پیسے والے !

آؤ اس بات کا عرفان عہد کر لیں ہم ...!
آج کے بعد جہیز لیں گے کبھی اور نہ کبھی دیں گے ہم

غزل

★ فراق جلالپوری
جلال پور، محلہ قاضی پورہ
ضلع فیض آباد (یو-پی)

عجیب ہے یہ تماشہ عجب یہ منظر ہے
لبوں پہ پھول مگر مٹھیوں میں پتھر ہے

یہ زندگی ہے کہ آشوبِ روزِ محشر ہے
اِدھر ہے آگ کا صحرا اُدھر سمندر ہے

بھٹکتا پھرتا ہے جانے کہاں کہاں دن رات
ہمارے ساتھ خیالوں کا ایک لشکر ہے

سیاہ زلف کے سائے میں چھپ کے مت بیٹھو
سُنا ہے شام کے ہاتھوں میں شب کا خنجر ہے

مرا وجود ابھی کہاں ہو سکا دریافت !
مرا وجود ابھی تو مرے ہی اندر ہے !

اُٹھی ہے زور کی آندھی لرز اُٹھے ہیں چراغ
خدا ہی جانے اُجالوں کا کیا مقدر ہے

اُٹھا ہوں کاکُلِ گیتی سنوارنے کو فراقؔ
کسی کی یاد نہ آئے تو آج بہتر ہے

...ا سنجے گاندھی

غزلیں

ڈاکٹر نایاب لکھنوی
مدم نمبر ۲۴۸۰۴۹/۲، ساتویں لین مالیگاؤں

بارِ غمِ جہاں سے دبے جا رہے ہیں لوگ
بے نام لغزشوں کی سزا پا رہے ہیں لوگ

اپنے وقار، اپنی بڑائی کے واسطے!
آسان مسئلوں کو بھی الجھا رہے ہیں لوگ

دل کا سکون کھو کے مسرت کی آس میں!
لوگوں کو بھی خبر نہیں کیا پا رہے ہیں لوگ

اِک رنگ میں کہیں نظر آتی نہ زندگی
کچھ لوگ رو رہے ہیں تو کچھ گا رہے ہیں لوگ

نادان بن کے دھول اڑاتے تھے چاند پر
ناکام ہو گئے ہیں تو شرما رہے ہیں لوگ

شاداب جانے کب ہو کوئی شاخِ آرزو!
ابتک تو پائمالِ تمنا رہے ہیں لوگ

بہتر تھا یہ کہ ابرِ کرم بن کے پھیلتے!
ماحول پر دھوئیں کی طرح چھا رہے ہیں لوگ

تعریف بھی ہے عیب نمائی کے جوش میں
پھولوں کے ساتھ آگ بھی برسا رہے ہیں لوگ

لوگوں سے دل کا حال چھپاتا میں کس طرح
مغموم صورتوں کے شناسا رہے ہیں لوگ

نایاب جن کے دل میں ہے انسانیت کا غم
غیروں کو بھی سلوک سے اپنا رہے ہیں لوگ

* محمود راہی
۱۸۹/۱۲ - کنمور نگر (ایسٹ) بمبئی نمبر ۴۰۰۰۸۳

مانا کہ تھک چکا ہے مرا قافلہ بہت
اَب بھی ہے ساتھیوں میں مگر حوصلہ بہت

ہے جنگِ اقتدار تو محدود موت تک
لیکن شبِ وصال کا ہے سلسلہ بہت

بُننے کو چار تنکے ہیں لیکن ہیں سخت جاں!
برقِ تپاں کے واسطے ہے گھونسلہ بہت

دامن ہے تار تار تو پلکوں پہ اشکِ خوں!
تسکینِ دل کے واسطے ہے آبلہ بہت

ملتے رہیں میکدے میں اگر شیخ و برہمن
ہو درمیانِ دیر و حرم فاصلہ بہت

تیرے نہ آنے میں ہی کوئی مصلحت ہو
ہے اپنے حل سے دور ہر اک مسئلہ بہت

تاریکیوں کے قافلے لوٹو تو صبح ہو!
راہی کٹھن ہے آخری یہ مرحلہ بہت

* سکندر عرفان
معرفت ریلوے بُک اسٹال
کھنڈوہ (ایم پی)

فکر و فن اور خیالات پہ تنقید کرو!
ہو سکے تو مری ہر بات پہ تنقید کرو

تلخیٔ شدّتِ جذبات پہ تنقید کرو
شومیٔ گردشِ حالات پہ تنقید کرو

لے کے آیا ہوں میں آہوں سے تبسم کی کرن
دوستو! تم مری سوغات پہ تنقید کرو

زہرِ احساس ہی پینا ہے مقدر جن کا
مسکراتے ہوئے لمحات پہ تنقید کرو

جس کی قسمت میں نہیں صبحِ مسرت کا گزر
غم میں ڈوبی ہوئی اس رات پہ تنقید کرو

میرے افکار کو اِک راہ نئی مل جائے!
تم اگر میرے سوالات پہ تنقید کرو

جن کو عرفان سمجھتا ہے فضاؤں کے نقیب
اس کے بکھرے ہوئے نغمات پہ تنقید کرو

سَو سَال پہلے دنیائے سَائنس میں ۲۴ مارچ ۱۸۸۲ء کو ایک عظیم تاریخی واقعہ رونما ہوا۔ اس روز پہلی مرتبہ ایک جرمن ڈاکٹر رابرٹ کاک نے تپِ دق کے جرثوم کی شناخت کی اور ٹی۔بی پر قابو پانے کی جدوجہد کو ایک نیا موڑ دیا۔

ڈاکٹر رابرٹ کاک ـ مُحسنِ انسانیت

★ ڈاکٹر کے۔ ڈبلیو باریبنگے

چیف میڈیکل افسر، ٹی۔بی کنٹرول و ٹریننگ سینٹر، ناگپور

ڈاکٹر رابرٹ کاک، ۱۱ دسمبر ۱۸۴۳ء کو کلازتھل کے مقام پر پیدا ہوئے۔ ذہین والدین کے زیرِ سایہ اپنے گیارہ بھائی بہنوں کے ساتھ پروان چڑھے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد طبّی تعلیم کیلئے گوٹنجن یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ ذہانت چونکہ ورثہ میں پائی تھی اس لئے میڈیکل کالج کا امتحان پاس کرنے کے بعد ۱۸۶۶ء میں ڈاکٹر یٹ کی ڈگری حاصل کی۔ بحیثیت طالبعلم آپ صرف ہونہار اور ذہین ہی نہیں بلکہ غیر معمولی اوصاف کے حامل تھے۔ آپ نے زیادہ تر بیماریوں کی جڑ، جراثیم پر تحقیقات کا کام کیا۔ آپ زمانہ طالبِ علمی ہی میں جیکب ہنلی (۱۸۴۰ء) کی بیماریوں کے متعدی پھیلاؤ کی تعلیم سے بہت متاثر تھے۔

فرانکو پُروشین جنگ کے دَوران فوجی ملازمت کی۔ اس کے بعد والسٹین میں ڈسٹرکٹ فزیشین مقرر ہوئے۔ یہاں آپ کو جراثیم پر مزید تحقیقات کا نادر موقع ملا۔ اور اس کام میں ایک قیمتی تحفہ خوردبین کا، جو آپ کی سالگرہ پر آپ کی اہلیہ نے دیا تھا، خوب استعمال کیا۔ اپریل ۱۸۷۶ء میں آپ نے جانوروں سے انسانوں میں منتقل ہونے والی بیماریوں (ANTHRAX) پر تحقیقات کی اور اپنی کامیابی سے اس زمانے کے نامور سائنسدانوں کو عملی طور پر روشناس کرایا، جس کا زبردست خیر مقدم کیا گیا۔ ٹی۔ بی جرثومے کی اس وقت تک دریافت نہیں ہوئی تھی۔ ۱۸۸۲ء میں ڈاکٹر رابرٹ کاک نے ٹی۔بی جرثومہ (TUBERCLE BACILLI) کی دریافت کی اور اس کی شناخت کے لئے مخصوص سائنسی طریقے (CULTURE) کو عام کیا۔ ۱۸۸۳ء میں جرمن کالیرا کمیشن کے سربراہ کی حیثیت سے مصر اور ہندوستان کا دورہ کیا، اور کالیرا کے پھیلاؤ کی بنیادی وجوہات پینے کے پانی اور غذا میں جراثیم کا پتہ چلا یا۔ تقریباً اسی عرصہ میں اتفاق سے متعدی آشوبِ چشم (CONJUNCTIVITIS) کے خوردبینی جراثیم کی بھی شناخت کی۔

۱۸۸۵ء میں برلن یونیورسٹی میں ہائیجن اور بیکٹریولوجی کے پروفیسر مقرر ہوئے، اور آپ کے زیرِ تعلیم رہ کر کئی نامور سائنسدانوں، جیسے لافر، ڈیلیچ، فائیفر وغیرہ کو آپ کے قریب رہنے اور آپ سے کچھ سیکھنے کا موقع ملا۔

طبّی کانگریس: ۱۸۹۰ء میں برلن میں ۱۰ویں بین الاقوامی طبّی کانگریس کے موقع پر ٹی۔بی جرثومہ کی دریافت اور علاج کا باقاعدہ اعلان کیا گیا۔ اعلان ہوتے ہی دنیا بھر نے آپ کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا۔

۱۸۹۳ء میں آپ نے پانی سے پھیلنے والی بیماریوں اور پانی کی تقطیر کے ذریعہ صفائی سے بیماریوں سے تحفظ کے سلسلے میں مقالہ پیش کیا۔

۱۸۹۶ء میں انگریز حکومت کی درخواست پر جنوبی افریقہ میں ملیریا، طاعون اور ان سے بچاؤ کے لئے ٹیکہ کا طریقہ دریافت کیا۔

۱۹۰۵ء میں ڈاکٹر کاک کو نوبل پرائز دیا گیا۔ ۱۹۰۶ء میں دوبارہ افریقہ کا دورہ کیا۔ ہندوستان کو بھی ڈاکٹر کاک کے استقبال کا شرف حاصل ہے۔ ہندوستان میں آپ نے کلکتہ کی ٹراپیکل میڈیسن انسٹی ٹیوٹ میں کچھ عرصہ کام کیا اور کالرا کے پھیلاؤ کی وجوہات معلوم کیں۔ آپ بمبئی بھی آئے اور گرانٹ میڈیکل کالج (جے۔ جے ہسپتال) میں ٹی۔بی جرثومہ پر مزید تحقیقات کیں۔

پیرسالی میں ڈاکٹر رابرٹ کاک پریشانی میں مُبتلا رہے۔ آپ کے کئی دوست حسد و رقابت سے آپ پر لعن طعن کیا کرتے تھے لیکن آپ نے ہمیشہ صبر و تحمل سے کام کیا۔ ۲۷ مئی ۱۹۱۰ء کو ۶۹ سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کی خواہش کے مطابق آپ کی لاش کو نذرِ آتش کیا گیا اور راکھ، آپ کی قائم کردہ انسٹی ٹیوٹ میں رکھی گئی۔ ڈاکٹر رابرٹ کاک بیشک ایک عظیم سائنسداں تھے جنھوں نے ٹی۔بی جرثومے کی دریافت کر کے عالمِ انسانیت پر ایک بہت بڑا احسان کیا ہے۔ ★



وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے پونے ضلع کے واڑے (بزرگ) مقام پر چھترپتی سمبھاجی مہاراج کی ۲۹۲ ویں برسی کے موقع پر آنجہانی کی سمادھی پر ہار چڑھایا۔ اس موقع کی تصویر میں شریمتی کلاوتی بھوسلے اور نائب وزیر صحت عامہ شریمتی رجنی ساتو بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔

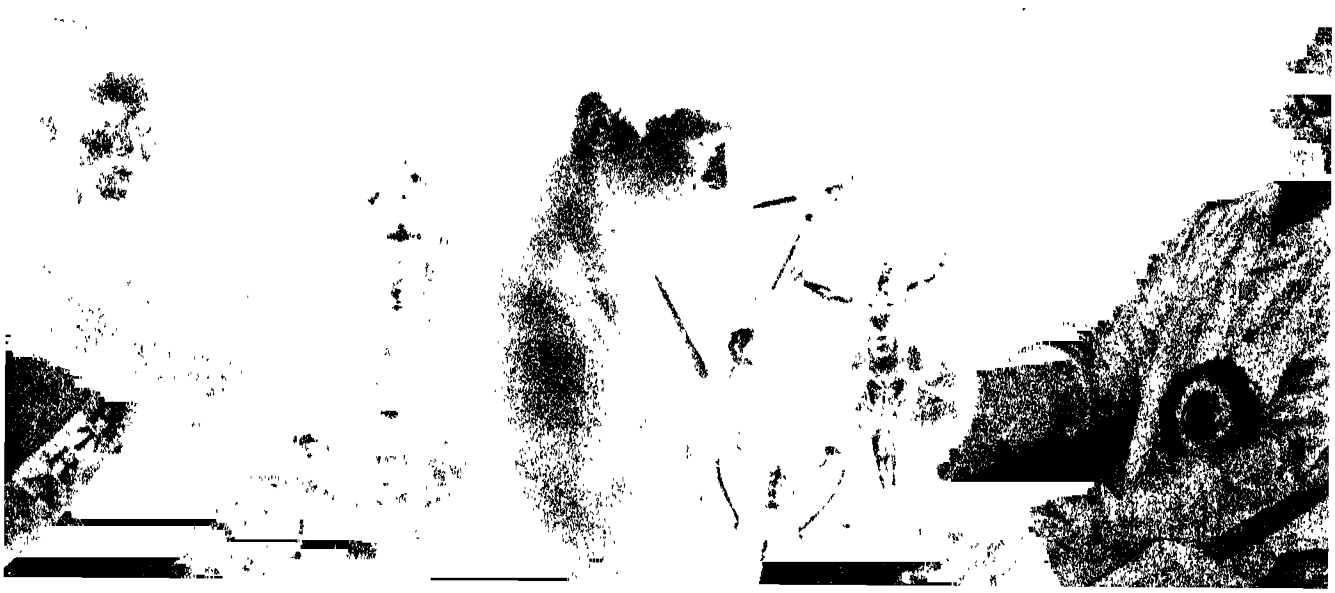


نائب صدر ہند شری ایم۔ ہدایت اللہ کی بمبئی آمد پر سانتا کروز ہوائی اڈے پر گورنر مہاراشٹر شری آئی۔ ایچ۔ لطیف نے آپ کا استقبال کیا اس موقع پر شری بھگونت راؤ گائیکواڑ، وزیر زراعت و محنت اور شری ولاس راؤ دیشمکھ وزیر مملکت برائے پروٹوکول موجود تھے۔



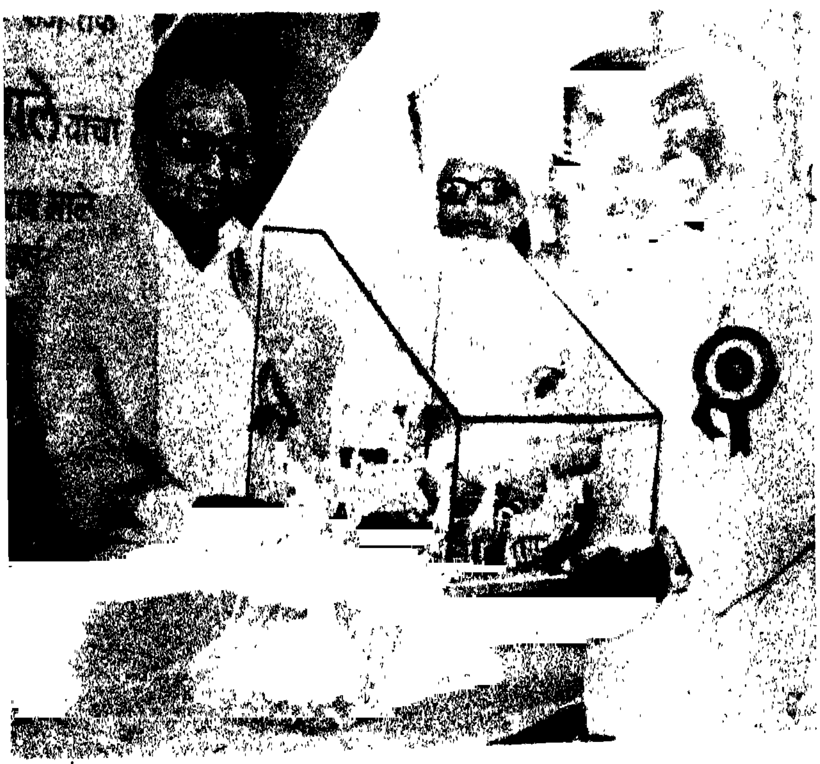
وزیراعلی بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے مہاراشٹر اسمال اسکیل انڈسٹریز فیڈریشن کے صدر شری مصطفےٰ فقیہ سے ۸ء۷ء۱ لاکھ روپے کا چیک وصول فرما رہے ہیں۔ زیرنظر تصویر میں وزیر مالیات ڈاکٹر داسی بسر ایم بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

شری بھگونت راؤ گائیکواڑ، وزیر محنت "مہاراشٹر شری" کا ایوارڈ شری وشوانا تھ پڑالٹے اور دنکر جوشیلکر کو عطا فرما رہے ہیں۔





شری وسنت ساٹھے، مرکزی وزیر اطلاعات و نشریات، نئی دہلی میں ۱۳ مارچ کو 'برہن مہاراشٹر ضلع مدیرانِ اخبارات' تنظیم کے تیسرے اجلاس میں خطبۂ افتتاحیہ دے رہے ہیں۔



'وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے کے اعزاز میں مہاراشٹر منا ڈی ٹرانسپورٹ اینڈ جنرل ورکرس یونین کے زیر اہتمام حال ہی میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا۔ اس موقع پر لی گئی تصویر میں منا ڈی مزدوروں کے رہنما شری انا صاحب پاٹل وزیر اعلیٰ کو "کرشن ارجن رتھ" پیش کر رہے ہیں۔ شریمتی کلاوتی بھوسلے بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔



شریمتی رجنی ساتو، ڈپٹی وزیر برائے خاندانی بہبود و صحت عامہ، ورجینشوری میں ہزیجن سماج اُنتی منڈل کے زیر اہتمام منعقدہ خواتین کے اجلاس سے خطاب فرما رہی ہیں۔



شری لیلادھر وپاس، نائب وزیر برائے شہری ترقیات ۷ مارچ کو ایچ جے. ووشی ہند وسبھا ہسپتال میں ایک طبی مشین کی افتتاحی تقریب میں سامعین سے خطاب فرما رہے ہیں۔



صدرِ ہند، شری نیلم سنجیوا ریڈی نے راشٹرپتی بھون میں معذور افراد کو سال ۱۹۸۲ء کے 'قومی ایوارڈ' تقسیم کئے۔ زیرِ نظر تصویر میں ایل آئی
ناگپور کے شری عبدالقادر، انڈین آرڈی ننس فیکٹری پونے کے شری جی۔ ایم۔ گھوش اور مہاراشٹر بنک پونے کے شری ڈی۔ پی مہندیہ
صدرِ موصوف سے ایوارڈ لیتے ہوئے دیکھے جا سکتے ہیں



پروفیسر ایس۔ ایم۔ آئی۔ آئیز، وزیر برائے مکانات
نے، ارہار ہج کونل بازار، ممبئی میں 'عائشہ منزل'
کا سنگ بنیاد رکھا۔ یہ اسی موقع کی تصویر ہے۔

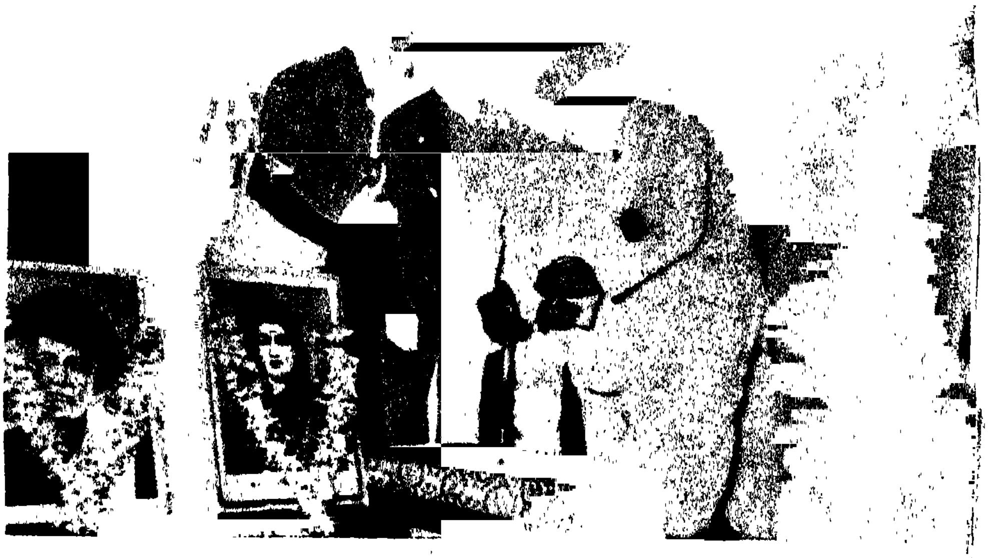




شری آر. ایس. گوائی، چیرمین اسٹیٹ لیجسلیچر کونسل، من گاؤں ضلع کولھاپور میں ۱۱دیں سمرتی تقریب
کے موقع پر مجمع سے خطاب فرما رہے ہیں۔

شری ایس. این دیسائی، وزیر مملکت برائے صنعت کی خدمت
میں ۵ اپریل کو منتزالیہ میں فارمرس کوآپریٹو شوگر فیکٹری، وردھا
کی پروجیکٹ رپورٹ پیش کی گئی۔ زیر نظر تصویر میں وزیر موصوف
کے ہمراہ شری دلاس راؤ دیشمکھ، وزیر مملکت برائے زراعت اور
شری لیفٹیننٹ شیر یکر، نائب وزیر برائے امداد باہمی بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔





شری ڈی. ڈی چوان، وزیر شہری ترقیات مہاتما پھلے ایجوکیشن سوسائٹی کے زیر اہتمام پھلے جینتی انسو تقریبات کا روایتی دیپ روشن کر کے افتتاح فرما رہے ہیں۔

مہاراشٹرا اسٹیٹ اُردو اکیڈمی کے زیر اہتمام

بل بھیم کالج بیڑ میں ادبی و شعری نشست

بل بھیم آرٹس، سائنس و کامرس کالج، بیڑ کی بزم اُردو ادب کے زیر اہتمام بہ تعاون مہاراشٹرا اسٹیٹ اُردو اکیڈمی ۲۸ مارچ کو ایک ادبی و شعری نشست منعقد ہوئی۔ ادبی نشست کی صدارت جناب امان اختر صاحب نے کی جس میں مراٹھواڑہ یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر ارتکاز افضل، سید سجاد اختر، پروفیسر حمید سہروردی، ظفر خاں ناز، عروج احمد عروج اور شاہ حسین نہری صاحبان نے علمی مقالے پیش کئے۔

شعری محفل کی صدارت ڈاکٹر ارتکاز افضل نے فرمائی۔ جس میں مقامی اور مہمان شعراء نے شرکت کی۔ مقامی شعراء میں جناب احسن یوسف زئی، یوسف زئی، شاہ حسین نہری، حمید سہروردی، غوث محی الدین سوزاں، سجاد ظفر خاں ناز، اختر سجاد اور شکیل احمد خاں صاحبان، اور مہمان شعراء امان اختر، عروج احمد عروج، ڈاکٹر ارتکاز افضل اور مراٹھی کے مشہور شاعر سکارام پورے نے شگفتہ شعری کلام پیش کئے اور سامعین سے داد حاصل کی۔

کالج کے پرنسپل جناب بی. بی شندے نے مہمانوں کا استقبال کیا اور اُردو میں استقبالیہ کلمات کہے۔

بزم کے معتمد شکیل احمد خاں نے شرکاء کا شکریہ ادا کیا۔



12% INTEREST NEVER BEFORE

6-YEAR NATIONAL SAVINGS CERTIFICATES

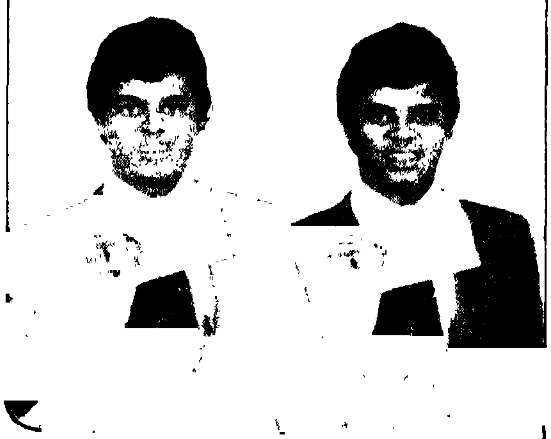
VI ISSUE

You need to double your money fast. Here's our guarantee. When you invest in National Savings Certificate VI Issue at 12% interest compounded 1/2 yearly—the highest unmatched interest rate—we'll give you double the money you've invested in just 6 years.



VII ISSUE

Surprising, but true! Here is a golden opportunity to earn highest interest at 12% per annum..and a facility to collect that interest every six months.



Attractive facilities under both

• You can buy Certificates from all Post Offices. • No limit on Investments • Nomination facility available. • Identity slip ensures easy encashment of Certificates anywhere in India. • Flexibility: Premature encashment allowed after 3 years. • Tax-free Interest upto Rs. 3000 under Sec. 80-L of I.T. Act along with other securities. • In VI Issue interest is shown on annual accrual basis for tax purpose.

For full particulars, Contact.
Nearest Post Office Small Savings Authorised Agents Assistant Director of Small Savings, C/o Collectorate of your District or Directorate of Small Savings. 8th floor, New Administrative Bldg., Bombay-400 032 Tel. nos 232537, 230290, 235037

SMALL SAVINGS..BIG FUTURE

DGIPR/SS/3(2)/81-82/English

Q AUMIRAJ : **Regd. No. MH-BY South-544** *Licence No. 89 for ' without prepayment of postag*



شائع کردہ : شری ایچ۔ ایس۔ ترگنڈ ، ڈائرکٹر جنرل، ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، حکومت مہاراشٹر منترالیہ، ممبئی نمبر ۳۲ ... ۴
مطبوعہ: گورنمنٹ سینٹرل پریس، ممبئی نمبر ۴ ... ۴

قومی راج

۱۰ مئی ۱۹۸۲ء 10-5-82





وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی ۱۰ اپریل کو چندرپور میں آنند اون (واروڑا) تشریف لائیں اور یہاں جذامیوں کی تیار کردہ اشیاء دیکھیں، آپ کے ہمراہ شری وسنت ساٹھے، مرکزی وزیر اطلاعات و نشریات اور شریمتی مدھیا نتی پرکاش اور وکاس آمٹے بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔



وزیراعلیٰ، بیرسٹر باباصاحب بھوسلے ۱۰ اپریل کو پاؤنار آشرم، وردھا تشریف لے گئے۔ زیرنظر تصویر میں آپ اچاریہ ونوبا بھاوے سے گفتگو کر رہے ہیں۔ شری بھگونت راؤ گائیکواڑ، وزیر برائے محنت و زراعت اور ڈاکٹر شری کانت جیچکر وزیر مملکت برائے محصول اور داخلہ امور بھی موجود تھے۔

۱۰ مئی ۱۹۸۲ء
جلد ۹ • شمارہ ۹

10/5/82

قومی راج

ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ : دس روپے

فی کاپی : ۵۰ پیسے



چیف ایڈیٹر : ایم. کے دیش پانڈے
ایڈیٹر : ریاض احمد خاں
سب ایڈیٹر : عبدالوحید خاں جامعی

ترسیلِ زر و مراسلت کا پتہ :
ڈائرکٹر جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز
گورنمنٹ آف مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

ترتیب

قارئین کی رائے

★ **عبدالمجید سرور۔ ایڈیٹر 'سلسبیل' ویکلی**
نیاپورہ۔ نوین لین، مالیگاؤں ۔ ۴۲۲۲۰۳ (ضلع ناسک)

'قومی راج' کے شمارے ماشاءاللہ بہت خوب نکل رہے ہیں۔ خاص شمارہ 'شہید خصوصی نمبر' زیر مطالعہ ہے۔ یہ شمارہ قد و قامت کے اعتبار سے اس موقع پر نکلنے والے خصوصی نمبروں میں سب سے ممتاز ہے۔

پروفیسر سنیہ دت گھوش کا مقالہ "مادر انقلاب صیڈم کاما" معلوماتی ہی نہیں خیال انگیز بھی ہے۔ یہ ہماری جنگ آزادی کی تاریخ کی وہ سنہری کڑی ہے جس سے ہندوستانی خواتین کی اولوالعزمی کی عظمتیں وابستہ ہیں۔ جناب بگڑی کا مضمون "جدوجہد آزادی اور حیدرآباد" ایک مہتم بالشان مضمون ہے۔ بگڑی صاحب نے ہم جیسے مسلمانوں کے سامنے حیدرآباد کے مسلمانوں کی بیچارگی اور محتاجی کا بیان ان لفظوں میں کیا ہے جو بڑا عبرتناک ہے:

"حیدرآباد میں ۸۵ فیصد ہندو تھے مسلمان زیادہ تر شہری علاقوں میں آباد تھے۔ بہت کم مسلمان زراعت یا صنعت میں ملازم تھے۔ ان کا درمیانی طبقہ انتظامیہ اور جاگیرداروں کے سہارے جیتا تھا۔ مسلمانوں کو ہر بات کے لئے حکومت پر تکیہ کرنے کی عادت سی ہوگئی تھی، اور ان میں خود کفیل بننے کا جذبہ مر چکا تھا۔ اس وقت اس فرقہ میں کوئی سماجی مصلح بھی نہیں ابھرا، جبکہ اس کی شدید ضرورت تھی..."

(قومی راج ۱۰ اگست ۱۹۸۱ء ص۱۳)

یہ دردناک صورت حال آج بھی دکن کے مسلمانوں کے لئے سیاسی سماجی، معاشی اور معاشرتی پریشانیوں کا باعث بنی ہوئی ہے۔ سینتو مادھوراؤ بگڑی کا یہ ہمدردانہ انداز بیان شکریہ کا مستحق ہے۔ ہم بہرحال حیدرآبادی ہیں نہ یو۔پی کے۔ ہمارا سارا خمیر مہاراشٹرین ہے لیکن بحیثیت انسان ہم سب ایک ہی درد کے رشتے میں بندھے ہوئے ہیں۔

احمد عثمانی کا مضمون بھی خاصہ ہے۔ بھگت سنگھ اور اشفاق اللہ خاں پر پریت پال کول اور رتی لال شاہین نے مضمون لکھ کر حق ادا کر دیا ہے۔ **پروفیسر شفیع شیخ** کا مضمون "آزادی کی جدوجہد میں اردو ادب کا حصہ" بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ **پروفیسر صاحب نے اس کی تیاری پر کافی محنت کی** ہے۔ مضمون بہرحال تشنہ ہے۔ اخبارات کی فہرست میں بمبئی سے نکلنے والے روزنامہ 'ہلال'، بجنور سے نکلنے والے 'مدینہ' اور لاہور کے روزنامہ 'زمزم' کا ذکر نہیں ہے۔ **اسی طرح شعراء** میں شورش کاشمیری، غلام نبی جانباز کا نام نظرانداز ہو گیا ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے شعر و صحافت و ادب ہی سے نہیں بلکہ اپنی قربانیوں سے بھی تحریک آزادی میں روح پھونکی تھی۔

'جنگِ آزادی اور بمبئی' کے عنوان سے ڈاکٹر محمد یٰسین قدوسی کا مضمون کہانی کی طرح دلچسپ اور سبق آموز ہے، لیکن "توپ دم" کرنے کی بات کا کوئی نقلی ثبوت فراہم نہیں کیا گیا ہے۔

حصۂ نظم میں حکیم عزیز قدوسی کی نظم 'ہمارا صوبہ مہاراشٹر' پاکیزہ جذبات و خیالات کی ترجمان ہے۔ م۔ غ۔ سوزاں کی 'امن و یکجہتی' فکرانگیز ہے۔ شوق ماہری کی نظم خوبصورت ہے۔

مکتوب طویل ہو گیا ہے۔ آخری بات یہ کہ ترتیب و تدوین اور مضامین کے ساتھ مصورانہ تفصیلات اپنے مرتب کے حسین ذوق کی نمائندہ ہے۔ خدا چشمِ زخم سے بچائے۔

★ **شفیع اللہ خاں راز اٹاوی (ایم۔اے)**
ایس۔این۔ کالج
کٹرہ پُردل خاں، اٹاوہ (یو۔پی)

لگاتار کئی شمارے موصول ہوئے۔ پڑھ کر جی خوش ہو گیا۔ تمام سرکاری رسائل میں 'قومی راج' اپنا منفرد مقام رکھتا ہے۔ آنجناب کے حسنِ ادارت کا کرشمہ ہے کہ 'قومی راج' کا ہر شمارہ خوب سے خوب تر ہے۔

★ **آر۔ جے۔ فاروقی (اردو ٹیچر)**
اینٹی بائیوٹکس پلانٹ انٹر کالج
ویر بھدر (دہرہ دون) یو۔پی ۲۴۹۲۰۲

'قومی راج' مل رہا ہے۔ ترتیب و تزئین کے لئے آپ تعریف کے اہل ہیں۔ گلزار نسیم اور علامہ محوی صدیقی مرحوم پر تنقیدی مضامین معلومات افزا ہیں، شعری حصہ جاندار رہے ایک آدھ افسانہ بھی شامل کر لیا کریں تو سونے پر سہاگہ۔



غریبوں کی فلاح و بہبود
حکومت سرگرمِ عمل

یومِ مہاراشٹر پر وزیراعلیٰ کا پیغام

مہاراشٹر کے وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے ریاست مہاراشٹر کے قیام کی ۲۲ویں سالگرہ کے موقع پر اپنے پیغام میں ریاست کے باشندوں کو مبارکباد دیتے ہوئے یقین دلایا کہ حکومت سب لوگوں خصوصاً غربت کی سطح سے بھی نیچے زندگی بسر کرنے والے لوگوں کی ترقی اور فلاح و بہبود کی خاطر پوری قوت اور تندھی سے سرگرمِ عمل رہے گی۔

وزیراعلیٰ کے پیغام کا متن حسبِ ذیل ہے:

"وزیراعلیٰ کا عہدہ سنبھالنے کے بعد میں نے حکومت کے اس عزم کا اظہار کیا تھا کہ غریب لوگوں کی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے کوئی کوشش اُٹھا نہ رکھی جائے گی۔ اس عزم کے ساتھ ہم نے طے کیا ہے کہ پوری سرکاری مشینری لوگوں کی فلاح و بہبود کے کام میں لگائی جائے اور اس سمت میں اقدامات کئے گئے ہیں۔ جیساکہ میرے پالیسی بیان نیز مجلسِ قانون ساز کے مشترکہ اجلاس سے گورنر موصوف کے خطاب، وزیر مالیات کی بجٹ تقریر اور گورنر موصوف کے خطاب پر میری جوابی تقریر میں بیان کیا گیا ہے۔ حکومت سب سے اوّل ریاست میں پسماندہ خطوں، غریب محنتی مزدوروں، کسانوں اور سماج کے کمزور ترین طبقات پر توجہ دے گی۔

حکومت نے مختلف پروگرام شروع کئے ہیں تاکہ غریب لوگوں خصوصاً غربت کی سطح سے بھی نیچے زندگی بسر کرنے والے لوگوں کی حالت بہتر ہو اور ان میں خود اعتمادی کا جذبہ پیدا ہو۔

میں یہاں خاص طور سے مربوط منصوبہ کا ذکر کرنا چاہوں گا جو مندرج جاتیوں کی بھلائی کے لئے اپنایا گیا ہے۔ ہم نے مندرج جاتیوں سے تعلق رکھنے والے کنبوں کے معاشی فائدے نیز ان کی بستیاں سدھارنے کی غرض سے نئے پروگرام وضع کئے ہیں اس کے علاوہ سرکاری مشینری کو تیار کیا گیا ہے تاکہ ادیباسی بھلائی اسکیم کو کامیابی سے زیرِ عمل لایا جائے۔

ریاست کے مختلف علاقوں کی ترقی کے لئے خصوصی پروگرام وضع کئے گئے ہیں جنھیں تیزی سے عمل میں لایا جارہا ہے۔ ہماری ہردلعزیز وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی کا ۲۰ نکاتی پروگرام ملک کی ترقی اور خوشحالی کا ضامن ہے، نیز غریبوں کی فلاح اور کمزور طبقات کی بہبود

کے لئے مناسب اقدامات تجویز کئے گئے ہیں۔ اسی لئے حکومت مہاراشٹر نے اس پروگرام کو ریاست میں زیرعمل لانے کے لئے خصوصی اقدامات کئے ہیں، اور ضلع سطح پر کمیٹیاں تشکیل دی ہیں۔

اناج کی پیداوار میں اضافہ کے لئے ہرممکن کوشش کی جارہی ہے۔ گذشتہ چند سالوں میں زراعتی ترقی کے لئے ہمارے کسانوں نے کافی جدوجہد کی اور اس میں خاطر خواہ کامیابی بھی حاصل ہوئی ہے آج اناج کی پیداوار ۱۰۵ لاکھ ٹن تک پہنچ چکی ہے۔ حکومت نے ریاست کو اناج کے معاملے میں خودکفیل بنانے کا عزم کیا ہے۔ حکومت کے چیف سکریٹری کی زیر صدارت محکمۂ زراعت کے سکریٹریوں پر مشتمل ایک کمیٹی کو اس سلسلے میں پروگرام مرتب کرنے کی ذمّے داری سونپی گئی تھی۔ اس کمیٹی نے اپنی سفارشات پیش کردی ہیں۔ جن میں ۸۵-۱۹۸۴ء تک ریاست کو اناج کے معاملے میں خود کفیل کرنے کے لئے قابلِ عمل اقدامات تجویز کئے گئے ہیں۔

۲۰ نکاتی پروگرام میں بھی تلہن اور دھان کی پیداوار میں اضافہ کے لئے خاص زور دیا گیا ہے۔ اس وجہ سے مذکورہ سفارشات پر عمل درآمد نہایت اہم ہے۔ باغبانی ترقی پر بھی خصوصی توجہ دی جارہی ہے، اور اس سلسلے میں کوکن کے علاقے میں باغبانی ترقیات کے لئے اقدامات کئے جارہے ہیں۔ زرعی پیداوار میں اضافے کے لئے بجلی کی بڑی اہمیت ہے، اس بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بجلی کی پیداوار کے لئے متعلقہ پروجیکٹوں کو معینہ مدّت میں مکمل کرنا ضروری ہوجاتا ہے۔

حال ہی میں اُرن میں بجلی کے دو بڑے پروجیکٹ قائم کئے گئے ہیں۔ بمبئی شہر میں کوڑا کرکٹ سے گیس حاصل کرنے کے ایک پروجیکٹ کو مرکزی حکومت سے منظوری حاصل ہوئی ہے۔ چندرپور تھرمل پاور اسٹیشن کو وسعت دی جارہی ہے۔ دربھول میں ہزار میگھاواٹ بجلی پیدا کرنے کی صلاحیت کا ایک پروجیکٹ قائم کیا جارہا ہے اس پروجیکٹ کو تیزی سے مکمل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

دیہی علاقوں میں پینے کا پانی کی فراہمی اسکیم کو بڑے پیمانے پر عمل میں لایا جارہا ہے۔ ریاست میں ابھی ....، ۱۷ دیہاتوں میں پینے کا پانی میسّر نہیں۔ حکومت کی کوششوں کے نتیجے میں ....، دیہاتوں میں پینے پانی فراہم کیا جاچکا ہے۔ باقی ماندہ دیہی علاقوں میں بھی یہ سہولت فراہم کرنے کے لئے تیزی سے اقدامات کئے جارہے ہیں۔ وزیراعظم کے ۲۰ نکاتی پروگرام میں خاندانی بہبود کو زبردست اہمیت دی گئی ہے۔ ریاستی حکومت کی کوشش ہے کہ یہ پروگرام عوامی تعاون سے رضاکارانہ طور پر عمل میں لایا جائے اور اسے پوری طرح کامیابی سے ہمکنار کیا جائے۔

صنعتی نقطۂ نظر سے ریاست مہاراشٹر کو ملک بھر میں اہمیت حاصل ہے۔ صنعتی ترقی کے بغیر ملک و ریاست کی ترقی ناممکن ہے، اور اس کے بغیر سب کے لئے سماجی و معاشی انصاف بھی لاحاصل ہے۔ بمبئی شہر میں سوتی مل مزدوروں کی تین مہینوں سے جاری ہڑتال حکومت کے لئے تشویش کا باعث ہے۔ ہماری وزیرِاعظم نے سالِ رواں کو "پیداواری سال" قرار دیا ہے۔ لہٰذا صنعتی پیداوار کو بغیر کسی رکاوٹ کے جاری رہنا چاہیئے۔ مل مزدوروں کے معاملے میں

ریاستی حکومت کی پالیسی ہمدردانہ ہے۔ اس بات کو میں نے کئی مرتبہ دُہرایا ہے، حکومت نے اس معاملے کو کبھی بھی اپنے وقار کا مسئلہ نہیں بنایا، مزدوروں سے میری درخواست ہے کہ وہ کام پر حاضر ہوں، تب ہی حکومت دو ہفتوں کے اندر ان کے جائز مطالبات پر غور کرے گی. اس کا اعلان میں پہلے ہی کرچکا ہوں۔ میری اس درخواست پر مزدور بھائی غور کریں، اور کام پر حاضر ہوں، یہی میری تمنا ہے۔

آنجہانی پنڈت جواہرلال نہرو کے آشیرواد سے مراٹھی عوام کو متحد رکھنے والی ریاست مہاراشٹر کو قائم ہوئے آج ۲۲ برس پورے ہو رہے ہیں۔ مراٹھواڑہ۔ ودربھ کی متوازن ترقی کے لئے جو یقین دہانیاں کی گئی تھیں، ان پر پوری طرح سے عمل کیا جائے گا، یہ میرا وعدہ ہے ہمارا یہ عزم ہے کہ مہاراشٹر کے غیر ترقی یافتہ علاقوں کے ساتھ ساتھ مغربی گھاٹ، پہاڑی اور دشوار گذار علاقوں کی پسماندگی دُور کرکے پوری ریاست خوشحال بنے۔

مراٹھی جیسے ہماری مادری زبان ہے ویسے ہی سرکاری زبان ہے۔ ۱۹۸۵ء تک پوری طرح سے سرکاری سطح پر مراٹھی کا استعمال عام کرنے کی کوشش شروع ہوچکی ہے۔ اس سلسلے میں یہ ضروری ہے کہ تمام سرکاری ملازمین بھی مراٹھی زبان کا زیادہ سے زیادہ استعمال کریں، افسوس ہے کہ مراٹھی جانتے ہوئے بھی سرکاری ملازمین مراٹھی کا استعمال بہت کم کر رہے ہیں۔ اگر عوام سے نزدیکی رشتہ قائم رکھنا ہے تو یہ ضروری ہے کہ مراٹھی ہی میں تمام کام کاج ہو۔

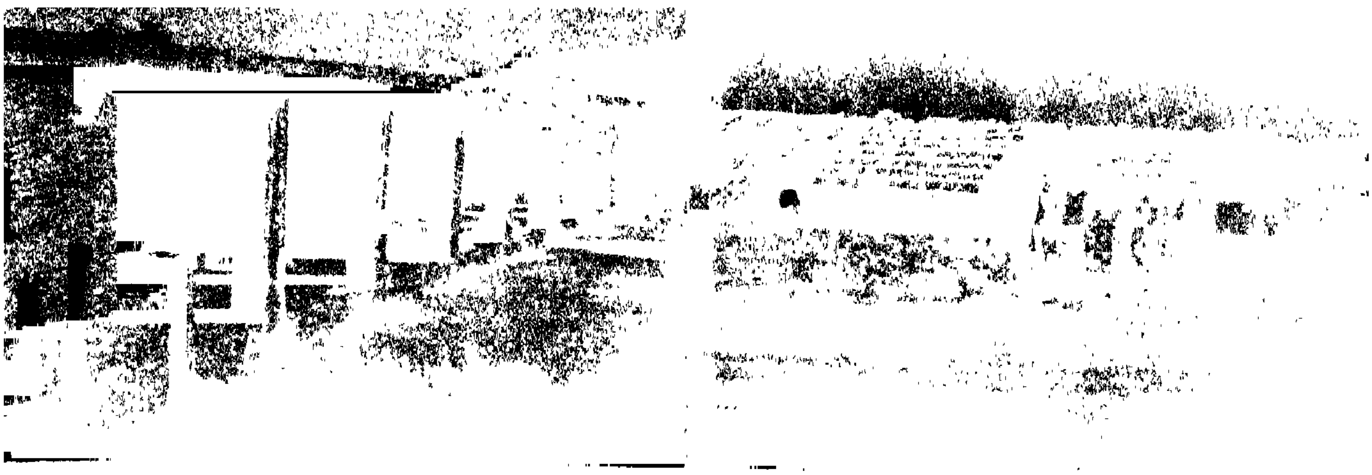
مہاراشٹر کو فخر حاصل ہے کہ یہاں فرقہ وارانہ امن و یکجہتی قائم ہے، لیکن بدقسمتی سے ہماری ریاست میں بھی اِکا دُکا فرقہ وارانہ ہنگامے ہوئے۔ حکومت نے ان وارداتوں پر ابتدا ہی میں قابو پالیا، اور ہنگامی اقدامات کے ذریعہ انھیں پھیلنے کا موقع نہیں دیا۔ اس کامیابی پر میں عوام اور پولس کو مُبارکباد دینا چاہوں گا۔

اس وقت ہماری ریاست کے تدریسی عملے نے امتحان کا بائیکاٹ کیا ہے اس کے باوجود حکومت نے دسویں اور بارہویں کے امتحانات وقت پر منعقد کئے جانے کے لئے انتظامات کئے، کیونکہ حکومت چاہتی ہے کہ ہمارے نوجوانوں کا تعلیمی نقصان نہ ہو۔

لال فیتہ شاہی کی لعنت کے لئے حکومت پر ہمیشہ تنقید کی جاتی رہی ہے اسی وجہ سے منترالیہ میں جن فائلوں کو نمٹایا نہیں گیا تھا انھیں جلد نمٹانے کے لئے ایک ہفتہ منایا گیا، جس کے دوران ان فائلوں کو نمٹایا گیا۔ اس کے نتیجہ میں حکومت کے طریقۂ کار میں بہتری پیدا ہوئی ہے۔ ہم سب کو چاہیئے کہ تمام امور کو سُرعت سے انجام دینے کا یہ طریقہ جاری رکھیں۔ حکومت نے عثمان آباد چندرپور اضلاع میں دور دراز علاقوں کے باشندوں کی بہبود کے لئے ان اضلاع کو تقسیم کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ جلد ہی کوکن میں ایک ٹیکنیکل یونیورسٹی قائم کی جائے گی اور اسے بابا صاحب امبیڈکر کے نام سے منسوب کیا جائے گا۔

ہم سب کی یہ دلی خواہش ہے کہ ہماری ریاست کو مزید ترقی حاصل ہو، لیکن جب تک عوام کے سبھی طبقات کا تعاون حاصل نہ ہو یہ مقصد حاصل نہ ہوگا۔ عوام کے تعاون اور عوامی جمہوریہ طریقے سے ہم اپنے مقاصد کو حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس کام میں ہم آپ کے تعاون کے متمنی ہیں۔

(باقی صفحہ ۹ پر)



مہاراشٹر میں جھونپڑپٹی سدھار

مہاراشٹر کے سالانہ منصوبہ ۸۳-۱۹۸۲ء میں ۴۸۵ لاکھ روپے اقل ترین ضروریات پروگرام کے لئے مختص ہیں۔ اقل ترین ضروریات پروگرام میں جھونپڑ پٹیوں میں بنیادی ضروریاتِ زندگی کی فراہمی نیز حالات زندگی میں بہتری کے اقدامات شامل ہیں، بمبئی عظمیٰ میں اس پروگرام کے تحت سرکاری، عوامی اور نجی اراضیوں پر آباد سلم بستیوں کو شامل کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں ایک لاکھ سے زیادہ آبادی والے ۱۸ شہر بھی اس پروگرام کے تحت لائے گئے ہیں جہاں سلم باسیوں کی تعداد اندازاً ۴۳،۶۳ لاکھ ہے اب تک اس پروگرام کے تحت سلم بستیوں میں رہنے والے ۳۱ لاکھ افراد کو بنیادی ضروریاتِ زندگی فراہم کی گئی ہیں۔ توقع کی جاتی ہے کہ آئندہ سال ۲،۵۰،۰۰۰ افراد بھی اس اسکیم سے مستفید ہوں گے۔

شہروں میں غریب بستیوں کا سدھار :

اس اسکیم کا نفاذ میونسپل کونسلوں کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ اس کے تحت فی شخص ۲۵ مربع میٹر قطعۂ اراضی اور ۶۰۰ روپیہ بطور گرانٹ دیا جاتا ہے۔

گذشتہ سال اس اسکیم پر ۶۲،۱ لاکھ روپیہ خرچ ہوا اور اس سال دو لاکھ روپیہ خرچ کئے جانے کی تجویز ہے۔ اس طرح گذشتہ سال ۶۷۵ اشخاص مستفیض ہوئے تھے اور اس سال ۱،۶۶۵ اشخاص کے مستفیض ہونے کی توقع ہے۔

شہری مکانات اسکیم :

حکومت کی رائج پالیسی کے تحت معاشی اعتبار سے ایسے کمزور افراد کو جن کی ماہانہ آمدنی چھ سو روپے سے کم ہے رہائشی مکانات فراہم کئے جاتے ہیں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ریاستی حکومت، مہاراشٹر ہاؤسنگ اینڈ ایریا ڈیولپمنٹ اتھارٹی کے ذریعہ کارروائی کرتی ہے۔ یہ ادارہ حکومت کے منصوبے میں مختص رقم کے علاوہ مختلف اداروں سے بھی قرض لیتا ہے۔

سال ۸۱-۱۹۸۰ء کے دوران ۱۲،۱۴۳ کمرے اور ۶۷۰ معیاری

پلاٹ مکمل کئے گئے۔ گذشتہ ۲۰ سالوں سے اوسطاً ڈھائی ہزار تا تین ہزار مکانات تعمیر کئے جاتے ہیں۔ اس طرح ۱۹۸۰-۸۱ء کے دوران اتھارٹی کی کارکردگی تین گنا بہتر رہی۔ ان ۱۲,۱۴۳ مکانات میں سے حکومت کی مذکورہ پالیسی کے عین مطابق ۹,۱۴۷ مکانات معاشی اعتبار سے کمزور افراد کو دیئے گئے۔ اپریل ۱۹۸۰ء سے دسمبر ۱۹۸۱ء تک اتھارٹی نے ۱۴،۴۹ کروڑ روپے خرچ کئے۔ سال ۱۹۸۱-۸۲ء کے پہلے ۹ مہینوں میں کمیٹی نے ۹،۵ کروڑ روپے خرچ کئے ہیں۔ فی الوقت ۱۴,۵۷۳ مکانات زیر تعمیر ہیں۔ جن میں سے دس ہزار مکانات کی تعمیر مارچ ۱۹۸۲ء تک مکمل ہو جائے گی۔ ان دس ہزار مکانات میں سے ۶,۳۸۷ مکانات معاشی اعتبار سے کمزور افراد کے لئے مختص ہوں گے۔

حصولِ اراضی اور علاقائی ترقیات :

ضرورتمندوں کے لئے ہمیشہ تیار مکانات فراہم کرنا ممکن نہیں لہذا رہائش گاہوں کی بڑھتی ہوئی مانگ کو پورا کرنے کیلئے حاصل پلاٹ میں سدھار پیدا کیا جاتا ہے۔ مہاراشٹر میں میونسپل کونسلو کے تحت حاصل پلاٹوں کی بہتری کا منصوبہ تیار کیا جاتا ہے۔ اس منصوبہ پر عمل آوری سے متعلق مختلف میونسپل کونسلوں کی آراء کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اب تک کی کارکردگی کے مطابق ۴۳ میونسپل کونسلوں میں ۱۰۱۷،۳۳ ہیکٹر اراضی کے حصول کی کوشش کی جارہی ہے اور اب تک ۵۳،۳۴ ہیکٹر اراضی حاصل کی جا چکی ہے۔

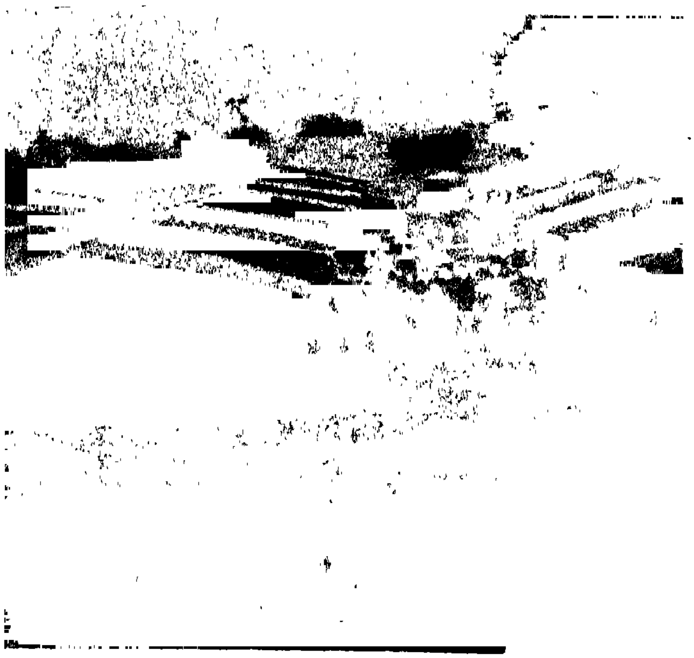
دیہی فراہمی مکانات پروگرام :

دیہی فراہمی مکانات پروگرام میں (۱) مکانات اسکیم اور (۲) جھونپڑوں پر کھپریل کی چھت ڈالنے کا کام شامل ہے۔ یہ کام ضلع پریشد کے ذریعہ کئے جاتے ہیں۔ ان اسکیمات کو منصوبہ اسکیموں کے طور پر برتا جاتا ہے۔ سال ۱۹۸۱-۸۲ء کے دوران ۱۰۹ مکانات کی تعمیر کے لئے دیہی مکانات اسکیم کے تحت ۱۸،۲ لاکھ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ نیز جھونپڑوں پر کھپریل ڈالنے کے لئے ۹۲،۳۱ لاکھ روپیوں کی گنجائش نکالی گئی ہے، جس میں سے ۹۲،۱۹ لاکھ روپے قبائلی ذیلی منصوبہ کے تحت علاقوں کے لئے مختص ہیں۔

مرمت اور تعمیرِ نو :

حکومت کے فیصلے کے موجب پرانی عمارتوں کی مرمت تیزی سے کی جارہی تاکہ مرمت کے اخراجات حدبندی ۱۳۰ روپے فی مربع میٹر سے بڑھا کر ۲۰۰ ر





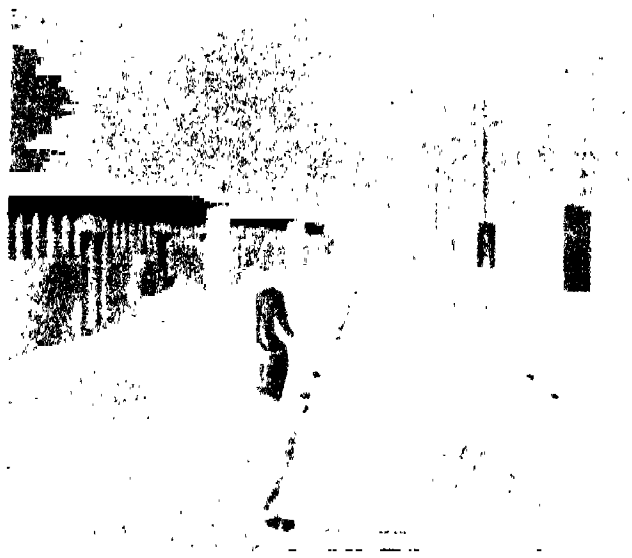
فی مُربع میٹر کرنیکی تجویز کی منظوری اور اس پر عمل آوری سے قبل مرمت کا کام مکمّل ہو جائے۔ اس کام کے لئے سال ۸۲-۱۹۸۰ء کے دوران ۲۸ء۲۴ کروڑ روپے مختص کئے گئے تھے جن میں سے ۴۱ء۱۸ کروڑ روپے دسمبر ۱۹۸۱ء تک صرف کئے گئے، اس طرح مرتب کردہ فہرست میں ابھی ۳۲۹ عمارتوں کی مرمّت کا کام باقی ہے۔ اس باقی ماندہ کام کو بھی بہت جلد شروع کیا جائے گا۔ اس مسئلے کا از سرِ نو جائزہ لینے کے لئے ایک مفصّل سَروے کیا گیا، جو تکمیل کے آخری مرحلوں میں ہے۔ یہ سَروے اس مسئلے کے مناسب و موزوں حل کی تلاش میں معاون ثابت ہوگا۔

سال ۸۱-۱۹۸۰ء کے دَوران خستہ بلڈنگوں کی مرمت سے ۱۴۲۱ مکانات اور ۲،۱۱۳ عارضی رہائش گاہیں فراہم کی گئیں۔ سالِ رواں کے دوران ۱۴۰۰ مکانات اور ۱۵۰۰ عارضی رہائشوں کی فراہمی کی تجویز زیر غور ہے۔

شہری اراضی (حدبندی و ریگولیشن) قانون بابت ۱۹۷۶ء

شہری اراضی (حدبندی و ریگولیشن) قانون بابت ۱۹۷۶ء کی دفعہ (۳) ۱۰ کے تحت ۱،۲۲۷ ہیکٹر اراضی حکومت کے لئے مختص ہے۔ اس میں سے ۲،۵۳۴ ہیکٹر اراضی حکومت نے اپنی تحویل میں لے لی ہے۔ جس میں سے ۲،۲۳۰ ہیکٹر اراضی مختلف علاقائی حکام، اداروں اور کم آمدنی والے افراد کی کوآپریٹیو ہاؤسنگ سوسائٹیوں کو تقسیم کی گئی ہے۔

حکومت نے شہری اراضی حدبندی قانون کے تحت حاصل کردہ اراضی کو ممبئی، پونے اور ناگپور جیسے شہروں میں خصوصیت کے ساتھ سَلم بستیوں کے مکینوں کی بازآبادکاری اور کم آمدنی پانے والے افراد کے لئے مکانات کی فراہمی کے لئے استعمال کرنے سے متعلق غور و خوض کرنے کے بعد سلم بستیوں کو سُدھارنے اور اس بیش قیمت شہری اراضی کا سلم بستیوں کے مکینوں کی بازآبادکاری کے لئے استعمال کرنے اور اس سلسلے میں ذرائع تلاش کرنے سے متعلق حکومت کو مشورے دینے کے لئے شری کیرکر کی زیر صدارت ایک اعلیٰ اختیاری اسٹیرنگ گروپ نامزد کیا تھا۔ لہٰذا شہری اراضی حدبندی ایکٹ کی دفعہ ۲۱ کے تحت معاشی اعتبار سے کمزور افراد کی ہاؤسنگ سوسائٹیوں کو منظوری دینے کا کام وقتی طور پر روک دیا گیا تھا۔ گروپ کی رپورٹ حکومت کو پیش کی جا چکی ہے۔ اس رپورٹ کی روشنی میں پالیسی مرتب کی جائے گی جس میں اراضی کے حصول اور کسی حد تک حاصل کردہ اراضی کے، سَلم بستیوں کے مکینوں کی بازآبادکاری کے لئے استعمال کو ترجیح دی جائے گی۔ کیرکر کمیٹی نے میٹروپولیٹن باشندگان کے لئے ہاؤسنگ پروگرام کی خاطر شہری اراضی حد



بندی قانون کے تحت حاصل کردہ اراضی کا استعمال کرنے کی بھی تجویز پیش کی ہے تاکہ اس ریجن میں مکانات کی بڑھتی ہوئی مانگ کو پورا کیا جاسکے۔
سلم بستیوں کے مکینوں کی باز آبادکاری اور کم آمدنی پانے والے افراد کو مکانات فراہم کرنے کے لئے شہری اراضی (حدبندی و ریگولیشن) قانون سے پوری طرح استفادہ کرتے ہوئے پروگرام ترتیب دیئے جائیں گے۔

سنجے گاندھی نرادھار انودان اور سواؤلمبن یوجنا:

جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں، حکومت نے ۲ اکتوبر ۱۹۸۰ء سے ضعیف، کمزور، بے سہارا اور بیواؤں کو ماہانہ پنشن دینے کی ایک اسکیم جاری کی ہے۔ اسکیم کے نفاذ سے ابھی تک ۳,۵۹,۹۱۲ افراد کی درخواست منظور ہوئی اور باقی ماندہ درخواستیں زیر غور ہیں۔ اسکیم کے نفاذ کے لئے سال رواں کے دوران ۱۶ کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ توقع کی جاتی ہے کہ امسال اسکیم کے تحت امداد کے لئے درخواست دینے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوگا لہٰذا ۱۹۸۲-۸۳ء کے مالی سال کے دوران ۲۵،۰۰ کروڑ روپے کی گنجائش نکالنی ہوگی۔

سواؤلمبن یوجنا کے تحت ۱,۸۳,۰۰۰ افراد میں اُن کا اپنا کاروبار شروع کرنے کے لئے ۸،۴۵ کروڑ روپے بطور قرض تقسیم کئے گئے ہیں۔ اس اسکیم کے لئے ۵ کروڑ روپے کی گنجائش نکالی گئی ہے جسے سال ۱۹۸۲-۸۳ء کے دوران ۱۰،۰۰ کروڑ روپے تک بڑھانے کی تجویز ہے۔ ریاست میں اس اسکیم کو بڑے پیمانے پر نافذ کرنے میں قومیائے گئے اور تجارتی بینکوں کا عملی تعاون حاصل کرنے سے متعلق بھی حکومت غور کر رہی ہے۔

ماہنامہ "شیتکری" اُردو میں

اُردو پڑھنے والے کسانوں کو بھی کھیتی سے متعلق جدید ترین معلومات، باقاعدہ حاصل ہوتی رہیں، اس غرض سے ماہنامہ "شیتکری" ہر ماہ اُردو میں بھی شائع کرنے کی تجویز حکومتِ مہاراشٹر کے زیرِ غور ہے، لہٰذا جن لوگوں کو ماہنامہ شیتکری ہر ماہ اُردو میں درکار ہے، وہ فوراً مندرجہ ذیل پتہ پر خط لکھیں:

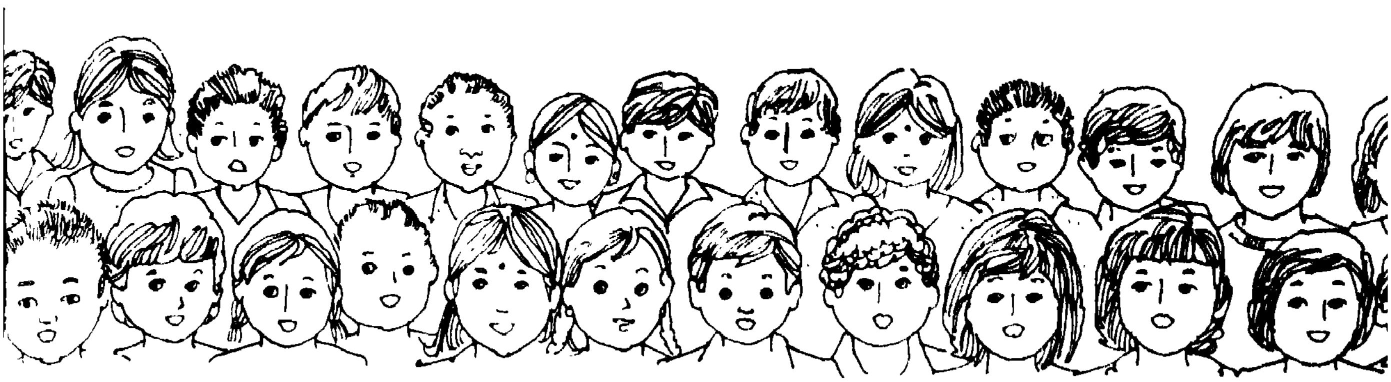
ایڈیٹر ماہنامہ "شیتکری"
ڈائرکٹوریٹ آف ایگریکلچر، مہاراشٹر راجیہ،
سینٹرل بلڈنگ، پونے نمبر ۴۱۱۰۰۱

بقیہ "یومِ مہاراشٹر پر وزیر اعلیٰ کا پیغام"

مہاراشٹر، سادھوؤں، سنتوں، مفکروں اور سورماؤں کی سرزمین ہے۔ چھترپتی شیواجی مہاراج، لوکمانیہ تلک، مہاتما پھلے، بابا صاحب امبیڈکر، جیسی عظیم ہستیوں نے مہاراشٹر کی شان کو عظمت بخشی ہے۔ اِن عظیم ہستیوں کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے ہمیں ایک مضبوط اور خوشحال مہاراشٹر کی تعمیر کرنی ہے اور حکومت کے اس عزم کو مکمل کرنے کے لئے آپ سب کا دلی و عملی تعاون حاصل ہو، یہی میری تمنا ہے۔

جے ہند!
جے مہاراشٹر!!

*



مہاراشٹر میں خاندانی بہبود

حکومت مہاراشٹر کی شروع ہی سے یہ پالیسی رہی ہے کہ خاندانی بہبود پروگرام پر عمل آوری بالکلیہ رضاکارانہ ہو اور اس میں جبر و تشدد سے کوئی کام نہیں لیا جائے حکومت تعلیمی و ترغیبی تحریک پر زیادہ یقین رکھتی ہے ۔ زیرنظر مضمون میں خاندانی بہبود سے متعلق حکومت کے مختلف اقدامات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

ریاست مہاراشٹر ملک کی تمام ریاستوں میں خاندانی بہبود پروگرام کی عمل آوری کے سلسلے میں سرفہرست ہے اور ملک بھر میں مہاراشٹر کی کارکردگی کی ستائش کی جارہی ہے۔ وزیراعظم کے نظرثانی شدہ ۲۰ نکاتی پروگرام میں خاندانی منصوبہ بندی کو خصوصی حیثیت دی گئی ہے۔ اور اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومت نے اس پروگرام کو رضاکارانہ طور سے عمل میں لانے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس ضمن میں مختلف اقدامات کئے گئے ہیں اور ۱۹۹۱ء تک ۶۰ فیصد جوڑوں کو جدید تکنیک کی مدد سے خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کرانے کا عزم کیا گیا ہے۔

غیر معمولی اقدامات:

ریاستی حکومت نے حکومت ہند کی طرف سے مقرر کردہ نسبندی کے نشانے سے زائد خود اپنا نشانہ مقرر لیا ہے۔ سال برائے ۸۲-۱۹۸۱ء میں مہاراشٹر میں ۲٫۹۵ لاکھ نسبندی کا نشانہ مقرر کیا گیا تھا۔ لیکن ریاست نے اپنی [illegible] سے زیادہ یعنی ۴ء۶۵ لاکھ نسبندی کا نشانہ مقرر کیا جو نہ صرف پورا کیا گیا بلکہ اس میں بھی مزید ۲۷۰۰۰ اعداد کا اضافہ ہوا۔ اس طرح ۱۰۵ء۵ فیصد نسبندی کا نشانہ پورا ہوا۔ یہ کارکردگی حکومت ہند کے مقرر کردہ نشانہ کے ۱۶۶ء۴ فیصد تھی۔ سال برائے ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران خاندانی بہبود کے پروگرام پر ریاست نے اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ حکومت نے عورتوں اور بچوں بشمول قبائلی و پسماندہ اور پہاڑی علاقوں میں طبی امداد کے خصوصی

انتظامات کیئے۔ ماؤں اور بچوں کی صحت کا پورا پورا خیال رکھا گیا۔ گذشتہ سال صحت عامہ پروگرام کے تناسب میں قابلِ ذکر اضافہ ہوا ہے۔ قبائلی علاقوں میں غیر قبائلی علاقوں کی بابت اس ضمن میں کافی کام کیا گیا۔ غذائیت پروگرام اور بچوں میں ناقص غذائیت کی بیماریوں سے روک تھام کے تحت

ماؤں اور بچوں کا طبی طور سے پورا خیال رکھا گیا۔

سال برائے ۸۲-۱۹۸۱ء میں ریاست کے ۲۷ اضلاع میں کارکردگی کا بھرپور مظاہرہ کیا گیا۔ ۲۱ اضلاع نے نسبندی کے لئے اپنے سالانہ نشانے کو پورا کیا۔ ۱۵۲ فیصد نشانہ پورا کرنے والے اضلاع اس طرح ہیں: رائے گڈھ، دھولے، ناشک، امراؤتی، چندرپور اور ناگپور۔ امراؤتی اور چندرپور ضلعوں نے اس ضمن میں بالترتیب ۸۔۱۶۷ فیصد اور ۹۔۱۵۸ فیصد نشانے کا ریکارڈ قائم کیا۔ میونسپل اداروں میں کولھاپور، پونے، ناگپور اور سولاپور کارپوریشن نے نسبندی میں ۱۰۰ فیصد کارکردگی کا ریکارڈ قائم کیا ہے۔

۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق ریاست میں گذشتہ دہائی میں آبادی کا تناسب ۳۶ء۲۴ فیصد رہا، جو کہ کل ہند سطح پر اضافہ آبادی کی شرح کا ۷۵ء۲۴ فیصد ہے۔ ۱۹۵۱ء کے بعد سے پہلے ریاست میں کل ہند سطح پر اضافہ آبادی کی رفتار میں کمی آئی۔ ۳۵ فیصد جوڑوں کو مختلف خاندانی منصوبہ بندی طریقوں کے ذریعہ عمل کروایا گیا۔ جو کہ ملک میں تمام ریاستوں سے زیادہ ہے۔ ہماری کوشش ہے کہ ۱۹۹۱ء تک ۶۰ فیصد جوڑوں کو خاندانی منصوبہ بندی پروگرام کے تحت عملی طور پر شامل کیا جائے۔ اس کے علاوہ ہمیں ۲۰۰۰ء تک صحت برائے تمام' جیسے پروگرام پر بھی عمل کرنا ہے۔

ریاستی حکومت نے شرح آبادی کی موجودہ رفتار جو ۶ء۲۹ فیصد ہے' اسے گھٹاکر ۱۹۹۱ء تک ۲۱ فیصد لانے کا عزم کیا ہے۔ شرح اموات کو ۱ء۱۱ فیصد سے گھٹاکر ۹ فیصد لانے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

زائد مالی ترغیب :

حکومت مہاراشٹر نے ریاست میں ۸۰-۱۹۷۹ء سے ریاستی فنڈ سے نسبندی کے لئے زائد مالی ترغیب کی پالیسی شروع کی ہے اور اسے مارچ ۱۹۸۳ء کے آخر تک جاری رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔

اس مقصد کے لئے ۸ء۳ کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ رجسٹرڈ رضاکارانہ تنظیموں اور سماجی اداروں کو خاندانی منصوبہ بندی پروگرام میں شامل کرنے کی غرض سے حکومت نے جون ۱۹۸۲ء تک نسبندی کی ترغیب دلانے پر ۱۰ روپے زائد فی نسبندی کیس' موجودہ ترغیبی معاوضہ کے علاوہ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

خاندانی منصوبہ بندی پروگرام کو مزید تقویت دینے کی غرض سے حکومت نے کچھ حوصلہ افزائی کے اقدامات کئے ہیں۔ مثلاً مندرج جاتیوں اور مندرج قبائل سے تعلق رکھنے والے افراد کو سرکاری اور نیم سرکاری محکموں میں ملازمت کے لئے اس صورت میں ترجیح دی جائے گی کہ اگر لڑکا اپنی شادی ۲۵ سال اور لڑکی اپنی شادی ۲۱ سال کی عمر کے بعد کرنے کا اقرار کرے۔ سرکاری ملازمین کو خصوصی الاؤنس اگر وہ اپنے بچوں کی تعداد ۲ تک محدود رکھیں۔

رضاکارانہ پروگرام :

ریاستی حکومت کی فیصلہ کن پالیسی رہی ہے کہ خاندانی بہبود پروگرام پر رضاکارانہ طور سے عمل کیا جائے اور اس میں کسی قسم کا جبر و تشدد نہ ہو۔ حکومت تمام مذاہب اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی فضا قائم رکھتے ہوئے ترغیبی و تعلیمی انداز میں خاندانی بہبود پروگرام کو رضاکارانہ طور پر فروغ دینا چاہتی ہے تاکہ یہ پروگرام اپنے محدود دائرہ سے نکل کر عوامی پروگرام کی شکل اختیار کرلے۔



****

خصوصیات صوبۂ مہاراشٹر

* ڈاکٹر محمد یاسین قدوسی
نیا بازار۔ کامٹی

ریاست مہاراشٹر کا کُل رقبہ تین لاکھ سات ہزار سات سو باسٹھ (۳،۰۷،۷۶۲) مربع کلو میٹر ہے۔ یہ ریاست، ہندوستان کی نہایت اہم ترین اور سیاسی، جغرافیائی اور صنعتی اعتبار سے کافی ترقی یافتہ شمار کی جاتی ہے۔ مراٹھواڑہ، ودربھ اور مغربی مہاراشٹر ان تینوں علاقوں کو ملاکر ریاست مہاراشٹر کی تشکیل عمل میں آئی۔ یہ تینوں علاقے اپنے ساتھ صدیوں پُرانی تاریخ، کلچر اور زبان رکھتے ہیں۔ ریاست کی تشکیل کے وقت اس کے ۲۶ اضلاع تھے۔ ۱۹۸۱ء میں کچھ اور نئے ضلع اور متعدد تحصیلوں کی تشکیل عمل میں آئی۔ ہمارے صوبے میں زرخیز میدانی علاقے، پہاڑی سلسلے، گھاٹ، ندیاں، جنگلات، قدرتی مناظر، ساحلِ سمندر اور صحت بخش مقامات موجود ہیں۔

ریاست میں ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی، بُدھسٹ، جینی، پارسی اور لنگایت وغیرہ دھرموں کے لوگ آباد ہیں۔ قدیم نسل، یا ہم جنھیں ادیباسی بھی کہتے ہیں، ہزاروں برس سے اس ریاست کے مختلف اور مخصوص علاقوں میں رہتے ہیں جو نہ صرف ہماری ریاست کے اہم شہری ہیں بلکہ ملک کی تاریخ اور تمدّن سے بھی وابستہ ہیں۔ اس سال یوم جمہوریہ کے موقع پر دہلی میں ریاست مہاراشٹر کی طرف سے جو جھانکی پیش کی گئی وہ ادیباسیوں کی نمائندگی کا منظر تھا، جو علاقہ، ودربھ میں آباد ہیں، سہادری ست پڑا، تھانے، قلابہ اور ضلع دھولیہ میں ادیباسی آباد ہیں اور مختلف ناموں سے پکارے جاتے ہیں۔ اُن کی طرزِ زندگی پر کسی بھی دَور کے اثرات مرتّب نہیں ہوسکے، اور وہ اپنی زندگی کی نمائندگی اسی طرح کرتے ہیں، جیسا کہ ابتدائی دور میں اُن نسلوں میں موجود تھا۔ اُن کا ناچ، گانا اور سنگیت آج بھی مہذّب دُنیا کو اپنی طرف راغب کرتا ہے۔

دسہرہ، دیوالی، ہندوؤں کے خاص تہوار ہیں، پولا اور گنیش کی بھی صوبائی اہمیت ہے۔ عید اور عید قرباں، عید میلاد النبی اور محرّم کے موقعوں پر مُسلمانوں میں جوش وخروش اور اتحاد وعمل کا عملی نمونہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ بمبئی میں عید میلاد النبیؐ کا جلوس تو ہندوستان بھر میں مثالی مانا جانے لگا ہے۔

صُوبائی حکومت کس طرح کام کرتی ہے؟

صوبہ کا صدر مقام بمبئی ہے اور ناگپور کو بھی دوسری راجدھانی کا درجہ حاصل ہے۔ صوبائی حکومت کے انتظامیہ کا مرکز مقتدرالیہ کہلاتا ہے جو پندرہ ۱۵ محکموں پر مشتمل ہے (۱) عام انتظامیہ (۲) داخلہ (۳) لگان اور جنگلات (۴) زراعت وامداد باہمی (۵) تعلیم (۶) سماجی بہبود، تمدّن سیّاحت (۷) شہری ترقی، صحت ورہائش (۸) مالیات (۹) منصوبہ بندی (۱۰) مکانات اور رسل ورسائل (۱۱) آبپاشی اور بجلی (۱۲) قانون وعدلیہ (۱۳) صنعتی ترقی ولیبر (۱۴) دیہاتوں کی ترقی (۱۵) رسد وتقسیم، یہ تمام دفاتر بمبئی میں ہیں۔ اس کے بعد ہر ڈویژن میں ایک کمشنر مقرر ہے اور ہر ضلع کے لئے ضلع کلکٹر اور اس کا عملہ اور ہر تحصیل میں تحصیلی عملہ، ۱۹۶۲ء میں ہر ضلع پریشدوں کا قیام عمل میں آیا۔

صوبہ کے ڈویژن :

ریاست مہاراشٹر کو چار ڈویژنوں میں تقسیم کیا گیا ہے (۱) بمبئی ڈویژن اس ڈویژن میں ضلع بمبئی عظمیٰ، قلابہ، رتناگیری، تھانے، ناسک، جل گاؤں اور ضلع دھولیے شامل ہیں (۲) پونے ڈویژن: اس میں پونے احمد نگر، کولہاپور، ستارا، سانگلی اور سولاپور کے اضلاع شامل ہیں۔ (۳) ناگپور ڈویژن: اس میں ناگپور، آکولہ، امراؤتی، بھنڈارہ، بلڈانہ، چندرپور، وردھا اور ایوت محل کے ضلع شامل ہیں۔ (۴) اورنگ آباد ڈویژن: اورنگ آباد، بیڑ، ناندیڑ، عثمان آباد اور پربھنی کے ضلعوں پر یہ ڈویژن مشتمل ہیں۔

ان چاروں ڈویژن یا علاقوں میں متعدد تاریخی، سیاسی، مذہبی عوامی دلچسپی یا سیاحت کے قابل دید مقامات ہیں۔ ریاست کے لوگوں کے علاوہ ملک اور بیرون ملک کے سیاح اپنی پسند یا مزاج کے مطابق علاقوں کا انتخاب کر کے گوناگوں خصوصیات اور مقامات و مناظر سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

قلعہ جات میں شیونیری، سنہہ گڑھ، رائے گڑھ، سندھو درگ راج گڑھ، پنہالہ، پرتاپ گڑھ اور قلعہ گاویل تاریخی اہمیت رکھتے ہیں۔ دولت آباد بھی ملک کے مشہور قلعوں میں شمار ہوتا ہے۔

تاڈوبا، نزد چندرپور، بھنڈاردا، ضلع احمد نگر میں، نوے گاؤں ضلع بھنڈارہ میں جنگلی جانوروں کے لئے کھلی چراگاہیں اور سیاحوں کے لئے قابل دید محفوظ مقامات ہیں۔ مہاراشٹر کا ساحل تو سیکڑوں میل تک پھیلا ہوا ہے۔ جنجیرہ، مروڈ، گنپتی پول، کیھم، ناگاؤں، گوہگر، دھانوا، ایرنگل قابل دید نظارہ پیش کرتے ہیں۔ مہابلیشور، پنچ گنی، جکلدہ، لوناولہ، کھنڈالا، امبادلی، ماتھیران اور تورنمل وغیرہ گرمیوں میں عوام کو چین وسکون اور فرحت قلب کے ساتھ ساتھ دھوپ کی تپش سے محفوظ رکھتے ہیں۔

ان سب کے علاوہ ہماری سائنسی ترقی اور دوسرے میدانوں میں جو بھی کامیابیاں ملی ہیں ان میں بھابھا ایٹمیک انرجی کا مرکز بمبئی۔ ایم آئی جی ایئرکرافٹ فیکٹری ناسک، بمبئی اور اس کے اطراف ہزاروں چھوٹی بڑی صنعتی، تجارتی اور دیگر فیکٹریاں ہمارے ملک کی خود کفالتی اور ترقی کے بڑھتے قدم کی نشاندہی کرتی ہیں۔

بمبئی: اس وقت بمبئی کی آبادی ۸۲ لاکھ ہے۔ اس شہر میں ملک کے ہر صوبے کے لوگ آباد ہیں اور بعض اضلاع کے لوگ تو ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں جن کی انجمنیں یا فلاحی ادارے اس بات کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ بمبئی کی شان، چمک دمک، رواں دواں زندگی، تیز رفتاری اور خصوصیات نرالی ہیں۔ یوں تو ہمارے ملک کی راجدھانی دہلی ہے لیکن عوامی راجدھانی اگر بمبئی کو کہیں تو غلط نہ ہوگا۔ جس نے ہندوستان گھوما ہو لیکن بمبئی کی سیر نہ کی ہو تو وہ ہمارے ملک کا ایک اہم شہر اور رواں دواں زندگی دیکھنے سے محروم رہ گیا۔ یہ ایک فلمی شہر بھی ہے، جہاں کی فلمیں ہندوستان بھر میں دھوم مچاتی ہیں۔ بمبئی یونیورسٹی، ہندوستان کی اولین یونیورسٹیوں میں شمار ہوتی ہے۔ جہاں تک اردو صحافت کا تعلق ہے بمبئی، ہندوستان کا سب سے بڑا اور اہم صحافتی مرکز بن چکا ہے اور اردو کے جتنے اخبار و رسائل وغیرہ نکلتے ہیں ہندوستان کے کسی دوسرے شہر سے نہیں شائع ہوتے۔ عام دلچسپی کے مقامات گیٹ وے آف انڈیا، کملا نہرو گارڈن، چوپاٹی، جوہو، مچھلی گھر، ہوائی اور وہار لیک، حاجی علی درگاہ اور نیشنل پارک وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

ناگپور: ناگپور ڈویژن میں، ناگپور کی اپنی سیاسی، تجارتی اور علاقائی اہمیت رہی ہے، یہاں کے سنگترے ملک گیر شہرت رکھتے ہیں۔ یہاں کی یونیورسٹی بھی قدیم اور باوقار یونیورسٹیوں میں شمار ہوتی ہے۔ حضرت بابا تاج الدینؒ کا آستانۂ عالیہ بھی اسی شہر میں ہے، جن کی کرامت و بزرگی کا چرچا نہ صرف ناگپور، کامٹی، واڑی تک محدود ہے بلکہ ملک و بیرون ملک کے لوگ بھی اچھی طرح واقف ہیں۔

اورنگ آباد: اورنگ آباد کا صدر مقام اورنگ آباد ہی ہے اس شہر میں بی بی کا مقبرہ، جسے تاج محل کی نقل کہیں، سیاحوں کی دلچسپی کا مرکز بنا رہتا ہے۔ اورنگ آباد سے قریب ہی دولت آباد اور خلد آباد، تاریخی اور سیاحی کے مرکز ہیں۔ یہاں کی آب و ہوا بھی بڑی صحت بخش اور منظر دلکش ہوتا ہے۔ اجنتا، ایلورا کے غار تو دنیا کے لوگ دیکھنے آتے ہیں۔

پونے: پونے، بمبئی سے قریب ہے، یہاں کی آب و ہوا بھی
(باقی صفحہ ۱۷ پر)



مہاراشٹر میں معدنی ذرائع اور صنعت پر ان کا اثر

* ایس. اے. مارادار
ڈائرکٹر جیولوجی اینڈ مائننگ ، حکومت مہاراشٹر

سرزمینِ مہاراشٹر کی تاریخ و تمدن ناقابلِ فراموش ہے۔ ریاست مہاراشٹر کے جیالے سپوتوں نے قربانیوں کی عظیم تاریخ مُرتّب کی ہے۔ یہ سرزمین قدرتی اور غیر قدرتی ذرائع سے مالا مال ہے۔ قدرتی ذرائع میں "معدنی دولت" کی اس ریاست میں فراوانی اور صنعتی ترقی پر اُن کے اثرات کا اندازہ صرف ماہرین ہی لگا سکتے ہیں۔

معدنیات کا انسانی تہذیب سے لازمی رشتہ رہا ہے۔ دنیا کی قدیم ترین تہذیب میں معدنیات کا استعمال انسان نے اوزار، ہتھیار، برتن، معمار سازی، زیورسازی اور زراعتی کاموں میں کیا تھا، اور آج بھی اُن کے بغیر ہم اپنی بلڈنگوں کی تعمیر جس میں مٹی، چونا اور لوہا درکار ہوتا ہے، بجلی جس میں کوئلہ۔ تانبہ اور المونیم کی ضرورت ہوتی ہے، وغیرہ کا تصوّر بھی نہیں کر سکتے۔ اسی طرح ہمارے خوبصورت باندھ کا وجود بھی صرف معدنی ذرائع کا مرہونِ منّت ہے۔ غرض کہ آج ہماری زندگی کی ترقی کا دارومدار معدنیات پر ہی ہے۔

صنعتی ترقی کے لئے معدنیات کی حیثیت رگِ جاں سی ہے۔ ہماری جدید مشینیں اور دفاعی اشیاء میں معدنیات کا بڑا حصہ ہے۔ اس طرح یہ کہنا بجا ہوگا کہ معدنی صنعت ہی تمام صنعتوں کی بنیاد ہے۔ معدنیات کا ملک کی ترقی کے ساتھ لازمی رشتہ ہونے کے پیشِ نظر حکومت ہند کے پنج سالہ منصوبوں میں متواتر معدنی پیداوار کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ یاد ہوگا کہ پہلے پنجسالہ منصوبہ میں اراضی ترقیات، آب پاشی اور زرعی امور پر توجہ دی گئی تھی۔ دوسرے منصوبہ میں بڑی صنعتیں مثلاً کوئلہ، لوہا، اسٹیل، کھاد صنعتوں کے فروغ پر خصوصی توجہ دی گئی تھی۔ تیسرے منصوبے میں بھی تقریباً یہی بات تھی۔ دوسرے منصوبے ہی سے معدنی ترقیات پروگرام کی اہمیت کا اندازہ لگاتے ہوئے چند بڑی تنظیمیں مثلاً جیولوجیکل سروے آف انڈیا، انڈین بیورو آف مائنس اور اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ آف جیولوجی اینڈ مائننگ کے فروغ کی ضرورت محسوس کی گئی۔ صنعتی و معدنی ترقیات کے لئے اسی مدّت کے دوران کئی اور معاون ادارے مثلاً نیشنل کول ڈیولپمنٹ کارپوریشن (اب کول انڈیا لمیٹیڈ) نیشنل منرل ڈیولپمنٹ کارپوریشن، آئیل اینڈ نیچرل گیس کمیشن، اٹومک انرجی کمیشن، سیمنٹ کارپوریشن آف انڈیا وغیرہ وجود میں آئیں۔ ان اداروں نے معدنی ذرائع کی وسیع کھوج کا کام شروع کیا جس کے نتیجہ میں معدنی صنعتوں کے قیام و فروغ کو واقعی بڑی مدد ملی۔ ۱۹۸۰ء میں ملک کے کل معدنی پیداوار کا تخمینہ ۲۰٫۶۸۲ ملین روپیے تھا۔

ریاست مہاراشٹر کے کل رقبہ ۳٫۰۷٫۷۶۲ مربع کلومیٹر میں سے صرف ۳۸٫۰۰۰ مربع میٹر یعنی ریاست کا کل ۱۲٫۳۳ فیصد

معدنی پیداوار کا متحمل ہے۔ مہاراشٹر کا بڑا حصہ دکنی آتش فشاں کے تحت شامل ہے لیکن اس میں کوئی نفع بخش معدنیات سوائے باکسائٹ اگانے اور کچھ چونا کے، حاصل نہیں ہوتیں۔ معدنی پیداوار علاقوں میں ۶ فیصد علاقہ ناگپور ڈیویژن، ۲ فیصد بمبئی۔ کونکن ڈویژن، ۱۰ فیصد امراؤتی ڈویژن، ۵ فیصد اورنگ آباد ڈویژن، ۳ فیصد پونے ڈویژن اور ۲ فیصد ناشک ڈویژن علاقوں پر مشتمل ہے۔ ان علاقوں میں بھی زیادہ تر معدنی پیداوار ناگپور، بھنڈارہ، چندرپور اور ایوت محل، وردھا، رائے گڈھ، کولہاپور، رتناگیری، سندھو درگ اور مختلف (مغربی مہاراشٹر کے علاقے) میں حاصل ہوتی ہیں یہاں قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ چندرپور ۶۴۱ء۲۵ مربع کلومیٹر علاقہ پر مشتمل ریاست کا سب سے بڑا ضلع ہے جو معدنیات سے مالا مال ہے جبکہ وردھا جو ۶،۳۰۷ مربع کلومیٹر پر مشتمل ہے، کسی نفع بخش معدنی پیداوار کا حامل نہیں ہے۔

ریاست کی اہم معدنیات میں کوئلہ، کچا لوہا، مینگنیز، چونا، سلیکا سینڈ، باکسائٹ، ڈولومائیٹ، کیانائیٹ اور سلیمنائیٹ شامل ہیں۔۔ دیگر معدنیات میں بارائیٹ، المینائٹ، مٹی۔ فیلسپار، خام تانبہ، کورومائٹ، مائیکا، سوپ اسٹون وغیرہ شامل ہیں۔

ریاست کی ترقی میں معدنیات کی اہمیت کے پیشِ نظر معدنی پیداوار والے علاقوں میں طبعی جائزے کا کام منظم طریقے سے ڈائرکٹوریٹ جیولوجی اینڈ مائننگ کے تحت انجام دیئے جاتے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں ریاست کی مجموعی معدنی پیداوار ۷۶ء۱۳۱ لاکھ ٹن، جس کی قیمت ۵۱۵ لاکھ روپے ہوتی ہے، ۱۹۸۰ء میں ۵۳۰٫۰۵ لاکھ ٹن ہوگئی ہے جس کی قیمت ۱۳۹۵ لاکھ روپے ہے۔ فی الوقت ریاست مہاراشٹر معدنی پیداوار کے اعتبار سے ملک میں ۷ ویں نمبر پر ہے اور ملکی پیداوار کا ۶ء۳ فیصد حصہ فراہم کرتا ہے

کوئلہ : معدنی کوئلہ بجلی تیار کرنے کے کام آتا ہے۔ ریاست میں معدنی کوئلہ کی پیداوار ۵۰۰۰ ملین ٹن ہے، جو ملکی پیداوار کا ۵ فیصد ہے کوئلہ زیادہ تر ودربھ علاقے اور خصوصًا ناگپور، چندرپور اور ایوت محل اضلاع سے حاصل ہوتا ہے۔ چندرپور اور ایوت محل اضلاع میں کوئلہ کی کان واردھا وادی کوئلہ کان کے نام سے مشہور ہے، ۱۱۶ کلومیٹر تک پھیلی ہوئی ہے اور تقریبًا ۴۰۰۰ مربع کلومیٹر اراضی پر مشتمل ہے۔ چندرپور ضلع میں چندرپور، بلارپور، گھوگوس اور مجری کے علاقے اور ایوت محل میں گھوگوس، راجوت اور وانی کے علاقوں میں کوئلہ کی افراط ہے۔ ناگپور میں کامٹی، سلے وارا، پٹناونگی، امریر اور ساؤنیر کے مقامات پر کوئلہ حاصل ہوتا ہے۔ فی الحال ریاست میں ۲۲ کوئلہ کی کانیں ہیں جن سے لگ بھگ سالانہ ۲۷ء۶۵ لاکھ ٹن کوئلہ حاصل ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اسٹیٹ ڈائرکٹوریٹ کی عمدہ کارکردگی کے نتیجہ میں نئی کانوں کی دریافت بھی سردست جاری ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کوئلہ کا استعمال دیگر اہم کاموں کے علاوہ صنعتی فروغ کے لئے زیادہ معاون ثابت ہوا ہے۔ اسی لئے کوئلہ کی پیداوار میں اس سال اضافہ کی وجہ سے ریاست میں صنعت کو بھی فروغ حاصل ہوا ہے۔

ریاست میں امریر، بیپلا، سلے وار، پٹن ساؤنگی، راجورا اور مجری میں کوئلہ کانوں کے قیام اور تیاری کے کام ویسٹرن کول فیلڈ لمیٹیڈ کے تحت انجام دیئے جاتے ہیں اور یہ زیادہ تر مذکورہ ڈائرکٹوریٹ کی کوششوں کا ہی نتیجہ ہے۔ ان کی وجہ سے ریاست میں کوئلہ کی پیداوار جو ۱۹۶۰ء میں ۹۳ء۶ لاکھ ٹن تھی، ۱۹۸۱ء میں بڑھ کر ۲۷ء۶۵ لاکھ ٹن ہوگئی ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئلہ کی اضافہ شدہ پیداوار سے زیادہ بجلی پیدا کی گئی اور مجموعی طور پر ریاست کی معاشی حالت میں بھی سدھار پیدا ہوتا چلا گیا۔

مذکورہ بالا مقامات کے علاوہ ضلع چندرپور کے درگاپور، پدماپور علاقے اور ناگپور میں ماڈلنیر کے مقامات پر بالترتیب ۲۰۰ ملین اور ۱۲۷ ملین ٹن کوئلہ کی دریافت بھی مذکورہ ڈائرکٹوریٹ کی کارکردگی کا نتیجہ ہے اور ویسٹرن کول فیلڈ لمیٹیڈ کے تحت قابلِ استعمال بنایا جانے والا ہے۔ چندرپور کے درگاپور۔ پدماپور میں حاصل ہونے والے کوئلہ میں ۵ فیصد کھلے عام معدنی طریقے سے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

مینگنیز : ۔۔۔ معدنیات میں دوسری اہم شئے مینگنیز ہے۔ مہاراشٹر میں مینگنیز کی پیداوار والے علاقے ایک پٹی کی شکل میں ۲۰۹ کلومیٹر لمبے اور ۲۵ کلومیٹر چوڑے حصے تک پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ پٹی مدھیہ پردیش کے ضلع چندوارا میں ساؤنیر کے مقام سے شروع ہوتی ہے، ضلع ناگپور کے کاندری۔ مانسر علاقے سے گذر کر درمیانی حصہ بنتی ہے اور بھنڈارہ ضلع کے ڈونگری۔ بزرگ اور سیتاساؤنگی علاقوں تک چلی جاتی ہے، پھر شمال۔ مغربی سمت میں مدھیہ پردیش کی طرف ضلع بالا گھاٹ تک پھیلتی چلی جاتی ہے۔ مہاراشٹر کے ناگپور اور بھنڈارہ میں حاصل شدہ مینگنیز ایک پبلک ادارہ مینگنیز اور انڈیا لمیٹیڈ کے تحت زیرِ استعمال ہے، اس کے علاوہ یہاں کئی پرائیویٹ ادارے

بھی قائم ہیں۔ ان مقامات کے علاوہ ضلع سندھودرگ میں کچھ مقدار میں مینگنیز حاصل ہوتا ہے لیکن یہ معیاری نہیں کمتر ہے۔ بہرحال ریاست میں مینگنیز کی پیداوار کل ۵۰ ملین ٹن ہے۔ جو ملک کی کل پیداوار کا ۴۰ فیصد ہے۔ مینگنیز کا استعمال دیگر دھاتوں کے علاوہ لوہا اور اسٹیل کی صنعتوں میں کیا جاتا ہے۔ اس سے بیٹری سیل بھی تیار کئے جاتے ہیں۔ کچھ مینگنیز برآمد بھی کیا جاتا ہے۔

خام لوہا: مہاراشٹر میں خام لوہے کی کل پیداوار ۲۳۶ ملین ٹن ہے۔ زیادہ تر لوہا چندرپور اور سندھودرگ سے حاصل ہوتا ہے۔ صرف چندرپور سے ۱۸۶ ملین ٹن لوہا حاصل ہوتا ہے۔ چندرپور ضلع کے تحصیل سرونچا میں سرجاگڑھ کے مقام پر لوہے کی افراط ہے۔ یہاں سے سب سے زیادہ لوہا ۱۸۰ ملین ٹن حاصل ہوتا ہے۔ لوہے کی پیداوار کے دیگر مقامات لوہارا، دیول گاؤں، بسیٹی، آسولا، پمپل گاؤں وغیرہ ہیں۔ سندھودرگ سے حاصل ہونے والا کوئلہ تمام کا تمام برآمد کیا جاتا ہے۔ یہ دونوں شئے بھی مذکورہ اسٹیٹ ڈائرکٹوریٹ کی کوششوں سے مائل بہ اضافہ ہیں۔ ۱۹۶۰ء میں اس کی پیداوار ۳۲ء۳ لاکھ ٹن تھی۔ ۱۹۸۰ء میں بڑھ کر ۱۵ء۸۴ لاکھ ٹن ہوگئی۔

چونا: مہاراشٹر میں چونے کی افراط والے علاقے ایوت محل اور چندرپور اضلاع ہیں۔ چونے کا استعمال سیمنٹ، اسٹیل، لوہا، کاغذ، شکر، کپڑا وغیرہ صنعتوں میں ہوتا ہے۔ ریاست میں چونے کی پیداوار ...۴ ملین ٹن ہے اور زیادہ تر ایوت محل میں راج پور، چانکیہ، گیری، بھیم کنڈ۔ کورے گاؤں، مکتبان، سنڈولا۔ برمودھ، گوداری پانڈھری علاقوں اور وارا پور۔ باکرڈی، نوکری، کسمبی، جیندور۔ تھوترا، دیولمارا، کاتے پلی، گوجولی، سمن پلی، چیڈوائی، یاری، واقع ضلع چندرپور کے مقامات سے حاصل ہوتا ہے۔

اسٹیٹ ڈائرکٹوریٹ نے ریاست مہاراشٹر کے قیام سے ہی چونے والے علاقوں کا جائزہ لینا شروع کر دیا تھا کیونکہ چونا سیمنٹ صنعت میں سب سے زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ چونے کی پیداوار بھی جو ۱۹۶۰ء میں ۱۳ء۱ لاکھ ٹن تھی ۱۹۸۰ء میں بڑھ کر ۶۷ء۶ لاکھ ٹن ہوگئی۔ مذکورہ بالا مقامات کے علاوہ کمتر درجہ کا چونا ریاست کے کئی اور علاقوں میں پیدا ہوتا ہے۔

ڈولامائٹ: ڈولامائٹ کا استعمال لوہا اور اسٹیل صنعت کے علاوہ کوئلہ کان اور موزیک ٹائلس بنانے میں ہوتا ہے۔ یہ معدنی شئے زیادہ تر چندرپور، ایوت محل اور ناگپور اضلاع میں پائی جاتی ہے۔

کیانائیٹ اور سلیمانائیٹ:

ان معدنیات کا استعمال دھات، سیمنٹ اور شیشے کی صنعت میں ہوتا ہے جس کے لئے بیحد حرارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ مختلف معیار کے دونوں معدنیات کا ذخیرہ ریاست میں کل ۵ء۳ ملین ٹن ہے۔ کیانائیٹ صرف بھنڈارہ ضلع میں پایا جاتا ہے۔ اس معدنی شئے کی دریافت ریاست میں ۱۹۶۹ء کو ہوئی۔ اور سلیمانائیٹ کی پیداوار ۱۹۷۵ء سے شروع ہوئی۔

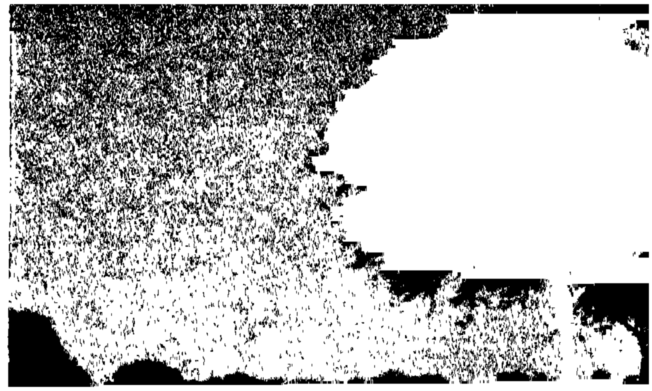
ریاست میں یہ معدنیات دہے گاؤں، پمپل گاؤں، دودھالا، پاری، جام گاؤں، ناور گاؤں واقع بھنڈارہ ضلع میں پائی جاتی ہیں۔

باکسائیٹ: یہ معدنی شئے المونیم کے لئے سب سے اہم ہے۔ یہ کولہاپور، رتناگیری، رائے گڑھ اور تھانے اضلاع کی پہاڑیوں میں پائی جاتی ہے۔ ریاست میں اس کی مقدار ۸۰ ملین ٹن ہے اور بیلگام میں واقع انڈین المونیم کمپنی کے تحت المونیم کی تیاری کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ سال ۱۹۶۰ء میں باکسائیٹ کی پیداوار ۶۹۰،۷ ٹن تھی، ۱۹۸۰ء میں بڑھ کر ۴۹ء۳ لاکھ ٹن ہوگئی۔

سلیکا سینڈ: سلیکا سینڈ زیادہ تر سندھودرگ، رتناگیری اور کولہاپور اضلاع میں دستیاب ہوتا ہے۔ اس کی کل پیداوار ریاست میں ۵ ملین ٹن ہے۔ اس کا استعمال فاؤنڈری صنعت میں ہوتا ہے اور زیادہ تر ممبئی۔ پونے علاقے میں واقع مذکورہ صنعتوں میں اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ معدنی شئے بھی مائل بہ اضافہ رہی ہے۔

۱۹۶۰ء میں اس کی پیداوار ۶،۰۰۰ ٹن تھی جو ۱۹۸۰ء میں بڑھ کر ۸۸،۰۰۰ ٹن ہوچکی ہے۔ یہ اضافہ بھی مذکورہ ڈائرکٹوریٹ کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

کرومائیٹ: یہ معدنی شئے دھات اور کیمیاوی صنعت میں استعمال کی جاتی ہے۔ ناگپور، بھنڈارہ، سندھودرگ اور چندرپور اضلاع اس کے خاص علاقے ہیں جہاں یہ معدنی شئے دستیاب ہے۔ ضلع سندھودرگ



میں کنکاؤلی اور واگرا نیز دیگر اضلاع میں بالترتیب پاؤتی، دھامن گاؤں، ٹاکا، بلارپور وغیرہ علاقوں میں دستیاب ہوتا ہے۔

بارائیٹ: ریاست میں یہ معدنی شے بہت کم مقدار میں حاصل ہوتی ہے اس کی کل پیداوار صرف ایک ملین ٹن ہے۔ اس کا استعمال تیل اور رنگ کی صنعت میں ہوتا ہے۔ ضلع چندرپور کے پھوٹن اور دیواڑا وغیرہ علاقوں میں زیادہ تر دستیاب ہے۔

اگاتھے پتھر: اورنگ آباد، جلگاؤں، بلڈانہ اور احمدنگر اضلاع وہ خاص مقامات ہیں جہاں یہ معدنی شے پائی جاتی ہے۔ اس کا استعمال نمائشی اشیاء مثلاً پیپرویٹ، ایش ٹرے، بٹن وغیرہ بنانے میں کیا جاتا ہے۔

معدنیات اور صنعتی ترقیات: اس میں کوئی شک نہیں کہ مذکورہ معدنی اشیاء اور اسٹیٹ ڈائرکٹوریٹ کی کوششوں کے نتیجہ میں دریافت دیگر معدنیات کے نتیجہ میں ریاست میں متعلقہ صنعتوں مثلاً کوئلہ سے متعلق ویسٹرن کول فیلڈ لمیٹیڈ، سُپر تھرمل پاور اسٹیشن، درگاپور ایسوسی ایٹیڈ سیمنٹ کمپنی، چندرپور کو فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ اسی طرح چونے سے متعلق سنچری اسپننگ اینڈ مینوفیکچرنگ کمپنی لمیٹیڈ، لارسن طبوبرو لمیٹیڈ، بمبئی نے اپنے تحت قائم صنعتوں کو فروغ دینا شروع کیا ہے جس کے نتیجہ میں چندرپور، ایوت محل اضلاع میں نئے نئے پلانٹ قائم ہونے کے روشن امکانات ہیں۔

انڈین المونیم کمپنی کے تحت باکسائیڈ کی وجہ سے کولھاپور اور رتنا گیری اضلاع میں قائم صنعتوں کے علاوہ بمبئی سے قریب کلوا کے مقام پر فائل رولنگ مل صنعت کے قیام کی تیاری مکمل ہو چکی ہے۔ نیز نلوجہ کے مقام پر بھی ایسی ایک صنعت قائم ہونے والی ہے۔

مہاراشٹر الیکٹرو اسمیلٹ لمیٹیڈ کے تحت اسٹیل پلانٹ چندرپور میں زور شور سے جاری ہے۔ اس کے علاوہ فیرو- مینگنیز کے دو پلانٹ بھنڈارہ میں تمسار اور ناگپور میں کہنان کے مقامات پر قائم ہیں۔ ڈائرکٹوریٹ کی کوششوں کے نتیجہ میں معدنیات کی پیداوار میں اضافہ اور دیگر معدنیات کی دریافت سے کئی چھوٹے بڑے پلانٹ مثلاً پگ آئرن پلانٹ، اسٹیل پلانٹ، کاربونائزیشن پلانٹ، المونیم پلانٹ بھی قائم ہو رہے ہیں۔ حکومت مہاراشٹر کے تحت معدنیات پر مبنی صنعتوں کے فروغ میں اسٹیٹ مائننگ کارپوریشن کا بھی زبردست تعاون حاصل رہا ہے۔

گو کہ مذکورہ بالا حقائق واضح کرتے ہیں کہ معدنیات اور معدنیات پر مبنی صنعتوں کو ریاست میں خاطر خواہ فروغ حاصل ہے، اس کے باوجود مزید اقدامات لازمی ہیں۔

●●

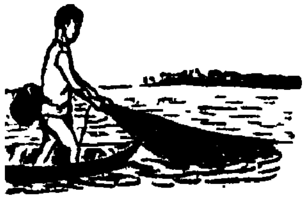
بقیہ "خصوصاً صوبۂ مہاراشٹر"

بڑی خوشگوار اور شہر کے چاروں طرف پہاڑی سلسلے ہر نووارد کو خوش منظر پیش کرتے ہیں۔ ہمارے صوبے کی تعلیم کا صدر دفتر بھی یہیں ہے جو اسکول اور کالج کے درجے تک کا کنٹرول کرتا ہے۔ چھاؤنی اور رصد گاہ (OBSERVATORY) بھی یہاں قائم ہے۔ شروع سے ہی یہ تعلیم اور تحقیق کا مرکز رہا ہے۔ مرہٹوں کی راجدھانی اور دیگر تعمیرات اور باقیات آج بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔ یہاں کے باغات، سنوار واڑہ اور بند گارڈن عوامی دلچسپی کے مرکز ہیں۔

اس صوبے کی اہم زبان مراٹھی ہے جسے سرکاری درجہ حاصل ہے اس کے بعد اُردو بولنے والوں کی تعداد ہے۔ صوبۂ مہاراشٹر کی تشکیل سے ہی یہ تناسب چلا آ رہا ہے۔ ہندی، گجراتی، سندھی، کوکنی، تامل، تیلگو، کنڑ اور اڑیا زبان کے بولنے والے بھی اس صوبے میں آباد ہیں اور بحیثیت مجموعی اگر دیکھا جائے تو ہماری تمام قومی زبانوں کے بولنے والے افراد صوبۂ مہاراشٹر میں ملتے ہیں۔

●●

چونکہ مہاراشٹر کا ایک بڑا حصہ ساحلی علاقہ پر مشتمل ہے، اس لئے یہاں کے باشندوں کا خاص پیشہ ماہی گیری ہے۔ لہٰذا ماہی گیری اتنی بڑی آبادی کا ذریعۂ معاش ہونے کی وجہ سے حکومت مہاراشٹر اس پیشے سے متعلق ضروری سہولیات مہیا کررہی ہے، تاکہ اس پیشے کو فروغ حاصل ہو اور اس کے نتیجہ میں متعلقہ افراد کی معاشی حالت میں بہتری پیدا ہوسکے۔



مہاراشٹر میں ماہی گیری



مچھلی اعلیٰ پروٹین پر مشتمل ایک مقوی غذا ہے۔ ماھی گیری ترقیات کا مقصد اس مقوی غذا میں اضافہ کے ساتھ سماج کے کمزور طبقات میں شمار ہونے والے ماھی گیروں کے سماجی۔ معاشی حالاتِ زندگی میں بہتری پیدا کرنا ہے۔ چھٹے پنجسالہ منصوبے میں اس شعبے کے لئے ۱۳۰۷ا کروڑ روپے بشمول قبائلی ضمنی۔ منصوبہ کے ۰۷۴ء۰ کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ ۲۰٫۳۸ کروڑ روپیہ بھی منصوبہ کے علاوہ مہیا کیا گیا ہے۔ ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران اس شعبہ پر اخراجات کا تخمینہ ۲۷۸٫۶۲ لاکھ روپیہ لگایا گیا ہے۔

کشتیوں کا استعمال :

اس سلسلے کی ایک اسکیم کے تحت ماہی گیری کے لئے استعمال کی جانے والی کشتیوں کو مشینی کشتیوں میں بدلنے کے لئے ماہی گیر افراد کو مالی امداد دی جاتی ہے۔ نیشنل کوآپریٹو ڈیولپمنٹ کونسل نے اس ضمن میں ایک طریقۂ کار پیش کیا تھا جو ۷۹-۱۹۷۸ء سے حکومت کی منظوری کے تحت زیرعمل ہے۔

اس اسکیم کے تحت ماہی گیر افراد کے گروہ کو حسب ذیل طریقے سے سو فیصد امداد مہیا کی جاتی ہے :

	قرض بجانب این سی ڈی سی	امداد بجانب این سی ڈی سی	ریاستی حکومت کا حصص سرمایہ
کشتی میں مشین کی فراہمی	۶۰ فیصد	۲۰ فیصد	۲۰ فیصد
یہ امداد اس طرح امدادِ باہمی انجمنوں کے ذریعے منظور کی گئی ـــ	۵۵ فیصد	۲۰ فیصد	۲۵ فیصد

گہرے پانی کے ۱۰۰ فیتھم پانی میں سالانہ حصول کا اندازہ ۴٫۶۰ لاکھ ٹن مچھلی ہے۔ اس حصول کی خاطر خواہ مقدار کے لئے ماہی گیر کشتیوں کے سدھار اور ان میں مشینوں کی فراہمی کی اسکیم شروع کی گئی ہے۔

۸۱-۱۹۸۰ء کے دوران نیشنل کوآپریٹو ڈیولپمنٹ کارپوریشن (این سی ڈی سی) کے پیش کردہ طریقۂ کار کے مطابق مذکورہ ادارے کے مہیا کردہ ۴۳٫۹۰ا لاکھ روپے کے علاوہ ۱۹۴٫۲۸ لاکھ روپے ۱۲۱ ماہی گیری کشتیوں کو مشینوں کی فراہمی کے لئے خرچ کئے گئے۔

۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران مزید ۱۴۰ کشتیوں کا اضافہ کیا جائیگا ویسے مذکورہ مدت میں نشانہ ۱۲۰ کشتیوں کا مقرر کیا گیا ہے۔

ریاستی حکومت کی جانب سے حصص سرمایہ کے طور پر اس کام کے لئے ۸۳-۱۹۸۱ء کے دوران ۶۵ لاکھ روپے منظور کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ ماہی گیری میں زیادہ حصول کے لئے بڑے پیمانے پر کشتیوں میں مشینیں نصب کرنے کی غرض سے ایک یا زیادہ اشخاص کو مشینی کشتی کی قیمتِ خرید پر ڈسٹرکٹ سینٹرل کوآپریٹو

بینک کے علاوہ دیگر مالی اداروں سے ملنے والی امداد پر مزید ۲۵ فیصد مالی امداد دی جاتی ہے۔

مقامی ماہی گیری: اس پروگرام کے تحت (۱) مچھلیوں کے انڈوں کی پیداوار اور (۲) تالابوں میں فش فارمنگ شامل ہیں۔ مقامی ذخیرۂ آب جھیل اور تالابوں وغیرہ کی شکل میں ۲،۷۳،۰۰۰ ہیکٹر اراضی پر مشتمل ہے۔ موجودہ علاقہ میں زیادہ حصول کے لئے کم از کم ۵۴ کروڑ مچھلیوں کے انڈوں کی فراہمی ضروری ہے۔ جب کہ ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران صرف ۱۵ کروڑ انڈوں کی فراہمی ممکن ہوسکی ہے اور مزید برآں ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران ۱۶ کروڑ مچھلی کے انڈوں کا نشانہ مقرر کیا گیا ہے۔

اوّل پروگرام کے تحت ۲۲ فش سیڈ فارم جاری کردیئے گئے ہیں اور مزید ۱۳ فارم جاری کئے جائیں گے۔ دوسرے پروگرام کے تحت افزائش نسل کے لائق موزوں پانی کا ذخیرہ فراہم کیا جارہا ہے جس میں اعلیٰ معیاری فش سیڈ (مچھلی کے انڈے) جو مغربی بنگال سے درآمد کئے گئے ہیں، مہیا کئے جائیں گے۔ مچھلیوں کی افزائش نسل کرنے والوں کو مچھلی کے انڈے حاصل کرنے کی غرض سے مالی امداد بھی دی گئی ہے۔ توقع ہے کہ ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران مقامی سطح پر مچھلیوں کی پیداوار ۲۵ء۰ لاکھ ٹن ہوجائے گی۔

مچھلیوں کے حصول کے ذرائع، جن میں ریاست میں نئے آبپاشی پروجیکٹوں کے اجراء کے ساتھ اضافہ ہو رہا ہے، فش کلچر کے تحت شامل کئے گئے ہیں، جس کا راست فائدہ مقامی ماہی گیروں اور اُن کی امداد باہمی انجمنوں کو پہنچتا ہے۔ اگر ذخیرہ اندوزی کا معیار اعلیٰ رہا، تو مقامی سطح پر مچھلیوں کی پیداوار میں ایک لاکھ میٹرک ٹن کا اضافہ ہوسکتا ہے۔ مقامی سطح پر مچھلیوں کی پیداوار کے لئے ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران ۱۳ لاکھ روپیہ مختص کیا گیا ہے۔

احاطہ بند - ماہی گیری:

ماہی گیری سے متعلق برآمدات مانگ تیز تر ہوتی جارہی ہے لیکن کھلے سمندر میں جھینگوں کی دستیابی محدود ہے۔ اسی ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے احاطہ بند پانی میں جھینگوں کی افزائش نسل بیحد ضروری ہوگئی ہے۔ لہٰذا ریاست کی ۷ کھاڑیوں میں ۸۰۰۰ ہیکٹر علاقہ پر مشتمل پانی کی احاطہ بندی کا جائزہ لیا جارہا ہے۔ اس سلسلہ میں مرکزی امداد و تعاون سے رتناگیری میں ایک پائیلٹ پروجیکٹ مکمل کیا جارہا ہے۔ اس اسکیم کا مقصد رصدگاہ میں کامیاب نتائج کو جھینگوں کی پیداوار کے لئے احاطہ بند پانی میں بڑے پیمانے پر آزمانا ہے ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران اس پروجیکٹ کے لئے ۱۰ لاکھ روپیہ مختص کئے گئے ہیں۔

مچھلیوں کا تحفظ اُن کی نقل وحمل اور فروخت:

مچھلیاں بہت جلد بدبودار ہوجاتی ہیں۔ انھیں برف یا سرد خانوں میں رکھنے سے وہ تازہ رہتی ہیں اور پھر انھیں جلد از جلد بازار تک پہنچانا ہوتا ہے۔ چونکہ ہمارے ماہی گیر اور اُن کی کوآپریٹیو سوسائٹیاں اتنی مالی استعداد نہیں رکھتے کہ وہ برف کی فیکٹری کھولیں یا سرد خانے تیار کریں یا پھر ٹرک خریدلیں، لہٰذا ماہی گیروں کو یہ سہولتیں فراہم کرنے کے لئے نیشنل کوآپریٹیو ڈیولپمنٹ کارپوریشن کے تحت ماہی گیروں کی کوآپریٹیو سوسائٹیوں کو مالی امداد دینے کی اسکیم جاری رکھنا ضروری ہے، برف کی فیکٹریوں کے قیام اور ٹرکوں کی خرید کے لئے دی جانے والی مالی امداد کا طریقہ کار درج ذیل ہے:

	این سی ڈی سی سے قرض	این سی ڈی سی سے امداد	ریاستی حکومت کا حصص سرمایہ
برف کی فیکٹری اور سرد خانے	۶۰ فیصد	۲۰ فیصد	۲۰ فیصد
ٹرک	۵۰ فیصد	۲۵ فیصد	—

سال ۸۳-۱۹۸۲ء کے لئے اس اسکیم کی خاطر ۱۰ لاکھ روپے منظور کئے گئے ہیں، نیز اسکیم کے تحت کوآپریٹیو سیکٹر میں برف کی دو فیکٹریوں کے قیام اور مچھلیوں کی نقل وحمل کے لئے ماہی گیروں کو ٹرکوں کی فراہمی کے لئے مالی امداد دینے کی تجویز ہے۔ این سی ڈی سی، ان دس لاکھ روپے کے علاوہ اس مقصد کے تحت ریاستی حکومت کی مختص کردہ رقم میں ۱۳ لاکھ روپے کا اضافہ کرے گی۔

جدید تکنیک کا استعمال:

ماہی گیری کی جدید تکنیک کو بروئے کار لاکر زیادہ تعداد میں مچھلیاں پکڑی جاسکتی ہیں۔ ماہی گیری کی جدید تکنیک کو عام اور مقبول بنانے کے لئے ۶۰-۱۹۵۹ء سے ماہی گیروں کو قرض، امداد یا مالی امداد

دی جا رہی ہے۔ ماہی گیری کے لئے استعمال کی جانے والی کشتیوں میں میکانکی سُدھار کے پیشِ نظر توقع ہے کہ مستقبل قریب میں ان کشتیوں کے حصول کے لئے مالی امداد کے ضرورتمندوں کی تعداد میں اضافہ ہوگا۔ اس اسکیم کے تحت ماہی گیروں کو ایچ ایس ڈی تیل، نائیلون کوائن اور دیگر اشیاء کی خرید کے لئے امداد دی جاتی ہے۔ سال ۸۲-۱۹۸۱ء میں اس کے لئے ۲۵ لاکھ روپے مختص کئے گئے۔

مہاراشٹر فشریز ڈیولپمنٹ کارپوریشن کو امداد

مہاراشٹر فشریز ڈیولپمنٹ کارپوریشن ۱۹۷۲ء میں قائم کی گئی اور فشریز ڈپارٹمنٹ کے تجارتی اُمور اس کے ذمّے دیئے گئے۔ گہرے پانی میں ماہی گیری کرنے کا کام بھی اس کارپوریشن کے ذمّے دیا گیا تھا، لیکن ضروری تکنیکی مہارت کے فقدان کی وجہ سے یہ پروگرام شروع نہ کیا جاسکا۔ کارپوریشن کی سرگرمیوں کا از سر نو جائزہ لینے سے متعلق حال ہی میں فیصلہ کیا گیا ہے۔ سال ۸۳-۱۹۸۲ء کے سالانہ منصوبہ میں مہاراشٹر فشریز ڈیولپمنٹ کارپوریشن کے لئے بطور حصص سرمایہ آٹھ لاکھ روپے منظور کئے گئے ہیں۔

فشریز کوآپریٹیوز کی ترقی:

ماہی گیروں کی سماجی و معاشی حالت بہتر بنانے اور انھیں دلالوں سے نجات دلانے کے لئے حکومت انھیں کوآپریٹو تنظیمیں قائم کرنے کی ترغیب دے رہی ہے۔ سال ۸۳-۱۹۸۲ء کے سالانہ منصوبہ میں اس اسکیم کے لئے دو لاکھ روپے مختص کئے گئے ہیں۔

فش فارمرس ڈیولپمنٹ ایجنسی:

اس اسکیم کو مرکزی امداد حاصل ہے۔ اس کے تحت ملے جُلے علاقے میں مچھلیوں کی افزائشِ نسل کا کام کیا جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ اس اسکیم کو ریاست بھر میں پھیلایا جائے گا۔ اس اسکیم کے لئے سال ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران ۸٫۶۰ لاکھ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ مرکز سے ۱٫۷۰ لاکھ روپے کی امداد کی توقع ہے۔

تعلیم و تربیت: فی الحال ریاست میں ماہی گیروں کی تربیت کے چار مراکز ہیں۔ یہ مراکز بمبئی، تھانے، رائے گڈھ اور رتناگری میں واقع ہیں، ماہی گیروں کی تربیت کی بڑھتی ہوئی مانگ کے پیشِ نظر نئے ضلع کے مقام ستپت اور سندھو درگ ضلع کے مقام مالون میں مزید دو تربیتی مراکز کھولنے کی تجویز پیش کی گئی ہے۔ اس اسکیم کے لئے ۸۳-۱۹۸۲ء کے سالانہ منصوبہ میں ۸٫۹۰ لاکھ روپے مختص کئے گئے ہیں۔

ماہی گیروں کی کشتیوں کو سہولت:

ساحلِ سمندر پر ماہی گیروں کی کشتیوں کو ٹھہرنے اور لنگر انداز ہونے کے لئے سہولتوں کی فراہمی میکانکی پروگرام پر عمل آوری کی وجہ سے ضروری ہوگئی۔ اس اسکیم کے تحت رتناگری ضلع میں مرکرواڈا پر ماہی گیری ساحل کی تعمیر کا پروجیکٹ اور رائے گڈھ کے کرنجیا ساحل کی توسیع کا کام سال ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران شروع کیا جائے گا۔ اس کام پر ۵۰ لاکھ روپے ریاستی حکومت خرچ کرے گی اور اتنی ہی رقم مرکزی حکومت دے گی۔





جسمانی معذوروں کیلئے مختلف سہولیات



مہاراشٹر میں جسمانی طور سے معذور بچوں کے لئے مُختلف سہولیات مثلاً تعلیم و رھائش کی فراھمی کے لئے ملٹی پرپز گروپ کمپلیکس (مختلف مقاصد کا اجتماعی کمپلیکس) کا نیا تصوّر اُبھرا ھے جس کے تحت نابینا بہرے، گونگے اور ھاتھ پیروں سے معذور بچوں کو یہ تمام سہولیات اجتماعی طور پر ایک ھی جگہ اور ایک ھی مقام پر حاصل ھوں، اس کا انتظام کیا جاتا ھے۔

مہاراشٹر میں ایسے پانچ کمپلیکس ہیں جو واردھا، امبے جوگائی (ضلع بھیڑ)، سولاپور، جلگاؤں اور واشیم (ضلع اکولہ) میں واقع ہیں۔ ان کمپلیکس میں مجموعی تعداد ۲۵۰ ہے اور سالانہ اخراجات تقریباً ۵،۷ لاکھ روپے ہیں۔ ہر یونٹ میں ۵۰ بچوں کی گنجائش ہے، لیکن یہ تعداد دوگنی بھی ہو سکتی ہے بشرطیکہ مناسب طور سے رہائشی اسٹاف اور سامان و اسباب کی سہولیات مہیا ہوں۔ ان معذور بچوں کو تعلیم و تربیت کے علاوہ غذا، کپڑا، بستر اور طبی سہولیات فراہم کی جاتی ہیں۔

خصوصی دیکھ بھال :

ہاتھ۔ پیروں سے معذور بچوں کے لئے طبی اور جراحی سہولت کی خصوصی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کا انتظام مقامی ہسپتالوں میں کیا جاتا ہے۔ ان معذور بچوں کے لئے طویل علاج کی ضرورت ہے تاکہ وہ اپنی جسمانی کمزوری پر کچھ حد تک قابو پا سکیں۔ اسی ضرورت کے پیش نظر کوشش یہ ہونی چاہئے کہ طبی اور جراحی انتظام بھی کمپلیکس کے قریب واقع ہو یا کمپلیکس ایسے مقامات پر واقع ہوں جہاں مذکورہ سہولیات آسانی سے مہیا ہیں۔

تعلیم و تربیت :

ان کمپلیکس میں ماہر اساتذہ کے ذریعہ معذور بچوں کو خصوصی تعلیم و تربیت دی جاتی ہے۔ نابینا اور بہرے۔ گونگے بچوں کی تعلیم کے لئے خصوصی طریقہ اپنایا جاتا ہے اور اس مقصد کے لئے خاص الخاص تربیت یافتہ اور تجربہ کار اساتذہ کی خدمات مہیا کی جاتی ہیں۔ جراحی کے بعد زیر علاج بچوں کے لئے آزمودہ اور جسمانی طریقۂ علاج آزمایا جاتا ہے۔ تربیت یافتہ نرسیں یہ کام کرتی ہیں۔

اطلاع مراکز :

یہ کمپلیکس اپنی موجودہ حیثیت کے علاوہ معلوماتی مراکز کے فرائض بھی انجام دیتے ہیں۔ یہاں مختلف سطح پر معذوروں کے لئے مہیا ہو سکنے والی رعایتوں کے بارے میں معلومات دی جاتی ہیں اس کے علاوہ علاقہ کے معذور افراد کی رہنمائی کی جاتی ہے۔ یہ مراکز بطور ایجنسی معذوروں سے متعلق مختلف مسائل کے حل میں خصوصاً طبی علاج، تعلیم، تربیت، حکومت سے حاصل رعائتیں وغیرہ مفید دستِ تعاون دے سکتے ہیں۔ یہ مراکز بطور رجسٹریشن دفتر بھی فرائض انجام دے سکتے ہیں جہاں معذور افراد کے لئے روزگار یا کسی بھی قسم کی مدد کے لئے تعاون دیا جا سکتا ہے اس کام کے لئے ضروری ہے کہ ان مراکز کا تعلق مقامی دفتر روزگار اور دیگر سماجی تنظیموں سے ہو۔

زائد خدمات :

یہ کمپلیکس معذور بچوں کو تعلیم مکمل کرنے کے بعد بھی اگر وہ کہیں اور بھی تعلیم پا رہے ہوں، زائد امداد مہیا کر سکتے ہیں۔ اسی طرح وہ معذور افراد جو زیر تربیت ہیں یا برسر روزگار ہیں، اپنے گھریلو معاملات میں ان مراکز سے صلاح و مشورہ حاصل کر سکتے ہیں۔

مذکورہ بالا اسکیمات پر عمل درآمد کے لئے چھٹے پنج سالہ منصوبہ میں ۸۷،۰ لاکھ روپیہ مختص کیا گیا ہے، نیز نئے کمپلیکس واقع واشم کے لئے سال ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران ۶۰،۱ لاکھ روپیہ مختص کیا گیا ہے۔



★ این۔ ایم۔ کالمیلے



جنابِ عبدالغنی عمر صاحب شیخ
ایک مثالی بیمہ کارکن

عظیم مفکر کرن کا قول ہے :
"کسی خاندان میں پیدا ہونا اگرچہ خدا کی دین ہے لیکن اپنے کردار سے سربلند ہونا میرے اختیار میں ہے۔"

جناب عبدالغنی عمر صاحب شیخ ۔ اس قول کا ایک مثالی نمونہ ہیں ۔ وہ بارسی تعلقہ کے دودئی گاؤں میں ۱۰ ستمبر ۱۹۳۵ء کو ایک غریب مسلم خاندان میں پیدا ہوئے ۔ **والد رضا کار دور میں مار ڈالے گئے۔** شیخ صاحب اپنی والدہ اور بھائی کے ساتھ سولاپور پہنچے اور ماہانہ ۵ روپے تنخواہ پر ایک سائیکل کی دکان پر ملازم ہوئے۔ کھانے پینے کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ تعلیم نہیں کے برابر، لیکن اُن کی ذات میں کئی خوبیاں تھیں۔ چہرے پر دلنواز تبسّم، خلوص اور انکساری نے اُن کی شخصیت کو نکھار بخشا۔ زبان میں نرمی اور شیرینی۔

اس محنت کش انسان کی خوبیوں کو پرکھتے ہوئے جناب ایم بی شیخ، ترقیاتی افسر، لائف انشورنس کارپوریشن نے اے۔ یو۔ شیخ کو بیمہ ایجنٹ بنایا۔ ان کا انتخاب بہت صحیح تھا۔ انھوں نے دل و جان سے کام کی ابتدا کی، اور رفتہ رفتہ ترقی کی راہ پر گامزن ہوئے۔ ۱۹۶۲ء میں کام شروع کیا اور ۱۹۷۷ء کے آخر تک، صرف پندرہ سال میں ۲٫۷۶۵ افراد کا بیمہ کرایا اور اس طرح ایک کروڑ روپے سے زیادہ کا کام دیا۔

شیخ صاحب معمولی سے غیر معمولی انسان بن گئے۔ ۷۶۔۷۷ء میں وہ 'ڈویژنل مینجرس کلب' کے رکن بنائے گئے۔ یہاں تک کہ اس سے اعلیٰ درجہ پر ۷۸-۱۹۷۷ء میں وہ 'زونل مینجرس کلب' کے رکن مقرر ہوئے اور آج تک ہیں۔

شیخ صاحب انسانیت سے پیار کرنے والے انسان دوست آدمی ہیں۔ انھوں نے کم آمدنی والے غریب طبقے پر خاص توجہ دی اور انھیں بیمہ سے وابستہ کیا۔

وہ بہر صورت مقررہ وقت اور مقام پر حاضر رہتے ہیں۔ شعبۂ ریلوے، کپڑا ملوں اور شعبۂ پولس کے اعلیٰ عہدہ داروں سے مل کر اور دیہی علاقوں میں اساتذہ کے تعاون سے کام حاصل کرنا ان کے لئے آسان تھا۔ وہ روز نئے امیدواروں سے ملتے ہیں اور ان کے سامنے نئے نئے منصوبے پیش کرتے ہیں۔ بیمہ کے دفتر میں تمام معاونین سے ان کا سلوک محبت آمیز ہے۔

اپنی کامیابی کا سہرا اپنے سر نہ لیتے ہوئے وہ ہمیشہ یہی کہتے ہیں کہ "بس صرف دعا ہے آپ کی"۔ وہ اپنے بیمہ داروں کی شادی بیاہ میں ضرور شریک ہوتے ہیں۔ ان کی دکھ، بیماری اور آڑے وقت میں اپنا دستِ تعاون دراز کرتے ہیں۔ رشتہ داروں کی نااتفاقی اور اختلافات کے موقعوں پر وہ ثالث بن کر دلی کدورت دور کرتے ہیں۔ جس طرح ایک فیملی ڈاکٹر اپنے مریض کے خاندان کا خاص خیال رکھتا ہے اسی طرح شیخ صاحب اپنے تمام بیمہ داروں کا خیال رکھتے ہیں۔ اسی لئے ان کا ہر بیمہ دار اُن سے ایک طرح کی قربت محسوس کرتا ہے۔

وہ شخص جس نے محض ۵ روپے ماہانہ سے اپنی زندگی کا آغاز کیا تھا وہ ماہانہ تین سو روپیہ انکم ٹیکس ادا کرنے لگا اور صرف پندرہ سال کے قلیل عرصہ میں ۔ کیا یہ معجزہ نہیں ہے؟ یہ ترقی انھوں نے ممبئی، مدراس اور دلی جیسے بڑے شہروں میں نہیں بلکہ سولاپور جیسے مل مزدوروں کے شہر میں حاصل کی۔ رہائش کے لئے ذاتی مکان، گھومنے

کے لئے اسکوٹر، مکان میں ٹیلیفون ۔ یہ تمام سہولتیں انھیں بیمہ کارپوریشن کے توسط سے ملیں . جسم پر سادہ لباس اور زبان پر مٹھاس لئے ہوئے یہ صاف دل انسان آج ایل. آئی. سی کے لئے باعث افتخار بن گیا ہے . بیمہ سے انسانی زندگی کا تحفظ تو ہوتا ہی ہے لیکن قومی ترقی کو بھی تقویت پہنچتی ہے ۔ یہی بات وہ لوگوں کو سمجھاتے ہیں. ۱۹۵۶ء میں لائف انشورنس کارپوریشن کو قومی ملکیت میں لیا گیا، تب سے عوام کا اعتماد بھی مضبوط ہو گیا ہے . یہ شیخ صاحب کا تجربہ ہے .

اپنے خود ساختہ اور تراشے ہوئے بالکل نئے انداز سے وہ بیمہ کی اہمیت محلوں سے جھونپڑوں تک پہنچانے میں شب و روز جٹے ہوئے ہیں. ہر سال کے آغاز میں وہ کیلنڈر چھپواتے ہیں اور خاص خاص موقعوں پر اخبارات یا خطوط سے اپنے بیمہ داروں کے لئے اپنی نیک خواہشات کا اظہار کرتے ہیں .

عوام میں ان کی روز افزوں مقبولیت اور خوشگوار تعلقات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے حکومت مہاراشٹر نے انھیں اسپیشل ایگزیکیٹو مجسٹریٹ کے عہدہ سے نوازا ۔ امسال ۱۹۸۱ء کے آخر تک شیخ صاحب نے پانچسو افراد کے بیمے کروائے اور ۳۲ لاکھ روپے سے زیادہ کا کام انجام دیکر کمال کیا . اس طرح ستارا حلقہ کے دفتر کا سر فخر سے اونچا کر دیا ۔ سارے ہندوستان میں وہ پھر نمبر ۱ قرار دیئے گئے. انھوں



وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے ۲ مارچ کو سولاپور میں منعقدہ تقریب میں بیمہ ایجنٹ شری اے. یو. شیخ کو ان کی بیمثال کارگذاری پر مبارکباد دے رہے ہیں .



سولاپور کے بیمہ ایجنٹ شری اے. یو. شیخ بیمہ پالیسی کے امیدواروں کو لائف انشورنس کارپوریشن کے تحت بیمہ کے فائدوں سے رُوشناس کر رہے ہیں .

نے ۵ ہزار افراد کا بیمہ کرا کے دو کروڑ روپے سے زیادہ کا کام انجام دیا جو یقیناً ایک عظیم کارنامہ ہے ۔ یہ آسان کام نہیں، شیخ صاحب نے یہ عظیم کامیابی اپنی ذہانت، صلاحیت اور جد و جہد و محنت سے حاصل کی ہے ۔

خدا سے ہماری یہی دعا ہے کہ وہ مستقبل میں بھی اسی تیز رفتاری سے آگے بڑھیں، کامیابیاں ان کے قدم چومیں اور اُن کی عمر دراز ہو۔

✱✱



شری اے. یو. شیخ، گھر گھر جا کر لوگوں کو سمجھاتے ہیں کہ "زندگی بیمہ کرائیے اور مستقبل سے بے فکر ہو جائیے ۔



تبصرہ

تبصرہ نگار
ڈاکٹر امام مرتضیٰ نقوی
گذری ۔ امروہہ (یوپی)

نام کتاب : **ادب و نظر**
مصنف : ڈاکٹر افتخار احمد فخر
ناشر : جمیل اصغر ۔ جنوری ۱۹۸۰ء
قیمت : مجلد پندرہ روپے

ڈاکٹر افتخار احمد فخر کی تازہ تصنیف " ادب و نظر" اُن کے مضامین کا مجموعہ ہے جو وقتاً فوقتاً مختلف رسائل میں شائع ہوئے ہیں۔ زیر نظر مجموعہ ۹ مضامین پر مشتمل ہے، یعنی غالب کی دقت پسندی اور فارسیت۔ جگر مراد آبادی ۔ فن اور شاعری ، غالب کے کلام میں رشک و حسد کا عنصر ، ریاض خیر آبادی اور اُن کی شاعری ، غالب کے کلام میں شوخی و ظرافت ، اولیات حضرت حنیف کریمی ، خصوصیات کلامِ غالب ۔ نکہت و نور کا شاعر ، سلام سندیلوی ۔ اردو غزل کے جدید رجحانات ۔ ان مضامین میں چار مضمون غالب پر ہیں، جو مصنف کی غالب سے غیر معمولی دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں ۔ اس میں شک نہیں کہ مصنف کی نظر میں گہرائی بھی ہے اور گیرائی بھی ۔ انھوں نے غالب کا بڑا عمیق مطالعہ کیا ہے۔ موجودہ تحقیقی دور میں کوئی مقالہ اس وقت تک معیاری کہلائے جانے کا مستحق نہیں ہو سکتا جب تک اس میں دوسری کتب اور رسائل کے حوالے نہ دیئے گئے ہوں ۔ افتخار احمد نے اس کا ہر جگہ التزام رکھا ہے۔ "غالب کے کلام میں رشک و حسد کا عنصر" والے مضمون میں انھوں نے بڑی دیدہ ریزی سے ان کے کلام سے اشعار تلاش کئے ہیں مثلاً ۔

کیوں جل گیا نہ تابِ رخِ یار دیکھ کر !
جلتا ہوں اپنی طاقتِ پرواز دیکھ کر

جہاں وہ جگر کی شاعری کا تجزیہ کرتے ہیں وہاں انھیں ان کے کلام میں میر، غالب، مومن اور اقبال کا رنگ بھی نظر آتا ہے، اس سے مصنف کی فکری گہرائی اور بصیرت کا پتہ چلتا ہے ۔ انھوں نے اس مضمون میں جگر کے کلام کی تمام خصوصیات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ ریاض کی شاعری پر وہ اس طرح اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں :

"... وہ اپنی شوخ بیانی کی وجہ سے منفرد مقام رکھتے ہیں۔ اندازِ بیان کا بے ساختہ پن ، چاشنیٔ زبان ، روانی و طراری فصاحت کا مزہ دیتی ہے۔ ان کا چلبلا پن کبھی کبھی محاکات کی بہترین مثال ہے ۔"

سلام سندیلوی کی شاعری پر مصنف نے جو مقالہ لکھا ہے وہ بڑا جاندار ہے ۔ اس میں جگہ جگہ دوسرے مضمون نگار حضرات کی آراء سے بھی استفادہ کیا گیا ہے تاکہ قاری کو مزید روشنی مل سکے ۔ انھوں نے سلام کی خامیوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ یہ اُن کی دیانت داری کا ثبوت ہے ۔

مصنف کی زبان سادہ اور عام فہم ہے، مگر طرزِ بیان میں کوئی کشش اور ندرت نہیں ۔ جہاں تک کتابت کا سوال ہے، یہ کتاب بھی اردو کی دوسری کتابوں کی طرح اغلاط کا شکار ہے ۔ جس کی وجہ سے چار صفحات کا اغلاط نامہ شامل کیا گیا ہے۔ طباعت بس غنیمت ہے ۔ سرورق یقیناً دیدہ زیب ہے ۔





غزلیں

یوم مہاراشٹر

* محمد عثمان خان عرفان پربھنوی
بمعرفت حاجی غلام یٰسین خاں جمعدار
بھوئی گلی - پربھنی (مہاراشٹر)

کتنا مہان ہے، دیکھ تو اے مہاراشٹر
شیواجی کی تو دھرتی ویروں کا تو مہاراشٹر

شیواجی، لوکمانیہ تلک، جیوتی با پھلے
پیدا ہوئے ہیں ویر یہ سب تیری خاک سے

پیدا ہوئے ہیں کتنے ولی تیری دھرتی سے
سنتوں کو کتنے جنم دیا اپنی مٹی سے

دھرتی پہ تیری مندر مسجد کا یہ ملاپ
"ایکجہتی" کا مظہر ہے یہاں قوموں کا ملاپ

عظمت تیری عیاں ہے اجنتا، ایلورا سے
اور حسن جھلکتا ہے ترا ممبئی کے ماتھے سے

بھارت کی آبرو ہے تو بھارت کی شان ہے
یہ بات غلط نہیں کہ تو بھارت کی جان ہے

شہرہ ہے تیرے نام کا بھارت میں جابجا
تیری وجہ سے سر ہمارا ہوا ہے اونچا

تاریخ ہے سالگرہ کی تیری یکم مئی مہاراشٹر
آؤ منائیں عرفاں ہم مل کر "یوم مہاراشٹر"

* فاروق نازکی
"دوردرشن کیندر"
سرینگر، کشمیر ۱۹۰۰۱

سبز تحفے، گئی بہاروں کے!!
برف زاروں سے کون لاتا ہے

رنگ برنگے گلاب باتوں کے
خامشی میں کوئی اگاتا ہے

باش گاہِ مسافراں دل ہے
ایک آتا ہے ایک جاتا ہے

نیند تو خواب ہو گئی کب سے
خواب کیوں جاگنے میں آتا ہے

ہمہ تن گوش ہو گئے بہرے
گونگا لوری انھیں سناتا ہے

اس شہر کے اپاہجوں کو بھی
بے بصر راستہ دکھاتا ہے

اس دو محلے کا ایک شہزادہ
میرے آنگن کی دھوپ کھاتا ہے

* کمال صدیقی
۲۶۴ - ضیاء اپارٹمنٹس
بلاسس روڈ، ممبئی ۴۰۰۰۰۸

اب کے برس بھی رہ گئے پیاسے آگ لگے اس ساون کو
ایسی لگی برہ کی اگنی جس نے جلایا تن من کو!

اپنے ہی دامن کی ویرانی کرتے گوارہ کب تک ہم
پھول نہ تھے تو رکھ لئے کانٹے ایسے سجایا دامن کو

نفرت سے اور دیکھنے والے اس کی بھی ہے کچھ تجھ کو خبر
پیار میں ہے تاثیر ہی ایسی دوست بنا دے دشمن کو

میرے گریباں میں منہ اپنا تم جو چھپا کر روتے ہو!!
ڈر ہے نہ سن لیں آنسو تمہارے اب میرے دل کی دھڑکن کو

بربادی میں ہاتھ تھے جن کے وہ تو محافظ کہلائے!
کس پر اب الزام دھریں ہم کس نے اجاڑا گلشن کو!

داد سخن کیوں دیتے ہو ہم کو اپنا نہیں کچھ اس میں کمالؔ
اس کی کرو تعریف کہ جس کے غم نے نکھارا ہے فن کو

غزلیں

★ شوقؔ ماہری
زینت منزل، موگھٹ روڈ
کھنڈوہ (ایم۔پی)

بہارِ شوق، سُرورِ نظر، قرارِ دل
تمام رحمتِ پروردگار ہے قائل

ستم شعار نے کیا مُسکرا کے دیکھ لیا
رہائی اور اسیروں کی ہوگئی مشکل

ہم اپنے زخم دکھانے سے یُوں بھی ڈرتے ہیں
خدا نہ کردہ پشیماں ہو کہیں قاتل

دلوں کو چھُوتی رہی پھر بھی آنچ جلووں کی
ہزار پردے رہے درمیان میں حائل

ستم شعار کو جب تک نہ دے خدا توفیق
تمام عرض و گزارش ہے سعئ لاحاصل

وہ بے نیاز اِدھر مُڑ کے کس لئے دیکھے
ہمارا حال کہاں التفات کے قابل

فراقؔ[1] و فضلیؔ[2] و احسانؔ[3] اُٹھ گئے اے شوقؔ
چراغ بُجھ گئے تاریک ہوگئی محفل

۱۔ فراقؔ گورکھپوری ۲۔ فضل کریم فضلی
۳۔ احسان دانش

★ احمد صدیقی
۱۶۳۔ منہاج پور
الہ آباد (یو۔پی)

زمانہ کو دیا ہے درس ہم نے خلق و اُلفت کا
ہمارے دم سے قائم ہے تاثر آدمیت کا

دلوں میں ہے محبّت کی جگہ غلبہ کدُورت کا
محبّت ہو چکی اب ہے خدا حافظ محبّت کا

بنا کر آدمی بھیجا گیا، پیکر زمانے میں
شرافت کا، صداقت کا، اُخوت کا، محبّت کا

زمیں سے آسماں تک اُس کے جلووں کی نمائش ہے
ہر اک شے میں نظر آتا ہے ہم کو رنگ وحدت کا

کہیں کیا ہم شبِ فرقت دلِ مُضطر پہ کیا گذری
نظر کے سامنے ہر وقت تھا منظر قیامت کا

جہاں میں اب سکونِ امن قائم ہو تو کیونکر ہو
زمانہ اب نظر آتا ہے خوگر بغض و نفرت کا

ہماری زندگی میں کاش احمدؔ وہ بھی وقت آئے
کوئی اس سازِ دل پر چھیڑ دے نغمہ محبّت کا

★ نظرؔ جالنوی
نزد میجسٹک ٹاکیز، جالنہ
ضلع جالنہ (مہاراشٹر)

کبھی رجحان تھا دِل کا ترے احسان کی طرف
آج بڑھتی ہے نظر تنگئِ داماں کی طرف

اِک طرف سارا زمانہ ہے تو پروا کیا ہے
ترا دامن ہے مرے دیدۂ گریاں کی طرف

آہ سے اُس کی کہیں آنچ نہ تم پر آئے!
ہنس کے دیکھو نہ کسی سوختہ ساماں کی طرف

تم تو سُلجھاتے رہے زُلفِ پریشاں اپنی
تھی نظر سب کی مرے حالِ پریشاں کی طرف

کبھی ڈرتے نہیں حق بات پہ مرنے والے
خود قدم اپنے بڑھاتے ہیں وہ زنداں کی طرف

بھول جاؤ گے زمانے کے نظارے سارے
غور سے دیکھو ذرا گورِ غریباں کی طرف

غمِ دوراں میں نظرؔ حوصلے رکھتے ہیں بلند
ہم نظر رکھتے نہیں گردشِ دوراں کی طرف

غزلیں

٭ آفاق فاخری
جلال پور، ضلع فیض آباد (یو۔پی)

لمحوں کی آہٹوں پہ کوئی چونکتا نہ تھا
وہ عہد جب ہمارا بدن ٹوٹتا نہ تھا

کیوں اُس پہ آسماں کی سب آفتیں گریں
جو شخص آسماں کی طرف دیکھتا نہ تھا

مانا غلط کیا تھا جو پھولوں کو چھو لیا
انسان ہی تو تھا وہ کوئی دیوتا نہ تھا

سنتے ہیں اس کو قاتلِ موسم کہا گیا
جو شخص تتلیوں کا بدن چومتا نہ تھا

اس شہر میں جب اونچی عمارت نہ تھی کوئی
آفاق اپنا قد بھی کوئی ناپتا نہ تھا

• ظفر صہبائی
موتیا پارک، بھوپال ۱

بگولے اُٹھے ہیں، ہوا خوب ہے
یہ اُڑتی ہوئی دھول کیا خوب ہے

ندی نالے، کہسار، پگڈنڈیاں
"دیہاتی سفر" کا مزا خوب ہے

یہاں بے تکلف ہیں موسم سبھی
ہمارے گھروں کی فضا خوب ہے

محبت کی اُس نے شروعات کی
محبت کی یہ ابتدا خوب ہے

جہاں بلڈنگیں ہیں وہیں جھگیاں
تضادات کا سلسلہ خوب ہے

تمھیں چاہیئے زر بھی ایمان بھی
غریبو! تمھاری ادا خوب ہے

یہاں لوگ یا دن گزرے ہیں بہت
یہ بھوپال سالی جگہ خوب ہے

پکاتا ہے ازموں کی کھچڑی ظفر
یہ اُردو کا شاعر بھی کیا خوب ہے

٭ ناصر شکیب
۹/۲۳، انیس کھوت بلڈنگ،
پارسی گلی، کلیان (ضلع تھانہ)

ایک کبوتر بن سکتا ہے باز کہاں
طاقت اس کے پاس کہاں پرواز کہاں

اپنی اپنی ذات میں چیخیں مارتی ہے
صاف سمجھ میں آئے وہی آواز کہاں

الہاموں کے ذریعہ دے دی ایک کتاب
پوشیدہ رکھا ہے کوئی راز کہاں!

روح کے زخموں کو تاروں پر جھیل سکے
دل کو چھیڑے ایسا کوئی ساز کہاں

ناصر وقت کا آئینہ ہر ایک غزل
فکر کہاں، احساس کہاں، انداز کہاں



* عطاء الرحمٰن طارقؔ
۹۴/۹ - فاطمہ بائی بنگلہ، نے۔ کے روڈ، بمبئی ۱۱

• مراٹھی نظم:
سوامی سوروپ آنند

تقویٰ

تسکینِ اشتہا کے لئے لقمۂ تر بھی
لیکن کبھی سوکھے ہوئے ٹکڑے پہ گذر بھی

ہے ریشمی پوشاک کبھی اپنے بدن پر
لیکن کبھی تن پوشی کو معمولی سی چادر

رہنے کو حویلی ہے تو آرام بہت ہے
لیکن کبھی ایسے بھی کہ بس آسماں چھت ہے

سونے کے لئے ہیں کبھی آرام دہ بستر
لیکن کبھی مجبور ہیں پتھریلی زمیں پر

نیکی کے سبب نکلیں کبھی پھول سے سج کر
لیکن کبھی سر پر ہے دھرا پاپ کا گٹھّر

ملتی ہے تو مل جاتی ہے نیکوں کی رفاقت
لیکن کبھی عیّار و بدکار کی صحبت

ہر سو کبھی، خوشیوں کا مسرّت کا جہاں ہے
لیکن کبھی رنج و الم و آہ و فغاں ہے

"ہو نفس پہ قابو جسے تقویٰ ہے اسی کا
خوشیوں میں تو خوش، دکھ میں غمگیں نہیں ہوتا"

●●●●●

غزل

* عارجِ میر
ورود

جو ناشنیدہ رہے لفظ آج بولیں گے
شگوفہ ہائے تخیل زبان کھولیں گے

بلند ٹیلے ابھی درمیان پردہ ہیں!
ہوا اِک آئے گی سب اُسکے ساتھ ہو لیں گے

قدیم اونچی عمارات پر نصب کتبے!
زمیں پہ آئیں تو سوچوں میں تند گھولیں گے

نہ حادثات کی چادر سے ڈھک سکے اسنا!
پرند جا کے بلندی پہ بھید کھولیں گے

جہاں پہ چھاؤں ہے آسیب ڈیرا ڈالے ہیں
نہ دھوپ چھوڑ کہ وہ سائے میں پڑ لیں گے



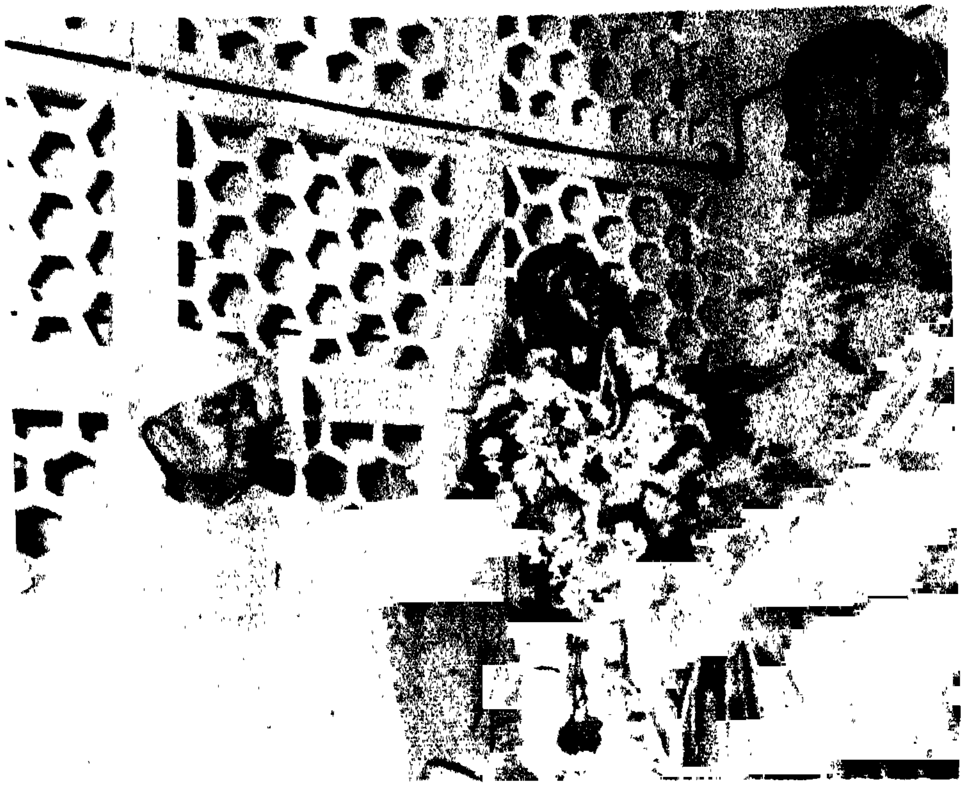
گورنر مہاراشٹر شری ادریس حسن لطیف نے حال ہی میں ضلع پونے میں کھانڈے کے پہاڑی علاقوں کا دورہ کیا۔ اس موقع کی ایک تصویر میں آپ شہریوں کے ایک اجلاس سے خطاب فرما رہے ہیں۔ آپ کے ہمراہ آپ کی اہلیہ بیگم لطیف اور پونے کے ڈویژنل کمشنر شری رگھوناتھن بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔



خبریں ۔ تصویروں میں

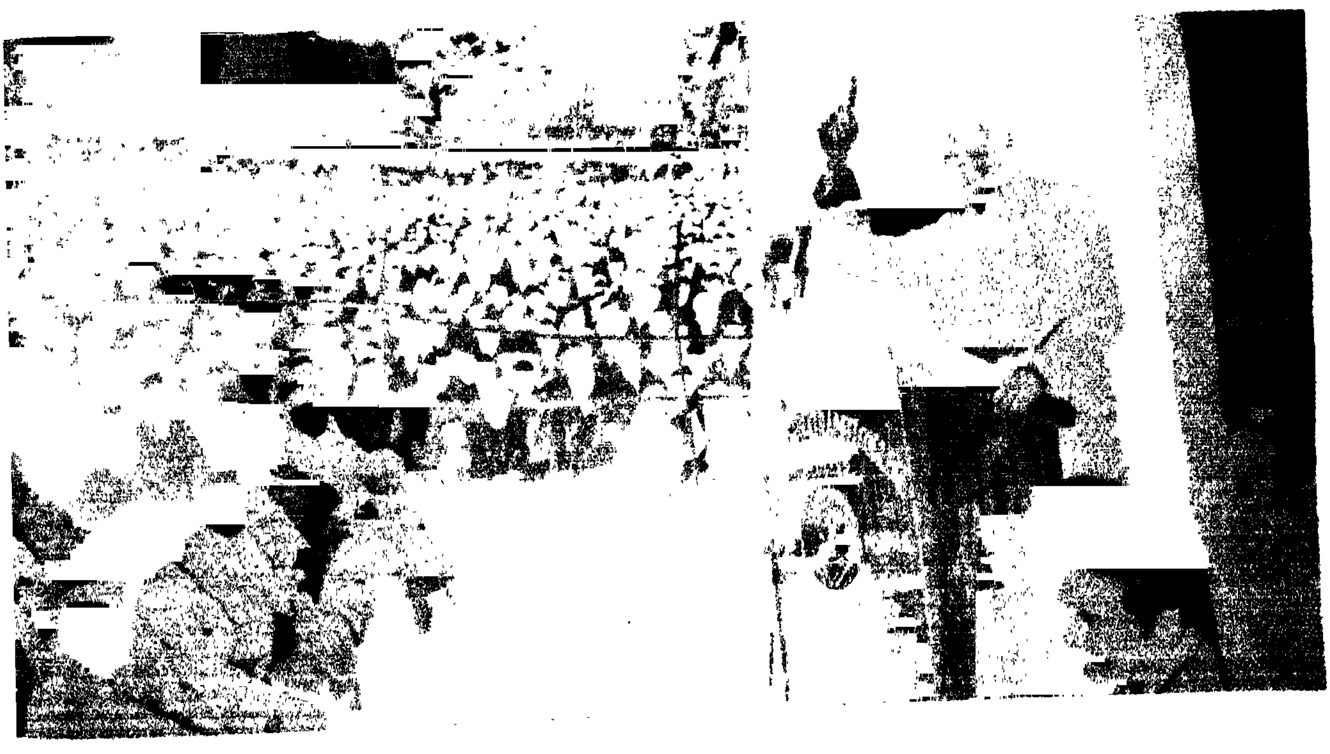


شری سدھیر پھڈکے کی زیر قیادت وفد ۲ر اپریل کو امریکہ روانہ ہوا جو وہاں منعقد ہونیوالے (مراٹھی فلم فیسٹول) میں شریک ہوگا۔ اس موقع پر سہار ہوائی اڈے پر لی گئی تصویر میں شری امول پالیکر، شری راجہ گوساوی، کماری آشا کالے، شری اور شریمتی بیل گاؤنکر، شری دادی دیشمکھ اور شری کملاکر تورنے دیکھے جا سکتے ہیں۔



وزیراعلیٰ، بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے، شیونیری میں، بال شیواجی اور جیجاماتا، کے مجسمہ کو ہار پہناتے ہوئے۔

وزیراعلیٰ، بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے، ۲۵ اپریل کو "شیوجینتی" کے موقع پر جنار میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے۔





بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے، ڈاکٹر بابا صاحب
امبیڈکر کی ۹۱ ویں جنم دن کے موقع پر ۱۴ ؍اپریل کو
منترالیہ میں منعقدہ ایک سادہ سی تقریب میں
آنجہانی کی تصویر کو گلہائے عقیدت پیش کر رہے ہیں





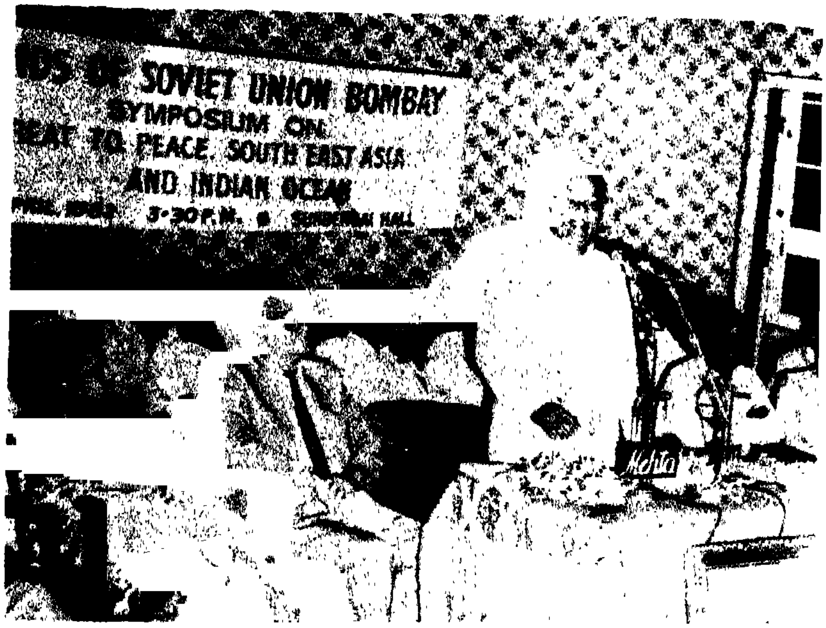
اسی سلسلے میں منعقدہ دوسری تقریب
میں وزیر اعلیٰ، بابا صاحب بھوسلے نے ڈاکٹر بابا
صاحب امبیڈکر کی تقاریر کے مجموعہ کا اجراء کیا۔
ڈاکٹر وی۔ سبرامنیم، وزیر مالیات، شری شرپ
سنگھ نائیک، وزیر برائے سماجی بہبود، شریمتی
جمنی ساتو، نائب وزیر برائے ثقافتی امور، اور
شری لیلادھر ویاس، نائب وزیر برائے مکانات
بھی اس موقع پر موجود تھے۔

مرکزی وزراء شری ایس. بی. چوان اور شری وسنت ساٹھے اور وزیر اعلیٰ مہاراشٹر ۱۴ اپریل کو یوجنا بھون، نئی دہلی میں پلاننگ کمیشن کے اجلاس میں واردھا اسکیم پر غور و خوض کے لئے جمع ہوئے۔ اس اجلاس میں پلاننگ کمیشن نے واردھا اسکیم کو منظوری دی۔





ڈاکٹر وی. سبرامنیم، وزیر مالیات نے ۱۴ اپریل کو ہنوور (مغربی جرمنی)، تجارتی میلے کے وفد سے بمبئی میں آمد پر ملاقات کی۔ زیرِ نظر تصویر میں شری ولاس راؤ دیشمکھ، وزیر مملکت برائے تعلیم و زراعت بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔



”جنوب مشرقی ایشیا، اور بحرۂ ہند میں امن کو خطرہ“ کے عنوان پر بمبئی میں، ۱۱ اپریل کو انڈو۔ سوویٹ فرینڈس سوسائٹی کے زیر اہتمام ایک سیمینار منعقد ہوا۔ مرکزی وزیر شری شنکر راؤ چوان سیمینار میں تقریر فرما رہے ہیں۔ ڈاکٹر وی. بھر امنیم، مہاراشٹر کے وزیر برائے پلاننگ اور مالیات، شری بمبئی روزا دیشپانڈے، شری لیشونت شیر بکر، نائب وزیر برائے امداد باہمی اور قونصل جنرل، یو۔ ایس۔ ایس آر مسٹر ایلکزی کیسہ زن ڈائس پر تشریف فرما ہیں۔



ایئر مارشل بی. ڈبلیو. چوہان، ۲۲ اپریل کو ودھان بھون، میں سینٹرل ایئر کمانڈ کی ایک ”کریسینٹ“ وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے کو پیش کرتے ہوئے۔



اکھیل بھارتیہ سانے گروجی کتھا۔ مالا ادارہ کے زیر اہتمام منعقدہ ایک تقریب میں معذوروں کو بیساکھیاں تقسیم کی گئیں۔ زیر نظر تصویر میں شری شیواجی راؤ موگھے، نائب وزیر برائے قبائلی بہبود اور سماجی بہبود ایک معذور شخص کو بیساکھی دیتے ہوئے دیکھے جا سکتے ہیں۔

ہندی اور مراٹھی فلمی فنکاروں کی جانب سے ۱۷ر اپریل کو احمد نگر میں معذور اشخاص کی اعانت اور چھوٹی بچت کو بڑھاوا دینے کی غرض سے ایک سنگیت میلہ منعقد کیا گیا تھا۔





کلکٹر شری لاکھینہ، اداکارہ پونم ڈھلون کو بدھائی دے رہے ہیں.

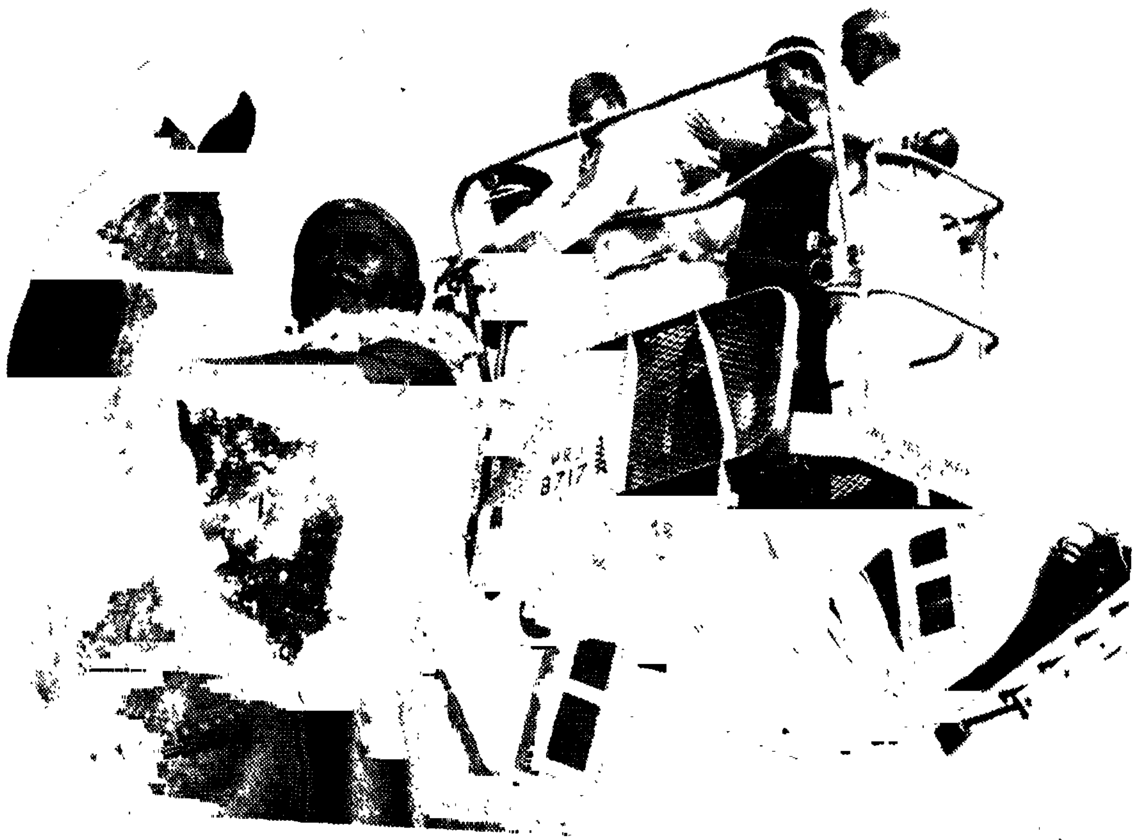
زیر نظر تصویر میں مشہور فلمی فن کارہ ساریکا، ڈویژنل کمشنر شری جے. جی. راجہ دھیکش کے ہاتھوں سے 'سمرتی چنہ' (مومنٹو) لیتے ہوئے.

اِس سنگیت میلے کے ذریعہ اکٹھا ہوئی ۵۴، ۱۳، ۹۹۵ روپے کی رقم فلمی اداکار ششی کپور نے پروفیسر ایس. ایم. آئی اتیر، وزیر برائے ہاؤسنگ کے حوالے کی۔

مشہور فلمی اداکار شری دادا کونڈکے اور شریمتی اوشا چوان' رقص پیش کرتے ہوئے.







وزیر اعلیٰ 'بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے' ۲۵ اپریل
کو 'شیو جینتی' کے موقع پر گیٹ وے آف انڈیا
پر چھتر پتی شیواجی مہاراج کے مجسمہ کو ہار پہناتے ہوئے۔

QA MIRAJ : Regd. No. MH-BY South-544 *Licence No. 89 for 'without prepayment of postage*

All out campaign to eliminate poverty in MAHARASHTRA

Dedicated to vigorous implementation of the new 20-Point Programme, Maharashtra's Sixth Plan has the most important objective of gradual elimination of poverty and improvement of social and economic conditions of the weakest and most vulnerable sections of the society.

An outlay of Rs. 261 crores provided in the 1982-83 Budget will benefit nearly 50 lakh people.

SOME SALIENT FEATURES

- **Under the Employment Guarantee Scheme, the outlay of Rs. 72 crores will provide employment for 5.50 lakh rural labourers, generating 10.50 crore Mandays.**
- **Rs. 13 crores have been earmarked for House-sites, construction of Huts and their improvement, for 75 thousand families.**
- **The provision of Rs. 4.50 crores for improving slums and their environment will benefit 2.50 lakh families.**
- **About 2.69 lakh 'Niradhar' persons will receive a grant of Rs. 20 crores. Under the 'Swavalamban' Yojana, Rs. 5 crores will be given as aid to 1.30 lakh needy persons.**

20-POINT PROGRAMME

for welfare of the poor and the down-trodden!

The Directorate General of Information and Public Relations
Government of Maharashtra, Bombay

شائع کردہ: ڈائرکٹر جنرل، ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، حکومت مہاراشٹر منترالیہ، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۳۲
مطبوعہ: گورنمنٹ سینٹرل پریس۔ بمبئی نمبر ۴۰۰۰۰۴

قومی راج

۲۵ مئی ۱۹۸۲ء

25-5-82





شری بھگوت راؤ گائیکواڑ، وزیر برائے زراعت و محنت' ۲۵ راپریل ۱۹۸۲ء کو 'شیو جینتی' کے موقع پر ناگپور میں گاندھی گیٹ کے قریب نصب شیواجی مہاراج کے مجسمہ کی گلپوشی کر رہے ہیں۔

قومی راج

ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

جلد نمبر ۹ * شمارہ نمبر ۱۰ * ۲۵ مئی ۱۹۸۲ء
سالانہ: دس روپے * فی کاپی: پچاس پیسے

ترتیب — صفحہ نمبر

چیف ایڈیٹر: ایم. کے. دیشپانڈے
ایڈیٹر: ریاض احمد خاں
سب ایڈیٹر: عبدالوحید خاں جامعی

سرورق: اوندھ، ناگناتھ کا شیو مندر

قارئین کی رائے

عبدالقوی دریا آبادی
مدیر ہفتہ وار 'صدق جدید' لکھنؤ (یو-پی)

"قومی راج" برابر مل رہا ہے۔ آپ کی محنت قابلِ داد ہے —

*

خلیل انجم
آرڈی ننس فیکٹری، امبہ جھاری۔ ناگپور ۴۴۰۰۲۱

سرکاری اخبارات میں 'قومی راج'، اپنی گوناگوں خصوصیات کے باعث بہت مقبول ہے۔ تخلیقات نثری ہوں یا شعری، تمام قابلِ مطالعہ ہوتی ہیں۔ حالیہ شمارہ کی تمام تخلیقات معیاری ہیں تاہم ڈاکٹر ملیس سہسوانی نے محترم طرفہ قریشی صاحب کی شاعری اور شخصیت پر روشنی ڈال کر ایک عظیم شاعر کے پوشیدہ خدوخال کو نمایاں کرکے اپنی بہترین صلاحیت کا مظاہرہ کیا ہے۔ طرفہ قریشی نہ صرف وسط ہند بلکہ پورے ہندوستان کے عظیم شاعر تھے۔ جناب حیدر پٹھان (ایڈوکیٹ) صاحب کا مضمون 'فیضی رحمین' ایک تہذیبی بازگشت، کو بھی قارئین قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ دونوں حضرات مبارکباد کے مستحق ہیں۔ غزلوں میں عبدالمجید سرور، ایم۔ اے کاوش، بدیع الزماں خاور اور ذکی طارق کی غزلوں کو معیاری کہا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر نعیم اختر کی غزل "جو داغِ نور لے کر فضلِ ربانی سے نکلوں گا" شاید ان لوگوں کو پسند نہ آئے جنھوں نے 'قومی راج' ہی کے ایک شمارے میں اسی زمین پر کہی گئی ظفر گورکھپوری کی غزل پڑھی ہے۔ ظفر گورکھپوری کی زمین پر ہی نعیم اختر صاحب نے طبع آزمائی کی ہے مگر اتنی کامیابی حاصل نہ کر سکے جو ظفر صاحب کے حصے میں آئی ہے۔ ظفر گورکھپوری کی یہ غزل مطلع سے لے کر مقطع تک ایک خاص کیفیت میں ڈوبی ہوئی ہے۔ تاہم یہ شعر جو میری نظر میں حاصلِ غزل ہے، ذیل میں درج ہے ؎

میں ایسا خوبصورت رنگ ہوں دیوار کا اپنی
اگر نکلا تو گھر والوں کی نادانی سے نکلوں گا

*

سید اظہر حسین ہاشمی
نعمت اللہ روڈ، لکھنؤ (یو-پی)

'قومی راج'، مُصفّا و مجلّہ نظر نواز ہوا۔ ۱۰ر فروری ۱۹۸۲ء کے پرچے میں نئے وزیر اعلیٰ کے عزائم اور ان کے رفیق اراکین کے حالاتِ زندگی شائع ہوئے ہیں۔ "بحث" والا مضمون کام کا ہے۔ آجکل ایسے مضامین لکھنے والے کم ہوتے جا رہے ہیں۔ بچوں کی تربیت اور اخلاقی مضامین کی آجکل زیادہ ضرورت ہے۔ سر سید احمد خاں نے اسی ضرورت کے پیشِ نظر "تہذیب الاخلاق" کا اجراء کیا تھا، جس نے اخلاق کو سنوارا بھی اور اردو میں جدید رنگ کو روشناس بھی کیا۔

'قومی راج'، مہاراشٹر حکومت کا رسالہ ہے۔ یہ بھی ویسا ہی ہے جیسے دوسرے صوبوں کے رسالے ہیں یعنی ان کی پالیسی یہ ہے کہ ؎

معشوقِ ما بہ شیوۂ ہر کس موافق است
با ما شراب خورد۔ بہ زاہد نماز کرد !!

*

سعید الحق سعید اٹاوی
معرفت فخرالدین، عبدالجبار، ہسپتال روڈ، اٹاوہ (یو-پی)

۱۰ر فروری ۱۹۸۲ء کا 'قومی راج' باصرہ نواز ہوا۔ میری غزل بھی شامل ہے۔ جس کے لئے میں آپ کا ممنون ہوں۔

فنی التزامات سے بھرپور۔ سلیقگی اور صحت مندی کا آئینہ دار آپ کی زیرِ ادارت نکلنے والے 'قومی راج'، کو اگر بے بدل کہا جائے تو مبالغہ نہیں۔

*

شوق ماہری
موگھٹ روڈ، کھنڈوہ (ایم-پی)

'قومی راج'، دُور، دُور پہنچنے لگا ہے۔ اس میں اچھے اچھے لوگوں کے نام نظر آتے ہیں۔ جنوری کا شمارہ دیکھا۔ اس کا سرِ ورق بہت خوبصورت ہے۔ جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔

*

پیداواری سال ۱۹۸۲ء

پروفیسر آر۔ جی دیشپانڈے
ڈی۔ اے۔ وی کالج، سولاپور

ملک کی معاشی حالت میں بہتری پیدا کرنے کی غرض سے ہر سطح پر پیداوار میں اضافہ نہایت ضروری ہے۔ اسی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہماری وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی نے سال ۱۹۸۲ء کو "پیداواری سال" قرار دیا ہے۔ "پیداوار" خوشحالی کی منزل کی جانب پہلی سیڑھی ہے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ پیداواری ذرائع میں توازن ہو تاکہ چھوٹی سے چھوٹی کوشش کے وسیع نتائج حاصل ہوسکیں۔

پیداوار کا انحصار ماحصل اور داخلی ذرائع کے درمیان متوازن تناسب پر ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں پیداوار کے نتائج اور وسائل کے درمیان متوازن رشتہ کہا جاسکتا ہے۔ اس طرح امدادی یا خاصیتی ماحصل میں بہتری پائی جاتی ہے جو متعین داخلی وسائل کا نتیجہ ہو تو ہم کہتے ہیں کہ فلاں صنعت یا پلانٹ کے ماحصل میں اضافہ ہوا یا ملک کی معاشی حالت میں بہتری پیدا ہوئی۔

وسیع معنوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ متعین کم از کم خرچ سے موجودہ تمام وسائل کو ہی کام میں لاتے ہوئے زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کرنا، اس طرح نتائج اور وسائل کے درمیان خود بخود ہی متناسب توازن قائم ہو جاتا ہے۔

اہمیت: "پیداوار" کی اہمیت اور ضرورت ہر سطح پر محسوس کی جارہی ہے۔ ملک کے رہنما بار بار اپنی تقریروں میں اس کا اعادہ کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ عوام نے بھی اب 'پیداوار' کی ضرورت اور اہمیت سمجھ لی ہے 'پیداوار' جتنی اہم ہے اتنی ہی اہم "پیداواری صلاحیت" بھی ہے۔ کیونکہ 'پیداوار' میں اضافہ اسی وقت ممکن ہے جب "پیداواری صلاحیت" کا مہارت اور مناسبت کے ساتھ صحیح استعمال ہو۔ کسی صنعت میں اعلیٰ کارکردگی سے پیداواری اشیاء میں اتنا اضافہ ہوسکتا ہے کہ وہ رعایتی داموں پر عوام کو مہیا کی جاسکتی ہیں، نیز مارکیٹنگ میں بھی بہتری پیدا ہوتی ہے۔ ان باتوں سے عام فائدہ یہ بھی ہے کہ صنعتی ملازمین زیادہ اُجرت کی توقع کرسکتے ہیں اور ان کے حالاتِ زندگی میں بہتری لائی جاسکتی ہے۔ اس کے علاوہ خود کارخانہ داروں کو بھی زیادہ منافع حاصل ہوتا ہے۔ اس طرح پیداواری صلاحیت سے پیداوار میں اضافہ اور اس کے نتیجہ میں ملک کی معاشی اور سماجی ترقی سے ملک کی خوشحالی کا ایک وسیلہ قائم رہتا ہے اس کے برعکس کمتر پیداواری صلاحیت اور پیداوار سے ہر سطح پر نقصانات ہی نقصانات ہوتے ہیں، ملک کی معاشی حالت کمزور ہو جاتی ہے اور غربت اور پسماندگی میں اضافہ ہوتا ہے۔ دُنیا کے تمام بڑے ممالک مثلاً برطانیہ، جرمنی، روس، امریکہ وغیرہ کی ترقی اور خوشحالی کی اہم وجہ یہی ہے کہ ان ملکوں میں ہمیشہ پیداواری صلاحیت کو بہتر سے بہتر بنانے پر زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔

ہندوستان میں صورتِ حال بالکل مختلف ہے۔ یہاں داخلی وسائل بہت ہی محدود ہیں، سرمایہ کاری ناکافی ہے اور اسی لئے مجموعی

معاشی حالت کچھ بہتر نہیں ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ وسائل زیادہ سے زیادہ بڑھائے جائیں اور صنعتوں میں پیداواری اخراجات میں کمی کی جائے تو ملک کی معاشی حالت میں زبردست بہتری پیدا ہوگی ہمارے یہاں زراعتی، صنعتی، ادارہ جاتی اور تجارتی اداروں کی پیداوار کا ایک بڑا حصہ بیکار جاتا ہے۔ مارکٹنگ کی دشواریاں، قرضوں کی فراہمی کی ناکافی سہولیات، نقل وحمل کے ناقص انتظامات بجلی کی قلت اور ان سب سے بڑھ کر بڑھتی ہوئی آبادی نے اس ملک کے لئے بیشمار مسئلے پیدا کر دیئے ہیں۔ پانچسالہ منصوبے اور دیگر نتیجہ خیز اقدامات سے ان دشواریوں پر کچھ حد تک قابو پا لیا جاتا ہے۔

قیمتیں اور صلاحیت پیداوار:

افراطِ زر کی وجہ سے روپے کی قیمت کم ہو چکی ہے۔ حکومت کی جانب سے متواتر کوششوں کے باوجود صورت حال میں خاطر خواہ تبدیلی پیدا نہیں ہو رہی ہے، اسی لئے حکومت عام صنعتوں کے بجائے بھاری قسم کی صنعتوں پر زیادہ توجہ دینے پر مجبور ہے۔ لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ عوامی اشیائے ضروری کی صنعتوں کو فروغ دیا جائے جس سے افراط زر پر بڑی حد تک قابو پایا جا سکے گا اور عوام کی قوت خرید میں بھی اضافہ ہوگا جس سے قیمتوں میں اضافہ کی روک تھام ہو سکے گی دوسری طرف اگر پیداوار کے اخراجات اور قیمتوں کی سطح میں توازن قائم نہ رکھا گیا تب بھی تکلیف دہ حالات کا پیدا ہونا لازمی ہے۔ اس لئے سب سے پہلے صلاحیتِ پیداوار میں بہتری لانے کی کوشش کی جانی چاہیئے۔ کچھ ایسے پروگرام وضع کئے جانے چاہئیں جن سے ہمارے ماحصل میں کم سے کم خرچ پر اضافہ ہو سکے۔



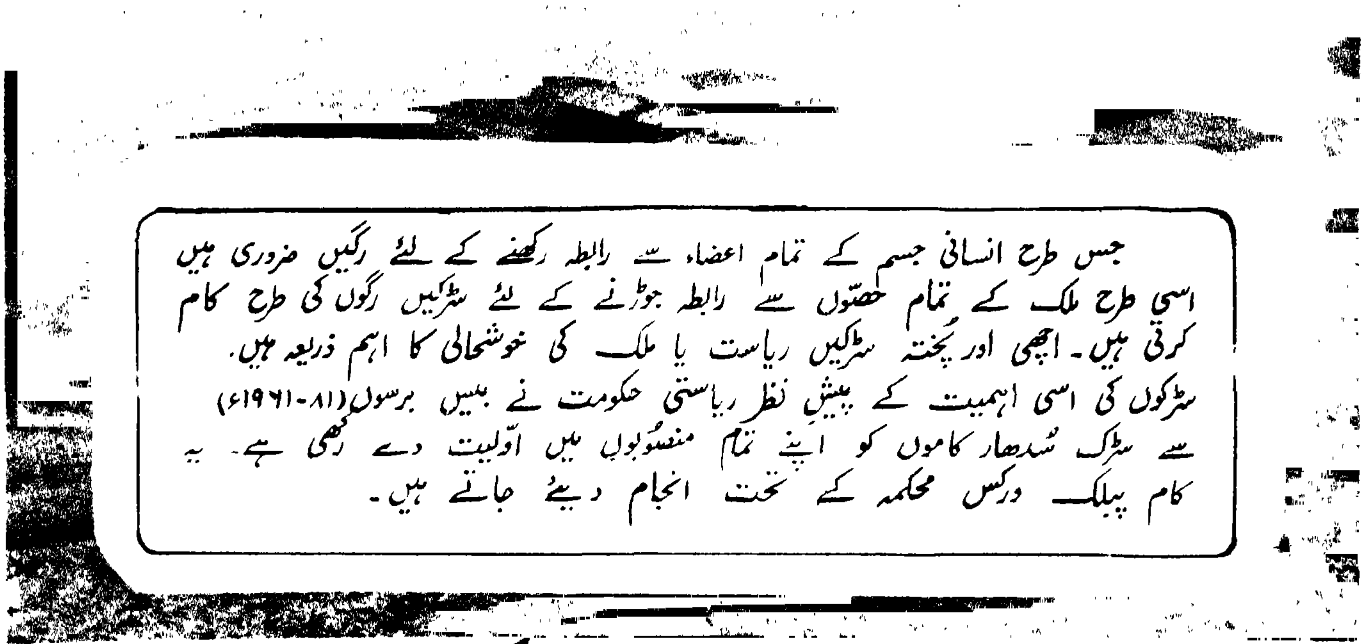
صنعتی پیداوار:

صنعتی پیداوار میں اضافہ کے لئے ضروری ہے کہ موجودہ وسائل کو کام میں لاتے ہوئے پیداواری صلاحیت میں اضافہ کیا جائے۔ صنعتوں میں اس اقدام سے مندرجہ ذیل فائدے حاصل ہوں گے:

ا) خام مال کی قیمتوں میں کمی۔
ب) ماحصل کے فی یونٹ پر داخلی اخراجات میں کمی
ج) بجلی کے اخراجات میں کمی
د) اشیاء کی قیمتوں میں کمی۔
ہ) مزدوروں کی اجرت میں اضافہ
و) مالی وسائل میں اضافہ
ز) معیار زندگی میں بہتری

بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ پیداواری صلاحیت میں اضافہ ہونے پر ہی زائد یونٹوں کا قیام ممکن ہے جس کے نتیجہ میں روزگار کے وسیع مواقع بھی پیدا ہوں گے۔ ہمارے ملک کی معاشی بہتری کے لئے ضروری ہے کہ انتظامیہ درست ہو، ورکرز کا اعتماد حاصل ہو اور وسائل کا ٹھیک ڈھنگ سے استعمال ہو۔ ان تمام کا مجموعی فائدہ ملک اور عوام کے حق میں بہتر ثابت ہوگا۔





جس طرح انسانی جسم کے تمام اعضاء سے رابطہ رکھنے کے لئے رگیں ضروری ہیں اسی طرح ملک کے تمام حصّوں سے رابطہ جوڑنے کے لئے سڑکیں رگوں کی طرح کام کرتی ہیں۔ اچھی اور پُختہ سڑکیں ریاست یا ملک کی خوشحالی کا اہم ذریعہ ہیں۔ سڑکوں کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر ریاستی حکومت نے بیس برسوں (۸۱-۱۹۶۱ء) سے سڑک سُدھار کاموں کو اپنے تمام منصُوبوں میں اوّلیت دے رکھی ہے۔ یہ کام پبلک ورکس محکمہ کے تحت انجام دیئے جاتے ہیں۔

مہاراشٹر میں سڑکیں

سڑک سُدھار منصُوبہ برائے ۱۹۸۱ء-۱۹۶۱ء کے تحت ۱،۱۲،۲۹۶ کلومیٹر نشانہ مقرر کیا گیا ہے۔ ۱۹۷۶ء میں مُختلف ترقیاتی اُمور مثلاً آبپاشی پُروجیکٹ کی تکمیل، نئی صنعتوں کا قیام، قحط کے دوران سڑکوں کی مرمّت کے کام وغیرہ کی وجہ سے ریاستی حکومت کے مزکورہ نشانے میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ اس طرح نظرثانی پُروگرام میں کُل ۱،۳۱،۹۵۰ کلو میٹر پر مشتمل سڑکوں کی تعمیر و مرمّت شامل کی گئی۔ اس نظرثانی پُروگرام کے تحت یکم اپریل ۱۹۸۰ء تک کُل ۹۹،۳۹۷ کلومیٹر سڑکوں کی تعمیر و مرمّت کے کام کئے گئے۔ جن کا فیصد ۷۵،۳۳ فیصد ہے۔ گو کہ اعداد و شمار کے لحاظ سے ۸۱-۱۹۶۱ء کے نشانے کے مقابلہ میں کارکردگی اطمینان بخش ضرور ہے لیکن فی الحال بھی موجُود سڑکیں، نکاس پُلوں کی تعمیر وغیرہ کے معاملوں میں مُناسب حالت میں نہیں ہیں۔

مالی انتظام : چھٹے پنجسالہ منصوبے میں سڑک سدھار پروگرام کے تحت ۲۵۰ کروڑ روپیہ مہیا کیا گیا ہے ۸۱-۱۹۸۰ء تک اصل اخراجات ۳۸٫۸۱ روپے تک جا پہنچے ہیں۔ ۸۲-۱۹۸۱ء کے لئے منظور کردہ رقم ۴۱ کروڑ روپیہ اور ۸۳-۱۹۸۲ء کے لئے مذکورہ پروگرام کے تحت ۳۴ کروڑ روپیہ تجویز کیا گیا ہے۔

ریاستی شاہراہیں : ریاستی شاہراہوں کے سلسلے میں یکم اپریل ۱۹۸۰ء تک جاری کاموں کے لئے مناسب سرمایہ کی فراہمی زیرغور ہے تاکہ چھٹے پنجسالہ منصوبہ مدت کے آخر تک یہ کام مکمل ہو جائیں۔ فی الحال یکم اپریل ۱۹۸۲ء تک ہوئے کاموں پر اخراجات کا تخمینہ ۶۲ کروڑ روپیہ تک پہنچنے کی توقع ہے۔ ان کاموں میں ریواس۔ کرنجہ سڑک اور دھرمتر کھاڑی پل شامل ہیں، جن پر اخراجات ۲۰٫۵۰ کروڑ روپے سے تجاوز کر چکے ہیں۔ ریواس۔ کرنجہ پل کا کام ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران شروع کیا جائے گا۔ ممبئی۔ مین سے رابطہ سڑک کے بارے میں امکانات کا جائزہ لیا جا رہا ہے اور یہ کام بھی جلد شروع کر دیا جائے گا۔ اس طرح ریاستی شاہراہوں بشمول ریواس۔ کرنجہ پل اور ممبئی۔ مین رابطہ سڑک کے کاموں پر ۹٫۲ ۱۰ کروڑ روپے مختص کئے جانے کی تجویز پیش کی گئی ہے

ضلع سڑکوں کے لئے خصوصی پروگرام :

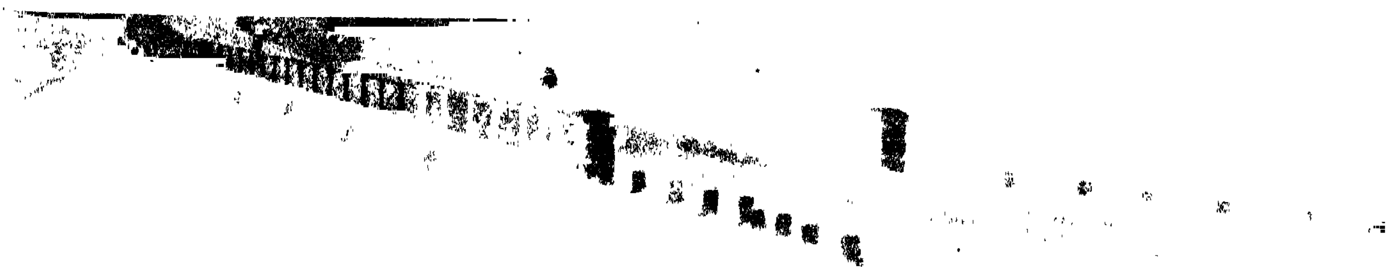
اضلاع کی سڑکوں پر پل، ضلع وارنی سطح کی اسکیموں کے تحت تعمیر کئے جاتے ہیں، اور ان کے اخراجات ضلع کے منصوبے سے پورے کئے جاتے ہیں بعض علاقوں میں صنعت، سیاحت اور دیگر ترقیاتی شعبوں میں کی گئی کثیر سرمایہ کاری کے باعث ان علاقوں میں بڑے پیمانے پر سواریوں کی آمد و رفت کے پیش نظر وہاں منتخب پلوں اور سڑکوں کی تعمیر کے کام کو دوسرے علاقوں کے مقابلے میں ترجیح دی جاتی ہے۔ دو اضلاع کی سرحد پر پلوں کی تعمیر کے لئے سرمایہ کی فراہمی ایک مسئلہ بن جاتی ہے اور ایسا اہم کام بھی ضلع منصوبہ میں فنڈ کی کمی کے باعث رکا رہتا ہے۔ لہٰذا ایسے منتخبہ کاموں کے لئے اس اسکیم کے تحت سرمایہ فراہم کرنے کے لئے تجویز زیرغور ہے۔ سال ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران اس مقصد کے لئے ۴۵ لاکھ روپے مختص کئے گئے ہیں۔

یکم اپریل ۱۹۸۲ء تک جاری سڑکوں کی تعمیر کے کاموں پر ۸۴٫۵۹ کروڑ روپے صرف ہونے کا اندازہ ہے۔ اس جاری کام کو چھٹے پانچ سالہ منصوبہ کے اواخر تک ختم کرنے کے لئے سال ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران ۷٫۵۷ کروڑ روپے فراہم کرنے کی تجویز زیرغور ہے۔ اس میں سے ۲٫۰۲ کروڑ روپے قبائلی ضمنی منصوبے کے لئے ہوں گے۔

وسائل کی کمیابی کے پیش نظر ایسا لگتا ہے کہ ضلع واری سطح پر نئی سڑکوں کی تعمیر کے لئے کم سے کم رقم میسر آئے گی۔

اقل ترین ضروریات پروگرام :

پلاننگ کمیشن کی ہدایات کے بموجب ۱۹۹۰ء تک ۱٫۵۰۰ اور اس سے زیادہ نفوس کی آبادی والے تمام دیہاتوں کو اور ۱٫۰۰۰ سے ۱٫۵۰۰ نفوس کی آبادی والے نصف دیہاتوں کو آپس میں سڑکوں کے ذریعہ جوڑا جانا چاہیئے۔ حکومت مہاراشٹر چھٹے پانچ سالہ



منصوبہ کی مدت کے دوران ہی ایک ہزار اور اس سے زیادہ کی آبادی والے تمام دیہاتوں کو سڑکوں سے جوڑنے کا فیصلہ کر چکی ہے چھٹے پانچ سالہ منصوبہ میں سڑکوں کی تعمیر و مرمت کے لئے منظور شدہ ۲۵۰ کروڑ روپے میں سے ۹۴ کروڑ روپے اقل ترین ضروریات پروگرام کے تحت سڑکوں کی تعمیر کے لئے مختص کئے گئے ہیں ریاستی حکومت نے دیہاتوں میں سڑکوں کی تعمیر کے لئے ضلع کے اعتبار سے ماسٹر پلان ترتیب دیئے ہیں۔ حالیہ جائزے کے تحت دیہاتوں کو سڑکوں کے ذریعہ جوڑنے کے لئے ۱۴۰ کروڑ روپے درکار ہوں گے۔ چھٹے پانچ سالہ منصوبہ میں اقل ترین ضروریات کے تحت منظور کردہ ۹۴ کروڑ روپوں میں سے حکومت نے ودربھ کے سیلاب زدہ علاقوں میں سڑکوں کی تعمیر کے کام کے لئے فنڈ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس کام پر تقریباً ۵ کروڑ روپے صرف ہوں گے۔

سال ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران اقل ترین ضروریات پروگرام کے تحت سڑکوں کے کام کے لئے ۱۴،۸۸ کروڑ روپے منظور کرنے کی تجویز زیر غور ہے جس میں ۴،۴۳ کروڑ روپے قبائلی ضمنی منصوبہ علاقوں کے لئے ہوں گے۔ اس رقم میں ضمانت روزگار اسکیم سے فنڈ شامل کر کے اضافہ کیا جائے گا۔

مہاراشٹر میں ایک ہزار اور اس سے زیادہ نفوس کی آبادی والے ۱۱،۳۲۴ دیہات ہیں۔ ان میں سے ۱۹۸۱ء کے اواخر تک ۵،۶۳۱ دیہات راستوں کے ذریعہ جوڑے گئے ہیں۔ سال ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران مزید ایک ہزار دیہاتوں کو سڑکوں کے ذریعہ جوڑے جانے کی توقع ہے۔ سال ۸۳-۱۹۸۲ء کے لئے ۱۰۰۱ دیہاتوں کو جوڑنے کا نشانہ مقرر کیا گیا ہے۔

ودربھ کے لئے اضافی سڑک تعمیر پروگرام:

مہاراشٹر میں سڑک تعمیر منصوبہ بابت ۸۱-۱۹۶۱ء کے تحت سڑک تعمیر پروگرام شروع کیا گیا ہے۔ بہر حال ضلع ودربھ میں ریاست کے دیگر حصوں کے مقابلے میں بڑی ضلع سڑکوں اور دوسری ضلع سڑکوں کے سلسلے میں کامیابی کم تر رہی۔ ودربھ میں اس علاقائی نابرابری کو دور کرنے کی غرض سے یہ طے کیا گیا ہے کہ ضلع ودربھ میں سڑک تعمیر پروگرام کی رفتار تیز کی جائے۔

حکومت نے ودربھ میں سڑک تعمیر کام کو انجام دینے کے لئے اولاً ۱۶۰ کاموں پر مشتمل پروگرام شروع کیا ہے، جس پر ۲۶،۵۷ کروڑ



روپے خرچ ہوں گے۔ فی الحال ۱۲،۶۴ کروڑ روپے لاگت دار ۷۹ کام شروع کئے جا چکے ہیں اور اس کے لئے ۳ کروڑ روپے رقم مصارف رکھی گئی ہے۔

خاص تعمیر پروگرام برائے پہاڑی علاقہ جات:

حکومت نے ریاست میں پہاڑی علاقوں کی تیز ترقی نیز اس مقصد سے ضروری سرمایہ مہیا کرنے کی غرض سے ایک خاص پروگرام شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ دو کروڑ روپے کی رقم برائے مصارف مہیا کرنے کا ارادہ ہے تاکہ ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران پہاڑی علاقوں میں تعمیر سڑک کا کام شروع کیا جا سکے۔

حکومت کے فیصلہ کے مطابق ہر موسم میں رابطہ رکھنے کے لئے اصل دیہی گئوٹھانوں سے ہریجن بستیوں تک جوڑ راستے بنانے کی اسکیم شروع کی گئی ہے۔ اس پروگرام سے ہریجن بستیوں کو براہ راست فائدہ پہنچے گا۔ اس سلسلے میں مفصل تفصیلات جمع کی جا رہی ہیں۔ بہر حال دستیاب معلومات کی بنا پر اندازہ یہی ہے کہ ہریجن بستیوں کو ایک ہزار آبادی والے گاؤں سے جوڑنے کے لئے مجموعی طور سے تقریباً ۸۰۰ کلو میٹر طویل راستے بنانا ہوں گے۔

موجودہ اندازے کے مطابق اس مقصد سے خرچ کے لئے چھ کروڑ روپے کی رقم درکار ہوگی۔ خیال ہے کہ ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران اس پروگرام پر ۵،۹ کروڑ روپے کی رقم صرف ہوگی۔ یہ رقم اقل ترین ضروریات پروگرام کے تحت کل ۱۴،۸۸ کروڑ روپے کی مختص رقم میں سے نکالی جائے گی۔

* گلریز متین
۲۴/۲۶ سیفی جوبلی اسٹریٹ، بمبئی ۳

کچھ یادوں کے جھروکوں سے



پنڈت جواہرلال نہرو کے انتقال سے کافی پہلے کا واقعہ ہے۔ ایک مرتبہ پنڈت جی سہارنپور تشریف لے گئے۔ وہاں ان کو ایک نہر کے معائنہ کے سلسلے میں شہر سے قریب ایک نہر پر جانے کا بھی اتفاق ہوا یہ نہر شہر سے تقریباً ۳-۴ میل کے فاصلے سے گذرتی ہے۔ جو ایک پُرفضا جگہ ہے۔ چاروں طرف ہریالی ہی ہریالی ہے۔ پنڈت نہرو مرحوم پشت کی طرف ہاتھ باندھے ہوئے چہل قدمی کے انداز میں نہر کا معائنہ فرمارہے تھے۔ افسران بیچ بیچ میں کچھ بتاتے جاتے تھے یکایک پنڈت جی نے نہر کی دیوار پہ ایک ضعیف اور کمزور شخص کو دیکھا، جو بید کی موٹھ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑے اور اس پر اپنی ٹھوڑی ٹکائے کسی سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ پنڈت جی ان کے قریب پہنچے اور بڑی محبت اور ادب کے ساتھ آداب کیا۔ اور بولے "مجھے جواہر لال کہتے ہیں۔" اتنا سُننا تھا کہ وہ بزرگ گھبراکر کھڑے ہونے لگے، تو پنڈت جی نے انھیں ہاتھ کے اشارے سے بیٹھے رہنے کو کہا۔ اور ان کے بارے میں معلوم کرنے لگے۔ غالباً ان کے جسم کے کسی حصے پر فالج کا اثر تھا یا کسی اور تکلیف میں مبتلا تھے۔ باتوں کے دوران پنڈت جی کو معلوم ہوا کہ ان کا کوئی سہارا نہیں ہے، کسی زمانے میں پرائمری اسکول میں ٹیچر تھے اور اب ریٹائرڈ ہو چکے ہیں۔ علاج اور گذر اوقات کے بارے میں جب پنڈت جی نے پوچھا کہ خرچہ کیسے پورا ہوتا ہے تو بڑے میاں کچھ نہ کہہ سکے، صرف ایک سرد آہ بھر کر رہ گئے... جس پر پنڈت جی کسی سوچ میں غرق ہوگئے۔ ان کی آنکھوں میں فکر کے آثار تھے۔ تمام افراد جن میں افسران، پنڈت جی کے باڈی گارڈس و سکریٹری وغیرہ شامل تھے۔ دم بخود کھڑے ہوئے تھے پھر پنڈت جی اپنے کسی آدمی سے مخاطب ہوئے اور وہ شخص ماسٹر صاحب کے قریب آکر کچھ نوٹ کرنے لگا۔ پھر پنڈت جی نے ماسٹر سے ہاتھ ملایا اور انھیں تسلی دی پھر وہاں سے روانہ ہوگئے۔ ماسٹر صاحب نے کئی دن بعد اس ملاقات کو بھلاسا دیا۔ لیکن وہ اس دن حیرت زدہ رہ گئے جب ان کے پاس پنڈت جواہر لال نہرو کا منی آرڈر آیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ جن صاحب نے مجھے یہ واقعہ سُنایا تھا۔ وہ رقم پانچ سو روپے تھی، اور جب تک پنڈت جواہر لال نہرو بقیدِ حیات رہے، وہ رقم ماسٹر صاحب کو پابندی کے ساتھ ہر ماہ ملتی رہی۔ کسی بھی مہینے ایسا نہیں ہوا کہ یہ رقم انھیں نہ ملی ہو۔

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

شہیدِ وطن اشفاق اللہ خاں وارثی

* حکیم عبدالقوی دریاآبادی (بی۔اے)
لکھنؤ (یو۔پی)

کاکوری کے مشہور مقدمۂ ڈکیتی کے مُلزم اشفاق اللہ خاں شاہجہانپوری وارثی کو تین اور محبّ وطن نوجوان ساتھیوں، رام پرشاد بسمل وغیرہ کے ساتھ انگریزی دورِ حکومت میں جُرمِ قتل کا مُجرم ٹھہرا کر تختۂ دار پر چڑھایا گیا تھا۔ اس خاکسار نے ۱۹۲۶ء میں صرف ایک بار اُن کی زیارت کا شرف ریلوے سفر کے دوران گھنٹہ سوا گھنٹے کے لئے محض اتفاقاً حاصل کیا تھا۔ میں صبح کے وقت دھرہ دون ہاوڑہ ایکسپریس سے لکھنؤ سے اپنے وطن دریاآباد جارہا تھا کہ پلیٹ فارم پر پولس کے نرغے میں ایک خوش رو اور تنومند نوجوان جو جیل کے لباس میں ملبوس، ہاتوں میں ہتھکڑی اور پیروں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں، نظر آئے۔ حسنِ اتفاق سے پولس والے ان کو لے کر تھرڈ کلاس کے اسی درجہ میں آئے، جس میں، میں سفر کررہا تھا۔

اُن کے چہرے پر غضب کی جاذبیت اور کشش تھی۔ معلوم ہوا کہ یہی اشفاق اللہ خاں ہیں جن کو کاکوری کیس میں عدالت نے سزائے موت کا حکم سُنایا ہے اور چونکہ اُن کو پھانسی فیض آباد کی سینٹرل جیل میں دی جائے گی اس لئے ان کو لکھنؤ سے وہاں منتقل کیا جارہا ہے۔ ان کو دیکھ کر اور راہ میں اُن کی گفتگو سن کر یہ اثر پڑا کہ یہ شخص آزادیٔ وطن کی انتہائی لگن رکھتا ہے اور اُسے دل سے یقین ہے کہ اسے شہادت کا درجہ ملے گا اور وہ پھانسی کی اس سزا سے ذرا بھی ہراساں نہیں۔

کہنے کو اشفاق اللہ خاں انقلاب پسند تھے لیکن اپنی گفتگو کے لحاظ سے پختہ مُسلمان نظر آتے تھے۔ اُن کے گلے میں قرآن مجید کا ایک چھوٹا سا نسخہ پڑا ہوا تھا۔ وہ بتا رہے تھے کہ میں بھیس بدل کر لاہور پہنچ گیا تھا لیکن وہیں کسی جاننے والے مردِ مسلمان نے مخبری کر کے گرفتار کرادیا۔ اگر پولس کے آنے میں ذرا بھی دیر ہوتی تو وہ لاہور سے افغانستان کے لئے روانہ ہو گئے ہوتے، وہاں کے سفر کا سارا انتظام ہو چکا تھا۔ لیکن اُن کی قسمت میں تو شہادتِ وطن کی سعادت مقدر تھی، جس کی بدولت ان کا نام آج تک زندہ و تابندہ ہے۔

مرحوم ایک شریف پٹھان خاندان سے تعلق رکھتے تھے، شروع ہی سے قوم و وطن کا درد رکھتے تھے اور انگریز حکمرانوں کے ظلم و استبداد اور خلافتِ اسلامیہ عثمانیہ، جنگِ عظیم کے بعد برطانیہ نے جو ناروا سلوک کیا تھا، اس سے وہ از حد متاثر تھے۔

گاندھی جی کی تحریکِ ترکِ موالات، اس وقت ایک حد تک ناکام ہو چکی تھی اور اس ناکامی سے متاثر ہو کر جوشیلے نوجوانوں کی ایک ٹولی نے جس کے لیڈر رام پرشاد بسمل آنجہانی تھے۔ ٹرین پر جانے والے سرکاری خزانے کو لوٹنے اور اس رقم کو انقلابی جدوجہد پر صرف کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ عدم تشدّد کی اس فضا پر ان کی اس کارروائی کو کانگریس والوں نے ناپسند کیا تھا، تاہم ان کے جذبۂ اخلاص پر کسی کو ذرا بھی شبہ نہ تھا۔

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

ہم سخن فہم ہیں....

* خواجہ عبدالغفور

حساب فہمی، معاملہ فہمی، غلط فہمی، خوش فہمی اِن سب کا تعلق دماغ اور سمجھ بوجھ سے ہے لیکن سخن فہمی کا تعلق ان حسّیات سے ہے جو انسان کو حیوانِ ناطق بناتے ہیں اور دوسری مخلوقات سے برتر و اعلیٰ بناکر اشرف المخلوقات کا درجہ عطا کرتے ہیں۔ یہ امتیاز اور فخر حضرتِ انسان کو صرف زبان چلانے یا چرب زبانی سے حاصل نہیں ہوتا۔ ویسے تو یہ خصوصیات صنف نازک سے وابستہ ہیں کہ جن کی زبان کو مادری زبان کہہ کر آل و اولاد پر بھی اُتارا جاتا ہے، اور ان کو ہر محفل اور ہر نشست میں نہ صرف ممبر رکھنا ہے بلکہ مرکزِ توجہ بنادیتا ہے۔ رہاسوال دیگر اہلِ زبان کا جو مُنہ میں زبان رکھتے ہیں اور زبان بندی کے قائل نہیں ہوتے جو اپنی بات دوسروں کے گوش گزار کرنا چاہتے ہیں اور دوسروں کی بات کو سمع خراشی نہ سمجھتے ہوئے سُننا اور سمجھنا چاہتے ہیں بہت کم لوگ ہیں جو اس کے قائل ہیں کہ "خموشی گفتگو ہے بے زبانی ہے زباں میری" وہ تو زبان چلانا چاہتے ہیں اور اس طرح چلاتے ہیں کہ

بَک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

ان کے برخلاف بہت سارے حضرات ایسے ہیں کہ سخن فہمی کے لئے جن کی تمنا، آرزو اور دعا یہ رہتی ہے کہ ؎

لُطفِ زبان، لُطفِ بیاں گر دے تو اتنا دے
دِلوں میں آرزو بَن کے اتر جائے سخن اپنا

سخن گستری کے لئے لازم ہے کہ بات چیت ایسی ہی ہو کہ ؎

سمجھ میں صاف آجائے فصاحت اس کو کہتے ہیں
اثر ہو سُننے والے پر بلاغت اس کو کہتے ہیں

ہمیں یہاں پر فصاحت و بلاغت سے مطلب ہے اور نہ دھواں دھار تقریر بازی سے، ہم تو صاف صریح، قابلِ فہم اور سمجھ بُوجھ والی باتوں کے قائل ہیں کہ خود سخن فہم اور دوسروں کے لئے سخن فہم رہنا چاہتے ہیں، ورنہ اُول فول، اُلٹ پلٹ، بے معنی لا یعنی اور بے مقصد باتوں سے زیادہ مناسب تو یہ ہے کہ ؎

بے زبانی دہن سے بہتر ہے
ایک چُپ سو سخن سے بہتر ہے

اکثر و بیشتر لوگ اس مسلک پر کاربند ہوتے ہیں ؎

بَک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی!

لیکن اس بکواس کو گوارا کرنے اور سُننے والا اور پھر نہ سمجھنے والا یا بے اعتنائی برتنے والا کسی کو کہاں ملتا ہے۔

حضرت ذوق کا تجربہ دلچسپ ہے، فرماتے ہیں ؎

یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں
واں ایک خامشی مِرے سب کے جواب میں

سخن طرازی ہے اور وہ بھی بے تاب اور بے صبر، پھر اس کا جواب محض خاموشی ہو تو اس کو سخن فہمی اور بے اعتنائی کہا جائے، یا

بلکخت بے اعتنائی اور سخن فہمی سے گریز، یہ مسئلہ ہمیشہ کے لئے حل طلب رہے گا۔

اب کچھ اپنی بات اور اپنی سخن فہمی بتائیں تو لگے گا کہ بڑ ہانک رہے ہیں اگرچہ کہ وہ مرزا اسداللہ خاں غالب جیسے عظیم شاعر کی طرفداری میں ہو۔

لیجئے، بقول بیخود دہلوی ہم اس کے قائل و معتوب ہیں کہ ؎

بات وہ کہیئے کہ جس بات کے سو پہلو ہوں
کوئی پہلو تو رہے بات بدلنے کے لئے

یہ تو حقیقت ہے کہ اگر بات ذومعنی ہو تو کہنے والے کا بھرم رہ جاتا ہے وہ کسی نہ کسی طرح کا موڑ دے سکتا ہے اور کسی نہ کسی طرح اپنی بات رکھ لیتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ اس کی آن بان بھی رہ جاتی ہے اور وہ اپنے الفاظ واپس لینے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

کسی بہت بڑی محفل میں ایک دل جلے نے کہا، یہاں پر حاضرین میں سے آدھے بے وقوف اور جاہل ہیں، اس بیان پر بڑی ہل جل مچی اور ناگواری اس حد تک پہنچی کہ صاحبِ معترض کو اپنے الفاظ واپس لینے پر مجبور کیا گیا۔ انھوں نے بڑی خاطر جمعی سے کہا:

"میں اپنا بیان کہ یہاں حاضرین محفل میں نصف تعداد جاہل اور بیوقوفوں کی ہے، واپس لیتا ہوں اور یہ اعلان کرتا ہوں کہ یہاں پر حاضرین محفل کی نصف تعداد جاہل ہو سکتی ہے۔"

اس طرح کی باتوں کے لئے عام طور پر بطور محاورہ کہا جاتا ہے "سمجھنے والے کی موت ہے۔"

ایک اور واقعہ نہایت ہی دلچسپ ہے کہ ایک تنگ اور چھوٹے سے پل پر کہ جس سے وقت واحد میں ایک ہی موٹر گذر سکتی تھی، اتفاقاً دو موٹروں کا آمنا سامنا ہو گیا، اور یہ دونوں کاریں پل کے بیچ کھڑی ہو گئیں دونوں کے ڈرائیوروں نے خوب ہارن بجائے کہ دوسرا ان کے لئے راستہ چھوڑنے کے لئے اُلٹا لوٹ جائے، دونوں کا بھی موڈ ایسا بندھا کہ ان میں سے کوئی بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں ہوا۔ کچھ دیر تک بحث بھی ہوتی رہی اور آخر کار ایک صاحب نے بڑے طیش اور غصے میں کہا "میں تو کسی بے وقوف جاہلِ مطلق کے لئے اپنی کار پیچھے نہیں لے جانے والا"۔

دوسرے صاحب نے موقع کی نزاکت اور مدِمقابل کی ہٹ کو سمجھتے ہوئے سخن فہمی سے کام لیتے ہوئے اعلان کیا۔

"جی، مجھے ایسے لوگوں کے لئے اپنی کار کو پیچھے لینا منظور ہے"۔

لیجئے انھوں نے گالی کا جواب گالی سے دیا نہ غضبناک ہوئے، بلکہ بڑی صفائی اور شرافت سے دوسرے کی بیوقوفی اور جہالت کو ثابت اور قائم کر دیا۔

اگر ناگفتہ لہجہ میں باتیں نہ ہوں تو سخن فہمی آسان ہے، اگر کوئی پہیلیوں میں بات کرے اور رموز و کنایہ سے کام لے، کہنا کچھ چاہے اور اس کی زبان سے کچھ نکلے تو باوجود کوشش کے، اس کی بات سمجھنا مشکل بلکہ محال ہو جاتا ہے۔ کچھ لوگ تو سخن چینی کے عادی ہوتے ہیں، بات پکڑنے پر ہر وقت تلے ہوئے ہوتے ہیں اور بال کی کھال نکالنا ان کا محبوب ترین مشغلہ ہوتا ہے، لیکن سمجھدار صاحبِ فہم و ذکا ان کی بات کو سمجھ جاتے ہیں اور غلط فہمی میں مبتلا ہوئے بغیر ان سے شریفانہ طور پر نپٹ لیتے ہیں۔

بعض بزعمِ خود بُری طرح خوش فہمی کا شکار ہوتے ہیں اور ان کی ہر بات تعلّی، تکبّر اور غلو سے بھری ہوتی ہے۔

ایک صاحب اپنی خاندانی ریاست اور بڑائی پر اس قدر نازاں تھے کہ موقع بے موقع اس کا اظہار اور اعلان ضروری سمجھا کرتے تھے۔ چنانچہ بات بات پر کہتے "آپ نہیں جانتے میرے والد بزرگوار کو..." لوگوں نے یہ بات کئی بار سنی، اور جب برداشت سے باہر ہو گئی تو ایک من چلے نے سوال کا جواب اس سوال سے دیا۔

"جی ہم تو نہیں جانتے آپ کے والد ماجد کو، لیکن آپ خود بھی کیا انھیں نہیں جانتے؟"

اس ... بنلی کے بعد اُن کی کبھی ہمت نہیں ہوئی کہ اپنے باپ کی بڑائی کے لئے اس طرح کا سوال اُٹھائیں۔

سخن فہمی سے بڑا درجہ ہے لذّتِ تقریر کا، جبکہ کہنے والا سننے والے کے لئے انبساط۔ کام و دہن پیش کرتا ہے اور اس کو خوش کلامی اور شیریں مقالی سے منسوب کیا جاتا ہے۔ چنانچہ کسی نے نطق کی مٹھاس کو بڑے ہی عمدہ انداز میں کہا ہے ؎

بیاں کس منہ سے ہوئے یار کی شیریں کلامی کا
زباں پر اپنی اب تک لذّتِ تقریر بھری ہے

شیریں کلامی ایک تسخیر کا عمل ہے جو سخت کلامی کے برعکس زندگی کو آسائش اور آرام سے بھر دیتی ہے۔ تلسی نے کہا ہے ؎

تلسی میٹھے بچن میں سکھ آپ چت چھوں اور
بس کون ایک منتر ہے تجدے بچن کٹھور!

زیادہ بولنے والے کی بات کم دل نشیں ہوتی ہے۔ خاموشی کی مُہر اگر لبوں پر ہو تو بات سند ہو جاتی ہے ؎

حدیثِ مردِ ہنرگو دل نشیں، گوش کم گردد !
بلب مہر، خموشی نہ کہ گفتارت سند باشد

اب تک ہم سخن فہمی اور سخن فہموں کی بات کر رہے تھے غالب کی طرح ہمارے معاشرے میں بھی تو سخن ور لاتعداد ہیں جن کو سخن فہموں کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ ان کے بغیر جی نہیں سکتے، اس قبیل میں زیادہ تر شعرائے کرام ہیں، جن کو اپنے کلام کی داد چاہیئے جو کسی بھی قیمت پر انھیں درکار اور منظور ہوتی ہے، چاہے وہ مخصوص اور مختصر نشست ہو کہ مشاعرہ کی محفل، سخن فہموں کے بغیر اُن کی سخن گسترانہ بات مطلع سے ایک دم، مقطع پر پہنچ جاتی ہے۔ ایسے ہی کسی ایک موقع پر جبکہ داد کے بجائے بے داد مل رہی تھی' دو ایک شعر سُنا کر شاعر نے اپنی بیاض بند کر دی اور اعلان کیا کہ ما بقی اشعار بھی ایسے ہی ہیں' مشہور و مقبول اور ہر دلعزیز شاعر کو جب پُرسشِ احوال کے بعد پوچھا گیا کہ انھیں جنّت چاہیئے کہ دوزخ۔ ان کا جواب صاف اور صریح تھا کہ ان کو وہ جگہ چاہیئے کہ جہاں سخن فہم ہوں اور جب وہ داد و تحسین کے طلب گار ہوں اُن کو مایوسی کا سامنا کرنا نہ پڑے' اس اجمال کے بعد سخن فہمی کے دعویداروں کا ادعایہ ہے۔

[صفحہ 9 سے آگے]

اس کے کچھ عرصہ بعد ہی اشفاق اللہ خاں اور اُن کے رفقاء کی اپیل ہائی کورٹ سے رد کر دی گئی اور ان کو فیض آباد سینٹرل جیل میں علی الصبح پھانسی دیدی گئی تھی' انھوں نے اس سے قبل غسل کیا، نماز پڑھی، قرآن مجید کی تلاوت کی اور وصیت بھی کی کہ میری نعش میرے وارثوں کے حوالے کی جائے تاکہ اسلامی طریقہ پر میری تدفین عمل میں آئے۔ وہ زمانہ عہد کے انقلاب پسندوں کی طرح مذہب سے بیگانہ و باغی نہ تھے۔ اللہ اور رسولؐ کے احکام کے سچے دل سے تابع تھے اور یو۔پی کے مشہور بزرگ حاجی وارث علی شاہ رح صاحب (جن کا مزار دیوہ شریف' ضلع بارہ بنکی میں ہے)، سے بڑی عقیدت رکھتے اور ان کے سلسلہ پر بیعت تھے۔ شہیدِ وطن ہو کر انھوں نے اپنے کو اس شعر کے مصداق ثابت کیا ؎

بقا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را



بقیہ 'کچھ یادوں کے جھروکوں سے'

کہاں گئے ایسے اچھے لوگ کہ جن کی یاد اب بھی آتی ہے تو دل جوشِ محبت سے لبریز ہوجاتا ہے' جو اتنے بڑے ہو کر بھی خود اپنا تعارف کراتے تھے کہ "مجھے جواہر لال کہتے ہیں"۔ جن میں غرور کا نام نہیں تھا جو خود کو ہندوستان کا وزیرِ اعظم نہیں، عوام کا خادم سمجھتے تھے۔ آہ! ایسی عظیم ہستی کو کون بھلا سکتا ہے۔ نجانے کتنے ہی واقعات ہیں، کتنی ہی یادیں ہیں، جو ان کی عظمت کی کہانیاں سُناتی ہیں۔

قارئین کے لئے ضروری اعلان

ہماری یہ کوشش ہے کہ اپنے قارئین کو مختلف سرکاری پالیسیوں اور سرگرمیوں سے پوری طرح باخبر رکھیں، تاہم قارئین کو اس میں کچھ نہ کچھ کمی کا احساس ہوسکتا ہے لہذا آپ کی دلچسپی اور معلومات میں مزید اضافہ کے خیال سے "قارئین کی رائے" کا خصوصی صفحہ شائع کیا جاتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس تبادلۂ خیال سے ہمیں اور بھی فائدہ پہنچے گا۔ انفرادی شکایتوں کی اشاعت تو مشکل ہے البتہ سرکاری پالیسیوں' پروگراموں اور سرگرمیوں سے متعلق آپ کے خطوط، سوالات اور شبہات بخوشی قبول کئے جائیں گے۔ پتہ نوٹ فرمالیں:

ایڈیٹر "قومی راج" نیو ایڈمنسٹریٹو بلڈنگ'
پندرہواں منزلہ، مقابل منترالیہ۔ ممبئی نمبر ۴۰۰۰۳۲

ڈاکٹر اختر نظمی
صدر شعبۂ اردو
کملا راجہ گرلس کالج، گوالیار

مل تو وہ گئے تھے، واپسی میں
باتیں نہ ہوئیں رَدا رَدی میں

لوگوں نے شفق کا رنگ سمجھا!
بہتی ہوئی آگ تھی ندی میں

راہوں کا چلن تو جانتے ہو
تم گھر سے چلے تھے کس خوشی میں

پانی کے قریب میں نہ پہنچا
پرچھائیں اُتر گئی ندی میں

چہرے کا نشان بن گیا ہے
اِک زخم لگا تھا کمسنی میں

رستوں پہ چلے ہیں خودکشی کے
یہ کام کیا ہے زندگی میں!

تم اپنے گناہ گن رہے ہو
آجائیں گے لوگ روشنی میں

نظمی یہ تضاد دائمی ہے
سایہ تو رہے گا روشنی میں

ساحل احمد
ٹرنر ۔ ۲۸، ای سی کالج
الہ آباد ۔ ۲۱۱۰۰۲ (یو۔ پی)

خواب سفر میں رہتے ہیں
سمت بدلتے چلتے ہیں!

دَر بدری کے موسم میں
رستے اور چٹکتے ہیں

آج مہذب شہری بھی!
چہرہ اوڑھے رہتے ہیں

اُنگلی تھامے پیڑوں کی
رستے چلتے رہتے ہیں

سُن کر باتیں شہروں کی
پیڑ بھی رونے لگتے ہیں

ہم بھی ساحلؔ موجوں کی
چشمک دیکھا کرتے ہیں

اقبال گرامی
کھڑک پورہ، کھنڈوہ (ایم۔ پی)

چاندنی رات کو رنگین بنائے رکھیے!
یوںہی پردہ رُخِ روشن سے اُٹھائے رکھیے

کوئی آندھی، کوئی طوفان، کوئی عالم ہو
دل سے دل سینے کو سینے سے لگائے رکھیے

روشنی جس کی ہر اِک راہگذر تک پہنچے
اک چراغ ایسا سرِ راہ جلائے رکھیے

گھات میں بیٹھے ہیں کچھ لوگ شکاری کی طرح
ساتھیو! ملک کو مضبوط بنائے رکھیے

آج کے دَور میں اقبالؔ گرامی یوںہی
عظمتِ نامِ گرامیؔ کو بڑھائے رکھیے

۔ گرامیؔ چشتی مرحوم، میرے اُستاد

غزلیں

★ انجم رومانی
روزنامہ "اردو ٹائمز"
۲۴۳ - مولانا آزاد روڈ، ممبئی ۴۰۰۰۰۸

کوئی بھی رُت ہو اُن کی آنکھ سے آنسو چھلکتا تھا
وہ کیسے لوگ تھے سینے میں جن کے دل دھڑکتا تھا

اُجالوں میں ہوں لیکن تیرگی محسوس ہوتی ہے
وہ میرے ساتھ تھے جب تک اندھیرا بھی چمکتا تھا

کبھی مُدت رہے آنسو بھر دیئے ہیں جس نے آنکھوں میں
ابھی کل تک مرے ہاتھوں میں پیمانہ چھلکتا تھا

اُسے چاندی کے سِکوں سے کسی نے بھر دیا ورنہ
ترا دامن مری پلکوں کے آنسو پونچھ سکتا تھا

اُسے کچھ چیختے لمحوں نے دیوانہ بنا ڈالا !
وگرنہ وہ تمہیں صدیوں کے رشتے توڑ سکتا تھا

یہ میخانہ ہے میرے غم یہاں تو چھوڑ دے مجھ کو !
میں تجھ سے بھاگ آیا ہوں جہاں تک بھاگ سکتا تھا

سُنا تھا پھاڑ کر چھت وہ دیا کرتا ہے بندوں کو
جبھی برسات تو انجم مرا چھپر ٹپکتا تھا !

★ بجیس الہ آبادی
معرفت عارف احمد جی (سابق میونسپل کونسلر)
انٹاپ ہل - ممبئی ۳۷

اہلِ دانش کا تصور تو حریفانہ رہا
دل مگر ان کا سرِ محفل حکیمانہ رہا

یہ مری قسمت کا چکر ہو گا شاید دہر میں
مکر کے پیکر تھے جتنے ان سے یارانہ رہا

زندگی اُس کی زمانے میں نہ کیوں ہو کامیاب
جس کا اندازِ تکلم بھی مسیحانہ رہا

کیف پرور کس قدر تھا موسمِ گل کا سماں
رقص میں ساغر رہا گردش میں پیمانہ رہا

وسعتِ صحرا نگاہوں میں سماتی کس طرح
جب بگولے کی طرح صحرا میں دیوانہ رہا

لوگ پیتے ہی رہے تیری نگاہِ مست سے
تشنہ لب بس ایک تیرا رندِ میخانہ رہا

پیار کی رُوداد کو رنگیں بنانے کے لئے
صبح تک اے شمع تیرے ساتھ پروانہ رہا

دیکھنے والے مرے چاکِ گریباں کو نہ دیکھ
میری ٹھوکر میں ترا دربارِ شاہانہ رہا

سر پہ مایوسی کی اک کالی گھٹا چھائی رہی
خانۂ دل تیرے اُٹھ جانے سے ویرانہ رہا

شعر کے پردے میں بجیس جس نے فن کی بات کی
اہلِ فن کی بزم میں بے قدر وہ دانا رہا

★ آذر بارہ بنکوی
محلہ کٹرہ امام باڑہ،
بارہ بنکی (یو۔پی)۔

اتنا ہی نہیں رنج و محن لے کے چلے تھے
ہر اشک میں تصویرِ چمن لے کے چلے تھے

اندازۂ محفل نہ انھیں دیکھ کے کرنا
یہ لوگ تو ماتھے پہ شکن لے کے چلے تھے

اس دور کا دیتا بھی کوئی ساتھ تو کیسے
لمحات بھی صدیوں کی گھٹن لے کے چلے تھے

تم لوگ ڈراتے ہو ہمیں ظلم و ستم سے
ہم گھر سے چلے تھے تو کفن لے کے چلے تھے

اس طولِ مسافت نے قدم کر دیئے بوجھل
تم یہ نہ سمجھنا کہ تھکن لے کے چلے تھے

پتھر کی بس اک ضرب نے صورت ہی بدل دی
کیا سوچ کے شیشے کا بدن لے کے چلے تھے

میں خود متلاشی تھا اسی عظمتِ غم کا
صد شکر کہ تم دار و رسن لے کے چلے تھے

مایوس نہ ہو راہ کے لیے نور چراغو !
ہم صبح کے سورج کی کرن لے کے چلے تھے

تنقید کی اس دھوپ کا شکوہ نہیں آذر
آمد کی گھنی چھاؤں میں فن لے کے چلے تھے

غزلیں

* یعقوب بدایونی
بی. اے. بی ایڈ
بجنور انٹر کالج، بجنور (یو. پی)

صحرا ہمارے دل کے گلستاں ہوئے تو ہیں
جلووں سے آج اُن کے فروزاں ہوئے تو ہیں

شمس و قمر بھی جلوہ بداماں ہوئے تو ہیں
نورِ جمالِ یار سے حیراں ہوئے تو ہیں

اپنے جنوں کے حوصلے آؤ نکال لیں!
پھر موسمِ بہار کے ساماں ہوئے تو ہیں

اچھا ہوا کہ کوئی سہارا نہیں رہا
فرطِ الم میں داغ نمایاں ہوئے تو ہیں

آئینۂ جمال بنالیں گے زندگی
نظارۂ جمال کے ساماں ہوئے تو ہیں

جور و ستم کی اُن سے شکایت نہیں کہ وہ
چہرہ بتا رہا ہے پشیماں ہوئے تو ہیں

اِن کے وفورِ شوق کا ناداں خیال رکھ
یہ بُت پرست آج مُسلماں ہوئے تو ہیں

یارب مرے جُنوں کا ہوا انجام اب بخیر
پھر کچھ وصالِ یار کے ساماں ہوئے تو ہیں

شکرِ خدا وہ آئے گھٹا جا رہا ہے دم
آثارِ زندگی کے نمایاں ہوئے تو ہیں

یعقوب کوئے جاناں میں جانا سنبھل کے تم
ہر ہر قدم پہ شوق کے ساماں ہوئے تو ہیں

---

* ارشد نظر
ایس نمبر ۱۶۴، پی. این ۳۲
عباس نگر، مالیگاؤں
ضلع ناشک (مہاراشٹر)

گزرتے لمحے کبھی لوٹ کر نہیں آتے
کٹے تو پھر کبھی تتلی کے پر نہیں آتے

جگائے رکھتی ہیں بے چینیاں خیالوں کو
پرندے نیند کے اُڑ کر اِدھر نہیں آتے

تمام برگ ہیں آئینہ دارِ شبنم سے
مگر بہار کے جلوے نظر نہیں آتے

ہمارے نام چمکتا نہیں کوئی سورج
اُجالے ضد سے کبھی اپنے گھر نہیں آتے

نہیں ہیں جس کے بدن پر نشان پتھر کے
سُنا ہے ایسے شجر میں ثمر نہیں آتے

سمیٹ لے نئے موسم کی آگہی کا سُرور
کہ ایسے موڑ کبھی عمر بھر نہیں آتے

نہ ڈھونڈ دشت میں آثارِ زندگی کے نظر
کبھی سراب میں دریا نظر نہیں آتے

---

* بہار صدیقی بدایونی
سینئر اے. ٹی. او. ویسٹرن ریلوے
کوٹہ جنکشن، راجستھان

خوشی کی وادیوں پر رنج کا سایا گھنیرا ہے
یہاں راحت کہاں اے دل یہ دنیا غم کا ڈیرا ہے

ضیائے عیش پر مغرور ہے راحت کا شیدائی
ترے عشرت کدے میں ہر طرف غم کا اندھیرا ہے

جہاں سرزد ہوئی عزم و عمل میں کوئی کوتاہی
وہیں انسان کو آکر سیہ بختی نے گھیرا ہے

بنا کرتے ہیں ارماں کے صنم شام و سحر اس میں
ہزاروں آرزؤں کا مرے دل میں بسیرا ہے

عبث تجھکو غرورِ ہستیٔ فانی ہے اے ناداں
متاعِ بزم و آب و گِل نہ تیرا ہے نہ میرا ہے

اندھیروں سے نہ گھبرا اے جمالِ صبح کے عاشق
سیہ راتوں کے دامن میں درخشندہ سویرا ہے

شکایت ہے بہار اب گردشِ قسمت کی کیوں تجھکو
وہی کاٹے گا تو بویا ہوا جو کچھ بھی تیرا ہے

غزلیں

منظور ندیم ایڈوکیٹ
بالاپور، ضلع اکولہ (مہاراشٹر)

ہم کرب کے حصار سے باہر نہیں گئے
تجھ سے بچھڑ کے زندہ رہے ہیں، مر نہیں گئے

پیچھے رہے ہیں گھر وہ ترقی کی دوڑ میں
جن کی چھتوں پہ وقت کے پتھر نہیں گئے

چپکے سے آ گیا میں قیامت کو ٹال کر
ان کو گلہ یہ رہ گیا مل کر نہیں گئے

کانوں میں آج تک تری سرگوشیاں سی ہیں
آنکھوں سے اب بھی جھیل کے منظر نہیں گئے

خودداریوں کا بوجھ تھا کندھوں پہ اے ندیم
پیاسے رہے پہ سوئے سمندر نہیں گئے

واحد پریمی
مکان نمبر ۴۲، گنوری
بھوپال (ایم۔پی)

اس طرح ظلمتِ حالات پہ آنسو نہ بہاؤ
سوز دل میں ہو تو خود شمعِ فروزاں بن جاؤ

راہِ حق پر جو چلے ہو تو بصد خندہ لبی
جتنے طوفان ملیں تم انھیں سینے سے لگاؤ

اے خرد مندو! انھیں کچھ تو ملے دادِ جنوں
پھول برساؤ کہ دیوانوں پہ پتھر برساؤ

ایک دن آپ وہ اس آگ میں جل جائیں گے
جن کے سینوں میں سلگتے ہیں عداوت کے الاؤ

ہم نثارانِ وفا کو نہیں کوئی پروا
تم بڑے شوق سے ہر فتنۂ جاں سوز اٹھاؤ

صرف آسودہ لبوں پر ہی نوازش کیوں ہے
پیرِ میخانہ ذرا تشنہ لبوں کو بھی پلاؤ!

وقت اس کا متقاضی ہے کہ تم اے واحد
اپنے اشعار سے سوئے ہوئے ذہنوں کو جگاؤ

محمد ایوب اختر بالاپوری
کسار کھیڑہ، بالاپور، ۴۴۴۳۰۲

صدیوں سے اس زمین پہ یہ روشنی نہ تھی
دل کو لگی تھی بات یہی، دل لگی نہ تھی

کرتا بھی کوئی کیسے مداوائے زخمِ دل
"دل کی شکستگی تھی مگر دیدنی نہ تھی"

تا عمر حادثات میں الجھی رہی مگر!
محتاجِ التفاتِ کرم زندگی نہ تھی

دل میں کسی کے واسطے ہمدردی اب کہاں
شیشوں پہ ایسی گرد کبھی تو جمی نہ تھی

خود کی نظر میں اختر بنے معتبر تو کیا
دنیا پکار اٹھے کہ اس میں کمی نہ تھی



یوم مہاراشٹر تقریبات

گورنر مہاراشٹر، شری آئی. ایچ. لطیف نے شیواجی پارک بمبئی پر ریاست مہاراشٹر کی ۲۲ ویں سالگرہ تقریبات کی ابتدا، پرچم کشائی کی رسم انجام دے کر کی۔ وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے بھی اس موقع پر موجود تھے۔

اس موقع پر گورنر موصوف نے پولس، ہوم گارڈس، فائر بریگیڈس اور دیگر یونٹوں کی رسمی پریڈ کا معائنہ کیا اور سلامی لی۔ بعد ازاں گورنر شری آئی. ایچ. لطیف نے شری ایس. ایس. شربگاؤنکر اسسٹنٹ کمشنر آف پولس بمبئی عظمیٰ کو ان کی غیر معمولی خدمات پر صدر جمہوریہ کا پولس میڈل پیش کیا۔

اس کے علاوہ ضلع سندھو درگ کے شری جی. بی. ساونت (بعد از مرگ) اکولہ اور کماری جیا دیو دینکر کوہل کو 'جیون رکھشا' تمغہ دیا۔ انھوں نے اپنی ذمہ داری اور ذہانت کا ثبوت دیتے ہوئے دو انسانی جانوں کو ڈوبنے سے بچایا تھا۔

اس موقع پر اپنی تقریر میں گورنر مہاراشٹر نے گذشتہ ۲۲ سالوں میں ریاست کی ہر میدان میں ترقی کا جائزہ پیش کیا اور عوام کو نصیحت کی کہ وہ ریاست کی خوشحالی کے لئے ہر چیلنج کا سامنا کرنے کو تیار رہیں۔

اس موقع پر ریاستی کابینہ کے ممبران، مرکزی وزیر مملکت برائے تجارت شری شیوراج پاٹل، میئر آف بمبئی ڈاکٹر پی. ایس. پائی اور دیگر حضرات حاضر تھے۔

بیڑ میں پرچم کشائی

ریاست مہاراشٹر کی ۲۲ ویں سالگرہ کے موقع پر شری سندیپ پاٹل باگوہی، کلکٹر بیڑ نے قومی پرچم لہرایا اور پولس اور ہوم گارڈس کی مشترکہ پریڈ کی سلامی لی۔

اس موقع پر کلکٹر نے سال ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے سلسلے میں کارکنوں کی بہتر کارکردگی پر توصیفی اسناد اور میڈل تقسیم کئے۔ اس کے علاوہ دادوانی گاؤں کے تین شہریوں کی کلکٹر کی جانب سے عزت افزائی کی گئی، جنھوں نے شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ڈاکوؤں کو فرار ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔

شری باگوہی نے پندرہ روزہ مراٹھواڑہ درشن سائیکل سفر کا افتتاح خود ۱۰ کلومیٹر تک سائیکل چلا کر کیا۔ اس پروگرام میں جس کا اہتمام ڈسٹرکٹ اسپورٹس افسر نے کیا تھا، بیس نوجوانوں نے حصہ لیا۔

محنت کش انسان کا احترام"

—— وزیر اعلیٰ

" صنعتی تعلقات کی بنیاد انسانی تعلقات پر ہے۔ حکومت اس ضمن میں گو مستعد ہے لیکن خوشگوار صنعتی تعلقات قائم رکھنا آجرین و ملازمین کی مشترکہ ذمہ داری بھی ہے " ان خیالات کا اظہار وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے ۳۰ اپریل کو ہوٹل اوبیرائے ٹاورس میں منعقدہ بامبے چیمبرس کامرس اینڈ انڈسٹریز کے ۱۴۶ ویں سالانہ اجلاس میں کیا۔

آپ نے فرمایا کہ آجرین کو یہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ مزدور پیداوار کا ایک اہم حصہ ہیں اور مزدوروں کا بطور" انسان" احترام کیا جانا چاہیئے۔ انھیں نفع میں سے مناسب حصہ ملنا چاہیئے۔ اسی طرح مزدوروں کو بھی سماج اور قوم کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا چاہیئے۔

وزیر اعلیٰ نے کہا کہ حکومت مزدوروں میں پھیلی ہوئی بے چینی کو دور کرنے کی پوری کوشش کر رہی ہے۔

بجلی کی قلت سے متعلق آپ نے فرمایا کہ حکومت نے ریاستی سیکٹر میں ۵۸۷۰ میگھا واٹ بجلی پیدا کرنے کی صلاحیت کے پروجیکٹ کے قیام کے لئے حکومت ہند کے سامنے تجویز پیش کی ہے تاکہ ریاست میں بجلی کی کمی کو دور کیا جا سکے۔

آپ نے صنعتکاروں سے اپیل کی کہ وہ حکومت کی جانب سے ترقی پذیر علاقوں میں صنعتوں کے قیام کے لئے دی جانے والی سہولتوں سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔

شری بی۔ آر۔ سُولے نے اپنے افتتاحیہ خطبہ میں مختلف مسائل کے حل کے لئے وزیر اعلیٰ کے اقدامات کی تعریف کی۔

اس موقع پر وزیر برائے مالیات شری وی۔ سبرامنیم اور وزیر مملکت برائے مالیات ڈاکٹر شریکانت جچکر بھی موجود تھے۔ شری مادھو آپٹے نے شکریہ ادا کیا۔

ضمانت روزگار اسکیم

حکومت مہاراشٹر کے ایک فیصلے کے بموجب ضمانت روزگار اسکیم سے متعلق قوانین میں ترمیمات کی گئی ہیں جس کی رو سے آبپاشی نہروں، ناگہانی آفات سے متاثر ہونے والے بڑے اور چھوٹے آبپاشی پروجیکٹ اور پرکولیشن ٹینک کی مرمت کے کاموں کو ضمانت روزگار اسکیم میں شامل کیا گیا ہے۔ اسی طرح اراضی ترقیات کاموں کو بھی چند شرائط کے تحت اس اسکیم میں شامل کیا گیا ہے۔ موجودہ سڑکوں کے مزید سدھار کا کام بھی اس اسکیم کے تحت شامل کرنے کی اجازت ہے بشرطیکہ کلکٹر کا تصدیق نامہ پیش ہو کہ کوئی اور کام اس اسکیم کے تحت موجود نہیں ہے۔

مہاراشٹر میں "انسیٹ" پروگرام

ڈاکٹر والفرٹ ایچ اینڈرس، ڈائرکٹر یونیورسٹی آف ایس۔ جی۔ ایچ یو۔ این۔ ڈی۔ پی اے نے ۴ مئی کو ایجوکیشن سکریٹری، شری ایس۔ جی۔ دستھنکر سے ملاقات اور مہاراشٹر میں " انسیٹ " (آئی۔ این۔ ایس اے ٹی) پروگرام جاری کرنے کے لئے ابتدائی انتظامات کے سلسلے میں بات چیت کی۔

اس سے قبل ڈاکٹر اینڈرس نے ورلی میں ایجوکیشنل ٹیکنالوجی سیل اور اسٹوڈیو کا معائنہ کیا۔

انڈین نیشنل سیٹلائیٹ پروگرام کے تحت مہاراشٹر کے تین اضلاع ناگپور، چندرپور اور بھنڈارہ کو چُنا گیا ہے اور اسکیم زیر عمل آنے پر ان اضلاع کے منتخب گاؤں ٹی وی سیٹ اور ایجوکیشنل ٹیلی کاسٹ کی تنصیب سے مستفید ہوں گے۔

رجنی پٹیل کی رحلت

کانگریس (ائیس) لیڈر اور ممتاز وکیل، شری رجنی پٹیل ۳۱ مئی کو ممبئی کے جسلوک ہسپتال میں حرکتِ قلب بند ہو جانے کی وجہ سے رحلت فرما گئے۔ آپ کی عمر ۶۷ سال تھی

مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے جو اُس وقت دہلی میں تھے، اپنے انتہائی صدمے کا اظہار کرتے ہوئے کہا " ہم ایک قابل وکیل اور ایک اچھے سماجی و سیاسی خدمت گذار سے محروم ہو گئے۔"

پروفیسر اتھیر کے ہاتھوں اردو کنونشن کا افتتاح

پروفیسر ایس. ایم. آئی. آتھیر، وزیر برائے مکانات اور انرجی، نے اردو کے اساتذہ سے اپیل کی کہ وہ اردو زبان کو ملک کی ترقی میں اہم ذریعہ بنائیں۔

آپ ۹ مئی کو مالیگاؤں میں "مہاراشٹرا اردو سکنڈری اور ہائیر سکنڈری کے پرنسپل ایسوسی ایشن" کا افتتاح فرما رہے تھے۔

شری وی. وی. چپلونکر، ڈائرکٹر ایجوکیشن نے بھی اس موقع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

اسپورٹس سرٹیفکیٹ

حکومت کے زیر اہتمام کھیلوں کے مقابلوں میں حصہ لینے والوں کو اسپورٹس سرٹیفکیٹ کے اجراء کے لئے مقررہ درخواست فارم پر درخواستیں ڈسٹرکٹ اسپورٹس افسر کے دفتر معرفت ڈپٹی ڈائرکٹر آف ایجوکیشن، دنشا واچھا روڈ، چرچ گیٹ، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۲۰ میں کام کے اوقات میں بروز پیر، بدھ جمعہ کو دوپہر ۲ بجے سے شام ۴ بجے تک قبول کی جائیں گی۔

ان سرٹیفکیٹ کا اجراء ڈائرکٹر ٹیکنیکل ایجوکیشن، میڈیکل ایجوکیشن اور میونسپل کارپوریشن کے تحت میڈیکل اور انجینئرنگ کالجوں میں داخلہ کے لئے قوانین مرتب کئے جانے کے بعد ہی کیا جائے گا۔

ٹیکنیکل ڈپلومہ کورس۔

۸۳-۱۹۸۲ء کے تعلیمی سال کے دوران ٹیکنیکل ایگزامینیشن بورڈ کے ماتحت مختلف ٹیکنیکل کورسوں میں داخلہ حقوق سے متعلق قوانین میں تبدیلی کی گئی ہے جس کی رو سے اول نصابی مدت کے امتحانات اداروں کی بجائے بورڈ کے ماتحت لئے جائیں گے۔ اس طرح ادارہ سطح پر تین امتحانات کے بجائے صرف ایک امتحان لیا جائے گا۔

اول، تیسرے اور پانچویں نصابی مدت کے امتحانات میں شرکت کے اہل اُمیدواروں کو امتحان میں بلالحاظ شرکت یا نتائج کے بالترتیب دوسرے، چوتھے اور چھٹے نصابی مدت میں حاضر رہنے کی اجازت ہوگی۔

مزید تفصیلات متعلقہ پولی ٹیکنک اداروں کے پرنسپل صاحبان سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔

قلمی معاونین سے گذارش ہے کہ اپنی تخلیقات کے خاتمے پر یا پُشت پر اپنا مکمل پتہ، پن کوڈ نمبر کے ساتھ ضرور تحریر فرمائیں۔ مضمون کاغذ کے صرف ایک ہی طرف لکھیں اور قلمی نام کے ساتھ اصل نام بھی تحریر فرمائیں۔ غیر مطبوعہ مضامین کی نقل اپنے پاس ضرور رکھیں۔

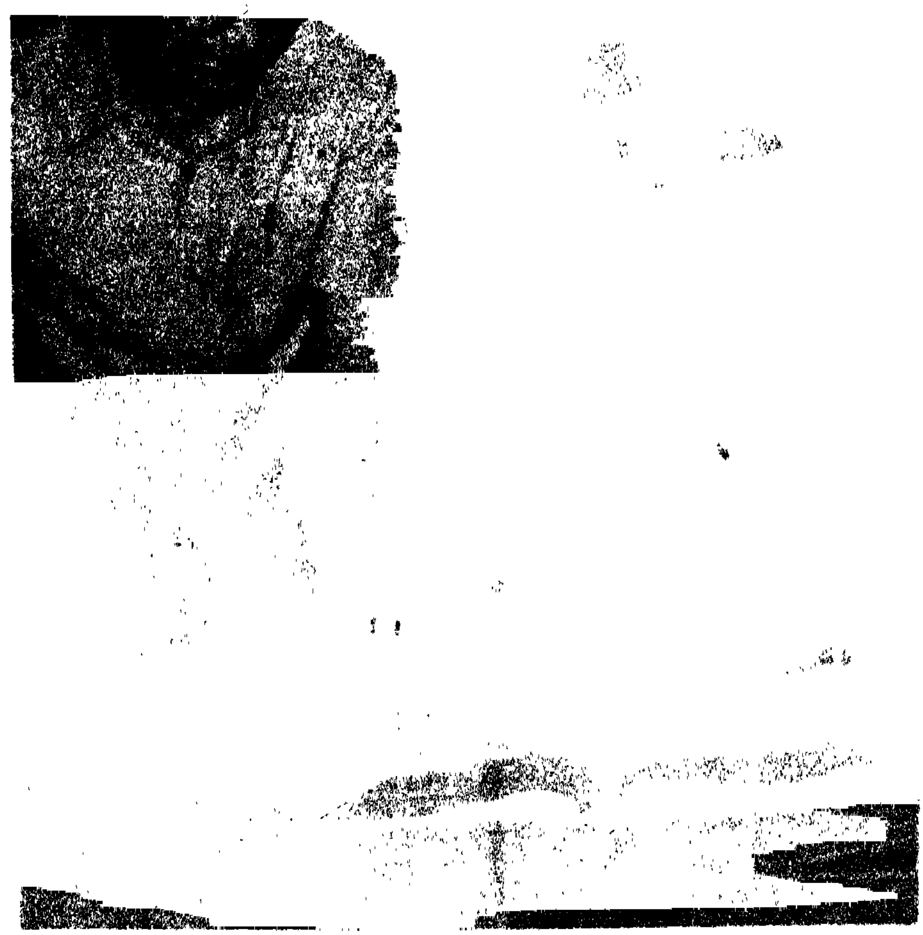
(ادارہ)



ڈاکٹر وی. سُبرامنیم، وزیر مالیات نے ۶ مئی کو بوریولی میں ایک راشن آفس کا افتتاح فرمایا۔



وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے ۲۷ اپریل کو راجگرو نگر، کراڑ، پونے میں شہید شیورام ہری راجگرو کے مجسمہ کو پھولوں کا ہار پہنا کر خراجِ عقیدت پیش کیا۔



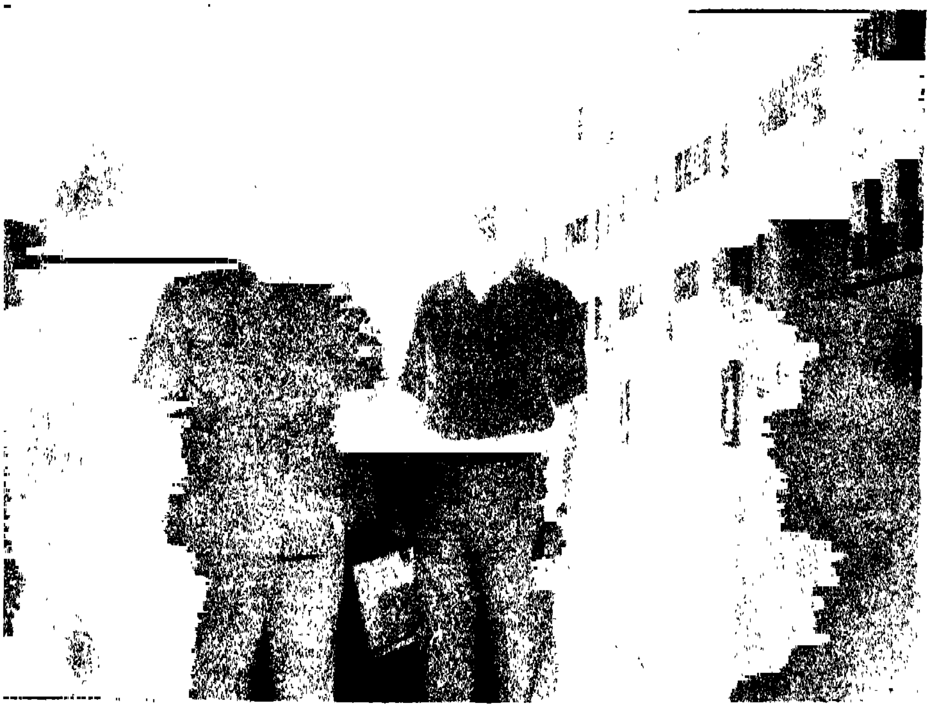
ڈائرکٹوریٹ آف پرنٹنگ اینڈ اسٹیشنری، مہاراشٹر اور مہاراشٹر انفارمیشن سینٹر نئی دہلی کے اشتراک سے ریاستی حکومت کی مطبوعات کی ایک نمائش منعقد ہوئی۔ گیان پیٹھ ایوارڈ یافتہ، مشہور پنجابی شاعرہ امریتا پریتم، اس نمائش کا افتتاح فرما رہی ہیں۔



پونے ضلع پریشد کے زیر اہتمام منعقدہ انٹر اسکول ڈرامہ مقابلہ میں
شرور ودیا دھام اسکول نے پہلا انعام حاصل کیا۔ زیر نظر تصویر میں شری ویلاس
راؤ دیشمکھ، وزیر مملکت برائے فنی تعلیم، جیتنے والوں کو انعام تقسیم کر رہے ہیں۔

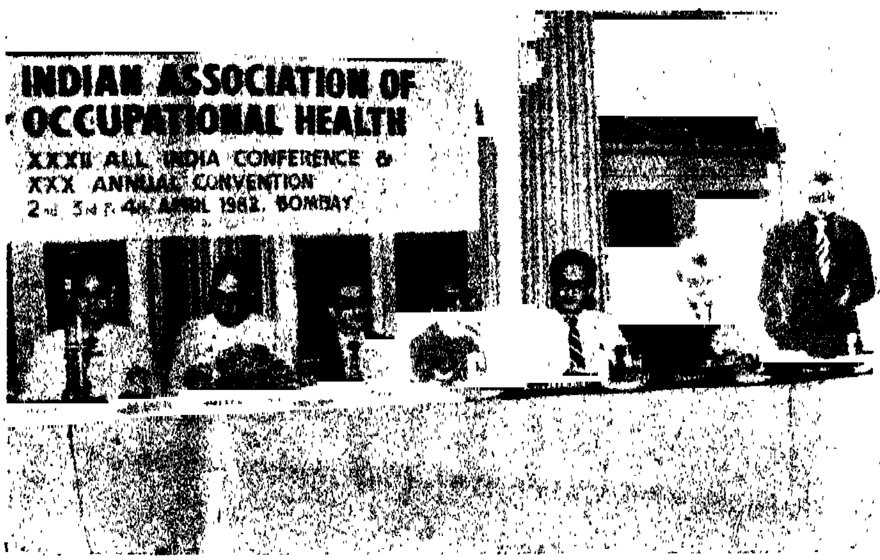
وزیر مملکت برائے امور داخلہ، ڈاکٹر شری کانت جیچکر، کھنڈالہ پولس ٹریننگ کالج پر گارڈ آف آنر کا معائنہ فرما رہے ہیں۔

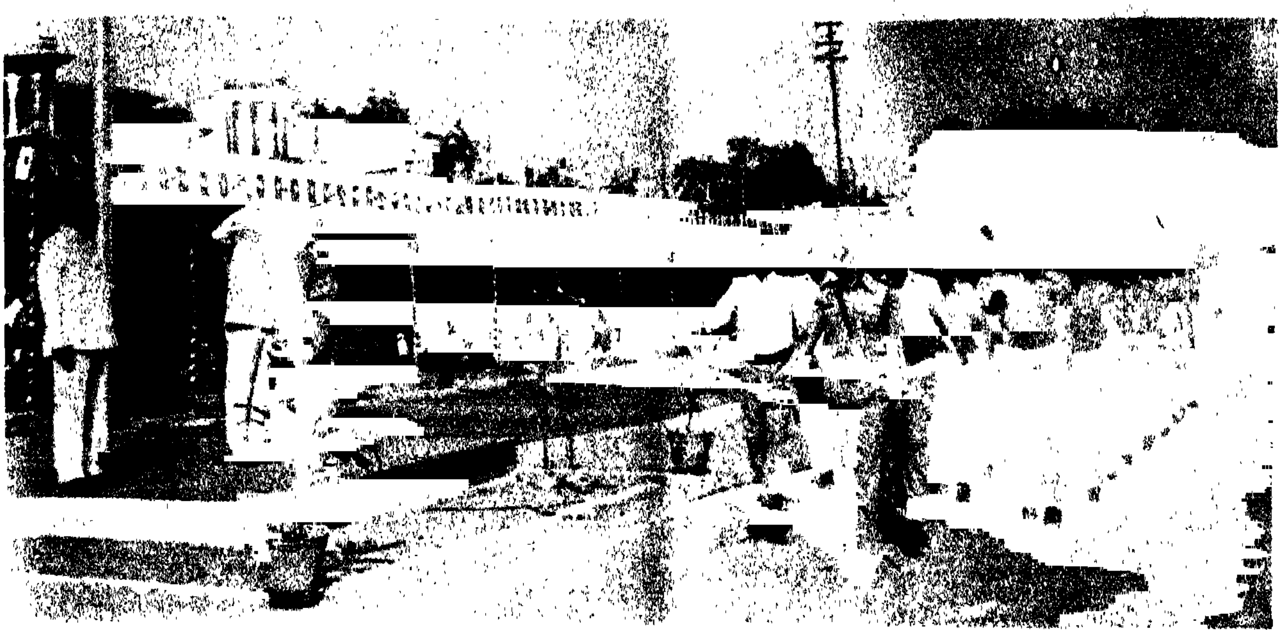




گورنر مہاراشٹر، شری آئی. ایچ. لطیف نے آئیل اینڈ نیچرل گیس کمیشن کے تحت او. این. جی. سی پروجیکٹ مہاراشٹر کا معائنہ کیا. اس موقع کی تصویر میں کمیشن کے ایک ذمّہ دار افسر شری ملہوترا گورنر موصوف کو پروجیکٹ کی تفصیلات بتا رہے ہیں.

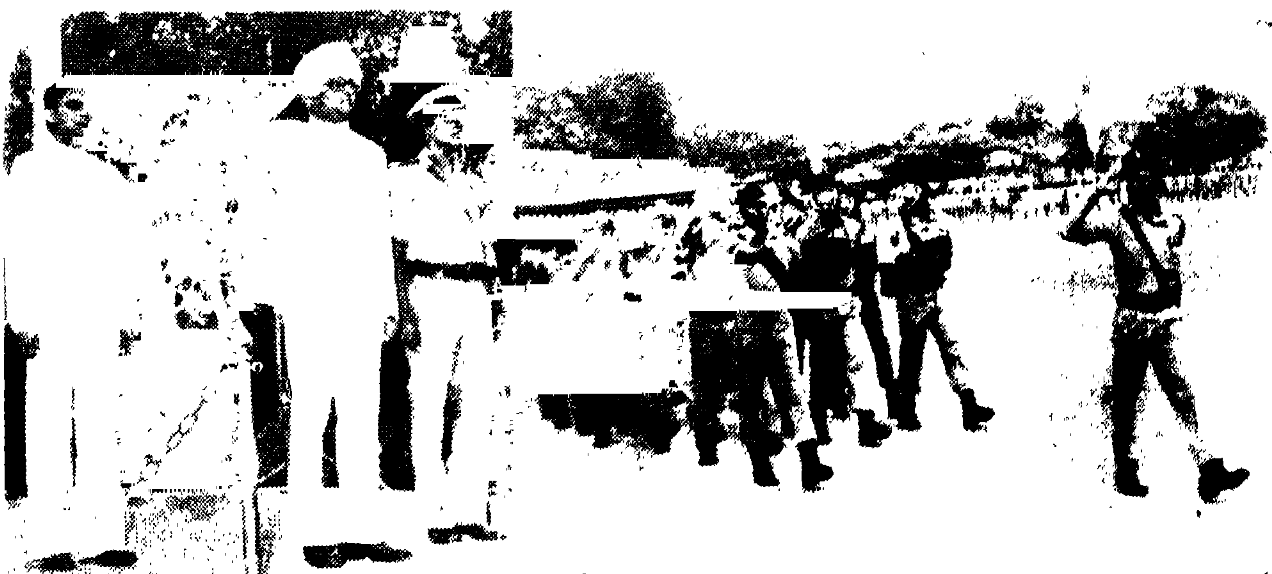
حال ہی میں تاج کونٹی نینٹل ہوٹل، بمبئی میں انڈین ایسوسی ایشن آف آکوپیشنل ہیلتھ کا ۳۲ واں کل ہند اور ۳۰ واں سالانہ اجلاس منعقد ہوا، جس کی صدارت آرگنائزنگ کمیٹی کے چیرمین ڈاکٹر جے. کے. بی تواریا نے فرمائی. اس اجلاس میں ملک و ریاست کے نامور اطبّاء نے صحت عامہ سے متعلق اپنے گرانقدر خیالات پیش کئے. اس موقع کی تصویر میں دائیں سے بائیں ڈاکٹر جے. سی کوٹھاری، ڈاکٹر این. وی. گلوادی، ڈاکٹر ایچ. جے شرافؔ، شری کرشنا مورتھی، صدر جلسہ ڈاکٹر تواریا، مہمانِ خصوصی شری رام کرشن بجاج اور ڈاکٹر ایم. آر. بھٹ دیکھے جا سکتے ہیں.





شری وی. ایس. گوپال کرشن، ڈویژنل کمشنر، ناگپور، یوم مہاراشٹر کی تقریبات کے سلسلے میں کستور چند پارک، ناگپور میں منعقدہ پریڈ کی سلامی لے رہے ہیں.

پونے میں بھی اس سلسلہ کی تقریبات کے موقع پر پونے کے پولس کمشنر شری این. رگھوناتھن، پولس پریڈ کی سلامی لے رہے ہیں.





وزیراعلیٰ مہاراشٹر، بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے بھارتی ٹیم کے کپتان شری سنیل گواسکر کو دورۂ انگلستان کی کامیابی کے لئے اپنی نیک خواہشات پیش کر رہے ہیں۔ درمیان میں شری کانت جیچکر، وزیر مملکت برائے اُمورِ داخلہ کھڑے ہیں۔





شری رویندر راؤت، وزیر مملکت برائے اطلاعات و رابطۂ عامہ نے روزنامہ 'اندرا پوری سماچار' کے سالانہ جشن کے موقع پر حاضرین سے خطاب فرما رہے ہیں۔ زیرِ نظر تصویر میں شری رام میگھے' ایم۔ ایل۔ اے۔ شری آر۔ ایس۔ گوائی' چیرمین لیجلیٹو کونسل' شری یشونت شریکر' نائب وزیر امداد باہمی اور اندرا پوری کے ایڈیٹر شری بھاؤ صاحب بھیلے دیکھے جا سکتے ہیں۔



وزیر اعلیٰ مہاراشٹر بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے 'یوم مہاراشٹر' کے موقع پر لاتور میں چھترپتی شیواجی مہاراج کے ایک عظیم الشان مجسمے کی نقاب کشائی کی۔ اس موقع پر منعقدہ تقریب میں آپ نے یوم آزادی کے دن سے لاتور کو ضلع کی حیثیت دیئے جانے کا بھی اعلان کیا۔

وزیر اعلیٰ مہاراشٹر، بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے تھانے میں چندانی، کولی واڑہ مقام پر ۲ / اپریل کو یونائیٹڈ اسپورٹس کلب کی مجوزہ عمارت کا سنگِ بنیاد رکھا۔ اس تقریب میں شری راؤ صاحب گوگاٹے، مہمانِ خصوصی تھے۔ آپ کے علاوہ شری لیشونت تھانیکر، کلب کے چیرمین اور شری کانتی کولی ایم۔ ایل۔ اے بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

* *





وزیراعلیٰ، بیرسٹر باباصاحب بھوسلے، ۹ مئی کو ستارا میں کرم ویر بھاؤراؤ پاٹل کی سمادھی پر گلہائے عقیدت نذر کررہے ہیں۔ زیرِنظر تصویر میں شری شنکرراؤ کالے اور آنجہانی کرم ویر بھاؤراؤ پاٹل کے فرزند شری اپا صاحب پاٹل بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔

وزیراعلیٰ مہاراشٹر، بیرسٹر باباصاحب بھوسلے، کے اعزاز میں، پونے ضلع پریشد کی طرف سے ۲۸ راپریل کو استقبالیہ دیا گیا۔ اس موقع پر آپ حاضرین سے خطاب فرمارہے ہیں۔ زیرِنظر تصویر میں نائب وزیر برائے ثقافتی امور، شریمتی رجنی ساتو بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔





" مہاراشٹر میں ادیباسی جیون اور آ
کے عنوان پر ۳۰ راپریل کو بمبئی میں ایک نمائش
منعقد ہوئی، وزیراعلیٰ بیرسٹر باباصاحب بھو
نے نمائش کا افتتاح کیا۔ اس موقع کی اس
تصویر میں شری سروپ سنگھ نائیک، وز
برائے سماجی بہبود بھی دیکھے جا سکتے ہیں



" دلت مِتر"
انعام یافتگان اور اُن کی بیتنیوں کو وزیر اعلیٰ
مہاراشٹر اور شریمتی کلاوتی بھوسلے کی جانب
سے ۳۰ راپریل کو سیچیوالیہ جیمخانہ میں ایک
استقبالیہ دیا گیا۔ شری سروپ سنگھ نائیک
وزیر سماجی بہبود بھی اس موقع پر موجود تھے



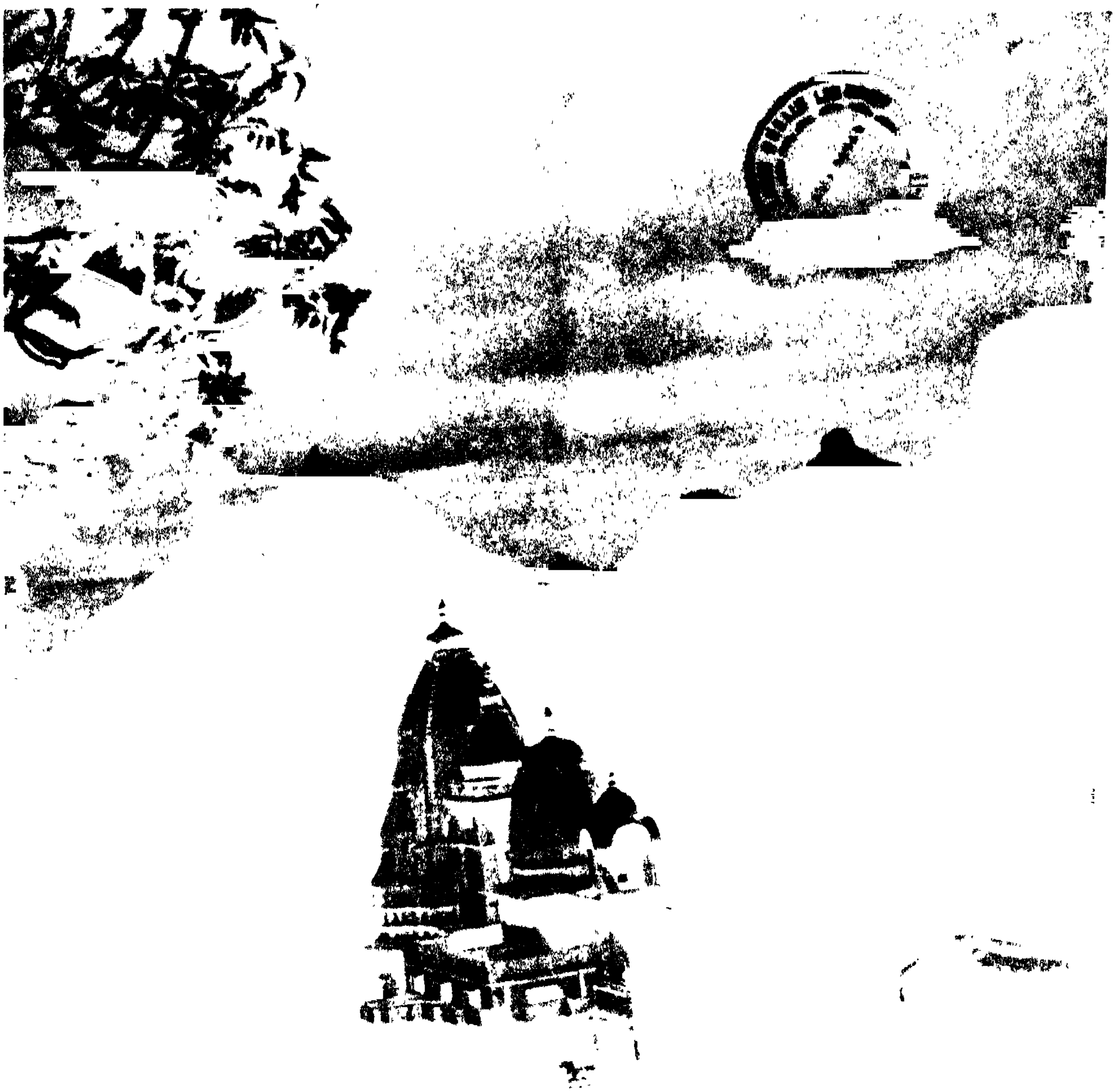
وزیر تعلیم، شریمتی شرد چندریکا پاٹل۔
بمبئی میں ۲۹ راپریل کو انسٹی ٹیوٹ آف
سائنس کے جشنِ سیمیں کے موقع پر ایک
سوونیئر کا اجراء کیا۔ انسٹی ٹیوٹ کے ڈائر
ڈاکٹر کے. ایم. جوشی اور بمبئی یونیورسٹی کے
وائس چانسلر پروفیسر رام جوشی بھی دیکھے
جا سکتے ہیں۔

B



چاندوڑ، ضلع ناشک میں واقع رنگ محل کی جھلک۔ ▲

MIRAJ : Regd. No. MH-BY South-544 *Licence No. 89 for 'without prepayment of postage'*



چاندوڑ، ضلع ناشک میں 'چندریشور مندر' ▲

شائع کردہ : ڈائرکٹر جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز گورنمنٹ آف مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی - ۴۰۰۰۳۲
مطبوعہ : گورنمنٹ سنٹرل پریس، بمبئی ۴۰۰۰۰۴





۱۰ر جون ۱۹۸۲ء

قومی راج

جلد ۹ شمارہ ۱۱

ہر ماہ کی ۱۰ ر اور ۲۵ ر تاریخ کو شائع ہوتا ہے
زرِ سالانہ: دس روپے قیمت فی کاپی: پچاس پیسے

ترتیب



چیف ایڈیٹرز: اے۔ ایم۔ دیوستھلے
ایم۔ کے۔ دیشپانڈے
ایڈیٹر: ریاض احمد خاں
سب ایڈیٹر: عبدالوحید خاں جامعی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ:
ڈائرکٹر جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز۔ ڈائرکٹوریٹ
جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، گورنمنٹ آف مہاراشٹر
منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

قارئین کی رائے

* ایم۔ کے۔ شاذلی (ایم۔ اے)

شری شیواجی کالج، قندھار (مہاراشٹر) ۴۳۱۷۱۴

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ 'قومی راج' اب محض ایک روائتی "سرکاری جریدہ" نہیں رہا۔ جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے۔ 'قومی راج' اس وقت ہندوستان کے کسی بھی اعلیٰ اور معیاری اُردو جریدہ کے مقابلے میں رکھا جا سکتا ہے۔

*

* تسنیم فاروقی

سی، ۱۸۴، تلسی داس مارگ، نزد ہسپتال، لکھنؤ۔ ۴

موجودہ شمارہ (۱۰ مارچ ۱۹۸۲ء) جو میرے ہاتھ میں ہے اس میں ایک خاص اور اہم مضمون " ایک تہذیبی بازگشت" شامل ہے، اس مضمون کو جناب حیدر پٹھان (ایڈوکیٹ) نے اپنی تمام تر مصورانہ تحقیق اور فنکارانہ پرکھ کے ساتھ ساتھ اپنے تنقیدی طریق سے مزید پُرشکوہ بنا دیا ہے۔ میں نے پورا مضمون نہایت دلچسپی سے پڑھا اور احباب سے بھی تبادلۂ خیال کیا، ماحصل یہی ہے کہ یہ ایک اچھا اور معیار آفریں معلوماتی مضمون ہے۔ فیضی رحمین کے فن کو اس سے بہتر پیرائے میں بیان کر لینا آسان نہیں ہے۔

*

• نظر جالنوی

نزد میجسٹک ٹاکیز، جالنہ، ضلع جالنہ (مہاراشٹر)

'قومی راج' کی ادبی و علمی خدمات قابلِ مبارکباد ہیں۔ اس میں چھپنے والے مضامین، نظمیں، تصویریں معیاری اور دیدہ زیب ہوتی ہیں۔ میری نیک تمنائیں 'قومی راج' کے ساتھ ہیں۔ حلقۂ احباب ادب کو بھی اس طرف توجہ دلا رہا ہوں۔

*

* عظیم الدین عظیم

دھرم پور۔ ڈاکخانہ برن پور، ضلع بردوان۔ ۷۱۳۳۲۵

پہلی بار 'قومی راج' نظر نواز ہوا۔ پڑھ کر طبیعت زعفران زار ہو گئی۔ خوبصورت کتابت، طباعت، گرانقدر مضامین اور معیاری نظمیں و غزلیں پڑھنے کو ملیں، جو آپ کی نیک کاوشوں اور مدیرانہ صلاحیتوں کی عکاس ہیں۔ اتنا خوبصورت اور معیاری پرچہ نکالنے پر مبارکباد قبول فرمائیں۔

*

* اُمید ادیبی

۳۹/۹ (۲۱)، جنت نگر، ساگر، شموگا ضلع (کرناٹک) ۵۷۷۴۰۱

'قومی راج' ترتیب و تزئین کے لحاظ سے بہترین پرچہ ہے قومی راج نے ایک سے ایک بہترین نمبر پیش کئے ہیں۔ منشی پریم چند نمبر، ڈاکٹر امبیڈکر نمبر، سینا پتی باپٹ نمبر، چھترپتی شیواجی نمبر، جنگلی جانور اور پرندے نمبر وغیرہ سب قابلِ تعریف ہیں۔ قومی راج ہر قسم کی معلومات کے سمندروں کو کوزے میں سمونے کی اچھی صلاحیت اور استعداد رکھتا ہے۔ ٹائیٹل صفحات تو ماشاء اللہ بڑے خوبصورت، رنگین اور جاذبِ نظر ہوتے ہیں۔ جناب مختار صاحب کا انتخاب " جانور اُردو غزل میں" جانوروں اور پرندوں پر اشعار کے انتخاب کا کام بڑی محنت والا ہے، جس کے لئے سودا، ذوق، غالب اور مومن کے دیوانوں پر عبور حاصل کرنا پڑتا ہے اس محنت اور انتخاب پر وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ مدیرانِ قومی راج کی نفاست، ترتیب، محنت اور کوشش سے پتہ چلتا ہے کہ آپ حضرات کو اُردو زبان سے صرف دلچسپی اور لگاؤ ہی نہیں بلکہ اردو سے عشق ہے۔ آپ کی محنت اور کوشش سے اتنی کم قیمت پر ایسا شاندار پرچہ نکالنے اور اُردو کی خدمت پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

*

• فاروق نازکی

دُور درشن کیندر، سرینگر۔ کشمیر ۱۹۰۰۰۱

'قومی راج' کا ادبی حصہ کافی جاندار ہوتا ہے۔

*

امداد باہمی کارکردگی عُمدہ اور فائدہ مند (وزیر اعلیٰ)

کوآپریٹو کانفرنس کا افتتاح



وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے اورنگ آباد میں ۲۴ر مئی کو مہاراشٹر اسٹیٹ کوآپریٹو کی ۲۹ ویں کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے اس بات کا خصوصی طور سے ذکر کیا کہ ریاست میں امداد باہمی سرگرمیاں عمدہ اور فائدہ مند ثابت ہوئی ہیں۔ آپ نے ریاست میں امسال گنے کی ریکارڈ پیداوار کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ حکومت نے عام کسانوں کی بہبود کی خاطر یہ فیصلہ کیا ہے کہ شکر کارخانے گنے کی صفائی لازمی طور پر کریں ورنہ حکومت کی منظور شدہ تمام رعائتیں منسوخ کردی جائیں گی۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ اگر اس معاملے میں شکر کارخانوں کو کوئی دشواری ہو تو حکومت اسے دور کرنے کی پوری کوشش کرے گی، لیکن گنے کی صفائی کے معاملہ میں کوئی امتیاز نہیں برتا جائے گا اور یہ کام شکر کارخانوں کو کرنا ہوگا۔

آپ نے کہا کہ امداد باہمی تحریک نے ایک تاریخ قائم کی ہے، اور ریاست مہاراشٹر نے امداد باہمی کی عمدہ اور فائدہ مند کارکردگی کی وجہ سے ملک بھر میں اولیت حاصل کی ہے۔ اس ضمن میں آنجہانی ویکنٹھ لال مہتا، پروفیسر ڈی۔ آر۔ گاڈگل، شری بھاؤ صاحب ہیرے اور پدما شری دیکھے پاٹل، قابلِ تعریف ہیں، جنھوں نے امداد باہمی کو فروغ دینے میں کافی محنت کی۔

امداد باہمی کا بنیادی مقصد اگرچہ عوام کو قرضہ کی سہولت مہیا کرنا تھا، لیکن رفتہ رفتہ اس کا دائرہ وسیع ہوتا گیا اور یہ غریب اور عام کسانوں کی سماجی اور معاشی حالت میں بہتری کا ذریعہ بن گیا ہے اس کے باوجود ایک تشویش کی بات یہ ہے کہ امداد باہمی کو واجب الادا لامحدود قرضوں کی ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے اس تحریک کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ اس تحریک کو کامیاب اور خود کفیل بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اس مسئلہ پر خصوصی توجہ دی جائے۔ اس معاملے میں بڑے کسانوں کو بڑی احتیاط برتنی چاہیئے۔ حکومت اب امداد باہمی کے قرضہ جات معاف نہیں کرے گی۔ البتہ قرضوں کی بازیابی میں ادائیگی کے لئے مزید سہولت مہیا کی جائے گی۔

وزیر اعلیٰ نے اس بات پر خصوصی طور سے زور دیا کہ چھوٹے کسانوں کی امداد باہمی انجمنوں کو مزید فائدہ مند بنانے کے لئے کوشش کی جانی چاہیئے اور اس تحریک سے چھوٹے اور درمیانی کسانوں کو خود کفیل بنانے کے لئے اقدامات کرنے چاہئیں۔

اپنے صدارتی خطبہ میں شری گلاب راؤ پاٹل، صدر ایم پی سی سی (آئی) نے کہا کہ امداد باہمی سے وابستہ دوسرے اداروں نے فروغ حاصل کرکے امداد باہمی کے مقصد کو نقصان پہنچایا ہے۔ آپ نے کہا کہ امداد باہمی اور دیگر تمام اداروں میں ایک مربوط رشتہ قائم ہونا چاہیئے۔ آپ نے مشورہ دیا کہ دیہی آبادی کو قرضوں کی سہولت مہیا کرنے کے لئے صرف ایک ایجنسی قائم ہونی چاہیئے۔

امداد باہمی کے قرضوں کا ذکر کرتے ہوئے شری گلاب راؤ پاٹل نے کہا کہ قرضوں کی ادائیگی ایک اجتماعی ذمہ داری سمجھ کر کی جانی چاہیئے۔ حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ قلت زدہ یا قحط کے آثار رکھنے والے علاقوں میں شکر کارخانے کے مجوزہ قیام میں زیادہ سے زیادہ مالی تعاون دے۔

شریمتی شرد چندریکا پاٹل، وزیر تعلیم نے 'سہکاری مہاراشٹر' نامی رسالہ کے خصوصی نمبر کا اجرا کیا۔ یہ رسالہ مہاراشٹر راجیہ سہکاری سنگھ کی جانب سے شائع کیا گیا ہے۔ شری ہیرو بھائی جگتاپ، چیرمین نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا اور شری جی۔ بی سولے پاٹل، اعزازی سکریٹری نے شکریہ ادا کیا۔ ●



پنڈت نہرو کے تعلیمی افکار و نظریات

* اے. کے. شیروانی
پرنسپل اسلامیہ کالج، اِٹاوہ (یو۔پی)

دنیا کی ہر عظیم ہستی کی طرح پنڈت جواہر لال نہرو کے بھی کچھ نصب العین اور واضح تصورات تھے۔ ان ہی نصب العین اور واضح تصورات کو ہم ان کا نظریۂ حیات یا فلسفۂ زندگی بھی کہہ سکتے ہیں۔ اسی لئے پنڈت جی صرف ایک عظیم مدبّر اور سیاستداں ہی نہ تھے بلکہ وہ ایک عظیم مُفکّر بھی تھے۔ دنیا کی ایسی ہستیاں زندگی کے ہر شعبے کے لئے اپنے تصورات اور نصب العین کی روشنی میں کچھ راہیں متعین کرتی ہیں۔ ان راہوں میں تعلیمی راہ سب سے اہم ہوتی ہے، کیونکہ اس راہ پر چل کر ہی نہ صرف قومی اصلاح ہوسکتی ہے بلکہ قومی نصب العین کا حصول بھی آسان ہوجاتا ہے۔

کسی بھی قومی رہنما، مصلح قوم اور فلاسفر کے تعلیمی نظریات اس کے مذہبی و سیاسی تصورات، اس کی سماجی اور اخلاقی قدروں کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ پنڈت جی کے تعلیمی افکار بھی اُن کی سیاسی بصیرت، مذہبی ہوشمندی، سماجی انصاف پسندی، انسان دوستی اور ذہنی بیداری پر مبنی ہیں۔ وہ نہ صرف زمانہ کا شعور رکھتے تھے بلکہ وقت کے نبض شناس بھی تھے۔ انسانیت کی بقا اور ترقی ان کا نصب العین تھا۔ ان کا یقین نہ صرف نیک مقاصد میں تھا بلکہ ان کے حصول کے لئے نیک ذرائع کو بھی وہ روا سمجھتے تھے۔ ان کا نظریہ تھا کہ انسان قدرت کا ایک حصہ ضرور ہے لیکن سماجی شعور بھی رکھتا ہے اور اس کی اپنی فطرت ہوتی ہے اس لئے سائنٹفک دلائل کے ساتھ ساتھ اُس کو شعور کی نفاست اور رُوح کی پاکیزگی بھی درکار ہے۔

اُن کا خیال تھا کہ تعلیم دیتے وقت اس بات کا خیال رکھا جائے کہ دل و دماغ اور عقلیت و روحانیت میں توازن قائم رہے۔ "توازن" اُن کے فلسفۂ حیات کا ایک روشن رُخ تھا۔ جیسا انھوں نے اپنی خود نوشت سرگذشت 'میری کہانی' میں اپنے بچپنے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ایک طرف مجھے شعر و شاعری سے لگاؤ تھا تو دوسری طرف میرے اتالیق ٹی۔ بروکس نے مجھے سائنس کے اسرار سے بھی آشنا کر دیا تھا"

مذہبی ہوشمندی' ان کی شخصیت کا ایک دوسرا زرّیں پہلو تھا اس سلسلے میں وہ "میری کہانی" میں ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں

"بھگوت گیتا کے مابعد الطبیعی مضامین کو نہ تو میں سمجھتا تھا اور نہ اس طرف کچھ رغبت ہی تھی' البتہ اُن اشلوکوں کو ضرور پڑھا کرتا تھا جو گاندھی جی کے آشرم میں پرارتھنا کے وقت پڑھے جاتے تھے اور اُن کا مفہوم یہ تھا کہ انسان

کو اپنے مقاصد میں نہایت پُرسکون، مطمئن اور مستقل
ہونا چاہیئے۔ اپنا فرض ادا کرنا چاہیئے اور نتیجہ کے پیچھے
سرگرداں نہ پھرنا چاہیئے۔"

مذہبی ہوشمندی سے مراد یہ ہے کہ انھیں مذہب پر نہ تو اندھ وشواس تھا اور نہ وہ رُوحانی اقدار کے منکر تھے۔ وہ نہ تو صرف مادّی زندگی کو حقیقی سمجھتے تھے اور نہ صرف روحانی زندگی کو۔ ایک جگہ غلام السیدین صاحب مرحوم نے ان کے بارے میں صحیح لکھا ہے:

"پنڈت جی تیز رفتار عقل اور بیدار ذہن کے ساتھ
وہ گداز قلب بھی رکھتے تھے جو مذہبی تصوّرِ اخلاق کی
جان ہے۔"

وہ سائنس اور روحانیت میں تال میل پیدا کرنا چاہتے تھے انھوں نے ایک طرف اپنیشدوں اور شاستروں کا مطالعہ کیا تھا تو دوسری طرف کارل مارکس اور آئن سٹائن کو بھی خوب پڑھا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جذباتی ہونے کے ساتھ ساتھ عقل اور سائنس و انسانی فطرت کے تقاضوں کا احترام بھی کرتے تھے اور بقول پروفیسر احتشام حسین:

"وہ ان تہذیبی قدروں پر جان دیتے تھے جو انسان
کو آزادی، امن، رواداری، ارتقا اور آسودگی کی
طرف لے جاتی ہیں۔"

اُن کی رُوح میں ہندوازم کا فلسفۂ تیاگ، قربانی، بُدھ کی امن و شانتی، عیسیٰ کا عدم تشدد، اسلام کی مساوات اور یہودیوں کی ترقی کی لگن، گھل مل گئے تھے۔ وہ مذہبی اقدار کے حامی تھے لیکن ہوشمندی کے ساتھ۔ وہ مذہب کو انسان کی ترقی کے لئے سنگِ میل تو سمجھتے تھے لیکن منزلِ مقصود نہیں۔

پنڈت نہرو، بلاشبہ ایک عظیم ترین سیاسی رہنما تھے بسیاست اُن کا اور اُن کے خاندان کا اوڑھنا بچھونا تھا لیکن وہ سیاست میں بھی 'توازن' کے حامی تھے۔ مہاتما گاندھی نے ان کے بارے میں کہا تھا:

"بلاشبہ وہ ایک انتہا پسند ہے اور اپنے زمانہ
سے بہت آگے کی بات سوچتا ہے لیکن وہ اتنا
منکسر المزاج اور باعمل بھی ہے کہ ضرورت سے زیادہ
تیزی نہیں دکھائے گا، وہ بلّور کی طرح شفاف ہے اور
اُس کی سچائی پر کسی طرح کا شبہ نہیں کیا جا سکتا۔"
(۳ر اکتوبر ۱۹۲۹ء)

پنڈت نہرو کو کسی بھی سیاسی ازم پر کامل یقین نہیں تھا لیکن عوامی طاقت پر انھیں کامل اعتماد تھا۔ وہ جمہوریت کے قائل تھے۔ عوام کی فلاح و بہبودی ان کا نصب العین تھا۔ ان کا جھکاؤ مارکسزم کی طرف ضرور تھا لیکن وہ اس پر اندھا یقین نہیں رکھتے تھے۔ ان کو اس کے طریقۂ عمل اور انقلاب کی آڑ میں جبر و تشدد قطعی ناپسند تھا۔ آپ مہاتما بُدھ کے شانتی اور اہنسا کے پیغام پر عمل پیرا تھے۔ ان کے ذہن کے خانوں میں ایک طرف انگلستان کی جمہوریت کے پڑھائے ہوئے سبق چھپے ہوئے تھے، تو دوسری طرف مارکسزم اور کمیونزم کے انقلابی تجربات کا اثر بھی تھا۔ ان کے سیاسی فلسفہ کی رُوح بھی 'توازن' اور ہم آہنگی ہے

پنڈت نہرو ایک ایسا سماجی نظام چاہتے تھے جس میں نہ تو ناہمواری ہو اور نہ طبقاتی اُونچ نیچ، مساوات، انسان دوستی، حق پرستی، محبت اور یگانگت ان کے سماجی نظام کے نمایاں اصول تھے۔ جبر و ظلم کے خلاف انصاف، غلامی کے خلاف آزادی، دشمنی کے خلاف دوستی، قنوطیت کے خلاف رجائیت اور توہم پرستی کے خلاف عقلیت کو وہ ہمیشہ اہمیت دیتے تھے۔

ڈاکٹر رادھا کرشنن نے پنڈت جی کے انتقال پر قوم کے نام اپنے پیغام میں اُن کے بارے میں کتنے صحیح خیالات کا اظہار کیا تھا:

"نہرو ہمیں نسلِ انسانی کے عظیم نجات دہندہ کی حیثیت
سے اور ایک ایسے شخص کی حیثیت سے یاد رہے گا جس
نے اپنی تمام زندگی اور طاقت کو' لوگوں کے دُکھوں'
سیاسی بندھن، معاشی غلامی، سماجی دباؤ اور تمدنی
عفونت سے آزاد کرانے میں صرف کی۔"

غرضیکہ پنڈت نہرو کا فلسفۂ حیات اور زندگی کا نصب العین سیاسی توازن، مذہبی رواداری، سماجی مساوات۔ اقتصادی آزادی، ذہنی بیداری اور جسم و رُوح کے پاکیزہ تال میل پر قائم تھا اس لئے ان کے تعلیمی خیالات بھی ان ہی رنگوں میں رنگے ہوئے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ بچوں کی تعلیم میں عقلیت و روحانیت، سائنس و آرٹ، ذہنی شعور اور جسمانی نشو و نما، ماضی کے اقدار اور جدید ترقی سب میں 'توازن' ہونا ضروری ہے۔ بچوں کو سائنس اور ٹیکنالوجی کی ابتدائی باتوں کے ساتھ مختلف قوموں کی تاریخ بھی

پڑھائی جانی چاہیئے تاکہ وہ اُن کی خصوصیت معلوم کریں۔ انھیں دنیائے ادب کی جھلکیاں بھی دکھائی جائیں تاکہ ان کے ذہن بیدار اور ان کے احساسات لطیف ہو جائیں۔ پنڈت جی کے خیال میں بچوں سے مشینوں جیسا نہیں بلکہ انسانوں جیسا سلوک ہونا چاہیئے۔ وہ عظیم شاعر ٹیگور کی اس بات سے متفق معلوم ہوتے تھے کہ:

"ہر بچہ جو دنیا میں آتا ہے یہ پیام لاتا ہے کہ خدا ابھی
انسان سے مایوس نہیں ہوا۔"

پنڈت جی کو ہندوستان کے مستقبل کے لئے بچوں کی تعلیم و تربیت کا پورا احساس تھا۔

۱۹۵۷ء میں جناب رام نرائن چودھری' ایک صحافی نے ان سے سوال کیا تھا کہ 'وہ بچوں سے اتنا پریم کیوں کرتے ہیں'۔ اس کے جواب میں انھوں نے فرمایا تھا:

"مجھے بچوں سے اس لئے پریم ہے کہ مجھے ہمیشہ یہ خیال
ہوتا ہے کہ جو آج کے بچے ہیں وہ کل کے ہندوستانی ہونگے
اور ان کی دیکھ بھال، تعلیم و تربیت ٹھیک ہو تو ویسا ہی
کل کا ہمارا دیش بنے گا۔"

پنڈت نہرو کی خواہش تھی کہ مستقبل کا ہندوستان، تعصب اور توہم کی اُن زنجیروں سے آزاد ہو جن میں ہمارا ماضی اور حال جکڑا ہوا ہے بلکہ مستقبل کے ہندوستان کی بنیاد سائنس اور سوشلزم پر قائم ہو نہ کہ مذہبی دیوانگی اور ذات پات کی اجارہ داری پر۔ اسی لئے وہ نوجوانوں کی دو دھاری تعلیم کے خواہاں تھے تاکہ اُن کی زندگی میں توازن قائم رہے۔ نوجوانوں کی تعلیم کے لئے ایک طرف سائنس اور ٹیکنالوجی کا علم ضروری ہے تو دوسری طرف انسانیت کا مطالعہ، کیونکہ انسانیت کا مطالعہ کئے بغیر سائنس کا مطالعہ کیا گیا تو اس کا نتیجہ انسانیت سے گر جانا ہو سکتا ہے۔

پنڈت نہرو کے نزدیک تعلیم کا مقصد ایسے نوجوان تیار کرنا ہونا چاہیئے جو قومی زندگی کی تعمیر میں پورے طور پر معاون ثابت ہوں اور ان کی شخصیت تہذیبی اقدار کا نمونہ ہو۔ اسی کے ساتھ وہ محدود تعلیم کے مخالف تھے ایسی محدود تعلیم جو نوجوانوں میں نسلی، مذہبی، لسانی اور جغرافیائی تعصب پیدا کرے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ کٹر ہندوستانی تھے اور حب الوطنی ان کا ایمان تھا، لیکن اُن کا نقطۂ نظر بین الاقوامی تھا جیسا کہ گاندھی نے اُن کے بارے میں صحیح فرمایا تھا کہ:

"نہرو نے ہمیں ہر چیز کو محدود نقطۂ نظر سے دیکھنے کے بجائے
بین الاقوامی نقطۂ نظر سے دیکھنے کا خوگر بنایا۔"

گاندھی جی نے ایک جگہ ان کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے:

"وہ ایک کٹر قوم پرست ہے مگر اُس کی قوم پرستی
میں بین الاقوامیت شامل ہے۔"

اسی لئے پنڈت جی لبرل تعلیم کے قائل تھے۔ انھوں نے ہمیشہ
بات کی ہمت افزائی کی کہ ہمارے نوجوان دوسرے ملکوں میں تعلی
حاصل کرنے زیادہ سے زیادہ جائیں اور دوسرے ممالک کے نوج
ہمارے یہاں آئیں۔

پنڈت نہرو نوجوانوں کی سائنسی، روحانی، تہذیبی اور
تعلیم کے ساتھ جسمانی نشو و نما کی تعلیم پر بھی زور دیتے تھے ا
نے ہمیشہ نیشنل کیڈٹ کور اور کھیل کود وغیرہ کی ہمت افزائ





ڈاکٹر بھابھا

ہندوستان میں ایٹمی توانائی کے بانی

✍ اندر جیت لال
ڈی ۱/۴۱، گل مہر پارک
جرنلسٹس کالونی، نئی دہلی نمبر ۱۱۰۰۴۹

آزاد ہندوستان کے اُن سائنسدانوں میں جنھوں نے ہمارے ملک کا سر فخر سے بلند کیا ہے، ہومی جہانگیر بھابھا کا نام تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔ آپ ۳۰ اکتوبر ۱۹۰۹ء کو ایک پارسی خاندان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم بمبئی کے کیتھڈرل اور جان کانن اسکولوں میں حاصل کی۔ لکھنے پڑھنے میں بلا کے محنتی اور ذہین تھے۔ اسی وجہ سے پندرہ سال کی عمر میں سینئر کیمبرج کی تعلیم ختم کرلی۔ اس کم عمری سے ایک مسئلہ بھی پیدا ہوگیا کہ انھیں مزید تعلیم کے لئے داخلہ ملنا مشکل تھا۔ بہرحال آپ نے ایلفنسٹن کالج بمبئی سے بارھواں درجہ ۱۹۲۶ء میں پاس کرلیا، اور ۱۹۳۰ء میں کیمبرج یونیورسٹی سے بی۔اے کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے بعد رائل انسٹی ٹیوٹ آف سائنس سے ایک اور امتحان پاس کیا اور تب اعلیٰ تعلیم کے لئے کیمبرج روانہ ہوئے، جہاں ۱۹۳۴ء میں آپ نے پی۔ایچ۔ڈی کی گرانقدر ڈگری حاصل کی۔

کیمبرج میں آپ کی قابلیت اور علمی استعداد کا یہ عالم تھا کہ انھیں دو برس تک یونیورسٹی سے وظیفہ ملتا رہا اور اس کے بعد ٹرینیٹی کالج میں داخلہ ملا اور وظیفہ بھی ملتا رہا۔ اس وظیفہ کی بدولت بھابھا کو یورپ کے کئی ملکوں کی سیر و سیاحت کا موقع ملا۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے اپنی تعلیم بھی مکمل کرنے کے منصوبے قائم رکھے اور لگاتار کامیاب ہوتے رہے۔ بھابھا نے ان تعلیمی دوروں میں روم اور سوئٹزرلینڈ سے ریاضی کے مضامین کی تعلیم جاری رکھی۔

بھابھا یورپ میں تعلیم مکمل کرکے ۱۹۴۰ء میں ہندوستان واپس آئے، اور آتے ہی انھیں بنگلور میں ریڈر کی جگہ مل گئی۔ دو برس بعد آپ وہیں پروفیسر کے مرتبہ پر تعینات ہوگئے۔ ۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۵ء تک آپ بمبئی میں ٹاٹا انسٹی ٹیوٹ آف فنڈامنٹل ریسرچ (بنیادی تحقیق کا مرکز) کے ڈائرکٹر بنا دیئے گئے۔

دراصل اس ادارے کی بنیاد ڈاکٹر ہومی بھابھا نے رکھی۔ ٹاٹا خاندان سے اُن کے پرانے مراسم تھے۔ اس اعتبار سے انھوں نے ٹاٹا کو اس طرز کا ایک تحقیقی ادارہ کھولنے پر راضی کرلیا، جو آئندہ برسوں میں ہندوستان میں سائنسی تحقیق میں بڑا معاون ثابت ہوا۔

دراصل ڈاکٹر بھابھا بحیثیت سائنسداں بڑے دوراندیش تھے اور جانتے تھے کہ ایٹمی توانائی کے لئے اگر ٹاٹا کی وساطت سے کوئی ادارہ کھولا گیا تو ہندوستان کی تعمیر و ترقی میں اس کا بڑا ہاتھ ہوگا۔ دوسرے یہ کہ ہندوستان شاید قومی سطح پر اور کئی سال بعد اس طرح کا ادارہ کھولنے میں کامیاب ہوتا۔ ڈاکٹر بھابھا کا ہندوستان پر یہ ایک بہت بڑا احسان ہے۔

ایٹمی توانائی ملکی تعمیر میں بڑا ہاتھ بٹاتی ہے۔ ویسے توانائی گرمی، روشنی بجلی اور آواز سے حاصل کی جاتی ہے۔ حرارت براہِ راست سورج سے یا کسی چیز کو جلانے سے ملتی ہے۔ روشنی کا گھر سورج اور ستارے ہیں۔ بجلی ہم ڈائنمو (جو مشین سے پیدا کی جاتی ہے)، سے پیدا کرتے ہیں۔ کئی بار ہم ضرورت کے مطابق حرارت کو بجلی یا روشنی میں تبدیل کر لیتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ

قدرت کی دی ہوئی توانائی کے علاوہ ہم مادّوں سے بھی کچھ توانائی حاصل کرلیتے ہیں۔ اس توانائی سے آج تک انسان استفادہ حاصل کرتا رہا۔ کارخانے، ملیں، مشینیں، کاریں، لاریاں، ہوائی جہاز، اور سمندری جہاز، سچ پوچھئے تو آج کے مشینی دور میں انسانی زندگی کی ساری حرکت و ترقی، توانائی کے دم بدم سے ہے۔ چنانچہ انسان نے اپنی کھوج سے زمین، ہوا، پانی، سورج، کوئلہ اور تیل سے کم سے کم محنت پر اور سستے سے سستے طریقوں سے کچھ اور توانائی حاصل کرنے کی کوشش کی، لیکن اس کے باوجود انسان نے ایک دن محسوس کیا کہ ایک خاص حد سے زیادہ توانائی حاصل نہ ہوسکے گی۔ دوسرے یہ کہ یہ توانائی اس توانائی سے بہت کم ہے جس کی آج کے انسان کو بڑی ضرورت ہے، اور اس کا شدید احساس ڈاکٹر بھابھا کو ہی ہوا۔ اسی احساس کی وجہ سے ہندوستان میں ۱۹۴۸ء کو پنڈت نہرو کی ایما پر اٹیمک انرجی ایکٹ کی بنیاد پڑی اور اس کمیشن کے انچارج ڈاکٹر بھابھا مقرر ہوئے۔ وہ ایک وقت پنڈت نہرو کو تحقیقی کام سے باخبر رکھتے تھے اور ٹاٹا انسٹی ٹیوٹ و اٹیمک انرجی کمیشن دونوں کی سرکردگی بھی کرتے تھے۔ خاص طور پر یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ پنڈت نہرو ان کے کام کاج پر بڑا اعتبار رکھتا۔ ڈاکٹر بھابھا ایٹمی طبیعات میں نوبل اعزاز یافتہ ڈاکٹر ڈراک کے قدرداں رہے۔

بحیثیت انسان بھابھا بڑے ہنس مکھ تھے۔ انھیں ساز و سنگیت سے بڑی دلچسپی تھی اور ہندوستانی و یوروپی راگ رنگ کے رموز سے واقف تھے۔ اسی طرح ناچ سے بھی انھیں دلچسپی تھی اور اس فن سے بھرپور واقفیت رکھتے تھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ سائنسی میدان اور تحقیق کی قابلیت کے ساتھ ساتھ ان کی جمالیاتی حس بھی بڑی طاقتور تھی اور راگ و ناچ کا مشغلہ بھی زندگی میں تازگی و شگفتگی قائم رکھنے میں بڑا مددگار ثابت ہوتا ہے۔ ایک مبصر کی رائے میں اگر بھابھا بہت بڑے سائنسداں نہ بنتے تو تعجب کی کوئی بات نہ ہوتی کہ وہ ایک دن موسیقی کے ماہر بننے میں کامیاب ہوجاتے۔

کاسمک شعاعوں پر بھابھا کے تحقیقی کام نے انھیں سائنسداں بنادیا، اور اسی کام کی بدولت ۱۹۴۲ء میں رائل سوسائٹی کے ممبر چن لئے گئے۔ اس موضوع پر تحقیق کی وجہ سے انھیں 'آدمز' انعام بھی ملا۔

ڈاکٹر بھابھا کی اس تھیوری کو کاسمک شعاعوں کی کاسکیڈ تھیوری کا نام دیا گیا۔ اس سے پیشتر کاسمک شعاعوں کی اس تھیوری کو بے حد گنجلک اور دقیق سمجھا جاتا تھا، مگر بھابھا کی تحقیق نے سائنس کی دنیا میں اس کی تشریح اس طرح کی کہ آج سائنسداں بھابھا کا نام بھول نہیں سکتے۔ سائنس کی دنیا میں کاسمک شعاعوں کو دو طرح کا سمجھا جاتا ہے۔ ایک وہ شعاعیں جنھیں بنیادی شعاعیں کہتے ہیں اور جو روشنی سے ہائیڈروجن ایٹم کی طرح زمین کی طرف چلتی رہتی ہیں۔ جب ان میں سے کچھ شعاعیں فضا میں داخل ہوتی ہیں تو ان کا ٹکراؤ فضا میں پائے جانے والے ہوائی ذرّوں سے ہوتا ہے اسی سے نئے نیوکلیر ذرّوں کا جنم ہوتا ہے۔ انھیں دوسرے طرز کی کاسمک شعاعیں کہہ لیجئے۔ ان کی مزید دو قسمیں ہوسکتی ہیں، ایک وہ شعاعیں جو چھ انچ کی موٹائی والے سکّے یا اتنی ہی موٹی ہوا سے سرایت کرتی ہوئی گذر سکتی ہیں اور دوسری وہ جو ان دونوں حالتوں میں بالکل سرایت نہیں کرسکتیں۔ بھابھا کی تھیوری' ان سرایت نہ کرنے والی شعاعوں سے متعلق ہے اور اُسے کاسمک شعاعوں کی آبشاری (CASCADE) تھیوری کا نام دیا گیا۔

ڈاکٹر جگجیت سنگھ اسے ایک مثال سے یوں واضح کرتے ہیں۔ حضرات آدم و حوّا سے انسانی نسل بڑھی یعنی ایک نسل سے دوسری نسل، پھر اس سے تیسری نسل اور پھر اسی طرح آگے نسلیں پھیلتی گئیں۔ ان نسلوں میں کچھ خصوصیات مشترک ہوتی ہیں۔ لیکن ایک کے بعد دوسری نسل میں کچھ خصوصیات امتیازی بھی پائی جاتی ہیں جو دو نسلوں میں آپس میں مماثلت نہیں رکھتیں۔

۱۹۴۸ء میں انھیں ہاپکنز اعزاز ملا۔ ۱۹۵۴ء میں انھیں 'پدم بھوشن' کا اعزاز ملا اور انھیں جنیوا میں ہونے والی ایٹمی توانائی کانفرنس کا صدر منتخب کیا گیا۔ بھابھا ۱۹۶۴ء میں میڈرڈ کی رائل اکاڈمی آف سائنس کے ممبر چن لئے گئے۔ آپ ۱۹۴۱ء میں رائل سوسائٹی کے فیلو بنے اور ۱۹۵۷ء میں رائل سوسائٹی ایڈنبرگ کے اعزازی فیلو۔ ڈاکٹر بھابھا تین کتابوں کے مصنف تھے، جن کی بدولت انھیں شہرت ملی۔ یہ کتابیں درج ذیل ہیں:

۱) کوانٹم تھیوری — 1- QUANTUM THEORY.
۲) ایلیمنٹری فزیکل پارٹیکلز — 2- ELEMENTRY PHYSICAL PARTICLES.
۳) کاسمک ریڈیشن — 3- COSMIC RADIATION.

ڈاکٹر بھابھا، ہندوستان میں ٹرامبے (بمبئی) میں ایٹمی توانائی کا ایک مرکز کھولنے میں کامیاب ہوئے اور دراصل یہ پلان انھیں کا تھا۔ جو آج تک تحقیق کے کام میں لگا ہوا ہے۔ بھابھا کی سرکردگی میں یہ مرکز بڑی تندہی سے کام کرسکا۔ ٹرامبے کے مرکز میں آجکل تقریباً آٹھ ہزار

سائنسداں کام کر رہے ہیں۔ ان میں دفتری طرز کا کام کرنیوالے بھی شامل ہیں۔ اس مرکز میں ایٹمی توانائی سے فائدہ اٹھانے کے لئے خاصے منصوبے بنائے گئے ہیں اور صنعتی ترقی میں یہ توانائی بڑی مددگار ثابت ہوگی۔ صنعتی ترقی میں ہمیں لاکھوں کلوواٹ بجلی کی ضرورت ہے۔ بجلی ویسے بھی پانی اور کوئلے سے پیدا کی جاتی ہے لیکن اس میں ایک مسئلہ یہ ہے کہ پانی سے زیادہ سے زیادہ چار سو تیس لاکھ کلوواٹ بجلی پیدا کی جاسکتی ہے، ظاہر ہے کہ اتنی بجلی ہماری ضرورت کے مقابلے میں بہت کم ہے یہی حال کوئلے سے بجلی تیار کرنے کا ہے۔ کیونکہ کوئلہ صرف کانوں سے نکلتا ہے جسے ہم اپنی ضرورت کے مطابق حاصل نہیں کرسکتے۔

ڈاکٹر بھابھا کی بدولت ایٹمی توانائی کمیشن میں ملکی وسیلوں کو بڑھانے کے منصوبے ہیں۔ ایک پروگرام کے مطابق تاراپور میں ایٹمی توانائی کا ایک مرکز اکیاون کروڑ روپے کی لاگت سے تعمیر کرنے کا منصوبہ ہے جس کی بدولت سترہ روپے فی کلوواٹ کی شرح سے یورنیم کے ذریعہ بجلی تیار کی جائے گی۔ اس سائنسداں کی بدولت ایک ایٹمی بجلی گھر ہندوستان اور کنیڈا کے اشتراک سے کام کر رہا ہے۔ یاد رہے کہ تاراپور کا ایٹمی بجلی گھر ایشیاء کا سب سے بڑا اور اپنی قسم کا جدید ترین بجلی گھر ہے۔

ڈاکٹر بھابھا، دراصل تین طرح کے ری ایکٹر قائم کرنا چاہتے تھے، جو بجلی پیدا کرنے کے علاوہ دوسرے ری ایکٹروں کے لئے ایندھن بھی پیدا کرسکیں۔ پہلے مرحلے میں قدرتی یورنیم کو پورا صاف کرنے کے بعد ایندھن کے طور پر استعمال کیا جائے گا، اس سے ایٹمی توانائی کے علاوہ ایک نیا نیوکلیر ایندھن (پلوٹونیم) حاصل ہوسکے گا جسے دوسرے مرحلے پر استعمال کیا جائے گا۔ اس مرحلے پر پلوٹونیم ایک اور ری ایکٹر میں ایک اور طرز کا ایندھن کام کرے گا جس کے اردگرد تھوریم کو استعمال کیا جائے گا، اس سے ایک نئی طرز کا ایندھن بنام یورنیم مل سکے گا، جسے تیسرے مرحلے پر استعمال کیا جائے گا۔ اس طرح بھابھا نے ان ایندھنوں کے استعمال سے تیس گنا کی حد تک بجلی حاصل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔

ڈاکٹر بھابھا، ایٹمی توانائی کو بھاری پیمانے پر پیدا کرنے کے خواب دیکھتے تھے اور خواب کو حقیقت میں بدلنے کے منصوبے بھی۔ اُن کا قیاس تھا کہ ہندوستان لگ بھگ بیس سال میں وسیع پیمانے پر ایٹمی توانائی پیدا کرسکے گا۔ یاد رہے کہ ایٹمی توانائی پیدا کرنے میں اور ایٹمی تجربات میں ایک ریڈیائی فضا بن جاتی ہے جو انسان، حیوانات اور نباتات کے لئے مضر ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے ڈاکٹر بھابھا ایٹمی توانائی کو محض تعمیری کاموں میں استعمال کرنے کے حق میں تھے۔

ہندوستان میں ایٹمی توانائی کے کاموں کے متعلق اُن کا خیال تھا:

"جو علم ہندوستان کو حاصل ہوچکا ہے وہ واپس نہیں کیا جاسکتا۔ ہندوستان بیس سال تک اتنی توانائی پیدا کرسکے گا کہ ہمارے لئے بجلی کے نام کا کوئی مسئلہ ہی نہیں رہے گا۔ کیونکہ تب تک ہمیں اتنا ایندھن حاصل ہوجائے گا جتنا کہ سمندر میں بھاری ہائیڈروجن ہے۔"

۲۴ جنوری ۱۹۶۶ء میں ڈاکٹر بھابھا بذریعہ ہوائی جہاز یورپ جارہے تھے، راستے میں ان کا جہاز ماؤنٹ بلیک سے ٹکرا گیا اور اس طرح ہندوستان کے اس عظیم سائنسداں کی موت ہوگئی۔ آج بھابھا جسمانی طور پر موجود نہیں لیکن اُن کا دیا ہوا جذبہ اور انہماک آج بھی ٹرامبے میں کام کرنے والے سائنسدانوں کے دلوں میں جھلکتا ہے۔

ڈاکٹر بھابھا ہندوستان کے سائنس کے مستقبل کے بارے میں بڑے پُرامید تھے۔ آپ نے ایک بار یوں فرمایا:

"آج ہماری سائنسی تحقیق زیادہ تر گھٹیا طرز کی کہی جاتی ہے۔ اس کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں سائنسدانوں کو تحقیق کی پوری سہولیات و مواقع میسر نہیں، جن کی بدولت سائنس داں افضل تربیتی کام کرسکیں۔ لیکن یاد رہے کہ دو ایک دہائیوں کے بعد جب ہندوستان بڑے پیمانے پر بجلی پیدا کرسکے گا تب ہندوستان کے سائنسدانوں کو سمندر پار کے ملکوں کا مُنہ نہیں دیکھنا پڑے گا، بلکہ ہندوستان کو اپنے ملک میں ہی ہر قسم کے سائنسداں تیار ملیں گے۔"

بھابھا نے انھیں فنی صلاحیات کا مظاہرہ کرتے ہوئے ٹرامبے میں ایک باغ تعمیر کرایا اور اس میں پھول، پودے، کیاریاں اور پھل اس ترتیب سے لگوائے کہ ٹرامبے کے چاروں طرف گل و گلزار کردیا۔ اسی طرح انھوں نے ٹاٹا انسٹی ٹیوٹ کو بھی بڑی خوبصورتی سے تعمیر کرایا، اور اس کی فنی سجاوٹ میں بھرپور دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔ آپ حسن و سجاوٹ کے پرستار تھے اور ماحول کو خوبصورت بنانے کے شوقین تھے۔

سائنسدانوں کے خاموش کام کے پیچھے بڑی لگن، صلاحیت اور جذبہ کام کرتا ہے اور قومی سطح سے جانچا جائے تو سائنسداں کی تحقیق ملک کی تعمیر میں ایک گونہ معاون ہوتی ہے۔ ہندوستان میں ایسے سائنسدانوں کی کمی نہیں اور ان میں جہانگیر ہومی بھابھا

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

سر سیّد تحریک اور علاقۂ ودربھ

ڈاکٹر ایم۔ آئی۔ ساجد
نزد کچھی مسجد، کھام گاؤں (بلڈانہ)

سر سیّد احمد خاں کی علی گڑھ تحریک ایک مستحکم پائیدار اور عملی تحریک تھی جس نے صحیح معنوں میں مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے جگاکر کھوئی ہوئی منزل کا پتہ بتایا۔ جس زمانے میں علی گڑھ تحریک زور پکڑ رہی تھی، علاقۂ ودربھ دکن کے زیرِ اثر تھا اور اسے برار کے نام سے بھی شہرت حاصل تھی۔ تعلیمی اور ادبی طور پر ودربھ بھی دیگر علاقوں کی طرح پسماندگی اور قدامت پرستی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ یہ علاقہ ۱۸۵۷ء سے ۱۹۰۹ء تک پسماندگی کا شکار رہا، برائے نام چند خانگی درسگاہیں تھیں جہاں عربی کے ساتھ اُردو اور فارسی کی تعلیم دی جاتی تھی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے شمالی ہند کا رُخ کرنا پڑتا تھا جو ایک دقت طلب مرحلہ تھا۔

ایسے انحطاطی اور مشکل دور میں 'سر سیّد تحریک' نے ایک اہم کردار ادا کیا۔ ودربھ (خصوصًا برار) کے علمی و ادبی اندھیرے کو اپنی انتھک کوششوں سے اُجالا بخشا۔ ودربھ کے تنِ مُردہ میں ایک نئی رُوح پھونکی۔ علی گڑھ یونیورسٹی کا قیام، رسالۂ تہذیبُ الاخلاق کا اجراء، سائنٹفک سوسائٹی کا قیام، رسالۂ خواستگار ترقی تعلیم مُسلمانانِ ہند کی تشکیل اور دیگر علمی، ادبی و عملی سرگرمیوں نے ہندوستان کے دیگر صوبوں کی طرح علاقۂ ودربھ کو کافی متاثر کیا اور اہلِ ودربھ کو عملی دنیا کی طرف گامزن کیا۔ ان تحریکات کے زیرِ اثر ودربھ میں بھی جدید تعلیم کی افادیت کا عام چرچا ہوا۔

اس فعال تحریک سے ۱۸۸۴ء میں اہلِ دکن متاثر ہوئے اور اہلِ دکن کے متاثر ہونے کا مطلب ہے اہلِ ودربھ (برار) کا متاثر ہونا دکن میں اس تحریک کے زیرِ اثر اُردو کالج اور مدارس کھلے جن میں جدید تعلیم کو داخلِ نصاب کیا گیا۔ دوسری زبانوں کے تراجم اُردو زبان میں کئے گئے۔ روزانہ، ہفت روزہ، ماہوار اخبارات، رسل و رسائل اور جرائد شائع ہونے لگے۔ مُسلمانوں کی تعلیم کی طرف پوری توجہ صرف کی جانے لگی۔ علمی و ادبی کاموں کو تیزی سے وُسعت ملنے لگی۔

یہی صورتِ حال ودربھ میں بھی رونما ہوئی۔ یہاں بھی ۱۹۰۹ء میں برار مُسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی بُنیاد ڈالی گئی اور اس کی مدد سے امراؤتی میں محمڈن ہائی اسکول کا قیام عمل میں آیا۔ برار مُسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی تشکیل گویا مسلمانانِ برار و ودربھ کے تنِ مُردہ میں نئی رُوح پھونکنے کے مترادف تھی۔ اس کانفرنس کا قیام مُسلمانوں کی تعلیم کا ضامن بن گیا۔ اس ضمن میں یاپولر ایجوکیشن سوسائٹی ایوت محل کے سکریٹری محمد جعفر صاحب "یادِ رفتگاں" میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

> "آل انڈیا مُسلم لیگ، آل انڈیا مُسلم ایجوکیشنل کانفرنس، اور علی گڑھ تحریک کے اثرات ملک گیر تھے، لہٰذا برار کی سرزمین کا اُن سے متاثر ہونا فطری تھا۔ چنانچہ ایوت محل میں اس صدی کے اوائل میں کچھ سرگرم فکر و عمل حضرات نے "انجمنِ اسلامیہ" کی بُنیاد ڈالی۔ اس انجمن نے جہاں مُسلمانانِ ضلع کو قعرِ جہالت سے نکالنے کا بیڑہ اُٹھایا وہیں اس نے غریب، نادار اور غیر مستطیع لیکن لائق طلبہ کو وظائف دینے اور انھیں

مزید تعلیم کی غرض سے امراؤتی بھجوایا، جہاں گورنمنٹ محمڈن ہائی اسکول کھولا جا چکا تھا۔"

("یادِ رفتگاں"، صفحہ ۲۷)

برار و ودربھ کی علمی، ادبی اور سیاسی سرگرمیوں کو جلا بخشنے میں مولوی ہدایت علی مرحوم نے اہم کردار ادا کیا۔ آپ ایک عرصہ تک برار مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے سکریٹری رہے۔ ان کے ساتھ ساتھ خواجہ عبداللطیف تجربج مرحوم، خان عبدالرحمٰن خاں، شاہ عبدالرؤف عاصی، غلام یسین خاں، عبدالمجید کارکرے، سیّد مظفر حسین ایم۔ ایل۔ سی، خان بہادر صدیق علی خاں صاحب (ناگپور) محمد ضیاء الحق خاں صاحب (کھامگاؤں) اور دیگر مقتدر رہنمایانِ قوم نے برار مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے تحت اور اس سے ہٹ کر بھی اہلِ برار و ودربھ کے علمی، ادبی و عملی کاموں کو فروغ دینے کے لئے بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا، اور تعلیمِ نسواں کی طرف بھی خصوصی توجہ مبذول کی۔

سر سیّد احمد خاں کی تحریک کا اثر ودربھ کے مختلف اضلاع اور اضلاع کے مختلف مقامات پر مثبت انداز میں پڑا۔ ہر جگہ انفرادی طور پر دردمند مسلمانوں نے اپنی قوم کی حالت سدھارنے کی کوشش کی۔ سب سے پہلے تعلیم کی طرف توجہ دی گئی۔ اس سلسلے میں کبھی کبھی تو حکومتِ وقت کو مجبور کیا گیا کہ وہ مقامی ضروریات کو پورا کرے یا پھر اجتماعی کوشش کی گئی کہ حکومت کی امداد و اعانت کے بغیر تعلیمی ادارے جاری کئے جائیں، ودربھ میں یہ اثرات سر سیّد اور علی گڑھ تحریک سے آئے تھے۔ علی گڑھ تحریک کی ہمہ گیری سے متعلق غلام سرور صاحب ماہنامہ "نگار" میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

"علی گڑھ تحریک کے علاوہ اور کہیں ہمیں تحریک کی شکل میں کوئی ادبی کوشش نہیں ملتی علی گڑھ تحریک ایک بڑی ادبی، اصلاحی، معاشرتی اور تعلیمی تحریک تھی جس نے سارے ہندوستان کو متاثر کیا اور اُردو ادب کو زندگی بخشی، اُردو شاعری کو موضوع دیئے اور اُردو نثر کو اسلوب عطا کیا۔"

(صفحہ ۴۲، دسمبر ۱۹۵۰ء)

چنانچہ سر سیّد احمد تحریک کے ملک گیر اثرات نے ودربھ میں بھی رہنمایانِ قوم کو تعلیمی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ قوم کی بھلائی کے لئے اکسایا اور ودربھ کے آٹھوں اضلاع میں جدید تعلیم کا دور شروع ہوا۔ اہلِ ودربھ جو برسوں سے قدامت پرستی کو اپنے سینے سے لگائے بیٹھے تھے اس زبردست تحریک کی آواز پر اُٹھ کھڑے ہوئے اور پورے ودربھ میں اپنی مقدور بھر کوشش سے تعلیمی ادارے قائم کئے، سوسائٹیاں قائم کیں، سیاست میں اپنا ایک پلیٹ فارم بنایا، ادب میں نئے حوصلے اور عزائم سے آگے بڑھ کر اپنی ایک انفرادیت قائم کی اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں کی صف میں اپنا مقام بنانے میں کامیاب ہوئے۔

اس بروقت آگاہی اور صحیح وقت پر جگائے جانے کے لئے سر سید احمد خاں کی اعلیٰ ترین خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

سر سیّد احمد تحریک کا اثر نہ صرف شمالی ہند بلکہ جنوب اور اطراف میں بھی پڑا اور علاقۂ ودربھ بھی اُن میں سے ایک ہے۔

بقیہ "ڈاکٹر بھابھا۔ ایٹمی توانائی کے بانی"

واقعی بہت بڑی شخصیت کے مالک تھے اور ایک قابلِ قدر سائنسداں بھی۔ ایٹمی توانائی میں جو بھی قابلِ فخر کام آئندہ دنوں میں ہندوستان کرے گا وہ بھابھا ہی کے ادھورے کام کو سمجھئے۔ ایسے سائنسداں ہر روز پیدا نہیں ہوتے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ڈاکٹر بھابھا، سائنس، فن، تحقیق کے پرستار تھے۔

قارئین سے گذارش ہے کہ

- دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت 'حوالہ نمبر' ضرور تحریر فرمائیں۔ جو آپ کے خط یا رسالہ کے ریپر کے اوپری حصّہ پر درج ہوتا ہے۔
- جواب طلب امور کے لئے جوابی خط / لفافہ یا ڈاک ٹکٹ روانہ فرمانے کی زحمت نہ فرمائیں۔ ادارہ کی طرف سے ہر خط کا جواب روانہ کیا جاتا ہے۔
- منی آرڈر کوپن پر (منی آرڈر فارم کے نچلے حصّہ میں) ہمیشہ اپنا پورا نام اور پتہ، پن کوڈ نمبر کے ساتھ صاف صاف اُردو، مراٹھی، ہندی یا انگریزی میں ضرور تحریر فرمائیں۔ صرف دستخط سے نام اور پتہ کا علم نہیں ہوتا۔

(ادارہ)

ایک تبصرہ نگار کے نام

٭ سکندر علی وجد
پن چکی روڈ، اورنگ آباد
۴۳۱۰۰۱

"نہ ہر جائے مرکب توان تاختن
کہ جاہا سپر باید انداختن"

نادان مجھے درکار نہیں داد کا صدقہ　　کیا شعر مرا کاسۂ دریوزہ گری ہے
ہر شہرتِ ارزاں کی طلب بوالہوسوں کو　　محتاجیِ عالم کا سبب بے ہنری ہے
میں کچھ نہیں سب کچھ ہے مرا حسنِ تخیل　　اس حسن کا زیور مری آشفتہ سری ہے
ہے حسنِ عمل شعر، خرد مندِ جنوں کا　　تخلیقِ سخن جوہرِ الماس گری ہے
رنگین بہانہ ہے یہ نظم اور غزل کا　　مقصودِ حقیقت کی فقط پردہ دری ہے
ہے آتشِ دل ساغرِ سرشارِ سخن میں　　خشکی مرے لب کی مری آنکھوں کی تری ہے
پیغمبرِ حق ہوں جمالِ ازلی کا　　ہر شعر مرا معجزۂ خوش نظری ہے
ملحوظ رہے فکرِ فلک رس کا تقدس　　یہ رہگذرِ منزلِ پیغامبری ہے
افکار کی پرنور فضاؤں کے سفر میں　　خفاش کو ناحق ہوسِ ہمسفری ہے
واقف ہوں میں ایک ایک ریاکارِ ادب سے　　فتنوں سے خبردار مری بے خبری ہے
تاریک ضمیروں پہ اثر کر نہیں سکتا　　اشعار میں جو سوزِ دعائے سحری ہے
کیا تجھ کو دکھاؤں دُرِ شہوارِ معانی　　نایاب جہاں میں ہنرِ دیدہ وری ہے
توصیفِ کمالاتِ جنوں میری عبادت　　تنقیص ترا مشغلۂ خوش بسری ہے
کیا فرق ہے سونے میں نیا ہو کہ پرانا　　اس فرق پہ اصرار تری کم نظری ہے
تحقیق ہو، تنقید ہو، تقریر ہو، کچھ ہو　　ہر حال میں مشکوک تری معتبری ہے

اردو کے گلستاں کا ہے یہ بھی المیہ
ہر بوم کو دعویٰ ہے کہ وہ کبکِ دری ہے

(میرے زیرِ طبع کلیات، "جمالِ اجنتا، جلالِ ہمالہ" کی یہ نظم اب مکمل ہوئی ہے۔] وجد



شمع گل ہوگئی

٭ شفیع اللہ خاں رازؔ اٹاوی
ایس. این. کالج، کٹرہ پیر دل خاں،
اٹاوہ - (یو.پی)

وہ جواہر لال نہرو، وہ وطن کا جاں نثار
مرکزِ علم و شرافت، رہبرِ ہندوستاں
کیوں نہ ہو افسوس اس دنیا کو اُسکی موت پر
یہ زمین و آسماں کیونکر نہ ہوں گریہ کناں

شخصیت ایسی کوئی صدیوں میں ہوتی ہے کہیں
جس کا ثانی ایشیا کیا ساری دنیا میں نہیں

دستِ رس سے موت کی کوئی بھی بچ سکتا نہیں
یہ وہ منزل ہے جہاں پر آدمی مجبور ہے
ہر طرف ہے رنج و غم کی تیرگی چھائی ہوئی
شمعِ محفل بجھ گئی ہے انجمن بے نور ہے

پیکرِ مہر و وفا دنیا سے رخصت ہوگیا
شانتی کا دیوتا دنیا سے رخصت ہوگیا

موت کیا آئی اُسے دنیا کو سکتہ ہوگیا
بن گیا روتی ہوئی تصویرِ غم ہندوستاں
اک اداسی کی گھٹا ہے ہر طرف اُمنڈی ہوئی
سوگ کے دریا میں ہیں ڈوبے ہوئے پیر و جواں

ننھی پلکوں پر سجا رکھے ہیں اشکوں کے دیئے
رو رہے ہیں پیارے بچے، چاچا نہرو کے لئے

جنگِ آزادی میں اس نے اپنا سب کچھ دے دیا
قوم اس کا حشر تک احساں نہ بھولے گی کبھی
ملک آخر ایک دن آزاد ہوکر ہی رہا!!
کوششوں نے اس کی زنجیرِ غلامی توڑ دی!

دفعتاً وہ موت کی وادی میں ایسے سوگیا
اک ستارا ٹوٹ کر جیسے خلاء میں کھو گیا

موت سے عالم میں اس کی حشر برپا ہوگیا
بن گئی ماتم کدہ ہندوستاں کی سرزمیں
مادرِ ہندوستاں کی گود سونی ہوگئی!
یوں تو لاکھوں لال ہیں لیکن کوئی اُس سا نہیں

اس نے ملک و قوم کی عظمت کو اونچا کر دیا
خاک کے ذرّوں کو ہمدوشِ ثریا کر دیا!

کہہ رہا ہے رازؔ ہم سے اس کا ہر نقشِ قدم
اتحادِ باہمی کا بڑھ کے دامن تھام لیں
متحد ہو جائیں سب آپس کے جھگڑے بھول کر
زندگی کی راہ میں سعی و عمل سے کام لیں!

وقت اب ہرگز نہیں آرام کرنے کے لئے
آدمی پیدا ہوا ہے کام کرنے کے لئے!

غزلیں

* تسنیم فاروقی
سی ۱۸۴، تُلسی داس مارگ، نزد ہسپتال، لکھنؤ

یہ زمیں شیشے کی ہے یہ آسماں شیشے کا ہے
ایسا لگتا ہے کہ یہ سارا جہاں شیشے کا ہے

کوئی شعلوں کو اُٹھائے ہے کوئی پتھر لئے
راستہ کاغذ کا ہے اور کارواں شیشے کا ہے

اِک ذرا شمعِ محبت کا اُجالا کیجئے
موم کی آنکھیں ہیں سب ہر دل یہاں شیشے کا ہے

یا خود اپنے ہاتھ سے تاراج کرلیں بام و در
یا وہ پتھر پھینکدیں جن کا مکاں شیشے کا ہے

چوڑیوں کا دُکھ کہیں ہے اور کہیں ساغر کا غم
ہر طرف اس شہر میں یارو دُھواں شیشے کا ہے

اپنا چہرہ دیکھئے اِک دن ہمارے دل میں بھی
ہے تو یہ بھی آئینہ لیکن گراں شیشے کا ہے

مصلحت، شہرت، سیاست اور دولت کا وفور
یہ وہ دیواریں ہیں جن کا سائباں شیشے کا ہے

دُور ہی سے اچھی لگتی ہے یہ وادی خواب کی
عکس کا بازار ہے ہر مہرباں شیشے کا ہے

اس ہری دھرتی میں لوہا سو رہا ہے ہر قدم
کیا سمجھتے ہو کہ یہ ہندوستاں شیشے کا ہے

آندھی میں تسنیم بجھ جاتے یہ سارے قمقمے!
روشنی اپنی جگہ ہے امتحاں شیشے کا ہے

* محمد اسحاق ایوبی (ایم۔اے)
مہدی پٹنم، مُراد نگر، حیدرآباد۔۲۸۔۵۰۰

جن بستیوں میں چاہیئے آبادیاں بہت
آبادیاں جہاں، وہیں بربادیاں بہت

فصلِ بہار آئی، توازن بگڑ گیا
دوشِ صبا پہ ناچیں چمن زادیاں بہت

مہتاب، آفتاب اور انجم ہیں بے شمار
پیرِ فلک نے کی ہیں مگر شادیاں بہت

اتنی تو حُسن کی کبھی ارزانیاں نہ تھیں
بازاروں، باغوں، سڑکوں پہ شہزادیاں بہت

بُلبل، عقاب، شیر، ہرن، مور، آدمی
ہر جان کو عزیز ہیں آزادیاں بہت

زندوں کی نگری نگری کہے ہے پکار کر!
بس، بھر چکی ہیں مُردوں کی آبادیاں بہت

اسحاق جی کی موت کوئی بات ہی نہ تھی
روئیں پر آن پہ شعر کی شہزادیاں بہت

* عُثمان عاجز
۹۲/۱۰۲، ایم۔ ایس۔ علی روڈ، کورنر ٹینک سٹریٹ، ممبئی ۸

تقدیر کا شکوہ کرنا تھا، ہم اُن کی شکایت کر بیٹھے
ہم آج سرِ محفل پیدا اک تازہ مصیبت کر بیٹھے

شکوے تو ہزاروں تھے دل میں، پر کوئی زباں تک آ نہ سکا
بس تم نے نگاہوں سے دیکھا ہم تم سے مُروّت کر بیٹھے

تم اپنی جوانی کا جادو کیوں مجھ پہ چلانے آئے ہو
ممکن، دلِ وارفتہ میرا کچھ اور بھی جرأت کر بیٹھے

دُنیائے محبت میں عاجز ہر روز یہ باتیں ہوتی ہیں
میں اُن کی شکایت کر بیٹھا وہ میری شکایت کر بیٹھے

غزلیں

قمر اقبال

روزنامہ اورنگ آباد ٹائمز
اورنگ آباد (مہاراشٹر)

کٹ کے گرتے ہوئے پیڑوں کی صدا ایک ہی ہے
جرم ہے چھاؤں تو پھر اپنی سزا ایک ہی ہے

صبح نکلے ہیں تو پھر شام کو آنا ہو نصیب
آشیانوں میں پرندوں کی دعا ایک ہی ہے

زہر حصے میں کسی کے ہو کہ امرت یارو
روز معمول ہو پینا تو مزا ایک ہی ہے

روز اس طرح دواؤں کو بدلنے والے
روگ ہم کو ہیں بہت اور دوا ایک ہی ہے

جس جگہ لوگ بدلتے ہیں خدا روز نئے
کیا یہ کم ہے کہ وہاں میرا خدا ایک ہی ہے

کوئی پانی کو ترستا ہے، ہواؤں کو کوئی
اب جہاں جائیں قمر آب و ہوا ایک ہی ہے

شیخ عبدالرحیم نازؔ کھرگونوی

معرفت پروفیسر این۔ اے۔ قریشی
گورنمنٹ کالج، کھرگون (ایم۔ پی)

آج اپنی آہ میں اتنا اثر پیدا کریں
چین ان کو بھی نہ آئے رات دن تڑپا کریں

ان کا شیدائی ہوا ہوں جب سے دیکھا ہے انھیں
عشق آخر عشق ہے وہ کیا کریں ہم کیا کریں

کاش ایسا وقت آئے دل ربا ہو سامنے
ان کی نظروں کو بچا کر ہم انھیں دیکھا کریں

دیکھ کر اُن کی تجلّی ہوش اپنے کھو دیئے
تابِ جلوہ ہی نہ باقی ہو تو موسیٰ کیا کریں

بس گئے ہیں اس طرح کاشانۂ دل میں وہ نازؔ
جی میں آتا ہے ہر لمحہ انھیں دیکھا کریں!

کچھ تو آخر دل میں پاسِ رازِ الفت چاہیئے...
نازؔ سے کہہ دو کوئی ہم کو نہ اب رسوا کریں

فاروق شمیم

معرفت روزنامہ 'اورنگ آباد ٹائمز'
بڈی لین، اورنگ آباد (مہاراشٹر)

پہلی رُتوں میں غنچۂ شاداب دے مجھے
میں کب سے جاگتا ہوں کوئی خواب دے مجھے

پیاسا بنا گئی ہے سمندر کی موج موج!
اب راستہ نہ حلقۂ گرداب دے مجھے

صدیوں کی آرزو ہے نہ برسوں کی ہے طلب
لے کر یہ عمر لمحۂ بیتاب دے مجھے

ہر شخص جا رہا ہے خود اپنے بہاؤ میں
میں بھی شکستہ ناؤ ہوں سیلاب دے مجھے

لفظوں کا وہ طلسم روایت میں کھو گیا
دے اب کوئی خیال تو نایاب دے مجھے

ہر حادثہ کے ساتھ ہی زندہ ہوا ہوں میں
پھر زندگی کا کوئی نیا باب دے مجھے

غزلیں

★ حکیم یوسف حسین یوسف
قریشی دواخانہ،
جھونجھنوں ۔ (راجستھان)

تجھ پر متاعِ زیست جو قربان کر گئے
محفل سے تیری مثلِ چراغِ سحر گئے

ہاتھوں کو میرے چوم کے جب گردشیں گئیں
اِن بندگانِ وقت کے چہرے اُتر گئے

اب تو غبارِ راہ بھی آتا نہیں نظر
اہلِ جنوں کے قافلے جانے کدھر گئے

مہکی تھی جن سے میری تمنا کی انجمن!
وہ شوخیاں وہ غمزے وہ عشوے کدھر گئے

یہ دل کی وادیوں میں ہُوا کون خیمہ زن!
حدِ نگاہ تک مری جلوے بکھر گئے

ابتک بھی اُن کی یاد کے سب زخم ہیں ہرے
ترکِ تعلقات کو برسوں گزر گئے

کب تک ہم اپنا خونِ تمنا پیا کریں
بس اے ہجومِ یاس! کہ بے موت مر گئے

کہتے تھے بار بار جنھیں حاصلِ حیات
وہ لمحے اُن کے ذہن سے کیسے اُتر گئے

تم کو تو زندگی کی خوشی مانتا تھا میں
تم بھی مری حیات میں غم اور بھر گئے!

یوسف سمجھ رہے ہو زلیخا کو غیر تم!
اپنے تو کوڑیوں میں تمھیں بیچ کر گئے

★ نشتر خانقاہی
جھتن، بجنور (یو۔پی)

بستی بستی دیکھتا تھا، کربلا ہوتے ہوئے
کتنا بے پرا تھا وہ سب کا خدا ہوتے ہوئے

میں کہ ہوں حالات کے طوفاں میں تنکے کی طرح
میری مجبوری سمجھ مجھ سے خفا ہوتے ہوئے

وہ لبوں پر اک مہذب مسکراہٹ نرم سی
اک توازن اُس میں تھا، مجھ سے جدا ہوتے ہوئے

ایک ہی جھونکا ہوا کا دوست بھی دشمن بھی تھا
سوچتا تھا ہر نیا پتّہ ہرا ہوتے ہوئے

ہم بھی اپنے تن کی عریانی پہ تھے نازاں بہت
وہ بھی شرمایا نہ اک بے قبا ہوتے ہوئے

یہ بھی کیا، ہر ظلم سہہ لینا، سبب پوچھے بغیر
جرم کا اقبال کرنا، بے خطا ہوتے ہوئے

وہ عجب اک شخص ہے آسان بھی دشوار بھی
دیر کیا لگتی ہے اُس کو، مسئلہ ہوتے ہوئے

★ قاسم قتیل راجستھانی
بوریولی، بمبئی ۹۲۰۰۰۴

چمن سے منسلک خاموش ویرانے بھی دیکھے ہیں
مسرت کی فضا میں غم کے کاشانے بھی دیکھے ہیں

ترے رندوں پہ جامِ جم تو ساقی ہنس دیے لیکن
شریکِ غم شکستہ حال پیمانے بھی دیکھے ہیں

روایاتِ کہن کے رخ سے اٹھا ہے نقاب اکثر
روایاتِ کہن میں تلخ افسانے بھی دیکھے ہیں

خوشا بختی سے دور بدنصیبی تک زمانے ہیں!
تمھیں بھی ہم نے دیکھا اور بیگانے بھی دیکھے ہیں

بڑے صاحب نظر ہیں وہ قتیل اُن کو یہ دعویٰ ہے
نہیں لیکن انھوں نے ہم سے دیوانے بھی دیکھے ہیں

"ماحول میں توازن اشد ضروری"
— وزیر اعلیٰ

وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے عالمی ماحول دن کے دس سال پورے ہونے پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ماحول میں بگاڑ اور عدم توازن دور کرنے کی ذمہ داری ہر فرد کو سماجی فرض ہی نہیں بلکہ قانونی ضرورت سمجھتے ہوئے قبول کرنی چاہیئے۔ ماحول کے تحفظ کا احساس ہر ایک کو ہونا چاہیئے۔

اس موقع پر اپنے پیغام میں وزیر اعلیٰ نے خوشی ظاہر کی کہ مہاراشٹر پہلی ریاست ہے جہاں آبی اور فضائی آلودگی کی روک تھام کے لئے قانون نافذ ہیں۔ آپ کے پیغام کا متن حسب ذیل ہے:

"ماحول جس میں ہم رہتے ہیں' ہوا، پانی، مٹی، نباتات اور حیوانات پر مشتمل ہے۔

ماحول کے ان تمام عناصر میں ایک ربط قائم رہتا ہے اور اسی پر ماحول کے توازن کا انحصار ہے۔ ماحول کو صاف رکھنے کے قدرت کے اپنے ذرائع ہیں۔ لیکن سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے ساتھ ساتھ حضرت انسان نے اپنی پہنچ کے اندر قدرتی ذرائع کا بھی استعمال خوب تر کیا اور اس کوشش میں ماحول میں آلودگی ناگزیر ہوگئی۔ ہماری وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی نے بھی تقریباً اسی رائے کا اظہار کیا ہے۔ معیار زندگی بلند ضرور کیا جانا چاہیئے لیکن قدرتی وسائل سے محروم ہوئے بغیر اور ہماری زندگی کے لئے ضروری ماحول کی خوبصورتی، تازگی اور پاکیزگی پر اثر انداز ہوئے بغیر یہ کام ہونا چاہیئے۔

۱۹۷۲ء میں اسٹاک ہوم میں اقوام متحدہ کی منظور شدہ ایک تجویز کے مطابق ہر سال ۵ رجون کو" عالمی ماحول دن" منایا جاتا ہے جس کا بنیادی مقصد ماحول سے متعلق مسائل اور اس کے تحفظ کا احساس لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنا ہے۔ اس سال کا 'عالمی ماحول دن' (۵ رجون ۱۹۸۲ء) خصوصی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اقوام متحدہ کی "انسانی ماحول" پر اسٹاک ہوم میں ۱۹۷۲ء کو منعقدہ کانفرنس کے دس سال مکمل ہو رہے ہیں۔

آلودگی کی کئی وجوہات ہیں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی، انسانی وسائل میں اضافہ، صنعتوں کا وسیع جال، زراعتی شعبوں میں ٹیکنالوجی کا استعمال، بجلی کا استعمال، نقل و حمل، ایٹمی توانائی کا فروغ وغیرہ۔ آلودگی کی ان وجوہات سے انسانی صحت بھی متاثر ہوتی ہے، پینے کا پانی خراب ہوتا ہے، صنعتی آلودگی سے مچھلیاں متاثر ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ نباتات، حیوانات اور سطح زمین پر بھی برا اثر پڑتا ہے، جس سے ہمارے آثار قدیمہ مثلاً تاج محل کو خطرہ پیدا ہو سکتا ہے، جھیل ڈل خشک ہو سکتی ہے اور تھار صحرا کی طرح ریتلے علاقے مزید پھیل سکتے ہیں۔

مرکزی حکومت آلودگی کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور اسی لئے اس نے فضائی آلودگی اور آبی آلودگی کی روک تھام کیلئے مناسب قانون وضع کرنے کے لئے اقدامات طے کئے ہیں۔ بے شک مہاراشٹر نے اس سلسلے میں پہل کی اور سب سے پہلے ایم پی ڈبلیو پی قانون بابت ۱۹۶۹ء نافذ کیا تھا۔ اب اس کی جگہ مرکز کے مناسب قانون نافذ العمل ہیں۔

ماحول کی آلودگی کی روک تھام کے لئے صرف سائنسداں، انجینئر یا سرکاری ایجنسیاں ہی ذمہ دار نہیں بلکہ یہ ذمہ داری ہر ایک کو سماجی ضرورت سے زیادہ قانونی ضرورت سمجھتے ہوئے قبول کرنی چاہیئے۔ ماحول کے تحفظ کا احساس ہر ایک کو ہونا چاہیئے۔

"آیئے ہم اس اہم دن کو مناتے ہوئے اپنے اطراف پھیلے ہوئے ماحول کی حفاظت کا عہد کریں۔

سوشل سیکوریٹی سرٹیفکیٹ اسکیم

حکومت ہند نے سوشل سیکوریٹی سرٹیفکیٹ کے نام سے تین فائدوں والی ایک نئی اسکیم شروع کی ہے۔ اس اسکیم کے تحت دس سال تک سرمایہ کاری پر تین گنا ادائیگی، سرمایہ کار کا عمر بھر اور اس کے خاندان کا تحفظ اور ۱۱٫۳ فیصد سود، بجائے ایک سال کے چھ ماہ میں اور انکم ٹیکس کی دفعہ ۸۰-ایل، کے تحت انکم ٹیکس سے چھوٹ کی رعائتیں دی گئی ہیں۔

یکم جون ۱۹۸۲ء سے ۵۰۰ روپے اور ۱۰۰۰ روپے کی مالیت کے دس سالہ سرٹیفکیٹ کسی بھی پوسٹ آفس سے جہاں سیونگ بینک کی سہولت مہیا ہے' دستیاب ہوں گے۔ ۱۸ اور ۴۵ سال کی عمر کے درمیان کے افراد کو ۵۰۰۰ روپے تک سرٹیفکیٹ دیئے جائیں گے۔

خریدار کی موت پر اس کے وارث دو سال بعد پوری رقم

کے حقدار ہوں گے۔

مزید تفصیلات ڈائرکٹر آف اسمال سیونگ، ۸ واں منزلہ، نیو ایڈمنسٹریٹو بلڈنگ، ممبئی نمبر ۴۰۰۰۳۲ ۔ فون نمبر ۲۳۲۵۳۷ اور ۲۳۰۲۹۰ یا ڈسٹرکٹ اسسٹنٹ ڈائرکٹر آف اسمال سیونگ اور قریبی پوسٹ آفس یا اسمال سیونگ ایجنٹ سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔

سوشیل سیکورٹی سرٹیفکیٹ کی فروخت

پہلے دن دس لاکھ سے زیادہ رقم جمع

ڈاکٹر وی. سبرامنیم، وزیر مالیات نے منترالیہ میں یکم جون کو سوشیل سیکورٹی سرٹیفکیٹ کی فروخت کا اجراء کیا۔

اپنی افتتاحی تقریر میں آپ نے ایجنٹوں اور عوام کے ممبران کو اس نئی اسکیم کے پہلے ہی روز ۱۰ لاکھ سے بھی زیادہ رقم جمع کرانے پر مبارکباد دیتے ہوئے فرمایا کہ اس سے ملک کی معاشی حالت بہتر بنانے میں مدد ملے گی۔

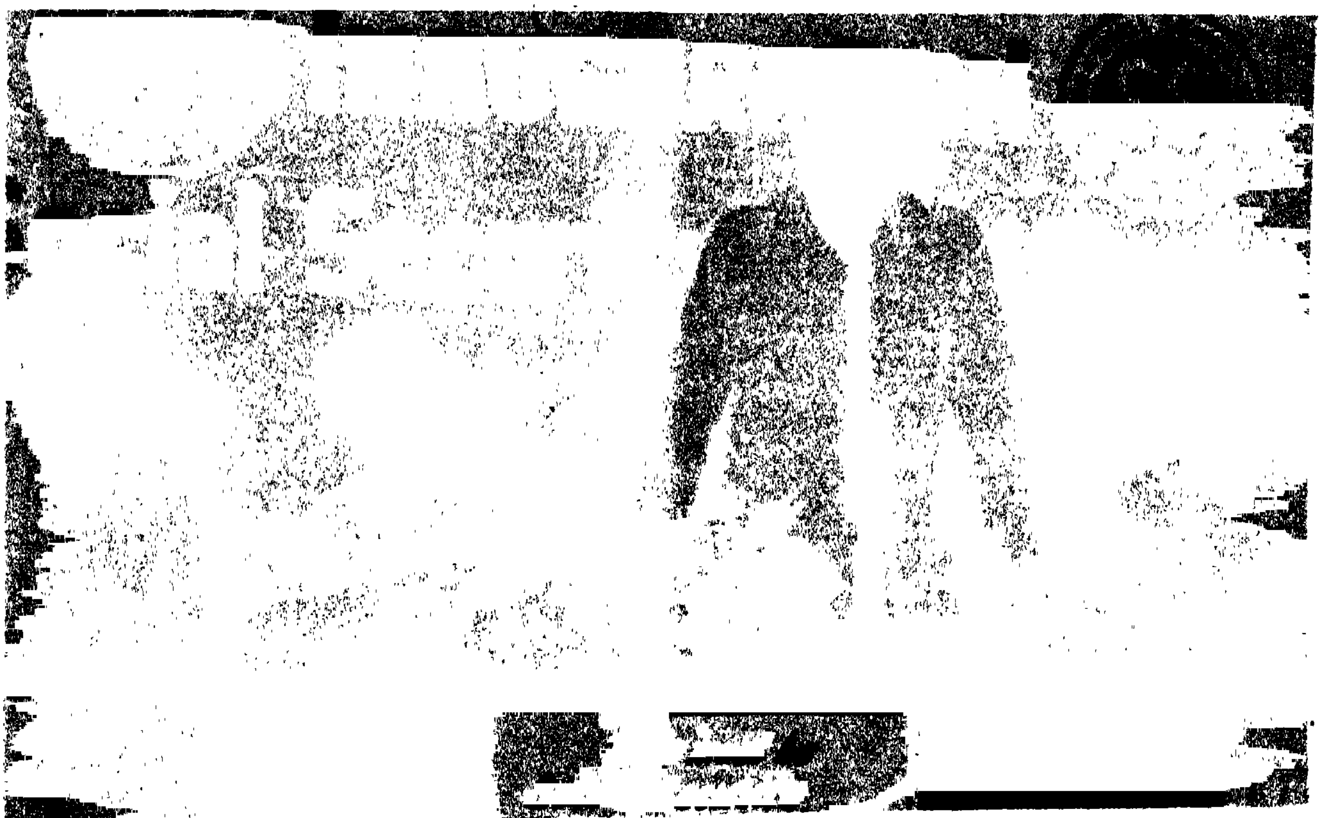
اس تقریب کے مہمان خصوصی مشہور فلمسٹار شری ششی کپور نے اپنی تقریر میں مذکورہ اسکیم کو فائدہ مند بتاتے ہوئے خود بھی حصہ لینے کی خواہش ظاہر کی۔

ڈاکٹر شری کانت جیجکر، وزیر مملکت برائے امور داخلہ و مالیات نے چھوٹی بچت کے ایجنٹوں کو انعامات تقسیم کئے اور اُن کی کارکردگی کی تعریف کی۔

ایک ہی روز میں اسکیم کی اتنی مقبولیت کو دیکھتے ہوئے توقع ہے، عام آدمی کے لئے فائدہ مند اس سوشیل سیکورٹی سرٹیفکیٹ کی خریداری کو مزید فروغ حاصل ہوگا۔

اس موقع پر شری انیل کمار سکریٹری مالیات، شری بی. شرینواسن، ڈائرکٹر پوسٹ سروسیز اور دیگر سرکاری عہدیداران حاضر تھے۔

اس سے قبل شری جی. آر. بیڈگے، ڈائرکٹر چھوٹی بچت نے وزیر موصوف اور مہمانوں کا استقبال کیا۔ شری کے. ایل. بشینوی، ریجنل ڈائرکٹر چھوٹی بچت نے شکریہ ادا کیا۔



لندن میں تجارتی نمائش

حکومت مہاراشٹر، اولمپیا، لندن کے نیشنل ہال پر ۱۰ر نومبر سے ۲۰ر نومبر ۱۹۸۲ء تک منعقد ہونے والی بھارتی تجارتی نمائش میں شرکت کرے گی۔

اس نمائش کا مقصد بھارت برطانیہ کے اشتراک سے تجارت اور صنعت کو فروغ حاصل ہونے کے امکانات واضح کرنا نیز دونوں ممالک کے باہمی معاشی و تجارتی تعلقات کو استحکام بخشنا اور ریاست کی صنعتی و تکنیکی ترقیات کو اُجاگر کرنا ہے۔

اس نمائش میں شرکت کے خواہشمند چھوٹی، درمیانی اور بڑے پیمانے کی صنعتیں ہوٹل اور سیاحی، صنعت کے مالکان' شری ایس. بی. سانلکر جوائنٹ ڈائرکٹر آف انڈسٹریز (ایکسپورٹ پرموشن)، ڈائرکٹر آف انڈسٹریز، نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ، بمقابل منترالیہ، ممبئی نمبر ۳۲ ...۴۰۰ (فون نمبر: ۲۳۳۵۸۰ - ۲۳۳۵.۵) سے رجوع ہوکر مزید معلومات اور درخواست حاصل کریں اور اپنی رضامندی سے ۱۰ روز کے اندر آگاہ کریں۔

سمندری راستے سے مال برداری کے اخراجات ٹریڈ فیئر اتھارٹی آف انڈیا کے ذمہ ہیں۔ مال برداری ۱۵ر اگست ۱۹۸۲ء سے ۱۵ر ستمبر ۱۹۸۲ء تک جاری رہے گی۔

اشیاء نمائش کا انتخاب سختی کے ساتھ معیار کی بنیاد پر کیا جائیگا۔

نہواشیوا پروجیکٹ کی جلد از جلد تکمیل

مرکزی وزیر شری ویریندر پاٹل کی وزیر اعلیٰ سے ملاقات

شری ویریندر پاٹل مرکزی وزیر برائے جہاز رانی اور نقل وحمل نے ۳ر جون کو منترالیہ میں وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے سے ملاقات کی اور نہواشیوا پروجیکٹ کی جلد از جلد تکمیل کی بابت مرکزی حکومت کی خواہش سے انھیں آگاہ کیا۔ اس موقع پر وزیر مالیات ڈاکٹر سُبرامنیم، وزیر مملکت برائے صنعت اور بندرگاہ شری ایس. این. دیسائی، چیرمین سڈکو' شری رام مہاڈک' شری بی. جی. گوائی، حکومت کے چیف سکریٹری، ممبئی پورٹ ٹرسٹ کے افسران' مالیات اور شہری ترقیات محکموں کے اعلیٰ عہدیدار بھی موجود تھے۔

شری پاٹل نے اس بات پر اطمینان ظاہر کیا کہ مرکزی حکومت کے اس پروجیکٹ پر اچھی طرح غور وخوض کے بعد ریاستی حکومت نے پروجیکٹ شروع کرنے کا قطعی فیصلہ دے دیا ہے۔

شری پاٹل نے بتایا کہ حکومت ہند پروجیکٹ کی تکمیل کے لئے وقت معین کرنے میں مصروف ہے اور چاہتی ہے کہ ہر طرح سے یہ کام جلد از جلد تکمیل ہوجائے۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ پروجیکٹ کی سُرعت سے تکمیل کے لئے مرکزی حکومت نے مناسب اختیارات کی ایک کمیٹی تشکیل دی ہے۔

آپ نے توقع ظاہر کی کہ ریاستی حکومت بھی اس سلسلے میں ضروری تعاون دے گی۔

گفتگو کے دوران وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے شری پاٹل کو یقین دلایا کہ ریاستی حکومت اپنا بھرپور تعاون دے گی نیز اس پروجیکٹ سے متعلق تمام سرگرمیوں کی نگرانی کے لئے مناسب اعانت کے ساتھ ایک سینیئر آفیسر مقرر کرے گی۔

اس پروجیکٹ کے ضروری عناصر پانی، بجلی، سڑکیں اور مکانات وغیرہ پر بھی تفصیلی بات چیت ہوئی جس کے دوران' ان تمام اُمور پر فوری عمل کا وزیر اعلیٰ نے شری پاٹل کو یقین دلایا۔

قومی راج

وزراء مملکت کے عہدوں میں تبدیلی

وزیر اعلیٰ مہاراشٹر بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے وزراء مملکت ڈاکٹر شری کانت جیچکر اور شری رویندر راؤت کے عہدوں میں ردّوبدل کیا ہے۔ اب مندرجہ ذیل عہدے ان دونوں وزراء کو تقسیم کئے گئے ہیں۔

ڈاکٹر شری کانت جیچکر : جنرل ایڈمنسٹریشن، داخلہ، محصول اور بازآبادکاری، اطلاعات و تعلقات عامہ

شری رویندر راؤت : مالیات، منصوبہ بندی، ڈیری ترقیات' مویشی پالن، ماہی گیری، کھار اراضی' پبلک ورکس، انرجی

راشن دکانات پر حساب کی درستی

حکومت مہاراشٹر نے سرکار کی منظور شدہ اور راشن دکانات پر تھوک فروخت کے معاملے میں حساب کی درستی کے لئے ۱، ۲، ۳، پیسے کا چلن فوری طور سے منسوخ کردیا ہے۔ لہٰذا نقد ادائیگی اب ۵ پیسے سے شروع ہوگی اور رسید میں یہ رقم درج کی جائیگی

۱۰ر جون ۱۹۸۲ء

لیکن خسارہ یا فائدہ علیحدہ علیحدہ دکھانے کی ضرورت نہیں ہوگی. یہ درستی سرکاری فروخت یا حکومت کی مقرر کردہ تھوک قیمتوں میں بنا کسی تبدیلی کے ہے۔

تعلیم بالغان کے لئے امداد

حکومتِ ہند نے ناخواندگی دور کرنے کے لئے ایسی رضاکارانہ انجمنوں کو عطا کرنے کے لئے جو تعلیم بالغان کے فروغ کا کام کرتی ہیں. یا کام کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں، مالی امداد اسکیم جاری کی ہے اس اسکیم کے مطابق مستحق رضاکار تنظیموں کو انتظامی اخراجات کے طور پر ۷۵ فیصد اور تعلیمی پروگرام اخراجات کے لئے ۱۰۰ فیصد رقم دی جائیگی درج فہرست رضاکارانہ انجمنوں کو تعلیم بالغان کے کام کے لئے چند شرائط پر بمبئی عظمیٰ کے چند علاقوں کا انتخاب کرنا ہوگا۔

مقررہ درخواست فارم ضلع یا تعلیم بالغان آفیسر برائے بمبئی عظمیٰ آفس آف دی ڈپٹی ڈائرکٹر آف ایجوکیشن بمبئی عظمیٰ دِن شادا جی روڈ، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۰۲ سے حاصل کئے جا سکتے ہیں. اس اسکیم کی بابت مزید تفصیلات بھی وہیں سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔

ناگپور ڈویژن میں ۱۹ء۱۳ لاکھ ٹن اناج کا نشانہ

ناگپور ڈویژن کے چار اضلاع میں آئندہ فصل خریف میں لگ بھگ ۱۳ لاکھ اور ۱۹ ہزار میٹرک ٹن اناج کی پیداوار کا نشانہ مقرر کیا گیا ہے۔ اس بات کا فیصلہ ۲۵ رمئی کو ناگپور ضلع پریشد کے ڈاکٹر ہیڈگیوار سبھا گرہ میں منعقدہ فصل خریف مہم اجلاس میں کیا گیا۔

زراعت اور محنت کے وزیر شری جی. ایم. گائیکواڑ نے اس اجلاس کی صدارت کی۔

اس حلقہ میں فصل خریف میں اعلیٰ اقسام کی جوار، دھان اور تیل کے بیجوں کی آٹھ لاکھ ۱۳ ہزار ہیکٹر اراضی پر کاشت کی جائیگی اس کے علاوہ ۵ء۱ لاکھ ٹن گیہوں اور ۳۹ء۱ لاکھ میٹرک ٹن دھان نیز گرمائی مونگ پھلی کی پیداوار ۸۳-۱۹۸۲ء کی فصل ربیع میں اگائی جائے گی۔

اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے شری گائیکواڑ نے کہا کہ مہاراشٹر کے تمام اضلاع میں اسکیم تربیت اور معائنہ پروگرام، اگلے اکتوبر سے جاری کئے جائیں گے. فی الحال اس اسکیم پر ریاست کے کچھ اضلاع میں عمل کیا جا رہا ہے۔

ممبران پارلیمنٹ، ممبران اسمبلی اور کونسل، ضلع پریشد چیرمین، ایگریکلچر کمیٹی ڈاکٹر کے. آر. ٹھاکرے، وائس چانسلر، پنجاب راؤ کرشی ودیا پیٹھ، شری دی. ایس گوپال کرشنا، ڈویژنل کمشنر شری وی. وینکٹاٹن، سکریٹری ایگریکلچر ڈپارٹمنٹ، شری دھول مینجنگ ڈائرکٹر ایس. ای. ای. کارپوریشن نے اس بات چیت میں حصہ لیا۔

شری گائیکواڑ نے مزید فرمایا کہ اس سال کو ''پیداواری سال'' کے طور



پر منایا جارہا ہے، اس لئے تمام متعلقین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس سال کو مدنظر رکھتے ہوئے جدید طریقوں سے کسانوں کی رہنمائی کریں۔

ابتداء میں شری گوپال کرشنا، ڈویژنل کمشنر نے وزیر موصوف، حلقہ کے کلکٹران اور چیف ایگزیکیٹو افسران کا خیر مقدم کیا اور متعلقہ ضلع مہم پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔

شری چوبے، کلکٹر وردھا نے شکریہ ادا کیا۔

"خاندانی بہبود کی ایک ایک کو تعلیم"

ـــــ بلقیس لطیف

خاندانی بہبود کے فروغ کے لئے مصروف سماجی تنظیمات، رضاکارانہ انجمنیں، سرکاری اور میونسپل افسران کے نمائندوں کی ایک میٹنگ ممبئی کے راج بھون میں ۱۶ر مئی کو منعقد ہوئی۔ جس میں خاندانی بہبود سے متعلق مختلف اداروں کی کوششوں کو یکجا کرنے پر غور کیا گیا۔

اس میٹنگ میں گورنر مہاراشٹر کی اہلیہ شریمتی بلقیس لطیف کی زیر صدارت ایک اجتماعی کمیٹی تشکیل دی گئی۔ خاندانی بہبود سے متعلق مختلف اداروں کی سرگرمیوں کو باضابطہ طور پر مؤثر بنانا، ذرائع ابلاغ کے ذریعہ اس تحریک کو فروغ دینا اور ضروری تربیت و تعلیم کا انتظام کرنا، اس کمیٹی کے اہم فرائض میں داخل ہے۔

شریمتی بلقیس لطیف نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"ممبئی میں ایک طرف بلند و بالا عمارتیں ہیں تو دوسری طرف گندی بستیاں۔ دونوں ہی ایک جال کی طرح پھیلتے جارہے ہیں۔ میونسپل عہدیداران دشواریوں کے باوجود اپنے فرائض انجام دینے کی کوشش ضرور کر رہے ہیں، لیکن میں بھی ممبئی کے شہریوں سے دردمندانہ اپیل کرتی ہوں کہ جب تک اضافۂ آبادی کی روک تھام نہیں کی جائے گی، ہم میں سے ہر ایک، دوسرے کی جگہ لینے کی کوشش کرتا رہے گا اور ایک وقت ایسا آئے گا جب ہم اپنے بچوں کو اسکول یا کالج میں داخل کرنے کے لئے ایک دوسرے کو پیچھے ڈھکیلنے کی کوشش کریں گے، آپ کی پسند کی نوکریاں ڈھونڈنے سے بھی نہ ملیں گی۔ ہسپتالوں میں ضرورت کے وقت جگہ نہیں ملے گی۔ بسیں، ٹرینیں اور سڑکیں لوگوں سے بھری ہوں گی۔ جس طرح بارش کے موسم میں گڑھیں بہنے لگتی ہیں، اسی طرح کی پریشانیوں کا سلسلہ ہوگا۔ ہم جو بھی کام کریں گے وہ اضافۂ آبادی کی وجہ سے لاحاصل ثابت ہوگا۔

مہاراشٹر خاندانی بہبود کے معاملے میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ ریاست ہے۔ ہمیں یہ رجحان قائم رکھنا چاہئے اور ممبئی کو گنجانیت سے تباہ ہونے سے بچانا چاہئے۔ ہم میں سے ہر ایک کو اس سلسلے میں اپنا فرض نبھانا چاہئے۔ خاندانی بہبود کے معاملے میں "ایک، ایک کو تعلیم" ہمارا رہنما اصول ہونا چاہئے۔ اس طرح صرف ہم ہی نہیں بلکہ دوسروں کو بھی اس خاندانی بہبود پروگرام پر عمل آوری کے لئے رضامند کرنا چاہئے۔ اس معاملے میں مددگاروں کا ایک چھوٹا گروپ تو تیار ہو سکتا ہے، لیکن میں آپ سبھوں سے توقع رکھتی ہوں کہ آپ خود اپنے "مددگار" بنیں۔

" اس شہر اور یہاں کے عوام سے میں ابھی اچھی طرح واقف نہیں ہوں، لیکن میرا یہی مشورہ ہے کہ آپ سب اس شہر اور ریاست کی اعلیٰ روایت کو برقرار رکھیں اور اسے تباہ ہونے سے بچائیں۔ لہٰذا ہم سب مل جل کر تعمیری اقدامات کریں۔ میری درخواست ہے کہ جو لوگ یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ ان کے بچوں کے لئے دشواریاں ہی دشواریاں ہیں، انھیں سمجھایا جائے کہ اس سے بچنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک ہم اضافہ آبادی پر قابو نہ پالیں۔ خاندانی بہبود پروگرام پر عمل آوری کے لئے "ایک، ایک کو تعلیم" ہمارا رہنما اصول ہونا چاہئے۔"

صابو صدیق پالی ٹیکنک کا سالانہ جلسہ

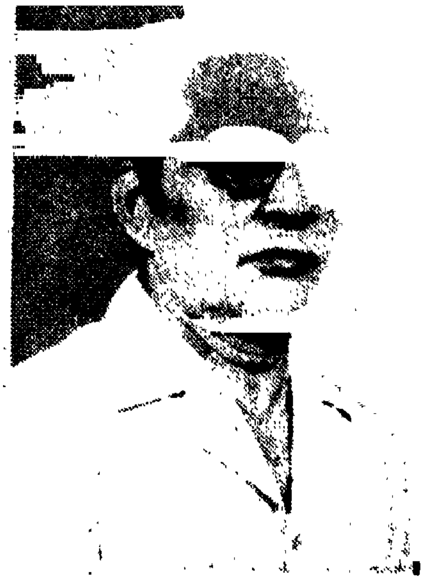
پروفیسر اثیر کی شرکت

ممبئی کے مشہور پالی ٹیکنک تعلیمی ادارے، ایم۔ ایچ صابو صدیق پالی ٹیکنک کے ۲۹ر مئی کو منعقدہ ۴۲ویں سالانہ اجلاس کے موقع پر اظہار خیال کرتے ہوئے پروفیسر اثیر، وزیر برائے مکانات، انرجی، اوقاف اور پروٹوکول نے اس بات پر زور دیا کہ تعلیمی اداروں کے مسائل باہمی سمجھوتے، مناسب اور بروقت تدابیر سے حل کرنے کی کوشش کی جائے۔ آپ نے کہا کہ اگر تعلیمی ادارے اپنی مدد آپ کا رویہ اپنائیں تو کئی مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔

وزیر موصوف نے صابو صدیق کے اعلیٰ تعلیمی معیار اور سو فیصد نتائج پر ادارے کے عملہ، طلبہ اور پرنسپل کو مبارکباد پیش کی۔

اس موقع پر آپ نے ڈرامہ مقابلوں میں جیتنے والے طلبہ کو انعامات تقسیم کئے۔

اس سے قبل شری کے. جین نے مہمان موصوف کا استقبال کیا اور صابو صدیق پالی ٹیکنک کی کارکردگی پر روشنی ڈالی۔



دیبوستھلے ڈائرکٹر جنرل مقرر

شری اے. ایم. دیبوستھلے، ٹرانسپورٹ کمشنر نے آج بحیثیت ڈائرکٹر جنرل اطلاعات و رابطۂ عامہ بلحاظ عہدہ سکریٹری حکومت مہاراشٹر، محکمۂ اطلاعات و رابطۂ عامہ، سیاحت اور ثقافتی امور، اپنے عہدہ کا چارج لیا۔

شری دیبوستھلے ۱۹۶۳ء میں آئی. اے. ایس بنے اور اب تک کئی اہم عہدوں پر فائز رہ چکے ہیں. آپ ایڈیشنل کلکٹر، کلکٹر بمبئی عظمیٰ، مینیجنگ ڈائرکٹر ڈیولپمنٹ کارپوریشن برائے ودربھ، ناگپور حکومت کے جوائنٹ سیکریٹری محکمۂ داخلہ، کمشنر نشہ بندی اور ایکسائز کے عہدوں پر فرائض انجام دے چکے ہیں۔ آپ نئی دہلی میں حکومت مہاراشٹر کے اسپیشل کمشنر بھی رہ چکے ہیں۔

امتحانات سے متعلق فرائض لازمی
بدعنوانی موجب سزا
آرڈی ننس کا اجراء

تعلیمی اداروں کے تدریسی اور غیر تدریسی عملہ میں وقتاً فوقتاً امتحانات منعقد کرنے سے احتراز کرنے کے بڑھتے ہوئے رجحان کے پیش نظر حکومت نے ایک خصوصی آرڈی ننس کے ذریعہ امتحانات سے متعلق تمام عملہ کے فرائض کو لازمی قرار دیا ہے اور خلاف ورزی کی صورت میں یا ملازمین کو امتحانات سے متعلق اپنے فرائض انجام دینے سے روکنے کی کوشش

قومی راج

کو قابل سزا جرم قرار دیا ہے. فوری طور پر نافذ العمل اس آرڈی ننس کو مہاراشٹر ملازمین وابستہ تعلیمی ادارے (فرائض بہ متعلق امتحانات) آرڈی ننس بابت ۱۹۸۲ء کا نام دیا گیا ہے۔

اس آرڈی ننس کی خلاف ورزی پر ایک سال کی قید یا ۱۰۰۰ روپیہ جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں۔ اشتعال انگیزی یا ملازمین کو بھڑکانے کے جرم میں دو سال کی سزائے قید یا ۲۰۰۰ روپیہ جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں۔

اسی طرح امتحانات کے وقت بدعنوانی کی روک تھام کے لئے بھی گورنر مہاراشٹر کے حکم سے مہاراشٹر یونیورسٹی، بورڈ اور مرکز امتحانات پر بدعنوانی کی روک تھام آرڈی ننس بابت ۱۹۸۲ء کا اجراء کیا گیا ہے، جس کی رو سے امتحانات کے پرچوں کے تمام نگرانوں کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ سوالناموں کو متعلقہ عہدیداروں کی اجازت کے بغیر نہ ظاہر کریں، نہ شائع کریں اور نہ کسی دوسرے شخص کی تحویل میں دیں، ورنہ خلاف ورزی پر عدالتی کارروائی اور سزا دی جائے گی۔

طلبہ کو بھی قانونی طور پر پابند کیا گیا ہے کہ وہ امتحانات کے دوران نقل کرتے ہوئے یا کسی اور ناجائز طریقہ کو اپناتے ہوئے پکڑے گئے تو ان کے خلاف بھی قانونی کارروائی کی جائے گی اور سزا دی جائیگی۔

پوسٹ آفس بنک کے انعامات

پوسٹ آفس سیونگ بنک کی صد سالہ تقریب کے موقع پر حکومت ہند نے ماہ جنوری ۱۹۸۳ء میں بچت کو فروغ دینے کا اعلان کیا ہے۔

پہلا انعام ۲ لاکھ روپیہ، ۵۰,۰۰۰ روپے کے پانچ انعامات پر مشتمل دوسرا انعام، تیسرا انعام (کُل ۲۰ انعامات) ہر انعام ۲۰,۰۰۰ روپے، چوتھا انعام (کُل ۱۵۰) ہر انعام ۵,۰۰۰ روپے، پانچواں انعام (کُل ۱,۸۰۰) ہر انعام ۵۰۰ روپے اور چھٹا انعام (کُل ۱۸,۰۰۰) ہر انعام ۵۰ روپے کا ہوگا۔

اس بمپر ڈرا کے لئے سرمایہ کاری مدت چھ ماہ کی بجائے چار ماہ کر دی گئی ہے۔ ایسے تمام اشخاص اور پنشن یافتہ افراد جن کے نام جون سے ستمبر ۱۹۸۲ء تک قابل سود رقم ۲۰۰ روپے جمع ہے، اس بمپر ڈرا میں حصہ لینے کے اہل ہوں گے. اس میں جاری اکاؤنٹ یا نیا اکاؤنٹ کھولنے والے بھی حصہ لے سکتے ہیں۔

ایک شخص کتنے ہی اکاؤنٹ کھول سکتا ہے لیکن ایک اکاؤنٹ ایک وقت میں ایک ہی پوسٹ آفس میں ہونا چاہیئے۔ تمام جمع شدہ رقم ملا کر واحد اکاؤنٹ میں رقم کی حد ۲۵،۰۰۰ روپے اور مشترکہ اکاؤنٹ میں ۵۰،۰۰۰ روپے ہے۔ بچت رقم پر ٹیکس معاف ۵ء۵ فیصد سود سالانہ دیا جاتا ہے۔

باندرہ، کھار علاقوں میں راشن دکان

ریاستی حکومت کی ایک اسکیم کے تحت رعایتی قیمتوں پر ضروری اشیاء، عوامی تقسیم کاری کے ذریعہ غربت کی سطح سے نیچے زندگی گذارنے والے افراد کو مہیا کی جائیں گی، جس کے لئے بجٹ میں ۱۰ کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔

ڈاکٹر وی۔ سبرامنیم، وزیر خوراک اور شہری رسد نے اس بات کا اعلان ۶ رجون کو باندرہ (مشرقی) اور کھار (مشرقی) کے لئے ایک نئے راشننگ آفس نمبر ڈی/۲۹ کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا۔ اس سے قبل باندرہ (مغربی) میں واقع راشننگ آفس نمبر ڈی/۲۲ سے یہ علاقے ملحق تھے۔

آپ نے کہا کہ حکومت عارضی راشن کارڈوں کو مستقل بنانے کے لئے ہمدردی کے ساتھ غور کر رہی ہے۔

راشن کارڈوں کی تصدیق سے متعلق آپ نے کہا کہ ریاست بھر میں بناوٹی راشن کارڈوں کا پتہ چلانے کے لئے، جو ایک اندازے کے مطابق ۱۵ سے ۲۰ فیصد ہیں، جانچ کا کام اسی ماہ یا آئندہ ماہ شروع کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ دو ریجنل راشننگ آفس، ممبئی راشننگ علاقہ کے لئے بالترتیب موجودہ مالی سال اور آئندہ مالی سال کے دوران کھولے جائیں گے۔

غیر تسلی بخش کیس سپلائی سے صارفین کی پریشانی کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر وی. سبرامنیم نے کہا کہ حکومت جلد ہی موجودہ صورت حال پر قابو پا لے گی۔

اس سے قبل شری وتارا احمد مومن نائب وزیر خوراک اور شہری رسد نے کہا کہ حکومت زیادہ سے زیادہ تعداد میں راشن کی دکانیں کھولنے کی کوشش کر رہی ہے۔

آپ نے کہا کہ نئے راشن آفس کے لئے مہاراشٹر ہاؤسنگ بورڈ نے جگہ مہیا کی ہے جس کے تحت علاقے کے ۳۷ راشن دکانات ہیں جس کے حلقۂ اثر میں ۴۰۷،۱۴ راشن کارڈ اور ۲،۴۱،۰۶۸ یونٹیں ہیں۔

اس تقریب میں ممبران اسمبلی میونسپل کونسلرز ریاست کے محکمۂ خوراک اور شہری رسد کے افسران اور دیگر لوگ حاضر تھے۔

شری ایس. ایل. کلکرنی نے مہمانوں کا استقبال کیا۔ شری ایم. وی. مہاسلیکر نے شکریہ ادا کیا۔

مردم شماری افسران کو میڈل

شری پی. پدمنابھا، رجسٹرار جنرل اور مردم شماری کمشنر انڈیا کے ہاتھوں ۲۲ مئی کو ایک سادہ سی تقریب میں مہاراشٹر کے ۹ ڈپٹی کلکٹران کو سال برائے ۱۹۸۱ء میں مردم شماری سے متعلق اعلیٰ کارکردگی پر چاندی کے تمغے اور توصیفی اسناد تقسیم کئے گئے۔

شری پدمنابھا نے افسران کے قومی جذبہ کی تعریف کی اور ریاستی حکومت کے تعاون کا شکریہ ادا کیا۔

اس سے قبل شری پی. پی. مہالے، ڈائرکٹر مردم شماری مہاراشٹر نے ریاست میں مردم شماری کے کام کی تفصیلات بیان کیں۔

شری ڈی. وی. کلکرنی ریجنل ڈپٹی ڈائرکٹر مردم شماری، ناندیڑ نے شکریہ ادا کیا۔

اس موقع پر ڈاکٹر ایم. بولہ، جوائنٹ رجسٹرار جنرل، انڈیا، اور شری چھابا، ڈائرکٹر آف سنسز آپریشن، گجرات موجود تھے۔

منترالیہ میں داخلے کے اوقات میں تبدیلی

حکومت مہاراشٹر کے فیصلہ کے مطابق اب عام اشخاص کے لئے داخلہ پاس کے ذریعہ منترالیہ میں داخلے کا وقت دوپہر دو بجے کے بجائے ۲ بجکر ۳۰ منٹ کر دیا گیا ہے۔

یہ پابندی موجودہ اور سابق ممبران پارلیمنٹ، ممبران اسمبلی، کونسل نیز افسران، پبلک سیکٹر ادارے جات پر، جو حکومت مہاراشٹر اور حکومت ہند سے وابستہ ہیں، عائد نہیں ہوگی۔ البتہ ممبران پارلیمنٹ، ممبران اسمبلی اور کونسل اگر کسی وفد کو منترالیہ لانا چاہتے ہوں تو وہ صرف ۲ بجکر ۳۰ منٹ کے بعد ہی لا سکتے ہیں۔

خاندانی منصوبہ بندی میں مہاراشٹر کی اعلیٰ کارکردگی

مرکزی وزیر صحت کی وزیر اعلیٰ کو مبارکباد

شری بی. شنکر راؤ آنند مرکزی وزیر صحت اور خاندانی منصوبہ بندی نے مہاراشٹر کے خاندانی منصوبہ بندی پروگرام میں سال برائے ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران اعلیٰ کارکردگی کی تعریف کی۔

بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے کے نام اپنے ایک مکتوب میں وزیر موصوف نے مہاراشٹر کے طریقۂ کار کی تعریف کرتے ہوئے مزید بہتر اقدامات کرنے کا مشورہ دیا۔ آپ نے خاندانی منصوبہ بندی کو غریبوں کے معیارِ زندگی میں بہتری پیدا کرنے کی اہم کڑی قرار دیتے ہوئے اُمید ظاہر کی کہ ریاست مہاراشٹر خاندانی منصوبہ بندی پروگرام کی کامیابی اور فروغ کے لئے اسی طرح تندہی سے عمل پیرا رہے گی۔

آپ نے اس بات پر زور دیا کہ یہ پروگرام بغیر کسی جبر کے، رضاکارانہ طور سے جاری رکھا جائے۔ آپ نے مشورہ دیا کہ خاندانی منصوبہ بندی پروگرام قبول کرنے والوں کی طبی ضروریات کا پورا خیال رکھا جائے۔

حکومت ہند نے ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران مہاراشٹر کے لئے ۲٫۹۵ لاکھ نسبندی کا نشانہ مقرر کیا تھا جبکہ ریاستی حکومت نے اس سے زیادہ ۴٫۶۵ لاکھ نشانہ مقرر کرکے ۴،۹۱،۷۲۶ نسبندی تک کامیابی حاصل کی ہے۔

اس طرح یہ کارکردگی مرکزی اور ریاستی حکومت کے مقرر کردہ نشانوں کا بالترتیب ۱۶۶٫۴ فیصد اور ۱۰۵٫۷ فیصد ہے۔

حکومت ہند نے سال برائے ۸۳-۱۹۸۲ء کے لئے ۴٫۷۳ نسبندی نشانہ مقرر کیا ہے۔ ریاستی حکومت عوام کے رضاکارانہ طور سے تعاون کے ذریعہ اس نشانے کو مکمل کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

پربھنی میں سہ لسانی مشاعرہ

کوی سمیلن مشاعرہ سمیتی، پربھنی کے زیر اہتمام حال ہی میں ایک یادگار کل ہند اردو مشاعرہ منعقد کیا گیا۔ جس کی صدارت شری ایس. ایس. کوٹھاری، کلکٹر پربھنی نے فرمائی۔ معروف و ممتاز شعراء حضرات، جن میں پروفیسر وسیم بریلوی، جوگا سنگھ انور، رازؔ الہ آبادی، انور جلال پوری، انور بڑودوی، شاذ تمکنت، قمر اقبال، ناظم انصاری، راحت اندوری کے نام قابلِ ذکر ہیں، اپنے شگفتہ کلام سے سامعین کو محظوظ کیا۔ یہ ادبی محفل صبح ۴ بجے اختتام پذیر ہوئی۔ نظامت کے فرائض ڈاکٹر ملک زادہ منظور احمد نے انجام دیئے۔ پروفیسر محمد غوث نے شکریہ ادا کیا۔



کوی سمیلن مشاعرہ سمیتی، پربھنی کے زیر اہتمام پربھنی میں تیسرے سہ لسانی کل ہند مشاعرہ کے سلسلہ میں ایک کل ہند اردو مشاعرہ منعقد ہوا۔ اس موقع کی تصویر میں دائیں سے بائیں، جوگا سنگھ انور، صدر مشاعرہ شری ایس. ایس. کوٹھاری، رازؔ الہ آبادی، انور جلال پوری، پروفیسر وسیم بریلوی، کنوینر مشاعرہ پروفیسر جناب تراب علی اور انور بڑودوی۔

سالانہ تقریب

انجمن اسلام، بمبئی

گورنر، شری آئی۔ ایچ۔ لطیف کی شرکت

انجمن اسلام، بمبئی تقریباً سو سال سے علمی، تعلیمی اور سماجی میدان میں سرگرمِ عمل ہے، اور ملک و قوم کی بیش قیمت خدمات انجام دے رہی ہے۔ فی الحال اس کی نگرانی میں متعدد مسلم اوقاف اور ایک درجن سے زائد تعلیمی، فنی اور سماجی ادارے خوش اسلوبی سے اپنا کام انجام دے رہے ہیں۔ ان تعلیم گاہوں سے سیکڑوں طلباء اور طالبات علم و ہنر حاصل کرکے دیس بدیس پھیلے ہیں، مختلف شعبوں میں چھوٹے بڑے عہدوں پر فائز ہیں اور لگن و محنت سے کام کرکے ملک و قوم کا نام روشن کر رہے ہیں۔

اس کارگذار انجمن کی سالانہ تقریب ۲۹ مئی ۱۹۸۲ء کو منائی گئی
ں سال حسبِ روایت انجمن کے متعدد تعلیمی منصوبہ جات کی توسیع
ٰنی کے لیے فنڈ جمع کرنے کی غرض سے پروگرام وضع کیا گیا تھا۔
اس پروگرام کے تحت ۲۹ مئی کو شب میں، وی۔ ٹی اسٹیشن کے
امنے واقع انجمن اسلام، بمبئی کی عظیم الشان عمارت کے لان پر جلسہ،
وت طعام اور محفلِ موسیقی کا اہتمام کیا گیا تھا جس میں گورنر مہاراشٹر
ری ادریس حسن لطیف اور محترمہ بیگم بلقیس لطیف نے مہمانِ خصوصی
حیثیت سے شرکت فرمائی۔

اس موقع پر اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے گورنر موصوف نے
من اسلام سے اپنی وابستگی اور اس کی شاندار کارگذاری پر
مرت کا اظہار کیا اور مختلف سرگرمیوں میں اپنی طرف سے ہر طرح
امداد و اعانت کا یقین دلایا۔

گورنر موصوف نے سووینئر کی رسم اجراء بھی ادا کی، جو اس موقع پر انجمن نے مرتب اور جاری کیا۔

ابتدا میں صدر انجمن جناب معین الدین حارث نے اپنی استقبالیہ تقریر میں ادارہ کی سرگرمیوں پر روشنی ڈالی۔ معطئین اور ہمدردان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے آپ نے بہ مسرت یہ اعلان کیا کہ فی الحال

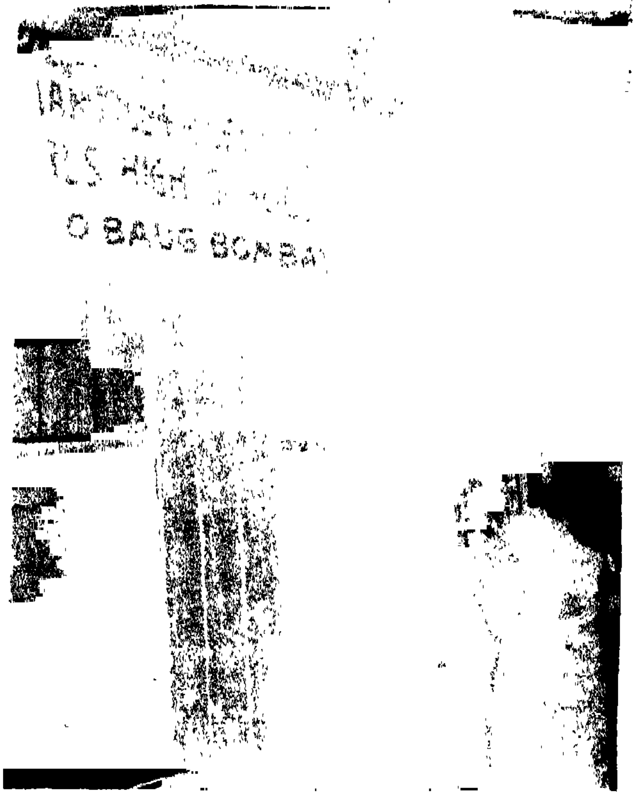


سالانہ تقریب انجمن: شری ادریس حسن لطیف، گورنر مہاراشٹر، خطاب کرتے ہوئے۔

ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ رقم جمع ہو چکی ہے۔ آپ نے یہ اُمید ظاہر کی کہ ان سب مخیر حضرات کی جانب سے امداد و اعانت ادارہ کو آئندہ بھی حاصل رہے گی۔

جناب عبدالمجید پاٹکا، آنریری جنرل سکریٹری، انجمن اسلام نے شکریہ ادا کیا۔

اس سال تقریب کے موقع پر انجمن نے یہ فیصلہ کیا کہ سیف طیب جی مرحوم کی پندرہ بیس سالہ بے لوث خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے شہر بمبئی میں اپنے سب سے پہلے لڑکیوں کے مدرسہ انجمن اسلام صابو باغ گرلز ہائی اسکول کا نام تبدیل کر کے انجمن اسلام سیف طیب جی گرلز ہائی اسکول رکھا جائے۔



۳۱ مئی کو مذکورہ ہائی اسکول کے ہال میں منعقدہ تقریب میں اہلیہ گورنر بیگم بلقیس لطیف نے مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے شرکت کی۔ آپ نے نئے نام کی تختی کی رسمِ نقاب کشائی ادا کرنے کے بعد حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے خواتین کی تعلیم پر زور دیا اور اسکول کی توسیع و ترقی پر دلی مسرت کا اظہار کیا۔ آخر میں آپ نے دُعا کی کہ یہ مدرسہ سدا یوں ہی پھلتا پھولتا رہے۔

جناب بدر طیب جی (ریٹائرڈ آئی سی ایس) نے صدارت کے فرائض انجام دیئے۔ پرنسپل صاحبہ نے شکریہ ادا کیا۔

انجمن اسلام، بمبئی نے شری معین الدین حارث کی تحریک پر گذشتہ دو سال سے "سیرت تقاریر" کا مبارک پروگرام شروع کیا ہے۔ اس سال انجمن کی دعوت پر پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی، ڈائرکٹر، ڈاکٹر ذاکر حسین اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی، تشریف لائے تھے۔ موصوف نے ۲۸ ر اور ۳۰ ر مئی کو انجمن اسلام کے زیر اہتمام منعقدہ دو نشستوں میں 'سیرت نبوی' پر بصیرت افروز مقالے پڑھے۔ اس موقع پر صابو صدیق پالی ٹیکنک بمبئی کے طلبہ کی لٹریری سوسائٹی نے بھی پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی صاحب کو مدعو کیا اور ان کے زرّیں خیالات سے مستفیض ہوئے۔



صابو صدیق پالی ٹیکنک کے طلبہ کی لٹریری سوسائٹی کے زیر اہتمام نشست میں پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی، ڈائرکٹر، ڈاکٹر ذاکر حسین اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی، خطاب کرتے ہوئے۔ تصویر میں آپ کے دائیں طرف جناب معین الدین حارث، صدر انجمن، پرنسپل کے۔ قادر حسین، شری سرفراز احمد خاں آرزو (مدیر، روزنامہ ہندستان)، شری عبدالوحید خاں جامعی (سب ایڈیٹر، قومی راج) اور دیگر حضرات دیکھے جا سکتے ہیں۔



سابق وزیراعظم ہند آنجہانی پنڈت جواہر لال نہرو کی ۱۸ ویں برسی کے موقع پر منترالیہ بمبئی میں ۲۷ مئی کو ایک تعزیتی جلسہ میں انھیں دلی خراجِ عقیدت پیش کیا گیا۔ زیرِ نظر تصویر میں وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے پنڈت جی کی تصویر پر پھول مالا ڈالتے ہوئے۔ وزیر اعلیٰ نے اس "اُرن" پر بھی گلاب کی کلیاں نچھاور کیں جس میں پنڈت جواہر لال نہرو کی راکھ رکھی ہے۔

خبریں - تصویروں میں

گورنر مہاراشٹر، شری آئی۔ ایچ۔ لطیف نے حال ہی میں راج بھون بمبئی میں شری ویلاس راؤ پاٹل کرک لیکر کی زیرِ قیادت ضلع کولہاپور کے سابق فوجیوں کے ایک وفد سے ملاقات کی۔ وفد نے گورنر موصوف کو ملازمت سے سبکدوشی کے بعد فوجی افراد کو درپیش مسائل سے متعلق ایک یادداشت پیش کی۔ زیرِ نظر تصویر میں گورنر موصوف وفد کے اراکین سے باتیں کرتے ہوئے۔





ہندی فلموں کے مقبول موسیقار شری نوشاد علی کو دادا صاحب پھالکے ایوارڈ حاصل کرنے پر مہاتما پھلے ایجوکیشن سوسائٹی کی طرف سے ۲۱ مئی کو تاج محل ہوٹل، بمبئی میں استقبالیہ دیا گیا۔ زیر نظر تصویر میں گورنر مہاراشٹر شری آئی۔ ایچ۔ لطیف کی اہلیہ شریمتی بلقیس لطیف شری نوشاد علی کو مان پتر پیش کر رہی ہیں۔ بائیں جانب شریمتی نوشاد علی دیکھی جا سکتی ہیں۔



شریمتی شردچندریکا پاٹل، وزیر برائے تعلیم پونے میں سیکنڈری ایجوکیشن بورڈ کے آفس میں نصب کمپیوٹر کا افتتاح کر رہی ہیں۔ زیر نظر تصویر میں شری پی۔ ڈی۔ مہاجن، بورڈ کے چیرمین، وزیر موصوفہ کو افتتاح کرتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔



وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے مہاراشٹر
اسٹیٹ کوآپریٹو کی ۲۹ ویں کانفرنس کا روایتی
دیپ جلا کر افتتاح کر رہے ہیں۔ یہ تقریب
۲۰ مئی کو اورنگ آباد میں منعقد ہوئی تھی



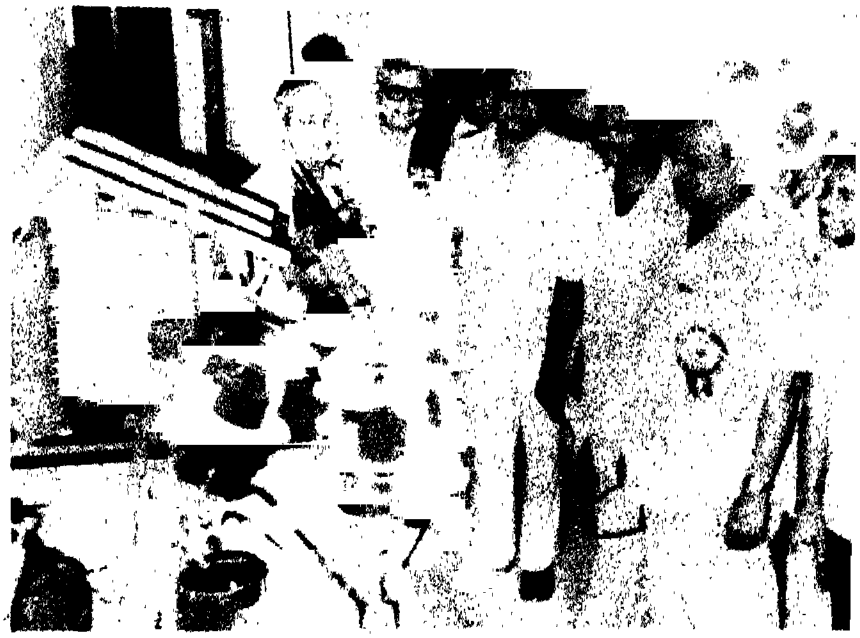
کوآپریٹو کانفرنس میں شریک مندوبین



ڈاکٹر بلی رام ہیرے، وزیر برائے سمنٹ
امہ نے حال ہی میں ضلع بنڈارہ کے نا
امگاؤں میں عورتوں اور بچوں کے لئے
ضلع ہسپتال کے عام مریض شعبہ کا
افتتاح کیا۔ اس توسیعی شعبہ کی تعمیر پر
۱۱ لاکھ روپے خرچ ہوئے ہیں۔ یہاں پر
ایک ہزار مریضوں کے لئے طبی امداد مہیا
کی جائے گی۔ تصویر میں شری شیواجی راؤ
دیوکھے نائب وزیر برائے پبلک ورکس،
شری ایسر گروجی، ایم۔ ایل۔ سی۔ شریمتی
شردھا تائی تاپرے، ایم۔ ایل۔ اے اور
ڈاکٹر شریمتی سدھا بھوسلے، میڈیکل
سپرنٹنڈنٹ نظر آ رہی ہیں۔



ڈاکٹر دی. سبرامنیم، وزیر مالیات، منصوبہ بندی، خوراک اور شہری رسد ۱۴ مئی کو ماہم، بمبئی میں ہینڈلوم ہاؤس کی شاخ کا افتتاح کر رہے ہیں۔ شہر میں یہ آل انڈیا ہینڈلوم فیبرکس مارکیٹنگ کوآپریٹیو سوسائٹی کا دوسرا ہینڈلوم ہاؤس ہے۔



مہاراشٹر انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن تھانے کے احاطہ میں ۲۶ مئی کو ایک نمائش کا افتتاح شری ایس۔ این دیسائی، وزیر مملکت برائے صنعت نے کیا۔ اس نمائش میں ۲۰۰ نیا راشیاء پیش کی گئی تھیں جن کی مہاراشٹر اسٹیٹ الیکٹریسٹی بورڈ کو ضرورت پڑتی ہے۔ اس نمائش کا اہتمام ایم۔ ایس ایس۔ آئی۔ ڈی۔ سی؛ ایم۔ ایس۔ ای۔ بی، اور تھانے اسمال اسکیل انڈسٹریز سنگھ تھانے کی طرف سے مشترکہ طور پر کیا گیا تھا۔



شری ویلاس راؤ دیشمکھ، وزیر مملکت برائے زراعت اور امداد باہمی، حال ہی میں پونے کونسل ہال میں منعقدہ ممبران پارلیمنٹ، ممبران اسمبلی، ضلع پریشد کے عہدیداران اور پونے حلقۂ محصول کے افسران سے خطاب فرما رہے ہیں۔ اس اجلاس میں سال ۸۳-۱۹۸۲ء کے فصل خریف پروگرام نیز سال ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران فصل ربیع پروگرام کی عمل آوری پر نظر ڈالی گئی۔ ڈویزنل کمشنر، شری پربھاکر کرندیکر اور زراعت کے ڈائرکٹر، شری سُریش کمار بھی تصویر میں نظر آ رہے ہیں۔



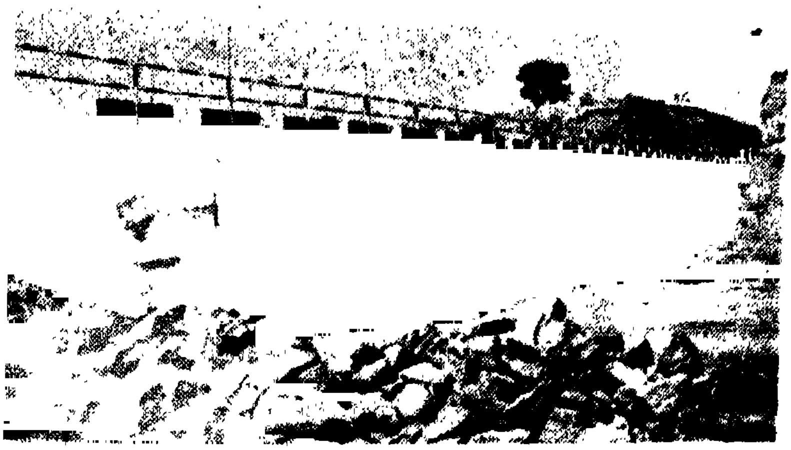
چیف سکریٹری، شری پی۔ جی۔ گوائی نے ۲۹ مئی کو برہانی کالج آف آرٹس اینڈ کامرس میں کاروباری رجحان سے متعلق ورکشاپ کا افتتاح کیا۔ زیر نظر تصویر میں آپ حاضرین سے خطاب فرما رہے ہیں۔



مہالکشمی جے سینز نے ۲۶ مئی کو سیجوالیہ جمخانہ، بمبئی میں ایک روزہ نمائش کا اہتمام کیا جس کا مقصد معذوروں کی جماعت کیلئے فنڈ اکٹھا کرنا تھا۔ زیر نظر تصویر میں ڈاکٹر وی سبرامنیم، جنھوں نے اس نمائش کا افتتاح کیا۔ نمائش میں رکھی گئی اشیاد وغیرہ دیکھ رہے ہیں۔ اس نمائش میں رکھی گئی بیشتر اشیاء معذوروں ہی نے بنائی تھیں جو خاندانی منصوبہ بندی سے متعلق تھیں۔



شریمتی شرد چندریکا پاٹل، وزیر تعلیم، قصبہ کے موراںڈی مقام پر جالنہ میونسپل کونسل کے سماج مندر کے بھومی پوجن، موقع پر کھدائی کرتے ہوئے۔ زیر نظر تصویر میں شری موہن لال جی گوییچا، ایم۔ ایل۔ اے، جنھوں نے اس تقریب کی صدارت کی، شری مانک چندجی بوتھرا اور شری پرکاش چندر بھکڑ بالترتیب صدر اور نائب صدر، جالنہ میونسپل کونسل اور چیف ایگزیکیٹو افسر شری ہوبریکر نظر آرہے ہیں۔



ضلع بلڈانہ کے مقام کھام گاؤں۔ دَرَو ندبیں گیان گنگا ندی پر پل، جو ۸،۵۰ لاکھ روپے کی لاگت سے تعمیر ہوا ہے۔ اس پل کا افتتاح حال ہی میں ڈاکٹر بلی رام ہیرے وزیر صحت عامہ نے کیا تھا۔



UMIRAJ : **Regd. No. MH-BY South-544** *Licence No. 89 for ' without prepayment of postag*

قومی راج

۲۵ جون ۱۹۸۲ء 25-6-82







"عطیۂ چشم ۔ ایک نیک کام"

شری نارائن کیشو نائیک، جنھوں نے اپنی زندگی میں ایک آنکھ، اور معصوم بچی کماری پیری مل وہتانے موت کے بعد اپنی دونوں آنکھوں کا دان دے کر دو نابینا اشخاص کی تاریک زندگی کو دوبارہ اُجالا بخشا۔ بیشک آنکھوں کا دان دے کر ہم بھی سماج کے کچھ احسانات کا بدلہ چکا سکتے ہیں۔

درشٹی دان دیوس (یوم عطیۂ چشم) نمبر

جلد ۹ * شمارہ نمبر ۱۲

۲۵ جون ۱۹۸۲ء

قومی راج

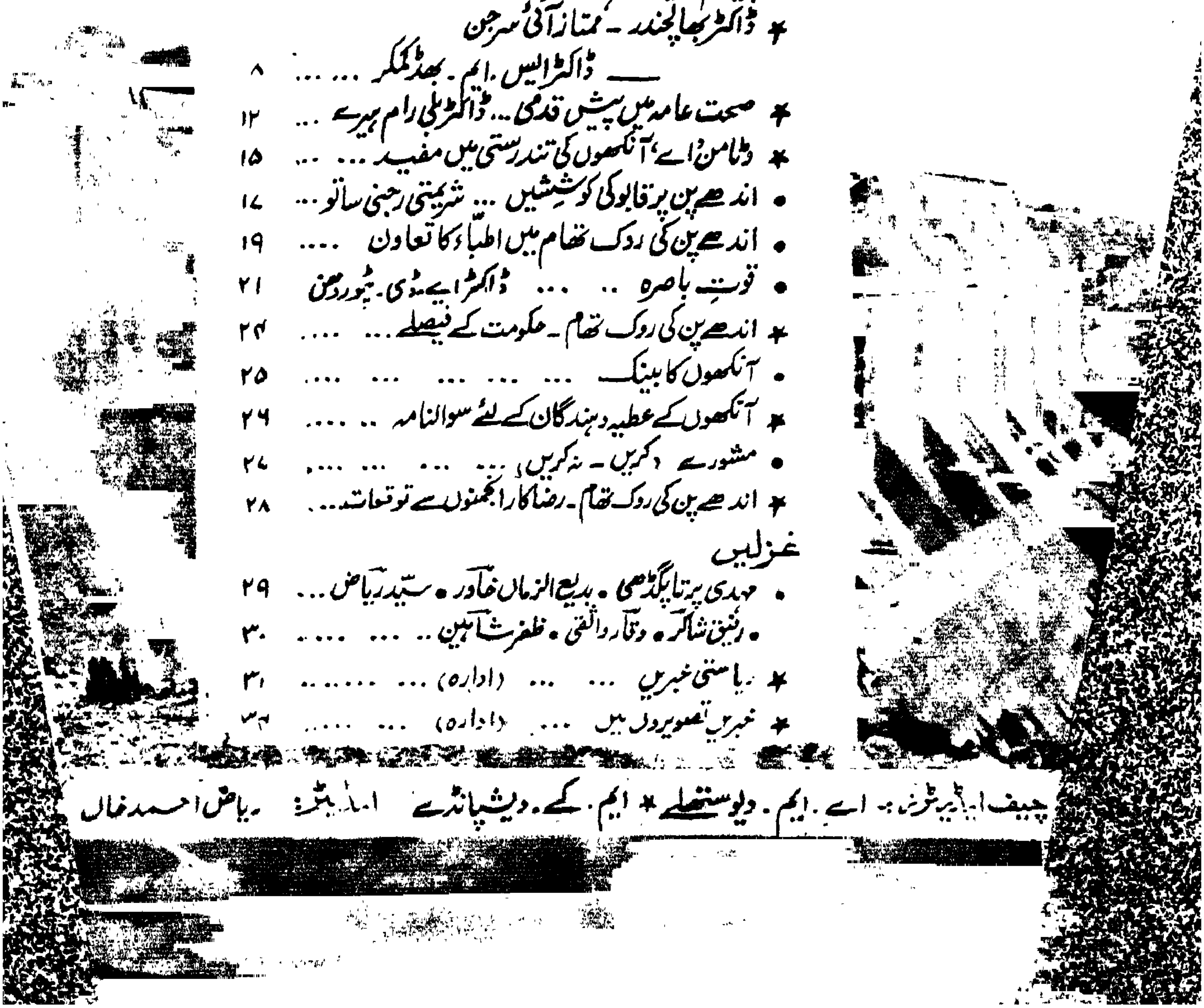
• ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے
سالانہ: دس روپے * فی کاپی: پچاس پیسے

25/6/82

ترتیب

صفحہ نمبر

چیف ایڈیٹر: اے. ایم. دیوستھلے * ایم. کے. دیشپانڈے اسسٹنٹ ایڈیٹر: ریاض احمد خاں





سید اظہر حسین ہاشمی
نعمت اللہ روڈ، امین آباد، لکھنؤ (یو۔پی)

"قومی راج" کی چار اشاعتوں کے پرچے موصول ہوئے۔ اس نوازش کا شکریہ۔ رسالہ قومی راج پندرہ روزہ ہے۔ ورنہ علی العموم رسالے ماہنامہ کی شکل میں اشاعت پذیر ہوتے ہیں۔ ایک ماہ کا انتظار بڑا صبر آزما ہوتا ہے۔ اگر قسط وار مضمون شائع ہو رہے ہوں تو دوسری قسط کے لئے ایک ماہ کا انتظار بےچینی پیدا کرتا ہے۔ اس لحاظ سے "قومی راج" دوسرے رسالوں پر فوقیت رکھتا ہے۔ اور قابلِ تقلید ہے۔ اس کی دو اشاعتوں کی ضخامت شامل کی جائے تو کسی ماہنامے سے کم نہیں ہے۔ سرورق دوسرے سرکاری پرچوں کے مقابلہ میں خوشنما ہوتا ہے۔ تصاویر اپنی دیدہ زیبی میں نمایاں مقام رکھتی ہیں۔ کاغذ سفید چکنا، کتابت روشن اور طباعت صاف ہے کسی زمانہ میں "مخزن" لاہور (حفیظ جالندھری کی ادارت والا) اور "زمانہ" کانپور اس اہتمام سے شائع ہوتا تھا، یا دلی کا ہفت روزہ "ریاست"۔

"قومی راج" کے مضامین میں تنوع ہے۔ سرکاری رسائل زبان و بیان اور انتخابِ مضامین کے لحاظ سے روکھے پھیکے ہوتے ہیں، قومی راج اس بدعت سے پاک ہے۔ قاری کی دلچسپی اور استفادہ کا التزام بھی ہے۔ اچھے اخبار کا معیار یہ ہے کہ اس سے دوسرے اخبار ایڈٹ کرنے میں اعانت حاصل ہو۔ اور اچھا رسالہ وہ ہے جس کے مضامین اقتباس کئے جائیں۔ اگر ایسا ہوتا ہے تو کسی کو کیا خبر، یہ مضمون "قومی راج بمبئی کی خوشہ چینی کا مرہونِ منت ہے۔ رسالے والے یونہی کیا کم "چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد" کے کھلاڑی ہوتے ہیں، کہ آپ نے یہ اعلان کرکے کہ "قومی راج کے مضامین بلاحوالہ شائع کئے جا سکتے ہیں" ان کو سرقہ کی دعوت دے رکھی ہے۔ یہ اعلان نہ ہوتا تو قومی راج کے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی اور آپ کے رسالہ کا نام ہوتا۔

بہرحال میں نے قومی راج کے مضامین پڑھے، بعض کاوش و تحقیق سے لکھے گئے ہیں۔ میں بھی انشاء اللہ کوشش کروں گا کہ قومی راج کی پنچایت میں گاہے گاہے حاضری کا شرف حاصل کرتا رہوں۔ زیادہ ادب۔

★

حکیم عزیز قدوسی
شاہی دواخانہ۔ کامٹی

"قومی راج" کا ہر شمارہ گوناگوں خوبیوں کا حامل ہوتا ہے لیکن ایک خاص بات جو اس میں ہے وہ یہ ہے کہ یہ پرچہ گروپ بندی اور صوبائی تعصب سے بالاتر ہوکر ہر صوبے کے لکھنے والوں کو اپنے ساتھ لے کر برابر ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے جو ایک قابلِ تقلید اقدام ہے۔

عاجز ہنگن گھاٹی
نزد لکشمی ٹاکیز، ہنگن گھاٹ، ضلع وردھا

"قومی راج" ہر دفعہ اپنے دامن میں گوناگوں تبدیلیاں لئے نظر نواز ہو رہا ہے۔ یہ وہی پرچہ ہے جو کبھی اپنی ابتدائی منزلوں میں ادبی مواد کے اعتبار سے قارئین کے ذہنوں میں اختصار کی تشنگی چھوڑ جایا کرتا تھا۔ مگر آج تو سیاسی اور سماجی تقاضوں کے باوجود بھی آسمان قرطاس کو ادبی چاند ستاروں سے اس قدر مزین کئے ہوئے ہے کہ آنکھیں چوندھیا جاتی ہیں۔

زیر نظر شمارے میں مقالات کی شفق زار شام، جدید غزلوں کی حسین دھنک اور تبصرے کی چمکیلی دھوپ آپ کی جانفشانی کی غمازی کرتی نظر آ رہی ہیں۔

اردو کی آبیاشی کے لئے جو خونِ دل آپ صرف کر رہے ہیں وہ ایثار ناقابلِ فراموش ہے۔ میری جانب سے مبارکباد قبول فرمائیں۔

• **طلعت جہاں**
معرفت ہمدرد ایجنسی۔ بکسر (بہار)

جانوروں سے متعلق "قومی راج" کا خصوصی نمبر زیر مطالعہ رہا۔ آپ کے ادارے اور اس میں شامل قلم کاروں نے اس شمارہ کی زیبائش اور آرائش میں بڑی کاوش کی ہے۔ غزلیات کا انتخاب بھی عمدہ ہے۔ حرمت الاکرام، احمد صدیقی، مختار، ایس ایم سلیم اور علاء الدین جیسا بڑے صاحبان کو ان کی معیاری اور دلچسپ کاوشات کے لئے دلی مبارکباد۔

★

ڈاکٹر آر۔ایل۔ بھالچندر کی اہلیہ کے نام وزیر اعلیٰ کا نامۂ عقیدت

بمبئی ۱۰ رجون ۱۹۸۲ء

خاتونِ محترم

آج ہم آپ کے پتی آنجہانی ڈاکٹر رام چندر لکشمن بھالچندر کو خراجِ عقیدت پیش کر رہے ہیں، جنھوں نے نابیناؤں کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کردیا تھا، اور عمر بھر دل و جان سے اس کام میں لگے رہے۔ ڈاکٹر بھالچندر کی بےلوث خدمات کی وجہ سے مہاراشٹر کے عوام ان کے مرہون منت ہیں۔

ریاستی حکومت نے ڈاکٹر بھالچندر کی یاد تازہ رکھنے کے لئے ہر سال ۱۰ رجون کو، جو آنجہانی کی پیدائش اور ان کی وفات کا بھی دن ہے، بطور "درشٹی دان دیوس" منانے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ اس موقع پر لوگوں کو آنکھوں کی حفاظت اور اندھے پن کی روک تھام کی تعلیم دی جاسکے۔ اس دن متعلقہ امور میں بہترین کارگذاری پر افراد اور تنظیموں کو انعامات دیئے جائیں گے۔ اس کے علاوہ کسی ضلع میں اندھے پن کی روک تھام کے سلسلہ میں بہترین کارکردگی پر مذکورہ ضلع کو ڈاکٹر بھالچندر کے نام سے منسوب شیلڈ دی جائے گی۔

آپ کو اس معروف 'آئی سرجن' کی شریکِ حیات ہونے کی سعادت حاصل ہے، جنھوں نے غریبوں کی خدمت کو اپنی زندگی کا مشن بنایا تھا، انسانی خدمت کے اس عظیم کام میں اپنے پتی کے ساتھ بےبہا دستِ تعاون پیش کرنے پر آپ قابلِ احترام ہیں۔

میں ایک مرتبہ پھر اس عظیم انسان کو خراجِ عقیدت پیش کرتا ہوں۔

بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے
(وزیر اعلیٰ مہاراشٹر)

[آنجہانی ڈاکٹر آر۔ایل۔ بھالچندر کی اہلیہ شریمتی پرمیلا تائی بھالچندر کے نام وزیر اعلیٰ مہاراشٹر بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے ۱۰ رجون کو "درشٹی دان دیوس" (یومِ عطیۂ چشم) کے موقع پر مذکورہ نامۂ عقیدت روانہ کیا۔]

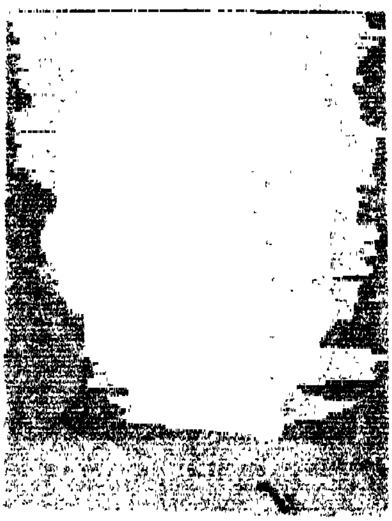


"چند امراضِ چشم اور اندھے پن کا علاج کیا جاسکتا ہے اور حفظانِ صحت اور خورد و نوش کے مخصوص اصول کی پابندی سے اُن کی روک تھام کی جاسکتی ہے جدید علاج و معالجہ اور جراحی کی بدولت آج ہم کئی ایک معاملوں میں بینائی واپس لانے میں کامیاب ہیں۔ بینائی سے محروم اشخاص کی تاریک زندگی میں روشنی لانے سے بڑھ کر اور کیا تحفہ ہوسکتا ہے۔

نئے ۲۰ نکاتی پروگرام میں شامل صحت عامہ کے تحت اندھے پن کی روک تھام اور علاج کو ایک ضروری اقدام کے طور پر اہمیت دی گئی ہے اس سلسلہ میں سرکاری کوششوں کو بارآور بنانے کے لئے عوام اور رضاکارانہ تنظیموں کا بھی تعاون حاصل ہونا چاہیئے۔

"مہاراشٹر نے عوامی خدمت، خصوصاً ان کی تکالیف دور کرنے میں اعلیٰ روایت قائم کی ہے۔ مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ حکومت مہاراشٹر نے 'درشٹی دان دیوس' منانے کا اہتمام کیا ہے۔ میں اس کی کامیابی کے لئے نیک خواہشات پیش کرتی ہوں۔"

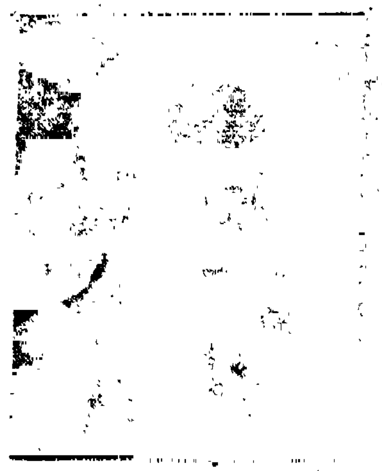
اِندرا گاندھی
وزیر اعظم



"ہماری آنکھیں اور بینائی قدرت کا بیش قیمت عطیہ ہیں۔ کتنے لوگ ایسے ہیں جو اس کی مناسب دیکھ بھال کرتے ہیں۔ یہ بڑے دُکھ کی بات ہے کہ دوسرے ممالک کے مقابلہ میں ہمارے دیس میں آبادی کے لحاظ سے نابینا اشخاص کی تعداد زیادہ ہے۔ صرف مہاراشٹر ہی میں نابینا اشخاص کی تعداد لگ بھگ ۸٫۵ لاکھ ہے۔ اندھے پن کے باعث پیداوار متاثر ہونے کے علاوہ نابینا اشخاص کی دیکھ بھال کے لئے ہمارے کمتر ذرائع پر کافی بار پڑتا ہے۔ اندھے پن کا روگ اسّی فیصد حد تک قابل علاج ہے اور اس کی روک تھام کی جاسکتی ہے۔ ہم اس کے علاج اور روک تھام کے انتظامات کو بڑھاکر اس بار کو ہلکا کرسکتے ہیں۔

یہ خوشی کی بات ہے کہ لوگوں میں انسانی دُکھ پر ہمدردی کا احساس بڑھ رہا ہے، مجھے خوشی ہے کہ حکومت مہاراشٹر نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ۱۰ر جون ۱۹۸۲ء کو "درشٹی دان دیوس" یعنی 'یوم عطیۂ چشم' منایا جائے اور سماجی کارکنوں اور رضاکارانہ جماعتوں کے تعاون سے 'آنکھ کیمپ' لگائے جائیں۔ مجھے اُمید ہے کہ یہ کوشش کامیابی سے ہمکنار ہوگی۔"

آئی۔ ایچ۔ لطیف
گورنر مہاراشٹر

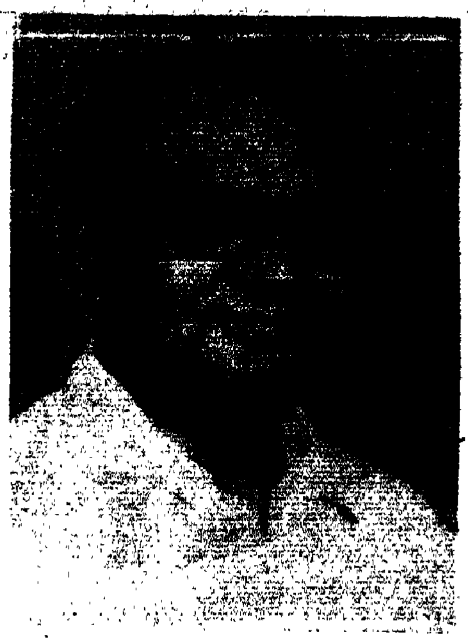


"مجھے خوشی ہے کہ حکومت مہاراشٹر ۱۰ جون کو "درشٹی دان دیوس" (یوم عطیۂ چشم) کے طور پر منارہی ہے، جس کا مقصد ۸۲-۱۹۸۱ء میں اندھےپن کی روک تھام اور دیگر امراضِ چشم سے متعلق طبی اقدامات کو واضح کرنا اور موجودہ سال میں اسے فروغ دینا ہے۔ مہاراشٹر نے ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران ایک لاکھ سے زائد آپریشن انجام دیکر اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ سماجی خدمت گذار رضاکارانہ تنظیمات اور بذاتِ خود مل جل کر اس پروگرام کو سرکاری سطح پر جاری رکھا جاسکتا ہے۔

ہمارے ملک میں قابلِ علاج نابینا، خصوصًا موتیابند کے شکار افراد کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ ایسے افراد کو بینائی واپس دلانا سماجی فرض ہے جو کہ محدود وسائل کے باوجود ممکن ہے، بشرطیکہ سماجی ادارے اور سرکاری ایجنسیاں مشترکہ طور پر جدوجہد کریں اور شہروں یا دیہی علاقوں میں آنکھوں کے طبی کیمپ منعقد کریں۔

میں مہاراشٹر کے عوام اور حکومت کو ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران اعلیٰ کارکردگی انجام دینے پر مبارکباد دیتا ہوں، اور اُمید کرتا ہوں کہ ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران یہ کوششیں مزید بارآور ثابت ہوں گی۔"

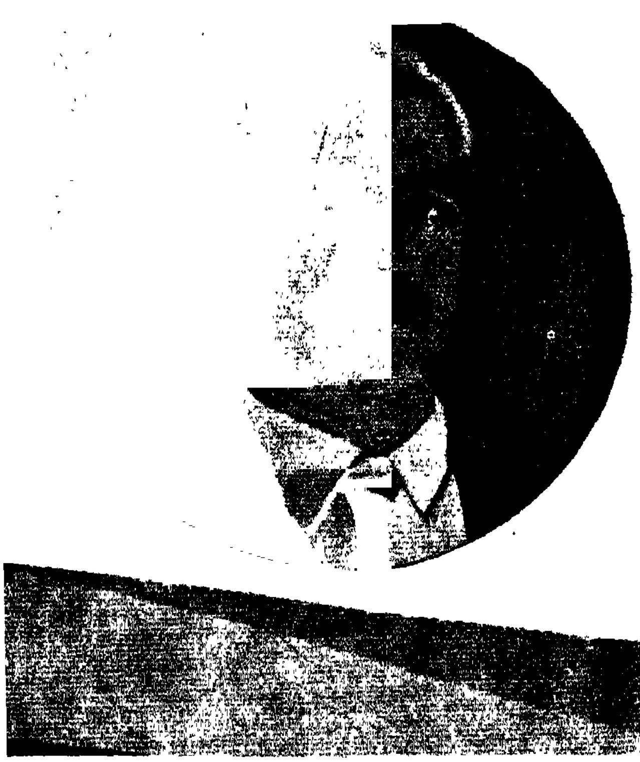
بی۔ شنکرانند
مرکزی وزیر صحت و خاندانی بہبود



"مہاراشٹر میں ۲۵ فیصد جسمانی معذور اندھے پن کا شکار ہیں اور تقریباً ۸۰ فیصد اشخاص قابل علاج اندھے پن کا شکار ہیں۔ اگرچہ ۱۹۸۱ء جو کہ بین الاقوامی "سال برائے معذور افراد" تھا، گذر چکا ہے اس کے باوجود نابینا معذوروں کے اندھے پن کے علاج کے لئے حکومت کی کوششیں اسی مستعدی سے جاری رہیں گی۔ اسی حصولِ مقصد کی خاطر اور نابینا اشخاص کی زندگی میں روشنی کی کرن اُجاگر کرنے کے لئے حکومت مہاراشٹر نے ہر سال ۱۰ رجون کو بطور "درشٹی دان دیوس" (یومِ عطیۂ چشم) منانے کا فیصلہ کیا ہے جس کے دوران آنکھوں کے طبیّ کیمپ منعقد کئے جائیں گے اور اس ضمن میں اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے اشخاص اور اداروں کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

میں تمام شہریوں، سماجی خدمتگذاروں، امراضِ چشم کے ماہر اطباء رضاکارانہ تنظیموں اور مقامی اداروں سے اس پروگرام میں حصہ لینے کی اپیل کرتا ہوں ان سبھوں کے سرگرم تعاون کی بدولت مجھے امید ہے کہ وہ دن دور نہیں جب مہاراشٹر میں قابلِ علاج اندھے پن کا شکار ایک بھی شخص اس معذوری میں بدستور مبتلا رہے۔"

بابا صاحب بھوسلے
وزیر اعلیٰ مہاراشٹر



ڈاکٹر آر۔ ایل۔ بھالچندر
ممتاز سرجنِ چشم

* ڈاکٹر ایس۔ ایم۔ بھنڈمکر
جائنٹ ڈائرکٹر آف ہیلتھ سروسیز،
(میڈیکل) بمبئی، مہاراشٹر

ایک نابینا بھیڑ بھاڑ کے وقت لاٹھی کے سہارے سڑک پار کر رہا ہے اُسے دیکھ کر ہمارے دل میں لمحہ بھر کے لئے ہمدردی کا احساس ضرور پیدا ہوتا ہے۔ لیکن نامور سرجنِ چشم ڈاکٹر بھالچندر کی زندگی میں یہ جذبہ وقتی نہیں بلکہ عمر بھر عملاً کار فرما رہا۔

نابینا اشخاص کی کسمپرسی اور مجبوری کو دیکھ کر ڈاکٹر بھالچندر کا دل بھر آتا۔ انھوں نے اپنی زندگی غریب نابینا اشخاص کے لئے وقف کردی۔ اُن کا نصب العین یہی تھا کہ نابیناؤں کی آنکھیں روشن رہیں۔ اور دُنیا کے حسن و نور سے وہ بھی لُطف اندوز ہوں۔ انھوں نے اپنی ماں سے یہ وعدہ کیا تھا کہ" وہ اپنی تمامتر لیاقت، صلاحیت اور مہارت نابینا اشخاص کی راحت اور بھلائی کے لئے صرف کریں گے۔"

ڈاکٹر بھالچندر نے اپنی ماں کو دیا ہوا یہ قول بخوبی نبھایا۔ انھوں نے سرجن کی حیثیت سے تیس سال خدمت کی اور تقریباً اسّی ہزار آئی آپریشن کئے۔ اس سے اُن کے خلوص، لگن اور جوشِ عمل کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کی نظر میں یہ محض جراحی عمل نہ تھا بلکہ اس کا مقصد یہی تھا کہ آنکھیں روشن ہوں، زندگی سے تاریکی چھٹ جائے اور اُجالا ہی اُجالا ہو جائے۔

ان کی اس خدمت اور اس کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ انھیں وہ ساز و سامان، امداد و اعانت اور سہولتیں حاصل نہ تھیں جو آج اندھے پن کی روک تھام کے لئے قومی پروگرام کے تحت حاصل ہیں۔ وہ بسا اوقات مُفت آپریشن کرتے اور میرا مشاہدہ ہے کہ اپنی جیب سے مریض کی غذا کے لئے پیسے دیتے۔ یہ خوبی کم ہی انسانوں میں نظر آئے گی۔

قومی راج
۲۵ر جون ۱۹۸۲ء



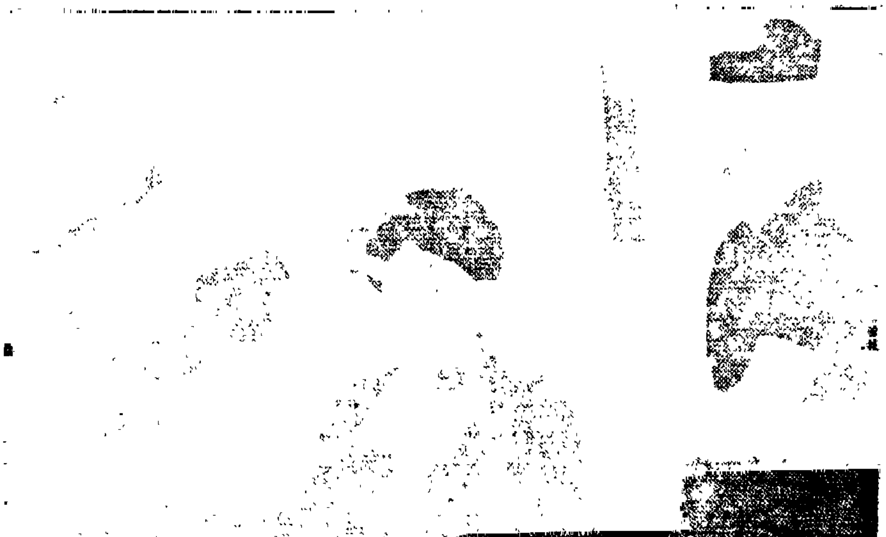
ڈاکٹر آر۔ ایل۔ بھالچندر کی دختر کی شادی کے موقع پر لی گئی اس تصویر میں بائیں سے دائیں آپ کی اہلیہ شریمتی پرمیلا بھالچندر صاحبزادے شریدھر، شری کانت، شری کرشنا اور سرینواس، دلہن بنی ہوئی آپ کی دختر اور ڈاکٹر بھالچندر۔

ڈاکٹر بھالچندر نے ۱۰ر جون ۱۹۲۴ء کو جنم لیا۔ آپ نے ۱۹۴۸ء میں "ایم۔ بی۔ بی۔ ایس" کی ڈگری حاصل کی جبکہ آپ کی عمر مشکل سے ۲۴ سال ہوگی۔ اسی سال آپ نے ڈسٹرکٹ جنرل ہسپتال عثمان آباد میں آنریری سرجن کی حیثیت سے سرکاری ملازمت اختیار کی۔

بعد ازاں آپ نے مختلف حیثیتوں سے ویجناتھ، پیٹھن، لاتور، جے۔ جے۔ ہسپتال، بمبئی، پربھنی اور ناشک میں خدمت انجام دی۔ ۱۹۷۶ء میں سول سرجن (ڈسٹرکٹ جنرل ہسپتال، عثمان آباد) کی حیثیت سے آپ کا تبادلہ ہوا۔ اس تمام عرصہ میں آپ آنکھوں کے علاج میں ہمہ تن مصروف رہے اور تادم آخر (۱۰ر جون ۱۹۷۹ء) اسی نیک کام میں لگے رہے جو آپ کو اور آپ کی والدہ کو سب سے زیادہ عزیز تھا۔

عجیب اتفاق:

یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ آپ کا انتقال اسی تاریخ کو ہوا، جبکہ آپ پیدا ہوئے تھے اور آپ کا مشنری کام عثمان آباد کے

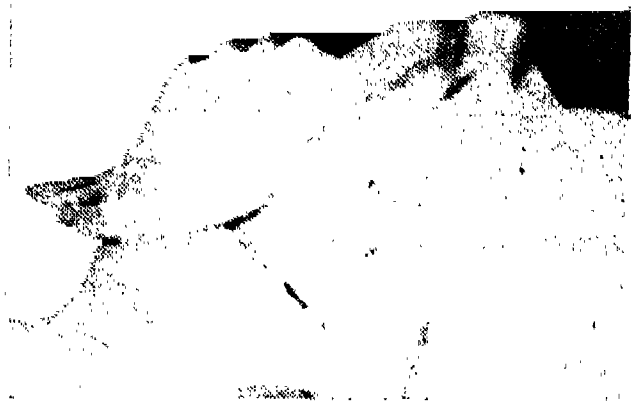


ڈاکٹر بھالچندر ایک مریض کی آنکھوں کا معائنہ کرتے ہوئے۔

ڈاکٹر، جس نے خود کوئی دوائی نہ لی!

ڈاکٹر بھالچندر کی زندگی کے اہم واقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے شریمتی پرمیلا بھالچندر نے بتایا کہ ڈاکٹر بھالچندر اپنی زندگی میں کبھی کسی ذہنی بیماری میں مبتلا نہیں ہوئے۔ وہ کبھی کبھار کام کی زیادتی کی وجہ سے نقصان، سردی بخار وغیرہ جیسے معمولی مرض کا شکار ہوئے۔ انھوں نے ہزاروں مریضوں کو روزانہ دوائیوں کے نسخے لکھ کر دیئے لیکن خود کبھی کوئی دوا نہیں لی۔ وہ جب بھی علیل ہوتے تو گرم پانی میں لیموں کا رس ملا کر پی لیا کرتے تھے اور ۷۔۸ گھنٹے آرام کرتے تھے اور اس قدر معمولی علاج کے بعد تازہ دم ہوکر پھر سے ہزاروں مریضوں کی طرف متوجہ ہوجاتے۔

وہ اکثر کہا کرتے تھے۔ "ڈاکٹر بہت خراب مریض ہے، اگر وہ بیمار ہوجائے تو وہ بد سے بدتر ہوجائے گا۔"



ڈاکٹر بھالچندر کے ہاتھوں انجام پائے آپریشنوں میں سے ایک جاری آپریشن

ہسپتال ہی میں اختتام پذیر ہوا، جہاں سے کہ آپ نے شروعات کی تھی۔ آپ کی رحلت کی خبر جب ہسپتال پہنچی تو صدمہ پہنچا۔ آپ کی انسانی خدمات پر ہر ایک میں بڑی قدر و منزلت تھی۔ آپ کے ماتحت کارکن آپ کی قدر کرتے تھے۔ ڈسٹرکٹ ہسپتال، ناشک کے درجۂ چہارم کے عملہ نے پیش قدمی کی اور فراخ دلی سے عطیات پیش کئے تاکہ اس رقم سے ان کے عزیز سول سرجن کے شایانِ شان یادگار قائم کی جائے مراٹھواڑہ یونیورسٹی میں میڈل برائے علم چشم جاری کیا گیا جو اُن کی انتہائی مقبولیت کا ثبوت ہے۔

اس عظیم سرجن کے شایانِ شان یادگار قائم کرنے کی غرض سے حکومت ہند نے ہر سال ۱۰ رجون کو درشٹی دان یعنی یوم عطیۂ چشم منانے کا فیصلہ کیا ہے۔ اندھے پن کی روک تھام کے کام میں لگے ہوئے

جُدائی ــــ ناقابلِ برداشت

ڈاکٹر بھالچندر نے مریضوں کے تئیں، رحمدلی اور انسانیت کے برتاؤ سے عوام کا دل جیت لیا تھا۔ آپ نے اُن کے دلوں میں ایک چھوٹی سی جگہ پیدا کرلی تھی لیکن لوگوں نے آپ کو اونچا مقام دیا۔ جب پربھنی سے آپ کا تبادلہ ہوا تو لوگوں سے آپ کی جُدائی برداشت نہ ہوسکی۔

جب آپ کا انتقال ہوا تو پربھنی میں آپ کے غم میں رضاکارانہ بند کا اہتمام کیا گیا۔



لائنس کلب، عثمان آباد کی طرف سے ڈاکٹر آر. ایل. بھالچندر کو آنکھوں کے مریضوں کو صحت یاب کرنے میں، آپ کی غیر معمولی خدمات کے اعتراف میں دیئے گئے استقبالیہ کی ایک تصویر۔

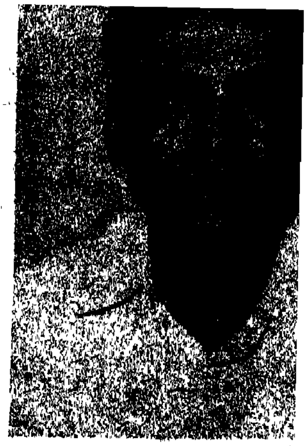
ریاست کے ایک سرکاری ہسپتال میں جاری آنکھ کا آپریشن۔

اشخاص اور اداروں کو بہترین کارگزاری پر انعامات دینے کی اسکیم وضع کی ہے۔ اس دن ریاست بھر میں 'آئی کیمپ' لگائے جائیں گے۔ حکومت نے طے کیا ہے کہ اندھے پن کی روک تھام کا کام پوری تندہی سے جاری رکھا جائے۔ اس مقدس دن ہر شخص کو یہ عہد کرنا چاہیئے کہ وہ اپنے مقدور بھر اس نیک کام کو انجام دینے میں حصہ لے گا اور اس طرح یقیناً ڈاکٹر بھالچندر کا یہ خواب پورا ہوگا کہ کوئی نابینا، بینائی سے محروم نہ رہے۔

ہم اس ممتاز اور مخلص سرجن کے تئیں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں جس نے اس اعلیٰ پیشہ کی شان بڑھائی۔

"رضاکارانہ - بند"

۱۰ رجون ۱۹۷۹ء کو ڈاکٹر بھالچندر کی رحلت کی خبر سن کر پربھنی میں رضاکارانہ بند کا اہتمام کیا گیا، تمام دکان مالکوں نے اپنے چھوٹے بڑے کاروبار خود اپنی مرضی سے بند رکھ کر سوگ منایا۔ ممتاز شہریوں نے ایک تعزیتی میٹنگ منعقد کی اور ڈاکٹر بھالچندر کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔



صحتِ عامّہ میں پیش قدمی

ڈاکٹر بلی رام ہیرے
وزیر برائے صحت عامہ و خاندانی بہبود

ایک فلاحی ریاست میں عوام کی صحت کو سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ ہماری ریاست میں بھی شہری اور دیہی علاقوں میں صحت عامہ پر خصوصی توجہ دی جاتی رہی ہے اور اس ضمن میں کئی موثر اقدامات زیر عمل ہیں۔ ان تمام کوششوں کے نتائج امید افزا ثابت ہوئے ہیں۔ جس کا اندازہ ذیل میں دیئے گئے ۱۹۶۶ء سے ۱۹۸۰ء کے درمیان کے اعداد و شمار سے لگایا جا سکتا ہے۔

(ا) ۱۹۶۶ء میں شہریوں کی اوسط عمر ۴۵ سال تھی۔ ۱۹۸۱ء میں عمر کا اوسط بڑھ کر ۵۸ سال ہو گیا۔

(ب) شرح اموات ۱۹۶۶ء سے ۱۹۸۰ء کے درمیان فی ہزار نفوس پر ۵ء۱۵ سے کم ہو کر ۹ء۶ فی ہزار نفوس ہو گئی۔

(ج) بچوں کی شرح اموات بھی ان ہی سالوں میں فی ہزار نومولود پر ۱۰۰ سے کم ہو کر فی ہزار نومولود پر ۶۳ ہو گئی۔

(د) زچگی سے ہونے والی اموات کی شرح فی ہزار پر ۴ء۳ سے کم ہو کر فی ہزار پر ۲ ہو گئی۔

(ر) خاندانی منصوبہ بندی کے معاملہ میں ریاست کی کارکردگی ملک بھر میں سب سے بہترین رہی ہے۔ اس پروگرام کے تحت مہاراشٹر میں ۴۵ فیصد بیاہتا جوڑوں کو شامل کر لیا گیا ہے۔ جبکہ ملک گیر سطح پر یہ اوسط صرف ۲۳ فیصد ہے۔

(ہ) ۱۹۸۰ء کے دوران ملک کی شرح پیدائش ایک ہزار نفوس پر ۳۲ تھی جبکہ مذکورہ سال کے دوران مہاراشٹر میں شرح پیدائش ایک ہزار نفوس پر ۲۹ رہی۔

صحت عامہ کو مزید بہتر بنانے کیلئے "۲۰۰۰ء تک تمام کیلئے صحت" کو نصب العین مقرر کیا گیا ہے۔ اس مقصد کے حصول کیلئے وزیر اعظم کے نئے بیس نکاتی پروگرام میں خاندانی منصوبہ بندی، حفظان صحت، جذام کا انسداد، نیز دق اور اندھے پن کی روک تھام کو شامل کیا گیا ہے۔ اس صحت پروگرام میں شامل بڑے پیمانے کے مسائل اہم طبی اداروں مثلاً ضلع ہسپتالوں، خواتین کے ہسپتال، کاٹیج ہسپتال دیہی ہسپتال، پرائمری ہیلتھ سینٹر، پرائمری ہیلتھ یونٹ شفاخانے، سب سینٹر کی مدد سے حل کئے جاتے ہیں۔

۸۳-۱۹۸۲ء کیلئے منصوبہ

۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران دو ضلع ہسپتال، ۲۳ پرائمری ہیلتھ سینٹر، ۸۰ دیہی گشتی شفاخانے، ۱۰۰ ضمنی صحت مرکز اور ۱۰۰۰ سب سینٹر قائم کرنے کی تجویز زیر غور ہے علاوہ ازیں ۱۶,۵۷۳ ہیلتھ گائیڈ اور ۷۶۵۰ تربیت یافتہ دائیوں کی شمولیت سے ان اقدامات میں مزید مضبوطی لائی جائے گی۔

ان طبی اداروں میں مختلف امراض کے علاج کے علاوہ صحت پروگرام کے تحت خاص توجہ خاندانی بہبود، زچہ اور بچہ کی تندرستی، مختلف امراض مثلاً جذام، اندھے پن، دق، ملیریا، فلیریا، اور کالرا کی روک تھام پر دی جاتی ہے۔

ان تمام اہم امور میں ریاست مہاراشٹر کی پیش قدمی قابل ذکر ہے۔

اس پروگرام کے تحت ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران مہاراشٹر میں ۱۱۸ فیصد افراد کو طبی سہولیات مہیا کی گئیں جو کہ ۸۱-۱۹۸۰ء کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے۔ آگے کے صفحات پر دیئے گئے خاکہ سے تفصیلات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

اجتماعی خدمات

صحت عامہ پروگرام میں شامل بڑے پیمانے کے امور میں بھی مہاراشٹر کی کارکردگی بہتر رہی۔

۱۹۸۰ - ۸۱ کے مقابلے میں ۸۲-۱۹۸۱ کے دوران ریاست میں ۱۳۹ و ۶۶ ر ۷۷ افراد کو طبی خدمات سے مستفید کیا گیا۔ اس طرح یہ واضح ہوتا ہے کہ رائج طبی خدمات کو زیادہ سے زیادہ عوامی بنایا جارہا ہے۔

اندھے پن کی روک تھام میں بھی مہاراشٹر نے ۸۴۶ فیصد تک کامیابی حاصل کی ہے۔

ریاست میں صحت عامہ کی بہتری کے لئے ریاستی وسائل میں کسی قسم کا اضافہ کئے بغیر دستیاب طریقوں کو ہی کام میں لاتے ہوئے عوام کو ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران جو طبی سہولتیں فراہم کی گئی ہیں۔ ان کے نتیجہ میں عوام کی کثیر تعداد مستفید ہوئی ہے۔ یہ کامیابی صحت پروگرام پر موثر عمل آوری کے علاوہ اس پروگرام میں رضاکارانہ تنظیم اور مقامی اداروں کے تعاون کا بھی نتیجہ ہے۔ حکومت اس کامیابی کی یہ رفتار نہ صرف جاری رکھنا چاہتی ہے بلکہ سالِ رواں کے دوران اس میں مزید بہتری لانے کی کوشش کرے گی۔



ڈاکٹر بلی رام ہیرے، وزیر صحت عامہ، مالیگاؤں تعلقہ میں باٹنے اور منگسے مقامات پر نلوں کے ذریعہ پانی کی فراہمی کی اسکیم کے سلسلہ میں بھومی پوجن کی رسم انجام دے رہے ہیں

وسیع پیمانے کے صحت پروگرام میں مہاراشٹر کی کارکردگی

نمبر شمار ۱	اہم پروگرام ۲	کارکردگی: اپریل ۸۰ء تا مارچ ۱۹۸۱ء ۳	کارکردگی: اپریل ۸۱ء تا مارچ ۸۲ء ۴	فیصد: اپریل ۸۱ء تا مارچ ۱۹۸۲ء ۵
	I ۔ خاندانی بہبود پروگرام			
۱۔	• نس بندی آپریشن	۳,۱۱,۸۷۷	۴,۹۱,۷۲۶	۵۸
۲۔	• آئی.یو.ڈی کا استعمال	۳۷,۹۰۹	۳۹,۸۰۴	۵
۳۔	• مانع حمل دوائیاں	۱,۲۹,۴۶۱	۳,۲۴,۸۹۹	۱۵۱
۴۔	• نرودھ کی تقسیم	۱,۱۵,۲۵,۱۳۶	۱,۷۳,۰۷,۰۳۰	۵۰
		محدود کارکردگی		۵۶
	II زچہ اور بچہ کی صحت			
۵۔	ڈی.ٹی.پی (تین خوراک)	۸,۴۸,۲۲۷	۱۵,۱۱,۱۱۷	۷۸
۶۔	ڈی.ٹی.پی (بوسٹر)	۱,۲۳,۳۳۲	۴,۵۱,۴۰۶	۲۶۶
۷۔	ڈی.ٹی	۵,۵۳,۰۳۸	۲۰,۹۰,۰۶۴	۲۷۸
۸۔	ماؤں کو آئی.ٹی سے ای (دو خوراک + بوسٹر)	۷,۸۷,۰۰۲	۱۲,۹۷,۹۸۸	۶۵
۹۔	خون کی کمی سے متاثرہ ماؤں کا علاج	۱۵,۹۹,۸۲۱	۲۱,۲۶,۰۰۳	۳۳
۱۰۔	خون کی کمی سے متاثر بچّوں کا علاج	۱۲,۴۲,۳۸۲	۲۴,۳۹,۰۰۶	۹۶
۱۱۔	حیاتین 'الف' بچوں کو (پہلی خوراک اپریل/ستمبر اور دوسری خوراک اکتوبر/دسمبر)	۲۳,۲۶,۲۷۹	۳۲,۳۱,۴۹۵	۳۹
		محدود کارکردگی		۱۰۶
	III اندھے پن کی روک تھام			
۱۲۔	آنکھوں کے آپریشن	۱۰,۹۲۲	۱,۰۳,۳۲۲	۸۴۶
	IV ٹی.بی اور بی سی جی			
۱۳۔	بچوں کو 'بی سی جی' کا ٹیکہ (صفر-۱)	۳,۱۱,۳۹۰	۱۱,۸۷,۳۴۸	۲۸۱
۱۴۔	" " " (۱-۴)	۴,۴۰,۱۷۳	۸,۶۴,۵۶۹	۹۶
۱۵۔	نئے کیس کی تشخیص	۵۰,۷۹۴	۱,۳۷,۲۵۸	۱۷۰
		محدود کارکردگی		۱۸۱
	V ۔ جذام			
۱۶۔	نئے کیس	۴۶,۷۵۱	۶۷,۴۹۱	۴۴
۱۷۔	لیبارٹری تشخیص	۴۰,۹۴۶	۶۲,۶۸۴	۵۳
۱۸۔	تشخیص کردہ کیس کا فیصد	۵۷	۹۰	۵۸
۱۹۔	زیر علاج غیر متعدی کیس کا فیصد	۴۸	۷۶	۵۸
۲۰۔	زیر علاج متعدی کیس کا فیصد	۶۱	۸۷	۴۳
		محدود کارکردگی		۵۰
	VI ملیریا			
۲۱۔	خون کی جانچ	۵۹,۳۳,۱۸۶	۶۷,۹۸,۷۶۰	۱۵
۲۲۔	تشخیص کردہ شرح مرض	۳۶۰	۱۵۶	۴۷ — (تخفیف)
۲۳۔	سنگین مرض	۲۴,۳۱۹	۱۷,۰۲۲	۳۰ — (تخفیف)
		محدود کارکردگی		۲۵
		مجموعی کارکردگی		۱۱۰

ب راج



وٹامن 'اے' آنکھوں کی تندرستی میں مفید

تغذیہ کے طبی جائزہ سے اندازہ لگایا گیا ہے کہ خوراک میں وٹامن 'اے' کی کمی کی وجہ سے بینائی پر مضر اثرات ظاہر ہوتے ہیں، اور اکثر جزوی یا مکمل اندھے پن کا خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ ہندوستان میں اس بیماری کا شکار اکثر ایک تا ۵ سال کے بچے پائے گئے ہیں۔ بہر حال یہ انکشاف اندھے پن کی روک تھام کے سلسلے میں ایک غور طلب مسئلہ ہے۔ ایک اندازہ کے مطابق وٹامن 'اے' کی کمی کی وجہ سے اندھے پن کی بیماری میں مبتلا مریضوں کی تعداد تقریباً ایک ملین ہے۔ بچوں کے علاوہ حاملہ عورتوں اور ماؤں کو بھی اس بیماری میں مبتلا دیکھا گیا ہے۔ ناقص غذاؤں پر گذارہ کرنیوالی اکثر ماؤں کے بچے پیدائش سے اس بیماری میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ وٹامن 'اے' کی کمی ان لوگوں میں خصوصاً پائی جاتی ہے جو پالش چاول بطور غذا استعمال کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ ایسے بچے بھی جو خوراک کی کمی کا شکار ہیں اور مزید کسی اور بیماری کا شکار ہیں۔

روزمرّہ کی خوراک میں وٹامن 'اے' کی کمی کی وجہ سے آنکھوں پر ہر ہونے والے مضر اثرات میں سے چند نہایت اہم ہیں جن کا جاننا پبلک کے لئے ضروری ہے۔

۱۔ رات میں کم نظر آنا۔ اکثر مائیں شکایت کرتی ہیں کہ اُن کے بچے رات کے وقت ٹھیک سے دیکھ نہیں پاتے اور اِدھر اُدھر ٹکرا جاتے ہیں۔ وٹامن 'اے' کی کمی سے ظاہر ہونے والی یہ پہلی نشانی ہے اور علاج سے ٹھیک ہوسکتی ہے۔

۲۔ نمی کی خشکی: آنکھوں کے سفید دیدوں کا رنگ جھڑ جاتا ہے اور یہ حصہ کچھ زردی مائل بن جاتا ہے۔ آنکھوں کی چمک ختم ہوجاتی ہے۔ آنکھوں سے آنسو یا پانی پوری مقدار میں نہیں نکلتا، جس کی وجہ سے آنکھوں پر خشک دھبے نمودار ہوتے ہیں۔ وٹامن 'اے' مناسب مقدار میں مہیا کرنے پر یہ بیماری دور ہوجاتی ہے۔

۳۔ آنکھوں پر سفید دھبے: اکثر اوقات آنکھوں کے سفید حصوں پر اوپری جانب دال کی سائز کے سفید دھبے نظر آتے ہیں۔ یہ دھبے (BITOT'S SPOTS) زیادہ تر اسکول جانے والے بچوں کی آنکھوں میں پائے جاتے ہیں۔ وٹامن 'اے' کی مناسب مقدار دینے پر یہ دھبے دُور ہوجاتے ہیں۔

۴۔ وٹامن 'اے' کی کمی کے مضر اثرات کی اگر وقت پر تشخیص نہ کی گئی تو آنکھ کی پُتلی کے بیرونی پردہ پر خرابی پیدا ہوجاتی ہے اور کبھی کبھار پھوڑا یا پھنسی نمودار ہوتی ہے جس کی وجہ سے بعد میں اندھے پن کا یقینی خطرہ لاحق ہوجاتا ہے۔ اگر

وقت پر علاج کیا گیا تو اس مُضر بیماری سے بچا جا سکتا ہے ورنہ ایک آنکھ کی خرابی پر دوسری آنکھ بھی متاثر ہونے کا اندیشہ رہتا ہے جس سے مکمل اندھاپن پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس بیماری کا شروع ہی سے کسی اچھے ڈاکٹر سے علاج کرایا جائے۔

مذکورہ بالا باتوں کو دھیان میں رکھتے ہوئے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم وٹامن 'اے' کی کمی کو پورا کرنے کے لئے احتیاطی تدابیر اختیار کریں جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ ایک تا ۵ سال کی عمر کے تمام بچوں کو ہر چھ ماہ بعد وٹامن 'اے' کی ۲۰۰,۰۰۰ یونٹ خوراک پلائی جائے۔ اگر دُودھ پلانے والی ماؤں کو بھی وٹامن 'اے' دیں تو بچہ کو دُودھ کے ذریعے وٹامن 'اے' کی مناسب مقدار حاصل ہو جاتی ہے۔

۲۔ وٹامن 'اے' کی مناسب مقدار خوراک میں شامل کریں جو سبزی ترکاری، پھل وغیرہ سے حاصل ہوتی ہے۔

۳۔ آنکھوں میں کسی بھی قسم کی تبدیلی محسوس ہونے پر چاہے وہ بچّہ ہو یا بالغ، فوراً اُسے وٹامن 'اے' کی ۲۰۰,۰۰۰ یونٹ تک خوراک پلائیں بشرطیکہ اسے گذشتہ چھ مہینوں میں یہ خوراک نہ دی گئی ہو۔

وٹامن 'اے' کی زیادہ مقدار بھی نقصان دہ ہے۔ ہمارے جسم میں جگر کے حصے میں ۹۰ فیصد سے زیادہ وٹامن 'اے' کی مقدار موجود ہوتی ہے جو ۶ سے ۹ مہینوں کے لئے کافی ہے۔ اسی لئے وٹامن 'اے' کی خوراک صرف چھ ماہ بعد دینا ہی مناسب ہے۔

۴۔ والدین اور سرپرستوں کو امراضِ چشم میں مبتلا مریضوں کے لئے وٹامن 'اے' کی اہمیت سے واقف کرانا چاہیئے۔

مہاراشٹر میں خاندانی بہبود پروگرام کے تحت ایک تا ۵ سال کے بچّوں کو وٹامن 'اے' کی خوراک خاص طور پر دی جاتی ہے۔

ریاست میں سرکاری اور رضاکارانہ صحت مراکز کے ذریعہ دیہی اور شہری علاقوں میں بچوں کو ہر چھ ماہ بعد وٹامن 'اے' کی خوراک فراہم کی جاتی ہے۔ اس پروگرام کے تحت مہاراشٹر میں ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران دو ملین بچوں کو خوراک فراہم کی گئی۔

آج کے بچّے کل کے شہری اور معمارِ قوم ہیں۔ والدین اور سرپرستوں کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو وٹامن 'اے' کی کمی کا شکار نہ ہونے دیں اور انھیں وٹامن 'اے' کی کمی کے مُضر اثرات خصوصاً امراضِ چشم سے بچائیں۔

٭٭



یوتھ فورم



'یوتھ فورم' کا مستقل فیچر کیریر کی رہنمائی، مشہور اشخاص اور نوجوانوں کی رہنمائی کرنے والے اداروں کی سرگرمیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس فیچر میں قوم کی سماجی و معاشی ترقی پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ قومی پروگرام میں جیسے جہیز مخالف تحریک' صفائی مہم' چھوت چھات کا خاتمہ اور تعلیم کے فروغ پر لکھے گئے مضامین کو سراہا جاتا ہے۔

اپنے مضامین اس پتے پر مرحمت فرمائیں :

ایڈیٹر' قومی راج' ۱۵ اوال منزلہ، نیو ایڈمنسٹریٹو بلڈنگ، مقابل منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲



اندھے پن پر قابو کی کوششیں

• شریمتی رجنی ساتو
نائب وزیر برائے صحت عامہ و خاندانی بہبود

ہمارے ملک میں امراضِ چشم کی مختلف وجوہات کی بنا پر اندھے پن میں اضافہ صحت عامہ کیلئے سماجی اور معاشی نقطۂ نظر سے باعث تشویش ہے۔

ملک میں اس وقت تقریباً ۹ ملین افراد نابینا ہیں ان میں سے ۵ ملین ایسے ہیں جن کی بینائی آپریشن کے ذریعہ لوٹ آسکتی ہے اندھوں کی دیکھ بھال پر ملک میں اخراجات کا تخمینہ سالانہ ۱۰۰ اور ۸۰ ملین روپیہ ہے۔ نیز اشخاص کے بینائی سے محروم ہونے کی وجہ سے ملک کی پیداوار میں سالانہ ۸۰۰-۱۰۰۰ روپیہ نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اگر ملک میں سالانہ ایک ملین آنکھ کے آپریشن کئے جائیں تو کچھ فرق پڑ سکتا ہے۔ لیکن ابتک یہ تعداد ۶ء۰ ملین آپریشن سے تجاوز نہیں کر پائی ہے۔ اندھے پن پر ۸۰ فیصد تک بخوبی قابو پایا جا سکتا ہے آنکھوں کی حفاظت کیلئے ضروری طبّی سہولیات مہیا کی جائیں اور انھیں احتیاطی تدابیر سکھائی جائیں۔

اس مسئلہ کی سنگین نوعیت کے پیشِ نظر حکومتِ ہند نے ۱۹۷۹ء میں ایک قومی پروگرام ابتدائی، درمیانی اور مرکزی درجوں میں نافذ کیا تھا۔ ابتدائی درمیانی درجہ میں گشتی یونٹ، دیہاتوں میں طبّی خدمات اور پرائمری ہیلتھ سنیٹر اور سب سنیٹر شامل ہیں۔ مرکزی درجہ میں طبّی کالج آئی ہسپتال، علاقائی ادارے اور قومی سطح کی ایک اعلیٰ تنظیم کے ذریعہ تربیت و تحقیق کے علاوہ امراضِ چشم کے علاج میں معاون تکنیکی طریقۂ کار کو فروغ دیا جائے گا، انتظامات شامل کئے گئے ہیں۔

اس پروگرام کی اہمیت کے پیشِ نظر اسے وزیر اعظم کے بیس نکاتی پروگرام میں بھی شامل کیا گیا ہے۔

مہاراشٹر میں ۸ء۵ لاکھ نابینا ہیں۔ ان میں سے ۶ء۷۵ لاکھ افراد کا اندھا پن قابلِ علاج ہے۔ ریاستی حکومت نے مذکورہ پروگرام قومی راج پر موثر عمل آوری کیلئے مزید اقدامات کئے ہیں۔

مختلف سہولیات

حکومت نے آنکھوں کے گشتی دواخانے جاری کئے، ضلع ہسپتالوں کو ترقی دی گئی۔ نیز پرائمری ہیلتھ سنیٹر کو جدید طبّی آلات فراہم کئے گئے۔ گشتی دواخانے اورنگ آباد اور ناشک میں قائم کئے گئے ہیں علاوہ ازیں ریاستی حکومت نے اپنے اخراجات سے مزید پانچ گشتی یونٹیں قائم کی ہیں۔ ناندیڑ، پربھنی، عثمان آباد، بیڑ، ناشک جلگاؤں، دھولیے، تھانے، رائے گڑھ، وردھا، بھنڈارہ، چندرپور اور امراؤتی۔ ان ۱۳ اضلاع میں ضلع ہسپتالوں کے امراضِ چشم شعبہ کو مزید بہتر بنایا گیا۔ ریاست بھر میں ۱۰۰ پرائمری ہیلتھ سنیٹروں کو تین ہزار روپیہ کی مالیت کے طبّی آلات فراہم کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ گشتی یونٹوں کو اپنے طور پر آنکھوں کے کیمپ منعقد کرنے کے قابل بنانے کیلئے انھیں گاڑیاں، عملہ اور جراحی کے سامان سے لیس کیا گیا ہے۔ سال ۱۹۸۱-۸۲ء کے دوران ریاست بھر میں آنکھوں کے ۱۰۳,۴۲۲ آپریشن کئے گئے جوکہ ایک ریکارڈ ہے۔

تربیتی پروگرام

امراضِ چشم کے علاج سے متعلقہ طبّی اور نیم طبّی عملہ کیلئے ایک تربیتی پروگرام مرتب کیا گیا ہے۔ اس مقصد کے تحت اورنگ آباد کے میڈیکل کالج میں شعبۂ امراضِ چشم کو میڈیکل افسران کی تربیت کے قابل بنایا گیا ہے۔ اسکے علاوہ اورنگ آباد اور ناگپور کے طبّی کالجوں میں آپتھالمک اسسٹنٹ (OPTHAL MIC ASSISTANT) کا دو سالہ کورس جاری کیا گیا ہے۔

حیاتین الف کی تقسیم

حیاتین الف کی کمی کی وجہ سے بچوں میں ممکنہ اندھے پن کی روک تھام کے لئے خاندانی بہبود پروگرام کے تحت ریاست میں وسیع پیمانے پر حیاتین الف کی تقسیم کا کام شروع کیا گیا ہے۔

موتیابند کی روک تھام

انڈین کونسل آف میڈیکل ریسرچ نے موتیابند سے متعلق اعداد و شمار جمع کرنے نیز مرض کی شدت والے علاقوں کی نشاندہی کیلئے ایک سروے انجام دیا تھا۔ اس سروے سے یہ ظاہر ہوا کہ مہاراشٹر میں اس مرض کا اوسط ۱۱ فیصد ہے اور دھولے، کولہاپور، تھانے، ایوت محل اور سانگلی کے اضلاع میں خصوصیت کے ساتھ یہ عوام کی صحت کے لئے خطرہ بنا ہوا ہے۔ موتیابند کی روک تھام کو قومی پروگرام کا ایک اہم جزو تصور کیا گیا ہے اور اس پروگرام کے تحت ٹیٹرا سائیکلین مرہم مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔

آنکھوں کے طبی کیمپ

اس پروگرام کے تحت تمام ضروری طبی سہولیات اور ماہرین کی مدد سے وسیع پیمانے پر دیہی علاقوں میں آنکھوں کے طبی کیمپ منعقد کئے جاتے ہیں اور یہ پروگرام سالہا سال جاری رہتا ہے۔

ریاستی حکومت جانتی ہے کہ امراضِ چشم کے علاج اور اندھے پن کی روک تھام میں رضاکار تنظیمیں اہم تعاون دے سکتی ہیں۔

مجھے خوشی ہے کہ ریاست کی رضاکارانہ تنظیموں نے اس پروگرام کی اہمیت سمجھتے ہوئے ہر ممکن تعاون کی پیشکش کی ہے۔

مزید اقدامات

۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران رتناگیری اور کولہاپور اضلاع میں ایک ایک آپتھالمک یونٹ قائم کئے جائیں گے۔ چھ ضلع ہسپتالوں میں شعبہ امراض چشم کو ترقی دی جائیگی۔ دو طبی کالجوں میں آپتھالمک اسسٹنٹ کورس کا انتظام کیا جائے گا۔ ہم پرائمری ہیلتھ سینٹروں میں ضروری طبی آلات فراہم کئے جائیں گے اور ریاست بھر میں امراضِ چشم کے علاج اور روک تھام کی جانب مناسب تعلیمی سرگرمی شروع کی جائیگی۔

گو کہ سال ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران ریاست کی کارکردگی بہتر رہی ہے پھر بھی ہمیں چاہئیے کہ اس پر اکتفا نہ کرتے ہوئے عوام کی توجہ اس سنگین مسئلہ پر زیادہ سے زیادہ مبذول کریں۔ اسی مقصد کے پیش نظر ریاستی حکومت نے مشہور سیول سرجن ڈاکٹر آر۔ ایل۔ بھالچندرہ کی یاد میں ہر سال ۱۰ رجون کو "درشٹی دان ویاس دِن" دلیوم عطیہ چشم) کے طور پر منانے کا فیصلہ کیا ہے۔ ڈاکٹر بھالچندر نے زندگی بھر غریب نابیناؤں کی خدمت کی۔

انھوں نے اپنی زندگی میں آنکھوں کے اسّی ہزار سے زیادہ آپریشن کئے تھے۔ ریاستی حکومت نے اس شعبہ میں نمایاں خدمات انجام دینے والے افراد اور تنظیموں کو ایوارڈ دینے کی اسکیم کا اعلان کیا ہے یہ اسکیم اس سال سے نافذ کی جائے گی۔ اسکے علاوہ ہر سال اسی شعبہ میں کسی بھی ضلع کو بہترین کارکردگی پر شیلڈ دی جائے گی۔

مجھے یقین ہے کہ رضاکار تنظیموں کے تعاون اور عوام کی شرکت سے ہماری ریاست اس پروگرام میں دوسری ریاستوں سے آگے رہے گی۔

★★★



قارئین کیلئے ضروری اعلان

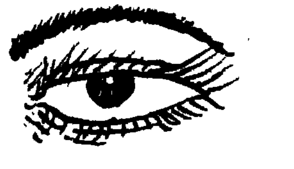
'قومی راج' میں "قارئین کی رائے" کا سلسلہ جاری ہے۔

آپ قومی راج میں شائع شدہ کسی بھی مضمون یا کالم پر اپنے خیالات کا اظہار کرسکتے ہیں اور یہ بھی لکھ سکتے ہیں کہ آپ کس قسم کی تخلیقات کو پسند اور کس قسم کی تخلیقات کو ناپسند کرتے ہیں۔

حکومت کی کسی اسکیم پر بھی آپ بحث کرسکتے ہیں اور اس سلسلے میں اپنی تعمیری رائے کا اظہار بھی کرسکتے ہیں۔ بس یہ خیال رہے کہ آپ کا خط ۳۰۰ سے زائد الفاظ پر مشتمل نہ ہو۔ اپنے خطوط آپ اس پتہ پر روانہ فرمائیں:

مدیر، پندرہ روزہ 'قومی راج'، نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ،
۱۵ واں منزلہ، مقابل منترالیہ، ممبئی ۴۰۰۰۳۲

اندھے پن کی روک تھام میں اطبّاء کا تعاون



بینائی کی حفاظت انسانی حقوق میں سے ایک ہے۔ لھذا یہ ضروری ہے کہ کوئی شہری ہماری بے توجہی سے بینائی سے محروم نہ ہو، اور اگر اس کا اندھاپن قابلِ علاج ہے تو اسے ہر ممکن علاج کی سہولت حاصل ہو تاکہ اسے اس کی بینائی واپس مل سکے۔

امراضِ چشم کی وجوہات :

بینائی کی کمزوری یا اندھے پن کی اہم وجوہات مندرجہ ذیل بیماریاں ہیں:

آنکھوں میں پردہ، موتیابند، چیچک، آنکھ کی پتلی کا پھیل جانا ناقص خوراک وغیرہ۔ ایک اندازے کے مطابق ہمارے ملک میں کل ۹ ملین نابیناؤں میں سے پانچ ملین کی بینائی آپریشن کے ذریعہ واپس لائی جاسکتی ہے۔

ملک کے تقریباً ڈھائی لاکھ بچوں کی بینائی ناقص خوراک اور آنکھوں پر کسی قسم کا زخم لگنے سے خراب ہوتی ہے۔ انڈین کونسل آف میڈیکل ریسرچ کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ اسکول جانے کی عمر کو پہنچنے سے قبل ہی تقریباً چودہ ہزار بچے وٹامن اے (حیاتین الف) کی کمی کے باعث امراضِ چشم میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔

روک تھام :

حکومتِ ہند نے اندھے پن کی روک تھام کے لئے ایک قومی پروگرام جاری کیا ہے۔ اسی طرح موتیا بند اور دیگر امراضِ چشم پر قابو پانے کی غرض سے NATIONAL TRACHOMA CONTROL PROGRAMME جاری کیا گیا ہے اور حکومتِ ہند کے قومی پروگرام کے حصّہ کے طور پر نافذ العمل ہے۔

یہ امر باعث اطمینان ہے کہ اندھے پن کی ایک وجہ 'چیچک' کا اس ملک میں تقریباً خاتمہ کیا جاچکا ہے۔ اس لئے اب اس کی وجہ سے اندھے ہونے کا امکان باقی نہیں، پھر بھی ہمیں محتاط رہنا ہوگا۔

بینائی کی خرابی کا جلد از جلد پتہ لگانے، بر وقت علاج کرنے اور عوام کو آنکھوں کی حفاظت کی تعلیم دینے کے لئے حکومت نے قومی پروگرام کے تحت متعدد اقدامات طے کئے ہیں۔

ا۔ گشتی دواخانے :

امراضِ چشم کی تشخیص اور ان کے علاج کے لئے ۸ گشتی دواخانے قائم کئے جائیں گے۔ یہ گشتی یونٹیں عوام کو ان امراض سے محفوظ رہنے اور آنکھوں کی صحت کا خیال رکھنے کی تعلیم بھی دیں گے۔

ایک گشتی یونٹ کے دائرہ اثر میں چار سے پانچ اضلاع ہوں گے اور اس یونٹ کے تحت برس میں کم از کم بیس کیمپ منعقد کئے جائیں گے۔ توقع ہے کہ ہر یونٹ کے ذریعہ سالانہ ۳ ہزار سے ۴ ہزار تک آپریشن کئے جائیں گے۔ ان یونٹوں کا قیام مستقل انتظام ہونے تک ایک عارضی انتظام رہے گا۔ امراضِ چشم سے متعلق ملک میں مستقل انتظامات کے لئے بھی حکومت نے تین نکاتی پروگرام تجویز کیا ہے۔

ابتدائی انتظام :

أ) اس انتظام کے تحت پہلی سطح پر پبلک ہیلتھ سینٹر کو گشتی یونٹ کی سہولت کے ساتھ ساتھ ایک تربیت یافتہ ماہرِ چشم ڈاکٹر کی خدمات مہیا کی جائیں گی۔

پرائمری ہیلتھ سینٹر کے انچارج میڈیکل آفیسر کو بھی اس سلسلہ میں ضروری تربیت دی جائے گی، نیز ان مراکز کو ضروری آلات بھی فراہم کئے جائیں گے۔

درمیانی انتظام :

(ii) اس انتظام کے تحت تعلقہ / ڈسٹرکٹ ہسپتالوں میں آنکھوں کے متعلق عام بیماریوں کے علاج اور آپریشن کا بندوبست کیا جائے گا. ہر ضلع ہسپتال میں ایک سرجن اور دیگر متعلقہ طبی عملہ مقرر کیا جائے گا۔ بعد ازاں ہر سپتال میں مزید ایک سرجن کا اضافہ کیا جائے گا۔ سپتال میں آنکھوں کی بیماریوں کے لئے ۲۰ بستروں پر مشتمل ایک مخصوص وارڈ کا انتظام ہوگا.

پہلے ضلع ہسپتالوں کو مکمل طور سے آراستہ کرنے کے بعد متعلقہ ہسپتالوں کی جانب توجہ دی جائے گی۔

مرکزی انتظام :

(iii) اس انتظام کے تحت امراض چشم سے متعلق اعلیٰ انتظامات کیئے جائیں گے جس میں میڈیکل کالجوں نیز ڈاکٹر راجندر پرشاد سینٹر فار دی اپتھالمک سائنس نئی دہلی کا تعاون حاصل کیا جائے گا. نئی دہلی کا یہ ادارہ اب نیشنل پروگرام میں محوری مرکز کے طور پر منتخب کیا گیا ہے .

عام طبیبوں کی خدمات :

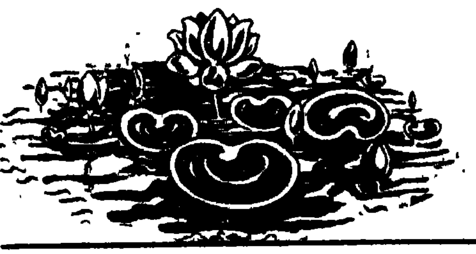
ڈاکٹروں پر عوام کا زبردست اعتماد ہوتا ہے، لہٰذا وہ اپنے حلقے میں تندرستیٔ بینائی اور امراضِ چشم سے تحفظ کے معاملے میں عوام کی صحیح رہنمائی کر سکتا ہے اور انھیں غلط علاج سے روک سکتا ہے. اس لئے ایسے عام طبیبوں کو محض معلوماتی بنیاد پر میڈیکل کالجوں میں مخصوص کورس کے ذریعہ آنکھوں سے متعلق ضروری تربیت دی جائے گی.

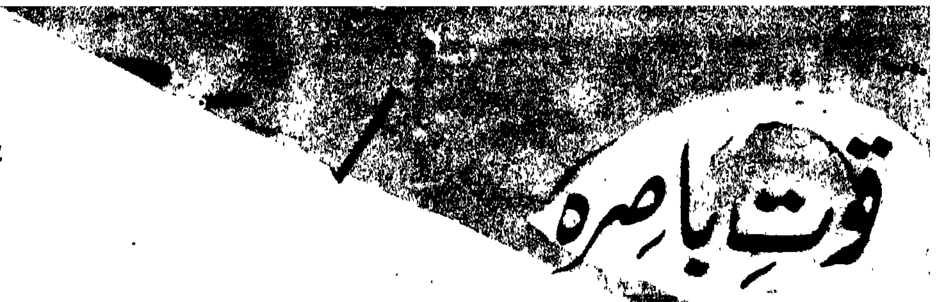
آنکھوں کی خرابی کی بروقت تشخیص کے لئے پرائمری ہیلتھ سینٹر اور دیگر اطباء پر توجہ دینے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ مندرجہ ذیل مقاصد حاصل ہوں :

۱. دیہاتوں میں امراض چشم کے علاج کی بہتر سہولت
۲. فرسٹ ایڈ کا استعمال
۳. پرائمری ہیلتھ سینٹروں کے لئے گشتی یونٹوں کا انتظام
۴. ا[illegible]ض چشم کے لئے اسکریننگ کا انتظام
۵. بچ[illegible]میں بینائی کی کمزوری اور امراضِ چشم کی بروقت تشخیص کے لئے اسکریننگ کی سہولت
۶. تندرستیٔ بینائی، اندھے پن کی روک تھام اور نابیناؤں کی بازآبادکاری سے متعلق تعلیم و تشہیر۔

آنکھوں کے ہر ہسپتال میں ہر سال ۵۰ یا ۶۰ ڈاکٹروں کو تربیت دی جائے گی۔ یہ تربیتی کورس متعلقہ ہسپتال کا انچارج یا طبی کالج کے پروفیسر کے زیر اہتمام منعقد کئے جائیں گے۔

مزید تفصیلات ڈائرکٹر نیشنل پروگرام آف پریوینشن آف ویژول امپیئرمنٹ اینڈ کنٹرول آف بلائنڈنس، ڈائرکٹوریٹ جنرل آف ہیلتھ سروسیز، نرمان بھون، نئی دہلی نمبر ۱۱۰۰۱۱ سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔





قوتِ باصرہ

* ڈاکٹر اے۔ ڈی۔ پٹوردھن
آنریری پروفیسر علم بینائی
بی۔ ایس۔ ایم۔ سی۔ پونے

آنکھیں انسان کو قدرت کا سب سے انمول تحفہ ہیں۔ شاعر حضرات آنکھوں کی تعریف میں الفاظ کا پل باندھتے ہیں اور مصور اپنے حسین رنگوں کے امتزاج سے آنکھوں کے حسن کو دوبالا کردیتے ہیں۔ آنکھیں انسان کے اعصابی نظام میں سب سے اہم عنصر ہیں۔ جن کے ذریعہ انسان اپنے اردگرد کے ماحول کا مشاہدہ کرکے اپنی معلومات میں اضافہ کرتا ہے۔ درحقیقت زندگی کے تقریباً تمام شعبوں میں آنکھوں کی قدر و منزلت نظرانداز نہیں کی جاسکتی۔ ہمارے کچھ پیشوں میں بینائی اشد ضروری سمجھی جاتی ہے۔ مثلاً لاری ڈرائیونگ، ریلوے انجن ڈرائیونگ وغیرہ وغیرہ۔ ان حالات پر غور کرتے ہوئے محسوس کیا جاسکتا ہے کہ کمزور بینائی نہ صرف ایک ذاتی المیہ ہے بلکہ سماجی اور معاشی مشکلات کی وجہ بھی۔

تحفظِ بینائی کی ضرورت اور اہمیت کا قومی اور بین الاقوامی سطح پر بار بار اعادہ کیا جاتا ہے، اس کے باوجود اندھے پن کے حادثات میں تشویشناک حد تک اضافہ ہو رہا ہے۔ دنیا میں نابینا افراد کی تعداد ۱۶ ملین ہے جس میں سے ۹ ملین صرف ہندوستان میں آباد ہیں۔ اس طرح ہندوستان میں یہ تعداد دنیا کی کل تعداد کے نصف سے بھی زیادہ ہے۔ یہ بھی قابلِ غور ہے کہ اس تعداد میں سے ۲/۳ اندھے قابلِ علاج ہیں اور اس ضمن میں ہماری کوششیں ناکافی ہیں۔

حفاظت آسان:

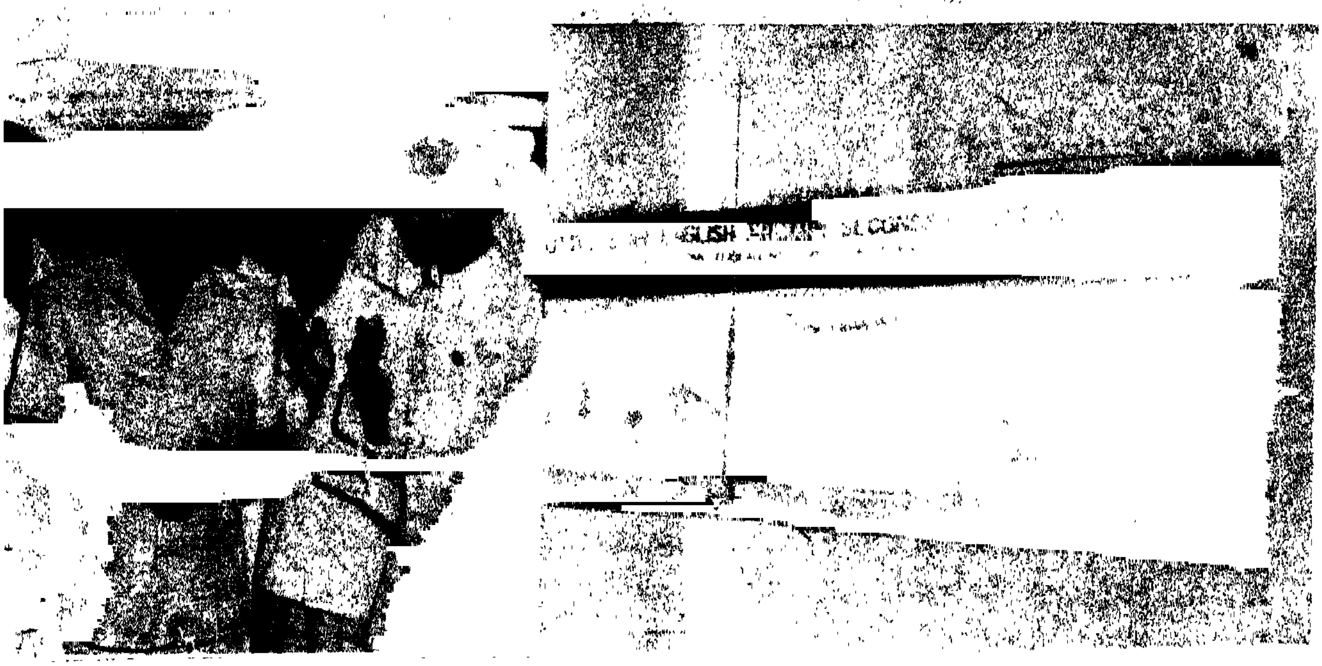
۱۹۷۶ء میں عالمی صحت تنظیم نے امراضِ چشم کے مسئلہ کو "عالمی صحت دن" کے موقع پر خصوصی طور پر زیرِ غور لاکر کئی اہم مشورے دیئے۔ عالمی صحت تنظیم کا نعرہ "احتیاط۔ اندھے پن سے بچنے کا ذریعہ" خود اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ مسئلہ اس وقت بھی کتنی اہمیت کا باعث تھا۔ اگر آنکھوں کی حفاظت کے لئے "احتیاطی تدابیر" کا مشورہ دیا جاتا ہے تو بہتر یہ ہے کہ اس مسئلہ کو صحت عامہ کے اصول پر حل کیا جائے تجربہ کی بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ بینائی کی حفاظت زیادہ آسان ہے بہ نسبت کسی اندھے شخص کی دیکھ بھال کے۔ اس طرح ۹ ملین نابینا افراد پر جتنی قومی دولت صرف کرنی پڑتی ہے اسی دولت کا کچھ حصہ اگر بینائی کی حفاظت کے لئے خرچ کیا جائے تو زیادہ فائدہ مند ہے۔

تندرستی بینائی۔ بطور صحت عامہ:

تندرستی بینائی بطور صحت عامہ، کوئی نئی بات نہیں ہے لیکن اس پر کم توجہ دی گئی ہے اور اس لئے بہت کم افراد ہی اس کے اصولوں پر عمل کرتے ہیں۔ دراصل یہ وہ اصول ہیں جس میں بینائی کی تندرستی قائم رکھنے کے لئے اور خصوصاً بینائی کی کمزوری اور اندھے پن کی روک تھام کے لئے اجتماعی طور پر اقدامات کئے جاتے ہیں۔

لاری اور ٹرک ڈرائیور:

لاری اور ٹرک ڈرائیوروں کی بینائی کی جانچ عام طور پر یہاں ٹھیک سے نہیں کی جاتی۔ ڈرائیوروں کو مقررہ فارم میں محض اپنی بینائی کی



شری لیلادھر و یاس، نائب وزیر برائے شہری ترقیات ۱۳ جون کو گھاٹ کوپر میں سینٹرل ممبئی جے۔ سیز کے زیر اہتمام منعقدہ آنکھوں کے طبی کیمپ کا افتتاح فرمارہے ہیں۔

قوت کے بارے میں خود ہی تفصیلات پُر کرنی پڑتی ہیں۔ اس کے علاوہ اُن کی بینائی کی جانچ میں بھی عام طریقہ کار اپنایا جاتا ہے جبکہ یہ ممکن ہے کہ ڈرائیور کی بینائی میں کہیں نہ کہیں کوئی نقص موجود ہو۔ ہوسکتا ہے کہ رنگوں کے معاملے میں، رات کو اس کی بینائی کمزور پڑ جاتی ہو، سیدھے یا دائیں بائیں کم نظر آتا ہو۔ ان تمام حالات پر غور کرتے ہوئے یہ ضروری ہے کہ ڈرائیوروں کے لئے بین الریاستی سطح پر بینائی کا معیار مقرر کیا جائے اور ڈرائیونگ لائسنس کے اجراء سے پہلے لازمی طور پر ماہر چشم ڈاکٹر سے ان کی بینائی کی سختی سے اور مکمل جانچ کی جائے۔ دیگر صورت میں کمزور نظر ڈرائیور خطرناک ثابت ہوسکتے ہیں۔

پرائمری ہیلتھ سینٹر:

پرائمری ہیلتھ سینٹروں اور کالج ہسپتالوں میں اسپیشلسٹ طبیبوں کی ضرورت کافی عرصہ سے محسوس کی جارہی ہے۔ ان جگہوں پر ماہر امراض چشم کی باقاعدہ آمد کا انتظام ضروری ہی نہیں بلکہ امراض چشم میں مبتلا مریضوں کے لئے ایک راحتی قدم بھی ہے۔

گشتی ہسپتال:

گشتی آئی ہسپتالوں کے ساتھ ساتھ مقررہ دنوں میں آئی کیمپ کا انتظام کیا جائے تو کئی مریض غیر ماہر اور ناقص علاج کی وجہ سے اپنی بینائی سے محروم ہونے سے بچ جائیں گے۔ اس کے علاوہ دور دراز دیہی علاقوں میں قابل علاج اندھے پن کی بیماری میں مبتلا مریضوں کو ماہرین کی خدمات حاصل ہوسکیں گی۔

کسی بھی صحت پروگرام کی کامیابی کی پہلے ہی سے توقع کرنا درست نہیں، سب سے پہلے ایسے پروگرام میں شامل تمام امور پر اچھی طرح سے غور وخوض کر لیا جانا چاہیئے۔ جہاں تک آنکھوں سے متعلق صحت پروگرام کا تعلق ہے، اس میں بھی اندھے پن کی حادثاتی اور جسمانی وجوہات کا مکمل جائزہ لیا جانا چاہیئے۔ شروعات کے طور پر اندھوں کے اسکول اور ورکشاپ کے مشاہدہ کا مشورہ دیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد پرائمری ہیلتھ سینٹر کے عملہ کی مدد سے عوام میں امراضِ چشم کی وجوہات کی تفتیش کی جاسکتی ہے۔

تعلیمِ حفظانِ صحت:

سب سے اہم حفظانِ صحت کی تعلیم ہے اور خصوصاً آنکھوں کے

معاملے میں یہ تعلیم اسکولوں میں طبّی جانچ کے وقت، دیہاتوں میں آنکھ کیمپ کے انعقاد کے دوران اور پرائمری ہیلتھ سینٹر اور کالج ہسپتال کو میں ماہر چشم طبیب کی معائنہ کے لئے آمد کے موقع پر دی جا سکتی ہے ایسے موقعوں پر اور ذرائع ابلاغ کے ذریعہ لوگوں کو موتیا بند اور دیگر عام امراضِ چشم سے متعلق معلومات بہم پہنچائی جا سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ عطیۂ چشم کے لئے لوگوں کی ہمت افزائی کی جا سکتی ہے یاد رہے کہ عطیۂ چشم کا مطلب صورت بگاڑنا نہیں۔

آنکھیں، انسان کو قدرت کا سب سے قیمتی تحفہ ہیں۔ اُن کی حفاظت کے لئے اجتماعی اقدامات پر سنجیدگی اور بجا عمل آوری سے ہم بہتر بینائی کا معیار حاصل کر سکتے ہیں۔

تحفظِ بینائی:

آنکھوں کو خرابی سے بچانے کے لئے ضروری ہے اچھی غذا، جس سے عام امراضِ چشم اور خصوصاً بچوں میں اندھے پن کی روک تھام کی جا سکتی ہے۔ قابلِ علاج اندھے پن، جیسے موتیا بند وغیرہ کے بروقت علاج سے اس بیماری سے آنکھوں کی حفاظت کی جا سکتی ہے۔ دیگر مُضر امراض میں آپریشن کے ذریعہ آنکھوں کی خرابی دُور کی جا سکتی ہے۔

امراضِ چشم کے لئے اسکریننگ اور دیگر تکنیکی طریقۂ کار میں عام صحت کی جانچ کی طرح کوئی خاص بہتری پیدا نہیں ہوئی ہے۔ اس سلسلے میں ماہرین کی ٹیم میں ماہر امراضِ چشم کی شمولیت سے یہ ٹیم مکمل اور بہت ہی قابل ٹیم بن سکتی ہے۔ اسکریننگ پروگرام کی کامیابی کا دار و مدار بھی تربیت یافتہ اور تجربہ کار افراد پر ہے جو نہ صرف آنکھوں کی خرابی کی صحیح تشخیص کر سکتے ہوں بلکہ اس قابل بھی ہوں کہ وہ مریضوں کو طریقۂ علاج بھی بتا سکیں۔

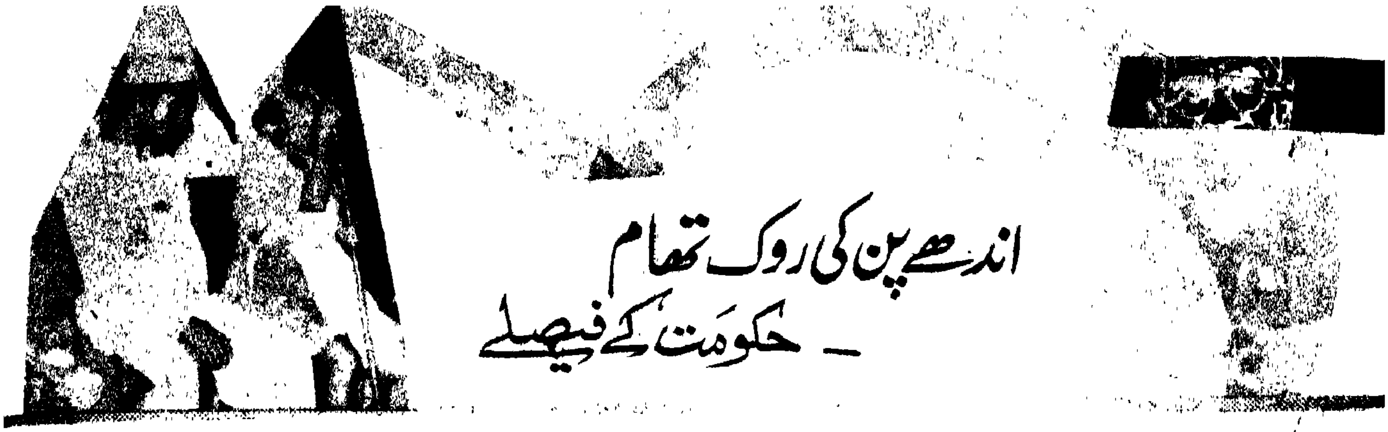
اجتماعی کوششیں:

آنکھوں کی حفاظت کے لئے کئی طرح سے اجتماعی کوششیں کی جا سکتی ہیں مثلاً:

۱) ہر سال اسکولوں میں مکمل طبّی اور آنکھوں کی جانچ
۲) ایس ایس سی طلبہ کو ان کی بینائی کے معیار کے مطابق ملازمت اور پیشے قبول کرنے کا صلاح و مشورہ۔
۳) ڈرائیونگ لائسنس کے اجراء سے پہلے ماہر امراضِ چشم سرجن کے ذریعہ لازمی آنکھوں کی جانچ اور ہر تین سال بعد اعادہ
۴) پرائمری ہیلتھ سینٹر اور کالج ہسپتالوں میں ماہرین چشم کا باقاعدہ انتظام
۵) گشتی ہسپتال برائے امراضِ چشم کی ضرورت اور اس کے ساتھ ہر سال دُور دراز علاقوں میں آنکھوں کے طبّی کیمپ کا انعقاد
۶) اندھے پن اور اس کی روک تھام سے متعلق معلومات اکٹھا کرنا
۷) تعلیم حفظان الصحت

اسکولوں میں صحت جانچ:

اسکولوں میں عام صحت جانچ کے دوران آنکھوں کی جانچ بھی ہونی چاہیئے۔ اس کا انتظام سالانہ نہ ہو سکے تو کم از کم دو سال میں ایک بار ضروری ہے۔ یہ ممکن ہے کہ پڑھائی میں دھیان نہ دینے والا کمزور طالب علم آنکھوں کے کسی نقص میں مُبتلا ہو۔ ایسے موقعوں پر اگر طالب علم کی صحیح رہنمائی نہ کی جائے تو وہ زندگی بھر نقصان اُٹھا سکتا ہے۔ اگر اسکولوں میں آنکھوں کی طبّی جانچ کا باقاعدہ انتظام ہو تو موقع کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے طلبہ کو اُن کی بینائی کے معیار کے مطابق اپنی زندگی کا نصب العین منتخب کرنے میں صلاح و مشورہ کے ذریعہ مدد دی جا سکتی ہے تاکہ آگے چل کر وہ دائمی مایوسی اور محرومی سے بچ سکیں۔



اندھے پن کی روک تھام
ـ حکومت کے فیصلے

مہاراشٹر میں کُل ۸٫۵۰ لاکھ نابینا افراد میں سے تقریباً ۶٫۷۵ لاکھ افراد کا اندھاپن قابلِ علاج ہے۔ حکومت ہند نے اندھے پن کی روک تھام کے لیئے ۱۹۷۹ء میں نیشنل پروگرام جاری کیا جس کا خاص مقصد امراضِ چشم کی تشخیص اور آنکھوں کے طبی کیمپ کا انعقاد تھا۔ ویسے بھی اندھے پن کی روک تھام نئے ۲۰-نکاتی پروگرام میں ۱۴ ویں نقطہ کی حیثیت سے شامل ہے۔

مہاراشٹر میں گذشتہ چار سالوں میں متعدد آپریشن کئے گئے ہیں۔ جس کا اندازہ مندرجہ ذیل خاکہ سے لگایا جاسکتا ہے:

سال	تعداد آپریشن
۱۹۷۸-۷۹ء	۷٫۶۸۴
۱۹۷۹-۸۰ء	۲۰٫۷۹۳
۱۹۸۰-۸۱ء	۶٫۳۶۶
۱۹۸۱-۸۲ء	۱٫۰۰٫۰۰۰ (اندازاً)

سال ۱۹۸۱-۸۲ء کے دوران محکمۂ صحت عامہ کے زیرِ اہتمام اندھے پن کی روک تھام میں مسلسل کوششوں کے باعث اُمید افزا نتائج حاصل ہوئے۔ ایک اندازے کے مطابق مہاراشٹر میں مارچ ۱۹۸۲ء تک ۱٫۰۰٫۰۰۰ آپریشن کئے گئے جو کہ سال ۱۹۸۰-۸۱ء کی بہ نسبت ۱۶ گنا اور ۱۹۷۸-۸۱ء کے درمیان تین سالہ کارکردگی کا تین گنا ہے۔ ان آپریشنوں کی سب سے زبردست اہمیت یہ ہے کہ آپریشن سے تقریباً ایک لاکھ افراد کو اپنی بینائی واپس مل گئی۔ اس طرح یہ خوش نصیب افراد اب نہ ہی اپنے خاندان پر اور نہ ہی سماج پر بوجھ ہیں بلکہ اب عام انسانوں کی کی طرح باعزت زندگی گذار رہے ہیں۔

ان اُمید افزا نتائج کے پیش نظر یہ ضروری ہوتا ہے کہ اعلیٰ کارکردگی کی یہ روایت برقرار رکھنے کے لئے میڈیکل افسران اور رضاکارانہ انجمنوں کی مناسب امداد اور حوصلہ افزائی کی جائے۔

نئے فیصلے:

اس سلسلے میں مندرجہ ذیل تجاویز پیش کی گئی ہیں:

۱) 'درشٹی دان دیوس' (یومِ عطیۂ چشم) ریاست بھر میں ہر سال منایا جائے گا۔

یہ دن صحت عامہ کے ایک ممتاز افسر ڈاکٹر راجیندر لکشمن بھالچندر، سول سرجن اور پیتھالوجسٹ کی نذر ہوگا جنھوں نے امراضِ چشم سے متعلق گراں مایہ خدمات انجام دیں، اور اپنے دیگر ساتھیوں کی مدد سے اپنی مدت کارکردگی کے دوران ۹۰،۰۰۰ آنکھوں کے آپریشن کئے۔ آپ کی پُرخلوص خدمات، بے مثال مہارت اور سچی لگن ناقابلِ فراموش ہیں۔ ڈاکٹر بھالچندر ۱۰ رجون ۱۹۸۲ء کو پیدا ہوئے اور سال ۱۹۷۹ء کے اسی ماہ و تاریخ کو وفات پائی۔ اس طرح 'درشٹی دان دیوس' ڈاکٹر بھالچندر کے نام منسوب کرتے ہوئے ہر سال ۱۰ رجون کو منایا جائے گا۔

۲) ڈاکٹر بھالچندر کا دورانِ ملازمت انتقال ہوا تھا۔ آپ ضلع ہسپتال، عثمان آباد میں سول سرجن تھے۔ عثمان آباد میں زیرِ تعمیر ضلع ہسپتال کی عمارت میں ایک وارڈ آپ کے نام سے منسوب کیا جائے گا۔

۳) ۱۰ رجون کو تمام اضلاع میں آنکھوں کے کیمپ منعقد کئے جائیں گے۔

۴) ڈاکٹر بھالچندر کی یاد میں ہر سال ۱۰ رجون سے سال کے آخر تک تین بہترین اضلاع، کارپوریشن، میونسپل کونسل، تین بہترین رضاکارانہ تنظیمیں اور تین بہترین ماہر چشم سرجنوں (سرکاری / نجی) کو امراضِ چشم میں بہترین کارکردگی پر انعامات دیئے جائیں گے، نیز حیاتین الف کی تقسیم کاری پر بھی تین بہترین اضلاع / کارپوریشن / میونسپل کونسل کو انعامات دیئے جائیں گے۔

۵) کسی بھی ضلع کو سال کے دوران اندھے پن کی روک تھام سے متعلق اعلیٰ کارکردگی پر شیلڈ انعام میں دی جائے گی۔



آنکھوں کا بینک

جے. جے ہسپتال میں آنکھوں کے ایک بینک کے قیام سے ملک میں تبدیلیٔ چشم کے فروغ پا لینے کے مزید امکانات روشن ہوئے. چند ہی سالوں میں مہاراشٹر کے دیگر اضلاع خصوصًا پونے، سولاپور اور سانگلی میں بھی آئی بینک قائم ہوئے.

لیڈی ڈگن نے اپنے شوہر اور ممتاز سرجن سر جمشید جی ڈگن کے نام سے منسوب آئی بینک کی عمارت کی تعمیر کے لئے ایک لاکھ روپے کا گرانقدر عطیہ دیا۔ آئی بینک کے بہتر انتظام کے لئے کیراٹوپلاسٹی یونٹ علیحدہ سے قائم کیا گیا ہے. اس کے علاوہ اس عمارت میں امراضِ چشم کی تشخیص، تحقیق، علاج و معالجہ سے متعلق تمام سہولیات مہیا کی گئی ہیں.

پیوند کاریٔ چشم قانون

ریاستی حکومت نے ہسپتالوں میں لاوارث متوفیوں کی آنکھوں کی پیوند کاری اور عطیۂ چشم بعد از مرگ کے عطیہ دہندگان کی آنکھیں نکلنے کی اجازت حاصل ہونے کے لئے ۱۹۵۷ء میں پیوند کاریٔ چشم قانون (CORNEAL GRAFTING ACT) جاری کیا. مذکورہ قانون ۱ راگست ۱۹۶۰ء سے عمل میں لایا گیا، جو کہ ممبئی میں 'آئی بینک' کے قیام کی تاریخ ہے.

پیوند کاری' کارآمد ہونے کے لئے ضروری ہے کہ آنکھیں موت کے بعد (خصوصًا دو گھنٹے کے اندر) نکال لی جائیں. آنکھیں نکالنے کے بعد انھیں ایک خاص قسم کے تھرماس میں رکھ کر آئی بینک لایا جاتا ہے جہاں انھیں جدید کیمیائی طریقوں کے ذریعہ جراثیم سے پاک کیا جاتا ہے.

تحقیقات :

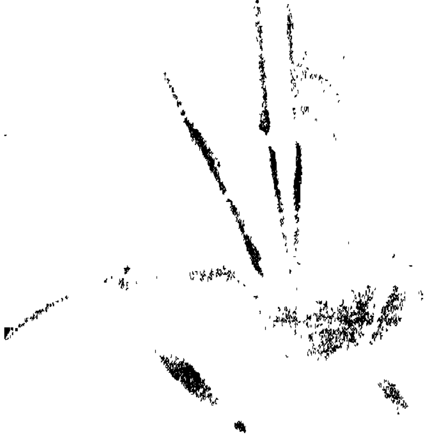
'آئی بینک' کے قیام سے امراضِ چشم کے سلسلہ میں تحقیقی کاموں میں آسانی پیدا ہوگئی ہے. اگر ایک منصوبہ بند طریقہ کار پر عمل کیا گیا تو آئی بینک کے لئے وسیع پیمانے پر ماہر سرجنوں اور تحقیق کاروں کی خدمات حاصل ہوسکیں گی.

سر جمشید جی ڈگن گورنمنٹ آئی بینک کی تحویل میں فی الحال ۱۶۵ آنکھیں ہیں. ان آنکھوں کو مختلف کیمپ کے موقعوں پر پیوند کاری کے لئے استعمال کیا جاتا ہے. اب تک اس آئی بینک کے ذریعہ ۵،۵۰۰ پیوند کاریاں کی جا چکی ہیں. ہر سال اوسطًا ۵۰ سے ۶۰ افراد آئی بینک میں اپنی آنکھوں کا عطیہ دیتے ہیں. مہاراشٹر بلائینڈ سوسائٹی کے کارکن خود آنکھوں کے عطیہ دہندگان کی تلاش میں جگہ جگہ گھومتے رہتے ہیں.

عطیۂ چشم کے ادارے :

مہاراشٹر آئی ڈونیشن انسٹی ٹیوٹ ۱۹۵۶ء میں قائم کیا گیا. اس ادارے کے قیام کا مقصد بعد از مرگ عطیۂ چشم کی بابت لوگوں سے تعاون حاصل کرنا تھا. اس ادارے میں بھی آنکھوں کو جمع کیا جاتا ہے اور ضرورت مند مریضوں کی پیوند کاری کی جاتی ہے.





آنکھوں کے عطیہ دہندگان کیلئے سوالنامہ

آنکھوں کی پیوندکاری سے کسی نابینا شخص کو بینائی مل سکتی ہے۔ عطیہ دہندہ کو بعد از موت عطیہ چشم کے لئے ایک مقررہ فارم پُر کرنا ہوتا ہے۔

۱۔ آئی بینک کیا ہے؟

— یہ ادارہ بعد از موت متوفی کی آنکھیں نکالتا ہے تاکہ کسی نابینا شخص کی آنکھوں کی پیوندکاری کے لئے استعمال کی جا سکیں۔

۲۔ آئی بینک کو آنکھیں کیسے ملتی ہیں؟

— (الف) اس شخص سے جو اپنی رضامندی سے اپنی موت کے بعد اپنی آنکھیں عطا کرتا ہے۔

ب) متوفی کے رشتہ داروں کی جانب سے اجازت ملنے پر۔

۳۔ آئی بینک کے لئے آپ کیا کر سکتے ہیں؟

— آپ اپنی آنکھیں موت کے بعد عطا کرنے کی وصیت کر سکتے ہیں۔

۴۔ عطیہ چشم کی بابت مذہبی پابندیاں؟

— تمام مذاہب میں دوسروں کے لئے نیک کام کی تعلیم دی گئی ہے، حتیٰ کہ موت کے بعد اپنی آنکھوں کا عطیہ دے کر دوسروں کی آنکھوں کو جاندار بنایا جا سکتا ہے

۵۔ موت کے بعد کتنے عرصہ میں آنکھیں نکالی جا سکتی ہیں؟

— جتنی جلد ممکن ہو سکے، لازماً چار گھنٹوں کے اندر۔ موت کے بعد متوفی کی آنکھیں فوراً بند کر دینی چاہئیں۔

۶۔ آئی بینک میں آنکھیں کیسے محفوظ رہتی ہیں؟

— کسی کی موت کے بعد آپ فوراً بینک کو اطلاع دیں، بینک ایک ڈاکٹر روانہ کرے گا جو گھر آ کر متوفی کی آنکھیں نکال لے گا۔ یاد رہے کہ آنکھیں نکالنے سے متوفی کی صورت میں کوئی بگاڑ نہیں ہوتا۔

۷۔ عطیہ چشم دہندہ کی آنکھوں کو قبل از وقت جانچ لینا ضروری ہے؟

— نہیں!

۸۔ آنکھوں میں کوئی نقص یا کمزور بینائی والا شخص اپنی آنکھیں دے سکتا ہے؟

— ہاں۔ دے سکتا ہے۔

۹۔ عطیہ چشم سے متعلق جنس، عمر یا ذات پات کی کوئی پابندی؟

— نہیں۔ کوئی بھی اپنی آنکھیں دے سکتا ہے

۱۰۔ عطیہ چشم یا آپریشن کے لئے کوئی فیس؟

— نہیں۔

۱۱۔ آئی بینک کہاں کہاں واقع ہیں؟

— پونے، بمبئی، سولاپور اور سانگلی



آنکھوں کی احتیاط کے لئے مشورے
کریں ـــــ نہ کریں؟

۱۔ بینائی میں کسی قسم کا نقص ظاہر ہونے پر فوراً عینک کا استعمال کریں۔

۲۔ مناسب روشنی میں کام کریں۔ رات کے وقت کام کرنے یا پڑھتے وقت بائیں کندھے سے ذرا پیچھے کی طرف روشنی کا انتظام کریں۔ مدھم روشنی میں کوئی کام مت کیجئے۔

۳۔ پڑھتے وقت کتاب کو نہ ہی آنکھوں سے کافی قریب یا دور رکھیں۔ عام طور پر کتاب اور آنکھوں کے درمیان فاصلہ ایک فٹ ہونا چاہیئے۔ کتاب غلط انداز سے یا گردن موڑ کر نہ پڑھیں۔ جہاں تک ہو سکے باریک خط کی کتابیں پڑھنے سے احتراز کریں۔ اگر ایسا ضروری ہوا تو صرف مناسب روشنی میں پڑھیں۔ اگر کاغذ چمکدار ہو تو احتیاط رکھیں کہ آنکھوں پر روشنی کا عکس نہ پڑے۔

لیٹ کر پڑھنے سے احتراز کریں۔ پڑھتے وقت نہ جھکیں، جہاں تک ہو سکے کمر سیدھی رکھیں۔ چلتی گاڑی میں نہ پڑھیں۔ دیر تک پڑھنا ہو تو وقتاً فوقتاً آنکھوں کو آرام دیں۔

۴۔ دھوپ کی عینکیں / یا دوسروں کی عینکیں استعمال نہ کریں۔

۵۔ غیر ضروری دوائیاں، مرہم یا کاجل کا استعمال نہ کریں۔

۶۔ آنکھوں میں تکلیف یا ورم کو نظر انداز نہ کریں۔

۷۔ دردِ سر کی ایک وجہ ناقص بینائی ہو سکتی ہے۔ اگر درد مسلسل رہتا ہو تو بینائی کی جانچ کروالیں۔

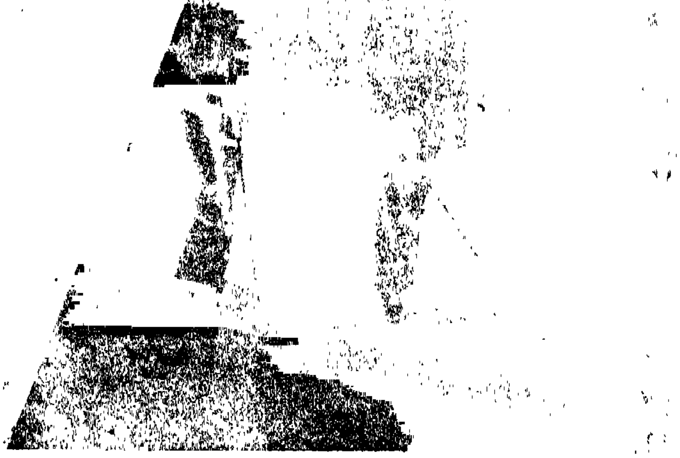
۸۔ گرہن کے موقعوں پر راست سورج کی سمت نہ دیکھیں اور نہ ہی تیز روشنی کی طرف دیکھیں۔ بہتر ہوگا اگر رنگین عینک استعمال کریں۔

۹۔ فیکٹریوں اور لیباریٹریز میں کام کرتے وقت حفاظتی عینکوں سے آنکھوں کو محفوظ رکھیئے۔

۱۰۔ گاڑیوں کو تیز رفتاری سے چلاتے وقت حفاظتی عینکوں کا استعمال ضروری ہے۔

۱۱۔ آجکل زیادہ کام کی وجہ سے آنکھوں کو کافی تکلیف پہنچتی ہے، بہتر ہوگا کہ وقتاً فوقتاً آنکھوں کو آرام دیں تاکہ غیر ضروری جسمانی، دماغی یا اعصابی تھکن دور ہو سکے۔

۱۲۔ سورج کی روشنی جب کم ہو تو نیلے آسمان، پر نظر ڈالنا آنکھوں کی روشنی کے لئے بہتر ہے۔ رات کے وقت ستاروں کو دیکھنے سے بھی آنکھوں کے اعصاب کو راحت ملتی ہے۔



اندھے پن کی روک تھام ـــــــ

ـــــــ رضاکار انجمنوں سے توقعات

ہندوستان کی رضاکارانہ انجمنوں نے غالباً ہر محاذ پر عمدہ کارکردگی کا ثبوت دیا ہے۔ اندھے پن کی روک تھام میں بھی ایسی کئی انجمنوں نے موتیا بند کے علاج اور لاکھوں افراد کی بینائی واپس لانے سے متعلق گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ اس کے باوجود امراضِ چشم کے لامتناہی مسائل میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ہے۔

علاوہ ازیں اجتماعی طور پر آنکھوں کی دیکھ بھال، بیماریوں سے تحفظ، امراضِ چشم کا علاج، اور نابیناؤں کی بازآبادکاری سے متعلق مؤثر اقدامات کا بھی فقدان ہے۔ بہرحال اس ضمن میں جاری جدوجہد میں رضاکارانہ انجمنوں کی شرکت کی حوصلہ افزائی کے لئے حکومت ہند نے تسلیم شدہ ایسی انجمنوں کو متعدد سہولیات مہیا کرنے کی پیشکش کی ہے۔

چنانچہ کسی دیہی علاقہ میں آنکھوں کے ایک طبی کیمپ کو ۱۲،۰۰۰ روپے تک، ۶۰ روپے فی آپریشن کے حساب سے امداد عطا کی جائیگی بشرطیکہ:

* کسی دیہی علاقہ میں آنکھوں کا طبی کیمپ منعقد کئے جانے کیلئے مذکورہ انجمن نے ضلع میڈیکل افسر/سول سرجن/ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے اجازت نامہ حاصل کیا ہو۔
* کیمپ کی معینہ میعاد کے لئے امراضِ چشم کے مستند سرجن کی خدمات حاصل کی گئی ہوں۔
* امراضِ چشم کے مستند سرجن اور سی ایم او/ڈپٹی سی ایم او، کی دستخط کے ساتھ تصدیق شدہ مریضوں کے ناموں کی فہرست جن کے آپریشن کئے گئے، مہیا ہو۔
* سرجری کے لئے محفوظ ماحول مہیا ہو۔
* آپریشن شدہ مریضوں کی دیکھ بھال کا ٹھیک انتظام ہو۔
* آنکھوں کی طبی دیکھ بھال کا انتظام ہو، جس میں مندرجہ ذیل شامل ہیں:

ـــ مریضوں کے علاج کے لئے گھروں کے دورے۔
ـــ موتیا بند کے علاج کے لئے آپریشن کی سہولت۔
ـــ بچوں میں امراضِ چشم کی تشخیص اور بچوں کو آنکھوں کی حفاظت کی تعلیم۔
ـــ بینائی کی جانچ۔
ـــ نظر سے معذور افراد کو عام تربیت۔
ـــ کم بینی کا علاج اور مناسب داموں پر عینکوں کی فراہمی۔
ـــ لوگوں کو آنکھوں کی حفاظت کی تعلیم۔

مزید معلومات اور درخواست فارم حاصل کرنے کے لئے ڈائرکٹوریٹ جنرل، ہیلتھ سروس (اپتھالمک سیکشن) نرمان بھون، نئی دہلی ۱۱۰۰۱۱ کے پتے پر خط وکتابت کی جاسکتی ہے۔

قومی راج میں شائع شدہ مضامین، حوالہ کے ساتھ یا بلا حوالہ نقل کئے جاسکتے ہیں، تاہم جس شمارے میں مضمون شامل ہو، اس کی دو کاپیاں ڈائرکٹر جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، حکومت مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲ کے نام ضرور روانہ کی جائیں۔

ـــــ (ادارہ) ـــــ



* مہدی پرتاپگڈھی
معرفت ایگزیکیٹو انجینئر، اریگیشن ڈویژن
پرتاپ گڈھ (یو۔پی)

رہ کے پس منظر میں، بنکر جزوِ منظر سامنے تھا
لمحہ لمحہ وہ نئے چہرے بدل کر سامنے تھا

باطل و حق میں تصادم ہر زمانے میں ہوا ہے
جب اٹھا طوفان تو بھی، پیمبر سامنے تھا

منصفی کی اس سے کیا امید دنیا جس پہ غالب
مطمئن تھا میں بھی آخر روزِ محشر سامنے تھا

دشمنوں کی صف پہ جب میں نے نظر ڈالی تو دیکھا
خود ہی میرا نفس بن کر حملہ آور سامنے تھا

بیٹھ کر ساحل پہ، چن کر سیپیاں ہم مطمئن تھے
گیان کا اک ان چھوا گہرا سمندر سامنے تھا!

فائلیں، درد و الم کی داستانوں سے بھری تھیں
اے حدیثِ عمرِ رفتہ، تیرا دفتر سامنے تھا

رنگ کچھ پچھلی رفاقت کا نہ تھا چہرے پر اس کے
موجزن بے رشتگی کا اک سمندر سامنے تھا

اس کی نفرت آگ بنکر پھیل جانا چاہتی تھی
دور جاتا کس لئے جب میرا ہی گھر سامنے تھا

زیست کے بیمار لمحے بن گئے میرا مقدر!
ہر گھڑی بے ربط سی سوچوں کا لشکر سامنے تھا

راہ پاتی روشنی تہذیب کی، دنیا میں کیسے؟
بن کے سدِّ راہ ہر ظلمت کا پیکر سامنے تھا

جسم کب تہذیب کا تھا مقتلِ ہستی میں مہدیؔ
ہاں کوئی نامعتبر سا ایک پنجر سامنے تھا!

* بدیع الزماں خاورؔ
پی. او: داپولی - ۴۱۵۷۱۲
ضلع رتناگیری (مہاراشٹر)

کیا کہوں، ہے وطن کہاں میرا
ساری دنیا ہے اب مکاں میرا

ہر جگہ یہ زمین ہے میری
ہر طرف ہے یہ آسماں میرا

کر رہا ہوں تلاش میں کب سے
نہیں ملتا مجھے نشاں میرا

دوست کوئی مرا نہیں، نہ سہی
کوئی دشمن بھی ہے کہاں میرا

میں ہوں آگے کہ خضرِ منزل ہوں
میرے پیچھے ہے کارواں میرا

چپ رہا میں تو میرے چہرے سے
ہو گیا حال سب عیاں میرا

لوگ حیراں کھڑے تھے ساحل پہ
جب سفینہ ہوا رواں میرا

کیا بتاؤں مرے سوا خاورؔ
کون ہے اور ہم زباں میرا

* سید ریاض
مہاراشٹر کالج، بمبئی ۴۰۰۰۰۸

صحرا صحرا پیاسا جل
کیسی گنگا، کیسا جل

دنیا تجھ کو پوجے گی
سورج کی کرنوں میں ڈھل

پانا کتنا مشکل ہے
پیڑ پہ لٹکے ہیں جو پھل

کتنی اچھی لگتی ہے
وہ لڑکی، کومل کومل

یاروں کا انجام تو دیکھ
پیار کی اگنی میں مت جل

جب سے اس کو دیکھا ہے
دل میں ہوتی ہے ہلچل

ہونا تھا جو ہو ہی گیا
گھر میں بیٹھے ہاتھ نہ مل

بات انوکھی سوچ ریاضؔ
شعر نئے ہوں دیکھ سنبھل

غزلیں

• رفیق شاکر (کھام گانوی)،
قدیم فائل، کھام گاؤں

ہم ہیں گھنگھور گھٹاؤں میں مثالوں کی طرح
یعنی نایاب کتابوں کے حوالوں کی طرح

ہم نے تو چاہا ترے چاہنے والوں کو مگر
تم نے چاہا نہ ہمیں چاہنے والوں کی طرح

وہ مرا ذوقِ تصدق وہ مری تشنہ لبی
پیش کرتے ہیں جسے لوگ مثالوں کی طرح

اُن لکیروں میں ہے پوشیدہ محبّت کا جواب
جو ترے رُخ پہ اُبھرتی ہیں سوالوں کی طرح

ہم تو سُلجھاتے رہے وقت کے گیسو پھر بھی
زندگی ہے ترے اُلجھے ہوئے بالوں کی طرح

برق رہ رہ کے مرے دل پہ لپکتی ہے اِدھر
بھاگتے ہیں جو کبھی آپ غزالوں کی طرح

ہر گھڑی رہتے ہیں شاکر وہ تصور میں مرے
کیوں نہ اشعار ہوں رنگین خیالوں کی طرح

• وقار واثقی
۱۵۲۵۔ رسول آباد کالونی، احمد آباد، ۳۸۰۰۲۸

آتا ہے یاد اب تو کچھ ایسے کسی کا نام
جیسے زباں پہ آئے کسی اجنبی کا نام

وہ لفظ ہے، جو اپنی کشش کھو چکا تمام
اَب تو نیا تلاش کرو آدمی کا نام!

سِکھلا رہا ہے زیست کے پیچ اور خم مجھے!
وہ، جس نے موت رکھ لیا ہے زندگی کا نام

اس در پہ جا کے نام تو یاد آئے سیکڑوں
لیکن نہ یاد آیا فقط اک اُسی کا نام!

ہر ایک اُس کا دوست ہے، ہر شخص آشنا
بدنام کر رہا ہے عبث دوستی کا نام

کھوجاتا ہوں لُغات کے اوراق میں وقار
لیتا ہے جب بھی کوئی کہیں دوستی کا نام

• ظفر شاہین

تیرے خیال تیری تمنّا کے ساتھ ہیں
تنہا نہیں ہیں ہم بھری دنیا کے ساتھ ہیں

ہم بھی رواں دواں ہیں نشیب و فراز میں
ساحل کا روپ دھار کے دریا کے ساتھ ہیں

پلکوں میں کوئی یاد ستارے پرو گئی!
زخموں کے گلستاں دلِ تنہا کے ساتھ ہیں

ٹھہریں کہاں کہ چھاؤں کہیں دور تک نہیں
کس سے ملیں کہ سب غمِ دنیا کے ساتھ ہیں

شاہین کوئی ساتھ ہو اپنے کہ اب نہ ہو!
ہم اپنی آرزوؤں کے صحرا کے ساتھ ہیں



وزیر اعلیٰ بابا صاحب بھوسلے، حکومت مہاراشٹر کے محکمۂ صحت کی جانب سے ڈینٹل ہسپتال کے ہال میں ۱۰ رجون ۱۹۸۲ء کو منعقدہ ایک تقریب میں شریمتی پرمیلا تائی بھالچندر کو مان پتر پیش کر رہے ہیں۔

ریاستی خبریں

اندھے پن اور خاندانی بہبود کا کام

قومی تحریک کی ضرورت — وزیر اعلیٰ

اندھے پن کی روک تھام اور خاندانی بہبود کو مقبول بنانے کا کام سماجی اور قومی تحریک کی صورت میں انجام دیا جائے اور اس کی کامیابی کے لئے سب ہی کو عملی حصہ لینا چاہیئے۔ اس خیال کا اظہار وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے ۱۰ رجون کو ریاست میں "درشٹی دان دیوس" یعنی یوم عطیہ چشم، کی پہلی تقریب میں بحیثیت مہمان خصوصی خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

یہ دن ممتاز آنکھ کے سرجن آنجہانی ڈاکٹر بھالچندر کی یاد میں منایا جا رہا ہے۔ جنھوں نے ۸۰،۰۰۰ سے زیادہ آنکھوں کے آپریشن کئے تھے۔

وزیر اعلیٰ نے اس تقریب میں موجود ڈاکٹر ایم۔ سی۔ مودی کی گرانقدر خدمات کو سراہا اور اعلان کیا کہ حکومت نے ڈاکٹر مودی کو اعزازی مشیر برائے امراض چشم مقرر کیا ہے۔ ان دونوں ڈاکٹروں کی یہ انسانی خدمت ہمیشہ یاد رہے گی۔

قبل ازیں بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے شریمتی پرمیلا بھالچندر کی خدمت میں مان پتر پیش کیا نیز اندھے پن کی روک تھام میں بہتر کارکردگی پر ضلع ناگپور کو شیلڈ پیش کی اور ضلع کارپوریشن اور فلاحی ادارہ جات کو دیگر انعامات اور دو میرٹ سرٹیفکٹ تقسیم کئے۔

وزیر اعلیٰ نے اس موقع پر شائع کردہ لوک راجیہ کے خاص شمارہ کا اجراء بھی کیا۔

ڈاکٹر بلی رام ہیرے، وزیر صحت عامہ نے اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا کہ آئندہ سال سے ابتدائی صحت مراکز کے توسط سے آئی کیمپ لگائے جائیں گے اور اندھے پن کو دور کرنے کے لئے تمام تر کوشش کی جائے گی۔ شریمتی رجنی ساتو نائب وزیر برائے صحت عامہ نے تعارفی تقریر کی۔ ڈاکٹر ایس ایم بھاٹیہ کا ملکر جائنٹ ڈائرکٹر آف ہیلتھ سروسیز نے اس موقع پر ممتاز اصحاب کی جانب سے موصول پیغامات پڑھ کر سنائے۔

اس تقریب میں ڈاکٹر وی۔ سبرامنیم، وزیر مالیات، ڈاکٹر شری کانت جیچکر، وزیر مملکت برائے امور داخلہ اور اطلاعات اور طبّی ماہرین وغیرہ شریک تھے۔ ڈاکٹر (شریمتی) ایم۔ آر۔ چندر کپور، ڈائرکٹر آف ہیلتھ سروسیز نے مہمانوں کا استقبال کیا۔

انگریزی کتابوں کی فروخت کا ایک اور کاؤنٹر

مہاراشٹر اسٹیٹ بیورو آف ٹیکسٹ بکس نے انگریزی ذریعہ تعلیم کے طلبہ اور اسکولوں کو ٹھیکل قیمتوں پر کتابوں کی فروخت کی غرض سے ۱۴ رجون ۱۹۸۲ء سے میجسٹک ہوٹل فورٹ بمبئی کے سہکاری بھنڈار میں ایک اور کاؤنٹر جاری کیا ہے۔

ضرورتمند طلبہ اور مدارس یہاں سے کتابیں خرید سکتے ہیں۔

شاہ خالد کی وفات پر

گورنر مہاراشٹر کی تعزیت

گورنر مہاراشٹر ایر چیف مارشل آئی۔ ایچ لطیف ۱۵ رجون کو اورنگ آباد سے صدر ہند کی روانگی کے بعد بمبئی پہنچنے پر ہوائی اڈے سے سیدھے رائل سعودی عربین کونسلیٹ میں تشریف لے گئے اور وہاں سعودی قونصل جنرل مسٹر عبداللہ الشبلی سے ملاقات کی اور سعودی عرب کے شاہ خالد کی اچانک رحلت پر اپنے رنج و غم کا اظہار کیا۔ آپ نے وہاں تعزیت نامے کے رجسٹر پر دستخط بھی کئے۔

پیداواری سال اور ۲۰ نکاتی پروگرام

کیلئے معینہ پروگرام

وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب نے پیداواری سال اور وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی کے ۲۰ نکاتی پروگرام سے متعلق بہبود اقدامات پر عمل آوری کیلئے معینہ پروگرام کی سفارش کی ہے۔

کونسل ہال میں ضلع کلکٹران اور ڈویژنل کمشنران کی دو روزہ میٹنگ کا ۱۶ رجون کی صبح افتتاح کرتے ہوئے آپ نے افسران کو تاکید کی کہ وہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں کسی قسم کا سیاسی دباؤ قبول نہ کریں وزیر اعلیٰ نے افسران کو یقین دلایا کہ ان کی جانب سے افسران کو اصول کے خلاف ہدایات نہیں دی جائیں گی۔

محکمہ محصول کو انتظامیہ مشنری کی ایک اہم کڑی قرار دیتے ہوئے بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے افسران کے سامنے اپنی اس خواہش کا اعادہ کیا کہ عوام کو جمہوری نظام کی بنیاد تصور کرتے ہوئے عوامی بہبود کیلئے اپنی کوششیں وقف کی جائیں۔

وزیر اعلیٰ نے اس ضمن میں فراہمی آب اسکیم، ضرورت مندوں کو مکانات کی فراہمی، بقایاجات کی وصولی اور پست ماندہ طبقات کے امیدواروں کو ملازمت میں بھرتی کیلئے مناسب تربیت جیسے امور کو مقررہ میعاد میں مکمل کرنے کی سفارش کی۔

ڈاکٹر شری کانت جیچکر وزیر مملکت برائے محصول اور اطلاعات نے افسران سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس قسم کی میٹنگ حکومت کے انتظامات سمجھنے میں معاون ثابت ہونگی۔

ڈاکٹر جیچکر نے داخلہ، اور محصول کے محکموں کے درمیان رابطہ کی سفارش کرتے ہوئے کہا کہ محصول افسران کی کارکردگی میں منترالیہ سے کسی قسم کی غیر ضروری مداخلت نہیں ہوگی۔

اس سے قبل شری پی۔ جی گوائی چیف سکریٹری نے وزیر اعلیٰ کا اس میٹنگ کے انعقاد کیلئے شکریہ ادا کیا۔ سرکاری عہدیداران کیلئے خوف فرائض انجام دینے کی تاکید کی اور ریاست میں جاری اسکیمات کے بارے میں تفصیلات پیش کیں۔

شری شیواجی راؤ موگھے نائب وزیر محصول نے شکریہ ادا کیا۔

حکومت اور عوام کے درمیان کارآمد رابطہ قائم رکھئے

ڈاکٹر جیچکر کا افسران اطلاعات سے خطاب

ریاست کا محکمہ اطلاعات و رابطہ عامہ، حکومت اور عوام کے درمیان رابطہ قائم رکھتا ہے۔ لہذا اس شعبہ سے وابستہ کارکنوں کو یہ کام بہترین طور سے انجام دینا چاہیئے جو دونوں ہی کے لئے سود مند ہو۔ ڈاکٹر شری کانت جیچکر وزیر مملکت برائے امور داخلہ، محصول، اطلاعات و تعلقات عامہ نے ان خیالات کا اظہار کیا۔

آپ ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز بمبئی کے افسران سے خطاب فرما رہے تھے۔ محکمہ اطلاعات و تعلقات عامہ کا چارج لینے کے بعد یہ آپکی پہلی میٹنگ تھی۔

وزیر موصوف نے فرمایا کہ ایک ترقی پذیر ملک میں عوام کو ترقیاتی کاموں کی طرف راغب کرنے اور ان کا تعاون حاصل کرنے میں پبلسٹی محرک ذریعہ ہے۔ اس لئے پبلسٹی شعبہ کو اس مقصد سے اپنی سرگرمیوں کو وسعت دینا چاہیئے اور تنوع پیدا کرنا چاہیئے۔ ہمارے دیش میں حسب خواہش یہ مقصد پورا نہیں ہوا ہے جس پہ توجہ دینی چاہیئے۔

آپ نے مزید فرمایا کہ اطلاعات اور تعلقات عامہ ایک دلچسپ کام ہے۔ پبلسٹی سے ہر خاص و عام کو بڑی دلچسپی ہوتی ہے۔ میں بھی ایسے لوگوں میں ہوں جن کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ پرچار کے میدان میں کام کریں۔ اسلئے مجھے خوشی ہو رہی ہے کہ یہ محکمہ میرے ذمہ کیا گیا ہے۔

شری اے، ایم دیوستھلے، ڈائرکٹر جنرل اور سکریٹری انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، ٹورزم اور کلچرل افیئرس، ڈپارٹمنٹ اور اسی محکمہ کے دیگر سینئر افسران نے اس میٹنگ میں شرکت کی۔

آنجہانی دادا صاحب ریگے

وزیر اعلیٰ کا خراجِ عقیدت

وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے ۹ رجون کو بال موہن ودیا مندر دادر میں مشہور ماہر تعلیم آنجہانی شری دادا صاحب ریگے کے جسدِ خاکی پر پھول چڑھا کر خراجِ عقیدت پیش کیا۔

صبح نئی دہلی سے سانتا کروز ہوائی اڈے پر پہنچتے ہی وزیر اعلیٰ سیدھے آنجہانی ریگے کی رہائش گاہ تشریف لے گئے اور آخری رسومات میں شرکت کی۔

سکالرشپ امتحانات میں امتیازی کامیاب شدہ امیدواروں کی حوصلہ افزائی

شری اشتی کانت دیشمکھ، سکریٹری محکمہ تعلیم نے قبل از ثانوی اور ثانوی اسکولوں کے اسکالرشپ امتحانات امتیازی درجہ میں کامیاب ہونے والے چار طالب علموں کو منترالیہ میں ۱۸ رجون کو منعقدہ ایک تقریب میں اسناد اور گلدستہ پیش کیا۔

آپ نے ان سے کہا کہ وہ اپنی اس کامیابی پر مطمئن نہ ہوں بلکہ مستقبل میں اس سے زیادہ محنت کریں۔

چاروں طلبہ کے نام اس طرح ہیں۔ ماسٹر ہیش ناگو، اور ماہول یادھو جنھوں نے پونے اور سانگلی سے سیکنڈری امتحانات میں بالترتیب ۹۵ اور ۳، ۸۸ فیصد نمبر حاصل کئے۔ ماسٹر کاستبھ کھانولکر، بمبئی عظمیٰ اور سریندر جنجیرئے تھانے نے اول درجہ میں بالترتیب ۹۴ فیصد اور ۶، ۹۲ فیصد نمبر حاصل کئے۔

بعد میں ان طالب علموں نے وزیر صحت عامہ ڈاکٹر بلی رام ہیرے سے ملاقات کی جنھوں نے ان کی اعلیٰ کامیابی پر مبارکباد دی۔

ان دو امتحانات میں کل ۹۸۴۷۵ طالب علم شامل ہوئے تھے۔ جس میں سے ۲۷۹۱ اور ۴۶۷۴ طلبہ نے بالترتیب پرائمری سکنڈری اور سکنڈری امتحانات کی اسکالرشپ حاصل کی۔

بمبئی میونسپل کارپوریشن قانون میں ترمیم، آرڈیننس نافذ

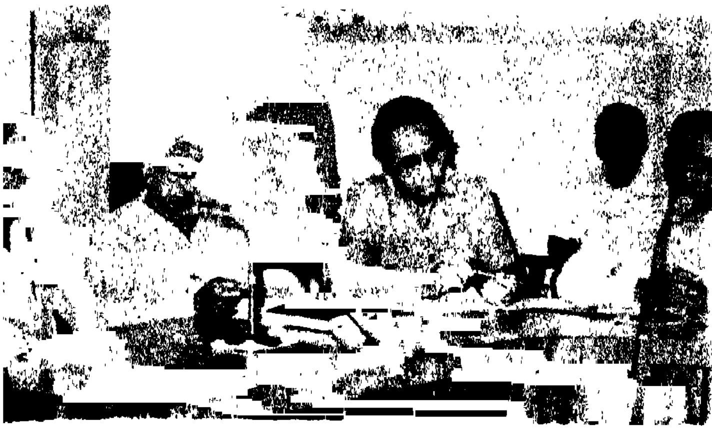
۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق بمبئی عظمیٰ کی آبادی کے تناسب میں غیر معمولی اضافہ اور بمبئی میونسپل کارپوریشن میں عوام کی مناسب نمائندگی کے پیش نظر گورنر مہاراشٹر نے ایک آرڈیننس بنام بمبئی میونسپل کارپوریشن (ترمیم) آرڈیننس ۱۹۸۲ء کا اجراء کیا ہے۔

اس کے مطابق فی کونسلر آبادی کی زیادہ سے زیادہ اور کم از کم حد کو بڑھا کر بالترتیب ۶۰ ہزار اور ۴۰ ہزار کر دیا گیا ہے۔ اس سے قبل یہ حد بالترتیب ۵۰ ہزار اور ۳۵ ہزار تھی۔

اسی طرح کونسلروں کی تعداد بھی ۱۴۰ سے بڑھا کر ۱۷۰ کر دی گئی ہے فوری طور سے نافذ العمل یہ آرڈیننس سرکاری گزٹ کے غیر معمولی حصہ چہارم مورخہ ۷ رجون ۱۹۸۲ء میں شائع کر دیا گیا ہے۔

منترالیہ لائبریری کے ایک ملازم شری فرنانڈیس ۳۴ برس کی ملازمت کے بعد سبکدوش ہو گئے۔ حکومت کے ڈائرکٹوریٹ برائے اطلاعات و تعلقات عامہ کے ڈپٹی ڈائرکٹر شری رمیش وایگاؤنکر نے محکمہ کی جانب سے ۱۶ رجون کو شری فرنانڈس کے اعزاز میں منعقدہ ایک تقریب میں موصوف کو نیک خواہشات پیش کیں اور انھیں ایک شال اور ناریل تحفتہً دیا۔







نہوا ۔شیوا بندرگاہ پروجیکٹ پرغور وخوض کے لئے ۳ رجون کو منترالیہ، بمبئی میں ایک میٹنگ منعقد ہوئی. اس موقع کی تصویر میں مرکزی وزیر برائے جہازرانی شری ویریندر پاٹل، وزیراعلیٰ بیبئے بابا صاحب بھوسلے، وزیر برائے مالیات ڈاکٹر دی. سبرامنیم اور وزیر مملکت برائے باہمی تعاون شری ایس. این. دیسائی دیکھے جا سکتے ہیں.



خبریں ۔ تصویروں میں

حال ہی میں جموں وکشمیر کے وزیر برائے صنعت وقانون شری ایم. ایم. ٹکو بمبئی تشریف لائے تھے. زیرنظر تصویر میں آپ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے سے منترالیہ میں ملاقات کر رہے ہیں.



شری یشونت راؤ شریکر، نائب وزیر برائے امداد باہمی، ردی بھون، ناگپور میں منعقدہ ودربھ کی ماہی گیری امداد باہمی انجمنوں کی ایک میٹنگ سے خطاب فرما رہے ہیں.



وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے ، راشٹریہ مل مزدور سنگھ کے زیر اہتمام منعقدہ مل مزدوروں کے اجلاس سے خطاب فرما رہے ہیں.

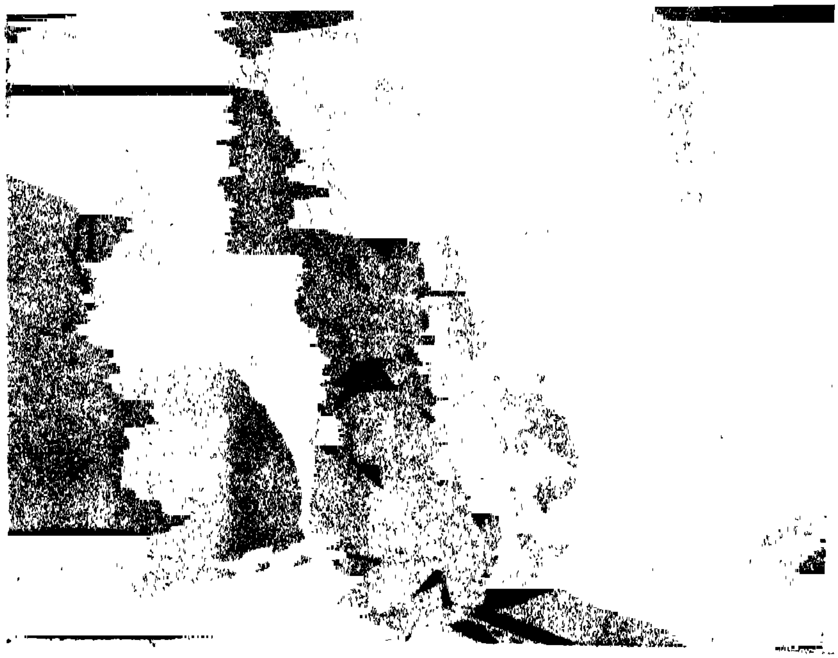
*



وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے ۱۰ر جون کو منترالیہ میں ۱۵۰۰۰ر روپے کا ایک چیک پولس کمشنر، ممبئی عظمیٰ شری جے. ایف. ریبیرو کے سپرد کیا. یہ رقم فرض انجام دیتے ہوئے ہلاک ہونیوالے پولس جوان شری گیا نیشور چودھری کی بیوہ کو دی جائے گی. اس موقع کی تصویر میں وزیر مملکت ڈاکٹر شریکانت جیچکر بھی دیکھے جا سکتے ہیں.

وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے ۲ر جون کو 'ودھان بھون' ممبئی کی قدیم عمارت انسپکٹر جنرل آف پولس' شری کے. پی. میدھیکر کے حوالے کی. اب یہ عمارت پولس کے صدر دفتر کے طور پر استعمال کی جائے گی. اس موقع پر لی گئی تصویر میں وزیر اعلیٰ کے ساتھ وزیر مملکت برائے اُمورِ داخلہ ڈاکٹر شری کانت جیچکر موجود ہیں.





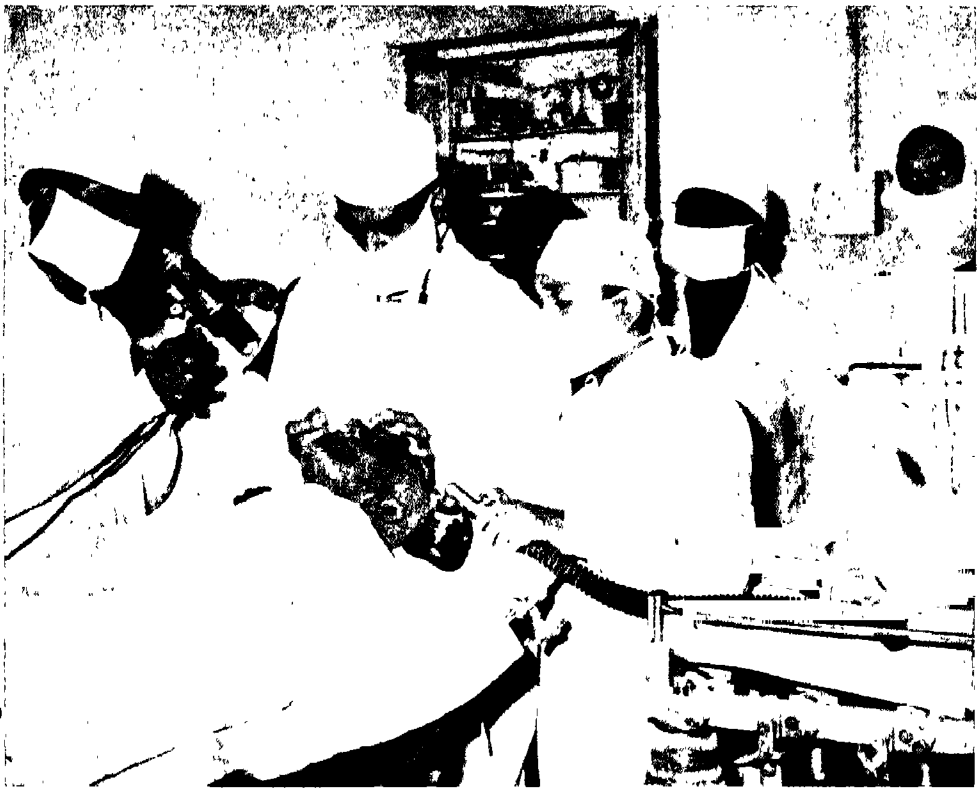
حال ہی میں آندھرا پردیش کے وزیر برائے مالیات، اطلاعات و رابطۂ عامہ، شری پربھاکر راؤ نے ممبئی میں مہاراشٹر کے وزیر مملکت برائے اطلاعات و رابطۂ عامہ ڈاکٹر شری کانت جیچکر سے ملاقات کی، اور محکمہ کی کارکردگی کے بارے میں تبادلۂ خیال کیا۔ اس موقع کی تصویر میں وزراء موصوف کے ساتھ محکمۂ اطلاعات و رابطہ عامہ کے ڈائرکٹر جنرل شری اے. ایم. دیوسٹھلے بھی تشریف فرما ہیں۔



حال ہی میں ریاستی مجلس قانون ساز کے اسپیکر شری شرد دیگھے نے ضلع پونے کے جُنیر تعلقہ شینکری سیوا سنگھ کے عہدیداروں سے ..ت کی اور ان کے مسائل سے واقفیت حاصل کی۔ اس موقع کی تصویر میں سنگھ کے چیرمین شری شنکر راؤ ہانڈے، شری شرد دیگھے اور سنگھ کے سکریٹری شری بانکر دیکھے جا سکتے ہیں۔

ڈاکٹر شری کانت جیچکر، وزیر مملکت برائے امور داخلہ، ناشک میں، پولس ٹریننگ کالج کے 'کالج میوزیم' میں رکھے پرانے ہتھیار دیکھ رہے ہیں۔ آئی. جی. پی شری کے. پی میدھیکر اور پرنسپل شری سامرا، آپ کے ساتھ دیکھے جا سکتے ہیں۔





آنکھوں کے آپریشن میں مصروف امراضِ چشم کے ماہر سرجن آنجہانی ڈاکٹر بھالچندر۔

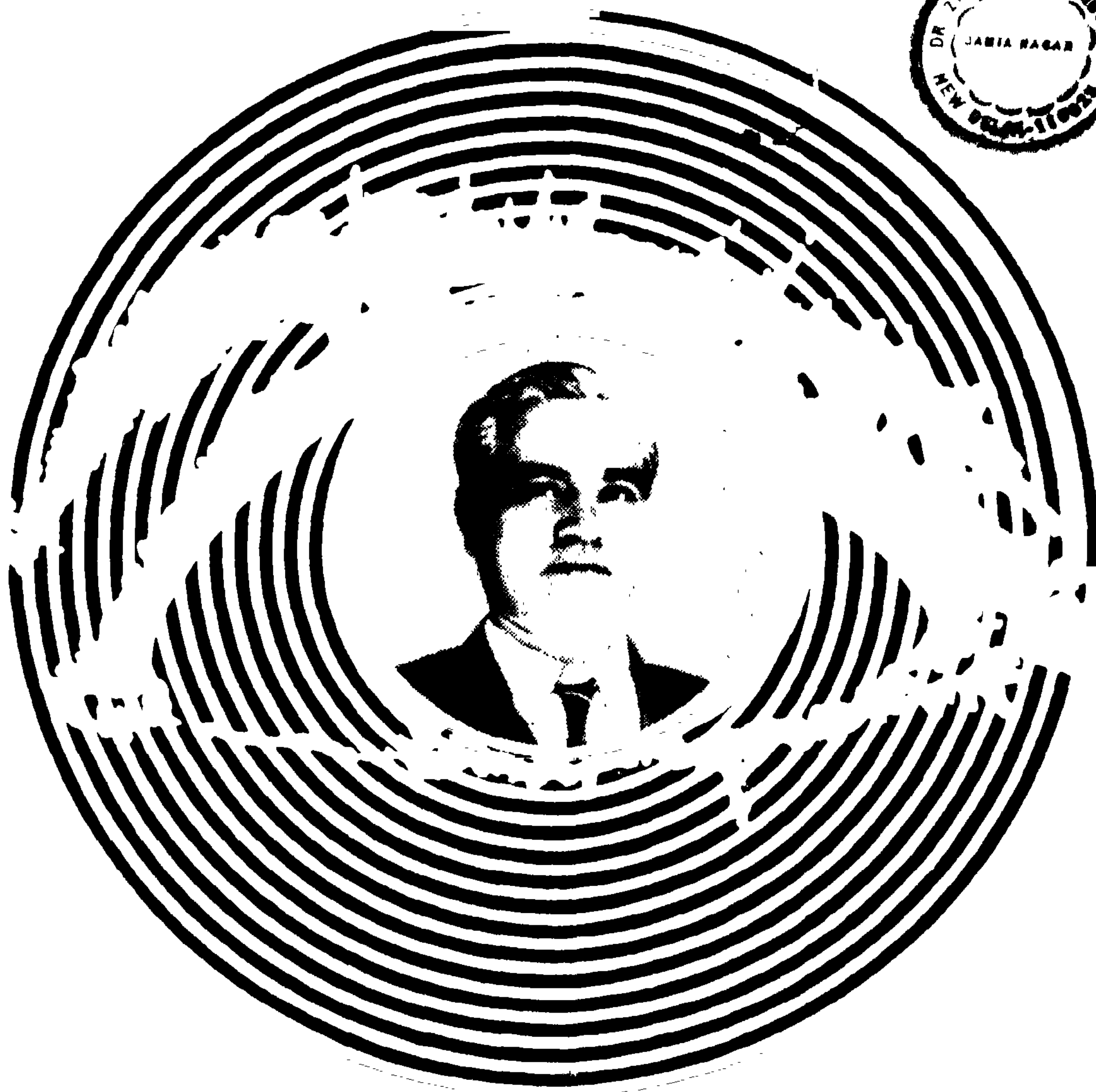
امراضِ چشم کے مشہور طبیبوں کی مہارت اور اندھے پن کی روک تھام کی پُرجوش تحریک کی بدولت نابینا اشخاص کی زندگی میں اُجالے کی کرن جگمگا سکتی ہے۔



UMIRAJ : Regd. No. MH-BY South-544 *Licence No. 89 for 'without prepayment of postage*

The nation is making great efforts to control blindness. To commemorate the effort, the Government of Maharashtra is observing DRISHTI DAN DAY on 10th June, 1982, throughout the State.

On this day the State also acknowledges the great work done by Dr. R.L. Bhalchandra of Maharashtra, who performed more than 80,000 operations during his career.



COME,
JOIN THE NATIONAL EFFORT TO CONTROL BLINDNESS

شائع کردہ: شری اے. ایم. دیوستھلے، ڈائرکٹر جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز گورنمنٹ آف مہاراشٹر، بمبئی نمبر ۳۲...۴۰۰ مطبوعہ: گورنمنٹ سینٹرل پریس بمبئی ۴۰۰۰۰۴

قومی راج

۱۰ جولائی ۱۹۸۲ء

10-7-1982





موسم باراں میں ساحل کوکن کا دلکش منظر ▲

۱۰ر جولائی ۱۹۸۲ء
جلد ۹
شمارہ ۱۳۵

ہر ماہ کی ۱۰ر اور ۲۵ر تاریخ کو شائع ہوتا ہے
سالانہ: دس روپے ٭ فی کاپی: ۵۰ پیسے

ترتیب — صفحہ نمبر



چیف ایڈیٹرز:
٭ اے. ایم. دیوستھلے ٭ ایس. جی. سہسرابھوجنے ٭ ایم. کے. ویشپانڈے
ایڈیٹر: ریاض احمد خاں



صدر کا ایک روزہ دورہ مہاراشٹر

صدر ہند نے ۱۵ رجون کو شرڈی میں شری سائیں بابا کے مجسمہ کی گلپوشی کی۔ گورنر مہاراشٹر شری آئی۔ ایچ۔ لطیف' اور پروفیسر ایس۔ ایم۔ آئی۔ اثیر، وزیر انرجی، مکانات و پروٹوکول بھی آپ کے ہمراہ دیکھے جا سکتے ہیں۔



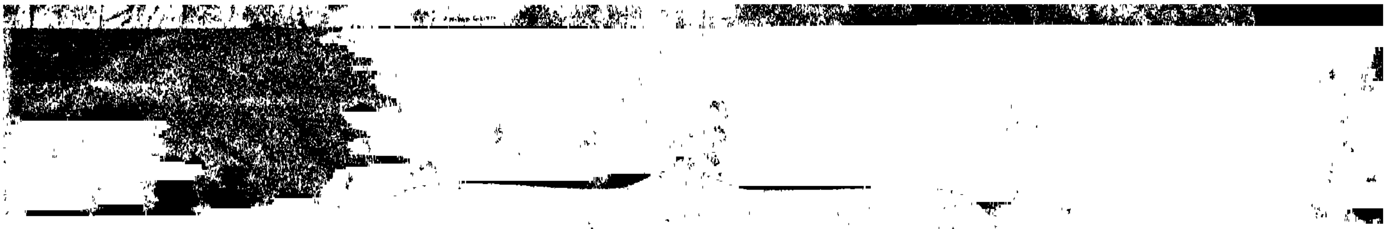
صدر جمہوریہ ہند شری این۔ سنجیوا ریڈی، ۱۴ رجون کو خصوصی طیارہ کے ذریعہ لوہیگاؤں ایئرپورٹ پونے پہنچے آپ ستارا میں رایت شکشن سنستھا کی ڈائمنڈ جوبلی تقریبات میں شرکت کے لئے تشریف لائے تھے۔

ہوائی اڈے پر آپ کا استقبال کرنے والوں میں مہاراشٹر کے گورنر شری آئی۔ ایچ۔ لطیف، ایئر چیف مارشل، وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے، پروفیسر ایس۔ ایم۔ آئی۔ اثیر، وزیر انرجی اور پونے کے ممبر شری بین راؤ پڈوال، وزیر اعلیٰ کی اہلیہ شریمتی کلاوتی بھوسلے (بائیں سے دوسری) اور لفٹننٹ جنرل وائی۔ ایس۔ اوبرائے، جی۔ او۔ سی (جنوبی کمانڈ) شامل تھے۔





صدر موصوف ۱۴ رجون کو ستارا میں رایت شکشن سنستھا کے بانی آنجہانی کرم ویر بھاؤ راؤ پاٹل کی سمادھی پر پھولوں کی مالا پیش کرتے ہوئے۔ آپ کے دائیں جانب رکن پارلیمنٹ اور سنستھا کے صدر شری یشونت راؤ جی چوان اور بائیں جانب پروفیسر ایس۔ ایم۔ آئی۔ اثیر، وزیر انرجی، مکانات و پروٹوکول دیکھے جا سکتے ہیں۔ بعد ازاں آپ نے رایت شکشن سنستھا کی ڈائمنڈ جوبلی تقریبات میں بحیثیت مہمان خصوصی حاضرین سے خطاب فرمایا۔



ریاست میں ۳۳واں وَن مہوتسو

اس سال ۳۳ ویں 'ون مہوتسو' کے موقع پر ریاست میں سرکاری زمینوں پر ۱۲۰ ملین درخت لگائے جائیں گے۔ یہ پروگرام محکمۂ جنگلات باغبانی اور سوشیل فاریسٹری ڈپارٹمنٹ کے اشتراک سے عمل میں لایا جائے گا اس طرح محکمۂ جنگلات کی جانب سے ۶۰ ملین، فاریسٹ ڈیولپمنٹ کارپوریشن کی جانب سے ۴۰ ملین اور سوشیل فاریسٹری ڈپارٹمنٹ کی جانب سے ۲۰ ملین درخت لگائے جائیں گے۔

اس موقع پر وزیر جنگلات شری ڈی. ڈی. جوان نے بھی عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ پنچایت سمیتی علاقوں میں اپنی ذاتی زمینوں پر کم از کم ۵ لاکھ درخت لگائیں۔ خواہشمند افراد کو جنگلات اور باغبانی کے محکمہ، پودے اور بیج فراہم کریں گے۔ شجرکاری مہم کے دَوران زود رو درخت ''سوببول'' کی وسیع پیمانے پر شجرکاری کی ہمت افزائی کی جائے گی۔ اس درخت کے بارے میں جس سے چارہ، عمارتی لکڑی اور ایندھن حاصل ہوتا ہے، ضلع پُونے میں واقع ہڑلیسر کے لیرچ سینٹر کا کہنا ہے کہ صرف ایک ایکڑ زمین پر یہ درخت لگانے سے سالانہ تین ہزار روپے کی آمدنی یقینی ہے۔ مختلف مقامات پر واقع سرکاری نرسریز سے 'سوببول' کی قلمیں مُفت فراہم کی جائیں گی۔ اس کے علاوہ دیگر درختوں کی قلمیں بھی مقامی اداروں اور حکومت کے زیر امداد اداروں کو مفت فراہم کی جائیں گی۔

یکم جولائی سے ۳۱ راگست ۱۹۸۲ء تک زیر عمل 'دن مہوتسو' کے دوران شجرکاری کا مقررہ نشانہ پُورا کرنے میں عوام کا تعاون حاصل کر کے عوام کے پُرجوش تعاون سے اس مہم کو یقینی طور پر کامیابی سے ہمکنار کیا جائے گا۔



وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے آنجہانی سنجے گاندھی کی دوسری برسی کے موقع پر ۲۳ رجون کو ایم. پی. مل کمپاؤنڈ تاڑدیو، بمبئی کے احاطہ میں پودا لگا کر شجرکاری مہم کا آغاز کر رہے ہیں۔



شجر کاری اور تحفّظِ جنگلات

★ شری ڈی۔ڈی۔ چوان ــ وزیر برائے جنگلات، دیہی ترقیات و نقل و حمل

کرّہ ارض پر "زندگی" جنگلات اور درختوں کی موجودگی کے بغیر ناممکن ہے۔ جنگلات اور درخت ویسے تو کئی طرح سے فائدہ مند اور ضروری ہیں لیکن ان کی تین طرفہ اہمیت یعنی تحفّظ، پیداوار اور سماجی ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ جنگلات اور درختوں کے تحفّظ سے طبعی توازن قائم رہتا ہے، پیداوار سے غذا (پھل، سبزی ترکاریاں) ایندھن اور لکڑی حاصل ہوتی ہے، سماجی ضرورت انسانی بقا کے لئے ناگزیر ہے۔

جنگلات جنگلی جانوروں کا مسکن ہوتے ہیں اور اس طرح وہ قدرتی توازن کو برقرار رکھتے ہیں۔ جنگلات کے مختلف فوائد کی درجہ بندی اس طرح کی جاسکتی ہے:-

۱) آب وہوا پر اثرانداز ہوتے ہیں۔
۲) فضا کی رطوبت برقرار رکھتے ہیں۔
۳) سیلاب کی روک تھام اور مٹی کے کٹاؤ کو پھیلنے سے روکتے ہیں
۴) ایندھن اور چارہ فراہم کرتے ہیں۔
۵) ادیباسیوں اور دیگر افراد کے لئے ذریعۂ معاش فراہم کرتے ہیں
۶) دلی اور قدرتی تسکین کا ذریعہ بنتے ہیں۔

محنتی کام:

جنگلات کی ترقیات کا روشن پہلو یہ ہے کہ اس پروگرام میں جسمانی محنت کی زیادہ ضرورت ہونے کی وجہ سے مشینوں کا استعمال بہت کم ہوتا ہے اور روزگار کے وسیع مواقع فراہم ہوتے ہیں۔ اس طرح ادیباسیوں اور دیگر پہاڑی باشندوں کی بہبود میں مدد ملتی ہے۔

قومی راج

نیشنل فاریسٹ پالیسی کے مطابق جنگلاتی پیداوار اور اس کی کھپت کے مابین تناسب نیز طبعی توازن کو برقرار رکھنے کے لئے ریاست کا تقریباً ۳/۱ ۳۳ فیصد جغرافیائی علاقہ جنگلات پر مشتمل ہونا چاہیئے جبکہ ہماری ریاست میں جنگلات صرف ۲۰ء۲۵ فیصد اراضی پر پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ جنگلاتی حصہ بھی ریاست بھر میں بے ترتیبی سے منتشر ہے۔ اور جگہ جگہ اس کی پیداواری صلاحیت بھی مختلف ہے۔ ریاست کے صرف ۶۰ فیصد جنگلاتی حصّہ کو صحیح معنوں میں پیداواری حصہ کہا جاسکتا ہے۔ باقی ماندہ جنگلات کی اہمیت مٹی کے کٹاؤ کو روکنے اور پہاڑوں کی ڈھلان پر مٹی کو ضائع ہونے سے بچانے کی حد تک ہے۔

مذکورہ بالا حقائق سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ریاست میں موجودہ جنگلاتی حصّہ اس کی ضروریات کے پیشِ نظر ناکافی ہے نیز روز بروز بڑھتی ہوئی آبادی اور دیگر وجوہات کی بنا پر مزید اراضی پر جنگلات نہیں اُگائے جاسکتے، لہٰذا موجودہ جنگلاتی اراضی پر ہی کثیر تعداد میں کارآمد شجر کاری کا طریقہ اپنایا گیا ہے۔

ریاستی حکومت نے ۱۹۷۴ء میں اس مقصد کے تحت "دی فاریسٹ

۲۰ نکاتی پروگرام کے تحت شجر کاری :

وزیر اعظم کی جانب سے جاری کردہ نئے بیس نکاتی پروگرام میں جنگلات کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ لہٰذا سال ۸۲-۱۹۸۳ء کے دوران شجر کاری کی مختلف اسکیمات جاری کی گئی ہیں۔ سرحد کے دُور دراز علاقوں میں درختوں کی غیر قانونی کٹائی کے سدّباب کے لئے ایس۔ آر۔ پی۔ تعینات کی گئی ہے اور خصوصی سیل قائم کئے گئے ہیں۔

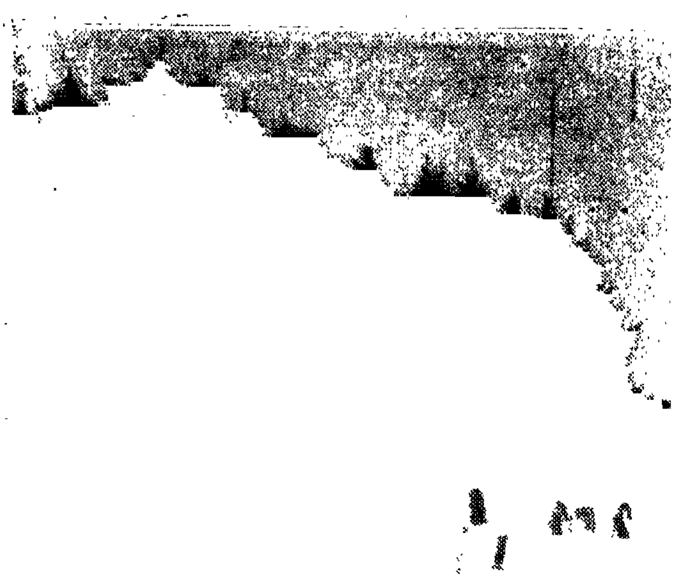
بیس نکاتی پروگرام میں شامل شجر کاری اسکیمات میں 'ہر بچّہ کا ایک درخت' نامی اسکیم خصوصی طور پر قابلِ ذکر ہے۔ وزیر اعظم کی ایما پر جاری کی گئی اس اسکیم کا مقصد نئی نسل میں درختوں سے لگاؤ پیدا کرنا اور انھیں ان کی اہمیت سے واقف کرانا ہے۔

آئندہ پانچ سالوں میں اس اسکیم کے تحت ۲۰ لاکھ درخت لگانے کی تجویز زیر غور ہے۔ اس اسکیم میں ۸ برس سے ۱۳ برس کی عمر کے ۵،۱ لاکھ بچے شرکت کریں گے۔ فی الحال اس اسکیم کے تحت سال ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران ۲۵،۱ لاکھ درخت لگائے جا چکے ہیں اور آئندہ سال ۸۳ ۶،۱ لاکھ درخت لگانے کی تجویز پیش کی گئی ہے۔

بیروزگاری دُور کرنے کی اپنی کوششوں کے تحت حکومت نے دیہی علاقوں کے غریب، بے زمین اور بے روزگار افراد کو ذریعۂ معاش فراہم کرتے ہوئے بے زمین، غریب اور بیروزگار افراد کے ذریعہ اجوڑے جنگلات کی 'جنگل باغ' نامی ایک نئی اسکیم شروع کی ہے۔ ۵۰ سالوں کے لئے جاری کردہ اس اسکیم کے تحت ۲۵،۰۰۰ ہیکٹر اراضی پر شجر کاری کی جائے گی۔ ہر منتخبہ فرد کو اس اسکیم کے تحت ۲٫۰۰ ہیکٹر جنگلاتی اراضی فراہم کی جاتی ہے۔ سال ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران ۴۳۷ منتخبہ افراد نے ۸۷۴ ہیکٹر اراضی پر شجر کاری کی۔ سالِ رواں میں ۸۴۸ افراد کو ۱۶۹۶ ہیکٹر اراضی تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اسکیم کے تحت منتخبہ افراد کو درکار ساز و سامان کے علاوہ احاطہ ہی میں جھونپڑی کی تعمیر کے لئے ۲۰۰ روپے حکومت کی جانب سے دیئے جاتے ہیں۔ نیز پہلے ۵ سالوں تک ماہانہ ڈیڑھ سو روپے بطور مشاہرہ دیا جاتا تھے۔ درختوں سے ہونے والے مالی فائدے میں متعلقہ فرد کا ۵۰ فیصد حصہ ہوتا ہے۔

ریاست میں مختلف اسکیمات کے تحت شجر کاری پروگرام کافی زور و شور سے نافذ کیا جا رہا ہے۔ سال ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران ۶،۸ کروڑ درخت لگانے کے نشانے سے تجاوز کرکے ۴،۷،۸ کروڑ

۱۰ر جولائی ۱۹۸۲ء



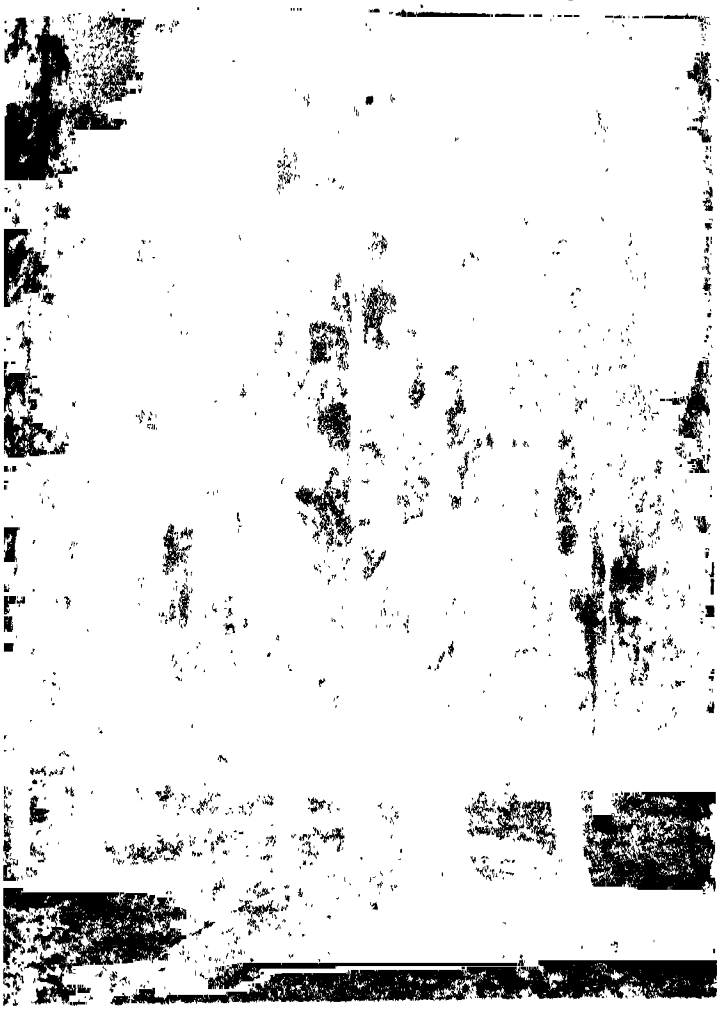
ڈویلپمنٹ کارپوریشن آف مہاراشٹر لمیٹیڈ" قائم کی۔ کارپوریشن نے ۸۱-۱۹۸۰ء تک ۶۶،۴۲۶ ہیکٹر اراضی پر عام قسم کے درختوں کی جگہ ساگوان، شیشم اور دیگر منافع بخش قیمتی درخت لگائے ہیں۔

علیحدہ محکمہ کا قیام :

• جنگلاتی اراضی سے ہٹ کر دیگر اراضیات پر شجر کاری پر عمل آوری کے لئے حکومت نے "باغبانی اور سماجی شجر کاری" کا ایک علیحدہ شعبہ قائم کیا ہے، جس کے ذمّے عام سڑکوں، ریل کی پٹریوں، نہروں اور ندیوں کے کنارے نیز مختلف اداروں کی اراضی پر شجر کاری کرنا ہے۔ اس کام کے لئے ہر ضلع میں الگ عملہ مقرر کیا گیا ہے۔

محکمۂ جنگلات نے ۱۹۵۱ء سے جنگلات کے تحفظ، نشو و نما اور دیگر متعلقہ فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ پانچ سالہ منصوبوں کے تحت شجر کاری کی مختلف اسکیمیں اپنائی ہیں۔ ان مختلف اسکیمات کے تحت ابھی تک ۸،۲۷،۳۱۳ ہیکٹر اراضی پر شجر کاری کی گئی ہے اور ۲۲۵،۳ کلومیٹر اراضی جنگلاتی ترقیات کے لئے متعین کی گئی ہے۔ اس کام پر ۱۱،۳۰۰ لاکھ روپے خرچ ہوئے ہیں۔ گذشتہ سال ۵۴،۰۰۰ ہیکٹر اراضی پر درخت لگائے گئے تھے امسال ۶۳،۰۰۰ ہیکٹر اراضی پر شجر کاری کی جائے گی۔

قومی راج



درخت لگائے گئے۔ امسال ۱۲ کروڑ درخت لگانے کی تجویز پیش کی گئی ہے۔

شجرکاری کے وقت ریاست میں "سوببول" کو ترجیح دی جاتی ہے۔ یہ درخت بیک وقت ایندھن، چارہ، عمارتی لکڑی فراہم کرتا ہے۔ ہر تعلقہ میں کھیتوں کی منڈیروں پر لگانے کے لئے ۵ لاکھ "سوببول" کے پودے تقسیم کرنے کی تجویز ہے جس کے لئے پولی تھین بیگ میں محفوظ پودے دس پیسے کی معمولی قیمت پر اور بغیر بیگ کے پودے ۵ پیسے قیمت پر فروخت کئے جائیں گے۔ تمام سرکاری محکموں کو یہ پودے مفت فراہم کئے جائیں گے۔

مزدوروں کی امدادِ باہمی انجمنیں :

جنگل بانی کاموں میں ٹھیکیدار، اکثر مزدوروں کا استحصال کرتے ہیں۔ اسی لئے ادیباسی اور غریب مزدوروں کو اس استحصال سے بچانے کے لئے جنگلاتی علاقوں میں متعلقہ مزدوروں کی امدادِ باہمی تحریک جاری کی گئی ہے۔ اور ادیباسی علاقوں میں مؤثر اقدامات کئے گئے ہیں۔ مثلاً قبائلی طبقات کو بیل گاڑی کی فراہمی، شجرکاری کے نئے ہر دن سازو سامان کی فراہمی۔ ادیباسیوں کے ذریعہ شجرکاری، اجتماعی اور اسکول نرسری کا قیام نیز ادیباسیوں کی اراضی پر پھل دار درخت لگانا وغیرہ۔ جنگل بانی سے متعلق قبائلی ضمنی منصوبے ہیں۔ ۲۱۲،۵ لاکھ روپے مختص کئے گئے ہیں جو جنگلات کے لئے مختص کی گئی کل رقم کا ۲۵ فیصد ہے۔

سال ۸۲-۱۹۸۱ء سے جنگلات کی ٹھیکیداری کا طریقہ ختم کیا گیا جس کے نتیجہ میں ادیباسی مزدوروں کو اُن کی اُجرت وقت پر مل سکےگی نیز ٹھیکیداروں کے ایجنٹوں اور نوکروں کے ذریعہ درختوں کی غیر قانونی کٹائی کی روک تھام ہو سکے گی۔

اسی طرح جنگلی جانداروں کے تحفظ اور ان کی بقاء پر بھی خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ ریاست میں فی الوقت ۸۲۹،۲۴،۱۱ مربع کلومیٹر اراضی پر پھیلے ہوئے ۴ نیشنل پارک اور ۱۰ امامنوں کے علاوہ ۸۰۷،۶۸ مربع کلومیٹر اراضی پر مامن بنائے جا رہے ہیں۔ جنگلی جانوروں کے تحفظ کے موجودہ اور مجوزہ انتظامات کے پیش نظر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ریاست کے کل جنگلاتی علاقے کا ۲۰ فیصد حصّہ اس مقصد کے لئے وقف کیا گیا ہے۔

چھٹے پنج سالہ منصوبے کے دوران فاریسٹ افسران کی حالت ملازمت میں بہتری لانے کے لئے بھی خصوصی کوششیں کی گئی ہیں۔ اب تک تکنیکی عملے کی تنخواہ پر نظرثانی کی گئی ہے، نیز حسب ضرورت مختلف سطحوں پر نئے عملہ کا تقرر کیا گیا۔ علاوہ ازیں عملہ کی مناسب تربیت کا بھی پورا انتظام کیا گیا ہے۔

یہ وقت کی اہم ضرورت ہے کہ ہم نہ صرف زیادہ سے زیادہ درخت لگائیں بلکہ موجودہ درختوں کی حفاظت بھی کریں۔ یقین ہے کہ مہاراشٹر کے عوام اپنے اس قومی فرض کی ادائیگی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھیں گے۔

★★





باغبانی پروگرام برائے سال ۸۳-۱۹۸۲ء

ریاست مہاراشٹر میں چھوٹے اور درمیانی درجہ کے کسانوں اور سماج کے کمزور طبقات کی فلاح و بہبود کو مدنظر رکھتے ہوئے اُن کی معاشی کفالت کی غرض سے سال ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران وسیع پیمانے پر باغبانی کے فروغ کے لئے ایک جامع پروگرام ترتیب دیا گیا ہے۔ اس پروگرام کے کے تحت پھل، ترکاریاں، پھول، ادرک، اِملی کے علاوہ کافی اور کوکو کی کاشت منتخبہ علاقوں میں وسیع پیمانے پر کی جائے گی۔

اس پروگرام کی خصوصیت یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ فائدہ دیہی علاقوں کے پسماندہ طبقات اور غربت سے نچلی سطح پر زندگی گذارنے والوں کو پہنچایا جائے گا۔ اور اس پروگرام میں عوام کی شرکت براہ راست ہوگی، جب کہ سرکاری ایجنسیاں محض نگراں کے فرائض انجام دیں گی۔ چھوٹے کسانوں کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

۱) مربوط دیہی ترقیات پروگرام کے تحت نامزد کردہ کسان جو ایک ہیکٹر آبپاشی اراضی سے کم یا دو ہیکٹر غیر آبپاشی اراضی کے مالک ہیں۔

۲) چھوٹے پیمانے کے زیر آب علاقائی ترقیاتی پروجیکٹ کے تحت نامزد کردہ کسان۔

۳۔ 'اے آر ڈی سی سی' کے نامزد کردہ زراعت پیشہ افراد جن کی کاشت کاری کے ذریعہ سالانہ آمدنی ۳,۶۰۰ روپے سے زائد نہیں۔

بہرحال اس پروگرام کے تحت منتخبہ علاقہ میں باغبانی ترقیاتی پروگرام سے مستفیض ہونے والے متوقع افراد کی صحیح تصدیق ضلع ڈپٹی ڈائرکٹر، باغبانی کے سپرد ہے اور اس پروگرام کے تحت محض ایک اسکیم کے علاوہ کسی دوسری اسکیم میں متعلقہ فرد کو شریک نہیں کیا جائیگا۔

انتظامات:

ضلع سطح پر باغبانی ترقیات کے لئے ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران ریاست کے ۱۴ اضلاع میں باقاعدہ شعبے قائم کئے گئے ہیں جن کے انچارج ہر ضلع میں ڈپٹی ڈائرکٹر، باغبانی ہیں۔ علاقائی سطح پر کوکن

میں مانگاؤں، مغربی مہاراشٹر کے لئے ناشک، مراٹھواڑہ کے لئے اورنگ آباد اور ودربھ کے لئے ناگپور میں سپرنٹنڈنگ ہارٹیکلچرل آفس قائم کئے گئے ہیں۔ اور ریاستی سطح پر ڈائرکٹوریٹ آف ہارٹیکلچرل قائم کیا گیا ہے تاکہ دیہی، ضلع پریشد اور ضلع سطح پر باغبانی ترقیات پر موثر عمل آوری کی جاسکے۔

شجرکاری:

باغبانی کے ضلع ڈپٹی ڈائرکٹر کے ذریعہ ضرورت مند افراد کو شجرکاری کے لئے درکار پودوں کی قلمیں مہیا کی جاتی ہیں۔ یہ قلمیں سرکاری نرسریز یا زراعتی یونیورسٹی کی نرسریز سے حاصل کی جاتی ہیں۔ اس کام میں ڈسٹرکٹ سینٹرل نرسریز، تعلقہ نرسریز اور بلاک ڈیولپمنٹ آفیسران سے مدد لی جاتی ہے۔

نرسریز کے افسران درکار قلمیں اور ضروری اشیا و مناسب داموں پر ضرورت مند افراد کو بینک سے منظور شدہ قرض کی رقم کے پیش نظر فراہم کرتے ہیں۔ باغبانی کے سپرنٹنڈنگ دفاتر نرسری اشیا کم پڑنے پر باہر سے فراہم کرتے ہیں۔

آبکاری سہولیات:

کئی باغبانی فصلی اقسام دائمی ہونے کی وجہ سے یہ ضروری ہے کہ ان فصلوں کی آبپاشی کے لئے مناسب مقدار میں پانی کا انتظام ہوسکے۔ خشکی کے دنوں میں فصلوں کو سیراب کرنے کے لئے خصوصی پروگرام کے تحت کنوئیں کھدوائے جاتے ہیں اور باندھ نالے تعمیر کئے جاتے ہیں۔ اس کام میں زراعت، دیہی ترقیات، منصوبہ بندی اور آبپاشی محکمات سے رجوع کیا جاتا ہے۔

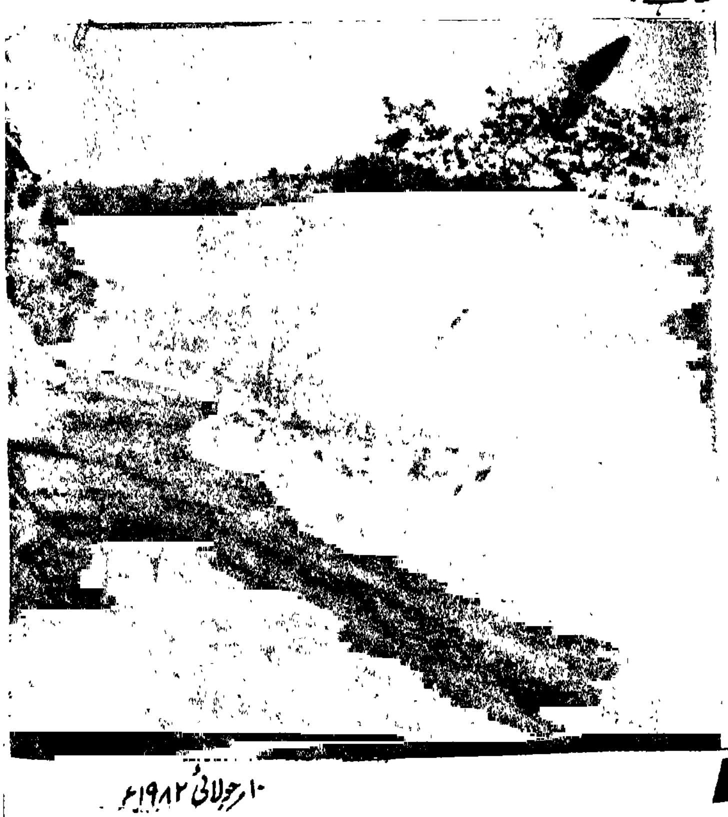
مالی امداد:

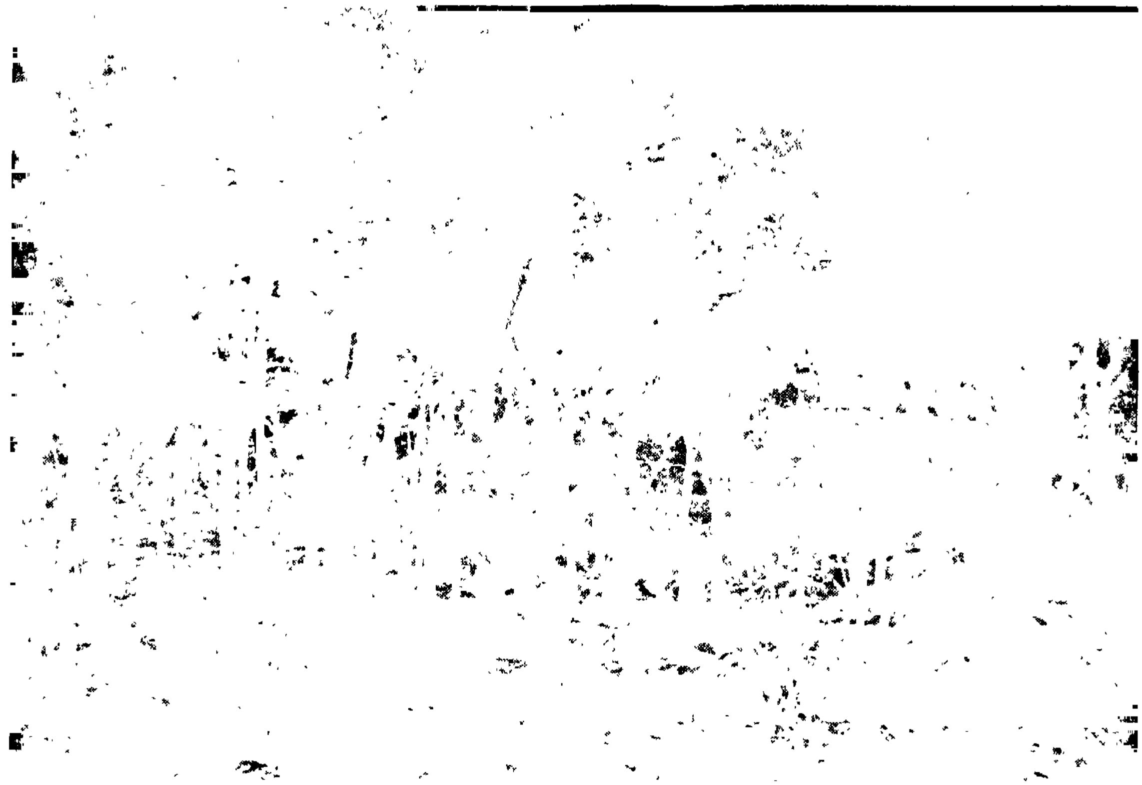
کسانوں کی معاشی کفالت کے لئے باغبانی ترقیات پروگرام کے تحت مختلف مالی ادارے کسانوں کو قرضے مہیا کرتے ہیں۔ یہ قرضے کوآپریٹو لینڈ ڈیولپمنٹ بینک اور قومیائے گئے بینک فراہم کرتے ہیں۔ چونکہ کسانوں کو سرمایہ اصل کی امداد پہلے ہی منظور کی جاچکی ہے۔ اس لئے ان پر قرضوں کا بوجھ کم ہوتا ہے۔

طریقۂ کار یہ ہے کہ سب سے پہلے مستحق کسانوں کی شعبۂ باغبانی تصدیق کرتا ہے۔ اس کے بعد ٹیکنیکل آفیسر (کریڈٹ اور مارکٹنگ)، باغبانی کے ضلع دفتر میں ان کسانوں سے قرضوں کی درخواست وصول کرکے اپنی سفارشات کے ساتھ منظوری کے لئے مالی اداروں کو روانہ کرتا ہے۔ مالی اداروں سے یہ درخواست امداد باہمی انجمنوں کے ضلع ڈپٹی رجسٹرار کے پاس جاتی ہیں جو لینڈ ڈیولپمنٹ بینک کی ضلع شاخ کے بورڈ آف ڈائرکٹرز کارکن بھی ہوتا ہے۔ اس طرح ٹیکنیکل آفیسر کو ڈپٹی رجسٹرار سے قریبی رابطہ قائم رکھنا ہوتا ہے۔ جس سے درخواست وصول ہونے سے لے کر مالی امداد منظور ہونے اور تقسیم ہونے تک کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔ ٹیکنیکل آفیسر کے علاوہ موصولہ درخواستوں پر شعبۂ باغبانی ضلع ڈپٹی ڈائرکٹر غور کرتا ہے اور پھر ضروری کارروائی کے لئے ٹیکنیکل آفیسر سے رجوع کیا جاتا ہے۔

توسیعی پروگرام:

باغبانی ترقیات اور فروغ کے لئے تمام اضلاع میں ۸۳-۱۹۸۲ء سے تربیت و دورہ پروگرام شروع کیا گیا ہے۔ اس پروگرام کے تحت مختلف ڈویژنوں میں باغبانی ترقیات کا عملی مشاہدہ کیا جاتا ہے اور تجربات سے متعلقہ افراد کو آگاہ کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس اسکیم کے تحت افراد کو تربیت دی جاتی ہے، سیمینار منعقد کئے جاتے ہیں اور تجربات کو آزمایا جاتا ہے۔





کھاد اور جراثیم کش ادویات :

کھاد اور جراثیم کش ادویات کے لئے کسانوں کو قرضے صرف جنس کی صورت میں ادا کئے جاتے ہیں۔ ہر ضلع میں مہاراشٹر اگرو انڈسٹریز ڈیولپمنٹ کارپوریشن (میڈک) اور مہاراشٹر اسٹیٹ کوآپریٹیو مارکٹنگ فیڈریشن کی ایجنسیاں قائم ہیں جنھیں مذکورہ اشیاء کی درکار تعداد سے مطلع کیا جاتا ہے۔ قرضہ منظور ہونے کے بعد درکار اشیاء مذکورہ دونوں اداروں کے ذریعہ کسانوں کو فراہم کی جاتی ہیں اور فراہم شدہ اشیاء کی کسانوں سے رسید لی جاتی ہے۔ ان اشیاء کی قیمتیں کسانوں کے اکاؤنٹ میں ضم کر دی جاتی ہیں۔

سرمایہ اصل کی امداد :

حکومت مہاراشٹر، پھلوں کی کاشت کرنے والے چھوٹے اور درمیانی درجہ کے کسانوں کو سرمایہ اصل کی امداد دیتی ہے۔ یہ امداد ۵۰ فیصد آم اور ۳۳ ⅓ فیصد دیگر پھلوں کے لئے ہے۔ چند فصلوں کے لئے کنوئیں بھی تعمیر کئے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ کسانوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ بہم پہنچانے کے لئے مختلف اسکیمات کو جوڑ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح مربوط دیہی ترقیاتی پروجیکٹ والے علاقوں میں پھلوں کی کاشتکاری کے لئے اشیاء جنس فراہم کی جاتی ہیں۔ ضمانت روزگار اسکیم کے تحت بھی کنوؤں کی تعمیر پروگرام کے لئے ۵۰ فیصد تک امداد دی جاتی ہے۔

پھلوں کے باغات کی دیکھ بھال :

مختلف وجوہات کی بنا پر پھلوں کے کئی باغات ضائع ہو جاتے ہیں اس لئے باغبانی ترقیات پروگرام کے تحت باغات کی از سر نو تجدید کی جاتی ہے۔ غلط دیکھ بھال اور کیڑے لگے درختوں کی صفائی کی جاتی ہے۔ ان پر جراثیم کش ادویات اور دیگر کارآمد کیمیا چھڑکی جاتی ہیں۔ اس طرح تجدید سے درختوں کی پیداواری صلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ تجدیدی کاموں کے لئے کسانوں کو بینک سے ۲۰۰۰ روپے فی ہیکٹر کے حساب سے قرضے دیئے جاتے ہیں۔ کسانوں کو تین سال کے لئے سالانہ فی ہیکٹر پر ۱۰۰۰ روپے امداد دینے کی گنجائش ہے۔

باغبانی پُروگرام برائے سال ۸۳-۱۹۸۲ء

ضلع (۱)	الفانسو آم (۲)	آم (دیگر اقسام) (۳)	ناریل (۴)	چیکو (۵)	کاجو (۶)	امرود (۷)	سنگترہ (۸)	موسمبی (۹)
۱) تھانے	۴۵۰	..	۱,۰۰۰	۱۰۰	۵۰۰	..	..	..
۲) رائے گڈھ	۲۰۰	..	۱,۰۰۰	۲۵	۵۰۰	..	..	..
۳) رتناگیری	۱,۰۰۰	..	۵۰۰	۲۵	۱,۵۰۰	..	..	..
۴) سندھودرگ	۷۵۰	..	۸۰۰	۲۵	۲,۰۰۰	..	..	..
۵) ناشک	۲۰۰	۲۰۰	۱۰۰	۳۰	۲۰۰	۱۵۰	..	۱۰۰
۶) دھولے	۱۵۰	۵۰	۵۰	۵۲	۱۰۰	۲۰۰	..	۱۰۰
۷) جلگاؤں	..	۱۵۰	۱۰۰	۳۰	..	۱۵۰	..	۱۰۰
۸) احمد نگر	..	۲۰۰	۱۰۰	۲۵	..	۱۵۰	..	۱۰۰
۹) پُونے	..	۳۰۰	۱۰۰	۲۵	..	۲۰۰	..	۱۰۰
۱۰) ستارا	۲۰۰	۲۵۰	۱۰۰	۲۵	..	۲۰۰	..	۵۰
۱۱) سانگلی	..	۱۰۰	۱۵۰	۲۵	..	۲۰۰	..	۱۰۰
۱۲) سولاپور	..	۱۰۰	۱۰۰	۳۰	..	۲۰۰	..	۵۰
۱۳) کولھاپور	۲۰۰	۳۰۰	۱۰۰	۳۰	۳۰۰	۲۰۰	..	۵۰
۱۴) اورنگ آباد	..	۲۵۰	۱۰۰	۲۵	..	۱۵۰	..	۱۵۰
۱۵) جالنہ	..	۲۰۰	۱۰۰	۳۰	..	۱۵۰	..	۱۵۰
۱۶) پربھنی	..	۱۰۰	۱۵۰	۳۰	..	۱۵۰	..	۱۵۰
۱۷) بیڑ	..	۱۵۰	۱۵۰	۲۵	..	۱۵۰	..	۱۵۰
۱۸) ناندیڑ	..	۲۵۰	۱۵۰	۲۵	..	۱۵۰	..	..
۱۹) عثمان آباد	..	۲۵۰	۱۵۰	۲۵	..	۱۰۰	..	۱۵۰
۲۰) بلڈانہ	..	۳۰۰	۵۰	—	..	۷۵	۲۵۰	۱۰۰
۲۱) اکولہ	..	۱۵۰	۱۰۰	۲۵	..	۷۵	۴۰۰	..
۲۲) امراوتی	..	۱۵۰	۱۰۰	-	..	۷۵	۴۵۰	..
۲۳) ایوت محل	..	۲۰۰	۵۰	..	..	۷۵	۲۰۰	..
۲۴) وردھا	..	۱۵۰	۱۰۰	۲۰	..	۵۰	۱۵۰	..
۲۵) ناگپور	..	۲۰۰	۱۰۰	.	..	۷۵	۵۰۰	..
۲۶) بھنڈارہ	..	۱۵۰	۱۰۰	۲۵	..	۷۵	۵۰	..
۲۷) چندرپور	..	۵۰۰	۵۰	..	..	۵۰	۵۰	..
میزان کل:	۳,۰۰۰	۴,۷۵۰	۵,۶۵۰	۶۵۰	۵,۰۰۰	۳,۰۵۰	۲,۰۵۰	۱,۷۵۰

(پھل اور سبزیاں) فی ہیکٹر اراضی

کاغذی لیمو (۱۰)	سیتا پھل (شریفہ) (۱۱)	انار (۱۲)	پپیتا (۱۳)	دیگر پھل (۱۴)	کل پھل (۱۵)	سبزیاں (۱۶)	کل فصل (۱۷)	پھول (۱۸)	مسالحے (۱۹)
–	۲۰	–	–	۷۵	۲,۱۴۵	۵۰۰	۲,۶۴۵	۵۰۰	۵۰۰
–	۱۰	–	–	۵۰	۱,۷۸۵	۵۰۰	۲,۲۸۵	۴۰۰	۵۰۰
–	۱۰	–	–	۵۰	۳,۰۸۵	۲۰۰	۳,۲۸۵	۱۵۰	۷۵۰
–	۱۰	–	–	۷۵	۳,۶۳۰	۲۰۰	۳,۸۶۰	۱۵۰	۷۵۰
۵۰	۷۵	۲۵	۱۰۰	۱۲۵	۱,۳۵۵	۵۰۰	۱,۸۵۵	۷۰۰	۵۰۰
۵۰	۷۵	۲۵	۵۰	۱۰۰	۸۲۵	۳۰۰	۱,۱۲۵	۱۰۰	۲۰۰
۷۵	۷۵	۲۵	۱۰۰	۱۲۵	۹۳۰	۳۰۰	۱,۲۳۰	۲۰۰	۲۰۰
۵۰	۷۵	۲۵	۵۰	۱۰۰	۸۷۵	۴۰۰	۱,۲۷۵	۵۰۰	۵۰۰
۷۵	۵۰	۲۵	۵۰	۱۰۰	۱,۰۲۵	۵۰۰	۱,۵۲۵	۵۰۰	۵۰۰
۷۵	۲۵	۲۵	۵۰	۱۰۰	۱,۱۰۰	۲۰۰	۱,۳۰۰	۲۰۰	۲۰۰
۷۵	۵۰	۲۵	۵۰	۱۰۰	۸۷۵	۲۰۰	۱,۰۷۵	۲۰۰	۳۰۰
۷۵	۵۰	۲۵	۱۵۰	۷۵	۸۵۵	۲۰۰	۱,۰۵۵	۲۰۰	۲۰۰
۷۵	۲۵	۲۰	۲۵	۷۵	۱,۴۰۰	۲۰۰	۱,۶۰۰	۳۰۰	۲۰۰
۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۷۵	۹۵۰	۳۰۰	۱,۲۵۰	۲۰۰	۲۰۰
۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۱۰۰	۹۳۰	۳۰۰	۱,۲۳۰	۱۰۰	۲۰۰
۷۵	۵۰	۵۰	۵۰	۱۰۰	۹۰۵	۳۰۰	۱,۲۰۵	۱۰۰	۲۰۰
۷۵	۵۰	۵۰	۲۵	۵۰	۸۷۵	۲۰۰	۱,۰۷۵	۱۰۰	۲۰۰
۷۵	۵۰	۵۰	۵۰	۱۰۰	۱,۰۵۰	۲۰۰	۱,۲۵۰	۲۰۰	۲۰۰
۷۵	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۹۵۰	۱۵۰	۱,۱۰۰	۱۰۰	۲۰۰
۵۰۰	۲۵	۱۰	۲۵	۷۵	۱,۴۱۰	۱۵۰	۱,۵۶۰	۱۰۰	۱۰۰
۵۰۰	۲۵	۱۰	۲۵	۱۰۰	۱,۴۱۰	۱۵۰	۱,۵۶۰	۲۰۰	۳۰۰
۶۰۰	۲۵	۱۰	۲۵	۷۵	۱,۵۱۰	۱۵۰	۱,۶۶۰	۲۰۰	۳۰۰
۵۰۰	۲۵	۱۰	۲۵	۷۵	۱,۱۶۰	۱۵۰	۱,۳۱۰	۱۰۰	۲۰۰
۵۰۰	۲۵	۱۰	۲۵	۵۰	۱,۰۸۰	۱۵۰	۱,۲۳۰	۱۰۰	۱۰۰
۵۰۰	۲۵	۱۰	۲۵	۷۵	۱,۵۱۰	۳۰۰	۱,۸۱۰	۳۰۰	۳۰۰
۵۰۰	۲۵	۱۰	۲۵	۵۰	۱,۰۱۰	۲۰۰	۱,۲۱۰	۱۰۰	۱۰۰
۵۰۰	۲۵	۱۰	۲۵	۷۵	۱,۲۸۵	۱۰۰	۱,۳۸۵	۱۰۰	۱۰۰
۵,۱۰۰	۱,۰۵۰	۶۰۰	۱,۱۰۰	۲,۲۰۰	۳۵,۹۵۰	۷,۰۰۰	۴۲,۹۵۰	۶,۱۰۰	۷,۰۰۰

ضلع اور فصل واری

ضلع	الفانسو آم	آم کی دیگر اقسام	ناریل	چیکو	کاجو
۱) کھالے	۴۷,۰۰۰	..	۲,۰۰,۰۰۰	۷,۵۰۰	۱,۳۷,۵۰۰
۲) رائے گڑھ	۲۰,۰۰۰	..	۲,۰۰,۰۰۰	۱,۸۷۵	۱,۳۷,۵۰۰
۳) رتناگیری	۱,۰۰,۰۰۰	..	۱,۰۰,۰۰۰	۱,۸۷۵	۴,۱۲,۵۰۰
۴) سندھودرگ	۷۵,۰۰۰	..	۱,۶۰,۰۰۰	۱,۸۷۵	۵,۵۰,۰۰۰
۵) ناشک	۲۰,۰۰۰	۲۰,۰۰۰	۲۰,۰۰۰	۲,۲۵۰	۵۵,۰۰۰
۶) دھولے	..	۱۵,۰۰۰	۱۰,۰۰۰	۱,۸۷۵	..
۷) جلگاؤں	..	۱۵,۰۰۰	۲۰,۰۰۰	۲,۲۵۰	..
۸) احمد نگر	..	۲۰,۰۰۰	۲۰,۰۰۰	۱,۸۷۵	..
۹) پونے	..	۲۰,۰۰۰	۲۰,۰۰۰	۱,۸۷۵	..
۱۰) ستارا	۲۰,۰۰۰	۲۵,۰۰۰	۲۰,۰۰۰	۱,۸۷۵	..
۱۱) سانگلی	..	۱۰,۰۰۰	۳۰,۰۰۰	۱,۸۷۵	..
۱۲) سولاپور	..	۱۰,۰۰۰	۲۰,۰۰۰	۲,۲۵۰	..
۱۳) کولہاپور	۲۰,۰۰۰	۳۰,۰۰۰	۲۰,۰۰۰	۲,۲۵۰	۸۲,۵۰۰
۱۴) اورنگ آباد	..	۲۵,۰۰۰	۲۰,۰۰۰	۱,۸۷۵	..
۱۵) جالنہ	..	۲۰,۰۰۰	۲۰,۰۰۰	۲,۲۵۰	..
۱۶) پربھنی	..	۱۰,۰۰۰	۳۰,۰۰۰	۲,۲۵۰	..
۱۷) بیڑ	..	۱۵,۰۰۰	۳۰,۰۰۰	۱,۸۷۵	..
۱۸) ناندیڑ	..	۲۵,۰۰۰	۳۰,۰۰۰	۱,۸۷۵	..
۱۹) عثمان آباد	..	۲۵,۰۰۰	۳۰,۰۰۰	۱,۸۷۵	..
۲۰) بلڈانہ	..	۳۰,۰۰۰	۱۰,۰۰۰	..	..
۲۱) اکولہ	..	۱۵,۰۰۰	۲۰,۰۰۰	۱,۸۷۵	..
۲۲) امراؤتی	..	۱۵,۰۰۰	۲۰,۰۰۰	..	..
۲۳) ایوت محل	..	۲۰,۰۰۰	۱۰,۰۰۰	..	..
۲۴) وردھا	..	۱۵,۰۰۰	۲,۰۰,۰۰۰	۱,۵۰۰	..
۲۵) ناگپور	..	۲۰,۰۰۰	۲۰,۰۰۰	..	..
۲۶) بھنڈارہ	..	۱۵,۰۰۰	۲۰,۰۰۰	۱,۸۷۵	..
۲۷) چندرپور	..	۵۰,۰۰۰	۱۰,۰۰۰	..	..
میزان کل	۳,۰۰,۰۰۰	۴,۷۵,۰۰۰	۱۱,۳۰,۰۰۰	۴۸,۷۵۰	۱۳,۷۵,۰۰۰

باغبانی پروگرام ۸۳-۱۹۸۲ء

امرود	سنگترہ	موسمبی	کاغذی لیمو	سیتاپھل (شریفہ)	انار	پپیتا
--	....	.	..	۲۲,۰۰۰	...	...
..	....	...	...	۱۱,۰۰۰	...	...
..	....	...	...	۱۱,۰۰۰	...	...
..		...	...	۱۱,۰۰۰	...	...
۴۱,۲۵۰	....	۲۷,۵۰۰	۱۳,۷۵۰	۸۲,۵۰۰	۶,۸۷۵	۱,۱۰,۰۰۰
۵۵,۰۰۰	....	۲۷,۵۰۰	۱۳,۷۵۰	۸۲,۵۰۰	۶,۸۷۵	[illegible]
۴۱,۲۵۰	....	۲۷,۵۰۰	۲۰,۶۲۵	۸۲,۵۰۰	۶,۸۷۵	۱,۱۰,۰۰۰
۴۱,۲۵۰	....	۲۷,۵۰۰	۱۳,۷۵۰	۸۲,۵۰۰	۶,۸۷۵	۵۵,۰۰۰
۵۵,۰۰۰	....	۲۷,۵۰۰	۲۰,۶۲۵	۵۵,۰۰۰	۶,۸۷۵	۵۵,۰۰۰
۵۵,۰۰۰	....	۱۳,۷۵۰	۲۰,۶۲۵	۲۷,۵۰۰	۶,۸۷۵	۵۵,۰۰۰
۵۵,۰۰۰	....	۲۷,۵۰۰	۲۰,۶۲۵	۵۵,۰۰۰	۶,۸۷۵	۵۵,۰۰۰
۵۵,۰۰۰	....	۱۳,۷۵۰	۲۰,۶۲۵	۵۵,۰۰۰	۶,۸۷۵	۱,۶۵,۰۰۰
۵۵,۰۰۰	....	۱۳,۷۵۰	۲۰,۶۲۵	۲۷,۵۰۰	۵,۵۰۰	۲۷,۵۰۰
۴۱,۲۵۰	....	۴۱,۲۵۰	۱۳,۷۵۰	۵۵,۰۰۰	۱۳,۷۵۰	۵۵,۰۰۰
۴۱,۲۵۰	...	۴۱,۲۵۰	۱۳,۷۵۰	۵۵,۰۰۰	۱۳,۷۵۰	۵۵,۰۰۰
۴۱,۲۵۰	...	۴۱,۲۵۰	۲۰,۶۲۵	۵۵,۰۰۰	۱۳,۷۵۰	۵۵,۰۰۰
۴۱,۲۵۰	...	۴۱,۲۵۰	۲۰,۶۲۵	۵۵,۰۰۰	۱۳,۷۵۰	۲۷,۵۰۰
۴۱,۲۵۰	...	۴۱,۲۵۰	۲۰,۶۲۵	۵۵,۰۰۰	۱۳,۷۵۰	۵۵,۰۰۰
۲۷,۵۰۰	...	۴۱,۲۵۰	۲۰,۶۲۵	۵۵,۰۰۰	۱۳,۷۵۰	۵۵,۰۰۰
۲۰,۶۲۵	۶۸,۷۵۰	۲۷,۵۰۰	۱,۳۷,۵۰۰	۲۷,۵۰۰	۲,۷۵۰	۲۷,۵۰۰
۲۰,۶۲۵	۱,۱۰,۰۰۰	..	۱,۳۷,۵۰۰	۲۷,۵۰۰	۲,۷۵۰	۲۷,۵۰۰
۲۰,۶۲۵	۱,۲۳,۷۵۰	..	۱,۶۵,۰۰۰	۲۷,۵۰۰	۲,۷۵۰	۲۷,۵۰۰
۲۰,۶۲۵	۵۵,۰۰۰	..	۱,۳۷,۵۰۰	۲۷,۵۰۰	۲,۷۵۰	۲۷,۵۰۰
۱۳,۷۵۰	۴۱,۲۵۰	..	۱,۳۷,۵۰۰	۲۷,۵۰۰	۲,۷۵۰	۲۷,۵۰۰
۲۰,۶۲۵	۱,۳۷,۵۰۰	--	۱,۳۷,۵۰۰	۲۷,۵۰۰	۲,۷۵۰	۲۷,۵۰۰
۲۰,۶۲۵	۱۳,۷۵۰	..	۱,۳۷,۵۰۰	۲۷,۵۰۰	۲,۷۵۰	۲۷,۵۰۰
۱۳,۷۵۰	۱۳,۷۵۰	..	۱,۳۷,۵۰۰	۲۷,۵۰۰	۲,۷۵۰	۲۷,۵۰۰
۸,۳۸,۷۵۰	۵,۶۳,۷۵۰	۴,۸۱,۲۵۰	۱۴,۰۲,۵۰۰	۱۱,۵۵,۰۰۰	۱,۶۵,۰۰۰	۱۲,۱۰,۰۰۰

قومی راج

۱۰ جولائی ۱۹۸۲ء

آم اور بیر کے درخت :

کئی کسان معمولی قسم کے بیر اور آم کی کاشت کرتے ہیں لیکن اگر ان درختوں کی ٹھیک طرح سے قلم کاری کی جائے تو ان درختوں سے پھلوں کی خوب پیداوار ہو سکتی ہے اور نتیجہ میں زائد آمدنی حاصل کی جا سکتی ہے۔ آموں کی قلمکاری کے لئے ضروری اشیاء مثلاً موم ریزن۔ ربکزن کپڑا، پولیتھین ٹیپ، سوت وغیرہ کے لئے فی قلم تین روپے کے حساب سے ترغیبی معاوضہ دیا جاتا ہے۔ کسی بھی ضلع میں کم از کم ۱۰۰۰ آموں کی کامیابی سے قلم کاری کرنے پر متعلقہ ضلع کی دیہی پنچایت کو ۵۰۰ روپے نقد عطیہ دیا جاتا ہے۔

کوکو، کافی، لیچی جیسی فصلوں کے لئے فی کاشتکار زیادہ سے زیادہ ۴۰ روپے اور کم از کم ۵۰ فیصد امداد دی جاتی ہے۔

کم بارش کے پھول :

کم۔ بارش کے پھولوں کی کاشتکاری تمام کسانوں کے لئے معاشی طور سے زیادہ فائدہ مند ہے۔ پھولوں کی ایسی کاشت کے لئے

کسانوں کو اعلیٰ اقسام کے بیج کی خریدی کے لئے ۲ روپے مالیت کے بیج کے لئے ۵ روپیہ بطور امداد ادا کیا جاتا ہے۔ ۱۰۰۰۰ چھوٹے، درمیانی اور قبائلی کسانوں کی بہبودی اسکیم میں ۱۰۰۰ قبائلی علاقوں کے کسان ہیں اور ۲۰۰۰ خصوصی طور پر مقرر کسان ہیں۔

سبزیوں کی کاشتکاری :

قبائلی علاقوں میں سبزیوں کی کاشتکاری کو فروغ دینے کی غرض سے کسانوں کو ۵، ۷، ۲ روپے مالیت کے بہترین سبزیوں کے بیج ۱۰۰ فیصد امداد کی بنیاد پر فراہم کئے جاتے ہیں۔

اس طرح مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ باغبانی ترقیات کے لئے ریاست میں جامع طور سے کوششیں جاری ہیں۔ حکومت نے باغبانی ترقیات کے لئے مختلف اُمور کی ذمہ داری باغبانی اور سوشیل فاریسٹری ڈپارٹمنٹ کے عہدیداران پر عائد کی ہے جن کی کوششوں کی بدولت ریاست میں باغبانی کو زیادہ سے زیادہ فروغ حاصل ہو رہا ہے۔

★

پنہالہ جنگلات میں شجرکاری

* پربھاکر بودرنا
ڈسٹرکٹ انفارمیشن آفیسر، کولہاپور

جنگلات نہ صرف ہماری قومی دولت ہیں، بلکہ ان کے بغیر ماحول ویران ہوجاتے ہیں، زندگی پھیکی پھیکی رہ جاتی ہے۔ جنگلات سے کئی فائدے ہیں، اسی لئے حکومت نے ان کی ترقیات کے لئے متعدد پروگرام وضع کئے ہیں۔

ریاست مہاراشٹر میں ایسے مقامات بھی ہیں، مثلاً چاندگڑھ، اجرا گگن باوڑا اور پنہالہ، واقع ضلع کولہاپور جہاں کبھی گھنے جنگلات ہوا کرتے تھے، لیکن درختوں کی بے انتہا کٹائی اور شجرکاری میں عوام کی عدم دلچسپی کے باعث یہ جنگلاتی علاقے دیکھتے ہی دیکھتے ویران ہوگئے۔ اسی لئے جنگلات کے تحفظ اور اُن کی ترقیات کیلئے مؤثر پروگرام ترتیب دیئے گئے ہیں۔



پنہالہ جنگلات

کولہاپور جنگلات ڈویژن میں پنہالہ جنگلاتی علاقہ ۷۳۵،۱۷ ہیکٹر اراضی پر پھیلا ہوا ہے۔ پنہالہ قلعہ کے حدود میں واقع جنگلاتی علاقہ ۱۳۸ ہیکٹر اراضی پر مشتمل ہے۔ پنہالہ فورٹ کے راستہ پر ایک علاقہ ہے جو داگھ بیل (شیروں کا مسکن) کے نام سے مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ علاقہ گھنے جنگلات سے گھرا ہونے کے باعث یہ شیروں کا مسکن بن گیا تھا اسی لئے یہ علاقہ داگھ بیل کے نام سے مشہور ہوا۔



پنہالہ کے "نہرو اُدّیان" کا ایک دلکش منظر



فوائد

ہمارا ملک ایک زراعتی ملک ہے اور یہاں جنگلات اور زراعت کا ایک دوسرے پر بہت ہی زیادہ دارومدار ہے۔ جنگلات سطح زمین کو خرابیوں سے بچاتے ہیں۔ ان سے زراعتی پیداوار، عمارتی لکڑیاں، چارہ، اور ایندھن حاصل ہوتا ہے۔ جنگلات سیلاب سے بچاتے ہیں اور مانسون ہواؤں کو روک کر بارش برساتے ہیں۔ اسکے علاوہ آلودگی دور کرنے اور طبعی توازن قائم رکھنے میں بھی جنگلات بیحد معاون ہیں۔ ان سے ماحول میں نہ صرف خوبصورتی پیدا ہوتی ہے بلکہ یہ ہمارے لئے پھل، پھول اور جڑی بوٹیاں بھی پیدا کرتے ہیں۔ صنعتوں کیلئے خام اشیاء بھی ان ہی سے حاصل ہوتی ہیں۔ اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ جنگلات جنگلی جانداروں کے لئے محفوظ اور قدرتی آماجگاہ کا کام دیتے ہیں۔

پہاڑی مقام

پنہالہ ایک پرفضا تاریخی پہاڑی مقام ہے جو سطح سمندر سے تقریباً ۳٫۱۲۷ فیٹ اونچا ہے۔ مناسب بارش اور معتدل آب و ہوا والا یہ علاقہ رتیلا اور چٹانی ہونے کی وجہ سے یہاں درخت کافی اونچے نہیں ہو سکتے۔ یہاں ایک نجی ملکیت کا جنگل واقع ہے جس میں درختوں کی کٹائی حکومت کے قوانین کے مطابق کی جاتی ہے۔ پچھلے سال اس جنگل کے ۱۵ درخت کاٹے گئے۔ یہاں کے دیہی باشندے چوری چھپے اس جنگل میں اپنے مویشی چراتے ہیں، جس کی وجہ سے پودوں کی نشو و نما ٹھیک نہیں ہو پاتی۔

جنگلاتی ترقیات

پنہالہ میں جنگل بانی کو فروغ دینے کے لئے محکمہ جنگلات کی جانب سے ریڈ گھاٹ کے مقام پر پودوں کی قلموں کی نرسری قائم کی گئی ہے۔ اس نرسری میں ٹیمبر، سیسم، بانس، جامن، آم، اوک، اشوکا، کاجو، نیمبو، اور سرو کے درختوں کی ۵۰٫۰۰۰ قلمیں تیار کی گئی ہیں اور مزید دو لاکھ قلمیں اسی سال پیدا کی جائیں گی۔

گذشتہ سال یہاں وزیر جنگلات نے "ون مہوتسو" کے موقعہ پر چند پودے لگائے تھے، اسکے علاوہ چند نوجوانوں نے جو یوتھ برادری کے تحت ایک شیبر میں جمع ہوئے تھے، سو بیول، سلور اوک، آم، کرنج، اور جامن کے تقریباً ۶۵۵ پودے ایک ہیکٹر اراضی میں لگائے تھے۔ یہ سب کے سب محکمہ جنگلات کے عملہ کی زیر نگرانی میں اچھی طرح سے پھل پھول رہے ہیں۔ عملہ نے ان پودوں کے تحفظ کے لئے احاطہ بھی باندھ دیا ہے۔

تقریباً ۲۰۔ ۲۵ سال پہلے پنہالہ میں ریڈ گھاٹ مرتاند کے مقام پر وسیع پیمانے پر شجر کاری کی گئی تھی۔ چونکہ یہاں کی زمین کافی زرخیز ہے اسلئے آم، جامن، کرنج، ببول وغیرہ کے درخت کافی تعداد میں اُگ آئے۔ ون مہوتسو کے موقع پر اس علاقہ کو نرسری سے ۴٫۷۴۲ قلمیں مہیا کی گئیں۔

ایک لاکھ سے زائد شجر کاری

گذشتہ مونسون میں پنہالہ جنگلات کے علاقہ میں ۱۵۲ ہیکٹر اراضی پر ۲۰۰٫۰۰۰ قلمیں لگائی گئیں۔ ان میں ٹیک، سو ببول، آم، جامن، کاجو وغیرہ کے درخت تھے۔ اس سال بھی کم از کم ۵۰٫۰۰۰ پودے لگانے کی تجویز زیر غور ہے۔

شجر کاری میں طلبہ کا تعاون حاصل کرنے کی غرض سے "ایک بچہ کا ایک درخت" نامی نئی اسکیم کے تحت محکمۂ جنگلات نے پنہالہ تعلقہ میں آسرے بروریدالی، آرالے، بورگاؤں، اور یو لچ کے مقامات پر واقع اسکولوں کے بچوں سے ناریل، چکو، آم، کاجو، وغیرہ کے ۵۰۰ پودے لگائے۔ آٹھ تا ۱۵ سال کے بچوں میں سے ہر بچہ نے درخت لگایا اور اسکی پوری طرح نشو و نما ہونے تک دیکھ بھال کا ذمہ دار قرار دیا گیا۔ اس اسکیم کے تحت حکومت ہر ضلع کے ایک اسکول کو بہترین شجر کاری پر انعام بھی دیتی ہے۔

جنگلاتی ترقیات

پنہالہ کے اوپری حصہ میں جنگلات برائے نام ہیں۔ اس علاقہ میں بڑے پیمانے پر شجر کاری شروع کی گئی ہے۔ لیکن سب سے بڑی رکاوٹ خراب زمین ہے۔ اس نقص کو دور کرنے کے لئے ہر سال ۲۰ ہیکٹر اراضی منتخب کر لی جاتی ہے۔ زمین میں ایک ایک میٹر کے گڈھے کھودے جاتے ہیں۔ جن میں باہر سے لائی گئی کھاد ڈالی جاتی ہے اور پھر انھیں بھر دیا جاتا ہے۔ اسکے بعد اقسام کے درختوں کی شجر کاری کی جاتی ہے اور اگر ضروری ہوا تو صرف پہلے سال پانی دیا جاتا ہے۔ افسر جنگل شری ڈی ڈی پاٹل کا کہنا ہے کہ مذکورہ



میونسپل گارڈن، بنہالہ
کا
ایک دلکش منظر

مائزدہ عقب سے ہر سال ۲۰ ہیکٹر اراضی میں کامیاب جنگل بانی کی جاسکتی ہے.

طبق آدیان

بنہالہ ہل اسٹیشن ویسے تو قدرتی طور پر خوبصورت ہے ہی لیکن ۱۹۵۹ء میں محکمہ جنگلات نے اسے مزید خوبصورت بنانے کے لئے اور بھی اقدامات کئے۔ یہاں ۲۰ ہیکٹر اور ۴۴ ایکٹر زمین پر ایک پارک بنایا گیا ہے جو دیکھنے میں طبق (مشروب اور کھانے پینے کی چیزیں پیش کرنے کا ظروف) نظر آتا ہے اسلئے اسے طبق ادیان کا نام دیا گیا ہے۔ محکمہ جنگلات نے محنت سے اس پارک کو اس قدر خوبصورت بنایا ہے کہ یہ اب سیاحوں کے لئے باعث کشش بن گیا ہے۔ اس ضمن میں شری اے، جی اوک اور شری پاٹل کی کوششیں قابل ستائش ہیں۔ یہ پارک سیاحت کے لحاظ سے پرکشش ہونے کے علاوہ اب فلموں کے لئے شوٹنگ کا بہترین انتہائی مقام بھی بن چکا ہے۔ یہاں کئی مشہور فلموں کی منظر کشی ہو چکی ہے۔ شری گوند کلکرنی ممتاز مراٹھی فلم ڈائرکٹر کے الفاظ میں بنہالہ کا یہ پارک قدرتی مناظر سے بھرپور ہے اور شوٹنگ کے لئے نہایت ہی موزوں مقام ہے۔

اس مقام پر آنے والے چند سیاحوں نے یہ بھی مشورہ دیا ہے کہ پہاڑیوں پر سے رسہ گاڑی (روپ وے) کے ذریعہ "طبق ادیان" کے شرقی و غربی حصوں کو جوڑا جائے تو بہتر ہوگا۔ اگر اس مشورہ پر عمل کیا گیا تو مہاراشٹر میں اس سہولت کا یہ پہلا ہل اسٹیشن ہوگا۔

یہاں ہر سال اپریل سے مئی کے مہینے میں سیاحوں کی چہل پہل رہتی ہے۔ ریاستی حکومت، میونسپل کونسل دونوں ہی سیاحوں کو سہولیات مہیا کرنے میں کوشاں رہتے ہیں۔ بنہالہ میونسپل کونسل، حکومت کی امداد اور عوام کے تعاون سے ضروری سہولیات مثلاً فراہمی آب، مارکٹ، سڑکیں، طبی امداد وغیرہ مہیا کرنے میں پیش پیش ہے۔ گذشتہ سال بنہالہ ہل۔ اسٹیشن کونسل نے ترقیاتی اسکیم کے تحت مقرر کردہ قائم ذریعہ آمدنی کے ہفتہ وار اور روزانہ مارکیٹ میں جگہیں حاصل کرکے یہاں منی مارکیٹ کے انتظام کے لئے گالے تعمیر کرنے کا کام شروع کیا ہے۔ اس کام پر لاگت کا تخمینہ ۵۶،۰۰۰ روپیہ ہے جس میں سے ۲۸،۰۰۰ روپے امدادی رقم ہے۔ اس کے علاوہ یہاں ایک پرائمری اسکول کی تعمیر کا کام جو رک گیا تھا، دوبارہ شروع کر دیا گیا ہے۔ اس کام پر لاگت کا تخمینہ ۱،۴۸،۰۰۰ روپیہ ہے جو کونسل کے چیف ایگزیکیوٹیو آفیسر شری ایس جی گھانگے کے بیان کے مطابق امداد کے طور پر حاصل کیا جائے گا۔

بنہالہ ایک تاریخی مقام ہے۔ اس مقام کی تاریخی اہمیت سے سیاحوں کو واقف کرانے کی غرض سے جگہ جگہ بورڈ آویزاں کئے گئے ہیں۔ قلعہ کی داخلی حدود میں یہاں ایک قوس نما دروازہ تعمیر کیا جا رہا ہے۔ یہ کام قریب الختم ہے۔ اسکے بعد یہاں ایک بہت بڑے میدانی علاقہ کو جزیرہ نما بنانے کا کام شروع کیا جائے گا۔ اس طرح بنہالہ کے جنگلات کی ترقیات کے ساتھ ساتھ اس علاقہ کو خوبصورت سے خوبصورت ترین بنانے کی کوششیں جاری رہیں گی۔

★★★

قومی راج

۱۰ جولائی ۱۹۸۲ء

واشنگٹن (امریکی مزاح)

خواجہ عبدالغفور

گپ سازی

بہت ساری بازیاں الٹ جاتی ہیں اُن کے کھلاڑی ہار جاتے ہیں اور شرمندگی کے مارے کسی کو صورت دکھانے کے لائق نہیں رہتے۔ لیکن گپ بازی کا میدان اتنا وسیع اور اس کا ماحول اتنا سازگار ہے کہ اس کے کھلاڑی کبھی ہارتے ہیں نہ سُبکی اٹھاتے ہیں اسی لئے گپ بازی کے لئے گپ سازی بھی ضروری ہوتی ہے۔ امریکہ کے مشہور طنز نگار آرٹ بچ والڈ نے بتایا کہ واشنگٹن میں گپ سازی کا ایک کارخانہ ہے جو کبھی بند ہوتا ہے نہ اُس کی مشینیں گھستی پٹتی ہیں۔ اُن کو چلانیوالے تھکتے ہیں نہ اُجرت اور معاوضہ بڑھانے کے لئے ہڑتال کرتے ہیں زائد از وقت کام کرکے اضافہ نہیں مانگتے، عوام کے مطالبے کو پورا کرنے کے لئے اُنھیں ہمیشہ مصروف رہنا پڑتا ہے۔

اِن کا بیان ہے کہ ایک ایسی ہی فیکٹری پچھلے دو ہفتے سے مُسلسل چوبیس گھنٹے چل رہی ہے کسی قسم کا وقفہ ہے نہ تعطل۔ اور پھر بھی اُنہیں جو تھوک آرڈر ملے ہیں وہ پورے نہیں ہو رہے ہیں۔

ان سے جھجکتے ہوئے سوال کیا۔ "فیکٹری میں گپ کس طرح بنائی جاتی ہے؟" جواب ملا۔ "ایک بار اس کا نسخہ ہاتھ آجائے تو پھر گپ کا تیار کرنا کچھ مشکل نہیں۔ جس طرح دوسری صنعتوں میں خام مال استعمال ہوتا ہے اسی طرح یہاں پر خام واقعات کو حاصل کرلیا جاتا ہے اور پھر اس میں افواہیں، خیالی پرواز، پھڑے، مبالغے جھوٹ اور اس قسم کی دوسری چیزیں جو بھی دستیاب ہوں، ان کو مشین کے اندر مختلف خانوں میں بھر دیا جاتا ہے۔ حسب خواہش ان کے کم و بیش مرکبات بنا کر جب مشین کے باہر نکالا جاتا ہے تو دل پسند گپ تیار ہو جاتی ہے۔ ویسے تو یہ سب کچھ منٹوں میں ہو جاتا ہے لیکن ہر ایسی گپ کو پُر اثر اور فعال رکھنے کے لئے ایک ایسی سطح پر رکھنا ضروری ہوتا ہے کہ جس کو گرما گرم کہا جاتا ہے۔ ان فیکٹریوں میں اس کے لئے ایسے انتظامات کئے گئے ہیں کہ گپ تازہ بتازہ رہیں۔

گپوں کی تیاری کے لئے خام مال اور مال مسالہ کہاں سے دستیاب ہوتا ہے، اس کا بڑا دلچسپ جواب ہے، یہ کلبوں، شادی بیاہ کی محفلوں کانفرنسوں، جوئے خانوں، شراب خانوں، کھیل کود کے میدانوں سے ان کی شروعات ہوتی ہے جہاں سے ان فیکٹریوں کے نمائندے ان کو روزانہ جمع کر کے لے آتے ہیں اور حسب ضرورت اُن کو چھانٹ لیا جاتا ہے جن کی فوری طلب نہ ہو، ان کو محفوظ خانوں میں لیبل لگا کر رکھ دیا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر آجکل امریکہ میں نسلی امتیاز کی گپوں کو استعمال میں لایا جا رہا ہے اور سیاسی گپ شپ تہہ خانوں میں عندالموقع استعمال کے لئے رکھ دی گئی ہے۔ نسلی اور ذات پات کے امتیاز کی باتوں سے پہلے یہاں پر ویتنام کی گپ بازی زور شور سے چل رہی تھی لیکن اس کا دور دورہ بہت جلد ختم ہو گیا۔

ایک سوال یہ ہے کہ آخر یہ گپیں کس طرح تقسیم ہوتی ہیں اور ان کا چکر کیسے بنتا ہے اور یہ کس طرح پھیلتی ہیں۔ ہمیں بتایا گیا کہ یہ تو کوئی مشکل مسئلہ نہیں۔ تقسیم کے لئے ہر جگہ کارندے موجود ہیں جن میں ٹیکسی ڈرائیور، ہوٹلوں چائے خانوں میں مستقل طور پر بیٹھے ہوئے بیکار لوگ، کلبوں میں اپنی روزمرہ کی زندگی کا بیشتر حصہ گذارنے والے معزز شہری اور ایسے ہی گروپ اِن گپوں کو لے اُڑتے ہیں اور ان کو زبان زد عام کر دیتے ہیں۔ سماج

قومی راج

۱۰ جولائی ۱۹۸۲ء۔

کے گھن چکر کو زیادہ کارگر بنانے کے لئے ہر شخص اپنی عقل و فہم اور استعداد کے تناسب سے دل کھول کر اضافہ کرتا ہے جس کو ہم مرچ مسالہ لگانا ورچٹ پٹا بنانا کہتے ہیں۔

اس قسم کی فیکٹری میں ایک شعبہ ہوتا ہے، جس کی نگرانِ کار خواتین ہوتی ہیں جو فیکٹری لائن پر آنے والی گپوں کا بغور مطالعہ کرتی رہتی ہیں وران کے جھول اوران کی کمزوریوں کو پرکھتی رہتی ہیں تاکہ پتا بتا Qua control قائم رہے اور جو مرکبات بازار میں آئیں وہ معیاری ہوں۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ بہت ساری گپوں کو منسوخ بھی کر دیا جاتا ہے؟ اس کا جواب تھا "بے شک، ورنہ کمزور اور پھسپھسی گپیں ناقابلِ قبول ہوجاتی ہیں اور کسی بھی طرح گردش میں نہیں آتیں۔ چنانچہ ان فیکٹریوں نے سڑی گلی اور کچی گپوں کو منسوخ کر کے واپس بھی لے لیا ہے ورنہ لوگ کسی اور کمپنی کے مال کو خریدنے لگیں گے۔"

ہمیں بتایا گیا کہ ان فیکٹریوں کے ساتھ ریسرچ سینٹر بھی ہیں، جہاں پر مستقل عملہ گپوں کی لایعنیت کو کم کر کے ان کے معیار کو بلند اور مقبولیت کو بڑھاوا دینے کی موثر تدبیریں سوچتا اور عمل میں لاتا ہے اور پھر یہ بھی ایک تجارتی گر ہے کہ کچھ عرصہ پہلے کی مقبول گپوں کو، جو اب متروک ہو چکی ہیں، نیا اندازِ بیاں اور اسلوب دیکر تازہ کیا جاتا ہے۔ ان کے ریسرچ سینٹر نے یہ بھی کیا ہے کہ کبھی شکاگو کی گپوں کو واشنگٹن میں پھیلایا، کبھی کیلیفورنیا اور سانسفرینسسکو کی فلمی دنیا کی گپوں کو سادہ پیرہن دے کر عوام الناس میں اس طرح پھیلا دیا کہ وہ تازہ بتازہ اور نو بہ نو دکھائی دیں اور مقبول ہوجائیں۔ یہ تجارت بڑی سود مند اور منفعت بخش ثابت ہوتی ہے کہ جس میں انھیں بہت زیادہ محنت اور تگ و دو نہیں کرنی پڑتی۔

اس موقع پر ہمارے ذہن میں بہت ہی دلچسپ اور معنی خیز سوال آیا۔ "اور جو کبھی کوئی گپ حقیقت کی شکل اختیار کرلے تو کیا ہوگا؟"

(یہ بالعموم ہندوستان کی فلمی دنیا میں ہوتا ہی رہتا ہے)

اس کا بڑا سیدھا سادہ جواب دیا گیا کہ جب متذکرہ بالا عملیات سے مرکب تیار ہو کر نکلتا ہے تو وہ محض گپ ہوتا ہے حقیقی اور سچ مچ کی گپ، لیکن جب ہم اس کی نکاسی کر چکے ہوتے ہیں تو بازار کی کسی اور جنس کی طرح ہم اس کے عمل اور ردِ عمل سے اپنے آپ کو غیر وابستہ کر لیتے ہیں۔ لوگ اس کو غلط طریقہ پر استعمال کریں تو ہم اپنے آپ کو اس سے غیر متعلق رکھنا پسند کرتے ہیں۔ ہتھیار بنانے والی فیکٹری اپنے ہتھیار بازار میں پہنچا دینے کے بعد کسی نوعیت کی ذمہ داری میں نہیں پھنستی کہ ان کا استعمال دفاع کے لئے ہوا یا جارحانہ۔ اگر گرما گرم گپ سرد مہری کا شکار ہو کر حقیقت بن جائے تو گپ ساز کہتے ہیں کہ یہ ہماری ذمہ داری سے باہر ہے۔

واشنگٹن :

بمبئی سے PANAM کی فلائٹ سے چلے تو جگہ جگہ ایر ہوسٹس سے انگریزی کے سوا اردو میں بھی اعلانات سُنے تو محسوس ہوا کہ ہمارے ساتھ ساتھ اردو بھی پرواز کر رہی ہے۔ ہر جگہ یہ مقبول عام ہے اور بولی سمجھی جاتی ہے۔ دکانوں پر ہندوستانی سیلس گرل اور ٹیکسی ڈرائیور اردو میں بات کر کے بہت خوش ہوتے ہیں۔

روزانہ VOICE OF AMERICA سے ہندی بنگالی کے ماسوا اردو میں بھی آدھے آدھے گھنٹہ کی نشریات ہوتی ہیں۔ ہندوستان کے وقت کے مطابق صبح ½۷ بجے، شام ½۸ بجے اور پھر رات ½۹ بجے جو بھارت، پاکستان اور بنگلہ دیش کے لئے ہوتی ہیں۔ تازہ خبریں ہمیں سے ملتی ہیں۔ اس لئے کہ امریکی اخبار بین الاقوامی خبروں سے بالکل کورے ہوتے ہیں۔

دنیا بھر کے اہم مقامات سے 'وائس آف امریکہ' کے خاص نامہ نگار تازہ رپورٹیں بھیجتے ہیں۔ سیاسی حالات کا پس منظر، حالاتِ حاضرہ پر تبصرے اور جائزے۔ جنوبی ایشیا کے مسائل پر جامع رپورٹ، زراعت، صنعت ثقافت وغیرہ پر خاص فیچر نشر ہوتے ہیں۔

شام کی مجلس میں تازہ ترین خبریں۔ معاشرتی۔ معاشی، سماجی اور ثقافتی جائزے، منفرد اور اہم شخصیتوں کے انٹرویو۔ ہر ہفتہ "سائنس نامہ" نشر ہوتا ہے جس میں سائنس کی نئی نئی ایجاد و اختراع پر سیر حاصل رپورٹ ہوتی ہے۔ اتوار کو "سوال و جواب" کے عنوان کے تحت امریکی زندگی اور اس کے جملہ شعبوں اور ہمہ اقسام کے موضوعات پر سوالوں کے جواب دیئے جاتے ہیں۔

رات کی مجلس میں موسیقی اور فنونِ لطیفہ کے سوا معلوماتی فیچر اور تازہ ترین رپورٹیں، تجارتی جائزے وغیرہ نشر کئے جاتے ہیں جو بہت دلچسپ ہوتے ہیں۔

VOICE OF AMERICA کے سوا کئی ایک نشرگاہ گھنٹہ دو گھنٹہ کے ہندوستانی پروگرام نشر کرتے ہیں جس میں فلمی گانے اور دوسرے معلوماتی جائزے ہوتے ہیں۔

اخبار سیکڑوں صفحہ پر مشتمل ہوتے ہیں لیکن ان میں باغبانی مرغبانی

کھیل کود، تجارت، صنعت و حرفت، سیاست، کامکس، مووی
کتابوں پر تبصرے وغیرہ شائع ہوتے ہیں. لیکن تخلیقی ادب، شعر و شاعری
سے معرا ہوتے ہیں حتیٰ کہ سنڈے ایڈیشن بھی کورے ہی ہوتے ہیں.
گذشتہ سال مسز اندرا گاندھی وزیر اعظم نے امریکہ کی پالیسی کے
متعلق انٹرویو میں جو باتیں کہی تھیں وہ مسز اندرا گاندھی کی بڑی سی تصویر
کے ساتھ پہلے سے شائع ہوئی ہیں.
ہم نے اپنے ذوق و شوق کے تعلق سے امریکہ کے مزاح کا از سر نو
جائزہ لیا. بڑی حیرت کی بات یہ لگی کہ آجکل "بلّی" موضوعِ ظرافت بنی
ہے. میں نے ۲۰/۲۵ کتابیں پڑھیں جس میں کئی ایک مصوّر اور کامکس
سے بھری ہیں اور مشہور مزاح نگاروں نے لکھی ہیں.
' مُردہ بلّی کے ۱۰۱ استعمال " ، بلّی سے کس طرح محبّت کی جانی چاہیئے'
' مجھے بلّی سے متعلق کتابوں سے نفرت ہے / بلّی سے دل بہلانے کے
۸۷ طریقے / بلّی سے انتقام ۔ بلّی کے متعلق آخری کتاب ۔ کِنگ کیٹ ،
چھوٹی بلّی کی کہانیاں ۔ سماج کی بلندیوں پر چڑھنے والی بلّی ۔ بلّی غرض
کہ ہر عنوان اور موضوع کے تحت بلّی نے ظرافت میں مقام حاصل کیا
ہے اور پھر یہ نہیں کہ بلّی سے مُراد عورت ذات ہو ۔ بالکل نہیں ۔ یہ
خالص بلّیانہ مذاق ہے. سچ مچ کی بلّی سے متعلق، ان کے مصنّف نامی
گرامی مزاح نگار ہیں.

JIN ERS KINE – WOODY ALLEN
GARPELD – ERMA BOMBECK
DELIA EPHRON – RAY PEESE
SAM LARENSON – MISS FRAN LEBO-
WITZ – ARTHUR BLAK

یہ سب آج کل کے مقبول طنز و مزاح نگار ہیں، جن کی کتابیں بہت
زیادہ فروخت ہونے والی کتابوں میں شمار ہوتی ہیں.
MISS FRAN LEBONITZ "METROPOLI-
TAN LIFE" کی مصنّف ہیں. ان کا کہنا ہے کہ زندگی فنونِ لطیفہ
کی آئینہ دار ہے اور اس کی عکاسی کرتی ہے نہ کہ اس کا اُلٹا ۔۔ 'U.S.
MAGAZINE' نے لکھا ہے کہ یہ اتنی اچھی ہے کہ ان سے بآسانی
نفرت کی جا سکتی ہے. 'NEWS WEEK' نے سفارش کی ہے کہ
ان کو بڑے سے بڑا ایوارڈ ملنا چاہیئے.
SAM LARENSON خوش مذاق ہیں اور اسلوبِ نگارش
ایسا ہے کہ معاشرے پر طنز کے وار کرتے ہیں تو کوئی بُرا نہیں مانتا.

'YOU DON'T HAVE TO BE IN WHO IS WHO
TO KNOW WHAT IS WHAT'
میں یہ ہر آدمی کی اہمیت کو پُر مذاق انداز میں اُجاگر کرتے ہیں.
آرتھر بلاک کا فکر و دانش سے بھرپور مزاح ہوتا ہے. ان کی بڑی
دلچسپ تصنیف MURPHY'S LAW & OTHER REASONS ہے
WHY THINGS GO WRONG جس کی وجہ سے یہ
MURPHYISM کے نام سے مشہور ہو گئے ہیں. اس میں پارکنسن لا ۔
COLE'S LAW اور PETER PRINCIPLES وغیرہ کی
بنیادوں پر تراشے ہوئے نئے نئے مزاحیہ اُصول ہیں. مبصر کہتے ہیں کہ یہ
معجزوں کی کتاب ہے. ان معجزوں پر یقین ہو کہ نہ ہو ان کا سہارا لینا
ضروری ہے.
یہ کہتے ہیں اگر کسی کو بحث مباحثہ سے قائل نہ کر سکو تو اس کو کسی نہ
کسی اُلجھن میں ضرور پھنسا دو ۔
بیوقوف سے بحث نہ کرو کہ لوگ اس میں اور آپ میں فرق نہ کر سکیں گے.
ART BUCHWALD آرٹ بچ والڈ کو پلٹزر ایوارڈ ملا ہے ۔
بورڈ نے کہا کہ ان کا مزاح اور اسلوبِ نگارش شراب کی طرح ہیں. جو جتنی
پُرانی ہوتی ہے زیادہ قیمتی، مزہ دار اور نشہ آور ہوتی ہے ۔
'HONEYMOON IS OVER' یہ امریکہ کی زندگی پر وار چلاتے ہیں.
ALL PROFIT AND LOSS صدر ریگن کی معاشی پالیسی پر تنقید ہے.
'ZERO BASE LUNCHEON' کمپیوٹر سے متعلق ہے.
طالب علموں کے اسکول کے لنچ کی منسوخی پر سخت احتجاج ہے ۔
آرٹ بچ والڈ خود بر دا شتہ مزاح اور طنز کے قائل ہیں. اسی لئے
ان کا مشاہدہ ہے کہ امریکی جو ہمیشہ مسکراتے دکھائی دیتے ہیں، وہ
مزاح کی غیر معمولی حس کی علامت نہیں ہے بلکہ محض عادت ہے. غیر
اختیاری طور پر مُسکان ہونٹوں پر چپکی رہتی ہے اور انھیں کا کہنا ہے کہ
جو بھی صدی صد امریکی ہے وہ عقل و دانش سے نو دفی صد بے بہرہ
ہوتا ہے.

غزلیں

* تسنیم فاروقی
سی-۱۸۴، تلسی داس مارگ
نزد ہسپتال، لکھنؤ نمبر ۴۔۲۲۶۰۰

کی احتیاط پھر بھی خبر عام ہوگئی
اُٹھی نہ تھی نگاہ کہ بدنام ہوگئی

یہ میکدہ ہے دور کے آداب سیکھئے
کتنوں کی آبرو یہاں نیلام ہوگئی

دل ہے کہ چاہتا ہے ملے پھر سے زندگی
ابتک جو زندگی تھی الزام ہوگئی!

پھر ایک بار تازہ خیالی سے کام لو
کوشش وہ کیا ہوئی کہ جو ناکام ہوگئی

ساقی سے احتجاج کا یارا نہیں رہا
کچھ یوں ہوا کہ پیاس مری جام ہوگئی

زلفوں کی چھاؤں چھاؤں مرے آنسوؤں کی بات
جنگل کے جگنوؤں کی طرح عام ہوگئی

میں لاکھ رُکتا رہا مری ہر ایک سانس
ہونٹوں تک آئی اور ترا نام ہوگئی!

اس شمع کو چھپا نہ سکے ہم وجود میں
خوشبو کی طرح دل کی خبر عام ہوگئی

گہرائیوں میں رات کی سورج اُتر گیا
تسنیم گھر کو لوٹ چلو شام ہوگئی

قومی راج

* حرمت الاکرام
رام باغ، مرزاپور (یو۔پی)

طوفان ہے غضب کا شہر ٹوٹ جائے گا!
تیشے سے کٹ سکا نہ مگر ٹوٹ جائے گا

مٹی کا گھر بناؤ کہ دے داد ہمدمی
شیشے کا جو بنایا ہے گھر ٹوٹ جائے گا

یارانِ سرفروش نے بھیجی ہے یہ خبر
کل تک فصیلِ شہر کا در ٹوٹ جائے گا

ٹوٹا ہے پتھروں سے کہیں دل کا حوصلہ
لیکن یہ جانتا ہوں کہ سر ٹوٹ جائے گا

روکو نہ میری راہ کہ جوئے رواں ہوں میں
سوچو نہ یہ کہ عزمِ سفر ٹوٹ جائے گا

انسان خود فریب بھی ہے حیلہ جو بھی ہے
کیا طلسمِ سطوتِ زر ٹوٹ جائے گا

ہاتھ اپنے راہبروں نے بڑھا کر ہٹا لئے
سوچا کہ ربطِ نخل و ثمر ٹوٹ جائے گا

مفہوم کیا عذابِ سحر کا بتائیں ہم
کھولی جو آنکھ، خوابِ سحر ٹوٹ جائے گا

جی کانپتا ہے اُن کے مزاج و مآل پر
شیشہ ہو، ساز ہو کہ گہر ٹوٹ جائے گا

ہم مانگتے ہیں اپنے وقارِ نظر کی خیر
بہکے تو اعتبارِ نظر ٹوٹ جائے گا

حرمت شبِ فسردہ کو دو گرمیٔ سخن!
چپ ہو گئے تو رقصِ شرر ٹوٹ جائے گا

* قاضی انصار
قاضی پورہ، کھنڈوہ (ایم۔پی)

حق پشیماں، سُرخرو باطل رہا!
میں بھی اس کے ساتھ میں شامل رہا

دوستو! کس پر کریں اب اعتماد
ساتھ میں جو بھی رہا قاتل رہا

ذرّے ذرّے سے ملی ہے روشنی
ذرّے ذرّے میں تمہارا دل رہا!

آدمی بھٹکا کیا ماحول میں
آدمی ماحول سے غافل رہا!!

ہر صبح ہوتی ضرورت کی تلاش
امتحانِ زندگی مشکل رہا!

سامنے بکھری ہوئی ہے کائنات
تم سے رشتہ، رشتۂ منزل رہا

حال سے آگے بڑھے انصار جب
کتنا روشن اپنا مستقبل رہا

۱۰ر جولائی ۱۹۸۲ء

غزلیں

* محبوب راہیؔ
مقام ڈاکخانہ بارسی ٹاکلی
۱۰۴۴۴۴ (اکولہ)

حسینیت جو نہیں ہے یزیدیت کیسی
ہمارے بیچ یہ باہم منافرت کیسی

تخیلات کی نیرنگیاں ہیں بس کیا ہے
وصالِ یار کہاں کا مفارقت کیسی

وہ دونوں جو تھے کبھی ایک جان دو قالب
دکھائی دیتی ہے اُن میں مغائرت کیسی

جو سر بلند تھے پھرتے ہیں اب برہنہ پا
بنائی وقت نے کیسوں کی ہائے گت کیسی

ہمارے گاؤں میں مٹی کے مول بکتا ہے
تمہارے شہر میں ہے خون کی کھپت کیسی

سبھی کو ہم تو سمجھتے رہے فرشتہ صفت
کسے خبر تھی کہ کس کی ہے ذہنیت کیسی

عجیب شخص ہے دن کو بھی دن نہیں کہتا
نہ جانے جھوٹ کی اس کو پڑی ہے لت کیسی

نقاب سب نے نمائش کے اوڑھ رکھے ہیں
کھلے گا کیسے کہ لوگوں کی ہے نیت کیسی

ہے لمحہ لمحہ ہمارا اسیرِ کرب و الم!
سکونِ قلب کہاں کا طمانیت کیسی!

مرا وجود کہ جب مرکزِ مسرت تھا
جہاں تہاں تھی مری قدر و منزلت کیسی

مرے نصیب میں لکھی گئی ہے اے راہیؔ
شبانہ روز یہ پیہم مسافرت کیسی

*

* حکیم یوسف حسین یوسفؔ
جھونجھوں۔ (راجستھان)

پیچھے پڑے ہیں کیوں مرے دیوانہ پن کے لوگ
کیوں دل آ رہے ہیں آج یہ ہمدرد بن کے لوگ

اُن کو غمِ حیات کی ناگن نے ڈس لیا!
کہتے تھے لوگ جن کو تری انجمن کے لوگ

جن کی نگاہِ ناز تھی جلووں کی آبرو!
لاؤ کہیں سے ڈھونڈ کے اُس بانکپن کے لوگ

ہم نے روش روش کو دیا ہے غزل کا روپ
ہم کو بھلا نہ پائیں گے صدیوں چمن کے لوگ

دانشوروں کے شہر میں حیرت کی بات ہے
کس طرح جانے رہتے ہیں انجانے بن کے لوگ

اے چشمِ تر کہاں کوئی دامن ترے لئے
کب چارہ گر بنے ہیں کسی خستہ تن کے لوگ

تو ہی بتا یہ راز ہمیں اے شمیمِ گل!
شائستہ بہار ہیں کتنے چمن کے لوگ

اے دوست مجھکو آج کہاں لے کے آ گیا
یہ تو نہیں ہیں وادیٔ گنگ و جمن کے لوگ

ہر سمت غربت کے اندھیرے ہیں خیمہ زن
جانے کہاں چلے گئے میرے وطن کے لوگ

عہدِ جدید تجھ سے مرا اک سوال ہے
کیوں یاد آ رہے ہیں وہ عہدِ کہن کے لوگ

مصرِ سخن میں قحط ہے یوسفؔ کمال کا
عاشق کہاں ہیں آج زلیخائے فن کے لوگ

*

* ملک نسیمؔ
گنی گراؤنڈ، ہوشنگ آباد (ایم۔پی)

رسماً سہی خلوص نبھایا کرے کوئی
انسانیت کو اتنا نہ رسوا کرے کوئی

ہمدردیوں نے مجھ کو رلایا ہے بارہا
اب مجھ سے میرا حال نہ پوچھا کرے کوئی

جب روشنی کی ایک کرن بھی نہ دے سکا
کیوں میری زندگی میں اندھیرا کرے کوئی

دنیا پہ مجھ کو خود ہی بھروسہ نہیں رہا
میں چاہتی ہوں مجھ پہ بھروسہ کرے کوئی

ترکِ فلک کے بعد بھی ارمان ہے یہی
ترکِ تعلقات کا چرچا کرے کوئی

افکار سے خود اپنے بہت مطمئن ہوں میں
میری بلا سے اب برا بھلا کہا کرے کوئی

چپ چاپ ہے نسیمؔ درد کا طوفاں لئے ہوئے
اے دل بتا کہ اس کے سوا کیا کرے کوئی

*

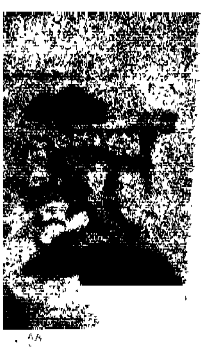


خبریں - تصویروں میں



وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے ۲۳ جون کو بی۔پی۔سی۔سی (آئی) کے زیر اہتمام آنجہانی سنجے گاندھی کی دوسری برسی کے موقع پر "عطیۂ خون شبر" کا افتتاح کیا۔ تقریباً دوسو افراد نے اس موقع پر خون کا عطیہ دیا۔ وزیراعلیٰ کے بائیں طرف شری مُرلی دیورا، صدر بی۔پی۔سی۔سی (آئی)، نظر آرہے ہیں۔

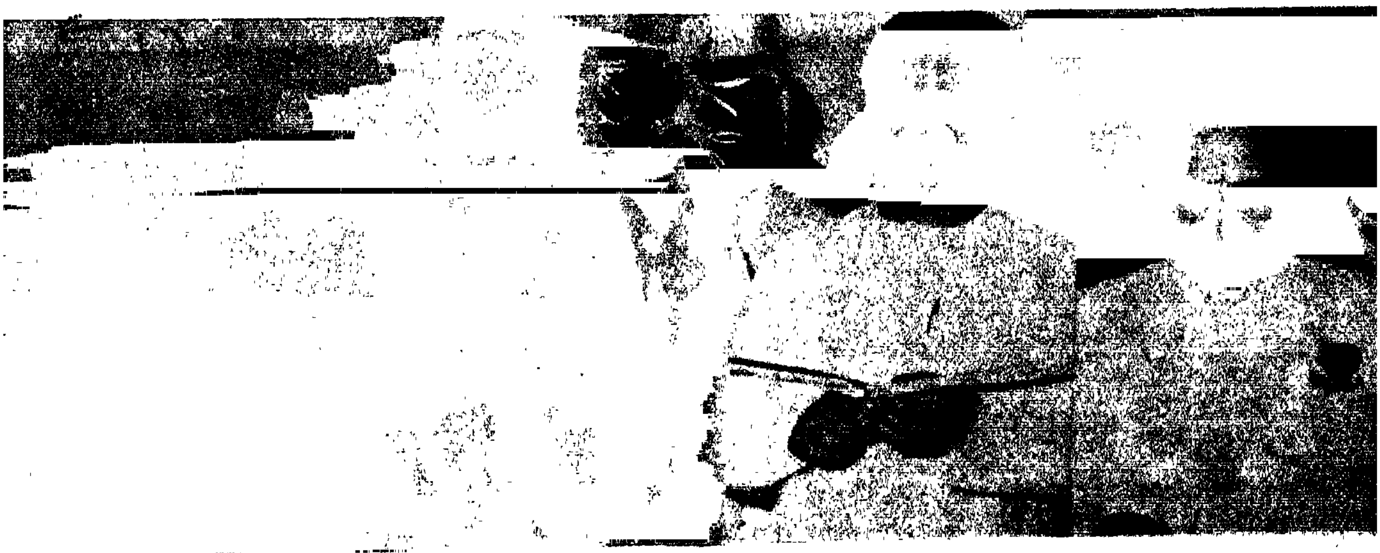
وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے، کے۔سی۔کالج، ممبئی میں ۱۷ جون کو منعقدہ "مہاراشٹر راجیہ ساکھر کارخانہ سہکاری سنگھ لمیٹڈ" کے ۲۶ ویں اجلاس میں افتتاحیہ خطبہ دے رہے ہیں۔ تصویر میں بائیں سے دائیں شری ایس۔ این۔ ڈیسائی، وزیر مملکت برائے امدادِ باہمی، ڈاکٹر ودی۔ سبرامنیم، وزیر مالیات، شری بالا صاحب دیکھے پاٹل، ایم۔پی، اور سنگھ کے نائب صدر، شری وسنت دادا پاٹل، ایم۔پی، اور اے آئی سی سی (آئی) جنرل سیکریٹری اور شری بی۔ ایم۔ گائیکواڑ، وزیر برائے زراعت و محنت دیکھے جاسکتے ہیں۔

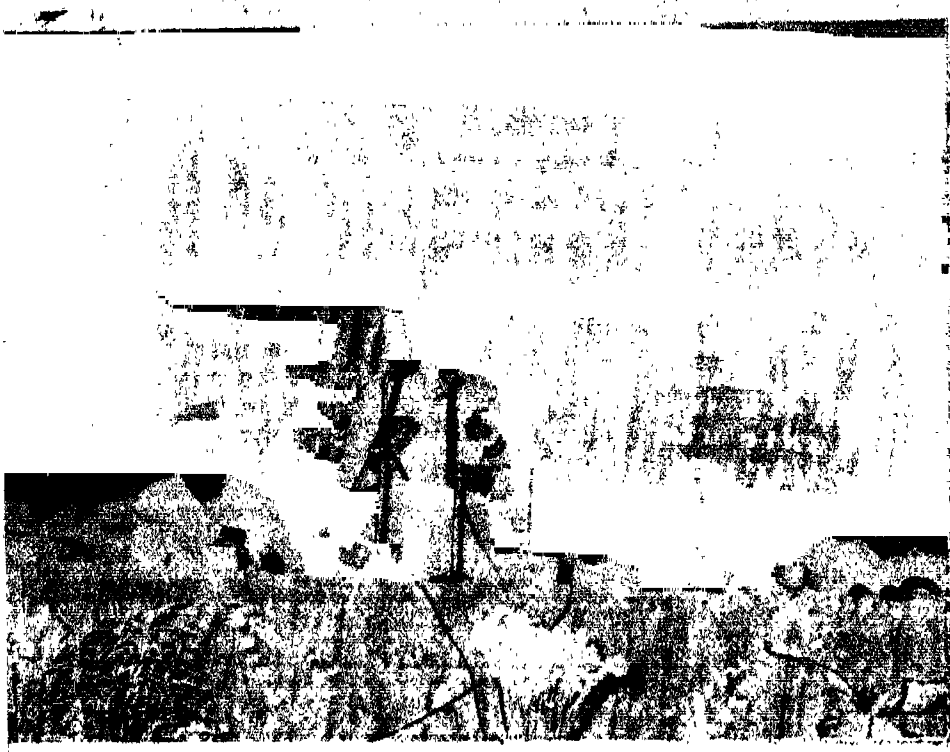




گورنر مہاراشٹر شری آئی. ایچ لطیف کی ۵۹ ویں سالگرہ کے موقع پر ۹ر جون کو راج بھون، بمبئی میں وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے گورنر موصوف کو اپنی نیک خواہشات پیش کیں. زیرِ نظر تصویر میں آپ کے بائیں جانب ریاستی قانون ساز اسمبلی میں حزبِ مخالف کے رہنما شری پی پی. بَردھان بھی نظر آ رہے ہیں.

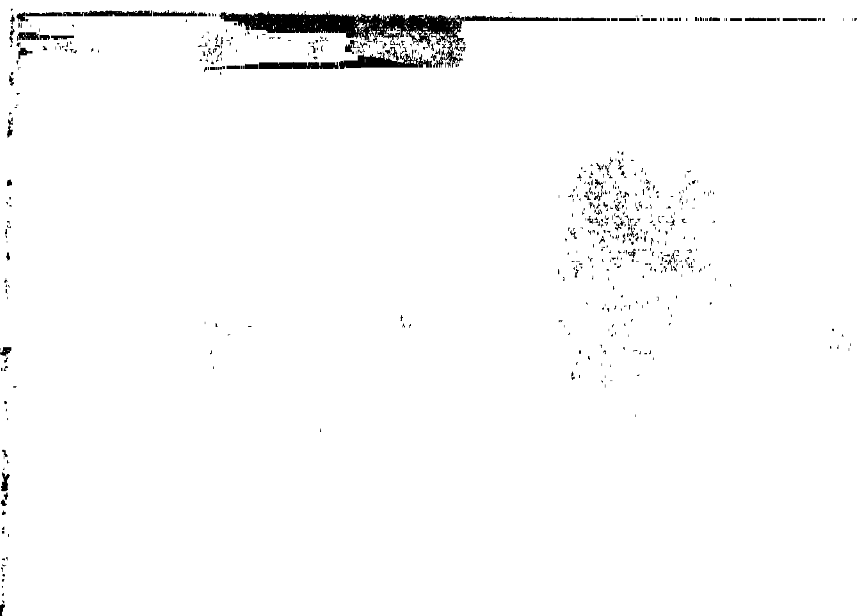
شری بی. شنکرانند، مرکزی وزیر صحتِ عامہ، جے. جے. اسپتال، ممبئی میں یکم جولائی کو شعبۂ عارضۂ قلب کا افتتاح فرما رہے ہیں. زیرِ نظر تصویر میں ڈاکٹر بلی رام ہیرے، وزیر برائے صحتِ عامہ اور ڈاکٹر بی. کے. گوئل، سابق شریف آف بمبئی بھی دیکھے جا سکتے ہیں.

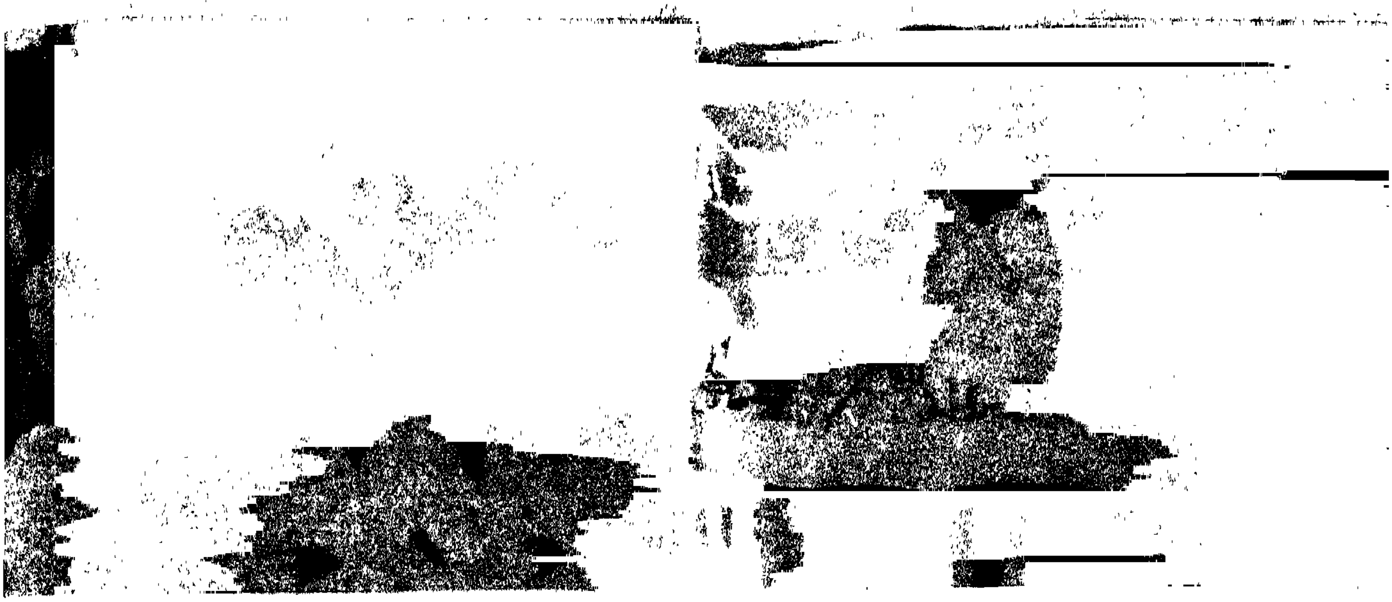




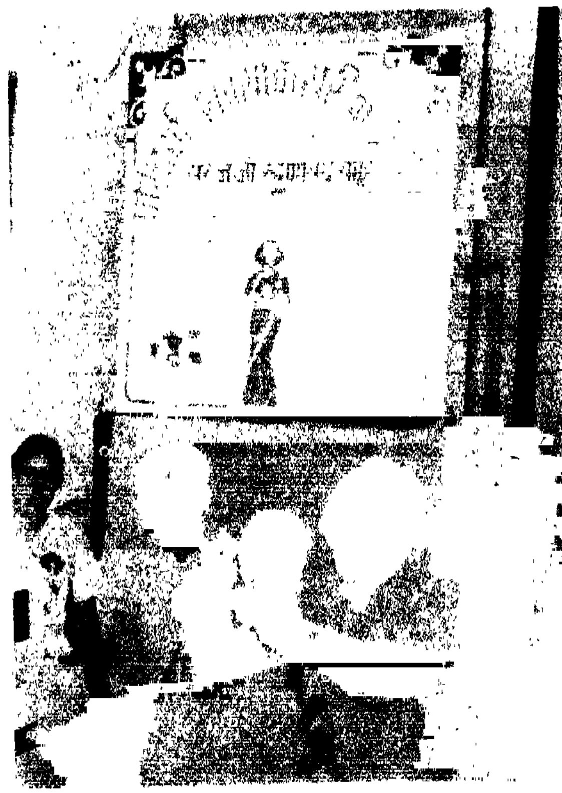
گورنر مہاراشٹر شری آئی ۔ایچ۔ لطیف، بمبئی کے سڈنہم کالج میں ۲۹ رجون کو مہاراشٹر میں ماہی گیر افراد کی امدادِ باہمی انجمن، کے زیرِ عنوان منعقدہ سیمینار کے افتتاح کے بعد اجلاس سے خطاب فرما رہے ہیں زیرِ نظر تصویر میں شری شیواجی راؤ پاٹل نیلا نگیکر، وزیر برائے ماہی گیری، شری ایس۔ این ڈیسائی وزیرِ مملکت برائے امدادِ باہمی اور شری رویندر راؤت، وزیرِ مملکت برائے ماہی گیری دیکھے جا سکتے ہیں۔

مہاراشٹر راجیہ سہکاری بینک اور بینکوں کے سابق عہدیداران نے ۵ رجون کو مذکورہ بینک کے ہال میں بینک کے سابق صدر آنجہانی شری آر۔ جی۔ سرتیا کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لئے ایک میٹنگ منعقد کی۔ وزیرِ مالیات، ڈاکٹر وی۔ سبرامنیم اس موقع پر سامعین سے خطاب فرما رہے ہیں۔

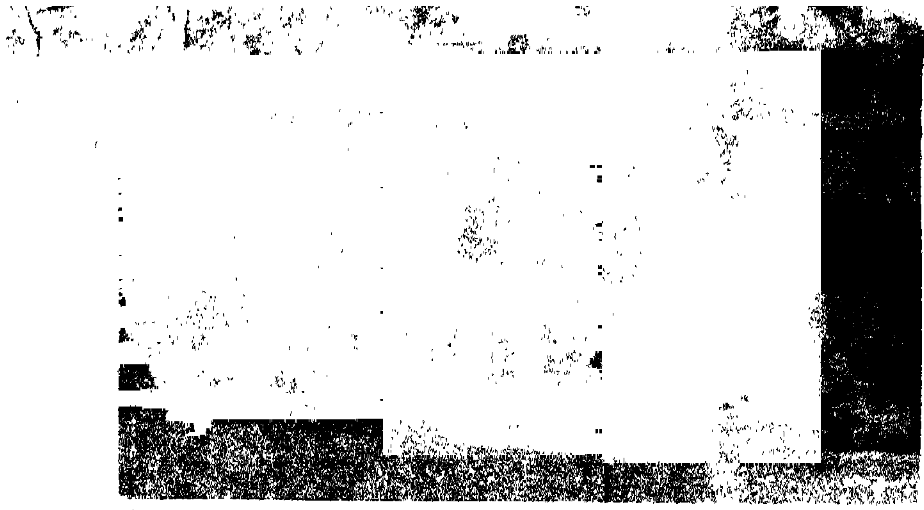




وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے، ریاستی محکمۂ امداد باہمی کے افسران کی ساتویں دو روزہ کانفرنس (۲۱ اور ۲۲ جون ۸۲ء) کے افتتاحیہ اجلاس سے خطاب فرما رہے ہیں۔ مختلف اضلاع اور تعلقوں کے تقریباً ۲۰۰ افسران نے اس کانفرنس میں شرکت کی جس میں انھیں امدادِ باہمی قرضہ جات، قرضوں کی وصولی، مارکٹنگ اور نئے ۲۰۔ نکاتی پروگرام سے متعلق اہم معلومات دی گئیں۔ کانفرنس کے پہلے روز محکمۂ امدادِ باہمی کی طرف سے شائع شدہ تین جلدوں پر مشتمل کوآپریٹو ڈائجسٹ کا اجراء کیا گیا۔ دائیں جانب کی تصویر میں حاضرین جلسہ کے درمیان بائیں سے دائیں محکمۂ امداد باہمی کے سکریٹری شری رمیش سنہہ، نائب وزیر برائے امدادِ باہمی شری لیفٹیننٹ شرکیہ، وزیر مملکت برائے امدادِ باہمی شری ایس۔ این۔ دیسائی اور کمشنر امداد باہمی شری پی۔ سبرامنیم دیکھے جا سکتے ہیں۔ بائیں جانب کی تصویر میں کانفرنس میں شریک افسران نظر آ رہے ہیں۔



ڈاکٹر بلی رام ہیرے، وزیر صحتِ عامّہ و خاندانی بہبود، ۱۵ جون ۱۹۸۲ء کو جے۔ جے ہسپتال، بمبئی میں نرسنگ خدمات کے صد سالہ جشن کا افتتاح، دیپ جلا کر فرما رہے ہیں۔

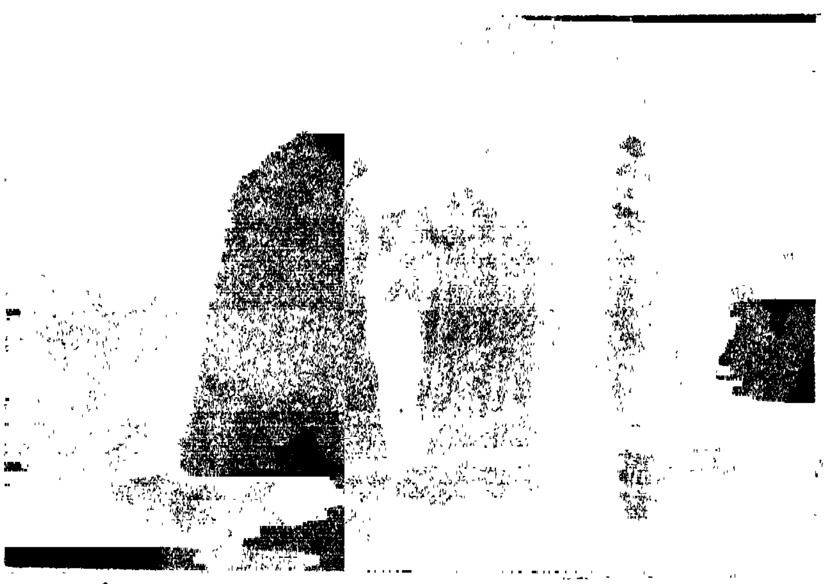


شری ایس. این. دلیسائی، وزیر مملکت برائے امداد باہمی نے ۲۱ر جون کو مہاراشٹر کے محکمۂ امداد باہمی کے عہدیداروں کے، ویں اجلاس کا افتتاح کیا. زیر نظر تصویر میں آپ اجلاس سے خطاب فرما رہے ہیں. وزیر زراعت شری بھگونت راؤ گائیکواڑ بھی موجود ہیں۔

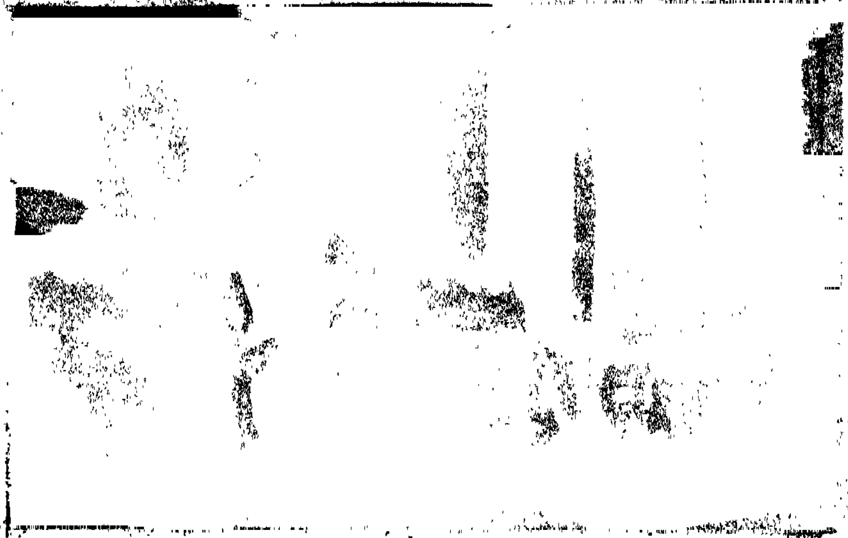


ڈاکٹر شریکانت جیچکر، وزیر مملکت برائے امورِ داخلہ، ۲۴ر جون ۱۹۸۲ء کو منعقدہ ایک تقریب میں انیل کمار کو شاباشی دے رہے ہیں، جس نے ماہ مارچ ۱۹۸۲ء میں ہونے والے ایس. ایس سی بورڈ، پونے کے امتحان میں امتیازی نمبروں سے کامیابی حاصل کی۔

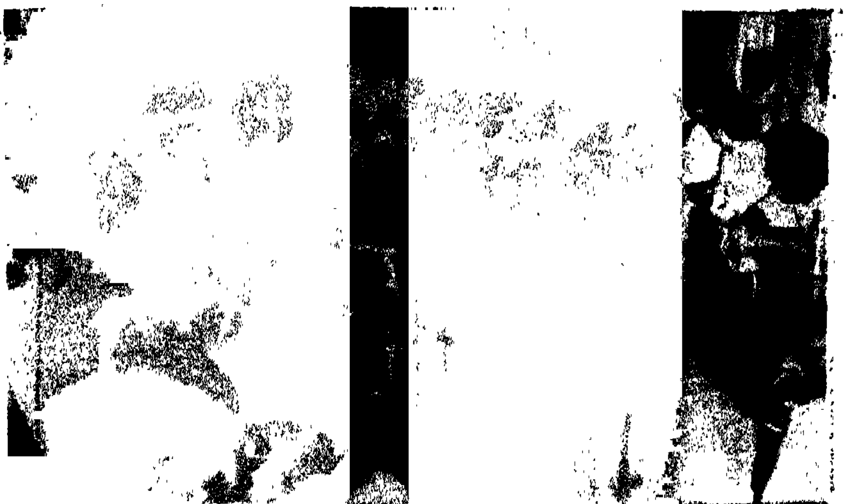
*



ڈاکٹر شری کانت جیچکر، وزیر مملکت برائے امور داخلہ، پولس انسپکٹر شری انعامدار کو وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے کو حالیہ قاتلانہ حملہ سے بچانے پر شاباشی دے رہے ہیں. اس موقع کی تصویر میں شری دیو سنبھلے، ڈائرکٹر جنرل اطلاعات و رابطۂ عامہ (بائیں جانب)، محکمۂ داخلہ کے سیکریٹری شری کپور اور پولس کمشنر، بمبئی عظمیٰ، شری ریبیرو دیکھے جا سکتے ہیں۔



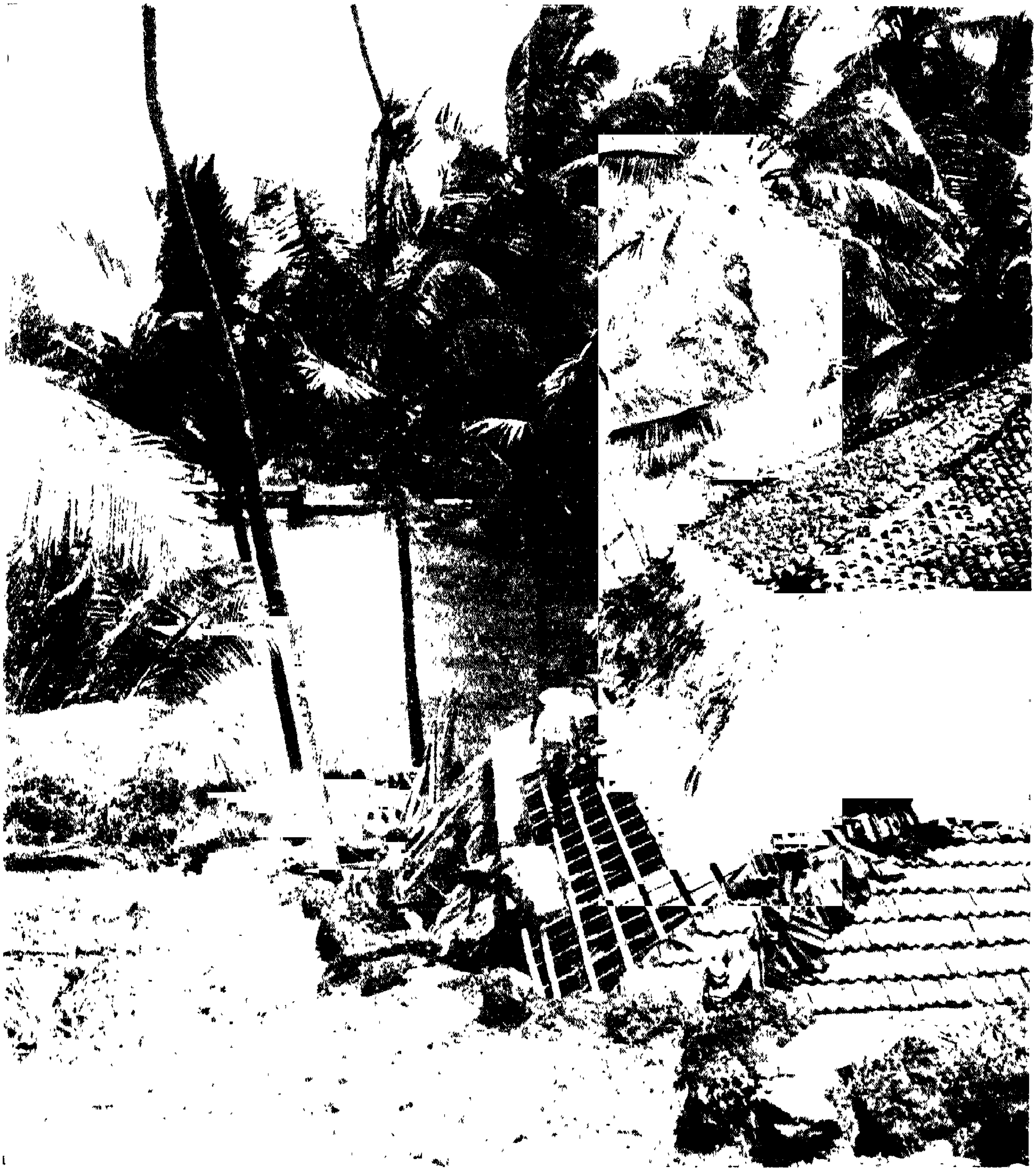
شریمتی رجنی ساتو، نائب وزیر برائے
سماجی بہبود ۲۰ جون کو راج رشی شاہو
سبھا گرہ میں ممتاز شاہیروں کی عزت افزائی
کے لئے منعقدہ تقریب میں تقریر فرما رہی
ہیں۔ آپ کے بائیں جانب سرو شری شاہیر
سائبلے، پی۔ جی۔ ساؤلارام اور سابق وزیر
دادا صاحب روپ وتے تشریف فرما ہیں۔



ڈاکٹر شری کانت جیجکر، وزیر مملکت برائے
اطلاعات، منترالیہ ممبئی میں ۱۴ جون کو انڈین ایکسپریس
کے ہندی صحافی وفد سے گفتگو کر رہے ہیں۔
دائیں جانب شری اے۔ ایم۔ ڈبو ستھلے،
ڈائرکٹر جنرل، اطلاعات و رابطۂ عامہ اور شری
ایم۔ کے۔ دیش پانڈے، ایڈیشنل چیف
ڈائرکٹر دیکھے جا سکتے ہیں۔ یہ نشست
محکمۂ اطلاعات و رابطۂ عامہ اور ہندی ہیومن
سمیتی کے اشتراک سے منعقد ہوئی تھی۔



شری وِلاس راؤ دیشمکھ، وزیر مملکت
برائے تعلیم کے ہاتھوں ۱۶ جون کو ضلع
بیڑ میں گیسوانی کے مقام پر نئے تعمیر شدہ
سرکاری ریسٹ ہاؤس کی عمارت کا افتتاح
ہوا۔ آپ (درمیان میں) عہدیداران کے
ساتھ کھڑے ہیں۔

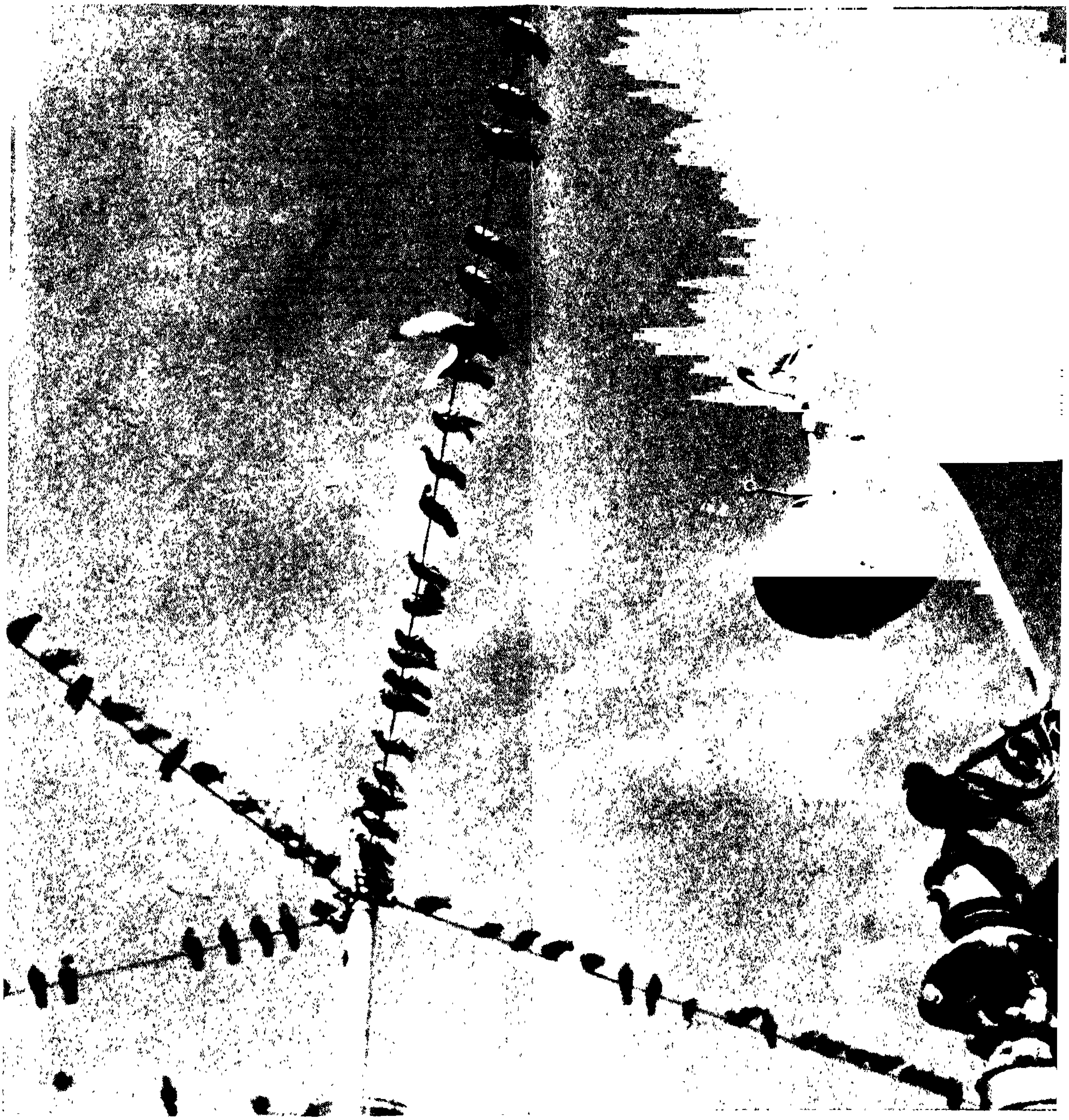


کوکن کے علاقے میں ناریل کے جھنڈ ▲

)A .MIRAJ : Regd. No. MH-BY South-544 *Licence No. 89 for 'without prepayment of postag(*

شائع کردہ: سلمہ مایم۔ ربو ستھلے ڈائرکٹر جنرل ڈائرکٹوریٹ آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، گورنمنٹ آف مہاراشٹر، منترالیہ، ممبئی ۴۰۰۰۳۲
مطبوعہ: گورنمنٹ سینٹرل پریس، ممبئی ۴۰۰۰۰۴





قومی راج

جلد ۹ ؛ شمارہ ۱۴ ۲۵ جولائی ۱۹۸۲ء
(ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے)
سالانہ : دس روپے ؛ فی پرچہ : پچاس پیسے

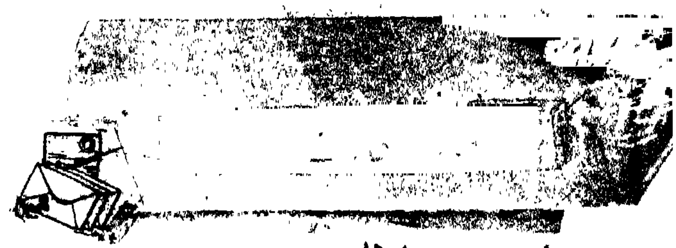
25-7-88

ترتیب

صفحہ نمبر

چیف ایڈیٹر : اے.ایم. دیوسنگھلے
ایڈیٹر : ریاض احمد خاں





★ اندرجیت لال

ڈی ۔۴۴، گلمہر پارک، جرنلسٹس کالونی ۔ نئی دہلی ۱۱۰۰۴۶

"قومی راج" ۱۵ مئی ۱۹۸۲ء کے شمارے میں "ایک مثالی ہمہ کارکن" کا فیچر بہت پسند آیا۔ علم و ادب، ثقافت و تمدن کی بلند مرتبہ شخصیتوں پر تو عام طور پر لکھا جاتا ہے اس کے ساتھ ساتھ عصری شخصیتوں خصوصاً عوامی سطح کی شخصیتوں پر لکھنا آج کے دور میں بڑا ضروری اور مبارک ہے۔

★

★ عتیق احمد عتیق

نیاپورہ، مالیگاؤں ضلع ناشک (مہاراشٹر)

تازہ شمارہ، اپنے پچھلے کئی شماروں کی طرح بڑا متنوع اور اپنے تدریجی ارتقاء کا آئینہ دار ہے۔ مجید سرور، راشد جمال فاروقی، حسن عباس فطرت، ڈاکٹر کے۔ ڈبلیو۔ آر۔ آزاد اور ڈاکٹر اختر نظمی وغیرہ کی تخلیقات اور تبصروں کی شمولیت سے قومی راج کا شمار، صفِ اول کے اُردو جرائد و رسائل میں ہونے لگا ہے۔ قومی و سماجی طور پر مہاراشٹر کی آبرو تو ہے ہی۔

★

★ مہدی پرتاپگڈھی

اریگیشن ڈویژن ۔ پرتاپگڈھ (یو۔پی)

اور کئی اچھے مضامین، غزلیں اور نظمیں شائع کر کے ایک بار آپ نے پھر ثابت کر دیا کہ کم سے کم قیمت میں بہتر سے بہتر منثور و منظوم تخلیقات کی اشاعت قومی راج کا شیوہ رہا ہے۔ پروفیسر م۔ خ۔ شاذلی کی "تیسری آنکھ" اور "ایک تہذیبی بازگشت" از شری حیدر پٹھان، "مراٹھی ادب میں نئے رجحانات" شری گیانیشور ناڈکرنی کا مقالہ اور ڈاکٹر جلیس سہسوانی کا "طرفہ قریشی" پر مقالہ، حبیب رتھپوری کا گیت، محبوب راہی اور یونس عابدی کی نظمیں، خالد کفایت، بدیع الزماں خاور، خلیل انجم، مسعود ادیبی، ذکی طارق، شمس نوید، نعیم اختر، خیال انصاری اور واحد پریمی کی غزلیں متاثر کرتی ہیں۔

★

★ سید اختر الاسلام

مدیر ہفت روزہ "میرٹھ میلہ"

۱۵۸ ۔ شاہ نتھن، میرٹھ (یو۔پی)

قومی راج کے شمارے برابر موصول ہو رہے ہیں۔ آپ جس لگن اور شوق سے اس پندرہ روزہ کو جامِ جم بنا رہے ہیں مستقبل کا مورخ بھی آپ کی پذیرائی کرے گا۔ ریاستی خبروں کے ساتھ ساتھ ملکی ادب تہذیب و تمدن پر آپ جو بھی مواد شائع کر رہے ہیں، وہ بہت حوصلہ افزا، دلچسپ اور معلوماتی ہوتا ہے۔ ہر دوسرے، چوتھے اور چھٹے ماہ آپ اس کے خصوصی نمبر بھی شائع کر رہے ہیں، اُردو کے لئے یہ نیک فال ہے۔ قومی راج نے اپنا ادبی مقام بنا لیا ہے اور یہ زندہ و تابندہ ہی رہے گا۔ آپ کی مساعی لائقِ صد تحسین ہیں۔

★

★ نثار اختر انصاری

مدیر پندرہ روزہ "ہمہ گیر" مومن پورہ چوک، ناگپور ۱۸

"قومی راج" کا ہر شمارہ ہر لحاظ سے خوبصورت ہے۔ ۱۵ مئی ۸۲ء کے شمارے میں کافی اہم مضامین تھے۔ "ایک مثالی ہمہ کارکن" اور "خصوصیاتِ صوبہ مہاراشٹر" اور تمام ہی غزلیں و نظمیں کافی پسند آئیں۔ اللہ کرے ہمیشہ اسی شان سے شائع ہوتا رہے، اور قارئین ادب کے علاوہ صوبہ مہاراشٹر میں ہونے والی ترقیات اور جامع پروگرام سے روشناس ہوتے رہیں۔

★

★ رشید الدین منشی

غازی ایریا، بجہ بہاڑہ ۔ کشمیر

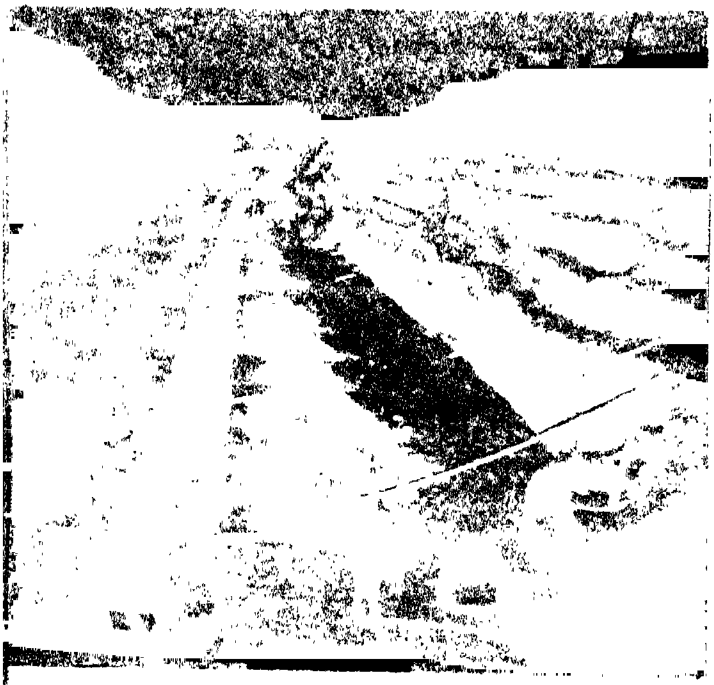
"قومی راج" بہت شوق سے پڑھ رہا ہوں۔ اپنے زمانے کا واحد ادبی اور معیاری پرچہ ہے جس سے اُردو زبان کی خدمت بھی بہت حد تک ہوتی رہتی ہے۔ بہر حال رسالہ پسندیدہ ہے۔ واقعی قومی راج کے ترتیب کار مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اُمید ہے کہ آپ رسالہ کو اور بھی خوبصورت اور پسندیدہ بنانے کی سعی کریں گے۔

★

آبپاشی میں تحقیقی اثرات

مہاراشٹر میں منفرد اسکیم

آبپاشی علاقوں میں، آبپاشی ترقیات کے سلسلے میں جاری متعدد مؤثر اقدامات میں سے اس وقت سب سے اہم مہاراشٹر کی منفرد اسکیم مؤثر تحقیقات ہے۔ کئی تحقیقاتی مراکز زراعتی یونیورسٹیوں کے زیرِ اہتمام مصروف کار ہیں، اس کے باوجود خصوصاً آبپاشی علاقوں میں ہی موثر تحقیقی طریقۂ کار اپنائے جانے کی ضرورت ہے۔ اس ضمن میں 'مولا، ککڑی، بھیم کرشنا، دارنہ اور گرنا پروجیکٹ جیسے آبپاشی علاقوں' کا نام لیا جاسکتا ہے، جہاں دیگر عام علاقوں میں کئے گئے تجربات کو تحقیقی زاویے سے آزمایا جاسکتا ہے۔



مولا' کمانڈ ایریا:

چونکہ اس اسکیم کا مقصد یونیورسٹیوں کے حدود میں کئے گئے تجربات اور نہروں کے زیر اثر آبپاشی علاقوں میں اُن کی آزمائش کو ایک دوسرے سے منسلک کرنا ہے، اس لئے فی الوقت مولا' کمانڈ ایریا' کا انتخاب کیا گیا ہے، جس کے بعد دیگر علاقوں پر توجہ دیجائیگی.

اس علاقہ میں معمولی خطۂ زمین کو چھوڑ کر مجموعی طور پر پورا علاقہ بارش کی قلت سے متاثرہ علاقہ ہے۔ سطح زمین بھی کافی ڈھلوان ہے اور کاشتکاری کے لائق زرخیزی بھی کمیاب ہے۔ ان تمام باتوں کے پیش نظر اس علاقے میں کاشتکاری زمین کی زرخیزی کی مناسبت سے کی جاتی ہے کیونکہ یہ پورا علاقہ بارش کی کمی سے سالہا سال متاثر رہتا ہے.

مولا پروجیکٹ کے تحت علاقوں میں جہاں زمین میں کافی نمی پائی جاتی ہے وہاں بیع فصلیں اُگائی جاتی ہیں. دیگر علاقوں میں جوار گیہوں، مرچ، ترکاریاں اور سبزی کی کاشت کی جاتی ہے جن کی بمبئی

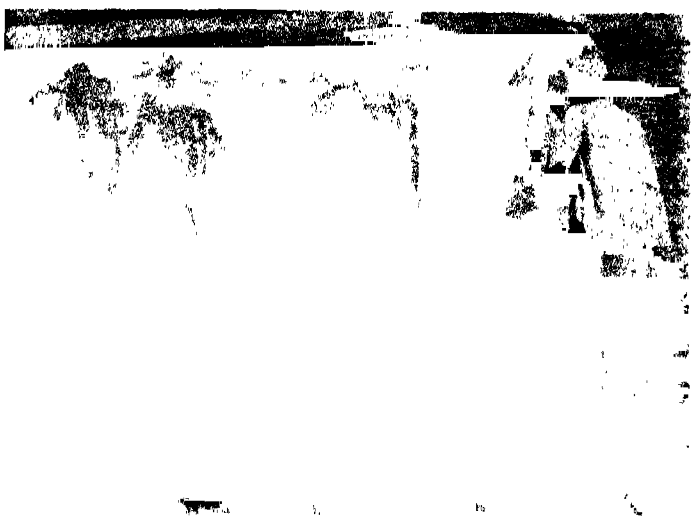


کے بازاروں میں مانی لسبیت ہے آبپاشی ترقیات سے اس علاقہ میں خریف اور ربیع جوار، مونگ پھلی، گیہوں، چنا، مرچ، پیاز اور دیگر فصلوں کی زیادہ پیداوار ہوتی ہے۔

اسکیم کے مقاصد: راہوری میں واقع یونیورسٹی کی تجربہ گاہ میں کامیاب تجربات کو منتخبہ کھیتوں میں آزمانا، تاکہ کارآمد نتائج سے دیگر کسان بھی مستفیض ہوسکیں، اس اسکیم کا سب سے بڑا مقصد ہے۔ ان تجربات کے آزمائش کے دوران تمام پہلوؤں پر غور کیا جاتا ہے۔ مثلاً مختلف المقاصد کاشتکاری کے لئے سماجی و معاشی اندازے، آب و ہوا کا تعین، آب پاشی کے مختلف طریقے، اعلیٰ صلاحیتِ پیداوار کے بیج اور اُن کی سینچائی کا طریقہ اور تجربات کا عملی مشاہدہ، ان تمام تکنیکی باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے تحقیقی انداز سے تجربات آزمائے جاتے ہیں۔

تربیتی پروگرام: زراعتی تحقیقات میں شامل طریقہ کار میں دوسرا اہم نقطہ تربیتی پروگرام ہے۔ کسان مزدوروں کو کاشتکاری، آبپاشی وغیرہ جیسے اہم کاموں کی عملی تربیت دی جاتی ہے اور خاص طور پر خود کسان کے کھیت میں عملی مشاہدہ کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اس طرح ایک طرف کسان کو زائد آمدنی کی ترغیب حاصل ہوتی ہے تو دوسری طرف زیر تربیت عملہ کو کاشتکاری کے تمام تکنیکی امور کو سیکھنے کا موقع ملتا ہے۔

مشاورتی کمیٹی: زیر اثر علاقوں میں حکومتِ مہاراشٹر کے آبپاشی ریسرچ و ترقیاتی مرکز کا اصل مقصد کسانوں کو کاشتکاری بذریعہ آبپاشی کے طریقے کی جانب راغب کرتا ہے۔ اس لئے اس سلسلہ میں ایک مشاورتی کمیٹی حسب ذیل نمائندوں پر مشتمل تشکیل دیئے جانے کی تجویز زیر غور ہے۔
ڈائرکٹر آف ریسرچ، ایم پی اے یو، راہوری، چیرمین زیر وجیکٹ...





ڈائرکٹر، اریگیشن ریسرچ اینڈ ڈیولپمنٹ سینٹر، سکریٹری محکمۂ آبپاشی، محکمۂ زراعت، مولا۔ کگڑی۔ کاڈا پروجیکٹ اور ضلع پریشد کے نمائندے، اراکین زیونیورسٹی کے تمام شعبوں کے سربراہ مستقل اراکین۔

سہولیات :

زمین۔ مہاتما پھلے زراعتی یونیورسٹی، راہوری کے مرکزی فارم سے ۴۰ ایکڑ زمین الاٹ کی جائے گی جس پر زراعتی مسائل پر تحقیقات کی جائے گی، جس کے بہتر نتائج۔ اگر یہ نتائج فائدہ مند ثابت ہوں، تو کسانوں کے کھیتوں میں ان کو آزمایا جائیں گے۔ عملہ کے لئے ۱۰،۴۰۰ مربع فیٹ زمین پر ۸،۳۲،۰۰۰ روپے [illegible] سے مختلف عمارتیں تعمیر کی جائینگی۔ جس کا خاکہ حسب ذیل ہے :

نمبر شمار	عمارت	رقبہ (مربع فیٹ)	لاگت (روپے)
۱۔	پروجیکٹ آفس ...	۱،۸۰۰	۱،۴۴،۰۰۰
۲۔	فارم آفس ...	۵۰۰	۴۰،۰۰۰
۳۔	گاڑیاں، مشینری ...	۸۰۰	۶۴،۰۰۰
۴۔	رصدگاہ (ڈپو) ...	۱،۰۰۰	۸۰،۰۰۰
۵۔	فارم اسٹور ...	۵۰۰	۴۰،۰۰۰
۶۔	میٹنگ ہال ...	۸۰۰	۶۴،۰۰۰
۷۔	فارمرس ہوسٹل ...	۵،۰۰۰	۴،۰۰،۰۰۰
	کل میزان :	۱۰،۴۰۰	۸،۳۲،۰۰۰

فارمرس ہوسٹل :

عملی تربیتی پروگرام کے لئے جس کی مدت ایک تا ۴ ہفتہ ہوگی زیر اثر علاقہ کے دیہی خطوں سے کسانوں اور کارندوں کو چنا جائیگا چونکہ تحقیقی مرکز پر ہی تربیت کا انتظام ہوگا، اس لئے کم از کم ۲۰ تا ۲۵ زیر تربیت کارندوں کے قیام و طعام کا انتظام بھی لازمی ہے، امید ہے کہ سالانہ ایک ہزار افراد کو تربیت دی جائے گی

اس لئے ایک ہوسٹل کی تعمیر ضروری ہے۔ دیگر عمارتیں مثلاً رصد گاہیں، دفاتر وغیرہ انتظامیہ کے نقطۂ نظر سے تعمیر کی جائیں گی۔ گاڑیاں، جن میں جیپ اور چھوٹی بسیں شامل ہیں، کمانڈ ایریا اتھارٹی، احمد نگر کی تحویل میں دی جائیں گی۔

اسی طرح رصد گاہوں، فارم اور دیگر شعبوں کے لئے ضروری سازوسامان کی قیمت ...۶،۴۳،۹۰۰ روپے لگائی گئی ہے۔

مدت کارکردگی :

پروجیکٹ کی مدت ۱۹۸۲ء سے شروع ہوگی اور ۳۱ ستمبر ۸۶ء کو ختم ہو جائے گی۔ پروجیکٹ ڈائرکٹر کے تحت پروجیکٹ کا پورا انتظام ہوگا اور وہ راست وائس چانسلر مہاتما پھلے زراعتی یونیورسٹی کو جوابدہ ہوگا۔

تخمینہ جات :

ریاستی حکومت نے اس پروجیکٹ کے لئے ۴۱،۰۰،۰۰۰ روپیہ منظور کیا ہے۔ یہ رقم مہاتما پھلے زراعتی یونیورسٹی، راہوری کی تحویل میں رہے گی اور یہ یونیورسٹی بطور ایجنسی اس کا استعمال کرے گی۔ پروجیکٹ ڈائرکٹر کے توسط سے یونیورسٹی کے وائس چانسلر کو اس رقم کے مناسب استعمال کے تمام تر اختیارات حاصل ہونگے۔ رقم احمد نگر کمانڈ ایریا اتھارٹی کی منظوری سے فراہم کی جائے گی، بشرطیکہ پروجیکٹ رپورٹ میں درج مقاصد مناسب طور سے حاصل ہوتے ہوں۔





مہاراشٹر میں سماجی سطح کی جنگل بانی

مہاراشٹر ملک کی تیسری بڑی ریاست ہے جو ۳۰۷،۷۰۲ مربع کلو میٹر کے رقبہ پر پھیلی ہوئی ہے، لیکن اس ریاست میں صرف ۶۴،۰۷۸ مربع کلو میٹر اراضی پر جنگلات آباد ہیں۔ دوسرے لفظوں میں مہاراشٹر کا صرف ۲۰.۸ فیصد حصہ جنگلات پر مبنی ہے۔ اس کے علاوہ مختلف علاقوں میں بکھرے ہوئے اس ناکافی جنگلاتی حصے کی خصوصیات اور پیداواری صلاحیت میں بھی کافی فرق پایا جاتا ہے۔ جنگلات بلاشبہ قدرت کا عطیہ ہیں اور ان سے ہماری روزمرہ کی کئی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ دیہی گھروں میں جنگلاتی لکڑی ہی بطور ایندھن استعمال کی جاتی ہے۔ جنگلات مویشیوں کے لئے چراگاہیں فراہم کرتے ہیں۔ مختلف جنگلاتی پیداوار کئی صنعتوں میں عام اشیاء کے طور پر استعمال کی جاتی ہیں جنگلاتی لکڑی اور چارکول آج بھی دیہی علاقوں میں توانائی کا اہم ذریعہ ہیں لیکن افسوس ہے کہ جنگلات کے بیجا تصرف کی وجہ سے دیہی توانائی کا یہ واحد ذریعہ روز بروز کم ہوتا جا رہا ہے جس کے نتیجہ میں جنگلاتی لکڑی کے دام بڑھ گئے ہیں، اور اس کی جگہ گائے کا گوبر استعمال میں آنے لگا ہے، جس کا بطور کھاد استعمال پیداواری لحاظ سے زیادہ فائدہ مند ہوتا ہے۔ مہاراشٹر کی ۴۰۲.۴۸ لاکھ دیہی آبادی کے لیے توانائی کا اہم ذریعہ جنگلاتی لکڑی ہی ہے۔

ریاست کے موجودہ جنگلات، جنگلاتی لکڑی کی روز بروز بڑھتی ہوئی مانگ اور ضرورت کے تحت ناکافی ہیں۔ اراضی کی ملکیت کے مسئلہ کی وجہ سے ان جنگلات کی توسیع کرنا ایک دشوار گذار مرحلہ ہے۔ لہٰذا یہ ضروری ہو گیا ہے کہ موجودہ جنگلات اور محفوظ جنگلاتی اراضی سے ہٹ کر ایسی زمین پر درخت اگائے جائیں جو بصورت دیگر کسی قسم کی کاشت کے لئے مناسب نہو۔ یہ کام حکومت نے "سماجی سطح پر جنگل بانی" پروگرام کے تحت اپنایا ہے اس پروگرام کا اہم ترین مقصد ایندھن اور چارے کی دیہی آبادی کی ضرورت کو پورا کرنا، دیہی علاقوں میں روزگار کے نئے مواقع پیدا کرنا، زیادہ سے زیادہ اراضی کو شجرکاری کے تحت لانا اور طبعی توازن قائم رکھنا ہے اور اجتماعی و انفرادی طور سے شجرکاری کو فروغ دینا ہے۔

اس پروگرام کو تیزی سے روبہ عمل لانے کے لئے ریاستی حکومت نے سال ۱۹۸۰-۸۱ء کے دوران اورنگ آباد میں ایک سوشیل فاریسٹری سرکل اور پونے، سانگلی، اورنگ آباد، بلڈانہ اور نندربار (دھولے) ان پانچ مقامات میں سوشیل فاریسٹری ڈویژن قائم کئے ہیں۔ علاوہ ازیں یکم ستمبر سے

حکومت نے باغبانی اور شجر کاری کا ایک علیحدہ محکمہ ہارٹیکلچر اور سوشیل فاریسٹری ڈپارٹمنٹ قائم کیا نیز ریاستی سطح پر ایک آزاد ادارہ سوشیل فاریسٹری ڈائرکٹوریٹ بھی قائم کیا تاکہ اس پروگرام کو ریاست بھر میں مؤثر ڈھنگ سے روبہ عمل لایا جائے۔ بعد ازاں کولہاپور، ناگپور، ناشک اور اکولہ میں سوشیل فاریسٹری سرکل اور باقی ماندہ اضلاع میں ۲۲ ڈویژ کھولے گئے۔ اس طرح ریاست میں اس وقت ایک ڈائرکٹوریٹ، پانچ سوشیل فاریسٹری سرکل اور ۲۷ سوشیل فاریسٹری ڈویژن قائم ہیں۔

سال ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران محکمہ کی جانب سے مختلف جنگل بانی اسکیمات ریاست میں جاری کرنے کی تجویز ہے جس کے لئے ۶۳۲٫۲۵ لاکھ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ تفصیلات حسب ذیل ہیں:

	غیر قبائلی منصوبہ	قبائلی ضمنی منصوبہ	کل رقم (لاکھوں میں)
الف: ریاستی منصوبہ	۴۹۷٫۹۸	۱۰۰٫۰۲	۵۹۸٫۰۰
ب: مرکزی منصوبہ	۱۳٫۷۵	۵٫۵۰	۱۹٫۲۵
کل رقم:			۶۱۷٫۲۵
ج: منصوبہ سے ہٹ کر فراہم کی گئی رقم (ون مہوتسو)			۱۵٫۰۰
کل میزان:			۶۳۲٫۲۵

پسماندہ اقوام کی زمین پر شجر کاری:

بالعموم دیہی عوام اور خصوصاً قبائلی طبقات اور سماج کے کمزور افراد کی معاشی حالت بہتر بنانے کے لئے سوشیل فاریسٹری پروگرام کے تحت ۸۰-۱۹۷۹ء سے "مندرج جاتیوں اور مندرج قبائلیوں کی زمین پر پھلدار درخت لگانے کی اسکیم" جاری کی گئی۔ اس اسکیم کے فائدوں سے مندرج جاتیوں کو بھی فیضیاب کرنے کی غرض سے سال ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران اس اسکیم کو قبائلی ضمنی منصوبے سے آگے بڑھانے کی تجویز پیش کی گئی ہے۔ اس اسکیم کے تحت ادیباسیوں اور مندرج جاتیوں کی اراضی پر حصولِ آمدنی کے لائق پھلدار درختوں مثلاً آم، کاجو، کٹھل، املی کی شجر کاری کی جاتی ہے۔ درختوں کے پودے مفت دیئے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں مٹی کھودنے، زمین تیار کرنے اور درخت لگانے کی اُجرت، فی پودہ ۳ روپے محکمہ کی جانب سے متعلقہ شخص کو ادا کیا جاتا ہے۔ درخت کی حفاظت اور اس کی پرداخت کی ذمہ داری اس زمین کے مالک پر عائد ہوتی ہے اور اس سے ہونے والے فائدوں کا متعلقہ شخص بلا شرکتِ غیرے حقدار ہوتا ہے۔

گذشتہ سال ناشک سرکل میں اس اسکیم کو زبردست مقبولیت حاصل ہوئی، لہٰذا سال ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران اس اسکیم کو مزید وسعت دی گئی۔ قبائلی منصوبے کے تحت اس اسکیم میں تھانے، رائے گڈھ، دھولے، امراؤتی، ناگپور، بھنڈارہ اور ایوت محل شامل ہیں جبکہ غیر قبائلی منصوبے کے تحت یہ اسکیم ریاست کے تمام اضلاع میں نافذ کی جائے گی۔ سال ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران اس کام کے لئے ۲۱ لاکھ روپیہ مختص کیا گیا ہے جن میں قبائلی علاقوں کے ضمنی منصوبے کے لئے ۱۲ لاکھ روپیہ بھی شامل ہے۔

ڈپٹی ڈائرکٹر سوشیل فاریسٹری، ادیباسیوں اور مندرج جاتیوں کی کثیر آبادی والے علاقوں کا انتخاب کرتے ہیں۔ افراد کے انتخاب کے وقت گرام پنچایت اور دوسری مماثل تنظیمات کی مدد لی جاتی ہے۔ اور اس معاملے میں کسانوں اور معاشی اعتبار سے کمزور افراد کو ترجیح دی جاتی ہے۔ منتخبہ افراد کو اسکیم کی نوعیت ان کی ذمہ داریاں اور محکمہ سے ملنے والی امداد سے متعلق معلومات دی جاتی ہیں

چونکہ برسات کے فوراً بعد شجر کاری کا کام شروع کیا جاتا ہے اس لئے اس سے پہلے پلانٹیشن آفیسر اور اسسٹنٹ پلانٹیشن آفیسر منتخبہ افراد کی زمینوں کا معائنہ کرتے ہیں اور شجر کاری سے پیشتر کے اقدامات کے لئے منصوبہ تیار کرتے ہیں۔ مانسون میں آمد و رفت اور نقل و حمل کی دشواری کے پیشِ نظر پودے اور دیگر سامان بارش شروع ہونے سے قبل ہی منتخبہ مقامات پر منتقل کئے جاتے ہیں۔ اس طرح شجر کاری سے متعلق منتخبہ فرد کی ذاتی ذمہ داری کی تکمیل بھی مذکورہ بالا افسران کی نگرانی اور اعانت سے کی جاتی ہے تاکہ نتائج بارآور ثابت ہو سکیں۔

ایندھن کے لئے شجر کاری:

دیہی علاقوں میں ایندھن لکڑی کی قلت ایک مسئلہ بنی ہوئی ہے۔ دیہی علاقوں میں بجلی یا کوکنگ گیس جیسے متبادل انتظامات نہ ہونے کی وجہ سے عوام گوبر کو ہی ایندھن کے طور پر استعمال کرتے ہیں جبکہ گوبر کا بہترین مصرف زراعتی کاموں میں کیا جا سکتا ہے۔ اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے حکومتِ ہند نے ۸۱-۱۹۸۰ء سے "شجر کاری برائے دیہی ایندھن" اسکیم جاری کی ہے۔ مہاراشٹر میں حکومت ہند نے اس اسکیم کے نفاذ کے لئے رتناگیری، سولاپور، کولہاپور، پربھنی، عثمان آباد، احمد نگر اور ناشک، ان سات اضلاع کا انتخاب کیا اور ۸۲-۱۹۸۱ء کے

دوران ۲۰۰ ہیکٹر اراضی کا نشانہ مقرر کرتے ہوئے ان اضلاع میں یہ اسکیم نافذ کی گئی۔ اس اسکیم کے تحت کاشت کاروں اور سماجی اداروں کو بیج بھی فراہم کئے جاتے ہیں۔

سال ۱۹۸۲-۸۳ء کے دوران مذکورہ سات اضلاع میں اسکیم کے تحت ۲۰۰ ہیکٹر اراضی پر شجرکاری کا نشانہ پورا کرنے کے لئے کُل ۱۳، ۶۸ لاکھ روپے مختص کئے گئے ہیں جس میں مرکزی امدادی رقم ۲۵، ۹ لاکھ روپیہ بھی شامل ہے۔ اس طرح ریاست واری اخراجات میں ریاستی منصوبہ کے تحت فی ضلع ۹۸، ۶ لاکھ روپے اور مرکز کے تحت ۷۵، ۲ لاکھ روپے مختص کئے گئے ہیں۔

عوامی اور پنچایت اراضی پر شجرکاری:

اس اسکیم کے تحت محکمۂ باغبانی و جنگل بانی کے ذریعہ عوامی اراضی اور گرام پنچایت کی زمین پر شجرکاری کی جاتی ہے۔ اس کا اہم مقصد دیہاتوں کو ایندھن اور چارے میں خود کفیل بنانا ہے۔

سال ۱۹۸۲-۸۳ء کے ریاستی بجٹ میں اس اسکیم کے لئے ۸۰، ۱۴ لاکھ روپے کی گنجائش نکالی گئی ہے، جن میں قبائلی ضمنی منصوبہ کے تحت مختص کردہ ۶۲، ۲ لاکھ روپے بھی شامل ہیں۔ امسال ۷۸۶ ہیکٹر اراضی پر شجرکاری کی جائے گی اور ۲۰۰ ہیکٹر اراضی آئندہ سال شجرکاری کے لئے تیار کی جائے گی۔ اس ضمن میں چار سالوں کے اندر ۲،۱۳۵ ہیکٹر اراضی کو اسکیم کے تحت لائی جائے گی۔ اس اسکیم کے تحت دیہی علاقوں کے انتخا... کی ذمہ داری ڈویژنل فاریسٹ آفیسر کو سونپی گئی ہے۔

راستوں اور نالوں کے کنارے شجرکاری:

راستوں، نالوں اور ریلوے لائن کے کناروں کی غیر پیداواری زمینوں کو پیداواری بنانے کے لئے ۱۹۷۹-۸۰ء سے مذکورہ زمینوں پر شجرکاری کی





ا.ا. اسکیم جاری کی گئی، ابتداً یہ اسکیم صرف ۱۵ اضلاع میں نافذ کی گئی لیکن بعد میں ریاست کے تمام ۲۷ اضلاع میں اس اسکیم کو عمل میں لایا گیا۔ سال ۱۹۸۲-۸۳ء کے دوران اس مقصد کے تحت ریاستی بجٹ میں ۴۰۰ لاکھ روپے مختص کئے گئے ہیں جس میں قبائلی ضمنی منصوبہ کے ۸۱، ۶ لاکھ روپے بھی شامل ہیں۔

ایک بچّہ کا ایک درخت:

وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی کے جاری کردہ "ایک بچّہ ایک درخت" اسکیم مہاراشٹر میں گذشتہ سال سے کامیابی سے نافذ العمل ہے۔ اس اسکیم کا مقصد شجرکاری میں اسکولی بچوں کی دلچسپی بڑھانا اور انھیں ماحول کے تحفّظ کے لئے درختوں کی اہمیت سے واقف کرانا ہے۔ سال ۱۹۸۲-۸۳ء کے دوران ۲،۳۷۶ اسکولوں سے ۳،۳۷،۶۰۰ بچوں کو اس پروگرام میں شریک کیا جائے گا۔ یہ بچے یا تو اپنے والدین کی اراضی پر یا پھر حکومت کی

"اُجڑے جنگلوں میں شجر کاری اسکیم" - بیروزگار نوجوانوں کے لئے شاندار موقع

شام راؤ ورساگڑے، چندرپور ضلع کے مقام گڈ چیرولی میں پسماندہ اقوام سے تعلق رکھنے والا ایک غریب اور بیروزگار نوجوان تھا۔ وہ ذریعہ معاش کی تلاش میں سرگرداں تھا کہ محکمۂ جنگلات کی "اُجڑے جنگلوں میں شجر کاری اسکیم" نے اُسے روزگار کا موقع عطا کیا۔

گذشتہ سال شام راؤ کو اس اسکیم کے تحت گڈ چیرولی میں ۲ ہیکٹر اراضی فراہم کی گئی اور اس کی احاطہ بندی کر دی گئی نیز حکومت کے اخراجات پر اُسے ایک جھونپڑا بھی بنا کر دیا گیا۔ اس زمین پر لگانے کے لئے مفت قلمیں فراہم کی گئیں۔ یہ سب کر لینے کے بعد شام راؤ کو ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ ۱½ ہیکٹر اراضی پر پھلدار درخت اور باقی ماندہ اراضی پر اپنے حسبِ منشا سبزی ترکاری کی کاشت کرے۔ درختوں کو پانی دینا، کھاد ڈالنا اور ان کی حفاظت کرنا بھی اس کے فرائض میں شامل تھا، جس کے عوض اسے ۵ سال کے لئے ڈیڑھ سو روپے ماہوار مشاہرہ مقرر کیا گیا۔

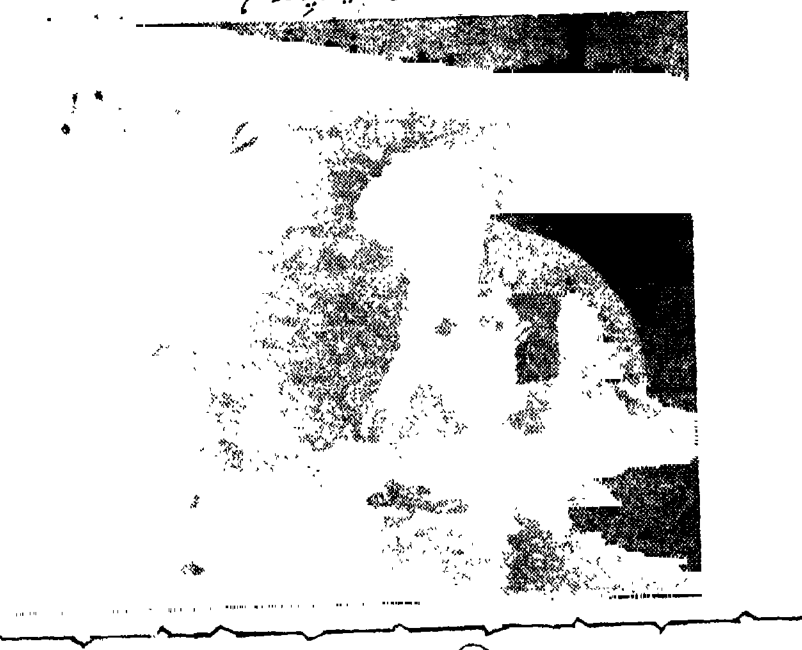
گذشتہ موسم باراں میں شام راؤ نے آم، کٹھل، چیکو وغیرہ کے دس درخت لگائے۔ ان کے علاوہ ساگوان کے درخت بھی لگائے۔ اب وہ آئندہ بارش کے موسم میں مزید درخت لگانا چاہتا ہے۔

حکومت نے شام راؤ کے ساتھ ایک معاہدہ کیا ہے، جس کے تحت شام راؤ کو ۱۵ سالوں تک ان درختوں کی دیکھ بھال کرنی ہوگی اور ان سے ہونے والی آمدنی میں اُس کا ۵۰ فیصد حصّہ ہوگا۔

پہلے ۵ سال کی معیاد ختم ہونے پر شام راؤ اسی اسکیم کے تحت دوسرا قطعۂ اراضی بھی شجر کاری کے لئے حاصل کر سکتا ہے۔

گذشتہ سال مشرقی چاندہ فاریسٹ ڈویژن میں گڈ چیرولی، دیراگڈھ، ہیرگاؤں اور گوٹھن گاؤں میں چار افراد کو اسی اسکیم کے تحت زمین دی گئی تھی امسال ۱۸ مستحق افراد کو اسکیم کے تحت زمین الاٹ کئے جانے کی تجویز زیرِ غور ہے۔

٭٭



شیام راؤ ورساگڑے، اپنے ہاتھوں سے لگائے ہوئے ایک پودے کی دیکھ بھال میں مصروف۔

عطا کردہ اراضی پر پھلدار درخت لگائیں گے۔ ہر درخت پر بچے کے نام کی تختی بھی لگائی جائے گی۔ ابتداءً یہ اسکیم ۵ برسوں کے لئے اپنائی گئی ہے اور اس مدت کے دوران تقریباً ۲۰ لاکھ درخت لگائے جانے کی توقع ہے۔ درخت سے ہونے والے منافع میں بچے کا حصہ رکھا گیا ہے تاکہ بچے فطری طور پر اس اسکیم میں دلچسپی لیں۔ سال ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران اس اسکیم کی خاطر ۲۷ لاکھ روپے بشمول ضمنی قبائلی منصوبہ کے ۰۲ء۷ لاکھ روپے مختص کئے گئے ہیں۔

سینٹرل نرسریز کا قیام :

جنگل بانی پروگرام کے تحت وسیع پیمانے پر شجر کاری کی مناسبت سے مطلوبہ اقسام کے پودوں اور بیجوں کی حسب ضرورت فراہمی کے لئے ان پودوں اور بیجوں کا زائد اسٹاک تیار رکھنا ضروری ہوتا ہے اور اسی حصولِ مقصد کے لئے نرسریز قائم کی جاتی ہیں۔

سال ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران ابتداءً ہر سوشیل فارسٹری ڈیویژن میں ۶ ہیکٹر اراضی پر سینٹرل نرسری قائم کی جائے گی۔

مجوزہ نرسری میں کسانوں کو جدید تکنیکی معلومات سے روشناس کرانے کی خاطر مشاہداتی اور تجرباتی پلاٹ بھی بنائے جائیں گے۔ اس نرسری میں نوجوان کسانوں اور سماجی خدمت گذاروں کو شجر کاری کی تکنیکوں سے متعلق تربیت بھی دی جائے گی۔ نرسریز کے لئے بوقتِ ضرورت کنوئیں بھی کھودے جائیں گے۔

امید کی جاتی ہے کہ ۱۹۸۳ء کے موسم باراں میں ان مرکزی نرسریز سے شجر کاری کے لئے ۱۳۵ لاکھ پودے دستیاب ہوں گے۔

سال ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران ۲۷ سینٹرل نرسریز قائم کرنے کے لئے ۴۵ لاکھ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ ان میں سے ۲۳ نرسریز غیر قبائلی منصوبہ کے تحت اور ۴ نرسریز قبائلی ضمنی منصوبہ کے تحت قائم کی جائیں گی۔

بے زمین مزدوروں کے ذریعے شجر کاری :

دیہی عوام اور خصوصاً سماج کے کمزور افراد اور مندرج جاتیوں کے افراد کو سود مند روزگار مہیا کرنے کی غرض سے سال ۸۳-۱۹۸۲ء سے نہروں کے کنارے کی بیکار زمین کو کام میں لانے کے لئے ایسی زمینوں پر شجر کاری کی اسکیم جاری کی جارہی ہے۔ اس اسکیم کے تحت ۵ لاکھ روپیہ مختص کیا گیا ہے اور تقریباً ۲۹۸ ہیکٹر اراضی پر شجر کاری کی جائے گی جس کے نتیجہ میں ۲۹۸ منتخبہ افراد فیضیاب ہوں گے۔

ایسی مخصوص زمینوں کا انتخاب بھی فارسیٹ آفیسر کے ذمے ہے۔ زمینیں منتخب کرلنے کے بعد کی مکمل کارروائی سبھی فارسیٹ آفیسر کے زیر ہدایت ہوگی۔ اس اسکیم کے تحت سال رواں کے دوران ریاست بھر میں کل ۲۹۸ افراد فی ضلع ۱۱ افراد کے حساب سے منتخب کئے جائیں گے اور ۲۹۸ ہیکٹر اراضی پر شجر کاری کی ابتدائی کارروائی مکمل کی جائے گی۔

اس اسکیم کے تحت شجر کاری کے تمام اخراجات ۵ برسوں تک حکومت برداشت کرے گی۔ ابتدائی سال میں کامگار کو پہلے مہینوں تک ماہانہ ڈیڑھ سو روپے کے علاوہ جھونپڑی نما گھر کی تعمیر کے لئے ۲۰۰ روپے دیئے جائیں گے۔ مجموعی طور پر ایک سال کے دوران اس اسکیم کے تحت فی ہیکٹر ۱۰۸۰ روپے خرچ کئے جائیں گے۔

(باقی صفحہ نمبر ۱۳ پر)

ایک پُر عظمت تاریخی جھلکی

نرنالہ قلعہ

* عبدالعزیز عرفانؔ
ایم. اے (اُردو) ایم. اے (تاریخ) بی ایڈ
مدرس ضلع پریشد ہائی اسکول، آکوٹ

شواہد وقت و تاریخ ہیں ہماری شان و شوکت کے
زبانِ حال سے کہتی ہے ہر شئے عظمتِ رفتہ کا افسانہ
(مضطر ہاشمی آکوٹوی)

مہاراشٹر، یوں تو تاریخی اعتبار سے بہت ہی اہم ریاست ہے۔ یہ زمانۂ قدیم سے مشہور و معروف ریاست رہی ہے، جس کا ذکر رامائن اور مہابھارت جیسی قدیم کتابوں میں موجود ہے۔ مُلک کی تحریکِ آزادی میں مہاراشٹر کے سورماؤں اور ویروں نے بہت نمایاں اور اہم رول ادا کیا ہے۔

اس سرزمین میں ودربھ کا علاقہ بھی تاریخی عظمت اور شان و شوکت کے اعتبار سے کچھ کم نہیں ہے۔ ان آٹھ اضلاع میں ہماری عظیم ہستیوں کی کچھ نہ کچھ یادگاریں باقی ہیں۔ اسی طرح آکولہ ضلع کسی تعارف کا مُحتاج نہیں۔ آکولہ سے ۴۱ میل دور 'نرنالہ' نامی ایک پہاڑی تاریخی قلعہ ہے۔ جو ہندو مُسلم تہذیب کا سنگم ہے۔ اس قلعہ کا بانی عام طور پر نرنال سنگھ نامی ہندو راجہ کو بتایا جاتا ہے جو بڑا جابر اور ظالم بادشاہ تھا۔ لیکن اس نے بہت ہی مضبوط و عمدہ قلعہ بنایا ہے۔ اس کی یادگار ابھی تک مہاکالی دروازہ ہے۔ دروازے کے بازو میں مہاکالی کی مورتی ہے۔ اس وجہ سے دروازہ کا نام مہاکالی دروازہ پڑ گیا ہے۔ لیکن مُسلم سلاطین کے عہد میں اس میں کچھ درستی اور اضافہ کیا گیا۔ مثلاً دروازے پر عربی آیتیں تحریر ہیں۔ ۱

قدیم تواریخ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ قلعہ مسلم سلاطین کے عہد میں بھی اہم اور ناقابلِ تسخیر سمجھا جاتا تھا۔ تاریخ دکن سے پتہ چلتا ہے کہ جب برار کی عنانِ حکومت سنبھالنے کے لیے علاؤالدین عمادشاہ کا کمسن بیٹا برہان الدین عمادشاہ تخت نشین ہوا تو امیر تفاول خاں نے اسے اسی قلعہ میں قید کیا تھا۔ اس واقعہ پر نظام شاہ نے (۹۸۲ [illegible] تا ۹۹۵ھ) برار پر حملہ کیا اور طویل مدت تک محاصرہ کرنے کے بعد برار کا سپاہیوں کو رشوت دیکر یہ قلعہ فتح کیا [illegible] ایسا کہا جاتا ہے کہ نرنال سنگھ [illegible]

۱؎ "تاریخ دکن" از: مولانا نصیر الدین ہاشمی

اس کے گرد و نواح کا علاقہ غیر مسلم تہذیب کا علاقہ تھا. جیسا کہ ہم جانتے ہیں مسلم سلاطین کے عہد میں مذہب اسلام کی تبلیغ کے لئے بزرگانِ دین اور اولیاء حضرات ہندوستان کے گوشے گوشے میں پھیل چکے تھے. خاندان سید کے عہد میں ایک بہت بڑے بزرگ حضرت برہان الدین اولیاء کی آمد اس علاقے میں ہوئی، آپ ایک اچھے سپہ سالار بھی تھے. آپ کے ساتھ تقریباً ۴ سو سپاہی بھی مع اہل و عیال کے آئے تھے. آپ نے نرنال سنگھ کو شکست دی اور قلعہ پر قبضہ کرلیا. موصوف بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں. آپ سے عوام کو بڑی عقیدت تھی اور آج بھی ہے. آج بھی عوام دور دور سے ان کے مزار کی زیارت کو آتے ہیں. خصوصاً وہ لوگ جو کتے کے کاٹے ہوئے ہوتے ہیں، آپ کے آستانہ پر حاضر ہوتے ہیں اور چشمہ کے پانی سے غسل کر کے شفا پاتے ہیں. ویسے تالاب کا پانی صحت کے لئے ہاضم اور مفید ہے.

آپ کے انتقال کے بعد آپ کے اہل و عیال کو جعفرآباد کے مقام پر دفن کیا گیا تھا. جو لوگ لڑتے ہوئے مارے گئے تھے ان کی قبریں وہیں بنائی گئیں. وہ جگہ وادی شہداء کے نام سے یاد کی جاتی ہے.

قلعہ کے اندر بہت ہی قدیم دوسری تاریخی یادگاریں بھی ہیں. موصوف کے مزار کے قریب مسجد ہے. مسجد کے کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے نواب خورشید جاہ داماد افضل الدولہ بادشاہ دکن نے ۱۴ ماہ صفر ۱۲۹۱ھ میں تعمیر کیا تھا.





مسجد کے مشرقی سمت میں عہد اورنگ زیب کی نشانی آج تک باقی ہے، یہ ایک بہت بڑی قوی ہیکل توپ ہے جو سات قسم کی دھاتوں کو گلا کر ڈھالی گئی ہے. اس کا کتبہ ملاحظہ فرمائیے:

شاہ اورنگ عالمگیر ہو الباقی
ایں توپ نہ گزیں است کہ از عمل دکھنیاں ساختہ اند
در نولا بندہ درگاہ آنکو بیگ بر قلعہ رسیدہ درگاہ
جمادی الاول (۱۰۹۱ھ) یک ہزار و نود و یک ہجری مقدس
با اقبال حضرت خدیو زمین و زماں خداوند جہان و جہانیاں
پیر و مرشد حقیقی تو بر قوم را بر زمین استوار نمود راقمہ پہلاد
راس کاتبہ ۔

یک جہد و پنجاہ است ایں توپ تجر در آمدہ
تا بند الایام ہچلپس بالائے زمین سنوار مکر آمدہ

مندرجہ کتبہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد کی ترجمانی کرتا ہے. ہم جانتے ہیں کہ بادشاہ اورنگ زیب نے اپنے عہد میں مساجد اور قلعوں کی تعمیر کروائی. ان کی خدمات کے لئے بادشاہ نے بہت سی جاگیریں عطا کی تھیں، علاقے تقسیم کئے تھے. وہ لوگ اپنے علاقے کے محافظ ہوتے ہیں. انگریزوں کے زمانے میں اس قلعہ کو صرف صحت افزا مقام کی حیثیت حاصل تھی. انگریزی افسران یہاں آتے تھے اور عنبر بنگلہ میں مقیم ہوتے تھے. ان کے عہد میں یہ قلعہ سرکاری کام کاج، شکار اور تفریح کا مرکز تھا. ہندوستان آزاد ہونے کے بعد اس پر توجہ

دی گئی۔ ۱۹۵۸ء ایکٹ کے مطابق آثارِ قدیمہ کی نگرانی میں شامل کرلیا گیا۔ آج آثارِ قدیمہ کے بھوپال اور اورنگ آباد کے جیولاجیکل شعبہ کے تحت درستی کا کام کیا جاتا ہے۔ سرکار اس کی درستی اور نگرانی کی طرف خاص توجہ دے رہی ہے۔ اس علاقہ میں جنگلی جانوروں کے تحفظ کیے اقدامات کئے جاتے ہیں۔ مہاراشٹر سرکار نے بھی اپنے بہت سے اہم منصوبوں کا اعلان کیا ہے۔

یہاں آثارِ قدیمہ میں پانی کے انتظام کے لئے پانی کی ٹنکیاں، ۵۲ قدرتی تالاب ایک مقام سے دوسرے مقام تک پانی کی بہ عجلت رسائی کے لئے پختہ چونے سے بنے ہوئے کویلوؤں کی پائپ لائن کا انتظام بھی دکھائی دیتا ہے۔ 'عنبر بنگلہ' اور دروازوں کے قریب پتھروں کے تراشیدہ مٹکے بنے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ اصطبل خانہ، فیل خانہ اور نقار خانہ اپنی ایک انفرادی حیثیت و نوعیت لئے آج بھی ببانگِ دہل اپنی عظمتِ رفتہ کا اظہار کر رہے ہیں۔

نرنالہ کا علاقہ ایک قدیم تاریخی مقام کے علاوہ ایک صحت افزا مقام کی حیثیت سے بھی نمایاں شہرت رکھتا ہے۔ ہزاروں افراد ہوا خوری کے لئے آتے ہیں۔ آج بھی یہ علاقہ اپنے دامن میں پہاڑی وادیوں کے حسین و جمیل مناظر، سرسبز و شاداب وادیاں، بلند و بالا ٹیکریوں کے اتار چڑھاؤ، حسین و دلکش فضا، گلوں کی مہک، پرندوں کی چہک دل و دماغ کو معطر و مؤثر کرنے والی ہوائیں سمیٹے ہوئے ہے۔

✱✱

صفحہ ۱۰ سے آگے

اس اسکیم کے تحت جنگلاتی پیداوار سے آمدنی میں ۵۰ فیصد حصہ کامگار کا ہوگا۔ شجر کاری محکمہ کے افسران کے زیرِ نگرانی کی جائے گی، لیکن درختوں کے تحفظ کی تمام تر ذمّہ داری کامگار پر عائد ہوگی۔ اس اسکیم کے تحت منتخبہ فرد کو محکمہ کے ساتھ ایک معاہدہ کرنا ہوتا ہے

چارے کیلئے مندرج قبائلیوں کی اراضی :

زراعت کو جدید معلومات سے لاعلمی کی بناء پر مالکان اراضی کسان غیر زرخیز زمین پر بھی فصل کاشت کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اب اس نئی اسکیم کے تحت جدید طریقوں سے ایسی غیر زرخیز اراضی پر چارے کے لئے گھاس اور 'سوببول' جیسے مخصوص درخت اگائے جائیں گے اس کام پر لاگت کا تخمینہ فی ہیکٹر ۹۹۰ روپیہ ہے، جس میں سے آدھی رقم بلاسود قرض منظور ہوگی اور آدھی رقم مالی امداد کے طور پر ہوگی قرض کی رقم زمین کے مالک سے دس مساوی قسطوں میں وصول کی جائے گی قرض کی وصولی دوسرے سال سے شروع ہوگی۔ اس طرح مولشیوں کے لئے چارے کی فراہمی کا اطمینان بخش انتظام ہوجانے سے کسانوں کی سماجی اور معاشی حالت میں بہتری پیدا ہونا، ممکن ہے۔ یہ اسکیم مندرج قبائلیوں کیلئے مخصوص ہے لہٰذا مذکورہ طبقہ کے مستحق افراد ہی فیضیاب ہوسکیں گے۔

فی الوقت یہ اسکیم ناشک اور تھانے میں نافذ ہے اور سال ۸۱-۱۹۸۰ء کے دوران اس اسکیم کے لئے ۴.۰۷ لاکھ روپیہ مختص کیا گیا ہے۔

✱✱

غزلیں

شفیع اللہ خاں راز اٹاوی
ایس.این.کالج، کٹرہ پورول خاں، اٹاوہ

جب سے حسنِ نظر آپ کے پاس ہے
آئینوں کا نگر آپ کے پاس ہے

ہم غریبوں کی دنیا سنور جائے گی!
وہ متاعِ ہنر آپ کے پاس ہے

تاج محلوں کی دنیا میں کھو جایئے
سنگِ مرمر اگر آپ کے پاس ہے

اپنی چھت سے شرارے نہ برسایئے
صرف میرا ہی گھر آپ کے پاس ہے

میری منزل کہاں ہے بتا دیجئے
نقشۂ رہگزر آپ کے پاس ہے

زندگی اتنی گلنار ہو جائے گی!
جتنا خونِ جگر آپ کے پاس ہے

آئینے سر بسجدہ نظر آئیں گے
وہ حسیں سنگِ در آپ کے پاس ہے

تیرگی کا کہیں کوئی خطرہ نہیں
اک دیا بھی اگر آپ کے پاس ہے

آپ کے ہاتھ میں آج کا اخبار ہے
کوئی تازہ خبر آپ کے پاس ہے

مشکلیں راز آسان ہو جائیں گی
اسمِ اعظم اگر آپ کے پاس ہے

*

قومی راج

راشد جمال فاروقی
اے.بی.پی. انٹر کالج - ویر بھدر
دہرہ دون - (یو.پی)

نوازشوں میں، عتاب میں تھا
میں اُس کے ہر انتخاب میں تھا

حقیقتوں پر نظر نہ ٹھہری
کہ حسن بے حد سراب میں تھا

رداؤں میں شخصیت چھپی تھی
ہر ایک چہرہ نقاب میں تھا

وضع کی چولیں ہلی ہوئی تھیں
نفس نفس پیچ و تاب میں تھا

کسوٹیوں پر کھرا نہ اُترا
سبق جو میری کتاب میں تھا

کہا جو تم سے تو اب سکوں ہے
میں کب سے اِک اضطراب میں تھا

ہے مرگ راشد نجات اُس کی
وہ آسمانی عذاب میں تھا

اکمل اجملی
۱۹۹- ٹبیرہ شاہ اجمل،
الہ آباد-۲۱۱۰۰۳

دستِ ستم شعار میں گھٹتی صدا لگے
اپنا وجود بھی کبھی بے دست و پا لگے

کھو جاؤں اس طرح سے میں اپنے خیال میں
تیرا خیال بھی مجھے اپنا ہی سا لگے

پتھر کی اوٹ سے تو کوئی تیر پھینک دے
ورنہ کہیں یہ شہر نہ دار الشفاء لگے!

ٹوٹے کمند موت تو زنجیرِ پا کھلے
اُلٹے بساطِ زیست تو دستِ قضا لگے

اک لفظ میرے منہ سے جو نکلے تو سو عذاب
اک حرف گر وہ بول دے حکمِ خدا لگے

اس کو بچائے کون جو خود ہی نہ بچ سکا
اس کو اُٹھائے کون جو خود گر دیا لگے

وہ خون خون آنکھ جو آئینہ توڑ دے
وہ زرد زرد جسم جو پتھر ہی سا لگے

*

۲۵ جولائی ۱۹۸۲ء

غزلیں

* مہدی پرتاپگڈھی
اریگیشن ڈویژن،
پرتاپگڈھ (یو۔پی)

اب رات کی باتیں کرو مطلع سحر آثار ہے
سورج کی انگلی تھام کر اک اک کرن بیدار ہے

کچھ درد کی آیات اتریں رات میرے ذہن پر
کیا پوچھتے ہو حالِ دل پھر امرا اخبار ہے

اس کے بدن کے لمس سے ہیں آشنا جو انگلیاں
ان سے بھی کوئی پوچھ لے کیا حسن کا معیار ہے

جب آسمانوں سے نہ اُترے گا صحیفہ اب کوئی
اس عہد کے انسان کو کیوں معجزہ درکار ہے

پھر آگیا ہے ہاتھ اک نایاب لمحہ ذہن کو!
پھر مہکا مہکا ہر طرف یادوں کا اک گلزار ہے

جس راستے کو چھوڑ کر بڑھ جاتے ہیں اہلِ خرد
چلتا ہوں میں اس راہ پر جو پُر خطر پُر خار ہے

دیکھتا رہتا ہوں خوش آئند مستقبل کے خواب
ذہن سے لپٹا ہوا اک درد اک آزار ہے

وہ روایت پیار کی وہ رسمِ ایثار و خلوص
جس پہ ہم نازاں ہیں اک گرتی ہوئی دیوار ہے

اک شوخ کی ہے داستاں میری بیاضِ شعر میں
مہدی مرے اشعار میں حسنِ لب و رخسار ہے

* عبدالعزیز خاں عزیز
کھڑک پورہ۔ کھنڈوہ (ایم۔پی)

جام ایسا پلا گیا کوئی!
خود سے بیخود بنا گیا کوئی

حسنِ معصوم تیری الفت میں
ایک جہاں کو بھلا گیا کوئی

بن کے لیلیٰ جنوں کے صحرا میں
قول اپنا نبھا گیا کوئی

جوئے شیریں تیری روانی میں
پیاس آکر بجھا گیا کوئی

مصر جیسی حسین بستی میں
گلِ یوسف کھلا گیا کوئی

شوقِ تجلّی میں اپنے موسیٰ کو
کیسے بیہوش کر گیا کوئی

بطنِ ماہی سے اپنے یونس کو
ایک زمانہ دکھا گیا کوئی

اپنی کشتی کو تیرے تکیہ پر
کھیتے کھیتے چلا گیا کوئی

جائے فانی عزیز ہے دنیا
کیسی بستی بسا گیا کوئی



* آفتاب عالم اجمیری
احمد سلیمان بلڈنگ ۶۲۸، روم نمبر ۱۱
ہنس روڈ، بمبئی نمبر ۱۱ ۴۰۰۰۱

کسی حسین سے کیا دوستی ہوئی اپنی
حیات لگنے لگی مجھ کو اجنبی اپنی

لبوں پہ خامشی بکھری ہے آنکھ میں موتی
نہ جانے کہہ گئی کیا ان سے بیکسی اپنی

نئی سحر سے شبِ غم بدل تو لیں لیکن!
شبِ الم سے نہ کم ہوگی صبح بھی اپنی!

ہزار غم نہ ہوں ہر پل اگر شریکِ حیات
ہزار سال کی ہو جائے زندگی اپنی!

وہ آفتاب بکھیریں تجلّیاں جس نے
اسی کا آئینہ ہے آج بے بسی اپنی!

غزلیں

* عاجز ہنگنگھاٹی
نزد لکشمی ٹاکیز، ہنگن گھاٹ
ضلع وردھا (مہاراشٹر)

کوئی تیشہ بکف آئے تو آسانی سے نکلوں گا
میں اک جھرنا ہوں چٹانوں کی پیشانی سے نکلوں گا

تقدس گاؤں کا تم اپنے مکھڑے پر سجا لینا
میں اپنے شہر کی مانوس ویرانی سے نکلوں گا

تم اپنے جسم کو دوکان میں ترتیب سے رکھنا
میں سایہ بیچ کر بازارِ حیرانی سے نکلوں گا

میں بھولی بسری یادوں کے جھروکوں کا ہوں نظارہ
نہ جانے کل کہاں سیلاب کے پانی سے نکلوں گا

تم اپنی روح کی آنکھیں کسی منظر میں رکھ دینا
میں اپنا جسم لے کر قصرِ ویرانی سے نکلوں گا

میں اپنے جسم کا آسیب ہوں سایہ نہیں عاجزؔ
عمل سوچ کا کرنا میں درخشانی سے نکلوں گا

* رفیق جعفر
۱۲/۶۱۔ مالونی کالونی نمبر ۲
پوسٹ کھارو ڈی، ملاڈ (ویسٹ) بمبئی نمبر ۹۵

آنکھ ڈوبی اور نکلا پانی
موتی بن کر بکھرا پانی!

میں نے دیکھا شہروں شہروں
سونے سے بھی مہنگا پانی

خواب ہے لیکن سچ ہے یارو!
صحرا صحرا پانی!!!

بیتی باتیں یاد دلانے!
رم جھم، رم جھم برسا پانی

ساون کے ماتھے پر جیسے
جھومر بن کر چمکا پانی

جس میں ڈوبے میرا ماضی
ٹوٹ کے برسے ایسا پانی

جس کا کوئی رنگ ہو جعفرؔ
دیکھا تم نے ایسا پانی!

* لطیف ثانی شیگانوی

رہزنی کا تھا گماں جس پہ وہ رہبر نکلا!
جس سے خائف تھا زمانہ وہ قلندر نکلا

ہر کوئی شخص مری ذات سے بہتر نکلا!
میرا سایہ تو یہاں مجھ سے بھی بڑھ کر نکلا

وہ تمناؤں کا جامہ جو پہن کر نکلا!!
لشکرِ رنج و الم کو بھی وہ لے کر نکلا

یوں تو وہ بند تھا اک دائرہ جیسا لیکن
اپنی قرطاس سے نکلا تو سمندر نکلا!

مانگے بھیک جو ہر در پہ صدا دیتا ہے
شہر میں اپنے وہی ایک تونگر نکلا!

میں اندھیرے میں تو کچھ دیکھ نہ پایا لیکن
میرے سینے سے مرے بھائی کا خنجر نکلا

وہ تو دنیا کے خزانوں کا تھا مالک لیکن
گھر سے نکلا تو تہی دستِ سکندر نکلا

زندگی یوں تو بہت خوب تھی اپنی ثانیؔ
ہر قدم آس کا مگر درد کا دفتر نکلا!

غزلیں

محمد سعد کاوش پرتاپگڈھی
۴/۸، بینک روڈ، الہ آباد (یو۔پی)

نہ جانے کیوں مری آنکھوں میں آنسو آئے جاتے ہیں
وہ میرے پاس رہ کر بھی مجھے ترسائے جاتے ہیں

نہیں شکوہ ہے کچھ اُن سے میری قسمت ہی ایسی ہے
کہ جن سے لو لگاتا ہوں وہی کترائے جاتے ہیں

ہے میری کیفیت فرقت میں کیا اُن کے یہ مت پوچھو
کہ بادل درد و غم کے میرے دل پر چھائے جاتے ہیں

میں عاجز آ گیا ہوں اُن کی ایسی بے وفائی سے
مسلسل مجھ پہ اب تک جو مظالم ڈھائے جاتے ہیں

ہم اُن کی جستجو میں پھر رہے ہیں اس بیاباں میں
سمجھ میں کچھ نہیں آتا کدھر ہم جائے جاتے ہیں

وہ جس کے واسطے کیا کچھ نہیں ہم نے کیا کاوش
ہمیں اپنی زباں سے بیوفا فرمائے جاتے ہیں

عطاء الرحمٰن طارق
۹/۹۴، فاطمہ بائی بنگلہ، کے۔ کے روڈ، جیکب سرکل، بمبئی ۱۱

خون میں لتھڑے ہوئے سورج نے پایا اپنا حق
رات کے افعی نے جب آخر پہر اُگلا شفق!

راہ مل جائے تو آگے بڑھ وگرنہ لوٹ جا
ساحلوں پر میں نے یہ سیکھا سمندر کا سبق

کارواں بھٹکے سرابوں سے تو یہ اُن کا نصیب
ریگزاروں کو بھلا اس بات کا کیسا قلق ؟

چاند کو کیوں دوسرے رستے نہیں آتے نظر!
روشنی حالانکہ ہے پھیلی ہوئی تا بہ اُفق !

رات، دریا، پھول، خوشبو، چاندنی، جلوہ ترا
آج تو روشن ہیں میرے واسطے چودہ طبق!

دیکھ کر لوگوں نے سمجھا مجھ میں طارق دل نہیں
ہائے تیرے سامنے سینہ مرا ہونا تھا شق!!

۔شان بھارتی
سجوا،
دھنباد
(بہار)

کہاں کہاں لئے پھرتا ہے آب و دانہ بھی
کہ یاد اب نہ رہا آشیانہ بھی !!

مری جبینِ اَنا کا یہی تقاضہ تھا
کہ میں نے چھوڑ دیا تیرا آستانہ بھی

ہمارے جسم میں جاری ہے اک تھکن کا سفر
کہ پاؤں ہی نہیں، اب دُکھ رہا ہے شانہ بھی

کسے خبر تھی کہ انجام کار یہ ہوگا!
کہ رہ نہ جائے گا باقی مرا فسانہ بھی!

جہاں کا درد سمیٹا تو یہ ہوا محسوس
ہمارے حصے میں آیا ہے اک خزانہ بھی

غزلیں



★ انصاری محمد اسحاق خضر
۳۸۸ - ایم. ایچ. بی کالونی
آگرہ روڈ، مالیگاؤں ۴۲۳۲۰۳

زندگی میں کیسی کیسی بات کر جاتے ہیں لوگ
اور پھر اپنے کئے پر آپ پچھتاتے ہیں لوگ

سر کٹا کر بھی شہادت اُن کو مل سکتی نہیں
انگلیاں کس واسطے آخر کو کٹواتے ہیں لوگ

خوف کے مارے ہیں ایسے دیکھ پائیں گر لکیر
سانپ کا کر کے گماں لاٹھی ہی برساتے ہیں لوگ

اپنے عیبوں پر نظر رکھنا ہے عظمت کی دلیل
دوسروں کے عیب گنوانے کو گنواتے ہیں لوگ

معنیٔ حرفِ وفا کی الاَماں رسوائیاں
خود سمجھ پاتے نہیں اوروں کو سمجھاتے ہیں لوگ

اپنے ہاتھوں کا بھی لے لو جائزہ اور پھر کہو
"پھول کے بدلے یہاں پتھر ہی برساتے ہیں لوگ"

اگلی منزل کا نہیں خانہ بدوشوں کو خیال!
اونچے اونچے قصرِ ایواں کیسے بنواتے ہیں لوگ

اُن پہ حیرت کرنے والے حق بجانب ہیں خضر
دوسروں کی کاوشوں پہ کیسا اِتراتے ہیں لوگ



★ بسنت کمار بسنت
۳۹ - ٹیڑھی بازار، رکاب گنج
لکھنؤ - ۳ (یو۔ پی)

برگ جو خشک ہے وہ چھاؤں گھنی کیا دیگا
خود جو آزردہ ہے دنیا کو خوشی کیا دے گا

تلخ گو ہوں میں، پرستارِ صداقت ہوں میں
عصرِ نو دعوتِ شیریں سخنی کیا دے گا

ننھے ہونٹوں سے ہنسی چھین لی جس انساں نے
اس کو یہ دہر زمانے کی خوشی کیا دے گا

چاک دامان و گریباں کئے جن ہاتھوں نے
ذہن اُن کو ہنرِ بخیہ گری کیا دے گا!

جو کسی کو نہیں دیتا کوئی آزار بسنت
اُس کو اِس دہر میں آزار کوئی کیا دے گا

★ ہارون فراز

آرزو، اُمید، خواہش زندگی کے شہر میں
یاس، محرومی، ندامت، بے بسی کے شہر میں

تیرگی میں کر رہے تھے آپ اپنا ہی طواف
بے سایہ بٹ گئے ہیں روشنی کے شہر میں

ایسا مرادریا نہ جب دے گا تو پی لیں گے ہوا!!
حوصلہ دیکھو ہمارا تشنگی کے شہر میں

اپنی آوازوں سے نامانوس ہے اپنا وجود
اب صدائیں کس کو دیں گے بے حسی کے شہر میں

دن کی نطرت تھی جلانا جل گئے چپ چاپ ہم
رات کیوں تپنے لگی ہے چاندنی کے شہر میں

حال سے کچھ مطمئن ہیں خوف مستقبل کا ہے
جب صدائیں بھی نہ ہونگی سرکشی کے شہر میں

یہ تصنع زیب دیتا ہی نہیں تم کو فراز
کیوں یہ آرائش بدن کی سادگی کے شہر میں

★

مہاراشٹر اُردو اکیڈیمی کے تحت مالی امداد اور انعامات

حکومت مہاراشٹر نے 'مہاراشٹر اُردو اکیڈیمی' کے توسط سے سال ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران شعری اور ادبی تصانیف کی اشاعت کے لئے مالی امداد دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اسی طرح ۸۱-۱۹۸۰ء میں ریاست مہاراشٹر سے شائع شدہ بہترین تصانیف کو مالی انعامات دیئے ہیں۔ شعری تصنیف کے لئے جناب مدحت الاختر کو اُن کی کتاب "منافقوں میں روز و شب" کو ۲,۰۰۰ روپے کا پہلا انعام دیا گیا۔ شری احسن یوسف زئی کی کتاب "تہہِ دریا" اور ناظم انصاری کی کتاب "گوبھی کے پھول" کو ۱,۵۰۰ روپے کے دوسرے انعامات دیئے گئے۔ نثری تصانیف میں شری علی امام نقوی کو اُن کی تصنیف "نئے مکان کی دیمک" پر ۲,۰۰۰ روپے کا پہلا انعام دیا گیا۔ شری حمید سہروردی کو "ریت ریت لفظ" تصنیف پر ۱,۵۰۰ روپے کا دوسرا انعام اور شری عبدالقدیر صدیقی کو اُن کی تصنیف "سوکھے پیڑ کا درد" پر ۵۰۰ روپے کا تیسرا انعام دیا گیا۔ اسی طرح شریمتی واجدہ تبسم کی تصنیف "جیسے دریا" کو ۲,۰۰۰ روپے کا پہلا انعام دیا گیا۔ بچوں کے ادب پر مولانا ابراہیم عمادی کو ۲,۰۰۰ روپے کا خصوصی انعام دیا گیا۔

مہاراشٹر اُردو اکیڈیمی کے تعاون سے تصانیف کی اشاعت کے لئے مالی امداد مندرجہ ذیل مصنفوں کو دی گئی ہے:

شعری تصانیف		نام مصنف		عنوان کتاب		منظور کردہ (روپیہ)
۱-	...	مرحوم عبدالوحید طرفہ قریشی		فانوسِ حرم	...	۲,۳۰۰
۲-	...	محبوب راہی	...	تردید	...	۱,۶۰۰
۳-	...	ناصر شکیب	...	دہلیز	...	۱,۲۰۰
۴-	...	ابراہیم فیض	...	نگارش	...	۱,۸۰۰
۵-	...	اعجاز ہندی	...	کچے پتوں کی بُو باس	...	۱,۲۰۰
۶-	...	غلام صوفی حیدری	...	کفِ گلفروش	...	۲,۰۰۰
۷-	...	قیصر الجعفری	...	آب دیدہ	...	۲,۵۰۰
۸-	...	ظفر گورکھپوری	...	ریزہ ریزہ	...	۱,۲۰۰
۹-	...	حفیظ اللہ مومن	...	ورق ورق لمحے	...	۱,۲۰۰
ادبی تصانیف						
۱-	...	انور احمد خاں	...	آپ بیتی نگاری	...	۲,۰۰۰
۲-	...	خواجہ ایم۔ حمید	...	امام بخش صہبائی	...	۳,۰۰۰

ادبی تصانیف	نام مصنف	عنوان کتاب	منظور کردہ (روپیہ)
۳۔	شریمتی زرین تاج ...	احتساب ...	۱,۰۰۰
۴۔	یوسف انصاری ...	تلوک چند محروم ...	۱,۶۰۰
۵۔	صفدر ...	شاعری شکوۂ پیغمبری ...	۱,۰۰۰
۶۔	ابراہیم اختر پربھنی ...	ہندو فلسفہ ...	۱,۷۰۰
۷۔	خلیل اللہ خلیل ...	تعلیم و تنقید ...	۱,۵۰۰
۸۔	علی احمد اشرفی ...	علم عروض ...	۷۰۰
تعلیمی ادب :			
۱۔	کماری نسیم اختر سعید ...	جدید کشیدہ کاری ...	۲,۰۰۰
۲۔	اے۔ ایم۔ قادری ...	دس دن میں اردو ...	۸۰۰
۳۔	امان اللہ شیخ ...	آؤ اردو سیکھیں ...	۷۰۰
افسانہ نگاری			
۱۔	رفیق مرزا شاکر کھامگانوی ...	ہیومر سیکنڈ ہینڈ ...	۱,۱۰۰
۲۔	خیال انصاری ...	آنچل آنچل خوشبو ...	۱,۸۰۰
۳۔	غفور اسحاق ...	خاکے، رنگ اور برش ...	۷۵۰
۴۔	سید ناصر الدین عظمی ...	انوکھی قربانی (ڈرامہ) ...	۱,۶۰۰
سائنسی ادب : ...	ڈاکٹر عبد المتین خان ...	علم القبالت ...	۳,۰۰۰
بچوں کا ادب			
۱۔	غنی غازی ...	ریت کے گھروندے ...	۱,۴۰۰
۲۔	محبوب راہی ...	رنگا رنگ ...	۱,۱۰۰
۳۔	ارشد مینا نگری ...	دھرتی کے تارے ...	۷۰۰
۴۔	حیدر بیابانی	ننھی منی باتیں ...	۷۰۰
۵۔	ابراہیم عمادی ...	بچوں کی کہانیاں ...	۱,۱۰۰
تراجم			
۱۔	انیس چشتی ...	مراٹھی کی دس منتخب کہانیاں	۲,۰۰۰
۲۔	پروفیسر ایم۔ کے۔ شاذلی ...	آنند مٹھ ...	۲,۰۰۰
۳۔	پروفیسر امانت شیخ ...	وینس کا سوداگر ...	۱,۵۰۰
۴۔	غلام صوفی حیدری ...	بیسویں صدی کے قاتل ...	۱,۰۰۰
دیگر مضامین			
۱۔	فیض محمد ...	مرقع فیض ...	۵,۰۰۰
۲۔	مرحوم کوثر یزدانی (معذور نابینا شاعر)	— ...	۳,۰۰۰

طرح مہاراشٹر اُردو اکیڈمی نے ۱۹۸۰ء میں مندرجہ ذیل مصنفوں کو اُن کی شائع شدہ بہترین تصانیف پر انعامات دینے کا اعلان کیا ہے :

شعری تصانیف	نام مصنّف	عنوان کتاب	انعامی رقم
۱ ۔	مدحت الاختر	منافقوں میں روز و شب	۲,۰۰۰ روپیہ (پہلا انعام)
۲ ۔	احسن یوسف زئی	تہہ دریا	۱,۵۰۰ ,, دوسرا انعام
۳ ۔	ناظم انصاری	گوبھی کے پھول	۱,۵۰۰ ,, ,,
۴ ۔	نظام الدین نظام	لاشعور	۵۰۰ ,, تیسرا انعام
۵ ۔	سحر سعیدی	کمندِ ہوا	۴۰۰ روپیہ ہمت افزائی انعام
۶ ۔	یونس عالم صدیقی	حصار	۴۰۰ ,, ہمت افزائی انعام
۷ ۔	رشید اللہ خاں جوہر	نور و نکہت	۱,۵۰۰ روپیہ دوسرا انعام
۸ ۔	محمد حنیف دھولیوی	مہکتے سائے	۵۰۰ ,, تیسرا انعام

نثر (افسانے)

۱ ۔	علی امام نقوی	نئے مکان کی دیمک	۲,۰۰۰ روپیہ پہلا انعام
۲ ۔	حمید سہروردی	ریت ریت لفظ	۱,۵۰۰ ,, دوسرا انعام
۳ ۔	عبدالقدیر صدیقی	سوکھے پیڑ کا درد	۵۰۰ ,, تیسرا انعام
۴ ۔	شریمتی واجدہ تبسم	جیسے دریا	۲,۰۰۰ ,, پہلا انعام
۵ ۔	شیخ رحمان اکولوی	بلا عنوان	۱,۵۰۰ ,, دوسرا انعام

ادبی، تنقیدی اور تکنیکی تصانیف

۱ ۔	ڈاکٹر شرف الدین ساحل	بیانِ میرٹھی	۲,۰۰۰ ,, پہلا انعام
۲ ۔	ڈاکٹر افتخار احمد فخر	ادب و نظر	۱,۵۰۰ ,, دوسرا انعام
۳ ۔	شریمتی رفیعہ شبنم عابدی	نظر نظر کے چراغ	۱,۵۰۰ ,, دوسرا انعام
۴ ۔	ڈاکٹر امانت	حیاتِ بیدل	۱,۵۰۰ ,, دوسرا انعام
بچوں کا ادب :	مولانا ابراہیم عمادی	—	۲,۰۰۰ ,, خصوصی انعام

تراجم :

۱ ۔	سلام بن رزاق	ماہم کی کھاڑی	۲,۰۰۰ ,, پہلا انعام
۲ ۔	بدیع الزماں خاور	اُردو اور مراٹھی کو قریب لانے میں بہترین کوشش پر خصوصی انعام	۱,۰۰۰ ,, خصوصی انعام
۳ ۔	ڈاکٹر صادق		۱,۰۰۰ ,, ,, ,,
۴ ۔	نور پرکار		۱,۰۰۰ ,, ,, ,,

۱۹۸۱ء میں شائع شدہ کتابوں کو دیئے گئے انعامات درج ذیل ہیں :

شعری تصانیف

۱ ۔	سلیم شہزاد	دعاء نیم منتشر	۲,۰۰۰ روپیہ پہلا انعام
۲ ۔	قمر اقبال	تتلیاں	۱,۵۰۰ ,, دوسرا انعام

شعری تصانیف	نام مصنّف	عنوان کتاب	انعامی رقم
۳۔ ...	ارتضیٰ نشاط ...	ریت کی رسّی ...	۱٬۵۰۰ " دوسرا انعام
۴۔ ...	ظفر کلیم ...	طلسمِ غزل ...	۱٬۵۰۰ " "
۵۔ ...	عروج احمد عروج ...	جیتے دنوں کا موسم ...	۱٬۵۰۰ " "
۶۔ ...	صوفی بانکوٹی ...	بادۂ صوفی ...	۵۰۰ روپیہ تیسرا انعام
۷۔ ...	فیاض افسوس ...	کفِ افسوس ...	۵۰۰ " "

افسانہ نگاری

۱۔ ...	یوسف ناظم ...	البتہ ...	۲٬۰۰۰ " پہلا انعام
۲۔ ...	احمد عثمانی ...	رات کا منظر ...	۱٬۵۰۰ " دوسرا انعام
۳۔ ...	جگدیش پرشاد دیکشت ...	مُردہ گھر ...	۱٬۵۰۰ " دوسرا انعام
۴۔ ...	ساجد رشید ...	ریت گھڑی ...	۱٬۵۰۰ " "

تنقیدی ادب :

۱۔ ...	ڈاکٹر عصمت جاوید ...	جدید اُردو قواعد ...	۲٬۰۰۰ " پہلا انعام
۲۔ ...	میوہ رام گپتا ...	ہندوستان کی جنگِ آزادی کی امر کہانیاں ...	۵۰۰ " تیسرا انعام

بچوں کا ادب

۱۔ ...	عبدالوہاب مرتضیٰ پوری ...	اُردو رہنمائے تعلیم ...	۵۰۰ " تیسرا انعام
۲۔ ...	ذکیہ ضمیر الدین خطیب ...	پہلا قدم ...	۷۵۰ " خصوصی انعام

قارئین کے لئے ضروری اعلان :

ہماری یہ خواہش ہے کہ اپنے قارئین کو مختلف سرکاری پالیسیوں اور سرگرمیوں سے پوری طرح باخبر رکھیں۔ تاہم قارئین کو اس میں کچھ نہ کچھ کمی کا احساس ہو سکتا ہے لہٰذا آپ کی دلچسپی اور معلومات میں مزید اضافے کے خیال سے "قارئین کی رائے" کا خصوصی صفحہ شائع کیا جاتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس تبادلۂ خیال سے ہمیں اور بھی فائدہ پہنچے گا۔ انفرادی شکایتوں کی اشاعت تو مشکل ہے، البتہ سرکاری پالیسیوں، پروگراموں اور سرگرمیوں سے متعلق آپ کے خطوط، سوالات اور شبہات بخوشی قبول کئے جائیں گے۔ پتہ نوٹ فرمالیں:

ایڈیٹر "قومی راج" نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ، ۱۵ واں منزلہ، مقابل منترالیہ۔ بمبئی ۴۰۰۰۳۲



محمد حاجی صابو صدیق ٹکنکل ہائی اسکول / جونیر کالج میں مقابلۂ قرأت اور افطار پارٹی

۲۰ / رمضان المبارک مطابق ۱۲ / جولائی ۱۹۸۲ء کو ڈاکٹر الماطیفی ہال میں محمد حاجی صابو صدیق ٹکنیکل ہائی اسکول / جونیر کالج کے پیرنٹ ٹیچرس ایسوسی ایشن کی طرف سے قرأت مقابلہ منعقد ہوا جس میں اسکول کے بچوں نے حصہ لیا۔ تقریب کی صدارت جناب معین الدین حارث صاحب (صدر انجمن اسلام، بمبئی) نے کی، عزت مآب پروفیسر ایس۔ ایم۔ آئی۔ اشیر صاحب' وزیر ہاؤسنگ، انرجی، اوقاف اور پروٹوکول بحیثیت مہمانِ خصوصی شریک تھے۔

اس جلسہ میں انجمن کے اراکین عبدالمجید پارکا صاحب، ڈاکٹر اسحٰق جمخانہ والا صاحب سابق وزیر مہاراشٹرا اور دوسری سربرآوردہ شخصیتیں بھی حاضر تھیں۔ جلسے کے بعد مہمان حضرات اور بچوں کو افطار پارٹی دی گئی۔

صابو صدیق پالی ٹیکنک کے سال آخر کے طلباء کا الوداعی جلسہ !

محمد حاجی صابو صدیق پالی ٹیکنک شیفرڈ روڈ، بمبئی کے ڈاکٹر الماطیفی ہال میں ۲۰ / جون ۱۹۸۲ء، سال آخر میں تعلیم پانے والے طلباء کے لئے ایک 'الوداعی تقریب' ترتیب دی گئی۔ تقریب کی صدارت جناب معین الدین صاحب حارث' صدر انجمن اسلام نے فرمائی۔ جناب فیض جسدن والا صاحب' چیرمین بورڈ آف ووکیشنل و ٹیکنیکل ایجوکیشن' انجمن اسلام' بحیثیت مہمان خصوصی شریک تھے۔ جناب بی۔ ایم سیٹھ صاحب نے مہمان حضرات کا شکریہ ادا کیا۔ جناب احمد پٹیل صاحب' صدر شعبۂ میکانیکل انجینئرنگ کے شکریہ پر جلسہ کا اختتام ہوا۔ جناب آئی۔ کے' دربار صاحب نے نظامت کے فرائض انجام دیئے۔



۲۵ / جولائی ۱۹۸۲ء



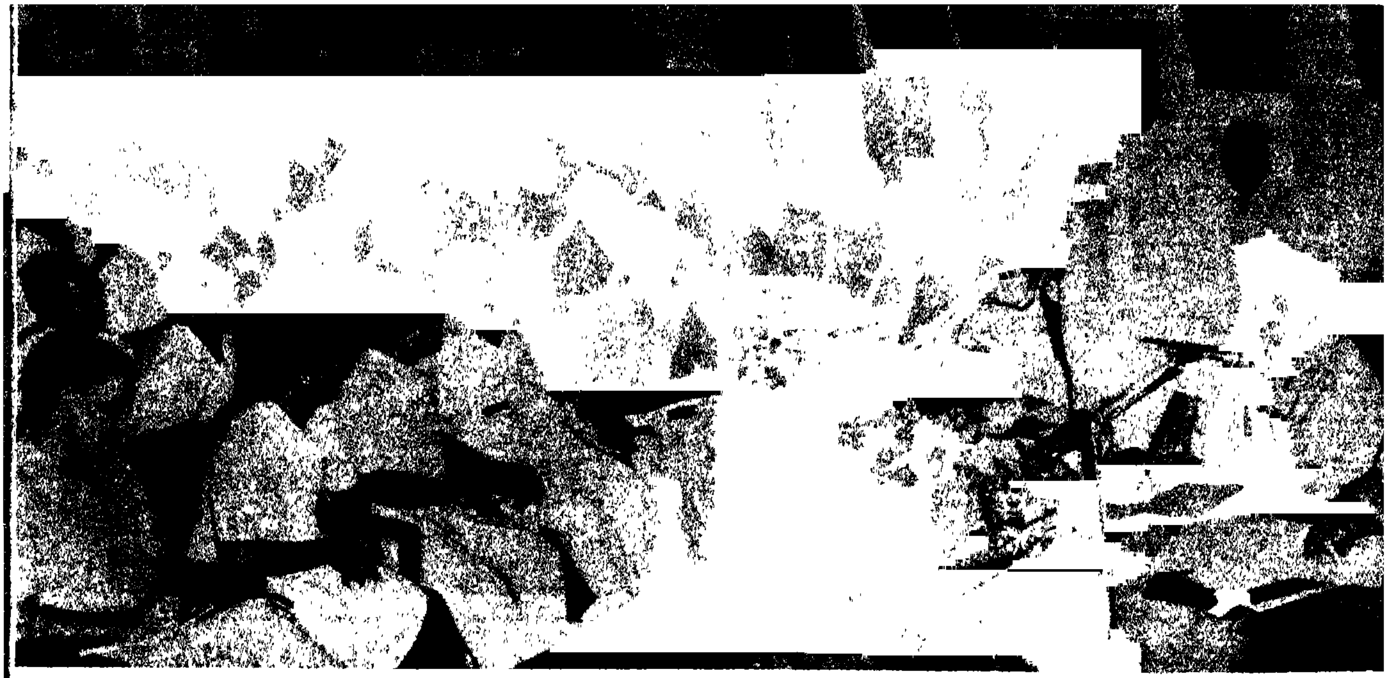


گورنر مہاراشٹر، شری آئی۔ ایچ۔ لطیف اور شریمتی بلقیس لطیف نے حالیہ ایچ۔ ایس۔ سی امتحان میں امتیازی نمبر سے کامیاب ہونیوالے طلبہ کو ۲۴ جون کو راج بھون کے خوبصورت لان پر پارٹی دی ۔ یہ اسی موقع کی تصویر ہے۔

خبریں ۔ تصویروں میں



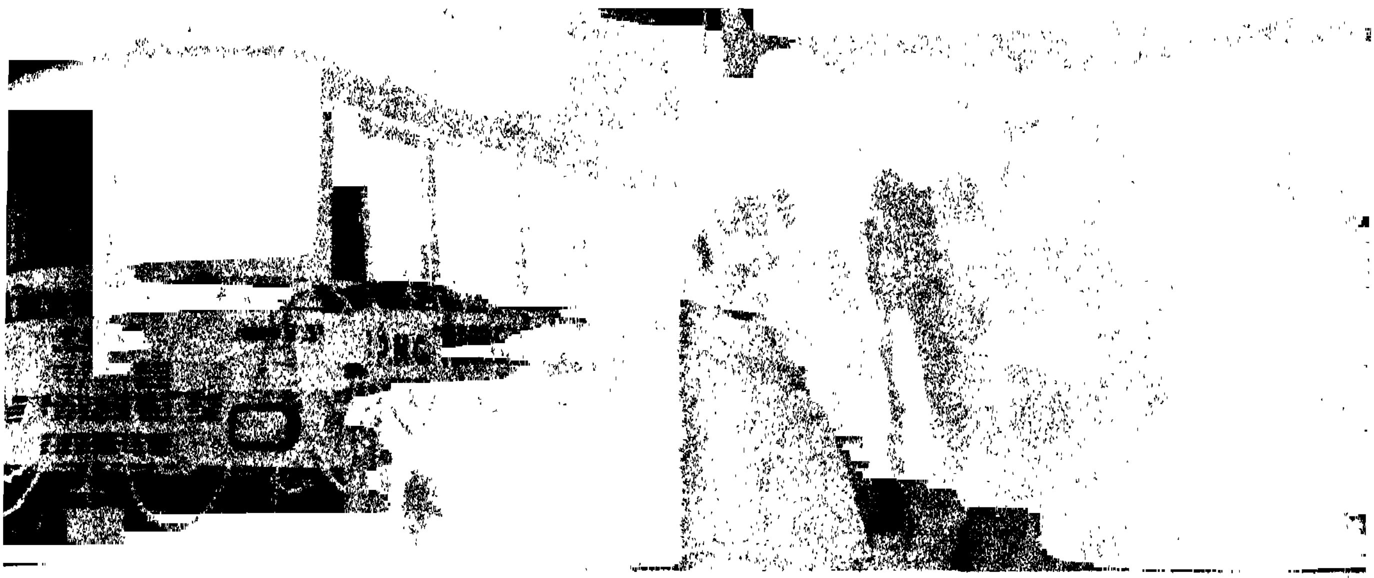
وزیر اعلیٰ، بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے رائفل شوٹنگ چیمپین کھلاڑی شری کسالے اور شری کواڈے کے ساتھ، جنھوں نے امریکہ کے مقام ولنگفورڈ میں حالیہ کانیکٹکٹ نیشنل رائفل ایسوسی ایشن کے سینٹ جونیر اولیمپک شوٹنگ مقابلہ میں بالترتیب "رجینل ہائی ماسٹر ٹرافی" اور جونیئر گروپ ٹرافی جیتی ہے۔ [illegible] کھلاڑیوں نے ۲۰ جولائی کو منترالیہ میں وزیر اعلیٰ سے ملاقات کی۔



وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے (دائیں جانب) خشک سالی کی صورت حال پر غور کرنے کے لئے پونے محصول ڈیویژن کے سینیئر افسران
ایک میٹنگ سے خطاب فرما رہے ہیں۔ اس موقع کی تصویر میں دائیں جانب وزیراعلیٰ کے علاوہ نائب وزیر برائے شہری ترقیات شری
لا دھر ویاس، ڈویژنل کمشنر شری این. رگھوناتھن، کمشنر شری پربھاکر کرندیکر اور بائیں جانب محصول ڈیویژن کے افسران دیکھے جا سکتے ہیں۔

وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے ۷ جولائی کو 'ورشا' بمبئی میں دارلے گاؤں کے شری ڈی. ایم. موہیتے سے رائے گڈھ میں شجرکاری پروجیکٹ کی رپورٹ قبول فرما رہے ہیں۔ شری موہیتے 'شجرکاری' کے تعلق سے حکومت کے جاری کردہ نئے انعام 'ورکشا متر' حاصل کرنے والے پہلے شخص ہیں۔ گذشتہ دس سالوں میں آپ کے ہاتھوں ایک لاکھ شجرکاری کی بدولت سگریشور مامن کی تشکیل ہوئی۔ زیرِ نظر تصویر میں وزیر جنگلات شری ڈی. ڈی چوان (بائیں سے دوسرے) اور وزیر مالیات و شہری رسد ڈاکٹر وی. سبرامنیم (دائیں سے دوسرے) بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔





وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے کی زیر صدارت، پونے میں ۱۸ جولائی ۱۹۸۲ء کو منعقدہ ایک تقریب میں مہمانِ خصوصی اور مشہور فلم اداکار شری سنجیو کمار کے ہاتھوں پونے میونسپلٹی کے ایک گشتی دواخانہ کا افتتاح ہوا۔ یہ گشتی دواخانہ جس کی لاگت ۵ لاکھ روپے ہے، بنسی لال رام ناتھ اگروال چیریٹیبل ٹرسٹ کی جانب سے پونے میونسپل کارپوریشن کو دیا گیا ہے۔ اس موقع پر لی گئی تصویر میں نائب وزیر برائے شہری ترقیات شری لیلادھر ویاس، میئر پونے، شری بین راؤ پڈول، نائب میئر ڈاکٹر شنکر راؤ توڈکر اور اگروال ٹرسٹ کی چیف ٹرسٹی شریمتی سوشیلا بائی اگروال دیکھے جاسکتے ہیں۔



شری دینکر راؤ چوان، وزیر برائے جنگلات کولہاپور ضلع کے بیلور نامی دیہات میں شری پانڈو باڈا شیلار کے پھلوں کے باغ میں عمدہ باغبانی کی تعریف کر رہے ہیں۔ اس موقع پر لی گئی تصویر میں وزیر موصوف اور شری شیلار کے علاوہ رکن مجلس قانون ساز، شری بابا صاحب پاٹل اور ضلع پریشد کے چیف ایگزیکیٹو افسر، شری پانڈورنگ راؤ گوجو ٹیکر بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔



وزیراعلیٰ بیرسٹر باباصاحب بھوسلے،
سیکوم کے چیرمین شری بھاؤصاحب ورتک
سے ۵ لاکھ روپے کا چیک، اپنی رہائشگاہ
قبول فرمارہے ہیں۔ سیکوم کی جانب سے
ررقم پیڈ کی دیہی فراہمیٔ آب اور دیگر
سکیمات کے لیئے، رجولائی کو بغرض امداد
زیراعلیٰ کو پیش کی گئی۔ بائیں جانب
شری بی۔ ایم گائیکواڑ، وزیر زراعت و
نت تشریف فرما ہیں۔

شری ایس۔ این۔ ڈیسائی وزیر مملکت
برائے صنعت و امداد باہمی کی زیر صدارت
۱۴ رجولائی کو منترالیہ میں ریاستی حکومت
کی نامزد کردہ کمیٹی کی ایک میٹنگ میں نئے
بیس۲ نکاتی پروگرام کے ۱۸ ویں نکتہ پر عمل
آوری کے لیئے غور و خوض کیا جارہا ہے۔





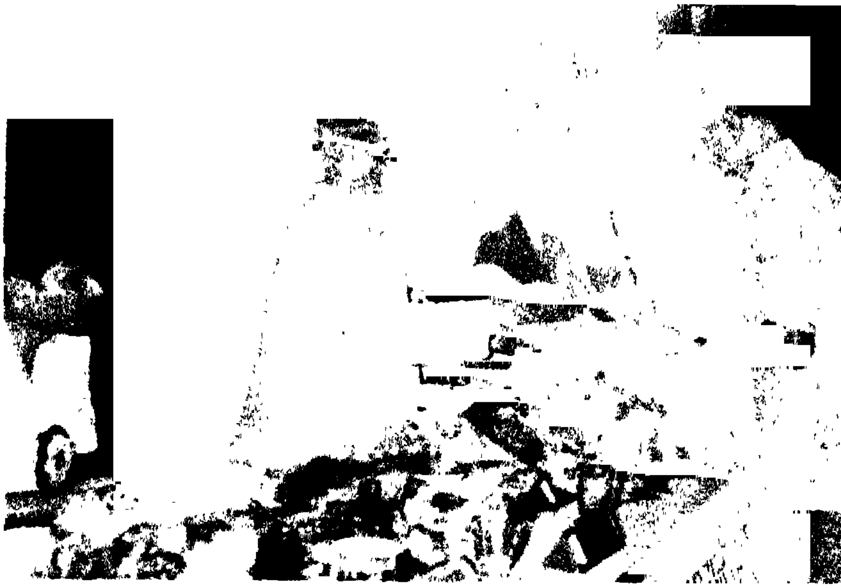
شری لیلادھر دیاس، نائب وزیر برائے
شہری ترقیات، ۷ رجولائی ۱۹۸۲ء کو ایک معذور
ردکو روٹری کلب، بمبئی سینٹرل کی جانب سے
دیئے گئے ایک اسٹال کا افتتاح کر رہے
ہیں۔



وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے ممبئی میں حالیہ سینٹرل ریلوے سروس متاثر ہونے سے پیدا شدہ صورت حال پر غور کرنے کے لئے ۲۶ رجون ۸۲ کو اپنی رہائش گاہ ' ورشا ' پر ریاستی عہدیداروں اور سینٹرل و ویسٹرن ریلوے کے جنرل منیجران کی ایک میٹنگ طلب کی۔ میٹنگ میں ریلوے مسافروں کے مسائل پر غور وخوض کیا گیا اور ممبئی میں ریلوے سروس کو مزید بہتر بنانے کے لئے حکومت اور ریلوے عہدیداران نے مشترکہ کوششوں کو تیز تر کرنے کا تہیہ کیا۔ زیر نظر تصویر میں وزیراعلیٰ کے بائیں جانب شری ملک ارجن، مرکزی نائب وزیر ریلوے، شری ٹی. این. رامچندرن، جنرل منیجر سینٹرل ریلوے، شری سرتھ، جنرل منیجر ویسٹرن ریلوے اور شری جین، ڈیویژنل منیجر اور دائیں جانب ڈاکٹر شریکانت جیچکر، وزیر مملکت برائے امور داخلہ، شری ایس. این. دیسائی، وزیر مملکت برائے صنعت اور شری سُندر رامن، ایڈیشنل چیف سکریٹری دیکھے جا سکتے ہیں۔



وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے، ودھان بھون میں ۱۲ رجولائی کو صدر ہند کے انتخاب کے دن، اپنا ووٹ ڈال رہے ہیں۔



شری بھگونت راؤ گائیکواڑ، وزیر محنت ایک ورکر کو فیکٹریز ایکٹ کے ہندوستان میں سَو سال مکمل ہونے پر ۲۸ جون کو انسٹی ٹیوشن آف انجینئرز ہال، بمبئی میں منعقدہ اختتامیہ اجلاس میں "سیفٹی ایوارڈ" دے رہے ہیں۔ اس اجلاس کا اہتمام اسٹیٹ فیکٹریز انسپکٹرز نے کیا تھا وزیر موصوف کے دائیں جانب شری یشونت راؤ شریکر، نائب وزیر محنت دیکھے جاسکتے ہیں۔

شری سروپ سنگھ نائیک، وزیر برائے قبائلی بہبود و سماجی بہبود کی زیر صدارت، ۲ جولائی کو منترالیہ میں منعقدہ کل ریاستی قبائلی مشاورتی کمیٹی کی میٹنگ میں وزیر موصوف، اس موقع پر موجود اراکین مجلس قانون ساز، لیجسلیٹو کونسل کے اراکین اور مختلف محکموں کے سیکریٹریز سے خطاب فرما رہے ہیں





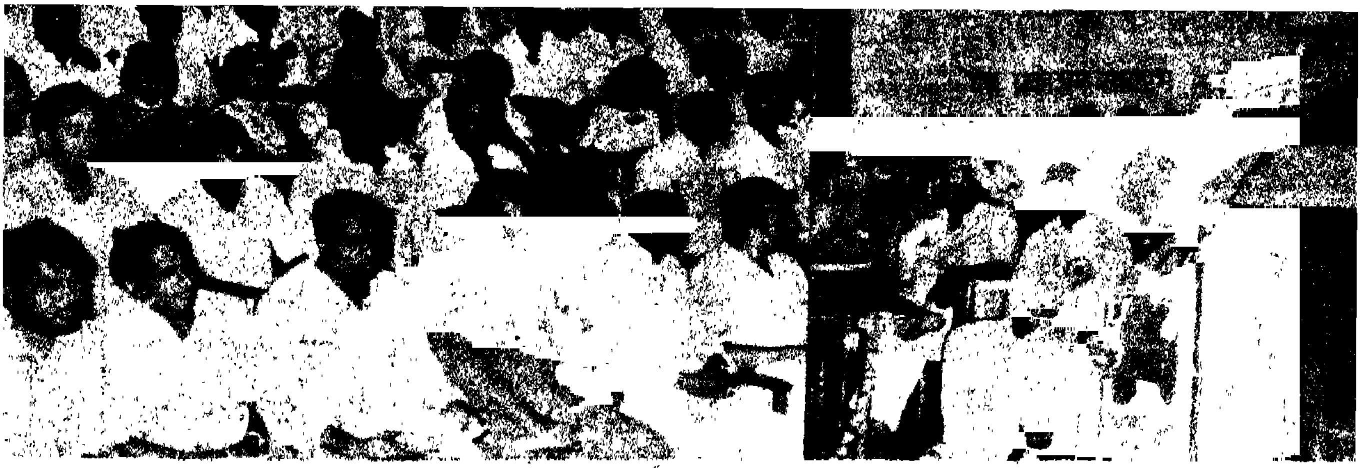
رکن مجلسِ قانون ساز اور سنجے گاندھی سوائولمبن اور نرادھار انودان یوجنا کی ریاستی سطح پر نامزد کردہ کمیٹی کے صدر شری بھاؤ سابڑے، ۱۲ جولائی کو منترالیہ بمبئی میں شری گوپال اتھینکر کی گلپوشی کر رہے ہیں، جنھوں نے بمبئی سے دہلی کی مسافت بذریعہ سائیکل صرف گیارہ دنوں میں طے کر کے ایک نیا ریکارڈ قائم کیا ہے۔

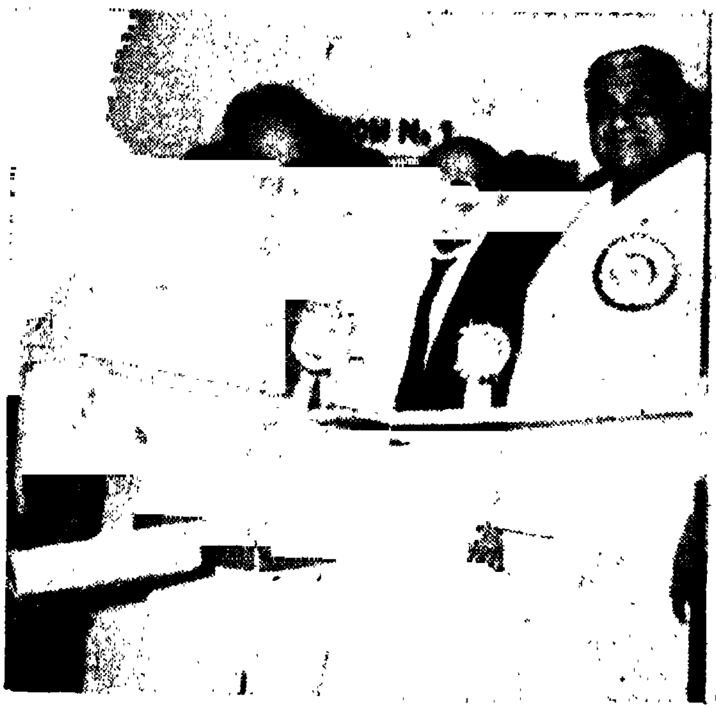


چیف جسٹس بمبئی ہائی کورٹ، شری ڈی. ایس. دیشپانڈے، مہاراشٹر یونائیٹڈ ایسوسی ایشن اور اسٹیٹ فیڈریشن آف یونیسکو ایسوسی ایشن کے اشتراک سے اقوام متحدہ 'دن' کے سلسلہ میں ۲۶ جون ۱۹۸۲ء کو اوبرائے ٹاورس، بمبئی میں منعقدہ اجلاس سے خطاب فرمارہے ہیں۔ جسٹس موصوف کے بائیں جانب شری سکسینہ، مہاراشٹر ایسوسی ایشن کے سیکریٹری جنرل اور دائیں جانب ایسوسی ایشن کے نائب چیرمین شری مدھوسدن دبرالے اور شری ایچ ایچ اسمٰعیل دیکھے جاسکتے ہیں۔



شریمتی رجنی ساتو، نائب وزیر برائے صحت عامہ و خاندانی بہبود نے ۸ جولائی ۱۹۸۲ء کو گورے گاؤں بمبئی میں ایک پودا لگایا۔ اس موقع کی تصویر میں وزیر موصوفہ کے علاوہ رکن مجلس قانون ساز شری انوپ چند شاہ اور ڈاکٹر سی. ایم. شرما بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔





وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے، بحیثیت مہمانِ خصوصی ۲۹ رجون ۱۹۸۲ء کو 'دیش بھگت تلسی داس جادھو گورو سمیتی' کی جانب سے پونے میں منعقدہ ایک تقریب میں تقریر فرما رہے ہیں۔ اس موقع پر تلسی داس جادھو کے حالاتِ زندگی پر تصنیف کردہ ایک کتاب کا بھی اجراء کیا گیا۔ زیرِ نظر تصویر میں مرکزی وزیرِ مملکت برائے تجارت شری شیوراج پاٹل اور مہاراشٹر کے سابق وزیر شری رتن اپّا کمبھار بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

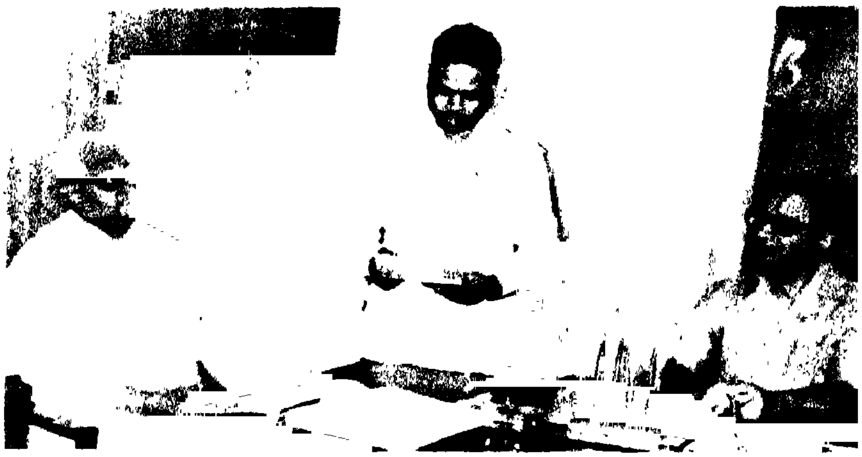
ڈاکٹر بلی رام ہیرے، وزیرِ صحت عامہ نے ۲۰ رجون کو انجمن اسلام کالج، ...ٹ روڈ، بمبئی میں بھارتیہ آروگیہ سنگٹھن اور چمنی لال مہتہ چیریٹی ٹرسٹ ... اشتراک سے منعقدہ ایک روزہ "صحت شِبر" کا افتتاح کیا۔ اس ... میں ماہر اطباء کے ذریعہ بیشتر عورتوں کی مفت طبی جانچ کی گئی، اور ...ں دوائیاں دی گئیں۔



بمبئی کوکن ڈویژن کے کمشنر شری آر۔ ایل۔ پردیپ نے ۲۹ رجون ۱۹۸۲ء کو تاج آرٹ گیلری، بمبئی میں اردن داس گپتا کی 'مناظرِ فطرت' کی تصویروں کی نمائش کا افتتاح کیا۔ زیرِ نظر تصویر میں فن کار شری گپتا، شری پردیپ کو اپنی ایک تصویر کی فنی باریکیوں کو سمجھا رہے ہیں۔



وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے ۲۳ رجون کو دادر، بمبئی کے بال موہن ودیالیہ مندر میں ماہرِ تعلیم آنجہانی دادا صاحب رِیگے کی یاد میں منعقدہ اجلاس سے خطاب فرما رہے ہیں۔



شری سروپ سنگھ نائیک، وزیر برائے رفاہ عامہ، ادیباسی اور سماجی بہبود نے ودھان سبھا کے صدر شری شرد دیگھے کے روبرو ۶ رمئی ۱۹۸۲ء کو اسمبلی کی رکنیت کا حلف لیا۔ اس موقع پر لی گئی تصویر میں وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے، شری شرد دیگھے اور وزیر موصوف دیکھے جا سکتے ہیں۔



شری سروپ سنگھ نائیک، وزیر برائے سماجی بہبود نے ۱۴ رجون کو سیچوالیہ جمخانہ بمبئی میں سرکاری ہوسٹلوں کے سربراہوں کی میٹنگ میں خطاب کیا اور انھیں ضروری ہدایات دیں۔ اس موقع کی تصویر میں شری شیواجی راؤ موگھے، نائب وزیر برائے سماجی بہبود بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔





قومی راج

۱۰ راگست ۱۹۸۲ء

10-8-82



سالانہ: دس روپے

فی کاپی:

۵۰ پیسے

۱۰ اگست ۱۹۸۲ء

جلد ۹

شمارہ ۱۵

قومی راج

ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ترتیب

★

چیف ایڈیٹر: اے۔ ایم۔ دیوستھلے

ایڈیٹر: ریاض احمد خاں

ترسیلِ زر و مراسلت کا پتہ:
ڈائرکٹر جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز
گورنمنٹ آف مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲



قارئین کی رائے

★ بیکل اُنساھی
گیتا گنج، بلرام پور۔ گونڈہ (یو۔پی)

۲۵ اپریل کا قومی راج ملا، گیٹ اَپ دیدہ زیب ہے۔ نظموں کا حصّہ کافی وسیع ہے۔ 'جہیز کی لعنت' نظم کس بحر میں لکھی گئی ہے؟ تخلیق کار سے معلوم کرنا چاہئے، 'قومی راج' کا معیار اس طرح بے بحری نظموں سے پست ہوگا۔ غزلیں اچھی ہیں۔ نثر کا حصّہ کمزور ہے اگر 'قومی راج' میں تنقیدی، معلوماتی نثر کا اضافہ ہو جائے تو اُردو رسائل میں میرِ کارواں کی حیثیت ہو سکتی ہے۔

★ پروفیسر ایم۔ ایف۔ قریشی
سلوداڑ۔ نوساری۔ ۳۹۶۴۴۵

'قومی راج' اپریل ۱۹۸۲ء کے شمارے میں صفحہ ۱۹ پر 'جہیز کی لعنت' پڑھ کر نہ رہا گیا' شاعر محمد عثمان خاں عرفان پربھنوی کے خیالات بھلے ہی اچھے ہوں، لیکن پہلے شعر کے سوا ایک بھی شعر بحر میں نہیں ہے۔ اسی صفحہ پر فراق گورکھپوری کی جو غزل ہے اس میں پہلے دوسرے مصرع میں "مٹھیوں میں پتھر ہے"، لکھا ہے مٹھیوں میں بس ایک ہی پتھر ہے۔ "پتھر ہیں" صحیح ہو سکتا ہے لیکن "ہے" تو ردیف ہے۔ پانچویں شعر میں "مراد جو ابھی کہاں ہو سکا دریافت" بحر سے الگ ہے۔

نثری مضامین تو اچھے ہوتے ہیں لیکن شاعرانہ کلام اکثر سقم سے خالی نہیں ہوتا۔ پچھلے شماروں میں بھی کئی جگہ نشان لگا کر رکھے تھے۔ بیسویں صفحہ پر محمود راہی کی غزل کے پانچویں شعر کا پہلا مصرع غلط ہے اور آخری شعر کا پہلا مصرع۔ عجیب۔ لوٹو کے بجائے "لوٹیں" ہونا چاہئے۔ سکندر عرفان کے مقطع میں جب شاعر فضاؤں کے نقیب کہتا ہے تو پھر دوسرے مصرع میں "اِس" کا استعمال کیوں کرتا ہے؟ "اِس" سے کون مراد ہے۔

اگر میری مانو، بمبئی کے مشہور قابل دید مقامات کے لئے ماہرین سے مضامین لکھوا کر شائع کرو تو بہت مقبول ہوں گے مثلاً بمبئی کی مشہور ہوٹلیں، عجائب گھر، ایکویریم، بندرگاہ وغیرہ۔ اس طرح رسالے کی افادیت اور دلچسپی بہت بڑھ جائے گی۔

★ ایم مشتاق ایم۔ اے۔ قادر
نزد مسجد، مستان چوک، کھامگاؤں۔ ۴۴۴۳۰۳

'قومی راج' کے کئی شمارے نظروں سے گذرے۔ دل باغ باغ ہوگیا' خاص طور سے اس گرانی کے دور میں اتنا اچھا کاغذ، اچھی طباعت، عمدہ کتابت' بہت مشکل کام ہے لیکن بہ اللہ کا کرم ہے کہ قومی راج پابندی سے نکل رہا ہے۔

حضرت غلام صوفی حیدری کا مضمون "تقسیم و تفہیم" مجھے بہت پسند آیا۔ اس مضمون کی اشاعت پر میری جانب سے مبارکباد قبول فرمائیے۔

★ صفدر سعید
انصار لائبریری، انصار روڈ، اسلام پورہ، مالیگاؤں ۴۲۳۲۰۳

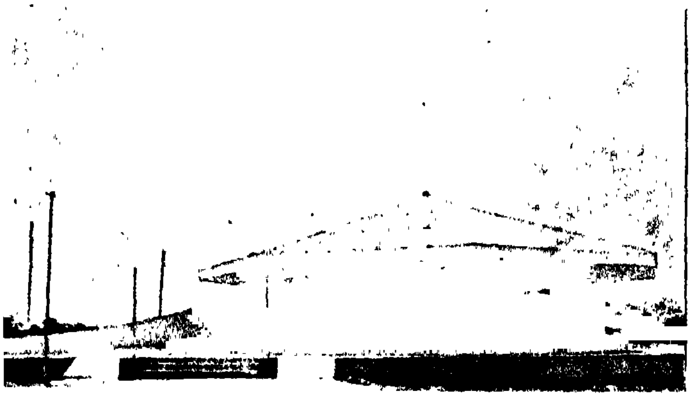
'قومی راج' کے ۲۵ اپریل والے شمارے میں احمد عثمانی صاحب کی کتاب " رات کا منظر" پر جناب عبدالمجید سرور صاحب کا منفرد اور بے لاگ مضمون واقعی حاصلِ مطالعہ ہے۔ ان سے ایسے مضامین اور لکھوایئے کیونکہ مہاراشٹر کی زرخیز سرزمین میں ایسے ایسے خزینے پوشیدہ ہیں جنھیں 'قومی راج' کے صفحات پر آنا ہی چاہیے۔ دیگر مشمولات بھی قابل توجہ ہیں۔ دیگر قارئین کی طرح افسانوں کی تشنگی محسوس کرتا ہوں۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ ہر اشاعت میں کم از کم ایک کہانی شائع کر دیا کریں۔

قلمی معاونین سے گذارش ہے کہ اپنی تخلیقات کے خاتمے یا پُشت پر اپنا مکمل پتہ پن کوڈ نمبر کے ساتھ ضرور تحریر فرمائیں۔ مضمون کاغذ کے صرف ایک ہی طرف لکھیں اور قلمی نام کے ساتھ اصل نام بھی تحریر کریں ــــ غیر طلبیدہ مضامین کی ایک نقل اپنے پاس ضرور رکھیں۔ (ادارہ)

اگست کرانتی دن، شہیدوں کی ۲۰۱ یادگاروں کا افتتاح

امسال "اگست کرانتی دن" کے موقع پر فدایانِ وطن کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے، ریاست کے مختلف مقامات پر تعمیر کردہ شہیدوں کی ۲۰۱ یادگاروں کا افتتاح کیا گیا۔

اس سلسلہ میں بمبئی میں خصوصی تقریب وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب وسلے کی زیر صدارت ۹ راگست کو منعقد ہوئی۔ اس موقع پر ستارا لع کے کھاٹو تعلقہ کے شہید شری پرشوتم گھارگے کی بیوہ شریمتی ہیرا ئی گھارگے نے روایتی دیپ روشن کرکے یادگار کے ایک نمونے نقاب کشائی کی۔ اسی طرح ڈویژنل اور ضلع واری سطح پر بھی منعقد بیات میں شہیدانِ آزادی کے رشتہ داروں یا معمر ترین مجاہدِ آزادی لے ہاتھوں تمام ۲۰۱ یادگاروں کا افتتاح کیا گیا۔



امسال ۹ راگست کو ان کا افتتاح کیا گیا۔ یہ یادگاریں دو ہرے مقصد کی حامل ہیں۔ اوّل تو یہ شہیدانِ آزادی کے تئیں ہمارے پُرخلوص خراجِ عقیدت کا ذریعہ ہیں، دوسرے یہ ملک کی ہمہ جہت ترقی اور افلاس کے خاتمے کی جانب ترغیب کا مقصد لئے ہوئے ہیں۔

کثیر المقاصد مراکز

وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی نے مشورہ دیا تھا کہ ان یادگاروں کو عوامی مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے اور بہتر طور پر انھیں طبی صحت مرکز بنایا جائے۔ ویسے بھی حکومت کے پروگرام میں خاص طور سے دیہی عوام کو بنیادی طبی سہولتوں کی فراہمی شامل ہے نیز نئے بیس نکاتی پروگرام میں بھی صحتِ عامہ پر کافی زور دیا گیا ہے۔ اس پس منظر میں ان یادگاروں کا استعمال بطور طبی صحت مرکز بامعنی اور فائدہ مند ثابت ہوگا۔

جن مقامات پر صحت عامہ خدمات کی سہولت ناکافی ہے، وہاں ان یادگاروں کو بطور ضمنی صحت مرکز، آؤٹ پیشینٹ ڈپارٹمنٹ، ضمنی شفاخانے اور زچہ۔ بچہ بہبود مرکز استعمال کیا جا سکتا ہے۔

علاوہ ازیں یہاں طبی کیمپ، نسبندی کیمپ لگانے اور معلوماتی فلموں کی نمائش کا بھی انتظام کیا جا سکتا ہے اور اس طرح صحتِ عامہ کی اہمیت عوام کو اچھی طرح سمجھائی جا سکتی ہے۔

رفروشی کا اعلان:

چالیس برس قبل ۹ راگست ۱۹۴۲ء کو بابائے قوم نے "کرو یا مرو" نعرہ بلند کیا اور تحریکِ آزادی میں نئی روح پھونک دی۔ مہاراشٹر نے بھی حب الوطنی کی بے مثال تاریخ قائم کی، اور ریاست کے کئی نبانِ وطن نے آزادی کی قربان گاہ پر اپنی جانوں کو بھینٹ چڑھا دیا۔ ہاراشٹر کے چھوٹے سے چھوٹے گاؤں نے جدوجہدِ آزادی میں حصّہ لیا، ر اپنی گرانقدر قربانیوں کی بدولت ناقابلِ فراموش مقام بنا لیا۔

مہاراشٹر کے مجاہدین و شہیدانِ آزادی کی یاد کو ہمیشہ تازہ رکھنے کے لئے مہاراشٹر کے مختلف مقامات پر یادگاریں تعمیر کرنے کی تجویز پیش ہوئی۔ اس سلسلہ میں گذشتہ سال اس وقت کے وزیر برائے قانون اور وجودہ وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے کی زیر صدارت ایک کمیٹی تشکیل ی گئی۔ کمیٹی نے یادگاروں کی تعمیر کے مقامات، شہیدوں کے ناموں کی ہرست، یادگار کا ڈیزائن اور دیگر متعلقہ امور سے متعلق تفصیلات تیار کیں اور ۹ راگست ۱۹۸۱ء کو ریاست بھر میں منتخبہ مقامات پر بھومی پوجا کی گئی۔ ایک سال کی قلیل مدّت میں ۲۰۱ یادگاروں کی تعمیر مکمّل کر لی گئی اور

قومی راج

نئے صدر جمہوریۂ ہند - شری ذیل سنگھ



شری ذیل سنگھ، چیف جسٹس آف انڈیا شری وائی. وی. چندر اچڑ سے اپنے عہدہ کا حلف لے رہے ہیں۔

مُلک بھر میں ۱۲ جولائی سے ۱۵ جولائی ۱۹۸۲ء تک تین دن تاریخی حیثیت سے خاصے سنسنی خیز رہے ہیں، کیونکہ ۱۲ جولائی کو سابق صدر ہند شری نیلم سنجیوا ریڈی کی مدّت کارکردگی کے خاتمہ پر نئے صدر ہند کے انتخابات شروع ہوئے۔ بالآخر ۱۵ جولائی ۱۹۸۲ء کو شری ذیل سنگھ ۷ ویں صدر جمہوریۂ ہند کی حیثیت سے منتخب ہوئے۔

شری ذیل سنگھ نے اپنے حریف شری ایچ. آر. کھنّہ کو ۴۲۸،۷۱،۴ ووٹوں سے شکست دی۔ صدارتی انتخاب میں اتنے اکثریتی ووٹ دوسری بار ملے ہیں۔ اس سے قبل ۱۹۶۲ء میں آنجہانی ڈاکٹر رادھا کرشنن کو ۴۶،۷۲۶،۵ ووٹ مل چکے ہیں۔

مہاراشٹر میں ووٹنگ:

مہاراشٹر میں اراکینِ ایوان کی کُل تعداد ۲۸۸ ہے۔ جس میں سے ۲۳۸ کانگریس (آئی) کے اراکین ہیں۔ یہاں شری ذیل سنگھ کو ۲۳۹ ووٹ ملے جو ۴۱،۸۲۵ ووٹ کے مساوی ہیں جبکہ آپ کے حریف شری کھنّہ کو

قومی راج

۴۸ ووٹ ملے جو ۸،۴۰۰ ووٹ کے مساوی ہیں۔ تمام ووٹ جائز قرار دیئے گئے۔ صرف ایک رکن نے جو آل انڈیا کمیونسٹ پارٹی سے تعلق رکھتا ہے، اپنے ووٹ کا استعمال نہیں کیا۔

رسمِ حلف برداری:

راشٹرپتی بھون کے پُرشکوہ دربار ہال میں ۲۵ جولائی ۱۹۸۲ء کو رسمِ حلف برداری نہایت سادہ طور سے منائی گئی۔ جس میں شری ذیل سنگھ نے ۷ ویں صدر جمہوریہ ہند کی حیثیت سے اپنے جلیل القدر عہدہ کا حلف لیا۔ چیف جسٹس آف انڈیا، شری وائی. وی. چندر اچڑ نے آپ کو حلف دلایا۔



شری ذیل سنگھ

وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی، نائب صدر ہند شری ایم. ہدایت اللہ مرکزی کابینہ کے وزراء، اراکین پارلیمنٹ، سفارتی عہدیدار اور صحافیوں کی کثیر تعداد اس موقع پر موجود تھی۔

رسم حلف برداری کے فوراً بعد سابق صدر شری این. سنجیوا ریڈی اور نئے صدر شری ذیل سنگھ نے ایک دوسرے سے مصافحہ کیا اور اپنی اپنی نشستیں تبدیل کیں۔
دربار ہال سے نکلنے کے بعد راشٹرپتی بھون کے دلکش احاطہ میں راشٹرپتی بھون کے حفاظتی عملہ نے قومی ترانہ کی دھن بجائی اور نئے صدر کو گارڈ آف آنر پیش کیا۔

بحیثیت صدر پہلا پیغام:

صدر جمہوریہ ہند کی حیثیت سے تقریر کرتے ہوئے شری ذیل سنگھ نے اپنے پہلے پیغام میں ایسے ماحول کی ضرورت پر زور دیا جس میں ملک کے کمزور، پسماندہ اور نادار افراد کو درپیش سماجی اور معاشی مشکلات کا پائدار حل تلاش کیا جاسکے۔
آپ نے کہا "ہمیں تمام ریاستوں کے عوام کو، چاہے وہ کسی بھی مذہب کے ماننے والے ہوں، کسی بھی ذات کے ہوں یا کوئی بھی زبان بولتے ہوں، ذہنی اور شعوری طور سے متحد کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم ملک و قوم کے لئے اپنے فرائض پورے خلوص و اعتماد سے نبھائیں۔
"ہمارے ملک کو فخر حاصل ہے کہ یہ مستحکم جمہوریت، محنتی اور جفاکش عوام، لائق تحسین ممتاز سائنسداں اور ماہرین، بہادر فوجی اور محنت کش کسان طبقہ کی سرزمین ہے۔ ترقی، خوشحالی اور کامیابی ضرور ہمارے قدم چومے گی بشرطیکہ ہم پختہ ارادوں سے اپنے قدرتی اور انسانی وسائل کو فائدہ مند طریقہ سے کام میں لائیں۔"

سوانح حیات:

"گیانی" کے نام سے اپنے عزیزوں میں مشہور شری ذیل سنگھ کی ٦٦ سالہ زندگی کا ایک بڑا حصہ یعنی ۴٦ سال جدوجہد میں گذرے۔
مزدور گھرانے سے تعلق رکھنے والے شری ذیل سنگھ نے حالانکہ کم تعلیم پائی، لیکن مجاہد آزادی، سیاسی مدبّر اور اعلیٰ منتظم کی حیثیت سے آپ ایک کامیاب اور تجربہ کار انسان مانے جاتے ہیں۔

قدیم ریاست فریدکوٹ، جو کہ اب پنجاب میں ہے، کے ایک گاؤں سندھوان کے ایک غریب گھرانے میں جنم لینے والے شری ذیل سنگھ عرف جرنیل سنگھ پہلے سکھ صدر ہیں۔ آپ پسماندہ طبقہ سے تعلق رکھنے والے پہلے شخص ہیں جنھیں اس جلیل القدر عہدہ کے لئے منتخب کیا گیا۔

شری ذیل سنگھ کا جنم ۵ مئی ۱۹۱۶ء کو ہوا۔ میٹرک تک تعلیم پانے کے بعد آپ نے پوتر گرنتھ پاٹھ کرنے والے "گرنتھی" بننے کی خواہش ظاہر کی۔ اپنے شوق کی تکمیل کے لئے جو کچھ بھی آپ نے سیکھا اسی سے آپ 'گیانی' یعنی 'علم داں' مشہور ہوئے۔

دھرم کے ساتھ ساتھ ہی آپ کی سیاسی زندگی کا آغاز اُس وقت ہوا، جب آپ نے فریدکوٹ کے حاکم کے خلاف آواز اُٹھائی۔ تحریکِ آزادی سے ترغیب پاکر آپ نے مہاراجہ فریدکوٹ کے خلاف اعلانیہ علمِ بغاوت بلند کیا اور مہاراجہ کی ریاست میں کانگریس پارٹی کی بنیاد ڈالی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۳۸ء میں آپ کو فریدکوٹ جیل میں سلاخوں کے پیچھے بھیج دیا گیا جہاں آپ نے ۵ سالوں تک قید و بند کی تکلیفیں جھیلیں۔

قید سے اقتدار تک

اسی عرصہ میں ذیل سنگھ کو پنڈت جواہر لال نہرو کے قریب آنے کا موقع ملا، جب آپ نے 'پرجا منڈل' کی بنیاد ڈالی اور مہاراجہ کے مساوی اپنی حکومت کا سکہ جمایا۔ اس جرأت اور ہمت کے لئے آپ کو اکثر و بیشتر پولس کے ہاتھوں سختی برداشت کرنی پڑتی تھی۔ ایک دفعہ تو پولس کے ایک اعلیٰ افسر نے یہ بھی حکم دیدیا تھا کہ آپ کے بالوں کو جیپ گاڑی سے باندھ کر فریدکوٹ کی گلیوں میں گھسیٹا جائے، لیکن خوش قسمتی سے آخر وقت میں یہ حکم واپس لے لیا گیا۔

۱۹۴۸ء سے ۱۹۵۲ء تک شری ذیل سنگھ پہلے پٹیالہ اور مشرقی پنجاب ریاستی یونین (پیپسو) حکومت میں پہلے مالگذاری اور بعد میں زراعت کے وزیر رہے۔ جلد ہی آپ کو پیپسو پردیش کانگریس کمیٹی کا صدر چُن لیا گیا اور جب پیپسو اور ریاست پنجاب ایک دوسرے میں ضم ہوگئے اور ریاست پنجاب کی تشکیل ہوئی تو شری ذیل سنگھ راجیہ سبھا کے رکن نامزد ہوئے۔

۱۹۶۲ء میں ذیل سنگھ نے پنجاب لیجلیٹو اسمبلی کے انتخابات میں حصہ لیا اور کامیاب ہوکر پرتاپ سنگھ کیرون کی کابینہ میں شامل کر لئے گئے۔ بعد میں جب کابینہ کی اکثریت میں کمی آگئی تو آپ مستعفی ہوگئے۔ اپنی ساری سیاسی زندگی میں آپ نے کبھی بھی اپنی وفاداری تبدیل نہیں کی۔ سردار پٹیل، پرتاپ سنگھ کیرون اور شریمتی اندرا گاندھی جیسی ممتاز ہستیوں اور رہنماؤں سے آپ کے تعلقات ہمیشہ خوشگوار رہے۔ اعلیٰ ذہانت، پُرمزاح طبیعت اور جذبۂ انکساری کی وجہ سے آپ نے چنڈی گڑھ اور نئی دہلی دونوں جگہ اقتدار کے درجوں میں اونچا مقام پایا۔

باہمت مجاہدِ آزادی' شری ذیل سنگھ نے ہمیشہ عام شخص کی بھلائی کو مقدم جانا۔ آپ صرف ۲۱ برس کے تھے جب ۱۹۳۷ء میں فریدکوٹ کے حاکموں نے آپ کو 'پرجا منڈل' تحریک میں حصہ لینے کے جرم میں گرفتار کیا۔ پانچ سال تک قید کی مشقت برداشت کرنے پر بھی آپ کی ہمت پست نہیں ہوئی اور اپنی رہائی کے فوراً بعد ۱۹۴۶ء میں پنڈت جواہر لال نہرو کی رہنمائی میں ریاست میں 'قومی جھنڈا' تحریک کو زور و شور سے آگے بڑھایا اور دوبارہ گرفتار کر لئے گئے۔

آپ ۱۹۴۶ء سے ۱۹۴۸ء تک پٹیالہ ریاست میں پرجا منڈل کے صدر بنائے گئے، نیز دو سال تک پیپسو پردیش کانگریس کمیٹی کے صدر رہے۔

ریاست میں اکالی دل کی قائم کردہ مخلوط حکومت کے دوران آپ نے ۱۹۷۲ء میں اپنی پارٹی کو ودھان سبھا انتخابات میں کامیاب کرایا، اور ریاست کے وزیراعلیٰ مقرر ہوئے۔

۱۹۷۷ء میں جب مرکز میں جنتا حکومت قائم ہوئی تو آپ وزیراعلیٰ کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ اسی عرصہ میں شریمتی اندرا گاندھی اقتدار سے دستبردار ہوئیں اور جنتا حکومت کے خلاف محاذ کھڑا کیا، اس وقت ذیل سنگھ نے شریمتی اندرا گاندھی کی پُرزور حمایت کی۔

۱۹۸۰ء میں لوک سبھا انتخابات کے بعد شریمتی اندرا گاندھی دوبارہ برسرِ اقتدار آئیں تب ذیل سنگھ ہوشیارپور پارلیمانی حلقہ سے کامیاب ہوئے اور بعد میں وزیر برائے اُمور داخلہ نامزد کئے گئے۔ آخری ڈھائی سالوں کے دوران وزیر برائے اُمور داخلہ کی حیثیت سے شری ذیل سنگھ کو آسام میں غیر ملکی مسئلہ اور خود اپنی ریاست میں 'خالصتان' کے مسائل سے دوچار ہونا پڑا۔

آج بھی فریدکوٹ میں آپ اور آپ کے بھائی کے مشترکہ خاندانی زمین پر آپ کا لڑکا ہل چلاتا ہے۔ آپ کی تین بیٹیاں ہیں جن میں سے دو کامیاب ڈاکٹر ہیں۔ آپ کی اہلیہ بہت ہی سادہ اور گھریلو قسم کی عورت ہیں، جنھوں نے شاذ و نادر ہی اپنے گاؤں سے باہر قدم نکالا۔ وہ کچا جھونپڑا جس میں ذیل سنگھ پیدا ہوئے، آج بھی وہیں موجود ہے۔



حکومت مہاراشٹر کی نصف سالہ کارکردگی

وزیر اعلیٰ کے فیصلہ کن اقدامات

بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے کی زیر قیادت مہاراشٹر میں ۲۰ جنوری ۱۹۸۲ء کو نئی حکومت نے اقتدار سنبھالا۔ وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے اپنے پہلے پالیسی بیان میں ہی مؤثر اور بد عنوانیوں سے پاک انتظامیہ کی یقین دہانی کی۔ نئی حکومت نے کوئی دباؤ قبول نہ کرتے ہوئے، بلا خوف و خطر غیر جانبداری سے فیصلے کئے اور ان فیصلوں پر مصمم ارادوں کے ساتھ عمل آوری کی۔

بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے جب وزارتِ اعلیٰ کا عہدہ سنبھالا، اس وقت ریاست کی معاشی صورتحال پریشان کن تھی۔ مہاراشٹر اسٹیٹ فارمنگ کارپوریشن کے ملازمین، اساتذہ، ڈاکٹر، گروپ سکریٹری اور ریاستی الیکٹریسٹی بورڈ کے جونیئر انجنیئر ہڑتال پر تھے۔ ان ہڑتالوں میں اساتذہ اور غیر تدریسی عملے کی جانب سے ایس۔ ایس سی امتحانات کے انعقاد میں عدم تعاون کی دھمکی سے صورتحال انتہائی سنگین ہوگئی تھی اور لاکھوں طالب علموں کے مستقبل کا سوال پیدا ہوگیا تھا۔

وزیر اعلیٰ نے اس موقع پر امتحانات وقت پر منعقد کرنے کا یقین دلاتے ہوئے اپنی حکومت کی مشینری کو ان انتظامات میں تیزی سے مصروف کردیا۔ اس طرح حکومت کی کوششوں سے امتحانات وقت پر منعقد کیئے گئے اور مقررہ وقت پر نتائج کا بھی اعلان کردیا گیا۔ اساتذہ کی ہڑتال وزیر اعلیٰ کے لیئے ایک کڑی آزمائش تھی جس میں آپ پورے اُترے۔ ٹھوس فیصلے کرکے اور انھیں بے خوف و خطر عمل میں لاکر آپنے ایک باصلاحیت منتظم ہونے کا ثبوت دے دیا۔

مستقبل میں بھی امتحانات کے باقاعدہ انعقاد کو یقینی بنانے کے لیئے ایک سرکاری حکمنامہ (آرڈی نینس) جاری کیا گیا جس میں تعلیمی اداروں کے عملے کے لئے امتحانات سے متعلق امور کو لازمی خدمت قرار دیا گیا ہے اور بدعنوانیوں کے لئے سخت سزائیں تجویز کی گئی ہیں۔

شیوجینتی جلوس

وزیر اعلیٰ کے جرأتمندانہ اقدام کی ایک اور عمدہ مثال کلیان اور دیگر شہروں میں شیوجینتی جلوس نکالنے کی اجازت دینا ہے۔ فرقہ وارانہ کشیدگی کی بنا پر گذشتہ ۱۲ سالوں سے اس جلوس پر پابندی عائد تھی۔ لیکن یہ پابندی مہاراشٹر کی فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی شاندار روایت پر ایک بدنما داغ تھی۔ امسال حکومت نے نہ صرف یہ پابندی ختم کردی بلکہ اس موقع پر بہترین انتظامات کئے جس کے نتیجہ میں دیگر مقامات پر جلوس پرامن اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی فضا میں نکالے گئے جس میں مختلف

مذاہب کے ماننے والوں نے بھی شرکت کی اور کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔

عوامی مسائل

عوام کے حل طلب مسائل میں منہمک رہتے ہوئے بھی آپ عام آدمی کی فلاح و بہبود کے بنیادی مقصد سے بے خبر نہیں رہتے، کیوں کہ آپ نے ریاست کے غریب ترین عوام کی فلاح و بہبود کو ہی اپنی حکومت کا موقف قرار دیا ہے اور اس سلسلے میں آپ وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی کے رہنما اصولوں پر کاربند ہیں۔ حکومت ریاستی مسائل پر فوری توجہ دیتی ہے لیکن جلد بازی سے کام نہ لیتے ہوئے فیصلے کرتی ہے اور انھیں صحیح ڈھنگ سے عمل میں لاتی ہے۔ اس طریقۂ کار سے حکومت نے انتظامیہ کو ایک نیا موڑ دیا ہے اور ایک مقبول رویہ اپنایا ہے۔

کابینہ کی پہلی میٹنگ ہی میں نئی حکومت نے اپنے طور طریقوں کا بہترین ثبوت دیا۔ اس میٹنگ میں وزراء نے متفقہ طور پر اپنی تنخواہ میں دو سو روپے کی رضاکارانہ کٹوتی منظور کی۔ اس کے بعد وزیراعلیٰ نے اپنی رہائش گاہ پر فوٹوگرافر کی ضرورت ختم کر دی، جس پر یومیہ ۲۰۰ روپے خرچ کئے جاتے تھے نیز آپ نے مہمانوں کی خاطر تواضع کے اخراجات کو چھ لاکھ سے گھٹا کر ۴ لاکھ روپے کر دیا۔ علاوہ ازیں حکومت نے غیر منصوبہ جاتی اخراجات میں بھی دس فیصد کمی کی۔

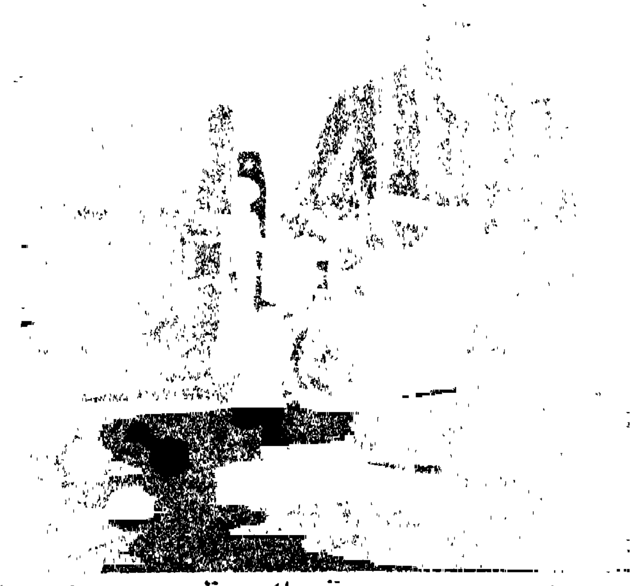
پیداوار میں اضافہ پر توجہ

وزیراعلیٰ بیرسٹر باباصاحب بھوسلے نے اپنی پہلی پریس کانفرنس میں حکومت کے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے کہا تھا کہ اُن کی حکومت پیداوار میں اضافہ سے متعلق تمام پروگراموں کو ترجیح دیگی۔ وزیراعظم کے نئے بیس نکاتی پروگرام کے تحت زراعتی پیداوار میں اضافہ، اناج میں خودکفالت، دیہی ترقیات جیسے اہم امور پر نئی حکومت نے نتیجہ خیز اقدامات کئے ہیں، مثال کے طور پر خشک کھیتی کے فروغ کے لئے حکومت نے ۳۰ لاکھ روپے منظور کئے، کوکن کے لئے کھیڑ میں اور رودربھ کے لئے اکولہ میں ایگریکلچرل ریسرچ سیکشن قائم کئے گئے۔

ادیباسی اور غیر ادیباسی علاقوں میں زراعتی ترقیات کے لئے اقدامات اور ضلع رائے گڑھ میں روہا کے مقام پر زراعتی رصدگاہ کے قیام کی کوشش جیسے اقدامات کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح تلہن، دالوں اور مونگ پھلی کی پیداوار میں اضافہ، تین کروڑ روپے کی لاگت سے چھوٹے اور درمیانی درجہ کے کسانوں کے ذریعہ باغبانی ترقیات، کپاس کے کاشتکاروں کے لئے فائدہ مند کپاس کی اجارہ دارانہ حصولی اسکیم، عالمی بینک کے تعاون سے زراعتی تربیت و دوروں کا انتظام، سماج کے کمزور طبقات کو دودھ دینے والے مویشیوں کی فراہمی، جس کے لئے ۱۵ لاکھ روپے مختص کئے گئے، مرکز کی منظوری سے ریاست میں کُل ۳۵ امداد باہمی شکر کارخانوں کے قیام کی کوشش، دیہی علاقوں میں کسانوں کو قرضوں کی فراہمی کے لئے قرضہ جاتی اداروں کا اجراء اور ۱۵ کروڑ روپے کی لاگت سے خاندانی بہبود پروگرام اور اس کے تحت متعدد صحت عامہ امور پر کامیابی سے عمل، نئی حکومت کے تعمیری اقدامات ہیں۔

دوسری طرف عطیۂ چشم کی حوصلہ افزائی کے لئے "درشٹی دان دیوس" کا انعقاد، ۴۶،۳۶ کروڑ روپے کے اخراجات سے سلم بستیوں کا سدھار، ادیباسی طلبہ کے لئے ریاست میں ہوسٹلوں کی تعمیر، آشرم شالاؤں کی مالی امداد میں اضافہ، ادیباسی ترقیاتی کارپوریشن کے سرمایہ حصص میں اضافہ، ضمانت روزگار اسکیم کے تحت بطور اجرت اناج کے کوٹہ میں اضافہ، شکر، خوردنی تیل اور دیگر اشیائے ضروری کی مناسب داموں پر عوامی تقسیم، سیمنٹ کی فراہمی کے لئے ٹھوس اقدامات، جسمانی اعتبار سے معذوروں کے لئے مزید رعائتیں، تھانے ستارا، جلگاؤں، احمدنگر، ناندیڑ، امراؤتی، ناگپور، جالنہ اور



ندھودرگ جیسے اضلاع میں مزید ٹیکنیکل تعلیمی اداروں کے قیام
فیصلہ، مجاہدینِ آزادی کی پینشن اسکیم میں نرمی، ریاستی ملازمین
ے لئے اجتماعی بیمہ اسکیم اور غربت کی سطح سے نیچے زندگی گذارنے
لے عوام کی نشاندہی کے لئے مردم شماری کی تجویز وغیرہ نئی حکومت
ے ایسے اقدامات ہیں جو ریاست کی ہمہ جہت ترقیات کا یقین
لاتے ہیں۔

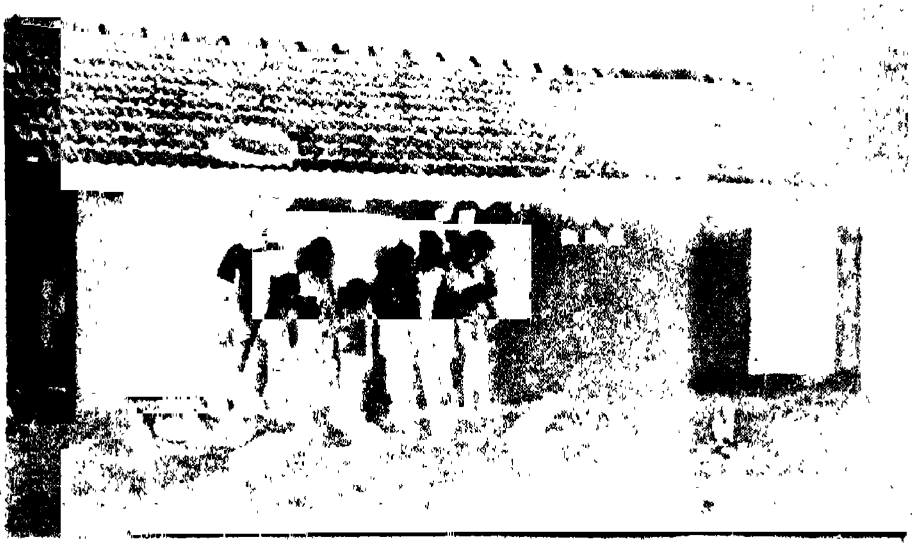
انتظامی سطح پر انتظامیہ میں عوامی خدمت کے جذبے کی حوصلہ افزائی، بہتر محصولی انتظامات خصوصاً پروجیکٹ سے متاثرہ افراد کی بازآبادکاری اور ان کی اعانت کا بندوبست، ضلع سطح پر منصوبہ بند پروگرام کی ترتیب کے لئے ضلع کمیٹیوں کی تشکیل، پرانے فائلوں کے کاموں کی تکمیل کے لئے خصوصی ہفتہ پر عمل، نئی حکومت کی بہتر انتظامی صلاحیت کا ٹھوس ثبوت پیش کرتے ہیں۔

زرعی تربیت پروگرام:

عالمی بینک کی امداد سے ریاست کے بعض اضلاع میں زرعی تربیت پروگرام نافذ کیا گیا ہے۔ امسال ماہ اکتوبر تک تمام اضلاع میں یہ پروگرام نافذ کیا جائے گا۔

دودھ دینے والے مویشیوں کی فراہمی:

سماج کے کمزور افراد کو "دودھ دینے والے مویشیوں کی فراہمی" اسکیم کے تحت رواں مالی سال میں ۱،۲۰۰ افراد کو دودھ دینے والے مویشی فراہم کئے جائیں گے۔ اس مقصد کے تحت ۱۵ لاکھ روپے مختص کئے گئے ہیں۔



حکومت مہاراشٹر کی ایک اسکیم کے تحت
ہی علاقوں میں بے گھر افراد کو مکانات فراہم
کئے جاتے ہیں۔ زیرِ نظر تصویر میں چندرپور ضلع
کے راجورا تحصیل کے مقام جرابندی میں ایسے
ہی ایک مستحق ادیباسی خاندان کو دکھایا گیا
ہے جو حکومت کے فراہم کردہ اپنے مکان کے
سامنے اس اعانت پر خوش و خرم کھڑا ہے۔
ریاستی حکومت نے غریب اور نادار افراد کی
فلاح کے لئے ایک قدم اور آگے بڑھایا ہے
اور ایک نئی اسکیم 'مہاراشٹر شرم جیوی کٹمبھ
کلیان' شروع کی ہے جس کا اجرا وزیر اعلیٰ
بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے کی زیر قیادت نئی
حکومت کے نصف سال مکمل ہونے کے
موقع پر کیا گیا۔

سوشل فارسٹری پروگرام کے تحت ۲،۳۲۶ ہیکٹر اراضی پر مختلف اقسام کے ایک کروڑ پودے لگائے جائیں گے۔

صحت اور خاندانی بہبود:

آئندہ تین سالوں میں خاندانی بہبود پروگرام پر مؤثر عمل آوری کو ممکن بنانے کے لئے حکومت نے ۱۵ کروڑ روپے مختص کئے ہیں۔ یہ رقم پروگرام کے تحت رعایت دینے کے لئے استعمال کی جائے گی۔ گذشتہ ۵ مہینوں کے دوران ۲۳ پرائمری صحت مراکز، ۲۴ ضمنی صحت مراکز اور ۱۰۰ طبی پیشہ افراد کے مراکز کھولنے کی منظوری دی گئی۔ حکومت نے اس سلسلے میں جونیئر کالجوں کے طلباء کی خدمات حاصل کرنے اور شہیدوں کی یاد میں تعمیر کی گئی یادگاروں کو صحت مراکز کے طور پر استعمال کرنے کا بھی فیصلہ کیا ہے۔

ہماری وزیر اعظم نے "۲۰۰۰ء تک سب کے لئے صحت" کا نشانہ مقرر کیا ہے اور حکومت مہاراشٹر اس جہت میں برابر کوشش کر رہی ہے

'درشٹی دان دیوس' (یوم عطیۂ چشم)

مہاراشٹر میں کل ۸،۷۵ لاکھ نابینا افراد ہیں، جن میں سے ۶،۵۰ لاکھ کی بینائی علاج کے بعد واپس آسکتی ہے۔ قابلِ علاج نابیناؤں کو علاج اور آپریشن کی سہولتیں فراہم کرنے نیز عوام کو آنکھوں کی صحت کی اہمیت کا احساس دلانے کے لئے ہر سال ۱۰ جون کو بطور "یوم عطیۂ چشم" منانے کا فیصلہ کیا ہے۔

مکانات و سلم سُدھار:

ریاستی حکومت نے عالمی بینک کی مدد سے ممبئی میٹرو پولیٹن علاقے میں مکانات اور سلم سُدھار کا ایک پروجیکٹ جاری کیا ہے۔ پروجیکٹ کی مجموعی لاگت ۲۷۸،۳۹ کروڑ روپیہ ہے جس میں سے ریاست کا حصہ ۴۶،۳۶ کروڑ روپے ہے۔

آدیباسی طلباء کے لئے ہوسٹل:

ریاستی حکومت نے حالیہ تعلیمی سال میں آشرم شالاؤں سے ساتویں جماعت کامیاب ہونے والے آدیباسی طلباء کے لئے ہوسٹلوں کی منظوری دے دی ہے۔ لہٰذا مندرجہ ذیل آٹھ مقامات پر ہوسٹل جاری کئے جائیں گے

اس رقم میں سے ۵ لاکھ روپے خصوصی طور پر آدیباسیوں کے لئے مختص ہونگے

امداد باہمی شکر فیکٹریاں:

ریاستی حکومت نے مرکزی حکومت کو ۳۵ امداد باہمی شکر فیکٹریوں کے قیام کی تجویز پیش کی ہے۔ مرکزی حکومت نے ان میں سے ۱۲ تجاویز کی منظوری دے دی ہے۔

حکومت نے ابھی تک رجسٹر کی گئی دس فیکٹریوں کے لئے ۵۹۸،۲۰ لاکھ روپوں کا حصص سرمایہ بھی فراہم کیا ہے۔

کریڈٹ سوسائیٹیوں کی تنظیم نو:

حکومتِ ہند اور دسمبر ۱۹۸۲ء میں ریزرو بینک کی جانب سے دی گئی ہدایات کی روشنی میں ریاستی حکومت نے پرائمری کریڈٹ سوسائیٹیوں کی از سرِ نو تنظیم کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اس کے نتیجہ میں مالی اعتبار سے مضبوط سوسائیٹیاں ہی باقی رکھی جائیں گی تاکہ کسانوں کو قرض کی فراہمی میں دشواری نہ ہو۔

آبپاشی ترقیاتی پروجیکٹ:

کوکن علاقے کے آبپاشی پروجیکٹ کے لئے مزید ۵ کروڑ روپے فراہم کئے گئے۔ مختلف درمیانی آبپاشی پروجیکٹوں کو انتظامی منظوری دی گئی جن کی مجموعی لاگت ۵۶،۲۴ کروڑ روپے ہے۔ ان اقدامات کی وجہ سے مزید ۱۱،۶۰۸ ہیکٹر اراضی زیرِ آب لائی جائے گی۔





اڈا (ضلع تھانے) نورپور (ضلع دھولے) دیوری (ضلع بھنڈارہ) بتاپلی، الاپلی اور چیمور (ضلع چندرپور)

شرم شالاؤں کی گرانٹ میں اضافہ :

ریاستی حکومت نے قبائلی علاقوں میں آشرم شالائیں چلانیوالے روں کو دی جانے والی گرانٹ سال ۱۹۸۲ء سے ۹۰ فیصد سے بڑھا کر ۹ فیصد کی ہے. حکومت نے اسکول کے عملے کی تنخواہ کی اُدائیگی ے لئے سو فیصد گرانٹ دینے کا فیصلہ کیا ہے.

یاسی ڈیولپمنٹ کارپوریشن کے حصص سرمایہ میں اضافہ :

ادیباسی ڈیولپمنٹ کارپوریشن کو مزید قبائلیوں کو قرض دینے کا اہل بنانے کے لئے ریاستی حکومت نے کارپوریشن کے حصص سرمایہ کو ۵ کروڑ روپے سے بڑھا کر ۸ کروڑ روپے کر دیا ہے.

ضمانت روزگار اسکیم :

حکومت نے ضمانت روزگار اسکیم کے تحت کام کرنے والے مزدوروں کو دیئے جانے والے اناج کی مقدار بڑھانے کا فیصلہ کیا ہے.

عوامی تقسیم کاری نظام :

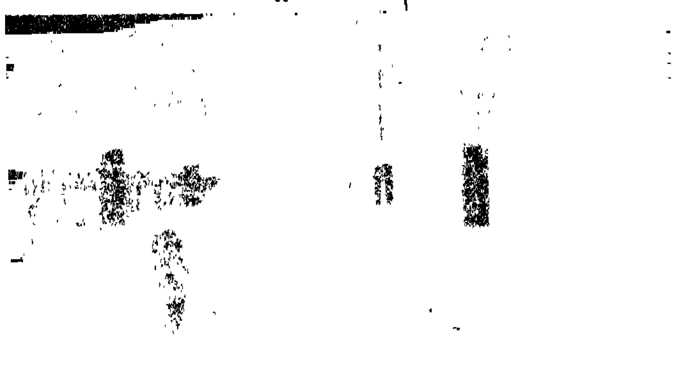
نئے بیس نکاتی پروگرام میں عوامی تقسیم کاری نظام کو بہت اہمیت دی گئی ہے. گیس، مٹی کا تیل اور دیگر ضروری اشیاء کی قلت کو دور کرنے کے لئے ضروری اقدامات کئے گئے. میٹھے تیل کی قیمت میں دو روپے کی تخفیف کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور اس نئی قیمت سے ۷,۰۰۰ ٹن میٹھا تیل فروخت کیا گیا.

شکر کی قیمت میں بھی کھلے بازار کی قیمت کے مقابلے میں پچاس ۵۰ پیسے کم کئے گئے ہیں.

راشن کی دوکانوں کے مالکان کی ہمت افزائی کے لئے حکومت نے اُن کے منافع میں نصف فیصد اضافہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے. رواں مالی سال کے دوران، حکومت نے مزید ۱,۶۰۰ راشن کی دوکانیں کھولنے کا بھی فیصلہ کیا ہے.

سیمنٹ کی تقسیم :

سیمنٹ چونکہ ایک ضروری شئے ہے لہٰذا اس کی تقسیم سے متعلق بھی حکومت نے متعدد اہم فیصلے کئے ہیں.



معذور افراد کے لئے ریاستی ایوارڈ :

ریاستی حکومت نے، ریاستی حکومت، مرکزی حکومت اور نجی اداروں میں کام کرنے والے معذور افراد کو ریاستی ایوارڈ دینے کی ایک نئی اسکیم شروع کی ہے۔ کل ۱۲۔ایوارڈ دیئے جائیں گے۔ زیادہ سے زیادہ معذور افراد کو ملازمت دینے والے آجرین کو بھی تین ایوارڈ دیئے جائیں گے۔

مزید تکنیکی اداروں کا قیام :

ریاست میں تکنیکی تعلیم کو عام کرنے کے لئے حکومت نے مندرجہ ذیل ۹ اضلاع میں تکنیکی تعلیم کے ادارے قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ وہ اضلاع یہ ہیں : تھانے، ستارا، جلگاؤں، احمدنگر، ناندیڑ، امراؤتی ناگپور، جالنہ اور سندھودرگ۔

پہاڑی اور قبائلی علاقوں میں سڑکیں بنانے کے لئے ۲ کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ نیز ودربھ علاقے میں سڑکوں کی مرمت اور ترقی کے لئے ۴ کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔

مجاہدینِ آزادی کو پنشن :

حکومت نے زیادہ سے زیادہ مجاہدین آزادی کو پنشن دینے کی غرض سے متعلقہ اسکیم میں کافی لچک پیدا کی ہے۔

سرکاری ملازمین کے لئے اجتماعی بیمہ اسکیم :

سرکاری ملازم کی رحلت پر اس کے اہل خاندان کو خاطر خواہ رقم دینے کے لئے حکومت نے اجتماعی بیمہ اسکیم جاری کی ہے۔

غربت کی سطح سے نیچے زندگی گذارنیوالوں کی مردم شماری

مہاراشٹر ملک کی وہ پہلی ریاست ہے جہاں غربت کی سطح سے نیچے زندگی گذارنے والوں کی مردم شماری کی جارہی ہے۔

مؤثر انتظامیہ :

نئی حکومت کو اس کا پورا پورا احساس ہے کہ حکومت کی ترقیاتی اور فلاحی اسکیموں اور فیصلوں پر موثر عمل آوری اور عوام کو ان سے پوری طرح فائدہ پہنچانے میں انتظامیہ اہم کردار ادا کرتا ہے، لہذا انتظامیہ کے عملے میں عوام کی خدمت کا جذبہ بیدار کیا جارہا ہے۔

محصول انتظامیہ میں سدھار :

مختلف ترقیاتی اور محصول کاموں کی ترجیحی اہمیت کے تعین کے لئے محکمۂ محصول کے سکریٹری کی زیرصدارت ایک کمیٹی تشکیل دی گئی ہے۔ محکمۂ محصول کے مختلف کاموں اور پروجیکٹوں سے متاثرہ افراد کی بازآبادکاری سے متعلق کتابچے اور ہدایت نامے شائع کرنے کے لئے بھی ایک کمیٹی مقرر کی گئی ہے۔ یہ کمیٹی عام فہم زبان میں ضلع کے محصول انتظامیہ سے متعلق بھی ایک کتابچہ شائع کرے گی۔

نظم ونسق کی صورتحال :

وزیراعلیٰ نے ابھی تک پولس کے اعلیٰ عہدہ داران کی متعدد میٹنگیں بلائی ہیں اور انھیں ریاست میں نظم ونسق کی برقراری کی اہمیت سے آگاہ کیا ہے۔

مختلف مقامات پر واقع پولس کے دفاتر کو ایک عمارت میں جگہ دینے کے لئے پرانے کونسل ہال کی عمارت پولس ہیڈکوارٹر کو دی گئی ہے۔





عوام کی سہولت کے لئے یہ بے حد ضروری تھا اور کافی عرصہ سے اسے محسوس کیا جا رہا تھا۔

ضلع واری سطح کا منصوبہ:

حکومت نے ضلع واری سطح پر منصوبے بنانے کی پالیسی دوبارہ نافذ کرنے کا فیصلہ کیا ہے، لہٰذا ہر اسکیم ڈسٹرکٹ پلاننگ اینڈ ڈیولپمنٹ کمیٹی سے مشورہ کرنے کے بعد ہی وضع کی جائے گی۔

اضلاع کی تنظیم نو:

حکومت نے ۱۵ ر اگست ۱۹۸۲ء سے عثمان آباد اور چندر پور اضلاع کے ڈیویژن بنانے کا فیصلہ کیا ہے اور اس فیصلہ کے نفاذ کے لئے کمیٹیاں بھی تشکیل دی ہیں۔

حکومت نے ۱۵ ر فروری سے ۲۰ ر فروری تک کا ہفتہ پرانے فائیلوں کو مکمل کرنے اور ضروری کارروائی کرنے کا ہفتہ قرار دیا۔ اس ہفتے میں تیس ہزار سے زیادہ فائیلیں مکمل کی گئیں۔ ان میں سے بعض ایسی تھیں جو گذشتہ ۲ تا ۴ سالوں سے رکھی ہوئی تھیں۔ عوام نے حکومت کے اس اقدام کا خیر مقدم کیا۔ اس ہفتے کی کامیابی اور عوام کو ہوئی سہولت کو دیکھتے ہوئے ۱۴ ر جون سے فائیلیں مکمل کرنے کا پندرھواڑہ منایا گیا۔

کسی بھی حکومت کی کارکردگی کا جائزہ لینے کے لئے چھ ماہ کا عرصہ مختصر ہوتا ہے، تاہم، ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ اس مختصر سے عرصے میں بھی نئی حکومت نے عوام کی فلاح و ریاست کی ترقی کے لئے متعدد اہم فیصلے اور اقدامات کئے ہیں نیز انتظامیہ کو ایک نئی جہت سے روشناس کرایا ہے۔ لہٰذا بلا تامل یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر اس حکومت کو سازگار فضا اور مناسب وقت دیا جائے تو یہ عوام کی تمناؤں کی تکمیل کا سامان بہم پہنچائے گی۔

یہ مختصر جائزہ ہے نئی حکومت کی کارکردگی کا، جو ۲۰ ر جنوری ۱۹۸۲ء کو برسر اقتدار آئی اور ابھی صرف چھ ماہ مکمل کئے ہیں لیکن متعدد مسائل اور دشواریوں کے باوجود اتنے کم عرصہ میں مذکورہ بالا تعمیری، ترقیاتی اور بارآور اقدامات کے ذریعہ وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے کی زیر قیادت نئی حکومت نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ عوام سے کئے گئے وعدوں کی تکمیل کے لئے اسی تیزی اور مستعدی سے جد و جہد کرتی رہے گی۔



ٹی۔وی اور ریڈیو سے [illegible] ریاستی خبریں

وزرائے اطلاعات کی کانفرنس [illegible] کے مشورے

"وزرائے اطلاعات کی ۱۶ویں کانفرنس میں [illegible] لئے باعث مسرت ہے۔ ابتداء ہی سے اس کانفرنس کے انعقاد کا [illegible] مرکز اور ریاستی حکومتوں کے مابین ذرائع ابلاغ کی بہتر ہم آہنگی کے امکانات وسیع کرنا اور عوام کی فلاح و بہبود کے لئے جاری کردہ پروگراموں اور اسکیمات میں خود عوام کو عملی طور پر شریک کرنا ہے۔ اس کانفرنس سے اگر ہم سبھوں کو ایک جگہ جمع ہوکر تبادلۂ خیالات کا موقع ملا ہے تو میرے لئے یہ عزت کی بات ہے۔ پہلی مرتبہ اس کانفرنس میں شرکت کرتے ہوئے مجھے اپنے سے بزرگ اور تجربہ کار سربراہانِ ریاست سے رہنمائی حاصل کرنے کا موقع ملا ہے۔ میں شری ساٹھے جی کی بابت بلاشبہ کہہ سکتا ہوں کہ آپ نے اطلاعات و نشریات کی وزارت کو نیا رُخ دیا ہے اور مجھے اُن سے کئی چیزیں سیکھنی ہیں۔



حالیہ کانفرنس کے اجنڈے میں دیگر امور میں فلم، ریڈیو اور ٹیلیویژن خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ فلموں سے تشہیر کی کامیابی عیاں ہے ہی، جہاں تک ریڈیو اور ٹی وی کا تعلق ہے، شری ساٹھے جی کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ میری ریاست میں یہ دونوں ذرائع مکمل تعاون اور ہم آہنگی کے ساتھ کام کر رہے ہیں اور اس خوشگوار صورت حال کے لئے متعلقہ افسران کے ساتھ ساتھ ریاستی محکمۂ اطلاعات و رابطۂ عامہ کے افسران بھی قابلِ مبارکباد ہیں۔

ٹی۔وی کے تعلق سے میں وزیر محترم سے درخواست کروں گا کہ اس وقت جب ملک کے تمام بیس مراکز سے قومی پروگرام نشر کیا جائے، اس میں ریاست کے امور کو بھی نمایاں حیثیت دی جائے۔ قومی یکجہتی و اتحاد میں یقین رکھنے والا ہر شخص قومی پروگرام نشر کرنے کی حمایت ضرور کرے گا۔ قومی پروگرام کے تحت خبریں چونکہ ملک کے تمام بیس مراکز سے حاصل ہونے والے مواد ہی کی بنیاد پر تیار کی جائیں گی لہذا وہ بلاشبہ پورے ملک کے اہم واقعات کا احاطہ کریں گی۔

علاوہ ازیں قومی پروگرام کے تحت حالات حاضرہ اور رقص و موسیقی سے متعلق پروگرام بھی ملک بھر میں سراہے جائیں گے اور اس طرح قومی یکجہتی کے فروغ کے لئے ٹی۔وی بیحد معاون ہوگا۔

قومی راج

ریاستی امور کے لئے مزید وقت:

اسی طرح ملک کے مختلف ٹی۔ وی مراکز میں خبروں کے لئے خصوصی وقت کی تخصیص کے امکان پر غور کیا جا سکتا ہے اور اس سلسلے میں ابتداً ریاستوں کی مقامی زبان کے اوقات میں توسیع کی جا سکتی ہے علاوہ ازیں خبروں کا ہفتہ وار بلیٹین نشر کرنے کا انتظام کیا جائے اس طرح ناظرین کو زیادہ معلومات حاصل ہوں گی۔ مجھے یقین ہے کہ میری اس تجویز کو علاقائی عصبیت سے تعبیر نہیں کیا جائے گا، جبکہ اس تجویز سے میرا مقصد ریاستی امور کو مناسب اہمیت دینا ہے۔ ہم بمبئی ٹی۔ وی پر پروگرام کے خاتمے کا وقت کچھ اور بڑھانے کی بابت بھی غور کر سکتے ہیں۔

چھوٹے اخبارات کی مدد:

اس میں کوئی شک نہیں کہ حکومت ہند نے چھوٹے اخباروں کے فائدے کے لئے مثبت اقدامات کئے ہیں۔ میری ریاست میں چھوٹے اخباروں کو اشتہارات کی تقسیم، ان کی منظوری کے معاملے میں زائد سہولیات اور اسٹیٹ ٹرانسپورٹ بسوں میں سفری رعایت جیسے متعدد فائدہ مند اقدامات کئے گئے ہیں، اس کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ چھوٹے اخباروں کو سب سے زیادہ امداد کی ضرورت کاغذ کی فراہمی سے متعلق ہے۔ رسائل و جرائد کی اشاعت کے اعتبار سے مہاراشٹر ملک کی دیگر ریاستوں پر سبقت حاصل کر رہا ہے۔ اور رجسٹرار آف نیوز پیپرز کی حالیہ رپورٹ کے مطابق مہاراشٹر میں رسائل، جرائد و اخبارات کی تعداد تین ہزار تک پہنچ چکی ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر میرا مشورہ ہے کہ ڈویژنل صدر مقامات جیسے پونے، ناگپور اور اورنگ آباد نیز ضلع صدر مقام جیسے کولہاپور میں جہاں اخبارات بشمول روزناموں کی تعداد سب سے زیادہ ہے، کاغذ کی فراہمی کے لئے مزید ایس۔ ٹی۔ سی ڈپو کی تجویز پر غور کیا جائے۔ اس طرح متعلقین کو کاغذ کے کوٹے کے لئے بار بار بمبئی آنے کی زحمت نہیں کرنی پڑے گی، نتیجتاً ان کا پیسہ اور وقت بچے گا۔

۲۰ نکاتی پروگرام پر فلمیں:

بیس نکاتی پروگرام، جیسا کہ ظاہر ہے عوامی فلاح و بہبود کا پروگرام ہے، اس لئے اس پروگرام میں شامل ہر نقطہ کو موضوع بنا کر چھوٹی چھوٹی یا دستاویزی فلمیں بنائی جا سکتی ہیں۔ بلاشبہ ریاستی حکومتیں یہ فلمیں بنا سکتی ہیں لیکن فلم ڈویژن کے ذریعہ ایسی فلموں کی نمائش زیادہ سود مند ثابت ہوگی۔

یہ کہنا بجا ہے کہ کچھ ریاستی معاملات قومی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر ریاست مہاراشٹر میں ۱۰ جون ۱۹۸۲ء کو "درشٹی دان" (یوم عطیۂ چشم) کے طور پر منایا گیا، جس کا مقصد بعد از مرگ آنکھوں کا عطیہ دینے کی ہمت افزائی اور عوام کو بینائی کی حفاظت کی تعلیم دینا تھا، گو کہ یہ ایک ریاستی تحریک تھی لیکن اس کی قومی سطح پر تشہیر ملک کے دیگر عوام کے حق میں بھی مفید ثابت ہو سکتی ہے۔ اسی طرح ہمارے وزیر اعظم کے اعلان کردہ حالیہ پیداواری سال میں پیداوار بڑھانے کے لئے جاری اقدامات کی عام واقفیت کے لئے ذرائع ابلاغ کی مدد لی جا سکتی ہے

جیسا کہ میں نے ابتدا ہی میں کہا ہے، میں نے اس کانفرنس میں جو کچھ بھی تجاویز پیش کی ہیں ان کا مقصد ریاستوں اور مرکزی وزارت اطلاعات کے مابین نزدیکی اور کارآمد رابطہ پیدا کرنا ہے۔

آخر میں میری یہ درخواست ہے کہ شری ساٹھے جی، جن کی قابلیت اور علمیت کا ہر ایک کو اعتراف ہے، اس بات پر بھی غور کریں کہ اس کانفرنس میں کئے گئے فیصلوں پر عمل آوری کے لئے کیا یہ زیادہ ٹھیک نہ ہوگا کہ اس کانفرنس کی میعاد بجائے سالانہ کے ششماہی کر دی جائے۔"

(نئی دہلی کے وگیان بھون میں ۳ جولائی ۱۹۸۲ء کو ریاستی وزراء اطلاعات کی ۱۶ ویں سالانہ کانفرنس میں ڈاکٹر شری کانت جیچکر وزیر مملکت برائے اطلاعات و رابطۂ عامہ، امور داخلہ محصول اور باز آبادکاری کی تقریر۔)

قارئین کے لئے ضروری اعلان

ہماری یہ کوشش ہے کہ اپنے قارئین کو مختلف سرکاری پالیسیوں اور سرگرمیوں سے پوری طرح باخبر رکھیں۔ تاہم قارئین کو اس میں کچھ نہ کچھ کمی کا احساس ہو سکتا ہے لہٰذا آپ کی دلچسپی اور معلومات میں مزید اضافے کے خیال سے "قارئین کی رائے" کا خصوصی صفحہ شائع کیا جاتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس تبادلۂ خیال سے ہمیں اور بھی فائدہ پہنچے گا۔ انفرادی شکایتوں کی اشاعت تو مشکل ہے البتہ سرکاری پالیسیوں، پروگراموں اور سرگرمیوں سے متعلق آپ کے خطوط، سوالات اور شبہات بخوشی قبول کئے جائیں گے۔ پتہ نوٹ فرمالیں:

ایڈیٹر "قومی راج"، نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ، پندرھواں منزلہ، مقابل منترالیہ، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۳۲



ہندوستان میں تمباکو کی صنعت

ڈاکٹر فریدہ شمسی
ترقی اُردو بورڈ، وزارت تعلیم وسماجی بہبود
ویسٹ بلاک ۸، آر۔ کے۔ پورم
نئی دہلی نمبر ۱۱۰۰۲۲

ہمارے مُلک سے جو اشیاء برآمد کی جاتی ہیں، تمباکو کو ان میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔ ملک کے مختلف مقامات میں پھیلے ہوئے تمباکو کے کھیتوں اور تمباکو صاف کرنے والی فیکٹریوں میں تقریباً ۲۰ لاکھ افراد کام کرتے ہیں جس سے ملک کے ۸۰ لاکھ افراد کی گذر بسر ہوتی ہے۔ شراب اور دیگر نشہ آور چیزوں کی طرح حکومت کی طرف سے تمباکو پر بھی اکسائز ڈیوٹی لگائی جاتی ہے۔ تمباکو پر لگی اکسائز ڈیوٹی سے حکومت کو ۵۰۰ کروڑ روپے سالانہ کا فائدہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ۸۰-۱۹۷۹ء کے دوران تمباکو کی برآمد سے ہندوستان نے ۱۱۰ کروڑ روپے کا زر مبادلہ کمایا۔ اور اُمید ہے کہ ۸۴-۱۹۸۳ء تک یہ رقم بڑھ کر ۳۰۰ کروڑ روپے تک پہنچ جائیگی۔ اس نشانے تک پہنچنے کے لئے ہمیں بہت سے اقدام کرنے ہوں گے تاکہ پیداوار میں اضافہ ہو۔ مزدوروں کی اُجرتیں بھی بڑھ سکیں اور ان کے کام کرنے کی حالت میں سُدھار آسکے۔

تمباکو پیدا کرنے والے ممالک میں ہندوستان کا ایک خاص مقام ہے کیونکہ ہندوستان میں دنیا کی کل پیداوار کا آٹھ فیصد تمباکو پیدا ہوتا ہے۔ آجکل ہمارے یہاں ۴،۹ لاکھ ہیکٹر رقبہ زیر کاشت ہے جس سے ہمیں ۵،۴ لاکھ ٹن تمباکو حاصل ہوتا ہے۔ ملک میں تمباکو کی کاشت؛ آندھرا پردیش، گجرات، کرناٹک، تامل ناڈو، اُڑیسہ، بہار، مغربی بنگال اور مہاراشٹر میں ہوتی ہے۔ مہاراشٹر کے تمام اضلاع میں سب سے زیادہ تمباکو کی کاشت کولہاپور اور سانگلی ضلعوں میں ہوتی ہے۔ لیکن سب سے زیادہ تمباکو آندھرا پردیش میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بعد گجرات اور پھر کرناٹک کا نمبر ہے۔ ان صوبوں میں تمباکو کی زیادہ پیداوار کا سبب وہاں کی وہ زمین ہے جو تمباکو کی کاشت کے لئے نہایت موزوں ہے۔

دنیا کے دیگر ممالک کو تمباکو برآمد کرنے والے ممالک میں امریکہ اور ترکی کے بعد ہندوستان کا تیسرا مقام ہے، اور ہماری کل برآمدات میں اس کا تیرہواں نمبر ہے۔ ہمارے یہاں سے تقریباً ۸۰ ممالک کو تمباکو برآمد کیا جاتا ہے۔ ہمارے تمباکو کے خریداروں میں برطانیہ، روس، جاپان، بنگلہ دیش، اٹلی اور ہولینڈ قابل ذکر ہیں۔ ملک کی اس صنعت میں ۵۱-۱۹۵۰ء سے ۸۰-۱۹۷۹ء تک جو نشیب و فراز آئے ہیں اُن کا اندازہ ہم فہرست نمبر ۱ سے کر سکتے ہیں۔

فہرست نمبر ۱ کو دیکھ کر اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ تمباکو کی برآمد سے ۷۹-۱۹۷۸ء میں ۱۱۱ کروڑ روپے کا غیر ملکی زرمبادلہ کمایا گیا جبکہ ۵۱-۱۹۵۰ء میں صرف ۱۴ کروڑ روپے کا زرمبادلہ کمایا گیا تھا یعنی اس عرصہ میں تمباکو کی برآمد میں ۶۹۲ فیصد کا اضافہ ہوا۔ مگر ۸۰-۱۹۷۹ء کے دوران تمباکو کی برآمد تھوڑی گھٹ گئی جس کے باعث ۱۱۰ کروڑ روپے کا زرمبادلہ کمایا گیا۔ اس کا ایک سبب یہ تھا کہ گھریلو منڈیوں میں تمباکو کی مانگ کے ساتھ ساتھ قیمت بھی بڑھ گئی۔ مثلاً ۷۸-۱۹۷۷ء میں تمباکو کی قیمت ۱۴ روپے ۷۶ پیسے فی کیلو گرام تھی جو ۷۹-۱۹۷۸ء

ں ۱۵ روپے ۶۵ پیسے ہوگئی اور ۸۰-۱۹۷۹ء میں ۱۷ روپے ۸۹ پیسے فی کلوگرام تک پہنچ گئی۔ لیکن یہ کوئی مایوس کن رجحان نہیں ہے کیونکہ اس صنعت سے متعلق جو سروے کئے گئے ہیں ان کے اندازے کے مطابق اس صنعت کا مستقبل کافی تابناک ہے۔

۵۱-۱۹۵۰ء میں کل برآمدات سے ہندوستان کو ۶۰۰۶ کروڑ روپے کا زرمبادلہ حاصل ہوا تھا، جو آہستہ آہستہ بڑھ کر ۷۹-۱۹۷۸ء میں ۵۷۲۴ کروڑ روپے ہوگیا اور تمباکو کی برآمد اسی عرصہ میں ۱۴ کروڑ سے ۱۱۰ کروڑ روپے تک پہنچ گئی اور اس کی برآمد میں ۶۹۲ فی صد کا اضافہ ہوا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان سے اس عرصہ میں جو اشیاء برآمد کی گئیں ان سے حاصل ہوئی رقم میں جس رفتار سے اضافہ ہوا ہے تمباکو کی برآمد سے حاصل ہوئی رقم میں اتنی رفتار سے اضافہ نہیں ہوا۔

آجکل بین الاقوامی منڈیوں میں تمباکو کی مانگ بہت زیادہ بڑھ گئی ہے چنانچہ یہ ضروری ہے کہ ہم اپنی برآمد میں ۲۰ سے ۳۰ فیصد کا اضافہ کریں لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب تمباکو کی پیداوار میں اضافہ ہو۔ حکومت اس جانب پوری توجہ دے رہی ہے۔ کاشتکاروں اور تمباکو صاف کرنے والی فیکٹریوں کے مالکان کو طرح طرح کی سہولتیں دی جارہی ہیں ان سہولتوں میں حکومت کی طرف سے دیئے جانیوالے قرضے قابلِ ذکر ہیں جن کی مدد سے فیکٹری مالکوں نے جدید قسم کی مشینیں خریدی ہیں جن سے کام پہلے کی نسبت کم وقت میں اور بہتر ڈھنگ سے ہوتا ہے اس لئے ہمارے یہاں کے تمباکو کی کوالٹی پہلے سے بہت زیادہ بہتر ہوگئی ہے اور یہی اس کی مقبولیت کا سبب ہے۔ جیساکہ پہلے کہا جاچکا ہے کہ ایک اندازے کے مطابق ۸۴-۱۹۸۳ء تک ملک کو تمباکو کی برآمد سے ۲۰۰ کروڑ روپے کا زرمبادلہ ملنے لگے گا اور یہ رقم آئندہ دو تین سالوں میں ۳۰۰ کروڑ روپے تک پہنچ جائے گی۔

جیساکہ پہلے بھی بتایا جاچکا ہے، ہمارے یہاں سے دنیا کے ۷۰ ممالک کو تمباکو برآمد کیا جاتا ہے۔ ہمارے تمباکو کے بڑے خریداروں میں برطانیہ، روس اور بنگلہ دیش قابلِ ذکر ہیں۔ مغربی یورپ میں برطانیہ واحد ملک ہے جو ہم سے سب سے زیادہ تمباکو خریدتا ہے فرانس، اٹلی اور ہالینڈ بھیجے جانے والے تمباکو کے وزن میں بھی خاصہ اضافہ ہوا ہے، البتہ بیلجیم کی منڈیوں میں آج بھی اتنی ہی کھپت ہے جتنی کہ آج سے چار سال پہلے تھی۔ روس اور مشرقی یورپ کے ممالک مثلاً چیکوسلواکیہ، جرمن ڈیموکریٹک ری پبلک اور بلغاریہ

ہندوستان سے مستقل طور پر تمباکو برآمد کر رہے ہیں جس سے ملک کو زرمبادلہ کی شکل میں خاصی رقم مل جاتی ہے۔ لیکن جہاں تک مشرق وسطیٰ کا تعلق ہے ان ممالک میں ہمارے تمباکو کی مانگ پہلے کی نسبت تھوڑی گھٹ گئی ہے، مگر دوسری جانب جاپان اور جنوب مشرقی ایشیا کے ممالک کو بھیجے جانے والے تمباکو کی برآمد میں پہلے سے اضافہ ہوا ہے۔

گرچہ ہندوستان اس قابل ہے کہ بہتر کوالٹی کا تمباکو پیدا کرسکے لیکن ملک کی اس صنعت کو دیگر ممالک سے مقابلہ کرنے کے لئے ابھی تھوڑا وقت درکار ہے۔ کیونکہ ہمارے یہاں پیدا کیا گیا سارا تمباکو بین الاقوامی معیار کا نہیں ہوتا۔ چنانچہ پیداوار کا کچھ حصہ برآمد کردیا جاتا ہے اور بقیہ حصہ گھریلو منڈیوں میں کھپ جاتا ہے۔

دراصل اس میدان میں ہمارا مقابلہ چین، امریکہ اور اٹلی جیسے ترقی یافتہ ممالک سے ہے جہاں تمباکو کی کاشت جدید اور سائنسی ڈھنگ سے کی جاتی ہے۔ ان ممالک کی برابری کرنے کے لئے ہم مسلسل کوشش کر رہے ہیں اور امید ہے کہ اس دہائی کے آخر تک ہم اپنے مقاصد میں پوری طرح کامیاب ہوجائیں گے۔ یہی سبب ہے کہ جوں جوں ہماری کوالٹی بہتر ہورہی ہے ہمارے تمباکو کی مانگ میں اضافہ ہورہا ہے۔ اگر منظم ڈھنگ سے ہم اپنے تمباکو کی پبلسٹی کرتے رہیں اور درآمد کرنے والے ممالک کو صحیح وقت پر ان کے مقرر کردہ معیار کا تمباکو بھیجتے رہیں تو یقیناً ہم اپنے ٹارگٹ سے زیادہ تمباکو برآمد کرسکتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے شرط یہی ہے کہ تمباکو کی قیمت اور کوالٹی دونوں ہی ایسی ہونی چاہئیں کہ ہم غیر ملکی منڈیوں میں دوسرے ممالک سے بآسانی مقابلہ کرسکیں۔

گرچہ برطانیہ ہمارے تمباکو کا سب سے بڑا خریدار ہے لیکن اس بات کا امکان ہے کہ برطانیہ کو برآمد کئے جانے والے تمباکو کے وزن میں کمی آسکتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ برطانیہ بہت اعلیٰ معیار کا تمباکو خریدتا ہے جو اس کی اپنی صنعت کے فروغ کے لئے نہایت ضروری ہے۔ چنانچہ ہمارے لئے لازم ہے کہ آنے والے دنوں میں اسی معیار کا تمباکو پیدا کریں تاکہ اس صنعت کو کسی طرح کے نقصان سے دوچار نہ ہونا پڑے۔

ہمارے خریداروں کو اکثر یہ شکایت بھی ہوتی ہے کہ یہاں سے بھیجا گیا تمباکو ان کو صحیح وقت پر نہیں مل پاتا۔ اس دشواری

اور تباہی کا شکار ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس پلان کے مطابق ایسے اقدام بھی کئے جائیں گے جن سے آئندہ فصلوں کو کسی قسم کا نقصان نہ ہو سکے۔ ان سارے اقدامات کے باوجود تمباکو کی کاشت کے سلسلے میں امریکہ جیسے ملک سے مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں مزید کوشش کرنی ہوگی تاکہ اس صنعت کا معیار اور بلند ہو سکے اور ہم اس کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ زرمبادلہ کما سکیں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے انڈین کونسل برائے زرعی تحقیق میں تمباکو کی کوالٹی سے متعلق طرح طرح کے تجربات کئے جا رہے ہیں اور ہمارے زراعت سے متعلق سائنسداں برابر اس بات کے لئے کوشاں ہیں کہ تمباکو کی کوالٹی کو زیادہ سے زیادہ بہتر بنایا جائے۔

حکومت نے آندھرا پردیش میں تمباکو پر ریسرچ کے لئے ایک سینٹرل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بھی قائم کیا ہے اس کے علاوہ مرکزی وزارتِ زراعت نے بھی تمباکو کی کاشت کرنے والے چھوٹے بڑے سب کسانوں کو بہت سے INCENTIVES دیئے ہیں جن کا ایک مثبت نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ان کاشتکاروں نے کاشت کا رقبہ پہلے سے کہیں زیادہ بڑھا لیا ہے۔ حکومت کے ذریعہ دیئے گئے لبرل قرضوں کے سبب انھوں نے جدید قسم کی مشینیں بھی خریدی ہیں تاکہ ملک میں تمباکو کی کاشت سائنسی ڈھنگ سے کی جا سکے۔

مختلف سطحوں پر تمباکو کی کاشت کے لئے جو کوششیں کی جا رہی ہیں ہمیں اُمید ہے کہ ان کے نتیجہ میں ملک کی یہ صنعت آنے والے دنوں میں خوب پھلے پھولے گی۔

۵۱--۱۹۵۰ء سے ۸۰-۱۹۷۹ء تک تمباکو کی برآمد

سال	حاصل شدہ رقم (کروڑ میں)	فیصد کمی یا زیادتی
۵۱--۱۹۵۰ء ...	۱۴٫۱۰ روپے ...	—
۶۱-۱۹۶۰ء ...	۱۴٫۸۰ " ...	۱۰۴٫۹۶
۶۶-۱۹۶۵ء ...	۱۹٫۵۰ " ...	۱۳۸٫۲۹
۷۱-۱۹۷۰ء ...	۳۱٫۲۰ " ...	۲۲۱٫۲۷
۷۶-۱۹۷۵ء ...	۹۳٫۱۳ " ...	۵۶۴٫۲۸
۷۷-۱۹۷۶ء ...	۲۰۱٫۰۰ " ...	۶۲۸٫۵۷
۷۸-۱۹۷۷ء ...	۱۱۱٫۸۰ " ...	۷۰۰٫۰۰
۷۹-۱۹۷۸ء ...	۱۱۰٫۹۰ " ...	۶۹۲٫۸۵
۸۰-۱۹۷۹ء ...	۱۱۰٫۰۰ " ...	۶۱۴٫۰۰

کو دور کرنے کی غرض سے حکومت نے بندرگاہوں کے حکام کو اس بات کی خاص طور پر ہدایت کی ہے کہ وہ مہینے میں کم از کم ایک بار تمباکو سے لدا ہوا جہاز غیر ممالک کے لئے ضرور روانہ کریں۔

اسٹیٹ ٹریڈنگ کارپوریشن بڑے بڑے کاشتکاروں سے ہر سال دس ہزار ٹن تمباکو خریدتی ہے۔ لیکن اس بار حکومت کی جانب سے کارپوریشن کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ کم از کم پانچ ہزار ٹن تمباکو چھوٹے کاشتکاروں سے بھی خریدے تاکہ ان کی حوصلہ افزائی ہو، اور اُن کو اُن کی محنت کا پورا پورا صلہ مل سکے اور ملک کی معاشی ترقی میں بھی اضافہ ہو۔ اس طرح چھوٹے کاشتکار آنے والے زمانے میں زیادہ سے زیادہ تمباکو پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔

تمباکو کی صنعت کو مزید فروغ دینے کی غرض سے حال ہی میں ایک پلان ترتیب دیا گیا ہے، جس کے تحت مزید ۱۲،۰۰۰ ہیکٹر رقبہ میں تمباکو کی کاشت کی جائے گی۔ اس پلان سے آندھرا پردیش، کرناٹک، اُتر پردیش، گجرات، تامل ناڈو اور مہاراشٹر مستفید ہوں گے۔ اور ان صوبوں کے ہزاروں افراد کو روزگار کے مواقع مل سکیں گے۔

جہاں تک ملک میں فی ہیکٹر تمباکو کی پیداوار کا تعلق ہے، گذشتہ سالوں کی نسبت اسمیں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔ لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ تمباکو کی فصل کیڑا لگنے کے سبب بیماری

غزلیں



* بیکل اُتساہی
گیتانج، بلرام پور
گونڈہ (یو۔پی)

کہتے ہیں کہ جب سے تم جوان ہو گئے
یہ سُنا ہے شہر بھر کی جان ہو گئے

مل گئے تو شہد کے کٹورے ہیں نین
پھر گئے تو زہر کی دُکان ہو گئے

سر جُھکا کے زندگی مکیں ہو گئی
سر اُٹھا کے حادثے مکاں ہو گئے

تھک گئے تو منزلیں طویل ہو گئیں
چل پڑے تو حوصلے تکان ہو گئے

گر گئے جو تیرے در پہ کھا کے ٹھوکریں
اُٹھ پڑے وہ لوگ آسمان ہو گئے

ہم کو لوگ جانتے ہیں مانتے نہیں
ہم وطن میں خسرو کی زبان ہو گئے



* شوقؔ ماہری
زینب منزل، موگھٹ روڈ
کھنڈوہ (ایم۔پی) ۴۵۰۰۰۱

یوں نئی تہمت، نیا الزام دھر جاتے ہیں لوگ
جیسے میرے حال پر احسان کر جاتے ہیں لوگ

اِس جہانِ آرزو کی رسم دیرینہ ہے یہ
بے نیازانہ اگر مجھ سے گزر جاتے ہیں لوگ

اِس طرف دار و رسن ہیں اُس طرف بزمِ نشاط
امتحانِ ظرف ہے دیکھیں کِدھر جاتے ہیں لوگ

میرا پیغامِ محبت جیسے کوئی آگ ہو!
اس طرح دامن کشاں مجھ سے گزر جاتے ہیں لوگ

جانے کیا ایسی کشش ہے اس دیارِ شوق میں
دو قدم چلتے نہیں اور ٹھہر جاتے ہیں لوگ

آدمی اس کا تصوّر تک بھی کر سکتا نہیں
دشمنی میں اس قدر حد سے گزر جاتے ہیں لوگ

مصلحت ہے یا سیاست! شوقؔ کیا کہئے اسے
جس طرف منزل نہیں کیوں اُدھر جاتے ہیں لوگ

* سعید الحق سعیدؔ
معرفت فخر الدین عبد الجبار
ہسپتال روڈ۔ اٹاوہ (یو۔پی)

گنگنے اشک نمایاں سرِ مژگاں نہ کرو
سرد مہری کو بایں طرز پشیماں نہ کرو

کیا نہیں ذہن میں رُسوائی انجام کلیم!
جلد بازی میں کبھی دید کا ارماں نہ کرو

کیسے گستاخ ہو رک جاؤ صبا کے جھونکو
اُن کی آراستہ زلفوں کو پریشاں نہ کرو

صیدِ صیاد کے مانند ہیں آگے پیچھے
موت ہے زیست کو غافل کسی عنواں نہ کرو

کر گئے جرم سے اپنے یہاں اِنکار سعیدؔ
بات تو جب ہے کہ محشر میں بھی تم ہاں نہ کرو

غزلیں

★ اسحاق ایوبی (ایم۔اے)
مہندی پٹنم، مراد نگر
حیدرآباد - ۵۰۰۰۲۸

بہ بھر بھری سی، سوندھی سی، مٹّی زمین کی
دنیا اٹھائے پھرتی ہے چھاتی زمین کی

ہیرے جواہرات، زر و سیم کو کھ میں !
اگجائے غلّہ، پھول، پھل مِٹّی زمین کی !

سو منزلہ عمارتیں، کوٹھے اور خلائی گھر
از خود کوئی بنائے تو رہیتی زمین کی !

ہر چیز اسی سے جنم لے، ہر شئے اسی میں دفن
قدرت کا اک عجوبہ ہے مٹّی زمین کی

کس کی زمین کشت و مکاں ؟ سب خدائی ملک
ناداں جتائیں مالکی "شخصی" زمین کی !

سیلاب، اولے، زلزلے، آتش فشاں پہاڑ
تھپڑ لگائے سردی و گرمی زمین کی !

آدم کا علم و عقل، شعور جمال و حسن
ہر چیز منفرد ہے ہماری زمین کی !

اجرامِ فلکی ٹھوس بھی، پیکر بھی نور کے
مالک کا پرتو، مورتی خاکی، زمین کی

اسحاق کا وطن ہے "جہاں کالے کالے کھیت"
یہ اجلی اجلی روئی ہے، کالی زمین کی !!

★ قاسم قتیل راجستھانی
۴۰۰ - ایس۔ وی۔ روڈ، بوریولی (W)
بمبئی - ۴۰۰۰۹۲

وہ ہنستے ہیں تو فطرت کے اشارے مسکراتے ہیں
بہاریں جھومتی ہیں چاند تارے مسکراتے ہیں !

بہ شانِ بے نیازی کیا، ایک اندازِ طلب کہئے
کہ ان آنکھوں میں کچھ معصوم اشارے مسکراتے ہیں

اک ایسا اتحادِ شادی و غم بھی تو ہوتا ہے
کہ شمع اشکِ غم رو دے، شرارے مسکراتے ہیں

بھلا ان ناخداؤں کا تو کیا ذکر طوفاں میں
خدا والوں پہ بھی کم ظرف دھارے مسکراتے ہیں

وہ دن بھی یاد ہیں جب ان پہ نازک وقت آیا تھا
قتیل اب حسرت و ارماں ہمارے مسکراتے ہیں

★ نظر جالنوی
نزد بیجانک ٹاکیز
ضلع جالنہ (مہاراشٹر)

اپنی حدوں سے جب بھی گذرتی ہے زندگی
معیارِ زندگی پہ اترتی ہے زندگی !

کب انتظار موت کا کرتی ہے زندگی
جینے کی آرزو میں ہی مرتی ہے زندگی

اس زندگی کے حوصلے کتنے بلند ہیں
دم لاکھوں حادثات کا بھرتی ہے زندگی

معراجِ زندگی اسے ہوجاتی ہے نصیب
جب اپنی پستیوں سے ابھرتی ہے زندگی

تخلیق اس کی عنصرِ خاکی سے ہے مگر
پرواز بامِ عرش پہ کرتی ہے زندگی !

ہر مرحلے سے اس کو گذرنا ضرور ہے
کب اک مقام پر ہی ٹھہرتی ہے زندگی

بربادیٔ حیات کا کیا ذکر اب نظر
یونہی بگڑ بگڑ کے سنورتی ہے زندگی !

غزلیں

* قمرؔ سنبھلی

اسسٹنٹ ایڈیٹر ماہنامہ رہنمائے تعلیم،
۱۵۳۸۔ نئی سڑک، دہلی ۱۱۰۰۰۶

ڈگمگا دے نہ مجھے چہرہ وہ پھولوں جیسا
میں فرشتہ ہوں نہ معصوم رسولوں جیسا

ریزہ ریزہ میں سمیٹوں گا کہاں تک خود کو
ہر نفس ٹوٹتا رہتا ہوں اصولوں جیسا

آشنا کرب کی لذت سے کیا ہے دل کو!
مجھ کو پیارا نہیں کوئی تری بھولوں جیسا!

آئے آندھی ہی کوئی اور اُڑا لے جائے
کبتک اُن کے لئے بھٹکوں میں بگولوں جیسا

جانے کس موڑ پہ پھر وقت ملا دے اُن سے
یوں بنائے نہ پھر وہ چہرہ ملولوں جیسا!

اس سے اُمید کوئی، کوئی توقع ہے فضول
بے ثمر پیڑ ہے اک وہ تو ببولوں جیسا!

اتنی نرمی تو نہ تھی لہجے میں اب سے پہلے
کیا مخاطب ہے کوئی آپ کا پھولوں جیسا

کوئی چہرہ ہے قمرؔ اس کا نہ واضح خد و خال
اک سایہ سا ہے موہوم ہیولوں جیسا

* محمود عشقیؔ

وزیر آباد،
ناندیڑ (ایم۔ ایس)

زندگی سے اپنی یارو ہم بھی آسودہ نہیں
دل ہمارا وہ کبھی چھوٹا ہوا گزرا نہیں

ایک دن میں راکھ ہو جاتی ہیں جلتی سرخیاں
آج کے اخبار کو کل کوئی بھی پڑھتا نہیں

چھوڑ آیا گرد پاؤں کی خلاؤں میں مگر
اپنی خود کی حیثیت کا مجھ کو اندازہ نہیں

ان حریفانِ سُبک رو میں توانائی کہاں
کھیتوں پر دودھیا بادل کبھی برسا نہیں

آپ کا یہ شہر ہے یا خواب کی بستی کوئی
اجنبی تنہا ہیں مگر کوئی مجھے پوچھا نہیں

پیچھے رہ جاؤ گے عشقیؔ تیز قدموں سے چلو
کاروانِ وقت راہی کے لئے رُکتا نہیں

* مہدیؔ پرتاپگڈھی

معرفت ایگزیکیٹو انجینئر اری گیشن ڈویژن
پرتاپگڈھ۔ (یو۔پی)

شفق گوں عارضوں کو کیف پرور لکھ دیا جائے
تمہارے رس بھرے ہونٹوں کو ساغر لکھ دیا جائے

مری مجبوریوں کو نام دے کر بے وفائی کا
ہر اک الزام رسوائی مرے سر لکھ دیا جائے

نہ جانے جاگ اُٹھے کس گھڑی ذوقِ نمو اس کا
تو پھر دل کی زمیں کو کیسے بنجر لکھ دیا جائے

وہی بے اطمینانی اور بے کیفی کا عالم ہے
تری بزمِ طرب کو بھی 'میرا گھر' لکھ دیا جائے

نکل کر مصلحت آمیزیوں کے خول سے باہر
تمہارے نام کے خانے میں 'پتھر' لکھ دیا جائے

اُتر جائے جو اِن میں گوہرِ نایاب پائے گا
نہ پھر کیوں اُن کی آنکھوں کو 'سمندر' لکھ دیا جائے

کریں منسوب اُن سے ایک اک شاداب لمحے کو
ہمارے نام خوں آشام منظر لکھ دیا جائے

دِلوں کے فاصلے ہر آن اگر بڑھتے رہے مہدیؔ
تو رسوائی مرے گھر کا مقدر لکھ دیا جائے

غیر محفوظ مزدوروں کو تحفظ ۔ مہاراشٹر کی منفرد اسکیم

حکومت مہاراشٹر نے یکم اگست ۱۹۸۲ء سے ریاست میں غیر محفوظ مزدوروں کے حادثے میں فوت ہو جانے یا معذور ہو جانے پر متاثرہ مزدور کے اہلِ خاندان یا مزدور کو مالی امداد دینے کی ایک منفرد اسکیم جاری کی ہے جو مہاراشٹر شرم جیوی کٹمبھ کلیان یوجنا، کے نام سے نافذ العمل ہوگی۔

اس اسکیم کے تحت مہاراشٹر میں ۱۵ برس سے رہائش پذیر ایسے مزدور افراد کو جن کی عمر ۱۶ برس سے ۶۵ برس کے درمیان ہے اور جن کی تمام ذرائع سے سالانہ آمدنی ۶ ہزار روپے سے زیادہ نہیں ہے، فیضیاب ہوں گے۔
غیر محفوظ مزدور افراد میں خاص طور سے زراعتی مزدور، حمال، اینٹوں اور کوئلہ بھٹی میں کام کرنے والے مزدور، گھریلو ملازمین، پان فروش، اخبار فروش، موچی، رکشہ ڈرائیور اور بہت سے شامل ہیں۔ ایسے کسی بھی مزدور کے فوت ہونے پر اس کے اہلِ خاندان کو یا اس کے معذور ہونے پر خود اس کو یک مُشت دو ہزار روپے تک رقم دی جائے گی۔

دیہی سطح پر افسران مثلاً تلاٹھی، گرام سیوک، پولس پاٹل اور سرپنچ کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ ایسے کسی بھی حادثے کی خبر ملنے پر ان میں سے جو بھی شخص جائے حادثہ پر پہنچ کر متاثرہ شخص یا اس کے خاندان کے متعلق مہاراشٹر میں مدتِ سکونت کے علاوہ مذکورہ معلومات حاصل کریں۔

یہ معلومات متعلقہ افسر کے ذریعہ تین دن کے اندر تحصیلدار کو پہنچائی جائے گی جس کے بعد تحصیلدار تین ہفتے کے اندر رقم ادا کر دیں گے۔ رقم کی ادائیگی نقد یا پوسٹ آفس سیونگ بینک اکاؤنٹ کے ذریعے کھلے عام کی جائے گی۔
میونسپل علاقوں میں میونسپل کونسلر اور میونسپل عملہ محصول افسران کو تعاون دیتے ہوئے ضروری معلومات تحصیلدار کو بہم پہنچائیں گے۔

قومی راج

امداد کی تفصیل :

(i) حادثے میں موت واقع ہونے پر ... ... دو ہزار روپے

(ii) حادثے میں دونوں بازو، دونوں آنکھیں یا ایک آنکھ اور ایک بازو سے محروم ہونے پر ... ... دو ہزار روپے

(iii) حادثے میں ایک آنکھ یا ایک بازو سے محروم ہونے پر ... ایک ہزار روپیہ

بازو سے محرومی کا مطلب ہاتھ کا کلائی سے یا پیر کا ٹخنے سے کٹ جانا یا ناکارہ ہو جانا ہے۔
۱) حادثے سے مُراد نظر آنے والی کسی بھی خارجی شئے سے لگنے والی ضرب ہے۔ قدرتی مصائب میں زلزلے اور سیلاب سے متاثر ہونے والے مزدوروں اور ان کے اہلِ خاندان کو اس اسکیم کے تحت امداد نہیں دی جائے گی۔ اسی طرح قانون شکنی یا ارتکابِ جرم کے نتیجہ میں اعضائے جسمانی سے محروم ہونے یا موت ہو جانے پر، خودکشی کی کوشش یا شراب کے سانحے سے متاثر ہونے والوں کو بھی اس اسکیم کے تحت امداد نہیں دی جائے گی۔
ضلع واری سطح پر کلکٹر اسکیم کے نفاذ کے ذمہ دار ہوں گے، تاہم عملی طور پر ڈویژنل آفیسر کی نگرانی میں تحصیلدار کے ذریعہ اسکیم پر عمل آوری ہوگی۔

حالانکہ ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق ریاست میں کل ۱۸ء۱۵۸ لاکھ آبادی زرعی دصنعتی مزدور اور گھریلو ملازمین طبقہ پر مشتمل ہے لیکن توقع ہے کہ ایک کروڑ افراد اس اسکیم کے تحت مالی طور پر فیضیاب ہوں گے

فوری توجہ کے لئے

ہمیشہ "حوالہ نمبر" (جو آپ کے پتہ کے اوپری حصہ پر درج ہوتا ہے) ضرور تحریر فرمائیں۔ اپنا پتہ صاف صاف لکھیں اور اُردو کے ساتھ ہندی، انگریزی یا مراٹھی میں بھی تحریر فرما دیں۔

(ادارہ)

خبریں - تصویروں میں



وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے "راج رشی شاہو مہاراج" کی ۱۰۸ ویں جینتی کے موقع پر ۲۶ جولائی کو منترالیہ، بمبئی میں راج رشی شاہو مہاراج کی تصویر کو مالا پہنا رہے ہیں.



وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے کے اعزاز میں ۳۱ جولائی ۱۹۸۲ء کو ضلع پریشد ہال، ناشک میں ضلع پریشد کی جانب سے ایک استقبالیہ تقریب منعقد کی گئی. اس موقع پر ناشک ضلع پریشد کے صدر، شری موتی اناّ سوریہ ونشی، نے وزیراعلیٰ کو سپاسنامہ پیش کیا. زیرِ نظر تصویر میں (بائیں سے) شری بھگونت راؤ گائیکواڑ، وزیر برائے زراعت، بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے، وزیراعلیٰ، ڈاکٹر بلی رام ہیرے، وزیر برائے صحت عامہ اور ضلع پریشد کے صدر دیکھے جا سکتے ہیں



وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے سے اُن کی سرکاری رہائش گاہ 'ورشا'، بمبئی پر ۲۸ جولائی ۱۹۸۲ء کو ناگپور آکاش وانی کے فنکاروں کے ایک وفد نے ملاقات کی۔ زیر نظر تصویر میں وزیر اعلیٰ اراکینِ وفد سے بات چیت میں مصروف ہیں۔



ڈاکٹر شریکانت جیچکر، وزیر مملکت برائے اطلاعات و رابطۂ عامہ نے 'ٹی۔ وی ٹیکس'' کا نفاذ ہوتے ہی یکم جولائی ۱۹۸۲ء کو سب سے پہلے اسٹیٹ بینک، ریکلے میشن پر اپنا ٹیکس ادا کیا۔ یہ اسی موقع کی تصویر ہے۔



وزیراعلیٰ بیرسٹر باباصاحب بھوسلے ۲۹ جولائی کو منترالیہ بمبئی میں محکمۂ امدادِ باہمی کے سکریٹری، شری آر سی. سنہا سے مہاراشٹر میں شکر کے کارخانوں کی "شکر پیداوار پر ٹیکس" سے متعلق رپورٹ قبول فرما رہے ہیں. زیرِ نظر تصویر میں ڈاکٹر بلی رام ہیرے، وزیر برائے صحتِ عامہ، ڈاکٹر دی. سبرامنیم، وزیر برائے مالیات اور شری ایس. این. ڈیسائی، وزیر مملکت برائے امداد باہمی بھی دیکھے جا سکتے ہیں.

ڈاکٹر دی. سبرامنیم، وزیر برائے غذا اور شہری رسد نے یکم اگست کو بمبئی راشننگ علاقے کے کاندیولی میں واقع نئے ڈویژنل آفس کا افتتاح کیا. اس موقع پر لی گئی تصویر میں ڈاکٹر لیلا دھر دیا سن، نائب وزیر بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔





وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے کی زیرِ صدارت ۲ راگست ۱۹۸۲ء کو منترالیہ، بمبئی میں منعقدہ ایک میٹنگ میں محکمۂ زراعت کے ترقیاتی کاموں کا جائزہ لیا گیا۔ زیرِ نظر تصویر میں وزیر اعلیٰ کے علاوہ وزیر برائے منصوبہ بندی، ڈاکٹر وی. سبرامنیم، وزیر زراعت شری بھگونت راؤ گائیکواڑ، وزیر مملکت برائے زراعت شری ولاس راؤ دیشمکھ بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

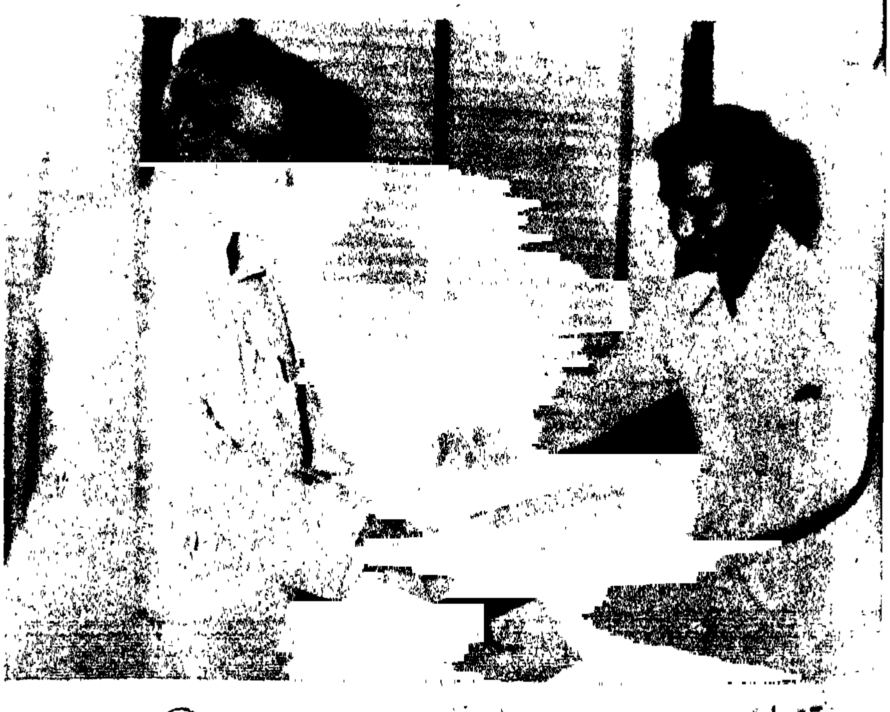


ڈاکٹر شری کانت جیچکر وزیر مملکت برائے اطلاعات و رابطۂ عامہ، یوتھ ہوسٹلس ایسوسی ایشن کی بمبئی شاخ کی جانب سے ہوٹل بامبے انٹرنیشنل میں ۲۸ر جولائی کو منعقدہ ایک پروگرام میں "سیاحت اور ہوٹل صنعت میں نوجوانوں کا رول" کے موضوع پر تقریر فرما رہے ہیں





مہاراشٹر ودھان پریشد کے نئے منتخبہ اراکین کی رسم حلف برداری، ۳۰ر جولائی کو ودھان پریشد، بمبئی میں ادا کی گئی۔ زیر نظر تصویر میں ودھان پریشد کے ڈپٹی چیرمین شری اے۔ جی۔ پوار، نئے منتخبہ اراکین کو حلف دلا رہے ہیں۔ زیر نظر تصویر میں وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے اور ودھان سبھا کے ڈپٹی اسپیکر شری شنکر راؤ بھگتاپ بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔



شری بھگونت راؤ گائیکواڑ، وزیر برائے محنت چرم سازی کی صنعت کے ملازمین کی اقل ترین اُجرت کے لئے نامزد کردہ کمیٹی کے رکن شری ہری داس واہنکر سے ۱۴ر جولائی ۱۹۸۲ء کو کمیٹی کی رپورٹ وصول کر رہے ہیں۔



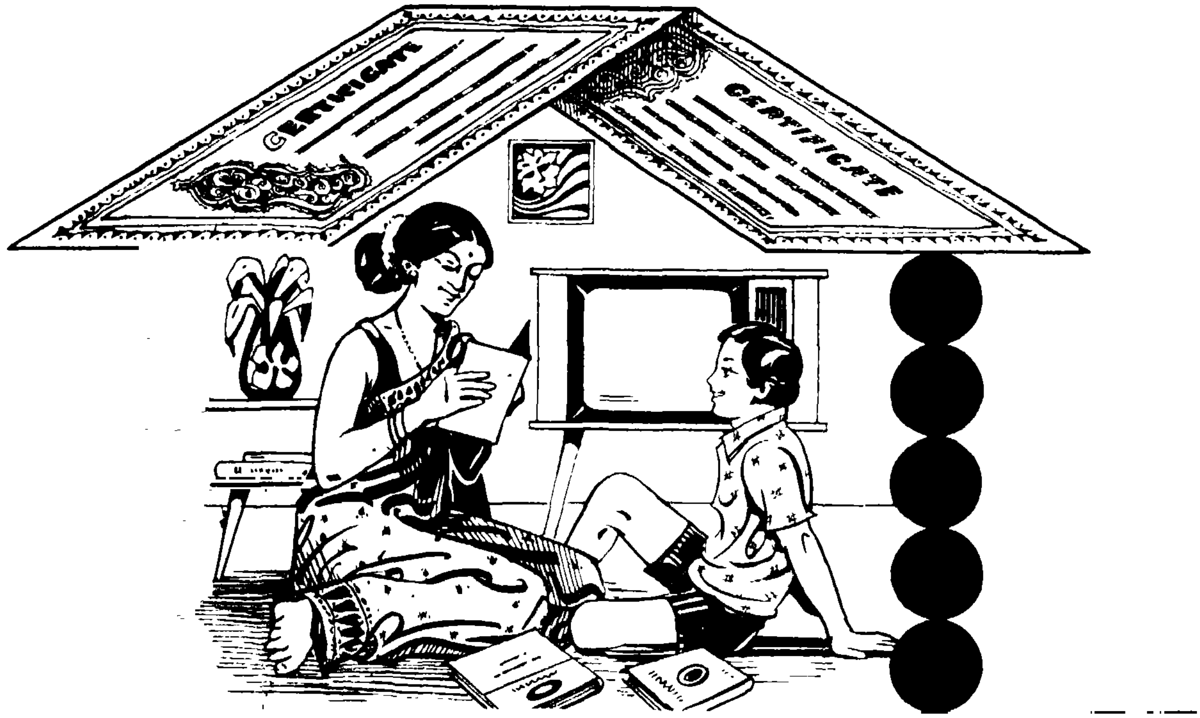
چیمبور کلی کے شری رام جی لکشمی چند مین متر منڈل کی جانب سے ۴ اگست ۱۹۸۲ء، آرتھر روڈ، سنٹرل جیل، بمبئی میں "راکھی بندھن" کا تہوار منایا گیا
اس موقع پر منعقدہ ایک تقریب میں مہمانِ خصوصی ڈاکٹر بلی رام ہیرے، وزیر برائے صحتِ عامہ، دو لڑکیوں کو قیدیوں کو راکھی باندھتے ہوئے دیکھ رہے ہیں



شری اے. ایم. دیوستھلے، محکمۂ اطلاعات سیاحت و ثقافتی امور کے سکریٹری اور ڈائرکٹر جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز نے بمبئی عظمیٰ کے کلکٹر کے دفتر کے ملازمین کی تنظیم کی جانب سے ۳۱ جولائی کو شانمکھانند ہال میں منعقدہ ثقافتی پروگرام میں بحیثیت مہمانِ خصوصی شرکت کی۔ زیرِ نظر تصویر میں آپ کا استقبال کیا جا رہا ہے۔

TWO-IN-ONE PACKAGE

TRIPLE YOUR MONEY AND PROTECT YOUR FAMILY



BUY SOCIAL SECURITY CERTIFICATES

A unique deal for your money and family. Purchase Social Security Certificates and multiply your money! These certificates provide insurance cover to your family and also fetch guaranteed triple returns!!

SALIENT FEATURES:

1. The certificates will be issued in denominations of Rs. 500/- and Rs. 1,000/- only.
2. A certificate of Rs. 500/- fetches a return of Rs. 1,500/- and that of Rs 1,000/-, Rs. 3,000/- at maturity or on death of the holder during maturity period-as provided in 3 below·
3. In the event of death of a holder, his nominee or legal heir gets full maturity value immediately in case of non-natural causes except self-injury or suicide and *if death occurs due to natural causes* after 2 years from the date of purchase
4. Certificates can be purchased by persons in the age group of 18 to 45 years.
5. An individual can hold certificates to the maximum extent of Rs. 5,000/-. Certificates can be purchased on different dates and from different post offices subject to this ceiling.
6. The rate of interest is 11.3% p.a. (Compounded half-yearly).
7. The maturity period of the certificates is 10 years.
8. Certificates can be encashed prematurely any time after three years.
9. Interest is exempt Under Section 80-L of Income Tax Act up-to Rs. 6,000/- alongwith interest on other approved securities and bank deposits. In the case of death, the full maturity value payable prematurely will be wholly exempt from Income-Tax.
10. The certificates can be pledged as security.

These certificates are available in Post Offices from 1st June, 1982 onwards.

For details contact

- Directorate of Small Savings, New Administrative Building, Bombay-400 032. Phone 232537/230290
- Nearest Post Office.
- Small Savings Agents
- Asstt Director of Small Savings. C/o District Collector.

DGIPR/SS/2/English/1982-83

MIRAJ : Regd. No. MH-BY South-544 *Licence No. 89 for 'without prepayment of postage'*

MAHARASHTRA'S FIRM AND DECISIVE STEPS

— to improve efficiency

— to avoid delays

— to ensure speed and

— to reach the benefits to the needy

[illegible]

Stress on substance

شائع کردہ : اے۔ ایم۔ دیوسٹھلے، ڈائرکٹر جنرل ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، گورنمنٹ آف مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲
مطبوعہ : گورنمنٹ سنٹرل پریس، بمبئی





مجاہدینِ آزادی کی یاد میں ریاست کے مختلف مقامات پر تعمیر کردہ ۲۰۱ یادگار عمارتوں کا امسال اگست کرانتی دن کو رسمہ طور پر افتتاح کر دیا گیا۔ زیرِ نظر تصویر میں شہید شری پرسورام گھارگے کی بیوہ شریمتی ہیرا بائی گھارگے، بمبئی کے پرانے کونسل ہال میں روایتی دیپ جلا کر ایک یادگار کے نمونے کا افتتاح کر رہی ہیں، موصوفہ کے قریب وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے اور شری بی. ایم. گائیکواڑ، وزیر زراعت دمحت دیکھے جا سکتے ہیں۔

وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے، بمبئی کے اگست کرانتی میدان میں بنی یادگار پر پھولوں کی مالا رکھ کر شہیدوں کو خراجِ عقیدت پیش کر رہے ہیں۔



یوم آزادی نمبر
قومی راج
جلد ۹
شمارہ ۱۶
۲۵ اگست ۱۹۸۲ء
ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے
سالانہ : دس روپے ✱ قیمت فی کاپی : پچاس پیسے



ترتیب



چیف ایڈیٹر : اے . ایم . دیوستھلے
ایڈیٹر : ریاض احمد خاں

قارئین کی رائے

★ شفیع اللہ خاں رازؔ (ایم۔اے)
ایس۔این۔کالج، کٹرہ پُر دل خاں، اٹاوہ ـ ۲۰۶۰۰۱ (یو۔پی)

'قومی راج' صرف سرکاری جریدہ نہیں بلکہ تمام علمی وادبی حلقوں کا پُرخلوص واحد ترجمان ہے ـ یہی وجہ ہے کہ اس پرچہ کو تمام سرکاری وغیر سرکاری رسائل پر ہر لحاظ و اعتبار سے فوقیت اور اولیت حاصل ہے ـ ہر شمارہ بے حد مفید، کارآمد، بامقصد اور معلوماتی نظم و نثر کا صدا بہار گلستاں ہے ـ ربّ العزت اسے مصائب روزگار کی بادِ سموم سے محفوظ رکھے ـ

محترم امان اللہ خاں شیروانی، پرنسپل اسلامیہ کالج، اٹاوہ کا مضمون "پنڈت نہرو کے تعلیمی افکار و نظریات" بہت پسند آیا ـ

★

★ مُجیب الرحمٰن بزمیؔ
قصرِ بزمی، رحمت کالونی، ڈارنڈا ـ رانچی (بہار) ـ ۸۳۴۰۰۲

'قومی راج' ۲۵ مئی ۱۹۸۲ء کا شمارہ اور ۱۰ جون ۱۹۸۲ء کا شمارہ باصرہ نواز ہوا ـ کاغذ، کتابت، تصویروں کے ذریعہ خبریں، حکومتِ مہاراشٹر کے ترقیاتی پروگرام کے ساتھ ساتھ شعری شمولات بھی قابلِ ستائش ہیں ـ آپ کی کوشش اور محنت کے سبب 'قومی راج' بے حد جاذبِ نظر اور پُرکشش بنتا جا رہا ہے ـ مُبارکباد قبول کریں ـ

★

★ مہدی پرتاپگڈھی
معرفت ایگزیکیٹو انجینیر، اریگیشن ڈویژن ـ پرتاپگڈھ (یو۔پی)

۲۵ مئی اور ۱۰ جون کے مشترکہ شمارہ میں "شہید وطن اشفاق اللہ خاں" پر حکیم عبدالقوی دریاآبادی کا مضمون' وقت کی ضرورت ہے، ایسے مضامین نئی نسل کی رہنمائی کے لئے ضروری ہیں ـ ڈاکٹر اختر نظمی، آذر بارہ بنکوی، ارشد نظر، قمر اقبال، فاروق شمیم اور نشتر خانقاہی کی غزلیں ذہن پر اپنا اثر چھوڑتی ہیں ـ

۲۵ اپریل ۸۲ء کا شمارہ مجھے ان دونوں سے زیادہ پسند آیا اس میں ادبی حصہ زیادہ وقیع تھا ـ راشد جمال اور عبدالمجید سرور کے مضامین مختصر ہوتے ہوئے بھی اچھے تھے ـ شفیع اللہ خاں راز اٹاوی، ذاکر جلالپوری، محمود راہی کی غزلیں پُرکشش تھیں ـ اس انتخاب پر مُبارکباد قبول فرمائیے ـ

★

★ عبدالمجید خاں شوقؔ ماھری
زینب منزل، موگھٹ روڈ، کھنڈوہ (ایم۔پی)

معلوم ہوتا ہے آپ حضرات کو کیمیا بنانے کا نسخہ معلوم ہے' ورنہ اس قلیل مدت میں 'قومی راج' کو ہندوستان گیر شہرت کیسے نصیب ہوگئی؟ آپ حضرات کی صحافتی صلاحیتوں پر رشک آتا ہے ـ رسائل اور بھی ہیں (میں کسی کا نام نہیں لیتا) لیکن ان میں صرف اپنے ہی صوبہ کے فنکار نظر آتے ہیں یا پھر ایک مخصوص حلقہ ادیبوں اور شعراء کا ہے جسے نوازا جا رہا ہے اور یہی جذبہ قومی یکجہتی اور اُردو زبان کے لئے سمِ قاتل ہے ـ

آفریں اور مرحبا! کہ 'قومی راج' اس تنگ دلی اور کوتاہ دامانی کا شکار نہیں ـ اس کے گرانقدر اوراق پر ہر صوبہ کے ادیبوں اور شاعروں کے افکار چراغاں کئے ہوئے ہیں نیز قومی راج ادبی دھڑے بندیوں کا بھی شکار نہیں ـ

اُردو زبان کی ترویج و اشاعت اور قومی یکجہتی کے فروغ و مقبولیت کے لئے بھی یہی صحیح طریقۂ کار ہے ـ

★

★ ایچ۔او۔پی۔ سنہا تمنّاؔ سیتاپوری
۲۷۷۱ ـ نورنگ آباد، لکھیم پور کھیری (یو۔پی)

قومی راج کا ایک شمارہ' جناب سیّد اظہر ہاشمی کے توسط سے باصرہ نواز ہوا ـ بہت پسند آیا ـ ساری تخلیقات نہایت صاف ستھرے مذاق کی اور معیاری ہیں ـ رسالہ کو معیاری بنانے میں جو کاوِش کی ہے وہ لائقِ ستائش ہے ـ میری دلی تمنّا ہے کہ آپ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کریں اور پرچہ کو خوب سے خوب تر بناتے رہیں ـ

★



خشک سالی کی صورتحال کا مقابلہ جنگی پیمانہ پر

یومِ آزادی پر وزیرِ اعلیٰ کا پیغام

وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے یومِ آزادی کے موقع پر اپنے پیغام میں خشک سالی کی صورتحال کو سنگین بتلاتے ہوئے مہاراشٹر کے عوام کو یقین دلایا کہ ریاستی حکومت خشک سالی کی صورتحال سے نمٹنے کے لئے جنگی پیمانے پر کوشش کرے گی۔

آپ نے عوام سے بھی اپیل کی کہ وہ سیاست سے بالاتر ہوکر ریاست کو درپیش اس سنگین صورتحال کا مقابلہ کرنے کے لئے متحد ہوجائیں۔

عوام کو یومِ آزادی کی مبارکباد دیتے ہوئے آپ نے عوام سے کہا کہ وہ سینکڑوں شہیدوں کی عظیم قربانیوں کے بعد حاصل کردہ آزادی، ملک کی سالمیت کے تحفظ اور اسے مضبوط و خوشحال بنانے کے لئے کمربستہ ہوجائیں۔ اپنا پیغام جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"گذشتہ ۳۵ سال میں ہوئی ملک کی ترقی اور مستحکم جمہوریت کے واضح نشانات کے لئے ہم پنڈت جواہرلال نہرو کی وسیع النظر رہنمائی کی قدر کرتے ہیں، جنھوں نے ملک میں سائنسی اور تکنیکی ترقی کے راستے بھی ہموار کئے۔

پنڈت نہرو کے ادھورے کاموں کو آج ہماری ہردلعزیز رہنما شریمتی اندرا گاندھی آگے بڑھانے کی کوشش کررہی ہیں اور یہ یقینی ہے کہ سماج کے غریب اور کمزور طبقات کے لئے وزیراعظم کے پیش کردہ نئے بیس نکاتی پروگرام پر بسرعت عمل آوری سے سماجی و معاشی نابرابری کا خاتمہ ہوگا۔ ریاستی حکومت بھی مہاراشٹر میں کم ازکم وقت میں اس پروگرام کو مؤثر طریقے سے عمل میں لانے کے لئے جدوجہد میں مصروف ہے۔

امسال ریاست کو درپیش خشک سالی کی صورت حال سے حکومت اچھی طرح واقف ہے۔ گو کہ گذشتہ چند روز سے تیز بارش کی بناء پر صورتحال بہتر ہوئی ہے، پھر بھی حکومت نے دوبارہ بوائی کے لئے بیجوں کی فراہمی کا انتظام کیا ہے۔ دیگر اہم مسائل میں پینے کے پانی کی فراہمی اور ضمانتِ روزگار اسکیم کے تحت روزگار کے مواقع نیز چارے کی فراہمی شامل ہیں۔ اور اس ضمن میں مناسب اقدامات کئے جارہے ہیں۔

حال ہی میں قحط سالی کی صورتحال پر غور کرنے کے لئے تمام پارٹی لیڈروں کی ممبئی میں ایک میٹنگ بلائی گئی تھی اور اُمید ہے کہ اس بحران کا سامنا کرنے کے لئے متحدہ جدوجہد کرنے کی میری اپیل کا مثبت جواب دیا جائے گا۔ جہاں تک سرکاری اقدامات کا سوال ہے، عوام یقین رکھیں کہ حکومت اس صورتحال کا سامنا جنگی

بہم پہنچانے پر کرے گی۔

بے روزگاری اور نابرابری جیسے مسائل کے حل کے لئے مضبوط معاشی حالات کی ضرورت ہے۔ اس اہمیت پر غور کرتے ہوئے حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ ترقیاتی کاموں کی بہ نسبت غیر پیداواری کاموں پر اخراجات کی حد کم از کم رکھی جائے۔

صحت عامہ کے سلسلہ میں حکومت نے "۲۰۰۰ء تک سب کے لئے صحت" پروگرام کو اصولی طور پر تسلیم کر لیا ہے۔ اس سلسلہ میں معاون پروگراموں، خصوصاً خاندانی بہبود اور قوت بخش غذا فراہمی پروگرام پر معالجاتی اور حفاظتی، دونوں نقطۂ نظر سے عمل آوری جاری ہے۔ اس کے باوجود سنگین بیماریوں مثلاً تپ دق، اندھاپن، جذام اور دیگر متعدی امراض کے انسداد کے لئے محض سرکاری اقدامات کافی نہیں ہیں، اس کے لئے ضروری ہے کہ عوامی خدمت کے جذبے سے سرشار افراد اور ادارے بھی پورا پورا تعاون کریں۔ اس موقع پر آبادی میں تشویشناک حد تک اضافے کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، اور یہ حقیقت بھی کہ آبادی پر قابو پائے بغیر کوئی بہبود اقدامات کارگر ثابت نہیں ہوں گے۔ اس لئے خاندانی منصوبہ بندی پروگرام کو قومی تحریک کے طور پر قبول کیا جانا چاہیئے۔

خشک سالی سے متاثرہ علاقوں میں غربت کی سطح سے نیچے زندگی گذارنے والے چھوٹے کسانوں اور ادیباسیوں کے کھیتوں کے لئے مزید راحتی اقدامات کے طور پر سرکاری اخراجات سے کنوئیں تعمیر کئے جائیں گے۔

امسال حکومت مہاراشٹر نے عام اشخاص کی فلاح و بہبود کے لئے یکم اگست ۱۹۸۲ء سے ایک منفرد اسکیم "شرم جیوی لٹمبھ آشریہ یوجنا" کا اجراء کیا ہے، جس کا مقصد غیر محفوظ محنت کش افراد کو تحفظ دینا ہے۔ اس اسکیم کے تحت ایسے افراد کی موت یا ان کے معذور ہونے پر انھیں اور ان کے اہل خاندان یا خود مزدور کو مالی امداد دی جاتی ہے۔ حادثہ سے متاثرہ ایسے افراد یا ان کے اہل خاندان کو ایک ہزار سے دو ہزار روپے تک مالی امداد دی جاتی ہے۔

حال ہی میں ریاست کے منتخبہ مقامات پر تعمیر کردہ ۲۰۱ شہیدوں کی یادگاروں کا افتتاح مجاہدین آزادی کے شایان شان روایت کے ساتھ کیا گیا۔ ان یادگاروں کو وزیر اعظم کے حسب منشا صحت و تعلیمی مراکز کے طور پر استعمال کرنے کے لئے ریاستی حکومت نے مختلف پروگرام وضع کئے ہیں۔ دوسری اہم اسکیم جس کا ذکر خصوصاً کیا جا سکتا ہے، قدرتی مصائب کا شکار ہونے والے کسانوں کے لئے ہے۔ اس اسکیم کے تحت حکومت نے خشک سالی سے متاثرہ علاقوں میں ۳ ہیکٹر اراضی یا اس سے کم کے مالکان کسانوں کو اور دیگر علاقوں میں دو ہیکٹر اراضی کے مالک کسانوں کو سو فیصد اعانت دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

آخر میں یہ یاد دہانی لازمی ہے کہ پارلیمانی جمہوریت ہمارے طرز زندگی کا لازمی جزو ہے۔ آج ملک میں جمہوریت کو جو استحکام حاصل ہے وہ ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر کے بنائے ہوئے دستور کی دین ہے۔ یہ دستور ہماری جمہوریت، عدلیہ اور انتظامیہ کا ستون ہے۔ آیئے ہم سب اس دستور کی پابندی کا عہد کرتے ہوئے ملک کو خوش حال بنانے کا عزم کریں۔"

جے ہند، جے مہاراشٹر!



ہندوستان میں جمہوریت

★ ڈاکٹر وی۔ سبرامنیم
وزیر مالیات، شہری رسد و منصوبہ بندی

ہندوستان میں جمہوریت کے استحکام سے، جمہوریت کے مخالفین کی شکست ہوئی اور گمراہ کرنے والوں کو مایوس ہونا پڑا ہے۔ جمہوریت کے حامیوں کی یہ فتح ہے کہ ملک میں کامیاب جمہوریت نے اس خیال کو رد کردیا ہے کہ انگریزوں کے جانے کے بعد ہندوستان منتشر ہوجائیگا۔ چند کمزور سیاستدانوں کا یہ اندیشہ بھی تھا کہ آزادی سے ملک کا شیرازہ بکھر جائے گا اور مختلف مذاہب، فرقے اور طبقات پر مشتمل چھوٹے چھوٹے علاقے ہمیشہ ایک دوسرے سے مصروفِ جنگ رہا کریں گے، لیکن حقائق نے یہ سب اندیشے دور کردیئے ہیں۔

بیرونِ ملک خصوصاً مغربی ممالک کے ماہرینِ اقتصادیات نے بھی یہ یقین ظاہر کیا تھا کہ ناپائیداری اور غربت کی وجہ سے ملک کی جمہوریت ابتدا ہی میں ختم ہوجائے گی اور ملک میں مفلسی، بیماری اور معاشی مشکلات کا انبار کھڑا ہوجائے گا۔ آج یہ ماہرینِ اقتصادیات خود اپنے کہے پر شرمندہ نظر آرہے ہیں۔

حصولِ آزادی کے بعد ہندوستان میں مغربی طرز کی جمہوریت قائم ہونے کے امکانات بھی تھے، لیکن ایسا اس لئے نہیں ہوا کیونکہ ہندوستان وہ ملک نہیں ہے جہاں جمہوریت کی تخم ریزی کی گئی ہو، بلکہ یہاں جمہوریت کے طور طریقے بیرونِ ملک سے آئے ہوئے حکمرانوں کے آقا شاہی اور مطلق العنانی کے دور میں بھی پھلتے پھولتے رہے ہیں۔ مساوی حقوق، عورتوں کی عزت، دوسروں کے نظریات کا احترام اور پورے ضابطے اور منظم طریقے سے عوامی انتظام، یہ سب ہندوستانی جمہوری سیاست کی روشن مثالیں ہیں جو نامعلوم عرصہ سے اس ملک میں رائج رہی ہیں۔ ہندوستانی جمہوریت نے اگر مغربی طرز اختیار کیا ہوتا تو شاید بادی النظر میں اس میں کشش ضرور ہوتی لیکن اس سے ہماری جمہوری روایات کی جڑیں کمزور ہوجاتیں۔

جب آنجہانی جواہر لال نہرو نے عوامی طریقۂ انتخاب کی وکالت کی تھی، اس وقت بیرون اور اندرونِ ملک سے یہ آواز اٹھی کہ پنڈت جی محض اندھیرے میں تیر پھینکنے کی کوشش کر رہے ہیں اور وہ اس بات سے بے خبر ہیں کہ بیلٹ باکس ننگے، کمزور، جاہل، بدتہذیب کسانوں

مزدوروں، جنگلوں میں رہنے والے قبائلیوں اور کھیتوں و کارخانوں میں کام کرنے والے مزدوروں کے ہاتھوں میں دینے سے کیا خطرناک نتائج نکل سکتے ہیں۔ لیکن لوگوں نے دیکھا کہ نہرو صحیح ثابت ہوئے وجہ جمہوری دستور نہیں بلکہ وہ اعتماد تھا جو نہرو نے اس قدیم سرزمین کے عام اشخاص کی عقل وفہم سے متعلق قائم کیا تھا اور یہ وہ عام اشخاص تھے جن کے لئے نظامِ جمہوریت ایک بالکل ہی نئی بات تھی، لیکن جو حقیقت میں برسوں سے جمہوریت کے اُصولوں پر کاربند تھے۔

عوامی مسائل کی بنیاد پر اس سرزمین پر چھ عام انتخابات اختتام پذیر ہوئے جن میں ان ہی عام اشخاص نے جنھیں ملک کا اونچا طبقہ حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے، شرکت کی اور ثابت کیا کہ نہرو واقعی عوام کے نبض شناس تھے اور یہ کہ انھوں نے اپنے ملک کے عوام کے فہم وادراک کا بالکل صحیح اندازہ کیا تھا۔

لیکن پنڈت نہرو نے صرف سیاسی نظامِ جمہوریت کی خواہش نہیں کی تھی۔ بلکہ خود ان کے الفاظ میں اُن کی تمنا تھی کہ:

"جمہوریت نصب العین کے حصول کا ذریعہ ہو اور یہ نصب العین عوام کی فلاح و بہبود ہونا چاہئے۔ جمہوریت کس طرز کی ہونی چاہئے، اس بات سے قطع نظر یہ ضروری ہے کہ اس نظام میں عوام کے حالاتِ زندگی میں ایسی بہتری پیدا ہونا چاہئے کہ جس سے کم از کم عوام کی بنیادی معاشی ضروریات پوری ہوسکیں اور عوام کو اپنی صلاحیتیں استعمال کرنے کا پورا پورا موقع مل سکے، پارلیمانی جمہوریت کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں لیکن اگر اس نظام سے عام آدمی کے مسائل حل ہوسکتے ہیں تو یہ کسی بھی سیاسی صورت میں کامیاب ہوسکتی ہے۔"

پنڈت نہرو کے ان الفاظ میں مہاتما گاندھی کے وہ خیالات بھی کارفرما ہیں جن کا اظہار انھوں نے یہ کہتے ہوئے کیا تھا:

"جمہوریت کا صحیح مطلب ہے عوامی فلاح و بہبود کے لئے وقف خدمات میں عوام کے مختلف طبقات سے متعلق تمام معاشی، مالی اور روحانی ذرائع کا سلیقے سے استعمال۔"

اپنے حق رائے دہندگی کا استعمال کرنے والے یہ عام اشخاص گونگے، بہرے یا جانوروں کا ریوڑ نہیں تھے کہ جیسا اُن کے لیڈروں نے چاہا، وہ کرنے پر مجبور تھے۔ یہ لوگ اپنی مرضی کے خود مالک تھے۔ انھیں حق حاصل تھا کہ وہ خود اس بات کا اندازہ لگائیں کہ اُن کے رہنماؤں نے اُن کے لئے کیا کیا۔ اور انھوں نے عوام کے لئے جذبۂ خدمت، اخلاص اور اخلاق کا اندازہ کرنے کے بعد ہی کسی کو دستور ساز اسمبلی میں بھیجا ہے وہ سادہ لوح ضرور ہوسکتے ہیں لیکن حقیر نہیں۔ وہ خاموش نظر آتے ہوں گے لیکن ناسمجھ نہیں۔ وہ اس لائق ہیں کہ وہ کوئی بات سوچیں، سمجھیں اور فیصلہ کریں۔ اتنے جاہل نہیں کہ اندھا دھند کسی بات پر عمل کریں۔

یہی وجہ ہے کہ ۱۹۷۷ء میں شریمتی اندرا گاندھی کی عظمت اور عوام کی فلاح و بہبود کے تئیں ان کی قابل قدر خدمات کے باوجود جب عوام نے یہ محسوس کیا کہ شریمتی اندرا گاندھی کے پیرد کاروں نے اپنی ناسمجھی سے عوام کو نقصان پہنچایا ہے، تو انھوں نے بلا تردد شریمتی اندرا گاندھی کی پارٹی کو اقتدار سے برطرف کر دیا اور دوسروں کو اقتدار سونپا جو اُن کی نظر میں عوام کے لئے موزوں ہوسکتے تھے۔

لیکن پھر دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کے انہی جاہل اور گنوار رائے دہندگان کو پتہ چلا کہ اُن کا انتخاب غلط تھا، پارلیمنٹ اور لیجسلیچر میں اُن کے بھیجے ہوئے لوگ خود غرض اور بچکانہ خیالات کے حامل تھے جو عوام کی فلاح و بہبود کی بجائے خود اپنے فائدے کی سوچتے تھے، جو کسی اصول پر متحد نہیں ہوتے بلکہ اختلافات اور تنازعات سے مزید خرابیاں پیدا کرتے تھے، تب اِن ہی لوگوں نے بغیر کسی پس وپیش کے شریمتی اندرا گاندھی کو دوبارہ اقتدار پر بحال کیا تاکہ وہ قوم کو اس بدحالی سے نجات دلائیں جو شریمتی اندرا گاندھی کی غیر حاضری میں اس ۳۰ مہینوں کے عرصہ میں قوم

پر ایک مصیبت کی طرح نازل ہوئی۔ پھر انہی جاہل اور گنوار رائے دہندگان نے جمہوریت کی توہین کے اس اقدام کی بھی مذمت کی جس کی وجہ ایک ایسے وزیر اعظم کا چُنا ؤ ہوا تھا جس نے ۶ ماہ تک پارلیمنٹ میں اپنی اکثریت کا خیال کئے بغیر ہی اس ملک پر حکومت کی۔

اِن ہی ناسمجھ رائے دہندگان کی عقل کی داد دینی پڑی کہ انھوں نے اپنے حقِ رائے دہندگی کا عوام کے مفاد میں صحیح استعمال کرتے ہوئے عوامی رہنماؤں کو یہ جتا دیا کہ وہ کسی خوش فہمی میں مبتلا نہ رہیں کہ وہ آسانی سے عوام کو بیوقوف بنا سکیں گے۔

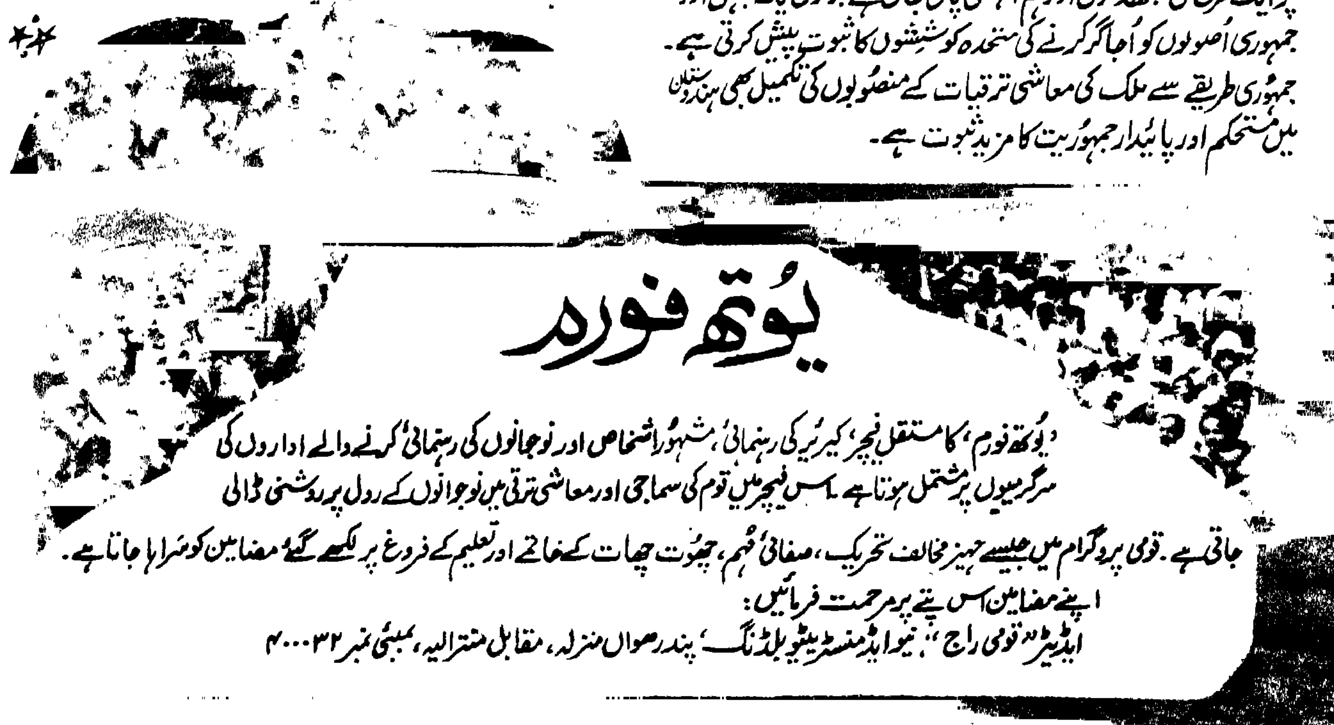
ہندوستانی رائے دہندگان کے عمل اور اس کے نتیجہ میں جمہوری اقدار کی پائیداری نے دنیا بھر کے عوام کو حیرت زدہ کر دیا ہے۔ ایسے کئی آزاد جمہوری عوام ہوں گے، کئی جمہوریتیں ہونگی، لیکن آج یہ ایک اعتراف کردہ حقیقت ہے کہ برصغیر میں ہندوستان کی سب سے بڑی جمہوریت ہی زندہ اور کامیاب جمہوریت ہے۔

اِن سب سے بالاتر، ہندوستان میں جمہوریت کی مضبوطی کی اہم وجہ یہ بھی ہے کہ یہاں وفاقی طرزِ حکومت کے باوجود، مرکز اور ریاستوں میں علیحدہ پارٹیوں کی حکومت ہونے کے باوجود، سیاسی اور معاشی مسائل پر ایک طرح کی سمجھداری اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے جو قومی یک جہتی اور جمہوری اُصولوں کو اُجاگر کرنے کی متحدہ کوششوں کا ثبوت پیش کرتی ہے۔ جمہوری طریقے سے ملک کی معاشی ترقیات کے منصوبوں کی تکمیل بھی ہندوستان میں مستحکم اور پائیدار جمہوریت کا مزید ثبوت ہے۔

ہندوستان کے صدر کا انتخاب ہمارے عوام کے سیکولر اور جمہوری کردار کا واضح ثبوت ہے۔ کئی موقعوں پر صدر نامزد ہونے کے بجائے انتخاب کے ذریعہ چُنے گئے ہیں اور یہ تمام تر کارروائی جمہوری طریقے سے عمل پذیر ہوئی ہے۔ سب سے زیادہ قابلِ ذکر حقیقت یہ ہے کہ ہمارے کچھ صدر اقلیتی طبقہ سے تعلّق رکھتے تھے۔

بیرونِ ملک اِس ملک کی اہمیت اور بین الاقوامی سطح پر قدر و منزلت، بین الاقوامی مباحثوں میں اس ملک کے نظریات کی حمایت، یہ تمام باتیں ہندوستانی رہنماؤں کی صلاحیت اور ہندوستان میں جمہوریت کی کامیابی کا واضح اعتراف ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض موقعوں پر ہندوستان اور دنیا کے چند اہم ممالک کے باہمی تعلقات پر ناخوشگوار اثرات بھی پڑے۔ لیکن دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کی خارجہ پالیسی بھی بے معنی نہیں رہی، اور آج دنیا کی سب سے بڑی جمہوری آبادی، ۷۰۰ ملین لوگوں کی نمائندہ شریمتی اندرا گاندھی کا جس طرح ہر جگہ استقبال کیا جاتا ہے، اُن کی آواز سُنی جاتی ہے اور اُن کے خیالات کو دنیا بھر میں جس طرح سراہا جاتا ہے، یہ صرف شخصِ واحد کی کامیابی نہیں بلکہ ہندوستانی جمہوری تہذیب کی کامیابی کے ساتھ ساتھ مستقبل میں جمہوریت کی مزید پائیداری کا یقینی ثبوت ہے۔



یوتھ فورم

"یوتھ فورم" کا مستقل فیچر، کیریئر کی رہنمائی، مشہور اشخاص اور نوجوانوں کی رہنمائی کرنے والے اداروں کی سرگرمیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس فیچر میں قوم کی سماجی اور معاشی ترقی میں نوجوانوں کے رول پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ قومی پروگرام میں جیسے جہیز مخالف تحریک، صفائی مُہم، چھوت چھات کے خاتمے اور تعلیم کے فروغ پر لکھے گئے مضامین کو سراہا جاتا ہے۔

اپنے مضامین اس پتے پر مرحمت فرمائیں:

ایڈیٹر "قومی راج"، نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ، پندرھواں منزلہ، مقابل منترالیہ، ممبئی نمبر ۴۰۰۰۳۲

نئے بیس نکاتی پروگرام پر عمل درآمد

ریاست میں افلاس کے خاتمے کی جدوجہد تیز تر

وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے کی زیر قیادت مہاراشٹر میں برسر اقتدار حکومت نے ۲۰ جولائی ۱۹۸۲ء کو نصف سال مکمل کرلیا۔ اپنا عہدہ سنبھالنے کے بعد وزیر اعلیٰ نے اپنے پہلے پالیسی بیان میں واضح الفاظ میں اپنی حکومت کا موقف ظاہر کرتے ہوئے کہا تھا کہ ان کی حکومت افلاس کے خاتمے، فراموش کردہ طبقات اور غربت کی سطح سے نچلی زندگی گذارنے والوں کی فلاح و بہبود کے ضامن وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی کے نئے بیس نکاتی پروگرام کو پوری توجہ سے عمل میں لائے گی۔

چھ ماہ کا عرصہ مختصر سہی لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ حکومت نے ۲۰ نکاتی پروگرام کے تمام حصوں پر کامیابی سے عملدرآمد کیا ہے جس کے امید افزا نتائج عیاں ہیں۔

شری مد بھگوت گیتا میں یہ واقعہ درج ہے کہ جب ارجن اس کشمکش میں مبتلا ہوئے کہ میدان جنگ میں خود اپنے ہی بھائی بندوں کے خلاف ہتھیار اٹھائیں یا نہیں تو بھگوان شری کرشن نے اپنی مؤثر تقریر سے انھیں جنگ کے لئے راضی کیا۔ تاریخ بہرحال اپنے آپ کو دہراتی ہے، آج ہم بھی ایسی ہی صورت حال سے دوچار ہیں۔

میدانِ جنگ خود ہمارا ملک ہے لیکن یہاں دشمن کوئی اور نہیں، خود ہمارے بھائی بندوں کی غربت ہے جس کے خلاف ہم جنگ آرا ہیں۔ بے انتہا کوششوں کے باوجود سیکڑوں برسوں سے غربت کا یہ روگ دور نہیں ہو پا رہا ہے۔ اب غربت کے خلاف جنگ میں وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی کا پیش کردہ ۲۰ نکاتی پروگرام ایک پیش قدمی کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ ہمارے عوام کے لئے اعلان ہے کہ غربت کے خلاف اپنی جدوجہد تیز تر کر دیں۔

تمام ریاستوں نے اس پروگرام پر عملدرآمد شروع کر دیا ہے اور اپنے عوام کی غربت دور کرنے پر کمربستہ ہو گئی ہیں۔ مہاراشٹر اپنی شاندار روایات برقرار رکھتے ہوئے اس قومی پروگرام پر عملدرآمد کرنے میں پیش پیش ہے۔ اس کامیابی کا سہرا وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے کی زیر قیادت ریاستی حکومت کے سر ہے۔ اس پروگرام میں شامل تمام نکات پر مؤثر طور سے عمل آوری جاری ہے جس کا جائزہ یہاں پیش کیا جا رہا ہے:

صلاحیتِ آبپاشی میں اضافہ:

ریاست کی ۶۲ فیصد آبادی کا خاص پیشہ زراعت ہے زراعتی ترقیات کے لئے حکومت نے نہریں، بڑے، چھوٹے اور درمیانی آبپاشی پروجیکٹ، کنوئیں اور تقطیر آب تالاب کی تکمیل تیز تر کر دی ہے تاکہ مقررہ میعاد سے کم عرصہ میں ہی یہ کام مکمل ہو جائیں۔ ریاست کی کل قابلِ آبپاشی ۶۱ء۵۲ لاکھ ہیکٹر اراضی میں سے بڑے اور درمیانی آبپاشی پروجیکٹوں کے زیرِ اثر ۲۷ء۴۰ لاکھ ہیکٹر اراضی زیرِ آبپاشی آجانے کی

توقع ہے اور باقی ماندہ چھوٹے آبپاشی پروجیکٹوں کے تحت لائی جائیگی۔

فراہمیٔ آب کے سلسلے میں حکومت نے بڑے اور درمیانی آبپاشی پروجیکٹوں کے علاقوں میں کمانڈ ایریا ڈیولپمنٹ اتھارٹی (کیڈا) اسکیم شروع کی ہے جب کہ دیگر پروجیکٹوں کے علاقوں میں آیاکٹ ڈیولپمنٹ پروگرام جاری کیا گیا ہے۔ بہائی آبپاشی کے ذریعے ۸۱-۱۹۸۰ء تک ۱۹٫۲۰ لاکھ ہیکٹر اراضی کو قابل آبپاشی بنایا گیا ہے۔ ۸۲-۱۹۸۱ء اور ۸۳-۱۹۸۲ء تک اس میں بالترتیب ۴۳٫۳ لاکھ ہیکٹر اور ۶۲٫۱ لاکھ ہیکٹر مزید اراضی کا اضافہ کئے جانے کی امید ہے۔

ریاست میں صلاحیتِ آبپاشی میں اضافہ کے لئے ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران ۲۶۱٫۱۳ کروڑ روپیہ مختص کیا گیا ہے۔ ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران ۴۷٫۶۳ کروڑ روپے کے صرفہ سے ۲٫۰۶ لاکھ ہیکٹر اراضی کی صلاحیتِ آبپاشی میں اضافہ کیا گیا۔ ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران مزید ۲٫۳۰ لاکھ ہیکٹر اراضی کی صلاحیتِ آبپاشی میں اضافہ کیا جائے گا۔

خشک کھیتی :

مہاراشٹر میں کھیتی باڑی دراصل برسات کے ساتھ کسی جوئے سے کم نہیں۔ اگر تمام ذرائع آبپاشی کو کام میں لایا گیا تب بھی صرف ۳۶ فیصد فصلی علاقے ہی زیر آبپاشی آسکیں گے۔ ایسے غیر یقینی حالات میں اگر کوئی کھیتی کامیاب رہ سکتی ہے تو وہ خشک کھیتی ہے۔ خشک کھیتی کے فروغ کے لئے نیز کسانوں کو زیادہ سے زیادہ خشک کھیتی کی جانب راغب کرانے کے لئے دو زراعتی ترقیاتی پروجیکٹ مہاراشٹر میں شروع کئے گئے ہیں۔ خریف فصل کے دوران کسانوں کو مفت بیج کی فراہمی کے لئے ۳۰ لاکھ روپیہ منظور کیا گیا ہے۔ خشک کھیتی کے فروغ کے لئے ایک پروگرام شروع کیا گیا ہے جس کے تحت چھوٹی اراضی کے مالکان کو کھیتی باڑی کے کل اخراجات کا ۸۰ فیصد اور ۴۰ فیصد دیگر کسانوں کو امداد دی جاتی ہے۔ یہ امداد کام میں لاتے ہوئے کسان ضمنی کاروبار مثلاً مویشی پالن، جنگل بانی، باغبانی، چارے کے لئے کھیتی باڑی وغیرہ بھی شروع کر سکتے ہیں۔

دالیں اور تلہن :

دالوں اور تلہن کی زیادہ سے زیادہ پیداوار کے لئے ریاستی حکومت نے ۸۱-۱۹۸۰ء میں ایک خصوصی پروگرام جاری کیا تھا۔ اس پروگرام کے تحت مذکورہ مدت میں دالوں اور تلہن کی پیداوار کے مقررہ نشانوں یعنی ۱۲٫۸۲ لاکھ ٹن اور ۱۲٫۱۰ لاکھ ٹن کے قریب بالترتیب ۸٫۳۲ لاکھ ٹن اور ۱۰٫۰۵ لاکھ ٹن پیداوار حاصل ہوئی۔

مونگ پھلی کی کاشتکاری کے لئے بھی حکومت نے مدھیہ پردیش اور گجرات طرز کا ایک پروگرام ترتیب دیا ہے جو مرکزی حکومت کی منظوری کے لئے بھیج دیا گیا ہے۔ اس پروگرام کو عمل میں لانے سے ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران ریاست میں مونگ پھلی کی پیداوار ۱۰٫۶۸ لاکھ ٹن تک حاصل ہو سکے گی۔

دیہی آبادی کی فلاح و بہبود :

دیہاتوں میں غربت کے خاتمہ کے لئے حکومت نے متعدد اقدامات کئے ہیں۔ فی الوقت دیہی علاقوں میں غربت کی سطح سے نچلی زندگی گذارنے والے افراد کے حالاتِ زندگی میں بہتری پیدا کرنے کی غرض سے ریاست کے ۲۷ بلاکوں میں مربوط دیہی ترقیاتی پروگرام کے نام سے مختلف اسکیمات زیر عمل ہیں۔

اس پروگرام کے تحت ایسے دیہی باشندوں کو جن کی آمدنی سالانہ ۳٫۵۸ روپیہ سے کم اور جو ۵ ایکڑ تک اراضی کے مالک ہیں، منافع بخش کاروبار شروع کرنے کے لئے امداد دی جاتی ہے۔ گذشتہ مالی سال کے دوران اس پروگرام کے تحت ۳۲٫۱۵ کروڑ روپیہ خرچ کیا گیا اور ۱,۵۳,۲۳۰ دیہی باشندوں کو فیضیاب کیا گیا۔ آئندہ مالی سال یعنی ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران اس پروگرام سے ۲,۳۷,۰۰۰ دیہی باشندوں کو فیضیاب کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ جس پر اخراجات کا تخمینہ ۲۳٫۶۸ کروڑ روپیہ لگایا گیا ہے۔ اس سال شروع کے دو مہینوں میں اس پروگرام پر پہلے ہی ۲۶ لاکھ روپیہ خرچ کیا جا چکا ہے اور ۱,۶۰۱ لوگوں کو فائدہ پہنچایا گیا ہے۔

مذکورہ پروگرام کے اہل دیہی خاندانوں کے انتخاب کے لئے سروے تقریباً مکمل کیا جا چکا ہے۔ اس کے علاوہ ضلع اور بلاک سطح پر انتظامیہ کو اس پروگرام پر عمل آوری کے لئے ضروری اختیارات بھی دیئے جا چکے ہیں۔

دیہی روزگار پروگرام :

دیہی روزگار پروگرام، قومی دیہی روزگار پروگرام کے نام سے

مرکز نے شروع کیا ہے ۔ اسی کے ساتھ ۸۲-۱۹۸۱ء تک ریاست نے اپنی ضمانتِ روزگار اسکیم کا اجراء کیا تھا ۔ لیکن ۸۳-۱۹۸۲ء سے دونوں اسکیمات کو علیحدہ کر دیا گیا ہے ۔

اس پروگرام کے لئے گرام پنچایت مالی ذرائع فراہم کرتے ہیں اور اس پروگرام کے تحت شجر کاری ، کنوؤں کی کھدائی ، تالاب ، اسکول ، کھیل کے میدان ، سڑکوں وغیرہ کی تعمیر ، گھاس اور چارے کے لئے کاشتکاری جیسے کاموں میں دیہی عوام کو روزگار فراہم کیا جاتا ہے ۔ حکومت کے علاوہ عوام بھی اس پروگرام کے لئے مدد دے سکتے ہیں ۔ گذشتہ پانچ مہینوں میں دونوں پروگراموں پر ۸۷ء۸۴ کروڑ روپیہ خرچ کیا جا چکا ہے جس کے نتیجہ میں ۶ء۸۵ کروڑ ایام کار فراہم کئے گئے ۔

جاریہ مالی سال کے دوران قومی دیہی روزگار پروگرام کے لئے ۳۱ء۵۶ کروڑ روپیہ مختص کیا گیا ہے، جس کا نصف مرکزی حکومت فراہم کرے گی ۔ مئی ۱۹۸۲ء تک کل ۲۴,۰۰۰ میں سے ۲۰,۰۰۰ گرام پنچایتوں نے اس پروگرام کے تحت ۳۹,۸۰۲ کام شروع کئے ہیں ۔

اراضی حدبندی قانون :

ریاستی سطح پر اراضی حدبندی کی کامیاب عمل آوری کے سلسلے میں مہاراشٹر نے دیگر ریاستوں کے مقابلے میں بہتر انتظامات کر کے ملک بھر میں اولیت حاصل کی ہے ۔ اراضی حدبندی پر نظرثانی کے بعد ریاست میں اراضی کی حد دائمی آبپاشی کے تحت ۱۸ ایکڑ، غیر یقینی آبپاشی کے تحت ۳۶ ایکڑ اور خشک کھیتی کے تحت ۵۴ ایکڑ مقرر کی گئی ہے ۔

مذکورہ بالا حد سے زیادہ اراضی، حکومت اپنے قبضہ میں لیکر بے زمین کسانوں میں تقسیم کر دیتی ہے ۔ زمین کی تقسیم میں بھی ۵۰ فیصد زمین مندرج جاتیوں ، قبائل اور پسماندہ طبقات کے لوگوں میں تقسیم کی جاتی ہے ۔ اب تک اس طرح کی ۲ء۸۱ لاکھ ہیکٹر فاضل اراضی میں سے حکومت ۲ء۲۹ لاکھ ہیکٹر اراضی مختلف طبقات کے بے زمین افراد میں تقسیم کر چکی ہے ۔ ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران مزید ۵۳,۰۰۰ ہیکٹر فاضل اراضی اسی طرح تقسیم کئے جانے کی توقع ہے ۔

یہی نہیں بلکہ ایسی زمین کے مالکان کو زراعتی ساز و سامان کی خریدی کے لئے ۱,۰۰۰ روپیہ فی ہیکٹر اراضی کے حساب سے امداد بھی دی جاتی ہے ۔ مارچ ۱۹۸۲ء تک اس پروگرام کے تحت ۱۷,۸۰۶ افراد کو امداد دی جا چکی ہے ۔ اسی مدّت میں دوسری اسکیم کے تحت ۶۴,۳۵,۱۹۹ کسانوں کو کھاتے پُستک بھی تقسیم کئے گئے ۔

زراعتی مزدُوروں کی اُجرت :

ریاست میں زراعتی مزدوروں کے لئے کم از کم اُجرت کے تعین کے لئے شری وی ۔ ایس ۔ پاگے کی زیر صدارت حکومت کی نامزد کردہ کمیٹی، حکومت کو اپنی رپورٹ پیش کر چکی ہے، جس کا باریک بینی سے مطالعہ کیا جا رہا ہے ۔

اس عرصہ میں اُجرت کے سلسلے میں مزدوروں کے استحصال کے معاملات کی چھان بین کی غرض سے حکومت کی نگراں کمیٹی نے مارچ ۱۹۸۲ء تک تین مہینوں میں ۶۱,۰۰۰ مقامات کا دورہ کیا اور استحصال کے ۲۰,۳۴۴ معاملات کا پتہ چلایا ۔ ان میں سے ۲۰,۱۰۰ معاملات کو درست کر لیا گیا ہے اور ۱۸ معاملات میں قانونی کارروائی شروع کی جا چکی ہے ۔ زراعتی مزدوروں کے لئے فائدہ مند ان اقدامات پر ۲ء۱۱ لاکھ روپیہ خرچ کیا گیا ہے ۔

بَندھوا مزدُوروں کی بازآبادکاری :

مفلسی اور مالی دشواریوں کی وجہ سے کئی افراد بندھوا مزدُوری کی لعنت کا شکار ہو جاتے ہیں ۔ سخت اقدامات کی بدولت ریاست میں فی الحال بندھوا مزدوری اتنے زوروں پر نہیں ہے پھر بھی حکومت نے اپنے تئیں سماج کے کمزور اور غریب افراد کو بندھوا مزدوری کی لعنت سے بچانے کیلئے نیز ان کی مالی حالت کو بہتر بنانے کے لئے مؤثر کوششیں کی ہیں ۔ ادیباسی علاقوں میں ساہوکاری ختم کر دی گئی ہے ، اور اس کی جگہ ۳ کروڑ روپیہ گشتی فنڈ کے طور پر مختص کر کے ادیباسیوں کے لئے کھاوتی قرض اسکیم شروع کی گئی ہے ۔ اس اسکیم کے تحت قرض خواہ ادیباسیوں کو ۳۰ فیصد نقد اور ۷۰ فیصد جنس یعنی اناج ، مٹی کا تیل ، کپڑا ، نمک اور تیل کی صورت میں دیا جاتا ہے ۔ گذشتہ سال اس قرض اسکیم کے تحت ۵۰,۰۰۰ ادیباسیوں میں ۵۴ء۲۵ لاکھ روپیہ تقسیم کیا گیا ۔

غیر مندرج قبائیلیوں کے لئے خصوصی منصوبہ :

غیر مندرج قبائلی طبقات اور نو۔بدھ افراد کی فلاح و بہبود کے لئے بھی حکومت نے موثر اقدامات کئے ہیں۔ایک خصوصی منصوبے کے تحت ۱۹۸۰ء سے ۱۹۸۲ء سالوں کے دوران مذکورہ طبقات کے بالترتیب ۵۴٫۰۰۰ اور ۸۶ء۱ لاکھ افراد کو فیضیاب کیا جا چکا ہے۔ ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران ۸۷ء۱ لاکھ افراد کا نشانہ مقرر کیا گیا ہے جس میں سے مئی کے آخر تک اس اسکیم سے ۲٫۰۳۴ افراد فیضیاب ہو چکے ہیں۔

ضمنی۔قبائلی منصوبہ :

مہاراشٹر میں رائج العمل اس منفرد اسکیم کا خاص مقصد ادیباسی اور غیر ادیباسی علاقوں میں فرق مٹانا ہے۔اسی کے ساتھ ادیباسیوں کے استحصال کی روک تھام اور ان کے حالاتِ زندگی میں بہتری بھی مذکورہ اسکیم کے مقاصد میں شامل ہے۔ اس ضمن میں متعدد قوانین بھی نافذ کئے جا چکے ہیں۔ادیباسی ترقیاتی کارپوریشن قائم کرکے حکومت نے ادیباسیوں کی جنگلاتی اور زراعتی پیداوار کی اجارہ دارانہ خرید و فروخت کے لئے ایک ذریعہ پیدا کیا ہے۔دیگر طریقوں سے بھی ادیباسیوں کی امداد کی جاتی ہے۔مثلاً انھیں زمینیں واپس دلائی جاتی ہیں، کھاواتی قرضے دیئے جاتے ہیں، ان کے علاقوں میں فراہمیٔ آب کے لئے کنوئیں تعمیر کئے جاتے ہیں، کنوؤں پر پمپ مشینیں نصب کی جاتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔

۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران ادیباسی کاشتکاروں کے لئے آبپاشی کنوؤں کی تعمیر، بجلی کے پمپ کی فراہمی، ڈیزل پمپ کی فراہمی جیسے کاموں پر ۳۳۶ لاکھ روپیہ خرچ کیا گیا۔ادیباسیوں کو زمینیں واپس دلانے پر ۴۳ء۱۰ لاکھ روپیہ خرچ کیا گیا۔اب ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران اس اسکیم کے تحت دس لاکھ روپیہ مختص کیا گیا ہے اور ۳٫۵۰۰ ادیباسی آبادی کے فیضیاب ہونے کی توقع ہے۔

دیہی علاقوں میں پینے کا پانی :

دیہی علاقوں میں صاف و شفاف پینے کے پانی کی فراہمی کے لئے حکومت کے خاص انتظامات کے تحت ضلع پریشد، واٹر سروے اینڈ ڈیولپمنٹ ایجنسی اور مہاراشٹر واٹر سپلائی اینڈ سیوریج بورڈ کے ذریعہ اقدامات کئے جاتے ہیں۔یہ ایجنسیاں خصوصاً ان دیہی علاقوں پر خاص توجہ دیتی ہیں جہاں پینے کے پانی کی قلت ہے یا جہاں ایسی سہولت برسوں سے مہیا نہیں کی جا سکی ہے۔

چھٹے پانچسالہ منصوبے کی شروع مدت میں حکومت ۱۱۲٫۷ دیہاتوں کو پینے کے پانی کی سہولت فراہم کرنے کی کوشش کر رہی ہے اور اس سلسلے میں توقع ہے کہ ۸۵-۱۹۸۴ء تک تمام انتظامات مکمل کر لئے جائیں گے۔ فی الحال ۸۳-۱۹۸۲ء تک ۳٫۳۷۳ دیہاتوں کے لئے فراہمیٔ آب کے نامکمل انتظامات کو تیزی سے مکمل کر لیا جائے گا، اور جلد ہی ۳٫۴۲۹ دیہاتوں میں پینے کے پانی کی سہولت فراہم کرنے کے انتظامات شروع کر دیئے جائیں گے۔اس عرصہ میں جاری سال کے اوّل پانچ مہینوں تک کم از کم ۱۳۴۷ دیہاتوں کو یہ سہولت مہیا کی جا چکی ہے۔

بے گھروں کو مکانات :

دیہی علاقوں میں بے زمین مزدوروں کے لئے رہائش ایک سنگین مسئلہ ہے۔۱۹۷۵ء میں کچھ حد تک حکومت نے دیہی علاقوں میں بے زمین مزدوروں کو رہائشی مکانات کی تعمیر کے لئے جگہ کی فراہمی کی ایک اسکیم شروع کی تھی۔اب اس اسکیم کی توسیع کرتے ہوئے اس میں تمام دیہاتوں کے ساتھ ساتھ کم از کم ۱۵٫۰۰۰ آبادی والے 'سی' درجہ کے میونسپل کونسل علاقوں کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔۸۱-۱۹۸۰ء کے دوران اس اسکیم کے تحت ۱۳٫۷۷۵ اور ۴ جھونپڑے تعمیر کئے جا چکے ہیں۔۱۹۸۲ء کے پہلے سہ ماہی عرصہ میں ۳۶٫۶۹۴ رہائشی مکانات فراہم کئے جا چکے ہیں۔۸۳-۱۹۸۲ء کے لئے ۶۹٫۲۰۰ کا نشانہ مقرر کیا گیا۔جس میں اپریل اور مئی تک ۱۱٫۸۷۸ جھونپڑے تعمیر کئے جا چکے ہیں۔

سلم بستیوں کا سدھار :

شہری علاقوں میں سلم بستیاں ناقابلِ برداشت ضرور ہیں لیکن انھیں ختم نہیں کیا جا سکتا۔ہاں یہ ضرور ہے کہ سلم بستیوں میں سدھار پیدا کرکے انھیں برداشت کے قابل بنایا جا سکتا ہے۔اسی حصولِ مقصد کے لئے مہاراشٹر کے ۱۷ شہروں میں سلم سدھار پروگرام نافذ کیا گیا ہے۔ اس پروگرام کے تحت سلم بستیوں میں بنیادی ضروریات مثلاً پانی کے نل، نکاسی انتظام، صاف سڑکیں، روشنی کا انتظام وغیرہ مہیا کی جاتی ہیں۔ ۸۱-۱۹۸۰ء کے دوران ۰۶ء۱ لاکھ سلم بستیوں میں مذکورہ سہولیات مہیا کی گئی ہیں۔اس سال کے ابتدائی پانچ ماہ میں تین کروڑ روپیہ اس پروگرام پر خرچ کیا گیا، اور ۵ء۱ لاکھ سلم بستیوں کو سدھارا گیا۔

بجلی میں اضافہ:

بڑے پیمانے کی صنعتوں کے فروغ کے ساتھ ساتھ خود حکومت، ریاست میں زراعتی۔صنعتی سماج تشکیل دینا چاہتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کام کے لئے بجلی کی اشد ضرورت ہے۔ چھٹے پانچسالہ منصوبے کی شروع مدت سے لے کر ۸۲-۱۹۸۱ء تک ۳۱۶ء۳ میگھا واٹ بجلی کی پیداوار میں مزید ۳۰۳ میگھا واٹ بجلی کا اضافہ کیا گیا ہے۔ ۸۳-۱۹۸۲ء کے لئے ۹۱۶ میگھا واٹ بجلی کی پیداوار کا نشانہ مقرر ہے۔ اس سلسلے میں ریاستی حکومت نے ۸۱۷ء۵ میگھا واٹ صلاحیت کے چھ پاور جنریشن اسکیمات مرکز کی منظوری کے لئے روانہ کی ہیں۔

دیہاتوں میں بجلی:

ریاستی حکومت تمام دیہاتوں میں بجلی فراہم کرنا چاہتی ہے۔ اس ضمن میں حکومت کامیابی کی حد تک پہنچتے ہوئے صرف ۸،۱۵۳ دیہاتوں کو چھوڑ کر تمام دیہاتوں کو بجلی فراہم کر چکی ہے ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران ۱،۲۲۶ دیہاتوں میں بجلی فراہم کی گئی۔ ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران ۲،۰۰۰ دیہاتوں میں بجلی پہنچائی جائیگی اس کے علاوہ ۱۵،۲۱۵ زراعتی پمپوں میں بجلی کا استعمال کیا جائیگا۔ اس سال جنوری تا مئی ۳۷۷ دیہاتوں میں بجلی فراہم کی گئی، اور ۲۵،۷۲۵ زراعتی پمپوں کو بجلی سے استعمال کے قابل بنایا گیا ہے۔

جنگلاتی ترقیات:

جنگلات ہمارا قدرتی ورثہ ہیں۔ نیشنل فاریسٹ پالیسی کے مطابق کسی بھی ریاست میں ⅓ علاقہ جنگلات پر مشتمل ہونا چاہیے حکومت مہاراشٹر نے بھی اپنی ریاست میں جنگلات اور جنگلی جانداروں کے تحفظ کے لئے متعدد اقدامات کئے ہیں جن میں قابل ذکر سوشیل فاریسٹری کے لئے جولائی ۱۹۸۱ء میں ایک علیحدہ ڈائرکٹوریٹ کا قیام ہے۔ شجرکاری اسکیم کے تحت ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران ۸،۷۴ لاکھ پودے لگائے گئے اور ۸۳-۱۹۸۲ء کیلئے مزید ۱۲ لاکھ کا نشانہ مقرر کیا گیا ہے۔ سوشیل فاریسٹری کے تحت جنگل بانی کو فروغ دینے کے لئے ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران ۱۰۰۰ لاکھ پودے لگائے گئے اور ۸۳-۱۹۸۲ء کے لئے ۱۵۰۰ لاکھ پودوں کا نشانہ مقرر کیا گیا

خاندانی بہبود پروگرام:

خاندانی بہبود پروگرام کی ریاست میں عمل آوری کے لئے مہاراشٹر نہ صرف پیش پیش ہے بلکہ عمدہ کارکردگی کے لئے مہاراشٹر نے اس سلسلے میں ۱۰ نیشنل ایوارڈ بھی حاصل کئے ہیں۔ خاندانی بہبود کو بالکل ہی رضاکارانہ طور پر عمل میں لایا گیا ہے۔ ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران خاندانی بہبود پروگرام کے تحت ریاست مہاراشٹر میں مقررہ نشانے سے زیادہ ۲،۹۵ لاکھ مردانہ نسبندیاں کی گئی ہیں۔ اس سلسلے میں ریاست نے مالیہ نشانہ ۴،۷۳ لاکھ آپریشن مقرر کیا ہے۔

طبی سہولیات:

دیہاتوں میں طبی سہولیات کی فراہمی کے لئے حکومت نے خاص انتظامات کئے ہیں اور چھٹے پنچ سالہ منصوبے میں اسے بطور خاص شامل کیا ہے۔ ریاست میں فی الحال ۴۵۴ پرائمری ہیلتھ سینٹرز اور ۳،۸۷۹ سب۔سینٹرز قائم ہیں۔ ۸۳-۱۹۸۲ء میں ۲۲ مزید پرائمری ہیلتھ سینٹرز اور ۱،۰۰۰ سب۔سینٹرز کھولے جائینگے اسی طرح ۱۰۰ گشتی دواخانے جاری کرنے کی ایک اسکیم پر بھی غور وخوض کیا جارہا ہے۔

ریاست میں انسداد جذام کے لئے خصوصی پروگرام نافذالعمل ہے۔ اس سلسلے میں ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران جذام کی روک تھام کے لئے تین شہری انسدادی عملہ، ایک بازآبادکاری عملہ اور ۷ طبی عملے کی تشکیل دیئے جانے کی تجویز پیش کی گئی ہے۔

صحت کے نقطۂ نظر سے جذام کی بیماری ایک تشویشناک مسئلہ ہے۔ بدقسمتی سے ریاست کی ۱۰ لاکھ آبادی اس موذی مرض میں مبتلا ہے اس لئے انسداد جذام کے لئے حکومت نے جنگی پیمانے پر کوششیں جاری رکھی ہیں۔ جذام کی تشخیص اور علاج و معالجہ کے لئے ریاست میں باقاعدگی سے طبی کیمپ منعقد کئے جاتے ہیں، اور بی سی جی کا ٹیکہ لگایا جاتا ہے۔

اسی طرح اندھے پن کی روک تھام کے لئے بھی کوششیں کی جارہی ہیں۔ اس سلسلہ میں امسال ۱۰ جون کو امراض چشم کے ماہر سرجن آنجہانی ڈاکٹر آر۔ایل۔ بھالچندر کی یاد میں یوم عطیۂ چشم (درشٹی دان دیوس) منایا گیا۔ اب ہر سال اسی دن یوم عطیۂ چشم منایا جائے گا۔ امراض چشم سے متعلق مارچ ۱۹۸۲ء تک ایک

لاکھ سے زیادہ آپریشن کئے گئے اور ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران مزید ایک لاکھ آپریشن کئے جانے کی توقع ہے ۔ ان اقدامات کے ذریعہ آئندہ پانچ سال میں قابلِ علاج اندھے پن میں مبتلا ۵ لاکھ اشخاص کو بینائی واپس لائی جائے گی ۔

صحت بخش غذائی پروگرام :

دیہی علاقوں میں خصوصاً ناقص غذا کی بیماری بہت زیادہ ہے ۔ اس لئے ان بیماریوں کی روک تھام اور خصوصاً حاملہ عورتوں اور بچوں کے لئے صحت بخش غذا کی فراہمی کے لئے ریاست میں خصوصی اقدامات کئے گئے ہیں ۔ اس سلسلے میں جاری کئے گئے پروگرام کے تحت ۵۷ء۲ لاکھ افراد کو فائدہ پہنچایا گیا ہے ۔ بالواڑی پروگرام بھی اسی زور شور سے جاری کیا گیا ہے ، جس کے تحت پسماندہ طبقات کے بچوں کو صفائی کا عادی بنایا جاتا ہے اور اس مقصد کے لئے بالواڑی کو ۹۰ فیصد امداد دی جاتی ہے ۔ ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران ۸۰ نئے بالواڑی قائم کئے جائیں گے اور اس طرح ریاست میں بالواڑی کی کل تعداد ۵۹۰ ہو جائے گی ۔

تعلیم :

اب تک تمام دیہاتوں میں ابتدائی تعلیم کی سہولت مہیا کی جاچکی ہے ۔ ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران ۳۹۶ دیہاتوں میں سے جہاں ابتک یہ سہولت مہیا نہیں کی جاسکی ہے، ۲۶۸ دیہاتوں کو یہ سہولت مہیا کی جائے گی اور باقی ماندہ دیہاتوں میں آئندہ سال یہ سہولت مہیا کی جائے گی ۔ اسی طرح تعلیم بالغان کی حوصلہ افزائی کے لئے حکومت سو فیصد گرانٹ دیتی ہے ۔ فی الحال ریاست میں تعلیم بالغان کے ۴۰۷۰ مراکز قائم ہیں ، ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران اس پروگرام کے تحت ۷۰ء۴ لاکھ بالغوں نے تعلیم حاصل کی ۔

واجبی قیمتوں کی دکانیں :

سماج کے کمزور طبقات کو اشیائے ضروری کی واجبی داموں پر تقسیم کے لئے مارچ ۱۹۸۲ء تک ۲۹,۴۹۰ واجبی قیمتوں کی دکانیں جاری کیں ۔ اپریل ۔ مئی ۱۹۸۲ء تک مزید ۱۴۱۱ دکانیں کھولی جائیں گی ۔

فروری ۱۹۸۲ء میں حکومت کے فیصلہ کے بموجب خوردنی تیل کھلے بازار سے ۲ روپیہ کم قیمت پر فروخت کیا جاتا ہے ۔ ہوسٹل میں قیام پذیر طلباء کو ترجیحی بنیاد پر راشن کارڈ فراہم کیا جاتا ہے اس کے علاوہ انھیں صارفی اسٹور اور کینٹین چلانے کی بھی ہمت دلائی جاتی ہے ۔

بک ۔ بینک اسکیم کے تحت ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران ۹۵۰ء۱ لاکھ طلباء مستفید ہوئے ۔ ۸۳-۱۹۸۲ء میں مزید ۲۲ لاکھ طلباء اس اسکیم سے فیضیاب ہوں گے ۔ اسی طرح رعایتی داموں پر طلباء کو ۱۲ء۵ لاکھ مشق بک فراہم کی گئیں ۔

چھوٹی صنعتیں :

چھوٹی صنعتوں اور کاٹیج انڈسٹری کے فروغ کے لئے ریاست میں اہم ایجنسیاں قائم کی گئی ہیں جن کے توسط سے دیہی علاقوں میں خصوصاً چھوٹی صنعتوں کے لئے درکار خام مال مہیا کیا جاتا ہے ۔ بنکروں کے لئے ہینڈلوم کارپوریشن اور ویورس سروس سینٹر قائم ہیں ۔ ان ایجنسیوں کے توسط سے بنکروں کو ۵۵ نئی ڈیزائن مہیا کی جاچکی ہیں ۔ اس کے علاوہ ۲۱۰ بنکروں کے لئے دوسری ریاستوں میں تربیتی دورے کا انتظام کیا گیا ہے اسی طرح ۲۸۷ لومس میں تکنیکی سدھار پیدا کیا گیا ۔

ذخیرہ اندوزوں کے خلاف کارروائی :

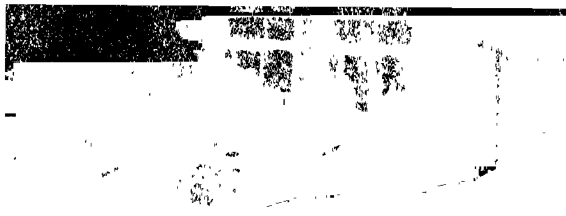
ریاست میں غیر سماجی عناصر مثلاً اسمگلر ، ذخیرہ اندوز اور ٹیکس چوروں کے خلاف سخت اقدامات کئے جاتے ہیں ۔ اپریل ۔ مئی ۱۹۸۲ء کے دوران 'کافے پوسا' قانون کے تحت ۲۸ اسمگلروں کے خلاف کارروائی کی گئی اور ۱۵ کے خلاف تادیبی احکامات جاری کئے گئے ۔ اشیاء ضروری کی قیمتوں پر قابو پانے کی غرض سے اس سال ۲۵۷ چھاپے مارے گئے اور ۴۶ اشخاص کو گرفتار کیا گیا ۔ جنوری ۔ اپریل ۱۹۸۲ء تک ٹیکس چوروں سے بطور جرمانہ ۵۹ء۴۹ لاکھ روپیہ وصول کیا گیا ۔

وسائل کا استعمال :

حکومت نے ریاست کے وسائل و ذرائع کے وسیع پیمانے پر استعمال کے لئے حکومت نے کئی کمیٹیاں تشکیل دی ہیں جو اپنے متعین طریقوں سے ان ذرائع کو کام میں لاتی ہیں ۔

صرف چھ ماہ کی مدت میں وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے کی قابل قیادت میں حکومت کی کارکردگی کا یہ جائزہ قابل غور ہے ۔ تعمیری اقدامات کے نتائج ہو سکتا ہے ابھی محسوس نہ ہوں کیونکہ مذکورہ بالا

(باقی صفحہ ۴۲ پر)



پولس عملے کو سہولت



حکومت مہاراشٹر کی جانب سے ریاستی پولس عملے کو اُن کے فرائض کی خصوصی نوعیت کے پیشِ نظر ایسی مراعات عطا کی گئی ہیں جو ریاست کے دیگر سرکاری ملازمین کو حاصل نہیں ہیں۔ ان میں خصوصی الاؤنس، غذائی بھتہ وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

خصوصی الاؤنس :

اسٹیٹ ریزرو پولس فورس عملہ کو خصوصی فرائض کی انجام دہی کے لئے ۳۰ دنوں سے زیادہ اپنے مرکز سے باہر قیام کرنے پر عام شرح کا ۱/۲ ۱ گنا یومیہ بھتہ دیا جاتا ہے۔ دیگر ریاستی سرکاری ملازمین کے لئے یہ شرح ۱/۴ ۱ گنا ہے۔

فرائض نبھاتے ہوئے پولس جوان کے زخمی ہونے یا فوت ہوجانے پہ پندرہ ہزار روپیوں کی مالی امداد دی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں ان حالات میں ہلاک شدہ متوفی پولس جوان کے رشتہ داروں کو انسپکٹر جنرل آف پولس کے ذریعہ پولس ویلفیر فنڈ سے ۵ ہزار روپیوں تک کی امداد دی جاتی ہے۔ کچھ معاملات میں خصوصی امداد بھی دی جاتی ہے۔

یکم جنوری ۱۹۸۲ء سے اناج کی خریداری کے لئے غیر شادی شدہ اور شادی شدہ پولس والوں کو بالترتیب ماہانہ ۵ روپیہ اور ۷ روپیہ مالی امداد دی جاتی ہے۔

سالِ رواں میں اس اسکیم کے لئے ایک کروڑ روپیہ مختص کیا گیا ہے۔

مسلح پولس عملہ کے سخت فرائض کے پیشِ نظر انھیں بطور خصوصی الاؤنس ماہانہ ۲۰ روپیہ دیا جاتا ہے اس کے علاوہ اس گزری بھتہ میں اضافہ کی ایک تجویز بھی زیر غور ہے۔

ٹفن الاؤنس :

مسلسل دس گھنٹوں تک ڈیوٹی کرنے والے پولس عملہ کو اب ۵ روپیہ ٹفن الاؤنس دیا جاتا ہے پہلے یہ الاؤنس مسلسل ۱۲ گھنٹے کی ڈیوٹی پر ۳ روپیہ تھا۔

تعطیلات :

کانسٹیبل درجہ کے عملے کے لئے اب اصولاً ہفتہ وار تعطیل منظور کی گئی ہے لیکن مذکورہ تعطیل کے دن ڈیوٹی کرنے پر انھیں یومیہ بھتہ دیا جاتا ہے۔ پولس عملے کے خصوصی فرائض کے پیشِ نظر حکومت نے ان کے لئے مزید ۱۵ دنوں کی مع تنخواہ چھٹی منظور کی ہے۔ اور اس تعطیل کے عوض میں رقم بھی لی جا سکتی ہے۔ علاوہ ازیں ان کیلئے ۲۰ دنوں کی ہنگامی رخصت منظور کی گئی ہے۔ جبکہ ریاستی ملازمین کے لئے ہنگامی رخصت ۱۵ دن ہے۔ پولس عملہ کو مفت سفر کی سہولت بمبئی، پونے، سولاپور، اور کولھاپور شہروں میں حاصل ہے۔ جس کے عوض میں حکومت سالانہ ایک کروڑ روپیہ متعلقہ ٹرانسپورٹ اداروں کو ادا کرتی ہے۔ پولس والوں کو شناختی کارڈ دینے سے متعلق بھی ہدایات جاری کی گئی ہیں۔

عہدوں میں ترقی :

حکومت نے پولس عملہ کے عہدوں میں ترقی کے مسئلہ پہ ہمیشہ ہمدردانہ رویہ سے غور کیا ہے۔

حکومت کے سابقہ فیصلوں کے مطابق پولس اور حوالدار کے عہدوں کی ترقی کا تناسب ۱:۳ تھا۔ اس مناسبت سے حکومت نے ۱۹۸۱ء میں بمبئی پولس کی آسامی میں ۲۰۰ پولس حوالداروں اور ۹۶ جمعداروں کی نئی آسامیاں پیدا کیں۔ ترقی کے مواقع بڑھانے کے لئے حکومت نے پولس جمعداروں کا فیصد ۵ سے بڑھا کر ۲۰ کرنے کا فیصلہ کیا۔ لہذا مئی ۱۹۸۲ء میں حکومت نے، ۳۶۵ جمعداروں کی آسامیاں پیدا کیں۔ اس کے علاوہ حوالدار اور جمعدار درجہ کے پولس عملہ کو ترقی دے کر سب انسپکٹر کی ۵۰ فیصد آسامیاں

پُر کی جاتی ہیں۔

سابق وزیر اعلیٰ نے ۱۵ برس سروس کرنے والے پولس جوان کو حوالدار کے عہدے پر ترقی دیئے جانے کی مانگ کو اصولاً تسلیم کیا تھا۔

یہ تجویز اعلیٰ سطح پر زیر غور ہے۔

پولس جوانوں کے لڑکوں کو ملازمت میں ترجیح :

پولس جوانوں کے لڑکوں کو پولس کی ملازمت میں حکومت کی ہدایت کے بموجب ترجیح دی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں پولس جوانوں کے طالب روزگار لڑکوں کو دفتر روزگار سے طلب کئے جانے کی شرط ہٹا دی گئی ہے۔

ہوسٹل اور مکانات :

پولس والوں کے وقتاً فوقتاً تبادلوں کی وجہ سے ان کے بچوں کی تعلیم پر اثر پڑ سکتا ہے۔ اس دشواری کو دور کرنے کی غرض سے حکومت نے مختلف مقامات پر ہوسٹلوں کی تعمیر کا ایک پروگرام اپنایا ہے۔ اس اسکیم کے تحت دو حصوں میں ہر ضلع صدر مقام پر ایک ہوسٹل تعمیر کیا جائے گا۔

پہلے مرحلہ میں اس کام کے لئے ۴۶ لاکھ روپے خرچ کئے جائیں گے۔ فی الوقت پونے، ناگپور، اورنگ آباد، میں ہوسٹل کی تعمیر کا کام شروع کیا جا چکا ہے۔

علاوہ ازیں حکومت نے حق ملکیت پر فراہمی مکانات کی ایک خصوصی اسکیم کے تحت گھروں کی تعمیر کا فیصلہ کیا ہے۔ مہاراشٹر ہاؤسنگ اینڈ ایریا ڈیولپمنٹ اتھارٹی کے تحت پہلے مرحلہ میں بمبئی اور تھانے میں ایک ہزار اور ناگپور اور پونے میں ۵۰۰ مکانات تعمیر کئے جائیں گے۔ جاری مالی سال کے دوران پولس افسران کے لئے ۱۴۸ اور پولس جوانوں کے لئے ۲۰۴۸ مکانات کی تعمیر کے لئے ۵ کروڑ روپیہ مختص کیا گیا ہے۔

ریاستی پولس کے لئے علیحدہ ہاؤسنگ بورڈ تشکیل دیا گیا ہے۔ جس کے تحت کل ۸۵۰۰ مکانات تعمیر کئے جائیں گے۔ ابھی تک ۳۶، مکانات تعمیر کئے جا چکے ہیں اور ۳۵۰۰ مکانات زیر تعمیر ہیں۔

پولس کی کوآپریٹیو سوسائٹیوں کو ترجیحاً زمین الاٹ کرنے کی ضلع کلکٹران کو ہدایت دی گئی ہے۔

پولس والوں کو الاٹ شدہ سرکاری مکانات کے کارپیٹ ایریا میں اضافے کی مانگ بھی فی الحال حکومت کے محکمہ رفاہ عامہ کی جائزہ کمیٹی کے زیر غور ہے۔

دیگر سہولیات :

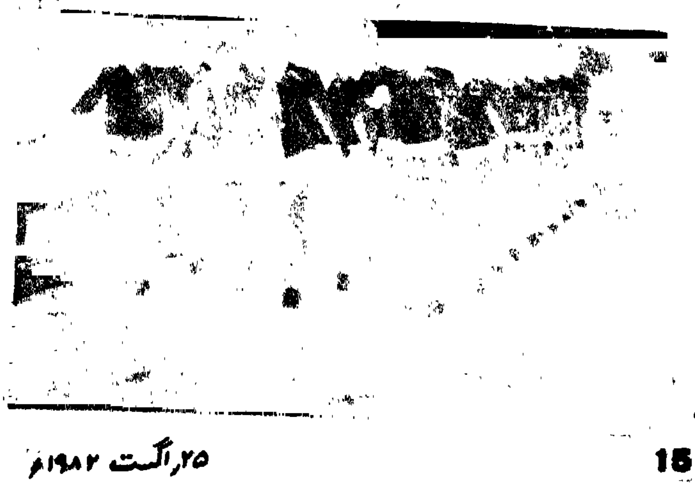
پولس والوں کے لئے ورلی بمبئی میں ۱۲ لاکھ روپوں کی لاگت سے زیر تعمیر سوئمنگ پول مکمل ہونے کے قریب ہے۔ اور اس سال کے اواخر تک جاری کر دیا جائے گا۔ اسی طرح کھنڈالہ کے ہل اسٹیشن پر ایک ریسٹ ہاؤس بھی تعمیر کیا گیا ہے۔

عہدوں کی ترقی کی بابت حکومت کا نظریہ یہ ہے کہ اعلیٰ عہدوں پر ترقی محض مدت ملازمت کی بنیاد پر نہ ہو۔ ترقی کے لیئے فرائض کی نوعیت، لیڈرشپ کی اہلیت، اچھی تنخواہ اور اعلیٰ حیثیت بھی خاص اہمیت رکھتے ہیں۔

لہٰذا اعلیٰ اور بہترین کارکردگی پر بھی نظر رکھنی چاہیئے۔

اعلیٰ سطح پر پولس عملہ کی بہتری کی خاطر یہ ضروری ہے کہ عوام کے ہر طبقہ سے نئے نوجوانوں کو بھرتی کیا جائے۔ اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ پولس جوانوں کے بچوں کو دیگر عام روزگار کے مواقع دیئے جائیں۔

پولس کے تئیں حکومت کا رویہ ہمیشہ ہمدردانہ رہا ہے۔ اس کے عوض حکومت اور عوام پولس عملے سے بہتر فرض شناسی، نظم و ضبط اور عوام کے ساتھ بہتر رویہ کی توقع رکھتے ہیں۔ خوشی کی بات ہے کہ مہاراشٹر کی پولس میں یہ اوصاف بدرجہ اتم موجود ہیں۔ *



غیر محفوظ مزدوروں کے لئے منفرد فلاحی اسکیم

سماج کے کمزور طبقے کے افراد کی تکالیف کو دور کرنے کے لئے ریاست کو حاصل تمام تر وسائل اور ذرائع کا مناسب استعمال کرنا اور عوام کے بہتر زندگی کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنا ہر فلاحی ریاست کا نصب العین ہوتا ہے۔ ریاست مہاراشٹر نے بھی اس سلسلے میں متعدد اقدامات کئے ہیں اور اہم فیصلے کئے ہیں۔ ریاستی حکومت کی حال ہی میں ریاست کے غیر محفوظ مزدوروں کے حق میں جاری کردہ اپنے طرز کی منفرد اسکیم " شرم جیوی کٹمب کلیان یوجنا" بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

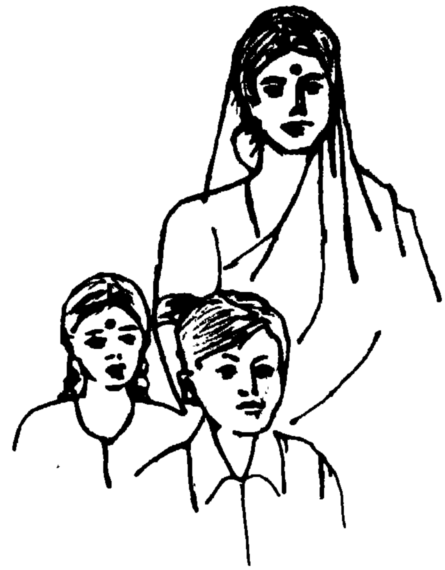
۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق مختلف چھوٹی موٹی اور گھریلو صنعتوں میں ۱۵۸۶۱۸ لاکھ غیر محفوظ مزدور کام کرتے ہیں۔ سال ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران اس اسکیم کے لئے ۲ کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔



قدرتی مصائب سے متاثرہ افراد کی امداد کے لئے محکمہ محصول و جنگلات کی موجودہ اسکیم کے تحت حادثات میں بازوؤں سے محروم ہونے یا فوت ہو جانے والے مزدوروں یا مزدوروں کے اہلِ خاندان کو امداد نہیں دی جاتی لہذا ریاست کے ایسے تمام غیر محفوظ مزدوروں کی مالی اعانت کے لئے حکومت نے " شرم جیوی کٹمب کلیان یوجنا" نام کی ایک فلاحی اسکیم جاری کی۔

یہ اسکیم یکم اگست ۱۹۸۲ء سے نافذ العمل ہے اور اس تاریخ کے بعد ہونے والے حادثات میں بازوؤں سے محروم ہونے یا فوت ہو جانے پر مزدوروں یا ان کے اہلِ خاندان کو اس اسکیم کے تحت مالی امداد دی جائے گی۔





حادثے کی تعریف :

اس اسکیم کے مقاصد کے تحت حادثے کے مفہوم میں خارجی اشیاء سے لگنے والی جسمانی ضرب اور قدرتی مصائب شامل ہوں گے تاہم زلزلے اور سیلاب سے متاثر ہونے والے مزدوروں کو اور ان کے اہلِ خاندان کو اس اسکیم کے تحت مدد نہیں دی جائے گی۔ اسی طرح قانون شکنی یا مجرمانہ عمل کے ارتکاب کے دوران اعضائے جسمانی سے محروم ہونے یا فوت ہونے یا خودکشی کی کوشش یا شراب کے سانحہ سے متاثر ہونے والوں کو بھی اس اسکیم کے تحت امداد نہیں کی جائے گی۔

امداد پانے کے مستحق مزدور :

اس اسکیم کے تحت پندرہ برس کی مدت سے مہاراشٹر میں رہنے والے ایسے مزدوروں کو مالی امداد دی جائے گی۔ جن کی عمر ۱۵ سے ۶۵ برس کے درمیان ہو اور جن کی سالانہ آمدنی چھ ہزار روپوں سے زیادہ نہ ہو۔ یہ اسکیم مختلف مزدوروں کے ساتھ کھیت مزدوروں، چھوٹے کاشتکاروں، حمالوں، گھریلو ملازموں، ہاتھ گاڑی چلانے والوں اور پان کی دکان والوں کا بھی احاطہ کرتی ہے۔

امدادی رقم :

اسکیم کے تحت دی جانے والی مالی امداد کی تفصیل اس طرح سے ہے۔

(۱) حادثے کی وجہ سے
موت واقع ہونے پر ——— ۲,۰۰۰ روپے

(۲) حادثے کی وجہ سے دو بازوؤں،
دونوں آنکھوں سے محروم ہونے پر ——— ۲,۰۰۰ روپے

(۳) حادثے کی وجہ سے ایک آنکھ یا
ایک بازو سے محروم ہونے پر ——— ۱,۰۰۰ روپے

بازوؤں سے محروم ہونے سے مراد، ہاتھ کا کلائی سے یا پیر کا ٹخنے سے ناکارہ ہو جانا ہے۔ انگلیاں کٹنے سے ہاتھ یا پیر ناقابلِ استعمال ہو جائے تو اسے بھی بازو سے محروم گردانا جائے گا۔

تفتیش کا طریقہ :

حادثوں سے متاثرہ ہونے والوں کو فوری طور پر مالی امداد دینے کے لئے یہ ضروری ہے کہ متعلقہ افسر جلد از جلد جائے حادثہ پر پہنچ کر حادثے کی نوعیت اور شدت نیز متاثرہ مزدور کو دی جانے والی رقم کا اندازہ لگائے۔ اس کارروائی کی بروقت تکمیل کے لئے متعلقہ افسر اور عوام کے مابین تعاون از حد ضروری ہے۔



حادثہ پیش آتے ہی فوری طور پر دیہی سطح کے افسر کو اس کی اطلاع دی جائے۔ دیہی سطح کے افسران میں تلاٹھی، گرام سیوک پولس پاٹل اور سرپنچ شامل ہیں۔ جائے حادثہ پر پہونچ کر وہ افسر (۱) حادثے سے متاثر خاندان کی آمدنی (۲) متاثرہ مزدور کی عمر اور (۳) مہاراشٹر میں اس کی سکونت کی مدت سے متعلق تفتیش کرے گا۔

مزدور کی موت یا اعضائے جسمانی سے اس کی محرومی مذکورہ معنوں میں حادثے ہی کا نتیجہ ہے یا نہیں یہ فیصلہ بھی اسی وقت متعلقہ افسر کرے گا۔

دیہی سطح کا افسر حادثے سے متعلق اپنی رپورٹ تین دنوں کے اندر تحصیلدار کو دے گا۔ دیہی سطح پر کی گئی تفتیش کو آخری اور قطعی تصور کرتے ہوئے تحصیلدار حادثہ پیش آنے کی تاریخ سے تین ہفتوں کے اندر امدادی رقم کی ادائیگی کا انتظام کرے گا۔ یہ رقم عوام کے درمیان کراس چیک یا پوسٹ آفس سیونگ بینک اکاؤنٹ کی شکل میں دی جائے گی۔

میونسپل علاقوں میں اس علاقے کے کونسلر اور میونسپلٹی کا عملہ رپورٹ کی تیاری اور اسے تحصیلدار کو بھیجنے میں محصول افسران کی مدد کرے گا تاکہ تحصیلدار اس رپورٹ کو فائنل رپورٹ تصور کرتے ہوئے حادثہ پیش آنے کی تاریخ سے تین ہفتوں کے اندر امدادی رقم کی ادائیگی کا انتظام کرسکے۔

اسکیم کا نفاذ:

اس اسکیم کو محکمہ محصول و جنگلات کے ذریعہ نافذ کیا جارہا ہے۔ ضلع واری سطح پر اسکیم پر عمل آوری کی تمام تر ذمہ داری کلکٹر کی ہوگی۔ کلکٹر ڈویژن کے کمشنر کے ذریعہ حکومت کو ماہانہ رپورٹ پیش کرے گا جس میں حادثات کی نوعیت، مرنے والے مزدوروں



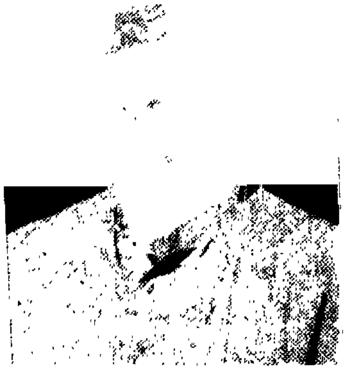


کی تعداد، اعضائے جسمانی سے محروم ہونے والوں کی تعداد نیز تقسیم کی گئی رقم سے متعلق تفصیلات درج ہوں گی۔

عملی طور پر سب ڈویژنل افسران کی زیر نگرانی تحصیلدار نائب تحصیلدار اسکیم کو نافذ کرے گا اور کلکٹر کو رپورٹ پیش کرے گا۔

عموماً درکار فنڈ ڈویژن کمشنروں اور کلکٹروں کو دیا جاتا ہے اگر انھیں کبھی زائد فنڈ کی ضرورت محسوس ہو تو وہ اس کی منظوری کے لئے فوری طور پر حکومت سے رجوع ہوسکتے ہیں اگر مقامی ذرائع سے فنڈ حاصل نہ ہو اور اعلیٰ افسران سے منظوری حاصل کرنے میں تاخیر ہونے کا امکان ہو تو مقامی افسران اپنے طور سے فنڈ جمع کرسکتے ہیں۔





مہاراشٹر میں زرعی پیداوار

* شری بی۔ ایم۔ گائیکواڑ
وزیر زراعت و محنت

اناج کی پیداوار میں مہاراشٹر نے گذشتہ تیس سالوں میں نمایاں ترقی حاصل کی ہے۔ پہلے پانچسالہ منصوبہ مدت (۱۹۵۱-۵۲ء) سے لے کر ۱۹۸۱-۸۲ء تک ریاست میں اناج کی پیداوار ۵۰ء۶۳ لاکھ ٹن سے بڑھ کر ۱۰۶ء۸۸ لاکھ ٹن ہوچکی ہے۔ پیداوار میں اضافہ ۱۹۷۳-۷۴ء کے فصلی موسم سے دیکھا گیا، کیونکہ اس سے پہلے کے سالوں کے مقابلے میں اس مدت میں پہلی دفعہ اناج کی پیداوار ۷۰ لاکھ ٹن تک پہنچی۔ اس کے بعد بھی پیداوار میں بتدریج اضافہ ہوتا رہا ہے۔

قابلِ ذکر کامیابی

۱۹۸۰-۸۱ء میں اناج کی پیداوار پچھلے سال کے مقابلہ میں ۵۶ء۹ لاکھ ٹن زیادہ ہوگئی۔ یعنی صرف ایک سال میں ہی ۸۶ء۹ فیصد اضافہ ہوا۔ یہ واقعی ایک زبردست زراعتی ترقی ہے۔

اناج کے علاوہ تلہن کی پیداوار ۱۹۸۱-۸۲ء میں ۱۲ء۱۰ لاکھ ٹن تک پہنچ جائے گی۔

اسی طرح اس مدت میں گنّے کی پیداوار ۲۵۸ء۵۲ لاکھ ٹن بڑھ جانے کی امید ہے۔ گنّے کی افراط سے پیداوار کے پیشِ نظر ریاستی حکومت نے بھی چند فائدہ مند اقدامات کئے، مثلاً گنّے کی صفائی کی مدت جون ۱۹۸۲ء تک بڑھا دی گئی۔ اس طرح ۱۶ر اپریل ۱۹۸۲ء کے بعد گنّے کی صفائی کیلئے ۵۰ فیصد اور یکم مئی ۱۹۸۲ء کو بعد ۱۰۰ فیصد رعائت دی گئی۔

بارش کے اثرات

گذشتہ سال غیر تسلسل بارش کی وجہ سے خریف فصل کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن ستمبر کے مہینے میں بھرپور بارش نے نہ صرف اس کی تلافی کر دی بلکہ ربیع فصل کو بھی بے حد فائدہ پہنچا۔ قدرت کی اس نعمت کے نتیجہ میں مہاراشٹر میں زراعتی پیداوار نے نمایاں ترقی حاصل کی۔

خصوصی انتظامات

جہاں تک حکومت کا تعلق ہے۔ ریاستی حکومت نے اپنے تیئں زرعی میدان پر متعدد پروگرام بنالئے۔ سال ۱۹۸۰ء میں وزیر برائے زراعت کی زیر صدارت نامزد کردہ کمیٹی کی تجاویز کے پیش نظر مہاراشٹر اسٹیٹ سیڈس کارپوریشن نے اعلیٰ اقسام اور مخلوط

ان امام کے بیج تیار کئے جو کسانوں کو فراہم کئے گئے۔ اس کے نتیجہ میں مخلوط اقسام ... اور دیسی فصل کی زیر کاشت اراضی ۴۳.۵۳ لاکھ ہیکٹر سے بڑھ کر ...۵ لاکھ ہیکٹر تک پہنچ گئی۔ کسانوں کو حسب ضرورت کھاد بھی فراہم کی گئی۔

اعداد و شمار کے مطابق گذشتہ سال ۲۲ء۴۴ لاکھ ٹن کھاد استعمال کی گئی تھی۔ جبکہ ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران ۲۹ء ۵ لاکھ ٹن کھاد استعمال کی گئی۔ اس طرح کھاد کے استعمال سے ۲۵ء۲۵ فیصد اضافہ ہوا۔ سب سے زیادہ کامیابی مونگ پھلی کی کاشت میں حاصل ہوئی۔ گذشتہ گرما کے فصلی موسم میں، زیر آبپاشی علاقے میں مونگ پھلی کی کاشت زبردست پیمانے پر کی گئی۔ مونگ پھلی کی زیر کاشت اراضی جو صرف ...۲۴۰ ہیکٹر تھی ۱۹۸۱ء میں ...۲۲ ہزار ہیکٹر اراضی تک پھیل گئی۔ جس کے نتیجے میں ...۷۰ ہزار ٹن فصل حاصل ہوئی۔ اس کامیابی کیلئے خود کسان بھی قابل تعریف ہیں جنہوں نے حکومت کے اس پروگرام پر گرمجوشی کے ساتھ عمل کیا اور اسے کامیابی کے ساتھ ہمکنار کیا۔

زرعی توسیع پروگرام

حکومت کا دوسرا اقدام زرعی توسیع پروگرام کا نفاذ ہے۔ یہ پروگرام حکومت نے اپریل ۱۹۸۱ء سے کسانوں کی مدد کے ذریعہ زرعی پیداوار میں اضافہ کی خاطر شروع کیا۔ حکومت نے اس سلسلے میں عالمی بنک سے امداد بھی حاصل کی۔ جاری کردہ زرعی پیداوار میں اضافہ کیلئے ابتداء میں یہ اسکیم آٹھ اضلاع میں شروع کی گئی۔ اس اسکیم کی خصوصیت یہ ہے کہ انتظامی عملہ اور کسانوں کے درمیان ایسا رابطہ قائم کیا جاتا ہے۔ جس سے کسانوں کو ہر طرح کی سہولت آسانی سے مہیا کی جاتی ہے۔ کسانوں کو جدید سائنسی زرعی تیکنیکوں سے روشناس کرایا جاتا ہے۔ نیز ان کے مسائل اور دشواریوں کو زرعی یونیورسٹیوں کے ماہرین کی مدد سے حل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔



۸۳-۱۹۸۲ء کا پروگرام

گذشتہ سال غلہ اور تلہن کی پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ کے پیش نظر ریاستی حکومت نے سنہ ۸۳-۱۹۸۲ء کے لئے ایک پروگرام ترتیب دیا ہے۔ اس پروگرام کے تحت مقررہ نشانوں کو پلاننگ کمیشن کی منظوری حاصل ہو چکی ہے۔

نشانہ	لاکھ ملین ٹن
اناج	۱۰۲ء۱۵
دالیں	۱۲ء۸۵
کل غلہ	۱۱۵ء۰۰
تلہن	۱۲ء۱۰
گنا	۲۶۵ء۰۰
کپاس	۱۵ء۲۵ گانٹھیں

مذکورہ بالا نشانوں کو پورا کرنے کیلئے ریاستی حکومت نے فروری ۱۹۸۲ء میں اس پروگرام کو آخری شکل دے دی ہے۔ ضلع کے اعتبار سے اور مختلف فصلوں کے زیر کاشت علاقوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے فی ہیکٹر پیداوار اور کل پیداوار کا نشانہ مقرر کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں متعدد موقعوں پر ڈپٹی زراعت کے وزراء کی موجودگی اور ان کی زیر صدارت ڈویژنل میٹنگیں منعقد کی جا چکی ہیں۔ جس میں پروگرام کے نفاذ سے قبل تمام امور پر غور و خوض کیا گیا۔ ۱۹۸۱ء میں وزیر زراعت کی زیر صدارت ایک کمیٹی قائم کی گئی۔ جس نے بیجوں کی قلت دور کرنے کے لئے اہم سفارشات پیش کیں۔ حکومت نے ان سفارشات پر بھی غور کیا اور ان کی روشنی میں دیگر اقدامات کئے۔

سال برائے پیداوار

وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی نے سال ۸۳-۱۹۸۲ء کو پیداوار کا سال قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں ریاستی حکومت نے مجموعی طور پر ہر سطح پر کامیاب کوششیں کی ہیں۔ لیکن زراعت کے معاملہ میں ۱۶ر جنوری ۱۹۸۲ء سے پرائمری کوآپریٹیو سوسائٹیوں کے گروپ سکریٹریوں کی ڈھائی مہینے کی ہڑتال کی وجہ سے کسانوں کو قرض کی تقسیم میں تاخیر ہوئی۔ کھاد کا استعمال کم از کم ۲ تا ۳ فیصد کم ہوا۔ بہرحال ہڑتال کے خاتمہ کے بعد حالات تیزی سے معمول



پر آئے۔ اور کھاد کے استعمال میں اضافہ ہوا۔

خشک فصل

نئے ۲۰ نکاتی پروگرام میں خشک فصل کو اہمیت دی گئی ہے اس سلسلے میں حکومت نے مندرجہ ذیل پروگرام ترتیب دیئے ہیں۔

(۱) خریف کے موسم میں خشک فصل کے تحت بیجوں کی غیر متوقع ضرورت یا مانگ کے پیش نظر ہزار کوئنٹل بیجوں کا ذخیرہ کرنے کی تجویز پیش کی گئی ہے۔

۲- امسال خریف مہم کے دوران کسانوں کو بڑے پیمانے پر اعلیٰ اقسام کے بیجوں کے پیکیٹ تقسیم کئے جائیں گے۔ مختلف اقسام کے بیجوں میں۔

جوار ـــ ۸٬۵۰۰، باجرہ ـــ ۲۰٬۰۰۰
تور ـــ ۵٬۰۰۰، مونگ اور اڑد ـــ ۲۰٬۰۰۰
مونگ پھلی ـــ ۲۰٬۰۰۰، سورج مکھی ـــ ۵۰٬۰۰۰
سویابین ـــ ۱٬۰۰۰ پیکیٹ شامل ہیں۔ اس طرح کسانوں کو کل ۸۹٬۵۰۰ بیجوں کے پیکیٹ تقسیم کئے جائیں گے۔

۳- تلہن اور دالوں کے لئے ۶۵٬۰۰۰ ہیکٹر اراضی زیر کاشت لائی جائیگی۔

۴- ہر پنچایت سمیتی علاقہ میں ذخیرۂ آب کا انتظام کیا جائے گا۔

۵- مہاراشٹر میں آٹھ لاکھ ہیکٹر اراضی بنجر اور بیکار ہے۔ ریاستی حکومت اس میں سے کم از کم ۵ فیصد اراضی زیر کاشت لانے کی کوشش کر رہی ہے۔ یہ نشانہ مرکزی حکومت نے مقرر کیا ہے۔

۶- خشک فصل میں عموماً کھاد استعمال نہیں کی جاتی لیکن زرعی پیداوار میں اضافہ حاصل کرنے کے لئے ایسے علاقوں میں کھاد کے استعمال پر زور دیا جائے گا۔

۷- بہتر زرعی آلات سے زرعی پیداوار میں اضافہ غیر متوقع نہیں ہے۔ مرکزی حکومت کی جانب سے مقرر کردہ نشانے کے مطابق امسال ریاست کے خشک فصل کے علاقوں میں کسانوں کو ۱۲٬۰۰۰ بہتر زرعی آلات فراہم کئے جائیں گے۔

۸- آکولہ ضلع میں ذخیرۂ آب پر منحصر خشک فصل کے ایک پروجیکٹ کے قیام کی تجویز حکومت کے زیر غور ہے جس کے لئے عالمی بنک سے امداد حاصل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

مذکورہ بالا اقدامات کے پیش نظر ریاست میں زرعی پیداوار کے مقررہ نشانوں کی تکمیل بعید از امکان نہیں ـــ





ٹی۔ وی۔ پروتے

رام بھاؤ منڈلک۔

ایک مثالی خادمِ قوم

"میں سخت کے ساتھ سخت، سچے کے ساتھ سچا، مخالف کے ساتھ مخالف اور انصاف پسند کے ساتھ انصاف پسندی کے اصولوں پر اٹل رہوں گا۔ میں حق پر ہوں اور حق کے سوائے کچھ نہ کہوں گا۔ بہانے بازی میری عادت نہیں۔ میں اپنے موقف سے نہیں ہٹوں گا اور میری آواز سُنی جائے گی۔" یہ الفاظ ڈبلیو۔ ایل۔ گریسن کے ہیں۔ یہ جملہ مشہور ہفتہ دار "انڈین سوشیل ریفارمر" کے سرورق پر نمایاں طور سے شائع ہوا کرتا تھا۔ اس ہفتہ دار کے بانی اور مدیر آنجہانی کے۔ نارائن تھے۔ آپ شام میں نکلنے والے ایک اخبار "انڈین ڈیلی میل" کے بھی مُدیر تھے۔ یہ اخبار بند ہوچکا ہے۔ آنجہانی شری آر۔ این۔ منڈلک کا صحافتی اور پارلیمانی کردار مذکورہ بالا جملہ کا مکمّل عکس تھا۔ آپ ایک سرگرم صحافی اور باعمل رکنِ اسمبلی و کونسل تھے جنھوں نے بمبئی اور ریاست مہاراشٹر میں ۱۱ سال تک عوامی خدمت انجام دی۔ آپ کا صحافتی، عوامی اور سماجی کردار قابلِ تقلید ہے۔

شری آر۔ این منڈلک عرف رام بھاؤ کا جنم یکم جولائی ۱۸۸۱ء کو رائے گڈھ کے مقام پیت پر ہوا۔ اس طرح سال ۱۹۸۱ء آپ کی صد سالہ سالگرہ کی اہمیت کا حامل تھا۔ شری منڈلک نے ۵۰ سال تک عوام کی بے لوث خدمت انجام دی ہے جو اوروں کیلئے قابلِ تقلید ہے۔ پونے کالج سے آپ نے تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۰۴ء میں بی اے کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد بمبئی لاء کالج سے فرسٹ ایل ایل بی کا امتحان پاس کیا۔ لیکن سیکنڈ ایل ایل بی کیلئے انھوں نے قوم کی خاطر اپنی تعلیم قربان کی۔

قومی راج

ہندستان میں انگریزوں کے خلاف "ابھنیۃ بھارت" نامی ایک خفیہ تنظیم سرگرم تھی۔ اراکین انتہا پسند تھے۔ شری منڈلک نے اپنی تعلیم کے دوران ہی اس تنظیم میں شرکت کر لی تھی۔ اس لئے آپ کا نام پولس کی سیاہ فہرست میں درج تھا۔ بمبئی یونیورسٹی کو اطلاع ملنے پر ایل ایل بی کے دوسرے تعلیمی سال کا داخلہ فارم بھرنے سے قبل ہی آپ کو شری چمن لال سیتلواد اور کاجی پر مشتمل ایک کمیشن کے روبرو پیش کیا گیا اور یہ شرط رکھی گئی کہ اگر وہ ابھنیۃ بھارت تنظیم سے الگ ہو

جائیں تو انھیں امتحان میں شریک ہونے کی اجازت دی جائیگی لیکن رام بھاؤ نے ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیا۔

اس وقت تک رام بھاؤ ایک سرگرم صحافی بن چکے تھے۔ صحافت کی تربیت انھیں گھر پر ہی ملی کیونکہ آپ کے پتا ہین تعلقہ میں ایک ذاتی پریس اور ایک ہفتہ وار "سدھاکر" کے مالک تھے۔ رام بھاؤ نے لوکمانیہ تلک کی درخواست پر بمبئی کے ایک مراٹھی ہفتہ وار "وچار" کی ادارت سنبھال لی۔ لیکن جلد ہی اشتعال انگیزی کے جرم میں دو سال قید با مشقت اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ کی سزائیں دی گئیں۔ آپ کو بھائیکلہ جیل میں بند کیا گیا۔ یہ واقعہ ۱۹۰۸ء کا ہے۔ آپ کی قید آپ کے حق میں ایک طرح سے مفید ثابت ہوئی۔ کیونکہ اس زمانہ میں ناشک کے کلکٹر جیکسن کے قتل کی سازش کا مقدمہ چل رہا تھا اور اگر آپ آزاد ہوتے تو ابھینیہ بھارت کے ایک سرگرم رکن ہونے کی بناء پر گرفتار کر لئے جاتے۔

جیل سے رہا ہونے کے بعد آپ کو جاپان جانے کا موقع ملا جہاں آپ ظاہراً ماچس بنانے کا فن سیکھنے کے لئے گئے تھے۔ لیکن اصل مقصد اپنی تنظیم کی تحریک کو آگے بڑھانا تھا۔ کچھ عرصہ بعد یہ آپکو مناسب نہیں لگنے لگا کہ سیاسی آزادی کے لئے تشدد کی راہ اپنائی جائے۔ ہندوستان واپس آنے کے بعد آپ نے اپنے خیالات یکسر بدل دیئے اور تلک کی ہوم رول تحریک میں شامل ہو گئے۔

ایک مبلغ صحافی کی حیثیت سے رام بھاؤ نے اکتوبر ۱۹۱۹ء میں اخبار "کولابہ سماچار" شروع کیا۔ ۱۹۲۰ء میں لوکمانیہ تلک کی وفات کے بعد تلک کی یاد میں مراٹھی روزنامہ لوکمانیہ شروع کیا گیا جس کے ایڈیٹر کیسری سے تعلق رکھنے والے شری کے۔ پی کھاڈ یلکر تھے۔ رام بھاؤ اس اخبار کے پہلے معاون مدیر بنے۔ ان دونوں اخبارات کے ذریعہ رام بھاؤ نے عوام کی بہترین ترجمانی کی۔ کولابہ سماچار میں آپ نے اپنے ضلع کے عوام کی شکایت کو نمایاں طور پر پیش کیا۔ اسکے علاوہ کئی اہم مسائل پر بہترین رائے زنی کی جن میں قابل ذکر پانگو دھوبا کیس، کولابہ سے کلکٹر مسٹر اینبٹ کا میٹرنٹی اور چائلڈ ویلفیر کے نام سے فنڈ اکٹھا کرنے کی مہم ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی کی کارکردگی، محصول اراضی میں اضافہ، ایران کا بٹھو دھن مرڈر کیس، پونے اور نندوربار میں پولس فائرنگ، کا پربکیر قتل مقدمہ، ستارا جاٹ مندر کیس جہاں بھوانی کی سونے کی مورت چوری ہوئی تھی۔ ان تمام معاملوں میں آپ نے تدبر اور انصاف پسندی کا بہترین مظاہرہ کیا۔ کئی معاملوں میں تو خود ان کی زندگی کو خطرہ لاحق ہوا۔ پھر بھی آپ اپنے موقف پر اٹل رہے۔

یہ تھا عوامی خدمت کیلئے اپنی جان کی بازی لگانے کا جذبہ۔ آپکے پختہ ارادے اور اصول کو پرکھنے کے لئے جاٹ مندر کیس کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔ ستارا کے اس مندر سے سونے کی مورتی چوری ہونے پر پولس نے چار برہمنوں اور چار مہار یعنی آپٹے، بھارے، کلکرنی، اور جوشی، دارابا، سونبا، اڈسوڑ، گاڑے اور ساولے، کو حراست میں لیا۔ سماعت شروع ہونے سے قبل انھیں بری طرح زدوکوب کیا گیا۔ اس واقعہ پر مہاراشٹر بھر کے عوام نے غم و غصہ کا اظہار کیا۔ یہ واقعہ ۲۳ جولائی کو ہوا تھا جبکہ ان چاروں پر ۱۴ اگست ۱۹۵۲ء کو الزامات عائد کئے گئے۔

پولس کی حراست میں ملزمین کے ساتھ برے برتاؤ پر ریاست بھر میں احتجاج کی آواز بلند ہونے لگی۔ نتیجتاً حکومت بمبئی نے اس معاملہ کی تفتیش ستارا کے اسسٹنٹ مجسٹریٹ کے سپرد کی۔

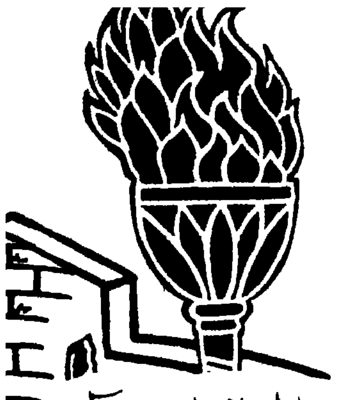
تفتیش کی رپورٹ میں غیر انسانی اور ظالمانہ سلوک کے الزامات سے صاف انکار کیا گیا اور محکمہ جاتی کارروائی کی اشاعت حکومت کے لئے ممنوع ہوتے ہوئے بھی حکومت بمبئی نے اس رپورٹ کو شائع کیا۔ عوام کے ساتھ رام بھاؤ نے بھی اس کا سخت نوٹس لیا اور موقعہ واردات کی انکوائری کے لئے خود ستارا پہنچے۔ کئی لوگوں سے ملکر واردات کی مکمل تفصیل حاصل کی اور اپنی رپورٹ اس وقت کے وزیر اعلیٰ شری مرارجی ڈیسائی کو بھیجی اسی تفصیل پر مبنی ایک مضمون کیسری کی اشاعت مورخہ ۵ راکتوبر ۱۹۵۲ء میں آپ نے شائع کیا۔

حکومت وقت نے اس بات کا برا منایا اور پولس کیس زیر سماعت ہونے پر توہین عدالت کا الزام عائد کرتے ہوئے رام بھاؤ منڈلک اور کیسری کے مدیر جینت تلک کے خلاف کارروائی کا حکم دیا۔

چیف جسٹس چھاگلہ نے اپنی عدالت میں توہین عدالت کا جرم ثابت کر کے دونوں کو جرمانہ کی سزا دی لیکن رام بھاؤ کے پختہ ارادے اور جذبۂ عوامی خدمت کی تعریف کی۔ آپ نے رام بھاؤ کی فرض شناسی کی خاص طور سے ستائش کی۔ بعد میں ستارا ریزیڈنٹ مجسٹریٹ شری دی۔ دی اتھلے نے ۱۱ راگست ۱۹۵۳ء کو اپنا فیصلہ سنایا اور انھیں رہا کر دیا۔ اپنے فیصلہ میں جج موصوف نے کہا کہ زدوکوب کی تفصیلات جو لکھا دینے والی ہے۔ لیکن عدالت میں مجرمین کے خلاف پیش کردہ شہادتیں کمزور رہیں جس سے ان پر جرم ثابت نہیں ہوتا۔

رام بھاؤ کے کردار یا حکومت کے موقف کے بارے میں کچھ بھی کہنا بیجا ہے۔ لیکن یہ بات قابل فراموش ہے کہ رام بھاؤ کی پوری زندگی صحافتی میدان میں قابل تقلید سمجھی جا سکتی ہے۔

***



ہندوستان کی پہلی جنگِ آزادی

* محمد عادل انصاری خیرآبادی
محلہ کمال سرائیں۔ خیرآباد
ضلع سیتاپور، (یو۔پی)

انگریزوں کے خلاف سب سے پہلی جنگ "غدر ۱۸۵۷ء" کے نام سے مشہور ہے، اس وقت مغلیہ حکومت کا آخری دور تھا، اکبر ثانی کے مرنے کے بعد ۱۲۵۳ھ مطابق ۱۸۳۷ء میں محمد سراج الدین بہادر شاہ ظفر اس کے جانشین مقرر ہوئے۔ بہادر شاہ ظفر بڑے علم دوست تھے۔ ہر وقت اُن کے گرد علماء، فضلاء اور شعراء کا ہجوم رہتا تھا۔ شاعری میں وہ نہایت بلند پایہ تھے۔ اُستاد ذوقؔ بہادر شاہ کے اُستاد تھے۔ مرزا غالبؔ اور علامہ محمد فضل حق خیرآبادی، جو آرزدؔ تخلص فرماتے تھے، دربار سے متعلق تھے۔

بہادر شاہ ظفرؔ ضعیف العمر ہونے کے باوجود بلند خیال اور نہایت ہی حوصلہ مند بادشاہ تھے، لیکن انہیں جو حکومت ورثہ میں ملی تھی وہ نہایت ہی کمزور تھی، جس کی اُلٹی سانسیں چل رہی تھیں لیکن اس کے باوجود اس ضعیف بادشاہ نے جس حوصلہ مندی اور جواں مردی کا ثبوت دیا وہ رہتی دُنیا تک تاریخ میں یاد رہے گا۔

انگریز نے فاتحانِ عالم کی طرح ہمت و جرأت اور بہادری کے ساتھ ہندوستان کو ختم نہیں کیا بلکہ وہ چوروں اور دھوکہ بازوں کی طرح ہندوستانیوں کے گھر میں گھسا اور مالک و حاکم بن بیٹھا۔ وہ تاجروں کا بھیس بدل کر معذی کے لئے سہولت مانگتا ہوا ۱۰۲۴ھ مطابق ۱۶۱۵ء میں سر تھامس رو کی شکل میں شہنشاہ جہانگیر کے دربار میں حاضر ہوا تھا۔ تین سال تک وہیں رہا۔ اور مغلوں کے سامنے دامن پھیلا پھیلا کر اور گڑگڑا گڑگڑا کر اپنے تجارتی سہولتیں حاصل کیں لیکن موقع ملتے ہی اپنے محسنوں کے گھروں پر اس نے لٹیروں اور ڈاکوؤں کی طرح قبضہ جمالیا۔

ہندوستان کے فرمانرواؤں نے انگریزوں کو تجارتی سہولتیں دیکر اس پر جو احسانِ عظیم کیا تھا۔ اس کا تقاضہ تو یہ تھا کہ انگلستان کا یہ باشندہ ساری عمر گردن نہ اٹھاتا اور ہندوستان کے عوام کا اس شریفانہ برتاؤ کا بدلہ شرافت سے دیتا۔ لیکن اس نے شرافت و انسانیت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے انتہائی مکاری کے ساتھ اپنے محسنوں اور سرپرستوں کے ملک ہی کو ہضم کر لیا۔ اس نے صرف اس پر قناعت نہ کی بلکہ اس طویل و عریض ملک پر ہمیشہ حکومت کرنے اور قابض رہنے کے لئے آپس میں پھوٹ ڈلوا کر ہندوستانیوں کا گلا خود ہندوستانیوں سے کٹوا تا رہا۔



۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں حصہ لینے والے ہندوستانیوں کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً انگریزوں نے جس بے دردی سے کچلا ہے وہ تاریخ عالم کا سیاہ ترین ورق ہے۔

بہادر شاہ ظفر ایک سچا اور مخلص محب وطن تھا باوجود انکار کرنے کے اسکو تخت پر بٹھایا گیا۔ اسکے خلوص کا اندازہ اسکے اس اقتباس کے خلاصہ سے کیجئے۔

"ہندوستان کے رئیس اور امیر راجوں اور نوابوں کے نام بادشاہ کے ارسال ہوتے ہیں کہ انگریزوں کی طاقت فریب کا رنیت ظلم و ستم اور ملک کی اندرونی حالت کو دیکھتے ہوئے آج ہندوستان کے جملہ اقوام اور فرقوں و مذاہب و ریاستوں کا یہ فرض ہے کہ وہ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوکر اتحاد و اتفاق کے ساتھ انگریزوں کا مقابلہ کریں اور انھیں باہر نکال دیں۔ ان کے بعد جسے چاہنا اپنا بادشاہ بنالینا۔ بخدا مجھے بادشاہت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ملک و قوم کو غیروں کی غلامی سے بچانا ہمارا اولین فرض ہے میری تو عین تمنا اور آرزو یہی ہے کہ انگریزوں سے لڑتے لڑتے شہید ہوجانا ہی سعادت اور بادشاہت ہے۔"

یہ تھا جوش ولولہ اور جذبہ قوم و ملت پر مرمٹنے کا۔ لیکن اپنے اس مخلص اور بوڑھے بادشاہ کی کسی نے نہ سنی تب بادشاہ نے علامہ فضل الحق خیرآبادی کو اقوام در رؤسا و امراء و نواب اور راجاؤں میں جوش و غیرت دلانے کے لئے دہلی سے باہر بھیجا۔ علامہ دہلی سے بددل ہوکر جھجر۔ الور۔ ٹونک۔ سہارنپور اور رام پور میں باعزت عہدے سنبھالتے ہوئے ۱۸۴۸ء میں لکھنؤ میں حضور تحصیل کے صدر الصدور ہوگئے تھے۔ بالاکوٹ کے حادثے نے قلب و دماغ پر اثر ڈالا تھا اور قوم کے حالات بے بسی پر آنسو بہانا پڑ رہے تھے۔ ساری ریاستوں میں والیان ریاست کے اصرار پر پہنچنے سے بھی غرض یہی تھی کہ ان ہندو مسلمان والیوں کی نبضوں کی حرارت کو ٹٹولیں۔ انھیں تاریک مستقبل اور بھیانک ظلمت کا صحیح اندازہ کرائیں۔

علامہ محمد فضل حق خیرآبادی بہادر شاہ ظفر کے بلانے پر الور سے نشر و اشاعت کرتے ہوئے اگست ۱۸۵۷ء میں دہلی پہنچے۔ میرٹھ اور دوسری چھاؤنیوں میں کارتوسوں کا قضیہ زور پکڑ چکا تھا۔ گائے اور سور کی چربی کی آمیزش کی خبر سے ہندو اور مسلمان فوجی بگڑ بیٹھے تھے۔ روٹی کی ٹکیا کی تقسیم کسی خاص اسکیم کے تحت گاؤں گاؤں میں پہلے سے ہوچکی تھی۔

میرٹھ سے دہلی پر "باغی" فوج نے ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو حملہ کردیا تھا۔ قتل و غارت گری کا بازار گرم ہوا۔ بڑی خونریزی ہورہی تھی۔

دوسری طرف پارلیمنٹ لندن میں شاہ اودھ کی معزولی کے فرمان



بردستہ ہوئے۔ لکھنؤ میں ۱۴رذیقعدہ ۱۲۷۳ھ مطابق ۵ رجولائی ۱۸۵۷ء بروز یکشنبہ مرزا رمضان علی عرف برجیس قدر بن واجد علی شاہ حضرت محل کی منظوری سے ممّوں خاں کی سرکردگی میں فوجی سالاروں نے باقاعدہ تخت نشین کر دیا [1]

احمد اللہ شاہ مدراسی دلاور جنگ پہلے قابض ہو کر شہر کا بندوبست کر چکے تھے۔

اب تلنگے جابجا متعین ہوئے۔ بیلی گارد پر انگریزوں سے چھ روز تک جنگ ہوتی رہی۔ ۱۰رجولائی کی شام کو جمعہ کے دن پسپا ہو کر ہٹ آئے۔ [2]

یہ سب خبریں برابر دہلی کو پہنچ رہی تھیں۔ علامہ بھی شریک مشورہ رہے۔ بادشاہ سرگرمیوں کا مرکز تھے۔ منشی جیون لال اپنے روزنامچے میں لکھتے ہیں۔

۱۶راگست ۱۸۵۷ء	مولوی فضل حق شریک دربار ہوئے انھوں نے اشرفی نذر میں پیش کی اور صورت حالات کے متعلق بادشاہ سے گفتگو کی۔
۲رستمبر ۱۸۵۷ء	بادشاہ دربار عام میں تشریف فرما ہوئے مرزا الٰہی بخش، مولوی فضل حق، میر سعید علی خاں، حکیم عبدالحق آداب بجالائے۔
۶رستمبر ۱۸۵۷ء	مولوی فضل حق نے دی کہ متھرا کی فوج آگرہ چلی گئی ہے اور انگریزوں کو شکست دینے کے بعد شہر پر حملہ کر رہی ہے۔
۷رستمبر ۱۸۵۷ء	بادشاہ دربار خاص میں رہے۔ حکیم عبدالحق میر سعید علی خاں، مولوی فضل، بدرالدین خاں، اور دیگر تمام امراء و رؤساء شریک دربار رہے۔ ... [2]

موجودہ حکومت کے حالات کے متعلق بادشاہ سے گفتگو کی۔ بادشاہ سراسیمہ ہوئے۔ عمائد شہر میں دو گروہ تھے۔ ایک بادشاہ کے ہمنوا اور دوسرا حکومت کمپنی کا بہی خواہ۔ فوجوں میں طمع اور لالچ گھر کر لیا تھا۔ دو ایک جماعتوں نے مقصد اعلیٰ کو سامنے رکھے ہوئے تھے۔ ایک مجاہدین کی تھی۔ دوسری روہیلوں کی تھی یہ جنرل بخت خاں کی سرداری میں داد شجاعت دے رہی تھی۔ علامہ سے جنرل بخت خاں ملنے



کے لئے گئے۔ مشورہ کے بعد علامہ نے آخری تیر ترکش سے نکالا۔ بعد نماز جمعہ جامع مسجد دہلی میں علماء کے سامنے تقریر کی استفتاء پیش کیا۔ مفتی صدر الدین خاں آزردہ صدر الصدور دہلی۔ مولوی عبد القادر قاضی فیض اللہ دہلوی۔ مولٰنا فیض احمد بدایونی۔ ڈاکٹر مولوی وزیر خاں اکبر آبادی۔ سید مبارک شاہ رام پوری نے دستخط کر دیئے۔ اس فتوے کے شائع ہوتے ہی ملک میں سورش بڑھ گئی۔ دہلی میں نوّے ہزار سپاہ جمع ہو گئی تھی [3]

جنرل بخت خاں کی اسکیموں میں مرزا مغل آڑے آتے تھے۔ مرزا الٰہی بخش غدار نے بادشاہ سے سرکار میں معافی کا خط بھجوایا تھا کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ مرزا مغل کی وجہ سے فوج میں پھوٹ پڑ گئی جنرل بخت خاں سے لوگ بگڑ گئے۔ کمپنی کی فوج نے ۱۴رستمبر ۱۸۵۷ء کو شہر دہلی پر حملہ کر دیا تھا۔ اور ۱۹رستمبر کو مکمل طور پر قلعہ پہ قابض ہو گئے

بادشاہ مجبوراً قلعہ چھوڑ کر سرنگ کے ذریعہ بادشاہ ہمایوں کے مقبرہ میں مع متعلقین کے پناہ گزین ہوئے۔ وہاں بھی ملک فروش، احسان فراموش، غدار قوم مرزا الٰہی بخش۔ بادشاہ کو انگریزوں کے سامنے ہتھیار ڈالنے کی صلاح دیتا رہا۔ یہاں تک کہ مقبرہ کو بھی انگریزوں نے گھیر لیا۔ اور انہوں نے ہی بادشاہ کو گرفتار کرا دیا۔ اور قلعہ میں انگریزو

۱۔ قیصر التواریخ جلد دوم صفحہ ۲۳۰ مصنفہ میر محمد زائر
۲۔ غدر کی صبح و شام۔ جیون لال ۳۔ تاریخ ذکاء اللہ

نے نظربند کر دیا۔ تین شاہزادوں کو قلعہ میں داخل ہوتے ہی گولی مار دی اور ان کے سروں کو خوان پوشش سے ڈھک کر بادشاہ کے سامنے تحفتاً پیش کیا گیا۔ انھیں میں مرزا مغل بھی تھے۔ بادشاہ نے صرف "الحمد اللہ" کہا اور لہو کا گھونٹ پی کر رہ گئے۔ جنرل بخت خاں نے اپنی فوج اور توپ خانہ نکال لیا۔ بادشاہ سے کہا آپ بھی میرے ساتھ چلیں لیکن مرزا الٰہی بخش نے جو انگریزوں سے ملا ہوا تھا نہ جانے دیا۔

جنرل بخت خاں، ڈاکٹر وزیر خاں، مولوی فیض احمد وغیرہ لکھنؤ چلے گئے اور یہ سب لوگ احمد اللہ شاہ دلاور جنگ کے ماتحت خوب جم کر انگریزوں سے لڑے اور مقابلہ کیا۔ آخر شکست کھا کر شاہجہاں پور رہتے ہوئے آخری جنگ شاہجہانپور میں ہوئی اور اسکے بعد شکست کھا کر نیپال چلے گئے۔ دلاور جنگ کو راجہ پوریں بلدیو سنگھ نے دعوت کے بہانے سے بلاکر دھوکہ سے ۱۵ر جون ۱۸۵۸ء کو شہید کر دیا۔ محلہ جہان آباد متصل احمد پورہ مسجد کے پہلو سپرد فن ہوا۔ علامہ پر لکھنؤ ۱۸۵۹ء میں گرفتار کر کے مقدمہ چلایا اور بعبور دریائے آب شور سزا ملی۔ وہیں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔

ایک اندازے کے مطابق اس جنگ میں تیس ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ بہادر شاہ ظفر کو رنگون بھیج دیا گیا اور وہیں نظربند رہنے کے بعد ۱۸۶۲ء میں اس دنیائے فانی سے رخصت ہوگئے۔ اور وہیں دفن ہوئے۔ اس طرح جو آگ چنگاری سے شعلہ بن کر دہلی۔ کانپور۔ میرٹھ۔ لکھنؤ فیروزآباد اور شاہجہاں پور تک پہنچی آخر وہ بجھ گئی۔ اگر یہ جنگ بادشاہ کے فرمان کے مطابق لڑی گئی ہوتی تو یہ نوے سال کا ظلم و استبداد سے بھرا ہوا دور ہندوستانیوں کو دیکھنا نصیب نہ ہوتا

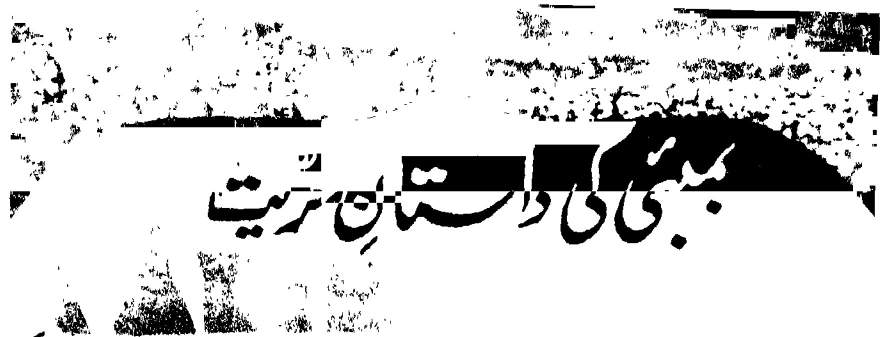
۱۸۵۷ء میں پھانسی پانے والے چند نام :-

(۱) نواب عبدالرحمٰن خاں والئی جھجر
(۲) راجہ نہار سنگھ رئیس بلب گڑھ
(۳) نواب مظفر الدولہ
(۴) نواب میر خاں پنشن دار جاگیر دار بلولی۔
(۵) نواب اکبر خاں بن فیض اللہ بنگش
(۶) احمد مرزا
(۷) میر محمد حسین
(۸) حکیم عبدالحق بن حکیم بخش
(۹) قاضی فیض اللہ کشمیری
(۱۰) میر پنجہ کش مشہور خوشنویس
(۱۱) مولوی امام بخش صہبائی
(۱۲) نواب احمد قلی خاں (جیل)
(۱۳) نواب محمد حسین خاں
(۱۴) نظام الدین خاں بن حکیم شرف الدین خاں
(۱۵) خلیفہ اسمٰعیل خلف استاد ذوق
(۱۶) محمد علی خلف نواب شیر جنگ
(۱۷) عبدالصمد خاں بن علی محمد خاں رسالدار شاہی فوج
(۱۸) دلدار علی خاں کپتان
(۱۹) میاں حسن عسکری صوفی
(۲۰) غلام محمد خاں عم نواب احمد علی خاں رئیس فرخ نگر۔

قارئین کیلئے ضروری اعلان

ہماری یہ کوشش ہے کہ اپنے قارئین کو مختلف سرکاری پالیسیوں اور سرگرمیوں سے پوری طرح باخبر رکھیں۔ تاہم قارئین کو اس میں کچھ نہ کچھ کمی کا احساس ہو سکتا ہے۔ لہذا آپ کی دلچسپی اور معلومات میں مزید اضافے کے خیال سے "قارئین کی رائے" کا خصوصی صفحہ شائع کیا جاتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس تبادلۂ خیال سے ہمیں اور بھی فائدہ پہنچے گا۔ انفرادی شکایتوں کی اشاعت تو مشکل ہے، البتہ سرکاری پالیسیوں، پروگراموں اور سرگرمیوں سے متعلق آپکے خطوط، سوالات اور شبہات بخوشی قبول کئے جائیں گے۔ پتہ نوٹ فرمالیں :

ایڈیٹر قومی راج، نیو ایڈمنسٹریٹو بلڈنگ، پندرھواں منزلہ، مقابل منترالیہ، ممبئی - ۴۰۰۰۳۲



بمبئی کی داستانِ حریت

*ڈاکٹر محمد یسین قدوسی
(ایم. اے. پی. ایچ ڈی' ہسٹری)
نیا بازار، کامٹی۔ ۱۰۰۱ ۴۴

ملک کی آزادی کے لئے جو انفرادی اور اجتماعی جنگ لڑی گئی وہ ہماری تاریخ کا کبھی نہ بھولنے والا باب ہے۔ جدوجہد کا سلسلہ عوامی سطح پر ۱۸۲۵ء سے شروع ہوا اور ۱۹۴۷ء میں ختم ہوا۔ آج ہم اپنی آزادی کی سالگرہ اور جشن منا رہے ہیں' یہ دراصل ہزاروں اور لاکھوں افراد کی قربانیوں اور مصائب سے گذر کر حاصل کی گئی ہے۔ ۱۸۵۷ء میں دہلی، کانپور، پٹنہ اور جھانسی وغیرہ شہروں میں انگریزوں کے خلاف کارروائی شروع ہوچکی تھی' اس وقت شہر بمبئی بھی کسی سے پیچھے کیوں رہتا۔ آج ہم یہاں پہلی بار ایک ایسی داستانِ حریت کا ذکر کرتے ہیں جس کے مرکزی کردار حوالدار سید حسین، جمعدار شیخ رحمان اور صوبیدار گل گار تھے۔

جنگِ آزادی کی ابتدا ہوتے ہی ... بمبئی میں بھی اکتوبر کے مہینے میں انگریزوں کے خلاف کارروائی کرنے کا منصوبہ بنایا گیا، لیکن مقررہ تاریخ سے قبل ہی یعنی ماہ ستمبر میں انگریزوں کو اس کا علم ہوگیا کہ حکومت کے خلاف بمبئی میں بھی پلان تیار ہوچکا ہے اس لئے انھوں نے پلا تاخیر دفاعی تیاریاں مکمل کرلیں اور ان کے خلاف سازش کرنے والے محبانِ وطن گرفتار کرلئے گئے، کچھ کو سزائے موت اور کچھ کو عمر قید کی سزا دی گئی۔ حالات اور واقعات کی تفصیل قابلِ مطالعہ ہے۔

وطن دوست فوجیوں کا منصوبہ:

بمبئی میں مقیم رجمینٹ نمبر دس اور گیارہ اور میرین بٹالین میں بے چینی پھیل چکی تھی ایک جمعدار نے کیپٹن بیک — کو اطلاع دی کہ دو نائک درجہ کے فوجی حکومت کے خلاف نظر آتے ہیں۔ یہ اطلاع معمولی تھی' اس لئے اس پر کسی بھی کارروائی کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ مگر حالات پر کڑی نظر رکھنے کا فیصلہ ہوا' اور ایک دوسرے نائک کامتا پرشاد پر زیادہ ہی شک وشبہ ہونے کی وجہ سے نوکری سے برطرف کردیا گیا اور پولس کے سپرد کردیا گیا۔

۶ر اکتوبر کو کیپٹن بارو اور ڈپٹی کمشنر آف پولس مسٹر فارجیٹ بھیس بدل کر ایک مقام کی طرف روانہ ہوئے اور اس جگہ پہنچ گئے جو اُن کی اطلاع کے مطابق حکومت کے لئے خطرہ کا مرکز تھا۔ یہاں ایک مکان میں روزانہ ہی خفیہ میٹنگ ہوتی تھی جس میں فوج کے سپاہی شرکت کرتے تھے اور منصوبے تیار کرتے تھے۔ ان دونوں حکام نے بڑی احتیاط سے اس مکان کی دیوار میں سوراخ کرکے اس میں ایک شیشہ نصب کردیا۔ انھوں نے اندر کے حالات دیکھے کہ کمرے میں میٹنگ ہو رہی ہے جس میں رجمینٹ نمبر دس کا سپاہی منگل اور میرین بٹالین کا ایک ڈرل حوالدار موجود تھا۔ دوسرے دو شہری بھی نظر آئے۔ ان لوگوں میں بات بہت دھیمی آواز سے ہو رہی تھی۔ لیکن جب جمعدار وہاں سے چلا گیا تو ان کی آواز ذرا تیز ہوگئی اور گفتگو سمجھ میں آنے لگی۔ کامتا پرشاد بھی وہاں موجود تھا، یہ بات سمجھ میں آگئی کہ اجمیر کے فوجیوں سے ان کی خط وکتابت ہوچکی ہے اور محرم کی دس تاریخ کو منصوبے کے مطابق کارروائی شروع ہوجائے گی۔

پھر ۸ر اکتوبر کو دوسری مستند اطلاع ملی کہ ۱۸ر اکتوبر یعنی دیوالی کی رات کو "جشن" کا آغاز کیا جائے گا۔ اس لئے رجمینٹ نمبر دس اور گیارہ کی حرکتوں پر اور بھی زیادہ نگرانی بڑھا دی گئی' مکان جہاں پر رات کو بیٹھک ہوتی اس کی خبریں حکام بالا تک تعینات لوگوں نے پہنچانا شروع کردیں۔ محبِّ وطن فوجیوں نے جو فیصلہ کیا تھا وہ بھی حکام کے کانوں تک پہنچ گیا، جس کے مطابق بمبئی میں تمام یوروپین باشندوں کا قتل اور لوٹ مار کا بازار گرم کرنے کا منصوبہ تھا، اور اسی کے ساتھ بہادر شاہ ظفر سے اعلانِ وفاداری کرتے ہوئے

متحدہ کارروائی میں شریک ہو جانا تھا۔

۱۲ اکتوبر کی شام کو کمانڈنگ آفیسر گیریسن بمبئی کے حکم سے رجمنٹ نمبر گیارہ کے گل گار دصوبی، جمعدار رحمان شیخ اور میرین بٹالین کے ڈرل حوالدار سید حسین اور منگل کو گرفتار کر کے قلعہ جارج بھیج دیا گیا۔

محبانِ وطن پر مقدمہ :

۱۳ اکتوبر کو سید حسین اور گل گار پر مقدمہ شروع ہوا۔ فیصلے کے مطابق ۱۵ اکتوبر کے دن انھیں توپ سے اڑا دیئے جانے کا حکم ہوا۔

شیخ رحمان کو عدم ثبوت کی بنا پر رہائی کا حکم دیا گیا اور صوبہ سنگھ کو سزائے عمر قید دی گئی۔

حریت پسند وطن پر قربان ہو گئے :

انگریزوں نے ان بادۂ حبِ وطن سے سرشار مجاہدوں کو عبرتناک اور دل ہلا دینے والی سزا دے کر یہ خیال کیا کہ اس کے بعد شاید پھر کوئی ہندوستانی آزادی کا خواب نہ دیکھ سکے، لیکن ایسی ہی قربانیوں سے آزادی کی تحریک کو جلا ملی اور بالآخر ملک آزاد ہو کر رہا۔

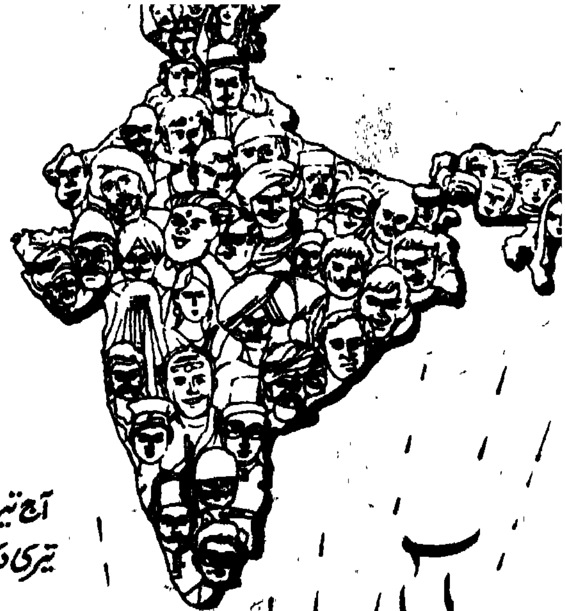
جناب ڈی. وی. واجہ، جنھوں نے بعد میں تحریکِ آزادی میں حصہ لیا، اس وقت وہ اسکول میں طالب علم تھے، سزا دیئے جانے کا آنکھوں دیکھا حال اس طرح بیان کرتے ہیں :

" دوپہر بعد ہم اپنے الفنسٹن اسکول سے نکلے، ہمارے سامنے میدان میں لوگوں کا بڑا اجتماع نظر آیا۔ میدان میں اور پریڈ گراؤنڈ پر فوجیوں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ ان کے پیچھے عوام کھڑے تھے۔ اس غیر متوقع اجتماع کو دیکھ کر ہم نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ دو "غداروں" کو جو زنجیروں میں بندھے ہوئے ہیں، ابھی توپ سے اڑا دیا جائے گا۔ ہم بھی لمبی لمبی سانسیں لیتے ہوئے ان لوگوں کے قریب ہونے کی کوشش میں آگے بڑھے جہاں تک میری یادداشت کا تعلق ہے توپ کا رخ ایسپلینیڈ روڈ کی طرف تھا۔ آخر کار ہم عوام میں راستہ بناتے ہوئے ان دونوں فوجیوں کے نزدیک پہنچ گئے۔ عوام دم بخود تھے اور خوف کا اثر سبھی پر غالب تھا۔ ہماری نبض بھی تیزی سے چلنے لگی۔ حکم ملتے ہی توپ داغ دی گئی، اور قیدیوں کو لوگوں نے ہوا میں اڑتے ہوئے دیکھا۔ ان کے جلے بھنے گوشت کی ناگوار مہک ہماری ناک تک پہنچی اور اس طرح یہ دل سوز منظر ختم ہوا۔"

ایسی ہی قربانیاں اور حریت پسندی، ہمیں آزادی کی سہانی صبح تک پہنچانے میں مددگار ثابت ہوئی۔ "غدار" کہہ کر تاریخ کے دھارے کو بدلا نہیں جا سکا۔ 'غدار' کہنے والے دراصل خود ہماری قومی دولت اور آزادی کے غاصب تھے۔ آج ہم ان ہزاروں اور لاکھوں حریت پسندوں کو سلام کرتے ہیں، جن کی وطن دوستی اور عظمت کبھی ماند نہیں پڑ سکتی۔

★★





آزادی کی دیوی

جب تک دم میں دم باقی ہے کریں گے صبح و شام
اے آزادی کی دیوی تجھ کو سوسو پرنام!

آج تیری ہی کرپا سے یہ شبھ دن آیا ہے تیرے کارن جیون کا سکھ ہم نے پایا ہے
تیری دیا کی دیوی ہم پر گہری چھایا ہے کرتے ہیں گن گان ترا اکبر ہو یا گھنشام
اے آزادی کی دیوی تجھ کو سوسو پرنام

جانے کتنے بھگت سنگھ اور کتنے ویر حمید ہنستے ہنستے تیرے بیٹے تجھ پر ہوئے شہید
جیلوں میں جو منا چکے ہیں دیوالی اور عید اور کیا ہے مر کے جنھوں نے جگ میں اپنا نام
اے آزادی کی دیوی تجھ کو سوسو پرنام

مہاراشٹر، گجرات، ہماچل، ہریانہ مدراس چپہ چپہ پر ہے ترے بلیدانوں کا اتہاس
یوپی اور بنگال سبھی ہیں یکساں تیرے پاس ایک ڈور میں بندھے ہوئے ہیں کرناٹک آسام
اے آزادی کی دیوی تجھ کو سوسو پرنام

پرتگیا کرتے ہیں ترا ادّھار کریں گے ہم پیار کیا تجھ سے ہر دم پیار کریں گے ہم
تن من دھن اپنا تجھ پر بلہار کریں گے ہم تیرے لئے ہم تج دیں گے دیوی اپنا آرام
اے آزادی کی دیوی تجھ کو سوسو پرنام

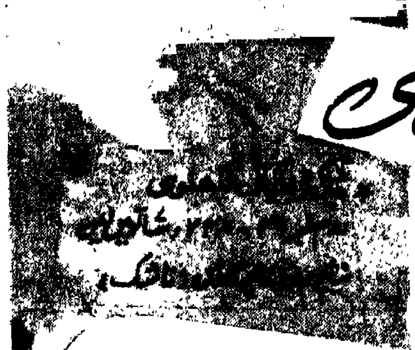


چاروں اور کیا اجیارا، دور کیا اندھکار ہم سب پر اے دیوی تیرا کتنا ہے اپکار
تیری جے جے کار ہو دیوی تیری جے جے کار کر جائیں گے اور بھی اونچا جگ میں تیرا نام
اے آزادی کی دیوی تجھ کو سوسو پرنام

ہندو، مسلم، سکھ عیسائی، رام ہو یا رحمان سب کرتے ہیں دیوی تیرا آدر اور سمّان!
پھولے پھلے تیری چھایا میں یونہی ہندستان سگندھ سے تیری مہکیں دنیا کے چاروں دھام
اے آزادی کی دیوی تجھ کو سوسو پرنام

* محبوب راہی
پوسٹ: بارسی ٹاکلی
ضلع آکولہ - ۴۴۴۴۰۱

احترامِ آزادی



مبارک اہلِ وطن، جشنِ عامِ آزادی
پھر آج رقص میں آیا ہے جامِ آزادی

صدی صدی کی غلامی سے پا گئے ہیں نجات
خوشی سے کیوں نہ کریں اہتمامِ آزادی

شہید ہو گئے جو عظمتِ وطن کے لئے
وہ دے گئے ہیں ہمیں صبح و شامِ آزادی

نشاط و امن کی مئے عام اس طرح ہو کہ اب
نہ رہنے پائے کوئی تشنہ کامِ آزادی

گذر کے شہروں سے دیہات کی فضاؤں تک
پہنچ چکا ہے، برابر پیامِ آزادی

یہ امتیاز و شرف بھی ہے زندہ قوموں کا
ہے ہر مقام سے اونچا مقامِ آزادی

مجاہدینِ وطن کے لہو کا ہر قطرہ
مری نظر میں ہے نقشِ دوامِ آزادی

گہن میں آنے نہ پائے گا اب کسی صورت
چمک رہا ہے جو ماہِ تمامِ آزادی

عزیز کیوں نہ ہو ہے جان سے ہمیں نایاب
ہے فرض اپنے لئے احترامِ آزادی!

(پرچمِ امن) *عثمان عاجز

پندرہ اگست

شب کے تاروں سے کہہ دو کہ ہٹ جائیں وہ
بادلوں کو خبر دو کہ چھٹ جائیں وہ

جشنِ پندرہ (15) اگست کو منانے میں اب
کہہ دو اہلِ وطن سے کہ ڈٹ جائیں وہ

شان سے اب کے فصلِ بہار آگئی!
گلستاں پر نئی تازگی چھا گئی!!!

دل میں رُوحِ مسرت سی دوڑا گئی
ہر کلی ناز سے آج لہرا گئی!

دیدنی ہے ستاروں کی یہ روشنی!
جس طرف دیکھئے ہے عجب دلکشی

مسکراتے ہیں گل خندہ زن ہے کلی
یہ فضا آج چوتھی کی دلہن بنی!

آج جنتا کے ہاتھوں میں خود راج ہے
آج جنتا کے قبضے میں ہی تاج ہے

ایک مدت سے تھے جس کے ہم منتظر
وہ مسرت کی تقریب بھی آج ہے

آؤ عاجز زمانے پہ چھا جائیں ہم!
غیر کو بھی محبت سے اپنائیں ہم

اب ہے عاجز تقاضہ یہی وقت کا
پرچمِ امن ہر سمت لہرائیں ہم!

جشنِ آزادی

* دلبر عثمانی
نیازیاں۔ امروہہ (یو۔پی)

پھر پندرہ اگست خوشی لے کر آ گئی
پھر موجِ اِک خوشی کی زمانے پہ چھا گئی

تاریخ یہ ہے جب کہ ہم آزاد ہوگئے
بھارت کے رہنے والوں کے دل شاد ہوگئے

نہرو کو پھر بنا دیا پردھان منتری!
خدمت تمام ملک کی تا زیست جس نے کی

جھنڈا ہمارا لال قلعے پر لگا دیا
مطلب تھا جس کا ملک یہ آزاد ہو گیا

اس روز گاندھی جی کی تمنا بر آئی تھی
اب سلطنت تھی اپنی کبھی جو پرائی تھی

یہ جشن ہے چھتیسواں ۳۶ سالانہ دوستو
ہر بھارتی کو اس کی بھلا کیوں خوشی نہ ہو

اب اِندرا جی جھنڈے کو لہرا رہی ہیں آج
اپنی ہے سلطنت یہاں اپنا ہے آج راج

پالیسیوں سے اُن کی بڑا کام ہو گیا
بھارت ہے سارے ملکوں سے آگے بڑھا ہوا

سونے کی چڑیا ملک ہمارا دلبر ہے
اس کو خدا کرے نہ کسی کی نظر لگے

۱۵؍ اگست

* ضیاء الدین ضیا کھنڈوی
۱۸۹/۲ H ،۱۱۰۰ کوارٹرز، اریرہ کالونی،
بھوپال (ایم۔پی) ۴۶۲۰۱۶

ماحول میرے دیش کا عنبر فشاں ہے آج
سیلابِ رنگ و بو ہے کہ ہر سو رواں ہے آج

مجھ کو بہشت دعوتِ نظارگی نہ دے
پندرہ اگست ہے مجھے فرصت کہاں ہے آج

رعنائیوں کا رقص ہے حدِ نگاہ تک
محسوس ہو رہا ہے زمانہ جواں ہے آج!

ہے آج کوئی غیر نہ ہے کوئی اجنبی!
اپنائیت ہر ایک کے رخ سے عیاں ہے آج

مل ہی گئی سیاستِ صیاد سے نجات
اندیشہ برق کا ہے نہ خوفِ خزاں ہے آج

نظمِ چمن اب اہلِ چمن کے سپرد ہے
محفوظ شاخِ گل پہ ہر اک آشیاں ہے آج

ہے مرکزِ نگاہ زمانہ بنا ہوا!
کتنا بلند پرچمِ ہندوستاں ہے آج

پندرہ اگست کا یہ کرشمہ ہے اے ضیا
میرا وطن جو خطۂ امن و اماں ہے آج

پندرہ اگست آیا

هاشم قنوجی
شیخانہ، قنوج (یو۔پی)

خوشیوں کو ساتھ لے کر پندرہ اگست آیا
گلزار میں وطن کے ہر غنچہ مسکرایا

بازار سج رہے ہیں کوچے سنور رہے ہیں
عیش و طرب کے ہر سو نغمے بکھر رہے ہیں

یہ دھوم دھام کیوں ہے یہ اژدھام کیوں ہے
ہر ایک بادہ کش کے ہاتھوں میں جام کیوں ہے

اس روز کی بدولت ہم نے مراد پائی
برسوں سے تھے مقید ہم کو ملی رہائی

گاندھی کی جرأتوں سے نہرو کی کوششوں سے
آزاد کی زباں سے جنتا کی ہمتوں سے

ہندوستاں ہمارا آزاد ہو گیا ہے
گلشن اجڑ رہا تھا آباد ہو گیا ہے

اب فرض ہے ہمارا آگے قدم بڑھائیں
اپنے چمن میں جنت مل جل کے کھینچ لائیں

تنظیم اور محنت دو کام ہیں ہمارے
آغاز ہی میں پنہاں انجام ہیں ہمارے

جب سے ملا ہے بھارت چمکی ہے اپنی قسمت
سارے جہاں میں اس سے بڑھ کر نہیں ہے دولت

ہر چیز کیمیا ہے اس انجمن کی ہم کو
کرنی ہے پاسبانی اپنے وطن کی ہم کو

ہندو ہو یا مسلماں سب دیش کے رتن ہیں
سب باغباں ہیں اس کے سب زینتِ چمن ہیں

دنیا میں کوئی ہم سے آگے نکل کے دیکھے
کس کی مجال ہاشم تیور بدل کے دیکھے

پندرہ اگست کا دن

مجیب بستوی
سمریاواں بازار
بستی (یو۔پی)

مری وفا کا امیں پندرہ اگست کا دن
مری حیات حسیں پندرہ اگست کا دن

خدا گواہ کہ اک عرصۂ دراز سے ہے
نگاہ و دل میں مکیں پندرہ اگست کا دن

مرے وطن کو اسی دن ملی ہے آزادی
رکی ہے آہ اسی دن ستم کی ہر آندھی
چراغِ جشنِ مسرت جلا ہے اس دن کو
ضیا میں جس کی پلے ہیں جواہر و گاندھی

مرے وطن کے گلستاں میں کھیلتی ہے بہار
زہے زہے مری قربانیاں مرا ایثار
جو گل ہیں شاد تو کلیاں بھی مسکراتی ہیں
نگاہ جن پہ نچھاور ہے دل بھی جن پہ نثار

جلے ہوئے ہیں بہ ہر گام زندگی کے دیئے
کئے بھی ہم نے تو کتنے بلند کام کئے
ہم اک شہید بھی ہیں اور ایک غازی بھی
رہِ وطن میں مرے، خدمتِ وطن میں جیئے

بلند پرچم آزادئ وطن ہے آج!
ہمارے سر پہ ہے فتح و ظفر کا زریں تاج
خیال دورِ غلامی کا اب نہیں دل میں
ہمیں وطن کی محبت کی مل گئی معراج

غزلیں

انجم رومانی
روزنامہ اُردو ٹائمز
۲۴۳ - مولانا آزاد روڈ، بمبئی - ۴۰۰۰۰۸

اوس تلووں میں چبھے پھولوں سے چھالے پڑ جائیں
اس طرح بھی نہ کہیں جینے کے لالے پڑ جائیں

توڑ کر قید اندھیروں کی چلا ہوں لیکن
بن کے زنجیر نہ قدموں میں اُجالے پڑ جائیں

اس ہوس کار زمانے سے بچانا یارب
میرے اخلاص کے موتی بھی نہ کالے پڑ جائیں

آج بیکار ہیں ٹوٹے ہوئے ساغر کی طرح
جن کا یہ حکم تھا میخانوں پہ تالے پڑ جائیں

تم مری پیاس بجھا دو گے یقین ہے لیکن
اس سے پہلے کہ مرے ہونٹوں پہ چھالے پڑ جائیں

بدیع الزماں خاور
داپولی - ۴۱۵۷۱۲
ضلع رتناگیری (مہاراشٹر)

گاؤں جو دیکھا تھا بچپن میں
بسا ہوا ہے اب بھی من میں

باغ سے کیوں خالی جاتے ہو؟
کانٹے ہی لے لو دامن میں

چھوڑ کے دِلّی اور کراچی
دونوں مِل بیٹھے لندن میں

ظلمت پھر ظلمت ہے یارو!
گھر میں ہو یا ہو مدفن میں!

بات نہیں یہ دو ملکوں کی!
ساری دنیا ہے اُلجھن میں

کیا جانے پانی کا ہرسُو
کال یہ کیسا ہے ساون میں

اُردو کے شاعر اب خاور
پیدا ہوتے ہیں کوکن میں

غزلیں

محمد غلام رسول اشرف
تکیہ معصوم شاہ،
مومن پورہ،
ناگپور

طوفان ٹل رہا ہے
دریا سنبھل رہا ہے

پتے سمیٹ لو سب
موسم بدل رہا ہے

خاموش ہے سمندر
دریا مچل رہا ہے

سایہ ٹھہر گیا ہے
انسان چل رہا ہے

مجھ سے ہی کیوں شکایت
سب کچھ بدل رہا ہے

* مجیب الرحمن بزمی
'قصر بزمی' رحمت کالونی، ڈانڈا۔ رانچی -۸۳۴۰۰۲

کلیوں کو صبا بن کے ہنسا کیوں نہیں دیتے
اعجاز تبسم کا دکھا کیوں نہیں دیتے

اٹھے گا غلط پاؤں تو ٹھوکر ہی لگے گی !
پتھر ہوں تو رستے سے ہٹا کیوں نہیں دیتے

ہیں کوچہ و بازار میں نفرت کے اندھیرے
تو شمعِ محبت کی بڑھا کیوں نہیں دیتے

اک عمر سے بے رنگ ہے ایوانِ تمنا
گلدستۂ ہمت سے سجا کیوں نہیں دیتے

اس دورِ پر آشوب میں جب تم ہو مسیحا
دو چار نئے زخم لگا کیوں نہیں دیتے

بھٹکے نہ کوئی شہر میں انجان مسافر
چوکھٹ پہ کوئی شمع جلا کیوں نہیں دیتے

تم ظلم کی تشہیر کو سمجھو نہ مداوا !!!
دیوار کی تحریر مٹا کیوں نہیں دیتے

بزمی کا قلم شرحِ محبت کے لئے ہے
تم ظلم کی تفسیر بتا کیوں نہیں دیتے

* کمال الدین کمال صدیقی
ضیا اپارٹمنٹس،
بلاسس روڈ، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۰۸

شہر اب ہو گیا سنسان چلو سو جائیں
تھم گیا درد کا طوفان چلو سو جائیں

ان کے آنے کی ہر امید نے دم توڑ دیا !
مٹ گئے سارے ہی ارمان چلو سو جائیں

روشنی مانگیں ستاروں سے شب غم کیلئے
لیں کسی کا بھی کیوں احسان چلو سو جائیں

دل کا کہنا نہ سنو، رات گذر جائے گی
دل کا کیا دل تو ہے نادان، چلو سو جائیں

سن کے جاگیں گے موذن کی صدا وقتِ سحر
تازہ ہو جائے گا ایمان، چلو سو جائیں

جس کو وعدہ بھی نہیں یاد کمال اس کے لئے
آپ ناحق ہیں پریشان چلو سو جائیں

قبائلی ضمنی منصوبہ کی رقم میں اضافہ

وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے ۲۰ اگست کو منترالیہ میں ریاستی قبائلی مشاورتی کونسل کی ایک میٹنگ سے خطاب کرتے ہوئے اعلان کیا کہ آدیباسیوں کی فلاح و بہبود سے متعلق نئی اسکیمات جاری کرنے کے لئے ۸۳-۱۹۸۲ء کے مالی سال میں قبائلی ضمنی منصوبہ کی رقم میں دس کروڑ روپیوں کا اضافہ کیا گیا ہے۔ سال ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران یہ رقم ۶۱ کروڑ روپے تھی۔ رواں مالی سال کے دوران یہ رقم ۷۱ کروڑ روپے ہوگی۔ مہاراشٹر میں قبائلی پروگرام کو دی جارہی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ امسال قبائلیوں کے لئے ایک پبلک اسکول اور دس ہوسٹل کھولے جائیں گے۔

مندرجہ قبائلیوں کی فلاح و بہبود سے متعلق حکومت کو مشورے دینے کیلئے دستور کے تحت قائم کی گئی مذکورہ کونسل نے آج آدیباسیوں کی فلاح سے متعلق اہم امور پر بحث کی اور فیصلے لئے۔ کونسل نے سفارش کی ہے کہ قبائلی علاقوں میں کام کرنے والے سرکاری ملازمین کو ترغیبی رقم دی جائے۔ کونسل نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ قبائلی علاقوں میں آبپاشی پروجیکٹ پر اسی وقت کام کیا جائے جب پروجیکٹ کے تحت قبائلیوں کی ۵۰ فیصد اراضی سیراب ہوگی۔ کونسل نے جعلی کاسٹ سرٹیفکٹ کے اجراء کی جانچ کے لئے ایک کمیٹی کی تشکیل کا مشورہ بھی دیا۔

میٹنگ میں ڈاکٹر وی، سبرامنیم وزیر برائے مالیات و منصوبہ بندی، شری ایس، ایس سوگھے نائب وزیر برائے قبائلی بہبود اور قبائلی علاقوں کے اراکین مجلس قانون ساز نے شرکت کی۔

اندھے پن کی روک تھام میں اعلیٰ خدمات پر "درشٹی مِتر" کا اعزاز

وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے منترالیہ میں ۲۴ اگست کو اندھے پن کی روک تھام سے متعلق خدمات میں مصروف رضاکار اداروں کے نمائندوں کی ایک میٹنگ میں اعلان کیا کہ ریاستی حکومت ہر سال ایسے افراد کو "درشٹی مِتر" کے خطاب سے نوازے گی جو اندھے پن کی روک تھام میں بہترین خدمات کا مظاہرہ کریں گے۔ ڈاکٹر بلی رام ہیرے، وزیر برائے صحت عامہ نے صدارت فرمائی وزیر اعلیٰ نے اس سلسلے میں رضاکار اداروں کی خدمات کی

منافع خوروں کے خلاف سخت اقدام
تاجروں کو وارننگ

حکومت کے علم میں یہ بات آئی ہے کہ بمبئی کی موجودہ صورتحال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بعض تاجروں نے غلہ، ڈبل روٹی جیسی اشیائے ضروری کے دام بڑھا دیئے ہیں۔

کنٹرولر آف راشننگ بمبئی کے افسران کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ وہ اس صورتحال کا سختی کے ساتھ جائزہ لیں اور ضروری اشیاء قانون بابت ۱۹۸۰ء کے تحت کالابازاری کرنے والوں اور ذخیرہ اندوزوں کے خلاف سخت اقدام کریں۔

ستائش کی اور ان اداروں کو درپیش مسائل پر ہمدردی کے ساتھ غور کرنے کا یقین دیا۔ آپ نے متعدد نمائندوں کی جانب سے سرکاری امداد میں اضافے کے مطالبے پر بھی غور کرنے کا یقین دلایا۔

وزیر برائے صحت عامہ ڈاکٹر بلی رام ہیرے نے اپنے خطبہ صدارت میں ریاست میں صحت عامہ سے متعلق گذشتہ دو سالوں میں نافذ کی گئی متعدد اسکیمات کا تذکرہ کرتے ہوئے رضاکار اداروں سے اپیل کی کہ وہ وزیر اعظم کے "۲۰۰۰ء تک سب کے لئے صحت" کے مقصد کو پورا کرنے میں ریاستی حکومت کے ساتھ تعاون کریں۔ آپ نے خاندانی بہبود پروگرام اور اندھے پن کی روک تھام میں رضاکار اداروں کے تعاون کی ستائش کی۔

شریمتی رجنی ساتو نائب وزیر صحت عامہ نے کہا کہ اندھے پن کی روک تھام کی اہمیت کے پیش نظر اسے بجا طور پر نئے بیس نکاتی پروگرام میں شامل کیا گیا ہے۔

اس موقعہ پر رائل سوسائٹی فار دی بلائینڈ کے صدر شری راجیندر ویاس اور نیشنل ایسوسی ایشن فار دی بلائینڈ کے صدر شری وجے مرچنٹ نے بھی میٹنگ سے خطاب کیا۔ اضلاع کے رضاکار اداروں کے نمائندوں نے آنکھوں کے دو لاکھ آپریشن کے نشانے کی تکمیل میں اپنی جانب سے حکومت کو مکمل تعاون کا یقین دلایا۔

اس موقعہ پر وزیر اعلیٰ نے خاندانی منصوبہ بندی پروگرام کے تحت ۲۰,۰۰۰ لوپ بندی انجام دینے والے ناندیڑ کے ڈاکٹر موہن بھالے

راؤ کی عزت افزائی کی۔

ڈاکٹر شری کانتی ایم۔ آر چندرا کپور ے ڈائرکٹر آف ہیلتھ سروسیز نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔

ڈاکٹر ایس ایم بھڈ کمکر جوائینٹ ڈائرکٹر آف ہیلتھ سرویسیز نے شکریہ ادا کیا۔

عثمان آباد اور لاتور دو نئے اضلاع کی تشکیل

حکومت مہاراشٹر نے عثمان آباد ضلع کو ۱۶ راگست ۱۹۸۲ء سے عثمان آباد اور لاتور کے دو اضلاع میں تقسیم کیا ہے۔ دونوں نئے اضلاع کے لئے علیحدہ ضلع پریشد ہونگے۔

نئے عثمان آباد ضلع میں عثمان آباد، تلجاپور، کرلم، بھوم، امرنگا اور پرانڈا، یہ چھے تعلقے نیز سولاپور ضلع کے بارشی تعلقہ کے آٹھ دیہات شامل ہیں۔

نئے لاتور ضلع میں اوسا، لاتور، نلنگانہ، اُدگیر، اور احمد پور، یہ پانچ تعلقے نیز بیڑ ضلع کے امبے جوگائی تعلقہ کے ۳۴ دیہات اور ۱۱ واڈیاں شامل ہیں۔

اس سلسلے میں ایک حکمنامہ۔ ریاستی حکومت کے غیر معمولی گزٹ مورخہ ۱۳ راگست ۱۹۸۲ء کے حصہ چہارم ب میں شائع کیا گیا ہے۔

مہاراشٹر ضلع پریشد اور پنچایت سمیتی قانون میں ترمیم - آرڈی ننس کا اجراء

حکومت مہاراشٹر نے ایک حکمنامہ کے ذریعے مہاراشٹر ضلع پریشد اور پنچایت سمیتی قانون بابت ۱۹۶۱ء میں ملازمین کے تحفظ اور انتظامی سہولت کی غرض سے ترمیم کی ہے۔ یہ آرڈیننس ۱۴ راگست ۱۹۸۲ء سے نافذ العمل ہے۔

ضلع پریشد کی تقسیم اس کی حدود میں کمی و بیشی کے معاملے میں مہاراشٹر ضلع پریشد اور پنچایت سمیتی قوانین بابت ۱۹۶۱ء کی دفعہ ۲۵۵ (۲) (VIII -) کے تحت سرکاری اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے کسی بھی ملازم کا تبادلہ یا دوبارہ تقرری کی جاتی ہے۔

رتناگیری اور اورنگ آباد اضلاع کی تقسیم کے وقت ان اختیارات کے تحت تبادلہ شدہ ملازمین کی نمائندگی پر حکومت کو بعض تبادلے منسوخ کرنے پڑے اور ملازمین کو ان کی حسب سہولت ضلع پریشد میں ملازمت دینے کا انتظام کیا گیا۔

چندرپور اور عثمان آباد اضلاع کی تقسیم کے حکومت کے حالیہ فیصلے کے تحت بھی کئی تبادلے اور تقرری کے احکامات جاری ہوں گے جن پر لوہیں ملازمین کی دشواریوں کے پیش نظر ضروری ترمیمات ناگزیر ہوں گی۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ ایسے تقررات کے سلسلے میں قابل قبول

شری ولاس راؤ دیشمکھ، مہاراشٹر کے وزیر مملکت نے دہلی میں، حال ہی میں ریاستی وزراء نقل و حمل کی ایک میٹنگ میں شرکت کی، شری ویریندر پاٹل، مرکزی وزیر برائے سیاحت نے اس میٹنگ کی صدارت فرمائی۔





وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے منترالیہ، بمبئی میں ۵ ر اگست کو "۲۰-نکاتی اور پیداواری پروگرام" سے متعلق کابینی ضمنی کمیٹی کی ایک میٹنگ سے خطاب فرمار ہے ہیں۔

وجوہات کی بناء پر اصل احکامات میں ترمیم اور ترمیم شدہ اصل احکامات کے نفاذ سے متعلق خصوصی اختیارات حاصل کرنے کی غرض سے دفعہ ۲۵۵ میں ترمیم کی جائے۔

موجودہ دفعہ (VIII) (۲) ۲۵۵ کے تحت ہزاروں ملازمین کی تقرری و تبادلہ کے احکامات کی سرکاری گزٹ میں اشاعت لازمی ہے لیکن ان ہزاروں احکامات کی طباعت و اشاعت کے لئے کافی وقت درکار ہونے سے اصل احکامات پر عمل آوری میں تاخیر ہوسکتی ہے۔ اسلئے یہ ضروری ہے کہ سرکاری گزٹ میں اسکی اشاعت نہ کرتے ہوئے متعلقہ ملازمین کو کسی اور صورت میں اس کی اطلاع دی جائے۔

چونکہ فی الوقت ریاست کی مجلس قانون ساز کے دونوں ایوان زیر اجلاس نہیں ہیں اسلئے مذکورہ بالا وجوہات کی بناء پر قانون کی دفعہ میں فوری ترمیم کے لئے یہ حکمنامہ جاری کیا گیا۔ یہ حکمنامہ ریاستی حکومت کے غیر معمولی گزٹ مورخہ ۱۴ راگست ۱۹۸۲ء کے حصہ چہارم میں شائع کیا گیا۔

ریاستی آرٹ نمائش

ریاست مہاراشٹر کی برائے سال ۸۳-۱۹۸۲ء ۲۳ ویں سالانہ آرٹ نمائش اور پیشہ ورانہ فن سے متعلق نمائش، ناگپور اور جہانگیر آرٹ گیلری، بمبئی میں یکم نومبر، ۲ نومبر اور جنوری ۱۹۸۳ء میں منعقد کی جائے گی۔ مختلف آرٹ اداروں کے طلبہ کے ساتھ ۱۵ سے ۳۰ برس عمر کے درمیان عام افراد بھی ناگپور میں منعقد ہونے والی نمائش میں شرکت کرسکتے ہیں۔

طلبہ کی نمائش کے لئے داخلے چار اور پانچ اکتوبر کو دوپہر گیارہ بجے سے شام چار بجے کے درمیان ڈاکٹر ڈی، این روڈ، فورٹ بمبئی میں واقع سرجے جے اسکول آف آرٹ کے جمخانہ میں قبول کئے جائیں گے۔

دیگر تفصیلات اور داخلہ فارم ڈائرکٹر آف آرٹ، اسکول آف آرٹ کمپاؤنڈ، ڈاکٹر ڈی، این روڈ بمبئی ۴۰۰۰۰۱ (فون نمبر ۲۶۰۲۳۱) سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔

بقیہ "نئے ۲۰ نکاتی پروگرام پر عملدرآمد"

متعدد پروگراموں پر مؤثر عمل آوری کے لئے کافی وقت کی ضرورت ہے لیکن جیسے جیسے وقت گذرتا جائے گا وزیراعلیٰ کی تعمیری کوششیں اپنی کامیابیوں کا ثبوت پیش کرتی جائیں گی۔

۱۷ ۔ ویں بین الرّیاستی کنٹرول بورڈ کے اجلاس کی ایک تصویر ۔ یہ اجلاس ۱۰ راگست کو پونے میں منعقد کیا گیا تھا ۔



بچّوں کے بین الاقوامی میلے میں ہندوستانی وفد کی شرکت
وفد کی وزیراعلیٰ سے ملاقات

بچوں کے ایک دس رکنی ہندوستانی وفد نے جوتا دلوس ، فرانس میں دوسرے بین الاقوامی اجتماع اطفال میں شرکت کے لئے چنا گیا ہے ، ۲۴ راگست کو منترالیہ میں وزیراعلیٰ بیرسٹر باباصاحب بھوسلے سے ملاقات کی ۔

وزیراعلیٰ نے بچوں کا گرمجوشی سے استقبال کیا اور وفد کے لئے وزیراعلیٰ راحت فنڈ سے ۵۰۰۰ روپوں کی امداد کا اعلان کیا ۔ آپ نے وفد کی کامیابی کے لئے نیک خواہشات پیش کیں ۔ بعد ازاں بچوں کے والدین نے وزیراعلیٰ کو گلدستے پیش کئے ۔ اس موقع پر نائب وزیر برائے امداد باہمی شری ، وائی ، جے شیرسے کر بھی موجود تھے ۔

ہندوستانی وفد میں ۱۰ سے ۱۱ سال کی عمر کے ۶ لڑکے اور چار لڑکیاں شامل ہیں ۔ جو اس میلے میں ہندوستان کے روایتی کھیل کود اور کلاسیکل رقص پیش کریں گے ۔

کپاس حصول کی اجارہ داری اسکیم میں توسیع
آرڈی ننس کا نفاذ

گورنر مہاراشٹر نے ۲۴ راگست ۱۹۸۲ء کو ایک آرڈینینس کے ذریعہ مہاراشٹر خام کپاس (حصولی ، پروسیسنگ اور مارکیٹنگ) قانون بابت ۱۹۷۱ء کی مدت میں ۳۰ رجون ۱۹۸۴ء تک توسیع کر دی ہے ۔

یہ قانون ۱۳ ردسمبر ۱۹۷۱ء سے نافذ کیا گیا تھا اس کی میعاد میں وقتاً فوقتاً توسیع کی جاتی رہی ہے ۔ آخری دفعہ اس کی میعاد میں ۳۰ رجون ۱۹۸۲ء تک توسیع کی گئی تھی ۔ چونکہ اسکے بعد مذکورہ میعاد میں توسیع نہیں کی جا سکتی تھی ۔ لہٰذا اس آرڈینینس کے ذریعہ توسیع ۳۰ رجون ۱۹۸۲ء سے ۳۰ رجون ۱۹۸۴ء تک کر دی گئی ہے ۔

اس اسکیم کے نفاذ سے کپاس کی کاشت کرنے والے کسانوں کو حاصل فائدے اور خصوصاً ضمانت قیمتوں کی صورت میں منافع کے پیش نظر مذکورہ اسکیم مزید رائج رکھنے کے لئے یہ آرڈینینس ضروری سمجھا گیا ۔



گورنر مہاراشٹر، شری آئی۔ ایچ۔ لطیف پودا لگاتے ہوئے، ۳۱ جولائی کو، پونے کے قریب کھڑک واسلہ میں گیری نگری میں واقع انسٹی ٹیوٹ آف آرمامنٹ ٹیکنالوجی کے زیر اہتمام محکمۂ جنگلات کے تعاون سے سماجی سطح پر شجر کاری مہم کا آغاز کر رہے ہیں۔ اس مہم کے تحت تقریباً ۲۰ ہیکٹر اراضی پر مختلف اقسام کے کم و بیش ۲۹ ہزار درخت لگائے جائیں گے۔

اقل ترین اُجرت کا تعین

حکومت مہاراشٹر نے چرم سازی اور چمڑے کی مصنوعات کی صنعت سے وابستہ ملازمین کے لئے ۱۵ر اگست ۱۹۸۲ء سے اقل ترین ماہانہ اجرت کی زون I، II، III اور IV کے لئے حسب ذیل نئی شرح علی الترتیب حسب ذیل مقرر کی ہے۔

چرم سازی :-

ماہر مزدور ۴۰۵ روپے، ۳۸۰ روپے، ۳۵۵ روپے اور ۳۳۰ روپے۔

نیم ماہر مزدور :- ۳۸۵ روپے، ۳۶۰ روپے، ۳۱۵ روپے اور ۳۱۰ روپے۔

غیر ماہر مزدور :- ۳۶۵ روپے، ۳۴۰ روپے، ۳۱۵ روپے اور ۲۹۰ روپے۔

چمڑے کی مصنوعات :-

ماہر مزدور :- ۴۰۵ روپے، ۳۸۰ روپے، ۳۵۵ روپے اور ۳۳۰ روپے۔

نیم ماہر مزدور :- ۳۸۵ روپے، ۳۶۰ روپے، ۳۳۵ روپے اور ۳۱۰ روپے۔

غیر ماہر مزدور :- ۳۶۵ روپے، ۳۴۰ روپے، ۳۱۵ روپے اور ۲۹۰ روپے۔

انتظامیہ عملے کیلئے :-

سپروائزر :- ۴۳۵ روپے، ۳۸۰ روپے، ۳۵۵ روپے اور ۳۶۰ روپے۔

کلرک :- ۴۰۵ روپے، ۳۸۰ روپے، ۳۵۵ روپے اور ۳۳۰ روپے۔

معاون :- ۳۸۵ روپے، ۳۶۰ روپے، ۳۳۵ روپے ۳۱۰ روپے

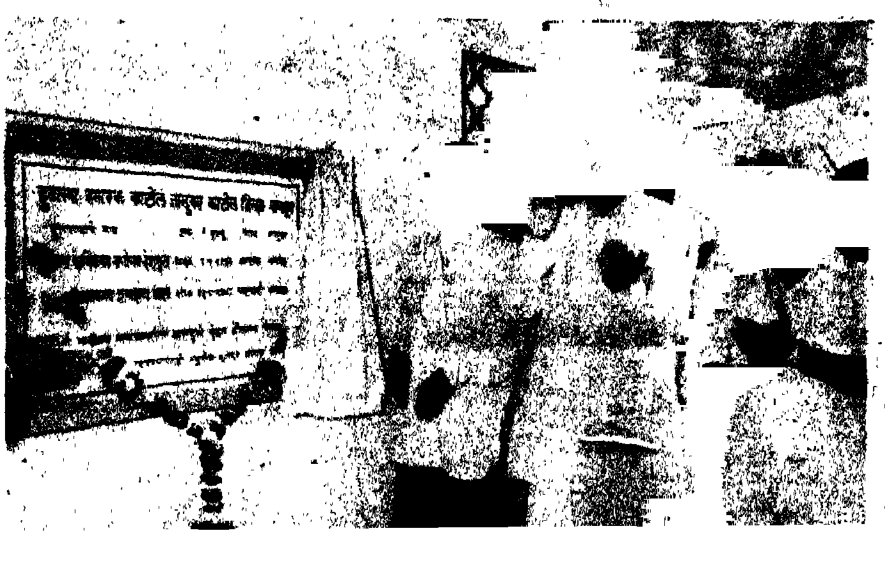
تمام شعبوں کے زیر صدارت عملہ کو مقررہ شرح اجرت کا ۷۵ فیصد حصہ دیا جائے گا۔ ★



شری وسنت ساٹھے، مرکزی وزیر
برائے اطلاعات ونشریات نے پونے میں پنجم
اگست کو بچوں کے رسالے "آنند" کے امرت
مہوتسو تقریب کے افتتاحیہ پروگرام میں
مذکورہ رسالہ کے "انڈین ایر فورس" کے
خصوصی شمارے کا اجراء کیا۔ گورنر مہاراشٹر
شری آئی۔ ایچ۔ لطیف (بائیں جانب) نے
اس تقریب کی صدارت کی۔

وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے کے اعزاز
میں، ناشک ضلع پریشد کی جانب سے استقبالیہ
دیا گیا۔ زیر نظر تصویر میں وزیر اعلیٰ، پریشد کے صدر
شری موتی اتا سوریہ ونشی کے ہاتھوں سپاسنامہ
قبول کر رہے ہیں۔ بائیں جانب شری بی۔ ایم۔
گائیکواڑ، وزیر برائے زراعت ومحنت اور دائیں طرف
ڈاکٹر بلی رام ہیرے، وزیر صحت عامہ اور خاندانی
بہبود بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

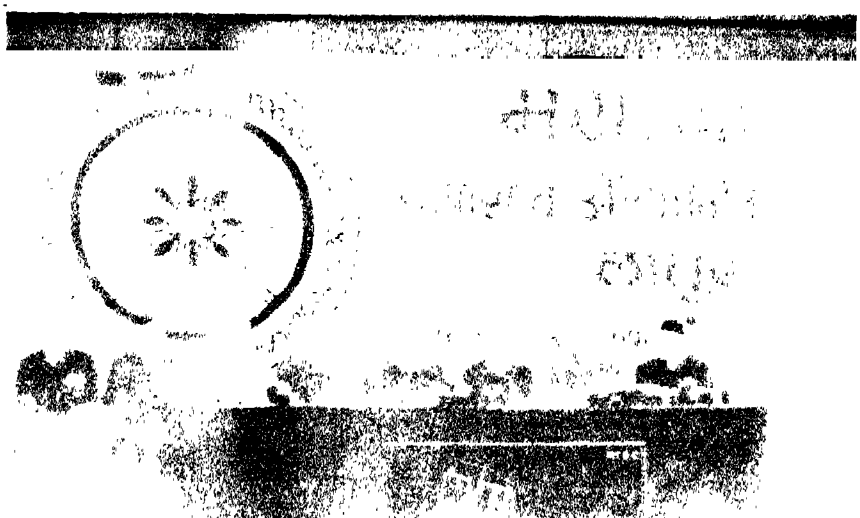




ڈاکٹر شری کانت جیچکر، وزیر مملکت برائے
امور داخلہ، اطلاعات ورابطۂ عامہ نے ۹ راگست
کو ضلع ناگپور کے کاٹول مقام پر آزادی کے شہیدوں
کی ایک یادگار کا افتتاح کیا۔ یہ اسی موقع کی
تصویر ہے۔



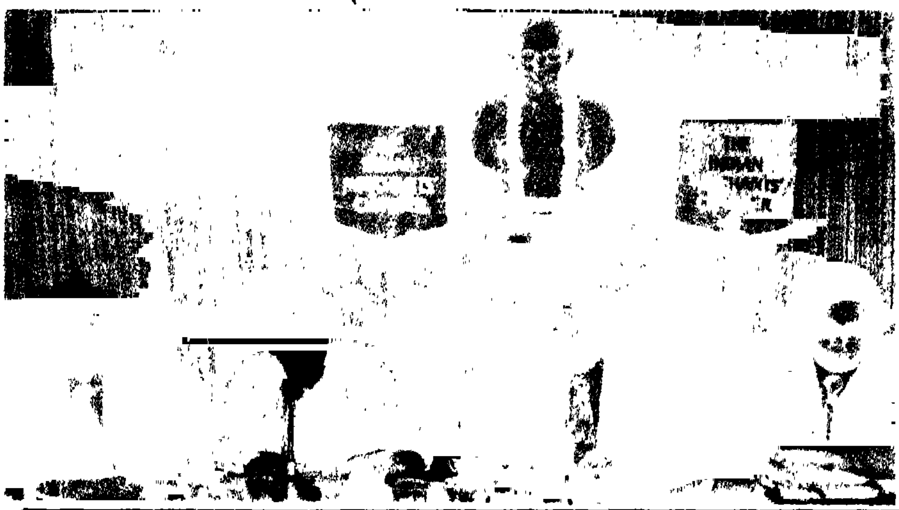
مرکزی وزیر برائے اطلاعات ونشریات، شری وسنت ساٹھے، لوکمانیہ بال گنگادھر تلک کی ۶۲ ویں برسی کے موقع پر آنجہانی لوکمانیہ تلک کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لئے یکم اگست ۱۹۸۲ء کو تلک سمارک ٹرسٹ، پونے کے زیر اہتمام منعقدہ میٹنگ سے خطاب فرما رہے ہیں۔ زیر نظر تصویر میں تلک سمارک ٹرسٹ کے ٹرسٹی، شری جینت راؤ تلک، وزیر اعلیٰ گجرات شری مادھو سنگھ سولنکی، میئر شری وٹھل راؤ لاڈکٹ، پونے کے نائب میئر شری شیواجی راؤ دھمدھیری بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔



شری ایس. این. دیسائی، وزیر مملکت برائے صنعت اور شری ولاس راؤ دیشمکھ، وزیر مملکت برائے تعلیم نے مہاراشٹر چیمبر آف کامرس کے زیر اہتمام لاتور میں، مراٹھواڑہ علاقے سے متعلق یکم اگست کو ایک صنعتی کانفرنس میں شرکت کی۔ اس موقع کی تصویر میں شری الورے گروجی ایم ایل اے شری پدماکر دھمدھیری، صدر کانفرنس، شری پردیپ رتھی، چیرمین مہاراشٹر چیمبر آف کامرس، شری کیلسوال، شری بابو بھائی رتھی اور شری اروند جوشی بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔



شریمتی شرد چندریکا پاٹل، وزیر برائے تعلیم کے ہاتھوں ۴ اگست ۱۹۸۲ء کو سنسکرت دِن کے موقع پر بال موہن ودیا مندر، بمبئی میں سکنڈری اسکول سرٹیفکیٹ امتحان کی میرٹ لسٹ میں شامل کامیاب طلباء کی عزت افزائی کی گئی یہ اسی موقع کی تصویر ہے۔



پروفیسر ایس. ایم. آئی. آثیر، وزیر برائے انرجی، ۳ اگست کو بمبئی میں انڈین مرچنٹ چیمبر کے زیر اہتمام 'انرجی' کے موضوع پر منعقدہ ایک میٹنگ سے خطاب کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر وی. سبرامنیم، وزیر مالیات و شہری رسد نے یکم اگست کو کاندیولی، بمبئی میں، بمبئی راشننگ ایریا کے ایک ڈیویژنل آفس کا افتتاح کیا۔ اس تقریب (میں) شری لیلادھر ویاس، نائب وزیر برائے شہری رسد بھی موجود تھے۔





گورنر مہاراشٹر، شری آئی. ایچ. لطیف نے حال ہی میں پُونے کے یَروڈا جیل کا دورہ کیا اور وہاں قیدیوں کی بنائی ہوئی اشیاء کا معائنہ کیا. اس موقع پر لی گئی تصویر میں گورنر موصوف کے علاوہ انسپکٹر آف جیل شری رام بیلواڈی اور ڈسٹرکٹ کلکٹر، شری نندلال بھی دیکھے جا سکتے ہیں.

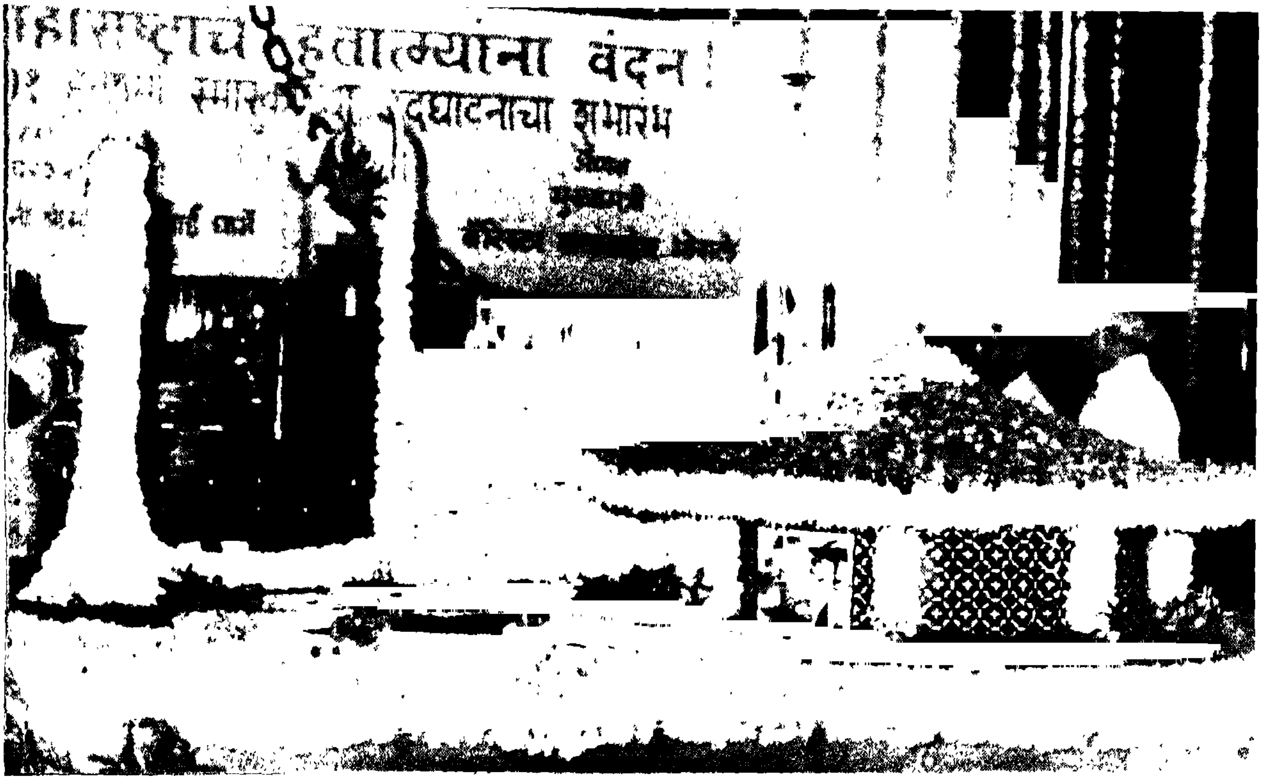




وزیر مملکت برائے قانون و عدلیہ، شری مانک راؤ بھامبلے، پُونے کے آدیہ بھوشن تھیٹر میں منعقدہ ایک تقریب میں آٹھویں نمائشہ پرشکشن شبر کی ٹیچر شریمتی کامنی بائی پونیکر کی عزت افزائی کر رہے ہیں. مشہور اسٹیج و فلم اداکار شری یشونت دت' درمیان میں موجود ہیں. بائیں جانب کی تصویر میں شبر کی افتتاحیہ تقریب میں طالبات کو لاؤنی آئیٹم پیش کرتے ہوئے دیکھا جا سکتا ہے.



ڈاکٹر شریکانت جیچکر، وزیر مملکت برائے امور داخلہ، محصول، اطلاعات و رابطہ عامہ ناگپور کے دورہ کے موقع پر ۲ راگست کو اطلاعات و رابطۂ عامہ کے ناگپور ڈویژنل آفس کے ملازمین سے خطاب فرما رہے ہیں. وزیر موصوف کے دائیں جانب شری ایس. جی. سہسر بھوجنے' ایڈیشنل چیف ڈائرکٹر' اور آپ کے بائیں جانب شری پی. ایس. بھوساری' ڈپٹی ڈائرکٹر بھی دیکھے جا سکتے ہیں.



بمبئی کے پرانے کونسل ہال میں رکھا گیا پھولوں سے سجا شہیدوں کی یادگار کا ایک نمونہ، شہید پرسورام گھارگے کی بیوہ شریمتی ہیرا مائی گھارگے نے ۹ اگست ۱۹۸۲ء کو اس یادگار کا روایتی انداز میں افتتاح کر کے ریاست کے مختلف مقامات پر تعمیر کردہ ۲۰۱ یادگار عمارات کے اجراء کا اعلان کیا۔

وزیر اعلیٰ، بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے کی اہلیہ شریمتی کلاوتی بائی بھوسلے، شریمتی ہیرا بائی گھارگے کو ساری اور بلاوز کا تحفہ دے کر ان کی عزت افزائی کر رہی ہیں۔



TWO-IN-ONE PACKAGE

TRIPLE YOUR MONEY AND PROTECT YOUR FAMILY



BUY SOCIAL SECURITY CERTIFICATES

A unique deal for your money and family. Purchase Social Security Certificates and multiply your money! These certificates provide insurance cover to your family and also fetch guaranteed triple returns!!

SALIENT FEATURES:

1. The certificates will be issued in denominations of Rs 500/- and Rs. 1,000/- only.
2. A certificate of Rs. 500/- fetches a return of Rs 1 500/- and that of Rs. 1,000/-, Rs. 3,000/- at maturity or on death of the holder during maturity period-as provided in 3 below
3. In the event of death of a holder, his nominee or legal heir gets full maturity value immediately in case of non-natural causes except self-injury or suicide and if death occurs due to natural causes after 2 years from the date of purchase
4. Certificates can be purchased by persons in the age group of 18 to 45 years
5. An individual can hold certificates to the maximum extent of Rs 5,000/- Certificates can be purchased on different dates and from different post offices subject to this ceiling.
6. The rate of interest is 11 3% p a .(Compounded half-yearly)
7. The maturity period of the certificates is 10 years
8. Certificates can be encashed prematurely any time after three years
9. Interest is exempt Under Section 80-L of Income Tax Act up-to Rs. 6,000/- alongwith interest on other approved securities and bank deposits In the case of death, the full maturity value payable prematurely will be wholly exempt from Income-Tax
10. The certificates can be pledged as security

These certificates are available in Post Offices from 1st June, 1982 onwards

For details contact

- Directorate of Small Savings, New Administrative Building, Bombay-400 032 Phone 232537/230290
- Nearest Post Office
- Small Savings Agents
- Asstt Director of Small Savings C o District Collector

DGIPR/SS 2/English/1982-83

شائع کردہ: شری اے۔ایم۔ دیوستھلے ڈائرکٹر جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز گورنمنٹ آف مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۳۲

مطبوعہ: گورنمنٹ سنٹرل پریس، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۰۴

قومی راج

۱۰ ستمبر ۱۹۸۲ء

10-9-82

[redacted]



گورنر مہاراشٹر شری آئی۔ ایچ۔ لطیف نے یومِ آزادی کے موقع پر پونے میں رسمِ پرچم کشائی ادا کی۔



قومی راج

جلد نمبر ۹ ✲ ۱۰ ستمبر ۱۹۸۲ء ✲ شمارہ نمبر ۱۷

ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ: دس روپے ✲ فی کاپی: پچاس ۵۰ پیسے

ترتیب

صفحہ نمبر

چیف ایڈیٹر: اے. ایم. دیوسنتھلے

ایڈیٹر: ریاض احمد خاں

ہمارا سرورق

الوداع

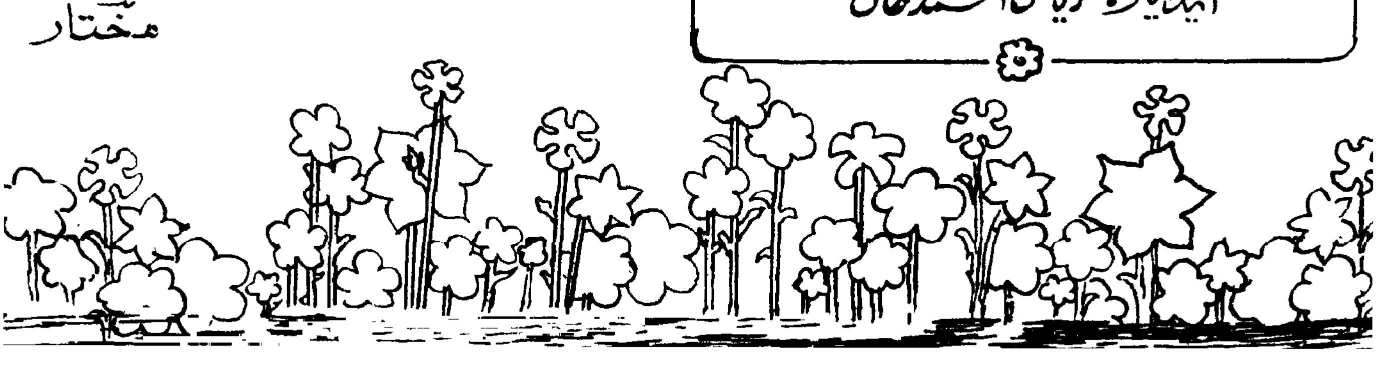
گنپتی بابا موریا

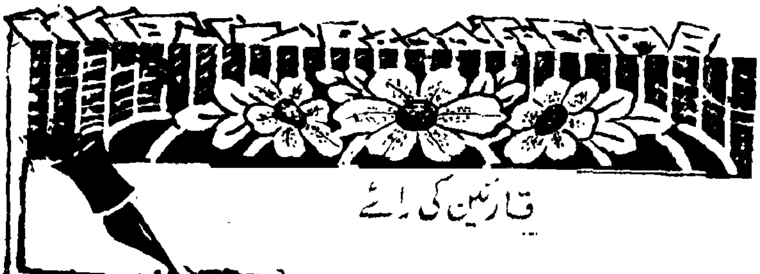
پڑھچیہ ورشی لوکریا

پیارے گنیش جی ہمیں جلوہ دکھایئے

اگلے برس پھر آپ ذرا جلد آیئے!

مختار





قارئین کی رائے

○ اصغر مہدی
۲۲۳ـ بخشی بازار ـ الہ آباد ۲۱۱۰۰۳

•

۱۰ر مارچ ۱۹۸۲ء کے شمارے سے لے کر اب تک "قومی راج" پابندی سے مل رہا ہے اور دلچسپ و معلوماتی مضامین، غزلوں اور نظموں سے لطف اندوز ہونے کا موقع مل رہا ہے۔ گذشتہ کسی شمارے میں فیضی رحیمین سے متعلق حیدر پٹھان صاحب کا ایک خصوصی مضمون بھی شامل تھا جو مجھے تو پسند آیا ہی اور میرے ساتھ ساتھ اُمید ہے کہ قارئینِ 'قومی راج'، کو بھی پسند آیا ہوگا۔

○ عبدالعزیز
، بیلاسس روڈ، بمبئی ۴۰۰۰۰۸

•

"قومی راج" کا ہر شمارہ بہت توجہ سے پڑھتا ہوں، بہت متاثر ہوتا ہوں۔ کئی بار سوچا آپ لوگوں کو مبارکباد کا خط لکھوں مگر مہلت نہ ملی۔ آج یہ فرض پورا کرتے ہوئے بے حد خوشی محسوس کرتا ہوں میری طرف سے اور میرے بہت سارے دوستوں کی طرف سے آپ حضرات، اس قدر خوبصورت، مفید، معلوماتی اور دلکش رسالہ بے حد سلیقہ سے شائع کرنے پر دلی مُبارکباد قبول فرمایئے۔

سب سے اچھی بات یہ ہے کہ اس میں مہاراشٹر کے ساتھ ہی ہندوستان بھر کے لکھنے والوں کے نام نظر آتے ہیں اور مہاراشٹر سے متعلق مضامین اتنے جاندار اور شاندار ہوتے ہیں کہ اُن کو کورس کی کتابوں میں شامل کیا جانا چاہیئے غرضیکہ 'قومی راج'، ہر لحاظ سے اس قابل ہے کہ اس کو ہر گھر، ہر لائبریری اور اردو مجلس میں ہونا چاہیئے اور اردو دوستوں کو زیادہ سے زیادہ خریدار بن کر اور رسائیوں کو خریدار بنا کر 'قومی راج'، کی ہمت افزائی کرنا چاہیئے۔

○ ایم۔ مشتاق ایم۔ اے۔ قادر
نزد مسجد، مستان چوک، کھام گاؤں ـ ۴۴۴۳۰۳

•

'قومی راج'، کھام گاؤں میں برابر آرہا ہے۔ ویسے اس کے [پڑھنے] والوں کی تعداد کافی ہے۔ اس گرانی کے دور میں اتنا عمدہ کاغ[ذ] طباعت اور پھر قیمت بھی اس قدر کم، آپ جیسے جوان [و] بلند عزائم والے لوگ لائقِ مُبارکباد ہیں۔ اُمید ہے 'ق[ومی راج]' اسی آن بان شان سے برابر شائع ہوتا رہے گا اور حک[ومت] مہاراشٹر کی اُردو دوستی کا پرچار کرتا رہے گا۔

✶ صادق مظہر
نظام کالونی، ناندیڑ (مہاراشٹر) ۴۳۱۶۰۲

•

'قومی راج'، ۱۰ر جون ۱۹۸۲ء ہمدست ہوا۔ شکریہ بیجا نہ ہوگا کہ قومی راج اب صرف معلوماتی ہی نہیں، اب [ادبی] رسالہ بھی بن چکا ہے۔ آپ اور آپ کے عملہ کے ار[کان] [اس] سلسلے میں واقعی مُبارکباد کے مستحق ہیں۔

قومی راج کا گِٹ اَپ نہایت شاندار ہوتا ہے، [ایک] خاص بات یہ بھی ہے کہ سرکاری معلومات پر مشتمل [مواد] سلیقے سے پیش کیا جاتا ہے اور اس میں ادبی مواد کی [پیشکش] بڑے فنکارانہ انداز میں کی جاتی ہے اُمید ہے کہ آپ تو[…] یہ انفرادیت برقرار رکھیں گے۔

○ انور ادیب
ابراہیم منزل، مستری محلہ ـ آسنسول ۷۱۳۳۰۷

•

'قومی راج'، مل رہا ہے۔ گرچہ تاخیر سے، بہرحال [...] ۱۰ر جون ۱۹۸۲ء کے شمارے میں ڈاکٹر بھابھا سے متا[ثر] اندرجیت لال کا مضمون بہت پسند آیا۔ اُمید ہے اس قسم کے مضامین 'قومی راج'، کے صفحات کی زینت بنے رہیں گے۔ رسالہ کا شعری حصہ بھی بہت خوب ہے کر جناب سکندر علی وجد کی خوبصورت نظم "ایک [...] کے نام"، نام نہاد تبصرہ نگاروں کی خصوصی توجہ کی [...]

۱۰ر بستہ



آزادئ وطن کے شہیدوں کو ہمارا سلام

(وزیر اعلیٰ)

مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ بیرسٹر باباصاحب بھوسلے نے ۹ راگست ۱۹۸۲ء کو اگسٹ کرانتی دن' کے موقع پر آل انڈیا ریڈیو اور بمبئی دور درشن سے نشر کئے گئے اپنے پیغام میں کہا کہ "ہر شہری کا یہ فرض ہے کہ ملک کی آزادی کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے والے شہیدوں کی یاد تازہ کرے اور انھیں خراجِ عقیدت پیش کرے۔"
آپ کے پیغام کا متن حسب ذیل ہے :

" ہندوستان پر انگریزوں کے ڈیڑھ سو سالہ تسلط کا خاتمہ ۱۵ راگست ۱۹۴۷ء کے دن ہوا۔ ہماری یہ آزادی ایک مسلسل جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ اوماجی نائیک' انگریزوں کے خلاف لڑنے والے پہلے مجاہد تھے۔ تنہا اوماجی نائیک' انگریزوں کی قوت سے ٹکر نہیں لے سکے اور انھیں پھانسی دی گئی۔ اس کے بعد ۱۸۵۷ء کی مشہور جنگِ آزادی میں دخترِ مہاراشٹر رانی لکشمی بائی اور تانتیا ٹوپے انگریزوں کی پریشانی کا باعث بنے' تاہم انگریزوں نے اپنی فوجی قوت کے سہارے ہندوستانیوں کی اس کوشش کو ناکام بنادیا، اور ایک مرتبہ پھر انھوں نے اپنی برتری کو قائم رکھا۔

آزادی کے متوالے محبانِ وطن اس ناکامی سے مایوس نہیں ہوئے۔ ۱۸۸۵ء میں بمبئی میں انڈین نیشنل کانگریس قائم کی گئی۔ ابتداءً کانگریس کا مقصد ہندوستانیوں کے لئے مخصوص مراعات حاصل کرنا تھا۔ ۱۹۰۶ء میں کانگریس کا مقصد بدلنے لگا۔ لوکمانیہ تلک کو قومی سطح پر کانگریسی لیڈر کی اہمیت حاصل ہونے پر انھوں نے "آزادی میرا پیدائشی حق ہے اور میں اسے حاصل کرکے رہوں گا" کا نعرہ بلند کیا۔ تلک کے اس نعرے نے پورے ملک میں گویا برقی لہر دوڑادی۔

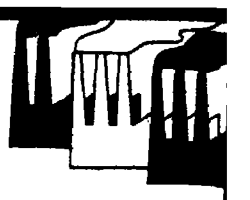
لوکمانیہ تلک کی رہنمائی میں کانگریسیوں میں سرفروشانہ جذبہ اور شدید ہوتا گیا۔ یہانتک کہ ۱۹۳۰ء میں مہاتما گاندھی کی رہنمائی میں کانگریس کے جھنڈے تلے انگریز راج کے خلاف باقاعدہ جدوجہد کا آغاز کردیا گیا جس میں اس بات کا خصوصًا ذکر کیا جاسکتا ہے کہ اس جدوجہد میں مہاتما گاندھی کے پیش کردہ سچائی اور عدمِ تشدد کے اُصولوں کو خاص طور سے ملحوظ رکھا گیا۔

مہاتما گاندھی نے ستیہ گرہ کی تحریک شروع کی اور دیکھتے ہی دیکھتے صرف چرخہ اور تکلی کا استعمال کرتے ہوئے اس تحریک کو ملک بھر میں پھیلادیا۔ ۱۹۳۹ء میں دوسری جنگ عظیم کے بعد ستیہ گرہ کی تحریک نے آزادی کے متوالوں میں انتہائی جوش پیدا کردیا۔ اس عرصہ میں باپو سبھاش چندر بوس نے انگریزوں کو ملک سے نکال باہر کرنے کے لئے کانگریس کو للکارا۔

مہاتما گاندھی اور پنڈت جواہرلال نہرو نے درمیانی راستہ اختیار کرتے ہوئے انگریزوں کے خلاف عوام کو بیدار کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ آخرکار ۹ر اگست ۱۹۴۲ء کو 'بھارت چھوڑ دو' کی تحریک نے جدوجہدِ آزادی کو ایک نیا موڑ دیا۔ لاکھوں سپوتوں نے اس تحریک میں گرمجوشی سے حصہ لیا اور عظیم قربانیاں پیش کیں۔ آج ہم ہندوستانیوں کا یہ فرض ہے کہ اس موقع پر ۱۸۵۷ء سے ملک کی آزادی کے لئے لڑنے والوں اور اس کی جدوجہد میں شہید ہونے والوں کو خراجِ عقیدت پیش کریں۔ سابق وزیراعلیٰ نے وادوج کے مقام پر شہیدوں کی یادگار کا مشورہ دیا تھا۔ ستارا ضلع کے وادوج میں ۹ مجاہدینِ آزادی نے اپنی جانوں کی قربانی دی تھی۔ شہیدوں کی یادگار تعمیر کرنے کے خیال کو اب عملی جامہ پہنایا جارہا ہے۔ وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی کے حسبِ خواہش حکومت نے ان یادگار مراکز کو بطور صحت مرکز استعمال کرنے کے لئے اسکیمات مرتب کی ہیں۔

ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر کا مرتب کردہ 'دستور ہند' ہماری آزادی کا ستون ہے، جس کی پابندی کرتے ہوئے ہم آج اپنی آزادی، وقار اور انصاف کو برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ اسی دستور کی بدولت آج ہماری پارلیمانی ساخت قائم ہے۔ اسی دستور کی وجہ سے ملک نے ہر محاذ پر ترقی کی ہے۔ یہ دستور ہمارے ملک کے لئے باعثِ فخر ہے۔ آج کی یہ تقریب بھی ان شہید مجاہدینِ آزادی کے نام ہے، جن کی قربانیاں ناقابلِ فراموش ہیں، اور جن کی بدولت ہمیں یہ دستور ملا۔ ریاست بھر میں تعمیر کی جانے والی یہ یادگاریں ان کی یاد کو ہمیشہ تازہ رکھیں گی اور ہمیں ان کے کارناموں کی یاد دلاتی رہیں گی۔

اس موقع پر مجاہدینِ آزادی اور شہداء کے لئے مزید سہولتوں کا اعلان کیا جارہا ہے۔ اب وہ تمام مجاہدینِ آزادی جنھیں مرکز سے ماہانہ وظیفہ دیا جاتا ہے' ریاست کی جانب سے بھی ۱۰۰ روپے ماہانہ حاصل کریں گے۔ معذور یا شہید مجاہدینِ آزادی کو ۲،۰۰۰ روپے دیئے جائیں گے۔ اس کے علاوہ مجاہدینِ آزادی کو طبّی اور سفری رعایت دینے کی بابت بھی غور کیا جارہا ہے۔ ان ہی الفاظ کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے مجاہدینِ آزادی اور شہیدانِ وطن کو خراجِ عقیدت پیش کرتا ہوں"۔



صنعتوں کی ترغیبی پیکیج اسکیم میں ترقیات

* بی. دی. کامتھ
انڈر سکریٹری، محکمۂ صنعت
انرجی اور محنت

ریاستی حکومت نے ریاست کے پسماندہ اور ترقی پذیر علاقوں میں صنعتوں کے قیام کی حوصلہ افزائی کے لئے ایک ترغیبی اسکیم بنام "اسکیم - ۱۹۷۹" یکم اگست ۱۹۷۹ء سے جاری کی تھی جو ۱۹۸۳ء تک زیر نفاذ قرار دی گئی ہے۔ حال ہی میں یعنی ۵ جولائی ۱۹۸۲ء کو اس میں بعض اہم ترمیمات کرکے اُسے مزید مقبول عام بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔

مذکورہ اسکیم کی حالیہ ترمیمات میں اہم ترین ترمیم اس اسکیم کے تحت حاصل سیلس ٹیکس چھوٹ کی بجائے غیر معینہ سیلس ٹیکس کی ادائیگی ہے۔ اس طرح پس ماندہ علاقوں میں صنعتوں کے قیام پر واجب الادا سیلس ٹیکس ۱۲ سالوں میں بلا سود یک مُشت یا قسطوں میں ادا کرنا ہوگا۔

اہمیت : صنعتوں کی ترغیبی پیکیج اسکیم کے اجراء کے بعد حکومت مہاراشٹر نے ۱۹۶۴ء میں مالی امداد اور سیلس ٹیکس کے درمیان رابطہ قائم کرنے کا ایک منفرد طریقہ پیش کیا۔ حکومت مہاراشٹر کو فخر حاصل ہے کہ یہ طریقہ بیحد مقبول ہوا اور گجرات، کرناٹک، آندھرا پردیش کی حکومتوں نے بھی اپنی اسکیم میں اسے شامل کرلیا ہے۔ یہ طریقہ دوہری افادیت کا حامل ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ چونکہ سیلس ٹیکس کا تناسب صنعتی یونٹ کے محاصل کے مطابق ہوتا ہے اور یہ کہ کوئی بھی صنعت قائم ہوئے اور پیداوار شروع کئے بغیر سیلس ٹیکس ادا نہیں کرسکتی، اسی لئے مالی امداد اسی وقت دی جاتی ہے جب تک کہ متعلقہ صنعت سے مناسب شرح سیلس ٹیکس حاصل ہونے اور اس کے ترقی پانے کے امکانات واضح نہ ہوں۔ دوسری بات یہ کہ مالی امداد حکومت پر بار نہیں ہوتی کہ "یہ ادائیگی حاصل آمدنی میں سے ہی کی جاتی ہے"۔ دوسرے لفظوں میں مالی امداد صنعتی یونٹ کی جانب سے سیلس ٹیکس کے پیدا کردہ مواقع کے تعین کے بعد ہی دی جاتی ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پسماندہ علاقے میں صنعت قائم ہونے کی صورت میں ہی سیلس ٹیکس کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں اور حکومت کے لئے آمدنی یقینی ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں یہ ترغیبی امداد تین سے ۹ سالوں تک دی جاتی ہے جبکہ ٹیکس کی شکل میں حکومت کو ملنے والی آمدنی جاری رہتی ہے۔ غرض کہ اس طرح پسماندہ علاقے میں صنعتوں کے فروغ کے ساتھ ساتھ آمدنی کے ایک مستقل ذریعے کا دوہرا مقصد پورا ہوتا



ناگپور میں واقع ٹاٹا کی سینٹرل انڈیا اسپننگ، ویونگ اینڈ مینوفیکچرنگ کمپنی لمیٹڈ کے ایک پروجیکٹ کا اندرونی منظر جہاں ہر سال دو ہزار ٹن کا غذ بنایا جاتا ہے اور جسے ریاستی حکومت کی بیج ترغیبی اسکیم کے تحت تیس لاکھ روپے کی امداد دی گئی ہے۔

۱۹۶۴ء میں جب پہلی مرتبہ یہ اسکیم نافذ کی گئی اس وقت طریقہ یہ تھا کہ صنعتی یونٹوں کے سیلس ٹیکس ادا کرنے کے بعد یہ رقم محکمۂ صنعت کے ذریعہ سے متعلقہ یونٹوں کو لوٹا دی جاتی تھی۔ لیکن یہ محسوس کیا گیا کہ یہ طریقۂ کار یونٹوں کے حق میں زیادہ فائدہ مند نہیں، کیونکہ بازیافتہ ٹیکس کی رقم کا شمار یونٹ کی آمدنی میں کرنا ہوتا تھا جس کی وجہ سے اس رقم کا کثیر حصہ انکم ٹیکس کی صورت میں دوبارہ خرچ ہو جاتا تھا۔

لہٰذا حکومت نے صنعتی یونٹوں کے مفاد کے پیش نظر ۱۹۶۹ء میں ٹیکس رقم کی واپسی کے بدلے "بلا سود سیلس ٹیکس قرض" دینے کا نیا طریقہ اختیار کیا جو ۱۸ سالوں بعد واجب الادا تھا (۱۹۷۶ء کی اسکیم میں یہ مدت ۱۲ سال کی گئی) یہ بلا سود طویل المدتی قرض صنعتی یونٹوں کی مالی حیثیت کو مستحکم بنانے میں بے حد معاون ثابت ہوا علاوہ ازیں یونٹ کے 'بیمار' قرار دیئے جانے پر اس قرض کی ادائیگی لازمی نہیں رہتی تھی۔ اس طریقے کی سب سے بڑی خامی یونٹ کی جانب سے کی گئی ادائیگی اور بلا سود قرض کی وصولیابی کے درمیان طویل مدت تھی جو بعض اوقات دو سالوں تک کی ہوتی تھی۔ بلا سود قرض کی وصولیابی میں اس تاخیر سے چھوٹے صنعتکاروں کو کافی مشکلات پیش آئیں۔

لہٰذا حکومت نے ۱۹۷۹ء میں ان یونٹوں کو سیلس ٹیکس کی ادائیگی سے مستثنیٰ قرار دے دیا۔ لیکن نئے سیلس ٹیکس قانون کے تحت حکومت کا یہ اقدام صنعتکاروں کے حق میں زیادہ سودمند ثابت نہیں ہوا کیونکہ سیلس ٹیکس کی ادائیگی سے مستثنیٰ قرار دیئے جانے پر صنعتی یونٹیں قانون کے تحت اشیاء کی فروخت پر سیلس ٹیکس وصول کرنے کی مجاز نہیں ہوتی تھیں، لہٰذا ایسا طریقہ اختیار کرنا طے پایا جس کے تحت صنعتی یونٹیں اشیاء کی فروخت پر سیلس ٹیکس وصول بھی کریں اور اسے طویل مدت تک اپنے مصرف میں بھی لاسکیں۔ "طویل المدتی سیلس ٹیکس" نافذ کی گئی۔ اس اسکیم کے تحت سیلس ٹیکس میں چھوٹ اور "بلا سود سیلس ٹیکس قرض" دونوں فائدے یکجا ہوئے اور ان کی علیحدہ خامیاں دور ہوئیں۔ اس کے علاوہ حکومت کو یہ فائدہ پہنچا کہ غیر سیلس ٹیکس کی وصولی قانوناً حکومت کے حق میں آمدنی کا یقینی ذریعہ بن گیا۔

اسکیم کا مقصد : اس اسکیم کے تحت ۱۹۷۹ء کی اسکیم اول کے تحت صنعتی یونٹیں اگر چاہیں تو خام مال کی خرید پر واجب خرید ٹیکس نیز تیار شدہ اشیاء کی فروخت پر واجب الادا سیلس ٹیکس یا تیار اشیاء کی بین الریاستی فروخت پر واجب الادا سینٹرل سیلس

یکس طویل مدت یعنی زیادہ سے زیادہ ۱۲ سالوں تک اپنے مصرف
ین رکھ سکتی ہیں اور اس کے بعد یک مُشت یا قسطوں میں ادا کر سکتی
ہیں۔ حکومت نے اس سلسلہ میں بمبئی سیلس ٹیکس ایکٹ بابت ۱۹۵۹ء
ین ضروری ترمیم کی ہے اور سیلس ٹیکس کمشنر کو اختیار دیا ہے کہ وہ سیلس
یکس کی ادائیگی کی مدت میں توسیع کی اجازت دیں۔ انتظامی سہولت
کے پیشِ نظر اس اسکیم کو رواں مالی سال یکم اپریل ۱۹۸۲ء سے نافذ کیا
لیا ہے۔ اس اسکیم پر عمل آوری اختیاری ہے، لازمی نہیں۔

ہل صنعتیں:

۱۹۷۹ء کی اسکیم کے حصۂ اوّل کے تحت اہل قرار دی گئی ایسی صنعتی
ونٹیں جنھیں ۵ر جولائی ۱۹۸۲ء تک سیلس ٹیکس کمشنر کی جانب سے
سیلس ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیئے جانے کا سرٹیفکیٹ نہیں دیا گیا ہے
س نئی اسکیم سے استفادہ کر سکتی ہیں۔ اسی طرح ۱۹۶۹ء، ۱۹۷۳ء
ور ۱۹۷۶ء کی اسکیمات کے تحت اہل قرار دی گئی یونٹیں بھی نئی اسکیم
سے فیضیاب ہو سکتی ہیں بشرطیکہ ایسی یونٹیں یکم اپریل ۱۹۸۲ء یا
س کے بعد جاری ہوئی ہوں۔ ان یونٹوں پر متعلقہ اسکیمات کی حد بندی
ائد ہوگی۔ دیگر یونٹیں ۱۹۷۹ء کی اسکیم کے حصۂ اوّل کے تحت دو
صورتوں میں یہ اسکیم اختیار کر سکتی ہیں، ایک تو متعلقہ ایجنسی کو
رخواست دیتے وقت یا پھر اہلیت کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنے
سے قبل کسی وقت بھی (اس اسکیم کے تحت بڑی اور درمیانی یونٹوں
کے لئے "سیکوم" (SICOM) اور چھوٹے پیمانے کی یونٹوں کے لیے
دکن، مغربی مہاراشٹر، ودربھ اور مراٹھواڑہ کی متعلقہ علاقائی ترقیاتی
کارپوریشن، بطور ایجنسی قائم ہیں۔)

رح امداد:

"طویل المدتی سیلس ٹیکس اسکیم" کے تحت درمیانی اور
ڑی صنعتی یونٹوں کو ٹیکس کی ادائیگی میں سہولت کی مدت
گروپ 'بی' کی یونٹوں کے لئے ۳ سال، گروپ 'سی' کی یونٹوں
کے لئے ۵ سال، گروپ 'ڈی' کی یونٹوں کے لئے ۷ سال، نیز
ضروری یونٹوں کے لئے ۹ سال اور واجب الادا سیلس
یکس کی شرح، سرمایہ حصص کے اعتبار سے علی الترتیب ۷۵ فیصد،
۸۰ فیصد، ۸۵ فیصد اور ۹۰ فیصد مقرر ہے۔
چھوٹے پیمانے کی صنعتی یونٹوں کے لئے مدتِ سہولت بالترتیب
مدت گروپ 'بی'، 'سی'، اور 'ڈی' کے لئے ۵ سال، ۷ سال اور
۹ سال۔ شرح ٹیکس حصص سرمایہ کا ۱۰۰ فیصد مقرر ہے۔
۱۹۷۹ء کی اسکیم کے حصّہ دوم کے تحت موجودہ یونٹوں کی
وسعت اور نئی یونٹوں کے قیام کے لئے امداد لی جا سکتی ہے۔
لیکن اسکیم کے حصّہ دوم سے مستفید ہونے والی یونٹیں طویل مدتی
سیلس ٹیکس ادائیگی کی سہولت کا استعمال کرنے کی اہل نہیں
ہوں گی۔

اسکیم کا نفاذ:

ترمیم شدہ اسکیم کے تحت حکومت نے چھوٹے پیمانے کی صنعتی
یونٹوں میں سرمایہ کاری اور کارکردگی کے جائزہ کا طریقہ شروع کیا ہے



ریمنڈ وولن مل کا جلگاؤں میں واقع ایک شعبہ
جو ۶۷.۵ ملین روپے کی لاگت سے قائم کیا گیا ہے
یہاں سالانہ ۲۷۰ ٹن اعلیٰ قسم کا اُون تیار کیا
جاتا ہے۔

اور شرح سیلس ٹیکس کی حدبندی کر دی ہے تاکہ ترقی پذیر علاقوں میں قائم صنعتی یونٹوں کے اصل سرمایہ اور واجب الادا کل سیلس ٹیکس کی شرح میں مناسبت برقرار رہے۔

یہ حدبندی ۱۹۷۹ء کی اسکیم میں شامل ہے اور درمیانی و بڑی صنعتی یونٹوں پر نافذ ہے۔ چھوٹی یونٹوں کی کثیر تعداد کے پیش نظر ان کے جائزے اور نگرانی کی دشواریوں کو محسوس کرتے ہوئے انھیں اس حدبندی سے آزاد رکھا گیا تھا۔ لیکن جب یہ دیکھا گیا کہ بعض صنعتوں میں اشیاء کی فروخت سے حاصل ہونے والی آمدنی یونٹ کے اصل سرمایہ سے بہت زیادہ ہوتی ہے یا / اور ٹیکس کی شرح بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے یونٹ اصل سرمایہ سے بہت زیادہ سیلس ٹیکس وصول کرتی ہے اس لئے ضروری ہوا کہ چھوٹی صنعتوں پر بھی درمیانی اور بڑی یونٹوں کی طرح حدبندی لگا دی جائے۔ لیکن جیسا کہ اوپر دی گئی تفصیل سے واضح ہوتا ہے حکومت نے چھوٹی یونٹوں کے تعلق سے یہ رویہ اپنایا اور ان کے لئے حدبندی شرح یونٹ کے اصل سرمایہ سے ۱۰۰ فیصد رکھی۔

حکومت کے اس اقدام سے چھوٹی صنعتی یونٹیں کسی طرح بھی نقصان میں نہیں، صرف اتنا ضرور ہوا کہ انھیں زائد فائدے سے محروم کیا گیا، کیونکہ یہ اقدام نئی اور پرانی یونٹوں کے باہمی وجود کے لئے ناگزیر ہے۔ اس حدبندی کی وجہ سے صنعتکاروں کے مستقبل کے منصوبوں اور فیصلوں پر منفی اثرات پڑنے کے امکانات ضرور ہیں لہٰذا حکومت ایسے یونٹوں اور صنعتکاروں کو مالی پروگرام کی ترتیب کے لئے کافی وقت دے رہی ہے چنانچہ ترمیم کا یہ حصّہ ۱۰ رجنوری ۱۹۸۳ء سے نافذ کیا جا رہا ہے۔ اگر کوئی صنعتی یونٹ ابتدائی اور آخری مراحل اس تاریخ سے قبل پورے کرتی ہے تو اس پر ترمیم کے اس حصّہ کا اطلاق نہیں ہوگا۔

جائزہ کا طریقہ :

اسکیم کے حصّہ اول کے تحت "طویل المدتی سیلس ٹیکس" سہولت حاصل کرنے والی چھوٹے پیمانے کی صنعتی یونٹوں کی برقراری یا خاتمہ کا فیصلہ کرنے کے لئے متعلقہ علاقائی کارپوریشن ایک سال کے وقفہ سے یا پھر اس سے کم عرصہ کے مالی سال کے اختتام سے چھ ماہ کے اندر یونٹ کا جائزہ لے گی۔ جائزے کے دوران اگر یونٹ کو مقررہ حدبندی سے تجاوز کرتا پایا گیا تو کارپوریشن سہولت کی مدت میں تخفیف کر سکتی ہے یا سیلس ٹیکس اتھارٹی کے جاری کردہ این ٹائیٹل منٹ سرٹیفکیٹ منسوخ کر سکتی ہے۔

علاقوں کی درجہ بندی :

تیسری ترمیم بعض علاقوں کی درجہ بندی سے متعلق ہے۔ رائے گڑھ کے پنویل تعلقہ کو گروپ 'اے' میں رکھا گیا ہے۔ اس گروپ کو امداد نہیں دی جاتی۔ اس تعلقے کا وہ علاقہ جو بمبئی میٹرو پولیٹن کے باہر ہے صحیح معنوں میں پسماندہ ہے، لہٰذا اسے ترغیبی امداد دینے کے لئے گروپ 'سی' میں شامل کیا گیا ہے۔

اسی طرح ہنگانہ پنچایت سمیتی تک پھیلے ہوئے ناگپور 'ایم آئی ڈی سی' علاقے کو گروپ 'ڈی' اور باقی ماندہ علاقے کو گروپ 'سی' میں شامل کیا گیا ہے۔ ایک علاقے کے دو حصوں کے ساتھ اس طرح امتیازی سلوک روا رکھنا مناسب نہیں لہٰذا ۱۰ رجنوری ۱۹۸۳ء سے نافذ العمل ہوگی تاکہ اس دوران صنع



*

گیڈ ور ٹولس (انڈیا) پرائیویٹ لمیٹیڈ کا جلگاؤں کے چپکل تھانہ انڈسٹریل ایریا میں اوزار تیار کرنے کا ایک کارخانہ جو ۲۶۰ کروڑ روپے کی لاگت سے قائم کیا گیا ہے۔

*

ترغیبی پیکیج اسکیم کے تحت یونٹوں کی مجموعی کارکردگی (لاکھ روپوں میں)

	مجموعی کارکردگی			
	۳۱ جولائی ۱۹۷۹ء تک کی کارکردگی	۳۰ جون ۱۹۸۲ء تک کی کارکردگی	گذشتہ ۳ سالوں میں ہوا اضافہ	فیصد اضافہ
اہل قرار دی گئی یونٹوں کی تعداد	۸۹۲	۱،۰۶۹	۱۷۷	۲۰ فیصد
مستقل سرمایہ کاری	۲۵،۲۳۵٫۳۵ روپے	۶۰،۴۱۲٫۷۷ روپے	۳۵،۱۷۷٫۴۲ روپے	۱۳۹ فیصد
منظور شدہ ترغیبی امداد کی رقم	۴،۸۷۹٫۱۶ روپے	۱۴،۸۷۵٫۸۶ روپے	۹،۹۹۶٫۷۳ روپے	۲۰۴ فیصد
تقسیم شدہ ترغیبی امداد کی رقم	۳،۵۲۸٫۴۶ روپے	۶،۳۵۰٫۱۴ روپے	۲،۸۲۱٫۶۸ روپے	۸۰ فیصد
ان یونٹوں سے حاصل شدہ سیلس ٹیکس	۵،۷۷۹٫۴۳ روپے	۱،۱۹۴۰٫۹۰ روپے	۶،۱۶۱٫۴۷ روپے	۱۰۶ فیصد
یونٹوں میں روزگار کے مواقع	۶۰،۵۶۲	۸۵،۰۴۷	۲۴،۴۸۵	۴۰ فیصد

مناسب فیصلے لے کر اقدامات کرسکیں۔

سندھو درگ، کولہاپور، اورنگ آباد، جالنہ اور پربھنی اضلاع کی درجہ بندی میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی گئی۔

اُمید افزا نتائج: مندرجہ بالا اعداد و شمار سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پیکیج اسکیم صنعتکاروں میں بے حد مقبول ہے۔ یہ اسکیم پہلے پہل ۱۹۶۴ء میں نافذ کی گئی۔ اس کے بعد ۱۹۶۹ء، ۱۹۷۳ء، ۱۹۷۶ء اور ۱۹۷۹ء میں اس کا جائزہ لیا گیا۔ ۱۹۷۹ء میں سیلس ٹیکس میں چھوٹ کی اہم ترمیم کی گئی۔ مندرجہ بالا جدول میں ۳۱ جولائی ۱۹۷۹ء سے ۳۰ جون ۱۹۸۲ء تک کی اسکیم کی کارکردگی کا جائزہ پیش کیا گیا ہے جو سیکوم کے تحت بڑے اور درمیانی صنعتی یونٹوں کے تعلق سے ہے۔

مندرجہ بالا اعداد و شمار سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس اسکیم سے فائدہ اُٹھانے والی یونٹوں کی تعداد میں ۲۰ فیصد اضافہ ہوا ہے نیز مستقل سرمایہ میں گذشتہ تین سالوں میں سو فیصد اضافہ ہوا ہے اسی طرح سیلس ٹیکس سے ہونے والی آمدنی میں بھی سو فیصد اضافہ ہوا ہے۔ ان اعداد و شمار کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ بلا شبہ پیکیج اسکیم ریاست کے پسماندہ اور ترقی پذیر علاقوں کی صنعتی ترقی میں ایک اہم رول ادا کر رہی ہے اور مزید اُمید افزا نتائج کی توقع کی جا سکتی ہے۔





اِنگلستان اور جرمنی میں قیام

* جگن ناتھ آزاد

(زیرِ ترتیب کتاب "حیاتِ اقبال" کا ایک غیر مطبوعہ باب)

یورپ کی اعلیٰ یونیورسٹیوں میں جاکر تحصیلِ علم کی خواہش اقبال کے دل میں ایک تڑپ بن کر موجود تھی۔ ایک برس قبل اقبال نے اپنے اُستاد ٹامس آرنلڈ کی یاد میں نظم کہتے ہوئے اسی شدید جذبے کے تحت یہ شعر کہا تھا ؎

کھول دے گا دستِ وحشت عقدۂ تقدیر کو
توڑ کر پہنچوں گا میں پنجاب کی زنجیر کو!

اور آخر وہ دن آ پہنچا جب اقبال اپنی اس خواہش کی تکمیل کے لئے یورپ روانہ ہوگئے۔

اقبال لاہور سے چلے تو پہلی منزل دہلی میں حضرت نظام الدین محبوبِ الٰہی کا آستانۂ قدس تھا۔ اس آستانے پر پہنچ کے انھوں نے اِن اشعار میں حضرت محبوبِ الٰہی سے خطاب کیا ؎

فرشتے پڑھتے ہیں جس کو وہ نام ہے تیرا
بڑی جناب تری فیض عام ہے تیرا
ستارے عشق کے تیری کشش سے قائم ہیں
نظامِ مہر کی صورت نظام ہے تیرا
تری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا
نہاں ہے تیری محبت میں رنگِ محبوبی
بڑی ہے شان بڑا احترام ہے تیرا

اور پھر یوں گذارش کی ؎

چمن کو چھوڑ کے نکلا ہوں مثلِ نکہتِ گُل
ہوا ہے صبر کا منظور امتحاں مجھ کو
چلی ہے لے کے وطن کے نگار خانے سے
شرابِ علم کی لذّت کشاں کشاں مجھ کو
نظر ہے ابرِ کرم پر درختِ صحرا ہوں
کیا خدا نے نہ محتاجِ باغباں مجھ کو
فلک نشیں صفتِ مہر ہوں زمانے میں
تری دُعا سے عطا ہو وہ نردباں مجھ کو

مقامِ ہمسفروں سے ہو اس قدر آگے
کہ سمجھے منزلِ مقصود کارواں مجھ کو
مری زبانِ قلم سے کسی کا دل نہ دُکھے
کسی سے شکوہ نہ ہو زیرِ آسماں مجھ کو
دلوں کو چاک کرے مثلِ شانہ جس کا اثر
تری جناب سے ایسی ملے فغاں مجھ کو

اس کے بعد انھیں اپنے محترم والدین کا خیال آتا ہے اور کہتے ہیں ؎

پھر آ رکھوں قدمِ مادر و پدر پہ جبیں
کیا جنھوں نے محبت کا راز داں مجھ کو

والدین کے قدموں پر سر رکھنے کی دعا مانگ کر یہ دعا مانگتے ہیں کہ واپسی پر مجھے اپنے اُستاد مولوی میر حسن کی زیارت بھی نصیب ہو،

وہ شمعِ بارگہِ خاندانِ مرتضوی
رہے گا مثلِ حرم جس کا آستاں مجھ کو
نفس سے جس کے کھِلی مری آرزو کی کلی
بنایا جس کی محبت نے نکتہ داں مجھ کو
دُعا یہ کر کہ خداوندِ آسمان و زمیں
کرے پھر اُس کی زیارت سے شادماں مجھ کو

اور آخر میں اپنے برادرِ بزرگ شیخ عطا محمد کے لئے دُعا مانگتے ہوئے کہتے ہیں ؎

وہ میرا یوسفِ ثانی وہ شمعِ محفلِ عشق!
ہوئی ہے جس کی اُخوت قرارِ جاں مجھ کو
جلا کے جس کی محبت نے دفترِ من و تو
ہوائے عیش میں پالا، کیا جواں مجھ کو
ریاضِ دہر میں مانندِ گُل رہے خنداں
کہ ہے عزیز تر از جاں وہ جانِ جاں مجھ کو
شگفتہ ہو کے کلی دل کی پھول ہو جائے
یہ التجائے مسافر قبول ہو جائے

جاننے والے جانتے ہیں کہ اقبال کی یہ دعا بارگاہِ حق میں پوری طرح سے قبول ہوئی اور اقبال اپنے ملک و قوم کے لئے ایک لازوال سرمایہ بن کر یورپ سے واپس آئے۔

ٹرنٹی کالج، کیمبرج

دہلی کے بعد اقبال کی دوسری منزل بمبئی تھی۔ بمبئی سے آپ سمندری جہاز کے ذریعے سے انگلستان روانہ ہو گئے۔ لندن پہنچ کے آپ نے کچھ روز اپنے چند احباب کے ساتھ ۱۹ ایڈولفس روڈ بنسری، نارتھ لندن میں قیام کیا اور اس کے بعد کیمبرج روانہ ہو گئے جہاں انھوں نے ٹرنٹی کالج میں داخلہ لیا۔

ٹرنٹی کالج علم کا مرکز تھا۔ اقبال کے پرانے پروفیسر ٹامس آرنلڈ یہاں موجود تھے۔ سورلی، میکٹیگرٹ اور وہائٹ ہیڈ ایسے یگانۂ روزگار بھی فلسفہ پڑھاتے تھے۔ نکلسن، عربی کے اور ای. جی براؤن فارسی کے معلّم تھے۔ گویا علم کے درخشندہ ستاروں کا ایک جھرمٹ تھا جو کیمبرج کی زمین کو اپنی تابانی سے آسمان بنائے ہوئے تھا۔

ایران میں مابعدالطبیعات کا ارتقاء

جب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں کہ اقبال نے یورپ کے تین سالہ دورانِ قیام میں کیا کیا کارہائے نمایاں انجام دیئے تو اس 'نابغۂ عصر' کی صلاحیتوں پر حیرت زدہ رہ جاتے ہیں۔ اقبال اگرچہ ہندوستان سے فلسفہ میں ایم. اے. کی ڈگری لے کے کیمبرج گئے تھے لیکن کیمبرج کے ضابطے کے مطابق انھیں وہاں پھر گریجویشن کا امتحان دینا پڑا۔ یہ امتحان انھوں نے امتیاز کے ساتھ پاس کیا۔ ساتھ ہی ساتھ انھوں نے میونخ یونیورسٹی میں داخلہ لے کر ایران میں مابعدالطبیعات کے ارتقاء پر ایک مقالہ لکھا، جس پر میونخ یونیورسٹی نے انھیں ۱۹۰۷ء میں پی. ایچ ڈی کی ڈگری عطا کی۔ یہ مقالہ جب کیمبرج یونیورسٹی میں پہنچا تو کیمبرج یونیورسٹی نے اس پر اقبال کو ایک امتیازی سرٹیفکٹ دیا۔ انگریزی میں یہ مقالہ لندن کے ایک اشاعتی ادارے نے شائع کیا۔ ہندوستان میں اس کا اردو ترجمہ حیدرآباد کے ایک عالم میر حسن الدین نے 'فلسفۂ عجم' کے نام سے کیا اور یہ حیدرآباد ہی میں چھپا۔

بیرسٹر اور عربی کے استاد

اسی دوران میں اقبال بیرسٹرایٹ لاء کے امتحان کی بھی تیاری کرتے رہے، چنانچہ جرمنی سے واپسی پر لنکنز ان سے انھوں نے بیرسٹرایٹ لاء کی ڈگری حاصل کی اور ساتھ ہی سوشیالوجی اور پالیٹکس پڑھنے کے لئے لندن اسکول آف اکنامکس اینڈ پولیٹیکل سائنس میں بھی داخلہ لے لیا۔

صرف یہی نہیں بلکہ ۸-۱۹۰۷ء میں جب پروفیسر آرنلڈ لندن یونیورسٹی سے چھ ماہ کی رخصت پر گئے تو اقبال اُن کی جگہ لندن یونیورسٹی میں عربی پڑھانے کے کام پر مامور ہوئے۔

ان تمام مصروفیات کے باوجود انھوں نے قیامِ انگلستان کے دوران میں اسلام پر چھ لیکچر دیئے۔ پروفیسر آرنلڈ اور میکٹیگرٹ تو اقبال کی تعریف میں رطب اللسان رہتے ہی تھے، پروفیسر سورلی نے، جن سے اقبال نے خاصا فیض حاصل کیا تھا ایک دفعہ کہا تھا "فلسفے میں اقبال سے زیادہ دقتِ نظر رکھنے والا طالب علم آج تک میری نظر سے نہیں گزرا۔"

جہاں تک پروفیسر نکلسن کا تعلق ہے انھوں نے تو اقبال کی مثنوی "اسرارِ خودی" کا ترجمہ انگریزی میں کیا۔ ایک استاد کی طرف سے ایک شاگرد کو اس سے بڑھ کے کیا خراجِ تحسین ہو سکتا ہے۔

ضروری گذارش

- دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت 'حوالہ نمبر' ضرور تحریر فرمائیں جو آپ کے خط یا رسالہ کے ریپر کے اوپر درج ہوتا ہے۔
- جواب طلب امور کے لئے جوابی خط/لفافہ یا ڈاک ٹکٹ روانہ فرمانے کی زحمت نہ فرمائیں۔
- منی آرڈر کوپن پر (منی آرڈر فارم کے نچلے حصہ میں) ہمیشہ اپنا نام و پتہ صاف صاف اردو، مراٹھی، ہندی یا انگریزی میں ضرور تحریر فرمائیں۔

تبصرے

* مُختار
۱۴۸۔ فیمس سنے بلڈنگ
اینٹاسٹوڈیوز، مہالکشمی بمبئی

'بدلتے موسم'

شاعر: مومن خاں شوقؔ
صفحات: ۱۲۸۔ قیمت دس روپے

پتہ: اشرف ولا، ۱۱-۳-۲۲۳/۷ روبرو جامع مسجد ملے پلّی، حیدرآباد ۱

"بدلتے موسم" حیدرآباد کے نوجوان فنکار مومن خاں شوقؔ کی شعری تخلیقات کا اولین مجموعہ ہے جو آندھرا پردیش اُردو اکیڈیمی کے تعاون سے منظرِ عام پر آیا ہے۔ چونکہ شوقؔ نے عوام کے جذبات واحساسات کو اپنی شاعری کا محور بنایا ہے اسی لئے اُن کی شعری تخلیقات فلسفیانہ اور فکروفن کے لحاظ سے بوجھل نہیں، غزلوں میں بھی انھوں نے اس کے مانوس آداب اور طرز واسلوب کو نبھانے کے باوجود احساسات کی صداقت اور جذبات کی متانت کو برقرار رکھا ہے، اُن کے نت نئے تجربے اور لامتناہی تجسس کسی دن اُن کے لئے منزلِ مقصود کی راہ ہموار کردیں گے۔

؎ آپ سے اور کیا چھپانا ہے ؛ عشق کرنے میں تشنگی ہے ابھی

*

؎ ہر ایک خفا خفا ہے مجھ سے ؛ حالات کا جیسے مرثیہ ہوں

*

؎ مجھ کو پتھر سے نہ مارو لوگو ؛ ٹوٹ جاؤں گا کہ شیشہ ہوں میں

*

آئینۂ ایام پہ کیا گرد لگی ہے ؛ چہرہ پہ ہر اک شخص کے اک چہرہ لگا ہے

*

حیرت گذری کہ الزام نہ آیا مجھ پر ؛ وہ جو اک واقعہ مشہور تھا سچا نہ ہُوا

*

رات کے ساتھ بدلنے والو ؛ ہر نئی صبح پہ تنہا ہوں میں

*

نظموں میں 'گلِ تر، اُلجھن، پرواز، عبادت، دھند کا ایک منظر' وغیرہ شاعر کی انفرادی فکر کی آئینہ دار ہیں' اور ہم بھی حضرت شاذ تمکنت کی اس رائے سے متفق ہیں کہ "مشق و مزاولت، آگہی و تجربہ کا یہ سلسلہ یونہی جاری رہے تو یقیناً شوقؔ کے قلم سے کوئی یادگار فن پارہ ٹپک پڑے گا!"

قومی راج

ماہنامہ

آموزگار

مدیرِ اعلیٰ: اکبر رحمانی جلگانوی
زرِ سالانہ: بارہ روپے
پتہ: کاشانۂ سہیل، بھوانی پیٹھ، جلگاؤں ۔ ۴۲۵۰۰۱

'آموزگار' اُردو کا واحد تعلیمی جریدہ ہے، اگرچہ کہ ۲۴ صفحات کے اس ماہنامہ کی قیمت دو روپے کچھ زیادہ سہی' مگر اس کے معیار اور اس کے مضامین کی افادیت کے لحاظ سے یہ قیمت کچھ بھی نہیں۔

پہلے شمارہ میں ایف۔ اے۔ شیخ نے اُردو مدارس کے انتظامی اُمور اور مشکلات کا بھرپور جائزہ لیا ہے اور ابوظفر حسّان نے اُردو زبان کی تدریس کو مُؤثر بنانے کے امکانات پر روشنی ڈالی ہے، دوسرا شمارہ' ترقی کی جانب ایک قدم اور آگے ہے۔ ڈاکٹر عصمت جاوید کا مضمون "ڈگری کالج کی سطح پر اُردو ذریعۂ تعلیم" بڑا ہی فکر انگیز ہے۔ اور سید نظام علی زیدی نے اُردو اسکول اور اسٹیٹ بورڈ آف ایجوکیشن کی پالیسیوں اور دیگر مسائل پر بحث کی ہے۔

کہنے کو تو یہ اُردو پرائمری، سکینڈری اور ہائر سکینڈری ٹیچروں کا ترجمان ہے مگر یہ اس قابل ہے کہ ہر سنجیدہ اردو داں اور ہر والدین کے مطالعہ میں رہے۔ 'تعلیمی خبرنامہ' واقعی مفید اور کارآمد ہے۔ اس کے علاوہ 'مقالہ نما' کالم کا اجراء' جس میں مختلف رسائل کے تعلیمی، علمی، تاریخی، ادبی اور تنقیدی مقالات کا نچوڑ پیش کیا جائے گا، اس رسالہ کی اہمیت کو اور بڑھا دیتا ہے۔ ہم پُر زور سفارش کرتے ہیں کہ اس کا ہر اُردو انجمن اور لائبریری میں ہونا بہت ضروری ہے۔

شکستِ آرزو

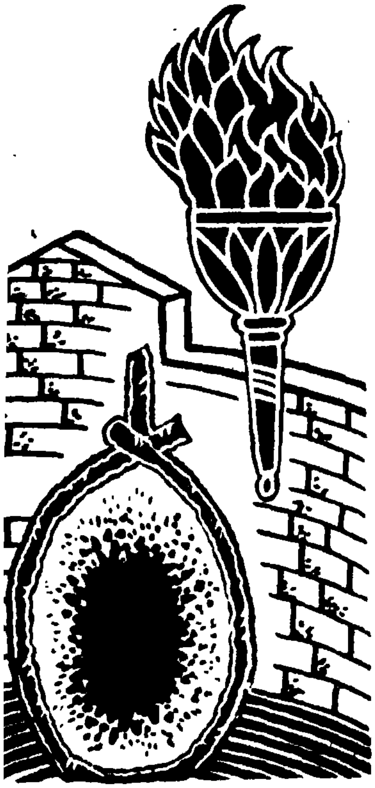
افسانہ نگار: کشوری منچندہ
صفحات: ۸۶ قیمت دس روپے
پتہ: ۱۰۵ پرنا بگڑھ، جموّں توی

کشوری منچندہ' اُردو افسانہ کے قارئین کے لئے نئے نہیں ہیں اس سے پیشتر ان کے چار افسانوی مجموعے منظرِ عام پر آچکے ہیں اور یہ ان کا پانچواں مجموعہ ہے جس میں ان کی سات کہانیاں شامل ہیں ان کی زبان سادہ اور سلیس ہے اور تحریر میں روانی بھی ہے مگر

(باقی صفحہ ۲۷ پر)

* قمر سنبھلی
۱۵۳۸ - نئی سڑک
دہلی ۶..۱۱۰۰

نذرِ شہیدانِ وطن



ہنستے ہنستے ہوئے کس شان سے قربانِ وطن
جان و دل تم پہ ہیں قربان شہیدانِ وطن

جانِ تو دے دی مگر جانے نہ دی آنِ وطن
تم نے جھکنے نہ دیا پرچمِ ذیشانِ وطن !

نام لے کیوں نہ عقیدت سے تمہارا دنیا
خون سے اپنے نکھارا ہے شبستانِ وطن

مرتبہ مادرِ گیتی کا سمجھتے تھے تمھی
قدر کیا جانیں؟ وہ جن کو نہیں عرفانِ وطن

کیوں، نہ جاں وارتے تم! قوم و وطن پر اپنی
لے کے آئے تھے ازل ہی سے جب ایمانِ وطن

جاں نثاری کا تمھاری، ہُوا گھر گھر چرچا
اے خوشا، خون سے سینچا ہے گلستانِ وطن

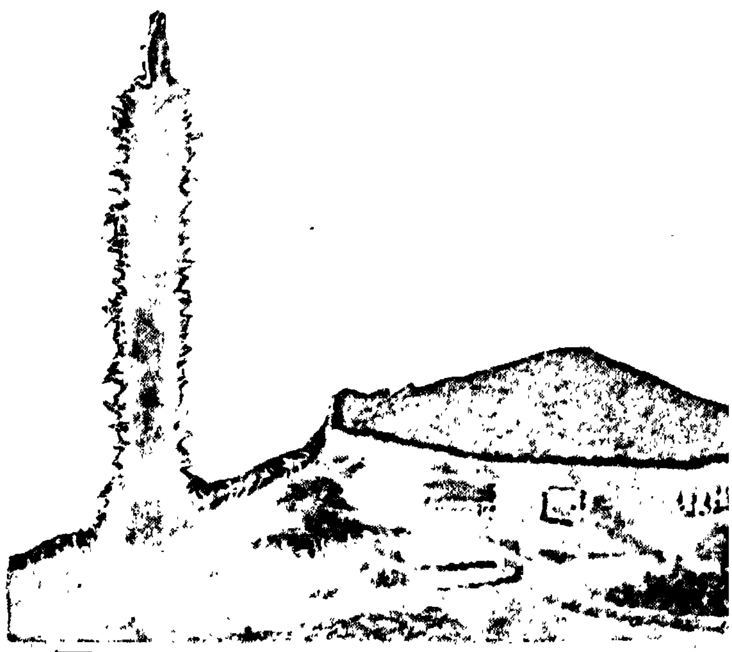
ہم سے پوچھے کوئی، یہ راز ہمیں جانتے ہیں
کیوں کشادہ ہے تمھارے لئے دامانِ وطن

گولیاں کھائیں، کبھی دار کو چوما بڑھ کر!
کیا نڈر! کیسے جیالے تھے جوانانِ وطن !

سب یہ صدقہ شہیدوں کے لہو کا یارو!
نظر آتا ہے جو شاداب گلستانِ وطن

عہد سے کیسے بھلا کرتے وہ رُو گردانی
باندھ کر روزِ ازل آئے تھے پیمانِ وطن

چند اشعار ہیں اظہارِ عقیدت کے بطور
بصد اخلاص قمرؔ! نذرِ شہیدانِ وطن !



غزل

* تسنیم فاروقی
سی - ۱۸۴/ تلسی داس مارگ، نزد ہسپتال،
لکھنؤ - ۲۲۶۰۰۴

دل ہی زمیں تھا دل ہی مرا آسمان تھا !
یہ اُن دنوں کی بات ہے جب میں جوان تھا

ہیرے کی سی تراش تھی ہر انگ انگ کی
جسم اس کا ایک چڑھتی ندی کے سمان تھا

کچھ ہوگیا ہے اب جو زباں کھولنے لگا
پہلے یہ آدمی تو بڑا بے زبان تھا !

کس میکدے میں بھیج دیا تھا مجھے کہ بس
عالم دل و نظر کا مری امتحان تھا

سارے شکاریوں کے نشانے خطا ہوئے
جب تک مرے جنوں کا پرندہ جوان تھا

از اتفاق گھر وہی جلنے سے بچ گئے
کچھ دشمنوں کے ہاتھ کا جن پر نشان تھا

بے آس کشتیاں تو کنارے سے لگ گئیں
ڈوبی وہ ناؤ جس کا بڑا بادبان تھا !

ہم رہنے والے ہیں اُسی شہرِ چراغ کے
تہذیب کے محل میں جو اک شمعدان تھا

اب رُوح کا بھی غم مرے ذہن و عمل میں ہے
جب تک میں جسم تھا وہ بڑا مہربان تھا

تسنیم پڑھ سکا نہ محبت کے چار حرف
علم و سند پہ اُس کو بہت کچھ گمان تھا

غزلیں

• مہدیؔ پرتاپگڈھی۔ دفتر ایگزیکیٹو انجینئر
اریری گیشن ڈویژن، پرتاپگڈھ (یو۔پی)

گھر کی دہلیز پہ ہر رات دیا رکھتے ہیں!
جانے کب آئے وہ دروازہ کھلا رکھتے ہیں

زعم اُن کو بھی ہے کر جائیں گے دریا کو عبور
اپنے ہمراہ جو اک کچّا گھڑا رکھتے ہیں

عصرِ حاضر کے مسائل کا چلیں حل سوچیں
کل پہ ذکرِ لب و رخسار اُٹھا رکھتے ہیں

تاکہ اظہارِ غمِ ذات نہ ہو چہرے سے
اپنے ہونٹوں کو تبسّم سے سجا رکھتے ہیں

شہرزادوں سے نہیں رہتی ہے دنیا خالی
گرم جو معرکۂ کرب و بلا رکھتے ہیں

اُن کے سینوں کا دھواں چہرے پہ آجاتا ہے
گوشۂ دل میں جو نفرت کو چھپا رکھتے ہیں

اُن کے ہمراہ ہے دنیا کے وسائل کا غرور
خیر سے ہم بھی نہیں کم کہ خدا رکھتے ہیں

نہیں کر سکتی ہمیں گردشِ باطل مرعوب
وقت فرعون ہے تو ہم بھی عصا رکھتے ہیں

دل کا آئینہ ہوا کرتے تھے پہلے چہرے
لوگ اب ان پہ کئی خول چڑھا رکھتے ہیں

منحرف ہیں جو روایات سے وہ بھی مہدیؔ
پیار اور جنگ میں ہر بات روا رکھتے ہیں

• جوہرؔ امیٹھوی
یو۔پی سول سیکریٹریٹ،
لکھنؤ۔

جام میں غم کے سفینے کو ڈبویا جائے
آج کی رات ذرا چین سے سویا جائے

راہ کٹتی ہے سفر کرنے سے اے ہمسفرو
کس لئے بیٹھ کے چھالوں پہ رویا جائے

گرد آلود خیالات کا آئینہ ہے
فکرِ پاکیزہ سے پھر ذہنوں کو دھویا جائے

شاید اشکوں سے ہو کم بے حسیِ اہلِ جہاں
آؤ احساس کے دامن کو بھگویا جائے

میری نظروں میں غزل ہے وہی جو ہر حسن میں
دورِ حاضر کے تقاضوں کو سمویا جائے

• راشد جمال فاروقی
اے۔بی۔پی۔ انٹر کالج، ویر بھدر
دہرہ دون (یو۔پی)

[illegible]وں میں عتاب میں تھا
میں اس کے ہر انتخاب میں تھا

حقیقتوں پر نظر نہ ٹھہری!
کہ حُسنِ سجدہ سراب میں تھا

رداؤں میں شخصیت چھپی تھی
ہر ایک چہرہ نقاب میں تھا

وضع کی چولیں ہلی ہوئی تھیں
نفس نفس پیچ و تاب میں تھا

کہا جو تم سے تو اب سکوں ہے
میں کب سے اک اضطراب میں تھا

کسوٹیوں پر کھرا نہ اُترا!
سبق جو میری کتاب میں تھا

ہے موت اُس کی نجات راشدؔ
وہ مبتلا اک عذاب میں تھا

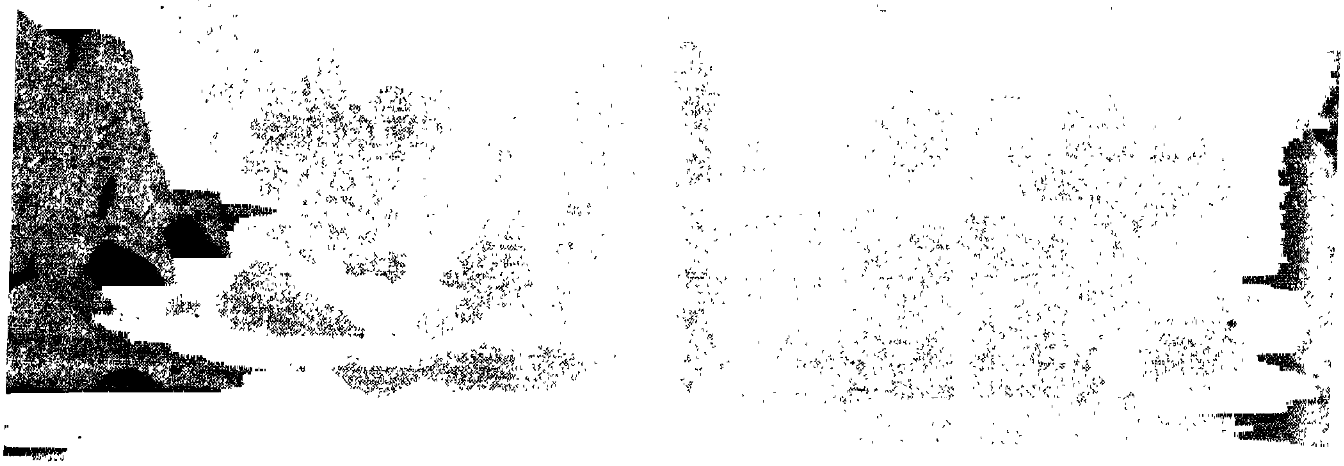
خبریں تصویروں میں



گورنر مہاراشٹر شری آئی. ایچ. لطیف ۳۱ر اگست ۱۹۸۲ء کو راج بھون میں منعقدہ ایک تقریب میں جسٹس دنشاہ فیروز شاہ مدن کو ممبئی ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کے عہدہ کا حلف دلا رہے ہیں۔ زیر نظر تصویر میں وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

شری ایس. بی. چوان، مرکزی وزیر برائے منصوبہ بندی (بائیں جانب کی تصویر میں) ریاست مہاراشٹر کے چھٹے پانچ سالہ منصوبہ کا وسط مدتی جائزہ لینے کے لئے ۴ ستمبر کو منترالیہ میں منعقدہ میٹنگ سے خطاب کر رہے ہیں۔ آپ کے دائیں جانب وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے تشریف فرما ہیں اس میٹنگ میں ریاستی کابینہ کے اراکین، پلاننگ کمیشن کے اراکین اور اعلیٰ سرکاری عہدیداران نے شرکت کی۔





وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے، ۳ر ستمبر ۱۹۸۲ء کو منعقدہ ایک اجلاس میں عوامی نمائندوں و سرکاری عہدیداران سے خشک سالی سے متاثرہ احمد نگر ضلع کی صورتِ حال پر مصروفِ گفتگو ہیں۔

اس موقع پر لی گئی تصویر میں آپ کے ساتھ حزب مخالف کے رہنما شری ببن راؤ ڈھاکنے، وزیر زراعت بھگونت راؤ گائیکواڑ، وزیر برائے جنگلات شری ڈی۔ڈی۔ چوان، ضلع کانگریس کے صدر شری گوپال راؤ سولے، وزیر برائے انرجی پروفیسر ایس۔ ایم۔ آئی۔ آثیر، سنگمنیر سہکاری ساکھر کارخانہ کے صدر شری بھاؤ صاحب تھوراٹ اور رکن پارلیمنٹ شری بالا صاحب وکھے پاٹل دیکھے جا سکتے ہیں۔

زیر نظر تصویر میں پاکستان کے صدر کے مشیر برائے تجارتی امور شری شیخ عنرت علی (دائیں جانب) منترالیہ میں وزیر برائے منصوبہ بندی، غذا و شہری رسد ڈاکٹر سیرا منیم (درمیان میں) سے محوِ گفتگو ہیں۔ یکم ستمبر ۱۹۸۲ء کو ہوئی اس ملاقات کے دوران مہمان موصوف نے ریاست میں اشیاء ضروری کی عوامی تقسیم کے طریقۂ کار پر تبادلۂ خیال کیا۔ دائیں جانب وزیر مملکت برائے منصوبہ بندی شری روبندر راوت اور نائب وزیر برائے شہری رسد شری وقار احمد غلام محمد مومن بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔





گورنر مہاراشٹر آئی. ایچ. لطیف، یوم اساتذہ کے موقع پر ۵ ستمبر ۱۹۸۲ء کو ریاست مہاراشٹر کے چالیس اعزاز یافتہ اساتذہ میں سے ایک خاتون ٹیچر کو اعزاز عطا فرما رہے ہیں. زیر نظر تصویر میں وزیر برائے تعلیم شریمتی شرد چندریکا پاٹل اور وزیر مملکت برائے تعلیم شری ولاس راؤ دیشمکھ بھی دیکھے جا سکتے ہیں.



وزیر برائے امور داخلہ و اطلاعات ڈاکٹر شری کانت جیچکر ۲ ستمبر ۱۹۸۲ء کو سانتا کروز ہوائی اڈے پر اسپین کی رانی مادام صوفیہ ڈی گراشیا کا خیر مقدم کر رہے ہیں.



شریمتی چندریکا پاٹل، وزیر برائے تعلیم ۲ ستمبر کو شمالی مہاراشٹر میں ایک نئی یونیورسٹی کے قیام سے متعلق ریاستی حکومت کو مشورہ دینے کے لئے نامزد کردہ کمیٹی کے صدر شری بھاؤ صاحب ورتک سے کمیٹی کی رپورٹ قبول فرما رہی ہیں. آپ کے بائیں جانب وزیر مملکت برائے تعلیم، شری ولاس راؤ دیشمکھ اور سکریٹری محکمۂ تعلیم شری دیتھنکر بھی دیکھے جا سکتے ہیں.



وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے ، لندن کے میئر سر کرسٹوفر لیور سے یکم ستمبر کو منترالیہ میں ملاقات کر رہے ہیں ۔



ہندوستان میں برطانیہ کے ہائی کمشنر مسٹر رابرٹ وِیڈگیری نے ۷ ستمبر ۱۹۸۲ء کو " ورشا " پر وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب سے ملاقات کی ۔ اس تصویر میں دونوں مصروفِ گفتگو دیکھے جا سکتے ہیں ۔



چین میں بھارت کے سفیر شری اے ۔ پی وینکٹیشورن نے وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے سے ۴ ستمبر کو ' ورشا ' پر ملاقات کی ۔ یہ تصویر اسی موقع کی ہے ۔

خشک سالی سے متاثرہ علاقوں میں کنوؤں کی تعمیر

وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے ناشک میں ۳۱ر جولائی کو مالگذاری افسران کی ڈویژنل میٹنگ میں خشک سالی سے متاثرہ علاقوں میں سرکاری اخراجات پر کنوؤں کی تعمیر کا اعلان کیا۔

آپ نے مزید فرمایا کہ خشک سالی کے سنگین مسئلے سے نمٹنے کے لئے ۱۵تا ۲۰ برس کے ایک طویل مدتی پروگرام کی ضرورت ہے اس سلسلے میں تکنیکی ماہرین اور انجینئرز حکومت کو مشورے دیں آپ نے کہا کہ ضروری ہوا تو حکومت اعلیٰ سطحی سیل بھی اس سلسلے میں قائم کرے گی۔

وزیر اعلیٰ نے فرمایا کہ بارش کی قلت اور خشک سالی ناگہانی مصائب ہیں۔ جن کا سامنا کرنے کے لئے سرکاری اور عوامی نمائندوں کے مابین مکمل تعاون اور ہم آہنگی پائی جانی چاہیئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس سلسلے میں فرض شناسی کا ثبوت دینے والے افسران کا حکومت ہمیشہ ساتھ دے گی۔

ڈاکٹر بتی رام ہیرے، وزیر برائے صحت عامہ نے اپنی تقریر میں کہا کہ خشک سالی سے متاثرہ علاقوں کے مزدوروں کو ضمانت روزگار اسکیم کے تحت روزگار فراہم کرنے سے متعلق قوانین میں نرمی برتی جائے گی۔

پروفیسر ایس۔ ایم۔ آئی اخیر، وزیر برائے انرجی نے کہا کہ ریزرو بنک آف انڈیا سے مالی اعانت مل جائے تو امداد باہمی بنکوں سے روپیہ حاصل کر کے ۔۔۔ دہم زرعی پمپ کی سہولت ہر ضلع کو مہیا کی جا سکتی ہے۔

شری بی۔ ایم۔ گائیکواڑ، وزیر برائے زراعت اور ضلع کے انچارج وزیر بھی اس موقع پر موجود تھے۔

اس سے قبل ڈویژنل کمشنر شری جے، جی راج ادھیکش نے اس علاقے میں خشک سالی سے نمٹنے کے لئے کئے گئے اقدامات پر روشنی ڈالی۔

شری گنیش وسرجن کے پُرامن اختتام پر وزیر اعلیٰ شہریوں کے مشکور

وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے چوپاٹی اور دیگر مقامات پر گنیش وسرجن کے موقعہ پر امن وامان قائم رکھنے میں تعاون دینے پر بمبئی کے شہریوں، پولیس اور دیگر سماجی تنظیمات کا شکریہ ادا کیا ہے۔

وزیر اعلیٰ نے بذات خود ۴۵ منٹ گرگام چوپاٹی پر وزیر مملکت ڈاکٹر شری کانت جکر اور پولیس کمشنر ریبیرو کے ہمراہ گذارے۔ آپ نے خصوصاً ڈپٹی پولس کمشنر شری پی ایس پسریچہ کے زیر نگرانی ٹرائیک پولس، ہوم گارڈس، سیول ڈیفنس، سینٹ جان ایمبولینس، بمبئی میونسپل کارپوریشن۔ بی ای ایس ٹی، بمبئی کے اخبارات اور بمبئی کے تمام شہریوں کا امن وامان قائم رکھنے پر شکریہ ادا کیا۔

اس موقعہ پر شریمتی کلاوتی بھوسلے بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ شہر میں تقریباً ...۵ گنیش جی کی مورتیاں چوپاٹی کے سمندر کے حوالے کی گئیں۔

ریاستی سطح کی قومی یکجہتی کمیٹی

حکومت مہاراشٹر نے از سرِ نو تشکیل شدہ قومی یکجہتی ریاستی کمیٹی میں حسب ذیل زائد ممبران کا تقرر کیا ہے۔

شری بابا اڈہو، شری پر فلا سنگلے (لوک ستہ) شری ایس، ایم جوشی، شری این۔ جی گورے، شری باپو صاحب۔ کلدائے، شری رنگا ویدیہ (سولا پور) شری بالا صاحب ٹھاکرے، شری باپو صاحب تلگونڈے پاٹل شریمتی اوشا مہتہ۔ شری گووند بھائی شرافت، شریمتی سمیتی بائی شنک لیکر، شری بابا سٹے۔ شری، شیواجی ساونت، شریمتی پرمیلا گوکھلے۔ شری کیرتی سومیہ، شری وشواس گن گرڈے، ڈاکٹر اسحق جمخانہ والا۔ شری حلیم خان۔ شری سوریہ بین گاڈگل۔ شری موتی رام للوانی۔ شریمتی مہر النساء دلوائی۔ شری وزیر پٹیل (امراوتی)

شری این. ڈی پاٹل. شری بھائی دیدیہ. شری گلاب راؤ پاٹل. شری غلام محمد حاجی نور محمد بنات والا. شریمتی لطیفہ قاضی، شری گربچن سنگھ ندھاوک، پروفیسر این. ایم کامبلے، صدر اسٹیٹ یونٹس آف انڈین نیشنل کانگریس، بھارتیہ جنتا پارٹی، کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا (سی پی آئی)، سی پی آئی (مارکسٹ)، جنتا پارٹی لوک دل. کسان اور مزدور پارٹی، انڈین نیشنل کانگریس (ایس)، صدر بمبئی پردیش کانگریس کمیٹی ۔ قومی یکجہتی پروگرام پر

موثر عمل آوری کے لئے ایک اسٹینڈنگ کمیٹی بھی تشکیل دی گئی ہے. جس کے صدر، وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے ہیں۔ اسٹینڈنگ کمیٹی کے دیگر اراکین یہ ہیں. شری شردیگھے اسپیکر مہاراشٹر اسمبلی، شری ڈی ڈی چوان۔ وزیر دیہی ترقیات، شری بھگونت راؤ گائیکواڑ وزیر زراعت، ڈاکٹر بلی رام ہیرے وزیر برائے صحت عامہ، شری شیواجی راؤ پاٹل نیلانگیکر وزیر آبپاشی، ڈاکٹر ڈی. بسرا منیم وزیر مالیات، شری وقار احمد موسن نائب وزیر مالیات، شری داجی بی چوان، ڈاکٹر شریمتی نجمہ ہبت اللہ، شری این کے سالوے، شریمتی سروج کھاپرڈے (تمام ممبران پارلیمنٹ)، پروفیسر این. ایم کامبلے ایم. ایل. سی، شری سی ڈی اد ماجین اور شری گیوی آواری (دونوں ممبران اسمبلی) صدر، اسٹیٹ یونٹس آف انڈین نیشنل کانگریس، بھارتیہ جنتا پارٹی، کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا، (سی پی آئی) سی پی آئی (مارکسٹ)، جنتا پارٹی، لوک دل؛ انڈین نیشنل کانگریس (ایس) کسان اور مزدور پارٹی اور صدر بمبئی پردیش کانگریس کمیٹی۔

ریاستی سطح کی قومی یکجہتی کے ممبران کے مشوروں کی بنا پر مذکورہ کمیٹی اپنی سفارشات پیش کرے گی. فرقہ وارانہ نظم و ضبط کے حالات کا بھی جائزہ لے کر کمیٹی اپنی سفارشات پیش کرے گی.

پولس والوں کی عزّت افزائی

ڈاکٹر شری کانت جچکر وزیر مملکت برائے امور داخلہ نے ۲۵ اگست کو منترالیہ میں، صدر کا پولس میڈل حاصل کرنے والے پولس افسران اور پولس والوں کی عزت افزائی کی. نو پولس افسران اور کانسٹیبل بشمول دو ہیڈ کانسٹیبل، شری ... گھاڈی گا ڈیکر اور جے. ایس. ساتم جنہیں اس میڈل سے نوازا گیا ہے. اس موقعہ پر موجود تھے.

گذشتہ یوم آزادی کے موقعہ پر ریاست میں ۱۹ پولس افسران اور پولس والوں کو صدر کا میڈل دینے کا اعلان کیا گیا تھا یہ میڈل پولس والوں کو یوم مہاراشٹر کے موقعہ پر پیش کئے جائینگے.

ڈاکٹر جچکر نے فرمایا کہ یہ ایوارڈ پولس کے لئے حکومت کی طرف سے اعزازکے طور پر دیئے جاتے ہیں. آپ نے امید ظاہر کی کہ یہ میڈل حاصل کرنے والے اسی طرح سے اپنے فرائض بحسن و خوبی انجام دیتے رہیں گے.

شری ایم. ڈی. پاٹل ایڈیشنل ڈپٹی پولس کمشنر نے جنہیں اس اعزاز سے نوازا گیا ہے اپنی جوابی تقریر میں حکومت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ مہاراشٹر کی تاریخ میں پہلی مرتبہ حکومت کی طرف سے اس قسم کی عزت افزائی کا اہتمام کیا گیا.

اس موقعہ پر شری مانک راؤ بھامبلے وزیر مملکت برائے آبپاشی اور جنگلات، شری شیواجی راؤ دیگھے، نائب وزیر برائے محصول، شری کے. پی. میڈھیکر انسپکٹر جنرل آف پولس، شری جے. ایف. ریبیرو پولس کمشنر بمبئی. شری ڈی. این کپور ہوم سکریٹری موجود تھے.

رائے عامہ کی ہمواری میں ذرائع تشہیر کا اہم رول

ڈاکٹر شری کانت جچکر وزیر مملکت برائے اطلاعات نے ۲۱ اگست کو ڈویژنل انفارمیشن آفس ناگپور کا دورہ کیا اور دفتر کی کارکردگی کا جائزہ لیا.

اس موقع پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے آپ نے خاص طور سے ذکر کیا کہ رائے عامہ کی ہمواری میں زیادہ تر اخبارات سیاسی عصبیت کی بناء پر صحیح معنوں میں عوام کی ترجمانی نہیں کرتے. آپ نے مزید فرمایا کہ خبروں کو پیش کرنے کا ڈھنگ ان کی اہمیت اور ان کے تئیں عوام کے ردِ عمل پر بری طرح اثر انداز ہوتا ہے. اس ضمن میں خبروں کو صحیح ڈھنگ سے پیش کرنے اور عوام کو صحیح معلومات فراہم کرنے میں محکمۂ اطلاعات ایک اہم رول ادا کرتا ہے.

وزیر موصوف نے وضاحت کی کہ خبروں اور تشہیری مواد کی فراہمی کے علاوہ حکومت کے تئیں عوام کی اچھی رائے قائم کرنے کے لئے ان سے قریبی رابطہ رکھنا بھی محکمہ اطلاعات کی اہم ذمہ داری ہے اور اس ذمہ داری کو پورا کرنے میں سماجی و ثقافتی

پر دگرا موں کا انعقاد معاون ثابت ہو رہا ہے۔

ایڈیشنل چیف ڈائریکٹر برائے اطلاعات و رابطہ عامہ شری ایس۔ جے۔ سیسوجنے نے اپنی تعارفی تقریر میں ڈویژنل آفس، ڈسٹرکٹ، سب ڈویژنل اور کارکردگی کا جائزہ پیش کیا نیز آفس کو درپیش مسائل کا بھی ذکر کیا۔

اوسط حاضری سے کم تعداد کے اسکولوں کی امداد میں تخفیف

حکومت مہاراشٹر نے سرکاری امداد پانے والے ثانوی مدرسوں میں اوسط حاضری سے متعلق نئی شرائط کے تحت اوسط حاضری سے کم تعداد والے اسکولوں کو بطور جرمانہ امداد میں تخفیف کرنے کا اصول اختیار کیا ہے۔ اس ضمن میں قبل کے جاری کردہ احکامات میں اوسط حاضری کی بنیاد پر امداد کے تحت نائٹ اسکول اور قبائلی علاقوں کے اسکول شامل نہیں تھے۔ لہذا اسٹیمیٹ کمیٹی کی سفارش پر حکومت نے کم تعداد حاضری کی شرائط میں مذکورہ اسکولوں اور دیگر اسکولوں کو بھی شامل کیا ہے۔

لہذا اب قبائلی علاقوں میں واقع نئے ثانوی مدرسوں میں پہلے تین سالوں کے دوران سرکاری امداد کے تحت جاری کردہ نئی کلاسوں میں اوسط یومیہ حاضری کم از کم ۲۰ طلبہ ہونی چاہئیے اگر حاضری ۱۵ طلبہ سے کم ہوئی تو امداد بالکل نہیں دی جائے گی اور اگر حاضری ۱۵ اور ۲۰ طلبہ کے درمیان ہوئی تو بطور جرمانہ سرکاری امداد میں سے فی کلاس ۲٫۵۰ روپیہ کٹوتی کی جائے گی۔ تین سال یا اس سے زیادہ عرصے سے قائم اسکولوں میں جہاں تعداد حاضری اوسطاً یومیہ ۲۵ طلبہ ہونی چاہئیے۔ اگر حاضری ۱۵ طلبہ سے کم ہوئی تو سرکاری امداد نہیں دی جائے گی اور ۱۵ سے زیادہ یا ۲۰ سے کم تعداد حاضری پر امدادی رقم میں فی کلاس ۵٫۰۰ روپیہ بطور جرمانہ تخفیف کی جائے گی۔

شہری علاقوں کی اسکولوں میں پہلے تین سالوں میں مقررہ تعداد حاضری ۲۵ طلبہ کی بجائے اگر ۲۰ سے کم ہوئی تو امداد نہیں دی جائے گی۔ ۲۰ اور ۲۵ کے درمیان حاضری پر فی کلاس ۲٫۵۰ روپیہ بطور جرمانہ کم کئے جائینگے۔

تین سال یا اس سے زائد عرصے سے قائم اسکولوں میں جہاں مقررہ تعداد حاضری ۳۰ ہے ۲۰ طلبہ سے کم تعداد حاضری

سماج دشمن عناصر کو وارننگ

وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے مراٹھواڑہ یونیورسٹی کے نام میں تبدیلی کے سوال پر عوام کو اکسا کر نظم و نسق کی فضا خراب کرنے والے سماج دشمن عناصر کو وارننگ دی ہے کہ حکومت قانون اپنے ہاتھ میں لینے والوں کے خلاف سخت کارروائی کرے گی۔

وزیر اعلیٰ نے واضح الفاظ میں کہا کہ مذکورہ مسئلہ پر بات چیت کی جا سکتی ہے لیکن گفتگو کے دوران اشتعال انگیزی پیدا کر کے نظم و نسق خراب کرنے کی اجازت نہیں دی جائیگی۔

وزیر اعلیٰ نے فرمایا کہ اگر سماج کے پچھڑے ہوئے طبقات اور ہریجنوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی تو حکومت اسے برداشت نہیں کرے گی اور شرارت پسندوں کے خلاف سخت اقدامات کرے گی۔

پر گرانٹ نہیں دی جائے گی۔ حاضری ۲۰ سے ۲۵ طلبہ کے درمیان ہونے پر فی کلاس ۵٫۰۰ روپیہ امدادی رقم میں بطور جرمانہ کٹوتی کی جائے گی۔

اقلیتی لسانی ثانوی مدرسوں نیز قبائلی علاقوں کے مدرسوں میں جہاں اوسط حاضری ۱۵ طلبہ مقرر کی گئی ہے تعداد حاضری ۱۲ طلبہ سے کم ہونے پر کوئی امداد نہیں دی جائے گی اور اگر یہ حاضری ۱۲ اور ۱۵ طلبہ کے درمیان ہو گی تو بطور جرمانہ ۲٫۵۰ روپے امدادی رقم میں سے منہا کئے جائینگے۔

کارپوریشن کے علاقوں میں واقع نائٹ اسکولوں میں مقررہ تعداد حاضری ۲۵ طلبہ ہے۔ اگر حاضری ۱۵ سے کم ہوئی تو گرانٹ نہیں دی جائے گی۔ اگر یہ حاضری ۲۰ اور ۲۵ طلبہ کے درمیان ہوئی تو گرانٹ سے ۵٫۰۰ روپے اور اگر ۱۵ اور ۲۰ طلبہ کے درمیان ہوئی تو ۱۰٫۰۰ روپے بطور جرمانہ کم کر دیئے جائیں گے۔

اس طرح کارپوریشن کے علاقے سے باہر واقع اسکولوں میں اوسط حاضری ۲۰ مقرر ہے۔ اگر حاضری ۱۵ طلبہ سے کم ہوئی تو انھیں سرکاری امداد نہیں دی جائے گی۔ اگر یہ حاضری ۱۵ اور ۲۰ طلبہ کے درمیان ہو تو امدادی رقم میں سے بطور جرمانہ ۵٫۰۰ روپے منہا کئے جائینگے۔



وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے نئے تشکیل شدہ اسٹیٹ پلاننگ بورڈ کے پہلے اجلاس کا منترالیہ میں ۲ ستمبر ۱۹۸۲ء کو افتتاح کیا۔

زیر نظر تصویر میں (بائیں سے دائیں) پروفیسر ایس۔ایم۔آئی۔اثیر، وزیر برائے مکانات وانرجی ڈاکٹر دی۔ سبرامنیم، وزیر برائے مالیات، وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے، شری روبندر راؤت وزیر مملکت برائے منصوبہ بندی دیکھے جا سکتے ہیں۔

"۲۰ نکاتی پروگرام" سے متعلق بے لاگ مشوروں کی اپیل — وزیر اعلیٰ

وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے نئے تشکیل شدہ اسٹیٹ پلاننگ بورڈ کی پہلی میٹنگ کا منترالیہ میں ۲ ستمبر کو افتتاح کرتے ہوئے فرمایا کہ عام آدمی کے مفاد پر منصوبہ بندی کے سلسلے میں بے لاگ مشورے دیئے جائیں۔ آپ نے کہا کہ وزیر اعظم کا ۲۰ نکاتی پروگرام ریاستی منصوبہ بندی کیلئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ نے یقین دلایا کہ حکومت کو دیئے جانے والے قابل قبول مشوروں کے خلاف کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کی جائے گی۔

بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے مزید فرمایا کہ منصوبہ میں شامل کسی بھی فلاحی اسکیم کے لئے محض مالی گنجائش پر اکتفا نہ کرتے ہوئے اسکیم کو کلیہ طور پر عمل میں لانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ آپ نے کہا کہ منصوبہ سے وابستہ عوام کی زائد توقعات کے پیش نظر ریاست کے محدود وسائل کو استعمال میں لاتے ہوئے ان توقعات کو پورا کرنے میں ماہرین کے مشورے مفید ثابت ہونگے۔

وزیر اعلیٰ نے ماہرین سے درخواست کی کہ انتظامیہ کی لامرکزیت کے اصول کے تحت قائم کردہ مختلف کارپوریشنوں کو درپیش مشکلات دور کرنے کیلئے حکومت کو مشورے دیں۔

بورڈ کے رکن شری ڈی۔ جی پربھو گاؤنکر نے ضلع کی منصوبہ بندی کے عمل آوری کی خامیوں کو دور کرنے کے لئے وقفہ وقفہ سے ان کا جائزہ لینے کی ضرورت پر زور دیا۔ خشک سالی سے متاثرہ علاقے کا تذکرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر جینت راؤ پاٹل نے کہا کہ اس علاقے کے کاشتکاروں کی مشکلات سے ماہرین بھی آشنا ہونگے۔ ڈاکٹر نردتم شاہ نے آبی ذرائع کے بہتر استعمال اور پیشہ وارانہ تعلیم کی ضرورت پر زور دیا۔ ڈاکٹر ایس۔ ہٹور دھن نے مشورہ دیا کہ نئے پروجیکٹ شروع کرنے سے پہلے زیر تکمیل پروجیکٹ مکمل کئے جائیں۔ ڈاکٹر جی۔ جے خدا پور، ڈاکٹر این۔ جی ولوی اور شری کے۔ کے سا ہنی نے بھی اسی موقع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

اس سے قبل پلاننگ سکریٹری شری کے۔ جی پرانجپے نے وزیر اعلیٰ کا استقبال کرتے ہوئے بتایا کہ گذشتہ ۲۰ سالوں میں ریاستی منصوبہ بندی کے اخراجات ۱۵۴ کروڑ روپیوں سے بڑھ کر ۶۱۷۵ کروڑ روپیوں تک پہنچ گئے ہیں۔ آپ نے کہا کہ مہاراشٹر پہلی ریاست ہے جہاں "نچلی سطح سے منصوبہ بندی" کا طریقہ شروع کیا گیا ہے۔

شری روبندر راؤت وزیر مملکت برائے منصوبہ بندی نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ حکومت بورڈ کی توقعات پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے گی۔

ڈاکٹر دی۔ سبرامنیم وزیر برائے مالیات و منصوبہ بندی، کابینہ کے اراکین اور حکومت کے مختلف محکموں کے سکریٹریوں نے اس میٹنگ میں شرکت کی۔



وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے تھانے ضلع کے گزٹ کے نئے ایڈیشن کا ۲ر ستمبر ۱۹۸۲ء کو منترالیہ میں افتتاح کر رہے ہیں۔

تھانے ضلع گزٹ کی اشاعت

وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے ۲ر ستمبر کو منترالیہ میں تھانے ضلع گزٹ کا اجراء کیا۔ گزٹ کے ایگزیکیٹو ایڈیٹر اور حکومت مہاراشٹر کے محکمہ گزٹیئر کے سکریٹری شری کے۔ کے چودھری اس موقع پر موجود تھے۔

یہ گزٹ ۱۹۸۲ء میں شائع شدہ گزٹ کا نیا ایڈیشن ہے جس میں ضلع کی تاریخی، سماجی، معاشی و ثقافتی زندگی کے حالات، تعداد آبادی، عوامی رسم و رواج، زراعت، صنعت، مواصلات کی تفصیل، نیز تاریخی، مذہبی، اہمیت کے مقامات اور شاہکار تعمیرات کا مفصل بیان موجود ہے۔ اسکے علاوہ ضلع کے چھوٹے شہروں اور دیہاتوں کی ایک مکمل فہرست مع ضروری معلومات اسمیں شامل ہے۔ اس گزٹ میں ضلع کی معاشی، انتظامی اور ثقافتی ترقیات کا پورا جائزہ پیش کرتے ہوئے دیگر ہر ممکن معلومات فراہم کرنے کی پوری پوری کوشش کی گئی ہے۔

خوبصورت بائنڈنگ اور ضلع کے رنگین نقشہ کے ساتھ ۱۹ ابواب اور ۲۸۴۲ صفحات پر مشتمل اس مجلّد گزٹ کی قیمت ۷۰ روپے ہے۔

گزٹ کی کاپیاں ڈائرکٹوریٹ آف گورنمنٹ پرنٹنگ، اسٹیشنری اینڈ پبلی کیشن، گورنمنٹ آف مہاراشٹرا، چرنی روڈ گارڈنس بمبئی ۴ کے علاوہ ناگپور، پونے، اور اورنگ آباد کے سرکاری بک ڈپو اور دیگر منظور شدہ کتب فروشوں کی دوکان سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔

آکاش وانی گورکھپور، وارانسی اور پٹنہ سے اردو نشریات

مرکزی نائب وزیر اطلاعات و نشریات شری عارف محمد خان نے لوک سبھا کو بتایا کہ آکاش وانی گورکھپور، وارانسی اور پٹنہ سے ہفتہ میں بالترتیب پانچ گھنٹے ۱۵ منٹ، پانچ گھنٹے ۵۰ منٹ اور ۹ گھنٹے ۳۰ منٹ کا اردو پروگرام نشر ہوتا ہے۔

ایک دیگر سوال کے جواب میں اطلاعات و نشریات کے نائب وزیر نے کہا کہ علاقائی اور ترقیاتی خبروں پر مشتمل ایک اردو بلیٹن، آکاش وانی لکھنؤ سے دن کے ڈھائی بجے نشر ہوتا ہے جسے آکاش وانی وارانسی بھی ریلے کرتا ہے۔

قومی راج

خالی اراضی قانون کی مدت میں توسیع

—— آرڈی ننس کا اجراء

گورنر مہاراشٹر نے ایک آرڈیننس کے ذریعہ مہاراشٹر خالی اراضی قانون (مکینوں کو اقدام انخلا اور کرائے کی وصولیابی کے تعلق سے مزید عارضی تحفظ) بابت ۱۹۸۱ء کی مدت میں ۳۱ر مارچ ۱۹۸۳ء تک توسیع کر دی ہے۔

فوری طور سے نافذ العمل یہ آرڈیننس مہاراشٹر خالی اراضی آرڈیننس (مکینوں کو اقدام انخلاء اور کرائے کی وصولیابی

کے تعلق سے مزید عارضی تحفظ) (مدت میں دوسری بار توسیع) بابت ۱۹۸۲ء کے نام سے موسوم ہے ۔

مہاراشٹر خالی اراضی قانون (غیر قانونی قبضہ اور انخلاء) بابت ۱۹۷۵ء کے خلاف بمبئی ہائی کورٹ میں اپیل کی گئی تھی جس پر ہائیکورٹ نے مورخہ ۸ رفروری ۱۹۸۰ء کو مذکورہ قانون کو باطل قرار دیا تھا۔ اس سلسلے میں ریاستی حکومت نے سپریم کورٹ میں اپیل داخل کی اور مورخہ ۱۵ رفروری ۱۹۸۰ء کو سپریم کورٹ نے ہائی کورٹ کے فیصلے کو عارضی طور پر موقوف ٹھہرایا۔ سپریم کورٹ میں داخل کردہ اپیل ابھی زیر سماعت ہے ۔

دریں اثناء " خالی اراضی " کے زمرے میں درج بمبئی میٹرو پولیٹن علاقے اور دیگر شہری علاقوں میں واقع زمینوں پر رہائش پذیر افراد اور تعمیرات سپریم کورٹ کے فیصلہ تک دیگر نافذ العمل قوانین کے تحت غیر محفوظ رہتے ہوئے انخلاء اور کرائے کی یک مشت وصولیابی جیسے اقدامات سے متاثر ہو سکتے ہیں ۔ اس صورتحال کے پیش نظر ۶ رمارچ ۱۹۸۰ء کو مہاراشٹر خالی اراضی (مکینوں کو اقدام انخلاء اور کرائے کی وصولیابی کے تعلق سے مزید عارضی تحفظ) قانون بابت ۱۹۸۰ء نافذ کیا گیا جو ابتداءً ۳۱ رمارچ ۱۹۸۱ء تک نافذ العمل تھا ۔

سپریم کورٹ کے حکم التواء کے تعلق سے چونکہ اس معاملہ کا فیصلہ نہیں ہو پایا تھا کہ مذکورہ حکمنامہ کے تحت قانون کا دوبارہ جائزہ لیا جا سکتا ہے یا نہیں ، اور چونکہ مہاراشٹر ایکٹ XVI بابت ۱۹۸۰ء کی تاریخ ۳۱ رمارچ ۱۹۸۱ء کو ختم ہو رہی تھی ۔ لہذا مہاراشٹر خالی اراضی (مکینوں کو اقدام انخلاء اور کرائے کی وصولیابی کے تعلق سے مزید عارضی تحفظ) (مدت میں توسیع) قانون بابت ۱۹۸۱ء (مہاراشٹر XIV بابت ۱۹۸۱ء) نافذ کیا گیا ۔ ۱۹۸۰ء کے ایکٹ کی مدت میں ۳۰ رستمبر ۱۹۸۲ء تک توسیع کی گئی ۔

لہذا سپریم کورٹ کے فیصلہ تک ۱۹۸۰ء کے قانون کے تحت مکینوں کو حاصل تحفظ ۳۱ رمارچ ۱۹۸۳ء تک مزید چھ مہینوں کے لئے جاری رکھنا ضروری سمجھا گیا تاکہ حکومت سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد اس کی روشنی میں مناسب اقدامات کر سکے ۔

اس سلسلے میں ایک حکمنامہ ریاستی حکومت کے غیر معمولی گزٹ مورخہ ۳۱ ر اگست ۱۹۸۲ء کے حصہ چہارم میں شائع کیا گیا ہے ۔

بمبئی میں راشن کارڈس کی جانچ
کارڈ جمع کرانا ضروری نہیں

کنٹرولر آف راشننگ بمبئی کے زیر ہدایت یکم جولائی ۱۹۸۲ء سے بمبئی اور تھانے کے راشننگ علاقوں میں نافذ العمل راشن کارڈوں کی جانچ مہم کے سلسلے میں آگاہ کیا جاتا ہے کہ بمبئی کے علاقے میں صارفین کو راشن کارڈ جمع کرانے کی ضرورت نہیں ہے ۔ فی الوقت بمبئی کے چند منتخبہ علاقوں میں جانچ کا کام شروع کیا گیا ہے ۔

مہم کا طریقہ کار یہ ہے کہ راشننگ انسپکٹر صارفین کے گھر جاکر کارڈ میں درج افراد کے درج شدہ پتہ پر رہائش کی تصدیق کریں گے اور بطور سند کارڈ پر دستخط کریں گے ۔ زیر مہم علاقوں میں صارفین کی اطلاع کے لئے راشن کی دکانوں پر نوٹس لگائی گئی ہے ۔

راشننگ انسپکٹران کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ کارڈس میں سے ان کا نام خارج کریں جو یا تو فوت ہو چکے ہیں یا مستقل طور پر رہائش گاہ تبدیل کر چکے ہیں ۔ علاوہ ازیں دیگر تبدیلیوں کے لئے کارڈ رکھنے والوں کو سلپ دی جائے گی اور انھیں راشننگ آفس جاکر ضروری تصحیح کرانی ہوگی ۔

متاثرہ افراد کو امداد

شری وِلاس راؤ دیشمکھ وزیر مملکت دیہی ترقیات نے ۲۱ ر اگست کو اشٹی کے نزدیک دھانور گاؤں میں کسانوں کی ریلی سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ریاستی حکومت ضلع بیڑ کے تعلقہ اشٹی میں خشک سالی سے متاثرہ خریف فصل کے کسانوں اور عوام کی ہر ممکن امداد کرے گی ۔ وزیر موصوف متاثرہ علاقوں کا معائنہ کرنے کے بعد اس ریلی سے خطاب فرما رہے تھے آپ نے سماجی خدمت گذاروں سے بھی اپیل کی کہ وہ اس سلسلے میں حکومت کے ساتھ تعاون کریں ۔

اس سے قبل شری دیشمکھ نے مجوزہ ایک بس ڈپو کی بھومی پوجا کی رسم ادا کی اور ضلع پریشد گرلس ہائی اسکول کی عمارت کا افتتاح کیا ۔

قومی ایکتا برقرار رکھیں

مذہب اور ذات پات سے بالاتر ہو کر بیدار [illegible] قومی یکجہتی، اتحاد و عمل کو فروغ دیں اور [illegible] کو منصوبہ بنائیں۔ ان خیالات کا اظہار پروفیسر ایس۔ ایم آئی [illegible] وزیر انرجی نے ملیہ ہائی اسکول (بیڑ) میں ۲۶ اگست کو عیدملن [illegible] کیا۔ شری مادھو راؤ لپوار ایم۔ ایل۔ اے نے صدارت کی۔

وزیر موصوف نے فرمایا کہ ریاستی حکومت [illegible] کی فلاح و بہبود کے لئے کوشاں ہے لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ اس موقعہ پر [illegible] کے مختلف فرقوں کے درمیان اتحاد و آشتی کے جذبے کو بھی فروغ دیا جائے۔

اس سے قبل شری عبدالرزاق [illegible] اسٹیٹ روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن نے موصوف کا استقبال کیا۔

اسٹیٹ پولس ہیڈ کوارٹر

حکومت مہاراشٹر نے ریاست کے مختلف ریاستی سطح کے پولس کے دفتروں اور مندرجہ ذیل تیرہ دفتروں کو ملا کر مہاراشٹر اسٹیٹ پولس ہیڈ کوارٹر تشکیل دیا ہے۔ صدر دفتر بمبئی کے اولڈ کونسل ہال میں قائم کیا گیا ہے۔

تیرہ دفاتر کے نام یہ ہیں۔ انسپکٹر جنرل آف پولس، اسپیشل انسپکٹر جنرل آف پولس (انتظامیہ)، اسپیشل انسپکٹر جنرل آف پولس (نظم و نسق)، ڈپٹی انسپکٹر جنرل آف پولس (شہری حقوق کا تحفظ)، ڈپٹی انسپکٹر جنرل آف پولس (منصوبہ بندی اور تنظیم) اسسٹنٹ انسپکٹر جنرل آف پولس (انتظامیہ)، اسسٹنٹ انسپکٹر جنرل آف پولس (جرم اور نظم و نسق)، اسسٹنٹ انسپکٹر جنرل آف پولس (اکاؤنٹس) مختلف ڈپٹی اسسٹنٹ انسپکٹرس جنرل آف پولس، آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی (پنشن سیل)، ڈپٹی انسپکٹر جنرل آف پولس (ٹریفک)، ڈپٹی انسپکٹر جنرل آف پولس (تربیت اور خصوصی یونٹس) اور رابطہ عامہ افسر۔

کمشنر سی، آئی، ڈی (انٹلیجنس (اسپیشل ونگ) اور ڈپٹی انسپکٹر جنرل آف پولس، سی آئی ڈی (شعبۂ جرم) کے دفاتر بھی جلد ہی اولڈ کونسل ہال میں منتقل ہونگے۔

ڈپٹی انسپکٹر جنرل آف پولس ریلویز کا دفتر چرچ گیٹ پر ہی رہیگا۔ اسی طرح ایڈیشنل آئی جی پی، سی آئی ڈی (جرم) کا دفتر پونے ہی میں رہے گا۔



ریاستی محکمۂ تعلیم کے سکریٹری شری شششی کانت دیتھنکر منترالیہ میں ۳۱ اگست کو ریاست مہاراشٹر کی غیر زرعی یونیورسٹیوں کی مالی حالت سے متعلق ایک رپورٹ متعلقہ کمیٹی کے ممبر سکریٹری شری ایس۔ آر۔ رائبریکر سے قبول فرما رہے ہیں۔

ڈی۔اے۔وی۔پی کی شرح اشتہارات
اردو اخبارات کو اشتہارات

مرکزی نائب منذیر اطلاعات، نشریات شری عارف محمد خاں

نے ۳ راگست کو لوک سبھا میں ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ ڈی اے وی پی مختلف زبانوں کے اخبارات کو جو اشتہارات دیتا ہے اس کے لئے انھیں یکساں شرح رقم دی جاتی ہے۔ تاہم دس ہزار تک کی اشاعت والے لسانی اخبارات کو انگریزی اخبارول کے مقابلے میں کچھ زیادہ رقم دی جاتی ہے۔

انھوں نے ایوان کو مطلع کیا کہ ڈی اے وی پی نے اردو اخبارات اور پندرہ روزہ اخبارات کو ۸۰-۱۹۷۹ء، ۸۱-۱۹۸۰ء اور ۸۲-۱۹۸۱ء میں بالترتیب چار لاکھ ۱۴ ہزار ۸۴۸، پانچ لاکھ ۹۶ ہزار ۳۲۵ اور چھ لاکھ ۲۴ ہزار ۳۲۵ سینٹی میٹر کالم کے اشتہارات دیئے نیز ان کے لیئے علی الترتیب ۱۶ لاکھ ایک ہزار ۵۸۷، ۲۱ لاکھ ۸۳ ہزار ۱۵۵ اور ۲۶ لاکھ ۶۱ ہزار ۲۲۵ روپے دیئے گئے۔

بقیہ "تبصرے"

چونکا دینے والا ہرگز نہیں۔

ان کہانیوں میں "عورت ایک پہیلی" میں ہندوستانی عورت کی روایت پسندی اور کردار کی خوبصورت عکاسی کی گئی ہے "شکستِ آرزو" میں ہم ایک ایسے انسان سے ملتے ہیں جو اپنی تمام آرزوؤں اور خوابوں کی قربانی دے کر ایک غم زدہ انسان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیر دیتا ہے، باقی کہانیاں ٹھیک سی ہیں۔

اردو داں حضرات کے لئے یہ افسوس کی بات ہے کہ ایک مجموعہ صرف تین سو کی تعداد میں چھپے اور کئی مہینوں میں فروخت ہو۔ اردو والے جب تک کتابیں اور رسائل خریدنے کی عادت نہیں ڈالیں گے اس وقت تک اس زبان کی نشوونما میں وہ کوئی اہم کردار ادا کرنے کا دعویٰ نہیں کر سکتے اور اردو ادیب اسی طرح سسکتے رہیں گے۔

یوتھ فورم

یوتھ فورم کا مستقل فیچر کیریئر کی رہنمائی مشہور اشخاص اور نوجوانوں کی رہنمائی کرنیوالے اداروں کی سرگرمیوں پر مشتمل ہوتا ہے اس فیچر میں قوم کی سماجی، معاشی ترقی پر نوجوانوں کے رول پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ قومی پروگرام میں جیسے جہیز مخالف تحریک صفائی مہم، چھوت چھات کا خاتمہ اور تعلیم کے فروغ پر لکھے گئے مضامین کو سراہا جاتا ہے

اپنے مضامین اس پتہ پر مرحمت فرمائیں:

ایڈیٹر قومی راج، نیو ایڈمنسٹریٹو بلڈنگ، ۱۵ واں منزلہ، مقابل منترالیہ، ممبئی ۴۰۰۰۳۲

ملک کے پہلے انقلابی منصوبہ کا مہاراشٹر میں مبارک آغاز



غیر محفوظ محنت کشوں کو حکومت کے ذریعہ تحفظ



ہنگامی حالات میں امداد



مزدوروں کے لئے خاندانی بہبود کا منصوبہ

• کاشتکار • قلی • اینٹ بنانے والے • گھریلو نوکر
• ٹھیلے والے • بیڑی مزدور • چائے ٹھیلے والے
• کھانا تیار کرنے والے مزدور • چمار • اخبار فروش • رکشہ والے
• پان والے اور دیگر غیر محفوظ مزدور جو اسی زمرے میں آتے ہوں ۔

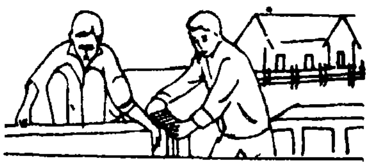




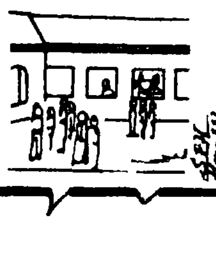
حادثہ میں

موت واقع ہونے پر -/۲٫۰۰۰ روپے
مستقل طور پر معذور ہونے پر -/۲٫۰۰۰ روپے
جسم کا کوئی عضو ناکارہ ہو جانے پر -/۱٫۰۰۰ روپے کے مستحق ہوں گے ۔





• رقم تین ہفتوں کے اندر گھر پہنچ جائے گی ۔ • عمر کی حد: ۱۶ تا ۶۵ سال
• مہاراشٹر میں مسلسل ۱۵ سال سے قیام پذیر ہوں ۔ • سالانہ آمدنی ۶٫۰۰۰ روپے تک یا کم ہو۔



مزید تفصیلات اپنے علاقہ کے افسر محکمہ مالگذاری سے حاصل کی جا سکتی ہیں

PRINTED AT THE GOVT. PHOTOZINCO PRESS, PUNE-1982



آزادی کی ۳۵ ویں سالگرہ کے موقع پر وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے، منترالیہ میں قومی پرچم کو سلامی پیش کرتے ہوئے. زیر نظر تصویر میں آپ کی کابینہ کے رفقاء بھی دیکھے جا سکتے ہیں.

ᴌUMIRAJ : Regd. No. MH-BY South-544 *Licence No. 89 for ' without prepayment of postage '*

TWO-IN-ONE PACKAGE

TRIPLE YOUR MONEY AND PROTECT YOUR FAMILY



BUY SOCIAL SECURITY CERTIFICATES

A unique deal for your money and family. Purchase Social Security Certificates and multiply your money! These certificates provide insurance cover to your family and also fetch guaranteed triple returns!!

SALIENT FEATURES.

1 The certificates will be issued in denominations of Rs 500/- and Rs 1,000/- only.

2 A certificate of Rs. 500/- fetches a return of Rs 1 500/- and that of Rs. 1,000/-, Rs. 3,000/- at maturity or on death of the holder during maturity period-as provided in 3 below

3 In the event of death of a holder, his nominee or legal heir gets full maturity value immediately in case of non-natural causes except self-injury or suicide and if death occurs due to natural causes after 2 years from the date of purchase

4 Certificates can be purchased by persons in the age group of 18 to 45 years

5 An individual can hold certificates to the maximum extent of Rs 5,000/- Certificates can be purchased on different dates and from different post offices subject to this ceiling.

6 The rate of interest is 11.3% p.a. (Compounded half-yearly)

7 The maturity period of the certificates is 10 years

8 Certificates can be encashed prematurely any time after three years

9 Interest is exempt Under Section 80-L of Income Tax Act up to Rs 6,000/- alongwith interest on other approved securities and bank deposits. In the case of death, the full maturity value payable prematurely will be wholly exempt from Income-Tax

10 The certificates can be pledged as security

These certificates are available in Post Offices from 1st June, 1982 onwards

For details contact

- Directorate of Small Savings, New Administrative Building, Bombay-400 032 Phone 232537/230290
- Nearest Post Office
- Small Savings Agents
- Asstt Director of Small Savings C/o District Collector

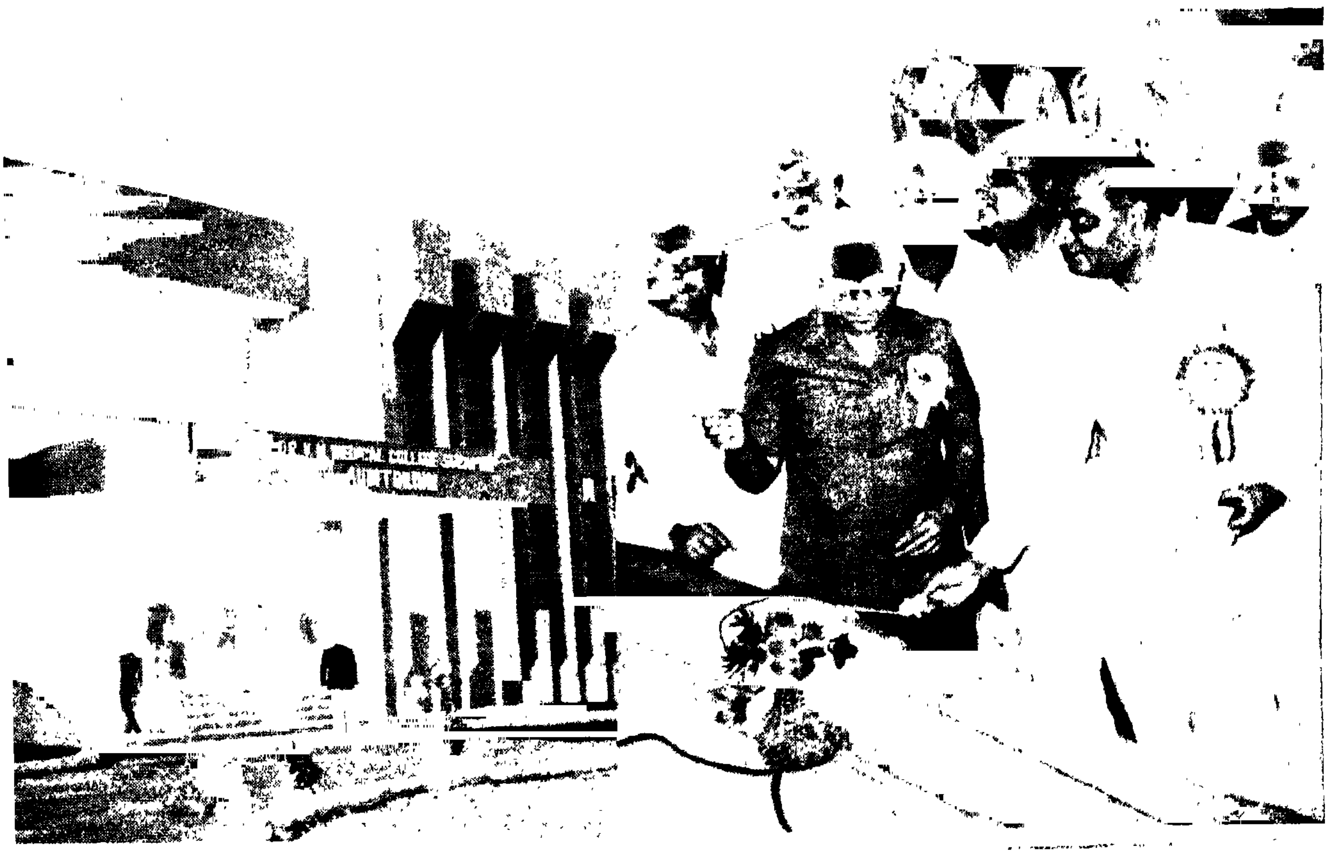
DGIPR/SS 2/English/1982-83

شائع کردہ:

گورنر مہاراشٹر، شری آئی. ایچ لطیف 'یوم اساتذہ' کے موقع پر ۵ ستمبر ۱۹۸۲ء کو ریاست کے ۴۰ منتخبہ اساتذہ کو ریاستی انعامات کی تقسیم کے لئے ہونے میں منعقدہ ایک تقریب میں، ایک ٹیچر کو 'ایوارڈ' دے رہے ہیں۔ آپ کے دائیں جانب شریمتی شردچندریکا پاٹل، وزیر برائے تعلیم اور بائیں جانب شری ولاس راؤ دیشمکھ، وزیر مملکت برائے تعلیم بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔



وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے، ۲۸ اگست کو منعقدہ ایک تقریب میں سولاپور کے ڈاکٹر وی. ایم. میڈیکل کالج میں نئے تعمیر شدہ آڈیٹوریم کا بٹن دبا کر افتتاح کر رہے ہیں۔ وزیر اعلیٰ کے دائیں جانب ڈاکٹر بلی رام ہیرے، وزیر برائے صحت عامہ موجود ہیں۔ بائیں طرف کی تصویر میں آڈیٹوریم کی نئی عمارت دیکھی جا سکتی ہے۔



قومی راج

جلد نمبر ۹
شمارہ نمبر ۱۸

۲۵ ستمبر ۱۹۸۲ء

ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے
سالانہ: دس روپے   قیمت فی کاپی: پچاس پیسے

25-9-82

ترتیب — صفحہ نمبر

چیف ایڈیٹر: اے۔ ایم۔ دیوستھلے
ایڈیٹر: ریاض احمد خاں

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ:
ڈائرکٹر جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز،
گورنمنٹ آف مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

قارئین کی رائے

قندِ مکرّر

* اصغر مہدی
۲۲۴۔ بخشی بازار، الہ آباد ۳ (یو۔پی)

اِس وقت مجھے اس پر گفتگو نہیں کرنی ہے کہ فیضی رحمین کون تھا؟ انگریز تھا، فرانسیسی تھا، چینی تھا یا ایرانی، اور اسکا کارنامہ کیا ہے؟ اس پر اور اس کے فن پر حید ر پٹھان صاحب اپنے مضمون میں خاصی تفصیلی روشنی ڈال چکے ہیں اور فیضی کا چہرہ وقت کی اَٹی ہوئی گرد سے پاک ہو کر صاف نظر آنے لگا۔

میں تو اس وقت خود حید ر پٹھان صاحب کے فن پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ جس تہذیبی بازگشت کی ایک مدھم لے میرے کانوں میں بھی رس گھول رہی ہے اور یہ بڑی ناانصافی ہوگی اگر اس نغمہ آفرینی کو آپ تک نہ پہنچاؤں۔

یوں تو حید ر پٹھان صاحب نے گجرات کے ایک معزز گھرانے میں آنکھ کھولی، لیکن اُن کی اُردو دوستی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ حید ر پٹھان صاحب ایک کامیاب وکیل ہیں۔ انھیں آرٹ سے بہت دلچسپی ہے۔ شاید ہی کسی عظیم آرٹسٹ کی سوانح حیات ان کی نظروں سے نہ گذری ہو۔ ان کی شخصیت میں جو آرٹسٹ چھپا ہوا ہے وہ انھیں مجبور کرتا ہے جس کے نتیجہ میں کوئی نہ کوئی شاہکار تخلیق قید و بند میں آ ہی جاتی ہے اُن کی اَنا اور فطری تسکین کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ حُسن اتفاق سے اُن کی شریکِ حیات محترمہ زینب پٹھان بھی ایک کامیاب اور باخبر آرٹسٹ ہیں، اُن کے فن پارے ملکی و عالمی پیمانے کی نمائش میں پیش ہو کر سندِ خاص و عام حاصل کر چکے ہیں اور فن مصوّری میں وہ اب عالمی شہرت کی مالک بن چکی ہیں، پٹھان صاحب کے اندر چھپے ہوئے فن کار کو بڑا سہارا دیا ہے۔

حید ر پٹھان صاحب جب رنگوں کی زبان کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ رنگوں کی زبان سے بڑھ کر دنیا میں کوئی اور زبان ہے ہی نہیں۔ تا حدِ نگاہ خوشنما اور جاذبِ نظر رنگوں کی ایک ایسی دھنک چھا جاتی ہے جس سے سارا ماحول بہت ہی خوبصورت لگنے لگتا ہے اور جی چاہتا ہے کہ بس اسی کے ہو کر رہ جایئے۔ ہر رنگ اپنی بے زبانی میں گویا نظر آنے لگتا ہے اور واضح طور پر محسوس ہوتا ہے کہ ہر رنگ کا اپنا انداز ہے۔ اپنی ادا ہے۔ اپنی آواز ہے۔ اپنی زبان ہے۔ ہر رنگ اپنے منفرد لب و لہجہ و کیفیت سے بھی پہچانا جاتا ہے۔ مثلاً سفید رنگ تخلیقِ کائنات سے لے کر اب تک امن و سلامتی کی علامت بنا ہوا ہے اور قیامت تک بنا رہے گا۔ اس کے سفید اور بے داغ عارض کو کوئی اور رنگ داغ دار نہیں کر سکتا یہ اسی طرح قیامت تک ساری دنیا کے لئے امن و سلامتی کا نشان بنا رہے گا۔ سُرخ رنگ اگر انقلاب کی علامت بن چکا ہے تو اب قیامت تک انقلابی ہی رہے گا اس کے شوخ اور نمایاں رنگ کو اور کوئی رنگ دھندلا نہیں کر سکتا۔ آسمان چاہے اپنا رنگ بدل لے۔ کائنات کی ہر شے اپنا رنگ بدل لے لیکن یہ رنگ اپنا رنگ نہیں بدلتے ؎

بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

کے مصداق ہر آن ہر پل رنگ بدلنے والا انسان اگر غور کرے تو رنگوں کی دھنک میں بھی بے شمار عبرت کی نشانیاں نظر آئیں گی۔ ہر رنگ اپنی زبانِ بے زبانی میں آواز دیتا نظر آئے گا کہ اپنے اصل پر قائم رہو، جس مقصد کے لئے تخلیق کئے گئے ہو اس کی تکمیل کرتے رہو۔ رنگ بدلنا خلافِ فطرت ہے۔

دراصل فیضی رحمین پر مضمون لکھ کر مضمون نگار نے اُردو ادب کو ایک نئے اندازِ فکر سے آگاہ کیا ہے۔ مجھے اس بات کی قوی اُمید ہے کہ یہ مضمون ہر مکتبۂ خیال کے لئے قابلِ قبول ہوگا۔ اس ضمن میں حکومتِ مہاراشٹر کے 'قومی راج'، کو بھی مُبارکباد کا مستحق گردانا چاہیئے جس میں فیضی رحمین پر لکھا ہوا مضمون بڑے اہتمام سے شائع ہُوا۔

○ ایم۔ مُشتاق احمد
معرفت ایم۔ اے۔ قادر (ہیڈ ماسٹر)
مستان چوک، کھام گاؤں ۔ ۴۴۴۳۰۳

۱۰ رمئی اور ۲۵ رمئی ۱۹۸۲ء کے دونوں شمارے نظروں سے گذرے، سرورق دیکھتے ہی دل باغ باغ ہو گیا۔ یقیناً یہ آپ کی اور آپ کے ساتھیوں کی کاوش کا نتیجہ ہے کہ 'قومی راج' دن بدن ترقی کی منزلوں کو چھو رہا ہے۔

۱۰ رمئی کے شمارے میں حصّۂ غزل اور حصّۂ نثر' بہت جاندار تھے جبکہ ۲۵ رمئی کے شمارے میں صرف حصّۂ غزل بے جاندار تھا اگر میں انجم رومانی (بمبئی) اور منظور ندیم (بالاپور) کو مبارکباد نہ دوں تو یوں سمجھ لیجئے کہ میں نے حق تلفی کی ہے۔

۲۵ ستمبر ۱۹۸۲ء

مہاراشٹر میں اراضی اصلاحات

اراضی اصلاحات ریاست مہاراشٹر کی مجموعی معاشی صورت حال اور دیہی حالات زندگی میں بہتری کی ضامن ہیں۔ اس سمت مہاراشٹر میں کئے گئے متعدد اقدامات اس لئے زیادہ اہم نہیں ہیں کہ ان کے نتیجے میں کئی فائدہ مند قوانین کا نفاذ کیا گیا بلکہ اس لئے کہ ان اقدامات سے بے شمار کسانوں کو فائدہ پہنچا ہے۔

کاشتکاروں کے لئے سب سے اشد ضروری ہے کھاتے۔پتنک۔ ہر ایک کے لئے کھاتے پُتنک حاصل کرنا اور اس کا باقاعدہ اندراج رکھنا ضروری ہے مگر یہ مشکل کام ہے۔ حکومت کی جانب سے کئے گئے اقدامات کے نتیجہ میں ۶۹ لاکھ کھاتے داروں کو کھاتے پُتنک فراہم کی جاچکی ہیں۔

آزادی سے پہلے کی حکومتوں نے بھی اراضی اصلاحات کے سلسلے میں کافی مؤثر اقدامات کئے ہیں۔ لیکن دوسرے پانچسالہ منصوبہ کے دوران اراضی اصلاحات میں ایک زبردست انقلاب پیدا ہوا' جب "اراضی بنام کاشتکار" اور زراعتی اراضی کی مساوی تقسیم کی اسکیم کا اعلان کیا گیا۔

ان اسکیمات کے تحت (۱) کرایہ دار زرعی مزدور کو اراضی کے حق ملکیت کی منظوری (۲) اراضی تقسیم میں نابرابری کا خاتمہ (۳) مکمل قطعۂ اراضی کے ٹکڑے ہونے سے بچاؤ (۴) قبائلی افراد کو اراضی کی بازیابی جیسے امور پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔

اراضی بنام کاشتکار:

"اراضی بنام کاشتکار" اسکیم کا نفاذ کرایہ قانون کے تحت کیا جاتا ہے۔ اس طرح مزدور کاشتکار کے نام اراضی کے حق ملکیت کی قانونی طور سے منتقلی عمل میں آتی ہے۔ ریاست کے مختلف علاقوں میں اس اسکیم کو اپریل ۱۹۵۷ء سے ۱۹۶۵ء کے درمیان جاری کیا جاتا رہا ہے۔ اب تک ۱۲٫۸۲ لاکھ کرایہ دار کاشتکاروں کے نام ۱۴٫۱۵ لاکھ ہیکٹر اراضی سے متعلق حق ملکیت کو منتقل کر دیا گیا ہے۔

اراضی حدبندی:

اراضی حدبندی: زراعتی زمینوں پر حدبندی کی غرض سے ۲۶ جنوری ۱۹۶۲ء سے مہاراشٹر زراعتی اراضیات (اراضی حدبندی) قانون بابت ۱۹۶۱ء نافذ کیا گیا۔ لیکن چند سالوں بعد ۱۹۷۵ء میں حد بندی میں نرمی کی گئی اور ۲ اکتوبر ۱۹۷۵ء سے نظر ثانی شدہ قانون نافذ کیا گیا۔ دونوں قوانین کے تحت تمام زراعتی اراضیات کے جائزے کے بعد مارچ ۱۹۸۲ء کے اواخر تک ۲٫۸۰ لاکھ ہیکٹر اراضی کو فاضل اراضی قرار دیا گیا اور اس میں سے ۱٫۶۰٫۵۰ والے زمین مزدوروں، منگتی جاتیوں، قبائلیوں اور ۵٫۷ امداد باہمی زراعتی انجمنوں کے درمیان ۸۲ء۱ لاکھ ہیکٹر اراضی تقسیم کی گئی۔ اس کے علاوہ جوائنٹ اسٹاک شکر کمپنیوں کی تحویل میں ۳۴٫۵۱۵ ہیکٹر اراضی (گنے کے کھیت) فاضل قرار دی گئی اور حکومت کے ماتحت مہاراشٹر اسٹیٹ فارمنگ کارپوریشن کے حوالے کی گئی۔

اراضیات کی جمع اندوزی:

اس اسکیم کے تحت، جس کا اولین مقصد زمینوں کو چھوٹے

ٹکڑوں میں بٹنے سے بچانا بھی ہے۔ ۳۵ ہزار دیہی علاقوں کی (میونسپل و ترقی پذیر علاقوں کے سوائے) ۶۹ء۲۳۶ لاکھ ہیکٹر اراضی شامل ہے مارچ ۱۹۸۱ء تک اس اسکیم کے تحت ۱۸٫۳۹۳ دیہی علاقوں کی ۱۶ء۱۴۸ لاکھ ہیکٹر اراضی کو شامل کیا گیا۔

قبائلی افراد کو زمین کی بازیابی :

غیر قبائلی افراد کے قبضہ سے قبائلی افراد کی زمین چھڑانے کے لئے ۱۹۷۴ء میں خاص قوانین نافذ کئے گئے۔ ان قوانین کی رو سے غیر قبائلی افراد کے قبضہ میں قبائلی افراد کی ایسی زمینوں کے خلاف کارروائی کی جاتی ہے جو۔

۱) ۶ر جولائی ۱۹۷۴ء سے قبل محسول اراضی قانون یا اور کسی قانون کے خلاف شرائط حاصل کی گئی ہو۔ اور جو ۔

۲) یکم اپریل ۱۹۵۷ء تا ۶ر جولائی ۱۹۷۴ء کی درمیانی مدت میں کسی قانون کے تحت منتقل ہونے کے نتیجہ میں حاصل کی گئی ہو۔

اس طرح ان قوانین کے ذریعہ قبائلی افراد کو ایسی زمینیں واپس دلائی جاتی ہیں۔ اسی طرح ان قوانین کی رو سے غیر قبائلی افراد کے قبائلی افراد کی زمینوں پر قبضہ کی سختی سے ممانعت کر دی گئی ہے۔ اب کلکٹر یا ریاستی حکومت کی اجازت کے بغیر ایسی منتقلی نہیں کی جا سکتی۔

مذکورہ بالا دونوں قوانین کے تحت کارروائیوں کے ذریعہ ۴۶٫۸۳۷ معاملات میں سے ۴۷٫۷۳۲ معاملات کا تصفیہ کرتے ہوئے ۲۲٫۹۳۲ افراد کو ۴۰۴ر۱۴ ہیکٹر زمین واپس دیئے جانے کے احکامات جاری کئے گئے۔ اب تک ۱۶٫۱۳۱ قبائلی افراد نے اپنی ۲۶٫۸۳۱ ہیکٹر اراضی کا قبضہ حاصل کر لیا ہے۔ مزید ۱٫۶۴۸ ہیکٹر اراضی زیر تصفیہ ہے۔

مندرج جاتیوں کے افراد کے لئے بھی ایک ایسی ہی اسکیم جاری کی گئی ہے۔ مہاراشٹر لینڈ ریوینیو کوڈ، بابت ۱۹۶۶ء کی دفعہ ۵۹ (ب) کے تحت غیر واتنداروں کے قبضہ میں مندرج جاتیوں کے سابق واتندار، یا اُن کے وارثوں کی غیر ترقی پذیر دیہی علاقوں کی واتن اراضی واپس دلائی جاتی ہے۔ اس اسکیم کے تحت ۱۴٫۱۳۹ معاملات میں سے ۱۳٫۴۷۱ معاملات کا تصفیہ کر دیا گیا اور ۷٫۷۷۴ ہیکٹر اراضی واپس کئے جانے کے احکامات جاری کئے گئے۔ اب تک سابق واتنداروں یا ان کے وارثوں کو ۵٫۲۴۴ ہیکٹر اراضی کا قبضہ واپس دلایا گیا۔

حکومت کی تحویل میں ۴ء۶۵ لاکھ ہیکٹر فاضل اراضی بھی زراعتی کاموں کے لئے ۱ء۰۸ لاکھ افراد میں، جن میں پسماندہ طبقات کے افراد بھی شامل ہیں، تقسیم کر دی گئی۔

اندراجِ اراضی :

اندراجِ اراضی یا لینڈ ریکارڈ کے بغیر اراضی اصلاحات کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اراضی کے حق ملکیت میں مورثوں کی موت یا فروخت کی وجہ سے تبدیلیوں کا باقاعدہ اندراج ضروری ہے۔ اسی طرح فصلی و زراعتی تفصیل و اخراجات کا اندراج بھی ضروری ہے۔ حکومت نے ان اراضیات کے صحیح اندراجات کے لئے اپنے طور سے بھی انتظامات کئے ہیں۔ یہ اندراجات ابتداً تلاٹھیوں کے ذریعہ کئے جاتے ہیں جن کی بعد میں سرکل انسپکٹر، نائب تحصیلدار، اور تحصیلدار جانچ کرتے اور تصدیق کرتے ہیں۔ غیر متنازعہ تمام اندراجات تین ماہ کے اندر کئے جاتے ہیں اور متنازعہ معاملوں کا چھ مہینے کے اندر تصفیہ کر کے اندراج کیا جاتا ہے۔

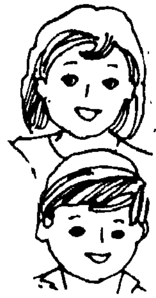
قبائلی علاقوں میں قانون سے متعلق ادیباسیوں کی کم علمیت کی بنا پر اکثر اوقات اندراجات میں ناجائز تبدیلیاں کی جاتی ہیں، اس بدعنوانی کے خلاف اگست ۱۹۸۰ء میں ایک خصوصی مہم چلائی گئی جس کے نتیجہ میں کل ۵۴٫۰۷۸ اندراجات کی جانچ کا کام شروع کیا گیا۔ اس میں سے ۵۳٫۳۹۱ اندراجات کی تصدیق کی گئی باقی ماندہ ۱۸۷ اندراج کی جانچ زیر غور ہے۔

کھاتے پُستکوں کی تقسیم :

دیہی کاشتکاروں کے لئے زمین کے تنازعات، بینک کے قرضوں اور دیگر تصفیات کے لئے اراضی ریکارڈ اشد ضروری ہے۔ لیکن کاشتکاروں کو ریکارڈ کی نقل حاصل کرنا مشکل ہوا کرتا تھا۔ اس مشکل کو دور کرنے کے لئے ۱۹۷۶ء میں کھاتے پستکوں کی تقسیم کی ایک اسکیم جاری کی گئی۔ یہ کھاتے پُستک نہایت ہی کم داموں میں مہیا کئے جاتے ہیں اور اس میں اراضی سے متعلق تمام ضروری اندراج تحریر کئے جاتے ہیں۔ کھاتے پُستکوں میں یہ اندراج تلاٹھی کے ذریعہ کئے جاتے ہیں۔ اب تک ۶۹ لاکھ کھاتے داروں میں سے ۶۴ء۷۳ لاکھ کھاتے داروں کو کھاتے پُستک فراہم کئے گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ مہاراشٹر محصول اراضی قانون میں مناسب تبدیلی کرتے ہوئے کھاتے پُستک کو اہمیت دی گئی ہے۔

چھوٹا کنبہ مسرور کنبہ

* ڈاکٹر ایس۔ کے۔ آڈکر
(ایم۔ اے۔، پی۔ ایچ ڈی)
لینڈکر،
نیو آرٹس اینڈ کامرس کے پیچھے
احمد نگر۔ ۴۱۴۰۰۱



ہمارے ملک کی ہر نانی اور دادی صدیوں سے اپنے عزیزوں کو اُٹھتے بیٹھتے ایک مخصوص دعا سے نوازتی چلی آرہی ہیں کہ "دودھوں نہاؤ اور پوتوں پھلو" ان کی دعاؤں کا آخری حصّہ کچھ اس قدر مستجاب ہوا اور لوگ اس طرح سے پوتوں پھلے کہ پوتوں کے سوا اب کوئی پھل ہندوستان میں اتنی فراوانی سے نہیں پھلتا۔ پھلوں کی پیداوار کے اس عدم توازن کے نتیجہ میں ملک کی معیشت کا توازن ہی دگرگوں ہوکر رہ گیا۔ لہٰذا جدید دور کی ہر نانی اور دادی سے ہماری مودّبانہ گذارش ہے کہ وہ اپنے عزیزوں کو دعائیں دیتے وقت ملک کے مستقبل اور معاشی حالت کو ضرور پیشِ نظر رکھیں۔ ورنہ خدشہ ہے کہ کہیں اُن کی دُعائیں عبرتناک نہ ثابت ہوں۔

ویسے خدائے تعالیٰ نے اگلے وقتوں کی ہر نانی اور دادی کی مذکورہ بالا دعا کے پہلے نصف حصّہ یعنی "دودھوں نہاؤ" کو یکسر نظر انداز کردیا۔ دراصل خدا بھی زیرک اور ہوشیار صنعت کاروں کی طرح یہ خیال کرتا ہے کہ ساری مانگیں ایک ساتھ تسلیم کرلینے سے معاملہ بگڑ جائے گا۔ چنانچہ اس نے اُن کی دعا کا نصف حصّہ ہی تسلیم کرلیا۔ اگر دعا کا پہلا نصف حصّہ پہلے تسلیم کیا گیا ہوتا تو شاید ہمارے ملک کے جیالے کوہکن اپنی جوانمردی کا ثبوت بہم پہنچانے کے لئے پوتوں پھلنے کے بجائے جوئے شیر لانے کی کوشش کرتے تاکہ لوگوں کو دودھوں نہانے کا موقع میسّر آتا۔

حیاتِ انسانی کی کامیابی کا راز فلاح و بہبودئ کنبہ میں مضمر ہے۔ کنبہ کی فلاح و بہبود کا یہ خیال نیا نہیں ہے۔ وہ زمانہ دراز سے ہمارے دل میں گھر کئے ہوئے ہیں۔ لیکن ہمارے ملک کی بڑھتی ہوئی آبادی سے پیدا شدہ صورت حال میں تبدیلی لانے کے لئے خاندانی منصوبہ بندی ایک مجرّب اور لازمی علاج ہے۔ کوئی بھی بات جب حد سے گذر جاتی ہے تو بے مزہ ہوتی ہے۔ میرا روئے سخن قومی راج۔

۲۵ ستمبر ۱۹۸۲ء

مردمانِ بسیار (TEEMING MILLIONS) اپنی ملک کی دن دونی اور رات چوگنی بڑھتی آبادی کی طرف ہے۔ اس 'بسیار' کی نوعیت اور ماہیت پر آپ نے کبھی غور کیا ہے؟ اس بیشمار بڑھتی آبادی سے ترقی اور خوشحالی کے ثمرات ہر کسی کے حصہ میں کیوں نہ آئے؟ آج یہاں کے باشندوں کو روٹی، کپڑا، اور مکان جیسی زندگی کی بنیادی ضروریات کی تکمیل مشکل ہو رہی ہے جیسے ضرورت سے زیادہ کھانے پر بدہضمی ہوتی ہے۔ ویسے روز افزوں بڑھتی یہ آبادی فرد، کنبہ، معاشرہ ہی کو نہیں بلکہ پوری قوم کو مصیبتِ ناگہانی میں مبتلا کر دیتی ہے۔

ہندوستانی پارلیمانی ایسوسی ایشن کے زیرِ اہتمام ۲۵ مئی ۱۹۸۱ء کو بڑھتی ہوئی آبادی اور ترقیاتی مسائل پر منعقدہ ایک جلسے کی صدارت کرتے ہوئے ہماری وزیرِ اعظم شریمتی اندرا گاندھی نے کہا تھا کہ "اگر ایسا کوئی معاملہ ہے جس پر قومی اتفاقِ رائے مقصود ہے تو وہ خاندانی منصوبہ بندی کا ہے۔ وزیرِ اعظم کے نئے بیس نکاتی پروگرام میں اس کو کنبہ کی فلاح و بہبود کہا گیا ہے۔

تصویر کا ایک رخ تو بہت حوصلہ افزا ہے۔ ہندوستان نے آزادی کے بعد اقتصادی ترقی کی نئی منزلیں سر کیں۔ اور آج ہم اناج کے معاملے میں خود کفیل ہو گئے ہیں۔ آج صنعتی اعتبار سے ہندوستان کا شمار دنیا کے دس بڑے ملکوں میں ہوتا ہے۔ آج ہمارے ملک میں ماضی کے مقابلے میں بیس گنا زیادہ بجلی پیدا ہو رہی ہے۔ پڑھے لکھے اور لکھ پڑھ سکنے والے لوگوں کی تعداد اضافے کے بعد کل آبادی کا ۱۷ء۳۶ فی صد ہو گئی ہے۔ صحت کا معیار اور اوسط عمر بڑھ گئی ہے۔ شرح اموات گھٹی ہے۔ ترقی کی اس رفتار کو برقرار رکھنے اور بڑھاوا دینے کیلئے تمام کوششوں کو بروئے کار لایا جا رہا ہے۔

لیکن!

اس ایک لیکن سے کئی سوال وابستہ ہیں۔ بہر حال پہلا اور بنیادی سوال ہے: کیا اس ترقی اور خوشحالی کے ثمرات قوم کے سبھی افراد' ہر چھوٹے بڑے، مرد عورت، بوڑھے اور بچے کو حاصل ہوئے ہیں؟ گرد و پیش پر ایک سرسری نظر ڈالیں تو جواب ظاہر ہے نہیں میں دیا ہوگا۔ یہ امر مجبوری ہے۔ تاہم انسان مجبورِ محض نہیں ہے۔ اتنی تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کا بالآخر انجام کیا ہوگا؟ یہی سوال ماہرینِ اقتصادیات، دنیا کے تقریباً سبھی ملکوں، ان کی حکومتوں اور خود عوام کو الجھائے ہوئے ہے۔

ہمارے دیش کی آبادی کتنی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ اس کا شاید آپ اندازہ لگا سکیں۔ آیئے اسکی تفصیلات پر ایک سرسری نظر ڈالیں۔ ۱۹۰۱ء میں ہمارے ملک کی آبادی ۲۳ کروڑ اور ۸۰ لاکھ تھی۔ جو اضافے کے بعد ۱۹۵۱ء میں ۳۶ کروڑ ۱۰ لاکھ ہو گئی بہ الفاظِ دیگر یوں کہہ سکتے ہیں کہ تقریباً ۵۰ سال کے عرصے میں آبادی میں ۵۲ فی صد اضافہ ہوا۔ آبادی میں اضافہ اسی رفتار سے ہوتا تو بھی غنیمت تھا۔ بات حیرت انگیز معلوم ہوتی ہے، تاہم حقیقت یہ ہے کہ ۱۹۵۱ء سے ۱۹۷۱ء تک کے بیس برسوں میں ۵۲ فی صد اضافہ ہوا اور آبادی ۵۴ کروڑ ۸۰ لاکھ کی حد تک پہنچ گئی۔ حالیہ مردم شماری کے مطابق یکم مارچ ۱۹۸۱ء میں ہماری آبادی ۶۸ کروڑ ۳۸ لاکھ ہو گئی تھی۔ گویا ساٹھ کے دہے میں آبادی میں ۲۴ء۷۵ فیصد اضافہ ہوا۔ یہ موجودہ صدی کے پہلے پچاس برسوں میں ہوئے اضافہ سے زیادہ ہے۔ آبادی اگر اسی شرح سے بڑھتی رہی تو اس صدی کے اختتام یعنی ۲۰۰۰ء تک ہماری تعداد ایک ارب ہو جائیگی۔ گویا اوائل صدی کے مقابلے میں ختم صدی تک ہماری آبادی ۴۱۶ فی صد سے زائد بڑھ جائے گی۔

ملک کے مجموعی رقبے اور آبادی کے تناسب پر غور کریں تو صورتِ حال کچھ اور پیچیدہ معلوم ہوتی ہے۔ اس وقت ہماری آبادی ۶۸ کروڑ ۳۸ لاکھ ہے۔ گویا دنیا میں ہر چھٹا شخص ہندوستانی ہے۔ ہندوستان کا رقبہ دنیا کے کل رقبہ کا ۲ء۴ فی صد ہے۔ جبکہ ۱۵ء۵۳ فیصد لوگ ہندوستان میں آباد ہیں۔ گویا ایک مربع کلومیٹر میں ۲۲۱ لوگ رہتے ہیں۔ لیکن یہ محض اوسط ہے۔ ہمارا ملک کتنا گنجان آباد ہے۔ اس اوسط سے شاید اس کا صحیح اندازہ نہ ہو سکے دہلی کو لیجئے یہاں ایک مربع کلومیٹر علاقے میں ۴۱۷۸ لوگ رہتے ہیں جبکہ کیرالا، مغربی بنگال اور بہار میں یہ تعداد بالترتیب فی مربع کلومیٹر اوسط ۶۵۴، ۶۱۴، اور ۴۰۲ اشخاص ہے۔

ملک کی سب سے زیادہ گنجان آباد ریاست اتر پردیش ہے۔ اس کی آبادی گیارہ کروڑ آٹھ لاکھ اٹھاون ہزار ہے۔ ممکن ہے پہلی نظر میں یہ تعداد آپ کو کچھ زیادہ معلوم نہ ہو۔ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اتر پردیش کی آبادی دنیا کے بیشتر ملکوں کی آبادی سے زیادہ ہے۔ دنیا بھر میں صرف چھ ملک۔ برازیل۔ چین۔ انڈونیشیا جاپان۔ امریکہ۔ اور روس ایسے ہیں جن کی آبادی اتر پردیش سے زیادہ ہے۔ اتر پردیش۔ مہاراشٹر۔ اور بہار کی مجموعی آبادی سارے ملک کی کل آبادی کے ایک تہائی سے زیادہ ہے۔

ایک اور اعتبار سے بھی ہندوستان کی صورتِ حال دوسرے ترقی پذیر ملکوں جیسی ہے یعنی آبادی میں اضافے کے نتیجے میں شہروں پر دباؤ بڑھنے لگا ہے۔ اس سلسلے میں بیشتر کلکتہ۔ بمبئی، اور دہلی کی مثال عام طور پر دی جاتی تھی۔ ان شہروں کی آبادی بالترتیب ۹۱ لاکھ ۶۵ ہزار، ۸۲ لاکھ اور ۵۲ لاکھ، ۲۷ ہزار ہے۔ حالیہ برسوں میں بنگلور، حیدرآباد، اور احمد آباد میں آبادی کا دباؤ بڑھا ہے ان میں سے کسی شہر کی آبادی ۳۰ لاکھ سے کم نہیں۔ کانپور، پونہ ناگپور اور جے پور جیسے شہروں میں دس لاکھ سے زیادہ لوگ آباد ہیں۔ بڑھتی ہوئی آبادی اور بعض مراکز میں آبادی کا بڑھتا ہوا دباؤ مسائل کے ایک لامتناہی سلسلے کا باعث بن رہے ہیں، ایسے میں سبھی افراد ہر مرد، عورت، چھوٹے بڑے بچے، بوڑھوں تک ترقی کے ثمرات کے پہنچنے کے کیا اور کتنے امکانات ہیں، اس کا اندازہ آپ بخوبی لگا سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ترقی کے باوجود ہماری ۴۸ فی صد آبادی زندگی کی کشمکش میں الجھی ہوئی ہے اور غریبی کی سطح سے نیچے دن گذار رہی ہے۔

جن جن کا آندولن.

لہذا قومی اہمیت کے اس خاندانی منصوبہ بندی کے پروگرام کو "جن جن کا آندولن" بنایا جانا از حد ضروری ہے کیونکہ ہندوستان اپنی آبادی میں ہر سال ایک آسٹریلیا، ہر پندرہ برسوں میں ایک امریکہ، اور ۲۰ سالوں میں ایک سوویت یونین کی آبادی کے برابر اضافہ کرلیتا ہے۔

ہمارے ملک میں ۱۹۴۰ء میں شرح موت فی ہزار ۴۰ء۲۷ افراد تھی جو گھٹتے گھٹتے ۱۹۷۸ء میں ۱۴ء۲۶ افراد رہ گئی۔ اس طرح شرح موت گھٹتی جا رہی ہے اور لوگوں کی اوسط عمر بڑھتی جا رہی ہے۔ ۱۹۵۱ء میں اوسط عمر ۳۲ سال تھی جو ۱۹۸۱ء کے اوائل میں ۵۲ سال کی ہوگئی۔ پیدائش سے ایک سال کے اندر مر جانے والے بچوں کی شرح موت ۱۹۶۱-۷۱ء میں فی ہزار ۱۵۰ تھی اور اب وہ فی ہزار ۱۲۵ رہ گئی ہے لہذا یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ موت کی شرح گھٹی ہے اور پیدائش کی شرح پر کوئی روک یا پابندی نہیں ہے۔ آبادی کے دھماکے کا یہی اصل سبب ہے۔

عالمی بینک نے فی کس آمدنی کے حساب سے دنیا کے ملکوں میں ہندوستان کو دسویں مقام پر رکھا ہے۔ ہندوستان کے ۴۸ء۳ فی صد افراد غریبی کی سطح کے نیچے اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ملک کی ہمہ پہلو ترقی کے ریکارڈ بھلے ہی قائم ہوئے ہوں اور کل قومی آمدنی کل پیداوار اور آمدنی میں اضافہ ہوا ہو لیکن دراصل فی کس پیداوار، آمدنی، اور کھپت میں کمی واقع ہوتی جا رہی ہے۔ ہمارے ملک کے زیادہ تر لوگ غریب ہیں حقیقی ہندوستان دیہاتوں میں بستا ہے۔ یہاں کی ۸۰ فی صد آبادی دیہاتوں میں رہتی ہے اسلئے شہروں کے ساتھ ساتھ دیہاتوں میں بھی کنبہ بندی یا کنبہ کی فلاح و بہبود کی یوجنا کی بڑے پیمانے پر اشاعت کی جانی چاہئیے۔ شادی شدہ جوڑے خاندانی منصوبہ بندی کے مختلف جدید طریقوں کو منتخب کرسکتے ہیں۔ اس طرح اس مہم کو رضاکارانہ طور پر چلایا جا سکتا ہے۔

ساتھ ساتھ بنیادی صحتی خدمات کی سہولیات کو فروغ دیا جائے خواتین اور بچوں کی فلاح و بہبود کے پروگرام میں تیزی لائی جائے، حاملہ عورتوں، ماؤں اور بچوں۔ خصوصاً پسماندہ علاقوں میں رہنے والے افراد کے لئے صحت بخش غذائی پروگرام کو تیزی سے چلایا جائے "پریوار کلیان (परिवार कल्याण) کے کام میں لگے کارکنان جیسے نرسوں، دائیوں اور صحت عامہ کے نگران کاروں کی تربیت کا انتظام کیا جائے۔ اور ایسی تربیت دینے والوں مرکزوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔ ضبط تولد (BIRTH CONTROL) کی تدابیر جیسے برہم چاریہ پالن —— (ब्रह्मचर्य पालन) گولیاں، جیلی، پیسرز، کنڈوم، نس بندی اور گربھ نرودھ کی دواؤں کا استعمال کرانا ہوگا۔ قانونی طور پر گربھ پات کی اجازت اور دیر کی شادیوں سے اس مہم کو تقویت پہنچ سکتی ہے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ تجربہ گاہوں اور تحقیقی اداروں میں ضبط تولد (BIRTH CONTROL) کے لئے نئے نئے دیسی اور سستے آلات بنوائے جائیں۔ تعلیم نسواں کو بڑھاوا دیا جائے۔ گھر گھر تعلیم بالغان کی شمع روشن کی جائے۔ چھوٹے کنبہ کی افادیت اور بہتر زندگی گذارنے کیلئے فیملی پلاننگ کے لئے ضروری ہے اس کی جانکاری دینے والے مرکز کھولے جائیں۔ آج بھارت میں دو کروڑ اسی لاکھ سے کہیں زیادہ میاں بیوی فیملی پلاننگ کرتے ہیں۔ اگر آپ بھی ایسا کرتے ہیں تو اپنے پڑوسیوں کو بھی ترغیب دیجئے۔ اگر نہیں تو ابھی سے شروع کیجئے۔ سیاسی لیڈروں، مذہبی پیشواؤں اور سماجی کارکنوں کو مل کر موثر طریقے سے یہ بات شادی شدہ جوڑوں کے ذہن نشین

کرائی ہوگی کہ "چھوٹا کنبہ سکھی کنبہ" کنبہ کی فلاح و بہبود کی یوجنا حیاتِ انسانی کی انتہائی مسرت کی ضامن ہے۔

نہیں خاندانی منصوبہ بندی اور کنبہ کی فلاح و بہبود جیسے الفاظ کو چار چاند لگانے والے مندرجہ ذیل نعروں کو بامعنی بنانا ہے۔

جیسے :-

(۱) ہم دو ہمارے دو۔

(۲) بیٹا ہو یا بیٹی ، دو سے زیادہ کبھی نہ ہو۔

(۳) دو بچوں سے ملتا سکھ
ہنستے ہنستے کٹتا جیون۔

(۴) ایک ہو بیٹا، ایک ہو بیٹی
اچھی تعلیم اچھی روٹی۔

(۵) ایک ہو تیرا ایک ہو میرا
سنہری رات سکھی سویرا۔

(۶) "چھوٹا پریوار سکھی پریوار"

اس طرح کے سہل، موثر اور صاف ستھرے نعروں کا پرچار آکاش وانی، ٹی۔ وی، سنیما، اسٹیج، سنگیت اور اخبار جیسے ذرائع ابلاغ و ترسیل کے ذریعہ کیا جائے تاکہ یہ نعرے عام آدمی کی زندگی میں گھل مل جائیں۔ ان کے جیون میں رچ بس کر ایسا رنگ لائیں کہ بڑھتی آبادی برابر گھٹتی جائے۔ اور انسانی زندگی قابل برداشت ہو۔ فیملی پلاننگ کا یہ پیغام جن جن تک پہنچانا ہے اور ان کو یہ بتانا ہے کہ صحیح معنوں میں کنبہ بندی ہی سب کے لئے مفید ہے۔

ایک بار آنجہانی پنڈت جواہر لال نہرو نے ہماری پنج سالہ یوجناؤں کو کامیاب بنانے کے سلسلے میں کنبہ بندی کی مہم پر جھنجھلا کر کہا تھا کہ "زندگی کے کس شعبہ میں ہم ترقی نہ کر رہے ہوں ہر ایک شعبہ میں پیداوار بہت بڑھ رہی ہے۔ اور وہ ہے بچوں کی پیدائش۔ اگر اسے روک نہ دیا جائے تو اس سیلاب میں ہماری ساری یوجنائیں ڈوب جائیں گی۔

بڑھتی ہوئی آبادی، حکومت کے لئے، پوری قوم کے لئے خاص طور پر دانشور طبقے اور خود عوام کیلئے دردِ سر بنی ہوئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس مسئلے کا حل نہ تو صرف ماہرینِ اقتصادیات اور معشیت کے مختلف شعبوں کے ماہرین کے پاس ہے اور نہ ہی صرف حکومت کے پاس، خواہ یہ کیسے ہی موثر اقدام کیوں نہ کریں۔ بغیر عوام کے سرگرم تعاون کے کچھ خاطر خواہ نتائج حاصل نہیں ہو سکتے۔ اس امر کے پیش نظر اس مسئلے کے حل کے لئے وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی نے عوام اور ان کے رضاکارانہ اداروں کی جانب سے بھرپور عملی تعاون دیئے جانے پر زور دیا ہے۔ کنبہ کی فلاح و بہبود دراصل فرد کا مسئلہ ہے لہٰذا ہر فرد کو چاہیئے کہ اس پر سنجیدگی سے غور کرے۔

اس ضمن میں فرد کو پیش قدمی کرنی چاہیئے اور ایک ایسی فضا پیدا کرنی چاہیئے جس میں ہر فرد، ہر بشر اپنی بھلائی اور بہبود کے تقاضوں کو بخوبی محسوس کر سکے اور مناسب راہ عمل اختیار کر سکے۔ مناسب عمل ہی سے زندگی جنت بنتی ہے۔ سرکار اور اداروں کا کام محض معاونت کرنا ہے اور ظاہر ہے وسائل کی کوئی کمی نہیں ہے۔

ذرا سوچئے تو، ایسے میں آپ کو کیا کرنا لازم ہے؟ ★



قارئین کیلئے ضروری اعلان

آپ 'قومی راج' میں شائع شدہ کسی بھی مضمون یا کالم پر اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے ہیں اور یہ بھی لکھ سکتے ہیں کہ آپ کس قسم کی تخلیقات پسند اور کس قسم کی تخلیقات ناپسند کرتے ہیں۔

حکومت کی کسی اسکیم پر آپ بحث بھی کر سکتے ہیں اور اس سلسلے میں اپنی تعمیری رائے کا اظہار بھی کر سکتے ہیں۔ بس یہ خیال رکھئے کہ آپ کا خط ۳۰۰ الفاظ سے زائد پر مشتمل نہ ہو۔ اپنے خطوط آپ اس پتہ پر روانہ فرمائیے:

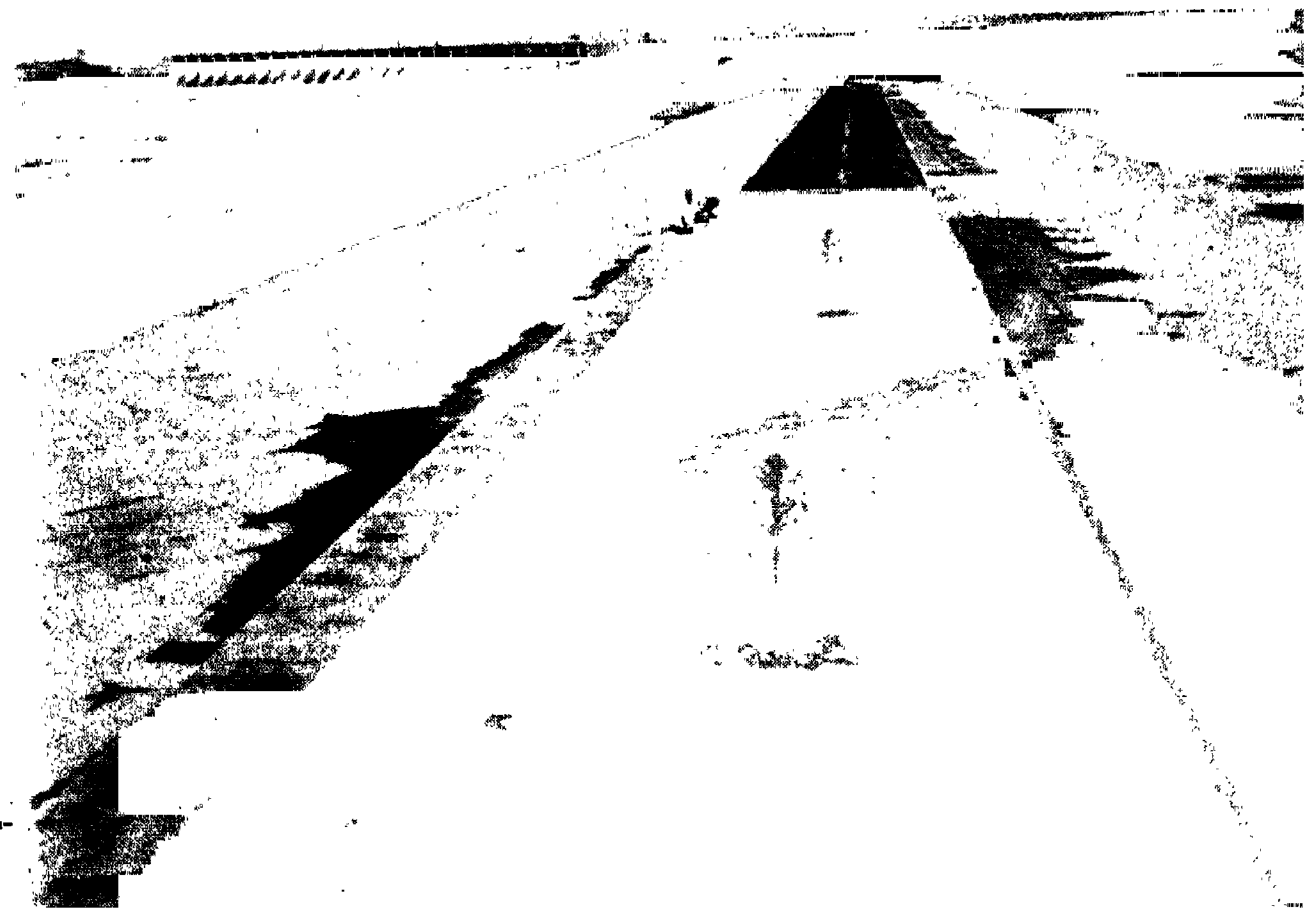
مدیر پندرہ روزہ 'قومی راج'، نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ، پندرہواں منزلہ، مقابل منترالیہ، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۳۲

گیانیشور باغ ایک رومانی نظر

* شریمتی دیپک سندھو

روایت ہے کہ برھما نے دنیا تخلیق کرنے کے بعد اپنی رہائش کے لئے دریائے گوداوری کے کنارے ایک جگہ کا انتخاب کیا اور اس کو ایک نام بخشا "پٹن" جو بعد میں پرتشٹھان کہلانے لگا۔ پرتشٹھان یعنی دیوتاؤں کا ملکوتی مسکن، جو اورنگ آباد کے جنوب میں ۵۵ کیلومیٹر کی دوری پر دریائے گوداوری کے مغربی کنارے پر واقع ہے۔ پیٹھن کا 'سنت گیانیشور باغ، اس روایت کو خراجِ عقیدت پیش کرتا ہے۔

پیٹھن بندھ جیکواڑی پروجیکٹ کی ایک نہر پر واقع یہ باغ ۳۱۰ ایکڑ پر پھیلا ہوا ہے۔ درختوں سے محصور یہ باغ سبزے کے قطعوں، خوشرنگ پھولوں اور روشن فواروں سے آراستہ ہے' جو اس کی خوبصورتی، اچھوتے پن اور حسن میں دلکشی پیدا کرتے ہیں۔ کچھ ہی دوری پر ۱۲۰ فیٹ کی بلندی سے گرتا ہوا آبشار ایک رومانی کیفیت پیدا کرتا ہے۔





ایشیاء کے سب سے طویل مٹی کے بندھ کی ایک جانب بنائے گئے اس باغ کا ڈیزائن مشہور و ممتاز آرکیٹکٹ افتخار ایم۔ قادری نے بنایا تھا۔ زرد اور سُرخ رنگوں کے قطعوں کے درمیان سبز قطعے ایک بیحد دلفریب منظر پیش کرتے ہیں اور بھورے و سُرخ رنگوں کے کروٹن کے بیشمار پودے ماحول میں ایک دلکش سنجیدگی پیدا کرتے ہیں۔ پورا حصہ ایسا لگتا ہے جیسے مختلف رنگوں کے چھوٹے بڑے کپڑوں کو جوڑ کر ایک رضائی بنائی گئی ہو۔

باغ کے دائیں جانب کئی ہزار ایکڑ اراضی کو محیط کئے ہوئے ناتھ ساگر کی موجودگی ایک ایسا طلسمی ماحول پیدا کرتی ہے کہ دیکھنے والے دم بخود رہ جاتے ہیں۔

گیانیشور باغ دو حصوں میں بٹا ہوا ہے۔ اس کے دو بازوؤں کے محافظ دو ہزار درخت ہیں جن کے درمیان بچوں کے لئے دو پارک بنائے گئے ہیں۔ ان پارکوں سے کچھ ہی دور پر دھرم شالہ اور سیاحوں کے لئے بنائی گئیں رہائشی عمارتیں ہیں۔ اس باغ کا دوسرا انوکھا پہلو وہ حصہ ہے جس پر ۴۰۰ "مقدس درخت" موجود ہیں۔ یہ درخت مختلف فرقوں کے لئے مذہبی اہمیت کے حامل ہیں۔ مثلاً ہندوؤں کے لئے "برگد"، عیسائیوں کے لئے "کرسمس" اور چینیوں کے لئے "جنکو"۔ ان ۴۰۰ درختوں کے درمیان گیانیشور مندر اور ایک تحقیقاتی انسٹی ٹیوٹ واقع ہیں۔ اس انسٹی ٹیوٹ میں ہندوستانی فلسفہ اور مذہبی نظریوں پر تحقیق کے لئے لائبریری کی سہولت فراہم کی جاتی ہے۔

پیٹھن کے قریب واقع آپے گاؤں میں سنت گیانیشور نے جنم لیا تھا اس لحاظ سے بھی پیٹھن کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ سنت گیانیشور نے 'گیتا' کا مراٹھی میں ترجمہ کیا تھا۔

اس باغ کے نگراں شری اے۔ کے تسیرے' درختوں کے شیدائی ہیں اُن کی رہنمائی میں صرف ۹ مہینوں کے دوران اس بندھ کے اطراف ۷۰ ہزار پیڑ لگائے گئے۔ مزید ۸۰ ہزار پودے لگانے کے لئے گڑھے کھودے گئے ہیں۔

اُمید ہے کہ موسمِ باراں کے اختتام تک ایک لاکھ پچاس ہزار پیڑ لگانے کا نشانہ پورا کر لیا جائے گا۔ اس علاقے کی خشک اور پتھریلی زمین میں اتنی زیادہ تعداد میں پیڑ لگانا کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ پیڑوں کو پانی کی فراہمی کے لئے پائپوں کا جال بچھایا گیا ہے۔

اس باغ کے آرکیٹیکٹ شری قادری کے بموجب یہ باغ قدیم مغل طرز اور جدید طرز تعمیر کے دلکش امتزاج کا ایک نمونہ ہے۔ اونچے اونچے پیڑوں سے محصور بیضوی شکل کے اس باغ میں فواروں کی قطاریں، آبشار اور سرسبز قطعے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے جیسے وہاں ایک لامتناہی حرکت جاری ہے۔ باغ کی بل کھاتی ہوئی رَوِشیں ٹہلنے والوں کا تجسس اُبھارتی ہیں کہ نہ جانے اگلے موڑ پر کیا ہو؟

اتنی دلکشی اور خوبصورتی کو یکجا کرنے کے لئے ایک کروڑ بیس لاکھ روپے خرچ ہوئے ہیں۔ ۳۴ قسم کے میووں کے باغ سے پانچ سال میں آمدنی شروع ہونے کی توقع ہے۔ جس سے یہ سارا پرجیکٹ خود کفیل ہو جائے گا۔ اس سارے پروجیکٹ نے ۳۰۰ افراد کے لئے روزگار فراہم کیا ہے۔

اب تک جو علاقہ خشک، بنجر اور ویران رہا تھا اس پر ڈیڑھ لاکھ درخت اُگانے سے وہاں کے ماحول میں نمایاں تبدیلی آئے گی۔ شری تسیرے کہتے ہیں کہ قدرت کے تعاون کے بغیر یہ سب ناممکن تھا۔

پیٹھن کی تاریخ کی ایک دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ ۱۷ ویں صدی میں شہنشاہ اکبر کے لڑکے شہزادہ دانیال کی شادی شاہ بیجاپور کی لڑکی سے بڑی شان و شوکت سے اس مقام پر ہوئی تھی اور آج اس باغ کے قیام سے پیدا شدہ رومانی ماحول نے پیٹھن کو نو بیاہتا جوڑوں کے لئے ایک ارضی جنت بنا دیا ہے۔

مہاراشٹر کا ۲۹ واں نیا ضلع — لاتور

عثمان آباد ضلع میں واقع لاتور شہر ایّام قدیم سے ایک اہم تجارتی مرکز رَہا ہے۔ راشٹر کوٹ حکمرانوں کے عہد میں یہ شہر لاتالُور کہلاتا تھا۔ جو رفتہ رفتہ بدل کر لاتور ہوگیا۔ کہا جاتا ہے کہ پہلا راشٹر کوٹ حکمراں اموگ ورسا اِسی شہر کا تھا۔ امسال ۱۶ ر اگست سے لاتور شہر اب لاتور ضلع بنادیا گیا ہے۔

نظام کے زمانے میں اس علاقے کا صدر دفتر نال دُرگا تھا جس کی بدولت ضلع کا نام بھی نال دُرگا پڑ گیا۔ ۱۹۰۴ء کے بعد عثمان آباد ضلع بن گیا۔ اُن دنوں لاتور، اوسا، تعلقہ کا ایک حصہ تھا بعد ازاں تعلقہ کا صدر دفتر لاتور منتقل کیا گیا اور اب لاتور کو خود ایک ضلع کی شکل دے دی گئی ہے۔

ریاست مہاراشٹر کے قیام کے بعد وسیع خطہ پر پھیلا ہوا عثمان آباد ضلع ۱۱ تعلقوں کے سمیت، ریاست کی ترقی میں نمایاں رہا ہے۔ لیکن لاتور کے باشندوں نے محسوس کیا کہ اس ضلع کی غیر متناسب ساخت متعدد انتظامی مسائل کی وجہ ہے جس سے ضلع کے ہر حصہ کی ترقی خاطر خواہ طریقے سے نہیں ہو رہی ہے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے علاقے کی ترقی اور بہتر انتظامیہ کی خاطر ایک علیحدہ ضلع کی تشکیل کا مطالبہ کیا۔ حکومت نے لاتور کو ضلع کی حیثیت دے کر عوام کی خواہشات کا احترام کیا ہے۔

محلِ وقوع :

نئے لاتور ضلع کے مغرب اور جنوب میں عثمان آباد، شمال مغرب میں بیڑ، شمال میں پربھنی، شمال مشرق میں ناندیڑ اور مشرق میں بیدر اضلاع ہیں۔ یہ ضلع بالا گھاٹ پہاڑیوں میں سے ایک کی سطح مرتفع پر واقع ہے۔ معتدل آب و ہوا کے اس ضلع میں گوداوری کی اہم معاون ندی منجرا اور دیگر معاون ندیاں یہاں بہتی ہیں۔ عثمان آباد ضلع کی اہم ندی تیرنا بھی لاتور ضلع کے نیلنگا تعلقہ میں واقع ہے۔ دیگر اہم دریاؤں میں منیاڈ اور تاورجا کے علاوہ متعدد چھوٹی ندیاں، نالے، جھرنے اور کنویں اس ضلع

کیلئے کافی پانی فراہم کرتے ہیں۔ ضلع کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے نشیبی علاقے اور پہاڑی ڈھلوانیں گھاس سے ڈھکی رہتی ہیں۔ صرف ادگیر اور احمد پور میں کمتر زرخیز اراضی کے علاوہ ضلع کے دوسرے حصے کی زمین کافی زرخیز ہے۔ یہاں مونگ پھلی اور کپاس کے علاوہ جوار کی کاشت بھی کی جاتی ہے۔

مہاراشٹر کی خاندانی دیوی 'تلجا بھوانی' کے چرنوں میں واقع اس ضلع میں کئی مقدس مقامات موجود ہیں، جن میں سدھیشور مندر، ادگیر میں بالاجی مندر، ریناپور میں ریناپور کی دیوی اور اوسہ میں اورنگزیب کی تعمیر کردہ پہلی مسجد قابلِ ذکر ہیں۔ ادگیر اور اوسہ کے مشہور قلعے اور کھاروسا کی غاریں یہاں کی تاریخی یادگاریں ہیں۔



تین اضلاع کی تقسیم :

لاتور کی ترقیات کے لیے علیحدہ ضلع کے عوامی مطالبہ پر ۵ راکتوبر ۱۹۸۱ء کو اس وقت کے وزیر اعلیٰ نے لاتور ضلع کی تشکیل کا اعلان کیا. اس سلسلے میں ۱۷ راپریل ۱۹۸۲ء کو ایک اعلیٰ سطحی کمیٹی تشکیل دی گئی اور انتظامات مکمل ہو جانے کے بعد بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے موجودہ وزیر اعلیٰ نے ۲ رمئی ۱۹۸۲ء کو لاتور کے دورے کے وقت "یوم آزادی" پر لاتور کو ضلع کی حیثیت دیئے جانے کا اعلان کیا۔ جس پر اسی طرح عمل کیا گیا.

اس طرح انتظامی سہولت نیز علاقے کی ترقی کے پیش نظر لاتور ضلع عثمان آباد، بیڑ اور سولاپور کے حصوں کو تقسیم کر کے ۱۶ راگست ۱۹۸۲ء کو تشکیل دیا گیا۔ بیڑ ضلع کا رینا پور منڈل سرکل نئے لاتور ضلع میں شامل کیا گیا ہے جبکہ سولاپور ضلع میں بارشی تعلقہ کے آٹھ دیہات بشمول پنگڑی منڈل کے پڈسی، تڈول، اب عثمان آباد ضلع میں شامل کئے گئے ہیں.

نیا لاتور ضلع پانچ تعلقوں لاتور، اوسا، اُدگیر، احمد پور اور نلنگا اور بیڑ ضلع کے امبے جوگائی تعلقہ کی محصول یونٹ کے ۴۳ دیہات اور گیارہ باڑیوں پر مشتمل ہے. اس طرح نئے ضلع میں ۱۹ محصول یونٹ ۱۶۸ تلاٹھی ساز، ۹۰۶ دیہات اور ۴۳,۹۱۹،ا زرعی کھاتے دار شعبے ہیں۔ ضلع کا کل رقبہ ۴۹۹، ۲۶، ۷ ہیکٹر اور سالانہ آمدنی ۹۵۶، ۱۷، ۱۶ روپے ہے۔ ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق یہاں کی آبادی ۲۵۰، ۸۱، ۱۲ ہے۔

تقسیم شدہ عثمان آباد :

لاتور ضلع کی تشکیل سے پہلے عثمان آباد ضلع کے گیارہ تعلقے تھے اب اس کے چھ تعلقے ہیں جن کے نام یہ ہیں : قبل کا عثمان آباد، تلجاپور، امرگا، بارندہ کلمب اور بھوئی سولاپور ضلع کے بارشی تعلقہ کے پنگری محصول سب ڈویژن کے جو آٹھ دیہات' بدشی، کیسے، ناداولے، کوڈ گاؤں، امبے جولگا، کوداد وارڈا، گوپال واڑی، دودھ گاؤں اور رجوالے دھومالا بھی اس میں شامل ہیں.

لاتور ضلع کی تشکیل کے بعد عثمان آباد کی آبادی ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق ۲۳۵، ۲۶، ۱۰ نفوس ہے۔ اس کا رقبہ ۴۲۱، ۲۰، ۷ ہیکٹر اور سالانہ آمدنی ۲۸۷، ۰۸، ۱۵ روپیہ ہے.

***

شری شیواجی راؤ پاٹل نیلا نگیکر کے ہاتھوں نئے لاتور ضلع کا افتتاح

لاتور، مہاراشٹر کے ۲۹ ویں ضلع کی حیثیت سے، شری شیواجی راؤ پاٹل نیلا نگیکر کے ہاتھوں ۱۶ راگست ۱۹۸۲ء کو جوش و خروش سے بھرے پُرے ماحول میں وجود میں آیا، اور اس طرح مقامی باشندوں کی ۲۶ سالہ دیرینہ آرزو کی تکمیل ہوئی۔ افتتاحیہ تقریب لاتور کے شیواجی چوک میں ٹیکنیکل ٹریننگ اسکول کے وسیع میدان میں منعقد ہوئی، جس میں عوام کی کثیر تعداد نے شرکت کی. وزیر موصوف نے سب سے پہلے ربن کاٹ کر نئے ضلع کے صدر مقام کا اجراء کیا، اور بعد میں بٹن دبا کر لاتور ضلع کے نقشے کی نقاب کشائی کی.

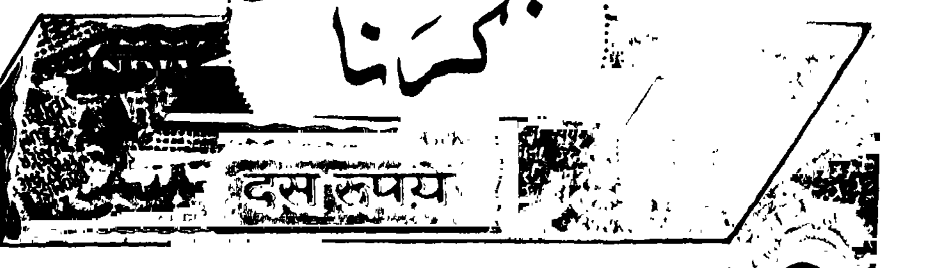
وزیر آبپاشی نے اس موقع کو سنہری دن قرار دیتے ہوئے کہا کہ حکومت حیدر آباد نے عثمان آباد کی بجائے لاتور کو ضلع بنانے کا خیال پیش کیا تھا' تب سے عوام نے اُمیدیں وابستہ کر رکھی تھیں' جو آج اس افتتاحی تقریب کے بعد تکمیل پائیں۔ آپ نے کہا کہ حکومت نے اس یقین کے ساتھ عوام کا مطالبہ پورا کیا ہے کہ بحیثیت ایک مکمل ضلع کے' لاتور کے تمام حصوں کی ترقی کی جا سکتی ہے. آپ نے مزید کہا کہ وہ تمام لوگ' چاہے وہ کسی بھی نظریہ کے حامل ہوں' جنھوں نے اس ضلع کی تشکیل کے لئے جدوجہد کی ہے' اب متحد ہو کر اس ضلع کی ترقیات کے لئے بھی کوشش کریں.

شیواجی چوک میں منعقدہ اس تقریب کی صدارت شری ڈی. ڈی. جوان' وزیر برائے دیہی ترقیات نے کی۔ موصوف نے اُمید ظاہر کی کہ نیا ضلع تیز رفتاری سے ترقی کرے گا. اور ریاست میں ایک اہم مقام حاصل کرے گا.

شری ولاس راؤ دیشمکھ' وزیر مملکت برائے دیہی ترقیات نے بھی ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا۔ ڈویژنل کمشنر شری رنگا ناتھن نے نئے ضلع سے متعلق تفصیلات بیان کیں، اس سے قبل رامانند تیواری عثمان آباد کے کلکٹر نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا اور لاتور کے کلکٹر شری ایس. ایس. حسین نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔

سید اظہر حسین ہاشمی
نعمت اللہ روڈ، امین آباد
لکھنؤ۔ (یو-پی)

پس انداز کرنا



اپنی آمدنی میں سے جُزوی حصّہ خواہ قدرے قلیل ہی کیوں نہ ہو پس انداز کرتے رہنا پیش بینی، عاقبت اندیشی اور ہر حال میں فعلِ محمود ہے۔ پس انداز کرتے رہنا، کفایت شعاری میں داخل ہے، جس کسی کے پاس پس انداز کی ہوئی رقم یا اثاثۃ البیت یا سامانِ ضروریاتِ زندگی و خانگی یا ایسی چیزیں جو آئندہ کام آنے والی ہوں، اگر موجود ہیں تو ایسے شخص کی زندگی خوشحالی میں بسر ہوتی ہے۔ کوئی مشکل کام آن پڑے تو اس کی انجام دہی آسان ہوتی ہے، اس کا حوصلہ بلند ہوتا ہے۔ طبیعت میں استغناء رہتی ہے۔ اُمنگوں میں تازگی اور دل میں جراءت پیدا ہوجاتی ہے۔ دوسروں کی دقتِ ضرورت مدد کرنے میں خوشی حاصل ہوتی ہے۔ ہمسایوں کو چونکہ ہمدردی کی توقع رہتی ہے اس لئے وہ عزت و وقعت سے دیکھتے ہیں۔ اس کی اس فارغ البالی اور خوشحالی کا اثر بچوں پر بھی پڑتا ہے، وہ بھی شاداں و فرحاں رہتے ہیں۔ وہ ہمسایوں کے بچوں یا ہم جماعت بچوں میں کسی سے ہیٹے نہیں رہتے۔ گھر پر دیکھئے تو رونق برستی ہے۔ مہمان خوش و خرم واپس جاتے ہیں۔ اہلِ محلہ اس کے خلق و انسانیت کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ ساری خوبیاں پس انداز کرتے رہنے کی عادت سے حاصل ہوجاتی ہیں۔

پس انداز کرنے کا طریقہ سہل الاصول اور آسان ہے۔ البتہ یہ پابندی وہی کرسکتا ہے کہ جس کو ایسا کرنے کا شوق ہو۔ جس طرح قطرہ قطرہ باہم ملکر دریا بن جاتا ہے اسی طرح یہ قلیل رقم جو ماہ بماہ یا روزانہ جمع کی جاتی ہے۔ ایک مدت میں خاطر خواہ رقم بن جاتی ہے۔ اس وقت ایسا محسوس ہوتا ہے گویا کہیں سے دولت ہاتھ آگئی۔ آمدنی یا یافت کے ذرائع طرح طرح کے ہوتے ہیں۔ کسی کو ماہوار تنخواہ ملتی ہے۔ کسی کو ہفتہ وار کوئی مزدور ہے۔ غرض ملازم ہو یا کاشتکار، تجارت پیشہ ہو مصور، دست کار ہو صنعت کار یا مدرس یا ادیب، وہ کون ہے جس کی آمدنی یا یافت نہیں ہے۔ نہ ہو تو گذر بسر کیونکر ہو۔ پیٹ کس طرح پالا جائے۔ بال بچوں کی ضروریات کیونکر پوری ہوتی ہیں —

حاصل یہ کہ ہر شخص پس انداز کرسکتا ہے۔ جو لوگ اپنی آمدنی سب کی سب خرچ کر دینے کے عادی ہوتے ہیں ان کی علی العموم گذر بسر عسرت سے ہوتی ہے بلکہ کبھی کبھی وہ قرض لے کر خرچ پورا کرتے ہیں۔ مثلاً سفر درپیش ہے یا گھر میں بیماری آزاری نے ڈیرہ ڈال دیا یا کنبہ برادری یا احباب کے یہاں شادی بیاہ میں شرکت کرنی ہے۔ ایسے مزید خرچ کے لئے رقم کہاں سے لائے۔ اگر رقم پس انداز ہوتی تو ایسے موقع پر کام آتی۔ لامحالہ اس کے لئے قرض اُدھار کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ گویا کل آمدنی صرف کر دینا اور کل کے لئے ایک حبّہ نہ بچانا اسراف میں داخل ہے۔ اور مسرف کبھی بھی خوشحال نہیں ہوتا۔ اس کو تنگ دستی گھیرے رہتی ہے۔ لطف یہ

• ہے کہ مصرف کی آمدنی خواہ کتنی ہی زائد کیوں نہ ہو پھر بھی اس کو پورا نہیں پڑتا ہے اور تنگی خرچ کا شکوہ بدستور زبان پر رہتا ہے۔
• وہ کبھی اپنی قسمت کو الزام دیتا ہے اور کبھی اس کا موجب گرانی کو گردانتا ہے۔ بہر حال خوشی نصیب میں نہیں ہوتی۔

پس انداز کرنے کے لفظی معنی ہیں کہ اپنی آمدنی یا یافت کا کچھ حصہ پیچھے ڈالتا رہے۔ اس سے اس وقت تک سروکار نہ رکھے جب تک کہ کوئی سخت ضرورت درپیش نہ ہو۔ اور بغیر قرض کے کام نہ چلے۔ گویا بدرجہ مجبوری بچت کی رقم کام میں لائے اور بضرورت پوری کرلے۔ اس موقع پر یہ خیال رکھے کہ ہاتھ کو روک کر خرچ کرے مفت کی دولت سمجھ کر بیدریغ خرچ نہ کردے۔ خرچ کر ڈالنا آسان کام ہے۔ لیکن جمع رفتہ رفتہ ہوتا ہے اور مدت مدید میں بڑی رقم بنتی ہے۔ پس انداز وہی لوگ کرتے ہیں جنھیں شوق ہوتا ہے اور طبیعت میں قناعت پسندی بھی ہوتی ہے۔ بغیر اس کے پس انداز نہیں ہوتا ہے۔ قناعت بھی بڑی نعمت ہے۔ جس کسی کی طبیعت قانع ہے صحیح معنوں میں وہی مالدار ہے۔ اور مفلس وہ ہے جو مصرف ہے کیونکہ اسراف کی عادت کی وجہ سے اس کو کبھی پورا نہیں پڑتا ہے۔ شیخ سعدیؒ نے قناعت کی تعریف میں کہا ہے

ے اے قناعت تونگرم گرداں کہ ورائے تو ہیچ حکمت نیست
کنجِ صبر اختیار لقماں ست ہر کرا صبر نیست حکمت نیست

اے قناعت تو مجھے مالدار بنا دے کہ تیرے سامنے اس سے بڑھ کر عقلمندی اور دانشمندی نہیں ہے۔ لقمان نے جو اختیار کیا تھا لہذا جس میں صبر نہیں وہ عقلمند نہیں ہے۔ کیونکہ قناعت بغیر صبر کے حاصل نہیں ہوتی ہے۔

گویا پس انداز کرنے میں شوق اور قناعت اور صبر۔ تین امور ضروری ہیں۔ جن کو یہ تین امر حاصل ہیں ان کی زندگی قابلِ رشک گذرتی ہے۔

پس انداز کرنے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ تکلیف اٹھائے۔ جو لوگ تن پیٹ کاٹ کر جمع کرتے ہیں۔ وہ کنجوس کہے جاتے ہیں۔ کنجوسی کی عادت طبعی سے پڑجاتی ہے۔ یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ بھر پور ذرائع آمدنی موجود ہیں لیکن کنجوسی کا یہ عالم کہ نہ پیٹ بھر کھائے نہ ضرورت بھر کپڑا بنائے۔ لیترین لٹکائے پھرے مرمر کر پیسہ جمع کرے اور مرنے کے بعد فائدہ دوسرے اٹھائیں۔ کنجوسی کی عادت اسراف سے بدتر ہے۔ مصرف خرچ کرکے دل کے ارمان نکال لیتا ہے۔ لیکن کنجوس پیسہ ہوتے ہوئے جسم و جان کو ہلکان کرتا رہتا ہے۔ کنجوسی نحوست کی علامت ہے۔ صبح صبح کوئی بھلا آدمی کنجوس کی شکل دیکھنا پسند نہ کرے نام نہ لے۔ گھر پہ لعنت ہی برستی رہتی ہے۔ بیوی بچے اس کی کنجوسی کی عادت کے شاکی رہتے ہیں۔

عقلمندوں نے کہا ہے کہ چادر کو دیکھ کر پاؤں پھیلائے۔ اگر چادر چھوٹی ہے تو پاؤں سمیٹ کر اوڑھے تاکہ پاؤں باہر نہ نکلیں۔ مطلب یہ ہے کہ اپنی آمدنی کے مطابق خرچ کرے۔ آمدنی سے زیادہ خرچ نہ بڑھے۔ ورنہ قرض لے کر اخراجات پورے کرنے ہوں گے۔ قرض لینے کی عادت بربادی کا پہلا زینہ ہے۔ قرضدار کا سر قرض خواہ کے سامنے جھکا جھکا سا رہتا ہے۔ قرض کی ادائیگی کا خیال اس کو شرمندہ رکھتا ہے۔ قرض کا اثر بچوں پر بھی پڑتا ہے۔ وہ قرض خواہ کے بچوں کے سامنے شرمندہ شرمندہ سے اور دبے دبے سے رہتے ہیں۔ وہ باپ کو قرضدار دیکھتے ہیں تو دل میں احساسِ کمتری پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ سب نفسیاتی اثرات ہیں کہ جن کا پڑنا قرضدار اور اس کے بچوں پر یقینی ہیں۔ اس بارے میں ایک حیرت کی بات یہ ہے کہ قرض کی ادائیگی اسی وقت ممکن ہے کہ جب خرچ میں کمی کرے ورنہ قرض کی ادائیگی کے لئے پیسہ کہاں سے لائے؟ لیکن سوچنے اور سمجھنے کی بات یہ ہے کہ جب قرض کی ادائیگی کے لئے اخراجات میں کمی کی جا سکتی ہے تو آمدنی سے کچھ نہ کچھ کیوں نہیں بچایا جا سکتا۔ بیشک بچایا جا سکتا ہے اگر معمولی سی رقم ہی بچاتا رہے تو قرض لینے کی ہرگز نوبت نہ آئے۔

پس انداز کرنے کا طریقہ۔

مثلاً کسی شخص کی آمدنی سو روپیہ ماہوار ہے تو کم سے کم پانچ روپیہ ماہانہ آسانی سے بچا سکتا ہے۔ بقیہ پچانوے روپیہ اور سو روپے میں ایسا فرق نہیں ہے کہ جس کی تکلیف کا احساس ہو یا کوئی کام رک جائے۔ یہی پانچ روپے کی ہر ماہ پس انداز رقم ایک عرصہ کے بعد ایک قابلِ لحاظ رقم بن جائیگی۔

اگر آمدنی وافر ہے تو کسی ایک مناسب تناسب سے پس انداز کرتا رہے۔ اور یہ خیال مدنظر رہے کہ جب پس انداز کرنا شروع کردے تو اس طریقہ کار کو بند نہ کرے ورنہ اگر کسی مہینہ میں پس انداز نہ کیا تو دوبارہ جاری کرنا بسا اوقات مشکل ہو جاتا ہے۔ کبھی کبھی یہ خیال آتا ہے کہ آئندہ دو ماہ یا تین ماہ کا یکدم جمع کر دیا جائے گا۔ لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب ایک ماہ کی معمولی رقم جمع نہ کی تو دو ماہ یا تین ماہ کی ناغہ رقم جمع کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا بہتر طریقہ یہی ہے کہ بہر حال

جمع کرتا رہے۔ اور پس انداز کرنے میں غفلت نہ برتے۔

اگر تاجر ہے تو مالی تجارت کے نفع سے جزوی رقم پس انداز کرے۔ مزدور ہے تو مزدوری کی رقم سے۔ کاشتکار ہے تو فصل پر غلہ کسی کوٹھلی میں ڈالتا جائے۔ دوسری فصل پر پرانے غلہ کو تبدیل کر دے۔ اور ساتھ ساتھ جس قدر پس انداز کرنے کا وزن مقرر ہے اس وزن کا غلہ شامل کرتا رہے۔ آٹھ دس سال بعد یہ جمع شدہ غلہ ایک نعمت ثابت ہوگا۔ اس کو فروخت کر کے ایک اچھی رقم حاصل کی جا سکتی ہے۔

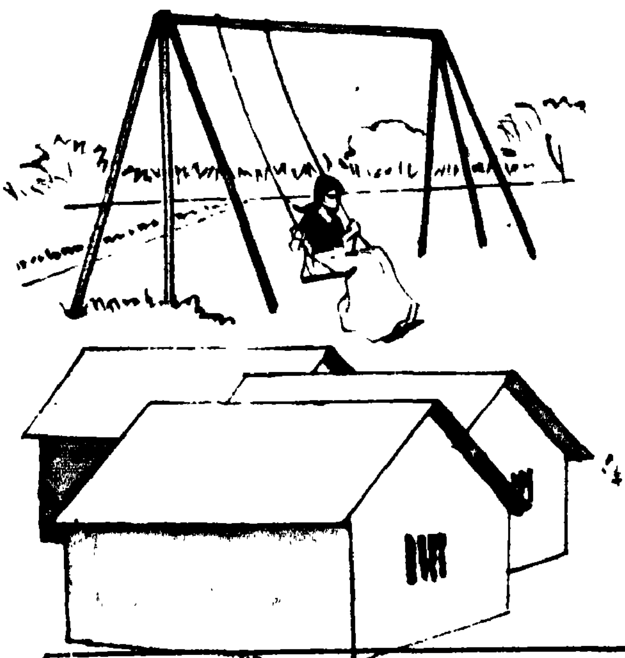
بعض گھرانوں میں خرچ پر کنٹرول نہیں رکھا جاتا۔ نہ کھانے پینے کا انتظام درست ہوتا ہے۔ بچے دن دن بھر شکر پھانکتے ہیں۔ دودھ گھی نظر بچا بچا کر کھاتے رہتے ہیں۔ پڑھائی کی بچوں کو تنبیہہ نہیں کی جاتی اور پچاس روپیہ ماہوار پر ٹیوٹر رکھا جاتا ہے۔ کھانا اس لیے ٹکے پٹ سے پکتا ہے کہ روزانہ گلی میں پھینکا جاتا ہے۔ ایسے گھر میں نحوست پہنچ جاتی ہے اور پھر کبھی پیچھا نہیں چھوڑتی۔ یہ ایسا پھوہڑ پن ہے کہ اس سے پناہ مانگے۔ کبھی تنگئی آمدنی کا شکوہ ہوتا ہے کبھی گرانی کا۔ ایسے گھر میں خوشحالی بھولے سے بھی نظر نہیں آتی۔

ایک اچھی مثال۔

ایک پرائمری اسکول کے مدرس ڈیڑھ سال ملازمت سے معطل رہے۔ لیکن اس دوران میں ان کے گھر کے اخراجات میں کوئی فرق نہ پڑا۔ بچے جیسے صاف ستھرے پہلے رہتے تھے اب بھی رہے۔ مہمان بھی آئے گئے۔ بیماری آزاری میں پیسہ صرف ہوا۔ بیاہ شادی میں شرکت سے جو خرچ ہوتا ہے اس میں سرمو فرق نہ آیا۔ ڈیڑھ سال کی معطلی کے زمانہ میں نہ قرض لیا نہ کسی کے ممنون احسان ہوئے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ وہ ہر ماہ اپنی معمولی سی رقم دس سال کی ملازمت سے جمع کرتے رہے تھے۔ وہ رقم اس وقت کام آئی۔ بیوی سگھڑ تھیں۔ خانگی روزمرہ کی اشیاءِ ضروریہ کفایت سے خرچ کرتی تھیں یعنی بچاتی رہتی تھیں۔ پرانی کو نئی چیزوں سے بدل لیتی تھیں۔ اس کی وجہ سے پرانا پن نہ آنے پاتا تھا۔ وہ نئی کی نئی بنی رہتی تھیں۔

مدرس ڈیڑھ سال بعد مقدمہ جیت گئے۔ جب ملازمت پر بحال ہوئے تو چار ہزار روپیہ یک مشت ڈیڑھ سال کی معطلی کے زمانہ کا ملا۔ اس رقم سے انھوں نے اپنی ایک لڑکی کی رخصتی کے فرض سے سبکدوشی حاصل کر لی جو بہت بہتر کام ہوا۔

اس سلسلے میں یہ ایک عجیب بات ہے کہ وہ کون ہے جو پس انداز کرنے کے فائدے سے واقف نہیں؟ یا اس کو اسراف کے برے نتیجے کا علم نہیں۔ یعنی یہ بات سبھی جانتے ہیں لیکن اس کے باوجود اس پر کتنے لوگ عمل کرتے ہیں۔ مشکل سے ایک فی صد ہیں اور بس۔



تبصرے

* ریاض احمد خاں

بھنور بھنور زندگی

مصنف: مجید سلیم

طباعت: دائرہ پریس، چھتہ بازار، حیدرآباد

صفحات: ۱۵۱ کتابی سائز ۲۰×۳۰ قیمت: پندرہ روپے

مجید سلیم نے اپنے پہلے ناول "بھنور بھنور زندگی" میں عصرِ حاضر کے مسائل سے نبرد آزما ہونے کی بھرپور تلقین کی ہے۔ ہندوستانی تہذیب گو آج وقت کی تہوں میں دبی جا رہی ہے مگر کچھ مقامات ایسے بھی ہیں جہاں موقع ملتے ہی وہ اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ جلوہ فگن ہو جاتی ہے۔ ہماری اسی گرد و غبارِ زمانہ کی تہوں میں دبی ہوئی تہذیب کی ہلکی ہلکی جھلک "بھنور بھنور زندگی" میں ملتی ہے۔

مجید سلیم کے اِکّا دُکّا افسانے نظروں سے گذرے اور اس کے بعد ہی اُن کا یہ پہلا ناول پڑھا جس سے اُن کی ادبی صلاحیت اور ناول نگاری کے فن سے گہری دلچسپی ظاہر ہوئی۔ حالانکہ ناول کا کینوس نیا نہیں ہے مگر مجید سلیم نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ پرانے ہی کینوس پر نئے رنگوں کے امتزاج سے ایک دلکش تصویر بنائیں۔ اپنی کوشش میں وہ کسی حد تک کامیاب ہوئے ہیں کیونکہ زیرِ نظر ناول بے ربط مکالموں، کردار کی کمزوری اور غیر ضروری منظر کشی سے مبرّا ہے۔ اور یہی ناول کی کامیابی کی دلیل ہے۔

ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل اس ناول کا پیش لفظ سرتاج احمد جلیلی صاحب نے لکھا ہے۔ عاتق شاہ صاحب نے ایک صفحہ پر ناول کے بارے میں اپنے تاثرات ظاہر کئے ہیں۔ آندھرا پردیش اُردو اکاڈیمی کے مالی تعاون سے یہ ناول منظرِ عام پر آیا ہے جو پندرہ روپے میں مکتبۂ جامعہ لمیٹڈ دلّی، بمبئی اور علی گڑھ سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

شرحِ تمنّا

شاعر: تمنّا سیتاپوری

طباعت: نظامی پریس، لکھنؤ قیمت: دس روپے

کم و بیش ہر ریاست میں اُردو اکاڈیمیاں قائم ہونے سے وہ ادیب اور شعراء جو زندگی بھر گمنامی میں رہتے تھے اب اپنی تصانیف عوام کی خدمت میں پیش کرنے اور اپنے آپ کو عوام سے متعارف کرانے کا موقع پا رہے ہیں کسی بھی ادیب یا شاعر کو اپنی تصنیف کی اشاعت کے لئے مالی اعانت حاصل کرنے سے گریز نہ کرنا چاہئے، کیونکہ اکاڈیمیاں اسی لئے قائم کی جاتی ہیں کہ شعراء اور ادیب اس سے مستفیض ہو سکیں۔

ہری اونکار پرشاد سنہا تمنّا سیتاپوری 'شرحِ تمنّا' کے خالق ہیں۔ میدانِ غزل میں دسترس رکھتے ہیں۔ وسیع مطالعے اور زندگی کے نت نئے تجربوں نے ان کے احساسات کو نیا موڑ دیا اور فطری طور پر شاعری کا جذبہ بتدریج اُبھرتا گیا، یہاں تک کہ تمنّا احساسات کے شاعر بن کر عوام کے سامنے نمود ہو گئے۔ دراصل تمنّا نے اپنی منزل کا تعین خود کر لیا ہے اور وہ منزل تک پہنچنے میں کسی محسن کے خواہاں نہیں ہیں اگر قسمت سے کوئی مل گیا تو گوارا کر لیا ورنہ اکیلے ہی سوئے منزل گامزن ہیں۔

"شرحِ تمنّا" میں بعنوان "میں" صاحبِ موصوف نے اپنی مختصر سوانح حیات لکھی ہے۔ پیش لفظ جناب مرزا مشتاق علی بیگ مشتاق لکھیم پوری کا ہے۔ "اعتراف" میں جناب وصی سیتاپوری نے شاعر اور 'شرحِ تمنّا' پر روشنی ڈالی ہے۔

عمدہ غزلوں، نعتوں اور قطعات پر مشتمل 'شرحِ تمنّا' اُترپردیش اُردو اکاڈیمی کے مالی تعاون سے شائع ہوئی ہے جو دس روپے میں تمنّا سیتاپوری مکان نمبر ۲/۷۷۱، نورنگ آباد۔ لکھیم پور کھیری (یو۔پی) سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

شاہین

جناب معین الدین عثمانی صاحب کی زیرِ ادارت 'شاہین' اُردو ادب ہر جلگاؤں سے 'کتابی شکل میں ایک یادگار مجلّہ "شاہین" شروع ہوا ہے اس کتاب نمبر ۲ کو ترتیب دینے میں مدیر کے ساتھ ان کے معاونین نے بھی بڑی دلچسپی لی ہے اور قارئین کے لئے زیادہ سے زیادہ مواد جمع ہے۔ جس میں تمام جانے پہچانے ادیب اور شاعر جلوہ نما ہیں۔

زیرِ نظر شمارہ میں شیخ عزیز شیخ مجید صاحب نے "اُردو ادب میں نا... کا حصہ" لکھ کر یہ ثابت کیا ہے کہ اُردو زبان کی ابتداء وارتقاء ہندوستان میں ہی ہوئی اور اسے سرسبز ہونے کا موقع بھی اسی دھرتی پہ ہوا۔ اس کے بعد محمد فاروق اعظمی صاحب نے قارئین کو اقبال سہیل سے متعارف کرانے کی کوشش کی ہے۔ واجدہ تبسم صاحبہ نے اپنا افسانہ، اسی طرح نا... فاضلی، ذبیر احمد، احمد کلیم فتحپوری نے اپنی جدید نظموں سے شاہین کو سنوارنے میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی۔

مجموعی طور پر 'شاہین' کا نقشِ ثانی لائقِ تحسین ہے۔

غزلیں

* حیات وارثی
آل انڈیا ہندی اُردو سنگم
باغِ انوار۔ لکھنؤ ۔ ۳ (یو۔پی)

اے سالک بوجھ دوشِ خودی پہ نہ اب اٹھاؤ
مت اسقدر جھکو کہ سہارے سے ٹوٹ جاؤ

حائل ہو جو نفرت راہ میں مت فاصلے بڑھاؤ
ایسا نہ ہو کہ بھر نہ سکیں دوریوں کے گھاؤ

ٹھٹھرا ہوا ہے شہر تغافل کی برف سے
پھر سے جلاؤ قربتِ اخلاص کے الاؤ

سورج کو دن میں شمع دکھانے سے فائدہ
تاریکیوں میں بن کے دیا راستہ دکھاؤ

گر تیز بارشیں ہوں تو دریا سے ہم ملیں
باہے اس مقام پہ سیلاب کا بہاؤ

جب بھی ملیں تو عکسِ تعلق دکھائی دے
تم آئینہ بنو تو ہمیں آئینہ دکھاؤ !

پاروں کی طرح سے بھٹکو خلاؤں میں
رستے مرے خیال کے محور پہ لوٹ آؤ

مضرابِ التفات سے ٹوٹے نہ تارِ غم
آنسو نہ بننے پائے ہنسی اتنا گدگداؤ

راج

* ایس۔ مسعود سراج مسعود ادیبی
لیکچرر، ڈپارٹمنٹ آف پوسٹ گریجویٹ،
اسٹڈیس اینڈ ریسرچ اِن اُردو
یونیورسٹی آف میسور، میسور ۵۷۰۰۰۶

داستانیں اگلے وقتوں کی بھلا دی جائینگی
بزمِ ہستی میں نئی شمعیں جلا دی جائینگی

ذکر جو میرا کہ ہو اُن کی جفا کا تذکرہ
شہر میں کچھ تازہ افواہیں اُڑا دی جائینگی

دوستو اس شہر میں بے گناہی بھی گناہ
کچھ نہ کچھ یاں تہمتیں تم پر لگا دی جائینگی

عمر بھر سایہ کی مانند جو رہا ہے میرے ساتھ
ذہن سے کیا اُسکی یادیں بھی مٹا دی جائینگی

آپ ہی کے حُسن کی مظہر ہیں تحریریں مری
گر خفا ہیں آپ تو یہ بھی جلا دی جائینگی

خیر ہو اے دوستو اُس دن کی جب آبادیاں
دیکھتے ہی دیکھتے صحرا بنا دی جائینگی

خاک میں مل جائیگا اِک دن غرورِ آگہی
دل کے ملبے میں تمنائیں دبا دی جائینگی

دعویٔ ہمدردیٔ انساں کریں مسعود کیا!
انگلیاں جب بیگناہوں پر اٹھا دی جائینگی

* سکندر حمید عرفان ایم۔اے
معرفت ریلوے بک اسٹال
کھنڈوہ (ایم۔پی)

اگرچہ چاند بدستور چاندنی دے گا
تو شب کی جاگتی آنکھوں کو اشک بھی دیگا

جو کھو گیا ہے اندھیروں میں عہدِ رفتہ کے
زمانے بھر کو وہی درسِ آگہی دے گا

ہے سونا سونا کئی دن سے شہر کا مقتل
چلے چلو کہ وہاں کوئی زندگی دے گا

ڈگر ڈگر ہے اُداسی کے گھر میں لپٹی !
یہ شہرِ درد ہمیں کیسے سرخوشی دیگا

لہو کی جھیل میں سورج تو کب کا ڈوب گیا
اب آندھیوں کو بھلا کون روشنی دیگا

تلاش ہے مجھے صدیوں سے ایسے دریا کی
مرے لبوں کو جو احساسِ تشنگی دے گا

کنارے بھیگ گئے کیوں تمہاری پلکوں کے
تسلیوں کے سوا کیا یہ اجنبی دے گا

غزل تو سج گئی عرفان مری ہستی کی
تمہارا درد اسے حُسنِ دلکشی دے گا

۲۵ ستمبر ۱۹۸۲ء

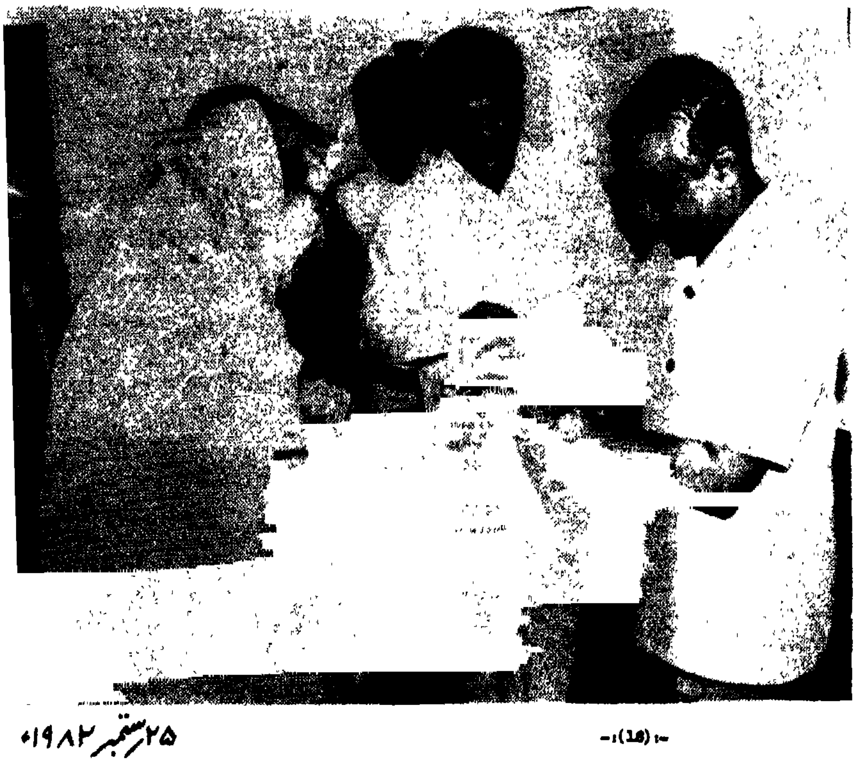




نائب صدر ہند شری ایم. ہدایت اللہ کی، ۱۷ ستمبر ۱۹۸۲ء کو بمبئی میں آمد پر سانتا کروز ہوائی اڈے پر مہاراشٹر کے گورنر شری آئی. ایچ لطیف آپ کا خیر مقدم کر رہے ہیں. تصویر میں وزیر برائے مکانات اور پروٹوکول شری ایس. ایم. آئی. اے. تنیر بھی دیکھے جا سکتے ہیں.



خبریں ۔ تصویروں میں



گورنر مہاراشٹر، شری آئی. ایچ. لطیف نے نیشنل ایسوسی ایشن فار بلائنڈ کی جانب سے ۱۵ ستمبر ۱۹۸۲ء کو فلیگ ڈے فنڈ مہم کا افتتاح کیا. زیر نظر تصویر میں آپ عطیہ دے رہے ہیں، ساتھ ہی کمیٹی کے عہدیداران مشہور فلم اداکار شری دلیپ کمار اور شری وجے مرچنٹ بھی دیکھے جا سکتے ہیں.



وزیراعلیٰ، بیرسٹر باباصاحب بھوسلے سے ۱۲ ستمبر ۱۹۸۲ء کو 'ورشا' پر پبلک ورکس سے تعلق پارلیمانی مطالعاتی کمیٹی کے اراکین نے ملاقات کی، زیرنظر تصویر میں وزیراعلیٰ کے ساتھ وزیر برائے آبپاشی شری شیواجی راؤ پاٹل نیلانگیکر، نائب وزیر برائے شہری ترقیات شری لیلادھر ڈاکے اور ممبر پارلیمنٹ شری مدھوسدن ویرالے بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔



وزیراعلیٰ بیرسٹر باباصاحب بھوسلے، مرکزی وزیر مملکت برائے اطلاعات ونشریات شری این. کے. پی. سالوے کے اعزاز میں منعقدہ ایک اجلاس سے خطاب فرما رہے ہیں، جسے گوریگاؤں اسپورٹس کلب اور انڈین نیشنل سوشل سروس لیگ نے ۱۱ ستمبر کو منعقد کیا تھا۔



وزیراعلیٰ، بیرسٹر باباصاحب بھوسلے نے ناگپور اور پونے کے معذور افراد کی دو علیحدہ تنظیموں کے عہدیداروں سے ۱۸ ستمبر کو 'ورشا' پر ملاقات کی۔ یہ اسی موقع کی تصویر ہے۔



وزیراعلیٰ بیرسٹر باباصاحب بھوسلے کو بمبئی کے کونسل ہال میں ۱۳ ستمبر ۱۹۸۲ء کو ضمانت روزگار اسکیم کی عمل آوری کے سنے بدعنوانیوں کی تفتیش کمیٹی کے چیرمین شری آر. ایس گوائی، ایم. ایل. سی نے مذکورہ کمیٹی کی رپورٹ پیش کی، یہ اسی موقع کی تصویر ہے.

وزیراعلیٰ بیرسٹر باباصاحب بھوسلے نے ۹ ستمبر ۱۹۸۲ء کو وزیراعلیٰ راحت فنڈ کے لیے ۱۰۰۱ روپے کا چیک قبول کیا جو علی باغ اور مہاڈ کے پبلک ورکس ڈپارٹمنٹ کے ملازمین کی جانب سے بطور عطیہ پیش کیا تھا یہ رقم مذکورہ ملازمین نے امسال ریاست کو درپیش خشک سالی کے پیش نظر "گنیش اتسو" تہوار کی تقریبات پر اخراجات میں کمی کر کے بچائی تھی زیرنظر تصویر میں شری وی. جی. مولے اور شری اے. وی. کلکرنی، کونسل ہال میں وزیراعلیٰ کو چیک پیش کرتے ہوئے دیکھے جا سکتے ہیں۔





وزیر مالیات و منصوبہ بندی ڈاکٹر وی. سبرامنیم، ۱۸ ستمبر کو سہکاری بینک کی مانڈوی شاخ کا افتتاح کر رہے ہیں۔

وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے کوکن کنبی ویکاس سمیتی کی رپورٹ کا مطالعہ کر رہے ہیں، جو کمیٹی کے صدر شری شام راؤ پے جے، ایم ایل اے، نے ۱۶ ستمبر ۱۹۸۲ء کو کونسل ہال بمبئی میں آپ کو پیش کی۔





وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے سے ۸ ستمبر کو، کونسل ہال، بمبئی میں کولھاپور کے میئر شری ویلاس راؤ ساسنے نے ملاقات کی، یہ تصویر اسی موقع کی ہے۔



شری ڈی۔ ڈی۔ چوان، وزیر برائے دیہی ترقیات، ۸ ستمبر ۱۹۸۲ء کو "بین الاقوامی یوم خواندگی" کے موقع پر، ورلی بمبئی میں شہر سماج شکشن سمیتی کی جانب سے منعقدہ تقریب میں بحیثیت مہمانِ خصوصی حاضرین سے خطاب فرما رہے ہیں۔ زیرِ نظر تصویر میں صدر سمیتی شری ایم۔ جی۔ سانے اور سمیتی کے ایک رکن شری جے۔ بی۔ بودھے بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

ریاستی خبریں

خشک سالی سے متاثرہ علاقوں میں ضمانت روزگار اسکیم کے تحت کام — حکومت کے احکامات

حکومت مہاراشٹر نے ریاست کے خشک سالی سے متاثرہ علاقوں میں سنگین صورتحال کے پیش نظر مزدوروں کو روزگار فراہم کرنے کے لئے ضمانت روزگار اسکیم کے تحت نئے کام شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس ضمن میں لئے گئے بعض اہم فیصلے درج ذیل ہیں :

۱) ان علاقوں میں جہاں زیر تکمیل کاموں کے لئے درکار مزدوروں سے زائد مزدور روزگار کے خواہشمند ہوں تو انھیں روزگار مہیا کرنے کے لئے اسکیم کے تحت سڑکوں کی تعمیر اور دیگر تعمیری نوعیت کے نئے کام بلا تردد جاری کئے جائیں گے۔

۲) خشک سالی سے متاثرہ علاقوں اور ایسے علاقے میں جہاں خشک سالی کے آثار غالب ہیں، وہاں حتی الامکان اندرون علاقہ پانچ تا آٹھ کلومیٹر کی حد میں بطور راحت روزگار فراہم کیا جائے گا ورنہ پنچایت سمیتی کے علاقوں میں روزگار کے فراہم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

۳) اگر سڑکوں کی تعمیر کے علاوہ پنچایت سمیتی کے علاقوں میں کوئی اور تعمیری کام کے امکانات نہ ہوں تو وہاں سڑکوں کا کام شروع کیا جائیگا، بشرطیکہ (ا) یہ کام سڑک کی پختہ کاری کا ہو (ب) یہ سڑک مستقل آمدورفت کے لئے استعمال ہو، (ج) یا یہ کام ایسی دیہی سڑکوں کا ہو جو ضلع یا ریاستی سڑکوں سے جوڑنے کے لئے تعمیر ہوں۔

۴) بیل گاڑیوں کے مالکان کو اسکیم کے تحت روزگار کے طور پر سامان کی نقل و حمل کے لئے بجائے اور کوئی گاڑی کے، اپنی بیل گاڑیاں استعمال کرنے کی سہولت مہیا کی جائے گی۔

۵) مزدوروں کو ان کی اُجرت معینہ وقت پر بلا تاخیر ادا کی جائیگی

۶) ضلع کلکٹران کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ خشک سالی سے متاثرہ تعلقوں میں جاری کاموں کے لئے قبل ہی تکنیکی منظوری حاصل کرلیں تاکہ انھیں درکار مزدوروں کی تعداد کا اندازہ ہوسکے۔

ضمانت روزگار اسکیم کے تحت مطلوب روزگار کی مناسبت سے

شیخ عبداللہ کی رحلت پہ وزیر اعلیٰ کا تعزیتی پیغام

وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے ۸ ستمبر کو جموں وکشمیر کے وزیر اعلیٰ شیخ محمد عبداللہ کی رحلت پر اپنے انتہائی رنج کا اظہار کیا۔

اپنے تعزیتی پیغام میں وزیر اعلیٰ نے کہا کہ ایک مضبوط سیکولر ریاست کی تعمیر ہی شیخ صاحب کے لئے بہترین خراج عقیدت ثابت ہوسکتی ہے۔

عوام کے لئے سود مند تعمیری کام جاری کئے جاتے ہیں۔

چونکہ حالیہ سال کو "پیداواری سال" قرار دیا گیا ہے لہٰذا حکومت نے اس سے قبل احکامات جاری کئے تھے کہ جاری کاموں کی تکمیل سے قبل مذکورہ اسکیم کے تحت نئے کام جاری نہ کئے جائیں۔ نئے کام صرف اشد ضروری حالات میں شروع کرنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ بتایا گیا ہے کہ ان احکامات کے پس پشت اسکیم کے تحت جاری کاموں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کا مقصد کارفرما تھا۔

انسپکٹر ساونت کو انعام

وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے انسپکٹر پولس شری وی۔ آر۔ ساونت کو وزیر اعلیٰ فنڈ سے ۲٫۵۰۰ روپے دینے کے علاوہ پانچ ہزار روپے کا انعام مہاراشٹرا اسٹیٹ الیکٹریسٹی بورڈ کے سابق چیرمین شری ایل بی۔ دودھانے کے خلاف رشوت خوری کے الزامات کی دیانتداری سے تفتیش کرنے پر دیا۔

شری دودھانے کو جج نے انسداد رشوت ستانی قانون کے تحت دو سال کی قید بامشقت اور ۲ لاکھ روپے بطور جرمانہ ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ شری دودھانے کی بیٹی کو بھی اس مقدمے میں ۲٫۰۰۰ روپے بطور جرمانہ سزا دی گئی ہے۔

خصوصی جج نے ۲۵۰ صفحات پر مشتمل اپنے فیصلہ میں انسپکٹر ساونت کی کارکردگی کی تعریف کی ہے۔

شیتی نشٹھ ایوارڈ

حکومت مہاراشٹر نے سال برائے ۱۹۸۲ء کے شیتی نشٹھ انعامات کے لئے ۲۷ کسانوں کو منتخب کیا ہے۔

نابیناؤں کے لئے فنڈ مہم کا آغاز

گورنر مہاراشٹر، شری آئی. ایچ. لطیف نے ۱۵ ستمبر کو راج بھون میں نیشنل ایسوسی ایشن فار دی بلائینڈ کے زیر اہتمام "فلیگ ڈے" مہم کا آغاز کیا. اس موقع پر فلیگ ڈے کمیٹی کے صدر شری دلیپ کمار نے آپ کو فلیگ لگایا۔ شری لطیف نے مہم میں اپنی جیب خاص سے عطیہ دیا. اس موقع پر شری وجے مرچنٹ صدر، اور کمیٹی کے دیگر ممبران بھی موجود تھے۔

تین ماہ میں ریاست میں نوے ہزار نسبندی آپریشن

ریاست مہاراشٹر میں اپریل ۱۹۸۲ء سے جولائی ۱۹۸۲ء کے دوران نئے بیس نکاتی پروگرام میں شامل خاندانی بہبود پروگرام کے تحت ۱۹۰۹۹ مردانہ اور ۲،۳۶۸ زنانہ نسبندیاں کی گیئں اس طرح اس عرصے میں کل ۹۱،۴۶۷ نسبندیاں کی گیئں.

اس سلسلے میں ریاستی حکومت ۳۱ مارچ ۱۹۸۳ء تک خاندانی بہبود پروگرام کے تحت نسبندی کرانے والوں، طبی عملے اور ترغیب کاروں کو ملنے والی مرکزی حکومت سے ترغیبی رقم کے علاوہ ریاستی فنڈ سے بھی زائد ترغیبی رقم دے گی.

مردانہ نسبندی کے لئے ۱۴۵ روپے اور ترغیب کار کو ۲۵ روپے فی کیس دیئے جاتے ہیں طبی عملہ میں مردانہ نسبندی کرنے والے ڈاکٹر کو فی کیس ۳ روپے زائد، نرس یا اسٹنٹ کو ۵۰ پیسے اور غیر طبی عملہ میں اٹینڈنٹ اور ڈرائیور کو ۲۵ پیسے فی کیس دیئے جاتے ہیں.

دیہی علاقوں میں اس سلسلے میں تربیتی کیمپ بھی لگائے جا رہے ہیں۔۔

تھانے ضلع گزٹ کی فروخت

ریاستی حکومت کے محکمہ گزٹ کی جانب سے حال ہی میں جاری کردہ تھانے گزٹ کا نیا ایڈیشن ۷۰ روپے قیمت پر ڈائرکٹوریٹ آف گورنمنٹ پرنٹنگ، اسٹیشنری اینڈ پبلی کیشنز گورنمنٹ آف مہاراشٹر چرنی روڈ گارڈنس بمبئی نمبر ۴۔۔۔۔۴ کے علاوہ ناگپور، پونے، اور اورنگ آباد کے گورنمنٹ بک ڈپو نیز منظور شدہ کتب فروشوں سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

اسمبلی اجلاس میں تعزیتی قرارداد

مہاراشٹر لیجسلیچر کے دونوں ایوانوں نے ۹ ستمبر ۱۹۸۲ء کو اجلاس کے دوران وزیر اعلیٰ جموں و کشمیر شیخ محمد عبداللہ کی وفات پر ایک تعزیتی قرارداد منظور کی، جسے وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے پیش کیا تھا۔

کھیتوں میں کنوؤں کی کھدائی

غربت کے خاتمے کا پروگرام

حکومت مہاراشٹر نے غربت کے خاتمے کے پروگرام کے تحت ۵ کروڑ روپے کی لاگت کی ایک اسکیم جاری کی ہے جس کے ذریعہ ریاست کے خشک سالی سے متاثرہ ۷۸، تعلقوں میں چھوٹے کسانوں کے کھیتوں میں کنویں تعمیر کئے جائیں گے.

ریاستی حکومت نے مذکورہ پروگرام کی اسلئے ضرورت محسوس کی ہے کیونکہ آبپاشی سے متعلق مختلف پروجیکٹ پر کثیر سرمایہ کاری کے باوجود ان پروجیکٹوں سے صرف بڑے اور درمیانی کسان ہی مستفید ہوتے ہیں جبکہ چھوٹے کسانوں کو فائدہ نہ پہنچنے پر انھیں خشک کھیتی کا محتاج رہنا پڑتا ہے۔

اس اسکیم کے تحت حسب ذیل ۱۴، اضلاع کے ۷۸ خشک سالی سے متاثرہ تعلقوں میں (قوس میں) کنویں تعمیر کئے جائیں گے.

اورنگ آباد (۶)، جالنہ (۱)، بیڑ (۶)، عثمان آباد (۵)، لاتور (۱۱)، پونے (۹)، احمد نگر (۱۳)، سولاپور (۱۱)، ستارا (۵)، سانگلی (۶)، ناشک (۱۱)، جلگاؤں (۷)، دھولے (۴)، اور بلڈھانہ (۲).

ہر تعلقہ میں ۶،۴۰ لاکھ روپوں کے صرفے سے ۶۸ کنویں کھودے جائیں گے. اس طرح ۷۸ تعلقوں میں کل ۴۶۳۶ کنویں تعمیر کئے جائیں گے.

اسکیم کے تحت نئے کنوؤں کی کھدائی کے علاوہ پرکولیشن تالاب کے نچلی سطح کے علاقوں میں بھی کنویں تعمیر کئے جائیں گے. نیز کسانوں کی سہولت کیلئے نامکمل کنوؤں کی کھدائی کا کام بھی پورا کیا جائے گا اور اس کام کیلئے خشک سالی سے متاثرہ تعلقوں کے لئے مختص کردہ فنڈ کا دس فیصد حصہ تعمیر کردہ کنوؤں پر بجلی یا ڈیزل کی

بجائے پن چکی لگانے پر خرچ کیا جائے گا۔

نئی کنووں کا کام گراؤنڈ واٹر سروے ڈیولپمنٹ ایجنسی کے سرٹیفکٹ کی بنیاد پر اور تخمینہ جات کے لئے ضلع پریشد کے ڈپٹی انجینئر کی تکنیکی منظوری حاصل ہونے کے بعد کیا جائیگا۔

چھوٹے کسان جو تین ہیکٹر غیر آبپاشی اراضی کے مالک ہیں یا جو سالانہ ۳۰۰ روپے یا کم محصول ادا کرتے ہیں۔ اس اسکیم سے مستفید ہونے کے اہل ہوں گے لیکن اس مقصد کے لئے غریب ترین کسانوں کو ترجیح دی جائے گی۔ اگر کسی علاقے میں ایک سے زیادہ اہل افراد ہوں تو ایسی صورت میں زیر غور اراضی میں فراہمی آب کے امکانات کو پیش نظر رکھتے ہوئے افراد کا انتخاب کیا جائیگا۔ اسکیم کے تحت مستفید ہونے والے کل افراد میں سے ۲۰ فیصد افراد مندرجہ ذیل جاتیوں اور قبائلی طبقات سے سے چنے جائیں گے۔

مذکورہ اسکیم کے تحت کنویں کی کھدائی، الیکٹرک موٹر یا پن چکی لگانے نیز دیگر متعلقہ امور پر سارے اخراجات حکومت اس شرط پر برداشت کرے گی کہ مستفید ہونے والے کسان کل لاگت کا ۱۰ فیصد نقد رقم یا محنت کی صورت میں ادا کرنے پر راضی ہوں۔ کنویں کی کھدائی متعلقہ کسان کے ذریعہ ہی کیجائے گی اور اس سلسلے میں خرچ کی گئی رقم کی وصولی کے لئے طریقہ مقرر کیا گیا ہے۔

ریاستی منصوبہ کے لئے امداد

مرکزی وزیر برائے منصوبہ بندی اور نائب صدر پلاننگ کمیشن شری ایس، بی، چوان نے مہاراشٹر کے چھٹے پنج سالہ منصوبہ ۸۵-۱۹۸۰ء کا آج یہاں وسط مدتی جائزہ لیا۔

شری چوان نے فرمایا کہ درمیانی مدت کا جائزہ مہاراشٹر اسٹیٹ سے ہی شروع کیا گیا ہے۔ آپ نے ریاست میں منصوبہ کی تکمیل کے لئے تمام ضروری امداد دینے کی یقین دہانی کی۔ آپ نے تمام ریاستی حکومتوں کو مشورہ دیا کہ وہ منصوبہ کے لئے مختص کردہ رقم سے زیادہ خرچ نہ کریں۔

وزیر موصوف نے فنڈ کا کفایت شعاری کے ساتھ استعمال کرکے منصوبہ کو تمام سطحوں پر کامیاب بنانے کی اہمیت پر زور دیا۔ آپ نے مزید فرمایا کہ لوگوں کی حالت بہتر بنانے کے لئے تمام ذرائع کو منصوبہ کی کامیابی کے لئے استعمال کرنا چاہیئے تاکہ غربت سے نچلی سطح کے لوگ مستفیض ہو سکیں۔

شری چوان نے کچھ خود مختار کارپوریشنوں کو ہوئے خسارے پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے ریاستی حکومتوں کو ان اداروں کے مالی نظام کو بہتر بنانے کا مشورہ دیا۔

وزیر موصوف نے اس منصوبہ پر تیزی سے عمل آوری کی اہمیت پر زور دیا تاکہ غربت سے نچلی سطح پر زندگی گذارنے والے لوگوں کی فلاح و بہبود اچھے پیمانے پر ہو سکے۔

اس سے قبل وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے مرکزی وزیر کی، ریاست کے ۱۰ اضلاع میں خشک سالی سے پیدا شدہ حالات پر توجہ مبذول کرائی اور اس کے لئے مرکز سے امداد طلب کی۔

شری کے۔ جی پرانجپے، سکریٹری محکمہ منصوبہ بندی اور شری این رگھوناتھن، سکریٹری محکمہ مالیات نے سالانہ منصوبہ کی تفصیلات پیش کیں۔

اس میٹنگ میں ڈاکٹر وی سبرامنیم وزیر منصوبہ بندی اور مالیات، کابینی وزراء، پلاننگ سب کمیٹی کے ممبران، اسٹیٹ پلاننگ بورڈ کے ممبران اور مرکزی اور ریاستی حکومتوں کے اعلےٰ سرکاری عہدیداران نے بھی شرکت کی۔

ڈاکٹر وی سبرامنیم نے شکریہ کی رسم ادا کی۔

ضمانتِ روزگار اسکیم کے حاضری رجسٹر کی نقل

حکومت مہاراشٹر نے ہدایت دی ہے کہ ضمانت روزگار اسکیم کے تحت کام کرنے والے ملازمین کا حاضری رجسٹر کاربن نقل کے ساتھ رکھا جائے تاکہ اس معاملے میں کسی بھی جعلسازی کی روک تھام کی جا سکے۔

حاضری کی اس نقل میں ملازم کا نام، کام کا مقام، حاضری نمبر اور حاضری کی مدت اور ایام کار کی تفصیلات درج ہوں گی۔ اور اس پر کل مزدوروں کی تعداد حرفوں میں تحریر کئے جانے کے بعد آخر میں جونیر انجنیئر، ایگری کلچرل اسسٹنٹ، ٹارلیسٹ آفیسر وغیرہ میں سے کسی بھی متعلقہ افسر کے دستخط ہونگے۔

ضرورت پڑنے پر نقل حاضری ایک سے زیادہ دیہاتوں میں پیش کی جا سکتی ہے۔

ترسیلِ زر و مراسلت کا پتہ:
ڈائرکٹر جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز،
گورنمنٹ آف مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۳۲

PRINTED AT THE GOVT. PHOTOZINCO PRESS, PUNE- 1982

لندن کے لارڈ میئر مسٹر کرسٹوفر
لیور نے یکم ستمبر کو منترالیہ میں وزیر
اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے
سے ملاقات کی۔ یہ اسی موقع کی
تصویر ہے۔



وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے احمد نگر کے کوآپریٹیو آڈیٹوریم میں ۳ ستمبر کو احمد نگر ضلع کو درپیش خشک سالی کی صورتحال پر عوامی نمائندوں اور سرکاری افسران سے خطاب کیا اور اس ضمن میں افسران کو ضروری ہدایات دیں۔ زیر نظر تصویر میں بائیں سے دائیں شری بین راؤ ڈھاکنے، ریاستی مجلس قانون ساز اسمبلی میں حزب مخالف کے لیڈر، شری بی۔ ایم۔ گائیکواڑ، وزیر برائے زراعت، شری گوپال راؤ سولے پاٹل، صدر احمد نگر ضلع کانگریس (آئی)، پروفیسر ایس۔ ایم۔ آئی۔ آثیر، وزیر برائے مکانات و توانائی، شری بھاؤ راؤ تھورات، صدر سنگمنیر کوآپریٹیو شوگر فیکٹری اور بالا صاحب وِکھے پاٹل، ایم پی، دیکھے جا سکتے ہیں۔



QAUMIRAJ : Regd. No. MH-BY South-544 *Licence No. 89 for 'without prepayment of postage'*

'TWO-IN-ONE PACKAGE'

TRIPLE YOUR MONEY AND PROTECT YOUR FAMILY



BUY SOCIAL SECURITY CERTIFICATES

A unique deal for your money and **family. Purchase** Social Security Certificates and **multiply your money!** These certificates provide insurance **cover to your** family and also fetch guaranteed **triple returns!!**

SALIENT FEATURES:

1. The certificates will be issued in **denominations** of Rs. 500/- and Rs. 1,000/- **only.**
2. A certificate of Rs. 500/- **fetches a return of Rs. 1,500/-** and that of Rs. 1,000/-, **Rs. 3,000/-** at maturity or on death of the **holder during** maturity period-as provided in 3 **below:**
3. In the event of death of a holder, his nominee or **legal heir** gets full maturity value immediately in **case** of non-natural causes **except** self-injury or **suicide** and if death occurs due to natural causes **after** 2 years from the date of purchase.
4. Certificates can be purchased by persons in the age group of 18 to 45 years.
5. An individual can hold certificates to the maximum extent of Rs. 5,000/-. Certificates can be purchased on different dates and from different post offices subject to this ceiling.
6. The rate of interest is 11.3% p.a. (Compounded half-yearly).
7. The maturity period of the certificates is 10 years.
8. Certificates can be encashed prematurely any time after three years.
9. Interest is exempt Under Section 80-L of Income Tax Act up-to Rs. 6,000/- alongwith interest on other approved securities and bank deposits. In the case of death, the full maturity value payable prematurely will be wholly exempt from Income-Tax.
10. The certificates can be pledged as security.

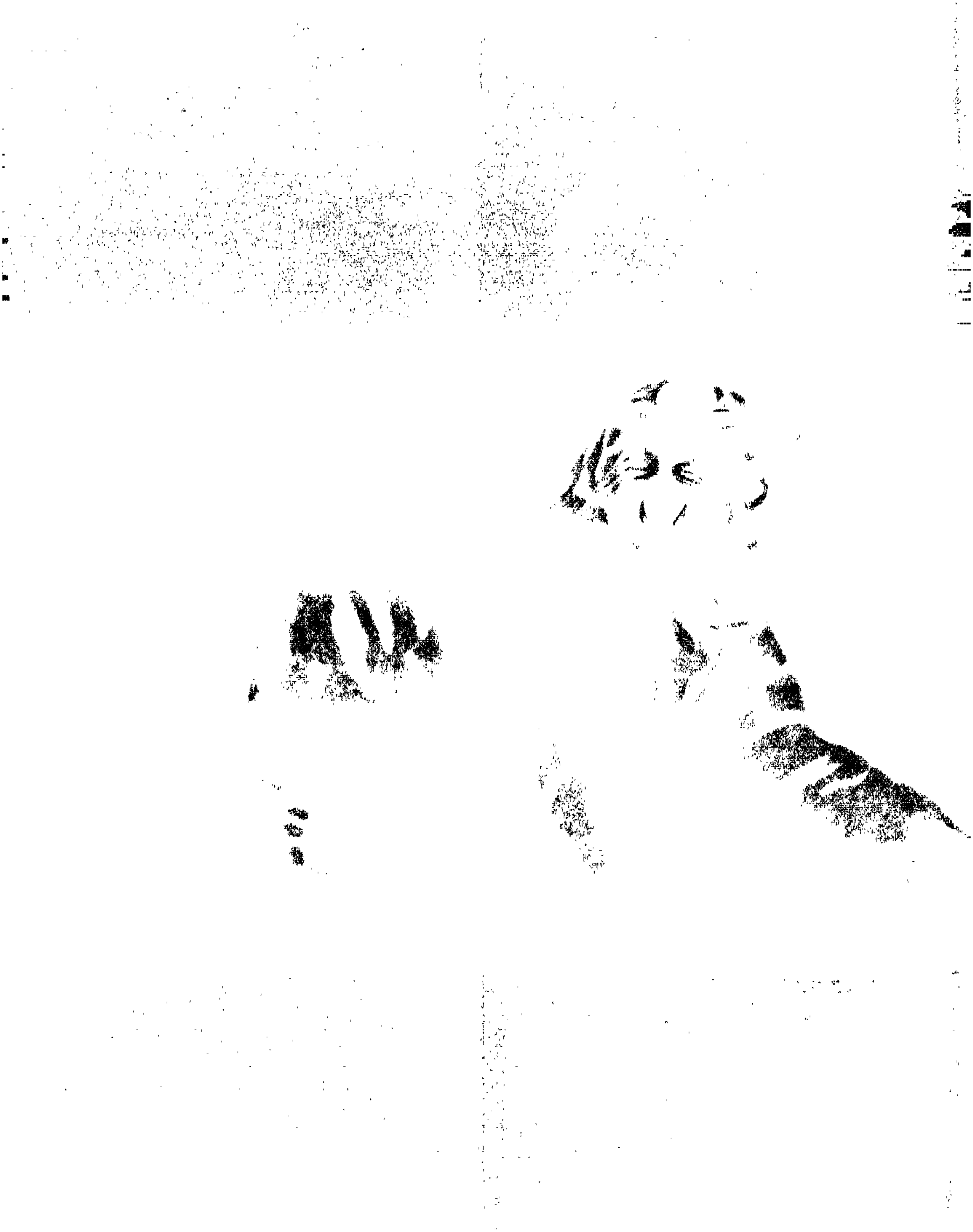
These certificates are available in Post Offices from 1st June, 1982 onwards.

For details contact:

- Directorate of Small Savings, New Administrative Building, Bombay-400 032. Phone: 232537/230290
- Nearest Post Office.
- Small Savings Agents.
- Asstt. Director of Small Savings. C/o District Collector.

DGIPR/SS/2/English/1982-83

شائع کردہ : اے . ایم . دیوستھلے ڈائرکٹر جنرل ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز گورنمنٹ آف مہاراشٹر منترالیہ بمبئی ۴۰۰۰۳۲
[illegible]





۱۰ اکتوبر ۱۹۸۲ء

جلد ۹
شمارہ ۱۹

قومی راج

ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

زرِ سالانہ : دس روپے ٭ قیمت فی کاپی : پچاس پیسے

ترتیب

چیف ایڈیٹر : اے۔ ایم۔ دیوستھلے
ایڈیٹر : ریاض احمد خاں

★ علی رضا
'سمیت'
۸ ۔ ایس ۔ بی ۔ روڈ، ورلی، بمبئی ۔ ۴۰۰۰۲۵

'قومی راج' مسلسل مل رہا ہے اور میں پڑھ بھی رہا ہوں۔ کبھی کم، کبھی زیادہ پسند بھی آ رہا ہے۔ خواجہ صاحب کا مضمون ۔ "گپ سازی" خوب ہے۔
صفحہ، آدھا صفحہ، اچھی فلموں اور فلمسازی کا بھی ہو' تو کیا برا ہے۔

★

★ اصغر مہدی
۲۲۳ ۔ بخشی بازار، الہ آباد (یو۔پی) ۲۱۱۰۰۳

'قومی راج' سابق روایات سے ہٹ کر ایک معیار آفریں منزل کی طرف گامزن ہے جسے بجا طور پر اردو صحافت میں گرانقدر اضافے سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔
صاف ستھرے مضامین، عمدہ معیاری غزلیں، نظمیں اور مزاحیہ خاکے، غرض ہر مذاق اور ہر ذہنی سطح کے لوگوں کی دلچسپی کا مکمل سامان۔
اس خوشگوار اور صحت مند تبدیلی کے لئے آپ کو مبارکباد نہ دینا سراسر زیادتی ہے، لہٰذا مبارکباد قبول فرمائیں۔

★

★ عبد الحمید
نیا پورہ، مالیگاؤں (ضلع ناشک)

'قومی راج' بیحد مفید اور دلچسپ بن گیا ہے۔ ہر شمارہ اپنی مثال آپ ہے۔ افسانوں کا اضافہ کریں تو ایک کمی دور ہو جائے مراٹھی ادب کے شاہکار افسانے قومی راج کے ذریعہ اردو قارئین تک پہنچیں تو لطف آ جائے۔

★

★ محمد اقبال
قدوائی نگر ۔ کانپور

'قومی راج' کا "آزادی نمبر" لکھنؤ میں پڑھنے کو ملا، غیر محفوظ مزدوروں کے لئے حکومت مہاراشٹر کی منفرد اصلاحی اسکیم نے چونکا دیا۔ کاش دوسری ریاستوں میں بھی اس اسکیم کا نفاذ ممکن ہو۔
تمام مضامین معیاری ہیں۔ ترتیب بے مثال ہے۔ حضرت انجم رومانی، بدیع الزماں خاور اور کمال صدیقی کی غزلوں نے بیحد متاثر کیا۔ مبارکباد پہنچائیں۔ ڈاکٹر نایاب لکھنوی، عثمان عاجز ضیاء کھنڈوی، دلبر عثمانی اور ہاشم قنوجی کی نظمیں بہت پسند آئیں۔ اس قدر خوبصورت اور اس قدر کم قیمت رسالہ کو ہر اردو داں کے گھر میں ہونا ہی چاہیئے۔

★

★ سرفراز احمد
اولڈ جالنہ ۔ ضلع جالنہ

۱۰ اگست کے 'قومی راج' میں جناب بیکل اتساہی، شوق ماہری، اسحاق ایوبی، قاسم قتیل راجستھانی، نظر جالنوی اور محمود عشقی کی غزلیں بہت خوب ہیں۔ مہاراشٹر کے شعراء کے بارے میں اگر ایک مضمون ہر شمارے میں شامل ہو تو 'قومی راج' میں چار چاند لگ جائیں، اس سلسلے میں دیگر قارئین کی رائے بھی شائع ہوئی ہے، ممکن ہو تو یہ سلسلہ شروع کیجئے۔ 'قومی راج' ریاستی معلومات کے ساتھ ہی مفید اور معیاری ادبی مضامین پیش کرنے کے سبب بے حد مقبول ہو رہا ہے، مبارکباد قبول فرمائیں۔

★

★ منیر الحق
۔ شیر گھاٹی، گیا (بہار)

سرورق سے آخری صفحہ تک 'قومی راج' اردو کا ایک ایسا حسین رسالہ ہے' جسے ہر اردو داں کے پاس، ہر لائبریری اور دارالمطالعہ میں ہونا چاہیئے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ اس کی پبلسٹی کے لئے دیگر رسائل اور اخبارات سے تعاون حاصل کر کے ان تک رسالہ پہنچایا جائے جو ابتک اس قدر دلکش' دلچسپ اور معیاری رسالے سے ناواقف ہیں؟ حکومت مہاراشٹر کو اردو نوازی کے لئے مبارکباد! ■

خراجِ عقیدت

۲ر اکتوبر کو مہاتما گاندھی کی سالگرہ پورے ملک میں بڑے جوش و خروش سے منائی جاتی ہے۔ گاندھی جی نے دیش کی جنگِ آزادی میں اہنسا (عدم تشدد) کا راستہ اپنایا تھا۔ اہنسا، ہماری اس جنگِ آزادی میں کمزوری ثابت نہ ہوکر صحیح اور مضبوط ہتھیار ثابت ہوئی، ایشیاء افریقہ کے غلام دیشوں نے بھارت کی آزادی کی لڑائی سے سبق لیا۔

جنگِ آزادی کے ساتھ ساتھ گاندھی جی نے بھارت کی معاشی زندگی سُدھارنے کے لئے سودیشی اندولن چلایا۔ دیہی ترقی اور روزگار کو بڑھاوا دینے کے لئے کئی پروگرام شروع کئے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ سماجی ترقی کے لئے چھوت چھات کے خاتمے، شراب بندی، خواتین کو سماجی زندگی میں برابر کا مقام، ابتدائی تعلیم، راشٹریہ بھاشا کے پرچار اور انسدادِ جذام جیسے اہم پروگرام کے نفاذ کی بھرپور کوشش کی۔

°

مہاتما گاندھی کے ادھورے کاموں کی تکمیل کے لئے ہم آج بھی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ مہاتما گاندھی کے کچھ سماجی اور معاشی منصوبوں کو "نئے بیس نکاتی پروگرام" میں اہمیت کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔ گاندھی جی کے دیگر کاموں کی تکمیل ہم سب کا اوّلین فرض ہے۔ جنھیں پورا کرنے میں مہاتما گاندھی کی یاد ہمیشہ ہمارا حوصلہ بڑھاتی رہے گی۔

۲ر اکتوبر، آنجہانی لال بہادر شاستری کا جنم دن بھی ہے۔ شاستری جی حالانکہ وزیراعظم کے جلیل القدر عہدہ پر بہت کم عرصہ تک قائم رہے لیکن ان کی ساری زندگی بے لوث عوامی خدمت، ایثار اور دیش بھکتی کی عملی تصویر ہے۔ آنجہانی شاستری جی کے دور میں بدقسمتی سے ہند و پاک جنگ چھڑ گئی۔ اس موقع پر آپ نے دیش کو "جے جوان۔ جے کسان" کا نعرہ دیا۔ اسی نعرہ کا جادو تھا کہ آپ کی آواز پر سارا ملک متحد ہوگیا۔ جنگ کے دوران ملک کی سالمیت کی حفاظت میں آپ کی بے لوث خدمات قابلِ ذکر ہیں۔ افسوس ہے کہ امن کے دوران معاشی ترقی کے لئے ملک زیادہ عرصہ تک آپ سے فیضیاب نہ ہوسکا اور تقدیر نے آپ کو ہم سے جدا کردیا۔

[مہاتما گاندھی اور آنجہانی لال بہادر شاستری کی مقدس یادوں کو ہمارا سلام!]



سب کی زندگی قیمتی

جنگلی جانداروں کا تحفّظ کیجیے

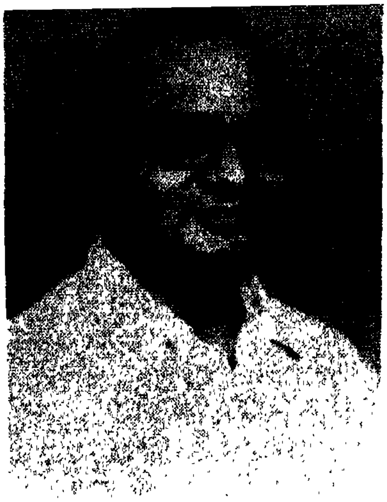
★ شریمتی اندرا گاندھی
وزیراعظم

"جنگلی جانداروں کا تحفّظ انتہائی ضروری ہے کیونکہ انسانی زندگی کا دارومدار جنگلی جانوروں کی بقاء سے ہی ہے۔ طبعی ماحول اور ان میں بسنے والے جانداروں کی مختلف نسلوں کی زندگی میں کچھ اس طرح سے ربط قائم ہے کہ اگر ان میں سے ایک میں بگاڑ پیدا ہو تو دوسری ضرور متاثر ہوتی ہے۔ انسان پہلے ہی کئی جنگلی جانوروں کی زندگیاں تلف کرچکا ہے۔ اب مزید یہ تباہکاری بند ہونی چاہیئے۔

ہم ہندوستانیوں کا عقیدہ ہے کہ یہ دنیا تمام جانداروں کے وجود سے قائم ہے' لہذا ہمیں چاہیئے کہ جنگلی جانوروں کا تحفّظ کرکے ہم دنیا کے سامنے مثال پیش کریں۔ اس سلسلہ میں جاری کردہ حالیہ "وَن پرانی ہفتہ" کی کامیابی کے لئے میں اپنی نیک خواہشات پیش کرتی ہوں۔

میری خواہش ہے کہ ہم قدرتی ماحول، جنگلات اور جنگل کے جانداروں کی حفاظت کریں، تاکہ ہماری آئندہ نسلیں بھی ان سے محظوظ ہوسکیں اور ان کے دلوں میں یہ خیال بس جائے کہ سب کی زندگی قیمتی ہے تاکہ سب ہی اس بات کی کوشش کرسکیں۔ کہ تمام جاندار بے خطر، سُکھ و چین سے زندگی بسر کرسکیں۔"

اندرا گاندھی
وزیراعظم



بیرسٹر باباصاحب بھوسلے، وزیراعلیٰ مہاراشٹر

جنگلی جانداروں کا تحفّظ — صرف قانونی نہیں

انسانی احساس و سمجھداری بھی ضروری

— وزیراعلیٰ

"ون پرانی ہفتہ" کے موقع پر وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے اپنے پیغام میں جنگلی جانداروں کے تحفّظ کے لیئے قانون کو ہی کافی نہ سمجھتے ہوئے ذاتی و سماجی فائدے کے پیشِ نظر انفرادی و اجتماعی جدوجہد کی اہمیت پر زور دیا۔

آپ کے پیغام کا متن حسب ذیل ہے:

"قدرت کے تمام وسائل اور ان کی اہمیت کا ذکر ہمارے وید، پران اور دیگر مقدّس کتابوں میں تفصیل سے درج ہے ہمارے قدیم نغموں اور ترانوں میں اس کی مٹھاس موجود ہے۔ قدیم زمانہ سے ہی جنگلی جانداروں کے ساتھ بہتر سلوک ہوتا رہا ہے اور ہمارے ملک میں اشوک اعظم ہی نے سب سے پہلے جنگل کے اس قیمتی ورثہ کی حفاظت و بقاء کے لیئے عملی اقدامات کیئے تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ بدلتے زمانہ کے ساتھ ساتھ جنگلی جانداروں کی تعداد کم ہوتے ہوتے اب بالکل قریب الختم ہے اس لیئے یہ ہمارا اولین فرض ہے کہ ہم قدرت کے اس قیمتی ورثہ کی حفاظت کے لیئے سنجیدگی سے کوشش کریں۔

جنگلی جانوروں کے تحفظ اور طبعی توازن کی برقراری کے لیئے اب تک جاری قوانین کو ہی کافی سمجھا جاتا رہا ہے۔ لیکن جنگلات میں زراعت کے دخل سے اور آبپاشی پروجیکٹوں کے قیام کے لیئے جنگلات کی صفائی کے سبب جنگلی جانداروں کے مامن اُجڑتے جا رہے ہیں اور نتیجہ میں خوبصورت جنگلی چرند و پرندوں کی بقاء کو خطرہ لاحق ہوگیا ہے۔ وقت کا تقاضہ ہے کہ اس سمت توجہ دی جائے اور تمام قدرتی وسائل بشمول جنگلات کی، 'جو جنگلی جانداروں کا مسکن ہیں' پورے طور سے حفاظت کی جائے تاکہ نہ صرف ان کا وجود باقی رہے بلکہ تمام خطروں سے بعید ان کی نشوونما ہوتی رہے اور ان میں اضافہ ہوتا رہے۔

مہاراشٹر میں جنگلی جاندار (تحفظ) قانون بابت ۱۹۷۲ء کا نفاذ اسی لیئے سختی سے کیا گیا ہے تاکہ تقریباً مفقود ہوتی ہوئی جنگلی جانداروں کی نسل کا تحفظ ہوسکے۔ اسی کے ساتھ ساتھ ریاست بھر میں چڑیا گھر، اسٹیٹ پارک، نیشنل پارک بھی بنائے گئے ہیں تاکہ قدرت کے حسین نظاروں کے درمیان انسانوں کو سکون حاصل ہو سکے اور وہ فطرتی ماحول سے گہرے لگاؤ کا اظہار کرنا سیکھیں۔

"وَن پرانی" کے ۲۵ ویں ہفتہ کے موقع پر عوام سے میری پُرزور درخواست ہے کہ وہ ذاتی اور سماجی بہتری کے پیشِ نظر انفرادی اور اجتماعی طور سے جنگلی جانداروں کی حفاظت کے لیئے جدوجہد کریں۔"

جنگلی جاندار، جنگلات اور انسان

بقیۂ حیات کیلئے لازم و ملزوم

* شری ڈی۔ ڈی۔ چوان، وزیر برائے جنگلات

"ون پرانی ھفتہ" کے موقع پر اپنے پیغام میں شری ڈی۔ ڈی۔ چوان، وزیر برائے جنگلات نے جنگلی جانداروں، جنگلات اور بنی نوع انسان کو بقیۂ حیات کے لئے لازم و ملزوم قرار دیتے ہوئے ریاست کے عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ معدوم ہوتے ہوئے جنگلی جانوروں کو مزید مٹنے سے بچائیں۔

آپ کے پیغام کا متن حسب ذیل ہے :

"کرۂ ارض پر پائی جانے والی بے شمار مخلوق میں انسانوں کے ساتھ ساتھ جنگلی جانور اور پیڑ پودے بھی نظامِ حیات میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں۔ ارتقاء زندگی میں دوسرے حیوانوں کے مقابلے میں انسان اپنی عقل و فراست کی وجہ سے دوسروں پر حاوی ہوگیا۔ اس نے اپنی بھوک اور آرام کے لئے قدرت کی دوسری مخلوق کا استحصال کرنا شروع کیا۔ روز بروز بڑھتی ہوئی اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے اس نے خوبصورت جنگلات اُجاڑے، جانوروں کو قابو میں کیا، اور اپنی بھوک مٹانے کے لئے ان کا شکار کرنا شروع کیا، جس کے نتیجے میں ہرن، شیر اور چیتا جیسے جنگلی جانور رفتہ رفتہ معدوم ہونے لگے اور اب تو بعضوں کی نسل قریب الختم ہے۔ اس کے باوجود آج بھی جانوروں کا شکار بے انتہا جاری ہے اور اگر شکار پر پابندی عائد نہیں کی جاتی تو بہت ممکن تھا کہ اب تک تمام جانور صفحۂ ہستی سے مٹ گئے ہوتے۔

ہماری ریاست میں بھی جنگلی جانور غیر محفوظ ہیں اور آج ہمیں اُن کی نسل کو نیست و نابود ہونے سے بچانے کا مسئلہ درپیش ہے۔ جنگلی جانور انسانوں کے لئے محض جمالیاتی، ثقافتی یا تفریحی دلجوئی کا سامان نہیں بلکہ کئی اور طرح سے ان کی اِفادیت اپنی جگہ مُسلّم ہے۔ یہ ایک بیّن حقیقت ہے کہ جنگلی جانداروں کی مدد سے زرعی پیداوار کی کافی حد تک حفاظت ہوجاتی ہے۔ جنگلوں میں بسیرا کرنے والے چند پرندوں کی اقسام درختوں کو نقصان پہنچانے والے کیڑوں کو چٹ کرجاتے ہیں، جو کہ ان کی خوراک ہے۔ اور اس طرح قدرتی طور پر ان کی حفاظت کا انتظام ہوجاتا ہے۔ بعض پرندے اور جانور مخصوص قسم کے نباتات کی افزائشِ نسل میں مدد دیتے ہیں۔ جنگلاتی اور زرعی زمین کی زرخیزی قائم رکھنے اور اس میں اضافہ کرنے میں جانوروں اور پرندوں کے فضلے وغیرہ کام آتے ہیں۔ اپنی فصلوں کی حفاظت کی خاطر جنگلی جانداروں کو ہلاک کرنے والا انسان عموماً یہ بھول جاتا ہے کہ طبعی توازن کی برقراری ہی میں خود اس کا ہمیشہ فائدہ رہے گا اور نتیجہ میں ضرر رساں کیڑے مکوڑوں، پرندوں اور درندوں سے محفوظ رہ سکے گا۔

(باقی صفحہ ۲۲ پر)

شراب نوشی کے خاتمے کے لئے
حکومت اور عوام کی مشترکہ کوششیں



بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے،
وزیر اعلیٰ

وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے گاندھی جینتی کے موقع پر ۲ اکتوبر سے جاری نشہ بندی ہفتہ کے سلسلے میں مہاراشٹر کے عوام کے نام پیغام میں سماج سے نشہ بندی کی لعنت دور کرنے کیلئے حکومت کے ساتھ ساتھ عوامی کوششوں کی ضرورت پر زور دیا تاکہ ملک کو ترقی یافتہ اور خوشحال بنایا جا سکے۔ آپ نے کہا کہ ذرائع ابلاغ کو کام میں لاتے ہوئے عوام کو شراب کی برائیوں سے روشناس کرایا جائے۔

آپ نے یہ وضاحت کی کہ حکومت نشہ بندی پالیسی پر اب بھی قائم ہے اور محض غیر قانونی شراب کے کاروبار کے خاتمہ اور ریاستی آمدنی میں اضافہ کی غرض سے ہی منظور شدہ شراب کی دکانیں کھولنے کی اجازت دی گئی تھی لیکن اب نئی دکانیں کھولنے کی اجازت نہیں دی جائیں گی۔ موجودہ دکانیں بھی محض لا علاج عادی نشہ بازوں کے لئے جاری رکھی گئی ہیں۔

وزیر اعلیٰ نے کہا کہ عوام شرابیوں کے تئیں وسیع نظریہ اپنائیں اور سماجی اور تعلیمی ادارے اطباء اور سماجی خدمت گار شرابیوں کو مریض سمجھتے ہوئے ان کے علاج کی کوشش کریں۔

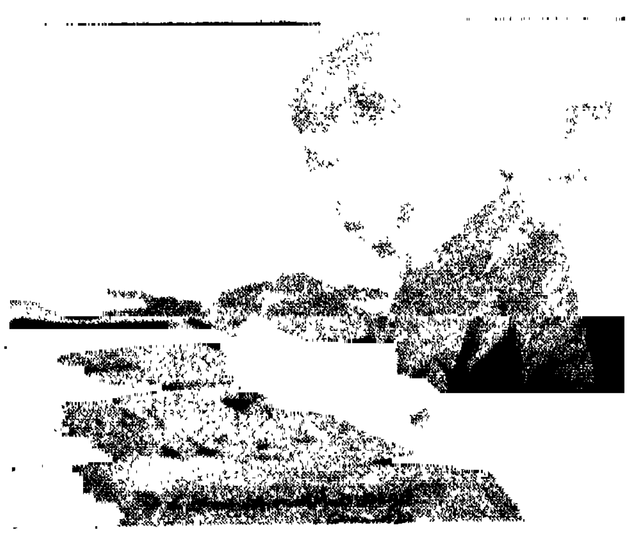
بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے شراب کی غیر قانونی کشید کے خلاف عوامی بیداری کو ضروری قرار دیتے ہوئے کہا کہ معصوم شہریوں کی زندگی تباہ کرنے والے سماج دشمن عناصر کے غیر قانونی کاروبار کا ہم سب کو مل کر مقابلہ کرنا چاہئے اور اس سلسلے میں پولیس اور نشہ بندی عملہ کو چاہئے کہ وہ عوام کا ساتھ دیں۔

آپ نے اس امر پر گہری تشویش کا اظہار کیا کہ شراب نوشی کو اچھا سمجھا جاتا ہے۔ آپ نے کہا کہ نشہ بندی کی مخالفت کرنے والوں کی مذمت کی جانی چاہئے۔ جب ایک شرابی پینا چھوڑ دیتا ہے تو اس کی عادتوں میں سدھار پیدا ہوتا ہے۔ آپ نے کہا کہ نشہ بندی کا پیغام انسانی ضرورت پر مبنی ہے۔ اسی لئے مہاتما گاندھی نے بھی قوم کے تعمیری پروگرام میں نشہ بندی کو اہم مقام دیا ہے۔ گاندھی جی کو ہمارا بہترین خراج عقیدت یہی ہو گا کہ ہم گاندھی جی کے اصولوں پر چلتے ہوئے سماج کو نشہ کی لعنت سے پاک کریں۔

ڈاکٹر سالم علی

ایک محقق - ایک کردار

• ریاض احمد خان



اس وسیع و عریض دنیا میں ان گنت ایسے انسان بھی ہیں جنھوں نے انسانیت کی خدمت میں اپنی زندگی صرف کردی مگر اُن کے نام گذرتے ہوئے وقت کی دبیز تہوں میں چھپے رہے اور انسان ان عظیم شخصیتوں سے متعارف نہ ہوسکا۔ یہ مان بھی لیا جائے کہ یہی دنیا کا دستور ہے، دنیا کی ریت ہے، تب بھی ان عظیم شخصیتوں کی، جنھوں نے انسانی خدمت میں زندگیاں صرف کیں، عزت افزائی نہ کرنا، بڑی ناانصافی ہوگی۔ تجربے کی روشنی میں یہی منظرعام پر آتا رہا ہے اور شاید آئندہ بھی یہی ہوتا رہے گا، مگر اس دور میں جبکہ وسائل کی کم مائیگی کا شکوہ نہیں کیا جاسکتا، ان عظیم شخصیتوں کی عظمت کے گیت گانا، انھیں یاد رکھنا اور انھیں احترام سے دیکھا جانا ہی انسانیت ہے۔

دنیا میں کچھ لوگ پیدائشی بڑے ہوتے ہیں۔ جن کے نام کے چرچے ہر دور میں ہوتے ہیں، کچھ لوگ بڑے بنا دیئے جاتے ہیں اور چند ایسے بھی ہیں جو اپنی خداداد قابلیت، اپنی محنت اور اپنے علم کی بدولت عظیم بن جاتے ہیں۔ اس طرح کے لوگوں کا ایک طویل سلسلہ ہے اور اسی سلسلہ کی ایک کڑی ڈاکٹر سالم علی ہیں۔ ایک مفکر، ایک انسان دوست، ایک محبّ وطن، ایک پرستارِ کائنات، ایک رحمدل، عادل وحلیم شخصیت کا مجموعہ ڈاکٹر سالم علی میں مضمر ہے جنھوں نے اپنی محنت وصلاحیت سے نہ صرف اپنا بلکہ اپنے ملک کا نام روشن کیا، دنیا میں ان کی تحقیقات پر چرچے ہوتے ہیں اور انھیں ایک عظیم شخصیت مانا گیا ہے۔

دراصل ڈاکٹر سالم علی بلند پایہ اور بین الاقوامی شہرت کے [ORNITHOLOGIST] ماہر طیور ہیں۔ پرندوں پر کی گئی اُن کی تحقیق دنیا بھر میں احترام کی نظروں سے دیکھی جاتی ہے اور آج انھیں وہ مقام حاصل ہوا ہے جو ہمارے ملک میں اس سے قبل کسی کو حاصل نہ ہو پایا تھا۔ اور نہ اب آئندہ کئی سالوں تک ایسی اُمید کی جاسکتی ہے۔

ڈاکٹر سالم علی نے ہمارے ملک کے دُور دراز علاقوں میں جہاں گھنے سے گھنے جنگل ہیں، دورہ کیا۔ راستے کی صعوبتوں سے نبرد آزما ہوئے اور وہاں پہنچ کر پرندوں کی عادت واطوار، رہنے سہنے، کھانے پینے اڑنے اور آرام کرنے کے بارے میں مفید معلومات حاصل کیں۔ اور یہی معلومات دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلائیں۔ اس کام کو انجام دیتے وقت ڈاکٹر سالم علی کو کسی اعزاز یا کسی صلے کی تمنا نہ تھی بلکہ یہ ان کا ذاتی شوق تھا جس کی تکمیل سے ان کے دل کو نہ صرف راحت ملی بلکہ ہندوستان کو بھی ایک مقام حاصل ہوا۔ ہندوستان کا یہ

چسے پڑھ کر یہ کہا جا سکے کہ یہ واقعی کسی ہندوستانی ماہر حیوانات کا کام ہو سکتا ہے۔ ہندوستان سے انگریزوں کے چلے جانے کے بعد اس بات کا خدشہ تھا کہ اس سرزمین سے البتہ بہترین طبعی ماحول میں سائنسی ترقیات رک جائیں گی اور جو کچھ بھی مواد یہاں موجود ہے وہ محض ہندوستانی طیور کا آخری نغمہ ثابت ہوگا۔"

ڈاکٹر سالم علی کی ماہر طیور متعارف کرانے میں اس امر کا کافی دخل رہا ہے۔ ڈاکٹر سالم علی نے یہ چیلنج قبول کیا اور ۵۰ سال کے اندر دنیا پر یہ ظاہر کر دیا کہ علم طیور کے معاملہ میں ہندوستان انگریز یورپ سے آگے نہیں تو ان کی ہمسری ضرور کر سکتا ہے۔ اس کا ثبوت ۱۹۶۸ء اور ۱۹۷۴ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کی شائع کردہ کتاب "HANDBOOK OF THE BIRDS OF INDIA & PAKISTAN" کی دس جلدیں ہیں۔ اگر ڈاکٹر سالم علی نے اس چیلنج کو قبول نہ کیا ہوتا تو ان جیسا عالمی شہرت یافتہ ماہر طیور و حیوانات ہندوستانی افق پر یوں درخشاں نہ ہوتا۔

۱۲ نومبر ۱۸۹۶ء کو بمبئی میں پیدا ہونے والے دیش کے اس مہان سپوت نے، جہاں تک پرندوں کا تعلق ہے، ہندوستان کو دنیا کے نقشہ پر ایک معتبر جگہ دلوائی ہے۔ ڈاکٹر سالم علی، بے شمار قومی اور بین الاقوامی اداروں سے منسلک ہیں جن میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:



۱۔ بمبئی نیچرل ہسٹری سوسائٹی کے برسوں سیکریٹری رہے اور اب بحیثیت صدر، خدمات انجام دے رہے ہیں۔

۲۔ ۳۰-۱۹۲۹ء میں برلن یونیورسٹی زولوجیکل میوزیم میں پروفیسر اروین اسٹریس مین کی زیر نگرانی علم طیور میں تربیت پائی۔

۳۔ وائس چیرمین۔ ایشین سیکشن۔ انٹرنیشنل کونسل فار برڈز پریزرویشن۔

۴۔ فیلو۔ انڈین نیشنل سائنس اکاڈمی

۵۔ " ۔ انڈین اکاڈمی آف سائنسز

۶۔ آنریری ممبر۔ DEUTSCHE ORNTHOLOGEN GESELISCHAFT,

۷۔ آنریری ممبر۔ SOCIETE ORNTHOLOGIQUE DE FRANCE

یہ نازہ زندہ آج عمر کے ۸۶ ویں سال میں بھی دن رات پرندوں پر اپنی معلومات کو کتابی شکل دینے میں مصروف ہے۔ آج بھی اس قدر کام کاج میں منہمک ہے جتنا اپنی زندگی کے اولین دور میں رہا ہوگا اور آج بھی موقع بہ موقع اس کا دل جنگلوں میں جانے اور اپنے پیارے پرندوں کو خوشیاں مناتے دیکھنے کو مچلتا رہتا ہے۔

[اس موقع پر ای۔ سی۔ اسٹوارٹ (E.C.STUART) کی تصنیف "FAUNA OF BRTTISH INDIA• BIRDS" کی دوسری جلد کا، جو ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی تھی اور جس پر بمبئی نیچرل ہسٹری سوسائٹی کے ایک جرنل (VOL.30,P-201) میں تبصرہ بھی شائع ہوا تھا، تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے، جس کے آخری پیراگراف کے مندرجہ ذیل جملے قابل توجہ ہیں:

"...اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اس کتاب کی دونوں جلدوں میں ایسی کوئی بھی تفصیل موجود نہیں ہے

ڈاکٹر سالم علی کو اپنی ان خدمات کے سلسلے میں بیشمار انعامات اور سندیں ملیں، جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ۱۹۵۳ء میں ASIATIC SOCIETY'S JOY GOBINDA LAW MEDAL FOR 'RESEARCHES IN ASIATIC ZOOLOGY'

۲۔ ۱۹۵۸ء میں صدر جمہوریہ ہند کی طرف سے "PADMA BHUSHAN" کا اعزاز ملا۔

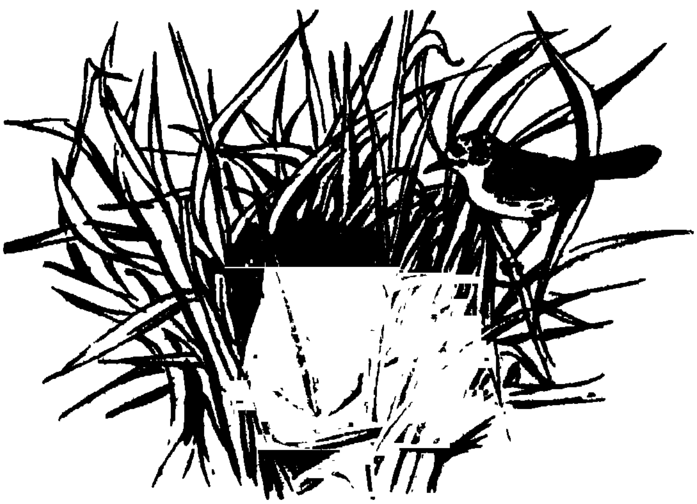
۳۔ ۱۹۵۸ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی طرف سے ڈاکٹر آف سائنس ڈگری (HONORIS CAUSA)

۴۔ ۱۹۶۷ء میں یونین گولڈ میڈل آف دی برٹش ۔ ORNITHOLOGISTS' UNION

۵۔ ۱۹۶۹ء میں JOHN PHILLIPS MEMORIAL MEDAL FOR CONSERVETION BY THE INTERNATIONAL UNION FOR CONSERVETION OF NATURE AND NATURAL RESOURCES.

۶۔ ۱۹۷۰ء میں انڈین نیشنل سائنس اکاڈمی کی طرف سے "سندر لال ہورا میموریل میڈل"

۷۔ ۱۹۷۳ء میں دلی یونیورسٹی کی طرف سے ڈاکٹر آف سائنس ڈگری (HONORIS CAUSA)



۸۔ آنریری ممبر۔ BRITISH ORNITHOLOGISTS' UNION - 1967

۹۔ آنریری ممبر۔ SOCIEDAD ESPANOLA DE ORNITHOLOGIA,

۱۰۔ آنریری فیلو۔ AMERICAN ORNITHOLOGISTS' UNION,

۱۱۔ آنریری فیلو .. .. J.U.C.N.

۱۲۔ کرسپانڈنگ ممبر۔ ZOOLOGICAL SOCIETY, LONDON.

ڈاکٹر سالم علی نے پرندوں پر اپنے تجربات کو کتابی شکل میں نہ صرف ہمارے ملک بلکہ پوری دنیا میں پیش کیا۔ ان کی چند تصانیف مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ 'THE BOOK OF INDIAN BIRDS' جو ۱۹۴۱ء میں شائع ہوئی اور اب تک جس کے گیارہ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

۲۔ ۱۹۴۵ء میں "THE BIRDS OF KUTCH" آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کی طرف سے شائع کی گئی۔

۳۔ ۱۹۴۹ء میں "INDIAN HILL BIRDS" آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کی طرف سے شائع ہوئی۔

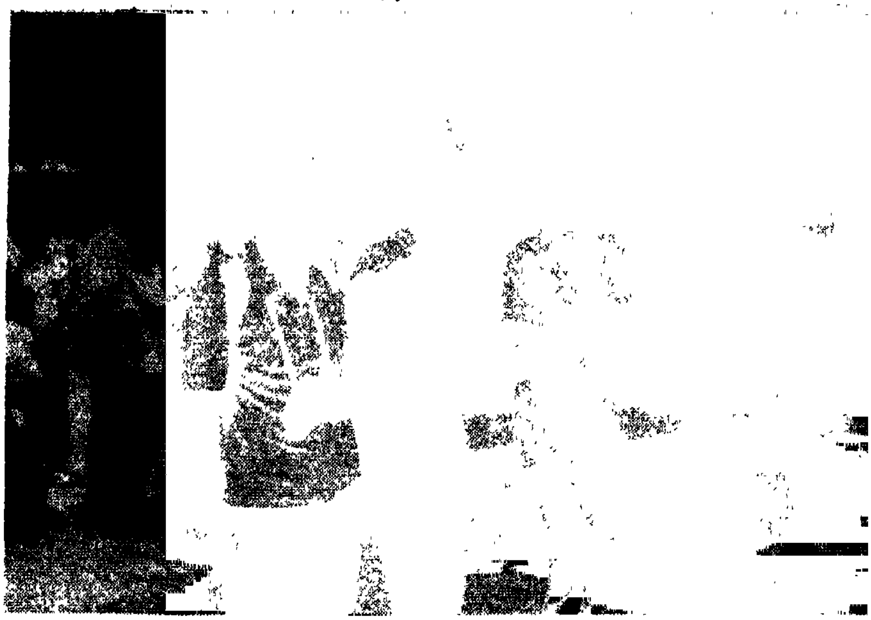
۴۔ ۱۹۵۳ء میں "THE BIRDS OF TRAVANCORE AND COCHIN" بھی آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے شائع کی، جس کا دوسرا ایڈیشن بعنوان "BIRDS OF KERALA" ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا۔

۵۔ ۱۹۶۲ء میں "THE BIRDS OF SIKKIM" آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کی طرف سے شائع ہوئی۔

۶۔ ۷۴-۱۹۶۸ء میں ایس۔ ڈھیلن ریپلے کے ساتھ ۔ "HANDBOOK OF THE BIRDS OF INDIA & PAKISTAN".

آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے دس جلدوں میں شائع کی۔

۷۔ ۱۹۷۷ء میں 'FIELD GUIDE TO THE BIRDS OF EASTERN HIMALAYAS' آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے شائع کی جو تیسری مرتبہ ۱۹۷۹ء میں بھی شائع ہوئی۔



ڈاکٹر سالم علی نے ۱۲ر نومبر ۱۹۸۱ء کو اپنی ۸۵ ویں سالگرہ، بوریولی کے نیشنل پارک میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ منائی۔ تصویر میں (بائیں سے) ڈاکٹر سالم علی، ڈاکٹر اے۔ این۔ ڈی نانا دتی آنریری سکریٹری نیچرل ہسٹری سوسائٹی، شری دی۔ سی۔ امبیڈکر اور ڈاکٹر سالم علی کے سکریٹری شری جے۔ ایس۔ سراؤ (فوٹو: ڈاکٹر رابرٹ گروبھ)

۸۔ ۱۹۷۳ء میں PAULOVSKY CENTENARY MEMORIAL MEDAL BY THE USSR ACADEMY OF MEDICAL SCIENCE.

۹۔ ۱۹۷۳ء میں OFFICER OF THE ORDER OF THE 'GOLDEN ARK' BY H.R.H. PRINCE BERNHARD OF NETHERLANDS.

۱۰۔ ۱۹۷۶ء میں آندھرا یونیورسٹی کی طرف سے ڈاکٹر آف سائنس (HONORIS CAUSA)

۱۱۔ ۱۹۷۶ء میں PAUL GETTY INTERNATIONAL PRIZE

۱۲۔ ۱۹۸۱ء میں ASIATIC SOCIETY OF BANGLADESH GOLD MEDAL

۱۳۔ ۱۹۸۳ء میں نیشنل پروفیسر انڈیا، کا خطاب ملا۔

اس کے علاوہ آپ یونیورسٹی ڈپارٹمنٹ۔ ممبئی نیچرل ہسٹری سوسائٹی کے سربراہ ہیں اور پوسٹ گریجویٹ ایم۔ ایس سی اور پی۔ ایچ ڈی (طیور) کے لئے ریسرچ گائڈ بھی ہیں۔

ڈاکٹر سالم علی ایک سادہ لوح، نیک اور بڑی موہنی شخصیت کے مالک ہیں۔ بات چیت کے دوران، ان کا رویہ بڑا مشفقانہ رہتا ہے اور یہی بات کو سمجھانے کے لئے بڑی سلیس اردو یا انگریزی استعمال کرتے ہیں۔ ان کا لہجہ اتنا پُر اثر ہوتا ہے کہ سننے والا ہمہ تن مصروف رہتا ہے۔ ڈاکٹر سالم علی نے ایک ایسی ہی ملاقات میں دورانِ گفتگو اپنی طویل مہمات پر بھی روشنی ڈالی۔ ہمارے ایک سوال کے جواب میں اس بات کا انکشاف کیا کہ دور دراز علاقوں میں پرندوں کے عادت واطوار کا مطالعہ کرنے جاتے ہیں۔ تب محکمۂ جنگلات کی طرف سے کافی مراعات ملتی ہیں۔ اگر کہیں جنگلاتی سلسلہ خطرناک ہو تو یہی محکمہ انھیں اور ان کے ساتھیوں کو ہاتھی تک فراہم کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا ڈاکٹر سالم علی نے یہ بھی کہا کہ اس قسم کی مراعات آزادی کے بعد ہی سے مل رہی ہیں ورنہ اس سے پہلے برٹش راج میں اس قسم کی سہولیت بالکل نہیں ملتی تھی۔ آپ نے مزید بتلایا کہ موجودہ دور میں ہر صوبے میں ریاستی حکومتوں نے فارسٹ بنگلے بنالئے ہیں جن سے افسرانِ اعلیٰ کو تو راحت ملتی ہی ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ سیاحوں کو بھی کافی راحت مل جاتی ہے۔

ارونا چل پردیش کا تذکرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر سالم علی نے بتلایا کہ یہاں کے جنگلات تک پہنچنے کے لئے طویل سفر کرنا پڑتا ہے کیونکہ جنگلات کافی دور دراز علاقوں میں واقع ہیں اور اس جگہ چونکہ فارسٹ بنگلے نہیں ہیں اس وجہ سے انھیں خیموں میں رہنا پڑتا ہے۔ ایک مخصوص قسم کے پرندے کی عادت واطوار کا مطالعہ کرنے کے لئے بعض اوقات تو کئی کئی دن لگ جاتے ہیں۔ بعض دفعہ تو یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ پرندہ جو زیر مطالعہ ہوتا ہے اپنی جگہ سے اڑ کر دوسری جگہ چلا جاتا ہے اور کئی کئی گھنٹے واپس نہیں آتا، ایسی صورت میں یا تو صرف انتظار ہی کیا جاسکتا ہے یا کسی اور پرندے کو منتخب کر کے اس پر مطالعہ شروع کر دیا جاتا ہے۔ پھر جب وہ پہلا پرندہ نظر آجاتا ہے تب دوبارہ تمامتر توجہ اس کی طرف مبذول کر دی

جاتی ہے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی ایک خاص قسم کے پرندے پر مطالعہ مکمل نہ ہوسکا ہو تو پھر دوسرے سیزن میں اتنا ہی فاصلہ طے کرکے آنا اور مطالعہ پورا کرنا پڑتا ہے۔ وہ لوگ جو ان تجربات کو کتابی شکل میں خوبصورت اور رنگین پرندوں کی تصاویر کے ساتھ مزین اپنے اپنے گھروں کے ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر دیکھتے ہیں، انھیں اس بات کا قطعی علم نہیں ہوتا کہ کتاب کا ایک ایک حرف لکھنے کے لئے اور پرندے کی کسی ایک عادت کا مطالعہ کرکے اسے صفحۂ قرطاس پر اتارنے کے لئے کن کن صعوبتوں سے گذرنا پڑا ہوگا۔

ڈاکٹر سالم علی گذشتہ دنوں کا آج کے دور سے مقابلہ کرتے ہوئے کہنے لگے کہ اب موٹروں میں سفر انتہائی آسان ہوگیا ہے ورنہ انھوں نے تو بیل گاڑیوں میں، پیدل اور مزدوروں کے ساتھ بھی طویل سے طویل مقامات کا سفر کیا ہے، جس کی تصویر آج بھی ان کے دماغ میں رقصاں ہے۔ پیدل سفر کرنے یا بیل گاڑی میں سفر کرنے سے جسم کا ایک ایک عضو ایک پکے پھوڑے کی طرح دکھتا تھا اور سفر سے واپسی کے کئی کئی روز بعد تک اس میں ٹیسیں اٹھتی تھیں، مگر اُن کے دل میں ایک جذبہ کارفرما تھا، ایک شوق تھا جو انھیں اِن تمام مشکلات کا سامنا کرنے کے لئے سینہ سپر کئے رکھتا تھا۔

ڈاکٹر سالم علی نے برسبیلِ تذکرہ اپنی اُس مہم کا تذکرہ کیا جو ۱۹۴۲ء میں رَن آف کچھ کے مہاراجہ وِجے راجہ نے ان کے ذمّے کی تھی۔ مہاراجہ، رَن آف کچھ کا سروے کرانا چاہتے تھے اور وہاں آباد پرندوں کے بارے میں اطلاعات فراہم کرنا چاہتے تھے۔ اس خاص وجہ سے انھوں نے ڈاکٹر صاحب کو مدعو کیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب اپنی مہم جو شخصیت کو مغلوب نہ کر پائے اور فوراً دعوت منظور کرلی۔

اس سروے کے لئے ڈاکٹر صاحب کو کئی مرتبہ وہاں جانا پڑا اور وہاں وقتی طور پر آباد ہونے والے پرندوں FIAMINGO کی رہائشی جگہ کا سروے کیا۔ رَن آف کچھ کا علاقہ دلدلی علاقہ ہے جہاں پر انسان کے قدم برابر جَم نہیں پاتے اور نہ ہی گھوڑے یا دوسری سواری کام آسکتی ہے۔ اس لئے محکمۂ جنگلات نے ڈاکٹر صاحب اور اُن کی پارٹی کے لئے اونٹوں کا انتظام کیا، یہ ڈاکٹر سالم علی ہی کی شخصیت تھی جس نے اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنا کام مکمل کیا اور مہاراجہ کو فلیمنگو جیسے MIGRATING BIRDS کے بارے میں اطلاعات بہم پہنچائیں۔

ایک سوال کے جواب میں ڈاکٹر سالم علی نے بتلایا کہ وہ اپنے اس شوق میں مغربی تبّت کے علاقے میں بھی متعدد بار گئے اور وہاں سے پرندوں کے بارے میں کافی معلومات فراہم کیں۔ اسی طرح برما، ملیشیا، سکّم، بھوٹان اور افغانستان کے جنگلوں میں بھی رہ کر پرندوں کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کیں۔

جب ڈاکٹر سالم علی سے یہ سوال پوچھا گیا کہ ہندوستان میں پرندوں کی کتنی قسمیں ہیں، تو کہنے لگے کہ "ہمارے ملک میں چھوٹوں بڑے پرندوں کی کل بارہ سو قسمیں ہیں۔ ہر قسم کے پرندہ کی عادات و اطوار مختلف ہوتی ہیں۔



ڈاکٹر سالم علی

نیشنل پارک بوریولی،

بمبئی میں محوِ تفریح

ڈاکٹر سالم علی نے اس بات پر تاسف ظاہر کیا کہ ملک کی کئی نایاب نسلیں اب نابود ہو گئی ہیں۔ نابود ہونے کی وجہ آپ نے یہ بتائی کہ ان کے رہنے اور بسنے کے جنگلات کو کاٹ ڈالا گیا۔ دوسرے یہ بھی کہ شکاریوں نے بے تحاشا پرندوں کو مار ڈالا۔ کہنے لگے کہ شکار اسی وقت مناسب ہوتا ہے جب کہ پرندوں کی افراط ہو، انھیں رہنے اور بسنے کے لئے جگہ نہ ہو تو وہ بطور غذا استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ تاکہ دکھ اور بیماریوں میں مبتلا ہو کر مر نہ جائیں۔

جب ڈاکٹر سالم سے یہ پوچھا گیا کہ انھیں پرندوں کا شوق کب سے پیدا ہوا تو مسکرا کر کہنے لگے کہ جب میری عمر ۸ یا ۱۰ سال کی تھی اس وقت سے یہ شوق دل میں جاگا تھا۔ ان کے گھر میں کھانے کے لئے تیتر بٹیر اکثر آیا کرتے تھے۔ جب بھی موقع ملتا وہ ایک ایک دو دو تیتر یا بٹیر چھپا لیتے تھے اور انھیں الگ رکھ کر کھلاتے پلاتے اور انھیں کے ساتھ وقت گذارتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ شوق ترقی کرتا گیا اور ایک وقت ایسا آیا کہ جنون کی حد تک پہنچ گیا۔

جب ڈاکٹر سالم علی سے پوچھا گیا کہ اب آپ اپنے تجربات کی روشنی میں کیا کام انجام دینا چاہتے ہیں تو کہنے لگے کہ پرندوں کی عادات و اطوار پر بہت کم توجہ دی گئی ہے اس لئے ان کے عادات و اطوار پر ریسرچ کرنا اشد ضروری ہے۔ وہ خود اس طرف توجہ دینا چاہتے ہیں، لیکن ساتھ ہی ساتھ شاکی بھی ہیں کہ اگر لوگوں میں ذاتی شوق اور جذبہ نہ ہو تو کچھ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ڈاکٹر سالم علی چاہتے ہیں کہ وہ ریسرچ کے میدان میں کام کریں اور شوق، یا دلچسپی رکھنے والوں کو اس سمت تربیت بھی دیں۔

جب ڈاکٹر صاحب سے سوال کیا گیا کہ ہمارے سیاسی رہنماؤں کو بھی پرندوں اور جنگلی جانوروں سے لگاؤ ہے تو کہنے لگے کہ ہماری وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی کو پرندوں اور جنگلی جانوروں سے بہت لگاؤ ہے ان کی نشوونما پر ان کی توجہ ہے اور انھیں کی توجہ خاص سے ہندوستان کے ہر صوبے میں یہ کام جاری ہوا ہے۔ شریمتی اندرا گاندھی
کی چیرمین بھی ہیں۔

آپ نے اس بات کی طرف بھی توجہ مبذول کرائی کہ اس وقت تک وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے تاوقتیکہ عوام کی مدد اُن کے پرجیکٹ میں شامل نہ ہو۔ کامیابی اسی وقت ہو سکتی ہے جب کہ عوام اس کام میں دلچسپی لیں تاکہ پرندوں اور جنگلی جانوروں کی محبت کا جذبہ اُن کے دل میں پیدا ہو۔





ایم۔ اقبال

گاندھی جی کے گمنام پرستار

مہاتما گاندھی تحریکِ آزادی کے رُوحِ رواں تھے۔ انگریزوں کی گولیوں کی بوچھار اور خونی جبر و ستم کے سامنے عدم تشدّد کا ہتھیار اُٹھائے سینہ سپر ہونے والے مہاتما گاندھی نے نہ صرف ہندوستان کی آزادی کی تاریخ قائم کی بلکہ 'عدم تشدّد' کے ایک ایسے فلسفہ کو جنم دیا جس کی ضرورت آج سارا عالم محسوس کررہا ہے۔

تحریکِ آزادی میں مہاتما گاندھی کے ساتھ بلالحاظ مذہب و ملّت ہر طبقہ نے جوش و خروش کے ساتھ حصّہ لیا اور اس جدوجہد کے دوران چند ایسی ہستیاں اُبھریں جنھوں نے آئندہ نسلوں کے لئے اپنے اَمِٹ نشان چھوڑے ہیں۔ چند ہستیاں اتنی مشہور ہوئیں جن کے نام آج تک زبان زدِ خاص و عام ہیں۔ مثلاً ہندوؤں میں لوکمانیہ تلک، نہرو خاندان، ڈاکٹر راجندر پرشاد، مسلمانوں میں مولانا ابوالکلام آزاد، ڈاکٹر ذاکر حسین، علی برادران، سکھوں میں شہید بھگت سنگھ، پارسیوں میں میڈم کاما، سر فیروز شاہ مہتہ، ڈاکٹر دنشا، عیسائیوں میں ڈاکٹر اینی بیسنٹ، سروجنی نائیڈو وغیرہ کے نام آج بھی زندہ ہیں۔ لیکن اسی جدوجہدِ آزادی کے دوران مہاتما گاندھی کی رہنمائی میں انگریزوں کو بھارت چھوڑ دینے پر مجبور کر دینے والے وہ اَن گِنت مجاہدینِ آزادی بھی شامل ہیں جنھوں نے مذہبی تفرقات کو بالائے طاق رکھ کر دیش کی آزادی کے لئے تن من دھن قربان کر دیا اور گمنامی کے عمیق غاروں میں ہمیشہ کے لئے روپوش ہو گئے۔

۱۸۹۳ء میں جب مہاتما گاندھی ڈربن (جنوبی افریقہ) میں تھے، وہاں انھیں پہلی بار ہندوستانیوں کے ساتھ انگریزوں کے حقارت آمیز سلوک کا سامنا کرنا پڑا۔ نسلی تعصب کے شکار ایک ہندوستانی تاجر عبداللہ کی ملاقات 'وکالت' کے سلسلے میں گاندھی جی سے ہوئی۔ ۱۹ دسمبر ۱۸۹۶ء کو عبداللہ کے جہاز پر سوار دیگر مسافروں کے ساتھ ڈربن پہنچے تو انگریزوں نے ہندوستانیوں کو اپنی سرزمین پر قدم رکھنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ نہ صرف یہ بلکہ عبداللہ کے جہاز کو غرق کر دینے کی دھمکی بھی دی گئی۔ لیکن عبداللہ نے اِن دھمکیوں کا کوئی اثر نہ لیتے ہوئے اپنے ہندستانی وکیل گاندھی جی کی پوری حمایت کی اور انھیں احتجاجی تحریک چلانے میں مدد کی۔ اس طرح عبداللہ وہ پہلے ہندوستانی باشندہ ہیں جنھوں نے ہندوستان سے باہر انگریزوں کے خلاف تحریک میں گاندھی جی کا ساتھ دیا تھا۔

فروری ۱۹۲۰ء میں کلکتہ میں خلافت کانفرنس منعقد ہوئی۔ اسی موقع پر مولانا ابوالکلام آزاد نے مسلمانوں کو گاندھی جی کی حمایت کے لئے راغب کیا۔ مولانا آزاد کی آواز پر مسلمانوں نے لبیک کہا اور جوق در جوق تحریکِ آزادی میں شامل ہوتے چلے گئے۔ ایک وقت ایسا آیا جب گاندھی جی' مولانا آزاد کے بغیر اپنے آپ کو کمزور سمجھنے لگے۔ اسی دوران حکیم اجمل خاں' گاندھی جی کے قریب آئے۔ حکیم اجمل خاں اور مولانا آزاد گاندھی جی کے رازداں بن گئے اور آخر وقت تک اُن کا ساتھ دیا۔

تحریکِ خلافت کے بانی مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی کی قربانیوں سے کیسے انکار ہے۔ یہ علی برادران ہی تھے جنھوں نے گول میز کانفرنس میں شرکت کے لئے برطانیہ جاتے وقت صاف کہہ دیا تھا کہ یا تو وہ ہندوستان کے لئے آزادی کی سوغات لائیں گے یا پھر اپنے دیش کے لئے جان دے دیں گے۔ مئی ۱۹۲۱ء میں علی برادران جب گاندھی جی کا ساتھ دینے کے جُرم میں جیل بھیجے گئے تو مہاتما گاندھی نے جیل سے اُن کی رہائی کے لئے انگریزوں کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا تھا۔ علی برادران نے دیش کی آزادی کے لئے متعدد بار جیل کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ہندو مسلم ایکتا کے لئے علی برادران کے کارنامے ہمارے ملک میں ہمیشہ تازہ رہیں گے۔

برطانیہ میں گاندھی جی کے قیام کے دوران ہندوستان کی سیاست ہمیشہ زیر بحث رہا کرتی تھی۔ یہاں ہندوستانی مسلمان طلبہ نے انجمن اسلامیہ قائم کی تھی، جس کے دفتر میں ہندوستانی طلبہ اپنے ملک کی آزادی کے لئے منصوبہ تیار کیا کرتے تھے۔ مہاتما گاندھی انجمن اسلامیہ کی سرگرمیوں میں بھی شریک رہا کرتے تھے۔ یہیں اُن کی ملاقات عبدالرحیم، مظہرالحق اور محمد شفیع جیسے سرفروش حب الوطنوں سے ہوئی۔ برطانیہ میں رہ کر ہندوستان کی آزادی کے لئے منصوبہ بنانے والے یہ جیالے بعد میں گاندھی جی کے ساتھ سرزمین ہند پر جدوجہدِ آزادی میں کفن باندھ کر شریک ہوئے اور گرانقدر خدمات انجام دیں۔

مارچ ۱۹۲۲ء میں تحریک سول نافرمانی کے سلسلہ میں گاندھی جی کو جیل بھیج دیا گیا۔ گاندھی جی کی گرفتاری پر ان کے پیروکاروں میں تحریک کی پالیسی کے بارے میں اختلافات پیدا ہوئے۔ شری وی جی پٹیل، حکیم اجمل خاں اور موتی لال نہرو نے تبدیلی کی حمایت کی جبکہ گاندھی جی کے دوسرے ساتھیوں میں ڈاکٹر ایم۔ اے۔ انصاری اور

احتیاط

علاج سے بہتر

"بھارت میں جذام میں مُبتلا مریضوں کی تعداد کچھ کم نہیں۔ نہ معلوم کیوں ہم جذامیوں کو اپنے سے دُور رکھتے ہیں، لیکن ہم یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ اس تکلیف دہ بیماری کا شکار کوئی اور نہیں ہمارے ہی بھائی بند ہیں۔

انسدادِ جذام پروگرام کا مقصد یہ نہیں کہ ایسے مریضوں کا صرف طبّی علاج کیا جائے، بلکہ یہ ہے کہ ایسے بدنصیب لوگوں کے دلوں سے مایوسی دُور کی جائے، ان میں جینے کا حوصلہ پیدا کیا جائے اور انھیں سماج کا حصّہ سمجھا جائے۔ جذامیوں کی زندگی کے حالات بدلنے کی طاقت آپ کے ہاتھوں میں ہے اور آپ ہی گاؤں اور دیس کے حالات بَدل سکتے ہیں۔

کوئی مریض اگر مرجائے تو یہ دُکھ میں بَرداشت کرسکتا ہوں، لیکن کوئی تندرست آدمی کسی مرض میں مُبتلا ہوجائے یہ دُکھ میں بَرداشت نہیں کرسکتا۔"

بابائے قوم
مہاتما گاندھی

راجگوپال اچاری نے گاندھی جی کے ترتیب کردہ پروگرام میں کسی قسم کی تبدیلی کی سختی سے مخالفت کی۔ تحریک سول نافرمانی جب ناکام رہی، اس وقت ڈاکٹر انصاری نے ۵ جولائی ۱۹۳۳ء کو گاندھی جی کی ہمت بندھاتے ہوئے لکھا "تحریک ناکام اس لئے رہی کہ ہمارے طریقہ کار میں خامی تھی، لیکن آپ اطمینان رکھیں، ملک کے ہندو۔ مسلم اور تمام عوام آپ کے ساتھ ہیں"۔

مسلمانوں کے رہنما کی حیثیت سے مولانا ابوالکلام آزاد ہر قدم پر گاندھی جی کے ساتھ رہے۔ جدوجہدِ آزادی میں وہ کم از کم ۱۱ سال قید رہے۔ دیش کی آزادی کے لئے عمر عزیز کے اتنے سال شاید ہی کسی اور رہنما نے جیل میں گذارے ہوں۔ انڈین نیشنل کانگریس کے جھنڈے تلے مسلمانوں کو یکجا کرنے میں مولانا آزاد نے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ انگریز راج کے خلاف آپ نے اپنے اخبار "الہلال" میں آواز اٹھائی اور جیل گئے۔

۹ اگست ۱۹۴۲ء کو جب مولانا آزاد، گاندھی جی، جواہر لال نہرو اور دیگر کانگریسی رہنماؤں کے ساتھ جیل بھیجے گئے تو مسلمانوں نے ملک بھر میں شدید مظاہرے کئے۔ گاندھی جی کو آپ پر اتنا بھروسہ تھا کہ کم عمری ہی میں آپ کو انڈین نیشنل کانگریس کا صدر چنا گیا، اور بالآخر آزاد ہندوستان کے پہلے وزیر تعلیم مقرر ہوئے۔

نمک ستیہ گرہ کے دوران گاندھی جی کے ایک پروگرام کے مطابق ۵ مئی ۱۹۳۰ء کو ڈانڈی کے مقام پر عوام کا ایک زبردست مورچہ نکالا گیا۔ دھرسنا میں نمک گودام پر قبضہ کرنے کے لئے غیر مسلح عوام کے مورچہ کی قیادت ایک بزرگ مجاہدِ آزادی امام صاحب نے کی اور اس جرم کی پاداش میں ۲۱ مئی ۱۹۳۰ء کو جیل بھیجے گئے۔

ٹرانسوال میں گاندھی جی کے قیام کے دوران وہاں مقیم ہندوستانی باشندوں نے گاندھی جی کا ساتھ دیتے ہوئے ہندوستان کی آزادی کے لئے خفیہ سرگرمیاں شروع کردیں۔ انھیں میں ایک ہندوستانی تاجر کچھالیہ محمد بھی تھے۔ گاندھی جی کے خلاف جب ٹرانسوال حکومت نے سختیاں شروع کیں تو کچھالیہ محمد نے پرزور احتجاج کرتے ہوئے کہا "ہم گاندھی جی کے ساتھ ہیں، ان کے لئے جیل تو کیا ہم سولی چڑھنے کیلئے بھی تیار ہیں"۔

بہر حال مہاتما گاندھی کی رہنمائی میں تحریک آزادی میں جوش پیدا کرنیوالے وہ بیشمار مجاہدین آزادی بھی ہیں جن کا تعلق ملک کے چپے چپے



سے ہے۔

کوئی بھی تحریک صرف رہنما کی بدولت کامیاب نہیں ہوسکتی کیونکہ تنہا میرِ کارواں کچھ نہیں کرسکتا جب تک کارواں ساتھ نہ ہو۔ آج گاندھی جینتی کے موقع پر جب ہم بابائے قوم کو اُن کے شایانِ شان خراجِ عقیدت پیش کررہے ہیں، ہمارا فرض ہے کہ ہم اُن سینکڑوں گمنام مجاہدینِ آزادی کے لئے بھی اپنی عقیدت کا اظہار کریں اور اپنے جذبۂ حب الوطنی کو استحکام بخشیں۔

گاندھی جی ــ ایک محبِّ وطن

✶ عبدالعزیز عرفان
مدرس، ضلع پریشد ہائی اسکول۔ آکوٹ

لبریز جوشِ حبِّ وطن سب کے جام ہوں
سرشار ذوق و شوق دلِ خاص و عام ہوں ــ حالی

تاریخ شاہد ہے کہ مختلف اَدوار میں ایسے رہنما پیدا ہوئے جنھوں نے ملک کی محبّت میں تن، من، دھن قربان کیا۔ ایسی ہی ملک کی محبّت ہمارے دلوں میں پیدا ہوجائے۔ یہی شاعر کی بھی خواہش ہے۔ بقول حالی " گاندھی جی کا دل اس ذوق و شوق سے سرشار تھا۔ ملک کی آزادی کی تاریخ جب بھی اور جس عنوان سے بھی لکھی جائے گی، گاندھی جی کا نام سرِ فہرست ہوگا۔

یہی وہ ناتواں اور کھادی والے باپو ہیں جو اپنے کارہائے نمایاں کی وجہ سے امر ہوگئے، جن کی یاد ہم ۲ر اکتوبر کو بطور " یومِ پیدائش " مناتے ہیں۔ گاندھی جی ۲ر اکتوبر ۱۸۶۹ء کو پوربندر میں پیدا ہوئے تھے لیکن وطن کی محبّت میں اپنے گھربار کو چھوڑ دیا تھا اور فقیرانہ زندگی کو گلے لگایا تھا، کیونکہ وہ ایک سچے محبِّ وطن تھے اب ہمیں دیکھنا ہے کہ کن حالات اور واقعات نے گاندھی جی کو متاثر کیا اور ملک کی محبّت کس طرح اُن کے رگ و پے میں سماگئی۔

تاریخ کے صفحات کی ورق گردانی کرنے پر ہمیں ان واقعات کا علم ہوجاتا ہے۔ جب گاندھی جی ۱۸۹۳ء میں ایک ہندوستانی فرم کے مشیر کی حیثیت سے جنوبی افریقہ گئے۔ آپ نے وہاں دیکھا کہ ان کے ہم وطن ہندوستانیوں کے ساتھ بہت برا سلوک ہوتا ہے۔ انھیں " قلی " کہا جاتا ہے۔ آپ ایک دن پریٹوریا ٹرین سے جارہے تھے۔ ان کے پاس اول درجہ کا ٹکٹ تھا۔ لیکن یورپین لوگوں نے انھیں زدوکوب کرکے گاڑی کے باہر دھکیل دیا۔ اسی واقعہ سے گاندھی جی کی زندگی میں ایک نیا موڑ آتا ہے۔ انھوں نے فیصلہ کیا کہ فتح کیلئے ایک فیصلہ کن جنگ کرنی ہے۔ جنوبی افریقہ کے ہندستانیوں کو متحد کرنے کے لئے پریٹوریا گئے نٹال کانگریس بنا کر اپنے کام میں مشغول ہوگئے۔ ۳۱ر جولائی ۱۹۰۷ء میں پریٹوریا مسجد کے صحن میں یورپین سلوک کے خلاف آواز اٹھائی۔ حکومت نے ستایا۔ گاندھی جی پیچھے نہیں ہٹے۔ انھوں نے اپنی عمر کا عزیزترین حصّہ افریقہ میں ہی گذارا۔ یہیں آپ نے کئی یورپین مصنفین کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ مغربی تعلیم سے متاثر ہوکر ہندستانیوں کے ذہنوں میں قومی بیداری کی رُوح پھونک دی۔ اسی لئے مغربی مفکر لارڈ رونالڈ اسٹے مغربی تعلیم کے اثر کے بارے میں رقمطراز ہے۔

" The new wine of western learning went in to the hands

of the young Indiana. They drank deep from the source of liberty and nationalism. Their poems and books were full of love, humanity, justice and freedom."

افریقہ کے بعد ہندوستان کا دورہ کیا۔ ان کی مشکلات اور مظالم کو آنکھوں سے دیکھا۔ باپو نے یہ سب محسوس کیا۔ ایک واقعہ نے اور دھچکا لگایا۔ باپو نے اپنے بھائی کے مقدمہ کے سلسلہ میں راجکوٹ میں ہی وائسرائے کے نمائندہ سے ملنے والے تھے۔ اگرچہ وہ ایجنٹ انگلینڈ میں مل چکا تھا۔ لیکن گاندھی جی کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آیا۔ اور آفس سے باہر نکال دیا۔ اس واقعہ نے بھی ان کے دل دماغ میں یہ بات واضح کر دی کہ انگریز ہندوستان میں کتنی بے جا سختی کرتے ہیں۔ انھوں نے لکھا ہے

" اس دھچکے نے میری زندگی کا راستہ بدل دیا"

باپو نے خود کھیل بننے کے لئے چرخا سیکھا اور ہاتھ سے بنی کھادی عمر بھر پہنتے رہے اسکا مقصد دیسی سامان کا استعمال اور ودیشی سامان کی مخالفت کرنا تھا۔ اس تحریک آزادی میں اہنسا اور ستیہ گرہ کا نیا عمل جاری کیا۔

۱۹۱۷ء میں چمپارن ستیہ گرہ اور ۱۹۱۸ء میں بردولی ستیہ گرہ کی۔

۱۹۲۰ء سے گاندھی جی کانگریس کے رہنما بن گئے۔ ۱۹۲۰ء سے ۱۹۴۷ء تک کا زمانہ گاندھی یگ کہا جاتا ہے۔ اس زمانے میں وہ اپنے اصولوں پر گامزن نظر آتے ہیں۔

بچپن سے گاندھی جی آزادی اور انصاف کے خواہاں تھے۔ ان میں امن۔ محبت اور قربانی کا جذبہ بدرجۂ اتم پایا جاتا ہے۔ وہ کسی سے نفرت کرنا نہیں جانتے تھے۔ ٹرانسوال اور جوہانسبرگ میں آپ پر کئی حملے ہوئے لیکن دشمنوں کو بھی معاف کر دیا۔ واقعی گاندھی جی محبت۔ ہمدردی اور اخلاق کا مجسمہ تھے۔



انھیں خدا پر پورا اعتماد تھا۔ سچائی میں ہی وہ خدا کی تلاش کرتے تھے۔ وہ محبت۔ امن اور سچائی کے ساتھ چل کر اپنے مقاصد میں کامیاب ہونا چاہتے تھے۔ وہ انسانی ہمدردی اور محبت و ایثار کے پتلے تھے۔ اس لئے گاندھی جی نے "تلاشِ حق" میں تفصیل کے ساتھ ان باتوں کو پیش کیا ہے۔

اگرچہ گاندھی سچے اصول پرست انسان تھے۔ فقیرانہ زندگی بسر کرنے کے ساتھ مرتے دم تک اس کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ ان میں نفس پر قابو پانے کی زبردست طاقت تھی۔ وہ روحانی قوت کے مالک تھے۔ اسلئے وہ اس طاقت کو اہمیت دیتے تھے۔ اسی بات کو نپولین بونا پارٹ نے بھی تسلیم کیا ہے وہ کہتا ہے۔

" there are only two powers in the world, they are the power of the sword and the power of spirit ."

گاندھی جی نے دنیا کو یہ بات ثابت کر دکھایا کہ تلوار سے بھی بڑی طاقت روحانی ہے۔ وہ ہمیشہ سچائی پر اعتماد رکھتے تھے۔ ان کی زندگی میں خدا پر یقین و اعتماد اور تزکیۂ نفس کی جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں۔ مثلاً ۱۹۳۳ء میں ہریجنوں کا مسئلہ زیر غور تھا۔

۷ مئی ۱۹۳۳ء کو ان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ آدھی رات کو ایک دم ان کی آنکھ کھل گئی اور ان کو ایسا محسوس ہوا کہ ان کے اندر کوئی آواز اٹھ رہی ہے۔ کہتی ہے کہ ۲۱ دن کا برت رکھیں اور کل سے ہی رکھیں۔ اس کے بعد گاندھی جی چپ ہوگئے اور اگلی صبح انھوں نے برت کا اعلان کر دیا۔

وہ برت رکھتے تو کفارے کے طور پر یا اپنے عقیدوں کو جانچنے کیلئے اور ان لوگوں کیلئے بھی جو سچائی کو قبول نہیں کرتے ہیں۔ وہ کہتے تھے۔

"اس جسم کو اذیت دینا چاہتا ہوں لیکن فاقہ کر کے مرنا نہیں چاہتا۔ بلکہ چاہتا ہوں کہ خدا مجھے اس آزمائش کے بعد بھی زندہ رکھے۔" دیکھئے ان کے خیالات کتنے اونچے اور سچے تھے۔ ان کے برت کا سب کرشمہ آپ کی روحانی قوت کی بدولت تھا۔

ان سب چیزوں کا استعمال گاندھی جی نے حصول آزادی کیلئے کیا۔ ملک کو آزاد کرکے ایک سچے محب وطن بن گئے۔ اگرچہ ملک کی آزادی کے بعد وہ تعمیری کام کرتے رہے۔ لیکن ملک کے لوگوں نے انھیں چین سے جینے نہ دیا۔ آزادی کے بعد ملک کے دو حصے ہوگئے۔ تقسیم کے بعد فرقہ وارانہ نفرت نے پریشان کر دیا۔ آپ نے ملک کا پیدل دورہ کیا۔ لیکن پھر بھی فرقہ پرست عناصر نے ان کا خاتمہ کر دیا۔

جمعہ کا مبارک دن تھا۔ ۳۰ جنوری ۱۹۴۸ء کی شام۔ ۵ بج کر دس منٹ ہو چکے تھے۔ اپنی پوتیوں۔ منو بہن اور روما کے سہارے آگے بڑھ رہے تھے کہ ایک تعلیم یافتہ شخص (گوڈسے نامی) خاکی یونیفارم پہنے بھیڑ کو چیرتے آیا۔ سلام کیا اور پستول نکال کر آپ پر تین گولیاں چلائیں۔ ۱۰ منٹ کے اندر ہندوستان کا درخشندہ ستارہ ہمیشہ کے لئے صفحۂ ہستی سے مٹ گیا۔ لیکن اس کی یاد ان دلوں میں باقی ہے۔ تاریخ اسے کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ واقعی آج ہمیں اپنی زندگی کو سرسبز و شاداب رکھنے کے لئے ایسے ہی رہنما کی اشد ضرورت ہے کیونکہ شخصیتیں۔ سماج کے آدرشوں کو اس کی نظر کے سامنے وضاحت کے ساتھ رکھنے۔ سماج کی دنیاوی اور روحانی ترقی پر مہر لگانے اور اسے سماجی تہذیب کا جزو بنانے کے لئے ضروری ہیں
گاندھی جی کی موت بقول علامہ محوی ؂

ترا بے وقت مرنا، لہو مجھ کو رُلاتا ہے!
جو یاد آتی ہے تیری سانپ دل پہ لوٹ جاتا ہے





مہاراشٹر میں خاندانی بہبود پروگرام

*ڈاکٹر بلی رام ہیرے، وزیر صحت عامہ

اندانی بہبود پروگرام کے تحت خاندانی منصوبہ بندی اب ایک نئے رُوپ آجاگر ہوئی ہے۔ خاندانی منصوبہ بندی پروگرام ملک کے تمام عوام کی فلاح و بہبود کے نقطۂ نظر سے جاری کیا گیا ہے جو عوامی اور سماجی تنظیمات کے تعاون کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ خاندانی منصوبہ بندی کامیاب ہونے پر ہی سماجی انقلاب پیدا ہو سکتا ہے۔ آج شادی بیاہ اور خاندان کے اہم امور زندگی کی بابت جن کا سماج اور ملک سے براہِ راست تعلق ہے۔ ہم سبھوں کو ایک نئے ڈھنگ سے سوچنا چاہیئے۔ اس سلسلے میں محض حکومت کی جانب سے کچھ رقموں کا عطیہ یا طبّی مراکز کے قیام سے اس پروگرام کی کامیابی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ یہ پروگرام اسی صورت میں کامیاب ہو سکتا ہے، جب کہ یہ پروگرام، عوامی پروگرام بن جائے۔ یعنی عوام خود اس میں دلچسپی لیں۔

چھوٹا خاندان، سکھی خاندان:

بچّہ کا جنم قدرت کا عطیہ ہے، اس میں کوئی شک نہیں، لیکن آج کے ترقی یافتہ دور میں بچہ کا جنم، پتی اور پتنی کی مرضی سے ہونا ممکن ہو گیا ہے اور اسی کا نام "خاندانی منصوبہ بندی" ہے۔ خاندانی بہبود آج سماج ہی نہیں بلکہ ملک کی ضرورت ہے۔ اگر خاندان چھوٹا ہو تو سب سے پہلے خاندان والوں کو ہی فائدہ پہنچتا ہے۔ ماں کی صحت اچھی رہتی ہے اور وہ اپنے بچہ کو زیادہ محبّت، شفقت اور توجہ سے پرورش کر سکتی ہے۔ باپ بھی اپنے بچے اور پتنی کی دیکھ بھال ٹھیک طریقے سے کر سکتا ہے۔ خوشحال خاندان وہی ہے جہاں ہر ایک شفقت و محبّت کے سایہ میں پروان چڑھے۔ بچے کی پرورش، تعلیم و تربیت ٹھیک طرح سے ہو اور اس کا مستقبل شاندار نظر آئے۔ دو بچوں کی پیدائش میں طویل وقفہ ہو تو، اس سے ماں کی صحت قائم رہتی ہے۔ بار بار بچّہ کی پیدائش سے والدین کی صحت گِرتی جاتی ہے۔ اسی لئے ماں باپ اور دو بچّوں پر مشتمل خاندان ہی آدرش خاندان کہلائے جانے کا مستحق ہے۔ ممتاز سماج سیوک بابا آمٹے نے اپنی کویتا میں سنسار کا کتنا صحیح عکس پیش کیا ہے:

"کیا یہی شادی کی خوشی ہے؟"

"... نومولود بچّہ لگاتار رو رہا ہے اور جیون سنگیت بے سُرا ہُوا جا رہا ہے۔ ایک کو بخار ہے، دوسرے کو کھانسی، تیسرا دُودھ کے لئے چلّا رہا ہے، چوتھے کی فیس دینی ہے، پانچواں

نالائق بیکار بھٹک رہا ہے اور چھٹے کی شادی کے لئے پیسہ جمع کرنا ہے .....“

اضافۂ آبادی سے ملک وریاست کی ترقیات میں رکاوٹ پیدا ہونا لازمی ہے۔ عوامی فلاح وبہبود کے لئے کی جانے والی حکومت کی ساری کوششیں رائیگاں جاتی ہیں۔ اسی لئے چھٹے پنج سالہ منصوبہ کے نفاذ کے وقت اگر اس میں شامل اسکیمات سے عوام کو فائدہ پہنچانا ہے، تو ہم سب کا یہ قومی فرض ہے کہ ہم آبادی میں اضافہ پر قابو پائیں.

۲۰- نکاتی پروگرام کے تحت "خاندانی بہبود" :

وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی نے ملک کی فلاح وبہبود کے نقطۂ نظر سے "خاندانی بہبود" پروگرام کو اپنے ۲۰- نکاتی پروگرام میں خاص طور سے شامل کیا ہے۔ عوام کا اعتماد حاصل کرکے، انھیں اس کی اہمیت سمجھا کر، سماج کے فائدے کے لئے چھوٹے خاندان کی ضرورت کا احساس دلاکر خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کرانا، اس پروگرام کا مقصد ہے۔

خاندانی بہبود پر ٹھیک عمل آوری نہ ہو تو اس سے ملک کی مجموعی صورتحال اثر انداز ہوتی ہے، بچوں کی شرح اموات بڑھتی جاتی ہے، غربت جہالت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر، عورت محض ایک مشین بن کر رہ جاتی ہے۔ محدود خاندان کا انحصار بچوں کی پیدائش میں طویل وقفہ اور بچوں کی تعداد پر ہے۔ اور اس کے لئے عورت سے زیادہ مرد پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اسی لئے اگر مرد خاندانی بہبود پر عمل کرنے کے لئے کمربستہ ہوجائیں تو یہ پروگرام یقیناً زیادہ کامیاب ہوگا۔

ریاست کی کارکردگی :

مہاراشٹر کی آبادی ۶٫۲۷ کروڑ ہے جس میں جائز جوڑوں کی تعداد ۱۰۷٫۳۰ لاکھ ہے۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ تقریباً ۳۷ لاکھ جوڑوں نے خاندانی منصوبہ بندی کو اپنایا ہے۔ ۵۸-۱۹۵۷ء سے مارچ ۱۹۸۲ء تک تقریباً ۵۰ لاکھ نسبندیاں کی جاچکی ہیں جن میں مردانہ اور زنانہ نسبندیوں کی تعداد بالترتیب ۳۲٫۵۶ لاکھ اور ۳۴٫۴۵ لاکھ ہے۔

۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران مہاراشٹر کے ۲۷ میں سے ۲۱ اضلاع نے خاندانی بہبود میں بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ ان اضلاع میں رائے گڈھ، دھولیے، ناشک، امراوتی، چندرپور اور ناگپور نے مقررہ نشانہ سے ۱۲۵ فیصد زائد نشانہ مکمل کرلیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ مہاراشٹر نے نسبندی میں ملک کے لئے مرکز کے مقررہ نشانہ ۴٫۵۶٫۰۰۰ سے بڑھ کر ۲۷٫۰۰۰ کا نشانہ مکمل کیا، یعنی کل ۴٫۹۱٫۲۶۷ نسبندیاں پوری کیں۔

خاندانی بہبود پروگرام کے تحت ماں اور بچے کی صحت کی دیکھ بھال پر خاص توجہ دی جاتی ہے اور متعدد اقدامات کئے جاتے ہیں۔ حکومت نے دیہی علاقوں میں حاملہ ماؤں اور غریب بچوں کو قوت بخش غذا کی فراہمی کے لئے خاص اقدامات کئے ہیں۔ نوبیاہتا جوڑوں کو محدود خاندان کی اہمیت سمجھانے اور انھیں مانع حمل طریقے اپنانے کے لئے مشورے دینے کی غرض سے خاص مراکز قائم کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ زیادہ سے زیادہ جوڑوں کو خاندانی بہبود پروگرام میں شامل کرنے کی کوشش جاری ہیں۔

خاندانی بہبود پروگرام، عوامی پروگرام ہے اور عوام کے تعاون سے ہی یہ کامیاب ہوسکتا ہے۔ حکومت نے اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا ہے کہ اس پروگرام پر عمل آوری کے لئے عوام پر کوئی جبر نہ ہو، بلکہ یہ بالکلیہ رضاکارانہ طریقے سے مقبول عام ہو۔

نسبندی آپریشن :

بچوں کی پیدائش پر قابو پانے کا بہترین طریقہ مردانہ نسبندی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ مردانہ نسبندی کے بعد پھر اور کسی مانع حمل طریقہ اپنانے کی ضرورت نہیں رہتی۔ مردانہ نسبندی سے مرد کی عام صحت میں کسی قسم کی خرابی پیدا ہوتی ہے، یہ اندیشہ بالکل غلط ہے۔ اسی طرح کئی سالوں تک زنانہ نسبندی بھی ایک متنازعہ فیہ مسئلہ رہا ہے۔ ۱۹۵۰ء میں نسبندی آپریشن کا سلسلہ شروع کیا گیا، اس وقت مرد اور عورتیں دونوں ہی اس کے خلاف تھے، لیکن آج زمانہ بدل چکا ہے۔ آج ۱۹۸۲ء تک اس ضرورت کو دونوں نے ہی قبول کرلیا ہے۔

حکومت کی جانب سے بلا فیس نسبندی کی سہولت رفتہ رفتہ عوام کی کثیر تعداد نے قبول کی اور جلد ہی اس کے کامیاب نتائج برآمد ہوئے۔ صرف ۱۹۶۸ء میں ہی نسبندیوں کی تعداد ۱۰ لاکھ سے تجاوز کرگئی۔ ۱۹۷۶ء میں ۶٫۲ لاکھ مردانہ نسبندیاں کی گئیں۔ لوگ اکثر ڈرتے ہیں کہ مردانہ نسبندی کے بعد مردانہ قوت میں کسی قسم کی کمی ہوجاتی ہے، لیکن یہ خیال بھی اب غلط ثابت ہوچکا ہے۔ نسبندی کرنے والے مردوں کا خود کہنا ہے کہ نسبندی کے بعد ان کی ازدواجی زندگی میں کوئی فرق نہیں آیا ہے، برعکس اس کے بچوں کی پیدائش کا

کوئی خوف باقی نہ رہنے پر اُن کی زندگی اور خوشحال بن گئی ہے۔ یہی حقیقت ہے کہ آج مہاراشٹر میں خاندانی بہبود پر عمل کرنے میں مردوں کی تعداد دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔

عوامی تعاون:

مہاراشٹر اسمبلی میں سب سے پہلے ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر نے خاندانی منصوبہ بندی سے متعلق مسودۂ قانون پیش کیا تھا۔ ۱۷ر اگست ۱۹۸۱ء کو دونوں ایوان نے بالاتفاق رائے سے چھوٹے خاندان کی تجویز منظور کرتے ہوئے خاندانی بہبود میں عوامی تعاون حاصل کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔

نئی دہلی میں ۲۵ مئی ۱۹۸۱ء کے دن انڈین ایسوسی ایشن آف پارلیمنٹیرنس فار پرابلمس آف پاپولیشن اینڈ ڈیولپمنٹ کے پہلے اجلاس کی اختتامیہ تقریب میں اراکین پارلیمنٹ نے عہد کیا تھا کہ وہ گھر گھر جا کر لوگوں کو پروگرام کی اہمیت سمجھائیں گے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس پروگرام میں شامل کرنے کی کوشش کریں گے۔

ریاست کی ترقی کے ضامن ریاستی منصوبے بہرحال اسی وقت کامیاب ہو سکتے ہیں جبکہ ہمارے محدود وسائل کا استعمال ٹھیک طرح سے ہو۔ آج خاندانی بہبود ہماری قومی ضرورت ہے اور بھارت کے شہری اس میں حصہ لے کر اپنے خاندان، سماج اور ملک و ریاست کو خوشحال بنا سکتے ہیں۔

بقیہ "وزیر جنگلات کا پیغام"

لہٰذا میری اپیل ہے کہ عوام جنگلی جانداروں اور اُن کے قدرتی مامن جنگلات کی ہر ممکن طریقے سے حفاظت کریں، تاکہ جنگلی جانداروں کی مختلف اقسام جو آج ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں، آئندہ نسلوں کے لئے بحفاظت برقرار رہے۔ میں ریاست کے ہر شہری سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ جنگلی جانداروں کے بیجا استحصال کی روک تھام کا عہد کریں۔"

"آیوروید" ہمارا قومی ورثہ

٭سید ضیاء الحسن
بی۔اے۔ایم۔ایس
۲/۵-۲-۶، ہولی،
ناندیڑ ۴۳۱۶۰۴ (مہاراشٹر)

ہندوستان ہمیشہ سے علوم و فنون کا گہوارہ رہا ہے۔ یہاں کا عظیم فنکار "کالیداس" ہے، جس نے سنسکرت ادب کو ادب عالیہ کے مقام تک پہنچادیا۔ "آریہ بھٹ" آج بھی دنیا کے ریاضی دانوں میں ایک ممتاز مقام رکھتا ہے۔ علم کیمیا اور آیورویدک طریقۂ علاج میں "ناگارجن" کی خدمات قابلِ قدر ہیں۔ آیورویدک طریقۂ کو بہتر بناکر انسان کو بیماریوں سے نجات دلانے کے لئے جو کارہائے نمایاں مہرشی چرک اور مہرشی سُشرت نے انجام دیئے ہیں اسے طِب کی دنیا کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔

"آیوروید" دو لفظوں سے مِلکر بنا ہے۔ "آیو" आयु یعنی 'عمر' اور "وید" वेद کے معنی 'علم' کے ہوتے ہیں۔ مہرشی چرک نے کہا ہے ؎

हिताहितम् सुखम् दुःखम् आयुस्तस्य हिताहितम्
मानंच तच्च यत्रोक्तमायुर्वेदः स उच्यते ।।

"جو علم، زندگی کے لئے مفید چیزیں کیا ہیں اور مُضر اشیاء کونسی ہیں، اُن کے بارے میں پوری پوری معلومات دیتا ہے، اور یہ بتاتا ہے کہ زندگی کو کس طرح صحت مند اور کامیاب طریقے سے گزارا جاسکتا ہے، اُسے "آیوروید" کہتے ہیں۔"

قیاس کیا جاتا ہے کہ یہ علم ہندوستان کی ایک مقدس کتاب "اتھروید" سے اخذ کیا گیا ہے۔ اس علم کی باقاعدہ درس و تدریس کا انتظام سب سے پہلے مہرشی آترے نے اپنے چھ شاگردوں کے ساتھ کیا۔ "اگنی ویش" نامی شاگرد جو اپنی ذہانت اور فراست میں اپنے ہم مکتبوں سے اونچا مقام رکھتا تھا مہرشی اترے کے بعد اس کام کو جاری رکھا۔

زمانہ گزرتا گیا اور بہت سارے لوگوں نے اس علم کی ترویج و ترقی میں زیادہ سے زیادہ کوششیں کیں۔ ان میں سب سے نمایاں شخصیت مہرشی چرک کی نظر آتی ہے۔ اُن کی مشہور و معروف کتاب "چرک سمہتا" ہے۔ جس میں آیورویدک علاج کے طریقوں

مختلف جڑی بوٹیوں کے گوناگوں خواص اور مختلف امراض پر اُن کے اثرات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس کتاب میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ آیوروید علم کے اُستاد اور شاگرد کس طرح کے ہونے چاہئیں اور ایک اچھا شفا خانہ کس کو کہا جاتا ہے۔ جڑی بوٹیوں کی بھرپور معلومات (AYURVEDIC PHARMACOLOGY) کے تعلق سے ایک اور نام قابلِ ذکر ہے جو آچاریہ شارنگدھر کا ہے، جن کی کتاب "شارنگ دھر سمہتا" کافی شہرت کی حامل ہے۔

بچوں کے امراض کے تعلق سے آیوروید' تشنہ نہیں ہے،

آچاریہ کاشیپ کی ایک نادر کتاب "کاشیپ سمہتا" ہے جو بچوں کی بیماریوں کے تعلق سے بڑی حد تک پوری پوری واقفیت بہم پہنچاتی ہے۔

آیورویدطب کے طریقۂ علاج کی بنیاد جسم میں پائے جانے والے تین دوشوں (त्रिदोष) پر ہے۔ انسان کو صحت مند رہنے کے لئے ان تین دوشوں کا متوازن رہنا ضروری ہے۔ یہ تین دوش یا اخلاط بالترتیب وات۔ پت اور کف یا سودا، صفرہ اور بلغم ہیں۔ انسانی جسم جن چیزوں سے مل کر بنا ہے، ان کا اگر تجزیہ کیا جائے تو ہمیں نظر آنے والے اجزاء، غذائی رس، جیسے رس دھاتو، خون کو رکت، گوشت کو مانس، چربی کو مید، ہڈی کو استھی۔ ہڈی کے مغز کو مجّا اور مادۂ تولید کو شکر دھاتو سے موسوم کرتے ہیں۔ ان سب کو (सात धातु) سات دھاتو، کہا جاتا ہے۔ اسی طرح فضلات کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ انھیں "ترِی مَل" کہتے ہیں۔ فضلہ۔ پُرِیش، پیشاب۔ مُتر، اور پسینہ "سوید" کہلایا۔ تین دوش، سات دھاتو اور تین مَل، ان کا متوازن رہنا صحت مندی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

दोष धातु मलामूलम् हि शरीरम् ।

"دوش دھاتو اور مَل، انسان کے لئے ایسے ضروری ہیں،
جیسے درخت کے لئے اس کی جڑیں۔ اگر جڑیں کمزور ہونے
لگیں تو درخت گرنے لگے گا۔ اسی طرح دوش، دھاتو، مَل،
اپنا توازن کھونے لگیں تو آدمی بیمار ہونے لگتا ہے۔"

آیورویدک طریقۂ علاج کی خصوصیت کا ذکر کرنا بے جا نہ ہوگا۔

प्रयोगः शमयेत व्याधिं यो न्यं व्यमुदीरयेत।
नासौ विशुद्धः शुद्धस्तु शमयेद्यो न कोपयेत ।।

"دواؤں کے استعمال سے اگر ایک مرض کم ہو لیکن دوسرا
مرض پیدا ہونے لگے (Reactions and side
effects) تو ایسا علاج کامیاب علاج نہیں ہے۔ وہی
علاج کامیاب ہے جس میں دواؤں کے استعمال سے آدمی
مُضر اثرات کا شکار نہ ہوتے ہوئے پوری طرح صحت مند
ہو جائے۔"

آیورویدک علاج کے دو طریقے ہیں، جنھیں "شمن چکتسا" (शमन चिकित्सा) اور 'شودھن چکتسا' (शोधन चिकित्सा) کہتے ہیں۔

شمن چکتسا:

न शोधयति यद्दोषान समान्नोन उदीरयति वि
समी करोति विषमान शमनं तच्च सप्तधा ।
दीपनं पाचनं क्षुत्तृड् व्यायामातप मारुता श ।।

اس علاج میں بگڑے ہوئے دوشوں کو سُدھار کر متوازن کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جو اصول اس طریقۂ عمل کو جاری رکھتے ہیں، وہ اصول سات ہیں:

"دیپن" دواؤں کے ذریعہ قوتِ ہاضمہ کو تیز کرنا۔ "پاچن" دواؤں کے ذریعہ جسم کے فاسد مادّوں کے مُضر اثرات دور کرنا۔ "شُوت وترن" بھوک اور پیاس کو روکنا۔ "ویایام" ورزش اور یوگ کے طریقوں سے "آتپ"، غسل آفتابی کے ذریعہ "مارُوت سیون" تازہ ہوا میں سانس لے کر۔ اسی کو 'شمن چکتسا' کہتے ہیں۔

شودھن چکتسا:

اسے "پنچ کرم" بھی کہا جاتا ہے۔ جس میں بگڑے ہوئے دوشوں کو متوازن کرنے کے لئے ان اصولوں سے کام لیتے ہیں۔ "ومن" قے کے ذریعے "ویریچن" جُلّاب دے کر "بستی" انیما سے، "رکت موکشن" اخراج خون کے طریقے سے۔ "نسیہ" ناک میں دوا ڈالنا۔ اس طریقۂ علاج کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ انسان کو مکمل طور پر صحت یاب کرتا ہے۔

दोषाः कदाचित, कुप्यन्ति जीताः लंघन पाचनैः
येतु संशोधनैः शुद्धाः न तेषां पुनरुद्भवः ।।

"جو بیماریاں 'شمن چکتسا' سے درست نہ ہوں، ان کے لئے
'شودھن چکتسا' کی جائے۔"

آیورویدک طریقۂ علاج میں سرجری کو بھی ایک بڑا مقام حاصل تھا، اسے "شلیہ چکتسا" کہا جاتا تھا۔ مہرشی سُشرت دنیا کے پہلے سرجن تسلیم کئے گئے ہیں۔ انھوں نے "سُشرت سمہتا" نامی کتاب ...۴ق م میں لکھی تھی۔ جس میں سرجری میں کام آنے والے ۱۲۷ آلات کا ذکر ملتا ہے۔

اُس زمانہ میں کان۔ ناک۔ آنکھ اور گلے کے آپریشن بھی کافی مہارت سے کئے جاتے تھے۔ بچّہ کی پیدائش میں اگر مشکل ہو تو آپریشن کے ذرائع

بھی عمل میں لائے جاتے تھے۔ حادثات کی وجہ سے جو اعضاء جسمانی مجروح اور بدنما ہو جاتے تھے اُن کی درستی بڑی عمدگی سے کیجاتی تھی یوں سمجھئے، وہ اس زمانے کی پلاسٹک سرجری تھی، جیسا کہ کہا بھی ہے ؎

गंडादुत्पाद्य मांसेन यानुबंधेन जीवता ।

कर्णपालीमपालेस्तु कुर्यात निर्लिख्य शास्त्रवित ॥

(सु. सू. १६)

"...... کٹے ہوئے کان کی رُخسار کی جلد سے پیوند کاری کی جائے۔"

اس بات کا ذکر یورپ کے مورخ اے۔ ایل بیشم نے اپنی کتاب "دی ونڈر دیاٹ واز انڈیا" میں کیا ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر بیبر اپنی کتاب "اے میڈیکل ہسٹری" میں لکھتا ہے کہ پلاسٹک سرجری کا بنیادی خیال ہندوستانی سرجنوں ہی کی دین ہے۔

'بُدھ مت' اور 'جین مت' جب ہندوستانی تہذیب پر اثر انداز ہونے لگے اور اہنسا کی تعلیم لوگوں میں مقبول ہونے لگی تو لوگ سرجری سے کترانے لگے اور ایک ایسے طریقۂ علاج پر زور دیا جانے لگا جو بیماری کو دور کرنے کے ساتھ ساتھ آدمی کو زیادہ دن تک جوان اور توانا رکھے۔ اس کا نام "رسائن چکتسا" ہے۔

यत जरा व्याधि नाशी तत रसायनम् ।

(सु-शा)

"جو طریقۂ علاج آدمی کو بیماریوں سے نجات دلاکر جوانی کی سی توانائی بخشتا ہے، اُسے 'رسائن چکتسا' کہتے ہیں۔"

اس سلسلہ میں آشونی کمار کا نام نامی بڑی عزت سے لیا جاتا ہے۔ جنھوں نے اپنے زمانہ کے "چیون رشی" کو بیماریوں سے نجات دلانے کے ساتھ ساتھ جوانی کی توانائی کا بھرپور احساس دلایا تھا۔

آیورویدک طریقۂ علاج کی ہر متمدن ملک نے ستائش کی ہے۔ یونان کے اطباء معترف ہیں کہ انھوں نے اپنے طریقۂ علاج میں اس علم کی معلومات سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ عرب ممالک بھی ان سے پیچھے نہیں رہے۔ اپنے نشاۃ ثانیہ کے زمانے میں انھوں نے آیوروید کی مشہور کتابوں مثلاً "چرک سمہتا"، 'مادھو ندان' اور "نگھنٹو" وغیرہ کے سنسکرت سے عربی میں ترجمہ کروائے اور اس فن کو سیکھنے کے لئے اپنے طلباء کو ہندوستان بھیجا۔

۹۰۰ء میں زکریا رازی اور شیخ ابی سینا نے اپنی طب کی کتابوں میں آیورویدک ماہروں کے حوالے دیئے ہیں۔

موجودہ طبی دور کے بدلتے ہوئے رجحانات اور حکومت کی سرپرستی سے اس بات کا پتہ چلتا ہے اور یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ "ایوروید" بہت جلد پھر سے اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر لے گا۔

REFRENCES حوالہ جات

1) CHARAK SAMHITA – CHAKRADUTT/ DRIDHBALA.
2) SUSHRUT SAMHITA – COMENT OF "DALLHAN"
3) SAARTH VAGBHATA
4) AYURVEDA CHA ITIHAS – VAIDYA VISHNU VARODKAR

شہد

ایک غذا بھی اور دوا بھی



ڈاکٹر ایم عرفان نجف علیمی
مدیر معاون "ہیلتھ ایڈوائزر"
بیگم سرائے۔ الٰہ آباد ۲۱۱۰۱۵

شہد ایک بیش قیمت دوا بھی ہے اور طاقتور غذا بھی کیونکہ اس میں وہ تمام غذائی اجزاء پائے جاتے ہیں جو بدنِ انسان کے نشو ونما قوت و توانائی کیلئے ضروری و لازمی تصوّر کئے جاتے ہیں۔ اس طرح شہد ایک کامل غذا ہے علاوہ ازیں چونکہ یہ بہت سے امراض کیلئے اکسیر ہے۔ اس لئے یہ دوا بھی ہے۔

گنّے کی ایجاد سے قبل مٹھاس کے لئے صرف شہد ہی مستقل تھی۔ شکر کو تو کوئی جانتا بھی نہ تھا بعد میں شکر کی ایجاد ہوئی اور خوب استعمال کی جانے لگی مگر بعد میں لوگ شکر کے استعمال سے پرہیز کرنے لگے۔ وجہ صرف یہ تھی کہ اس کے کثرتِ استعمال سے بہت سے امراض پیدا ہونے لگے۔ شہد کو شکر پر ترجیح دینے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ شہد والی غذا، شکر والی غذا کی بہ نسبت زود ہضم اور مضر اثرات سے مبرّا ہوتی ہے۔ شہد کلی یا جزوی طور پر خون میں جذب ہو کر خون بن جاتی ہے اس کے علاوہ شہد میں وہ تمام معدنی اجزاء پائے جاتے ہیں۔ جو جسم انسانی کے لئے ضروری ہیں جبکہ شکر میں دھات کا جز بالکل نہیں ہوتا۔ اس طرح شہد قدرت کی جانب سے عطا کردہ ایک نعمتِ عظمیٰ ہے۔

شہد کے فوائد :۔ بچوں کیلئے شہد بہت ہی مفید اور کارآمد چیز ہے شہد سے بچوں کی جسمانی نشو ونما بہت ہی عمدہ ہوتی ہے اور بچہ صحت مند و تندرست رہتا ہے۔ گلے کی خرابی، کھانسی، زکام اور قبض کے لئے بیحد مفید ہے۔ جالینوس کا نظریہ یہ ہے کہ سرد بیماریوں کے لئے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔

شہد تقویتِ قلب کے لئے بھی بیحد مفید ہے اس کے استعمال سے اختلاجِ قلب جاتا رہتا ہے اور ضعفِ قلب بھی ختم ہو جاتا ہے۔ مسلسل کافی دیر تک جسمانی و دماغی محنت کرنے کے بعد اگر تکان یا بوجھ سا محسوس ہو تو اس وقت اُس کا استعمال بہت ہی کارگر ہوتا ہے۔ اس کے استعمال کا طریقہ یہ ہے کہ نیم گرم پانی کے آدھے گلاس میں ایک بڑا چمچہ شہد کا ملا کر پینے سے تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے اور انسان سکون و اطمینان اور راحت محسوس کرتا ہے۔

شہد جگر کے امراض کے لئے بھی بہت ہی نفع بخش ہے۔ یہ امراض جگر کا ازالہ کر کے جگر کی اصلاح بھی کرتی ہے۔ بالخصوص یرقان کیلئے تو بیحد فائدہ مند ہے۔ پھیپھڑوں پر بھی شہد کا اثر بہت ہی عمدہ ہوتا ہے۔

قرحہ معدی میں شہد کا استعمال بہت ہی فائدہ مند ہوتا ہے۔ اس مرض میں صبح نہار منھ ایک تولہ شہد استعمال کریں اور علاوہ ازیں اور کوئی چیز نہ کھائیں۔ اس کے مستقل استعمال سے حیرت انگیز فائدہ نظر آتا ہے۔ شہد خون میں شکر کے کم یا زیادہ ہونے کا بھی بہترین علاج ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ شہد پیشاب کی نالی اور گردہ و مثانہ کے دھونے اور عفونت سے پاک کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

شہد حلق کے درد کے لئے بھی بیحد مفید ہے۔ اس کے غرغرہ کرنے سے حلق کا درد ٹھیک ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے ایک تولہ شہد کو پاؤ سیر پانی میں جوش دے کر اس کا غرغرہ کریں۔

آنکھ کے لئے شہد بہترین دوا ہے۔ شہد کو ہلکی آنچ پر پگھلا کر ٹھنڈا کر لیں اور اس کا ایک قطرہ آنکھ میں ڈال دینے سے آشوبِ چشم ختم ہو جاتا ہے اور چپکی ہوئی بند آنکھ کھل جاتی ہے۔

ایس. ایم. سلیم
قلم سنسار
۱۷۷، اے۔ موتی شاہ روڈ۔ بمبئی ۲۷

الّو

چاندنی رات میں اپنے دوست کے ساتھ گھر لوٹتے وقت ہم ایک پیڑ کے نزدیک سے گزرے۔ مجھے ایسا لگا کہ اس پیڑ پر کوئی چھپا بیٹھا ہے۔ غور سے دیکھنے پر میں نے دو بڑی بڑی آنکھوں کو اپنی طرف گھورتا ہوا پایا۔ میں نے اپنے دوست کو یہ بات بتائی، میں ابھی اسے یہ بات بتا ہی رہا تھا کہ وہ ٹہنی ہلی اور ایک بھیانک چیخ کے ساتھ تیزی سے اڑتا ہوا ایک پرندہ اندھیرے میں غائب ہوگیا۔ جی ہاں! یہ الّو ہی تھا۔ اس پرندے کے بارے میں، میں نے تھوڑا کتابوں میں پڑھا ہے۔

ویسے اس غریب پرندے پر کوئی خاص دھیان تو نہیں دیا گیا ہے۔ تب بھی اس کا نام بہت ہی مشہور ہے۔ اکثر الّو یا 'الّو کا پٹھا' جیسے الفاظ کانوں میں پڑتے رہتے ہیں۔ پتہ نہیں، لوگ الّو کو بدنام کرنا چاہتے ہیں یا انسان کو۔ جب کہ 'الّو'، پرندوں میں بڑا ہوشیار، سمجھدار پرندہ ہے۔

کئی پرانے خیالات کے انسان اس کی آواز کو منحوس مانتے ہیں، یہ خاص رات کا پرندہ ہے۔ یہ اپنا گھونسلہ اسی وقت چھوڑ کے باہر نکلتا ہے جبکہ دوسرے پرندے گھونسلے میں لوٹ چکے ہوتے ہیں۔

کوا، الّو کا خاص دشمن ہے۔ اگر دن کے اجالے میں اس کی یا کسی اور پرندے کی نظر الّو پر پڑ گئی، تب تو جیسے الّو پر قیامت ہی ٹوٹ پڑتی ہے وہ چپ چاپ دوسرے پرندوں کو گھورتے ہوئے ان کی مار کو برداشت کرتا رہتا ہے۔ اگر قسمت والا رہا تو بچ جاتا ہے نہیں تو بیچارہ ......
مگر یہ بات تو تب اٹھتی ہے جبکہ اس کو دوسرے پرندے دیکھ لیتے ہیں۔ ویسے دن کے وقت یہ کسی پیڑ پر، یا کسی چھت پر یا کسی ایسی ہی جگہ پر مورت بنا بیٹھا رہتا ہے جس کی وجہ سے اس کو شناخت کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔ قدرت نے بھی اس میں بڑا ساتھ دیا ہے۔ اس کا رنگ بھورا ہوتا ہے، جس پر ہلکے ہلکے دھبے ہوتے ہیں، جن کی وجہ سے جب تک یہ اپنی جگہ سے ہلتا اور آنکھیں نہیں کھولتا تب تک اسے پہچاننا مشکل ہوجاتا ہے۔

خیر یہ تو تھی دن کی بات، سورج ڈھلنے اور غروب ہونے کے بعد جب رات آتی ہے تب یہ چیختا ہوا اپنے گھونسلے سے باہر نکل پڑتا ہے اور اپنا شکار ڈھونڈھنے میں مصروف ہوجاتا ہے۔ اس کے شکار میں کیڑے مکوڑے اور خاص کر چوہے شامل ہیں۔ چوہوں کا تو یہ خاص دشمن ہے



ایک رات میں یہ کم سے کم دو تین چوہوں کا شکار کر ہی لیتا ہے۔

رات کے وقت شکار کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ قدرت نے اُلّو کو بہت ہی تیز کان اور آنکھیں دی ہیں اور اس کے اُڑنے کی بھی کوئی آواز نہیں ہوتی جس کی وجہ سے شکار کرنے میں اُسے بڑی آسانی ہوتی ہے۔ تیز کانوں کی وجہ سے وہ دھیمی سے دھیمی آواز ہونے پر بھی اندھیرے میں نہایت ہی کامیابی کے ساتھ اندازے ہی سے شکار کرلیتا ہے۔ ویسے روشنی سے اسے کوئی پریشانی نہیں ہوتی، صرف دوسرے پرندوں کے ڈر سے ہی اُسے دن میں چھپے رہنا پڑتا ہے۔

اُلو خاص ڈھنگ سے کبھی اپنا گھونسلہ نہیں بناتا، پیڑ کی کھوہ میں، جہاں پتے وغیرہ اور گندگی زیادہ ہو، ایسے سنسان مقام کا یہ انتخاب زیادہ کرتا ہے۔ وہیں یہ انڈے دیتا ہے۔ گرمی کے موسم میں ہی زیادہ تر اس کے انڈے نظر آتے ہیں۔ وہ تین یا چار سفید اور گول انڈے دیتا ہے۔ یہ گھنی اور زیادہ آبادی والی جگہوں پر رہنا پسند کرتا ہے تاکہ اُسے اس کی من پسند خوراک (چوہے) مل سکیں۔

بیچارے اُلّو کو لوگوں نے بلاوجہ ہی بدنام کر رکھا ہے۔ ویسے اُلّو انسانوں کو کبھی ایذا نہیں پہنچاتا۔ اُسنے کیڑے مکوڑے، چوہے وغیرہ کو مار کر انسان کی بھلائی ہی تو کی ہے۔



یوتھ فورم

'یوتھ فورم' کا مستقل فیچر کیریر کی رہنمائی، مشہور اشخاص اور نوجوانوں کی رہنمائی کرنے والے اداروں کی سرگرمیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس فیچر میں قوم کی سماجی، معاشی ترقی پر نوجوانوں کے رول پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ قومی پروگرام میں جیسے جہیز مخالف تحریک، صفائی مہم، چھوت چھات کا خاتمہ، تعلیم کا فروغ پر لکھے گئے مضامین کو سراہا جاتا ہے۔

اپنے مضامین اس پتے پر مرحمت فرمائیں:

ایڈیٹر، قومی راج، نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ، ۱۵ واں منزلہ، مقابل منترالیہ۔ بمبئی نمبر ۳۲ ۴۰۰۰۰

غزلیں

* جلیل ساز
مومن پورہ، ناگپور۔ ۴۴۰۰۱۸

پلائیں دل کا لہو کب تلک ان لاسوں کو
کوئی تو چشمۂ رحمت ہم ایسے پیاسوں کو

خدا سبھی کو دلِ مطمئن نہیں دیتا
بہت قریب سے دیکھا ہے خوش لباسوں کو

جہاں کو ترکِ تعلق میں دوریاں اپنی
قریب آ کے بدل دیجئے قیاسوں کو

وہ ایک حرفِ تمنّا فضول و بے معنیٰ
یہ بات اور کہ بہلا گیا اُداسوں کو

پرائی آگ میں جلتے رہیں گے پروانے
مآلِ شوق نہ سمجھاؤ بدحواسوں کو

لپٹ گئیں ترے شیریں لبوں سے پنکھڑیاں
تلاش کرتی ہوئی نکلیں جب مٹھاسوں کو

یہ کون پچھلے پہر سازِ میکدے سے اُٹھا
لبوں سے چوم کے رکھنا پڑا اگلاسوں کو

* شوقِ ماہری
زینب منزل، موگھٹ روڈ،
کھنڈوہ (ایم.پی)

کیا اُن کی خطا اُن کو جو معلوم نہیں ہے
ماتھے پہ مرا حال تو مرقوم نہیں ہے

اس طرح بیاں اُن سے کیا دل کا فسانہ
افسانے کا جیسے کوئی مفہوم نہیں ہے

تم ہی کو نہ معلوم ہو یہ بات الگ ہے
ورنہ مری حالت کسے معلوم نہیں ہے

یہ بھی غنیمت کہ تعلّق تو ہے باقی
دل اُن کی جفاؤں سے تو محروم نہیں ہے

کیا بات ہے؟ کچھ بات سمجھ میں نہیں آتی
دل ایک زمانہ ہوا مغموم نہیں ہے

ماہرؔ کی "طہورِ قدسی" شوق ہے شاہد
وہ زندۂ جاوید ہے مرحوم نہیں ہے

* قاسم قتیلؔ راجستھانی
۴۰۰، ایس. وی. پی. روڈ،
بوریولی (ویسٹ) بمبئی ۴۰۰۰۹۲

صبحِ حسرت دیکھئے، شامِ تمنّا دیکھئے
تم ذرا دل کو تہہِ دامِ تمنّا دیکھئے

آئینے بھی چاہتے تھے آپ سا اک خود نما
آج ورنہ یہ بھی انجامِ تمنّا دیکھئے

زندگی دو لتکدوں کے درمیاں رقصاں ہیں
اور کیا ہم گردشِ جامِ تمنّا دیکھئے

ابتدائے شوق میں پھولوں کے چہرے زرد ہیں
اور اگر یہ پھول انجامِ تمنّا دیکھئے

ہم نے ان کو بے خبر رکھا خود اپنے حال سے
ورنہ وہ اور ہم کو ناکامِ تمنّا دیکھئے

زندگی گرمِ سفر ہے تلخ راہوں میں قتیلؔ
زندگی کے وہ در و بامِ تمنّا دیکھئے

ط مولینا ماہرالقادری کا مشہور تبصل سلام

غزلیں

* قاضی انصار

قاضی پورہ۔ کھنڈوہ ۔ ۴۵۰۰۰۱

جو اپنے اُصولوں میں گرفتار رہا ہے
وہ شخص یہاں صاحبِ کردار رہا ہے

جو دانۂ گندم کا طلبگار رہا ہے
وہ آدمی حالات سے دو چار رہا ہے

ہر خون کے قطرہ سے انا الحق کی صدا آتی
ہر دَور میں منصور سرِ دار رہا ہے

جنگل میں ہو یا ہو کسی بستی میں درندہ
فطرت کا تقاضہ ہے کہ خونخوار رہا ہے

ہے آدمی انصارؔ فرشتہ نہیں لوگو
آدم تو ازل ہی سے سزاوار رہا ہے

* ایچ۔او۔پی۔ سنہا تمنّاؔ سیتاپوری

۲۷۷۱ ۔ نورنگ آباد

لکھیم پور کھیری (یو۔پی)

کسے بتائیں کہ ہم کیا تلاش کرتے ہیں
خزاں میں پھول کا موسم تلاش کرتے ہیں

ہمیں لگا لیا غیروں نے جب گلے اپنے
اب اپنے ہم کو بہت کم تلاش کرتے ہیں

جو ڈھونڈتے ہیں وفا آج کے زمانے میں
وہ تیز دھوپ میں شبنم تلاش کرتے ہیں

خود اپنی بات پہ آتا نہیں یقین جن کو
وہ سیدھی راہ میں بھی خم تلاش کرتے ہیں

مسرتوں نے تمنّاؔ فریب اتنے دیئے
خوشی کو چھوڑ کے اب غم تلاش کرتے ہیں

* محمد عثمان خاں عرفانؔ پربھنوی

معرفت حاجی غلام یٰسین خاں جمعدار

بھوئی گلی، پربھنی ۴۳۱۴۰۱ (مہاراشٹرا)

زندگی ہم نے تجھے چاہا نہیں، ایسا تو نہیں
تجھ کو اپنا کبھی سمجھا نہیں، ایسا تو نہیں

چوٹ انساں کو لگے اور مجھے درد نہ ہو!
میرا انسان سے رشتہ نہیں، ایسا تو نہیں

میں پیاسا نہیں، اس کا یہ مطلب تو نہیں
میری طرح کوئی پیاسا نہیں، ایسا تو نہیں

یاد رکھو اے جوانی پہ اکڑنے والو
دریا چڑھ کر کبھی اترا نہیں، ایسا تو نہیں

میرے گھر میں ہے اندھیرا تو یہ مت سمجھئے!
گھر میں لوگوں کے اُجالا نہیں، ایسا تو نہیں

شہر میں جب بھی ہوئی آگ کی باتیں عرفانؔ
گھر سے میرے دھواں اٹھا نہیں، ایسا تو نہیں

غزلیں

★ عامر برقی اعظمی
ایف - ۳ - ۲۴ - نیول سیویلین ہاؤسنگ کالونی
کانجور مارگ ، بمبئی ۴۰۰۰۷۸

تعمیر کے نغمے گائے جا، صحرا میں پڑی اک لاش نہ بن
شیدائے زمانہ جو بھی ہوا، اپنا کے رہا جینے کا چلن

پیمانۂ عرفاں سے پی لے وہ آب جو آبِ ہستی ہے
پاون ہی سہی امرت تو نہیں اے دوست یہ آبِ گنگ و جمن

وہ رومی ہے، وہ ترکی ہے، وہ ہندی ہے، وہ افغانی
اتنا ہی تو ہم نے سیکھا ہے یہ اس کا وطن، یہ اس کا وطن

سنسار تو جانا بوجھا ہے، سنسار کی باتیں کرتا ہے
سنسار کا منہ تکتے تکتے سورج کو بھی لگ جاتا ہے گہن

پھولوں کو پیامِ مرگ نہ دے، غنچوں کو اسیرِ درد نہ کر
الطافِ مسیحائی کے لئے ہے تجھ کو ملا یہ صحنِ چمن

خوشبوئے بدن مل جائے گی، روحوں کا سفر آساں نہیں
سیرت ہے نہاں من مندر میں، چہرے ہیں عیاں درپن درپن

پروازِ محبت نے مانا، افلاک سے رشتے جوڑ لئے!
انساں کی تباہی پر لیکن ہے آج کا انساں کتنا مگن

تھے چاک شکم، تن ننگے تھے، اے دوست وہ کیسی بستی تھی
اس شہرِ خموشاں میں مجھ کو کوئی نہ ملا ہے گور و کفن

اب تم ہی کہو عامر کیسے منزل کا پتہ ڈھونڈھا جائے!
اک سمت ہے سپنوں کی دھرتی، اک سمت ہے ارمانوں کا گگن

★ ظفر گورکھپوری
ایف ۶/۴ ، نیو میونسپل کالونی،
دیونار ، بمبئی ۴۰۰۰۴۳

جسم کو گوری ترے جب کھیت کی مٹی لگی
مجھ کو ترے ہاتھ کی روٹی بہت میٹھی لگی!

ایک بچے کی طرح ترسا میں اُس کے پیار کو
زندگی مجھ کو سگی ہو کر بھی سوتیلی لگی!

تو نے دیکھے ہیں ہزاروں رنگ کے چہرے یہاں
آئینے، تجھ کو مری بے چہرگی کیسی لگی؟

ایک پل بھی چین نہ آیا کبھی تیرے بغیر
اور کبھی تیری عدم موجودگی اچھی لگی!

خود مرا اخلاص ملتے وقت کچھ اصلی نہ تھا
یہ نہیں تیری ہنسی ہی مجھ کو مصنوعی لگی

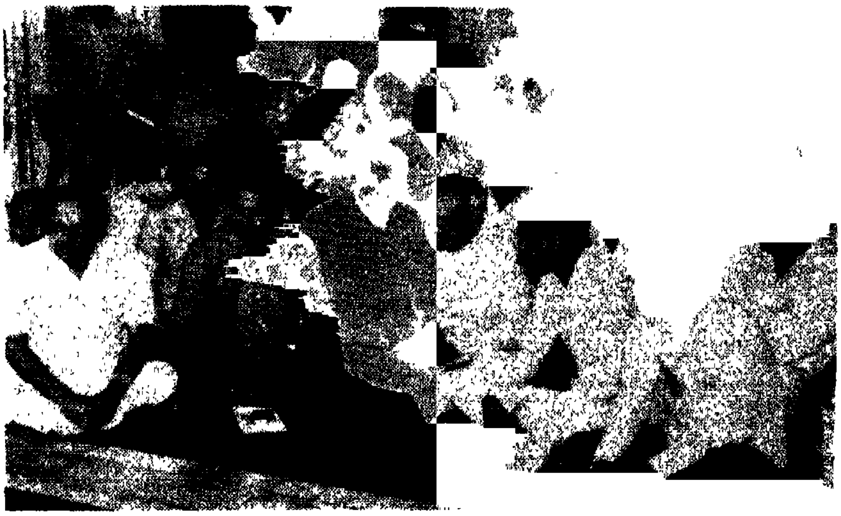
اس مہذب شہر میں ہر شخص سے ملنے کے بعد
اک مری آوارگی تھی جو مجھے اپنی لگی

بانس کے کچے مکاں نے مجھ کو جینا تھا ظفر
کانچ کے آراستہ گھر میں مجھے پھانسی لگی





گورنر مہاراشٹر شری آئی. ایچ. لطیف، ۲ر اکتوبر کو راج بھون، ناگپور میں ریاستی شیتی نشٹھ ایوارڈ یافتہ کسانوں اور بہترین فصلی انعامی مقابلے میں جیتنے والے کسانوں کو انعامات تقسیم کر رہے ہیں۔ اس موقع پر بیگم بلقیس لطیف نے بھی کسانوں کی بیویوں کو تحفے تقسیم کئے اور ان کی عزت افزائی کی۔

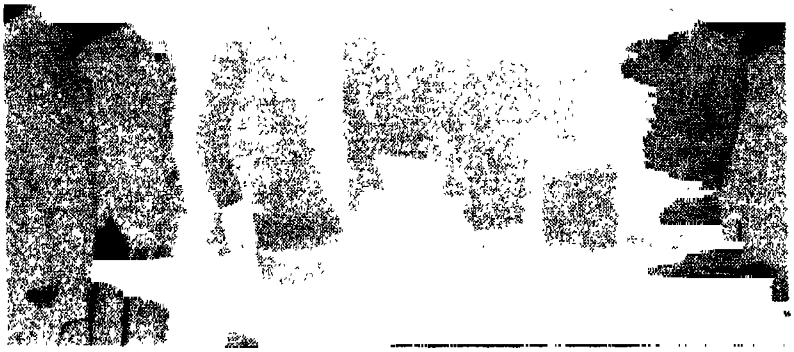


گورنر مہاراشٹر شری آئی. ایچ. لطیف نے ہریجن سیوا سنگھ کے اراکین کو ۲ر اکتوبر کو "گاندھی جینتی" کے موقع پر راج بھون میں استقبالیہ دیا۔ زیر نظر تصویر میں گورنر موصوف کے ساتھ نائب وزیر برائے شہری ترقی و مکانات شری لیلا دھر دیاسن بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

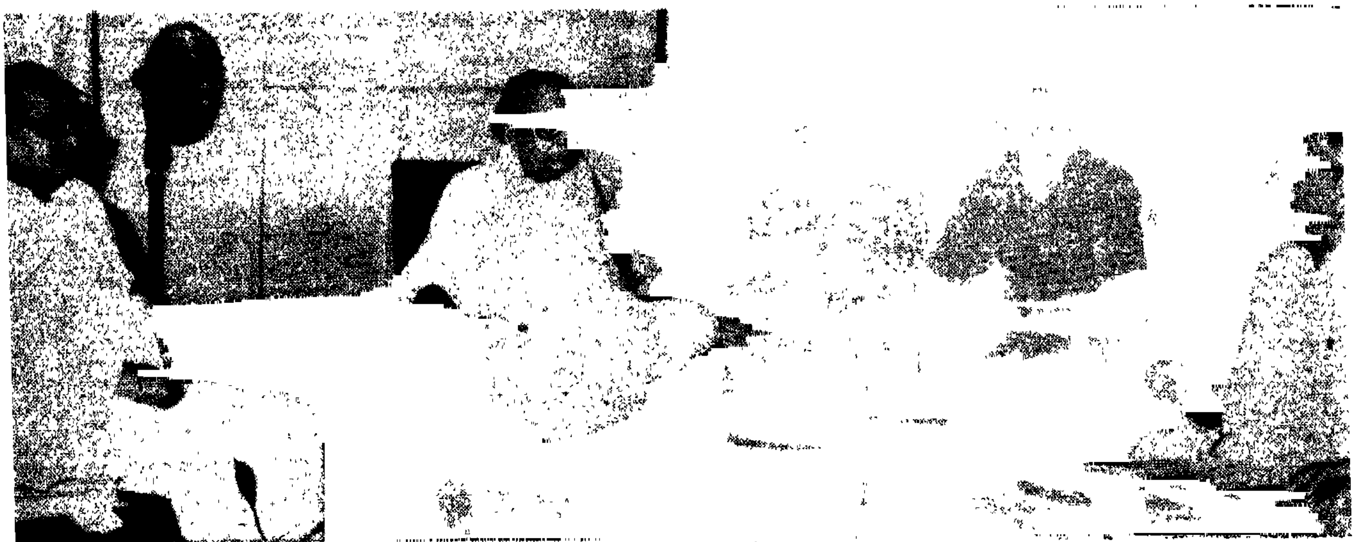
خبریں - تصویروں میں



مرکزی وزیر برائے منصوبہ بندی شری ایس. بی. چوان. انڈین ہیلتھ ایسوسی ایشن کے جاری کردہ "جذام ہفتہ" پروگرام کا یکم اکتوبر ۸۲ء کو جے جے اسپتال، بمبئی میں افتتاح کر رہے ہیں۔ زیر نظر تصویر میں وزیر برائے صحت عامہ، ڈاکٹر بلی رام ہیرے اور نائب وزیر برائے صحت عامہ، شریمتی رجنی ساتو دیکھے جا سکتے ہیں۔



وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے سے ناگپور یونیورسٹی اسٹوڈنٹس یونین کی مجلس عاملہ کے نئے منتخبہ صدر اور ۱۳ اراکین نے ۲۱ ستمبر ۱۹۸۲ء کو ودھان بھون میں ملاقات کی یہ اسی موقع کی تصویر ہے۔



وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے "سیلس ٹیکس ایکسپرٹ کمیٹی" کے چیرمین، شری کملاپتی ترپاٹھی سے ۲۶ ستمبر ۱۹۸۲ء کو ایک ملاقات کے دوران متعلقہ امور پر گفتگو کر رہے ہیں۔ دائیں جانب انتہائی سرے پر وزیر مالیات، شری سبرامنیم موجود ہیں۔



شری ششی کانت دیتھنکر، سکریٹری محکمۂ تعلیم نے دینا ناتھ منگیشکر ہال، ولے پارلے، میں ۲۶ ستمبر ۱۹۸۲ء کو منعقدہ مراٹھی ناٹک 'جھنجھ' کے چیریٹی شو میں بطور مہمانِ خصوصی شرکت کی، اس موقع پر آپ حاضرین سے خطاب کر رہے ہیں۔



کینیڈا کے وزیر برائے نقل و حمل، مسٹر جے. ایل. پے پن نے کونسل ہال بمبئی میں ۲۰ ستمبر ۱۹۸۲ء کو وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے سے ملاقات کی یہ تصویر اسی موقع کی ہے۔

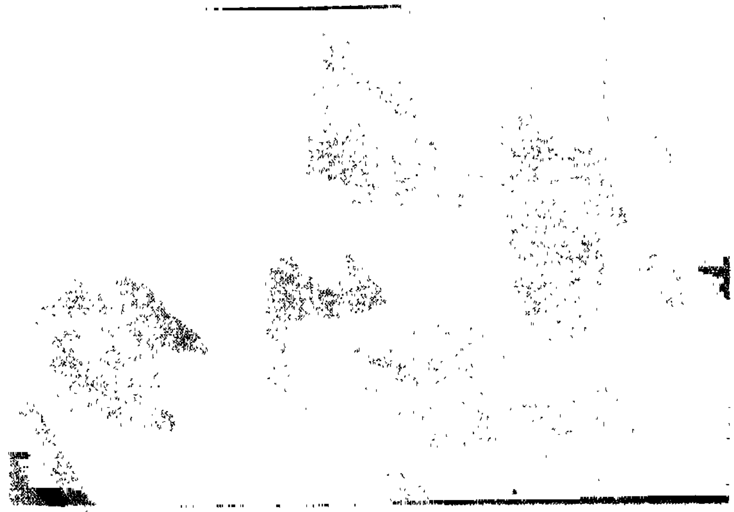


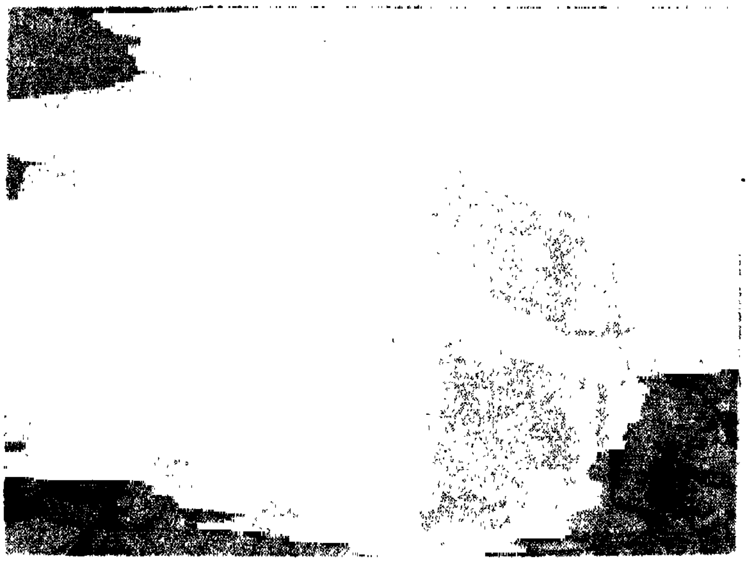
وزیر اعلیٰ، بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے، "واہتک بھون"، بمبئی، میں مہاراشٹر اسٹیٹ ٹرانسپورٹ کارپوریشن، کے نئے تشکیل شدہ بورڈ کی ۲۹ ستمبر ۱۹۸۲ء کو منعقدہ پہلی میٹنگ میں بطور مہمان خصوصی بورڈ کے اراکین سے خطاب کر رہے ہیں. زیر نظر تصویر میں وزیر برائے نقل و حمل، شری دنیکر راؤ چوہان، کارپوریشن کے صدر شری گیہو آداری اور کارپوریشن کے جنرل منیجر شری اشوک دیسائی بھی دیکھے جا سکتے ہیں



گورنر گجرات شریمتی شاردا مکھرجی، وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے سے ان کی سرکاری رہائش گاہ۔ "رائے گڑھ" بمبئی پر ۲۷ ستمبر ۱۹۸۲ء کو ایک رسمی ملاقات کے دوران محو گفتگو ہیں۔

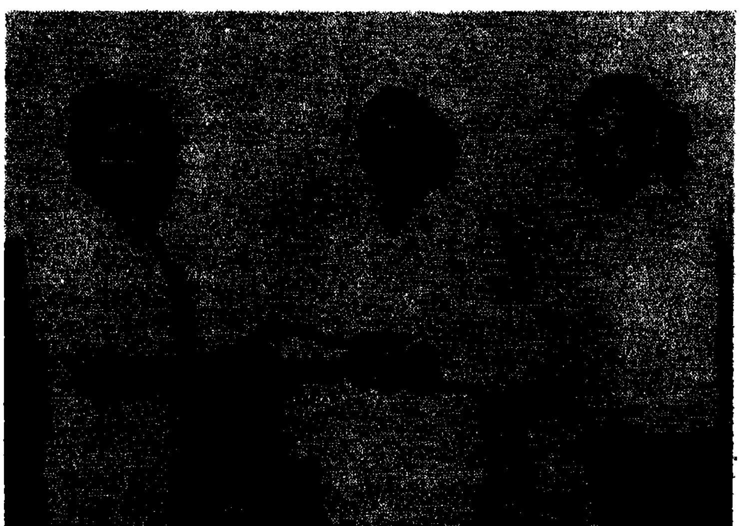
شری لیلادھر و یاس، نائب وزیر برائے شہری ترقی، حال ہی میں گھاٹ کوپر پودک منڈل کی جانب سے پنکھے شاہ بابا کی درگاہ رہیواسی سنگھ میں منعقدہ 'عید ملن' تقریب میں بطور مہمانِ خصوصی حاضرین سے خطاب فرما رہے ہیں۔





وزیر مملکت برائے محنت دا مداد باہمی شری ایس۔ این۔ ڈیسائی نے مہاراشٹر چیمبر آف کامرس کے زیر اہتمام مہیلا سہکاری بینکوں کے نمائندوں اور خاتون صنعتکاروں کی یکم اکتوبر ۱۹۸۲ء کو منعقدہ پہلی کانفرنس کا افتتاح کیا۔ اس موقع پر وزیر موصوف حاضرین سے خطاب فرما رہے ہیں۔

ڈاکٹر بلی رام ہیرے، وزیر برائے صحت عامہ، بی۔ ایم۔ آر۔ ڈی۔ اے (BMRDA) کی جانب سے بسٹ کمپنی، بمبئی کو بسیں خریدنے کیلئے دو کروڑ روپے کا چیک میونسپل کمشنر شری ڈی۔ ایم۔ سکتھنکر کو دے رہے ہیں



انسداد جذام کے لئے عوامی تعاون ضروری

شری ایس، بی چوان، مرکزی وزیر برائے منصوبہ بندی نے یکم اکتوبر کو جے جے ہسپتال میں انڈین ہیلتھ آرگنائزیشن کے زیر اہتمام میڈیکل ریسرچ سینٹر یا جے جے ہاسپٹل کے جاری کردہ بمبئی جذام ہفتہ کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ جذام سے متعلق عوام میں پھیلی غلط فہمیاں اس مرض کے انسداد کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہیں۔ آپ نے رضا کار انجمنوں سے اپیل کی کہ وہ مذکورہ پروگرام میں عوامی تعاون اشد ضروری سمجھتے ہوئے، اسے عوامی پروگرام کے طور پر عمل میں لائیں۔

شری چوان نے مزید فرمایا کہ جذام کے مسئلے کی سنگین نوعیت کے پیش نظر گذشتہ سال خود وزیر اعظم نے ماہرین جذام، سماجی خدمتگار اور منتظمین کی ایک خصوصی میٹنگ میں اس جانب توجہ مبذول کرائی تھی جس کے بعد مرکزی حکومت نے اس سلسلے میں ایک ورکنگ گروپ تشکیل دیا تھا۔

آپ نے فرمایا کہ ۱۹۵۴ء ۱۹۵۵ء میں جاری کردہ نیشنل لیپراسی کنٹرول پروگرام کو رفتہ رفتہ ملک بھر میں پھیلا دیا گیا ہے۔ اور چھٹے پنج سالہ منصوبہ میں اس پروگرام کیلئے سو فیصد امداد دی جائے گی۔ آپ نے بتایا کہ ایک بیس نکاتی پروگرام بھی جذام کی روک تھام کیلئے تیار کیا جا رہا ہے۔

شری چوان نے جے جے ہسپتال کے نیفرولوجی ڈپارٹمنٹ کی پہلی سالگرہ تقریب میں بطور مہمان خصوصی شرکت کی۔ اور محکمہ کی کارکردگی کی تعریف کی۔

معزز مہمان ڈاکٹر بلی۔ ام ہیرے وزیر برائے صحت عامہ نے اپنی تقریر میں جذام کی روک تھام کو ایک نیک مقصد قرار دیتے ہوئے کہا کہ مہاراشٹر میں لیپراسی کنٹرول پروگرام ۱۹۸۱-۸۲ء سے وقتی انسداد جذام مہم کے ایک حصہ کے طور پر اپنایا گیا ہے۔

جذامیوں کی علیحدہ بستیوں کے قیام سے اختلاف کرتے ہوئے ڈاکٹر ہیرے نے کہا کہ اس اقدام سے جذامی مریض سماج سے دائمی طور سے منقطع ہونگے اور یہ بات سماج کیلئے باعث شرم ہوگی۔ آپ نے کہا کہ حکومت اس امر سے کلی طور پر متفق ہے کہ مستحق جذامی مریضوں کے لئے ہسپتال میں علیحدہ وارڈز کھولے جائیں تاکہ ان کی تکلیفوں کو کچھ حد تک دور کیا جا سکے۔ آپ نے کہا کہ

حکومت نے ضلع ہسپتالوں میں ۲۳ جذامی وارڈ منظور کئے ہیں اور مزید تین وارڈ ضلع کولہاپور، رتناگیری، اور جالنہ میں بھی کھولے جائیں گے۔ آپ نے مزید کہا کہ حکومت بمبئی جیسے بڑے شہروں میں جذام کے مسئلہ سے اچھی طرح واقف ہے اور چند رکاوٹوں کے باوجود مرض کے انسداد کیلئے تدابیر میں مصروف ہے۔

شریمتی رجنی ساتو نائب وزیر برائے صحت عامہ نے مشورہ دیا کہ تعلیم کے ذریعہ جذام اور جذامیوں سے متعلق عوام میں پھیلی غلط فہمیاں دور کی جائیں تاکہ انسداد جذام پروگرام پر موثر عمل آوری ممکن ہو سکے۔

اس سے قبل تقریب کے صدر ڈاکٹر ایس۔ جی۔ دیودھرے ڈین جے جے گروپ آف ہاسپٹلس نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔

مراٹھی وشواکوش، کی فروخت رعایتی داموں پر

مہاراشٹر اسٹیٹ مراٹھی وشواکوش پروڈکشن کمیٹی وائی ضلع ستارا نے چیئرمین اور چیف ایڈیٹر شری لکشمن شاستری جوشی کی رہنمائی میں مراٹھی وشواکوش کی ۲۰ جلدیں (۱۰۰۰ صفحات پر مشتمل) شائع کرنے کی تیاریاں مکمل کر لی ہیں۔ اب تک نو جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور بمبئی، پونے، ناگپور اور اورنگ آباد میں مہاراشٹر اسٹیٹ ٹیکسٹ بک پروڈکشن بیورو کے سیلس ڈپو سے فی جلد ۱۰۰ روپیہ قیمت خرید پر دستیاب ہیں۔ دسویں جلد بھی جلد ہی تیار کی جائے گی۔

تعلیمی اور تحقیقی اداروں اور حکومت کے منظور شدہ کتب خانوں کو ۲۰ جلدوں کا مکمل سیٹ ۱۴۰۰ روپیہ میں یعنی فی جلد ۷۰ روپیہ کے داموں پر فروخت کیا جائیگا۔ دیگر ادارے اور افراد کیمٹی۔ دو سو روپیے ڈپازٹ ادا کرکے فی جلد ۸۰ روپیہ کے رعایتی داموں پر پورا سیٹ ۱۶۰۰ روپیہ میں خرید سکتے ہیں۔ حکومت کے منظور شدہ کتب فروش، تقسیم کاروں کو ۲۵ فیصد کمیشن دیا جائے گا۔

یہ جلدیں مذکورہ بالا مقامات سے نقد ادائیگی کے علاوہ ٹیکسٹ بک پروڈکشن بیورو کے نام ڈیمانڈ ڈرافٹ کے ذریعہ بھی خریدی جا سکتی ہے۔

2.

چھوٹی بچت فنڈ کی خصوصی اسکیم

پہلے ہی دن ۸۰ لاکھ روپے جمع

یکم اکتوبر کو چھوٹی بچت فنڈ کی خصوصی اسکیم کی افتتاحیہ تقریب میں وزیر مالیات ڈاکٹر. وی سبرامنیم کو چھوٹی بچت کے ایجنٹوں نے خصوصی اسکیم کے پہلے ہی دن کی جمع شدہ ۸۰ لاکھ روپے سے زائد رقم پیش کی.

اس موقع پر بال موہن ودیا مندر، دادر کے پرنسپل شری باپو صاحب ریگے نے بھی اسکولی طلبہ کی جانب سے جمع شدہ ۴ لاکھ روپیہ وزیر موصوف کو پیش کیا.

ڈاکٹر سبرامنیم نے پرنسپل شری باپو صاحب ریگے کی تعریف کی اور بال موہن ودیا مندر کے طلبہ کے اس کارنامہ کو مثالی قرار دیتے ہوئے امید ظاہر کی کہ ریاست میں واقع دیگر اسکولوں کے طلبہ بھی ایسا ہی کارنامہ انجام دیں گے.

فلم اسٹار امول پالیکر، تقریب میں مہمان خصوصی تھے.

چھوٹی بچت فنڈ کی ایک ماہی خصوصی مہم کا آغاز یکم اکتوبر سے ہوا ہے اور "عالمی کفایت شعاری دن" مورخہ ۳۱ راکتوبر ۱۹۸۲ء کو اس کا اختتام ہوگا۔ اس مہم کے دوران بمبئی عظمیٰ کا نشان ۵ اکروڑ روپیہ ہے.

اس تقریب میں پرنسپل باپو صاحب ریگے. اور ایجنٹ ایسوسی ایشن کے صدر شری سی ڈی ودرانے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا. شری انیل کمار سکریٹری، محکمہ مالیات اور دیگر معززاشخاص تقریب میں موجود تھے.

جذامی قیدیوں کی سزائے قید میں تخفیف

حکومت مہاراشٹر نے اسال گاندھی جینتی کے موقع پر، جگدمبا، کشٹھالو اسس امراؤتی میں زیر علاج جذامی قیدیوں کی سزا میں مندرجہ ذیل تخفیف منظور کی ہے.

ایک سال سزا یافتہ قیدیوں کی مدت میں ایک ماہ کم ایک سال سے ۱۴ سال تک کیلئے سالانہ ۴۵ دن کم ۔ ۱۴ سال سے زیادہ یا عمر قید کے قیدیوں کی مدت میں سالانہ دو مہینے کم.

"لاٹری سنڈیکیٹ کارڈ" سے ہوشیار

حکومت مہاراشٹر نے عوام کو خبردار کیا ہے کہ وہ ان لاٹری ٹکٹ فروشوں سے سنڈیکیٹ کارڈز نہ خریدیں کیونکہ اس میں خریداروں کو اصل ٹکٹ کی بجائے محض نمبر دیئے جاتے ہیں.

ریاستی حکومت کا قاعدہ ہے کہ لاٹری ڈرا کے بعد انعامات صرف اصل ٹکٹیں پیش کرنے پر ہی دیئے جاتے ہیں۔ اس طرح سنڈیکیٹ کارڈز خریدار اصل ٹکٹ نہ ہونے کی وجہ سے کوئی بھی انعامی رقم حاصل نہیں کرسکتے اور نہ ہی ٹکٹ فروش کے خلاف کسی قسم کی قانونی چارہ جوئی کی جاسکتی ہے.

زنانہ نسبندی کے لئے

پرائیویٹ ڈاکٹروں کو ۵۰ روپے مشاہرہ

حکومت مہاراشٹر نے فوری طور پر نافذ العمل ایک نئی اسکیم کے تحت جو فی الحال ۳۱ راکتوبر ۱۹۸۲ء تک جاری رہے گی. پرائیویٹ ڈاکٹروں کو شرطیہ طور پر اپنے نرسنگ ہوم یا کلنک میں زنانہ نسبندی آپریشن کرنے کی منظوری دینے کے علاوہ فی آپریشن ۵۰ روپے مشاہرہ دینے کا فیصلہ کیا ہے.

صرف انڈین میڈیکل ایسوسی ایشن کی رکنیت میں شامل یا ادارہ کے نامزد کردہ قابل پرائیویٹ ڈاکٹر مذکورہ رعایت کے اہل ہونگے نرسنگ ہوم اور کلنک نسبندی آپریشن اور بعد کی دیکھ بھال کے لئے ضروری طبی لوازمات سے آراستہ ہونے چاہیئں. نیز نسبندی آپریشن کے بعد کی دیکھ بھال کے لئے نرسنگ ہوم یا مریضہ کے گھر پر ضروری سہولیات مہیا ہونی چاہیئے.

نسبندی کرانے والی خاتون کو ڈاکٹری فیس سے قطع نظر ۷۰ روپیوں کی ترغیبی رقم دی جائے گی ۔ اگر نرسنگ ہوم میں کھانا نہیں دیا جاتا ہے تو مزید ۲۰ روپے دیئے جائیں گے.

مزید تفصیلات جوائنٹ ڈائرکٹر آف ہیلتھ سروسیز فیملی ویلفیر میٹرنل چائلڈ ہیلتھ اینڈ اسکول ہیلتھ پونے سے حاصل کی جاسکتی ہیں.

"ہندوستانی عورت کا رہن سہن"

پونے میں مجوزہ میوزیم

ہندوستانی عورت کے رہن سہن کے موضوع پر دنیا بھر میں اپنی نوعیت کا پہلا میوزیم پونے میں ۲ لاکھ روپیوں کی لاگت سے قائم کرنے کی ایک تجویز راجہ کیلکر میوزیم کے انتظامیہ نے چیف سکریٹری شری رام پردھان کی زیر صدارت ۲۵ ستمبر کو منعقدہ ایک میٹنگ میں پیش کی۔

اس سلسلے میں شری پردھان کی زیر صدارت ایک ضمنی کمیٹی بھی تشکیل دی گئی ہے۔ جس کے دیگر اراکین ڈاکٹر دنیکر راؤ کیلکر راجہ کیلکر میوزیم کے اعزازی ڈائرکٹر، شری کے، ایس۔ سید ڈویژنل کمشنر۔ شری ششی کانت ڈیتھنکر سکریٹری محکمہ تعلیم اور شری سنجیو ساٹھے۔ مالی امور کے مشیر برائے میوزیم۔

میٹنگ میں میوزیم پر کتابچہ شائع کرنے، نیز ہندوستانی آلات موسیقی، اور قبائلی فنون کا ایک الگ شعبہ بھی قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

اس موقع پر شری پردھان نے میوزیم کے سابق نائب صدر شری آر۔ جی۔ گپتے کی عزت افزائی کی۔

۱۹۷۵ء سے حکومت کے زیر انتظام آنے کے بعد ابتک، میوزیم کو ۲۰ لاکھ روپیوں کی گرانٹ دی گئی ہے۔

میٹنگ میں ڈویژنل کمشنر اور انتظامیہ بورڈ کے نائب صدر شری کے۔ ایس۔ سید، سیکریٹری محکمہ تعلیم شری ششی کانت دیتھنکر میونسپل کمشنر شری، شری دھر ہا تھے۔ شریمتی ریکھا راجاڈے، شریمتی آشا پرانجپے، شری آر، بی کیلکر اور سابق ڈویژنل کمشنر شری آر، جی گپتے بھی شریک تھے۔

ضمانت روزگار اسکیم کے تحت قانونی اقدامات

حکومت مہاراشٹر نے ضمانت روزگار اسکیم کے تحت قبل کے تمام احکامات منسوخ کرتے ہوئے اس ماہ جاری کردہ ہدایات پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ جن کی رو سے ضمانت روزگار اسکیم سے متعلق شکایات پہلے پولس اسٹیشن پر درج کرنی ہونگیں۔ بعد میں ضلع کلکٹران کے ذریعہ عدالت میں قانونی چارہ جوئی کی جا سکتی ہے۔

نئے احکامات کے تحت بدعنوانی کے معاملات کی چھان بین کلکٹران پبلک پراسیکیوٹر کی مدد سے کرنے کے بعد بدعنوانی کی اطلاع دینے والے افسران کے ذریعہ کلکٹر کی زیر ہدایت تمام دستاویزات کے ساتھ متعلقہ پولس اسٹیشن پر ابتدائی رپورٹ درج کی جائیگی۔ عدالتی کارروائی کے لئے معاملہ اسی وقت پیش کیا جائے گا۔ جبکہ یہ اچھی طرح اطمینان ہو جائے کہ الزام ثابت ہونے کیلئے ٹھوس شہادتیں موجود ہیں۔

جوار کی پیداوار کے لئے انعام

ریاستی سطح پر منعقدہ سال ۱۹۸۱-۸۰ء کے لئے جوار پیدا مقابلے میں ضلع ناشک کے تعلقہ ڈنڈوری کے مقام جنری کے کسان شری گوپی ناتھ شنکر کالے کو ۱۵۰۰ روپے کے دوسرے انعام کا حقدار قرار دیا گیا ہے۔ شری کالے نے فی ہیکٹر ۱۱۶ کوئنٹل ۴۴ کلو اور ۹۲۰ گرام جوار کی فصل حاصل کر کے مقابلہ جیتا۔

خواتین کی امداد باہمی انجمنوں کی ترقی کے لئے اقدامات

شری ایس۔ این دلیسائی وزیر مملکت برائے امداد باہمی نے یکم اکتوبر کو خواتین کی امداد باہمی بینکوں اور خاتون تاجروں کے موضوع پر منعقدہ پہلے سیمینار کا افتتاح کرتے ہوئے بتایا کہ ریاستی حکومت خواتین کی امداد باہمی اداروں کی رہنمائی کے لئے تمام اضلاع کی نمائندگی پر مبنی ایڈ ہاک سرکاری کمیٹی تشکیل دینے کی تجویز پر غور کر رہی ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ اس سلسلے میں ریاست کے محکمہ امداد باہمی میں ایک خصوصی سیل بھی منترالیہ میں قائم کئے جانے کے امکانات ہیں۔

وزیر موصوف نے کہا کہ زراعت پیشہ خواتین کو جو خواتین۔

کی امداد باہمی بینکوں کی رکنیت میں شامل ہیں۔ شوگر کوآپریٹیو کے حصص سرمایہ حاصل کرنے میں مدد دینے کیلئے ریزرو بینک سے خط وکتابت کی جائے گی۔ نیز ہر امداد باہمی ادارے میں عورتوں کو نمائندگی دینے سے متعلق بھی غور کیا جائے گا۔

مہاراشٹر چیمبر آف کامرس کے زیر اہتمام منعقدہ اس ایک روزہ کانفرنس میں ... ۱۲ مندوبین نے شرکت کی۔

شریمتی وریدہی ڈونگرے نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔ شری پدماکر دھمدھرے نے شکریہ ادا کیا۔

خشک سالی، سے متعلق آل پارٹی کمیٹی کی میٹنگ

موثر اقدامات کی سفارش

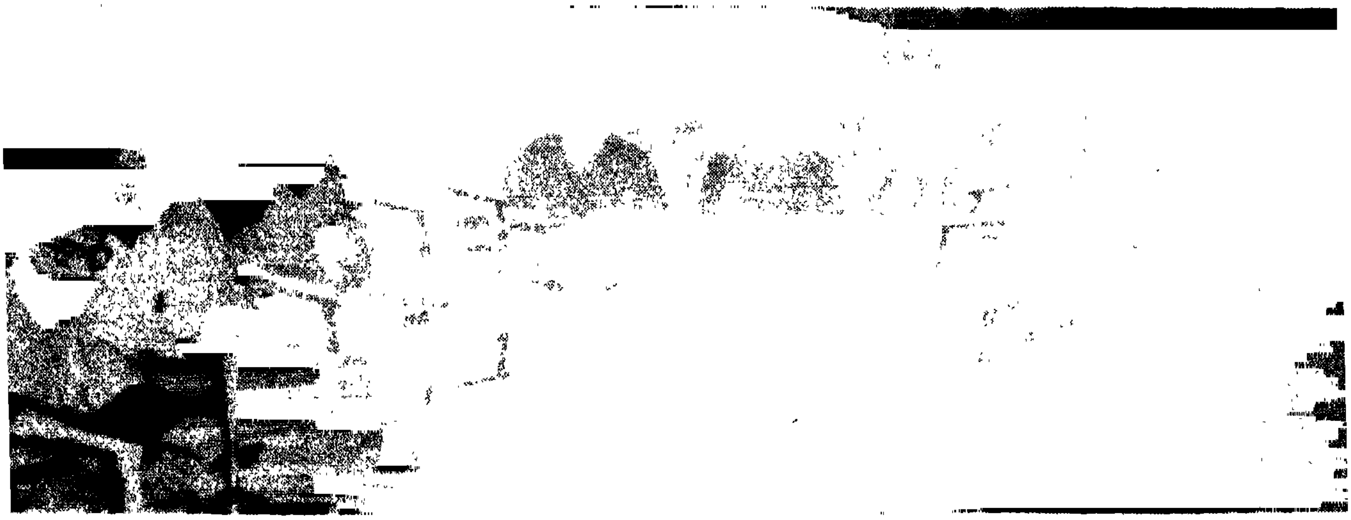
۵ر اکتوبر کو خشک سالی سے متعلق آل پارٹی کمیٹی نے اپنی پہلی میٹنگ میں ریاست کو درپیش خشک سالی کی صورتحال کی بابت غور کیا اور اس سلسلے میں کارآمد مشورے دیئے۔ یہ کمیٹی حالیہ ریاستی مجلس قانون ساز کے اجلاس کے دوران وزیر اعلی بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے کے اعلان کے بعد قائم کی گئی تھی اور قیام کے ۵ دنوں کے اندر ہی کمیٹی کی پہلی میٹنگ کا انعقاد خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ اس بات کا ذکر اراکین نے خصوصی طور سے کیا۔

وزیر اعلی بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے مشورہ دیا کہ مانسون ختم ہونے سے مشکلات میں اضافہ کے پیش نظر وقتاً فوقتاً کمیٹی کی میٹنگ بلائی جائے۔

آپ نے کہا کہ خشک سالی سے متعلق حکومت کے اہم فیصلوں کی تلخیص شائع کی گئی ہے۔

دوران میٹنگ کابینہ کے اراکین کے علاوہ لیجسلیٹو کونسل کے اپوزیشن لیڈر شری دتا میگھے، اسمبلی کے اپوزیشن لیڈر شری بھن راؤ ڈھاکنے، شری جی۔ پی۔ ایس۔ دلشیکر ایم۔ ایل اے، شری ہشوا ڈوانی ایم۔ ایل۔ اے، شری جی۔ پی پردھان ایم۔ ایل سی، اور شری این۔ ایم کامبلے ایم۔ ایل سی نے بھی مفید مشورے دیئے۔

شری ڈھاکنے نے مرکزی ٹیم کے دورہ احمد نگر کا ذکر کرتے ہوئے متعلقہ افسران کے تعاون کی ستائش کی۔ آپ نے کہا کہ سردر اور پرنیر علاقوں کے دورہ کے بعد مرکزی ٹیم نے بھی حالات کی سنگینی محسوس کی۔ آپ نے خدشہ ظاہر کیا کہ ربیع کی بوائی میں ڈیڑھ ماہ کی تاخیر کی وجہ سے ربیع کی فصل متاثر ہوگی۔ نیز پینے کے پانی اور



ریاست مہاراشٹر کو درپیش 'خشک سالی' کی صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے ریاستی دورہ پر آئی ہوئی مرکزی ٹیم کے سربراہ شری بلدیو سنگھ، چیف سکریٹری شری رام پردھان اور دیگر متعلقہ محکموں کے سکریٹریوں سے ۶ر اکتوبر ۱۹۸۲ء کو منترالیہ میں مصروف گفتگو۔

چارے کی فراہمی کا بھی مسئلہ پیدا ہوگا۔ آپ نے اس سلسلے میں پاتھارڈی میں کھودے گئے چار بور کنوؤں کی مثال دی جس میں سے صرف ایک ہی کارآمد ثابت ہوا ہے۔

شری دتا میگھے نے کہا کہ خشک سالی راحت اقدامات کو چند منتخبہ تعلقوں تک محدود نہ رکھتے ہوئے دیگر علاقوں میں اور خصوصاً اکولہ اور بلڈھانہ میں بھی یہ اقدامات کئے جائیں۔ آپ نے مشورہ دیا کہ اس ضمن میں جاری کردہ سرکاری احکامات کے نفاذ سے متعلق شائع کردہ کتابچہ آئندہ میٹنگ میں پیش کیا جائے۔

شری جی۔ ایس۔ دیشمکھ نے کہا ناکافی بارش کی وجہ سے آئندہ ۸ مہینوں میں حالات مزید خراب ہونے کے امکانات کے پیش نظر موجودہ کنوؤں کو مزید گہرا کرکے پینے کے پانی کے مسئلے کو کچھ حد تک دور کیا جاسکتا ہے۔ آپ نے مشورہ دیا کہ مرکزی ٹیم کو ایک بار اور ریاست کا دورہ کرنے کے لئے بلایا جائے۔

شری جی۔ پی۔ پردھان نے کہا کہ خشک سالی سے متاثرہ حالات محض ایک سال تک نہیں رہیں گے۔ بلکہ دیہی عوام ۲،۳ سالوں تک ان کی زد میں رہتے ہیں۔ اسلئے مرکزی ٹیم اپنے دوسرے دورے میں دیرپا اقدامات طے کرے۔

شری این۔ ایم۔ کامبلے نے توجہ دلائی کہ خشک سالی راحت اقدامات اور ضمانت روزگار اسکیم کو خلط ملط نہ کیا جائے۔

چیف سکریٹری شری رام پردھان نے کہا کہ ضمانت روزگار اسکیم کے تحت اجرت کوپن کے بجائے نقد رقم کی صورت میں ادا کرنے کی تجویز پر حکومت غور کرے گی۔ آپ نے کہا کہ مرکزی حکومت کو پیش کی گئی رپورٹ صرف ۵ ستمبر تک کی صورتحال سے متعلق ہے جس کے لئے ۱۳۱ کروڑ روپیہ کی امداد مرکز سے طلب کی گئی ہے لیکن یہ امداد قطعی نہیں ہے۔

شری پردھان نے مزید فرمایا کہ خشک سالی راحت اقدامات کے خصوصی نوعیت کا مقصد دیہی عوام کو مستقبل میں ایسی صورتحال کا سامنا کرنے کے قابل بنانا ہے۔ آپ نے کہا کہ موجودہ پالیسی خریف نقصان کو کم کرنے اور ربیع فصل سے زیادہ پیداوار حاصل کرنے کی کوشش ہے۔

آپ نے وضاحت کی کہ پینے کے پانی کی فراہمی کے لئے ضلع تعلقہ اور دیہی علاقہ واری اسکیم مرتب کی گئی ہے۔

وزیر برائے زراعت اور خشک سالی راحت کمیٹی کے چیرمین



مذکورہ مرکزی ٹیم احمد نگر میں پارنیر — ٹاکلی ڈھوکیشور راستہ پر ایک کنویں کا معائنہ کر رہی ہے۔ بارش نہ ہونے کی وجہ سے اس کنویں میں پانی خشک ہو چکا ہے۔

شری بھگونت راؤ گاڈیکواڑ، وزیر برائے مالیات ڈاکٹر دی سبرامنیم، وزیر برائے صحت عامہ، ڈاکٹر بلی رام ہیرے، وزیر مملکت برائے محصول، ڈاکٹر شری کانت جچکر، وزیر مملکت برائے آبپاشی مانک راؤ بھامبلے، وزیر مملکت برائے زراعت شری ولاس راؤ دیشمکھ اور نائب وزیر برائے صحت عامہ شریمتی رجنی ساتو نے بھی بحث میں حصہ لیا، مختلف محکموں کے سکریٹری بھی میٹنگ میں شریک تھے۔

PRINTED AT THE GOVT. PHOTOZINCO PRESS PUNE-1982



QAUMI RAJ : Regd. No. MH-BY South-344 Licence No. 89 for without prepayment of post

شائع کردہ: اے ۔ایم ۔ دیوسطلے، ڈائرکٹر جنرل ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، گورنمنٹ آف مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

قومی راج

۲۵ اکتوبر ۱۹۸۲ء

25-10-82



گاندھی جینتی کے موقع پر ۲ اکتوبر ۱۹۸۲ء کو وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے، گاندھی جی کی تصویر کی گلپوشی کر رہے ہیں۔



گورنر مہاراشٹر شری آئی. ایچ لطیف نے ہریجن سیوا سنگھ کے اراکین کو گاندھی جینتی کے موقع پر ۲ اکتوبر کو راج بھون بمبئی میں استقبالیہ دیا۔ زیر نظر تصویر میں گورنر موصوف کے ساتھ نائب وزیر برائے شہری ترقیات و مکانات، شری لیلادھر ویاس بھی دیکھے جا سکتے ہیں

جلد ۹ شمارہ ۲۰

۲۵ راکتوبر ۱۹۸۲ء

25-10-82

قومی راج

ہر ماہ کی ۱۰ ر اور ۲۵ ر تاریخ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ: دس روپے   فی کاپی: پچاس پیسے

ترتیب

صفحہ نمبر

چیف ایڈیٹر: موہن راؤ پاٹل

ایڈیٹر: ریاض احمد خاں

قارئین کی رائے

• سردار احمد (علیگ)
سیڑھی والا گھر، کٹرہ شہاب خاں۔ اٹاوہ ۔۲۰۶۰۰۱

"قومی راج" (اردو) کا شمارہ نمبر ۱۲ (جلد ۹) نظر نواز ہوا جو یوم عطیۂ چشم، نمبر کی شکل میں آپ کی ادارتی صلاحیتوں کا آئینہ دار بن کر سامنے آیا ہے۔ آپ نے پچھلے برسوں میں بہت ہی اہم اور افادیت سے پُر نمبر شائع کئے ہیں جو ادبی، سائنسی، معاشیاتی سماجی اور معلوماتی ہر طرح کے موضوعات کا احاطہ کرتے رہے ہیں۔ آنکھ جیسی انمول چیز اور قدرت کے بیش قیمت عطیہ کے بارے میں آپ کے اس زیر مطالعہ نمبر سے بہت سی مفید اور ضروری باتیں 'قومی راج' کے قارئین کو معلوم ہوئی ہونگی۔ آنکھوں کی حفاظت کے سلسلہ میں "کیا کریں اور کیا نہ کریں؟" کا ایک چارٹ آپ کے اس شمارے کے تمام مضامین کی مدد سے ایسا تیار کیا جا سکتا ہے جسے اُردو، ہندی اور انگریزی میں ہر کالج کے ریڈنگ روم میں آویزاں کرنا طلبا اور اساتذہ کے لئے بڑا مفید اور سودمند ہوگا۔ اس قسم کے موضوعات نمبر کی شکل میں اُردو رسائل میں نظر نہیں آتے ہیں۔ آپ کے اقدام اس سلسلے میں لائقِ تحسین ہیں۔

★

• اختر الاسلام
ہفت روزہ 'میرٹھ میل'۔ ۱۵۸، شاہ نتھن، میرٹھ (یو۔پی)

"یومِ عطیۂ چشم" نمبر (مورخہ ۲۵ر جون ۱۹۸۲ء) ملا۔ یہ آپ نے اپنے طرز کا ایک نیا اور خاص نمبر نکال کر انسان کو انسانیت کی خدمت کرنے کا ایک نیا انداز دیا ہے۔ 'آنکھ والو' آنکھ بڑی نعمت ہے، مُبارکباد کے مستحق ہیں وہ لوگ جو دوسروں کے لئے اپنی آنکھیں عطیہ دیتے ہیں۔ انسان' انسان سب برابر ہیں۔ سب میں ایک ہی جیسا خون ہے۔ سب میں ایک ہی سے اعضا ہیں۔ عطیۂ چشم سے زبردست قومی یکجہتی کے خیال کی تبلیغ ہوتی ہے مَن و تو اور ہندو مُسلم کا فرق مِٹ جاتا ہے۔ عِلم و آگہی نے انسان کو اتنی زبردست قوت اور طاقت دی ہے لیکن فرقہ پرست پھر علیحدگی اور نفرت کے بیج بو رہے ہیں۔ کب اُن کی سمجھ میں یہ بات آئے گی کہ سب انسان ایک ہی سطح پر کھڑے ہیں۔ بقول وسیم بریلوی ؎

کیسی توہین لفظِ ہستی ہے دنیا والو یہ کیسی بستی ہے
موت کو لوگ دیتے ہیں کاندھا زندگی رحم کو ترستی ہے

مجھے اُمید ہے کہ موجودہ خصوصی نمبر انسانیت کے لئے نئی راہیں استوار کر سکے گا۔

★

• عطاء الرحمٰن طارق
۹۴/۹، فاطمہ بائی بنگلہ، کے۔ کے۔ روڈ، جیکب سرکل، بمبئی ۴۰۰۰۱۱

'قومی راج' کا خاصہ ہے کہ آپ اتنے سارے، نئے پُرانے، نومشق اور پُختہ گو شعراء بطریقِ احسن پیش کرتے ہیں جس کے لئے آپ بجا طور پر مُبارکباد کے مستحق ہیں۔

زیر نظر شمارہ سے متعلق آپ کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہوں گا کہ بعض اچھی غزلوں کے ساتھ کتابت کی غلطیاں راہ پا گئی ہیں۔ بہر حال، راشد جمال، اکمل اجملی، ماجد ہنگنگھاٹی وغیرہ کی تخلیقات پسند آئیں۔

جناب رآز اٹاوی کا شعر ؎

آپ کے ہاتھ میں آج کا اخبار ہے
کوئی تازہ خبر آپ کے پاس ہے

مصرعۂ اولیٰ یا تو کتابت زدہ ہے یا شاعر کے سہو کی طرف اشارہ کرتا ہے؟

حضرت مہدی پرتاپگڑھی کے مطلع کا پہلا مصرعہ یوں ہونا چاہیئے ؏

اب رات کی باتیں نہ کرو مطلع سحر آثار ہے

لیکن یہ اشعار (۱) دیکھتا رہتا ہوں خوش آئند مستقبل کے خواب
ذہن سے لپٹا ہوا اِک درد اِک آزار ہے

(۲) وہ روایت پیار کی، وہ رسمِ ایثار و خلوص
جس پہ ہم نازاں ہیں' اِک گرتی ہوئی دیوار ہے

گُستاخی معاف کہ میں بزرگوں کی حرف گیری کے لائق نہیں، مگر مقصود ایک بینتہ بھول کی جانب توجہ دلانا ہے (جو غالباً شعری وجدان اور شدتِ احساس کا نتیجہ ہوگا؟)

عبدالعزیز خاں عزیز کی غزل ؎ جام ایسا پلا گیا کوئی!
خود سے بیخود بنا گیا کوئی

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

عالمی تغذیہ دن

عالمی تغذیہ دن ہر سال ۱۶ اکتوبر کو اقوام متحدہ کے فوڈ اینڈ ایگریکلچر آرگنائزیشن کی سالگرہ کے موقع پر منایا جاتا ہے۔ یہ دراصل انسان کے بنیادی حق غذا کی بابت ایک آگاہی ہے۔ کیونکہ غذا کے بغیر خود انسانی زندگی کا کوئی مقصد نہیں۔ دنیا میں جہاں کہیں بھی لوگ بھوک کا شکار ہیں انہیں سب سے پہلے غذا پہنچائی جانی چاہئے۔ 'عالمی تغذیہ دن' کا مقصد بھوک مٹانے کی جدوجہد تیز کرنا، اناج پیدا کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کرنا، انفرادی قومی اور بین الاقوامی غذائی ضرورتوں کا اعادہ کرنا اور حسب ضرورت متعلقہ امور انجام دینا ہے۔ یہ وہ دن ہے جو 'یو۔این۔او' کے مذکورہ ادارہ کے مقاصد اور حصول کی یاد تازہ کرتا ہے۔

عالمی تغذیہ دن میں شرکت کا مطلب

- غذائی پیداوار کے ذرائع میں اضافہ اور ترقیاتی پروگرام پر عمل آوری۔
- غذا کے مسئلہ کے حل کے لئے بین الاقوامی تعاون کی کوشش۔
- سیاسی اور سماجی رہنماؤں کا تعاون
- ملکی و بین الاقوامی سطح پر غذائی مسئلہ سے متعلق، خصوصاً بچوں اور نوجوانوں کے مسائل پر غور و خوض۔
- کسان اور دیہی کارکنوں کی میٹنگیں۔
- مارکیٹ میں کھپت کی غذاؤں کی نمائش۔
- بھوک اور متعلقہ مسائل پر سیمینار۔
- ذرائع ابلاغ کے ذریعہ تشہیر۔
- مذہبی جلسے۔
- مقامی اشیاء سے غذائی تیاری کا عملی مظاہرہ۔
- بھوک اور غذا پر مضمون نگاری
- عام اشخاص کے لئے غذا پر تحقیقی و ترقیاتی پروجیکٹ کی فراہمی۔

ریاستی وزراء کے قلمدان !

ریاستی کابینہ کے وزراء میں مندرجہ ذیل قلمدان تقسیم کئے گئے

بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے وزیر اعلیٰ	جنرل ایڈمنسٹریشن، داخلہ، نشہ بندی اور ایکسائز، شہری اراضی حدبندی، اطلاعات و تعلقاتِ عامہ اور دیگر قلمدان جو کسی وزیر کے سپرد نہیں ہیں۔
پروفیسر ایس۔ ایم۔ آئی اثیر	جیل، اوقاف، سیاحت
شری بھگونت راؤ گائیکواڑ	زراعت، باغبانی، محنت
شری شانتارام گھولپ	محصول، بازآبادکاری، کھارا راضی، ماہی گیری
شری بلی رام ہیرے	صحت عامہ، خاندانی بہبود، میڈیکل تعلیم اور ادویات
شری بابو راؤ کالے	امداد باہمی
پروفیسر این۔ ایم۔ کامبلے	دیہی ترقیات، پروٹوکول
شری سروپ سنگھ نائیک	قبائلی بہبود، جنگلات، سماجی جنگل بانی
شریمتی پربھا دیوی سنگھ پاٹل	شہری ترقیات، ہاؤسنگ، سلم امپرومنٹ، سماجی بہبود
شریمتی شالینی تائی پاٹل	رفاہ عامہ، روزگار، غذا اور شہری رسد
شریمتی شرد چندریکا پاٹل	تعلیم، ثقافتی اُمور، فنی تعلیم اور تربیت
شری شیواجی راؤ نیلانگیکر	قانون و عدلیہ، ڈیری ترقیات، علمِ بیطاری، کھیل کود، یوتھ ویلفیئر خصوصی امداد
ڈاکٹر وی۔ سبرامنیم	منصوبہ بندی بشمول ضمانت روزگار اسکیم، انرجی، ٹرانسپورٹ
شری نریندر تڑکے	صنعت اور لیجسلیٹیو افیرس

وزراء مملکت

شریمتی کملا تائی اجمیرا	:	صحت عامہ، خاندانی بہبود، سماجی بہبود
شری خان محمد اظہر حسین	:	لیجسلیٹو افیرس (اسمبلی)، پروٹوکول، کھیل کود، یوتھ ویلفیئر اور اوقاف
شری مدھوکر گھنشیام کیمتکر	:	قانون و عدلیہ، محنت، مالیات
ڈاکٹر شریکانت جیچکر	:	جنرل ایڈمنسٹریشن، داخلہ اور محصول
شری کیول چند کنہیا لال جین	:	منصوبہ بندی، نشہ بندی، ایکسائز، انرجی، لیجسلیٹو افیرس (کونسل)
شری اننت راؤ نارائین تھوپٹے	:	دیہی ترقیات، علم بیطاری، ڈیری ڈیولپمنٹ، باز آبادکاری
شری ترمبک گوپال راؤ دیشمکھ	:	غذا اور شہری رسد، رفاہِ عامہ، روزگار، اطلاعات و تعلقاتِ عامہ
شری ویلاس راؤ دیشمکھ	:	تعلیم، فنی تعلیم و تربیت، زراعت، جیل، خصوصی امداد
شری سیتا رام نارائین دیسائی	:	امداد باہمی، صنعت، سیاحت
شری بنواری لال بھگوان داس پروہت	:	شہری ترقیات، ہاؤسنگ اور سلم امپرومنٹ
شری مانک راؤ کیشو راؤ بھامبلے	:	آبپاشی، ٹرانسپورٹ، جنگلات، سماجی جنگل بانی، ثقافتی امور
شری روہندر راوت		ماہی گیری، باغبانی، کھار اراضی، بندرگاہ

نائب وزراء

شری اروند تلشی رام کامبلے	:	ٹرانسپورٹ، آبپاشی، دیہی ترقیات، صنعت
شری سُریندر چھتر پال بھوبار	:	ضمانت روزگار اسکیم، جنگلات اور سماجی جنگل بانی
شری شیواجی شیو رام جی موگھے	:	رفاہِ عامہ، قبائلی بہبود، لیجسلیٹو افیرس (اسمبلی)، خصوصی امداد، محصول اور باز آبادکاری
شری وجے سنگھ شنکر راؤ موہیتے پاٹل	:	زراعت، سیاحت، یوتھ ویلفیئر
شری لیلا دھر ویاس	:	شہری ترقیات، ہاؤسنگ اور سلم امپرومنٹ، قانونِ عدلیہ، محنت
شریمتی رجنی شنکر ساتو	:	صحت عامہ اور خاندانی بہبود، میڈیکل تعلیم اور ادویات، ثقافتی امور، سماجی بہبود
شری یشونت گنگا رام شریکر	:	امداد باہمی، پروٹوکول، علم بیطاری، ڈیری ڈیولپمنٹ

تعارف

ہمارے نئے وزراء، وزراء مملکت اور نائب وزراء

وزراء:

شریمتی شالینی تائی پاٹل

آپ ۸ر اگست ۱۹۳۳ء کو ضلع ستارا میں پیدا ہوئیں۔ بی اے کے بعد شیواجی یونیورسٹی سے قانون کا امتحان اول درجہ سے کامیاب کیا۔ وکالت کے پیشے کے علاوہ آپ گزشتہ ۲۵ سالوں سے امداد باہمی تعلیمی اور سماجی میدان میں سرگرم عمل ہیں۔

۱۹۵۷ء سے ۱۹۶۲ء تک آپ سانگلی ضلع لوکل بورڈ کی رکن تھیں۔ مہاراشٹر پردیش کانگریس کمیٹی کی خواتین کی تنظیم کی سربراہی کر چکی ہیں۔ ۱۹۷۵ء میں جیجاؤ فاؤنڈیشن کی بنیاد ڈالی اور دیہی باشندوں کے لیے کم فیس کے عوض طبی سہولیات کی فراہمی کا ایک وسیع منصوبہ عمل میں لانے کی کامیاب کوشش کی۔ مذکورہ ادارے کے تحت فی الحال سات اسپتال جاری ہو چکے ہیں۔ اور گیارہ مزید اسپتال مکمل ہونے کے قریب ہیں۔

خواتین کے لئے متعدد امداد باہمی اسکیمات آپ نے جاری کی ہیں۔ آپ لکشمی مہیلا بنک سانگلی، اندرا سہکاری بنک دادر، جنتا سہکاری بنک سانگلی ضلع سہکاری بنک کے انتظامیہ میں شامل ہیں۔

شری رام راؤ وامن راؤ آڈیک

آپ ماہ ستمبر ۱۹۲۷ء میں موضع کھاناپور، تعلقہ سری رام پور، ضلع احمد نگر میں پیدا ہوئے۔

اس گاؤں میں ایک بھی اسکول نہ تھا۔ لہٰذا آپ نے پاس ہی کے ننھیالی گاؤں میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۴۴ء میں ورناکیولر فائنل کا امتحان پاس کیا اور ضلع بھر میں اول رہے۔ ۱۹۴۷ء میں میٹرک کے امتحان میں امتیازی نمرات کے ساتھ درجہ اول حاصل کیا۔ ۱۹۵۱ء میں بمبئی یونیورسٹی سے ایل ایل بی امتحان پاس کیا۔ تعلیم کے پورے عرصہ میں سرکاری وظیفہ پایا۔ آپ نے ۱۹۵۱ء میں پریکٹس شروع کی۔ آپ ۱۹۵۴ء میں بمبئی میں اینٹی غنڈا فرنٹ کے بانی و صدر رہے۔

آپ کئی سال تک ویسٹرن انڈیا ایڈوکیٹس ایسوسی ایشن، ہائی کورٹ، بمبئی کے صدر رہے۔

گزشتہ بارہ سال سے مہاراشٹر اسٹیٹ لائرس ایسوسی ایشن کے صدر ہیں۔

مہاراشٹر کی بار کونسل کے ۱۹۶۳ء سے ۱۹۶۹ء تک اور پھر ۱۹۷۵ء سے ۱۹۷۷ء تک چیرمین رہے۔ آپ بار کونسل آف انڈیا کے بھی رکن رہے۔

آپ نے اکولہ اور پربھنی میں منعقدہ دوسری اور تیسری مہاراشٹر اسٹیٹ لائر کانفرنس کی صدارت کی۔

آپ سدھارتھ کالج آف لا بمبئی کے لکچرر رہیں۔ بمبئی یونیورسٹی کے ایل ایل بی امتحان کے پیپر سیٹر اور اگزامنر بھی رہ چکے ہیں۔

آپ ستیہ شودھک سماج مہاراشٹر کے صدر رہے۔ نیز احمد نگر ضلع فیڈریشن بمبئی کے بھی صدر رہے۔

آپ ۱۹۷۴ء سے ۱۹۷۸ء تک ریاست مہاراشٹر کے ایڈوکیٹ جنرل رہے۔ آپ حکومت مہاراشٹر کے اعزازی مشیر قانونی بھی رہ چکے ہیں۔

آپ لا کمیشن مہاراشٹر اسٹیٹ کے چیرمین تھے۔ نیز غریبوں کے لیے قانونی امداد اور صلاح بورڈ کے ڈپٹی چیرمین۔

آپ بمبئی اور ریاست مہاراشٹر کے دیگر مقامات میں کئی ثقافتی سماجی اور تعلیمی اداروں کے عہدے دار ہیں۔

آپ نے دو مرتبہ ہائی کورٹ کے جج کا عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

آپ بمبئی پردیش کانگریس کمیٹی کے صدر رہ چکے ہیں۔ آپ فیکلٹی آف لا بمبئی یونیورسٹی کے رکن رہے۔

آپ نے امریکہ اور کینیڈا وغیرہ کا دورہ کیا اور وہاں لکچر دیئے۔

آپ جنوری ۱۹۷۸ء ایڈوکیٹ جنرل کے عہدے سے مستعفی ہو گئے۔ اور کانگریس (اندرا) میں شامل ہو گئے۔

آپ ایم پی سی سی (آئی) کے نائب صدر اور ایم پی سی (آئی) کی مہم

کمیٹی کے چیرمین ہیں۔

آپ ۱۹۷۸ء میں وسنت دادا وزارت میں وزیر برائے آب پاشی، سماجی بہبود، قبائلی سدھار اور قانون و عدلیہ تھے۔

شری بابو راؤ کالے

آپ ۲۵ر اگست ۱۹۲۶ء کو جلگاؤں میں کھار چنا کے مقام پر پیدا ہوئے۔ سویا گاؤں میں تعلیم پائی۔ آپ ایک مجاہد آزادی ہیں۔ ۴۷-۱۹۴۶ء میں آپ مسلح کیمپ میں شامل ہوئے اور حیدرآباد کی آزادی کی جد و جہد کے سلسلے میں سویا گاؤں پولیس اسٹیشن پر حملے میں شامل تھے جس کے نتیجہ میں آپ کو جیل بھیجدیا گیا۔ لیکن وہاں سے بھی آپ فرار ہونے میں کامیاب ہوئے حیدرآباد کی آزادی کے بعد آپ تعلیمی سماجی اور مزدور تحریک میں حصہ لیتے رہے۔ ۱۹۴۸ء سے ۱۹۵۰ء تک آپ نے حیدرآباد امن کمیٹی کے چیرمین کی حیثیت سے فرائض انجام دیئے۔ ۱۹۵۸ء میں مراٹھواڑہ شکشن پرسارک منڈل کے رکن بنے۔ اجنتا ایجوکیشنل انسٹی ٹیوٹ، نہرو کالج اورنگ آباد کے آپ بانی ہیں۔ اسی کالج اور سویا گاؤں میں واقع آرٹس و کامرس کالج کے چیرمین بھی ہیں۔ امداد باہمی تحریک میں آپ کی خدمات قابل قدر ہیں۔ ۱۹۶۱ء میں آپ نے اورنگ آباد ڈسٹرکٹ کوآپریٹیو لینڈ ڈیولپمنٹ بنک کی بنیاد ڈالی اور ۱۹۶۱ء سے ۱۹۷۲ء تک صدر رہے۔ ۱۹۷۵ء میں ڈسٹرکٹ کوآپریٹیو یارن مل کے چیرمین مقرر ہوئے۔

آپ ایس ٹی ورکرس یونین (انٹک)، گورنمنٹ پریس یونین (انٹک) کے صدر اور ۲۰ نکاتی پروگرام کی مجلس عاملہ کے رکن ہیں۔ ۱۹۶۱ء میں ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی کے صدر تھے۔ ۱۹۶۲ء میں سلوڑ حلقے سے اور ۱۹۶۷ء میں کھلو کردن حلقہ سے اسمبلی کا چناؤ جیتا۔ ۱۹۷۱ء میں جالنہ سے لوک سبھا کے لیے منتخب ہوئے۔ فی الحال آپ مہاراشٹر پردیش کانگریس (آئی) کمیٹی کے صدر ہیں۔

وزرائے مملکت

شریمتی کملا تائی چھگن لال اجمیرا

شریمتی اجمیرا ۱۰ر فروری ۱۹۲۰ء کو ضلع جلگاؤں کے تعلقہ پالگھی (ارنڈول) میں پیدا ہوئیں۔ میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ مراٹھی، ہندی، گجراتی۔ اور مارواڑی زبانوں سے واقف ہیں۔ آپ ایک کاروباری خاتون ہیں اور کیمیکل تیار کرنیوالی ایک کمپنی میسرز لیوتی درسل اسٹار کیمیکل کمپنی کی دیکھ بھال کرتی ہیں۔

آپ سماجی، تعلیمی اور صنعتی میدان میں دھولے شہر اور ضلع کی سرگرم خاتون رہی ہیں۔ انڈین سہکاری بینک اور کچھیم خاندیش بھاگیتی سیوا منڈ دھولے کی بانی و چیرمین ہیں۔ آپ دیا رام بالک آشرم کی [illegible] ہیں۔ اسکے علاوہ دھولے میں واقع ہائر سکنڈری گرلس اسکول سوسائیٹی ٹریننگ کالج، سنبرانی ودیا مندر، نوتن کملا ودیالس ابھینو شیو نکلا مندر، اندرا گاندھی ونسائی کرنا وغیرہ جیسے اداروں سے وابستہ رہ چکی ہیں۔ آپ مہیلا ادیوگ سہکاری سنستھا وغیرہ جیسے اداروں کی کارکردگی میں حصہ لیتی رہی ہیں۔ سیاسی میدان میں بھی آپ نے اپنا مقام پایا ہے۔ آپ دھولے ڈسٹرکٹ کانگریس کی وائس چیرمین اور سیوا دل اور استری سنگھٹنا کی منتظم ہیں۔ ضلع دھولے کانگریس (آئی) کمیٹی کی پہلی چیرمین، اے آئی سی سی (آئی) کی ممبر، اسٹیٹ لیجسلیٹو کونسل کی ممبر رہ چکی ہیں آپ دھولے کے حلقۂ انتخاب نمبر ۸۹ سے ۱۹۶۲ء سے ۱۹۶۸ء اور پھر ۱۹۷۲ء سے ۱۹۷۸ء تک لیجسلیٹو اسمبلی کے لئے ۱۹۸۰ء میں دوبارہ منتخب ہوئی تھیں۔

شری خان محمد اظہر حسین

۲۰ر اکتوبر ۱۹۴۸ء کو آپ اکولہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اکولہ میں مکمل کی۔ امراوتی اور ناگپور میں کالج کی تعلیم پائی۔ ایم ایس سی (زوٹنی) کرنے کے بعد آپ شیواجی کالج اکولہ میں شامل ہوئے۔ آپ نہایت ہی ذہین طالب علم رہے اور تمام امتحانات اوّل درجہ میں پاس کئے۔

۱۹۷۴ء میں اکولہ میونسپل کونسل کے لیے منتخب ہوئے۔ فراہمی آب کمیٹی کے چیرمین مقرر ہوئے اور اس دوران کونسل کے تقطیر آب پلانٹ کو تکمیل تک پہنچایا۔ ریاستی حکومت کی جانب سے اسٹیٹ یوتھ ویلفیر بورڈ کے رکن مقرر ہوئے۔ اردو ہائی اسکول کی مجلس عاملہ کے نائب صدر بھی آپ رہ چکے ہیں۔

آپ ایک بہترین کھلاڑی بھی ہیں۔ آپ اکولہ ڈسٹرکٹ فٹ بال اینڈ اتھیلیٹک ایسوسی ایشن کے رکن ہیں۔ اکولہ حلقہ سے آپ ریاستی اسمبلی کے لیے ۱۹۷۸ء میں منتخب ہوئے اور پبلک ورکس اور ڈیری ترقیات کے محکمہ کے ریاستی وزیر بنائے گئے۔

شری کیول چند کنہیالال جین

ضلع جھانسی میں رانی پور کے مقام پر ۱۹ دسمبر ۱۹۲۶ء کو پیدا ہوئے۔ آپ نے میٹرک تک تعلیم حاصل کی ہے۔ آپ مراٹھی، ہندی انگریزی زبانوں سے بخوبی واقف ہیں۔ صحافت سے آپکو دلچسپی رہی ہے آپ نے کامیابی سے ہفت روزہ "جنتا" انکوش اور پربادی" کی ادارت کی ہے۔ مطالعہ اور پوتر مقامات کی یاترا آپ کے بہترین مشاغل ہیں۔ آپ مجاہد آزادی ہیں۔ ۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۵ء تک آزادی کی مختلف تحریکوں میں عملی حصہ لیتے رہے۔ ضلع بھنڈارا میں کئی ہائی اسکول اور کالج کے قیام میں آپ پیش پیش رہے۔ گوندیہ سکشن سنستھا (۱۹۶۳ تا ۱۹۶۲ء) کے عہدہ دار رہ چکے ہیں۔ ۱۹۴۵ء میں ٹریڈ یونین کے سرگرم رکن رہ چکے ہیں۔ ۱۹۴۹ء میں بیڑی ورکرس تحریک میں حصہ لینے کی پاداش میں چھ مہینہ جیل میں رہے۔ اس کے علاوہ آپ نے متعدد ٹریڈ یونین سرگرمیوں میں حصہ لیا ہے۔ آپ ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے تحت ۱۸ مہینوں سے بھی زیادہ کی قید بھگت چکے ہیں۔ آپ پردیش کانگریس کے ممبر اور تعلقہ کانگریس کمیٹی کے (۴۸ - ۱۹۴۵ء تک) سکریٹری رہ چکے ہیں۔ آپ (۵۴ - ۱۹۴۸) تک مدھیہ پردیش سوشلسٹ اور پرجا سوشلسٹ پارٹی کے سکریٹری (۱۹۷۱-۱۹۶۴ء) تک (۱۹۷۷- ۱۹۷۵ء) تک بھنڈارا ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی کے سکریٹری ۱۹۷۹ء ۱۹۷۷ء تک مہاراشٹر پردیش کانگریس کمیٹی کے جنرل سکریٹری رہ چکے ہیں آپ ۱۹۷۹ء میں مہاراشٹر پردیش کانگریس کمیٹی (آئی) کے سکریٹری مقرر ہوئے۔ آپ دسمبر ۱۹۸۰ء میں مہاراشٹر لیجسلیٹو کونسل کے لئے منتخب ہوئے۔

شری مدھوکر گھنشیام راؤ کیمتکر

شری مدھوکر ۱۰ اگست ۱۹۳۲ء کو پیدا ہوئے۔ بی اے ایل ایل بی تک تعلیم حاصل کی اور وکالت کا پیشہ اختیار کیا۔
آپ کو اسپورٹس سے بیحد دلچسپی ہے۔ آپ ۱۹۵۸ء سے مزدور تنازعات قانون سے متعلق کامیاب وکالت کرتے رہے ہیں۔
۱۹۵۲ء میں رام ٹیک میں راشٹریہ آدرش ودیالیہ کی بنیاد ڈالی۔ ۱۹۵۵ء سے ناگپور اور رام ٹیک میں آپ مزدور تحریکوں میں پیش پیش رہے۔
۱۹۵۹ء سے ۱۹۶۳ء تک رام ٹیک ہوسٹل کونسل کے کونسلر رہنے کے ساتھ ساتھ آپ کونسل کی ایجوکیشن کمیٹی کے چیئرمین تھے ۱۹۴۶ء سے انڈین نیشنل کانگریس اور کانگریس سیوا دل کے رکن ہیں۔

پروفیسر نریندر ماروت راؤ کامبلے

ضلع ستارا کے باؤپھان کے مقام پر ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو آپ کا جنم ہوا۔ پونے اور بمبئی میں تعلیم حاصل کی۔ بمبئی یونیورسٹی سے بی ایس سی، ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد ۱۹۵۶ء سے بمبئی ہائیکورٹ میں وکالت شروع کی۔ آپ سماج کے ایک پسماندہ طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ بعد میں آپ نے بدھ مذہب اختیار کر لیا۔ اسکول اور کالج کے زمانہ سے ہی آپ کی سماجی و بہبود کے کاموں سے لگاؤ رہا ہے۔ آپ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن کے ایک سرگرم رکن رہے ہیں۔ کالج پارلیمنٹ اور کابینہ کے بھی رکن رہے۔ اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کی بناء پر آپ ممتاز تعلیمی و سماجی اداروں کے ساتھ اعلیٰ حیثیت سے وابستہ رہے ہیں کچھ عرصہ تک آپ قانون کے پروفیسر رہے۔ اسکے علاوہ بمبئی اور مراٹھواڑہ یونیورسٹیوں میں قانون کے امتحانات کے نگراں تھے۔ ۱۹۷۱ء سے ۱۹۷۹ء تک بمبئی یونیورسٹی سینیٹ کے رکن تھے۔
آپ کو آنجہانی ڈاکٹر بی۔ آر امبیڈکر اور ان کی قائم کردہ پیپلز ایجوکیشن سوسائٹی کے سکریٹری ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔ پیپلز ایجوکیشن سوسائٹی کے زیر اہتمام آج کئی کالج اور تعلیمی ادارے قائم ہیں۔

سماجی اداروں میں آپ نے بمبئی میونسپل کارپوریشن کی مختلف کمیٹیوں، خصوصاً اسٹینڈنگ کمیٹی، بی ای ایس ٹی کمیٹی، ایجوکیشن کمیٹی، قانون محصول و عام مقاصد کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے فرائض انجام دیئے۔
سیاست میں آپ ایک سرگرم عمل رکن رہے ہیں۔ ۱۹۶۳ء سے ۱۹۶۹ء تک آپ بمبئی پردیش ریپبلکن پارٹی کے جنرل سکریٹری

اور صدر رہے۔ ۱۹۷۰ء میں بمبئی پردیش کانگریس کمیٹی کے رکن رہے اور ۷۷-۱۹۷۶ء تک کمیٹی کے نائب صدر رہے۔ کانگریس (آئی) میں شامل ہونے کے بعد ۱۹۷۸ء سے ۱۹۸۰ء تک آپ بمبئی ریجنل کانگریس کمیٹی (آئی) کے صدر مقرر ہوئے۔ آپ نے مورچے۔ سنگھرش۔ ستیہ گرہ اور جیل بھرو تحریکیں چلائی ہیں۔ اور کئی بار خود کو گرفتاری کے لئے پیش کیا۔ ۱۹۸۰ء میں آپ ایم پی سی سی کے پارلیمانی بورڈ کے رکن مقرر ہوئے۔ نیز کئی سالوں تک مہاراشٹر ہاؤسنگ بورڈ اور مشاورتی کونسل کی رکنیت میں شامل رہے۔

فی الوقت بھی آپ بمبئی اور مہاراشٹر کے کئی سماجی، تعلیمی اور ثقافتی اداروں سے وابستہ ہیں جن میں قابل ذکر اکھل بھارت انو سوچت جاتی پریشد (نائب صدر۔ اندو سیونگ ٹرسٹی)، اے آئی سی سی (۱۹۷۱ء سے رکن)، ایم، پی (راجیہ سبھا) ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۰ء میں دو مرتبہ چنے گئے)

ایگزیکیٹیو کمیٹی، کانگریس (آئی) پارٹی، پارلیمنٹ (۱۹۸۰ء سے رکن) ہیں علاوہ ازیں آپ پارلیمانی کمیٹیوں، مندرج جات / قبائل بہبود کمیٹی، آفس آف پرافٹ کمیٹی، دفاع، تعلیم و سماجی بہبود، پیٹرولیم اور کیمیکل سے متعلق مشاورتی کمیٹیاں اور چند ضمنی کمیٹیوں کے ساتھ بحیثیت رکن وابستہ رہے ہیں۔

آپ ایک اچھے مصنف بھی ہیں اور سماج کے کمزور طبقات کے مسائل پر آپکی تصنیفات اور مضامین شائع ہو چکے ہیں۔

نائب وزراء

شری اروند تلسی رام کامبلے

عثمان آباد ضلع کے احمد پور تعلقہ کے مقام چاکور میں ۲۸ فروری ۱۹۵۲ء کو آپ کا جنم ہوا۔ آپ نے بی اے تک تعلیم حاصل کی اور زراعت کا پیشہ اختیار کیا۔ مراٹھی، ہندی، اور انگریزی زبانوں سے آپ کو کما حقہ واقفیت ہے۔ اکنامکس آپ کا پسندیدہ مضمون ہے۔ اسکے علاوہ آپ مراٹھی اور ہندی کے افسانوی ادب کا بھی مطالعہ کرتے ہیں۔ آپ کرکٹ کے شیدائی ہیں۔

۱۹۷۲ء سے ۱۹۷۸ء تک ادگیر تعلقہ یوتھ کانگریس کمیٹی کے صدر کے عہدے پر فائز رہے۔ ۱۹۸۰ء کے انتخابات میں مہاراشٹر اسمبلی کے لئے چنے گئے۔

شری وجے سنگھ شنکر راؤ موہتے پاٹل

۱۲ جولائی ۱۹۴۴ء کو اکلوج ضلع سولاپور میں پیدا ہوئے دسویں جماعت تک تعلیم حاصل کی۔ آپ مراٹھی اور ہندی زبانوں پر عبور رکھتے ہیں۔ اسپورٹس میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ آپ زراعت پیشہ ہیں لیکن سماجی خدمات سے آپ کو خاص لگاؤ رہا ہے۔ آپ اکلوج دودھ کریا کری سیوا سہکاری سوسائٹی یشونت سہکاری ساکھر کارخانہ کرشی اتپن بازار کمیٹی کے چیئرمین اور ضلع شولاپور سنٹرل کوآپریٹیو بنک اور شتکری سہکاری بنک، اکلوج کے ڈائرکٹر ہیں۔ آپ آنجہانی شری شنکر راؤ موہتے پاٹل سہکاری سوت گرنی کے پرموٹر ہیں۔ آپ مہاراشٹر راجیہ سہکاری ساکھر کارخانہ سنگھ کے اور راشٹریہ سہکاری ساکھر کارخانہ سنگھ کے ۱۹۷۹ء سے ڈائرکٹر ہیں۔ آپ اکلوج گرام پنچایت کے ۱۹۶۹ء سے ۱۹۷۲ء تک سرپنچ رہ چکے ہیں۔ ۱۹۷۲ء سے ۱۹۷۹ء تک سولاپور ضلع پریشد کے صدر رہ چکے ہیں ۱۹۸۰ء میں آپ ریاستی اسمبلی کیلئے منتخب ہوئے۔ ★

ضروری گذارش۔ رقم روانہ کرنیوالے حضرات سے:

منی آرڈر کوپن پر اپنا نام، پتہ اور پنکوڈ نمبر ضرور تحریر فرمایئے۔ عموماً منی آرڈر کوپن پر لوگ اپنا نام و پتہ نہیں لکھتے جس کی وجہ سے شکایتی خطوط آنے پر کافی چھان بین کے بعد پرچہ جاری کرنا ممکن ہوتا ہے۔ اگر کوپن پر نام و پتہ تحریر ہو تو 'قومی راج' فوراً جاری کر دیا جاتا ہے۔ (ادارہ)

تعارف

وزراء



شری رام راؤ وامن راؤ اڈک



شریمتی شالینی تائی پاٹل



شری بابو راؤ کالے

*

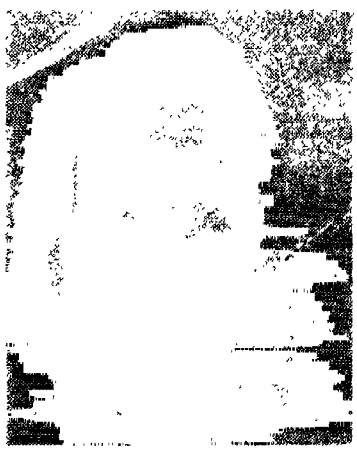
*

*

شری نریندر تِڑکے

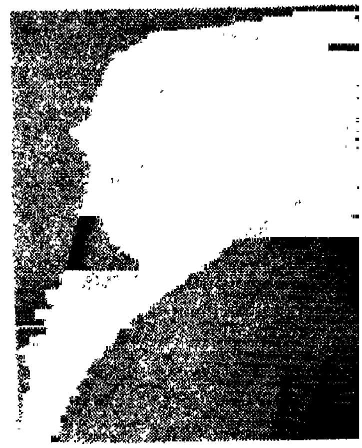


شریمتی پرتیبھا دیوی سنگھ پاٹل



شری شانتا رام گھولپ





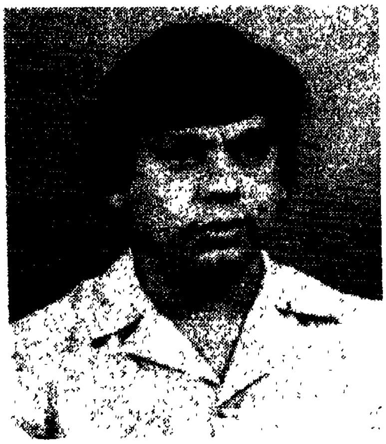
*

وزرائے مملکت

*

شریمتی کملاتائی بھگن لال اجمیرا

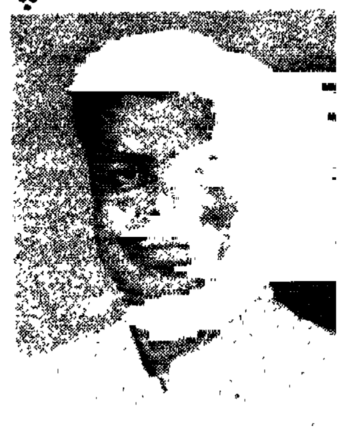
شری خان محمد اظہر حسین



ری اننت راؤ نارائین تھوپٹے

شری کیول چند کنہیا لال جین

شری مدھوکر گھنشیام کیمتکر



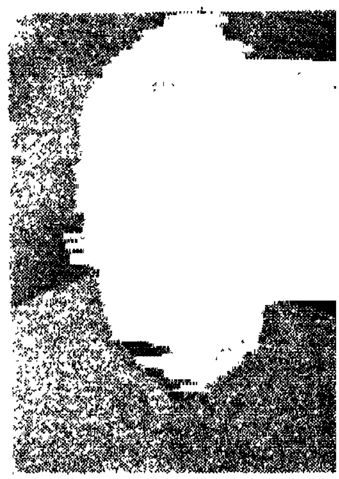




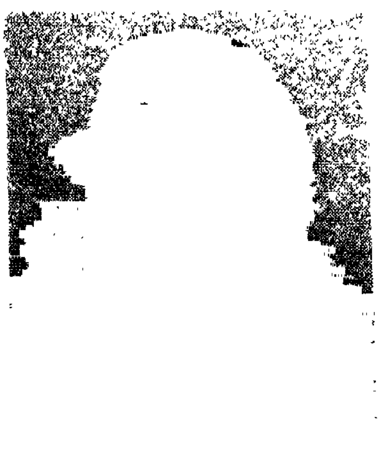
نری ترمبک گوپال راؤ دیشمکھ

شری بنواری لال بھگوان داس پروہت

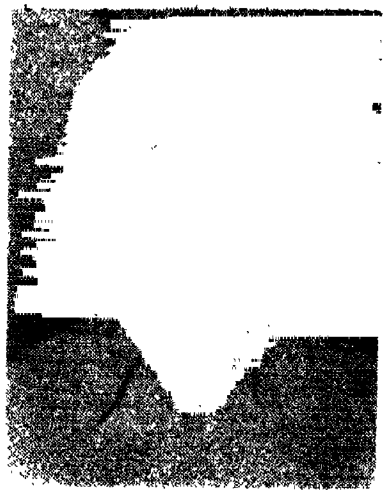
پروفیسر نریندر ماروت راؤ کامبلے



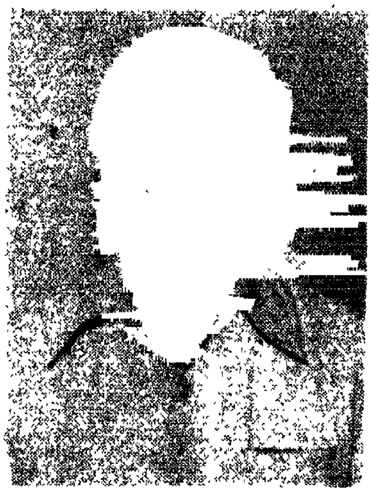




نائب وزراء



شری سُریندر چھتر پال بھوئیر



شری اروند تلشی رام کامبلے



شری وِجے سنگھ شنکر راؤ موہیتے پاٹ

وزراء کے ذمّہ اضلاع کی تقسیم

حکومت مہاراشٹر نے بہبودی پروگراموں کے نفاذ کے مقصد سے وزراء میں مندرجہ ذیل اضلاع تقسیم کئے ہیں :

وزراء : پروفیسر ایس۔ ایم۔ آئی۔ آئیر۔ عثمان آباد • شری رام راؤ آدِک۔ ناگپور • شری بابو راؤ کالے۔ پربھنی اور ناندیڑ • پروفیسر نریندر کامبلے۔ پونے، بمبئی، شمالی لوک سبھا کا حلقہ اور شمالی و مشرقی بمبئی • شری بھگونت راؤ گائیکواڑ۔ لاتور • شری شانتا رام گھولپ۔ سانگلی • شری نریندر ترٹکے۔ احمد نگر • شری سروپ سنگھ نائیک۔ ناشک • شریمتی پرتیبھا پاٹل۔ تھانے • شریمتی شرد چندریکا پاٹل۔ اورنگ آباد • شریمتی شالینی تائی پاٹل۔ کولہاپور • شری شیواجی راؤ پاٹل (نیلانگیکر) جالنہ اور دھولے • ڈاکٹر وی۔ سبرامنیم۔ وردھا اور جنوبی بمبئی کا لوک سبھا حلقہ، جنوبی سینٹرل بمبئی اور شمالی مغربی بمبئی • ڈاکٹر بلی رام ہیرے۔ جلگاؤں۔

وزراء مملکت : شریمتی کملا تائی اجمیرا۔ بیڑ • شری مدھوکر کیچنکر۔ بلڈانہ • شری خان ایم۔ اظہر حسین۔ بھنڈارہ • ڈاکٹر شریکانت جیچکر۔ امراوتی • شری کیول چند جین۔ ایوت محل • شری اننت راؤ تھو[…]۔ سندھودرگ • شری ٹی۔ جی۔ دیشمکھ۔ چندرپو[ر] • شری ولاس راؤ دیشمکھ۔ رائے گڈھ • شری ایس این۔ دیسائی۔ ستارا • شری بنواری لال پروہت۔ اکو[لہ] • شری مانک راؤ بھامبلے۔ سولاپور • شری رویندر را[…]۔ رتناگیری۔

نائب وزراء : شری شیواجی راؤ موگھے۔ گڈچرولی او[ر] شری لیلا دھر دیاس۔ بمبئی عظمیٰ سے نارتھ۔ سینٹرل لوک سبھا کا حلقہ۔

مہاراشٹر کی نئی کابینہ

چند خصوصیات

- شری این. ایم. تیڑکے۔ وہ واحد وزیر ہیں جنھیں پی. ڈی. ایف حکومت کے سوائے مہاراشٹر کی ہر کابینہ میں شامل رہنے کا اعزاز حاصل ہے۔

*

- شریمتی کملاتائی اجمیرا، شالینی تائی پاٹل اور پرتبھا پاٹل کی کابینہ میں شمولیت سے کابینہ میں خاتون وزراء کی تعداد پانچ ہوگئی ہے جو اب تک سب سے زیادہ ہے۔

*

- نئی وزارت میں جلگاؤں کے دو نمائندے شامل ہیں اور دونوں خاتون وزراء ہیں۔

*

- پہلی مرتبہ کابینہ درجہ پر تین خاتون وزراء کو شامل کیا گیا ہے

*

- نئے وزراء میں سات اس سے قبل پیشۂ وکالت سے وابستہ تھے۔

*

- پروفیسر ناموشی کے بعد پی. سی. سی. کے دوسرے صدر شری این. ایم. کامبلے کابینہ میں شامل کئے گئے ہیں۔

*

- جلگاؤں کے علاوہ دھولیے کے بھی دو ایم. ایل. اے، وزارت میں لئے گئے۔

*

- ۱۸ نئے وزراء میں سے ۷ ودربھ علاقے کے، دو مراٹھواڑہ کے اور ۵ لیجسلیٹیو کونسل کے نمائندے ہیں۔

*

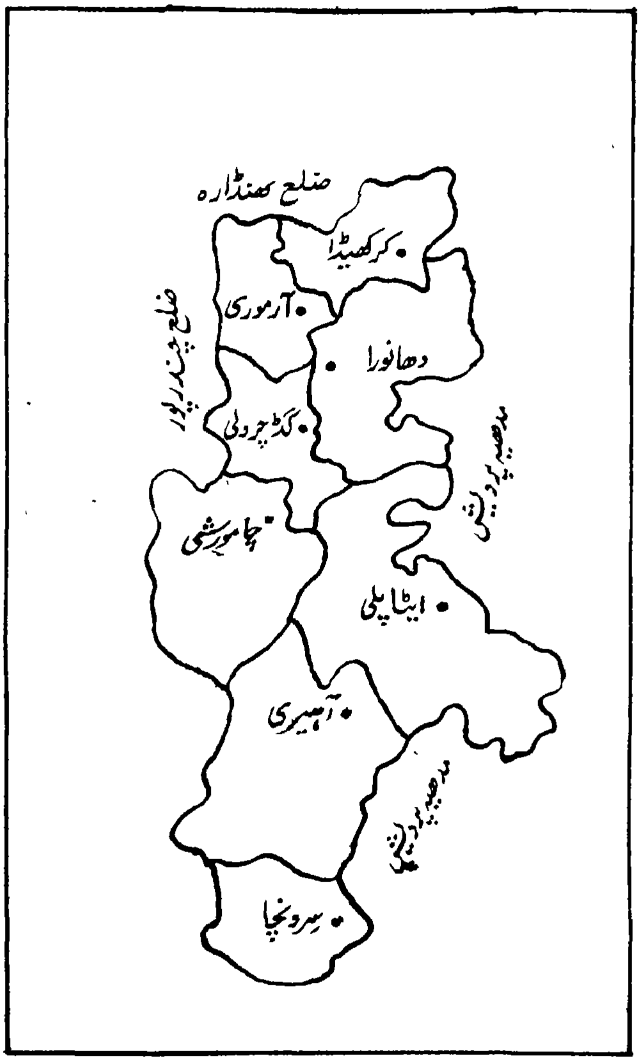
- شری ٹی۔ جی۔ دیشمکھ اور شری کیولچند جین ایک مختصر عرصے کے لئے صحافی رہ چکے ہیں۔ شری بنواری لال پروہت فی الوقت ایک روزنامہ کے مدیر ہیں۔

*

مہاراشٹر کا ۳۰-واں ضلع - گڈچرولی

*اوِیناش سوناونے
ضلع اطلاعات افسر- چندرپور

مہاراشٹر کا ۳۰-واں ضلع گڈچرولی، ناگپور ڈویژن کے چندرپور ضلع کو دو حصّوں میں تقسیم کرکے ۲۶ اگست ۱۹۸۲ء سے تشکیل دیا گیا ہے۔ گڈچرولی کی تشکیل کا اعلان اس سے قبل ریاستی مجلس قانون ساز میں وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے کیا تھا۔ فی الحال ۳۰ اپریل ۱۹۸۳ء تک گڈچرولی کے صدر دفاتر چندرپور ہی میں برقرار رہیں گے آئندہ سال یکم مئی "یوم مہاراشٹر" کے بعد سے اس نئے ضلع کے نئے صدر دفاتر جاری ہوجائینگے



گڈچرولی کا علاقہ شاندار تاریخی روایات کا حامل ہے۔ ابتدا میں یہ راشٹرکوٹ خاندان کے حکمرانوں کی قلمرو میں شامل تھا۔ مشہور مرکندیا 'مندر' اسی زمانے کی یادگار ہے۔ راشٹریہ کوٹ حکمرانوں کے بعد یہ علاقہ یکے بعد دیگرے کلیانی کے چالوکیہ، دھر کے 'پرمار' اور دیوگری کے 'یادو' حکمرانوں کی سلطنت میں شمار ہوتا رہا۔ اس علاقے میں متعدد مندروں کے ڈیزائن دیوگری کے وزیر ہیمادری نے بنائے ہیں۔ یہاں یادو عہد کی طرزِ تعمیر کے بھی نمونے پائے جاتے ہیں، جو اجنتا اور ایلورا کے فن پاروں سے کافی مماثلت رکھتے ہیں۔

۱۳۴۰ ق م میں یادو خاندان کے زوال کے بعد بھیم بالا سنگھ نے شیرپور میں اپنی خودمختار گونڈ حکومت کی بنیاد رکھی۔ بعد میں کھانڈکیہ بلّال شاہ کے عہد میں دارالسلطنت شیرپور سے چندرپور کے قریب بلّارشاہ منتقل کیا گیا۔ بلّال شاہ کے بعد "پورم" تخت نشین ہوا۔ لیکن اس کی بڑھتی ہوئی طاقت کو حاسدوں نے پسند نہیں کیا اور جنگ کے دوران ایک سازش کے تحت اُسے موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔ 'پورم' کے بعد اس کے سردار 'ہرچند' نے ویراگڈھ، ٹیپاگڈھ اور دیگر علاقوں کو اپنی سلطنت میں شامل کرلیا۔

ہرچند کے دور میں ویراگڈھ کی پہاڑی پر مہابلیشور مندر اور آرموری

تالاب کے کنارے شیوالیہ مندر تعمیر کئے گئے۔ گونڈ حکومت ۱۷۵۰ء تک قائم رہی۔ ۱۷۵۱ء میں ناگپور کے حکمراں راگھوجی بھونسلے نے آخری گونڈ حکمراں نیلکنٹھ شاہ کو شکست دی اور بشمول چندرپور گونڈ سلطنت کے تمام علاقوں پر قبضہ کر لیا۔

تقریباً ایک صدی بعد ۱۸۵۳ء میں یہ پورا علاقہ انگریزوں کے قبضہ میں چلا گیا۔ ۱۸۵۷ء میں اس علاقے کے زمینداروں نے انگریزوں کے خلاف عوام کے دوش بدوش جنگ آزادی لڑی۔

۱۸۹۵ء میں انگریزوں نے گڈچرولی تحصیل قائم کی، ۱۹۰۷ء میں گڈچرولی تحصیل کا ایک حصہ درگ تحصیل میں ضم کیا گیا، اسی کے ساتھ گوداوری کے جنوب میں واقع سرونچا تحصیل کو مدراس صوبہ میں شامل کیا گیا۔ ۱۹۵۶ء میں لسانی بنیاد پر ریاستوں کی از سرِ نو تنظیم کے وقت چندرپور ضلع اپنے اصل رقبہ کے ساتھ اس وقت کی دولسانی ریاست بمبئی میں شامل ہو گیا۔ یکم مئی ۱۹۶۰ء میں مہاراشٹر کی تشکیل کے بعد چندرپور ضلع ریاست کے جنوب مشرقی سرے پر مہاراشٹر کا آخری ضلع تھا۔ اب نیا تشکیل شدہ گڈچرولی ضلع، مہاراشٹر کا انتہائی سرحدی ضلع ہے۔

تقسیم سے قبل چندرپور ضلع :

تقسیم سے قبل چندرپور ضلع رقبہ کے لحاظ سے مہاراشٹر کا سب سے بڑا اور ملک کا دوسرا بڑا ضلع تھا۔ ۲۸,۱۲۶ مربع کلومیٹر، ۲,۶۴۰ چھوٹے شہر اور بڑے شہروں پر مشتمل اس ضلع کی آبادی ۲۰,۵۴,۲۸۶ تھی۔ ایک اندازہ کے مطابق چندرپور کا رقبہ ناگپور (۹,۹۲۸ مربع کلومیٹر)، بھنڈارہ (۹,۲۱۴ مربع کلومیٹر) اور ناگپور ڈیویژن میں وردھا (۶,۳۰۷ مربع کلومیٹر) اضلاع کے مجموعی رقبے سے بھی زیادہ تھا۔

گڈچرولی ضلع :

نیا تشکیل شدہ گڈچرولی ضلع ۱۵,۴۳۴ مربع کلومیٹر رقبہ پر پھیلا ہوا ہے جس میں ۱,۶۶۱ چھوٹے شہر اور میونسپل کونسل کے تحت ایک بڑا شہر وڈسا دیسائی گنج شامل ہے۔ ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق گڈچرولی کی آبادی ۶,۳۶,۶۵۱ ہے۔ اس میں ۳,۲۱,۳۱۷ مرد اور ۳,۱۵,۳۱۴ عورتیں ہیں۔ ضلع کی آبادی میں مندرج جاتیوں اور قبائلیوں کی تعداد بالترتیب ۲,۵۴,۲۸۲ اور ۶۰,۷۸۰ ہے۔ یہاں ۱,۲۰,۹۴۸ خاندان ۱,۰۹,۱۱۲ مکانات میں رہتے ہیں۔ یہاں ۲۲ فیصد آبادی یعنی ۱,۵۵,۹۲۱ افراد تعلیمیافتہ ہیں۔ عورتوں میں خواندگی کی تعداد ۱۲ فیصد ہے۔ ضلع میں کُل ۲,۸۸,۳۴۴ افراد برسرِ روزگار ہیں جن میں سے ۱,۳۹,۱۰۷ کاشتکار، ۱,۸۵۶,۷ زرعی مزدور، ۵,۹۶۶ گھریلو ملازمین اور ۳۴,۳۸۳ دیگر ملازمت پیشہ افراد ہیں۔

چندرپور ضلع کے ۸ تعلقوں میں سے کُرکھیڑا، آرموری، دھانورا گڈچرولی، چاموشی، اہیری، اہیری اور سرونچا، آٹھ تعلقے نئے گڈچرولی ضلع میں شامل کئے گئے ہیں۔

محلِ وقوع :

گڈچرولی ضلع کے شمال میں بھنڈارہ ضلع، مشرق میں راج نند گاؤں اور مدھیہ پردیش کا بستار ضلع، جنوب میں آندھرا پردیش کے کریم نگر اور آصف آباد اضلاع اور مغرب میں چندرپور ضلع ہے اہیری، بھامرگڈھ، شری گونڈا، ٹیپاگڈھ، پلاس گڈھ اور سُرج گڈھ خاص پہاڑوں میں شمار ہوتے ہیں۔ سب سے اونچا پہاڑ گولگھاٹی ہے جس کی چوٹی ۷۷۰ میٹر ہے۔ اندراوتی، دینا، گدھولی، کھوبراگڈ کنتھن، پوہار، نبرا، کوتری اور ماندیا ندیاں یہاں بہتی ہیں۔ وین گنگا ندی اس ضلع کی مغربی سرحد پر واقع ہے جبکہ گوداوری جنوبی سرحد پر اور مشرقی سرحد پر اندراوتی بہتی ہے۔

پیداوار :

وین گنگا اور گوداوری اس ضلع کے دامن میں ہونے کی وجہ سے یہاں کی زمین کافی زرخیز ہے۔ خاص فصلوں میں دھان، گیہوں، چنا، جوار اور تمباکو کی افراط سے پیداوار ہوتی ہے۔ ضلع کا دو تہائی حصہ (۱۰,۰۷۷ مربع کلومیٹر) جنگلاتی ہے۔

آب وہوا :

یہاں موسمِ گرما میں شدت کی گرمی پڑتی ہے۔ موسمی ہواؤں سے یہاں بکثرت بارش بھی ہوتی ہے۔ دسمبر سے فروری تک یہاں موسم سرد رہتا ہے۔ گرمی میں درجۂ حرارت ۱۱۹ ڈگری فارن ہیٹ تک پہنچ جاتا ہے۔ اوسطاً بارش ۱,۴۲۰ ملی میٹر ہوتی ہے۔

اس ضلع میں ۶۷ گرام پنچائتیں، ۱۱۱ پوسٹ آفس، ۴۲ ہسپتال اور ۳۱ مویشی دواخانے ہیں۔ ۳۱۰ امداد باہمی ادارے اور ۳۶۱ راشن دوکانیں ہیں۔ راشن کارڈ حاصل کردہ افراد کی تعداد

۱۳۹،۳۷،۱ ہے۔ ضلع میں کل ۱۰۸ پرائمری اور ۳۳ سکنڈری اسکول ہیں، جن میں زیرِ تعلیم طلبہ کی تعداد بالترتیب ۹۳۸،۶۵ اور ۹۷۳،۱۲ ہے۔ یہاں صرف ایک کالج ہے جس میں ۲۵۲ طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

ضلع کے ۷۷۰۰،۱۰ مربع کلومیٹر حصے پر جنگلات آباد ہیں۔ ۲۰۳۷ مربع کلومیٹر اراضی پر کاشت کی جاتی ہے۔ ضلع میں کل ۲۳۳،۰۷،۱ کھاتے دار اور ۸۵۳،۱۹ بے زمین زرعی مزدور ہیں۔ ضلع میں کل ۳۴۵،۲ آبپاشی کنویں ہیں۔

بڑی تعداد میں جنگلاتی خطے اور سرسبز و شاداب وادیوں کی وجہ سے ضلع مویشیوں کی دولت سے مالامال ہے۔ مویشیوں کی کل تعداد ۱۹۰،۴۳،۴۲ ہے، جن میں سے ۴۳۹۹۲۰ گائے اور بیل، ۵۱۳۰۱ بھینس، ۱۱۴۶۷ بھیڑیں، ۱،۲۹،۳۰۸ بکریاں، اور ۱۲،۹۷۴ دیگر مویشی ہیں۔ اس کے علاوہ ۴۶۴۴۴ مرغ پائے جاتے ہیں۔

ضلع میں ۱۶۲۸ چھوٹے اور بڑے تالاب ہیں، ان میں ۲۳ محکمۂ آبپاشی اور ۱۶۰۵ ضلع پریشد کی مملکت ہیں جو ماہی گیری کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ ۴۳،۲۱۵،۴ ہیکٹر اراضی پر واقع ان تالابوں میں مچھلیوں کی افزائش نسل ۳۲ ماہی گیر امداد باہمی انجمنوں کی مدد سے کی جاتی ہے۔ جن کے ممبران کی تعداد ۳۹۳۹ ہے۔ سال ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران ۲۱۷۷۵ لاکھ مچھلیوں کی افزائشِ نسل کا نشانہ پورا کیا گیا ہے۔

ادیباسی آبادی:

گڈچرولی کی ½ فیصد آبادی ادیباسیوں کی ہے۔ یہ ادیباسی گونڈ، راج گونڈ، پردھان، کاورہ گونڈ، گونڈواری ماڈیا وغیرہ طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں ان میں سے ماڈیا طبقہ سب سے زیادہ پست ماندہ ہے ماڈیا طبقہ اپنی سکونت کے اعتبار سے مختلف ناموں سے جانا جاتا ہے۔ پہاڑوں پر بودوباش اختیار کرنے والوں کو بڑا ماڈیا کہا جاتا ہے۔

یہ بھام راگڈھ کے مشرق میں واقع کوا کوڈی پہاڑیوں میں بستے ہیں اور بارش سے قبل جنگلوں کو صاف کر کے اس میں کوٹری اناج کی کاشت کرتے ہیں جو باجرہ سے ملتی جلتی ہے۔ ماڈیا اسے چاول کی طرح پکا کر کھاتے ہیں۔ میدانی علاقوں میں بسنے والوں کو چھوٹا ماڈیا کہتے ہیں۔

ماڈیا جوان کسرتی بدن رکھتے ہیں۔ اُن کا لباس نہایت ہی مختصر ہوتا ہے جو قمیض، بنڈی کرتا اور لنگی پر مشتمل ہوتا ہے۔ ماڈیا عورتیں چولی کے بغیر رہتی ہیں صرف ایک سفید کپڑا کمر سے لے کر ٹخنوں تک لپیٹ لیتی ہیں۔ انھیں زیورات پہننے کا بہت شوق ہے جو کہ سستی دھاتوں مثلاً کانسہ، گلٹ، گنج سے تیار کئے جاتے ہیں۔

ریلا نامی ناچ ماڈیا طبقہ کا مشہور ناچ ہے۔ یہ ناچ اُن کی زندگی کا لازمی جزو بن کر رہ گیا ہے اور تمام موقعوں پر ریلا گیت گائے جاتے ہیں۔ اس ناچ کے ذریعہ وہ سماجی اور مذہبی رشتوں میں جڑے ہوئے ہیں۔ یہاں شادی کے وقت لازمی طور سے دولہا، دلہن کو جہیز دیتا ہے یہ ایک طرح سے دولہے کے والدین کی مالی امداد ہوتی ہے۔ شادی کی رسم دلہن کے گھر پر ادا کی جاتی ہے۔ شادی سے قبل دلہن اپنے تمام رشتہ داروں کے گھر جاکر تحائف وصول کرتی ہے۔

ماڈیا افراد بڑے توہم پرست ہیں اور جادو ٹونے میں یقین رکھتے ہیں۔ دنتواڑا کی دنتیشوری دیوی ان کی طاقت کی دیوی ہے۔

تعلیمی طور پر بہت پچھڑے ہوئے ہونے کی وجہ سے وہ اپنے پرانے رسم و رواج کو نہیں چھوڑ پا رہے ہیں۔ جنگل اور پہاڑوں پر بسنے کی وجہ سے انھیں آمد و رفت کی سہولتیں حاصل نہیں ہیں۔ اس لئے شہری علاقوں سے اُن کا رشتہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ ان ہی وجوہات کی بناء پر اُن کی ضعیف الاعتقادی میں کوئی فرق نہیں آیا ہے۔ تہواروں میں سب سے زیادہ "ہولی" یہاں بڑے پیمانے پر منائی جاتی ہے۔

کوسہ ریشم:

کوسہ ریشم اس ضلع کی خاص صنعت ہے، جو ۴۰۰۰ خاندانوں کا ذریعۂ معاش ہے۔ ضلع کے گھنے ڈاٹ جنگلات میں انجن درخت خاص طور سے ریشمی کیڑوں کی پرورش کے لئے مناسب ہوتے ہیں۔ ہر سال جولائی سے دسمبر تک کوسہ ریشم کا موسم رہتا ہے۔ گڈچرولی کا ڈھیور (بھوئی) طبقہ کوسہ ریشم کی پیداوار میں پیش پیش ہے۔ مارکیٹ میں اس ریشم کی کافی مانگ ہے۔ کوسہ ریشم کی پیداوار کے لئے گڈچرولی ڈسٹرکٹ مارکیٹ ڈیویژن نے ۱۵۰ ہیکٹر اراضی مختص کی ہے۔ اب تک اس علاقے میں ۱۰ لاکھ انجن درختوں کی شجرکاری کی گئی ہے۔

ضلع کی چموشی تحصیل میں وین گنگا ندی کے بائیں کنارے مرکنڈا

(باقی صفحہ 19 پر)

اکبر الہ آبادی اور نئی تہذیب

* پروفیسر سیدہ فہمیدہ پروین
۵۱۲-۶-۱، نظام کالونی
ناندیڑ - ۴۳۱۶۰۲ (مہاراشٹر)

اسکر وائیلڈ کہتا ہے " اگر کسی سے سچی بات کھلوانا ہو تو اسے ایک نقاب دیدو " - ظرافت ایسی ہی ایک نقاب ہے۔ فرائیڈ نے ظرافت کی تعریف یوں کی ہے۔

" SENSE IN NON SENSE " یعنی " بے تکی بات میں تک کی بات " - اس خیال کے مطابق دلی جذبات کا اظہار کرنا آسان نہیں ہے۔ ظرافت ہنسی ہنسی میں تنقید کرتی ہے سنجیدگی کے بجائے ظرافت میں چھپے ہوئے طنز کے زہریلے تیر برساتی ہے۔

" میرڈتھ (Meredith) کا قول ہے کہ کسی ملک کے متمدن ہونے کی سب سے عمدہ کسوٹی یہ ہے کہ آیا وہاں ظرافت کا تصور اور کامیڈی (طربیہ) پھلتے پھولتے ہیں یا نہیں اور سچے طربیہ کی پرکھ اس نے یہ بنائی ہے کہ وہ ہنسائے مگر ہنسی کے ساتھ ساتھ فکر کو بھی بیدار کرے " یہ اردو ادب کی خوش قسمتی ہی ہے کہ اس ظرافت کا سرمایہ وافر ہے۔ سودا کی ہجویات نظیر کے چٹکلے۔ غالب کی پھلجھڑیاں۔ فرحت اللہ بیگ۔ رشید احمد صدیقی اور پطرس کے مضامین میں ہمیں اعلیٰ ظرافت کے نمونے ملتے ہیں۔ لیکن اکبر کی ظرافت کا مطالعہ اس لحاظ سے اہمیت رکھتا ہے کہ اس میں اس وقت کا تہذیبی رنگ پایا جاتا ہے جو اپنے زمانے کے بدلتے ہوئے رنگ کا آئینہ دار ہے اس کو واضح کرنے کے لئے ہمیں ان کے زمانے کے پس منظر کو ظاہر کرنا ضروری ہوگا۔

یہ انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کی ابتداء کا زمانہ تھا۔ اس زمانے میں ہمیں تین بڑی زوردار آوازیں سنائی دیتی ہیں۔

پہلی آواز نے ماضی کے مرثیے کہے دوسری نے حال کے حالات سنائے اور تیسری نے مستقبل کو آواز دی اور ایک ادبی مثلث کی بنیاد پڑی جو آسمانِ ادب پر اکبر۔ حالی۔ اور اقبال کے نام سے نمودار ہوئے۔

اس کو اکبر کی بدقسمتی ہی کہنا چاہیئے کہ انھیں کوئی نہ سمجھ سکا۔ کوئی انھیں جدید شاعروں کے پیش روؤں میں شمار کرتا ہے، تو کوئی انھیں نرا ملاّ اور رجعت پسند بتاتا ہے۔ اور یہ سب شاید ان کے ظرافت سے پُر کلام کا اثر ہے۔ جس کے چٹخارے تو سب نے لئے اور شاید چبھن بھی محسوس کی ہو لیکن ان کے پیغام کی طرف کسی نے توجہ نہ کی۔

اکبر مرحوم الہ آباد کے مذہبی اور وضعدار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ دور تھا جب انگریزوں کی گرفت ہندوستان پر مضبوط ہو رہی تھی۔ مغربی اقدار شدت سے بڑھ رہا تھا۔ زندگی میں نئی قدریں راہ پا رہی تھیں۔ نظر کے زاویئے بدل رہے تھے۔ انقلاب کی آندھی ہماری صدیوں پرانی تہذیب کو جڑ سے اکھاڑنے کے درپے تھی۔

۱۸۵۷ء کے بعد جو زوال رمزد ملال ہندوستانیوں پر چھایا ہوا تھا اور خاص طور پر مسلمانوں پر جو مایوسی طاری تھی اس کو کسی حد تک دور کرنے میں سرسید کی تحریک کے زیر اثر جو مغربی تعلیم و مغربی تہذیب کی کورانہ تقلید عام ہوگئی تھی۔ کلکٹری اور کلرکی کو بڑی فخر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ مغرب کا دیوتا ہماری روح کو غلام کر دینا چاہتا تھا۔ جس کے پاس حکمراں طاقت کے علاوہ مشینی قوت بھی تھی اور دل بہلانے کے سامان بھی تھے۔ اکبر نہ سیاستداں تھے نہ سائنسداں تھے وہ تو ایک شاعر تھے جو خاص فطرت اور دیدۂ بینائے قوم ہوتا ہے وہ قوم کے سچے خیر خواہ تھے اور ظرافت کا مادہ ان کی فطرت میں ودیعت تھا۔ ایک سچا خیر خواہ قوم کی بربادی کو کیسے دیکھ سکتا ہے تو بھلا اکبر کیسے برداشت کرتے کہ ان کی برباد شدہ قوم جس کے پاس لے دیکے اپنی تہذیب و تمدن کے سوائے کچھ نہیں بچا وہ بھی مٹا دے اور اپنے آپ کو ان میں ضم کر دے تاکہ اس کا نام و نشان تک مٹ جائے۔ انھوں نے اپنے دشمنوں سے بچنے اور اپنے نوجوانوں کو بچانے کے لئے ایک نیا طریقہ اپنایا یعنی اس تہذیب کا مذاق اڑانا اور نوجوانوں کو مغربی تہذیب سے نفرت دلانا۔ اس کے لئے انھوں نے بہت سارے طنز کے زہریلے تیر اپنے ترکش میں جمع کر لئے۔ اپنی ہر ممکن کوشش اس جدوجہد کے لئے شروع کر دی اور آج بھی انکے یہ تیر ہمارے نوجوان نسل پر پھبتی کا کام دیتے ہیں۔ انکے بہت سے اشعار آج بھی زبان زد ہیں۔ جب وہ بچوں کو بے راہ دیکھتے ہیں تو کس مزے سے کہہ اٹھتے ہیں ؎

طفل میں بو آئے کیونکر ماں باپ کے اطوار کی
دودھ جو ہے ڈبہ کا اور تعلیم ہے سرکار کی

یا یہ شعر ؎

ہوئے اس قدر مہذب کبھی گھر کا منہ نہ دیکھا
کٹی عمر ہوٹلوں میں مرے اسپتال جا کر

اکبر کو عام طور پر ظریف کہا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ حقیقت کی تلخی کو ظرافت کے تہہ میں گھول کر نسخہ تیار کرتے ہیں۔ پہلی مرتبہ پڑھ کر آپ ہنسیں گے مگر دوسری بار پڑھ کر آپ ضرور چونک اٹھیں گے۔ کہتے ہیں۔

سید اٹھے جو گزٹ لیکے تو لاکھوں لائے
شیخ قرآن دکھاتے پھرے پیسا نہ ملا

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

وضع مغربی پر ان کی یہ پھبتی دیکھئے۔ ؎

بہت شوق انگریز بننے کا ہے۔ تو چہرے پہ پہلے گلٹ کیجئے

ان کے نزدیک رگوں میں یورپین خون نہ ہونے پر اس کی نقالی کرنا گویا ایکٹنگ کرنا ہے۔ جس کی سینما میں تو گنجائش ہو سکتی ہے لیکن زندگی میں نہیں کہتے ہیں ؎

ہر چند کہ کوٹ بھی ہے پتلون بھی ہے
بنگلہ بھی ہے پاٹ بھی ہے صابون بھی ہے
لیکن یہ میں تجھ سے پوچھتا ہوں ہندی!
یورپ کا تیری رگوں میں کچھ خون بھی ہے؟

لیکن اکبر کو نرا ملّا یا زاہد خشک سمجھنا بھی غلطی ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ انھوں نے اپنے بیٹے کو اعلیٰ تعلیم کے لئے یورپ بھجوایا تھا وہ قدیم تہذیب کی کم مائیگی اور تنگ نظری سے بھی واقف تھے۔ چنانچہ کہتے ہیں ؎

حالِ دنیا سے بے خبر ہیں آپ
گو تقدس مآب بیشک ہیں
شیخ جی پر یہ قول صادق ہے
چاہ زمزم کے آپ مینڈک ہیں

وہ ملّا اور زاہد کی طرح فرار اختیار نہیں کرتے بلکہ ایک صالح کی طرح زندگی سے روشناس کراتے ہیں۔ نوجوانوں سے کہتے ہیں کہ

بڑھاؤ تجربے اطراف دنیا میں سفر سیکھو
خواص خشک و تر سیکھو، علوم بحر و بر سیکھو

ان اشعار میں اکبر نے نوجوانوں کو کیا پتہ کی باتیں بتائی ہیں کہ ان کی ترقی صرف نقالی میں نہیں بلکہ علم تہذیب سفر اور تجربے سے حاصل ہوتا ہے۔

عورتوں کے پردے اور تہذیب سے بیگانگی کے بارے میں ان کے یہ اشعار ضرب المثل کا درجہ رکھتے ہیں ؎

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا؟
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا!

عورتوں یا لڑکیوں کی تعلیم کے بارے میں ان کے خیالات کچھ اس طرح ہیں ؎

تعلیم لڑکیوں کو ضروری تو ہے مگر
خاتونِ خانہ ہوں وہ سبھا کی پری نہ ہوں

مشرقی و مغربی تعلیم کو انھوں نے بہت اچھی طرح اجاگر کیا ہے۔ کہتے ہیں ؎

تعلیم عورتوں کو بھی دینی ضرور ہے
لڑکی جو بے پڑھی ہو تو وہ بے شعور ہے

لیکن ضرور ہے کہ مناسب ہو تربیت
جس سے برادری میں بڑھے قدر و منزلت

آزادیاں مزاج میں آئیں نہ تمکنت
ہو وہ طریق جس میں ہو نیکی و مصلحت
پبلک میں کیا ضرور کہ جا کر تنی رہو
تقلیدِ مغربی پہ عبث کیوں ٹھنی رہو

مشرق کی چال ڈھال کا معمول اور ہے
مغرب کے ناز و رقص کا اسکول اور ہے

اکبرؔ اور اقبالؔ دونوں ہی مشرقی تمدن کے دلدادہ تھے۔ اور دونوں ہی "چلو تم اُدھر کو ہوا ہو جدھر کی" کے قائل نہیں تھے بلکہ ہواؤں کے رُخ پھیر دینے کے قائل تھے۔ اور دونوں نے نوجوانوں کو اس طرح کے پیغام دیئے ہیں کہ جو آج بھی ہمارے نوجوانوں کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ وہ اپنی تہذیب کے سچے عاشق تھے اسلئے آج بھی ان کے اشعار کی اہمیت کم نہیں ہوتی ہے۔ لیکن یہ موجودہ نسل کی بدقسمتی اور کور نظری ہے کہ وہ اکبر کے پیغام کو سمجھنے سے قاصر ہے۔

بقیہ "قارئین کی رائے"

اور پھر اسی غزل کا یہ شعر ؎ شوقِ تجلّی سے اپنے موسیٰ کو
کیسے بے ہوش کر گیا کوئی

پہلا مصرعہ خارج از بحر ہے اور دوسرے مصرعہ میں قافیہ تبدیل ہو گیا ہے۔ شانؔ بھارتی کی غزل کا مطلع ؎

کہاں کہاں لئے پھرتا ہے آب و دانہ بھی
کہ یاد اب نہ رہا آشیانہ بھی۔

دوسرا مصرعہ اس طرح ہونا چاہیئے تھا ؎
کہ یاد اب نہ رہا مجھ کو آشیانہ بھی

اس مکتوب کو احقر کا ناقص تبصرہ تصور فرمائیں ناکہ "اغلاط نامہ"

بقیہ نیا ضلع "گڈچرولی"

نامی مقدس مقام ہے۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ وینگنگا یہاں مشرق کی سمت بہتی ہے اور پھر دوبارہ ہرن گھاٹ پہنچکر اپنی اصل سمت کی جانب بہتی ہے۔ یہاں عوام میں یہ بات مشہور ہے کہ سرکنڈا کی گنگا الٹی سمت بہتی ہے۔

اس ضلع میں ۱۸ منادر ہیں اس میں صرف ایک مرکنڈیشور مندر ہی فنِ تعمیر کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ جو ۱۱ویں اور ۱۲ویں صدی قبل مسیح میں یادو عہد کے کاریگروں کے بہترین فن کا مظہر ہے۔

ضلع کے قابلِ دید علاقوں میں آرموری تالاب کے کنارے واقع "شیوالیہ" سرونچا میں تین ندیوں کے سنگم پر واقع کالیشور مندر اور قدرت کے حسین نظاروں سے بھرپور بھامرا گڈھ مشہور ہیں۔

● پروفیسر م ۔ خ ۔ شاذلی
قندھار۔مہاراشٹر

جالہنا پور کا حقیقت نامہ

ایک تبصرہ

مرہٹی ساہتیہ پریشد کی جانب سے پروفیسر شیواجی گوڈکر نے " جالہنا پور کا حقیقت نامہ" اپنی ادارت میں شائع کروایا۔ جس میں جالنہ (ضلع اورنگ آباد) کی تاریخ کے تعلق سے اہم معلومات فراہم ہوتی ہیں۔ مکمل حقیقت نامہ سامنے آنے کے بعد یہ کہا جاسکے گا کہ کس حد تک حقیقت نامہ کو مرہٹواڑہ کی تاریخ کے لئے ماخذ قرار دیا جاسکتا ہے۔

پروفیسر ہری ہر ٹھوسر نے اس پر نہایت مناسب تبصرہ کیا ہے جو مرہٹی ماہنامہ "پرتشٹھان" جنوری ۷۶ء میں شائع ہوا۔ ذیل کا مضمون اسی تبصرہ پہ مبنی ہے۔

حقیقت نامہ کا زمانہ

"حقیقت نامہ" کب لکھا گیا یہ دریافت کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ اس دور میں اکثر تصانیف پر تواریخ کا اندراج نہیں ہوتا تھا۔ لیکن اسی زمانے کے دیگر تاریخی ذرائع کی چھان بین کرنے سے اتنا اندازہ ضرور لگایا جاسکتا ہے کہ یہ حقیقت نامہ کب لکھا گیا ہوگا۔ البتہ پروفیسر ٹھوسر کی رائے میں اس حقیقت نامہ میں جن واقعات کا تذکرہ آیا ہے اور جن شخصیتوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کے تعلق سے دیگر تواریخ میں کئے گئے اندراجات کی بناء پر جالنہ کے تعلق سے بعض نہایت اہم ضروری واقعات سامنے آتے ہیں لیکن ایسے موقع پر نہایت احتیاط سے مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے

مثلاً جالنہ کا ذکر شیواجی کے سلسلے میں بھی ملتا ہے کہ شیواجی کی زندگی کی آخری مہم جالنہ کی تھی جو ۱۶۷۹ء نومبر میں ہوئی۔ جس وقت جالنہ کے مشہور بزرگ حضرت جان اللہ شاہؒ بقید حیات تھے۔ حضرتؒ کا اسم گرامی مرہٹی تواریخ اور بعض انگریزی تواریخ میں حضرت جان محمد (رحمۃ اللہ علیہ) لکھا گیا ہے۔

پروفیسر گواڑکر کا خیال ہے کہ اس حقیقت نامہ میں کئی سنین دیئے گئے ہیں جیسے ۱۷۹۵ء کھرڈے کی جنگ اور ۱۸۱۸ء کا مرہٹہ سلطنت کا دور وغیرہ۔ اسی بناء پر یہ اندازہ لگایا جاسکتا کہ مذکورہ حقیقت نامہ مذکورہ صدر دو سنین کے درمیان لکھا گیا ہوگا۔ دوسرے یہ کہ اسی حقیقت نامہ میں سب سے آخری زمانہ ۱۸۰۸ء کا درج ہے۔ یوں یہ حقیقت نامہ زیادہ قدیم زمانہ کا نہ ہی لیکن دیگر تواریخ کی بناء پر اور واقعات مندرجہ کی تحقیق سے یہ رائے قائم کی جاسکتی ہے کہ یہ حقیقت نامہ اس سے بھی پیشتر لکھا گیا ہوگا۔

حقیقت نامہ میں ۱۳۸۰ء سے ۱۷۲۳ء تک کافی سنین درج ہیں لیکن واقعات کے اعتبار سے وہ درست نہیں معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے ہر ایک واقعہ کی دیگر تواریخ کی مدد سے چھان بین کرکے اور اس کے حالات کا تجزیہ کرکے اس میں تصحیح کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ سب سے قدیم زمانہ جو اس میں دیا گیا ہے وہ ۱۳۸۰ء کا ہے یعنی ۱۴۵۸ء لیکن اس دور کے کسی واقعہ کا تذکرہ اس حقیقت نامہ میں درج نہیں ہے۔

اس حقیقت نامہ میں جو سب سے پہلا واقعہ درج ہے — وہ حسب ذیل ہے۔

"(موضع ھنکوری) جالے راؤ راجے یہاں رہتے تھے۔ وہ کچی گڑھی تھی وہ قبضہ میں رکھی۔ اپنا باڑہ نکھر خان (لشکر خان) کی حویلی ہے۔ وہاں کیا تھا (بنایا تھا) نوکر سپر نکھر خان کے والد نے بنایا۔

اس نے نام "جالنہ پور"

رکھا کیونکہ حاکم کا نام جالے راؤ کے طور پر مسلسل پچاس سال تک چلتا رہا۔ مندرجہ بالا اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جالنہ کا حاکم جالے رائے تھا۔ اور لشکر خاں کے والد نے جالے رائے کو ختم کر کے جالنہ پر قبضہ کرلیا۔

اسی طرح لشکر خاں کے والد نے

انتظامی حیثیت سے بازار وغیرہ قائم کیا اور اس گاؤں کا نام سابقہ حاکم کے نام پر جالہنہ پور رکھا۔ البتہ لشکر خاں کے والد کا نام درج نہیں ہے۔ لیکن پروفیسر ٹھوسر نے ہندی کے کیزنس (H-Coozens) کی مشہور کتاب "آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا" اقتباس کے حوالے سے لشکر خاں کے والد کا نام شاہ ناصر علی قادری بتایا ہے۔

عام قاعدے کے مطابق شاہ ناصر علی اپنے بیٹے کا نام لشکر خاں نہیں رکھ سکتا۔ البتہ شبہ یہ ہوتا ہے کہ اس دور میں حکمرانوں کی جانب سے اکثر "خان" کا خطاب بھی دیا جاتا تھا۔ مثلاً اکبر کے سپہ سالار مہابت خاں کا اصل نام زماں بیگ ولد غیور بیگ تھا۔ بچپن سے جہانگیر کی ملازمت میں رہنے اور دوستانہ تعلقات کی بنا پر جہانگیر نے زماں بیگ کو ڈیڑھ ہزاری کے منصب پہ فائز کر کے "مہابت خاں" کا خطاب عطا کیا۔

اس واقعہ کے زمانے کے تعین کے لئے پروفیسر ٹھوسر نے سید علی طبا طبائی کی "برہانِ مآثر" سے استفادہ کیا ہے۔ قدیم جالنہ کے مغربی حصہ میں ایک کالی مسجد اور ایک سرائے ہے۔ جہاں ایک فارسی کتبہ بھی موجود ہے۔ کتبہ پہ ۱۵۷۶ء اور تعمیر کنندہ کا نام جالنہ کے حاکم جمشید خاں درج ہے۔ جمشید خاں دراصل

"برہانِ مآثر" کے مطابق احمد نگر نظام شاہی کے حاکم مرتضیٰ نظام شاہ کا سردار تھا۔ ۱۵۷۴ء میں مرتضیٰ نظام شاہ نے برار کی عماد شاہی ختم کر کے تمام برار اپنی سلطنت میں شامل کرلیا تھا۔ اور انتظامی سہولت کی خاطر برار کو مختلف صوبوں میں تقسیم کر کے وہاں سرداروں کا تقرر کر دیا تھا۔ جن میں سے ایک جمشید خاں تھا۔ (واضح رہے کہ یہ وہ دور تھا جب اکبر اعظم بنگال کی مہم سے نپٹ کر مشہور جنگ ہلدی گھاٹی کے لئے تیاریوں میں مصروف تھا) البتہ سید علی طبا طبائی نے ان صوبوں کے نام نہیں دئے ہیں۔ ٹھوسر کا اندازہ ہے کہ برار کے جنوبی حصہ پہ جمشید خاں کا تقرر ہوا ہوگا۔ اسی لئے اس نے جالنہ کو اپنی جائے رہائش (ہیڈ کوارٹر) قرار دیا ہو۔ اس کا ثبوت کیزنس کی تصنیف سے بھی ملتا ہے جس نے جمشید خاں کی مزید عمارتوں کی تعمیر کا ذکر کیا ہے اور فراہمیِ آب کے لئے مغرب کی جانب موتی تالاب تعمیر کیا اور وہاں سے نہروں کے ذریعہ فراہمیِ آب کا بندوبست کیا۔

یہاں یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ برار فتح کرنے کے لئے مرتضیٰ نظام شاہ نے جو اقدامات کئے اُن میں جمشید خاں شریک تھا۔ اور عماد شاہی کے وفادار حاکم جالنہ جالے راؤ کو ختم کر کے جالنہ پہ قبضہ کرلیا اور وہاں ایک شہر بسایا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس سے بیشتر یعنی ۱۵۷۴-۷۵ء سے پہلے جالنہ عماد شاہی کے تحت رہا تھا۔ لیکن نظام شاہی کے تحت آنے کے بعد ہی جالنہ کی ترقی شروع ہوئی۔ ان تحقیقات کی بناء پر پروفیسر ٹھوسر یہ اندازہ قائم کرتے ہیں کہ لشکر خاں کے والد شاہ ناصر علی قادری ضرور جمشید خاں کے تحت ایک آفیسر تھا۔

غرض "حقیقت نامہ" میں مندرجہ یہ پہلا واقعہ مرتضیٰ نظام شاہ کے برار پہ حملوں کی دھوم دھام میں وقوع پذیر ہوا۔ البتہ کالی مسجد کا کتبہ اور مندرجہ بالا واقعات ایک زمانے کے قرار دئے جاسکتے ہیں۔

یہاں قدرے شبہ کی گنجائش نکل سکتی ہے کہ دو مختلف تواریخ میں ایک ہی واقعہ کے ذمہ دار دو مختلف نام ملتے ہیں۔ لہٰذا یہ ضروری نہیں کہ حقیقت نامہ میں مندرجہ لشکر خاں کے والد شاہ ناصر علی قادری ہی ہو۔ اور جبکہ کیزنس کسی لشکر خاں کا ذکر نہیں کرتا ہے۔ دوسرے "برہانِ مآثر" اسی واقعہ کیلئے جمشید خاں کا نام دیتا ہے۔ لہٰذا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لشکر خاں کے والد جمشید خاں ہوں جو زیادہ قرینِ قیاس ہے۔

یہ بھی قابلِ غور ہے کہ حقیقت نامہ میں مندرجہ حاکم جالنہ جالے راؤ کا نام کسی تاریخ میں مذکور نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ اِسی حقیقت نامہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ اسی جالے رائے کے نام پر اس شہر کا نام فاتحین نے "جالہنا پور" رکھا۔ یہ بے جوڑ سی بات معلوم ہوتی ہے اور غیر فطری بھی۔ کیونکہ آج تک کسی تاریخ میں فاتح نے مفتوح کے نام پر شہر نہیں بسایا۔ بلکہ ہوتا یہ رہا ہے کہ فاتحین نے سابقہ ناموں کو اپنی مرضی کے مطابق تبدیل کر دیا۔ غرض یہ ضرور ممکن ہے کہ جالنہ کا نام "جالہنا پور" جالے رائے سے پیشتر سے ہوگا۔ یا جالے رائے کے آباء و اجداد میں سے کسی کے نام پر ہو سکتا ہے۔ لیکن جالے راؤ کی شکست کے بعد اسی نام پر شہر کا نام اس کے فاتحین کا رکھنا کسی طرح ممکن نہیں ہے۔ پروفیسر ٹھوسر بھی اس خیال سے متفق ہیں۔

یادو حکمرانی کے زمانہ میں پروفیسر ٹھوسر کا کہنا ہے کہ جالنہ کا نام ہیورڑی تھا۔ اس کی سند کے طور پر وہ چکردھر سوامی کی تصنیف (جو واقعتاً چکردھر کی تصنیف نہیں ہے۔ بلکہ اس کا اصل مصنف مہائی بھٹ ہے) "لیلاچرتر" کی فہرست مقامات کو پیش کرتے ہیں۔

چکردھر سوامی جو "مہانو بھاؤ" فرقہ کے بانی گزرے ہیں۔ تیرھویں صدی عیسوی میں برار اور مہاراشٹر میں رہے ہیں۔ بھڑوچ سے جو ان کا پیدائشی وطن تھا۔ نکل کر وہ پیٹھن (اورنگ آباد) میں رہے اور تقریباً آندھرا پردیش کے درنگل تک انھوں نے سفر کیا ہے۔ "لیلاچرتر" دراصل ان کے ارشادات کا مجموعہ ہے۔ اس تصنیف میں زیادہ تر برار اور مرہٹواڑہ کے مقامات کا ذکر ہے۔ جن کے نام موجودہ ناموں کے بالکل علیحدہ ہیں۔ مقامات کے تعلق سے سب سے پہلے تحقیق ایک مہانو بھاؤ کے پیرو باقی دیو باس نے "پوجاوسر" کے نام سے کی۔ اس کے بعد دوسری بار پورو آشرمی کملا کرا باچیت نے ۱۲۷۵ء میں تیار کی۔ دراصل یہی تحقیق کے سہارے ناگپور کے ڈاکٹر کولتے نے لیلاچرتر کو ایڈٹ کرتے وقت "استھان پوتھی" کے نام سے ایک ضمیمہ شامل کیا ہے۔ اس میں ہردلی کو جالنہ بتایا گیا ہے۔ یہاں ایک بات اور بھی قابلِ غور ہے کہ "لیلاچرتر" میں اکثر مقامات کے نام موجودہ ناموں سے کچھ نہ کچھ مشابہت رکھتے ہیں مثلاً اڑج پور، ایلچ پور، ناندیڑے، ناندیڑ، راتر، راہیر (ضلع ناندیڑ) پرتیسٹھان، پیٹھن (اورنگ آباد) پاتر ڈی، برتوڑ (ضلع پربھنی) لیکن جالنہ اور ہیورڑی میں کسی طرح کی مشابہت نظر نہیں آتی ہے۔ البتہ حال ہی میں "لیلاچرتر" کا پہلا حصہ "ایکا نکا" پروفیسر بھال چندر سوھنی نے ایڈٹ کیا ہے۔ اس میں انھوں نے ہیوڑی کو تعلقہ جالنہ کا ایک گاؤں بتایا ہے۔ بعض ناموں کے تعلق سے بھی غلط فہمی کا اندیشہ ہوتا ہے۔ مثلاً "آمبجائی" سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ امبے جوگائی (مومن آباد) کا نام ہوگا لیکن دراصل آمبجائی ضلع امراؤتی میں بدنیرہ کے قریب ایک گاؤں ہے اور امبے جوگائی کے لئے لیلاچرتر میں صرف "آمبے" استعمال کیا گیا ہے۔ جو ضلع بیڈ میں ہے۔

یادو کے زمانہ حکمرانی میں یہ روایت رہی ہے کہ مقامی حاکم اپنے نام پہ گاؤں کا نام رکھ دیتے تھے۔ یا جو جاگیرات انھیں عطا ہوتی تھیں۔ وہاں بھی کسی ایک گاؤں کا نام خود کے نام پہ رکھتے رہے ہیں۔ اس اعتبار سے پروفیسر ٹھوسر کا کہنا ہے کہ یادو حکمرانوں میں سے کرشن دیو یادو کے ایک سردار کا نام جلہن تھا۔ ٹھوسر کا اندازہ ہے کہ جالنہ کی جاگیر اُسے عطا ہوئی ہو اور جلہن نے اپنے نام پہ گاؤں کا نام "جلہن پور" رکھ دیا ہو — یہاں قدرے مشابہت نظر آتی ہے۔ لیکن سیتو مادھوراؤ پگڑی نے مرہٹے سرداروں کی بڑی تحقیق کی ہے۔ پگڑی کا کہنا ہے کہ "مرتضیٰ نظام شاہ نے ۱۵۷۲ء میں عماد شاہی کو ختم کر کے برار اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا۔ اس ہنگامہ میں ہمیں کسی ہندو سردار کا نام دریافت نہیں ہوتا ہے۔

حال ہی میں پروفیسر برھمانند دیشپانڈے نے ڈاکٹریٹ کا مقالہ "دیوگری چے یادو" کے نام سے شائع کر دیا ہے۔ اس میں وہ ایک جلہن کا ذکر اس طرح کرتے ہیں۔

> "کلچری کے بجّن یا بجّل نے چالوکیہ کا ساتھ دیا۔ لیکن جب ہوسل، کدم اور کاکیتا خاندان آزاد ہونے لگے تو بجّن نے بھی تیلپ سوم (یادو حکمراں) کے خلاف بغاوت کا اعلان کر دیا۔ تیلپ نے یادو خاندان کے ملوگی حاکم سے مدد مانگی۔ یہ تمام واقعات اور اس جنگ کا تذکرہ ہمیں پنڈت جلہن کی "سکتی سکتاولی" میں ملتا ہے۔
>
> (دیوگری چے یادو۔ صفحہ ۷۳)

پروفیسر گوڑکر نے تحقیق کرتے ہوئے جالنہ کے نام کے تعلق سے مزید معلومات دی ہیں۔ انھوں نے ایک اور تصنیف "شری گردھگتی رہستے" کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا ہے کہ جالنہ کا نام اس میں جیدھ پور اور کہیں جانکی پور بتایا گیا ہے۔ ایک جانکی پور یا جانک پور کا ذکر راماین میں بھی ہے اور ہندوؤں میں یہ عام رویّہ رہا ہے کہ خاص طور پر دیہاتوں میں جہاں کہیں کوئی آثارِ قدیمہ دکھائی دئے انھوں نے اس کا تعلق راماین یا مہابھارت سے جوڑ دیا۔ جدید مؤرخین نے اس تعلق سے غور کرنا ہی ترک کر دیا ہے۔ البتہ پروفیسر ٹھوسر کا کہنا ہے کہ لیلاچرتر ہیورڑی یا ہیورڈی نام آنے کے بعد مزید کسی قدیم نام کا ہونا ممکن نہیں ہے کیونکہ "لیلاچرتر" کی تصنیف کو ہی تقریباً چھ سو (۶۰۰) سال کے قریب ہو رہے ہیں۔ البتہ یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ جالنہ ایک قدیم بستی ہے اور اس کی ایک تاریخ ہے۔ جس کی تحقیق کی جا سکتی ہے کیونکہ جالنہ سے قریب موروڈی اور کنڈلک ندی کے قریب کافی آثارِ قدیمہ دستیاب ہونے کے امکانات ہیں۔ بشرطیکہ محکمۂ آثارِ قدیمہ اس طرف پوری طرح توجہ دے۔ دوسرے چونکہ شیواجی مہاراج کی زندگی سے بھی جالنہ کا تعلق ہے۔ اسلئے جالنہ کے

تعلق سے تحقیقات ہونا ضروری ہے ۔

پروفیسر ٹھوسر نے اس "حقیقت نامہ" میں سے جو دوسرا اہم واقعہ تبصرہ کیلئے منتخب کیا ہے وہ حسبِ ذیل ہے ۔

" پھر اس کے بعد بادشاہ کی جانب سے خانِ خاناں صاحب مع لشکر کے بندوبست کی خاطر اس صوبہ میں آتے ۔ اس وقت حیدرآباد اور اورنگ آباد نہیں تھے ۔ یہ تمام ملک بادشاہ کے ہاتھ چلا گیا تھا ۔ شاہو مہاراج اور پیشوے بھی نہ تھے ۔ ہولکر بھوسلے کا کوئی ذکر نہ تھا ۔ ملک بادشاہ کا تھا چند دنوں تک خانِ خاناں صاحب وزیر کا مقام بازار جالنہ میں اور تمام فوج ندی کنارے ۔ اطراف میں محل انبسٹر وغیرہ کل علاقہ ان کے پاس ہی تھا ۔ گاؤں کی ترقی کے اعتبار سے وزیر مذکور نے جالے راؤ کے بیٹے کو اکدم مار ڈالا ۔ ایک بیٹا بھاگ گیا تھا لیکن اس کو بھی پکڑ کر مار ڈالا — بیوی ، دلہو ، تین بیٹیاں ، چار خادمائیں اسطرح یہ تمام خواتین اپنے زیورات سمیت دیوی کے سُرنگ میں تھیں ۔ وہیں چھپی رہیں ۔ باہر لشکر ہونے کی وجہ سے نکل نہ سکیں اور وہیں مر گئیں ۔ اس وقت جالے راؤ مذکور کے کوئی باقی نہ رہا اس کے بعد خانِ خاناں وزیر صاحب کی مرضی میں آیا کہ جالہنا پور کو بٹھایا جاتے ۔ "

خانِ خاناں اکبر کے دربار کے مشہور سردار اور اکبر کے اتالیق بیرم خاں کا بیٹا تھا ۔ اصل نام عبدالرحیم تھا ۔ بیرم خان کے قتل کے بعد اکبر کی زیرِ سرپرستی تعلیم و تربیت ہوئی ۔ اپنی لیاقت اور قابلیت کی بناء پہ " خانِ مرزا " کا مستحق قرار پایا ۔ اور بعد میں منعم خان خانِ خاناں کے خطاب سے نوازا گیا ۔ بنگال اور گجرات کی مہمات میں اکبر کے ساتھ رہا ۔ اس وقت عبدالرحیم خانِ خاناں کی عمر ۱۷ سال تھی ۔

۱۵۹۳ء میں اکبر نے دکن کی مہمات کی طرف توجہ دی ۔ اور اول سپہ سالار شہزادہ دانیال کو روانہ کیا گیا ۔ اور بعد میں خانِ خاناں عبدالرحیم کے سپرد یہ مہم کی گئی ۔ ابتداء میں اکبر نے جنوب کی شاہیوں کو کوئی اہمیت نہ دی ۔ اور اگست ۱۵۹۱ء میں خاندیش ، احمدنگر بیجاپور اور گولکنڈہ کی طرف سفیر روانہ کئے ۔ خصوصی طور پر خاندیش کے حکمراں راجہ علی خاں کے پاس ابوالفضل کے بھائی شیخ فیضی کو روانہ کیا گیا ۔ خاندیش کی اس طرح بھی اہمیت زیادہ تھی کہ دکن کی طرف بڑھنے کا یہی ایک راستہ تھا ۔ دوسرے اسی کے قبضہ میں اسیرگڑھ جیسا عظیم الشان اور ناقابلِ تسخیر قلعہ تھا ۔ اس کے بعد البتہ اکبر کشمیر کی طرف روانہ ہو گیا سفرار کی جانب سے دی گئیں رپورٹیں مایوس کن تھیں جن کو سن کر مجبوراً اکبر کو دکن کی جانب فوج کشی کرنی پڑی ۔ لہٰذا اول دانیال اور بعد میں خانِ خاناں عبدالرحیم کو یہ مہم سپرد کی گئی ۔

مشہور مؤرخ نظام الدین احمد اپنی تصنیف " طبقاتِ کبریٰ " کو یہیں تک لکھ پایا تھا کہ انتقال کر گیا ۔ (۱۵۹۴ء) ۔ البتہ اس کے دوست بدایونی نے باقی تاریخ لکھی ہے ۔ عبدالقادر بدایونی کی " تاریخ بدایونی " یا " منتخب التواریخ " اکبر کے عہد کی تاریخ کے لئے مستند ماخذات ہیں ۔

غرض خانخاناں کے جنوب میں ورود کے وقت دکن کی شاہیاں آپس میں برسرِ پیکار تھیں ۔ احمدنگر کے نظام الملک کے جانشین ابراہیم نظام شاہ کو بیجاپور کی حکومت نے ۱۵۹۵ء میں شکست دیدی تھی ۔ اس وقت خانخاناں کے ساتھ شہزادہ مُراد بھی تھا ۔ جو اُس وقت گجرات کا گورنر تھا ۔ لیکن دونوں میں تمام مہم کے دوران کافی اختلاف رہا ۔

احمدنگر پہ حملہ کے وقت نظام الملک کی بہن چاند بی بی نے نہایت دلیری سے مقابلہ کیا کہ مغلوں کو صلح کرنی پڑی جس پر ابوالفضل نے کافی نفرین کی ۔

برھان الملک کے پوتے بہادر کو احمدنگر کا جانشین تسلیم کر کے احمدنگر مغلیہ سلطنت کے تحت کر دیا گیا ۔ یہ صلح ۱۵۹۶ء میں ہوئی اور اکبر کی دکنی مہمات کا یہ پہلا دور ختم ہو گیا ۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ خانِ خاناں اور مراد کے اختلافات بڑھتے ہی رہے ۔ دراصل ان دکنی مہمات میں شہزادہ مراد کریڈٹ لینا چاہتا تھا تاکہ اس کی وجہ سے وہ آئندہ جانشینی کے لئے دعویدار قرار دیا جا سکے ۔ اس کے لئے مراد نے خانخاناں پہ الزام لگایا کہ چونکہ عبدالرحیم خانخاناں شیعہ ہے ۔ اس لئے وہ جنوب کی شیعہ سلطنتوں کو درپردہ امداد دے رہا ہے ۔

چاند بی بی کی دلیری زیادہ عرصہ کام نہ آئی ۔ اس کے ساتھیوں نے صلحنامہ کی خلاف ورزی کر کے برار کو واپس لینے کی کوشش کی ۔ فروری ۱۵۹۷ء میں خانخاناں کو سوپا کے قریب آشٹی کے قیام پہ جودہائے

گوداوری کے کنارے واقع ہے۔ (مرہٹواڑہ) احمدنگر کے سہیل خاں کی سرکردگی میں ایک بڑے لشکر سے مقابلہ کرنا پڑا۔ خاندیش کے راجہ علیخاں جو اس وقت مغلوں کی طرف سے لڑ رہا تھا اسی جنگ میں مارا گیا۔

اکبر نے خانخاناں اور شہزادہ مراد کے اختلافات بڑھتے ہوئے دیکھ کر دکن کی مہم بدخشاں سے جلاوطن کردہ شہزادہ مرزا شاہ رُخ کے حوالے کردی۔

۱۵۹۸ء میں اکبر نے بذاتِ خود جنوب کی طرف کوچ کیا۔ اور اسی عرصہ میں شہزادہ مُراد کا انتقال ہوگیا۔ بُرہان پور بلا مقابلہ سرنگوں ہوگیا اور احمدنگر کا علاقہ خاں خاناں اور شہزادہ دانیال کے تحت دیدیا گیا۔ اس وقت احمدنگر سے پھر چاندبی بی نے مقابلہ کیا۔ لیکن بعض آپسی اختلافات کی بنار پر چاندبی بی یا تو قتل کردی گئی یا اُسے خودکشی کرنی پڑی۔

اس طرح جنوب میں فتوحات کے بعد اکبر نے اس علاقہ کو تین صوبوں میں تقسیم کردیا۔ احمدنگر، برار اور خاندیش اور یہ تمام علاقے شہزادہ دانیال کے تحت دیدئے گئے۔ شہزادہ دانیال کو گورنری کا تذکرہ اسیر گڑھ کے قلعہ میں ۲۰ اپریل ۱۶۰۱ء کے کتبہ میں درج ہے۔

خاندیش اور احمدنگر کی حکومتیں جب مغلوں کے تحت آگئیں تو گولکنڈہ اور بیجاپور کی حکومتوں کو بھی خوف پیدا ہونے لگا۔ اور انھوں نے شہزادہ دانیال سے تعلقات استوار کرنا چاہا اور بیجاپور کی شہزادی دانیال سے بیاہنے کی تجویز ہوئی۔ مؤرخین کا کہنا ہے کہ اسی عرصہ میں میر جمال الدین حسینی اور مشہور مؤرخ فرشتہ بیجاپور سے کسی طرح شہزادی کو اُڑا لاتے اور پیٹھن (اورنگ آباد) میں دونوں کی شادی ہوگئی یہ واقعہ ۱۶۰۱ء کا بتایا جاتا ہے جبکہ دانیال کا انتقال اپریل ۱۶۰۴ء میں بوجہ شراب نوشی ہوگیا تھا۔ پھر مؤرخ فرشتہ چونکہ اس واقعہ کا عینی شاہد ہے اس لئے انگریز مؤرخین بھی اس سے متفق ہیں۔ دانیال بیوی کو لے کر برھان پور آیا اور چند ہی دنوں بعد اس کا انتقال برھان پور میں ہوا۔ البتہ دانیال نے اس سے پیشتر ہی خان خاناں عبدالرحیم کی بیٹی سے شادی کرلی تھی۔

ان تمام واقعات سے صرف یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ خانخاناں ایک قابلِ لحاظ عرصہ تک برار کے علاقہ میں رہا۔ جس میں اُس وقت مرہٹواڑہ کا علاقہ بھی شامل تھا۔ آشٹی اور سوپا وغیرہ میں جو جالنہ سے بالکل قریب بڑی جنگیں ہوئیں۔ اس اعتبار سے خانِ خاناں نے جالنہ کی ترقی پہ توجہ دی۔

علاوہ ازیں "بُرھانِ مآثر" میں نظام شاہی اور مغلوں کی کشمکش کے دوران اکثر مقامات پہ برار کے بالاپور اور ایلچپور کے راستہ پہ جنتاپور یا چنتاپور کا ذکر ملتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نظام شاہی کے اختتام تک بھی جالہناپور کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ البتہ "جالہناپور کے حقیقت نامہ" میں جن واقعات کا ذکر ہے وہ اسی دور میں وقوع پذیر ہوتے ہوں۔ برار کا علاقہ مغلوں کے قبضہ میں آنے کے بعد (صلحنامہ احمدنگر ۱۵۹۶ء) مغلوں کے لئے برار اور نظام شاہی کی سرحد پہ واقع اس جالہناپور کی اہمیت لازمی طور پہ بڑھ جاتی ہے۔ اہم تھانوں اور چوکیوں پہ قبضہ کرنے کی اس دور میں روایت تھی جس کا اظہار مراد کے لوہ گڑھ پہ قبضہ کرنے سے ہوتا ہے کیونکہ جالنہ اور دولت آباد کے قلعہ کے درمیان لوہ گڑھ کا قلعہ سرحد پہ ہونے کی وجہ سے بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ اور ۱۵۹۸ء میں مراد نے اس پہ قبضہ کرلیا۔ اور ان قلعوں کی درستی اور داغ دوزی وغیرہ کے کام بھی مغلوں نے زیادہ کئے ہیں۔ علاوہ ازیں اسی زمانہ میں اورنگ آباد کا وجود نہ تھا۔ لہٰذا نظام شاہی کے دولت آباد کے بعد مغلوں کی دوسری مضبوط چوکی جالنہ ہی ہونا چاہئے۔ کیونکہ چاندبی بی سے صلحنامہ کے بعد خانِ خاناں کو نظام شاہی سے زبردست جنگ کرنی پڑی۔ کیونکہ اس وقت نظام شاہی نے قطب شاہی اور عادل شاہی سے مدد لے کر اچانک مغلوں پہ حملہ کیا۔ اور آشٹی (تعلقہ پرتور) کے مقام پہ گھمسان کی جنگ ہوئی۔ اس طرح جالنہ کی اہمیت بڑھتی گئی اور اس اعتبار سے خانِ خاناں نے جیسا کہ "حقیقت نامہ" میں درج ہے۔ جالنہ کی توسیع اور ترقی پہ زور دیا۔ اور اطراف کے دیہات وغیرہ شامل کرکے اس کو ایک پرگنہ میں تبدیل کردیا۔

"حقیقت نامہ" میں اس طرح اندراج ملتا ہے۔

"اس کے بعد خانخاناں صاحبِ وزیر کی مرضی میں آیا کہ جالنہ پور بڑھایا جائے۔ اس وقت اطراف میں واقع . . . اوس گاؤں، راجنی، سندکھیڑ، دابھاڑی وغیرہ دیہات وضع کرکے ۴۸ گاؤں کا صوبہ بنایا۔ شہر بسایا۔ اس کے ساتھ ۲۲ امرار تھے۔ اس نے آمرائی اور پورے بنائے۔ اور سرائے وغیرہ بنائے۔ اس وقت اس کو وسیع کیا۔ موضعہ مذکورہ کی زمین دو بیگھہ زراعتی وغیرہ، کچھ رومن واڑی کچھ ایدے واڑی، کچھ کنبے پھل، کچھ درے گاؤں، کچھ ناگے واڑی، کچھ ندعان کچھ واڑی کچھ مورتی وغیرہ زراعتی لیکر کل بیگھہ زمین اکتیس ہزار پانچ سو بیگھہ، اس میں دو ہزار سات سو بیگھہ بستی، کل کٹک پورہ اور پورے اور پیٹھ جالنہ، مانگوڑا، چپتاپور، نظام پور (مرتضیٰ پور) کدبالہ

ندوپاڑہ ، ارجاپور ، اورنگ پور ، نورنگ پور ، شاہ پور
قصبے وغیرہ وضع بالی زمین کل باقی بچی بیگھ ۱۵۹ ۲۸ ،،

اس اقتباس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ خانخاناں نے جالنہ کی توسیع کیلئے اطراف کے دیہاتوں کی کل زمین شامل کرکے اور جالنہ میں بازار وغیرہ قائم کرکے اس کو ایک بہتر شہر کی حیثیت دیدی ۔ مذکورہ تقریباً تمام دیہات آج بھی جالنہ تعلقہ میں ہیں ۔ صرف "مورتی" نام گاؤں آج "رام مورتی" کے نام سے پہچانا جاتا ہے ۔ دوسرے یہ کہ خانخاناں نے اطراف کے دیگر پرگنوں یعنی روشن گاؤں ، رانجنی ، سندھ کھیڑ اور دابھاڑی سے ۴۸ گاؤں علیحدہ کرکے جالہنا پور کے پرگنہ میں شامل کرلئے ۔ دابھاڑی اور روشن گاؤں آج بھی جالنہ تعلقہ میں صرف رانجنی عنبڑ تعلقہ میں جالنہ تعلقہ کی سرحد پر ہی ہے ۔ اس "حقیقت نامہ" سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بلڈانہ ضلع کا سندھ کھیڑ پہلے پرگنہ تھا جو جادھوراؤ کے سندکھیڑ کے نام سے تاریخ میں مشہور ہے اس کے بعد جلد ہی جالنہ سرکار بن گیا ۔ (سرکار ۔ ضلع) اور مغل تواریخ میں صوبہ اورنگ آباد میں سرکار جالنہ کا تذکرہ ملتاہے ۔

یہاں پروفیسر ٹھوسر ڈاکٹر کنٹے کی کتاب "احمد نگر چی نظام شاہی" کے حوالے سے کہتے ہیں کہ برھان ماثر میں جس جیتاپور یا چیتاپور کا ذکر ایلچپور اور بالاپور کے راستے میں ملتاہے وہ جالہناپور ہوگا ۔ لیکن مذکورہ اقتباس "حقیقت نامہ" سے ظاہر ہوتا ہے کہ چلیتاپور جالنہ سے قریب ایک گاؤں کا نام ہے ۔ جس کو خانِ خاناں نے بعد میں جالنہ پرگنہ میں شامل کرلیا تھا ۔ لہٰذا برھانِ ماثر میں مذکورہ گاؤں جیتاپور یا چیتاپور جالہناپور نہیں ہوسکتا ۔

اسی "حقیقت نامہ" میں مرزا راجہ جے سنگھ کے جالنہ آنے کا بھی ذکر ملتاہے ۔ شیواجی کی سرکوبی کے لئے دہلی سے مغل حکومت کی جانب سے مرزا راجہ جے سنگھ کو بھیجا گیا تھا ۔ جن کا قیام جنوب میں سنہ ۱۶۶۴ء سے سنہ ۱۶۶۶ء تک رہا ۔ اور شیواجی کی تاریخ میں تمام تفصیلات درج ہیں ۔ شیواجی کا جالنہ آنا مشہور ہے ۔

(تفصیل کے لئے راقم الحروف کی زیر ترتیب تصنیف ملاحظہ ہو ۔ "تاریخ ہند کا انقلابی کردار ۔ شیواجی")

لیکن اس "حقیقت نامہ" سے مرزا راجہ جے سنگھ کا جالنہ آنا بھی معلوم ہوتا ہے ۔ یہ صحیح ہے کہ مغلوں نے جب بھی جنوب کی جانب رُخ کیا تو ان کی افواج کا زیادہ تر قیام احمد نگر ، دولت آباد اور اورنگ آباد کے درمیان رہاہے ۔ افواج بڑی تعداد میں ہونے سے یہ قرینِ قیاس ہے کہ انھیں اناج کی فراہمی کے لئے بڑے شہر یا بازار کی تلاش کرنی پڑی

چنانچہ خانِ خاناں نے چونکہ جالنہ کو ایک پرگنہ کی حیثیت دے کر اُسے ایک تجارتی مقام بنادیا تھا ۔ لہٰذا مرزا راجہ جے سنگھ نے بھی اپنی افواج کے لئے اناج کی فراہمی کے سلسلے میں جالنہ کا رُخ کیا ہو ۔ عام تواریخ میں مرزا راجہ جے سنگھ کا شیواجی کی سرکوبی کے لئے جنوب میں آنے کا تذکرہ ملتاہے ۔ البتہ جغرافیائی اعتبار سے ستارہ ، پونا ، ناسک وغیرہ شہروں کے نام آتے ہیں ۔ لیکن جالنہ کا تذکرہ نہیں ملتا ۔ اس "حقیقت نامہ" سے یہ ضرور ظاہر ہوا ہے کہ مرزا راجہ جے سنگھ بھی جالنہ آچکے ہیں ۔ اس تعلق سے مندرجہ ذیل اقتباس کا تذکرہ ملتاہے ۔

" رام جی اور ہیروجی کے والد اناج کے تھیلے بھر کر دولت آباد لے جاتے تھے ۔ جے سنگھ راؤ راجہ جاٹ خوشی سے ان کے تھیلے خریدتے تھے ۔ اس وقت جاٹ مذکور کی مہربانی ہوئی کہ بالا بالا اناج مہیا کرتے رہیں ۔ تم کو (میں) سرکار کا قول دیتاہوں ۔"

آگے چل کر یہ بھی تذکرہ ملتاہے کہ مرزا راجہ جے سنگھ نے دِلّی دربار سے رام جی اور ہیروجی کے نام جالہناپور کی مہاجنی منظور کروالی ۔ عام تواریخ کے اعتبار سے بھی یہ قرینِ قیاس ہے کہ مرہٹوں کے خلاف مہمات کے لئے مغلوں کا مرکزِ اہم دولت آباد اور اورنگ آباد تھا ۔ جہاں سے وہ مرہٹوں کے خلاف لشکرکشی کیا کرتے تھے ۔ اور اس مرکزی مقام پہ کثیر تعداد میں فوج کا قیام رہتا تھا ۔ جس کے لئے اناج کی فراہمی کے تعلق سے رام جی اور ہیروجی نے مرزا راجہ جے سنگھ کے توسط سے مغل سرکار سے اپنے نام مہاجنی کا پروانہ حاصل کرلیا تھا ۔ اس واقعہ کو آج تقریباً تین سو سال کا عرصہ ہورہا ہے ۔ کوئی زیادہ عرصہ نہیں گذرا ۔ رام جی اور ہیروجی کے خاندان کے لوگ آج بھی جالنہ میں ہونا چاہیئے ۔ یا اگر وہ بعد کے سیاسی انقلابات میں کہیں اور منتقل ہوچکے ہوں تو اُن سے ربط قائم کرکے اس تعلق سے مزید معلومات یا دستاویزات وغیرہ دستیاب ہوسکتے ہیں ۔

اس "حقیقت نامہ" میں ایک اور معلومات بھی ملتی ہے کہ بعض مقامات کے نام اکثر بادشاہوں یا نئی حکومتوں کے زمانہ میں بدل دئے گئے ہیں ۔

بعض مؤرخین کا ہمیشہ یہ اصرار رہاہے کہ مقامات کے نام صرف مسلم دورِ حکومت ہی میں بدل دئے گئے ہیں ۔ حالانکہ ہر دورِ حکومت میں اکثر مقامات کے اصل نام کے بجائے دیگر نام کبھی کسی راجہ کے نام پر ، یا کبھی کسی بہادر سپہ سالار کے نام پر رکھے گئے ہیں ۔ کئی نام تو بدلنے کے بعد بھی جاری نہ ہوسکے ۔ مثلاً اکبر ہی کے زمانہ میں متھرا کا نام اسلام آباد

رکھا گیا تھا لیکن متھرا نام ہی آج تک مشہور ہے اسی طرح بیدر کا نام جنوبی شاہیوں کے زمانہ میں محمد آباد تھا۔ لیکن آصفی دور میں بھی اس کا نام بیدر ہی مشہور ہوا۔ دراصل کسی شہر کا نام وہاں کے حکمراں اور عوام دونوں پہ منحصر ہوتا ہے۔

یہ بات ضرور ہے کہ مقامات کے نام بدل جانے کی وجہ سے تاریخ کے محققین کو قدیم کتبہ جات، دستاویزات وغیرہ میں مذکورہ مقامات کو موجودہ دور میں تلاش کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ البتہ اس طرح کی قدیم دستاویزی کتب سے ان ناموں کی شناخت کرنے میں مدد ملتی ہے۔ چنانچہ اسی "حقیقت نامہ" میں ایک جگہ اس طرح اندراج ملتا ہے۔

"اس طرح سے قصبے اور گاؤں کھیڑے وزیر صاحب نے کئے۔ اس وقت زمیندار اور قاضی، حالی موالی چاہتے تب انہوں نے ایک موضع محمد آباد اسی کو ہمبیر رائے کا پیپل گاؤں کہتے ہیں۔ یہاں کے ٹکلکرنی گنیش پنت کے بھائی کو دیشپانڈے گری کی سند تکمیل کر دی۔"

مذکورہ محمد آباد آج بھی جالنہ تعلقہ میں دودھنا اور کنڈلکا ندی کے سنگم پر واقع ہے سینسس رپورٹ (CENSUS REPORT) اورنگ آباد میں اس گاؤں کا یہی نام دیا گیا ہے۔ اس کا قدیم نام "ہمبیر رائے کا پیپل گاؤں" تھا۔

اس حقیقت نامہ میں بڑی دلچسپ بات یہ ملتی ہے کہ زمانہ وسطیٰ میں گھرانوں کے سرنام یا تو پیشوا یا مقام کے اعتبار سے رکھے جاتے تھے۔ البتہ اس سے قطع نظر دیگر طریقوں سے بھی خاندانی نام رکھے گئے تھے۔ اس کی ایک دلچسپ مثال ذیل میں درج ہے۔

"سکھارام آبرت (امرت راؤ کوٹھے) لکھتے ہیں کہ ان کا نام کوٹھے پڑنے کی اصل وجہ دینکر پنت کے دروازے کے سامنے کوٹھے کا درخت تھا۔ لہذا دینکر کوٹھے کہنے لگے۔ آجو پنت ان کے بھروسہ پر آئے۔ ان کو بھی کوٹھے کہنے لگے۔ بہر حال کوٹھے کی وجہ تسمیہ یہ تھی۔"

یہاں ایک بات اور بھی قابل ذکر ہے کہ جالنہ کی تجارتی اور سیاسی اہمیت بڑھ جانے کے بعد یہاں نہ صرف مرہٹواڑہ بلکہ مہاراشٹر کے دیگر علاقہ جات مثلاً احمد نگر، ناگپور، برار وغیرہ سے اکثر خاندان یہاں آکر مقیم ہو گئے۔ مثلاً احمد نگر ضلع کے مانڈوگن، جالنہ میں قادر آباد کے کرشنم جی پوار کا گھرانہ جو برسوں سے جالنہ میں سکونت اختیار کئے ہوئے ہے نہ صرف یہ بلکہ اس دور میں اس گھرانہ کو یہاں کی دیشمکھی بھی دی گئی تھی۔ اس طرح راماپنت کو خانخاناں کے زمانہ میں جالنہاپور کی پیشکاری اور نرہ نویسی دی گئی تھی۔ آج بھی جالنہ میں "نرگھی" خاندان آباد ہے۔ اور نرگھی سرنام ہے۔ موجودہ حقیقت نامہ بھی اسی خاندان کے ایک فرد شری ایڈوکیٹ نرگھی کے پاس دستیاب ہوا ہے۔

پاتھری کے گرباجی ڈیرگاؤنکر کے آباد اجداد جالنہاپور آئے اور ان کو اس قصبے کی جٹیسی اور سینسی مل گئی۔ بیٹھ جالنہ کے پانڈے خاندان کے جد اعلیٰ اکولہ ضلع کے تعلقہ باسم کے متوطن تھے۔ اسی طرح دیشپانڈے گھرانہ اصل متوطن محمد آباد یعنی ہمبیر رائے کا پیپل گاؤں کے۔ اسی طرح ابے جوگائی ضلع بیڑ، پیپل گاؤں ضلع اورنگ آباد۔ اسی طرح پیٹھن اور نیور گاؤں وغیرہ مقامات مختلف سے سینکڑوں گھرانے یہاں آکر بس گئے۔ اس حقیقت نامہ میں دراصل متعدد ہندو مسلم گھرانوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ کوٹھے، مال پانڈے، چندرس، مکیم، ہرکارے دلال، مہاجن، چودھری، دیشمکھ، قاضی، خطیب وغیرہ تجارت پیشہ طبقہ میں سے گجراتی، مارواڑی اور لاڈ وغیرہ بھی آکر یہیں مقیم ہو گئے۔ اس طرح ان خاندانوں کے جد اعلیٰ وغیرہ کی تفصیلات جلد کی گئیں اور اس دور کے سیاسی و معاشی اور سماجی حالات کو ترتیب دیا گیا تو یہ ایک مستقل تحقیق کا موضوع بن جاتا ہے۔

اس "حقیقت نامہ" کے تعلق سے دیگر ہمعصر تواریخ کے متوازی مزید مطالعہ کی ضرورت ہے۔ تاکہ زمانہ وسطیٰ میں مرہٹواڑہ کی سیاسی، سماجی اور معاشی زندگی کے تعلق سے مزید معلومات فراہم ہو سکیں۔

عبدالرحیم خانخاناں کے جالنہ میں قیام کے تعلق سے صرف جرمن مؤرخ فریڈرک آگسٹس (FREDERICK AUGUSTUS) نے اپنی مشہور تصنیف "شہنشاہ اکبر" (THE EMPEROR AKBAR) میں جالنہ کا تذکرہ کیا ہے وہ حسب ذیل ہے۔

"۱۵۹۶ء کا واقعہ ہے کہ محمد خاں نے چار ماہ تک

خانہ جنگیاں کیں اور تنگ آکر برار میں خانخاناں کو
لکھا کہ وہ شہنشاہ کے لئے احمد نگر حاصل کرلے۔
دگویا ۱۵۹۶ء تک خانخاناں برار میں مقام مراد اپنے
بساتے ہوئے شہر شاہ پور میں تھا۔ یہاں اس نے
راجہ علی کے بیٹے بہادر فاروقی کی لڑکی سے شادی کرلی۔
اس کے سردار اپنی اپنی نئی جاگیرات میں خوش تھے۔
بجز شاہباز خاں کے جو کسی وجہ سے مالوہ کی طرف بلا اطلاع
چلا گیا تھا۔ اب البتہ ان جاگیرداروں کو میدان جنگ
میں حاضر ہونے کے احکامات دئے گئے جب خانخاناں
کو اپنے فوجی کیمپ جالنہ میں محمد خاں کا دعوت نامہ ملا۔
اس نے فوراً مراد کو ہدایات روانہ کیں۔ اس نے راجہ علی،
شاہ رخ مرزا، اور دیگر نامور سرداروں کو ساتھ لیا اور
مراد کو اس کے اتالیق صادق خاں کے پاس چھوڑ دیا۔
اور ۲۰ ہزار کی فوج لے کر گوداوری کے کنارے واقع دیہات
سوپا پہنچ گیا۔ یہاں وہ دکھنیوں کی سپاہ گری اور قوت
کو جانچنے کے لئے ٹھیر گیا۔ وہ سہیل خاں کی پوزیشن
بھی معلوم کرنا چاہتا تھا۔ پندرہ دنوں تک سوائے معمولی
جھڑپوں کے کچھ نہ ہوا۔ اور اس عرصہ کے آخری ایام میں
خانخاناں نے ندی پہ ایک جگہ پل بنالیا۔ جہاں پانی
صرف گھٹنے برابر تھا اور اپنی فوج کو جنوبی کنارے کیطرف
شہر آشٹی میں لے گیا۔ جو پاتھری (ضلع پربھنی) سے
۲۴ میل کے فاصلہ پر ہے"

فیضی سرہندی لکھتا ہے کہ "جب شاہیوں کی افواج
اکٹھا ہوگئیں تو نظام الملک درمیان میں، عادل شاہ
دائیں اور قطب شاہ بائیں سنبھالے ہوتے تھے۔
ابوالفضل بھی لکھتا ہے کہ یہ ترتیب آشٹی کی جنگ
میں بھی موجود تھی۔ یہ جنگ ۲۷ جنوری ۱۵۹۷ء کو
صبح ۹ بجے شروع ہوئی۔"

بہرحال "جالنا پور کا حقیقت نامہ" مرہٹواڑہ کی زمانہ وسطیٰ کی
ریخ کے لئے اچھا ماخذ ثابت ہوسکتا ہے۔ البتہ یہ تصنیف کا زمانہ
ضح نہ ہوسکا۔ کیونکہ اس دور میں کتب پہ تاریخ وغیرہ درج کرنیکا
یادہ رواج نہ تھا۔

ہمارے ملک کی تاریخ کا ایک بڑا حصہ اب تک پوری طرح
منظر عام پہ نہیں آسکا ہے۔ آج بھی وقت ہے کہ ہمارے اسکالر پوری
توجہ سے غیر جانبدارانہ انداز میں تاریخ کو از سر نو تعمیری نقطۂ نظر
سے ترتیب دینے کی کوشش کریں جس کی آج سخت ضرورت ہے۔
ساتھ ہی حکومت بھی اس معاملہ میں خصوصی توجہ دے اور محققین کو
سہولتیں بہم پہنچاتے تو یہ کام خوبی سے انجام پاسکتا ہے۔



غزلیں

واحد بریلوی
عقب مسجد رام پھل گنوری
بھوپال (ایم.پی) ۴۶۲۰۰۱

خلوص و مہر کے پیکر، وفا شعار ہیں ہم
حسنِ دورکی تابندہ یادگار ہیں ہم

چمن میں کچھ بھی سہی پھول ہیں کہ خار ہیں ہم
مگر یہ سچ ہے کہ آئینۂ بہار ہیں ہم

ہمارے دم سے ہے سب شانِ کوچہ و بازار
تمھارے شہر کے دراصل شہریار ہیں ہم

زمانہ ہم کو سمجھتا ہے گردِ راہ مگر!
جو آسمان کو چھوتے ہیں وہ غبار ہیں ہم

نگار خانۂ فطرت کو ناز ہے جن پر
وہ حسن سازِ محبت کے شاہکار ہیں ہم

جو دشتِ غم کو بناتے ہیں لالہ زارِ نشاط
وہ خونِ گرم کے پُرشور آبشار ہیں ہم

ہمارے شعر کہ واحد ہیں ترجمانِ حیات
بغور سنئے ہمیں وقت کی پکار ہیں ہم

*

* ذکی طارق
۱۹ - جی. ٹی. روڈ، چودھری تھیٹر
غازی آباد - (یو.پی)

گھر کے دروازوں پہ خالی دستکیں رہ جائینگی
وہ چلا جائیگا لیکن آہٹیں رہ جائیں گی

زرد پتے آندھیوں کے ساتھ اُڑ جائیں تو کیا
دُور تک شاخِ بدن پر تربتیں رہ جائینگی

لوگ اب تو بادلوں سے گفتگو کرنے لگے
زُلف کے سائے میں جلتی حسرتیں رہ جائینگی

شب ہیں کیوں جاتی ہو نادیدہ زمینوں کی طرف
سوچ لو بس بستروں پر کروٹیں رہ جائیں گی

خوشبوؤں کی اوس تو سورج کی کرنیں پی گئیں
دل کے آنگن میں فقط اب نفرتیں رہ جائینگی

آپ ہی سے ہر خوشی ہے آپ کے جانے کے بعد
خشک آنکھوں سے برستی چاہتیں رہ جائینگی

لمس کا ہر چاند یادوں سے تراشوں گا ذکی
پھر بھی کچھ باقی ذہن میں قربتیں رہ جائینگی

*

* شہزادی ربینہ شاہین
پاندان نوہٹہ،
سرینگر - کشمیر - ۱۹۰۰۰۲

آپ جو میری محفل سے اُٹھ کر گئے
آنسوؤں سے یہ آنچل بھگو کر گئے

جگمگاتی ہوئی میری ہر شام ک
آپ تاریکیوں میں ڈبو کر گ

مسکراتی ہوئی مست آنکھوں میں نم
اِک عجب سی اداسی سمو کر گئے

دل کی بستی میں آہٹ نہ ہلچل ہو
جانے کس راہ سے آج ہو کر

بھیگی آنکھوں سے شاہین کیا دیکھنے
کیسے منظر تھے جو ہم یہ رو کر گئے



وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے، ممبئی کے ہومی بھابھا آڈیٹوریم میں ''ٹراپیکل کارڈیالوجی'' کے موضوع پر ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۲ء کو منعقدہ ''بین الاقوامی کانگریس'' کی افتتاحیہ تقریب کے موقع پر بحیثیت مہمانِ خصوصی حاضرین سے خطاب کر رہے ہیں۔ شری این. کے. پی سالوے، مرکزی وزیر برائے اطلاعات و نشریات نے اس بین الاقوامی کانگریس کا افتتاح کیا تھا۔ زیرِ نظر تصویر میں وزیر برائے صحت عامہ ڈاکٹر بلی رام ہیرے، ڈاکٹر جان گڈ نو، شری این. کے. پی. سالوے اور ڈاکٹر آئی. پی. بسکمن بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

خبریں - تصویروں میں

شری رام راؤ آدک، وزیر مالیات ۱۸ اکتوبر ۱۹۸۲ء کو حاجی علی ممبئی میں واقع ''فیلوشپ انسٹی ٹیوٹ برائے جسمانی معذور'' ادارے میں زیرِ تربیت معذوروں کو کام کرتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔





وزیر مملکت برائے اطلاعات و رابطۂ عامہ شری ٹی. جی. دیشمکھ کے اعزاز میں مہاراشٹر پریس رپورٹرس ایسوسی ایشن کی جانب سے ۱۴ اکتوبر ۱۹۸۲ء کو ایک تقریب منعقد کی گئی۔ زیرِ نظر تصویر میں شری وسنت اپادھیائے موصوف کو گلدستہ پیش کر رہے ہیں۔



سکّم کے گورنر شری ہومی طالع یار خاں اور سکم کے وزیر اعلیٰ شری بھنڈاری سے وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے اپنی سرکاری رہائش گاہ "رائے گڑھ"، بمبئی میں ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۲ء کو ایک ملاقات کے دوران محوِ گفتگو ہیں۔

*



*

شری وجے سنگھ موہیتے پاٹل، وزیر برائے یونیفارمڈ سروسیز کی اہلیہ شریمتی نندنی دیوی پاٹل، سولاپور ضلع کے اکلوج تعلقہ میں اسکولی طلبہ کے قومی کھیل مقابلوں میں فتحیاب مہاراشٹر ٹیم کے کھلاڑیوں کو "سہکار مہارشی شنکر راؤ موہیتے پاٹل پرتشٹھان ٹرافی" دے رہی ہیں۔ زیرِ نظر تصویر میں نائب وزیر شری پاٹل اور وزیر مملکت برائے تعلیم شری ولاس راؤ دیشمکھ بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

*

*



نائب وزیر برائے دیہی ترقی شری اروند کامبلے، ۱۷ اکتوبر ۱۹۸۲ء کو کرلا، بمبئی کے جنرل ایجوکیشن انسٹی ٹیوٹ میں "تہرِ دنگر کلیان کاری سمیتی" کی جانب سے منعقدہ طلبہ کو مفت کاپیوں کی تقسیم کی ایک تقریب میں ایک طالبہ کو کاپیاں دے رہے ہیں۔

ریاستی خبریں

خشک سالی کی صحیح صورتحال

پیسہ واری کے تعین کے بعد

ریاست کی ربیع فصل کے علاقوں میں ماہِ ستمبر کے اواخر میں اچھی بارش کے نتیجے میں تقریباً تمام علاقوں میں ربیع کی بوائی شروع ہو چکی ہے۔ مختلف اضلاع سے نو، اکتوبر کو موصولہ رپورٹ کے مطابق متعلقہ اضلاع میں ۶۰ سے ۷۰ فیصد بوائی کی جا چکی ہے۔

ریاستی حکومت نے خشک سالی سے متعلق منترالیہ میں ایک خصوصی سیل بھی قائم کیا ہے۔ وزیر برائے محصول شری شانتا رام گھولپ کے دفتر میں مذکورہ سیل کی ۷ر اکتوبر کو ایک میٹنگ منعقد ہوئی جس میں ۹ر اکتوبر ۱۹۸۲ء تک خشک سالی سے متاثرہ علاقوں میں کئے گئے مختلف اقدامات کا جائزہ لیا گیا۔ میٹنگ میں بتایا گیا کہ ضمانتِ روزگار اسکیم کے تحت ۸۰ ... کا ... کے لیے ۴ ۲۶٬۰۹ ۴ افراد کو روزگار فراہم کیا گیا۔

حکومت نے ... احمد نگر، سانگلی، ... لاپور ... عثمان آباد اضلاع میں جہاں سال گزشتہ ... پیسہ واری ... رہی ... اضلاع ... ربیع فصل ... دیہاتوں میں ... تقاوی قرض کے طور پر مالی امداد دینے کے احکامات جاری کئے ہیں۔ اس

شری عبدالحمید بوبیرے کی رحلت

وزیراعلیٰ کا تعزیتی پیغام

وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے مشہور صحافی شری عبدالحمید بوبیرے کی رحلت پر اپنے گہرے صدمے کا اظہار کیا۔

وزیراعلیٰ نے اپنے تعزیتی پیغام میں فرمایا کہ مرحوم عبدالحمید بوبیرے گذشتہ نصف صدی سے ماہنامہ "صبح امید" کی ادارت کے ذریعہ ادبی خدمت انجام دے رہے تھے۔

مشہور صحافی شری بھنڈارے کی رحلت

وزیراعلیٰ کا تعزیتی پیغام

وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے شری وی۔آر بھنڈارے، مشہور صحافی و سماجی کارکن کی رحلت پر اپنے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔

... مختص کردہ ۹۰۵ کروڑ روپیہ میں سے ... کلکٹران نے اب تک ۴۰ لاکھ روپے صرف کئے ہیں۔

ٹینکرس اور بیل گاڑیوں کے ذریعہ ۲۹ ستمبر تک ۴۰ ۲ دیہاتوں کو پانی فراہم کیا گیا اب ایسے دیہاتوں کی تعداد کم ہو کر ۱۶۷ ہو گئی ہے۔

بارش نہ ہونے اور ناکافی بارش کی وجہ سے رواں فصلی سال کی خریف فصل بری طرح متاثر ہوئی ہے۔ خشک سالی کی صورتحال کے ۱۵ ستمبر ۱۹۸۲ء تک کے جائزہ کے مطابق احمد نگر، اورنگ آباد، بیڑ، جلگاؤں، جالنہ، ناشک، پونے، سانگلی، ستارا۔ اور سولاپور اضلاع ۴۳ تعلقوں کے ۲۱۸۴ دیہاتوں میں ۴۶۴۹ لاکھ آبادی متاثر ہوئی ہے۔

صورتحال کا صحیح اندازہ ناور پیسہ واری کے اعلان کے بعد ہو سکتا ہے۔ حکومت کی ہدایت پر ۱۳ اکتوبر ۱۹۸۲ء تک کلکٹران کی موصولہ رپورٹ کے مطابق ریاست کے خریف فصل والے ...۲۰ دیہاتوں میں سے ۶۱۵۱ دیہات ناور پیسہ واری ۵۰ پیسے یا اس سے کم والے علاقے شمار کئے گئے ہیں۔ مالگذاری افسران خریف دیہاتوں میں آزمائشی کاشتکاری کر رہے ہیں اور نتائج پر قطعی پیسہ واری کے اعلان کے بعد خشک سالی کی صحیح صورتحال واضح ہو گی۔

ضلع کلکٹران کو ہدایت دی گئی ہے کہ خریف علاقوں میں جہاں ناکافی بارش کی وجہ سے پیداوار نہیں ہوئی ہے ان علاقوں میں قطعی پیسہ واری کا اعلان کرنے کے بعد ان کو خشک سالی سے متاثرہ علاقے قرار دینے کی بابت اپنی رپورٹ جلد از جلد پیش کریں۔

جے. آر. ڈی. ٹاٹا کی خدمات قابلِ تعریف

بمبئی فلائنگ کلب کے زیرِ اہتمام شری جے آر ڈی ٹاٹا کے اعزاز میں ان کی روایتی ہوائی ڈاک کی افتتاحی پرواز کے موقع پر ۱۵ را اکتوبر کو منعقدہ ایک تقریب میں وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے اپنی تقریر میں فرمایا کہ ہمارے درمیان جے آر ڈی ٹاٹا جیسی ایک عظیم ہستی موجود ہے۔ جنھوں نے ملک میں صنعت، سیاحت، ثقافت، تعلیم، وغیرہ کے فروغ کے لئے اپنی خداداد صلاحیتوں کا استعمال کیا ہے۔ دولت اور صلاحیت بلاشبہ کسی کی میراث نہیں ہے۔ لیکن شری ٹاٹا نے ہمیشہ اپنی دولت اور صلاحیت کو عوام اور سماج کی فلاح و بہبود و بیں انسان دوستی کے نقطۂ نظر سے صرف کیا ہے وزیر اعلیٰ نے مزید فرمایا کہ شری جے آر ڈی ہوا کے دوش پر سواری کرتے ہیں اور بیشک ان کے شعور، کردار، قابلیت اور اہلیت کی حدیں آسمان کو چھوتی ہیں۔

وزیر اعلیٰ نے اس تقریب کو خود جے آر ڈی اور شہری ہوابازی سے وابستہ تمام افراد کیلئے یادگار قرار دیتے ہوئے اس بات کا خصوصی تذکرہ کیا کہ ۷۸ سال کی عمر ہونے کے باوجود آپ نے جوانمردوں کی طرح دلیرانہ کارنامہ انجام دیا اور ضعیف العمری ملک کیلئے گرانقدر خدمات انجام دینے میں رکاوٹ نہیں بنی۔ اس موقع پر وزیر اعلیٰ نے متعلقہ تنظیموں اور اشخاص سے اپیل کی کہ وہ حسبِ خواہش ملک کی خدمت کرنے والے نوجوانوں کی ہمت افزائی کریں۔

گورنر مہاراشٹر شری آئی ایچ لطیف نے مہمانوں کا استقبال کیا اور وزیر اعظم کا پیغام پڑھ کر سنایا گورنر موصوف نے شری جے، آر، ڈی ٹاٹا کے جذبۂ ہمت اور شجاعت کی تعریف کی۔

شری جے، آر، ڈی ٹاٹا نے اپنی جوابی تقریر میں فرمایا کہ ہوابازی زندگی جوش و ہمت کی دلیل ہے اور نوجوان نسل کو بھی چاہیئے کہ وہ ایسے دلیرانہ کاموں میں عملی حصہ لیں۔

وزیر مملکت برائے امور داخلہ ڈاکٹر شری کانت جیچکر، چیئرمین آف ایر انڈیا شری رگھو راج اور بڑی تعداد میں معزز اشخاص اس تقریب میں موجود تھے۔ کیپٹن بوس نے شکریہ ادا کیا۔

• کپاس کاشتکاروں کی فیڈریشن

وزیر مملکت برائے امدادِ باہمی شری ایس. این. ڈیسائی نے منترالیہ میں کاشتکاروں کے نمائندوں اور کپاس کی کاشت کے اضلاع کے عوامی نمائندوں کی ۱۳ر اکتوبر کو منعقدہ ایک میٹنگ میں اعلان کیا کہ جلد ہی ریاستی حصول کپاس کی اجارہ دارانہ اسکیم پر بہتر عمل آوری کے لئے تعلقہ ضلع اور ریاستی سطح کے کپاس کاشتکاروں کی نمائندگی پر مشتمل ایک فیڈریشن قائم کیا جائے گا۔

میٹنگ میں شری بی ایم گائیکواڑ وزیر برائے زراعت، ڈاکٹر شری کانت جیچکر وزیر مملکت برائے داخلہ، شری لیفٹیننٹ شیرے کر نائب وزیر برائے امداد باہمی، شری شیواجی راؤ موگھے نائب وزیر برائے سماجی بہبود، سردشری این. ڈی پاٹل، رام میگھے اور کے ایم پاٹل اور دیگر افراد شریک تھے۔

شری ایم۔آر۔پاٹل

شری ایم. آر. پاٹل، کلکٹر سولاپور، اب شری اے. ایم. دیوستھلے کی جگہ ڈائرکٹر جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، بمبئی، مقرر کئے گئے ہیں۔

شری دیوستھلے سکریٹری امور داخلہ (ٹرانسپورٹ) مقرر کئے گئے ہیں۔

PRINTED AT THE GOVT. PHOTOZINCO PRESS, PUNE 1982



ریاستی دورہ پر آئی ہوئی مرکزی ٹیم کے سربراہ اور پلاننگ کمیشن کے مشیر شری بلدیو راج سنگھ، وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے سے ۶؍ اکتوبر ۱۹۸۲ء کو منترالیہ میں ایک ملاقات کے دوران تبادلۂ خیال کر رہے ہیں۔



مرکزی ٹیم کے سربراہ شری بلدیو راج سنگھ ...اراکین کے ساتھ ستارا ضلع کے مقام پارگاؤں میں ایک جگہ ...یں کی کھدائی کے کام کا معائنہ کر رہے ہیں۔

مرکزی ٹیم کا دورۂ مہاراشٹر — تصویری جھلکیاں

ریاست مہاراشٹر میں خشک سالی کی صورتحال کا جائزہ لینے کے لیے ریاستی دورہ پر آئی ہوئی مرکزی ٹیم کے سربراہ شری بلدیو راج سنگھ، چیف سیکریٹری شری رام پردھان اور دیگر متعلقہ محکموں کے سکریٹریز سے ۶؍ اکتوبر ۱۹۸۲ء کو منترالیہ میں ایک اجلاس سے خطاب فرما رہے ہیں۔



UMIRAJ : Regd. No. MH-BY South-544 *Licence No. 89 for ' without prepayment of postag*

DIWALI BUMPER DRAW

COMMON PRIZE FOR ALL SEVEN SERIES

Rs. 10,00,000

FIRST PRIZE IN EACH SERIES

Rs. 1,00,000



TOTAL AMOUNT OF PRIZES
Rs. 64,60,000

TOTAL NO. OF PRIZES
15,54,449

DATE OF DRAW

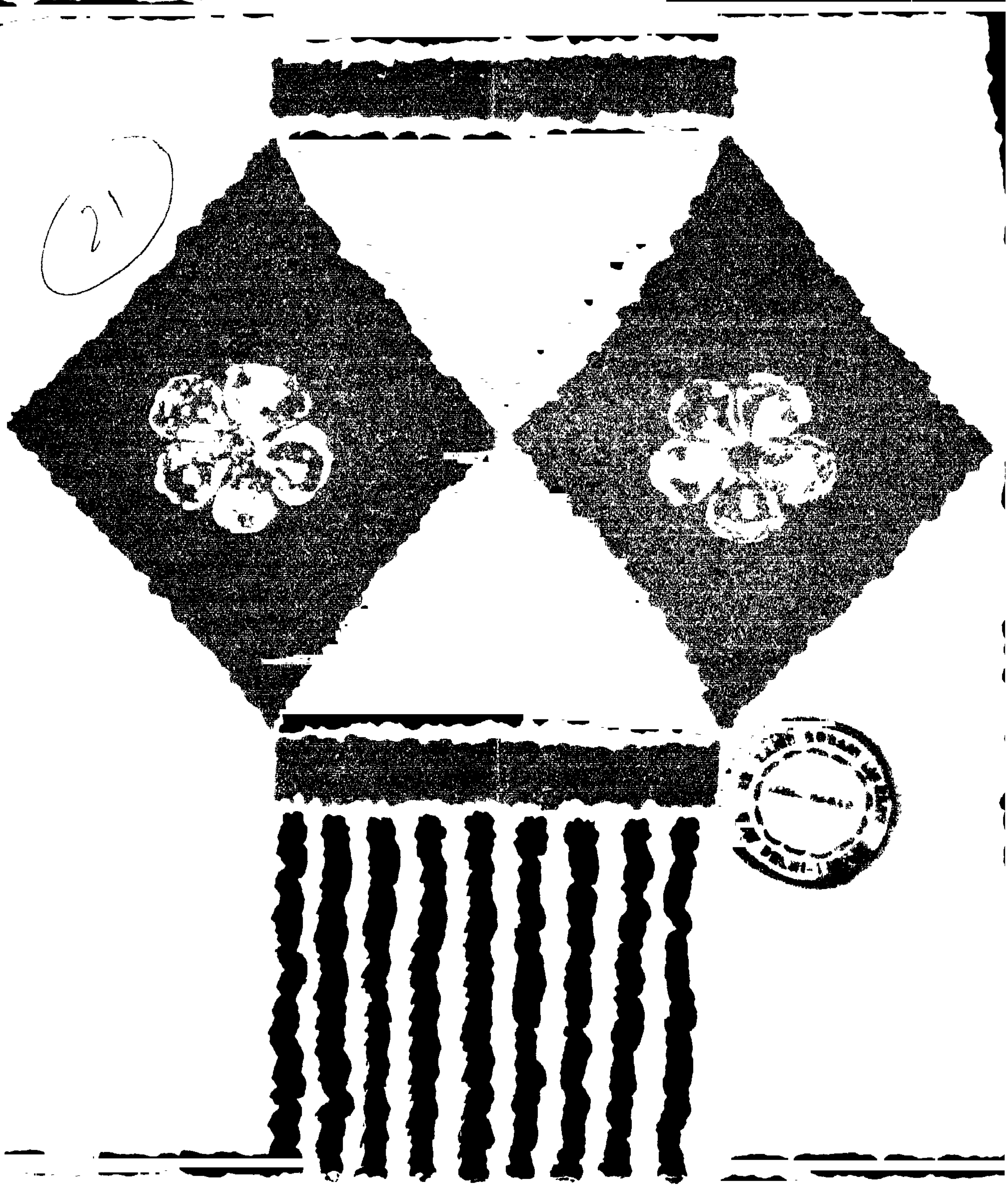
THURSDAY, THE 18TH NOVEMBER 1982

PRICE OF EACH TICKET RE. 1

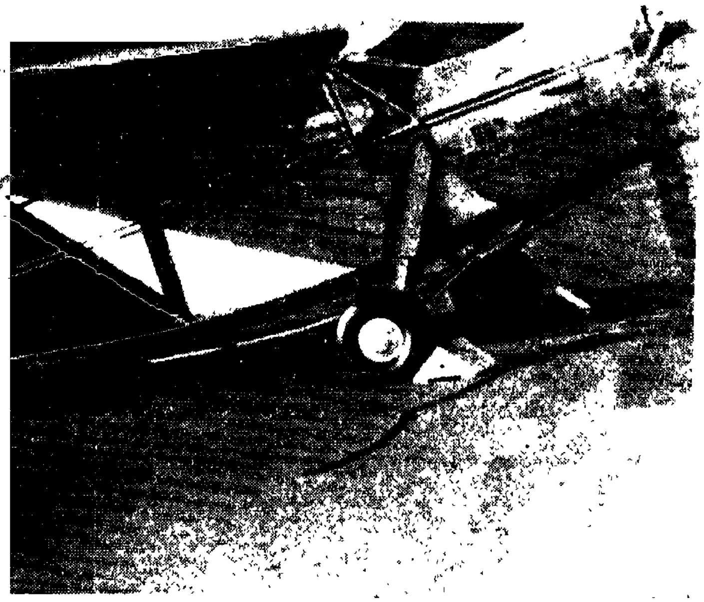
MAHARASHTRA STATE LOTTERY

شائع کردہ: شری موہن پاٹل، ڈائرکٹر جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، گورنمنٹ آف مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۳۲
مطبوعہ: گورنمنٹ سینٹرل پریس، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۰۴

قومی راج



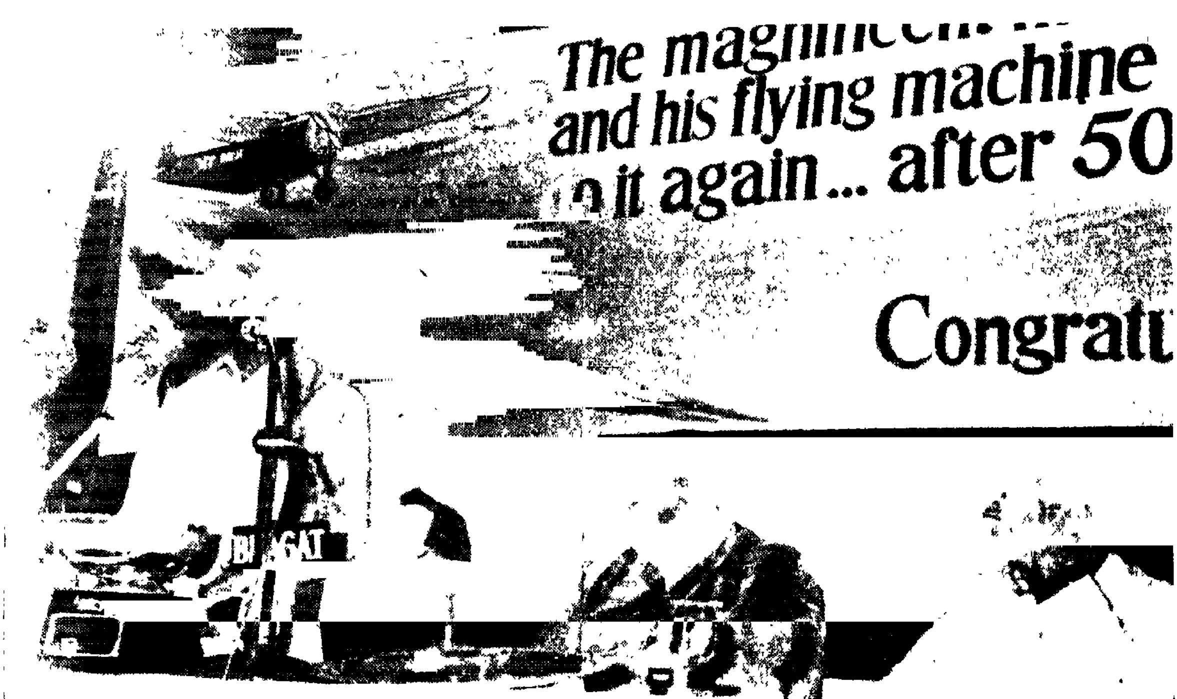




جے۔آر۔ڈی۔ٹاٹا کی تاریخی اُڑان

ہمارے ملک میں ہوائی ڈاک کی ۵۰ ویں سالگرہ کے موقع پر ہندوستانی ہوابازی کے علمبردار جناب جے آر ڈی ٹاٹا نے ٹھیک ۵۰ سال قبل یعنی ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو اسی تاریخی پرواز کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے بمبئی کے جوہو ہوائی اڈے سے اسی 'لیوپرڈ موتھ' طیارے میں (اوپر کی تصویر) احمد آباد ہوتے ہوئے بمبئی سے کراچی تک [illegible] کیا تھا

۱۵ اکتوبر ۱۹۸۲ء کی شام کو ۴ بجے جناب جے آر ڈی ٹاٹا کی واپسی پر جوہو ہوائی اڈے پر گورنر مہاراشٹر مسٹر آئی ایچ لطیف اور وزیر اعلیٰ بابا صاحب بھوسلے کے علاوہ لوگوں کی کثیر تعداد نے آپ کا گرمجوشی سے استقبال کیا۔ اس موقع پر لی گئی تصویر میں (نیچے) مسٹر ٹاٹا حاضرین سے خطاب کر رہے ہیں۔ آپ کے بائیں جانب وزیر اعلیٰ تشریف فرما ہیں۔



جلد نمبر ۹ ، شمارہ نمبر ۲۱

۱۰ نومبر ۱۹۸۲ء

قومی راج

ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ: دس روپے — قیمت فی کاپی: پچاس پیسے

ترتیب

چیف ایڈیٹر: موہن پاٹل

ایڈیٹر: ریاض احمد خاں

قارئین کی رائے

* **محمد اسحاق ایوبی** (ایم۔ اے)
۱۲-۲-۱۱۱/۷۱، مہدی پٹنم مرادنگر،
حیدرآباد ـ ۲۸ (آندھرا پردیش)

۱۰ راگست ۱۹۸۲ء کا 'قومی راج' نظرنواز ہوا۔ گیٹ اپ کا کوئی جواب نہیں۔ کاغذ بہت ہی اچھا ہے۔ اسی معیار کی کتابت کا بھی اہتمام ہوجائے تو کیا کہنے! معلوماتی مضامین تو خیر مفید اور دلچسپ ہوتے ہی ہیں۔ ادب پاروں میں افسانے، مقالے، رپورتاژ وغیرہ بھی کبھی کبھار شامل کرلیا کیجئے۔ ہر حال میں چادر دیکھ کر پاؤں پھیلائیے۔ آپ کے خصوصی شمارے لاجواب ہوتے ہیں۔ تنقیص و تحسین کو نظرانداز نہ کیجئے۔ یہ بڑے کام کی چیز ہیں۔ خُذ مَا صَفَا دَعْ مَا کَدِر (اچھی باتیں اپنا لیجئے۔ ناپسندیدہ چیزیں چھوڑ دیجئے) آپ اور آپ کا اسٹاف جس لگن سے اُردو، قوم اور وطن کی خدمت انجام دے رہا ہے، وہ قابلِ قدر ہے۔ آپ کو اس کی داد اور صلہ دونوں ملنا چاہئے۔ جس ڈھنگ سے آپ رسالے کو تصاویر سے مزین کرتے ہیں اس سے جمالیاتی رنگ بھی جھلکتا ہے۔ خدا کرے آپ کی سرگرمیوں کی رفتار تیز سے تیز تر اور معیار بلند سے بلند تر ہوتا جائے ع

این دعاء از من و از جملہ جہاں آمین باد

یہ اچھا ہی ہے کہ 'قومی راج' میں ملک بھر کے ادیب اور شاعر جگہ پاتے ہیں۔ شعر و ادب کے میدان میں علاقائی عصبیت اور ادبی اجارہ داری نیز طرح طرح کے 'ازم' بہت نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔ ان لعنتوں سے حسبِ سابق اپنا دامن بچائے رکھئے۔

تقسیم سے پہلے "نام اور مقام" اور طبقہ داری رجحانات نے، جو ایک دم توڑتی ہوئی تہذیب کے آئینہ دار تھے، اُردو زبان کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا تھا۔ آپ نے صحت مند اقدار کو اپنا رکھا ہے یہ قابلِ تحسین امر ہے۔

* **شان بھارتی**
پی۔ او۔ سجوا ـ دھنباد

۲۵ رجولائی کا شمارہ ۱۲ راکتوبر کو ملا۔ زیرِ نظر شمارے کا منظوم حصہ بڑا گراں قدر ہے۔ تمام تخلیقات میں صالحیت وجی ہاں، جدیدیت اور ترقی پسندیت کے درمیان ایک قابلِ قبول نظریہ ہے۔ حکومتِ مہاراشٹر کے تمام ترقیاتی منصوبوں کا حال پڑھ کر خوشی ہوئی۔ ادبی، تہذیبی، سیاسی اور ثقافتی تقریبات کی تصویری جھلکیاں پسند آتی ہیں اور اس بار قدرے زیادہ بھی ہیں۔

* **آفتاب عالم اجمیری**
۶۲۸، احمد سلیمان بلڈنگ، روم نمبر ۱۱
ہنس روڈ، بی۔ جی۔ مارگ، بمبئی ۴۰۰۰۱۱

۲۵ رجولائی ۱۹۸۲ء کا 'قومی راج' نظرنواز ہوا۔ پڑھ کر بے حد مسرت حاصل ہوئی۔ آپ کی کوششیں و کاوشیں مضامین کے پیمانے سے چھلکتی نظر آتی ہیں۔

صوفی بانکوٹی مرحوم کی یاد میں
ایک اور تعلیمی انعام کا اجراء

ارضِ کوکن کے مرحوم اُردو شاعر اور معلم صوفی بانکوٹی (فوت ۱۹۷۶ء) کی یاد میں ایک اور تعلیمی انعام کی اسکیم جاری کی گئی ہے۔ اس اسکیم کے تحت مارچ ۱۹۸۳ء سے ہر سال ضلع رتناگیری کے اُردو ہائی اسکولوں کا جو طالب علم ایس ایس سی کے امتحان میں مجموعی طور پر سب سے زیادہ نمبر حاصل کرکے ضلع بھر میں اوّل رہے گا۔ اُسے بزمِ اُردو چپلون کی معرفت "صوفی بانکوٹی یادگار تعلیمی انعام" کے نام سے ایکاون روپے پیش کئے جائیں گے۔

اس تعلیمی انعام کے اجراء و انتظام کے لئے صوفی مرحوم کے صاحبزادے و مشہور شاعر بدیع الزماں خاور نے مہاراشٹر اُردو اکاڈمی سے صوفی مرحوم کو اُن کے مجموعۂ کلام "بادۂ صافی" پر پس از مرگ یافتہ انعام کے طور پر ملی ہوئی رقم اپنے ذاتی عطیہ کے ساتھ بزمِ اُردو چپلون کے حوالے کردی ہے۔ صوفی مرحوم کی یاد میں ایک تعلیمی انعام اس سے پہلے ہی جاری ہے۔

محکمۂ مالگذاری — عوامی بہبود انتظامیہ

محکمۂ مالگذاری، ہر قسم کے محصول کی وصولی کا منتظم ہے لیکن محصولِ اراضی اور متعلقہ دستاویزات سے متعلق انتظامیہ اس محکمہ کے خاص فرائض میں شامل ہیں۔ اس طرح اس محکمہ کے بنیادی فرائض میں اراضی کا سروے، اُن کی درجہ بندی، اراضی کی قیمتوں کا تعین، اراضی محصول اور دیگر دستاویزات کی جانچ پڑتال شامل ہیں۔ ان تمام انتظامات کے علاوہ قلت اور قدرتی مصائب کے وقت راحت اور امدادی اقدامات کی بھی یہ محکمہ پیشکش کرتا ہے۔

حصولِ آزادی کے بعد ملک میں متعدد سماجی و معاشی مسائل کے حل کے لئے فلاحی ریاست کے نظریئے کے تحت محکمۂ محصول نے بھی نئی اور وسیع ذمہ داریاں قبول کیں۔ اس طرح بے گھر دیہی افراد کو مکانات کی فراہمی، گئوٹھانوں کی توسیع اور سرکاری پروجیکٹوں سے متاثرہ افراد کی بازآبادکاری سے متعلق متعدد امور بھی اس محکمہ کے فرائض میں داخل ہوئے۔ مختلف مسائل سے نمٹنے کے لئے محکمۂ محصول نے نہ صرف اپنی سرگرمیاں تیز کیں بلکہ دیگر محکموں کی جاری کردہ فلاحی اسکیمات کے مؤثر نفاذ میں بھی دلچسپی لی۔ اس ضمن میں غربت کا خاتمہ، مندرجہ جاتیوں اور قبائلی بہبود، ضمانتِ روزگار اسکیم، ضلع پلاننگ، چھوٹی بچت اور خاندانی بہبود جیسی اسکیمات قابلِ ذکر ہیں۔

محکمۂ محصول، حکومت کا وہ واحد محکمہ ہے جو حکومت کی تمام تر عوامی بہبود اسکیمات کو دیہی علاقوں تک پہنچانے کا مؤثر ذریعہ ہے

پروجیکٹوں سے متاثرہ افراد کی بازآبادکاری :

سماجی و معاشی ترقیات کے لئے متعدد آبپاشی پروجیکٹ، ہائیڈرو الیکٹرک پروجیکٹ اور صنعتی فروغ کی اسکیمات جاری ہوئیں۔ جون ۱۹۶۵ء سے قبل مدت کے دوران جن افراد کی زمینیں پروجیکٹوں کے قیام کے لئے حکومت نے حاصل کی تھیں انھیں محض معاوضہ دیا جاتا تھا اور بازآبادکاری کا مسئلہ خود متاثرہ افراد پر چھوڑ دیا جاتا تھا۔ بعدازاں ایک فلاحی ریاست ہونے کی وجہ سے یہ احساس ہوا کہ متاثرہ افراد کو محض معاوضہ دینا ہی کافی نہیں تاآنکہ وہ دوسری جگہ آباد نہ ہو جائیں۔ اس حصول مقصد کے لئے جون ۱۹۶۵ء میں ایک علیحدہ ڈائرکٹوریٹ قائم کیا گیا۔ مزید کچھ عرصے بعد بازآبادکاری اسکیم کو قانونی شکل بھی دی گئی اور اس سلسلہ میں ۱۱ر مارچ ۱۹۷۷ء کو مہاراشٹر میں پروجیکٹوں سے متاثرہ افراد کی بازآبادکاری قانون نافذ کیا گیا ہے جس کے تحت پروجیکٹ کے علاقوں میں متاثرہ افراد کی بازآبادکاری کے لئے زمین کا حصول، نئے گئوٹھانوں کا قیام اور ضروریات کی فراہمی، زیرِآب ہونے والے متوقع علاقوں سے ایک سال

قبل متاثرہ افراد کی منتقلی جیسے اقدامات بھی کئے جاتے ہیں۔

متاثرہ افراد کی بازآبادکاری کی اس اسکیم کے تحت شروع میں صرف بڑے اور درمیانی آبپاشی پروجیکٹوں سے متاثرہ افراد ہی لائق توجہ سمجھے جاتے تھے لیکن رفتہ رفتہ بعد میں دیگر پروجیکٹوں مثلاً زرعی یونیورسٹیاں فراہمیٔ آب اسکیمات کے تحت متاثرہ افراد کی بازآبادکاری ضروری سمجھی گئی۔ اس کے علاوہ بڑے اور چھوٹے آبپاشی پروجیکٹوں میں شامل نہروں کی تعمیر کے لئے حاصل کردہ اراضی مالکان بھی پروجیکٹ سے متاثرہ افراد کے زمرے میں شامل کئے گئے ہیں۔

زمین بہ عوض زمین اور مکانات کے لئے قرض :

اب تک قانونی طور پر مذکورہ بالا قانون کے تحت ۱۵۰ پروجیکٹوں میں سے ۹۸ پروجیکٹوں سے متعلق اقدامات کئے جا چکے ہیں اور اس سلسلہ میں بازآبادکاری کے لئے سب سے بڑی رعایت یہ دی گئی ہے کہ متاثرہ افراد کو متبادل زمینیں فراہم کی جاتی ہیں۔ ۱۹۷۳ء تک اس کام کے لئے سرکاری جنگلاتی اراضیات اور اراضی حدبندی قانون کے تحت فاضل قرار دی گئی زمین فراہم کی جاتی تھی بعد میں "زمین بہ عوض زمین" اصول نافذ کرتے ہوئے بڑے اور درمیانی پروجیکٹوں کے علاقوں کی زمینوں میں سے ہی حکومت کا مقرر کردہ کوٹہ فراہم کرنے کا طریقہ اختیار کیا گیا جس کی رُو سے متاثرہ افراد کی بازآبادکاری ان کی پسند کے مطابق نئے گوٹھان علاقوں میں کی جاتی ہے۔ الاٹ کی جانیوالی زمینیں گھردار متاثرہ فرد کے لئے ۸۰۰ مربع فٹ اور بے گھر افراد کے لئے ۴۰۰ مربع فٹ مقرر کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ مکانات کی تعمیر کے لئے بالترتیب ۲۰۰۰ اور ۵۰۰۰ روپے تک ۶½ فیصد شرح سود پر قرض بھی دیا جاتا ہے۔ نئے گوٹھان میں بنیادی ضروریات فراہم کی جاتی ہیں۔ پروجیکٹ سے متاثرہ افراد کے لئے سب سے اہم رعایت سرکاری ملازمت میں ترجیح ہے۔

اب تک ۹۸٬۴۹۰ خاندانوں میں سے ۵۱٬۹۶۱ خاندانوں کو نئے گوٹھان میں آباد کیا گیا ہے جبکہ اپنے طور پر آباد ہونے والے خاندانوں کی تعداد ۷٬۴۸۷ ہے۔ اس طرح ۳۸٬۷۸۱ خاندانوں کی بازآبادکاری ابھی باقی ہے۔

قدرتی مصائب سے متاثرہ افراد کو راحت :

محکمۂ محصول قدرتی مصائب سے متاثرہ افراد کی امداد و راحت کاموں میں بھی ہمیشہ پیش پیش رہا ہے۔ کوئینا زلزلے اور پان شیٹھ بند ٹوٹنے کے حادثے پر محکمہ محصول نے نمایاں کارکردگی انجام دی ہے۔ حکومت نے قدرتی مصائب سے متاثرہ افراد کی راحت کے لئے ایک علیحدہ اسکیم مرتب کی ہے۔ چنانچہ زلزلے، سیلاب، آتشزدگی، طوفان، بجلی، پہاڑی گرنے، ژالہ باری، سمندری سیلاب اور سیلابی بارش جیسے قدرتی مصائب سے متاثرہ افراد کو مقررہ امداد کے علاوہ حادثات و مصائب کی نوعیت و شدت کی مناسبت سے متاثرین کو خصوصی امداد دی جاتی ہے۔

مذکورہ اسکیم کے تحت امداد دیتے وقت یہ خیال رکھا جاتا ہے کہ متاثرین کو امداد فوری طور پر مہیا ہو جائے۔ فصلوں کے خراب ہونے پر ہنگامی بنیاد پر کسانوں کو کھاد اور بیج فراہم کئے جاتے ہیں نیز فسادات سے متاثر ہونیوالوں کو بھی اس اسکیم کے تحت امداد دی جاتی ہے۔

اس موقع پر یہ بیان کیا جا سکتا ہے کہ دسمبر ۱۹۸۱ء سے فروری ۱۹۸۲ء کے دوران ریاست کے ۱۴ اضلاع میں ۷ مرتبہ شدید ژالہ باری ہوئی۔ جس میں ۵ جانیں تلف ہوئیں اور تقریباً ۶ کروڑ روپوں کا نقصان ہوا۔ اس ناگہانی آفت سے متاثرہ افراد کو ۱۵ دنوں کے لئے یومیہ راحت الاؤنس تین روپوں سے بڑھا کر ۴ روپے دیا گیا۔ اس کے علاوہ ضمانت روزگار اسکیم کے تحت انھیں روزگار دیا گیا۔ سرکاری قرضوں کی وصولیابی ملتوی کی گئی اور دیگر مختلف سہولتیں فراہم کی گئیں۔

مکانوں کی فراہمی :

ریاستی حکومت نے ۱۹۷۲ء میں دیہی عوام کو مکانوں کی فراہمی کے لئے ایک اسکیم جاری کی، جس کے تحت بے گھر اور بے زمین دیہی افراد کو مکانوں کی تعمیر کے لئے جگہ فراہم کی جاتی تھی لیکن تعمیر کا کام افراد کے ذمّے رہنے دیا جاتا تھا، ۱۹۷۵ء میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ مکانوں کی تعمیر کے لئے جگہ دینے کے علاوہ سرکاری اخراجات سے جھونپڑے بنا کر دیئے جائیں۔ ابتداء میں یہ اسکیم ۵۰۰۰ آبادی پر مشتمل دیہاتوں تک ہی محدود رکھی گئی تھی، پھر رفتہ رفتہ اس میں توسیع ہوتی گئی اور اب ریاست کے تمام دیہات بلالحاظ تعدادِ آبادی اس کے تحت لائے گئے ہیں۔ سوئم درجے کے میونسپل شہروں پر بھی، جن کی آبادی ۱۵٬۰۰۰ سے زیادہ نہیں، اس اسکیم کا اطلاق کیا گیا ہے۔

ابتداء میں جھونپڑوں کی تعمیر ۱۵۰ روپے میں ہو جایا کرتی تھی، اب فی جھونپڑا ۳٬۰۰۰ روپے لاگت آتی ہے۔ جھونپڑوں کی تعمیر پر مزید روپے خرچ کرنے کی تجویز حکومت کے زیر غور ہے۔ جھونپڑوں کی تعمیر مقامی حالات کے پیش نظر بہتر سے بہتر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جو ساخت و بناوٹ کے لحاظ سے ۱۵ تا ۲۰ برس تک پائیدار رہ سکتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ

تعمیر شدہ جھونپڑوں کی مرمت کا کام بھی جاری کیا گیا ہے۔ ۱۹۷۲ء اور ۱۹۷۹ء میں اس اسکیم سے مستفید ہونے کے اہل افراد کی تعداد مجموعی طور پر دیہی علاقوں میں ۴،۲۱،۷۵۵ اور تیسرے درجے کے میونسپل شہروں میں ۱۲،۲۹۴ افراد تھی۔ اس دوران کل چار لاکھ ستر ہزار دو سو اکھتر مکانات تعمیر کئے گئے۔

گوتھانوں کا استعمال:

گاؤں کی بستی کے باہر کی خالی اور بے مصرف زمین گوتھان کہلاتی ہے۔ یہ زمین حکومت کی ایک اسکیم کے تحت پروجیکٹوں سے متاثرہ افراد اور سیلاب کی تباہ کاریوں کے شکار لوگوں کی باز آبادکاری نیز خانہ بدوش، ویمکت جاتیوں اور پسماندہ طبقات سے تعلق رکھنے والے افراد کو آباد کرنے کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ جہاں کہیں بھی گرام پنچایت کی زمین دستیاب ہے وہ اسکیم کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ اگر ایسی زمین نہیں ملتی تو ذاتی زمین حاصل کی جاتی ہے۔ اس طرح حاصل کی ہوئی زمین پر حد بندی کرنے کے بعد یہ قطعات رہائشی مکانات کی تعمیر کے لئے ضرورت مندوں میں تقسیم کئے جاتے ہیں۔ خانہ بدوشوں، ویمکت جاتیوں، پسماندہ طبقات کے افراد نیز زرعی مزدوروں سے قطعات کے پٹے کی قیمت نہیں لی جاتی۔ دیگر افراد کو یہ قیمت یکمشت یا تین قسطوں میں ادا کرنی ہوتی ہے۔ دیہی علاقے یا ایسے دیہات جن کے سیلاب میں غرق ہونے کا اندیشہ ہے اُن میں رہنے والے دیہی باشندے اپنی زمینیں حکومت کو دے کر یا پھر گوتھان کے قطعات کی قیمت ادا کر کے گوتھان میں جگہ حاصل کر سکتے ہیں۔

یہ اسکیم دس سالہ اسکیم کے طور پر جاری کی گئی ہے۔ اولاً یہ اسکیم ۱۹۶۱ء میں جاری کی گئی پھر اس کی دس سالہ مدت ۱۹۷۷ء تک بڑھائی گئی، اس عرصے میں اس اسکیم کے تحت ۱۰،۶۵۳ دیہاتوں میں راحت اقدامات کئے گئے۔

۱۹۷۷ء سے شروع ہونے والے دوسرے دس سالوں میں اس اسکیم کے تحت ۷،۰۷۷ دیہاتوں میں راحت اقدامات کئے جانے کی توقع ہے۔ جون ۱۹۸۱ء تک اس سلسلے میں ۱۳۸۲ دیہاتوں میں کام کئے گئے ہیں۔



قارئین کیلئے ضروری اِعلان

ہماری یہ کوشش ہے کہ اپنے قارئین کو مختلف سرکاری پالیسیوں اور سرگرمیوں سے پوری طرح باخبر رکھیں۔ تاہم قارئین کو اس میں کچھ نہ کچھ کمی کا احساس ہو سکتا ہے۔ لہٰذا آپ کی دلچسپی اور معلومات میں مزید اضافے کے خیال سے "قارئین کی رائے" کا خصوصی صفحہ شائع کیا جاتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس تبادلۂ خیال سے ہمیں اور بھی فائدہ پہنچے گا۔ انفرادی شکایتوں کی اشاعت تو مشکل ہے، البتہ سرکاری پالیسیوں، پروگراموں اور سرگرمیوں سے متعلق آپ کے خطوط، سوالات اور شبہات بخوشی قبول کئے جائیں گے۔ پتہ نوٹ فرمالیں:

ایڈیٹر قومی راج، نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ، پندرہواں منزلہ، مقابل منترالیہ، ممبئی ـ ۴۰۰۰۳۲

بجز غم چہ ہنر دارد عشق

* حیدر پٹھان (ایڈوکیٹ)

۲۷ اکتوبر، اُستاد عبدالکریم خاں صاحب کی برسی کا دن ہے جو آج سے ۴۵ سال پہلے اس دارِفانی سے کوچ کر گئے۔ مگر سنگیت کے دلدادہ و رسیا اور اس کلا کے پارکھ اور فن کے دلدادہ ہر سال اس دن کی یاد مناتے ہیں۔ مُلک کے مُختلف مقامات پر اُن کی یاد میں سنگیت سمیلن منعقد کئے جاتے ہیں۔ بڑے، چھوٹے پیمانے پر محفلِ موسیقی کا انعقاد ہوتا ہے۔ رس تان دُھن اور راگ کو فضا میں بکھیرا جاتا ہے تاکہ سنگیت کے رسیا اسے اپنے تنفّس کے ذریعہ دل و روح کی گہرائی تک لے جائیں۔ اس سے لُطف اندوز بھی ہوں اور روحانی فرحت بھی حاصل کرسکیں۔

استاد عبدالکریم خاں صاحب کی آواز انکی جانگداز موسیقی اور فنکارانہ دسترس ہماری تاریخ موسیقی کا تابناک ورق ہے جس سے نہ صرف ہمارا ثقافتی و فنی تسلسل قائم ہے بلکہ سنگیت کی دنیا میں نئی راہیں تلاش کرنے میں معاون ثابت ہوگا۔ دنیائے موسیقی کا یہ تابناک ستارہ ہمیشہ چمکتا رہیگا انکی گائیکی کے عناصر جس حُسن خوبی سے ہمیں جمالیاتی شگفتگی سے نوازتے ہیں وہ شگفتگی ہماری اپنی انفرادیت کا حصّہ بن جاتی ہے جیسے کوئی نظم کوئی کتاب جب ہم پڑھ لیتے ہیں تو وہ ہمارے مزاج وجذبات میں جذب ہو جاتی ہے اسے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ یہی حال موسیقی کا بھی ہے۔

اس ملک میں سنگیت کی پرمپرا یا روایات قدیم ہیں۔ اس فن کی افزائش اور نکھار کے لیے ہمارے قدماء نے جدوجہد اور لگن سے کام لیا۔ آج جو راگ یا دھن ہم سنتے ہیں اسکی شائستگی اور نکھار تین ہزار سال کی کاوش و لگن کا نتیجہ ہے دنیائے موسیقی میں آج ہم گائیکی کو گھرانوں کے نام سے پہچانتے ہیں ہماری موسیقی کو نت نئے رنگ ڈھنگ سے آراستہ کرنے میں ان گھرانوں کا عظیم حصّہ ہے اس وجہ سے ہماری موسیقی، موسیقی کے قواعد کی پابند ہوتے ہوئے بھی گائیکی کی انفرادیت کو ابھارنے کی حامل ہے ان گھرانوں کی دین کو ذہن میں رکھے بغیر ہماری موسیقی کا ہمہ گیر تصوّر ناممکن ہے

ان استادانِ فن اور گھرانوں کے درمیان اپنی ساکھ منوالینا، انفرادیت کا احساس کرادینا، فنی دسترس و آگہی کے کمالات دکھانا اور اپنے گھرانے کے برحق مقام کو امتیاز و افتخار سے نوازنا استاد عبدالکریم خاں صاحب کا خاصا رہا ہے زندگی ایک بہتا دریا ہے کوئی جامد یا جوہڑ کا پانی نہیں۔ یہ اس لیئے روایات کو بھی جواں سال رکھنا ان کو زندگی کے نئے بہاؤ کی رفتار سے ہم آہنگ کرنا ذہن وجذبات سے وہ احتیاط و توازن چاہتا ہے جسکا ذکر محترم مجروح صاحب نے اپنی شاعری کے لیئے میزان قرار دیا اور دوسرے

فنکاروں کو بھی آگاہ کیا۔

"بے تیشۂ نظر نہ چلو راہِ رفتگاں
ہر نقشِ پا بلند ہے دیوار کی طرح"

نہ راہِ رفتگاں پر چلنا آسان ہے اور نہ نئی ڈگر پر دوڑنا۔ بغیر فنی آگہی اور فنکارانہ بالیدگی کے تجربے کے اتھاہ اندھیرے میں ڈوب جانے کا خدشہ لاحق ہے جہاں فنکار صرف خود بینی و خود آرائی کے مرض سے جاں بحق ہو جاتا ہے۔

خاں صاحب عبدالکریم بھی زندگی کے اس مرحلے سے گذرے اور امتحاناً گذرے۔ انکی گائیکی میں مدھرتا ہے۔ دل کے تار جھنجھنانے کی کلا ہے ادائیگی میں سبک روی ہے جو سکوت کے حسن کو جگا دیتی ہے اور صوتیات کے وقار کو بڑھاتی ہے۔

خاں صاحب کی گائیکی ہمارے ملک کے دوسرے مروجہ گھرانوں کی طرز ادائیگی سے مختلف تھی۔

گوالیار گھرانہ کی گائیکی کا یہ خاصا رہا ہے کہ گلے کو پورا کھول کر آواز کی بلندی کو چھو کر "سور" سر اور راگ کو روپ دیا جاتا ہے اس گائیکی میں وقار و عظمت دونوں کا احساس ہوتا ہے روح و دل کے گہرے سوتوں تک اسکا اثر پہنچتا ہے ایک "سور" سے دوسرے "سور" تک کا موسیقانہ سفر راگ کی پاکیزگی کو مجروح کئے بغیر اسکے انگ کو اجاگر کیا جاتا ہے عبدالکریم صاحب کی طرز ادا ان سے بھی مختلف تھی

انکی گائیکی کی ادا آگرہ گھرانے سے مطابقت نہیں رکھتی تھی آگرہ گھرانہ آفتابِ موسیقی استاد فیاض خاں جن کے قدموں میں بیٹھنے کا شرف ایک بار اس حقیر کو بھی حاصل ہے اور استاد ولایت حسین خاں کا شمار ہوتا ہے اس گھرانے کی گائیکی کی بنیاد دھرپد پر انتہائی سلیقے اور باقاعدگی سے رکھی گئی ہے اور راگ راگنیاں اسی روایت پر اس گھرانے میں جلا پاتی ہے۔ استاد خادم حسین خاں و استاد لطافت حسین خاں اور مرحوم عظمت حسین خاں (جنکی دوستی کا اعجاز حقیر کو ہے) کے ان گنت شاگرد شہر بمبئی اور ملک بھر میں موجود ہیں۔ جن میں جیتندرا ابھیشیکی قابل ذکر ہے استاد مرحوم انور حسین خاں کا ذکر نہ کرنا ناانصافی ہوگی۔ یہ گھرانہ راگ کے انگوں میں ڈرامائی کیفیت پیدا کرنے "سور" اور سر کے اتار چڑھاؤ میں کارِ مصور انجام دینے کے لیے ہر دل عزیز ہے گائیکی کا ہمہ گیر آہنگ وجدان کی حرارت کو فیضانِ عام کا رتبہ عطا کرتا ہے

اترولی گھرانہ استاد اللہ دیا خاں صاحب کا ہے یہ گھرانہ راگ کی ادائیگی میں وہی تیکنیک بروئے کار لاتا ہے جو ایک شاندار عمارت کی تعمیر میں لائی جاتی ہے۔ جیسے بنیاد گری وسیع و پائیدار یہ فنکارانہ پاسداری حسین تاثر پیدا کرتی ہے۔ جسے ہم بامعنی لطافت سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اس گھرانے کی موسیقی کو سننے والے کو احساس ہوتا ہے کہ زندگی کے زیر و بم کو ایک پل ثبات مل گیا۔

عبدالکریم خاں صاحب کا فن طرز اور نکھار کے میدان میں اس گھرانے سے بھی مختلف تھا۔

تو پھر انکی گائیکی کیا تھی؟ یہ ایک طویل اور بحث طلب سوال ہے جس کا یہاں مقام نہیں مگر مختصراً ذکر بھی ضروری ہے۔

ٹھمری گانے والے فنکاروں میں قابل ذکر نام بھیا گنپت راؤ گوہر خاں۔ رسولن بائی۔ شدھیشوری دیوی۔ بڑے غلام علی خاں۔ بیگم اختر۔ کے ہیں خاں صاحب عبدالکریم خاں نام بھی اسی فہرست میں ہے۔

"ٹھمری" ہمارے سنگیت کا ایک جز ہے جو بدلتے بگڑتے سماج میں رونما ہوا۔ یہ رومانی عناصر کی گائیکی ہے۔ اسکے "بول" ہوتے ہیں جو گائیک ادا کرتا ہے اس کے دو انگ ہیں۔ ایک "لکھنوی" اور دوسرا بنارس کا "پوربی" اس کی مثال آپ کو بیگم اختر اور شدھیشوری دیوی کی گائیکی میں ملیگی۔ یہ ہلکا پھلکا گانا ہے جب ہمارا انحطاط پذیر سماج دم توڑ رہا تھا مغل شہزادے اور راجے نواب دھرپد دھمار اور خیال کی نزاکتوں اور پیچیدگیوں کے بار کے متحمل نہ تھے عیش کوشی سہل پسندی کے رجحان نے اسے نواب راجاؤں اور امراء کی محفلوں میں فروغ دیا۔

ٹھمری کے "بول" بھی رومانی ہوتے ہیں جیسے:-

"بازو بند کھل کھل جائے"
"نہ کر کوئلیا ڈار"
"گرجوا لگے کٹار"
"رینا کدھر بتائی"
"کنکر موہے لاگ جتی ہے"

اس میں ورہہ۔ ملن کی آس۔ پیاں کے لئے تڑپ۔ دل کی جلن وغیرہ کے احساس کو ادا کیا جاتا ہے۔ جسکے لیے اچھی آواز اور لگن ضروری ہے۔ آواز میں لوچ۔ نرمی۔ ڈرامائی اتار چڑھاؤ جو جذبات کو اجاگر کرے۔ اس میں "منڈ" "مکری" "کھٹکا" "زمزمہ"

وغیرہ بروئے کار لائے جاتے ہیں یہ گائیکی رومانی اور ترغیبی ماحول کو جو خاص طور پر پوری انگ کے نام سے مشہور ہے بڑے غلام علی صاحب نے ٹھمری گائیکی میں پوری انگ کے ساتھ پنجاب کی عوامی دھنوں کی آمیزش کی انکے بھائی برکت علی خاں صاحب بھی اس طرح ٹھمری گاتے "رتیاں کدھر بتائی" انکی مشہور ٹھمری ہے استاد عبدالکریم خاں صاحب جب ٹھمری گاتے تو انکی ٹھمری مروجہ طرز سے مختلف ہوتی اسمیں نہ پوری انگ ہوتا اور نہ اسمیں معشوق کی "ستم ایجاد" خو کو ابھارا جاتا نہ وصال کی آرزوئے آتشیں کو بھڑکایا جاتا ان کی ٹھمری پوری انگ سے پرے ترغیبی عناصر سے پاک رہی ہے جیسے انہوں نے محض رقیق لغزش کا آلہ نہیں ہونے دیا ٹھیک اسی طرح جس طرح بڑے غلام علی خاں صاحب نے ٹھمری جو صرف خواتین کے گانے کی چیز تھی اسے مذکرانہ رنگ دیا۔ عبدالکریم خاں صاحب کی ٹھمری دل گداز جاں افروز ہوتے ہوئے اضطراب اور اداسی کا ماحول بناتی ہے جو درد و ناآسودگی کے کارن پیدا ہوتا ہے اسکی دل لداختگی کے دھارے پر بہتی سپردگی ہے اور انسانی محبت کی پاس روپ دھار نے لگتی ہے اس فنکاری میں وہ جنون جو وہ ذہنی و فنکارانہ بے اعتدالی نہیں جو وجدان کی بجائے ترغیبی عناصر کو ابھارے یا جذباتی انتشار کو جنم دے اس کی ادائیگی میں تندی نہیں بلکہ لطیف ٹکری ہے

مندرجہ بالا پہلو کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس پہلو کو بھی نظرانداز نہ کرنا چاہیے کہ خانصاحب نے کرانکی موسیقی کے فن پر بھی نظر رکھی اس کے فنی لوازمات اور لطیف عناصر کو برکھا۔

یہ انکی ذہنی بیداری کی دلیل تھی اور دنیائے موسیقی میں تجسس کو مقصد حیات جانا ہمارا سنگیت اموقت روایات اور جمود میں گھرا ہوا تھا تلاش کو خاں صاحب نے اپنا فنی رہبر بنایا اور کرناٹکی اور ہماری موسیقی کا حسین امتزاج پیدا کیا عین اسی طرح غالب نے فارسی شاعری کے لہر اردو شاعری پر طبع آزمائی کی تو وہ ترکیبات اور استعارے اور بندشیں اور ساری اردو شاعری کو دیں آج اپر ستی دنیا تک اردو زبان فخر کرے گی یہ کارنامہ جو عبدالکریم صاحب نے انجام دیا ہے انکے فن کو نہ صرف زندہ رکھنے کے لیئے کافی ہے بلکہ آئندہ نسلوں کو اس کیاری کی نہ صرف آبیاری کرنا ہے بلکہ گل بوٹے بھی اگانا ہی اور عطر بھی کشید کرنا ہے۔

ادب یا سماج میں ہر نیا تجربہ قبول عام نہیں ہوتا خانصاحب بھی روایتی فنکاروں اور پارکھ طبقے کی تنقید کا نشانہ بنے ایک طوفان اٹھا جو بعد میں انکے سر سے گذر گیا کیونکہ خاں صاحب کے اس نئے تجربے میں نہ صرف انکی فنی دسترس و آگہی کا دخل تھا بلکہ "جلائے آئینہ چشم" کا بھی دخل تھا۔

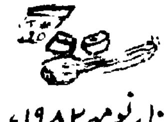
کہا جاتا تھا کہ نہ انکی گائیکی میں روپ ہے نہ رنگ بہتے دریا کی طرح سپاٹ مگر یہ تمام اعتراضات، انکی آواز کے ترنم۔ مدھرتا اور ترنگ میں ڈوب گئے۔ صبح صادق جب اندھیرا چھٹ رہا ہو پو پھٹ رہی ہو آسمان ابھرتے سورج کے استقبال میں رنگ بکھیر رہا ہو نسیم صبح گاہی فضا کو معطر کر رہی ہو کھلا اور شانت سمندر اپنی وسعت کے ساتھ گہرائی کا بھی احساس دلاتا ہو۔ ایسے موقع پر انسان کس طرح اپنے آپ کو قدرت کے سپرد کر دیتا ہے۔ خاں صاحب گائیکی کے انگ کی لکیریں بناتے ہیں اور اس کا احاطہ کرتے ہیں اس میں وہ رنگ نہیں ڈالتے جو ٹھمری میں پوری انگ کے ہوتے ہیں یا "خیال" میں وہ مسالہ نہیں ڈالتے جو دوسرے گھرانوں یا مروجہ شکل کے ہوتے ہیں وہ ہندوستانی یا کرناٹکی رنگوں کا امتزاج پیدا کرتے ہیں۔ ایسے موقع پر انسان اپنے وجدان کو انکی موسیقی کے سپرد نہ کریں تو اور کیا کرے۔

شری وامن راؤ دیش پانڈے کا کہنا ہے کہ انکی آواز سننے والے کو ماورائی تاثر کے ذریعے وجدان بخشتا ہے۔

خاں صاحب جب محفل موسیقی میں آتے ہیں پارکھ اور قدردار متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے حالانکہ جب وہ راگ خیال گانا شروع کرتے تو اس کے اتار چڑھاؤ وہ نہ ہوتے جو عام طور پر محفل موسیقی میں سنے جاتے وہ انگ اور ڈھانچے کی پابندی سے بھی کبھی کبھی گریز کرتے استھائی میں بھی اتر چڑھ اور میل ملاوٹ کا ایسا جوہر دکھاتے کہ انکی عظمت کا سکہ بیٹھ جاتا

فن موسیقی کے لیے لگن خانصاحب عبدالکریم خاں صاحب میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ انہوں کرانہ گھرانے کو فن موسیقی کی دنیا میں استحکام بخشا۔ آج اکثر ہندوستان کے ممتاز خیال گانے والے انکے شاگرد ہیں جو اس گھرانے کی شاندار روایات کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ بھیم سین جوشی، گنگو بائی ہنگل، پربھا اترے، سوائی گندھروا اور روشن آرا بیگم (پاکستان) قابل ذکر ہیں۔

" بجز غم چہ ہنر دارد عشق "



۱۰ر نومبر ۱۹۸۲ء

نوشی راج

قومی یکجہتی میں تعلیمِ بالغان کی اہمیت

جے. ایم. گاڈیکر
سوشیل ایجوکیشن آفیسر اور سکریٹری

ہندوستان گوناگوں تہذیب و ثقافت اور مذاہب کا ایک وسیع ملک ہے۔ یہاں ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی، جینی، بدھ، پارسی وغیرہ کئی قومیں بستی ہیں جو مختلف زبانیں بولتی ہیں اور اپنے طور طریقوں پر آزادی سے عمل پیرا ہیں۔ مختلف تہذیب و تمدن اور مذاہب کا ملک ہونے کے باوجود ہمیں فخر ہے کہ یہاں ایک قسم کا ربط اور اتحاد برقرار ہے۔ یہ ملک قومی یک جہتی کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔

ملک کو عزت کا یہ مقام دینے میں تعلیمِ بالغان نے کافی اہمیت پائی ہے۔ ہماری آبادی کا صرف ۳۶ فیصد حصہ تعلیمیافتہ ہے جبکہ ۶۴ فیصد آبادی تعلیم سے بے بہرہ ہے۔ اسی لئے ہمارے ملک کے ۸۰ فیصد عوام ملک میں جاری ترقیاتی اقدامات سے ناواقف ہیں۔ اُن کی مناسب تعلیم سے ہی ہم لوگوں کی سمجھ اور شعور کو ملک کی ترقیات کے لئے زیادہ کارآمد بنا سکتے ہیں اور اس طرح اجتماعی ترقی کی طرف گامزن ہو سکتے ہیں جو قومی یکجہتی کی پہلی سیڑھی ہے۔ ہندوستان جیسے ملک میں جہاں جمہوریت اور سوشلزم قائم ہے، تعلیمِ بالغان کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

ہمارے ملک کے دستور کے تحت بالغان کو حقِ رائے دہندگی عطا کیا گیا ہے، لیکن جہاں تک تعلیم کا سوال ہے، موجودہ طریقۂ تعلیم اور بھاری تعلیمی اخراجات کی وجہ سے غربت کی سطح سے نچلی زندگی گذارنے والوں کے لئے تعلیم حاصل کرنا دشوارکن بن گیا ہے۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے ہی تعلیمِ بالغان پروگرام کو آگے بڑھایا گیا ہے تاکہ تعلیم جن کی پہنچ سے باہر ہے، انھیں حاصل ہو جائے۔

بمبئی سٹی سوشیل ایجوکیشن کمیٹی :

قومی یک جہتی کے فروغ میں بمبئی سٹی سوشیل ایجوکیشن کمیٹی کا زبردست تعاون رہا ہے۔ شہر بمبئی ایک کاسموپولیٹن شہر ہے جس میں مختلف ذات پات اور مذاہب کے لوگ بستے ہیں۔ اسی حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے کمیٹی میں اراکین کی خصوصیت بھی کاسموپولیٹن رکھی گئی ہے۔ یہ تمام اراکین بلاتفریق مذہب و ملت عوام کی نمائندگی کرتے ہیں۔

یہ کمیٹی مراٹھی، ہندی، اردو، گجراتی اور تیلگو کے علاوہ دیگر کئی مادری زبانوں کی کلاسیں چلاتی ہے اور اس طرح مختلف ریاستوں کی زبان کے ساتھ ساتھ مختلف مذہبی تہذیبوں کا احاطہ کیا جاتا ہے۔ مختلف زبانوں میں مختلف مذاہب کی اچھائیاں کتاب کی صورت میں نوآموزہ طلبہ کے لئے شائع کی جاتی ہیں، اس کے علاوہ فائدہ مند اسکیمات پر عمل کیا جاتا ہے۔ کمیٹی کے تحت گشتی لائبریریاں، علاقائی اور مرکزی لائبریریاں قائم ہیں جس میں مختلف موضوعات پر کتابیں رکھی گئی ہیں جن کے پڑھنے سے بھائی چارے اور ایکتا کا جذبہ فروغ پا سکتا ہے۔

کمیٹی وقتاً فوقتاً ملک کی تہذیب و تمدن اور ملک کے تئیں ہمارے فرائض جیسے سنجیدہ موضوع پر بنی فلموں کی نمائش کا بھی انتظام کرتی ہے۔ اس طریقۂ کار سے عوام کے احساسات کو بیدار کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

خاص خاص موقعوں پر قومی تہواروں پر سماجی تقریبات کا اہتمام کیا جاتا ہے، جن میں مختلف مذاہب کے ماننے والے لوگوں کو مدعو کیا جاتا ہے اور انھیں ایک دوسرے کے قریب آنے اور سمجھنے کا موقع

(باقی صفحہ ۲۶ پر)

ڈاکٹر کے. ایس کرشنن

ٹکنالوجی کے ایک مشہور سائنس داں

* اندر جیت لال ۔ ڈی ۱۶۱ ، گل مہر پارک ، نئی دہلی ۱۱۰۰۴۹

چند برس گذرے پنڈت نہرو نے ڈاکٹر کرشنن کی ساٹھویں سالگرہ پر اپنے پیغام میں یوں لکھا تھا "کرشنن بہت بڑے سائنسداں ھی نہیں بلکہ اس سے کچھ زیادہ ھی ھیں۔ وہ ایک مکمل شہری اور [illegible] کو ایک مکمل انسان ھیں۔"

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ھماری آزادی کے بعد سائنسی کام کاج کو بڑا فروغ حاصل ھوا اور تعمیر و ترقی کے کئی منصوبے سائنس کی بدولت عمل میں آئے۔ پانچسالہ پلان ترتیب دیئے گئے۔ تحقیق و ترقی کے نئے نئے ادارے قائم ھوئے۔ ظاھر ھے کہ ایسے کاموں میں سائنسدانوں کا تعاون اور اُن کے تجربات و تحقیقی شعور کا پورا پورا فائدہ اٹھایا گیا۔ اس نظریئے سے کرشنن کا کام بڑا معرکہ خیز اور ھمہ گیر ثابت ھوا۔ انھوں نے ھندوستان کو ٹیکنالوجی کی طرف موڑنے میں بڑا حق ادا کیا۔ اور تحقیقی پلانوں میں اپنے قیمتی مشورے دیئے۔ ظاھر ھے کہ آج کے دور میں ٹیکنالوجی کے بغیر ملکی صنعت کی کوئی ترقی ممکن نہیں۔

ڈاکٹر کرشنن نئے نئے تجربات کرنے کے زبردست حامی تھے۔ انھوں نے کرسٹل اور دھاتوں کی طبعیات پر بہت قابلِ قدر تحقیق کی۔ وہ ۱۹۴۷ء میں نیشنل فزیکل لیبارٹری میں ڈائرکٹر کی حیثیت سے تحقیق کرتے رہے۔ اور انھوں نے سائنسی انتظام میں بڑی رہنمائی کی۔ خوش قسمتی سے کرشنن کو بین الاقوامی شہرت یافتہ سائنسداں سی. وی. رمن کی شاگردی کا شرف کئی سال حاصل رہا۔ ڈھاکہ اور کلکتہ یونیورسٹی میں تحقیقی کاموں پر آپ کو بڑے بڑے تجربات حاصل ہوئے۔

ملک کی خدمت کا جذبہ تو کرشنن میں تھا ہی اس وجہ سے سائنس کی دنیا میں ان کا تحقیقی کام بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے خصوصًا طبعیات کی دنیا میں آپ کا نام چاند کی طرح روشن رہے گا۔

کرشنن کا پورا نام کرپا نیگم شرینواسا کرشنن تھا۔ آپ ۴ر دسمبر ۱۸۹۸ء کو رام ناد ضلع کے ایک گاؤں موضع واٹ ریپ میں ایک برہمن کسان کے گھر پیدا ہوئے۔ اُن کے والد تامل اور سنسکرت کا اچھا خاصا مطالعہ رکھتے تھے دوسرے ان کا رجحان مذہب اور فلسفہ کی طرف تھا۔ کرشنن کی ماں بڑی پڑھی لکھی اور بڑی اچھی منتظم تھیں۔ اس کا اثر کرشنن پر یہ پڑا کہ انھیں اپنے گھر ہی میں پڑھنے لکھنے کا اچھا خاصا ماحول ملا۔ کرشنن نے مدورا میں ابتدائی تعلیم حاصل کی اور تعلیم مکمل کرنے کے بعد اسی اسکول میں ڈیمانسٹریٹر مقرر ہو گئے۔

کرشنن بلا کے ذہین تھے۔ بات چیت اور تعلیم میں تحقیق کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑتے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں وہ طلبا میں مقبول ہو گئے۔ ان کے ایک شاگرد جو بعد میں آندھرا یونیورسٹی کے پرنسپل ہو گئے' ایک جگہ اپنے

اُستاد ڈاکٹر کے. ایس. کرشنن کے متعلق لکھتے ہیں :

"میں نے ایک گھنٹہ کی صحبت میں ڈاکٹر کرشنن سے کلاس روم سے باہر اتنا استفادہ حاصل کیا کہ جتنا دن بھر کی کلاس میں کیا کرتا تھا۔ اُن کا درسی انداز اس طرح کا تھا کہ ہر نکتہ ذہن نشین ہو جاتا تھا۔"

۱۹۲۵ء میں کچھ عرصہ کے لئے کرشنن کلکتہ چلے گئے اور ڈاکٹر سی. وی رمن کے تحت کام کرنے لگے۔ ڈاکٹر رمن، کرشنن کی قابلیت کے بڑے قدر دان تھے۔ ڈاکٹر رمن نے 'رمن ایفیکٹ' پر بین الاقوامی شہرت حاصل کی ۔ یاد رہے کہ اس تحقیق میں ڈاکٹر کرشنن بھی ڈاکٹر رمن کے دستِ راست ثابت ہوئے۔

۱۹۲۹ء سے ۱۹۳۳ء تک کرشنن ڈھاکہ یونیورسٹی میں طبعیات کے ریڈر رہے۔ اس کے بعد اسی مضمون کے پروفیسر بن گئے اور اس مرتبہ پر ۱۹۴۲ء تک فائز رہے۔ کلکتہ یونیورسٹی میں کرشنن کو پروفیسر ایس. این. بوس جیسے معزز سائنسداں کی رفاقت راس آئی۔ کرشنن نے اس دور میں کئی سائنسی اور تحقیقی مضامین لکھے جن سے انھیں بڑی شہرت ملی۔ انگلستان کے مشہور پروفیسر لارڈ رتھر فورڈ نے کرشنن کو وہاں بلوایا اور ڈاکٹر کرشنن نے ۱۹۴۷ء میں انگلستان میں کئی لیکچر دیئے جس کی بدولت انھیں داد ملی۔

۱۹۴۲ء میں ڈاکٹر کرشنن الہ آباد یونیورسٹی میں (PHYSICS) طبعیات کے پروفیسر مقرر ہو گئے۔ سائنسی مسائل پر انھوں نے اس یونیورسٹی میں بڑا کام کیا۔

جب ملک آزاد ہو گیا تو ڈاکٹر کرشنن کے کندھوں پر بڑی بھاری ذمہ داری آ گئی۔ نیشنل فزیکل لیباریٹری، نئی دہلی میں کرشنن ۱۹۴۷ء سے ڈائرکٹر مقرر ہوئے اور زندگی کے آخری لمحہ تک اسی عہدے پر فائز رہے۔ دل کی حرکت بند ہونے کی وجہ سے ڈاکٹر کرشنن ۱۳ جون ۱۹۶۱ء کو راہیِ ملکِ عدم ہوئے۔

ڈاکٹر کرشنن، قصے کہانیوں اور لطیفوں کا خزانہ تھے۔ بات سے بات پیدا کرنے میں بڑے طاق تھے، اور کسی نہ کسی طرح ہنسی کا کوئی نہ کوئی پہلو ہر بات میں نکال لیتے جس سے محفل شگفتہ ہو جاتی۔ ڈاکٹر کرشنن اپنی خوش مزاجی اور خوش ذوقی کی وجہ سے حد درجہ مقبول تھے۔

پنڈت نہرو نے ایک جگہ لکھا ہے :

"جب جب ڈاکٹر کرشنن سے ملاقات ہوئی ہے، ایسا ایک بھی موقع نہیں نکلا جب انھوں نے مجھے کوئی نہ کوئی کہانی یا لطیفہ نہ سُنایا ہو۔"

واقعی ڈاکٹر کرشنن باغ و بہار آدمی تھے۔ سائنس کی خشکی کو اپنی خوشگوار گفتگو سے متوازی کیا کرتے تھے۔

ڈاکٹر کرشنن ایک قصّہ بہت سُنایا کرتے تھے۔ لو، وہ قصّہ آپ بھی سُن لو ـــ جرمنی میں جاکوبا نامی ایک ریاضی داں گذرا ہے۔ جاکوبا کا ایک شاگرد تھا جو ریاضی میں تحقیق کرنے کا خواہش مند تھا، لیکن ریاضی کے مضمون پر اس سے قبل اتنی زیادہ تحقیق دوسرے طلبا اور سائنسدانوں کے ہاتھوں ہو چکی تھی کہ اس طالبعلم کے لئے کسی موضوع کا انتخاب ناممکن سا نظر آتا تھا۔ ان حالات میں شاگرد اپنے اُستاد جاکوبا کے پاس پہنچا۔ اور اپنا مسئلہ اپنے اُستاد کے سامنے رکھ دیا۔ جاکوبا نے ایک منٹ سوچ کر شاگرد سے کہا۔

"خدا کے لئے تحقیق شروع کر دو، خواہ کہیں سے شروع کرو مگر شروع ضرور کرو۔ اگر تمھارے والد شادی کے لئے دنیا بھر کی لڑکیوں سے محبّت کرنا چاہتے تو نہ اُن کی شادی ہو پاتی اور نہ تم پیدا ہوتے اس لئے مناسب یہی ہے کہ کام شروع کر دو۔ کام کا شروع کرنا ہی اس کی کامیابی کا ضامن بن جاتا ہے۔"

ایک معمولی بات میں ڈاکٹر کرشنن نے بڑے پتے کی بات کہدی جو ہر طالب علم و تحقیق کا کام کرنے والے کے لئے کارآمد ثابت ہو سکتی ہے کہ کام شروع کر دینا ہی کامیابی کی طرف پہلا قدم ہے۔

ڈاکٹر کرشنن کو بڑے اعزاز و انعام حاصل ہوئے۔ آپ رائل سوسائٹی آف لندن کے ممبر تھے۔ ۱۹۴۶ء میں انھیں "سَر" اور ۱۹۵۴ء میں "پدم بھوشن" کا خطاب ملا۔ آپ سائنس کی بیسیوں انجمنوں کے سرگرم رُکن تھے۔ بین الاقوامی سائنس اکادیمی کی میٹنگ میں ڈاکٹر کرشنن نے ۱۹۵۹ء میں تقریر بھی کی۔ وہ انڈین سائنس کانگریس کے جنرل پریسیڈنٹ بھی رہے، آپ نیشنل اکادیمی آف سائنس اور نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف سائنس کے صدر بھی رہے۔ نیز یونیورسٹی گرانٹ کمیشن اور اٹامک انرجی کمیشن کے خاص ممبر بھی تھے۔

۱۹۶۱ء میں ڈاکٹر کرشنن کو بھٹناگر میموریل ایوارڈ ملا اور بھارت سرکار نے انھیں 'نیشنل پروفیسر' کا عہدہ عطا کیا۔ یاد رہے کہ یہ عہدہ بہت کم سائنسدانوں کو نصیب ہوا ہے۔

ڈاکٹر کرشنن اپنا فرصت کا وقت ادب کے مطالعہ میں صرف کرتے تھے۔ مشہور مصنف وائٹ ہیڈ آپ کے چہیتے مصنف تھے

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

• محبوب راہی ایم۔ اے۔ (ریسرچ اسکالر)
مقام و پوسٹ : بارسی ٹاکلی
ضلع اکولہ (مہاراشٹر)

اُردو کا ایک سچا خادم

سیّد امداد حسین

شب و روز اردو ادب کی ترویج و ترقی کے لئے جہاں مقتدر ادیبوں اور شاعروں نے اپنا خون پسینہ ایک کیا ہے وہیں کچھ ایسے جیالے ہیں جو نہ تو ادیب ہیں اور نہ شاعر بلکہ ان کے دل میں ایک جذبہ ہے جس کے تحت وہ ادب کی خدمت کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ خطۂ ودربھ، مہاراشٹر کا ایک ادب نواز علاقہ ہے۔ جہاں ادیبوں و شاعروں کے ساتھ ساتھ ادب نواز بھی ہر دور میں جنم لیتے رہے ہیں۔ جن کی ادبی خدمات شاید ہی صفحۂ قرطاس پر آئی ہوں مگر جن کی گمنامی بھی اس علاقے کی ادبی ترقی کی نشاندہی کر رہی ہے۔

انہیں ادبی خدمت کاروں کی کڑی میں آکولہ کی ایک مثالی اور باصلاحیت شخصیت شری سید امداد حسین کی بھی ہے جنھوں نے ادب کی بے لوث خدمت کا بیڑہ اٹھا رکھا ہے۔

سید امداد حسین حال ہی میں آکولہ ضلع پریشد کے شعبۂ تعلیمات میں اردو مدارس کی انسپکٹر کی ملازمت سے سبکدوش ہوئے ہیں۔ ان کی علمی، ادبی اور سماجی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔

شری امداد حسین نے اپنی ملازمت کے دوران ضلع بھر میں اردو مدارس کا جال پھیلا دیا اور ہر اس چھوٹے چھوٹے دیہات میں اردو اسکول جاری کرا دیا جہاں اردو زبان کے پڑھنے والے بچے بھی تھے۔

اپنے اس مقصد کے حصول کیلئے انہوں نے دور دراز مقامات کے سفر کئے جہاں سواری کا بندوبست نہ ہو سکا پیدل گئے۔ گاؤں کے لوگوں کی میٹنگیں طلب کیں۔ اردو تعلیم کی اہمیت ان کے ذہن نشین کرائی۔ اسکول کھلوانے کے لئے طریقۂ کار سمجھایا۔ ان کی درخواستیں حاصل کرکے ضلع پریشد کے شعبۂ تعلیم کے چیئرمین سی۔ اِی۔ او۔ ایجوکیشن آفیسر وغیرہ کو متعلقہ ہر گاؤں میں اردو اسکول کھولنے کی منظوری دینے کے لئے رضامند کیا اور اس وقت تک چین کی سانس نہ لی جب تک مطلوبہ دیہات میں اردو اسکول جاری نہیں ہو گیا۔ جس کا مثبت نتیجہ یہ ہوا کہ جس وقت امداد حسین صاحب ضلع پریشد کی ملازمت میں آئے تھے۔ ضلع بھر میں اردو کے صرف باسٹھ ۶۲ اسکول تھے جن میں آٹھ مڈل اسکول تھے۔ ہائی اسکول صرف ایک تھا۔ آج بحمداللہ آکولہ ضلع میں اردو کے ایک سو چوہتر ۱۷۴ پرائمری، چونتیس ۳۴ مڈل اور اٹھارہ ۱۸ ہائی اسکول چل رہے ہیں۔ اس اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو اردو تعلیم کے معاملے میں ضلع آکولہ ہندوستان بھر میں سرِفہرست رہے گا۔ اس نمایاں ترقی میں امداد صاحب کی کوششوں کا بڑا دخل ہے۔

سید امداد حسین ودربھ کے تاریخی مقام رنجن گاؤں سورجی ضلع امراؤتی (جہاں لارڈ ویلزلی اور مرہٹہ سردار دولت راؤ سندھیا کے درمیان صلحنامہ ہوا تھا) کے ایک متمول زمیندار گھرانے میں ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۳ء کو پیدا ہوئے۔ ان کے والد سید محمود حسین صاحب رنجن گاؤں کے صفِ اول کے رؤسا میں شمار ہوتے تھے۔ رنجن گاؤں سورجی میں ۱۹۳۰ء میں مڈل اسکول کا قیام اور آکوٹ میں ہشتم کا قیام ان کی قابلِ ذکر خدمات ہیں۔ سید محمود حسین صاحب کو صرف دو لڑکے ہوئے۔ سید امداد حسین چھوٹے ہیں۔ بڑے سید مظفر حسین برسوں تک رنجن گاؤں نگر پالیکا کے نائب صدر رہے۔ دو سال پیشتر انتقال کر چکے ہیں۔

سید امداد حسین کی ابتدائی تعلیم وطن ہی میں ہوئی۔ درجہ ہشتم آکوٹ میں اور ہائی اسکول کی تعلیم گورنمنٹ ہائی اسکول آکولہ میں ہوئی۔ ہائی اسکول میں اپنے طالب علمی کے زمانے میں اردو، مراٹھی مشترکہ اسکول ہونے کے باوجود اسکول کیپٹن اور ہوسٹل کے پریفکٹ رہے۔ وکٹوریہ ڈے کے سلسلے میں منعقد ہونے والے اسپورٹس اور گیمس

میں ہر سال انہیں چیمپین پرائز ملتا رہا۔ میٹرک پاس ہوتے ہی ان کی شادی آکوٹ، تحصیل کے موضع سرسولی کے ایک متمول گھرانے میں سید منظفر علی صاحب کی دختر سے ہو گئی۔ ڈپٹی ٹریننگ ۱۹۴۶ء تا ۱۹۴۸ء امراؤتی میں کیا وہاں بھی دو سال تک پرفیکٹ رہے۔ ٹرینڈ ہوتے ہی آکولہ گورنمنٹ آئی۔ ای۔ ایم اسکول میں تقرر ہو گیا۔ مسلسل محنت، لگن اور جستجو کی وجہ سے جلد ہی ان کا شمار قابل ترین اساتذہ میں ہونے لگا۔ وہ امتحان میں اپنے مضمون میں ۵۰ فیصدی سے کم نمبر لینے والے بچے کو نیل شمار کرتے تھے۔ بہترین کارگزاری کی بنیاد پر نو سال کی قلیل ترین مدت میں ان کا پروموشن بحیثیت ڈپٹی انسپکٹر آف اسکولس ہو گیا۔

اے۔ ڈی۔ ای۔ آئی رہتے ہوئے انہوں نے ضلع بھر میں اردو اسکولوں کا جال بچھا دیا۔ ضلع پریشد کے افسروں اور عہدیداروں میں ان کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ علاوہ ازیں اس علاقے کے وزراء ایم۔ پی اور ایم ایل اے حضرات سے بھی ان کے بڑے اچھے مراسم رہے ہیں۔ ان وسیع ترین روابط کی وجہ سے اردو مدارس کے علاوہ قوم و ملت کے دیگر فلاحی کام بھی امداد صاحب انتہائی کامیابی سے انجام دیتے رہے ہیں۔ ضلع بھر میں آئے دن منعقد ہونے والی سرکاری۔ سماجی۔ ادبی۔ اور مذہبی تقریبات میں سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے ہیں۔ مہاراشٹر راجیہ کریڈا مہوتسو ضلع آکولہ جس کا پریسیڈنٹ ضلع کلکٹر ہوتا ہے۔ پندرہ سال تک اسکے منیجر اور سکریٹری رہے۔ اس سلسلے میں انہیں مہاراشٹر اولمپک کی جانب سے ۱۹۵۷ء میں ان کی بہترین کارگزاری پر سرٹیفکٹ اور ایک چاندی کا تمغہ مل چکا ہے۔ سید امداد حسین کی نمایاں خوبی عہدیداروں اور افسروں میں توازن قائم رکھتے ہوئے قوم کی خدمت انجام دیتے رہنا ہے۔ چونتیس سال تک ایک ہی محکمے میں اپنا مکمل کام کرتے ہوئے ہوئے کام کرنا ان کی قابلیت اور ذہانت کی دلیل ہے۔ جلسوں، میٹنگوں اور تقاریب میں امداد صاحب کی خوش بیانی کے سبھی معترف ہیں۔ ایک ... ملازمت میں رہتے ہوئے انہوں نے اپنی سماجی پوزیشن کافی بلند رکھی۔ قاضی فیاض الدین صاحب (مرحوم) وزیر مملکت مہاراشٹر۔ خان محمد اصغر حسین، مرحوم ایم۔ پی۔ وی کمار پٹھ مشر ایم۔ ایل۔ سی۔ مردان علی خان نشاط سابق جوڈیشنل مجسٹریٹ۔ ابراہیم سمبل ممبر اردو اکاڈمی اور محمد علی قاضی صاحب وائس چیئرمین نگر پریشد آکولہ کی نجی صحبتوں میں ان کا برابر اٹھنا بیٹھنا رہا ہے۔

ان لوگوں کے دلوں میں امداد حسین صاحب کے لئے انتہائی محبت خلوص اور قدر و عزت رہی ہے۔

اپنی مدت ملازمت بحسن و خوبی پوری کر کے ۳۰ر جون ۱۹۸۱ء کو انہیں سبکدوش کر دیا جانا چاہیئے تھا۔ لیکن ان کی اعلیٰ ترین صلاحیتوں اور بہترین کارگزاریوں کے صلے میں انہیں مزید چھ ماہ کی توسیع دی گئی۔ ضلع پریشد کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ کسی اسکول انسپکٹر کو سبکدوشی کے بعد بھی توسیع ملی ہو۔ یہ امداد صاحب کی بے پناہ مقبولیت کی سند بھی ہے۔

امداد صاحب کے دوست احباب۔ اور بالخصوص ان کے زیر نگرانی کام کرنے والے تقریباً پانچ سو اردو مدرسین جو ان کی سبکدوشی کی وجہ سے دل گرفتہ تھے۔ انہیں توسیع ملتے ہی کھل اٹھے۔ اور جابجا ان کے اعزاز میں استقبالیہ تقریبات منعقد کر کے اپنی محبت اور عقیدت کے پھول ان پر نچھاور کئے۔ انہیں آکولہ اور بالاپور میں منعقد کی جانے والی تقریبات قابل ذکر ہیں۔ جن میں خان محمد اطہر حسین وزیر مملکت مہاراشٹر راجیہ، شری کھوڑے صدر ضلع پریشد، شری وشواس راؤ دیشمکھ نائب صدر ضلع پریشد اور دیگر افسران اور عہدیداران بھی شریک تھے۔

توسیع کی یہ مدت ختم کر کے ۳۱ر دسمبر ۱۹۸۱ء کو یہ باصلاحیت فعال، سرگرم، مخلص، ذہین۔ اور دیانت دار افسر ملازمت سے سبکدوش ہو چکا ہے اور اپنے پیچھے آنے والوں کے لئے کامیابی کی منزلوں کے نقش پا ہر راستے پر چھوڑ گیا ہے۔ ★★

بقیہ "ڈاکٹر کے۔ ایس۔ کرشنن"

وائٹ ہیڈ کے مقولے اور بیانات کے حوالے ڈاکٹر کرشنن اپنی نگارشات و تقاریر میں دیا کرتے تھے۔

کئی ہندوستانی سائنسدانوں کو ڈاکٹر کرشنن کی صحبت سے فیضیابی نصیب ہوئی ہے۔ اُن کے فیض شدہ کئی سائنسداں آج بھی تحقیقی اداروں میں بڑی گرم جوشی سے کام کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر کرشنن یقیناً ایک اچھے سائنسداں، ایک اچھے منتظم، ایک اچھے شہری اور ایک اچھے انسان تھے۔ ان کی زندگی سے انہماک، گرم جوشی اور حب الوطنی کا سبق لیا جا سکتا ہے۔

★★

۱۰ر نومبر ۱۹۸۲ء

عروس البلاد کا حسین آنچل

شہر بمبئی کا مضافاتی علاقہ — وِلے پارلے

* مُحمّد حسین خاں
ایم۔ اے۔ بی ایڈ
انجمنِ خیرالاسلام ہائی اسکول،
برائے طلباء۔ بمبئی ۴۰۰۰۰۸

باپوراؤ گوکھلے اور ایس۔ ایم۔ دیشپانڈے، دیش بھگت اور ہمدردِ قوم تھے۔ انھوں نے سیلاب زدہ لوگوں، وباؤں اور قحط سے متاثر ہونے والے افراد کی کافی مدد کی اس کے ساتھ ہی تِلک کلامندر نامی ادارہ قائم کیا۔ اس میں ایک جمنا شیم، ایک لائبریری، ایک ریڈنگ روم اور ایک ہال تعمیر کیا، جس میں آئے دن ملک کے مشہور لیڈران، قومی مسائل پر بحث و مباحثہ کرتے رہتے تھے۔

اس علاقے کی ترقی میں ایک موڑ ۱۹۴۲ء میں بھی آیا جب بھارت پر جنگ کا خطرہ منڈلا رہا تھا۔ اور شہر بمبئی کو بمباری کا اندیشہ تھا۔ ایسے میں گودی کے دھماکے نے شہریوں کو حواس باختہ کردیا تھا۔ یہاں بھی اس ادارہ کے تحت تقریباً ۲۵۰ والنٹیرس تیار کئے گئے جو نہ صرف حکومت کا ہاتھ بٹاتے تھے، بلکہ عام شہریوں کی بھی مدد کرتے تھے، انھیں تسلّی دے کر، بھروسہ دلاکر اطمینان سے زندگی گذارنے کا موقع فراہم کرتے رہے۔ اسی ادارہ کے تحت یہاں شمشان کی جگہ کی فراہمی کی کوشش کی گئی، جس میں وہ کامیاب رہے۔

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کا واقعہ ولے پارلے کی زندگی کا ایک اہم اور عظیم موڑ ہے۔ اس روز یہاں کے لوگوں نے تلک کلا مندر کے احاطہ میں ترنگا لہرا کر بھارت کی آزادی کا استقبال کیا اور یہاں کی زمین نے تقسیم ملک کے نتیجہ میں باہر سے آنے والے خانماں برباد سندھیوں کو اپنے حسین دامن میں سمیٹ لیا اور یہ لوگ بھی اس کے پیار میں ایسے گرفتار ہوئے کہ ہمیشہ کے لئے یہیں کے ہو رہے۔ ان میں سرمایہ دار اور صنعت کار بھی تھے۔ تعلیم یافتہ آفسر کے ملازمین بھی تھے۔ سرمایہ داروں نے اپنے خود کے مکانات بنانے شروع کئے اور اپنے کاروبار شروع کئے۔ کم آمدنی والوں نے بھی ہاؤسنگ سوسائٹی بنا بنا کر اپنے فلیٹ بنانے شروع کئے۔ اِس طرح یہاں کارخانے قائم ہوتے بازار بنے اور آبادی تیزی سے بڑھنے لگی۔ اور ایک پرسکون گاؤں ہنگامہ خیز شہر کے رنگ میں رنگنے لگا۔ اسی کام میں یہاں کے چند سوشل ورکروں نے بہت نمایاں حصہ لیا۔ مثلاً اکیلے مسٹر بابو راؤ پرانجپے صاحب نے تقریباً ۶۰ کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹیز قائم کیں۔ اور بلڈنگیں تعمیر کیں۔ جن میں تقریباً ۵۰۰۰ اوسط آمدنی والے خاندان مستقل آباد ہوگئے۔ اسکے بعد دیگر کئی بلڈروں نے

قومی راج

۱۰ر نومبر ۱۹۸۲ء

بھی تعمیرات شروع کیں۔

۱۹۶۱ء کے بعد تو یہ کام بہت ہی تیزی کے ساتھ وسیع اور اعلیٰ پیمانے پر ہونے لگا۔ اسی لئے یہاں مکانات کے دام بھی بڑھنے لگے مثلاً جو دام ۱۹۵۱ء میں ۳۰ روپے مربع فٹ تھے۔ وہ بڑھ کر ۱۹۶۱ء میں ۲۵ روپے تھے مگر ۱۹۶۱ء کے بعد تین برسوں میں ۱۰۰ روپے تا ۱۵۰ روپے ہوا۔ اور ۱۹۸۱ء میں ۲۰۰ روپیہ ۲۵۰ روپے تک چلا گیا ہے۔

اسی طرح آبادی میں بھی تیزی سے اضافہ ہوا۔ ۱۹۷۱ء کی مردم شماری کے مطابق ۱۰،۱۸۶۰ اور ۱۹۸۱ء کی رپورٹ کے مطابق ۲۶۹۹۳ ہے جن میں تعلیم یافتہ لوگوں کی تعداد ۳۹-۴۰ فیصد ہے۔

عروس البلاد شہر بمبئی کے مضافات میں ایک بستی ہے۔ جسے ولے پارلے کہا جاتا ہے۔ یہ بستی ۱۹۵۶ء تک صرف ایک چھوٹا سا گاؤں تھی۔ جس کی کل آبادی بہت مختصر تھی۔ جن میں زیادہ تر عیسائی خاندان تھے۔ یہ مشرقی و مغربی حصہ میں تیز ارلا کیپا نہ باڑیوں کی شکل میں منتشر تھے۔ اس بستی کے درمیان سے ریلوے لائن گذرتی تھی مگر رکتی نہیں تھی۔ حالانکہ ۱۸۶۷ء میں بی۔ بی اینڈ سی آئی ریلوے (موجودہ مغربی ریلوے) نے ویرار تک لوکل ٹرین چلائیں۔ لیکن اس علاقے کے لوگ اس دوڑتی پھرتی گاڑیوں کو صرف حسرت بھری نظروں سے دیکھتے ہی رہتے تھے۔ ان کی بستی کے بیچوں بیچ سے گذرتی ہوئی ان لوکل گاڑیوں سے فائدہ اٹھانے کا موقعہ انھیں بمبئی کے ایک مشہور صنعت کار اور مل مالک سیٹھ گوردھن داس گوکل داس تیج پال کی بدولت ۱۹۵۴ء میں حاصل ہوا۔ وہ اس طرح کہ سیٹھ صاحب نے ریلوے کی سمت میں ایک شاندار بنگلہ بنانے کے لئے چار ایکڑ زمین خریدی ساتھ ہی ریلوے کے مختاروں سے درخواست کی کہ اگر اس بنگلے کے سامنے ریلوے اسٹیشن بنایا جائے تو اس کی تعمیر کا سارا خرچ وہ برداشت کرے گا۔ درخواست منظور ہو گئی اور ۱۹۰۶ء میں دو پلیٹ فارموں کا اسٹیشن تعمیر ہو گیا۔ اور گاڑیاں ٹھہرنے لگیں۔ اسٹیشن کی تعمیر سے اس علاقے کی قسمت جاگ اٹھی۔ سیٹھ صاحب کا بنگلہ ۱۹۱۰ء میں اسی اسٹیشن کی مشرقی سمت میں بن کر تیار ہو گیا۔ اس کے دروازوں پر لوہے کے دو بہت ہی خوبصورت رنگین مور بنے ہوئے تھے۔ اسی لئے مور بنگلے کے نام سے اس کی کافی شہرت ہو گئی کیونکہ اس میں خوبصورت رنگین شیشے بھی لگے تھے اور اوپر بادنما بھی تھا۔ جس کی بدولت یہ بہت خوبصورت لگتا تھا۔

اسٹیشن کی تعمیر کے بعد شہر کے لوگوں نے اس طرف کا رخ کیا۔ اور دھیرے دھیرے لوگ آکر آباد ہونے لگے۔ نئی نئی چالیں تعمیر ہونے لگیں۔ ان نو آباد لوگوں میں زیادہ تر شہر کے درمیانی طبقے کے تعلیم یافتہ دفتری بابو لوگ زیادہ تھے۔ جنھیں اپنے دن بھر کے تھکے دماغوں کیلئے شام کو یہاں کی خوشگوار کھلی فضا کا ماحول بہت پسند آیا۔

اس علاقہ کی ترقی کی راہ میں ایک نیا موڑ ۱۹۲۰ء میں آیا جب بھارت کے مشہور جانباز مجاہد آزادی لوک مانیہ تلک کا انتقال ہوا اور ان کی یاد میں اس علاقہ میں دو عظیم ادارے قائم کئے گئے۔

(۱) ۱۹۲۱ء میں تلک ودیالیہ اور ایک اسکول قائم کیا گیا۔ اس اسکول کیلئے مسٹر دادا صاحب بردھی نے ۴۲۵۰ مربع گز زمین اور ۲۵۰۰۰ روپے نقد عطیہ دیا۔ اور وہاں کے مشہور سوشیل ورکر تاتیہ صاحب پرانجپے کو اس کا ناظم و مہتمم مقرر کیا۔

(۲) ۱۹۲۳ء میں لوک مانیہ تلک سیوا سنگھ قائم ہوا۔ یہ ادارہ جمہوری طرز پر قائم کیا گیا تھا۔ اسلئے بلا تفریق مذہب و ملت ہر شخص کے لئے ممبرشپ کے دروازے کھلے تھے۔ اس ادارے نے ۱۹۲۴ء میں تلک مندر تعمیر کیا۔ اس تعمیر میں سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے مسٹر تاتیہ صاحب پرانجپے تھے۔

ولے پارلے رسیڈنٹس ایسوسی ایشن ۱۹۱۶ء میں قائم ہوئی۔
ایک اسپورٹس اینڈ لائبریری ایسوسی ایشن ۱۹۱۸ء میں قائم ہوئی۔
لوک مانیہ تلک سیوا سنگھ ۱۹۲۳ء میں قائم ہوا۔
ہریجن آشرم ۱۹۳۲ء میں قائم ہوا۔
ولے پارلے گجراتی منڈل ۱۹۳۸ء میں قائم ہوا۔
وسیتھا ریگدی برہمن سماج ۱۹۳۸ء میں قائم ہوا۔
سی کے پی منڈل ۱۹۳۸ء میں قائم ہوا۔

تعلیمی میدان میں بھی اس علاقہ نے نمایاں کامیابی حاصل کی ہے ۱۲ میونسپل اسکول ہیں۔ اسکے ساتھ پرائیویٹ اسکولس بھی جاری ہوئے۔ مثلاً تلک ودیالیہ ۱۹۲۱ء میں۔ پرارتھنا سماج ہائی اسکول ۱۹۶۷ء میں قائم ہوا۔ شری چھترپتی شیواجی ہائی اسکول ۱۹۶۱ء میں قائم ہوا (میڈیم مراٹھی) بی۔ ایل۔ رتو ہیا ہائی اسکول (ہندی میڈیم) گریٹر بمبئی ایجوکیشن سوسائٹی کا اسکول (ملیالم میڈیم)۔ مشنا ہائی اسکول (گجراتی میڈیم)۔ اس کے علاوہ کئی مشنری انگلش میڈیم اسکولس ہیں۔ اسکے علاوہ ایک شاندار ایرلا میڈیکل کالج و اسپتال۔ ہومیو پیتھی میڈیکل کالج بھی قائم ہے، مگر یہاں بھی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس علاقہ میں کاش کوئی اردو کا بھی ایسا جانباز شیدائی ہوتا جو یہاں کوئی اردو کا بھی ایک ادارہ قائم کرتا' یا اردو اسکول قائم کرتا۔

یہاں والوں نے جہاں تعلیمی اور سماجی ترقی کیلئے ادارے اور اسکول قائم کئے ہیں، وہیں صحت اور تندرستی کا بھی خیال رکھ کر علاج و معالجہ کے لئے بھی کئی ادارے قائم کئے ہیں۔ مثلاً جیون دکاس کیندر۔ میونسپل میٹرنٹی اسپتال (۱۹۱۶ء) دیگر چھ پرائیویٹ زچہ خانے دو میونسپل دوا خانے۔ ایک کینسر سنٹر۔ ایک انکو لیشن سنٹر۔ ایک فیملی پلاننگ سنٹر۔ ان کے علاوہ ۵۰ سے زیادہ پرائیویٹ ڈاکٹروں کے دواخانے اور زچہ خانے قائم ہیں۔

اس علاقہ میں کئی کھلے میدان اور پارک بھی ہیں۔ مثلاً آنند بھائی کیسکر پارک سیتارام پرشوتم سیٹھ پارک۔ ویرساورکر کھیل کا میدان۔ نہرو روڈ کھیل کا میدان۔

علاوہ ازیں یہاں کئی شاندار۔ قابلِ دید مندر ہیں۔ ایک شاندار دینا ناتھ منگیشکر تھیٹر بھی ۱۹۷۸ء میں تعمیر کیا گیا ہے۔ نہرو روڈ پر خوانچہ والوں اور پھیری والوں نے ایک بازار سا بنا لیا ہے۔ صبح و شام کے وقت یہاں وہ بھیڑ بھاڑ اور دھکم پیل ہوتی ہے کہ خدا کی پناہ۔ ان حالات اور موقع سے فائدہ اٹھانے کیلئے شہر کے چند ناپسندیدہ عناصر نے بھی یہاں بسیرا کر لیا ہے جس کے باعث لوگوں کی جیبیں بھی خالی ہو جاتی ہے اور بدنصیب اپنی پونجی گنوا کر خالی ہاتھ گھر لوٹتا ہے۔ اسی طرح بنی ٹھنی اور زیورات سے لدی عورتوں کے زیورات بھی کبھی کبھی غائب ہو جاتے ہیں۔ سچ ہے بھلائی برائی، نیکی اور بدی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جہاں ایک ہو دوسرے کا بھی تھوڑا بہت ہونا ضروری ہے۔ یہی حال یہاں کا ہے کہ جہاں بہت سی اچھائیاں ہیں۔ وہیں کچھ خرابیاں بھی ہو سکتی ہیں۔ ★



یوتھ فورم



'یوتھ فورم' کا مستقل فیچر، ممبر کی رہنمائی، مشہور اشخاص اور نوجوانوں کی رہنمائی کرنے والے اداروں کی سرگرمیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس فیچر میں قوم کی سماجی و معاشی ترقی پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ قومی پروگرام میں جیسے جہیز مخالف تحریک' صفائی مہم' چھوت چھات کا خاتمہ اور تعلیم کے فروغ پر لکھے گئے مضامین کو سراہا جاتا ہے۔

اپنے مضامین اس پتے پر مرحمت فرمائیں:
ایڈیٹر' قومی راج' ۵ اول منزلہ، نیو ایڈ منسٹر یٹو بلڈنگ، مقابل منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

ہندی ادب کے مُسلم شعراء

● نثار اختر انصاری
مدیر "ہمہ گیر" ناگپور

ہندی شاعری کے ابتدائی دور سے ہی مُسلم شعراء نے ہندی زبان میں طبع آزمائی شروع کردی تھی۔ ان شعراء میں صوفی اور درویش بھی شامل ہیں۔ ہندی شاعری کا آغاز گیارھویں صدی عیسوی میں ہوا۔ مسعود سعد سلمان ہندی کے پہلے مسلمان شاعر ہیں جو بہرام شاہ غزنوی کے دربار میں ملازم تھے۔ انھوں نے اپنا ایک دیوان بھی چھوڑا ہے۔ سلمان ایرانی نسل کے تھے۔ اور ان کا انتقال بھی ایران میں ہوا۔

حضرت امیر خُسرو نے ہندی میں کافی طبع آزمائی کی اور مقبول ہوئے۔ اُن کے کلام کا اثر ہندو مسلم اتحاد پر بھی پڑا۔ سلطان فیروز شاہ کے دور میں صوفی داؤد ہندی کے بڑے مشہور شاعر گذرے ہیں۔ مسلمان جس ملک میں گئے وہاں کی زبان کو ترقی دی۔ بھارت میں قدم رکھتے ہی مسلمانوں نے سنسکرت کے بڑے بڑے عالم پیدا کئے۔ اس کے بعد جب عوامی زبان نے ہندی کا رُوپ لیا تو مسلمان بھی اس سمت مائل ہوئے۔

تاریخ میں یہ واقعہ بڑا مشہور ہے کہ جب محمود غزنوی نے کالنجر کے راجہ پر حملہ کیا تو راجہ نے ہندی میں ایک نظم لکھکر محمود کو پیش کی۔ نظم سنکر محمود غزنوی بہت متاثر ہوا اور جنگ کو بالائے طاق رکھ کر بارہ[12] قلعے راجہ کو بطور انعام دیئے۔ مغلیہ دور میں بھی ہندی شاعری کو کافی فروغ حاصل ہوا۔ اکبر اور جہانگیر نے ہندی شاعروں اور ادیبوں کو انعامات سے نوازا۔ اور ان کے مرتبے بلند کئے۔ فیروز شاہ بہمنی ہندی کا زبردست عالم فاضل تھا۔ داراشکوہ نے بھی ہندی میں کامیاب شاعری کی۔ جہانگیر کے دور حکومت میں ملک محمد جائسی نے ہندی شاعری کو جلا بخشی جن کی کتاب "پدماوت" آج ہندی ادب کا سرمایہ ہے۔ ہندی شاعری سے صرف عام مسلمانوں کو ہی دلچسپی نہ تھی۔ بلکہ مسلمان بادشاہوں نے ہندی کی ترقی و توسیع میں اہم کردار ادا کیا۔

مشہور مورخ شری بھودیو مکرجی لکھتے ہیں۔ "جو زبانیں ہندستان میں مروّج ہیں ان سب میں اہم زبان ہندی ہے اور مسلمانوں کی مہربانی سے یہ تمام برّ اعظم ہندوستان میں پھیل گئی"۔ (بحوالہ تاریخ ٹیپو سلطان مرتبہ محمود بنگلوروی)۔

اب ہم ہندی کے ان مسلمان شعراء کا مختصر تعارف پیش کر رہے ہیں۔ جنھوں نے ہندی کی شاعری میں کافی نام پیدا کیا۔

امیر خسروؒ

آپ فارسی کے بھی زبردست شاعر تھے۔ اہلِ ایران نے بھی ان کا لوہا مانا۔ آپ کا رہن سہن صوفیانہ تھا۔ حضرت نظام الدین اولیاؒ کے مرید تھے۔ ہندو راجہ آپ کی بڑی عزت کرتے تھے۔ علم موسیقی میں کافی مہارت حاصل تھی۔ ہندی زبان و ادب کے بڑے عالم تھے۔ ہندی میں آپ نے پورا دیوان مرتب کیا تھا۔

چکوا چکوی دو جنے اُن مست مارے کوئے
یہ مارے کرتار کے رین بچھوہا ہوئے

عبدالرحیم خانخاناں

نام عبدالرحیم اور لقب خانخاناں تھا۔ ۱۵۵۳ء میں پیدا ہوئے۔ والد بیرم خاں اکبر کے اتالیق خاص تھے۔ خانخاناں نے بھی شاہی دربار کے زیرِ سایہ تربیت حاصل کی۔ ہندی کے مسلمان شعراء میں کوئی ان کا مقابل نہیں۔ انھیں ہندی شاعری کا جگت گرو مانا جاتا تھا انھوں نے ہندی میں کئی مشہور کتابیں لکھی ہیں۔ رحیم ست سئی، سنگاسور، رس پنچادھیائی اور بروے نائکہ بھید۔ ان کا کلام بڑا پختہ اور پُر اثر ہے۔ ان کی شاعری اخلاقی اور معاشرتی تعلیمات کی آئینہ دار ہے — فلسفہ و اخلاق کے بیان کرنے میں اگر ان کو ہندی شاعری کا شیخ سعدی

کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔

کام نہ کا ہو آدمی مول نہ کوؤ لئے
بازو ٹوٹے باز کو سہائے چارؤ دیئے

غلام نبی رس لین

مشہور عالم دین مولانا عبد الجلیل بلگرامی کے بھانجے تھے۔ ہندی کی دو بہترین کتاب کے مصنف ہونے کا شرف آپ کو حاصل ہے۔ پہلی تصنیف کا نام "رنگ درپن" ہے۔ دوسری "رس پربودھ" جس میں ایک ہزار ایک سو پچیس دوہے ہیں جو ۱۷۳۱ء میں لکھی گئی۔

مکت بھئے گھر کھوئے کئے کان بیٹھے جائے
گھر کھودت ہیں اور کو کیجئے کون اپائے

عبد الحق ردولوی

نام شیخ احمد عبد الحق لقب مخدوم تھا۔ بڑے پایہ کے بزرگ گزرے ہیں۔ ہندی زبان پر مکمل عبور تھا۔ ہندی میں دوہے کہتے تھے۔ ۱۴۲۷ء میں وفات پائی۔ ردولی ضلع بارہ بنکی میں آپ کا مزار شریف عقیدت کا مرکز ہے۔

کنواں ہو تو پاٹوں سمندر کہ پاٹن جائے
باوا ہو تو برجوں جھیل کہ برجن جائے

شیخ فرید الدین گنج شکر

ہندی کے اچھے شاعر تھے۔ ۱۱۷۳ء میں پیدا ہوئے۔ خواجہ بختیار کاکیؒ کے خلیفہ تھے۔ آپ کا قیام پاک پٹن میں تھا۔ تمام ہندی کلام متفرق کتابوں میں بکھرا ہوا ہے۔ ۱۲۵۲ء میں آپ نے وفات پائی۔

مبارک علی مبارک

یوپی میں واقع قصبہ بلگرام میں ۱۵۸۳ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ہندی میں دو کتابیں "الک مشتک" اور "کاتل مشتک" تحریر کی۔ جو شاعری پر مشتمل ہیں۔ نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیں۔

سب جگ پیرت تلن کو تھکیو جیت یہ ہیر
تو کپول کو ایک تل سب جگ ڈاریو پھیر

شیخ عبد القدوس گنگوہی

۱۴۵۵ء میں گنگوہ یوپی میں پیدا ہوئے۔ عربی فارسی کے جید عالم تھے۔ ہندی شاعری میں قدم رکھا تو "الکھ رس" تخلص اختیار کیا۔ ہندی کلام تصوف آمیز ہے۔

یہ جگ نا ہیں باج بوجھ برہم گیان
پانی سو بلبلا سوتے سد درجان

عبد الرحمن

شہنشاہ اورنگ زیب کے فرزند شہزادہ معظم کے منصب دار تھے۔ ان کے ہندی کلام میں بے شمار دوہے ہیں۔ مشہور کتاب "یمک شتک" ہے جس میں ایک سو سات دوہے ہیں۔ ان کا یہ دوہا کافی مشہور ہے۔

بگڑی بات بنے نہیں لاکھ کرے کیں کوئے
رحمن بگڑے دودھ کو متھے نہ ماکھن ہوئے

شیخ علی متقی

جونپور یوپی میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے نامور عالم تھے۔ درس و تدریس ان کا پیشہ تھا۔ بعد میں مکہ شریف میں سکونت اختیار کرلی۔ وہیں انتقال فرمایا۔ ہندی شاعری سے والہانہ لگاؤ تھا۔ یہ دوہا ملاحظہ فرمائیں۔

سن سہیل پریم کی باتا
یوں مل رہے جیون دودھ نباتا

مولانا سید محمد

۱۴۴۳ء میں پیدا ہوئے۔ یوپی کے رہنے والے تھے۔ زندگی کا اکثر حصہ سیر و سیاحت میں گزرا۔ ہندی شاعری میں کافی لیاقت حاصل کی۔ آپ فرماتے ہیں ؎

چندر کہے نرائن کون سورج دیکھ آئے
ایسا بھگونت بھیٹے دشت پاپ بھر آئے

صوفی یاری

۱۶۶۵ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ہندی کے مشہور شاعر تھے۔ نامور شاعر کیشو داس آپ کا شاگرد تھا۔

فوری توجہ کیلئے

ہمیشہ "حوالہ نمبر" (جو آپ کے پتہ کے اوپری حصہ پر درج ہوتا ہے) ضرور تحریر فرمائیں۔ اپنا پتہ صاف لکھیں اور ہندی، مراٹھی یا انگریزی میں بھی تحریر کردیں۔

(ادارہ)

تبصرے

ریاض احمد خاں

پیامِ تعلیم نئی دِلّی کا (یومِ تاسیس نمبر)

قیمت: چار روپے
ملنے کا پتہ: مکتبۂ جامعہ لمیٹیڈ، نئی دِلّی ۔ ۲۵-۰۰-۱۱
مکتبۂ جامعہ لمیٹڈ، نزد جے جے اسپتال، بمبئی ۔ ۳-۰۰-۴

"پیامِ تعلیم" ایک عرصہ سے ملک کے طول و عرض میں بچوّں کی ذہنی نشو و نما کے لئے بہترین خدمات انجام دے رہا ہے۔ ہر سال ایک دو خصوصی نمبر بھی شائع کئے جاتے ہیں جنھیں بچوں کے نامور ادیب اپنے اپنے تجربات کی روشنی میں بچوں کے لئے بہترین سبق آموز کہانیاں پیش کرتے ہیں جو سبق آموز بھی ہوتی ہیں اور دلچسپ بھی۔ یہی وجہ ہے کہ 'پیامِ تعلیم' کامیابی کے ساتھ اپنا سفر طے کرتا رہا ہے اور اِن شاءاللہ آئندہ بھی کرتا رہے گا۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ کی ۶۱ ویں سالگرہ کے موقع پر ۲۹ر اکتوبر سے ۲ر نومبر ۱۹۸۱ء تک تعلیمی ہفتے کا شاندار پروگرام منایا گیا۔ جس میں رنگا رنگ پروگرام پیش کئے گئے۔ اس جشنِ تاسیس کو 'پیامِ تعلیم' نے اس خصوصی نمبر میں پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے تاکہ وہ لوگ جو اس جشن میں شرکت نہ کر سکے 'پیامِ تعلیم' میں شائع شدہ تصاویر اور مضامین سے جشن کا لطف اُٹھا سکیں۔

یومِ تاسیس نمبر کی اشاعت میں طلبہ کے علاوہ نگراں کی حیثیت سے پرنسپل عبد الحق صاحب، صلاح کار کی حیثیت سے خالد محمود صاحب اور مرتبین کی حیثیت سے سید غلام محمّد قائم رضوی صاحب اور مدیح الرحمٰن صہیب صاحب نے رسالہ کے ایڈیٹر ولی شاہجہانپوری کے شانہ بشانہ کوشش کی ہے۔

خالد محمود صاحب کی نظم "جامعہ" کے ہر شعر سے عقیدت جھلکتی ہے اور جامعہ سے اُن کی محبّت، لگاؤ اور روحانی رشتہ ظاہر کرتی نظر آتی ہے ؎

میری خوشبوؤں کے خزانے، میری خواہش کی زباں
اتحاد و اتفاق و ایکتا کی ترجماں !!

چھ صفحات پر ۱۹ تصاویر شائع کی گئی ہیں جو مختلف پروگراموں کی جھلکیاں پیش کرتی ہیں۔ "کاغذی ہے پیرہن" سید غلام محمد قائم رضوی متعلم طالبعلم یازدہم (سائنس) کا مضمون ہے جس میں ہر منعقدہ پروگرام کی تفصیل دی گئی ہے۔ شگفتہ یاسمین (یازدہم۔ آرٹس۔ جامعہ ہائر سکنڈری اسکول) نے "جامعہ ایک روشنی" میں جامعہ کی تاریخ مختصراً مگر دلپذیر انداز میں پیش کی ہے۔ اسی طرح رُمانہ بیگم، مدیح الرحمٰن، عطرت سرمدی، محمّد ہدایت اللہ، فیروز حامد عثمانی، ثمینہ نذیر زبیری کے شگفتہ مضامین کے ساتھ ثمینہ کوثر کی نظم "جیون کی مجبوری" جو انھوں نے آل دی اسپاٹ ہندی پوئٹری مقابلے میں فی البدیہہ کہی تھی اور جس پر انھیں دوسرا انعام بھی ملا، شامل ہے۔

آخیر میں جناب انور جمال قدوائی، وائس چانسلر جامعہ ملیہ اسلامیہ کے پیغام کے ساتھ پرنسپل عبد الحق خاں صاحب، خالد سیف اللہ صاحب فہمیدہ ریاض صاحبہ، نذیر الدین مینائی صاحب، شمیم حنفی صاحب، حنیف کیفی صاحب، غلام حیدر صاحب، صغرا مہدی صاحبہ اور محمد احمد دلکش صاحب کے پیغامات شامل ہیں۔

درحقیقت 'پیامِ تعلیم' کا یہ خصوصی نمبر جامعہ کے طلبہ کی اپنی درسگاہ سے والہانہ عشق کا نتیجہ ہے کہ انھوں نے انتھک محنت، جانفشانی اور کوشش سے اس نمبر کو کامیاب بنا دیا ہے۔

---

* ڈاکٹر منشاء الرحمٰن خاں منشاء
۴- اسٹار کی - ناگپور

یاد

ترے سخن میں تھا لطفِ دوام کا جادو
کھنکتے لہجے کا حسنِ کلام کا جادو

نہاں ہے تیرے تخیّل کے شاہکاروں میں
نگاہِ ناز کے طرزِ پیام کا جادو

اِک ایک لفظ سے تیرے جھلکنے لگتا ہے
خلوصِ دل خلشِ ناتمام کا جادو

خجل خجل ہے تیری مستیٔ تکلّم پر
نشیلی آنکھ کے لبریز جام کا جادو

جہانِ فلم ہو یا کوئی خاص مجلسِ علم
رواں دواں ہے تیرے فیضِ عام کا جادو

لگا ہے بولنے سر چڑھ کے بے حجابانہ
تجھی سے اُردو کے شعری نظام کا جادو

اندھیروں اور اُجالوں کے درمیاں جبتک
چلے گا کشمکشِ صبح و شام کا جادو

دُعائے منشاؔ یہی ہے کہ تب تلک یونہی
بہر سُو چلتا رہے تیرے نام کا جادو

سحر طراز ہوں پرچھائیاں بحسنِ کمال
رہیں یہ تلخیاں جادوئے فن کی زندہ مثال

تین ترائیلے

* ڈاکٹر ایم۔ آئی۔ ساجد
نزد کچھی مسجد، کھام گاؤں
(بلڈانہ)

دہلیز

میری دہلیز آشیاں کی طرح
دھوپ گُم صُم اُداس بیٹھی ہے
ہوں شکستہ کسی مکاں کی طرح
میری دہلیز آشیاں کی طرح
زخم کھائے ہوئے جواں کی طرح
پیار کا سوگ کیوں مناتی ہے
میری دہلیز آشیاں کی طرح
دھوپ گم صم اُداس بیٹھی ہے

تخلیقِ شعر

اپنے احساس کی نبضوں کو نچوڑا میں نے
جو لہو شعر کی تخلیق میں صرف ہوا
بُت قدامت کا بڑے پیار سے توڑا میں نے
اپنے احساس کی نبضوں کو نچوڑا میں نے
زندگی تیری روایات کو توڑا میں نے
ہے مرے ہاتھ میں جدّت کا نیا ایک دیا!
اپنے احساس کی نبضوں کو نچوڑا میں نے
جو لہو شعر کی تخلیق میں صرف ہوا!

وقت

وقت سب کو خراب کرتا ہے
آدمی کب خراب رہتا ہے
سب کو غرقِ شراب کرتا ہے
وقت سب کو خراب کرتا ہے
جینا مرنا عذاب کرتا ہے
زخم کھائے ہوئے پرندے سُن!
وقت سب کو خراب کرتا ہے
آدمی کب خراب رہتا ہے

غزلیں

★ خورشید افسر بسوانی
بسوان، ضلع سیتاپور (یو۔پی)

لکھ کر فردِ گردِ دیوار، بام و در کے نام
ایک خط لائی ہے آندھی آج میرے گھر کے نام

اب سمندر سوکھنے کے دن بہت نزدیک ہیں
کچھ پیام آنے لگے ہیں میری چشمِ تر کے نام

زندگی میں ہم کو آوارہ کہو یا کچھ کہو!
بس ہمیں سے من چلے وَتن کریں گے مر کے نام

اے صبا کیوں چن رہی ہے میری چادر کا غبار
کیا کوئی پیغام میرے پُر شکن بستر کے نام!

اب کہیں سہواً بھی سر جھکنا خیانت ہے تری
سارے سجدے لکھ چکا ہوں تیرے سنگِ در کے نام

سجدہ یا پیکر تراشی، زخمِ سر یا ٹھوکریں
کچھ نہ کچھ تو وقف ہی کرنا ہے ہر پتھر کے نام

ناز ہے مجھ کو کہ میں نے وقف کر دی زندگی
پھول سے ہونٹوں کی خاطر چاند سے پیکر کے نام

میرے ہاتھوں کی لکیریں مجھ سے واقف ہی نہیں
میری قسمت لکھ گئی ہے جانے کس افسر کے نام

★

★ حیات وارثی
باغِ انوار۔ لکھنؤ ۳

جاری ہیں سوالوں سے جوابات کے دریا
بے سمت ہیں صدیوں سے نظریات کے دریا

گہرائی، توازن، نہ حرارت نہ تعلق
اس دور کے انسان ہیں برسات کے دریا

رک جاتی ہے تہذیب و تمدن کی روانی
جب سوکھنے لگتے ہیں روایات کے دریا

تخریب کے گھڑیال نگل جائیں گے سب کچھ
روکے نہ گئے گر یہ فسادات کے دریا

دیواروں میں فطرت کہیں محصور ہوئی ہے
رخ اپنا بدلتے نہیں جذبات کے دریا

یکجہتی کا مرکز ہے محبت کا ہے سنگم
جس موڑ پہ مل جائیں خیالات کے دریا

★

★ بہار صدیقی بدایونی
۲۰۲/بی، ویسٹرن ریلوے کالونی
کوٹہ ۳۲۴۰۰۲ (راجستھان)

روشنی میں خوبیوں کو بھی تولا کیجئے
خامیوں ہی پر فقط نظریں نہ ڈالا کیجئے

خود بخود آسان ہو جائیں گی ساری مشکلیں
زندگی کی تلخیاں ہنس کر گوارا کیجئے!

دوستداری میں ہے لازم اتحادِ باہمی
متحد ہو کر محبت کو بڑھایا کیجئے

فرض عاید ہے یہ انساں دوستی کا آپ پر
بیکس و مجبور کے غم کا مداوا کیجئے

کشت و خوں، تخریب کاری دستور زیبا نہیں
اپنے دل میں قوم کا کچھ درد پیدا کیجئے

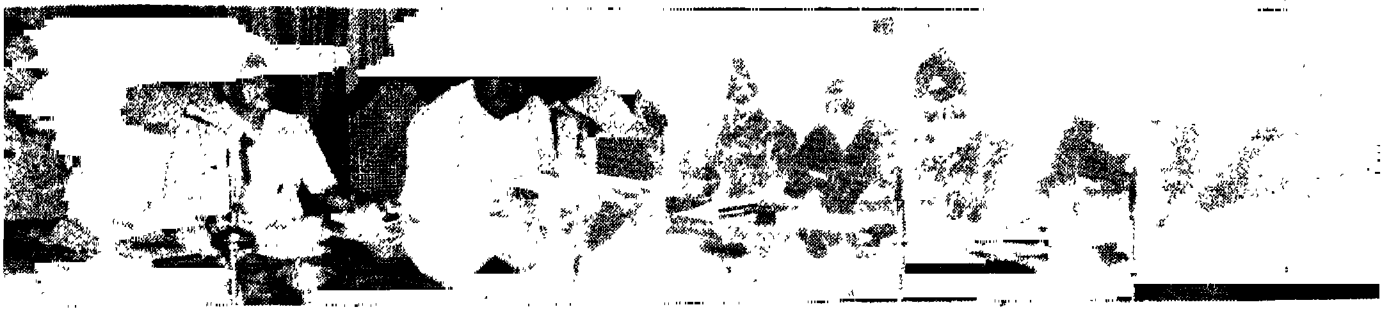
فرقہ وارانہ فسادوں سے وطن بدنام ہے
اے وطن والو! وطن کو اب نہ رسوا کیجئے

کیجئے جبر و تشدد سے حذر بہرِ خدا!
مشوروں کو اہلِ دانش کے بھی مانا کیجئے

متحد ہو کر مسائل ملک کے سلجھایئے
قوم کی دشواریوں کا بھی ازالہ کیجئے

بندہ پرور! دشمنی کو دے کے رنگِ دوستی
خلق کو دونا، محبت کو دوبالا کیجئے

پاک رکھئے دل تعصب کی کثافت سے بہار
بدگمانی سے نہ اپنا ذہن گندہ کیجئے



وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے بمبئی شہر میں گذشتہ دو مہینوں کے دوران بدامنی سے پُر حالات کے موقع پر شہر میں امن و امان برقرار رکھنے میں پولس کے عملے کی بروقت عمدہ خدمات کا شکریہ ادا کرنے کے لئے ۲۱ اکتوبر ۱۹۸۲ء کو منترالیہ میں پولس افسران اور عملہ کے اراکین کی ایک میٹنگ منعقد کی۔ اس موقع پر لی گئی تصویر میں وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے کے ساتھ چیف سکریٹری شری آر۔ ڈی پردھان، پولس کمشنر شری جے۔ ایف۔ ریبیرو، انسپکٹر جنرل آف پولس شری کے۔ پی۔ میڈھیکر کے علاوہ دیگر پولس افسران دیکھے جا سکتے ہیں۔

نظم و نسق کے لئے بمبئی پولیس کی کارکردگی قابلِ تعریف

وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے ۲۱ اکتوبر ۱۹۸۲ء کو منترالیہ میں خاص طور سے بمبئی پولس کے افسران و عملہ کو مدعو کر کے شہر میں گذشتہ مہینوں میں بدامنی کے دوران نظم و نسق کی برقراری کے لئے بمبئی پولس کی کارکردگی کی تعریف کی اور حکومت کی جانب سے بمبئی پولس کا شکریہ ادا کیا۔

شری بھوسلے نے پولس کمشنر شری ریبیرو کی مدد سے اس اجلاس کا اہتمام کیا جس میں چیف سکریٹری شری آر۔ ڈی۔ پردھان اور آئی جی۔ پی شری کے۔ پی۔ میڈیکر بھی موجود تھے۔

پولس کمشنر شری ریبیرو نے شری بھوسلے کی بابت فرمایا کہ آپ پہلے وزیراعلیٰ ہیں جنھوں نے بحرانی حالات میں پولس افسران اور عملہ کی مشکل ذمہ داریوں کو محسوس کیا۔ آپ نے خاص طور سے چیف سکریٹری شری آر۔ ڈی۔ پردھان کا شکریہ ادا کیا، جن کی قابل رہنمائی کی بدولت ½۱ مہینے کے دوران بمبئی پولس کو امن و امان قائم رکھنے میں بڑی مدد ملی۔

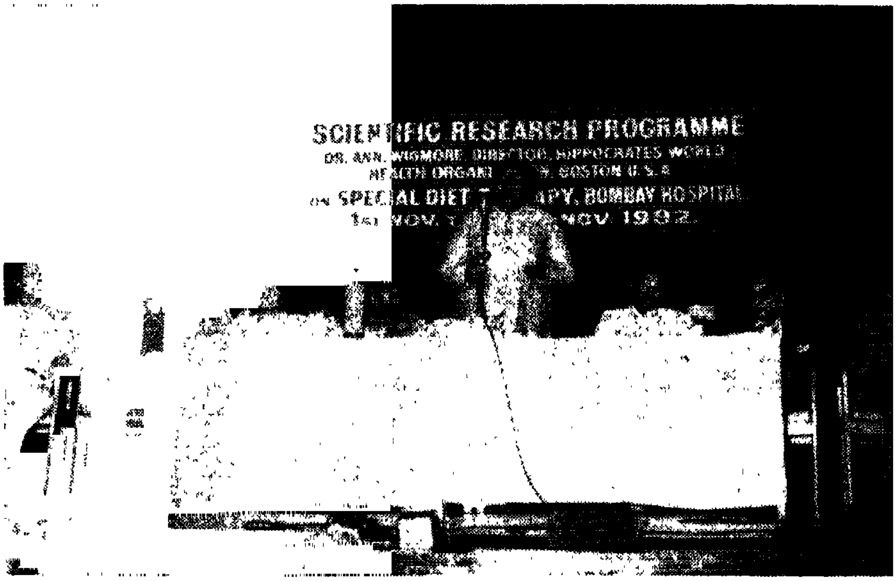
بمبئی پولس کے لئے گذشتہ دو مہینے کا عرصہ ہنگامی دور رہا ہے ماہ اگست کی ۱۸ تاریخ کو پولس سنگٹھن لیڈروں کا ہنگامہ شروع ہوا، اس کے بعد گنپتی تہوار پر بندوبست کا مسئلہ آیا۔ پھر اسمبلی کے اجلاس کے دوران مورچوں کا چکر شروع ہوا۔ دلت پینتھر اور دتّا سامنت کی جیل بھرو تحریکیں، میونسپل ملازمین اور بسوں کی ہڑتال۔ نیز راستہ روکو تحریکوں نے پولس کا رات دن کا چین حرام کر رکھا تھا اسی عرصہ میں عوام کو دہشت زدہ کرنے کے لئے گمراہ کن افواہیں بھی پھیلائی گئیں۔ بہرحال ان تمام حالات پر پولس نے پوری نظر رکھی اور بمبئی کے شہریوں کے تعاون سے ناخوشگوار حادثات کی زیادہ سے زیادہ روک تھام کی۔

پولس کے اعلیٰ و ادنیٰ تمام افسران و عملے کا شکریہ ادا کرتے ہوئے وزیراعلیٰ نے کہا کہ بمبئی پولس نے بے شک اپنی اعلیٰ روایت قائم رکھی، جس کے لئے حکومت کے پاس شکریہ کے الفاظ نہیں۔

شری بھوسلے نے گنپتی وسرجن کے دن ڈیوٹی پر موجود ایک پولس افسر کی حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے موت واقع ہونے کا ذکر بڑے دکھ کے ساتھ کیا، اور آپ نے یقین دلایا کہ منترالیہ میں بھی پولس کی قابلِ تعریف مستعدی کا احساس قائم رہا۔

وزیراعلیٰ نے چیف سکریٹری شری پردھان کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ موصوف پہلے ہوم سکریٹری رہ چکے ہیں لہذا وہ پولس کے مسائل سے بخوبی واقف ہیں۔





*

وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے بامبے اسپتال میں "کچی غذا کے سائنٹفک طریقہ علاج پروگرام" کا ۳ رنومبر ۱۹۸۲ء کو افتتاح کیا۔ زیرِ نظر تصویر میں ڈاکٹر بلی رام ہیرے، وزیر برائے صحت عامہ اور بھارت میں نیا طریقہ علاج متعارف کرانے والے ڈاکٹر این۔ وگمور بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

*

کچی غذا بطور علاج —
پروگرام کا وزیر اعلیٰ کے ہاتھوں افتتاح

وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے امریکہ کے ڈاکٹر وِگمور کے پیش کردہ 'راء فوڈ تھیراپی (کچی غذا بطور علاج) کے سائنٹفک ریسرچ پروگرام' کا بامبے اسپتال میں ۳ رنومبر کو افتتاح کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تھیراپی بھارت جیسے ملکوں میں جہاں غریبی زیادہ پھیلی ہوئی ہے اور جہاں ادویات مہنگی ہوتی ہیں بے حد مفید ثابت ہو سکتی ہے۔

یہ پروگرام ڈاکٹر این. وگمور ڈائرکٹر آف ہپوکریٹس ورلڈ آرگنائزیشن یو۔ ایس۔ اے، کے ذریعہ ڈاکٹر کے. کے دانتے اور ڈاکٹر بی. کے. گوئل نے مشترکہ طور پر ہزاری مل سومانی ٹرسٹ کے تعاون سے پیش کیا ہے۔

وزیراعلیٰ نے مزید فرمایا کہ ٹیکنالوجی میں ترقی تو ہوئی لیکن اس کا ایک منفی اثر یہ ہوا کہ ہمارے یہاں صنعتی آلودگی سے پھیلنے والی بیماریاں عام ہوگئیں۔ آپ نے مشورہ دیا کہ کچی غذا کو پکاتے وقت انھیں اتنی دیر آگ پر نہ رکھا جائے کہ اُن کا صحت بخش مادّہ ضائع ہو جائے۔

ڈاکٹر بلی رام ہیرے، وزیر برائے صحت عامّہ نے فرمایا کہ کچّی غذا کے ذریعہ علاج کرنے کا یہ طریقہ ہمارے لئے نیا ہے، آپ نے اُمید ظاہر کی کہ یہ طریقۂ علاج بڑی بیماریوں کے لئے بھی کارگر ثابت ہوگا۔ آپ نے بتایا کہ ریاستی حکومت نے آیورویدک طریقۂ علاج کی ہمّت افزائی کرنے کی پالیسی اختیار کی ہے اور وزیر اعظم کی یقین دہانی کے بموجب ۲۰۰۰ء تک سب کے لئے صحت' پروگرام کے فروغ کے لئے ریاست میں ہر ممکن کوشش کی جائیگی۔
اس موقع پر اعلان کیا گیا کہ ڈاکٹر وگمور چرچ گیٹ پر واقع ڈاکٹر کے. کے. دانتے کے کنسلٹنگ روم میں شام ۲ بجے سے ۵ بجے کے درمیان طے شدہ اوقات میں عوام سے ملاقات کے لئے موجود رہیں گے۔
بامبے ہاسپٹل کے چیرمین شری سریش پرشاد جین نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔
شری ایس. کے سومانی نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔

خاندانی بہبود ایوارڈ

حکومت مہاراشٹر نے نسبندی کو عام کرنے کے لئے ضلع پریشد، میونسپل کارپوریشن، پنچایت سمیتی اور میونسپل کونسل کے عہدیداران اور غیر سرکاری افراد کو نسبندی کے فروغ میں ماہ ستمبر سے نومبر کے سہ ماہی عرصے میں بہترین کارکردگی پر طلائی اور سیمیں تمغے عطا کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔
حکومت نے اس مقصد کے تحت ۷۵۰۰۰ روپے منظور کئے ہیں۔

شریمتی اندرا گاندھی کے دورۂ روس پر مبنی تصویری نمائش کا افتتاح



شریمتی اندرا گاندھی کے حالیہ دورۂ روس کی تصویری جھلکیوں کی ایک نمائش کا افتتاح ۳۰ / اکتوبر کو ڈاکٹر ودی . سبرامنیم ، وزیر برائے منصوبہ بندی نے کیا۔ یہ نمائش سچیوالیہ جمخانہ ممبئی میں ریاستی محکمۂ اطلاعات و رابطہ عامہ اور ممبئی میں مقیم روسی قونصل کے محکمۂ اطلاعات کے اشتراک سے منعقد ہوئی تھی۔ ممبئی میں مقیم روس کے قونصل جنرل شری اے . کے کاسیچرین اس تقریب میں مہمانِ خصوصی تھے۔

شری کاسیچرین نے اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ دونوں ملکوں کے عوام کے درمیان معاشی ، سائنسی و تہذیبی سطحوں پر مضبوط رشتے قائم ہیں اور سیاسی و سماجی اختلافات کے باوجود دونوں ایک دوسرے کی قدروں کا احترام کرتے ہیں ۔ یہ ترقی دراصل ایک دوسرے کے معاملات میں دخل اندازی سے انحراف کے اچھے اصول کی پابندی کا نتیجہ ہے۔

شری ایم . آر . پاٹل ، ڈائرکٹر جنرل اطلاعات و رابطۂ عامہ نے وزیر اعظم کے دورۂ روس کو خیر سگالی دورہ سے تعبیر کیا اور کہا کہ یہ تصویری جھلکیاں روس میں شریمتی اندرا گاندھی کے تئیں جذبۂ عقیدت و احترام کا واضح ثبوت ہیں .

روس کے محکمۂ اطلاعات کے سربراہ جناب وایوز سکبین نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا .

اس نمائش میں ۲۰ / ستمبر تا ۲۶ / ستمبر ۱۹۸۲ء تک وزیر اعظم کے دورۂ روس کی تقریباً ۱۱۴ دلکش تصاویر پیش کی گئی تھیں . یہ نمائش ۳۱ / اکتوبر سے ۲ / نومبر تک جاری رہی .

خشک سالی سے متعلقہ کابینی ضمنی کمیٹی کی از سر نو تشکیل

حکومت مہاراشٹر نے خشک سالی سے متعلق زرعی صورتحال کا جائزہ لینے اور خشک سالی سے متاثرہ علاقوں میں راحت اقدامات طے کرنے کی غرض سے نامزد کردہ کابینی ضمنی کمیٹی کی از سر نو تشکیل کی ہے۔

وزیر برائے محصول کی سربراہی میں تشکیل کردہ اس کمیٹی میں وزراء مالیات ، زراعت ، امداد باہمی ، دیہی ترقیات ، منصوبہ بندی ، ضمانتِ روزگار اسکیم و انرجی اور وزراء مملکت برائے آبپاشی ، ٹرانسپورٹ اور جنگلات ، محصول اور دیہی ترقی شامل ہیں .

2.

خشک سالی سے متاثرہ علاقوں میں

ضمانت روزگار اسکیم کے تحت مزید کام

حکومت مہاراشٹر کے چیف سکریٹری شری رام پردھان نے ۳۰ اکتوبر کو منعقدہ ایک میٹنگ میں خشک سالی سے متاثرہ علاقوں میں ضمانت روزگار اسکیم کے تحت مزید کام جاری کرنے کے لئے ڈیویژنل کمشنروں کو مزید اختیارات دینے کی ضرورت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس ضمن میں ضمانت روزگار اسکیم سے متعلق قوانین میں مناسب ترمیم کی جانی چاہئے۔
آپ ریاست میں خشک سالی سے متعلق تشکیل کردہ رابطہ کمیٹی کی ایک میٹنگ کی صدارت کر رہے تھے۔ میٹنگ میں بتایا گیا کہ خریف علاقوں کی بلا کاشت زمینوں پر ربیع کی کاشت کی جا رہی ہے۔

خشک سالی سے متاثرہ دیہاتوں میں سنگین صورتحال طویل عرصہ تک قائم رہنے کے امکانات کے پیش نظر عارضی فراہمیٔ آب اسکیم اور بور کنوؤں کی کھدائی اسکیم جون ۱۹۸۳ء تک نافذ العمل رہے گی۔ اس سلسلے میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ بور کنوؤں کی مرمّت کے لئے فوری اقدامات کئے جائیں۔

خشک سالی راحت اقدامات

حکومت مہاراشٹر نے خشک سالی راحت اقدامات کی توسیع بیس اضلاع کے کُل ۷۰۶۶ دیہاتوں تک کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ان دیہاتوں میں خریف فصل کے امکانات کم ہیں اور یہاں پیسہ واری ۵۰ پیسوں سے بھی کم ہے۔ ماہ ستمبر کے پہلے ہفتے تک یہ اقدامات دس اضلاع کے ۲۱۹۴ دیہاتوں میں کئے جا رہے تھے۔
مذکورہ بالا فیصلہ وزیر برائے محصول شری ایس۔ جی۔ کھوپ کی زیر صدارت ۳ نومبر کو منعقدہ کابینہ کی ضمنی میٹنگ میں کیا گیا۔
مہاراشٹر اسٹیٹ الیکٹریسٹی بورڈ کی جانب سے عارضی فراہمیٔ آب کے لئے پانی پر ٹیکس کے ۲۰ فیصد مطالبۂ ادائیگی کو بھی کمیٹی نے منظور کیا، اس کے علاوہ کم از کم ۵۲۲۴ دیہاتوں میں پینے کے پانی کی شدید قلت دور کرنے کے لئے فراہمیٔ آب اسکیمات میں شامل مختلف کاموں مثلاً کنوؤں کی کھدائی، ٹینکرس یا بیل گاڑیوں کے ذریعہ پانی کی فراہمی پر اخراجات کے لئے مزید ۵ کروڑ روپیہ مختص کرنا منظور کیا گیا۔
محکمۂ ڈیری ترقیات کی ایک اسکیم بھی منظور کی گئی جس کے تحت خشک سالی سے متاثرہ علاقوں میں امداد باہمی دودھ انجمنوں کے ارکین کو بطور تکاوی، مویشی چارہ فراہم کیا جائے گا، جس کے لئے ۲۶ لاکھ روپیہ مختص کرنا منظور کیا گیا ہے۔
ایک اندازے کے مطابق 'بی' اور 'سی' درجے کے میونسپل علاقوں میں پینے کے پانی کی قلت شدید ہوگی لہٰذا مقامی ضرورت پوری کرنے کے لئے ٹینکوں میں پانی محفوظ کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

خشک سالی سے متاثرہ علاقوں کو امداد

وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے وزیر برائے زراعت، باغبانی و محنت شری بی۔ ایم۔ گائیکواڑ کی زیر صدارت منعقدہ پیوپلس ایکشن فار ڈیولپمنٹ مہاراشٹر (پیڈ) کی گورننگ کونسل کی ۲۵ اکتوبر کو منعقدہ ایک میٹنگ میں مشورہ دیا کہ ریاست کے خشک سالی سے متاثرہ علاقوں کو آبپاشی اور باغبانی کے لئے ترجیحی امداد دی جائے۔ آپ کی یہ تجویز متفقہ طور پر منظور کی گئی۔

اس میٹنگ میں شری این۔ ایم۔ کامبلے، وزیر برائے دیہی ترقی۔ ڈاکٹر وی مبرا مینم، وزیر برائے منصوبہ بندی، شری روبندر راوت، وزیر مملکت برائے باغبانی، ماہی گیری، شری پی۔ کے۔ ساونت، چیرمین کھادی اینڈ ولیج انڈسٹریز بورڈ شریک تھے۔
کونسل نے اورنگ آباد ضلع میں آکاسنی فاؤنڈیشن کے چارہ اور پتوں سے پروٹین تیار کرنے کے پروجیکٹ نیز ستارا ضلع کے بورجائی وادی دیہی ترقیاتی پروگرام کے لئے ۸۵۰۰۰ روپے منظور کئے۔
وزیر برائے زراعت نے اپنی تقریر میں مذکورہ ادارہ کی بابت کہا کہ یہ ادارہ مہاراشٹر میں مقامی وسائل سے اور رضاکارانہ تنظیموں کے تعاون کے ذریعہ دیہی ترقیات میں پیش پیش رہا ہے۔
آپ نے بتایا کہ پیڈ نے ۶۰ پروجیکٹوں کے لئے ۴۰ لاکھ روپے بطور امداد دیئے نیز پیڈ کی امداد کی وجہ سے پینے کے پانی کی فراہمی کی ۶۲ اسکیمات جن پر لاگت کا تخمینہ چار کروڑ روپیہ ہے، جاری کی جاسکیں۔

سکریٹریز کو آرڈی نیشن کمیٹی کی میٹنگ

خشک سالی پر غور و خوض

چیف سکریٹری شری رام پردھان نے منترالیہ ممبئی میں ۱۹ اکتوبر کو سکریٹریز کو آرڈی نیشن کمیٹی کی میٹنگ میں بتایا کہ ضلع کلکٹران سے موصولہ تفصیلات کے مطابق ریاست کے ۶۳۲۹ دیہات پچاس پیسے اور کم کی ناذ۔ پیسے واری کے تحت شمار کئے گئے ہیں۔ کلکٹروں کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ دیہاتوں میں آزمائشی کاشتکاری کریں تاکہ ۵ نومبر تک قطعی پیسہ واری کا تعین کیا جا سکے۔

ریاستی حکومت نے خشک سالی سے متعلق چیف سکریٹری کی زیر صدارت مختلف محکموں کے سکریٹریوں کی ایک رابطہ کمیٹی تشکیل دی ہے جو وقفہ وقفہ سے خشک سالی کی صورت حال کا جائزہ لیتی ہے۔ شری پردھان نے مزید بتایا کہ حکومت نے ۵۱۰ دیہاتوں کو جہاں بوائی نہ ہو سکی یا بوائی کے بعد فصل نہیں آگی، خشک سالی سے متاثرہ علاقے قرار دیا ہے۔

میٹنگ میں یہ توقع ظاہر کی گئی کہ تقریباً ۱۴٫۶ لاکھ ہیکٹر اراضی جو خریف موسم میں بلا کاشت رہی ربیع فصل کے تحت زیر کاشت لائی گئی ہے اور مزید سات لاکھ ہیکٹر اراضی لائے جانے کے امکانات ہیں۔ پونے ڈیویژن میں بلا کاشت ۵٫۶۷ لاکھ ہیکٹر اراضی میں سے ۳٫۷۹ لاکھ ہیکٹر اراضی ربیع کاشت کے لئے زیر استعمال ہے۔

ناشک اور پونے ڈیویژنوں میں بالترتیب ۱۱٫۱۹ لاکھ ہیکٹر اور ۷٫۰۲ لاکھ ہیکٹر اراضی میں سے ۷ لاکھ اور ۱۴٫۸۵ لاکھ ہیکٹر اراضی پر بوائی ہو چکی ہے۔ اس طرح کل ۵۲ لاکھ ہیکٹر اراضی میں سے ۳۷٫۶۸ لاکھ ہیکٹر اراضی پر بوائی مکمل ہو چکی ہے تاہم تمام اراضی پر ربیع فصل کے انتظام و حصول کے لئے دو ایک مرتبہ بارش ہونا ضروری ہے۔

میٹنگ میں یہ خدشہ ظاہر کیا گیا کہ پونے ضلع کے ماول علاقے اور ستارا ضلع کے گھاٹ علاقے میں وقتی بارش نہ ہونے کی صورت میں تیار فصل متاثر ہوگی۔ ناگپور ڈیویژن میں بھنڈارہ ضلع کے ۱۶۰۰ دیہاتوں میں سے ۸۸۹ دیہات بری طرح متاثر ہوئے ہیں۔ اسی ڈیویژن میں ۷٫۵۹ ہیکٹر علاقے میں بوائی ہو چکی ہے۔

شری رام پردھان نے مشورہ دیا کہ پینے کے پانی کے مسئلہ کو کاشتکاری مسئلہ سے نہ جوڑتے ہوئے علیحدہ طور پر حل کرنا چاہئے آپ نے کہا کہ خشک سالی سے متاثرہ دیہاتوں کے ساتھ ساتھ دیگر دیہاتوں میں بھی پینے کے پانی کی فراہمی کے لئے ضلع واری منصوبہ تیار کیا جائے۔

چارے کی فراہمی سے متعلق یہ مشورہ دیا گیا کہ اٹھاد سینچائی کے تحت اراضی پر چارے کی کاشت کی جائے اور اس کی خرید اور رسد کا مناسب انتظام کیا جائے، نیز یہ کہ بے زمین افراد کو جنھیں دودھ دینے والے جانور مہیا کئے گئے ہیں، چارہ بھی دیا جائے۔

مختلف محکموں کے سکریٹری حضرات پونے، ناشک، ناگپور ڈیویژنوں کے ڈیویژنل کمشنر اور دیگر سرکاری افسران نے میٹنگ میں شرکت کی۔

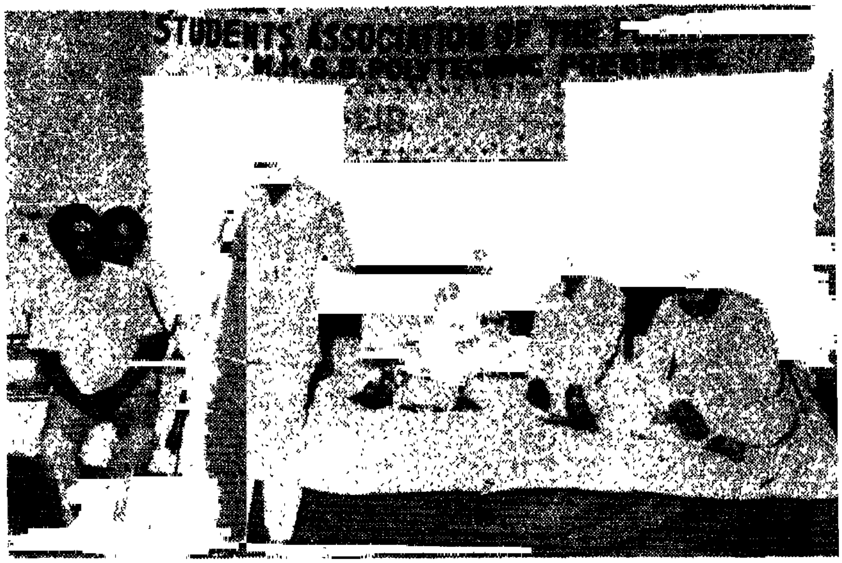
اس میٹنگ کے بعد خشک سالی سے متعلق نئی تشکیل شدہ کابینی ضمنی کمیٹی کی پہلی میٹنگ ضمنی کمیٹی کے چیرمین اور وزیر برائے محصول شری شانتارام گھولپ کی زیر صدارت منعقد ہوئی۔ میٹنگ میں سر و شری رام راؤ آدک وزیر برائے مالیات، وزیر برائے امداد باہمی بابو راؤ کالے۔ بی۔ ایم۔ گائیکواڑ وزیر برائے زراعت، این۔ ایم۔ کامبلے وزیر برائے دیہی ترقیات، آننت راؤ تھوپٹے وزیر مملکت برائے دیہی ترقیات۔ چیف سکریٹری شری رام پردھان، متعلقہ محکموں کے سکریٹری، ڈیویژنل کمشنران، اور سرکاری افسران نے شرکت کی۔

بقیہ "قومی یکجہتی میں تعلیم بالغان کی اہمیت"

دیا جاتا ہے۔ ایسے پروگراموں میں "ہلدی کم کم" پروگرام قابل ذکر ہے جو خاص طور سے خواتین کو ایک دوسرے سے متعارف کرانے کے لئے منعقد کیا جاتا ہے۔

اس طرح مذکورہ کمیٹی مختلف طریقوں سے غیر تعلیمیافتہ، نو آزمودہ طلبہ اور ملک کے لئے اپنی سرگرمیوں کے ذریعہ قومی یکجہتی کو زیادہ سے زیادہ فروغ دینے میں مصروف ہے۔





عیدِ ملن کے موقع پر لی گئی اس تصویر میں دائیں سے بائیں ڈاکٹر محمد اسحٰق جمخانہ والا، موسیقار شری نوشاد علی، بیگم نوشاد علی، پروفیسر ایس. آئی. ایم اثیر، وزیر حکومت مہاراشٹر برائے سیاحت و جبیل اور پرنسپل نادر حسین صاحب۔

صابو صدیق پالی ٹیکنک میں عیدِ ملن!

مورخہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۲ء بروز جمعہ محمد حاجی صابو صدیق پالی ٹیکنک میں عید ملن کی تقریب زیرِ اہتمام اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن آف پالی ٹیکنک و ٹیچرس ایسوسی ایشن آف پالی ٹیکنک اور میوزک اپری سیشن سرکل اسٹوڈنٹس کامن روم میں منائی گئی۔

اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے پروفیسر ایس. آئی. ایم. اثیر وزیر برائے سیاحت، اوقاف و جبیل نے ادارہ کی ترقی پر اپنی دلی مبارکباد دی اور کہا کہ وہ ادارہ کی عمارت کی توسیع اور دیگر مسائل میں ہر ممکن مدد دیں گے۔ آپ نے کہا کہ قوم کا کام کرنا میرا فرض ہے اور جس دن میں یہ محسوس کرنے لگوں گا کہ میں بے باکانہ طور پر قوم کی خدمت نہیں کر رہا ہوں، اقتدار کو بھی خیرباد کہہ دوں گا۔

موسیقار شری نوشاد علی نے تقریب میں اپنی شمولیت پر اظہارِ تشکر فرماتے ہوئے کہا کہ اس قسم کی کوشش فالِ نیک ہے۔ اور آپ نے اپنی ہر ممکنہ مدد و تعاون کا یقین دلایا۔

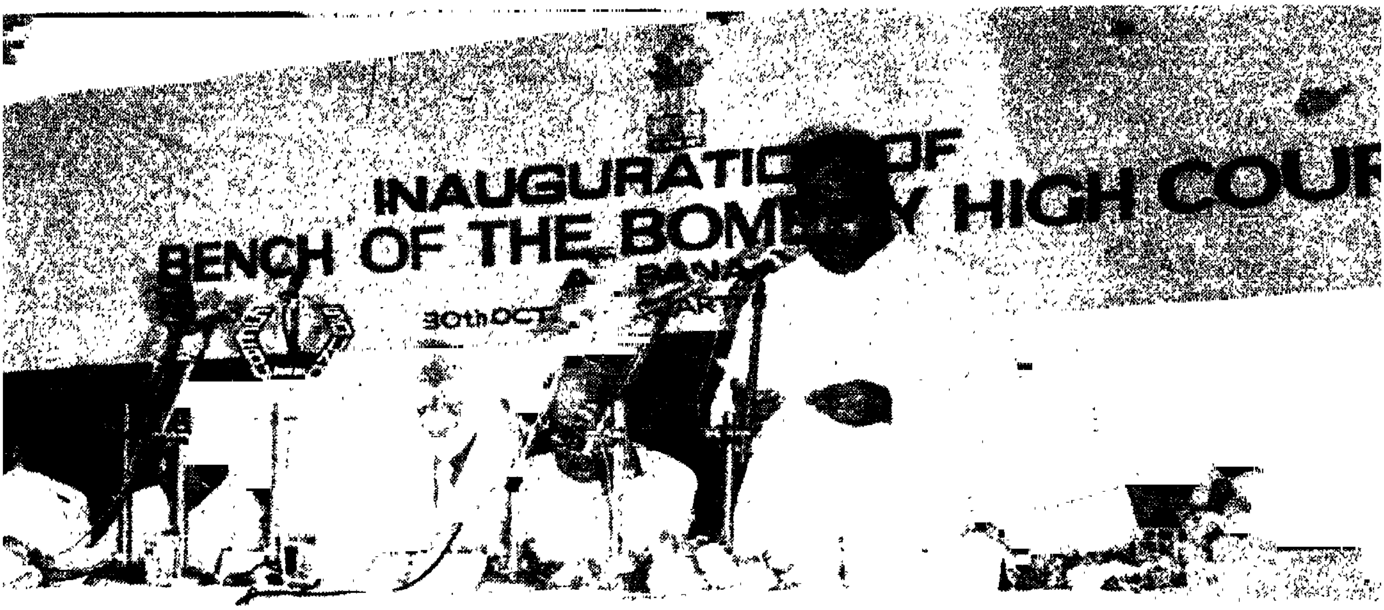
ڈاکٹر اسحٰق جمخانہ والا نے کہا کہ اس دور میں جبکہ ہندوستانی موسیقی اور شاستریہ سنگیت سے ہر کوئی نابلد ہوتا جا رہا ہے، پرنسپل صاحب کی کوششیں ان کے احیاء کا کام کر رہی ہیں۔

تقریب کا آغاز پرنسپل نادر حسین کی استقبالیہ تقریر سے ہوا۔ آپ نے تمام مہمانوں اور شرکاء مجلس کی خدمت میں اپنی اور اپنے رفقاء کار کی طرف سے عید کی دلی مبارکباد پیش کی نیز آپ نے میوزک اپری سیشن سرکل کے اغراض و مقاصد کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ ان کی کوششیں رہی ہیں کہ محمد حاجی صابو صدیق ادارہ سے فارغ التحصیل طلباء نہ صرف کاریگر اور فن داں بنیں بلکہ ان میں فنونِ لطیفہ میوزک وغیرہ کی قدردانی کا شعور بھی پیدا ہو تاکہ وہ مہذب شہری اور کامل انسان بن سکیں۔

تقریب کا اختتام شری این. این راؤ صاحب لیکچرار سول انجینئرنگ کے شکریہ پر ہوا۔ انیس احمد صاحب لیکچرار نے نظامت کے فرائض انجام دیئے۔ اس تقریب کے موقع پر اظہر جاوید نے ہندوستانی موسیقی پر غالب، میر، حسرت موہانی اور داغ کا کلام وجد آفریں انداز میں پیش کر کے سامعین سے دادِ تحسین حاصل کی۔

اضلاع کے نگراں وزراء

مندرجہ ذیل وزراء مملکت میں بہبودی کاموں کے لئے اضلاع کی سابقہ تقسیم میں تبدیلی کی گئی ہے جو اس طرح ہے شریمتی کملا بائی اجمیرا۔ امراؤتی، ڈاکٹر شری کانت جچکر، ستارا، شری ولاس راؤ دیشمکھ۔ بیڑ، اور شری ایس این. دیسائی۔ رائے گڈھ۔



بھارت کے چیف جسٹس شری وائی۔ وی۔ چندر چوڑ نے ۳۰ اکتوبر ۱۹۸۲ء کو پنجی (گوا) میں بمبئی ہائی کورٹ بنچ کا افتتاح کیا۔ مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ بابا صاحب بھوسلے اس تقریب میں خصوصی طور پر مدعو تھے۔ زیر نظر تصویر میں آپ حاضرین سے خطاب فرما رہے ہیں۔

خبریں ۔ تصویروں میں



وزیر اعظم ہند شریمتی اندرا گاندھی کے حالیہ دورہ روس کی تصاویر پر مبنی نمائش کے آخری دن ۲ نومبر ۱۹۸۲ء کو سچیوالیہ جیمخانہ، بمبئی میں روسی قونصل اور ریاست مہاراشٹر کے ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز کے اشتراک سے "بھارت، سوویت دوستی پر ایک نظر" کے موضوع پر ایک سیمنار منعقد ہوا۔ وزیر برائے مالیات شری رام راؤ آدک، اس موقع پر بطور مہمانِ خصوصی حاضرین سے خطاب کر رہے ہیں۔



گورنر مہاراشٹر اور چانسلر بمبئی یونیورسٹی
شری آئی۔ایچ۔ لطیف ۲۳ راکتوبر ۱۹۸۲ء
کو بمبئی یونیورسٹی کے دفتر میں منعقدہ
پریس کانفرنس سے خطاب فرمارہے ہیں۔
آپ کے بائیں جانب وائس چانسلر
پروفیسر رام جوشی تشریف فرما ہیں۔



وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے
ودیا نگری کالینہ میں ۲۰ اکتوبر ۸۲ء کو
بمبئی یونیورسٹی کے تحت ادارے انسٹیٹیوٹ
آف ڈسٹنس ایجوکیشن کی عمارت کا سنگ بنیاد
رکھ رہے ہیں۔

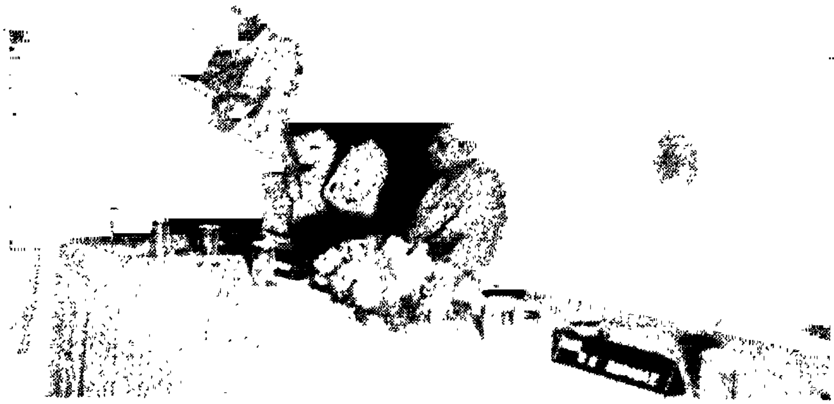


وزیر برائے صنعت شری نریندر
تڑکے، گورنمنٹ سینٹرل پریس کی گولڈن
جوبلی تقریب کے موقعہ پر ۲۹ راکتوبر ۸۲ء
کو ایک جلسہ میں کھاڑیوں کو ایوارڈ دے رہے ہیں



گورنر مہاراشٹر شری آئی۔ ایچ لطیف نے گورے گاؤں بمبئی میں ۲ نومبر ۸۲ء کو مخلوط نسل کی گایوں کے افزائش نسل مرکز کا دورہ کیا۔ اس موقع کی ایک تصویر۔

وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے، فرٹیلائزر ایسوسی ایشن آف انڈیا، ویسٹرن ریجن بمبئی کے زیر اہتمام ۳ نومبر ۱۹۸۲ء کو اوبیرائے ٹاورس، بمبئی میں "زرعی پیداوار میں اضافہ" کے موضوع پر منعقدہ دو روزہ سمینار کی افتتاحیہ تقریب میں حاضرین سے خطاب کر رہے ہیں۔





شریمتی پرتبھا پاٹل، وزیر برائے شہری ترقی نے ۳ نومبر ۱۹۸۲ء کو تاڑدیو، بمبئی میں ایم۔ پی مِل کمپاؤنڈ کے قریب واقع جھونپڑ پٹی کا معائنہ کیا اور یہاں بودھ سیوا منڈل کو تحفتاً ایک ٹیلیویژن سیٹ پیش کیا۔ زیر نظر تصویر میں آپ حاضرین سے خطاب کر رہی ہیں۔



وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے کولہاپور ضلع کلکٹر کے دفتر میں بیس نکاتی پروگرام اور بازآبادکاری کے موضوع پر ۲۵ اکتوبر ۱۹۸۲ء کو منعقدہ ایک میٹنگ میں عوامی نمائندوں اور سرکاری افسران سے خطاب کر رہے ہیں۔

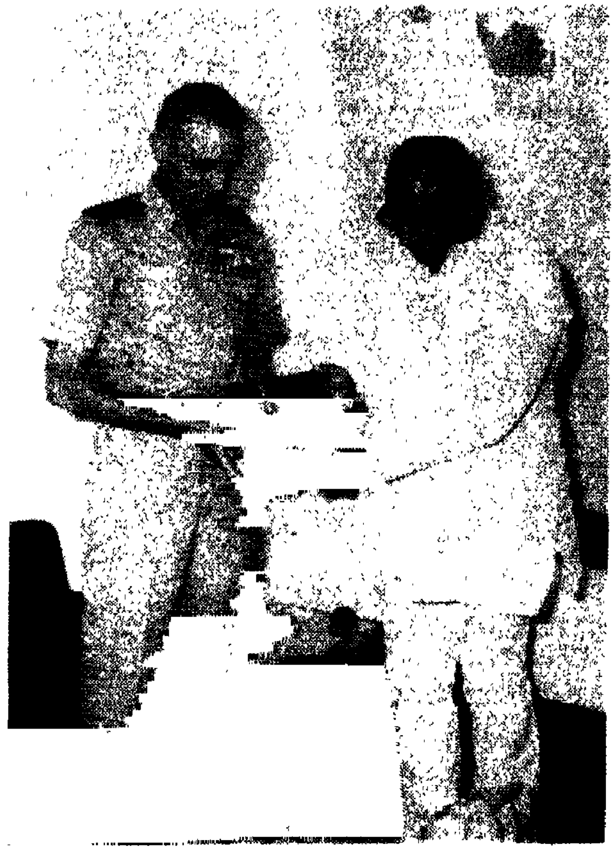
تصویر میں وزیر برائے عوامی اُمور، شریمتی شالینی تائی پاٹل، وزیر برائے محصول شری شانتارام گھولپ، ضلع پریشد کے صدر شری شنکر راؤ پاٹل اور ڈسٹرکٹ کلکٹر شری دینکر راؤ پاٹل بھی دیکھے جاسکتے ہیں



مرکزی وزیر برائے صنعت شری این۔ ڈی تیواری ۲۸ اکتوبر ۱۹۸۲ء کو مہاراشٹر اسمال اسکیل انڈسٹریز ڈیولپمنٹ کارپوریشن کی بیسویں سالگرہ کے موقع پر منعقدہ تقریب میں کارپوریشن کے معمر ترین ملازم شری آر۔ آر۔ پوار کی عزت افزائی کر رہے ہیں۔ حکومت مہاراشٹر کے وزیر برائے صنعت شری نریندر تڑکے بھی تصویر میں نظر آرہے ہیں۔



وزیر مملکت برائے امور داخلہ ڈاکٹر شری کانت جیچکر ۲۶ اکتوبر ۱۹۸۲ء کو انسٹیٹیوٹ آف ایڈمنسٹریٹیو کیریئر کے زیر تربیت طلبہ کے اعزاز میں منعقدہ الوداعی تقریب میں حاضرین سے خطاب کر رہے ہیں۔ آپ کے دائیں جانب انسٹیٹیوٹ کے ڈائرکٹر شری ایس۔ جی۔ کاشی کر دیکھے جا سکتے ہیں۔



وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے اپنی سرکاری رہائش گاہ
"رائے گڈھ" بمبئی میں ایئر مارشل شری جوان سے ۴ر نومبر ۱۹۸۲ء
کو ملاقات کی۔ اس موقع کی ایک تصویر۔

*

وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے ۵ر
نومبر ۱۹۸۲ء کو پرانے ودھان بھون میں منعقدہ
پولس افسران کی میٹنگ میں افسران سے خطاب
کر رہے ہیں۔ آپ کے دائیں جانب وزیر مملکت
برائے امورِ داخلہ ڈاکٹر شری کانت جیچکر اور
بائیں جانب انسپکٹر جنرل آف پولس شری
میڈھیکر بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔



PRINTED AT THE GOVT. PHOTOZINCO PRESS ... No. 1982

1.



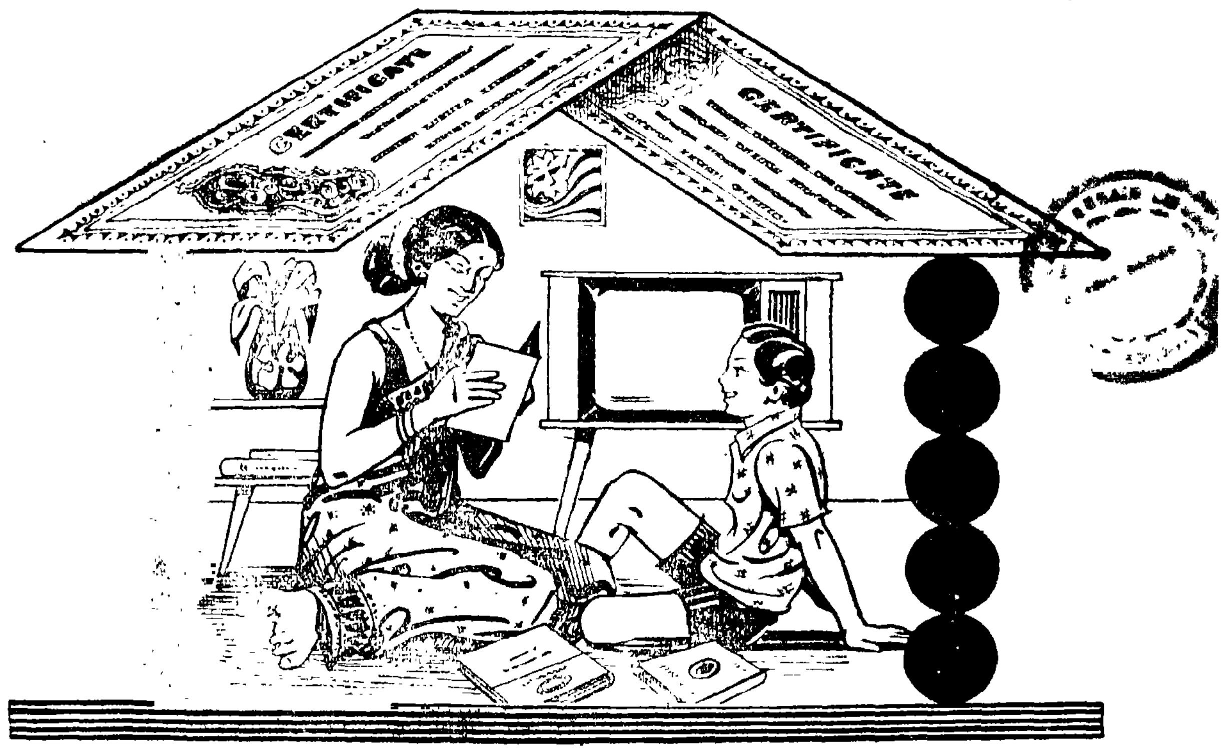
وزیراعلیٰ بیرسٹر باباصاحب بھوسلے کولہاپور کے شری مہالکشمی مندر میں نوراتری تہوار کے موقع پر ۲۵ راکتوبر کو اپنی اہلیہ شریمتی کلاوتی بھوسلے کے ساتھ پوجا میں مصروف ہیں. آپ نے دیوستھان کی جانب سے دیوی کی مورتی کے لئے ۷۵۸ گرام سونے کا 'مکٹ' بھی پیش کیا.



وزیراعلیٰ بیرسٹر باباصاحب بھوسلے نے دورۂ کولہاپور کے دوران ۲۵ راکتوبر کو اپنی اہلیہ شریمتی کلاوتی بھوسلے کے ساتھ کولہاپور سے قریب ایک پہاڑی پر واقع جیوتیبا کے مشہور مندر میں کیدارلنگ جیوتیبا کے درشن کئے۔ زیرنظر تصویر میں وزیراعلیٰ اور اُن کی اہلیہ کے علاوہ پیچھے مہاراشٹر دیوستھان دیوستھان سمیتی کے منتظم شری شیواجی راؤ شینڈے بھی دیکھے جاسکتے ہیں.

TWO-IN-ONE PACKAGE

TRIPLE YOUR MONEY AND PROTECT YOUR FAMILY



BUY SOCIAL SECURITY CERTIFICATES

A unique deal for your money and family. Purchase Social Security Certificates and multiply your money! These certificates provide insurance cover to your family and also fetch guaranteed triple returns!!

SALIENT FEATURES:

1. The certificates will be issued in denominations of Rs. 500/- and Rs. 1,000/- only.
2. A certificate of Rs. 500/- fetches a return of Rs. 1,500/- and that of Rs. 1,000/-, Rs. 3,000/- at maturity or on death of the holder during maturity period-as provided in 3 below:
3. In the event of death of a holder, his nominee or legal heir gets full maturity value immediately in case of non-natural causes except self-injury or suicide and if death occurs due to natural causes after 2 years from the date of purchase.
4. Certificates can be purchased by persons in the age group of 18 to 45 years.
5. An individual can hold certificates to the maximum extent of Rs. 5,000/-. Certificates can be purchased on different dates and from different post offices subject to this ceiling.
6. The rate of interest is 11.3% p.a. (Compounded half-yearly).
7. The maturity period of the certificates is 10 years.
8. Certificates can be encashed prematurely any time after three years.
9. Interest is exempt Under Section 80-L of Income Tax Act up-to Rs. 6,000/- alongwith interest on other approved securities and bank deposits. In the case of death, the full maturity value payable prematurely will be wholly exempt from Income-Tax.
10. The certificates can be pledged as security.

These certificates are available in Post Offices from 1st June, 1982 onwards.

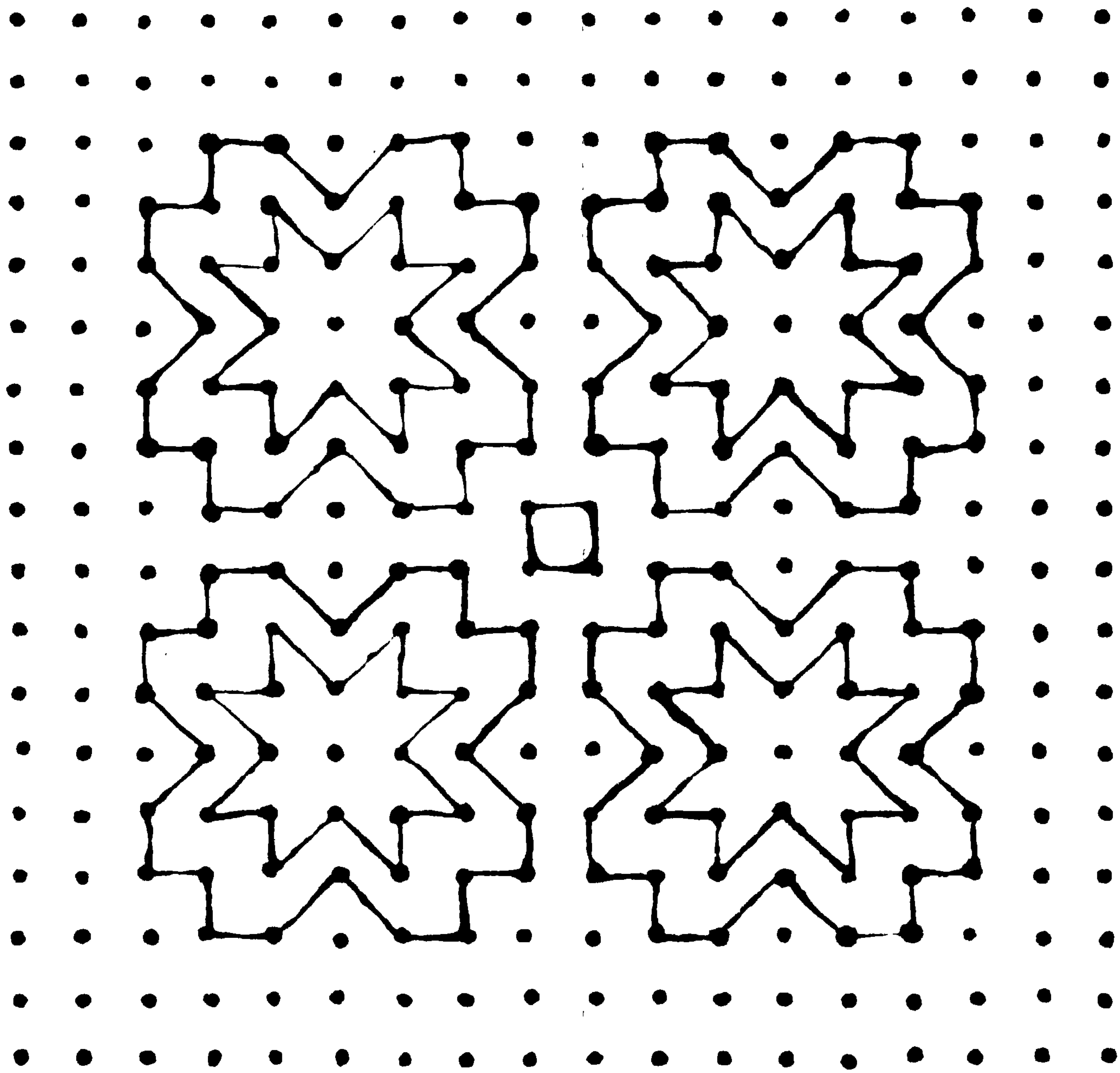
For details contact:

- Directorate of Small Savings, New Administrative Building, Bombay-400 032. Phone 232537/230290.
- Nearest Post Office.
- Small Savings Agents.
- Asstt Director of Small Savings. C/o District Collector.

DGIPR/SS/2/English/1982-83

شائع کردہ: اے. ایم. دیوسٹھلے، ڈائرکٹر جنرل ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، گورنمنٹ آف مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

مطبوعہ: گورنمنٹ سینٹرل پریس، بمبئی ۴۰۰۰۰۴





وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی نے ۸ نومبر کو نئی دہلی میں اپنی رہائش گاہ پر "شیواجی فیسٹس آف مراٹھی کلچر" نامی
کتاب کا اجراء کیا ۔ اس موقع پر لی گئی تصویر میں آپ مذکورہ کتاب کی ایک جلد مہاراشٹر کی وزیر برائے تعلیم
شریمتی شرد چندریکا پاٹل کو پیش کر رہی ہیں ۔



گورنر مہاراشٹر شری آئی. ایچ. لطیف
بریبورن اسٹیڈیم میں ۷ نومبر ۱۹۸۲ء کو منعقدہ
'مہاراشٹر پولس کھیل کود مقابلوں' کی اختتامیہ
تقریب میں ایڈیشنل سکریٹری' محکمۂ امور داخلہ'
شری ڈی. ایس. سومن کو "ٹرافی" دے رہے ہیں.

۲۵ر نومبر ۱۹۸۲ء

جلد نمبر ۹ * شمارہ نمبر ۲۲

25-11-82

قومی راج

ہر ماہ کی ۱۰ر اور ۲۵ر تاریخ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ : دس روپے * قیمت فی کاپی : ۵۰ پیسے

نگراں : خواجہ عبدالغفور (آئی۔ اے۔ ایس)

سخن ہائے گفتنی

کافی عرصہ سے قارئین "قومی راج" کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا۔ جس کی خاص وجہ یہ رہی کہ میں امریکہ اور کینیڈا کے دورہ پر گیا ہوا تھا۔ وہیں سے دو مضامین آپ کی تفریح طبع کے لئے بعنوان "ہم سخن فہم ہیں" اور "گپ بازی" روانہ کر چکا تھا۔ جو آپ نے "قومی راج" کے ۲۵ر مئی ۱۹۸۲ء اور ۱۰ر جولائی ۱۹۸۲ء کے شمارے میں ملاحظہ فرمائے ہوں گے۔ وہاں کے مزید تاثرات بہت جلد آپ "قومی راج" میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ جو بطور خاص آپ کے لئے مرتب کر رہا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ میری طویل غیر حاضری قارئین "قومی راج" معاف فرمائیں گے۔

[illegible]

ترتیب

چیف ایڈیٹر : موہن پاٹل
ایڈیٹر : ریاض احمد خاں

• ڈاکٹر ایم ۔ عرفان نجف علیمی

مدیر معاون " ہیلتھ ایڈوائزر (میگزین)
بیگم سرائے ۔ الہ آباد ۳ (اُترپردیش)

"قومی راج" میں مجھے ایک کمی کا شدت سے احساس ہوتا ہے وہ ہے نثری حصے کا کمزور ہونا۔ لہٰذا میرا پُرخلوص مشورہ یہ ہے کہ آپ "قومی راج" میں معلوماتی مضامین، کہانیاں و افسانے بھی شائع کریں تاکہ رسالہ کی مقبولیت میں اور اضافہ ہو۔

۱۰ اکتوبر ۱۹۸۲ء کے شمارے میں آپ کا معلوماتی مضمون "ڈاکٹر سالم علی" بے حد پسند آیا۔ اگر اس قسم کے مضامین مستقل شائع ہوں تو کیا ہی بہتر ہو۔

زیادہ کیا عرض کروں۔ اُمید ہے آپ میرے مشورہ پر ضرور توجہ فرمائیں گے۔

★

• حکیم عزیز قدوسی

شاہی دواخانہ، نیا بازار ۔ کامٹی (مہاراشٹر)

"قومی راج" ہر لحاظ سے قابل مطالعہ ہوتا ہے۔ حکومت مہاراشٹر کی کارکردگی سے آگاہی اور آئندہ اسکیموں سے فائدہ اُٹھانے کے لئے اس کا مطالعہ ازحد ضروری ہے۔

★

• ڈاکٹر مجید آذر

۱۲۴ ۔ مسجد اسٹریٹ، روم نمبر ۲، بمبئی ۳ ۴۰۰۰۰۳

واقعی "قومی راج" ایک ایسا آئینہ ہے۔ جس میں ہم مہاراشٹر کو اس کی تمام سیاسی، سماجی، تہذیبی اور ترقیاتی جھلکیوں کے ساتھ دیکھ سکتے ہیں۔ یہ جریدہ وقت کی اہم ضرورت پوری کر رہا ہے۔ جس کے لئے حکومت مہاراشٹر، آپ، آپ کے عملے کے اراکین، مبارکباد کے مستحق ہیں۔

۱۰ اکتوبر کے شمارے میں ظفر گورکھپوری کی غزل نے بہت متاثر کیا۔ ان کی اور بھی غزلیں "قومی راج" میں چھپی ہیں۔ جنہیں پڑھ کر ایسا لگتا ہے جیسے ترقی پسند ادب اپنے مخصوص خول سے نکل کر ایک نئی کروٹ لے رہا ہو۔ یوں تو اس خول سے نکلنے کی کئی لوگوں نے کوشش کی۔ لیکن کامیاب صرف جاں نثار اختر، اور ظفر گورکھپوری نظر آرہے ہیں۔

★

• شاہوار بیگم

شاہوار منزل، مقابل بازار گیٹ، ایم بی روڈ، کولابہ

"قومی راج" کا ہر شمارہ "نقاش نقش ثانی" بہتر کشد ز اوّل کے مصداق ہوا کرتا ہے۔ اگر آپ "قومی راج" میں ادبی مضامین کے لئے کچھ اور صفحات محفوظ کردیں تو مناسب ہوگا۔

۱۰ اکتوبر کے شمارے میں "شہد" سے متعلق معلوماتی مضمون اچھا ہے اور غزلیں بھی اچھی ہیں۔

★

• متین بدایونی

۸ ۔ زنلے پور منزل، کولے واڑہ، کلیان ۴۲۱۳۰۱ (مہاراشٹر)

اَلحمدُللہ کہ "قومی راج" دن دُونی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے دیدہ زیب تصاویر، اچھوتے معلوماتی مضامین اور کلام اپنی مثال آپ ہیں۔ مبارکباد قبول ہو۔

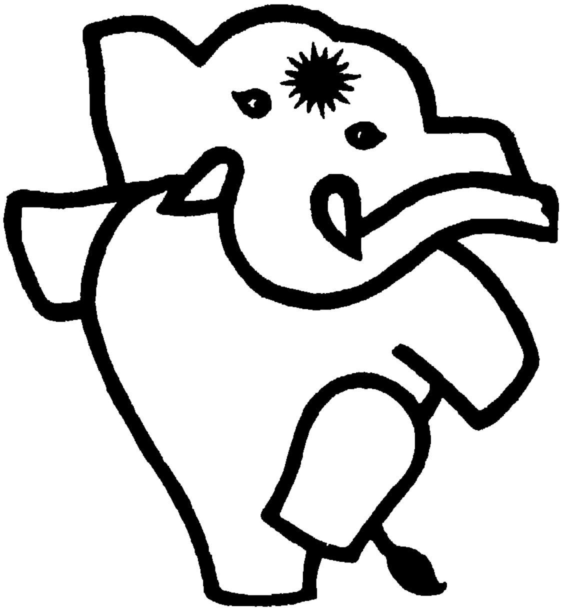
★

• علیم الدین

چوک، گھنٹہ گھر، الہ آباد (یوپی)

"قومی راج" کا ہر نیا شمارہ نئی آن بان کیساتھ جلوہ گر ہوتا ہے۔ اور اس قدر دلکش انداز سے کہ سرورق دیکھتے ہی ہم سب "واہ! واہ!!" کہنے لگتے ہیں۔ مضامین، نظموں، غزلوں کے انتخاب اور ان کو سلیقہ کے ساتھ پیش کرنے کا انداز بھی بہت خوب ہے

۱۰ اکتوبر کے شمارے میں "ڈاکٹر سالم علی" سے مل کر جی خوش ہوگیا۔ آپ نے کچھ اس ڈھنگ سے اس مضمون کو ترتیب دیا ہے کہ جب اور جہاں ہم نے جو کچھ چاہا وہی سوالات آپ نے کئے۔ پڑھتے وقت ایسے لگا جیسے ڈاکٹر سالم علی صاحب سامنے ہی تشریف فرما ہوں۔ ایسے مضامین ہر شمارہ میں ہوں تو کیا کہنے۔! ●●



اپّو

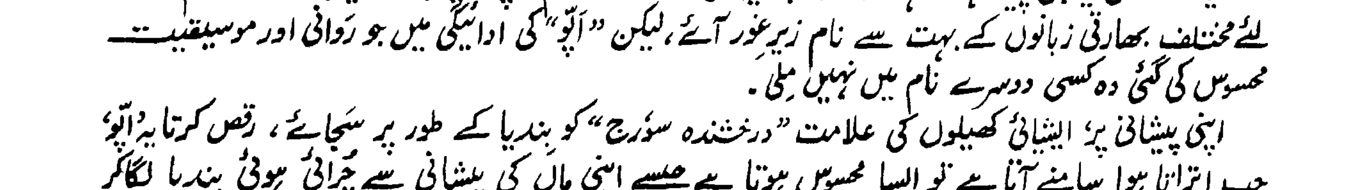
آنکھوں میں شوخیاں، شرارت بھرے پیشانی پر "درخشندہ سورج" کو بندیا کے طور پر سجائے، خوشی اور شادمانی سے ناچتا گاتا ہاتھی کا بچہ "اپّو" نویں ایشیائی کھیلوں کا مسکوٹ (MASCOT) یعنی ایک نیک فال یا بھاگیہ وان علامت ہے۔

بہت سے شائقین سوچتے ہوں گے کہ ہاتھی کا بچہ ہی اس مقصد کے لئے کیوں چُنا گیا؟ آپ کا سوال حق بجانب ہے۔ مور جیسا خوبصورت پرندہ بھی منتخب کیا جاسکتا تھا۔ جنگل کا راجہ شیر بھی اس عہدے پر فائز ہوسکتا تھا۔ امن و شانتی کی علامت کبوتر یا بچوں کی پیاری 'بلّی' بھی تو 'مسکوٹ' بن سکتی تھی۔ غالباً ہاتھی کا بچہ اس لئے منتخب کیا گیا کیونکہ وہ بہت زیادہ عام بھی نہیں ہے اور مقبول بھی نہیں ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ 'ہاتھی' بھارتی تاریخ اور تہذیب و تمدّن کا ایک حصّہ رہا ہے۔ لوک کہانیوں میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے اور مذہبی قصّوں میں بھی۔ اسی لئے ہاتھی کو مقدس مانا جاتا رہا ہے، مذہبی تقریبات کا یہ حصہ رہا ہے۔ شاہی شان و شوکت اور جلال و وقار ہاتھی کے ساتھ وابستہ رہا ہے۔ وفاداری، عاجزی اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔

ان تمام صفات کے بعد بھی، کیا کسی سوال کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ ویسے اس علامت کے خالق، رمن سرکار، جو ایک نوجوان مصوّر ہیں، اُن کا کہنا ہے کہ ہاتھی کے بچّے نے انھیں اس لئے متوجہ کیا کیونکہ اس کی آنکھوں کی شوخی اور حرکتیں، ننھے، مُنے بچوں سے بہت زیادہ ملتی تھیں۔ رمن سرکار کو جنگلی جانوروں کے خاکے بنانے کا بہت شوق ہے اور وہ اس شوق کی تکمیل کے لئے جنگلوں کی خاک چھانتے رہے ہیں۔

ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ اس 'بھاگیہ وان علامت' کا نام "اپّو" کیوں رکھا گیا؟ اس کے نام کرن کے لئے مختلف بھارتی زبانوں کے بہت سے نام زیرِ غور آئے، لیکن "اپّو" کی ادائیگی میں جو روانی اور موسیقیت محسوس کی گئی وہ کسی دوسرے نام میں نہیں ملی۔

اپنی پیشانی پر، ایشیائی کھیلوں کی علامت "درخشندہ سورج" کو بندیا کے طور پر سجائے، رقص کرتا یہ 'اپّو' جب اتراتا ہوا سامنے آتا ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اپنی ماں کی پیشانی سے چُرائی ہوئی بندیا لگاکر کوئی بچّہ کہہ رہا ہو "اسے دیکھ! آج یہ "اپّو" ہر بچے کا لاڈلہ بن گیا ہے۔"







نویں
ایشیائی کھیل

* ایم. شفیق

جب پہلے ایشیائی کھیل بھارت میں کرانے کا فیصلہ کیا گیا تو اس وقت یہاں کے دوسرے شہروں میں تو کیا بھارت کی راجدھانی دلّی میں بھی ایسا کوئی اسٹیڈیم یا ٹریک (TRACK) نہیں تھا جس پر بین الاقوامی نوعیت کے کھیلوں کے مقابلوں کا انعقاد ہو سکے۔ اس کے علاوہ بھارتی اولمپک ایسوسی ایشن کے پاس مناسب سرمایہ اور متعلقہ جانکاری و مہارت کی بھی کمی تھی۔ آزمائش کی اس گھڑی میں بھارتی نیشنل اسپورٹس کلب نے جو کہ ان دنوں قائم ہوا تھا یہ تمام سہولیات میسّر کرانے کا یقین دلایا۔ اس کلب کے سربراہ اس وقت انتھونی ڈی میلو (ANTONY DE MELLO) تھے۔ وقت کی کمی کو دیکھتے ہوئے ایک برطانوی فرم کو اس بات پر رضامند کیا گیا کہ وہ دس ماہ کی قلیل مدّت میں ایک ایسا اسٹیڈیم تعمیر کرائے جس میں ۳۰ ہزار افراد یہ مقابلہ دیکھ سکیں۔ اسٹیڈیم کے ساتھ ہی ایک سوئمنگ پول (تیراکی کا تالاب) بھی اسی فرم نے تعمیر کیا۔ انڈیا گیٹ دہلی کے نزدیک راج پتھ کے مشرقی گوشے میں واقع اسی اسٹیڈیم کو آج نیشنل اسٹیڈیم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ برطانیہ ہی کی دوسری فرموں نے دوڑ اور کود کے لئے درکار سامان فراہم کیا۔

اسی طرح ایشیائی ملکوں کے درمیان چھ مختلف کھیلوں کے مقابلے اتنے بڑے پیمانے پر پہلی بار منعقد ہوئے جن کا خواب پروفیسر سوندھی نے کبھی دیکھا تھا۔

۴ مارچ ۱۹۵۱ء کو رنگا رنگ افتتاحی تقریب میں ۱۱۰۰ کبوتر اور ہزاروں غبارے چھوڑے گئے۔ تاریخی لال قلعے پر شمسی شعاعوں سے مشعل روشن کی گئی جسے ۱۱ کھلاڑی ریلے دوڑ میں گیارہ میل کا



کا فاصلہ طے کرکے نیشنل اسٹیڈیم پہنچے۔ راشٹرپتی ڈاکٹر راجندر پرساد نے کھیلوں میں حصّہ لینے والے ۵۰۰ کے قریب کھلاڑیوں، مینجروں، اور کوچوں سے سلامی لی۔

بھارت، افغانستان، برما، سری لنکا، انڈونیشیاء، ایران، جاپان، ملایا، فلپائن، تھائی لینڈ اور نیپال کے کھلاڑیوں نے مردوں اور خواتین کے اتھلیٹک مقابلوں، باسکٹ بال، سائیکلینگ، فٹ بال، تیراکی اور وزن اُٹھانے (Weight Lifting) کے مقابلوں میں حصّہ لیا۔

تیس سال قبل ایشیائی کھیلوں کی جو مشعل نئی دلّی میں روشن ہوئی تھی وہ فلپائن، جاپان، انڈونیشیاء، تھائی لینڈ اور ایران کا طویل فاصلہ آٹھ مراحل میں طے کرکے اب نویں منزل پر قدم رکھ رہی ہے۔

سنہ ۱۹۷۶ء میں بھارتی اولمپک ایسوسی ایشن نے نویں ایشائی کھیل سنہ ۱۹۸۲ء میں نئی دلی میں منعقد کرانے کے لئے حکومت ہند کی منظوری چاہی اور جولائی سنہ ۱۹۷۶ء میں بھارتی اولمپک ایسوسی ایشن کو اس شرط کے ساتھ یہ اختیار دے دیا کہ اگر حالات نے مجبور کیا تو معقول میعاد کی مہلت دے کر حکومتِ ہند اس پیشکش کو واپس لینے کا مشورہ دے سکتی ہے۔

سنہ ۱۹۷۶ء میں مونٹریئل اولمپکس (Montreal Olympics) کے دوران منعقدہ میٹنگ میں بھارتی اولمپک ایسوسی ایشن نے یہ درخواست کی جس میں ایشیائی کھیل فیڈریشن نے نویں ایشیائی کھیل سنہ ۱۹۸۲ء کے لئے نئی دلی کو الاٹ کر دیئے۔ دسمبر سنہ ۱۹۷۸ء کے بنکاک ایشیائی کھیلوں کے دوران ایشیائی کھیل فیڈریشن کی جو میٹنگ ہوئی اس میں اس فیصلہ کی توثیق کر دی گئی۔

اسی دوران ملک میں مرکزی حکومت میں تبدیلی، اور بعد کے سیاسی بحران نے ایشیائی کھیلوں کے پروجیکٹ کی پیش رفت پر بہت بڑا اثر ڈالا اور اس میں بیش قیمت دو تین سال ضائع ہو گئے۔

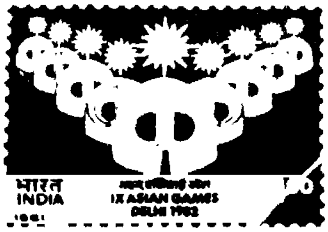
سنہ ۱۹۸۰ء کے عبوری انتخابات میں جب موجودہ حکومت برسرِ اقتدار آئی تو اس بارے میں قطعی فیصلہ کیا گیا۔ ایک نئی خصوصی منتظم کمیٹی، اس وقت کے مرکزی وزیر برائے شہری رسد کی قیادت میں تشکیل دی گئی اور اس پروجیکٹ پر نئے سرے سے زور و شور کے ساتھ جنگی پیمانے پر کام شروع کیا گیا۔

ایشیائی کھیلوں کے رُولز (قواعد) کے مطابق میزبان ملک کو ۳۲ کھیلوں میں سے کم سے کم چھ کھیلوں کے مقابلوں کا اہتمام کرنا ہوتا ہے۔ جن میں دوڑ کود (Athletics) اور تیراکی کے مقابلے لازمی ہوتے ہیں۔ مقابلوں کے لئے جن کھیلوں کا انتخاب کیا جائے وہ بھی کم سے کم چھ ممبر ملکوں میں مقبول ہونے چاہئیں۔ اس کے علاوہ ہر مقابلے میں کم سے کم چار ملکوں کے کھلاڑیوں کی شرکت لازمی ہوتی ہے۔

دلّی میں ہونے والے نویں ایشیائی کھیلوں میں راؤلنگ (Rowling) تلوار بازی (Fencing) جوڈو، اور اسکوئیش (Squash) کو چھوڑ کر باقی سب ہی ۲۲ کھیلوں کے مقابلے کرانے کا فیصلہ کیا گیا۔ کھیل یہ ہیں۔

۱:۔ تیر اندازی (Archery) مردوں خواتین کے مقابلے
۲:۔ دوڑ کود (Athletics) ــــ " ــــ
۳:۔ بیڈ منٹن (Bed Minton) ــــ " ــــ
۴:۔ باسکٹ بال (Basket Ball) ــــ " ــــ
۵:۔ مُکّہ بازی (Boxing) ــــ " ــــ
۶:۔ سائیکلینگ (Cycling) ــــ " ــــ
۷:۔ شہ سواری (Equesting)
۸:۔ فُٹ بال (Foot Ball)
۹:۔ جمناسٹکس (Gymnestics) مردوں اور خواتین کے مقابلے
۱۰:۔ گالف (Galf)
۱۱:۔ ہینڈ بال (Hand Ball)
۱۲:۔ ھاکی (Hockey) مردوں کے مقابلے
۱۳:۔ ھاکی (") خواتین کے مقابلے
۱۴:۔ کشتی رانی (Rowling)
۱۵:۔ نشانہ بازی (Shooting) مردوں اور خواتین کے مقابلے
۱۶:۔ تیراکی (Swimming) ــــ " ــــ





۱۷:- ٹیبل ٹینس (Table Tennis) ——— " ———

۱۸:- ٹینس (Tennis) ——— " ———

۱۹:- والی بال (Wolley Ball) ——— " ———

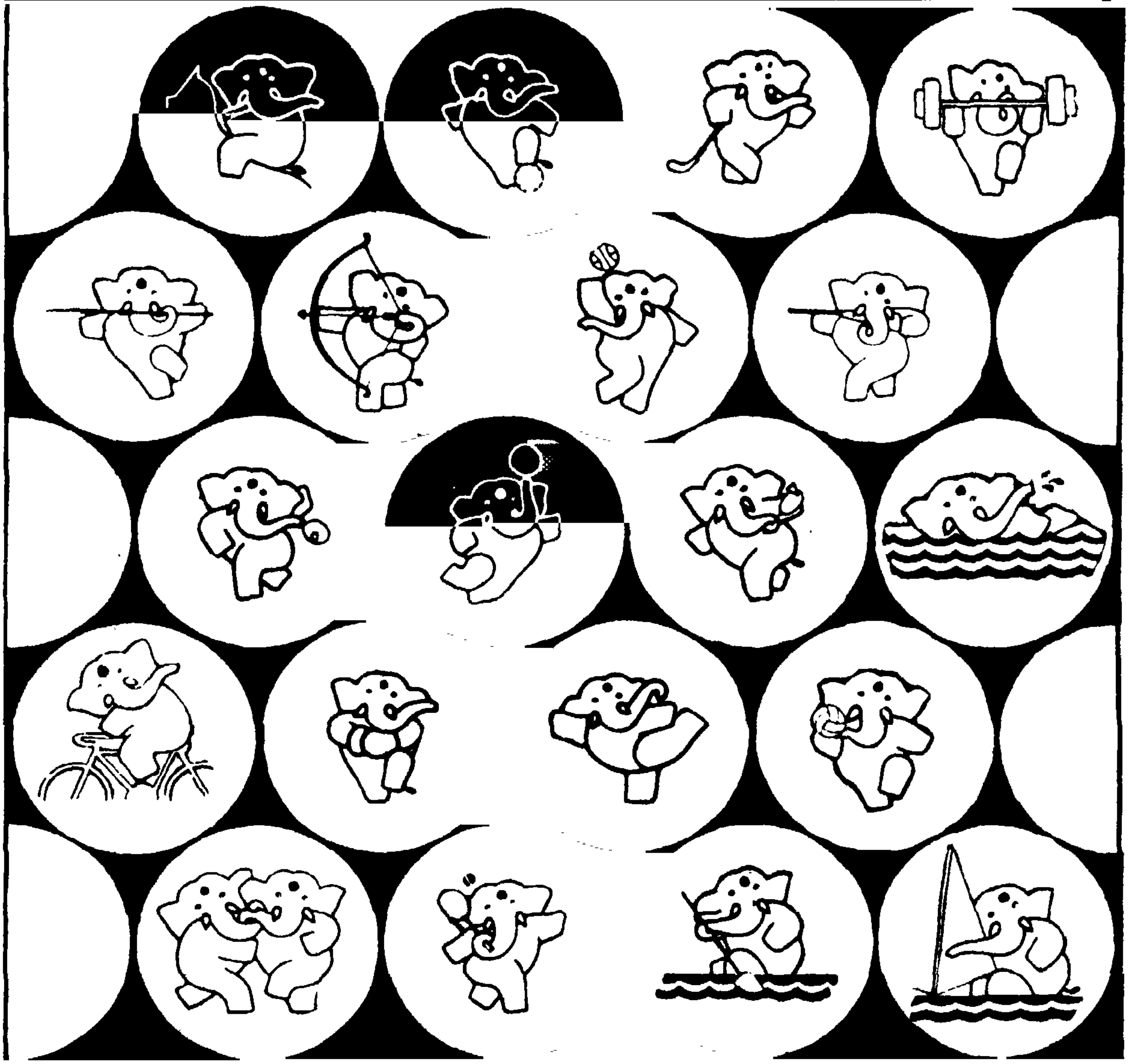
۲۰:- وزن اٹھانا (Weight Lifting)

۲۱:- کشتی (Wrestling)

۲۲:- بادبانی کشتی رانی (Yachting)

"محکمۂ ڈاک وتار" اس موقعہ پر ۲۱ خصوصی ڈاک ٹکٹ جاری کر رہا ہے

• • •



ریاض احمد خان *

یہ ہوئے تار کے سنت ونوباجی



ونوبا بھاوے ہمارے دیش کے اُن گنے چنے لوگوں میں شمار کئے جاتے ہیں، جنہوں نے نہ صرف عوام کی خدمت کا بیڑہ اُٹھایا، بلکہ جنگِ آزادی میں بھی شریک رہے اور گاندھی جی کے منصوبوں کو عملی جامہ پہناتے رہے۔ ونوبا جی، گاندھی دور کی ایک آخری کڑی تھے، جن کی وفات پر گاندھیائی دور کا خاتمہ ہوتا نظر آتا ہے۔

ونوبا جی اب ہمارے درمیان نہیں رہے۔ ۱۵ر نومبر سنہ ۱۹۸۲ء کو دن میں ۹½ بجے وردھا ضلع کے پونار گاؤں میں قضا کر گئے۔ ان کی موت کی خبر لمحوں ہی میں دُنیا بھر میں پھیل گئی اور عقیدت مندوں کے تعزیتی پیغامات سے اخبارات بھر گئے۔ ۱۶ر نومبر سنہ ۱۹۸۲ء کو صبح ۱۱ بجے ان کا انتم سنسکار دھام ندی کے کنارے گاندھی گھاٹ پر ہوا۔ جس میں وزیرِ اعظم شریمتی اندرا گاندھی کے علاوہ ملک کے عظیم رہنماؤں نے پونار پہنچ کر ونوبا جی کے آخری درشن کئے۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے آشرم پہنچکر خراجِ عقیدت پیش کیا۔ مہاراشٹر کے گورنر شری آئی۔ ایچ۔ لطیف، بیگم بلقیس لطیف اور وزیر اعلیٰ شری باباصاحب بھوسلے عام سوگواروں کی طرح ونوبا جی کے آخری جلوس میں شامل رہے۔!

مُلک کے طول و عرض سے آنے والے سوگواروں میں وزیرِ اعظم شریمتی اندرا گاندھی اپنے روس کے سفر کو مختصر کرکے ونوباجی کے آخری درشن کے لئے پہنچیں۔ مرکزی وزیر شری وسنت ساٹھے، شری این۔ کے۔ پی سالوے، وزیر اعلیٰ مہاراشٹر شری باباصاحب بھوسلے، مہاراشٹر کے گورنر شری آئی۔ ایچ لطیف، ڈاکٹر جگن ناتھ مشرا وزیر اعلیٰ بہار، شری گنڈو راؤ، وزیر اعلیٰ کرناٹک، شری بین راؤ ڈھاکنے، شری ایس۔ ایم۔ جوشی، شری آر۔ ایس۔ گوائی، شری آر۔ اے۔ پاٹل کے علاوہ سینکڑوں سرکردہ



وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی آنجہانی ونوبا بھاوے کے جسدِ خاکی پر پھول چڑھا کر خراجِ عقیدت پیش کر رہی ہیں۔

رہنماؤں اور ہزاروں ونوبا جی کے چاہنے والے بھی شامل ہیں۔ صدرِ ہند شری ذیل سنگھ کی طرف سے میجر جنرل آر۔ ای۔ مینن نے ونوبا جی کی میت پر پھول چڑھائے۔

ونوبا بھاوے، جن کا اصلی نام ونائیک نرہاری بھاوے تھا۔ قلابہ ضلع کے گاگوڈا دیہات میں ۱۱ر ستمبر ۱۸۹۵ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد نرہاری شمبھو راؤ بھاوے اور والدہ رکمنی دیوی ایک متوسط برہمن خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

ونوبا جی کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ ۱۵ سال کی عمر میں اسکول میں داخلہ لیا۔ نصابی کتابوں سے زیادہ آپ کی توجہ کا مرکز مراٹھی سنتوں کی تحریریں تھیں۔ جنہوں نے ونوبا جی کو متاثر کیا۔ نومبر ۱۹۱۳ء میں آپ نے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور کالج میں داخلہ لیا۔ ونوبا جی نے اپنی والدہ کے سامنے اپنے سرٹیفکیٹ نذرِ آتش کر دیئے۔ اور کہا کہ قدرت ان سے کوئی دوسرا کام لینا چاہتی ہے جس میں سرٹیفکیٹ کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اسی کے ساتھ انہوں نے کالج کی تعلیم بھی ترک کر دی۔

یہ ۱۹۱۶ء کی بات ہے جبکہ گاندھی جی جنگِ آزادی کے مجاہد مشہور ہوئے۔ ونوبا جی، گاندھی جی کی تحریریں بڑے غور سے پڑھتے اور اسی طرح ان کی تقریریں بھی سنتے۔ جب گاندھی جی سے ان کی عقیدت اور بڑھی تو انہوں نے گاندھی جی کو ایک خط لکھا جس میں چند سوالات بھی درج کئے تھے۔ گاندھی جی کی طرف سے فوراً ہی جواب بھی آ گیا۔ اور یہی حقیقت گاندھی جی اور ونوبا جی کے تعلقات کی مستحکم بنیاد بنی۔ ۷ر جون ۱۹۱۶ء کو ونوبا جی کی ملاقات گاندھی جی سے پہلی مرتبہ ہوئی۔ اس ملاقات نے ونوبا جی کی زندگی میں ایک عظیم تبدیلی پیدا کر دی۔ وہ اپنے والدین کی اجازت کے بغیر ہی کوچراب آشرم میں رہنے لگے۔ جس پر گاندھی جی نے ونوبا جی کے والد کو یہ لکھ کر مطمئن کر دیا کہ آپ کا ہونہار فرزند میرے ساتھ ہے۔ آشرم کی زندگی ونوبا جی کو راس نہ آئی اور وہ بیمار پڑ گئے۔ اسی وجہ سے آشرم سے ایک سال کی رخصت لی۔ سال ختم ہوتے ہی برابر ۳۶۵ ویں دن ونوبا جی آشرم آ گئے، جس سے گاندھی جی بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

یہ ایک بڑی بات ہے کہ گاندھی جی نے ونوبا جی کو کبھی بھی سیاسی لیڈر تسلیم نہ کیا بلکہ گاندھی جی کے نزدیک ونوبا جی کسی بھی تحریک کو جاری کرنے اور اسے کامیابی سے ہمکنار کرنے کے اہل تھے گاندھی جی انھیں اس عمر میں ہی ایک عظیم سماج سدھار شخصیت مانتے گئے تھے۔ جیسے جیسے وقت گذرتا گیا گاندھی جی کے فرصت کے اوقات میں کمی آتی گئی۔ گاندھی جی ملک کو آزاد کرانے کے لئے دن رات مصروف رہے۔ اس وجہ سے ان کے قائم کردہ تمام آشرموں کی دیکھ بھال ونوبا جی کے ذمہ آ پڑی جسے ونوبا جی نے بڑی کامیابی سے نبھایا۔

یہ ۱۹۲۳ء کی بات ہے جبکہ ونوبا بھاوے نے اپنی شخصیت ایک صحافی کے طور پر بھی منوالی۔ اور اپنا مراٹھی ماہنامہ "مہاراشٹر درشن"، جاری کیا۔ جو مقبولِ عام ہوتے ہی بند کر دینا پڑا۔ کیونکہ "ناگپور فلیگ ستیہ گرہ"، میں ونوبا جی قید کر لئے گئے۔ گاندھی جی کے کٹر عقیدت مند ہوتے ہوئے انہوں نے اپنے آپ کو



گورنر مہاراشٹر شری آئی، ایچ، لطیف
آنجہانی ونوبا بھاوے کے
جسدِ خاکی پر پھول چڑھاکر
خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے

سیاست سے الگ رکھنا مناسب نہیں سمجھا۔ ۱۹۳۲ء میں راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے اختتام پر جب گاندھی جی اپنی ناکامیابی پر کفِ افسوس مل رہے تھے۔ اس وقت ونوبا جی نے جلگاؤں میں ایک سیاسی نوعیت کے جلسہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ "انگریز کا تسلط زیادہ عرصہ قائم نہیں رہ سکے گا" ونوبا جی کے اس بیان پر انہیں گرفتار کر لیا گیا اور چھ ماہ کی سزا کا حکم سُنایا گیا۔ جیل سے رہائی نصیب ہوتے ہی آپ نے دیہاتوں کی ترقی کے کاموں پر توجہ دینی شروع کی۔ کیونکہ جسمانی طور سے ونوبا جی شروع ہی سے دھان پان سے رہے ہیں۔ اس لئے ان کی طبیعت پھر خراب ہوگئی اور ڈاکٹروں نے انہیں کسی صحت افزا مقام پر چند دن گذارنے کا مشورہ دیا۔ اسی دوران گاندھی جی کی اجازت سے ونوبا جی نے پَوْنار آشرم قائم کیا۔ ۱۹۳۷ء میں جب ونوبا جی مستقل طور پر پَوْنار آشرم میں مقیم ہوگئے۔ تب گاندھی جی اس آشرم میں آئے اور ونوبا جی سے انگریز حکومت کے خلاف تحریک شروع کرنے کا مشورہ کیا۔ ونوبا جی اس کے حق میں تھے۔ انہوں نے ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۰ء کو ستیہ گرہ کی۔ اس کی وجہ سے آپ گرفتار ہوئے۔ اور تین سال کی قید با مشقت نصیب ہوئی۔ تین سال کی سزا پوری کرکے ونوبا جی رہا کئے گئے مگر دوبارہ ستیہ گرہ کرنے کی وجہ سے پھر چھ ماہ کی سزا ہوگئی۔

۱۹۴۲ء میں گاندھی جی نے "انگریز ہندوستان چھوڑ دو" تحریک کے بارے میں ونوبا جی سے مشورہ کیا ونوبا جی نے اپنا اصل مدعا بیان کیا۔ اور جوش و خروش سے اس تحریک میں حصہ لیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اگست ۱۹۴۲ء میں وہ پھر تین سال کے لئے قید کر لئے گئے۔ رفتہ رفتہ ونوبا جی جنگِ آزادی میں شریک ہوتے گئے۔

ونوبا بھاوے "گاندھی دَور" کی آخری کڑی تھے۔ ان کے اُٹھ جانے سے گاندھی دَور کا خاتمہ نظر آرہا ہے۔ آچاریہ ونوبا بھاوے نے بھودان اور گرام دان تحریکیں شروع کرکے اپنے بلند عزائم دُنیا بھر میں ظاہر کر دیئے۔ ونوبا جی کو ہندستانی تہذیب اتنی عزیز تھی کہ وہ آخیر وقت تک اپنی تہذیب پر قائم رہے۔

ونوبا جی کو بھودان تحریک نے ہندستان کے کونے کونے میں جانے پر مجبور کر دیا۔ جب ان کا دَورہ مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) میں شروع ہوا تو وہاں اس تحریک سے سب سے پہلے متاثر ہونے والے ایک مسلمان شخص نے اپنی فاضل زمین ونوبا جی کے حوالے کر دی جسے ونوبا جی نے ایک ہندو بے زمین کسان کو دی۔ اسی طرح ہندوؤں سے ملنے والی زمین آپ نے مسلمان بے زمین مزدوروں میں تقسیم کی۔ ونوبا جی کو اپنی اس تحریک میں زمینیں جمع کرنے میں بے شمار دقتیں پیش آئیں مگر وہ ہمت ہارنا سیکھے ہی نہ تھے۔ پدیاترا سے پدیاترا کرتے اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے چلے گئے۔

ونوبا جی اس بات کے سخت خلاف تھے کہ ہریجنوں کو مندر میں داخل ہونے سے باز رکھا جائے اور ان پر پابندی عائد کی جائے اس فرق کو مٹانے کے لئے آپ ۱۹۵۳ء میں بہار کے مقام دیوگڈھ میں دیدیناتھ مندر میں ہریجنوں کو اپنے ساتھ لے کر داخل ہوگئے جس پر پنڈتوں نے ونوبا جی پر لاٹھیاں برسائیں۔ اور انہیں زخمی کر دیا۔



وزیرِ اعلیٰ مہاراشٹر
بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے
آنجہانی ونوبا جی کے جسدِ خاکی پر
پھول چڑھا کر خراجِ عقیدت
پیش کر رہے ہیں ۔

ونوبا جی کا یہ کارنامہ تاریخ میں سنہرے حرفوں سے لکھا جائیگا کہ انھوں نے سنہ ۱۹۶۰ء میں چمبل گھاٹی کا (جو ڈکیتوں کا مسکن رہی ہے) دورہ کیا اور ڈکیتوں کو اس پیشہ سے دور رکھنے کے لئے کوششیں کر کے کامیابی بھی حاصل کی ۔

"سرودیہ" تحریک ونوبا جی نے اس لئے جاری کی کہ عوام کی خدمت کرنے میں "طاقت کا استحصال نہ ہو بلکہ ان کی خدمت بذاتِ خود عوامی تحریک بن جائے"۔ مطلب یہ کہ لوک نیتی کو اپنایا جائے اور "راج نیتی" کو عوامی خدمت کے سلسلے میں آڑے نہ آنے دیا جائے۔ سنہ ۱۹۴۰ء میں گاندھی جی نے دوسرے تمام لیڈروں میں سے کسی ایک کو منتخب نہ کرتے ہوئے اچاریہ ونوبا بھاوے کو ستیہ گرہ کے لئے چنا۔ اس وقت ونوبا جی کی شہرت ملک کے کونے کونے میں پھیل گئی تھی۔ جلد ہی کاکا کالیلکر، اچاریہ کرپلانی نے محسوس کیا کہ ونوبا، گاندھی جی کے فلسفہ کو نہ صرف عقیدت کی نظروں سے دیکھتے ہیں بلکہ وہ گاندھی جی کے سچے پیروکار بھی ہیں ۔ ونوبا جی سائنس اور ٹیکنالوجی کے مداح تھے اور چاہتے تھے کہ عوام کی خدمت میں سائنس کا زیادہ سے زیادہ استعمال ہو ۔

آپ نے ملک میں کاشت کاری اور تعلیم کی طرف بھی خاص توجہ دی۔ سنہ ۱۹۷۶ء میں ونوبا جی نے گئوکشی تحریک ختم کر دی اور ساتھ ہی ساتھ اپنی بھوک ہڑتال بھی۔ کیونکہ حکومت نے انہیں یقین دلایا تھا کہ وہ جلد ہی اس سلسلہ میں قابلِ قبول فیصلہ کرنے والی ہے ۔ ونوبا جی نے جب یہ دیکھا کہ کیرالا اور مغربی بنگال میں گئوکشی پر خاص توجہ نہیں دی جا رہی ہے تب انہوں نے دوبارہ بھوک ہڑتال کی۔ سنہ ۱۹۷۹ء میں گئوکشی کے بارے میں ونوبا جی نے پھر بھوک ہڑتال کی آخر اس وقت کے وزیرِ اعظم کی یقین دہانی پر انھوں نے اپنی بھوک ہڑتال ختم کی ۔

ونوبا جی کی وفات پر پورے ملک میں صفِ ماتم بچھ گئی سرکاری عمارتوں پر قومی جھنڈا سرنگوں کیا گیا۔ حکومتِ مہاراشٹر نے ونوبا جی کی وفات پر دو دن تک تمام سرکاری پروگرام منسوخ کر دیئے اور ۱۶ر نومبر کو چھٹی کا اعلان بھی کیا ! ▼▲

قلمی معاونین سے ضروری گذارش

• اپنی تخلیق کے آخر میں اپنا پورا نام اور پتہ ضرور تحریر فرمایئے
• غیر مطبوعہ تخلیق مرحمت فرمایئے، جو کاغذ کے ایک طرف ہی لکھا ہوا ہو۔ مضمون کی نقل اپنے پاس محفوظ رکھیئے۔

(ادارہ)

گرو نانک، اُردو شاعری میں

★ سردار احمد (علیگ)
لکچرار شعبۂ اُردو۔ اسلامیہ کالج اٹاوہ (یوپی)

ھندو مُسلم سکھ یکتا کی علامت اُردو زبان تہذیبی لین دین کی زبردست صلاحیت، فکر و نظر کی بہت بڑی وسعت اور اقدار کے جذب کرنے کی بے مثال قوت اور بے تعصبی و ملنساری کی لازوال دولت رکھنے کے نتیجے میں ان تمام عظیم شخصیات، مقدس ہستیوں اور نیک انسانوں کے تذکروں سے مالا مال ہے جنھوں نے تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب اور تجلیۂ روح کے عملی نمونے پیش کئے اور اس کے بغیر دیدارِ ذات کو ناممکن بنایا۔ ان لائقِ احترام بزرگوں میں گرونانک جی بھی شامل ھیں۔

گرونانک جی نے ایسے زمانہ اور ایسے دور میں شانتی و محبت کے بیج بوتے اور بھائی چارگی، ملنساری اور باہمی ہمدردی کی کھیتی کو پروان چڑھایا۔ جب مختلف مذاہب و عقائد کے ماننے والوں میں ایسے لوگوں کی تعداد بڑھنے لگی تھی جو مذہب کی رُوح سے ناآشنا اور روحانیت کی ابدی لذت سے محروم تھے۔ اور نتیجہ میں ظاہری رسومات پر زور دیتے ہوئے تفرقہ بازی اور نفرت کی آگ میں جُھلس رہے تھے۔ ایسی پُرعظمت اور دلنشین شخصیت کیلئے اُردو کے تمام ادیبوں اور شاعروں نے اپنے اپنے طرز و اسلوب کیساتھ گلہائے عقیدت پیش کئے ہیں۔ اس وقت اُردو شاعری میں گرونانک کے اسی مقدس ذکر کا اجمالی جائزہ لینا مقصود ہے۔

سب سے پہلے سرزمین پنجاب ہی کی ایک عظیم المرتبت شخصیت اور اُردو شاعری کی عظمت کا دوسرا نام۔ علامہ اقبال کا نذرانۂ عقیدت ملاحظہ فرمائیے جو "گرونانک" کے زیرِ عنوان اُن کے اوّلین اردو کلام میں موجود ہے ہے

قوم نے پیغامِ گوتم کی ذرا پروا نہ کی
قدر پہچانی نہ اپنے گوہرِ یک دانہ کی
آہ! بدقسمت رہے آوازِ حق سے بے خبر
غافل اپنے پھل کی شیرینی سے ہوتا ہے شجر

آشکار اُس نے کیا جو زندگی کا راز تھا
ہند کو لیکن خیالی فلسفہ پر ناز تھا
شمعِ حق سے جو منوّر ہو یہ وہ محفل نہ تھی
بارشِ رحمت ہوئی لیکن زمیں قابل نہ تھی
آہ! شودر کے لئے ہندوستان غمخانہ ہے
دردِ انسانی سے اس بستی کا دل بیگانہ ہے
برہمن سرشار ہے اب تک مئے پندار میں
شمعِ گوتم جل رہی ہے محفلِ اغیار میں
بتکدہ پھر بعد مدت کے مگر روشن ہوا
نورِ ابراہیمؑ سے آذر کا گھر روشن ہوا
پھر اُٹھی آخر صدا توحید کی پنجاب سے
ہند کو اک مردِ کامل نے جگایا خواب سے

بابا گرونانک کے پیکرِ مقدس میں جن جلوؤں کے عکس بشیشور پرشاد منوّر لکھنوی کو نظر آتے ان کی کیفیت اس اقتباس میں ملاحظہ فرمائیے ہے

اس شمعِ فروزاں کی تجلی میں تھا شامل
گوتم کے بھی، عیسیٰ کے بھی اوتار کا جلوہ
اس ہستی جاوید میں پنہاں نظر آیا
زرتشت و محمدؐ کے بھی دیدار کا جلوہ

گن رام کے بھی کرشن کے بھی عکس فگن تھے
کلجگ میں جنک کا یہ تھا اوتار دوبارہ
قرآن کی نمایاں ہوئی انجیل کی تنویر
تھا اُپنشد و وید کا اظہار دوبارہ
ہے آج بھی نانک کی زمانے کو ضرورت
جب دین کسی کا کوئی ایمان نہیں ہے
کیوں ہو نہ بہت دور بہت دور خدا سے
اس دور کا انسان جب انسان نہیں ہے

اُردو کے مشہور شاعر اور معتبر محقق جگن ناتھ آزاد نے اپنا نذرانۂ عقیدت "نانک" نظم میں اس طرح بیان کیا ہے ؎

گرو نانک! خزاں کے دور دورے میں قدم تیرا
ریاضِ ہند میں آیا بہارِ جاوداں ... ہو کر
تو اِک ابرِ کرم تھا جو زمانِ خشک سالی میں
دیارِ ہند پر برسا محیطِ بیکراں ہو کر
زمینِ کشورِ پنجاب کی تقدیر کیا کہئے
چمک اٹھا ہر اِک ذرّہ حریفِ کہکشاں ہو کر
یقین کے رنگ میں درماں تری تعلیم لے آئی
کبھی جب کرب اٹھا ذہنِ انساں میں گماں ہو کر

صغیر احمد صوفی "گل مہتاب ـــ بابا گرو نانک" کے زیرِ عنوان ایک طویل نظم میں یوں رطب اللسان ہیں ؎

تفریقِ من و تو کی ..... زمانے میں ہوا تھی
قلب کے آئینے میں ..... تصویرِ انا تھی
جسموں پہ مذاہب کے تصنّع کی قبا تھی
احساس کی آواز کا دم ... ٹوٹ رہا تھا
ہر شعبۂ گردل کا چمن ... لوٹ رہا تھا
ننکانہ کی دھرتی پہ کھلا اِک گلِ مہتاب
خوشبو جو اُڑی علمِ الٰہی کے کھُلے باب
جیسے کہ مشیّت کا مکمل ہوا اِک خواب
پہنچی گلِ مہتاب کی آواز ... وہاں تک
تخیل کی جا سکتی تھی پرواز ... جہاں تک

کالیداس گپتا رضا نے جس قلم سے نعتِ نبویؐ کے بہترین نمونے پیش کئے ہیں۔ اُسی قلم سے گرو نانک کے چرنوں میں "نظم کی شکل میں اِس طرح سر بسجود ہونے کی تلقین ہے ؎

تجلی ان کی آنکھوں میں ترنم اُن کی بانی میں
ترحّم سخت گیری میں، محبت سخت جانی میں
فطانت بے خیالی میں سخاوت سرگرانی میں
غرض اُن کی فضیلت ہے مسلّم آگ پانی میں
جھکا لو تم بھی سر اپنا گرو نانک کے چرنوں میں

بابا گرو نانک کے کردار و عمل کی عظمت کا گن گاتے ہوئے محمد اسحاق حافظ سہارنپوری اس طرح نغمہ سرا ہیں ؎

گرو نانک کہ جس نے زندگی کا راز سمجھایا
گرو نانک کہ جس نے حق کا رستہ سبکو دکھلایا
گرو نانک کہ جسکو بالیقین ایمان حاصل تھا
گرو نانک کہ جسکو دین کا فیضان حاصل تھا
مٹایا ظلمتوں کو کفر کی اُس ماہِ کامل نے
کیا زندہ سبھی مُردہ دلوں کو جانِ محفل نے
غلط ہے جو یہ کہتا ہے مسلمانوں کے دشمن تھے
وہ ظالم بادشاہوں اور سلطانوں کے دشمن تھے
صداقت اُن کا مذہب تھا وہ مظلوموں کے حامی تھے
مساوات و محبت کے وہ دنیا میں پیامی تھے

بابا گرو نانک کو اپنا نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے حکیم علی احمد فکر عظیم آبادی یوں مدح سرائی کر رہے ہیں ؎

کوئی ہندو ہو مسلم ہو ... یا خالصا
تیرے مذہب میں تھا ہر بشر ایک سا
تو نے سب کو سبق ایکتا کا دیا
تیرا پیغام سب کے لئے ایک تھا
تو نے احسان سارے جہاں پر کیا
کتنا اونچا ہے نانک ... تیرا مرتبہ

نوبہار صابر ایک نئے انداز اور زاویہ سے فرماتے ہیں ؎

اپنا ہے کہ بیگانہ ... غرض اس سے نہیں
کعبہ ہے کہ بتخانہ ... غرض اس سے نہیں
پیاسے کو تو پینے سے ہے مطلب بابا
کس نے دیا پیمانہ غرض اس سے نہیں

عشرت لدھیانوی کی نظم بعنوان "خراجِ عقیدت" کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

اے گرو نانک تیری آواز سے
چونک اُٹھے سب خواب کبر و ناز سے
آشنا تو نے کیا اے ست گرو
ہر بشر کو معرفت کے راز سے

جوش ملسیانی نے ایک مختصر لیکن پُراثر نظم "جپ جی صاحب" کے عنوان سے لکھی تھی جس کے چند اشعار درجِ ذیل ہیں ؎

جپ جی صاحب کی ثنا کیا کہئے
بند کوزے میں ہے دریا کہئے
کیوں جمال گلِ رعنا کہئے
کیوں بہارِ چمن آرا کہئے
زندگی بخش ہے اُس کا ہر شبد
اسلئے اُس کو ... مسیحا کہئے
گُرو نانک کی ہے بانی اے جوش
اس کو پیغام خدا کا .. کہئے.

بابا گُرو نانک کی جناب میں دستِ طلب پھیلاتے ہوئے نازش پرتاب گڑھی کے جذبات ملاحظہ فرمائیے ؎

اِک لطفِ خاص ہے نگہ انتخاب میں
اِک گونہ سرخوشی ہے دلِ کامیاب میں
لکھا ہوا تھا یہ بھی شرف میرے باب میں
حاضر ہوا ہوں میں بھی گُرو کی جناب میں
اپنی نگاہِ لطف سے کانٹوں کو پھول کر
نانک میرا سلامِ عقیدت قبول کر

اُردو شاعری میں گُرو نانک کے ذکر خیر و برکت کی یہ جھلکیاں نظیر اکبرآبادی کی مشہور و معروف نظم کے اقتباس کے بغیر ادھوری رہینگی۔ ملاحظہ فرمائیے ؎

ہیں نانک بابا شاہ گورو
وہ پورے ہیں آگاہ گورو
وہ کامل رہبر جگ میں ہیں
یوں روشن جیسے ماہ گورو
مقصود، مُراد، اُمید سبھی
برلاتے ہیں دل خواہ گورو
الطاف جنھوں پر ہیں اُن کے
سٔو خوبی حاصل ہیں اُن کو
ہر آن نظیر یہاں تم بھی
اب نانک نانک شاہ کہو

اُردو شاعروں نے عقیدت، خلوص اور احترام کے ساتھ بابا گُرو نانک کیلئے جو کچھ اور جسقدر لکھا ہے اُسکا تفصیلی جائزہ اِن اوراق میں ناممکن ہے کہ سفینہ چاہئے اس بحرِ بیکراں کیلئے، لیکن اس اجمالی جائزہ سے تفصیل کا اندازہ اہلِ نظر سے مخفی نہیں رہ سکتا ––

*



یُوتھ فورم:

'یُوتھ فورم' کا مستقل فیچر کیریر کی رہنمائی، مشہور اشخاص اور نوجوانوں کی رہنمائی کرنے والے اداروں کی سرگرمیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس فیچر میں قوم کی سماجی، معاشی ترقی پر نوجوانوں کے رول پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ قومی پروگرام میں جیسے جہیز مخالف تحریک، صفائی مہم، چھوت چھات کا خاتمہ، تعلیم کا فروغ پر لکھے گئے مضامین کو سراہا جاتا ہے۔

اپنے مضامین اس پتے پر مرحمت فرمائیں:
ایڈیٹر 'قومی راج'، نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ، ۱۵ واں منزلہ، مقابل منترالیہ۔ بمبئی نمبر ۳۲ ۴۰۰۰۰

آر۔ ایس۔ پروانہ
اے ۲۳/۹۰۔ سدھارتھ نگر
گورے گاؤں (ویسٹ)
بمبئی ۴۰۰۱۰۶



چھترپتی شیواجی مہاراج کی شاعر نوازی

شاعر کا حکومت کیساتھ دامن چولی کا ساتھ ہے

جہاں رزمیہ شاعری نے ہزاروں بہادروں کے خون میں گرمی پیدا کی۔ وہیں بزمیہ شاعری عیش و عشرت کا سامان بن کر کئی شاہوں کی کمزوری بن گئی۔ تاریخ ایسے واقعات سے بھرپور ہے۔ جہاں شاعروں نے شاہی درباروں میں عزت پائی اور کچھ ایسے واقعات بھی ہیں کہ شاعروں کی تحقیر و تذلیل بھی ہوئی — شاید ہم فارسی کے مشہور شاعر فردوسی کی مثال قبول نہیں ہوسکتے۔ شاہ محمود نے شاہنامہ کے تخلیق کے لئے ان سے سونے کی اشرفیوں کا وعدہ کیا۔ پھر شاہنامہ کی تخلیق کے بعد اپنے درباریوں کے کہنے میں آکر اپنے قول سے مکر گیا مگر جب اُسے اپنی غلطی کا احساس کئی سال بعد ہوا تو اُس نے اشرفیوں کے ساتھ قاصد دوڑائے۔ جب شاہ قاصد شہر کے دروازے میں داخل ہورہے تھے اسوقت اُس عظیم شاعر کا جنازہ نکل رہا تھا۔

ہندوستان میں بھی ہر شاہ و فن نے اپنے دور میں شاعروں کی عزت افزائی کی مگر شیواجی کی مثال بہت ہی مشکل سے ملیگی۔

تکارام مرہٹی کا وہ عظیم شاعر تھا جس نے اپنی ساری دولت خیرات کرڈالی پھر یاتری کا لباس پہن کر پہاڑیوں میں بھٹکتا رہا۔ یہاں اُس نے وہ گیت نظم کئے جنھوں نے اُسے شہرت جاوداں بخشی۔ غریب دیہاتی اور مفلس، چرواہے چاروں طرف بیٹھ کر اس کی نظمیں سُنتے اور مشرقی تہذیب کے مطابق اُس کے کھانے کا انتظام کرتے اور انہی کی وجہ سے اُسے شہرت حاصل ہوئی۔ ایک روز ایک مطرب نے تکارام کی ایک نظم شیواجی کے سامنے گائی۔ شیواجی کا اُس نظم پر بے انتہا اثر ہوا۔ اُس نے اُسوقت ایک خبر رساں بھیج کر تکارام سے درخواست کی کہ وہ اُس کے ساتھ رہے اور یہ وعدہ کیا کہ وہ اُسے ہر ممکن آرام و دولت دے گا۔ تکارام نے جواب میں ایک نظم اور بھیجی۔

"اے شہزادے تمہاری مشعلیں تمہارے چتر اور تمہارے ساز و سامان سے مزین گھوڑے، تمہاری شان و شوکت اور تمہارے شاہانہ طور و طریق یہ سب کچھ میرے لئے نہیں ہیں۔ اس دنیا سے بھاگ کر آیا ہوں اور تم دوبارہ مجھے پھسلا رہے ہو۔ مجھے تنہا خاموش زندگی بسر کرنے دو۔ آپ نے یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ آپ مجھے خلعت اور محل عطا کروگے۔ لیکن ان کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔ جنگل اور اُس کے کنج میرے مکان ہیں۔ کائی جمی ہوئی چٹانیں میرا بستر ہیں اور میرے اوپر آسمان میرا لبادہ ہے۔"

جب شیواجی نے یہ نظم پڑھی تو کچھ عرصہ کیلئے وہ ساکت رہ گیا۔ اس کے

بعد وہ اپنے کیمپ سے نکل کر کھڑا ہوگیا اور تنہا بل کھاتے ہوئے میدان میں اس وقت تک بھٹکتا رہا جب تک کہ اُس نے تکارام کو تلاش نہ کرلیا۔ وہ اُس کے قدموں پر گر پڑا اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور ایک سادھو کا لباس پہن کر عاجزی کے ساتھ خاموشی سے تکارام کے پاس بیٹھ گیا۔ اُن میں سے کوئی بھی ایک دوسرے سے نہیں بولا۔ عین اُس موقعہ پر شیواجی کے ساتھیوں نے اپنے آقا کو ایک طویل اور پریشان کن تلاش کے بعد پالیا۔ انھوں نے شیواجی کو دیس چلنے کیلئے کہا مگر شیواجی نے اُن کی بات پر دھیان نہ دیا۔ انھوں نے لاچار ہوکر یہ خبر شیواجی کی ماں جیجا بائی کو دی اور اُس سے درخواست کی کہ وہ شیواجی کو واپس چلنے کیلئے کہے۔ وہ اپنی ماں کا کہنا کبھی نہیں ٹالیگا جیجا بائی وہاں آئی اور اُس نے اپنے بیٹے شیواجی کو بہت پھٹکارا۔ اس نے کہا کہ "تم نے ساتھیوں کو بغاوت پر اُکسایا اور اب خود ہی فرار ہو رہے ہو ہندو ں میں بہت سے مہاتما گزرے ہیں لیکن شیواجی جیسا قسمت کا دھنی شاید ہی کوئی ہوا ہو اور اُسوقت ہند و مفاد کے لئے خانقاہوں سے زیادہ بہادروں اور فوجوں کی ضرورت ہے۔ شیواجی نے رنجیدہ ہوکر اُس کی دلیلوں کو مان لیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس لوٹ گیا۔ اُسی سال تکارام کا انتقال ہوگیا۔

ایسے کئی واقعات شیواجی کی زندگی کیساتھ جڑے ہوئے ہیں۔

جن دنوں شائستہ خان ایک لاکھ سوار فوج پٹھانوں کی ایک رجمنٹ۔ بھاری توپ خانے اور دوسرے جنگی ساز و سامان کے ساتھ شیواجی کی سرکوبی کے لئے پونا میں مقیم تھا اور شیواجی پیچھے پہاڑیوں میں چلا گیا شائستہ خان شیواجی کو پہاڑیوں سے اُتارنے کی کوششوں میں ناکام رہا۔

اسی دوران یہ چرچا ہوا کہ پونا کے کسی مندر میں اُس زمانے کا مشہور مغنّی تکارام کی نظموں کا پاٹھ کریگا۔ اپنی مسلسل جنگی مصروفیتوں کے باوجود شیواجی اُس مُغنّی سے اپنی سابقہ ملاقات کو فراموش نہ کرسکا تھا۔ چنانچہ اس خبر کو سُن کر اُن پُراثر نغموں کو دوبارہ سُننے کا جذبہ غالب آگیا وہ اپنے ماتحت افسروں کو کچھ بتائے بغیر اپنے خیمے سے نکل کر آنکھ جھپکتے ہی میدانوں میں جا پہنچا۔

شیواجی کی جنگی چال بازیوں اور چالاکیوں کے بارے میں بہت کچھ سُن چکا تھا۔ اُس لئے اُس نے ہر ناگہانی حملے کے خلاف ناکا بندی کر رکھی تھی۔ لیکن شیواجی اِن سب کی آنکھوں میں دھول جھونک کر نکل گیا اور چند گھنٹوں میں شہر پہنچ گیا۔ وہ سیدھا اُس مندر میں گیا جہاں یہ نظمیں گائی جانے والی تھیں۔ اور جاکر صحن میں عام لوگوں کے درمیان آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ اس اندھیرے میں اُس کا سر پگڑی سے ڈھکا ہوا تھا جس کی وجہ سے اُس کے ساتھ بیٹھے ہوئے دوسرے لوگ اُسے نہ پہچان سکے۔ لیکن جب وہ بازار سے گزر رہا تھا تو کسی نے اُسے پہچان لیا۔ افواہیں آندھی کی طرح چاروں طرف پھیل گئیں۔ چنانچہ شہر کے تمام ہندوؤں میں یہ بات سرگوشیوں کے ذریعہ پھیل گئی کہ شیواجی شہر میں موجود ہے۔ افغان سپاہیوں کے ایک گروہ نے مندر کا محاصرہ کرلیا اور شاید وہ اُس وقت اپنے آپ کو اُس انعام کو حاصل کرنے پر مبارکباد دے رہے تھے جو انھیں اُس مرہٹہ کو مقید کرکے پیش کرنے پر ملنے والا تھا۔

مندر میں ایک چوکی پر آسن جمائے مغنی بھجن گا رہا تھا۔ پوجا استھان پر رکھے ہوئے چراغوں کی مدھم روشنی میں مطرب اپنا دایاں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے ہوئے ستار کے تاروں کو چھیڑ رہا تھا۔ اُسی وقت مندر کے دروازے سے کسی نے خبر دی کہ افغانوں نے اس جگہ کو گھیر لیا ہے۔ پورے مندر میں خوف چھا گیا۔ صرف شیواجی یہ جانتا تھا کہ افغان کیوں آئے تھے اور اس کے لئے بچنے کا کوئی راستہ نہیں تھا لیکن وہ بیٹھا رہا یہاں تک کہ گانا ختم ہوگیا۔ اب لوگ یہ سرگوشیاں کرنے لگے کہ افغان چلے گئے۔ مسجد کا صحن خالی ہوگیا تھا اور لمبے لمبے برآمدوں میں صرف سائے اور مشعلوں کی مدھم روشنی رہ گئی۔ شیواجی باہر گلی میں نکل گیا مگر اب افغان نظر نہیں آتے تھے۔

مرہٹہ روایات کے مطابق جیسے ہی افغان مندر میں داخل ہوتے اُسی لمبے کپڑوں میں چھپا ہوا ایک سایہ جو بظاہر شیواجی نظر آتا تھا۔ ایک بغل والے دروازے سے باہر نکلا گلی میں دوڑنے لگا۔ افغانوں نے یہ سمجھ کر کہ اُن کا شکار نکلا جا رہا ہے اُس کا تعاقب کیا۔ وہ گلی محلوں سے نکل گیا لیکن اس عجیب و غریب بھاگنے والے کا کچھ پتہ نہ چلا۔ مرہٹوں کا خیال ہے کہ کسی روح نے شیواجی کو بچانے کے لئے مداخلت کی تھی۔ تاکہ وہ اپنے خیمے تک حفاظت سے پہنچ جائے۔

شیواجی نے تکارام کے درویش ہمعصر رام داس سے گہرا رابطہ قائم رکھا جس سے ۱۶۴۹ء میں اس نے ملاقات بھی کی تھی۔

رام داس نے بچپن سے جوگیانہ زندگی میں دلچسپی لینا شروع کردی تھی۔ کمسنی میں اپنی شادی رد کرنے کی خاطر وہ گھر سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اور اپنی جوانی ہندوستان کی یاتراؤں کا پیدل سفر کرتے ہوئے گزار دی۔ آخر کار ستارا کے قریب رام مندر میں اُس نے مستقل طور پر قیام کرلیا۔ کہا جاتا ہے کہ اُس نے بچپن میں بھی کچھ معجزے دکھائے تھے اور شاید



اسی لئے اُس کا مندر یاتریوں کا مرکز بن گیا۔ جب شیواجی کو رام داس کے متعلق اطلاع ملی تو اُس نے فوراً رام داس کو لکھا۔ تکارام کی طرح اُس نے بھی منظوم جواب بھیجا لیکن تکارام کے خلاف جس نے گوشہ نشینی کی تعریف کی تھی۔ رام داس نے ڈھول تاشوں کے ساتھ نئے راجہ کے گن گائے جو ہندؤں کو آزادی دلائیگا۔ نظم کیساتھ رام داس نے ایک مشت کنکریاں، خاک اور لید بھی بھیجی جسوقت یہ غیر معمولی تحفہ وہاں پہنچا اسوقت شیواجی اپنی ماں کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ جیجا بائی اپنے تمام جوش و خروش کے باوجود ذہنی طور پر خشک عورت تھی۔ وہ بیحد غصّے سے رام داس کے تحفے کو دیکھتی رہی۔ اُس نے پوچھا کیا شریف آدمی کے لئے اِن چیزوں کا بھیجنا اس کی توہین نہیں ہے؟

شیواجی نے کچھ لمحہ سوچا اور پھر کہا۔ یہ علامتیں دراصل پیشن گوئی ہے۔ خاک کے معنی یہ ہیں کہ میں یہ سارا ملک فتح کرلوں گا۔ کنکریوں کے یہ معنی ہیں کہ اتنے قلعوں پر میری حکومت ہوگی۔ گھوڑے کی لید کا مطلب میری سوار فوج مجھے شہرت بخشے گی۔ جب شیواجی اپنے عروج پر پہنچ گیا تو رام داس کے پاس گیا تو اُس کے سامنے جھک کر ایک دستاویز پیش کیا۔ یہ دستاویز ایک قبالہ تھا جس کی رُو سے جوگی رام داس کو تمام سلطنت بخش دی گئی تھی۔ رام داس نے کہا۔ میں نے تحفہ قبول کرلیا ہے لیکن خدا کی طرف سے اسے واپس لے لو اور اس کے نام پر سلطنت کرو اور ایک بے لگام کیطرح نہیں بلکہ عاجزی کیساتھ خُدائی نائب بن کر حکومت کرو۔

رام داس کے اِس مسلک پر احترام کا اظہار کرنے کیلئے شیواجی نے اپنے ساتھیوں کو ایکدوسرے سے ملنے پر لفظ رام کہنے کی ترغیب دی۔ اور آج بھی تمام مرہٹہ سلام کرتے وقت شیواجی کے اس حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔

غزلیں

* شفیع اللہ خاں رازؔ اٹاوی
ایس۔ این۔ کالج، کٹرہ پردل خاں،
اٹاوہ (یو۔پی)

آندھیاں لپکتی ہیں، زلزلے مچلتے ہیں
مرے آشیانے میں جب چراغ جلتے ہیں

رات کے اندھیروں میں ماہتاب ڈھلتے ہیں
روشنی کے پیغمبر تیرگی میں پلتے ہیں

دھوپ کے جزیروں سے یہ سراغ ملتا ہے
چاندنی میں پریوں کے طائفے نکلتے ہیں

کانچ کے مکانوں کا جانے حشر کیا ہوگا
پتھروں کے سینوں میں زلزلے مچلتے ہیں

دوستی کے افسانے کتنے بامروّت ہیں!
دشمنی کے قصے بھی ساتھ ساتھ چلتے ہیں

کس قدر ستاروں میں اتحادِ پیہم ہے
دن میں ڈوب جاتے ہیں، رات کو نکلتے ہیں

روشنی کے شہزادے ظلمتوں کے سائے میں
تیرگی کے بستر پر کروٹیں بدلتے ہیں

منتشر لکیروں کو یہ خبر نہیں شاید
کتنے ایک مرکز سے زاویئے نکلتے ہیں

جگمگاتی سڑکوں پر جب کوئی نہیں ہوتا
دلخراش سنّاٹے کروٹیں بدلتے ہیں

جب بھی شاہراہوں پر روشنی نہیں ہوتی
تیرگی پرستوں کے قافلے نکلتے ہیں!

سلسلہ اُجالوں کا رازؔ کم نہیں ہوتا!
اِک چراغ بجھتا ہے سو چراغ جلتے ہیں

*

* عشرتؔ ظفر
بیوٹی واچ کمپنی، لال اِملی کراسنگ
سائیکل مارکیٹ،
کانپور (یو۔پی)

قید خود اپنی ہی رعنائی میں
چاند آئینے کی گہرائی میں

ٹھوکروں سے مجھے چمکائے جا
اس طرح دفن نہ کر کائی میں

اپنی خوشبو کا مِلا مجھ کو سراغ
ڈوب کر نشۂ یکتائی میں

جانے کس سمت سے در آتا ہے
اِک سمندر مری تنہائی میں

صورتِ خس ہے مرا نقشِ وجود
تیز گردابِ شناسائی میں

شعلۂ سبز نفس ہوں عشرتؔ
موسمِ زرد کی انگنائی میں

*



چھترپتی شیواجی مہاراج قومی یکجہتی کے علمبردار تھے

—— وزیر اعظم

وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی نے ۸ نومبر کو اپنی رہائش گاہ پر مارگ پبلیکیشنز کی شائع کردہ "شیواجی اینڈ فیسیٹ آف مراٹھا کلچر" نامی کتاب کا اجرا کرتے ہوئے کہا کہ "چھترپتی شیواجی مہاراج نے اس وقت قومی یکجہتی کا درس دیا جب باہمی نفاق کی وجہ سے ہمارا اتحاد خطرے میں تھا۔ شیواجی نے ملک میں اتحاد قائم کرنے اور ملک کی سالمیت کے تحفظ کے لئے مختلف فرقوں کے لوگوں کو یکجا کیا اور ملک کے لئے لڑی گئی لڑائیوں میں ان کی قیادت کی۔"

وزیر اعظم نے نوجوان نسل میں بغیر محنت کئے نفع کمانے کے غلط رجحان پر تنقید کرتے ہوئے انہیں مشورہ دیا کہ وہ چھترپتی شیواجی سے سبق حاصل کریں جنہوں نے ہر چیلنج کا مصمم ارادے سے سامنا کیا۔

شری پی. سی. سیٹھی، مرکزی وزیر برائے امور داخلہ اور صدر شری چھترپتی شیواجی مہاراج میموریل نیشنل کمیٹی، شریمتی شردچندریکا پاٹل مہاراشٹر کی وزیر تعلیم اور ڈاکٹر سرابودوشی، ایڈیٹر مارگ پبلیکیشنز کو وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی نے کتاب کی پہلی جلدیں تقسیم کیں۔

اس موقعہ پر شری شیوشنکر، مرکزی وزیر برائے پیٹرولیم، شری این. کے. پی. سالوے، وزیر مملکت برائے اطلاعات و نشریات شری وائی. بی. چوہان اور دیگر اراکین پارلیمنٹ بھی موجود تھے۔

کمیٹی کی سیکریٹری شریمتی سمیتی بائی دھنوٹھے نے وزیر اعظم کا استقبال کیا۔ کمیٹی کے سیکریٹری جنرل اور مرکزی نائب وزیر برائے تجارت شری وی. این. پاٹل نے شکریہ ادا کیا۔

مذکورہ کتاب میں چھترپتی اور پیشواؤں کے عہد میں رائج مراٹھا تہذیب و رسم و رواج پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے۔

دیہی مزدوروں کو منظم کرنے کیلئے اسکیم

حکومت مہاراشٹر نے ۱۵ نومبر ۱۹۸۲ء سے ریاست کے گیارہ اضلاع کے بلاکس دیہی مزدوروں کو منظم کرنے کی ایک اسکیم نافذ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ وہ اضلاع یہ ہیں۔ تھانے، ناشک، ایوت محل، دھولے، عثمان آباد، پونے، شولاپور، احمد نگر، چندرپور، امراؤتی اور ناندیڑ۔

اسکیم کے تحت منجملہ دیگر امور کے مزدوروں کے عام استحصال کو روکنے کے لئے دیہی مزدوروں کو ان کے حقوق کی تعلیم دی جائے گی۔ اس کے ساتھ ان میں ان کے فرائض کے تئیں ذمہ داری کا احساس بھی پیدا کیا جائے گا۔ نیز انہیں کوآپریٹیو سوسائیٹوں، ٹریڈ یونینوں یا کسی اور صورت میں منظم ہونے کے فوائد سے بھی آگاہ کیا جائے گا۔

ہر بلاک میں ایک اعزازی منتظم ہوگا جس کا انتخاب متعلقہ ضلع کلکٹر کی سربراہی میں تشکیل کردہ کمیٹی کرے گی۔ منتخبہ منتظم کو سینٹرل بورڈ فار ورکرس ایجوکیشن میں تقریباً دو مہینوں کے لئے تربیت دی جائے گی۔ ان کے قیام وطعام کا انتظام بورڈ کرے گا۔ نیز انہیں ماہانہ ۲۰۰ روپیوں کا اعزازی مشاہرہ اور ۵۰ روپے آمد و رفت کے اخراجات کے طور پر دیئے جائیں گے۔

۳۵ سے ۶۰ برس تک کی عمر کے متعلقہ بلاک میں رہائش پذیر میٹرک پاس افراد اعزازی منتظم کے لئے اپنی درخواست ڈیولپمنٹ آفیسر کو روانہ کریں۔ بلاک پنچایت سمیتیاں، مزدوروں کی تنظیمیں اور دیگر ادارے بھی نام تجویز کرسکتے ہیں۔ تعلیم بالغان کے لئے کام کرنے والوں کی درخواست پر بھی غور کیا جائے گا۔

خاندانی بہبود پروگرام میں رضاکار تنظیموں کی شرکت نئی اسکیم کا اجراء

حکومت مہاراشٹر نے خاندانی بہبود پروگرام کو دائمی تحریک بنانے اور اس میں رضاکار تنظیموں کو عملی طور شریک کرنے کیلئے تین مختلف اسکیمات جاری کی ہیں ۔ جو ۳۱ر مارچ ۱۹۸۳ء سے نافذالعمل ہونگی ۔ ان اسکیمات کا اطلاق مذکورہ پروگرام میں حصہ لینے کے خواہشمند اور اس سے وابستہ یا غیر وابستہ رضاکار تنظیمات کے علاوہ بڑے صنعتی علاقوں کے منتظم سیکٹرز کی تنظیمات پر بھی ہوگا

زائد مالی امداد :۔ اس اسکیم کے تحت ریاستی حکومت خاندانی پروگرام سے وابستہ ایسی رضاکار تنظیموں کو مزید سہولت کی خاطر مالی امداد مہیا کرے گی ۔ جنہوں نے سال ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران نسبندی کے مقررہ نشانہ کا ۵۰ فیصد سے زیادہ پورا کرلیا ہے ۔ ان تنظیمات کو اختیار ہوگا کہ وہ ستمبر ۱۹۸۲ء سے ترغیب کاروں کو ماہانہ ۴۵۰ روپیہ وظیفہ پر ملازم رکھیں ۔ اگر سال ۸۲-۱۹۸۱ء کا مقررہ نشانہ تجاوز کرجائے ، تو رضاکار تنظیمات کیلئے یہ لازمی ہوگا کہ وہ ۵ (؟) ۔ مارچ ۱۹۸۳ء کے دوران نسبندی کی ترغیب کے ہر کیس پر ترغیب کار کو مزید ۴۰ر روپیہ اداکریں جو کہ موجودہ شرح برائے مردانہ اور زنانہ نسبندی بالترتیب ۲۵ر اور ۱۰ر روپیہ فی کیس کے علاوہ ہوگا ۔

خصوصیات :۔

رضاکار تنظیمات کے نامزد کردہ ترغیب کاروں کو متعلقہ امور کی بابت مناسب تربیت ضلع صحت افسران ، یا میونسپل علاقوں کے خاندانی بہبود کے ذمہ دار میونسپل افسران کے ذریعہ دی جائے گی ۔ دوران تربیت فی نسبندی کیس ۱۵ر روپیہ مالی امداد بھی دی جائے گی ۔ بشرطیکہ سال ۸۲-۱۹۸۱ء کے مقررہ نسبندی نشانہ کے مساوی کم ازکم ۲۰۰ نیصد نس بندیاں مکمل ہوچکی ہوں

نئی رضاکارانہ تنظیموں کی ہمت افزائی :۔

"برائے شرکت رضاکارانہ تنظیم (خاندانی بہبود پروگرام) اسکیم کے تحت بابت ۱۹۸۲ء" خاص طور سے سماجی رضاکار تنظیمات ، مثلاً مہیلا منڈل ، تعلیمی ادارے ، کسان تنظیمات ، ٹریڈ یونین ، اساتذہ تنظیمات وغیرہ کو مذکورہ پروگرام میں شریک کرنے کی غرض سے ترتیب دی گئی ہے ۔ جو ۳۱ر مارچ ۱۹۸۳ء تک نافذالعمل رہیں گی ۔ اس اسکیم کے تحت سوسائٹیز ، رجسٹریشن ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ تمام سماجی رضاکار تنظیموں کو سرکاری ہسپتال یا میونسپل خاندانی بہبود مراکز ، یا متعلقہ صحت افسران کی اجازت سے منعقدہ نس بندی کیمپ میں نسبندی کیس لانے پر فی کیس ۱۰ر روپیہ دیا جائے گا ۔ یہ رقم تنظیمات کے نامزد کردہ نمائندوں کو دی جانے والی شرح برائے مردانہ اور زنانہ نسبندی بالترتیب ۲۵ر اور ۱۰ر روپیہ کے علاوہ ہے ۔

ریاستی انعامات :۔

حکومت کی جانب سے ضلع بھر میں سب سے زیادہ نسبندی کیس جو کہ سال ۸۳-۱۹۸۲ء کے مقررہ نسبندی نشانہ میں سے ۲۶۰ کیس سے کم نہ ہو ۔ مہیا کرنے والی رضاکارانہ تنظیم کو ۷۰۰۰ روپیہ بطور انعام دیا جائے گا ۔ دوسرے نمبر پر زیادہ نسبندی کیس جو کہ ۱۵۰ سے کم نہ ہو ۔ مہیا کرنے پر ۴٫۵۰۰ روپیہ دیا جائے گا ۔

عالمی تغذیہ مشن

مہاراشٹر کی کارکردگی سے مطمئن

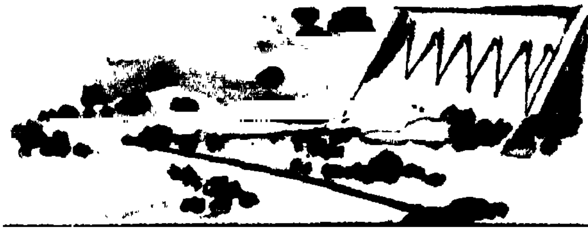
عالمی تغذیہ مشن کے اراکین نے ۱۹ر نومبر ۱۹۸۲ء کو شریمتی کملا بائی اجمیرا ، وزیر مملکت برائے سماجی بہبود سے ملاقات کی اور بمبئی عظمیٰ میں واقع مسلم بستیوں میں جاری ریاستی حکومت کے غذائی پروگرام پر عمل آوری کی ستائش کی ۔ اس پروگرام کے تحت مسلم بستیوں میں بچوں کے لئے قوت بخش غذائی تیاری کے لئے گیہوں اور تیل فراہم کیا جاتا ہے ۔ فی الوقت اس کام کے لئے ۶۶۷ مرکز قائم ہیں اور تقریباً ۱½ لاکھ بچے اس سے مستفید ہوتے ہیں ۔

مذکورہ مشن اسکیم کی ریاست میں عمل آوری کی مدت میں مزید تین سالوں کی توسیع سے متعلق اپنی رائے پر مبنی رپورٹ تیار کرنے کے لئے مہاراشٹر کے دورہ پر آیا ہوا ہے ۔ آج مشن نے کئی مراکز کا دورہ کیا اور اسکیم سے متعلق امور کی انجام دہی

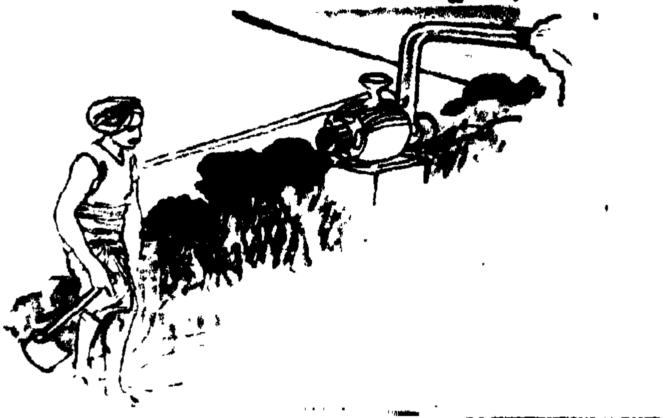
پر اطمینان کا اظہار کیا۔
شریمتی اجمیرا نے اس موقع پر ریاست میں واقع پسماندہ طبقات کے لڑکوں اور لڑکیوں کے ہوسٹل کو بھی اسکیم میں شامل کئے جانے کا مشورہ دیا۔ مشن کی ایک ذمہ دار عہدیدار ڈاکٹر ماریا بی ماتاگل نے تجویز پر غور کرنے کا یقین دلایا۔
اس موقع پر شری ایم کے حسین، سیکریٹری، محکمہ سماجی بہبود بھی موجود تھے۔

خشک سالی سے متاثرہ علاقوں میں راحت اقدامات مرکزی کمیشن کی ستائش

سینٹرل ایگری کلچرل پرائس کمیشن کے رکن شری چودھری رندھیر سنگھ نے مہاراشٹر کے خشک سالی سے متاثرہ علاقوں کے دورہ کے بعد ۱۰ر نومبر ۱۹۸۲ء کو منترالیہ میں وزیر برائے زراعت شری بھگونت راؤ گائیکواڑ سے ملاقات کی اور خشک سالی سے متاثرہ علاقوں میں ریاستی حکومت کی جانب سے کئے گئے راحت اقدامات کی ستائش کی۔



وزیر برائے زراعت نے دورانِ گفتگو ریاست میں ناکافی آبپاشی سہولت اور دیگر وجوہات کی بناء پر زرعی پیداوار مہنگی ہونے کے پیش نظر زائد معاون قیمت کا مطالبہ کیا۔ محکمۂ امداد باہمی کے سیکریٹری شری آر سی سنہا نے کہا کہ بہار کی طرح مہاراشٹر میں بھی گنے کی معاون قیمت فیصد بازیابی کے مطابق بہ لحاظ وزن مقرر کئے جائیں۔
وزیر برائے محصول شری شانتارام گھولپ، وزیر برائے امدادِ باہمی شری بھاؤ راؤ کالے، وزیر برائے عوامی امور شری شالینی تائی پاٹل، وزیر مملکت برائے زراعت شری ولاس راؤ دیشمکھ، نائب وزیر برائے زراعت شری وجے سنگھ موہتے پاٹل اور متعلقہ محکموں کے سیکریٹریوں نے مباحثے میں حصہ لیا۔



قارئین کیلئے ضروری اعلان

آپ 'قومی راج' میں شائع شدہ کسی بھی مضمون یا کالم پر اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے ہیں اور یہ بھی لکھ سکتے ہیں کہ آپ کس قسم کی تخلیقات پسند اور کس قسم کی تخلیقات ناپسند کرتے ہیں۔
حکومت کی کسی اسکیم پر آپ بحث بھی کر سکتے ہیں اور اس سلسلے میں اپنی تعمیری رائے کا اظہار بھی کر سکتے ہیں۔ بس یہ خیال رکھئے کہ آپ کا خط ۳۰۰ الفاظ سے زائد پر مشتمل نہ ہو۔ اپنے خطوط آپ اس پتہ پر روانہ فرمائیے:
مدیر، پندرہ روزہ 'قومی راج'، نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ، پندرہواں منزلہ، مقابل منترالیہ، ممبئی نمبر ۴۰۰۰۳۲



وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے
کی زیر صدارت حال ہی میں یوگیشوری کالج،
امبے جوگائی، کی جشن سیمیں تقریب منعقد ہوئی۔
زیر نظر تصویر میں آپ حاضرین سے
خطاب کر رہے ہیں - مہمانِ خصوصی مرکزی
وزیرِ خارجہ شری پی۔ وی۔ نرسمہا راؤ کے
علاوہ وزیر مملکت برائے کامرس شری
شیواجی راؤ پاٹل، وزیر مملکت برائے تعلیم
شری ولاس راؤ دیشمکھ اور پرنسپل ڈاکٹر
اے۔ سی۔ چودھری بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔



خبریں - تصویروں میں

وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے
کے ہاتھوں ۸ر نومبر ۱۹۸۲ء کو سولاپور میں
منعقدہ ایک تقریب میں 'پنیہ شلوک
اہلیا دیوی مہیلا سہکاری' کامگار کارخانہ'
کا سنگ بنیاد رکھا گیا - زیر نظر تصویر میں
آپ "بھومی پوجا" کی رسم ادا کر رہے ہیں -
عقب میں وزیر ریاست زراعت شری وجے
سنگھ موہتے پاٹل اور رکن مجلس قانون ساز
شریمتی نرملا ٹھوکل بھی دیکھی جا سکتی ہیں -





وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے حال ہی میں گوداوری مناسہکاری ساکھر کارخانہ لمیٹیڈ، واقع شنکر نگر، ضلع ناندیڑ کے شکر سازی کے دوسرے پروگرام کا افتتاح کیا۔ اس موقع پر منعقدہ تقریب میں صدر جلسہ مرکزی وزیر برائے منصوبہ بندی، شری شنکر راؤ چوان حاضرین سے خطاب کر رہے ہیں۔ ڈائس پر موجود حاضرین میں وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے، وزیر برائے امدادِ باہمی شری بابو راؤ کالے، وزیر مالیات شری ولاس راؤ دیشمکھ اور نائب وزیر شریمتی رجنی ساتو دیکھے جا سکتے ہیں۔

****

وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے کے ہاتھوں، سولاپور میں ۸ نومبر ۱۹۸۲ء کو ۲۵ ہزار تکلہ پارچہ بافی کی گنجائش سے سولاپور سہکاری سوت گرنی کے توسیعی پروجیکٹ کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ اس موقع کی تصویر میں آپ حاضرین سے خطاب کر رہے ہیں۔ تصویر میں وزیر برائے زراعت شری وجے سنگھ موہتے پاٹل بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔







وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے کی خدمت میں پچھلے دنوں مہاراشٹر قلمکار سوسائٹی بمبئی کی جانب سے سپاسنامہ پیش کیا گیا۔ زیر نظر تصویر میں بمبئی ہائیکورٹ کے ایڈوکیٹ شری گووند بھاٹیہ، سپاسنامہ پڑھ کر سنا رہے ہیں قریب ہی مذکورہ سوسائٹی کے جنرل سکریٹری شری جے۔ پی۔ بدر کانچ والا اور مشہور تاجر حاجی توفیق نصیب اللہ دیکھے جا سکتے ہیں۔



شری شانتا رام گھولپ وزیر مملکت برائے محصول و ماہی گیری نے ۱۴ نومبر کو، کرناٹک سنگھ ہال، ماٹنگا، بمبئی، میں منعقدہ ماہی گیری ملٹی پرپز کوآپریٹیو سوسائٹی کی سلور جوبلی تقریب میں بطور مہمان خصوصی شرکت کی۔ اس موقع پر لی گئی تصویر میں آپ سوسائٹی کے سووینیر کا اجراء کر رہے ہیں۔



نائب وزیر برائے سیاحت شری وجے سنگھ موہیتے پاٹل نے ۱۰ نومبر ۱۹۸ء کو دادر میں مہاراشٹر ٹورزم ڈیولپمنٹ کارپوریشن کے نئے "ریزرویشن سنٹر" کا افتتاح کیا۔ اس موقع کی ایک تصویر۔



وزیر برائے زراعت و محنت شری
بھگونت راؤ گائیکواڑ نے حال ہی میں
منعقدہ ایک تقریب میں بھارتیہ وکاس
لوک کاریہ کی جانب سے اگست فاؤنڈیشن
کی صدر شریمتی ارملا جوشی کو ۱۵ ہزار روپے
کا چیک پیش کیا ۔ اس ادارے کے
لیمن سے پروڈکشن تیار کرنے کے پروجیکٹ
کے لئے ۲۵ ہزار روپے منظور کئے گئے
ہیں ۔

o



o

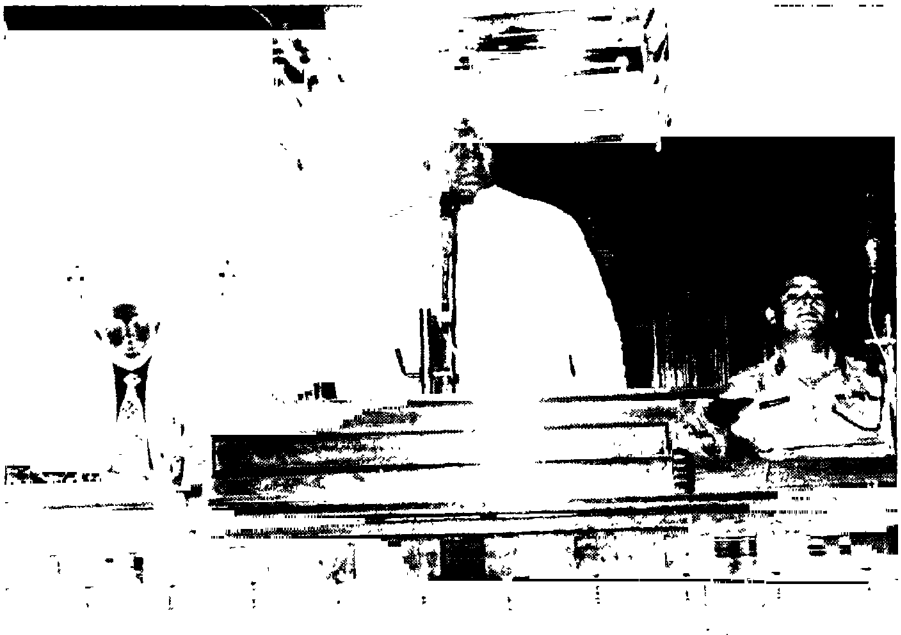
شری بابو راؤ کالے ، وزیر برائے
نے ۱۱ نومبر ۱۹۸۱ء کو اپنے دفتر
میں "انجمن ماہنامہ" رسالہ کے دیوالی
کا اجراء کیا ۔ اس موقع پر ڈپٹی
سکریٹری محکمہ امداد باہمی شری
سنہا اور رسالے کے مدیر شری الیاس
بھی دیکھے جا سکتے ہیں ۔

o

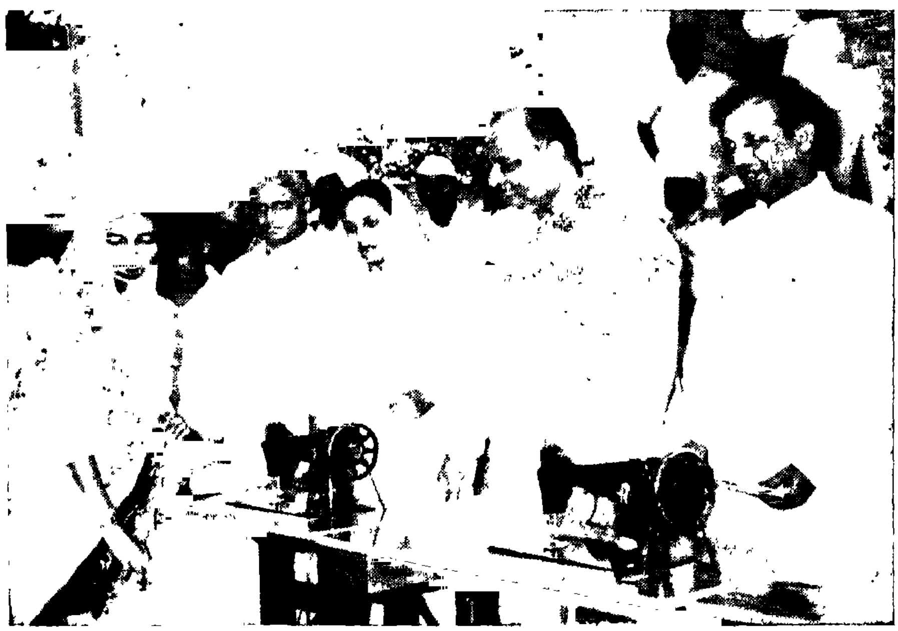


معروف اداکارہ پنیسنا آپٹے ۱۸ نومبر ۱۹۸۲ء ، کو
پیلا ماتو شری بھاگرہ میں مہاراشٹر راجیہ لاٹری کا "دیوالی بمپر ڈرا"
نکال رہی ہیں ۔

PRINTED AT THE GOVT PHOTOZINCO PRESS, PUNE 1982



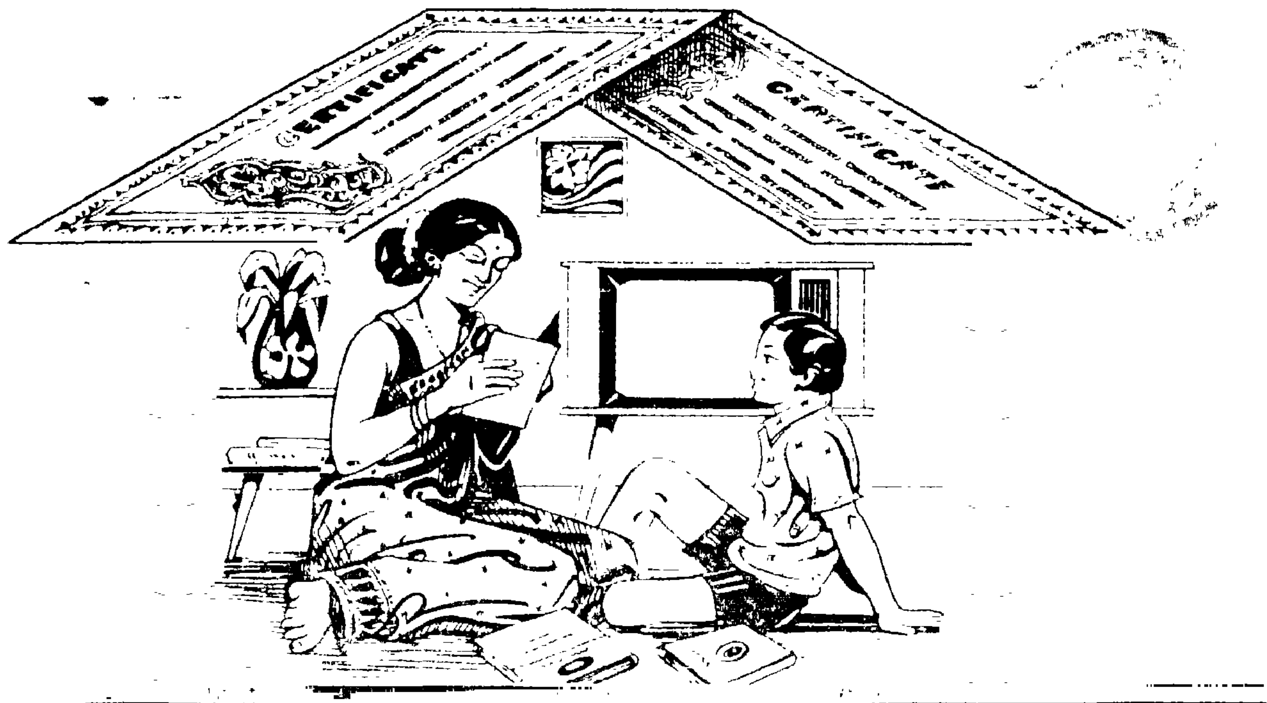
وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے ۵ ر نومبر ۱۹۸۲ء کو پرانے ودھان بھون میں منعقدہ پولس افسران کی میٹنگ میں افسران سے خطاب کر رہے ہیں۔ آپ کے دائیں جانب وزیر مملکت برائے امور داخلہ ڈاکٹر شریکانت جیچکر، اور بائیں جانب انسپکٹر جنرل آف پولس شری میڈھیکر بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔



وزیراعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے سانگلی ضلع کے مقام اسلام پور میں والوا پنچایت سمیتی کے زیر اہتمام حال ہی میں منعقدہ ایک تقریب میں 'سنجے گاندھی سوا ولمبن یوجنا' کے تحت ایک ضرورت مند خاتون کو سلائی مشین دے رہے ہیں۔ اس موقع پر لی گئی تصویر میں شریمتی شالینی تائی پاٹل، وزیر برائے پبلک ورکس اور شری شانتا رام گھولپ، نگراں وزیر برائے سانگلی ضلع بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

TWO-IN-ONE PACKAGE

TRIPLE YOUR MONEY AND PROTECT YOUR FAMILY



BUY SOCIAL SECURITY CERTIFICATES

A unique deal for your money and family. Purchase Social Security Certificates and multiply your money! These certificates provide insurance cover to your family and also fetch guaranteed triple returns!!

SALIENT FEATURES.

1. The certificates will be issued in denominations of Rs 500/- and Rs 1 000/- only
2. A certificate of Rs 500/- fetches a return of Rs 1 500/- and that of Rs 1 000/- Rs 3,000/- at maturity or on death of the holder during maturity period-as provided in 3 below
3. In the event of death of a holder, his nominee or legal heir gets full maturity value immediately in case of non-natural causes except self-injury or suicide and if death occurs due to natural causes after 2 years from the date of purchase
4. Certificates can be purchased by persons in the age group of 18 to 45 years
5. An individual can hold certificates to the maximum extent of Rs 5 000/- Certificates can be purchased on different dates and from different post offices subject to this ceiling.
6. The rate of interest is 11.3% p.a. (Compounded half-yearly)
7. The maturity period of the certificates is 10 years.
8. Certificates can be encashed prematurely any time after three years
9. Interest is exempt Under Section 80-L of Income Tax Act up-to Rs. 6,000/- alongwith interest on other approved securities and bank deposits. In the case of death, the full maturity value payable prematurely will be wholly exempt from Income Tax
10. The certificates can be pledged as security

These certificates are available in Post Offices from 1st June 1982 onwards

For details contact

- Directorate of Small Savings, New Administrative Building, Bombay-400 032. Phone 2325 37/230290
- Nearest Post Office
- Small Savings Agents
- Asstt. Director of Small Savings C/o District Collector

DGIPR/SS/2/English/1982-83

شائع کردہ : شری موہن پاٹل، ڈائرکٹر جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، گورنمنٹ آف مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۳۲

مطبوعہ : گورنمنٹ فوٹو زنکو پریس، پونے / گورنمنٹ سنٹرل پریس، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۰۴



قومی راج

مہاتما پھلے خصوصی نمبر

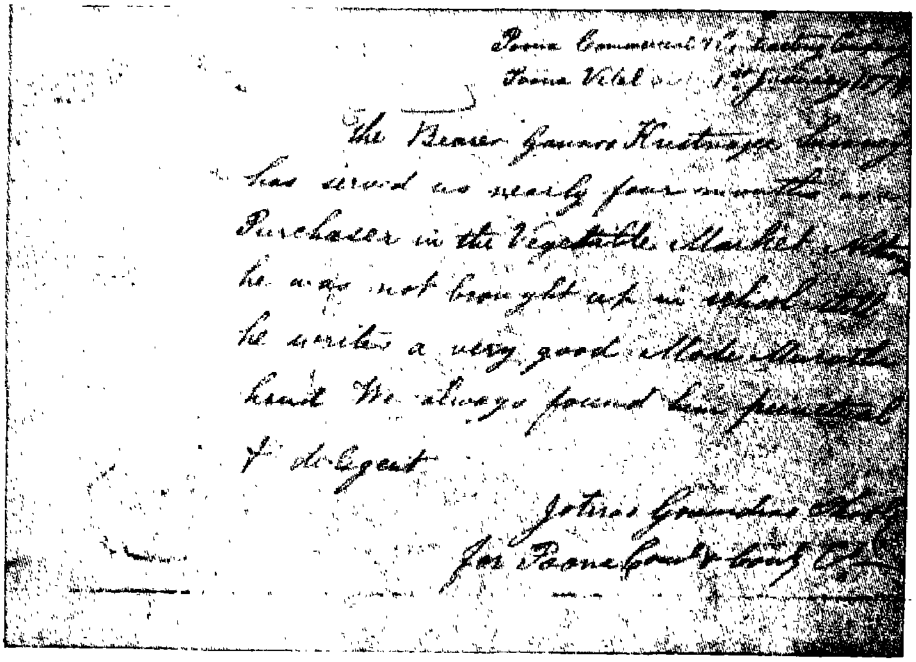
۱۰ر دسمبر ۱۹۸۲ء

10-12-82



مہاتما جیوتی راؤ پھلے
اپنے گودی پتر
یشونت کے ساتھ

مہاتما پھلے
کی
انگریزی تحریر
کا عکس



Poona Commercial & [illegible]
Poona Vetal [illegible] 1st [illegible]

The Bearer Ganoo Kristnaji [illegible]
has served us nearly four months as
Purchaser in the Vegetable Market [illegible]
he was not brought up in school [illegible]
he writes a very good Mode [illegible]
hand. We always found him punctual
& diligent

Jotirao Govindrao [illegible]
for Poona Coml & Contg Co.

قومی راج

جلد نمبر ۹
شمارہ نمبر ۲۳

۱۰ دسمبر ۱۹۸۲ء
مہاتما پھُلے خصوصی نمبر

ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے
سالانہ: دس روپے۔ قیمت فی کاپی: پچاس پیسے
نگراں: خواجہ عبد الغفور (آئی۔ اے۔ ایس)

ترتیب

صفحہ نمبر

چیف ایڈیٹر: موہن پاٹل
ایڈیٹر: ریاض احمد خاں



سرورق: چکنی مٹی سے بنے ہوئے مہاتما جوتی با پھُلے کے مجسمے کی تصویر۔ اس تصویر میں جہاں انگریزی حروف لکھے ہیں، وہاں ۲ ن کے بجائے مجسمہ کے آگے اور پشت پر دونوں جانب تانبے کی دو تختیاں لگائی جائیں گی جن پر جوتی با پھُلے کی دو نظمیں کندہ کی گئی ہوں گی۔

قارئین کی رائے

• **عبدالمجید**
یوسف چیمبر، بائیکلہ، ممبئی نمبر ۴۰۰۰۲۷

"قومی راج" کا بیحد انتظار رہتا ہے اور جونہی رسالہ ملتا ہے ہم سب گھر کے افراد بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ اس لئے کہ "قومی راج" سب کو پسند ہے صرف ایک شکایت ہے کہ آپ حضرات اگر ممکن ہو تو ایک صفحہ "مہاراشٹر کے بچوں" کے واسطے وقف کر دیجئے، یہی بچے کل کے شہری ہوں گے۔ ان کے ذہنی نشو و نما میں خوبصورت "قومی راج" اہم رول ادا کر سکتا ہے۔ اس صفحہ کے لئے قومی یکجہتی سے متعلق اہم تاریخی واقعات کو پیش کیا جا سکتا ہے۔

✶

• **اختر حسین**
مومن پورہ، ناگپور ۱۸

ادبی اور معلوماتی خزانے کے لئے "قومی راج" کا ہر شمارہ اس قدر دلکش اور دلچسپ ہوتا ہے کہ ہر کوئی تعریف کرتا ہے۔ مہاراشٹر کے شعراء کرام کے بارے میں تعارفی سلسلہ بطور خاص شروع کیا جائے تو بہتر ہوگا۔ اس طرح ایک بیش معلوماتی ذخیرہ اکٹھا ہو جائے گا، جس کو کتابی شکل میں بھی ترتیب دیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ہر ماہ کم از کم ایک افسانہ (قومی یکجہتی سے متعلق) اور جناب علی رضا کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے میں بھی یہ گذارش کروں گا کہ ایک صفحہ فلموں اور فلمی صنعت سے متعلق بھی "قومی راج" میں شائع ہونا چاہئے۔

✶

• **عبدالخالق**
عمر رجب روڈ، مدن پورہ، ممبئی ۸

یہ ایک دلچسپ حقیقت ہے کہ شاعر و ادیب حضرات اپنی غلطی "کاتب" کے سر تھوپ دیتے ہیں جبکہ عجلت میں یا جانے انجانے وہ خود غلطی کرتے ہیں۔ اس کے بعد تنقید اور مشوروں کا سلسلہ چل پڑتا ہے یہ سلسلہ کم از کم "قومی راج" میں مناسب نہیں معلوم ہوتا جبکہ آپ لوگ بڑی توجہ سے مضامین نظم و نثر شائع کرتے ہیں۔ ہر ادیب و شاعر کو چاہئے کہ وہ تخلیق پوسٹ کرنے سے پہلے نظر ثانی کر لیا کریں۔

✶

• **عامر برقی اعظمی**
الف - ۲۳، نیول سویلین ہاؤسنگ کالونی
کانجور مارگ، ممبئی نمبر ۴۰۰۰۷۸

"قومی راج" مستقل طور سے موصول ہو رہا ہے۔ ترقیاتی اسکیمات پر عمدہ معلوماتی مضامین، تازہ ترین، صوبہ کے مختلف اضلاع کی رپورٹیں مع تصاویر، غزلیں، مقالے، تبصرہ غرض ایک بامقصد رسالہ کے لئے جو کچھ مواد درکار ہیں، ان سے "قومی راج" مزین رہتا ہے۔

✶

• **بیدری اے۔ اے**
۴۲۱ - بیگم پیٹھ، مقابل مرشد کٹا
سولاپور - ۴۱۳۰۰۱

مجھے ۱۰ اگست ۱۹۸۲ء کا شمارہ "قومی راج" موصول ہوا۔ دل باغ باغ ہو گیا۔ اقبال نمبر، جنگلی جانور نمبر، پریم چند نمبر میرے لئے بہت ہی قیمتی بلکہ انمول نمبر ثابت ہوئے۔

✶

• **رفیق احمد**
محمد علی روڈ، ناگپور

"قومی راج" ہر لحاظ سے بیحد مفید، دلچسپ اور معلوماتی رسالہ ہے، میرے حلقے میں بیحد مقبول ہو رہا ہے۔ حکومت مہاراشٹر کی تمام تر سرگرمیاں خصوصاً ترقیاتی پروگراموں سے اس رسالہ کے ذریعہ مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ اس قدر عمدہ رسالہ ہر پندرہ روز بعد پیش کرنے پر آپ سب کو اور حکومت مہاراشٹر کو مبارکباد۔

✶

فوری توجہ کیلئے: ہمیشہ "حوالہ نمبر" جو آپ کے پتہ کے اوپری حصہ پر درج ہوتا ہے) ضرور تحریر فرمائیں۔ اپنا پتہ صاف لکھیں اور اردو کے ساتھ ہندی، مراٹھی یا انگریزی میں بھی تحریر فرمائیں۔



عظیم سماجی مصلح

مہاتما پُھلے

—— وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے

یہ امر باعثِ مسرت ہے کہ ۲۸ نومبر ۱۹۸۲ء کو نائب صدر ہند شری ایم. ہدایت اللہ کے ہاتھوں بمبئی کے نئے کونسل ہال کے احاطے میں نصب مہاتما پُھلے کے قدآور مجسمہ کی نقاب کشائی کے موقع پر 'قومی راج' ایک خصوصی نمبر شائع کر رہا ہے۔

ہمارے عظیم سماجی مصلحین میں مہاتما پُھلے امتیازی حیثیت کے حامل ہیں۔ ذات پات کے فرق اور چھوت چھات جیسی سماجی بُرائیوں کو دور کرنے کے لئے انھوں نے انتھک کوشش کی۔ اسی کے ساتھ ساتھ مہاتما پُھلے نے کاشتکاروں اور مزدوروں کی مالی حالت بہتر بنانے، عورتوں کو تعلیمی اور سماجی حقوق دلانے اور تعلیم کے ذریعہ غریبوں کی فلاح و بہبود کے لئے مسلسل جدوجہد کی۔

مہاتما پُھلے سماج کے تعلق سے نیا نقطۂ نظر اختیار کرنے کے حق میں تھے۔ انھوں نے کاشتکاری کے جدید طریقوں کو اختیار کرنے کی حمایت کی تاکہ کاشتکاروں کی مالی حالت بہتر ہو سکے۔ آپ نے ہمیشہ زرعی آلات کے سُدھار، حکومت کی جانب سے باندھوں کی تعمیر، زرعی نمائشوں کے انعقاد اور مناسب ایوارڈ کے ذریعہ ترقی پسند کسانوں کی ہمت افزائی کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔

مہاتما پُھلے، مستقبل کے امکانات و واقعات کا کامیابی کے ساتھ اندازہ لگا سکتے تھے۔ انھوں نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں عوام کی اکثریت پر مٹھی بھر اقلیت کی اجارہ داری کی مخالفت کی۔ ان کا اصل مقصد سماجی مساوات، انصاف اور ترقی تھا۔

اب بھی یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ سماجی انقلاب کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوا یا نہیں۔ لہٰذا ہمیں مہاتما پُھلے کے مشن کو آگے بڑھانا ہے۔

موجودہ حالات میں ان کی ادبی تحریروں کا مطالعہ کرنا اور اُن سے ہدایات اخذ کرنا ضروری ہے۔

مجھے یقین ہے کہ اس سلسلے میں 'قومی راج' کا خصوصی شمارہ کارآمد ثابت ہوگا۔

میری دعا ہے کہ اس عظیم شخصیت کا یہ مجسمہ، ہم میں، اُن کے جاری کردہ کارِ خیر کو آگے بڑھانے کا جذبہ پیدا کرے۔"

بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے
وزیر اعلیٰ مہاراشٹر



نائب صدر ہند شری ایم. ہدایت اللہ نے ۲۸ر نومبر ۱۹۸۲ء کو نئے ودھان بھون کے احاطے میں نصب مہاتما جوتی باپھلے کے قدآور مجسمہ کی نقاب کشائی کی۔
اس موقع پر لی گئی تصویر میں نائب صدر ہند شری ایم. ہدایت اللہ حاضرین سے خطاب کر رہے ہیں۔ تصویر میں گورنر مہاراشٹر شری آئی۔ ایچ۔ لطیف، وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے اور شریمتی کلاوتی بھوسلے بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

مہاتما پھُلے

ہندوستان میں سماجی انقلاب کے بانی

* نائب صدر ہند شری ایم. ھدایت اللہ

بھارت کے نائب صدر شری ایم. ھدایت اللہ نے ۲۸ر نومبر کو ممبئی میں نئے ودھان بھون کے احاطے میں نصب کئے گئے مہاتما جوتی باپھلے کے قدآور مجسّمے کی نقاب کشائی کرتے ہوئے فرمایا کہ مہاتما جوتی باپھلے کے مجسّمے کی نقاب کشائی میری زندگی کا ایک یادگار موقع ہے کیونکہ انھوں نے نامساعد حالات میں عورتوں اور سماج کے فراموش کردہ پسماندہ طبقے کی سیاسی، سماجی و معاشی ترقی کے لئے اپنی زندگی وقف کردی تھی۔

مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ اور مہاتما پھلے سمارک سمیتی کے صدر بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے کی زیر صدارت منعقدہ اس تقریب میں گورنر مہاراشٹر نے مہاتما پھلے یادگار جلد کے پہلے حصہ کا اجراء کیا۔

نائب صدر ہند نے مہاتما پھلے کو بھارت کے سماجی انقلاب کا بانی قرار دیتے ہوئے مزید فرمایا کہ پھلے نے غیر صحت مند مذہبی روایتوں اور مذہب کے تئیں اندھی تقلید کے خلاف محاذ قائم کیا اور ہمیشہ سماجی و معاشی مساوات قائم کرنے کی

کوشش میں لگے رہے۔ پھُلے عمر بھر مساوات اور آزادی کی بنیاد پر ایک نئے سماج کی تشکیل کے لئے جدوجہد کرتے رہے۔

آپ نے مزید فرمایا کہ آج بھی مہاتما پھُلے کی تعلیمات اور ان کے نظریات ہمارے لئے اہمیت کے حامل ہیں اور ان سے ہمارے بعد کی نسلیں بھی مستفیض ہوں گی۔

پھُلے یادگار جلد کا اجراء کرتے ہوئے گورنر مہاراشٹر شری آئی۔ ایچ۔ لطیف نے فرمایا کہ مہاتما پھُلے ملک کی متعدد عظیم ہستیوں میں سے ایک تھے، انھوں نے اپنی زندگی انسانیت کی عظمت، مذہبی رواداری اور انسانی حقوق، ان تین اصولوں کے لئے وقف کردی۔ انھوں نے اس وقت جس نئے سماج کی تشکیل کا تصور کیا تھا وہ آج کے حالات پر بھی پورا اُترتا ہے۔

وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا کہ مہاتما پھُلے کے وقت ہریجن، اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کے دباؤ میں تھے، اعلیٰ ذات کے ہندو دانشوروں کے دباؤ میں تھے اور پورے سماج پر انگریز راج مسلط تھا۔ ان حالات میں مہاتما پھُلے نے سماج کو بیدار کیا اور لوگوں کو سماجی اور انسانی حقوق کی تعلیم دی۔ بے سہارا بیواؤں اور ان کے بچوں میں جینے کی ہمت پیدا کی۔ انھوں نے یہ سب کرتے ہوئے کبھی بھی خود کو نیتا یا رہنما ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔

آپ نے مزید فرمایا کہ مہاتما پھُلے نے ملک کی خدمت کو اپنا نصب العین قرار دیا تھا۔ جسمانی اعتبار سے معذور ہونے کے بعد بھی وہ ملک و سماج کی خدمت میں لگے رہے۔

بیرسٹر بھوسلے نے کہا کہ سب سے پہلے کولی واڑہ کے عوام نے آپ کو مہاتما کہہ کر مخاطب کیا۔

مجسمہ کی نقاب کشائی کی اس تقریب کے لئے نئے ودھان بھون کے احاطے میں ایک شاندار شامیانہ لگایا گیا تھا۔ نائب صدر ہند کے ہاتھوں مجسمہ کی نقاب کشائی کے بعد شاہیر سابلے نے مہاراشٹر گیت پیش کیا۔ بعد ازاں پواڑا پیش کیا گیا۔

اس تقریب میں حکومت مہاراشٹر کے ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز کے پندرہ روزہ جریدے "لوک راجیہ" کے مہاتما پھُلے خصوصی نمبر، نیز "شودینر" روزنامہ کے خصوصی نمبر کا اجراء کیا گیا۔ مجسمہ ودھان بھون کو عطا کرنے کی دستاویز وزیر اعلیٰ نے شری جینت راؤ تلک کو پیش کی۔ اس موقع پر شری این۔ ایل سونا ویجے مجسمہ ساز جنھوں نے مہاتما پھُلے کا یہ مجسمہ بنایا ہے کی عزت افزائی کی گئی۔ اسی طرح پھُلے یادگار جلد کمیٹی کے سابق سکریٹری کے۔ پی۔ وی۔ سالنکے کی بیوی کی بھی عزت افزائی کی گئی۔

ابتدا میں کمیٹی کے صدر شری آر۔ سی۔ گوائی نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔

تقریب میں ودھان سبھا کے صدر شری شرد دیگھے، مختلف وزراء عوام کے نمائندوں اور دیگر حضرات نے شرکت کی۔

ضروری گذارش

- دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت حوالہ نمبر ضرور تحریر فرمائیں جو آپ کے خط یا لفافے کے پتہ کے اوپر درج ہوتا ہے۔
- جواب طلب امور کے لئے جوابی لفافہ یا ڈاک ٹکٹ بھیجنا نہ بھولیں۔
- کسی اشاعت کیلئے اپنا نام، پتہ، پن کوڈ نمبر صاف صاف انگریزی کے ساتھ مراٹھی ہندی یا انگریزی میں بھی تحریر فرمائیں۔
- خط و کتابت / مراسلت کا پتہ:

ڈائرکٹر جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز گورنمنٹ آف مہاراشٹر منترالیہ بمبئی ۴۰۰۰۳۲

جوتی باپھلے کا فلسفہ حیات

◀ دھننجے کیر

مہاتما جوتی باپھلے نے بے شمار نظمیں لکھی ہیں۔ جن کے ذریعہ انہوں نے اپنے خیالات و نظریات عوام کے سامنے رکھے ہیں۔ پھلے کہتے ہیں کہ جو شخص حق سے آگاہ ہے۔ وہ زندگی میں کبھی کسی کو ضرر نہیں پہنچائے گا۔ وہ کسی کو اپنے سے کمتر نہیں سمجھے گا۔ اور نہ خود کسی زعم میں مبتلا ہوگا۔ نیکی و شرافت کسی کی خاندانی میراث نہیں، جو شخص غصے کو ضبط کرتا ہے اور صداقت کا لحاظ رکھتا ہے وہ صحیح معنوں میں طاقتور ہے۔ ایسا شخص ہر کسی سے رحمدلی کے ساتھ پیش آتا ہے وہ اپنے جذبات پر قابو رکھتا ہے۔

وہ شخص "بدھ" کہلانے کا حقدار ہے جو ماضی، حال اور مستقبل کے خوف سے بے نیاز ہوکر راہ حق پر پیغام محبت کے ساتھ گامزن رہتا ہے۔ اس زمین پر کسی کو فخر نہیں کرنا چاہئے۔

ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنی زندگی انسانیت کی خدمت کے لئے وقف کردیں۔ ہمارے اس فعل سے خدا بھی راضی ہوگا اور ہماری زندگی بامعنی ثابت ہوگی۔ سچائی اپنے آپ میں بہت بڑی طاقت ہے اور جس کے پاس یہ طاقت ہے وہ شخص انسانیت کا زیور ہے۔ ایسا شخص دوسروں کے سکھ دکھ میں برابر کا شریک ہوتا ہے اور ہر ایک کو ایک نظر سے دیکھتا ہے۔

خدا ایک ہے۔ وہ ہی ہم سب کی پرورش کرتا ہے۔ عورتوں اور مردوں کو ان کے حقوق سے پوری طرح آگاہ کیا جانا چاہیئے تاکہ ہم آپس میں بھائی چارے کے ساتھ رہ سکیں۔ برہمن شیواجی کا نام لے کر شدروں کو مسلمانوں کے خلاف اکسلاتے ہیں ایسے افراد کی حب الوطنی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ اپنے ہم وطنوں کا استحصال اور انہیں ہراساں کرنا حب الوطنی کے مفہوم میں نہیں آتا اور نہ ہی مذہب اس کی حمایت کرتا ہے۔ بھیل اور کولی اصلی کشتریہ ہیں۔ انہیں جنگلوں اور پہاڑوں میں پناہ لینے پر مجبور کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج وہ درختوں کی جڑیں کھا کر گزارا کر رہے ہیں۔

برہمنوں کی مذہبی کتابیں عوام کے بیچ پڑھی جانی چاہیئے۔ بالکل اسی طرح جیسے عیسائی اپنی مذہبی کتاب مجمع کے بیچ میں پڑھتے ہیں۔ ایسا کرنے سے مذہب کی تعلیمات عام ہوں گیں۔

مذہب کسی کی اجارہ داری ہوکر نہیں رہے گا اور مذہب کے نام پر کسی کا استحصال نہیں کیا جا سکے گا۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کو کمتر نہیں سمجھنا چاہیئے۔

کسی برہمن کو عالمی سطح پر عوام کے دلوں میں جگہ نہیں ملی۔ گائے فضلہ کھاتی ہے اور برہمن اسے "ماں" کہتے ہیں۔ اس سے پہلے برہمن یگنہ، قربانی کے موقع پر گھوڑے کا گوشت کھایا کرتے تھے۔ "انتیہ جا" برہمنوں کے بھائی ہیں۔ لیکن برہمن انہیں ہراماں کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ انہیں بلی کے طور پر بھی استعمال کرتے ہیں۔ جوتی با انگریزوں سے مخاطب ہوکر کہتے ہیں "اے انگریز قوم اس برہمن کو اس کی زیادتیوں کا احساس دلا۔ اسے نہیں معلوم کہ اس کی وجہ سے شودر کیسی زندگی گذار رہے ہیں اور نہ ہی اسے اس کا تجربہ ہے دراصل وہ حالات کو صحیح معنوں میں سمجھنے کا اہل نہیں۔ لعنت ہے ایسے علم پر۔

یہ کہنا بے وقوفی ہے کہ منتر پڑھنے اور جپ کرنے سے بارش ہوتی ہے اور خدا اولاد دیتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو کوئی برہمن لاولد نہیں مرتا۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ بغیر منتروں کے بوائیں بچوں کو جنم دیتی ہیں۔

شودر جو دراصل "کشتریہ" ہیں انہیں محنتی ہونا چاہیئے ہنسی خوشی بال بچوں کی پرورش کرنی چاہیئے۔ معمر خواندہ حضرات کو چاہیئے کہ وہ ہر کسی کو مفت تعلیم دیں۔ شرپسند اور دروغ گو شخص کسی امداد یا اعانت کا مستحق نہیں ہوتا۔ عیسائی، مسلمان، مانگ اور برہمن آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے سے رہیں۔

انسان کا ایک ہی مذہب ہے، وہ ہے سچائی۔ اور سچائی اخلاق و کردار سے عبارت ہے۔

ہر شخص کو اپنی صحت کا مکمل خیال رکھنا چاہیئے۔ ورنہ وہ ڈاکٹر کی آمدنی کا بہترین ذریعہ ثابت ہوگا۔ نہانے سے ذہن کو تازگی ملتی ہے۔ میلے کپڑوں کے استعمال سے کئی بیماریاں پھیلتی ہیں۔ ذہانت اور فطانت میں ہم سب یکساں نہیں ہوسکتے لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ذہانت موروثی نہیں ہوا کرتی۔ جس شخص نے سچائی کو اپنے ذہن میں جگہ دی ہے۔ وہ صحیح معنوں میں پاکباز ہے اور جو شخص ذہن کی اس پاکیزگی کے معنی نہیں سمجھتا وہ اس دھرتی کے سینے پر بوجھ کی طرح ہے۔ پاکیزہ اور محنتی زندگی انسان کی صحت اور دولت کی ضامن ہوتی ہے۔ آرام طلب شخص سماج کا دشمن ہوتا ہے۔ اس کے برعکس ایک پاکباز محنتی نوجوان غریبوں کا ہمدرد اور معاون ہوتا ہے۔ اپنی خوشیاں دوسروں میں بانٹتا ہے اور اپنا بڑھاپا چین و سکون سے بتاتا ہے۔

کاہلی کے دوسرے معنی افلاس کے ہیں۔ قماربازی تباہی کا سامان ہے۔ اسٹاک مارکیٹ صرف حصص کے دلالوں کی جیبیں بھرتا ہے۔ یہ کاروبار انتہائی تباہ کن ہے۔ ایسے کاروبار کو دور ہی سے سلام کرنا چاہیئے۔ جو دولت مند ہونے کا مظاہرہ کرتے ہیں بالآخر وہ دیوالیہ ہوجاتے ہیں۔ دوسروں کی بربادی کی وجہ بنتے ہیں اور خودکشی کی موت مرتے ہیں حصے داری میں کاروبار کیجیئے لیکن کاروبار کا حساب کتاب ایمانداری سے رکھیئے۔

بہادر مرد ناموافق حالات یا بیماری میں ہمت نہیں ہارتا، وہ گھر میں امن و خوشحالی رکھتا ہے۔ وہ اپنے فرائض بڑی ہی خوش اسلوبی سے ادا کرتا ہے۔ انتقامی جذبہ کبھی اس کے دل میں جگہ نہیں پاتا۔ قوت برداشت خوشی اور استقلال کی موجب ہوتی ہے۔ مکار شخص کے اعمال اسے تباہ کر دیتے ہیں اور وہ اپنی تباہی کے لیئے خدا کو ذمہ دار ٹھہراتا ہے۔

جو لوگ سچائی سے منہ موڑ کر مذہب پر بیہودہ بحث کرتے ہیں ان کی بحث کا انجام ہاتھاپائی اور خون خرابہ ہی ہوتا ہے

جو شخص دوسروں کی خوشحالی سے خوش ہوتا ہے نیکی کی تبلیغ کرتا ہے اور دوسروں کو تعلیم دیتا ہے اسے زندگی جینے کا حق ہے۔ لالچی اور خودغرض، سماج کے کسی مصرف کے نہیں ہوتے۔ بہترین علم وہ ہے جس کی مدد سے آدمی اپنی خودی کو پہچانتا ہے۔ اپنے اعمال و نظریات کا جائزہ لیتا ہے اور خودغرض آدمی اس علم کی دولت سے محروم ہوتا ہے۔ اپنی آمدنی سے زیادہ خرچ کرنے والے ہمیشہ مقروض رہا کرتے ہیں خودغرض دوست اور رشتہ دار نیز خوش آمدی لوگ اس سے میٹھی میٹھی باتیں کرکے اسے قلاش کرتے ہیں۔ گھر کے تعلق سے اپنی ذمہ داریاں ہر کسی کو بخوبی نبھانی چاہیئں۔

سچائی کی تڑپ، ذہن کی پاکیزگی اور اطمینان قلب جب یکجا ہوتے ہیں تو آدمی صحیح معنوں میں باہمت ہوتا ہے۔ باہمت فرد مصائب برداشت کرتا ہے۔ خطرات سے نمٹتا ہے

اور کمزوروں کی حفاظت کرتا ہے۔ مکاری، ذہنی قوت کو کمزور کرتی ہے۔ اور مکار چہرے ہمیشہ فکر و پریشانی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ دروغ گو کو کبھی سکون نہیں ملتا۔

دوسروں کو تکلیف مت دیجئے۔ یہ ایک گناہ ہے انکساری اور قناعت سے کام لینا چاہیئے۔ برے اعمال امراض اور پریشانیوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ شرابی کا گھر کبھی جھگڑوں سے خالی نہیں ہوتا۔

عظیم سقراط کو زہر کا پیالہ دیا گیا۔ لیکن اس وقت بھی اس نے اپنے ذہنی سکون کو ڈگمگانے نہیں دیا۔ اس عظیم مفکر کی تصنیفات پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔

ایک اقلیت پسند شخص محض منتروں اور جاپ کو مذہب نہیں کہے گا۔ وہ کبھی بھی بیواؤں کمزوروں اور غریبوں کو ایذا نہیں پہنچائے گا۔ اور وہ کبھی بھی پتھر، دھات اور درختوں کی پوجا نہیں کرے گا۔"

یہ تھے مہاتما جوتی راؤ پھلے کے مذہب، سماج، اور زندگی سے متعلق خیالات جو پھلے کے متعدد "اکھنڈوں" میں بکھرے ہوئے ہیں۔ جوتی راؤ کی نظموں میں دریا کی سی روانی ہے۔ لیکن ان کی نثر میں یہ خوبی نہیں ملتی۔ بعض اوقات نثر میں وہ قواعد کی غلطیاں بھی کر جاتے ہیں۔ اکثر اکثر بھی نثر لکھتے ہیں۔ اور کبھی کبھار ان کا طرز اظہار گنجلک ہو جاتا ہے۔ جوتی راؤ کی ذہانت اور انسان دوستی ان کی نظموں میں کھل کر سامنے آتی ہے۔

جوتی راؤ نے "سارو جنک ستیہ دھرم پستک" نامی ایک کتاب لکھی جو ان کی وفات کے بعد شائع ہوئی۔ کتاب کا موضوع "مذہب" ہے۔

اس کتاب کے دیباچے میں جو جوتی راؤ نے یکم اپریل ۱۸۸۹ء کو لکھا تھا۔ جوتی راؤ لکھتے ہیں کہ "خدا نے کائنات میں کئی نظام شمسی ستارے اور سیارے بنائے ہیں۔ انہوں نے یہ کتاب مردوں اور عورتوں کو راہ راست بتانے کے لئے لکھی ہے تاکہ وہ اس دھرتی پر امن و امان سے رہ سکیں۔ اور انسانیت کی اعلیٰ اقدار کی پاسبانی کر سکیں۔

حالانکہ جوتی راؤ نے برہمنوں کی مذہبی کتابوں جیسے وید شاستر، اور پران وغیرہ سے بغاوت کی لیکن انہوں نے ہندو فلسفے کے بنیادی اصول یعنی حکومت الٰہی سے انحراف نہیں کیا۔

جوتی راؤ پھلے کے قائم کردہ "ستیہ شودھک سماج" کے تقریباً ہر لیڈر نے متعدد مرتبہ اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ جوتی راؤ نے ہندو اوہام پرستی رواج اور بے معنی مذہبی تصورات پر عمل نہ کرتے ہوئے ہندو مذہب کی رسموں کو سادہ بنایا۔

وائس رائے اور گورنر جنرل کے اعزازی اسسٹنٹ سرجن ڈاکٹر وی۔ آر۔ گھولے نے جوتی راؤ کی اس کتاب پر تعارف لکھا جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ کس طرح غلط مذہبی نظریات، مورتی پوجا اور مذہب کی بنیاد پر سماج کی طبقات میں تقسیم نے قوم کو برباد کیا ہے۔ کسی نے خدا کو اس کی اصل صورت و شکل میں نہیں دیکھا۔ لہٰذا کوئی اس کا شبیہ نہیں اتار سکتا۔ یہ واضح ہے کہ مذہب کی بنیاد پر سماج کی طبقات میں تقسیم بے شمار سماجی و معاشی مسائل و نقصان کی جڑ ہے۔ اور نیز یہ تقسیم ملک میں نفرت، آپسی تنازعات اور بری خصلت کی اہم وجہ ہے۔

ڈاکٹر گھولے "تعارف" میں مزید لکھتے ہیں کہ گذشتہ چالیس سالوں سے جوتی راؤ مذہب اور عملی موضوعات پر تقریریں کر رہے ہیں۔ انہوں نے اس طرح لوگوں کی آنکھوں پر ڈالے گئے غفلت کے پردے کو چاک کیا ہے۔ انہوں نے اس مقصد کے لئے کتابیں، کتابچے اور پرچے لکھے۔ متعدد موضوعات پر انہوں نے اخباروں میں بحث کی۔ اور اپنی تمام زندگی خدمت خلق کے لئے وقف کر دی۔ انہوں نے لوگوں کو مذہبی اعتقادات اور رسومات کی صحت سے متعلق سوچنے کی تعلیم دی۔

انہوں نے مورتی پوجا سے انکار کیا اور خدا کی وحدانیت کا اعتراف کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ لوگوں کو مذہب سے متعلق دھوکہ نہیں دینا چاہیئے۔ ان کی انتھک کوششوں اور تعلیمات کی وجہ سے لوگوں پر یہ آشکار ہوا کہ پرانی رسمیں غلط بنیادوں پر رکھی گئی ہیں۔

ڈاکٹر گھولے نے جوتی راؤ کی تعلیمات کی تلخیص اس طرح پیش کی ہے۔

"ایک خدا پر بھروسہ، اخلاق و کردار کی پاکیزگی، مساوات مذہب کی بنیاد پر ذات پات تقسیم کا خاتمہ، عورتوں اور مردوں کی

۱۰ دسمبر ۱۹۸۲ء

مساوات، اخوت، آپس میں بھائی چارہ۔ جب تک انسان کے اعمال سچائی کی کسوٹی پر پورے نہیں اترتے، اسے خوشی نصیب نہیں ہو سکتی۔ سچائی تمام مذاہب کا مغز ہے۔ ہر قسم کی خوشی سچائی ہی کی دین ہے۔ سچائی روشنی کا ستون ہے باقی سب اندھیرا ہے۔ تمام مکار اور بے ایمان لوگ ذہنی سکون و مسرت سے محروم ہوتے ہیں۔ بدھ ان عوام سے درخواست کرتا ہے کہ وہ جھوٹے اور مکار کا ساتھ کبھی نہ دیں۔"

"سارو جنک ستیہ دھرم پستک" میں جوتی راو لکھتے ہیں۔

"تمام مذہبی کتابیں آدمیوں کی لکھی ہوئی ہیں اور ایسا نہیں کہ ان میں ابتدا سے انتہا تک صرف سچ ہی کہا گیا ہو۔ بلکہ بعض خود پسند لوگ موقع و محل کی مناسبت سے اس میں تبدیلیاں کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مذاہب کی وجہ سے نفرت پھیلتی ہے اور نفاق پنپتا ہے۔

خدا ہی واحد خالق ہے۔ وہ رحیم ہے۔ اور چاہتا ہے کہ ہر کوئی انسانی حقوق سے مستفید ہو۔ ہم جس دھرتی پر رہتے ہیں اگر وہ دھرتی خدا کی بنائی ہوئی ہے تو پھر کیوں اسے مختلف ملکوں کے نام پر کاٹا جائے اور کیوں مذہب اور دین کے نام پر خدا کی مخلوق کے بیچ فرق کیا جائے۔ ہندوستان میں متعدد ندیاں بہتی ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ ایک خاص ملک کی خاص ندی مقدس کہلاتی ہے؟ اور جس ندی کو مقدس تصور کیا جاتا ہے وہ ندی اپنے ساتھ گوبر کا فضلہ بہا لے جاتی ہے۔ [illegible] ہر ایک کی ساخت ایک جیسی ہے۔ خدا نے ہر کسی کو ذہن ویسا ہی [illegible]۔ کوئی شخص اپنی پیدائش کی وجہ سے مقدس یا قابل نفرت نہیں ہو جاتا۔ ہر شخص انسان ہونے کے ناطے خوبیوں اور خامیوں کا مجموعہ ہے۔

خدا ہماری سمجھ اور ہماری پہنچ سے باہر ہے۔ ہم میں تو اس تک پہنچنے کی طرف ایک سمت کی طرف گامزن رہنے کی سکت بھی نہیں۔ یہ کائنات لامحدود ہے۔ بندہ کبھی خدا کو تلاش کرنے کی خواہش اپنے دل میں نہ رکھے۔ انسان کی اہمیت ہی کیا ہے؟ وہ خود اپنے وجود کے متعلق یقینی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا۔ وہ کمزور ہے اس کا علم محدود ہے۔ برہما جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ تخیلی وشنو کی ناف سے پیدا ہوا تھا، خدا کی جھلک نہیں دیکھ سکا۔

خدا نے انسان کی مسرت کے لئے پھول اور خوشبو پیدا کی ہے۔ لہٰذا یہ پھول دیوتا پر چڑھانا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ پھولوں کا صحیح استعمال تو یہ ہوگا کہ ان کی مالا ایسے شخص کے گلے میں ڈالی جائے جو ایمانداری سے محنت کرکے اپنے اہل و عیال کی کفالت کرتا ہے۔ اور غریبوں کو [illegible] کے شکنجے سے آزاد کرتا ہے۔

خدا کے نام کا ورد کرنا عبادت نہیں۔ آنکھیں بند کرنے، ناک چڑھانے، اگربتی جلانے اور منتروں کے جاپ کرنے کو عبادت کہنا غلط ہے۔ محض خدا کی ایسی عبادت سے کوئی اپنے عمر رسیدہ والدین کا سہارا نہیں بن سکتا۔ خدا سے ڈرنا چاہیئے۔ ہمیشہ اسے دل میں یاد کرنا چاہیئے اور ایمانداری سے کام کرنا چاہیئے۔ یہی خدا کی عبادت ہے۔

کھانے پینے کی چیزیں بھگوان کو پیش کرکے اس کی عزت افزائی نہیں کی جا سکتی۔ وہ لوگ جو ملک کی خدمت کرتے ہیں اور بڑھاپے میں مجبور ہو جاتے ہیں، ایسے لوگوں کی کفالت کرنی چاہیئے۔ یتیموں، معذوروں، بچوں کی کفالت کرنی چاہیئے۔ ایسے شخص کو جو انسانوں کے بیچ فرق نہیں کرتا۔ جو بلا لحاظ مذہب و ذات سب سے محبت کرتا ہے۔ برہمن یا ریڈ انڈین یا مہار ہر کسی کے ساتھ یکساں سلوک کرتا ہے۔ ایسے شخص کو اپنے گھر کھانے پر بلانا چاہیئے۔ جنت نام کی کوئی چیز نہیں۔ عورت مرد سے برتر ہے۔ دنیا میں سوائے ماں کے ہر کسی کے احسان کا بدلہ چکایا جا سکتا ہے۔ وہ گھر کی زینت ہے۔

عورت فطری طور پر کمزور واقع ہوئی ہے۔ مرد لالچی اور بہادر ہوتا ہے۔ اس لئے وہ عورت کو دنیاوی علم سے دور رکھ کر اپنی خودغرضی سے اسے اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرتا ہے۔ ایک سے زیادہ شادی کرنا ظلم ہے۔ مرد لالچ، نفرت اور گناہ کا منبع ہے۔

جو لوگ ایک سے زیادہ شادیاں کرتے ہیں وہ اپنے گھروں کو جہنم بناتے ہیں۔ اور بیماریوں کو راہ دیتے ہیں۔ بوڑھے مرد اور نوجوان لڑکی کی شادی کرنا بری بات ہے

برہمنوں کے نزدیک نوجوان بیوہ لڑکی کی شادی پر پابندی ہے۔ لیکن بوڑھے مرد کی نوجوان لڑکی سے شادی پر پابندی نہیں ہے۔ بیوہ لڑکی اپنے مرد رشتہ داروں کی نفسانی خواہش کا شکار ہوتی ہے۔

سنار اور کاشتکار برہمنوں کا نوجوان بیواؤں کو دوبارہ شادی نہ کرنے کا طریقہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ ویدک دور میں بیوہ کو اپنے دیور کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرنے اور اس کے بیٹوں کو جنم دینے کی اجازت تھی

مرد اور عورت کے لئے یکساں آئین مقرر ہونے چاہیئے ایک مرد کو تین عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت ہے، لیکن ایک عورت کو تین مردوں سے شادی کرنے کا حق نہیں اگر کسی کی بیوی زندہ ہے تو اس کو ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کا حق نہیں ملنا چاہیئے۔ برہمنوں اور شودروں کیلئے الگ الگ قوانین نہیں ہونے چاہئیں۔ برطانوی دور حکومت نے برہمن اور غیر برہمن کے لئے الگ الگ قانون نہیں بلکہ ایک ہی قانون رکھا ہے یہ اچھی بات ہے۔

جب انسان اپنے مفاد کے لئے کسی کو کوئی جسمانی یا ذہنی طور پر نقصان نہیں پہنچاتا ہے تو وہ ایک بہت بڑا کارنامہ انجام دیتا ہے۔ طوائف کی صحبت میں رہ کر، یا ٹی پارٹی میں حاضر ہو کر یا شراب کے نشہ میں رہ کر، اور گوشت کھا کر کوئی چھوت چھات کا خاتمہ نہیں کر سکتا۔

ذات پات ایک فراڈ ہے۔ اس بات کا خیال دماغ سے نکال دیا جانا چاہیئے کہ برہمن کا مرتبہ ہر دور میں بلند رہا ہے۔ آریاؤں اور برہمنوں نے اپنے ذاتی فائدے کی غرض سے اس نظام کو رائج کیا ہے۔

آدمی اور جانور کے درمیان یہ فرق ہے کہ آدمی سوچ سکتا ہے۔ جانور کبھی کبھی لالچی انسان سے بہتر ثابت ہوتا ہے مذہب تجارت نہیں ہے۔ ڈاڑھی بنانے والے کو بنام مذہب کی طرف سے نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح سے کپڑے دھونے والے کو مذہب کی طرف سے دھوبی نہیں کہا جاتا۔ جوتا بنانے والے کو دھرم کی طرف سے موچی نہیں کہا جا سکتا۔ مذہب کے نام پر دوسروں کا استحصال کرنا خود غرضی ہے۔

رعایا کے تحفظ اور آرام کی غرض سے ٹیکس بڑھانا حکومت کا فرض ہے نہ کہ دھرم کا۔ ماں باپ ہماری نشو و نما کرتے ہیں۔ اور ہمیں تعلیم دلاتے ہیں جبکہ ہم کچھ نہ کرنے کے قابل ہوتے ہیں اور یہ ہمارا فرض ہے کہ جب وہ ضعیف ہو جائیں تو ہمیں ان کا خیال رکھنا چاہیئے۔

خدا نے انسان کو اعلیٰ اخلاقی قدریں عطا فرمائی ہیں۔ لیکن انسان امن و بھائی چارگی کے ساتھ نہیں رہ رہا ہے عوام اپنی ماؤں، بھائیوں اور اپنی بہنوں کو بھول گئے ہیں۔ وہ اپنی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں اور بہوؤں کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کرتے اور ان کی حق تلفی کرتے ہیں۔ ہمیں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت، اخوت، پاکیزگی کے جذبات کے ساتھ سلوک کرنا چاہیئے۔

جوتی راؤ کے مطابق دنیا میں تقدیر کچھ بھی نہیں ہے جب انسان تعلیم، تجارت اور جنگ کے میدان میں ناکام ہو جاتا ہے۔ تو وہ اس کا ذمہ دار تقدیر کو ٹھہراتا ہے۔ یہ غلط ہے۔

یہ ہیں وہ تعلیمات جو جوتی با پھلے نے ایک صدی قبل عوام کو دی تھیں۔ یہ تعلیمات بھارت کے اولین سماجی مصلح کی عظمت کی غماز ہیں۔ !!

●●

مراسلت و ترسیلِ زر کا پتہ:

ڈائرکٹر جنرل،

ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز،

گورنمنٹ آف مہاراشٹر۔

منترالیہ، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۳۲

بچّے آپ سے کیا چاہتے ہیں؟

* ڈائرکٹر ایجوکیشن، حکومت گوا، دمن، دیو

بچّے آپ سے قیمتی تحفے کے طلبگار نہیں، انھیں ضرورت ہے آپ کی محبّت و شفقت کی۔ اکثر ماں باپ اور اساتذہ یہ قطعی نہیں جانتے کہ اظہارِ محبت و شفقت اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ بھوک مٹانے کے لئے غذا۔ نتیجہ میں وہ بچوں کے تئیں زندگی بھر گہری شفقت کے بجائے غیر ضروری تحفے پیش کرتے رہتے ہیں۔ والدین اور اساتذہ کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ بچّوں کے دوست بنیں نہ کہ ان کے آقا۔

ہم میں سے اکثر و بیشتر اس درد بھری زندگی سے واقف ہوں گے، جس میں انھیں محبت و شفقت سے محروم رہنا پڑتا ہے۔ ہم خود ہمیشہ اپنے ملنے جُلنے والوں سے عزّت، ہمدردی، اور رحمدلی کی توقع رکھتے ہیں۔ یہی حال بچوں کا بھی ہے۔ بچّے اپنی زندگی کے ہر لمحے ایسی ہی توجہ اور محبّت کے خواہشمند رہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہم بھی ان کے دکھ درد کو سمجھیں اور ان کی خوشیوں میں شریک ہوں۔ ایسا صرف دوستانہ رویہ اختیار کئے جانے سے ہی ممکن ہوسکتا ہے۔

بچّوں اور بڑوں کے بیچ لطیف اندازِ بیان اور عمل ہی ایک دوسرے کو قریب لاتا ہے بچّوں کے ساتھ گذارا ہُوا ہنسی خوشی کا ایک ایک پل، ہر دن کو محبّت کے سُنہرے دھاگے میں پروتا ہے۔ والدین اور اساتذہ کو چاہئے کہ وہ بچوں کے تئیں سمجھداری، محبّت اور ہمت افزائی کا رویّہ اپنانا سیکھیں۔

بچّہ آپ میں اپنا ہمراز دوست تلاش کرتا ہے، جسے اس کی فکر ہو، جس کے پاس بچّہ اپنے دل کا تمام بوجھ ہلکا کرسکے، جو ہمیشہ اس کے دُکھ درد میں شریک رہے۔

والدین اور اساتذہ اگر ایسا رویہ اختیار کریں تو بچّے کی دنیا یکسر بدل سکتی ہے۔ وہ اپنے اطراف کی دنیا کو ایسی نظر سے دیکھنے لگے گا جس میں اُسے زندگی گذارنے میں خوشی محسوس ہوگی۔

[انڈین ایجوکیشن کمیشن "کلاس روم ہندوستان کے مُستقبل کا کارخانہ ہے"]

مہاتما پھلے ترقیاتی کارپوریشن برائے پسماندہ طبقات

اغراض و مقاصد

کمزور طبقات جنھیں دوسرے لفظوں میں پچھڑے ہوئے طبقات کہا جاتا ہے، ملک و ریاست میں بدحال زندگی گذارتے رہے ہیں اور سماج کے دوسرے طبقات کو حاصل ترقیاتی سہولتوں اور ذرائع سے محروم رہے ہیں۔ اپنے بھائیوں سے نابرابری کا سلوک ہمارے سماجی رسم و رواج اور اونچ نیچ کے فرق کا نتیجہ ہے۔ اس کی تفصیل میں نہ جاتے ہوئے یہ ماننا ہوگا کہ نسل در نسل سے سماجی نابرابری کا شکار طبقات کے ساتھ انصاف کرنے کی ذمہ داری اس آزاد ملک میں سماج اور حکومت دونوں پر برابر عائد ہوتی ہے۔ اپنا قومی فرض سمجھتے ہوئے حکومت نے اپنی ذمہ داری کو نبھانے کی سمت خاطر خواہ توجہ دی ہے۔ لیکن ترقیاتی اقدامات کے ذریعہ ان طبقات میں سالوں سے قائم پسماندگی دور کرنے میں ابھی کافی وقت لگے گا۔ تعلیم اور عوام میں شعور پیدا کرکے ان کے دماغ سے اونچ نیچ اور چھوت اچھوت جیسے غلط انداز فکر کو دور کیا جا سکتا ہے۔ پسماندہ طبقات کی ترقی کے لئے بھی تعلیم، معیشت اور دیگر سطحوں پر اقدامات ضروری ہیں۔

مہاراشٹر میں ایسی کوششیں بھی کی گئیں۔ ان کوششوں میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی غرض سے اور ان میں سرعت پیدا کرنے کے لئے ریاستی حکومت نے پسماندہ طبقات کی ترقیات کی خاطر ایک خود مختار کارپوریشن قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔

نیا دور: اس کارپوریشن کے قیام سے مہاراشٹر کی سماجی صورت حال کو بدلنے کا ایک نیا دور شروع ہوا ہے۔ دلت اور کمزور طبقات مثلاً درج فہرست اقوام و قبائل، نو بدھسٹ، ویمکت جاتی اور خانہ بدوشوں کی فلاح و بہبود کی تحریک کے علمبردار مہاتما جیوتی با پھلے کے نام سے اس کارپوریشن کو منسوب کرکے حکومت نے اس عظیم سماجی اصلاح پسند رہنما کو نہ صرف خراج تحسین پیش کیا بلکہ کارپوریشن کے لئے یہ لازم کر دیا کہ وہ مہاتما کی زندگی پیش نظر رکھے۔



مہاتما پھلے ترقیاتی کارپوریشن برائے پسماندہ طبقات کے پاس فی الحال موجود سرمایہ ۵۰،۲ کروڑ روپیہ ہے۔ اس کارپوریشن کا دائرہ عمل بہت وسیع ہے۔ جس میں پسماندہ طبقات کے کسانوں کو بیجوں اور کھاد کی فراہمی، ان طبقات کے نوجوانوں کو روزگار اور چھوٹے کاروبار کی فراہمی شامل ہے۔ مختصر یہ کہ ان افراد کی خود کفیلی کیلئے حکومت ہر ممکن کوشش کرنا چاہتی ہے۔ مہاراشٹر کے وہ تمام افراد جو "پسماندہ" درجہ میں شمار کئے جاتے ہیں، اس کارپوریشن سے فیضیاب ہوں گے۔

ان طبقات کی فلاح و بہبود کے وہ تمام پروگرام جو ریاست میں نافذ ہیں۔ ان میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے بھی کارپوریشن اقدامات کریگی۔ بہر حال اس کارپوریشن کے قیام سے پسماندہ طبقات کی فلاح و بہبود کا ایک نیا دور شروع ہوگیا ہے۔

مذکورہ ترقیاتی کارپوریشن برائے پسماندہ طبقات چونکہ عوام کی فلاح و بہبود کے لئے قائم کیا گیا ہے اس لئے عوام کو چاہیئے کہ وہ خود آگے آئیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اس کارپوریشن کے اقدامات سے یہ ضرور ہے کہ لوگوں کو ترقی کے مواقع حاصل ہوں گے لیکن اس کے ساتھ ہی خود ان پر بھی ایک بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور وہ یہ کہ اس کارپوریشن سے حاصل ہونے والی امداد کے لئے دیانتداری کے ساتھ اپنے مستحق ہونے کا ثبوت پیش کریں اور دوسروں کے حقوق کا خیال رکھیں۔

یہ بات سامنے آئی ہے کہ حکومت کی جانب سے پسماندہ طبقات کو دی

ذمہ راج

جانے والی امداد سے اکثر لوگ محروم رہ گئے۔ پسماندہ طبقات کے طلبہ کے لئے محفوظ ہوسٹل کے بارے میں کئی شکایات موصول ہوئی ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ تمام شکایات صحیح نہ ہوں لیکن بہرحال خود پسماندہ طبقات کے افراد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ مالی امداد، روزگار اور دیگر سہولیات کے لئے اپنے مستحق ہونے کا مناسب ثبوت پیش کریں۔

بیساکھیوں کی ضرورت نہیں:

سماجی یا مالی طور پر پسماندہ طبقات شاید پیچھے رہ جائیں۔ لیکن محنت ومشقت، ایمانداری، لگن اور صبر وتحمل جیسے معاملوں میں وہ دوسروں سے پیچھے نہیں رہ سکتے۔ کسی بچہ کو چلنا سکھانے کے لئے ہم اسے کھلونا گاڑی دیتے ہیں۔ لیکن جب تک بچہ خود چلنے کی کوشش نہ کرے، چاہے گاڑی اس کے ہاتھ سے چھوٹ جائے، اس وقت تک وہ چند قدم بھی نہ چل سکے گا۔ بالکل یہی حالت سرکاری امداد کے استعمال کی ہے۔ کوئی بھی شخص سرکاری امداد کا استعمال بیساکھیوں کی طرح کرے تو یہ ممکن نہیں کہ وہ اس کے سہارے ترقی کے راستے پر ایک قدم بھی چل سکے۔

اسی طرح پسماندہ طبقہ کے نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی حالتِ زندگی کو بہتر بنانے کے لئے خود محنت و دیانتداری سے جدوجہد کریں۔ صرف یہی جذبہ ان میں اعتماد پیدا کرسکتا ہے۔ کارپوریشن کے دفتروں کے سامنے نوکریوں کے لئے قطار لگانے سے بہتر ہے کہ وہ کارپوریشن سے مالی امداد حاصل کرکے کوئی چھوٹا سا کاروبار یا کوئی زراعتی پیشہ اپناتے ہوئے، خود روزگار کا موقع حاصل کریں۔ کارپوریشن بھی بجائے دفتر روزگار بننے کے، ترقیات کا ذریعہ بنیں جس کے نتیجہ میں تجارتی رجحان پیدا ہوگا اور نئے تجارتی ذرائع قائم ہوسکیں گے۔

اگر پسماندہ طبقہ کے نوجوانوں کے پاس خود۔ روزگار کے لئے کوئی نئی بات یا اسکیم ہے تو کارپوریشن کے سامنے پیش کریں۔ انفرادی فائدہ کی اسکیم کے ساتھ کارپوریشن بھی پورے طبقہ کے لئے فائدہ مند اسکیمات کو عمل میں لائے گی۔ ان اسکیمات کو عمل میں لاتے ہوئے پسماندہ طبقات کو چاہیئے کہ وہ [illegible] دیانتداری کے ساتھ کام کریں اور اپنے کام کا معیار بلند رکھیں۔

اچھا نظام:

تعلیمی، امداد باہمی یا رہائشی اداروں کے قیام کے بعد اس بات کا خاص دھیان رکھنا چاہیئے کہ ان اداروں کا انتظام خرابیوں سے پاک ہو۔ ذمہ دار افراد کو چاہیئے کہ وہ ایسے کاموں میں صرف اپنے اردگرد کے لوگوں کا مفاد سامنے نہ رکھیں بلکہ پورے سماج کے فائدے کا خیال رکھیں۔ پسماندہ طبقے کے اداروں کا انتظام اگر اچھا ہو تو یہ ان کی دیانتداری کا ثبوت ہوگا۔ چونکہ پسماندہ طبقہ میں مقابلوں کا امکان ہے، لہٰذا ایسی باتوں کا پایا جانا غیر قدرتی نہیں ہے۔ لیکن ان مقابلوں میں صرف قابل اور مستحق ہونے کے دلائل پر ہی نظر رکھی جانی چاہیئے ورنہ اندیشہ ہے کہ عوام کا اعتماد قائم نہ رہے۔ حکومت نے کارپوریشن قائم کرنے کا اپنا فرض نبھا دیا۔ اب مذکورہ افراد پر منحصر ہے کہ وہ اس سے فیضیاب ہونے کی خاطر اپنے مستحق ہونے کا خاطر خواہ یقین دلائیں۔

مہاراشٹر میں واقع شکر کی صنعت کے امداد باہمی ادارے مذکورہ ترقیاتی کارپوریشن کے کاموں میں تعاون کرسکتے ہیں کیوں کہ ان اداروں کو کام کا تجربہ نیز مالی انتظام کی سوجھ بوجھ اور تکنیکی مہارت حاصل ہے۔ یہ ادارے اپنی مہارت اور تجربے کو پسماندہ طبقہ کی امداد باہمی اداروں کے نظام میں بہتری پیدا کرنے کے لئے کام میں لاسکتے ہیں۔ شکر کی صنعت کے امداد باہمی ادارے اگر چاہیں تو اپنے علاقوں میں واقع پسماندہ طبقہ کے اداروں کو اپنے زیرنگرانی لے سکتے ہیں۔ اسی طرح نجی کمپنیاں اور صنعتیں بھی اس کام میں مدد کرسکتی ہیں۔

پسماندہ طبقات کی بہتری پورے سماج کی بہتری ہے۔ ایک آزاد ترقیاتی کارپوریشن برائے پسماندہ طبقات قائم کرکے ریاستی حکومت نے اپنے ترقی پسند ہونے کا ثبوت دیا ہے۔

آیئے ہم اپنا کردار اور ذمہ داری سچائی اور فرض کے جذبہ سے نبھائیں۔

قارئین کیلئے ضروری اعلان

ہماری یہ کوشش ہے کہ اپنے قارئین کو مختلف سرکاری پالیسیوں اور سرگرمیوں سے پوری طرح باخبر رکھیں۔ تاہم قارئین کو اس میں کچھ نہ کچھ کمی کا احساس ہوسکتا ہے۔ لہٰذا آپ کی دلچسپی اور معلومات میں مزید اضافے کے خیال سے "قارئین کی رائے" کا خصوصی صفحہ شائع کیا جاتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس تبادلۂ خیال سے آپ اور بھی فائدہ پہنچے گا۔ انفرادی شکایتوں کی اشاعت تو مشکل ہے، البتہ سرکاری پالیسیوں، پروگراموں اور سرگرمیوں سے متعلق آپ کے خطوط، سوالات اور شبہات بخوشی قبول کئے جائیں گے۔

پتہ نوٹ فرمالیں:

ایڈیٹر "قومی راج"، نیو ایڈمنسٹریٹو بلڈنگ، پندرہواں منزلہ، مقابل منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲



چھوٹا سا گلزار

٭ یونس عابدی ۸۱/۱ قلی بازار کانپور (یو۔پی)

آنگن میں اپنے چھوٹا سا گلزار چاہیئے
اب صرف دو ہی بچوں کا پریوار چاہیئے

چھوٹی سی تنخواہ میں سُکھ جو بڑا سا پائیں !
راحت سے خوب کھائیں پئیں موج بھی اڑائیں
بنئے سے ہم کو قرض نہ زنہار چاہیئے
اب صرف دو ہی بچوں کا پریوار چاہیئے

بچوں کی دوڑ دھوپ میں ہم آگے کیوں بڑھیں
پیدائشوں کو بچوں کی سرکل ہی میں رکھیں !
گھر میں نہ اپنے بچوں کا بازار چاہیئے !
اب صرف دو ہی بچوں کا پریوار چاہیئے

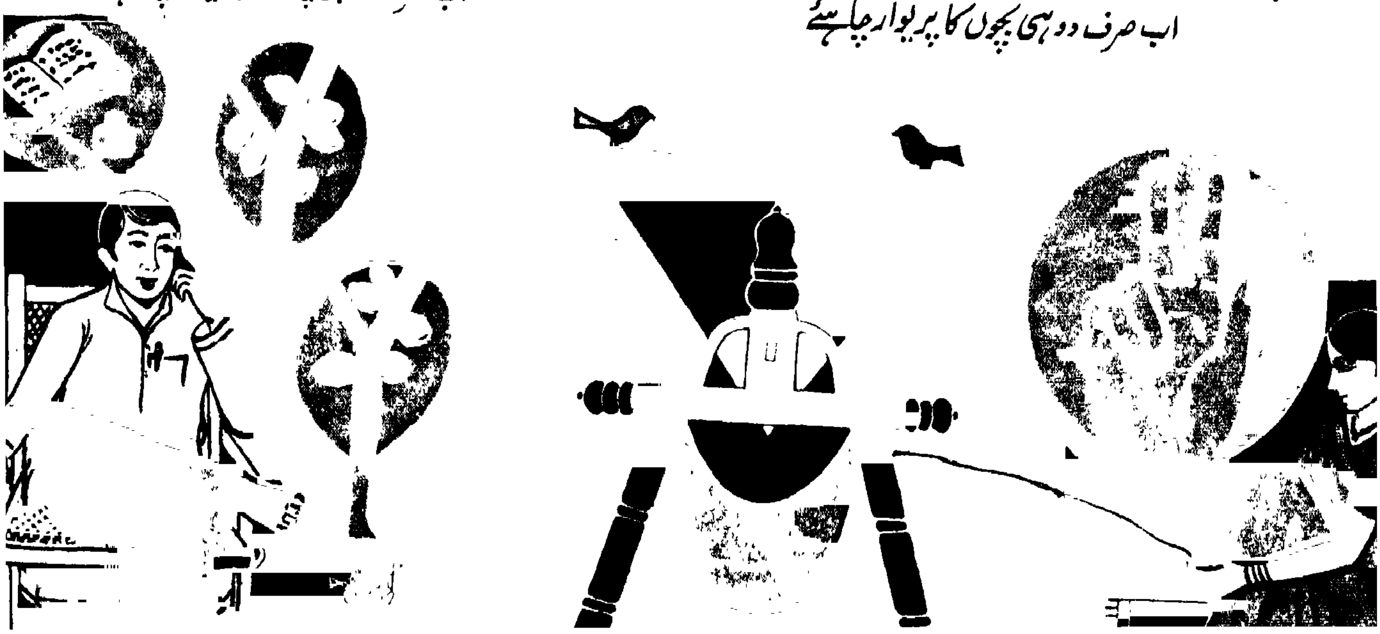
راحت کے طالبوں کی ہو اولاد مختصر
بنسی بجے گی چین کی پھر تو نگر نگر
شوہر کے ساتھ بیوی کا اقرار چاہیئے
اب صرف دو ہی بچوں کا پریوار چاہیئے

واجب ہے ہم پہ بچے سب آرام سے پلیں
سانچے میں نیکیوں کے یہ بچے سبھی ڈھلیں
تعلیم کا اِک اچھا سا معیار چاہیئے ! !
اب صرف دو ہی بچوں کا پریوار چاہیئے

ہر دل کی آرزو ہے کہ اولاد ہو حسیں !
لڑکا ہو آفتاب تو لڑکی ہو مہ جبیں !
شکلیں نہ روتی دھوتی نہ بیمار چاہیئے !
اب صرف دو ہی بچوں کا پریوار چاہیئے

بیروزگاریوں کی بات ہو یا بُھک مری کی بات
سوچیں کہ ڈوب جائے نہ یہ کشتیٔ حیات !
روٹی کے واسطے کوئی بیوپار چاہیئے !
اب صرف دو ہی بچوں کا پریوار چاہیئے

بچوں کی فوج دے گی نہ فرصت کسی گھڑی
پتنی سے بات کر نہ سکے گا کوئی پتی
پتنی کو بھی پتی کا فقط پیار چاہیئے
آنگن میں اپنے چھوٹا سا گلزار چاہیئے
اب صرف دو ہی بچوں کا پریوار چاہیئے



پسماندہ طبقات کا خوش آئند مستقبل

مہاتما پھلے

ترقیاتی کارپوریشن برائے پسماندہ طبقات کی قابلِ قدر سرگرمیاں

ہمارے سماج میں طبقۂ بالا کی بہ نسبت پسماندہ طبقات کے ساتھ نسلوں سے سماجی بے انصافی ہوتی رہی ہے، وہ ترقیات کے مواقع سے بھی محروم رہے ہیں ملک آزاد ہونے کے بعد ان طبقات کی فلاح و بہبودی ہمارے سماج اور ہماری حکومت کے سر آئی ہے۔ انھیں سماجی انصاف دِلانا اور ترقیات کے مواقع فراہم کرنا حکومت نے اپنا اولین فرض سمجھا ہے اور اسی غرض سے حکومت نے مہاراشٹر میں ۱۰ر جولائی ۱۹۷۸ء کو 'مہاتما پھلے ترقیاتی کارپوریشن برائے پسماندہ طبقات' قائم کیا۔

اس کارپوریشن کا قیام سماج کی تعمیرِ نو کی طرف ایک نیا قدم ہے۔ اس کارپوریشن کو مہاتما جیوتی با پھلے جیسی نامور ہستی کے نام سے منسوب کیا گیا ہے جن کی دلِت اور فراموش کردہ طبقات کی فلاح و بہبودی کے لئے جد و جہد سے ہر کوئی واقف ہے۔ یہ کارپوریشن حکومتِ مہاراشٹر نے کمپنی ایکٹ ۱۹۵۶ء کے تحت قائم کی ہے۔ کارپوریشن کا سرمایہ خاص ۵،۲ کروڑ روپے ہے جس میں ریاستی حکومت اور حکومتِ ہند کا حصۂ تناسب ۴۹ : ۵۱ ہے۔ ریاستی حکومت کے تسلیم کردہ پسماندہ طبقات' جن میں مندرج جاتیاں، نو بدھ، مندرج قبائل، و بمکت جاتی اور خانہ بدوش قبائل شامل ہیں' کی معاشی بہتری کے لئے یہ کارپوریشن مختلف اسکیمات اور پروگرام ترتیب دیتی ہے۔

ان اسکیمات پر عمل آوری کے لئے کارپوریشن کے تحت ریاست میں علاقائی اور ضلع سطح پر دفاتر قائم کئے گئے ہیں۔ کارپوریشن کے قیام کا خاص مقصد ایسے اداروں کے ساتھ جو پسماندہ طبقات کی بہتری کا کوئی منصوبہ رکھتے ہیں' رابطہ قائم کرنا اور مالی و دیگر اعانت کے ذریعہ ان کے منصوبوں کو عمل میں لانے کے لئے تعاون کرنا ہے۔

کارپوریشن کے کام : کارپوریشن کے خاص کاموں میں ضرورتمندوں کو نفع بخش کاروبار میں تعاون کرنا اور ان کی رہنمائی کرنا ہے کارپوریشن ان ضرورتمندوں کے لئے اسکیمات مرتب کرتی ہے، درخواست مع اسناد کے بنکوں کو پیش کرتی ہے اور ان کی منظوری کے لئے کوشش کرتی ہے۔ جن معاملات میں بنک قرض منظور کرتی ہے' انھیں کچھ رقم مہیا کرتی ہے۔ منظوری سے پہلے بھی درپیش مشکلات رفع کرنے کی کارپوریشن کوشش کرتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں بنک اور اُمیدواروں کے درمیان کسی بھی معاملے میں کارپوریشن ایک رابطہ کا کام انجام دیتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ غیر بنک اور نان۔ کمانڈ علاقوں میں سودی امداد نیز ڈی۔ آر۔ آئی۔ اسکیم پر عملدرآمد میں تعاون پیش کرتی ہے۔

گذشتہ کام:

جون ۱۹۷۹ء سے جون ۱۹۸۰ء تک کارپوریشن کے ذریعہ ۶۳۵۰ اشخاص کو خود۔ روزگار کے سلسلہ میں مالی اداروں سے قرض مہیا کیا گیا۔

اس معاملے میں بنک سے ۴۳،۱۹۲ لاکھ روپیہ تقسیم کیا گیا۔ ان میں سے چند معاملات میں کارپوریشن نے ۴،۵۶ لاکھ روپیہ تقسیم کیا۔ بنکوں اور کارپوریشن کی جانب سے یہ امداد، دودھ ڈیری، مویشی پرورش، مرغی خانہ، بیل گاڑیاں، ٹریکٹر، گوبر گیس پلانٹ، جھاڑو بنانے، اینٹیں بنانا، بیکری، چٹائی اور بانس کی مصنوعات، چھاپہ خانے، رسّی بنانا، کھادی، آٹا ملیں، جوتا بنانے، کاربینٹری، ٹرک، ٹیکسی، ٹیمپو، آٹو رکشا، لاؤڈ اسپیکر، بینڈ پارٹی، ٹیلرنگ کپڑے کی دکان، جنرل اور کرانہ اسٹورس وغیرہ جیسے کاموں کے لئے تقسیم کی گئی۔

گذشتہ سات مہینوں میں کارپوریشن نے بنکوں کے ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے ۲۵،۲ کروڑ روپیہ استعمال میں لایا۔

کارپوریشن نے پسماندہ طبقات میں کاروباری ذہن کے اشخاص کے فائدے کے لئے متعدد اسکیمات مرتب کی ہیں۔ جس میں محدود مالی امداد اسکیم زیادہ اہم ہے۔

محدود مالی امداد اسکیم :

کئی بار باہمت تاجروں کی تجاویز محدود رقم کی غیر دستیابی کی وجہ سے بینکوں میں ملتوی کر دی جاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ پروجیکٹ کی کل لاگت پر ۷۵ سے ۸۰ فیصد بینک قرض مہیا کرتی ہے اور باقی ماندہ رقم کا انتظام امیدوار کو کرنا ہوتا ہے لیکن کئی بار اس رقم کی فراہمی میں امیدوار ناکام ہو جاتے ہیں، اس لئے پسماندہ طبقات میں کاروبار کرنے کے خواہش مند افراد کو کارپوریشن یہ محدود رقم فراہم کرتی ہے۔

شروع میں کارپوریشن پروجیکٹ کی کل لاگت پر دس فیصد رقم مہیا کرتی تھی لیکن پسماندہ طبقات کی مشکلات کو دیکھتے ہوئے ایک لاکھ روپے سرمایہ کی رقم تک ۲۰ فیصد محدود رقم فراہم کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ ایک لاکھ روپے سے زیادہ پر دس فیصد ہی محدود رقم دی جائے گی۔ محدود رقم بینک سے قرض کی منظوری کے بعد ہی ادا کی جاتی ہے۔ یہ رقم قرض خواہ کے کھاتے میں جمع کر دی جاتی ہے۔ اس رقم پر کارپوریشن ۴ فیصد سود لیتی ہے۔ پہلے قرض کی رقم ادا ہونے کے بعد کارپوریشن کی رقم ادا کرنی ہوتی ہے اور یہ اُن سے اقساط میں واپس لی جاتی ہے جو قرض خواہ اپنے متعلقہ ادارہ کو قرض واپس کرنے میں حاصل کر چکا ہوتا ہے۔

سُودی امداد :

امیدوار کے فائدے کے لئے کارپوریشن سودی امداد بھی دیتی ہے۔ اس اسکیم کے تحت امیدواروں کو ایک مقررہ شرح سُود، قرض پر ادا کرنا ہوتا ہے اور اگر شرح میں اضافہ ہو تو یہ اضافہ کارپوریشن برداشت کرتی ہے۔ مثال کے طور پر ۲۵،۰۰۰ روپے تک قرض پر ۴ فیصد سُود ادا کرنا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ زائد سُود کی رقم کارپوریشن ادا کرتی ہے۔ اس طرح ایک لاکھ روپے تک ۹ فیصد سُود، خود امیدوار اور اس سے زیادہ سُود کارپوریشن ادا کرتی ہے۔ ضروری بات یہ ہے کہ سُودی امداد، تاخیر سے قسط کی ادائیگی کی بنا پر بینک کے جرمانے کی رقم پر نہیں دی جاتی۔ بینک کا کل سُود ادا کرنے کے بعد کارپوریشن سے سُودی امداد کے لئے امیدوار رجوع ہو سکتا ہے۔

چیسیز کی تقسیم :

ٹرک ٹرانسپورٹ، بے شک ایک نفع بخش کاروبار ہے لیکن کمپنی سے چیسیز حاصل کرنے کے لئے کافی انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے کارپوریشن نے میسرز ٹیلکو (TELCO) سے چیسیز سپلائی کرنے کا انتظام کیا ہے۔

ڈی۔آر۔آئی فنڈ :

کارپوریشن ریاست کے چار بڑے بنکوں سے سرکاری ضمانت پر ۷۵،۶ کروڑ روپے حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ یہ رقم غیر بنک اور زنان۔ کمانڈ علاقوں میں پانچ سال تک استعمال میں لائی جائیگی۔ اس سلسلہ میں ایک اسکیم کے تحت شہری علاقوں میں کمزور طبقات کے ایسے افراد جن کی سالانہ آمدنی ۲،۰۰۰ روپیہ سے زیادہ نہیں اور دیہی علاقوں کے افراد جن کی سالانہ آمدنی ۲،۴۰۰ روپے سے زیادہ نہیں، انھیں قرض فراہم کیا جائے گا۔ معین کردہ سرمایہ کی رقم ۵ ہزار روپے اور زیر استعمال سرمایہ کی رقم ۱،۵۰۰ روپے مقرر ہے۔ اس اسکیم کے تحت ۴ فیصد سود لیا جاتا ہے۔ فنڈ میں اضافے کے لئے بھی متعلقہ بنکوں کے ساتھ ضروری کارروائی کی جارہی ہے۔

تعلیم یافتہ بیروزگاروں کے لئے کارپوریشن تربیت کا انتظام کرتی ہے جنھیں تربیت حاصل ہونے کے بعد سرکاری اور نیم سرکاری اسامیوں میں جو مناسب امیدوار نہ ملنے کے باعث خالی رہتی ہیں، ملازمت دی جاتی ہے۔ ۷۹-۱۹۷۸ء میں اسی طرح کی ایک تربیتی کلاس چلائی گئی اور دوسری ۸۰-۱۹۷۹ء میں چلائی گئی۔

کامیابی کی کہانی

شری رمیش ماسوجی پگارے

شری رمیش ماسوجی پگارے، ساکن گوریگاؤں، کچھ عرصہ پہلے ایک بیروزگار نوجوان تھا۔ آٹھ افراد پر مشتمل اس کے خاندان کی بڑی مشکل سے گذر بسر ہوتی تھی رمیش لاؤڈ اسپیکر اور پنڈال کی سجاوٹ کا کام جانتا تھا وہ اپنا خود کا کاروبار شروع کرنے کے لئے کارپوریشن سے رجوع ہوا کارپوریشن نے گوریگاؤں کی مہاراشٹر بنک سے اُسے ۳،۱۱۵ روپیہ بطور قرض دلوایا۔ اس کے علاوہ اپنی جانب سے ۸۳۰ روپے محدود رقم بھی فراہم کی۔ آج رمیش خود اپنا لاؤڈ اسپیکر اور پنڈال کی سجاوٹ کا دھندا کرتا ہے۔ اب وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اس ترقی کے لئے وہ ہمیشہ کارپوریشن کو یاد کرتا ہے۔

شری چرنداس بھیکو کامبلے

شری چرنداس بھیکو کامبلے نے ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کامیاب کرنے کے بعد پورے ساز و سامان سے آراستہ اپنا خود کا دواخانہ جاری کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن اس کے پاس مالی ذرائع نہ تھے۔ کارپوریشن نے اس کی یہ مشکل حل کردی اور تعلیمیافتہ بیروزگاروں کو قرض کی منظوری کی ایک اسکیم کے تحت یونائیٹڈ کمرشیل بنک سے ۲۵،۰۰۰ روپیہ دلوایا۔ اس رقم سے ڈاکٹر کامبلے نے بی۔ ڈی۔ ڈی چال، ورلی میں اپنا دواخانہ شروع کیا۔ وہ ہمیشہ کارپوریشن کا شکریہ ادا کرتا ہے جس کی کوششوں سے اس کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوا۔

شری پرکاش گوپال متواندکر

۲۷ سالہ نوجوان شری پرکاش گوپال متواندکر نے، بی اے پارٹ I تک تعلیم حاصل کی۔ چھ سال تک ملازمت بھی کی۔ لیکن وہ اپنا ذاتی کاروبار چاہتا تھا۔ اسے کارڈ کی چھپائی کے کام کی پوری جانکاری تھی یہ کاروبار شروع کرنے کیلئے اس نے کارپوریشن سے مالی امداد طلب کی۔ کارپوریشن نے ۷۶۵ روپے محدود رقم کے علاوہ اسٹیٹ بنک کے ذریعہ ۲۵۰۰ روپے بطور قرض اُسے دلوائے۔ پرکاش نے گوریگاؤں ہی میں یہ کاروبار شروع کیا ہے اور اس کے خاندان کے چار فرد بھی اس کی مدد کرتے ہیں۔ وہ اب مطمئن ہے کہ کارپوریشن کی مدد سے وہ ایک صحیح راہ پر گامزن ہے۔

شری شام راؤ جادھو

۱۱ سالہ شام راؤ جادھو کے خاندان میں کوئی کماؤ شخص نہ ہونے کی وجہ سے اُسے سخت محنت مزدوری کا پیشہ اختیار کرنا پڑا۔ غربت کی وجہ سے وہ اسکول بھی نہ جاسکا۔ کارپوریشن سے اس نے مدد مانگی اور برتن بیچنے کا دھندا شروع کرنے کے لئے قرض کا مطالبہ کیا۔ اسٹیٹ بنک کی سانتا کروز شاخ نے کارپوریشن کی ایما پر ۵۰۰ روپے کا قرض دینا منظور کیا۔ آج جادھو برتن فروخت کرتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس کاروبار میں اُسے اپنے پیشتر پیشے سے زیادہ منافع حاصل ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے آپ کو کارپوریشن کا ممنون سمجھتا ہے۔

بنک سہولت :

یاد رہے کہ کارپوریشن کوئی مالی ادارہ نہیں بلکہ یہ ایک ترقیاتی ادارہ ہے. دراصل اس کارپوریشن کا خاص مقصد پسماندہ طبقات کی معاشی بہتری میں معاون اسکیمات کے عملدرآمد میں حائل مشکلات دور کرنا ہے تاکہ معاشی ترقی کے اقدامات سُرعت سے انجام پاسکیں.

اس کارپوریشن نے پسماندہ طبقات کی ایک بڑی مشکل کو حل کیا ہے. وہ مشکل یہ تھی کہ ایسے طبقات قرض حاصل کرنے کیلئے محدود رقم بھی مہیا کرنے کے قابل نہ تھے. اس کے علاوہ یہ کارپوریشن مالی اداروں اور مستفید اشخاص کے درمیان محرک ذریعہ سمجھا جاسکتا ہے. کارپوریشن نے اسمال انڈسٹریز سروس انسٹی ٹیوٹ (S/S/I)، ڈسٹرکٹ انڈسٹریز سینٹر، بنکوں اور دیگر ایجنسیوں کے اشتراک سے کئی اسکیمات مرتب کی ہیں حقیقت یہ ہے کہ مالی ادارے اور بنک بھی کارپوریشن کے مددگار رہیں. اب کارپوریشن خاندانی بہبود پر مبنی ایسے پروگرام مرتب کررہی ہے جس کے ذریعہ پسماندہ طبقات میں بیروزگار اور نیم روزگار افراد کو روزگار کے مواقع حاصل ہوسکیں.

مُشکلات :

کارپوریشن کا مقصد بنک کے متبادل کاروبار کرنا نہیں بلکہ سماج کے کمزور طبقات کو بنک کی سہولتوں سے فیضیاب کرنے میں مدد کرنا ہے. کارپوریشن کے لئے منزل کی راہ ہموار نہیں بلکہ مشکلات سے پُر ہے. چند مشکلات کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے :

بہت زیادہ احتیاط، ضمانت پر اصرار (ڈی.آر.آئی معاملوں میں بھی)، نامناسب اسٹاف کی وجہ سے قرض کی فراہمی میں دشواری اور بازیابی میں بے حد کمی، صرف منتخبہ دیہاتوں میں قرض کی سہولت (کماٹڈا یریا میں واقع کئی دیہاتوں کو اس کا مستحق نہیں سمجھا گیا ہے) اور غریب و پسماندہ طبقات کے افراد کے ساتھ بنکوں کا سلوک، ان مشکلات کو متعلقہ اداروں کے ساتھ وقتاً فوقتاً بات چیت اور سمجھوتہ کے ذریعہ دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے.

ویسے تو کارپوریشن خود ہی اپنے طور سے سماج کے سب سے غریب شخص کی بھی معاشی بہتری کے لئے سماجی نابرابری دور کرنے کے نقطۂ نظر سے کوشش کرتی ہے. لیکن یہ ایک بڑا زبردست کام ہونے کی وجہ سے جلد سے جلد پُورا ہونے کی توقع نہیں کی جاسکتی. یہ کام صرف کارپوریشن کے ذریعہ پورا نہیں ہوسکتا. اس کے لئے مالی اداروں اور خود پسماندہ طبقات کا تعاون بھی نہایت ضروری ہے. پسماندہ طبقات جن کے لئے فائدہ مند اسکیمات مرتب کی گئی ہیں، خود آگے آئیں اور ان اسکیمات سے فائدہ اُٹھائیں تاکہ ان کی معاشی حالت بہتر بن سکے اور ہمارے درمیان سے سماجی نابرابری دور ہو.



یوتھ فورم

'یوتھ فورم'، کا مستقل فیچر، کیریئر کی رہنمائی، مشہور اشخاص اور نوجوانوں کی رہنمائی کرنے والے اداروں کی سرگرمیوں پر مشتمل ہوتا ہے. اس فیچر میں قوم کی سماجی اور معاشی ترقی میں نوجوانوں کے رول پر روشنی ڈالی جاتی ہے. قومی پروگرام میں جیسے جہیز مخالف تحریک، صفائی مہم، چھوت چھات کا خاتمہ اور تعلیم کے فروغ پر لکھے گئے مضامین کو سراہا جاتا ہے.

اپنے مضامین اس پتہ پر مرحمت فرمائیں :
ایڈیٹر "قومی راج" نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ پندرھواں منزلہ،
مقابل منترالیہ، بمبئی ۳۲..۰۰۴

● ایس۔ آر۔ ٹیکیکر

مہاتما پھُلے



ہندوستانی سماج میں جہاں "ذات"، "پیدائش" پر منحصر ہے، درجہ بندی کی مثال زینہ یا سیڑھی سے دی جاسکتی ہے اور پیشہ بھی پیدائش کے مطابق قائم رہتا ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔ کرسچین سماج میں کوئی بھی تربیت حاصل کرکے "پادری" بن سکتا ہے لیکن ہندو سماج میں ایسا نہیں ہے۔ یہاں مبلغ کیلئے برہمن گھرانے میں پیدا ہونا لازمی ہے۔ اس سماجی ناانصافی اور نابرابری کے خلاف مہاتما پھلے نے علم بغاوت بلند کیا اور انھوں نے اپنی ساری زندگی اس سماجی برائی کے خلاف جنگ میں گذار دی۔

زمانہ میں ایک خاص بات یہ ہے کہ یہ اپنے طور سے کسی چیز کی آزمائش کرتا ہے۔ وقت کی بدولت لوگوں کو مقبولیت حاصل ہوتی ہے۔ کچھ لوگ دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی لوگوں کو اسی طرح یاد رہتے ہیں جیسے کہ وہ اس فانی دنیا سے گئے ہی نہ ہوں۔ کچھ لوگوں کی اہمیت ان کے مرنے کے کئی عرصہ بعد محسوس ہوتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ وقت ہی ہے کہ ایسے لوگوں کی مقبولیت کا احساس ایک زمانہ کے بعد پیدا کراتا ہے۔

جیوتی با پھلے (۱۸۲۸-۹۰ء) جنھیں آج ہم مہاتما کے نام سے یاد کرتے ہیں، ایک ایسے عظیم سماجی خدمت گار تھے جن کی عزت و شہرت کی آزمائش میں وقت خود پیچھے رہ گیا۔

آج بمبئی اور پونے کے دو بڑے بازار مہاتما پھلے کے نام سے منسوب ہیں جو کہ اس عظیم شخص کی عظمت کے اعتراف کا ثبوت ہے۔

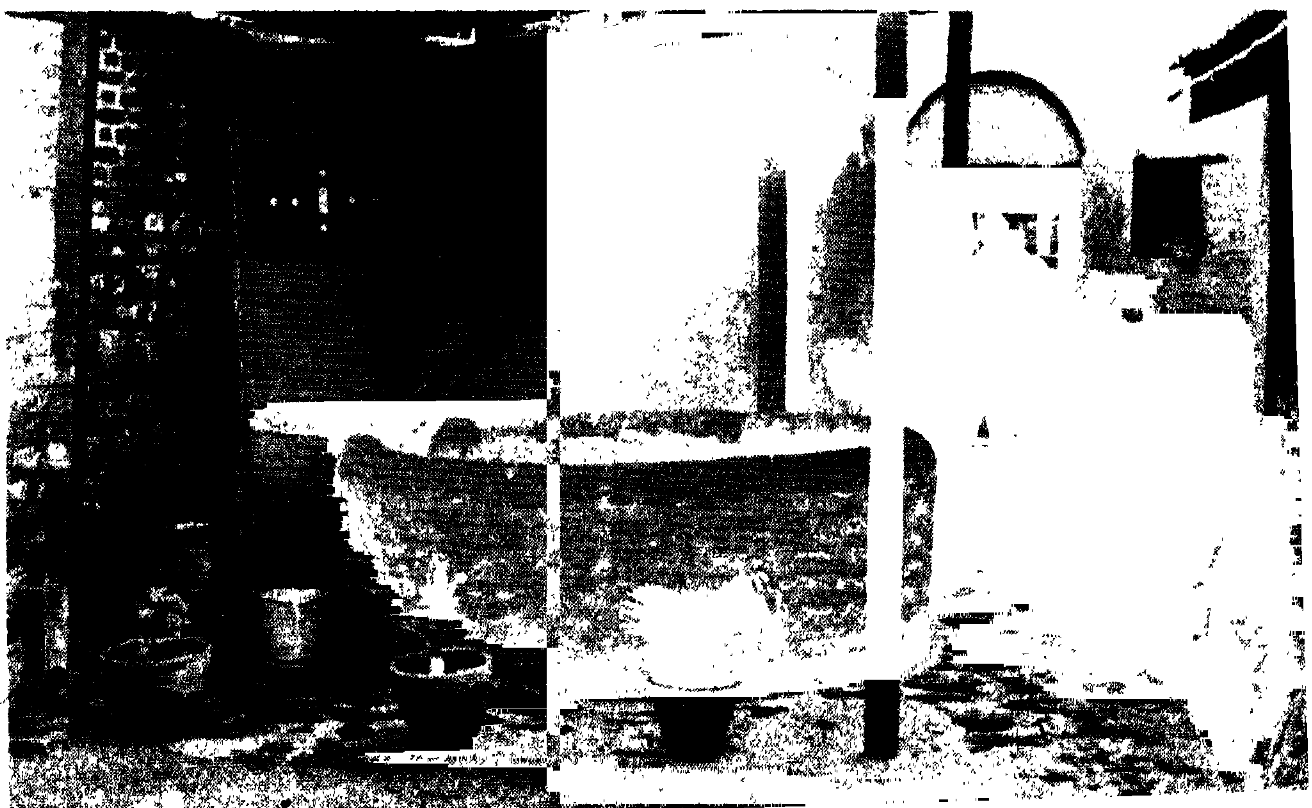
اگر موصوف کے کارناموں کی فہرست تیار کی جائے تو ان کے جذبۂ خدمت کی تعریف کئے بغیر کوئی نہ رہ سکے گا۔ ۲۱ سال کی عمر میں جب مہاتما پھلے کو محسوس ہوا کہ اب ان کی تعلیم مکمل ہو چکی ہے تو انھوں نے پونے میں لڑکیوں کا اسکول جاری کیا۔ تعلیم جیسے معزز پیشہ میں آپ کی شریک حیات نے بھی آپ کا ساتھ دیا۔ لیکن لوگوں نے لڑکیوں کے اسکول کو "غیر سماجی" حرکت تصور کیا اور جب بھی ان کی بیوی اسکول سے آتے جاتے وقت راستے سے گذرتیں تو لوگ ان پر پتھر پھینکتے۔ ۲۷ سال کی عمر میں پھلے جی نے اچھوت لوگوں کیلئے بھی ایک اسکول قائم کیا۔ جب آپ ۳۵ سال کے ہوئے تو آپ نے خطرہ مول لیتے ہوئے کنواری ماؤں کے نوزائیدہ بچوں کے لئے ایک یتیم خانہ بنالیا۔ دوسرے سال سماجی دستور کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ایک بیوہ

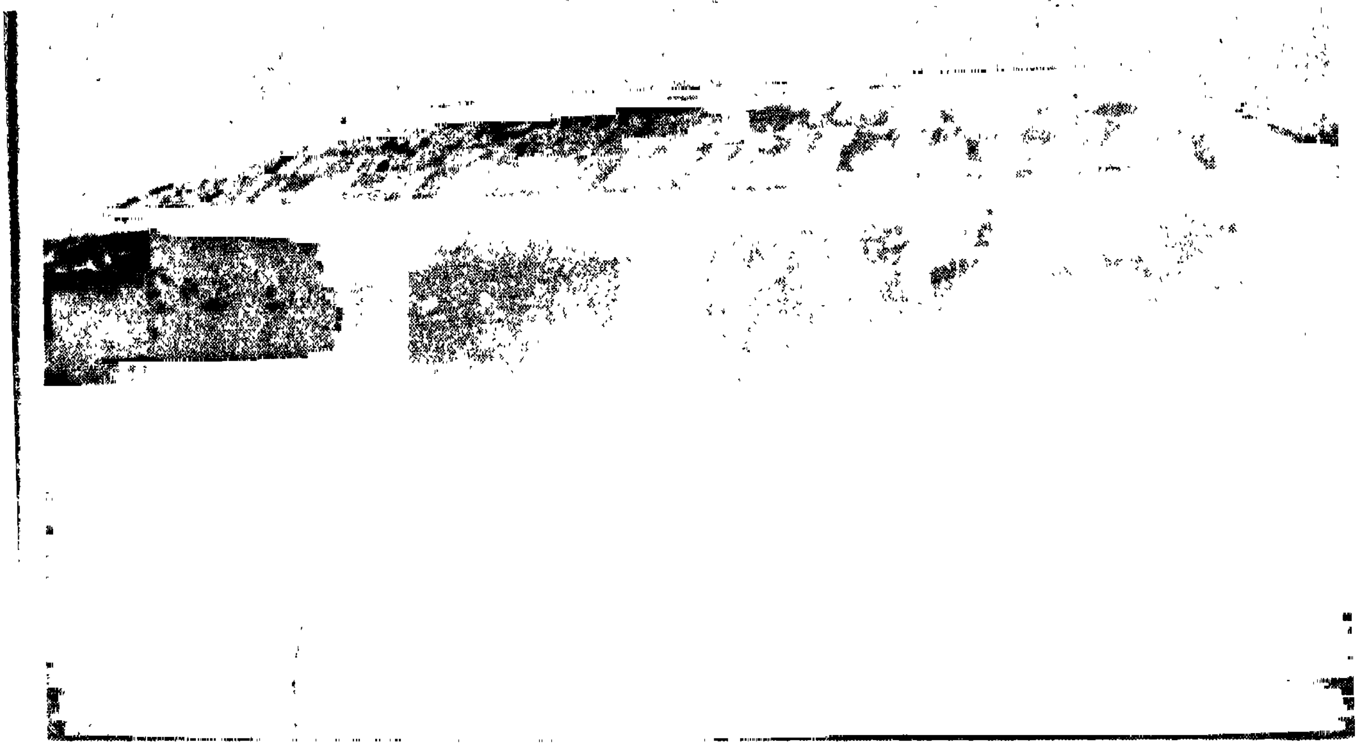
گوکھلے کا نظریہ تھا کہ سماجی زندگی میں روحانیت کو فروغ دیا جائے جبکہ مہاتما پھلے یہ چاہتے تھے کہ سماج میں انسانیت کی روح پھونکی جائے۔ آج اگرچہ مہاتما پھلے کے ماننے والے کئی لوگ ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی سماجی برابری قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ مہاتما پھلے کو آج لوگ پوجتے ہیں لیکن ان کی تعلیمات کی کسی کو پرواہ نہیں۔ آج لوگوں کو مہاتما پھلے کی اس بات کی اہمیت کا احساس ہو رہا ہے کہ ہر دیہات میں کم از کم ایک انصاف پسند شخص کا ہونا ضروری ہے۔ بہرحال سماجی زندگی میں ایک مختصر عرصے میں یکسر تبدیلی نہیں لائی جاسکتی۔



مہاتما جیوتی با پھُلے کا مکان

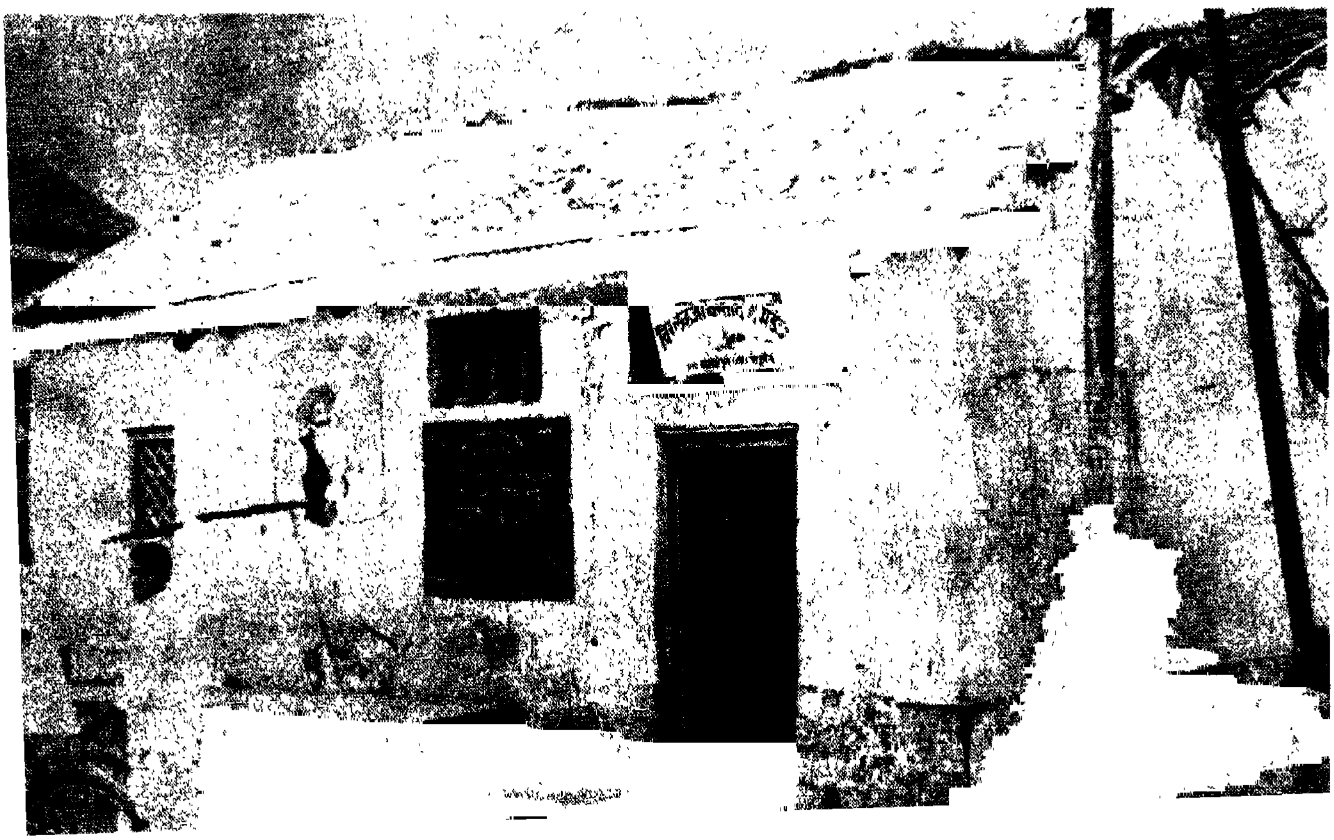
مکان کی بیٹھک سے صحن اور صدر، دروازے کا منظر





۸۹۶۔ نانا پیٹھ، پونے میں مہاتما پھلے کی جانب سے اچھوتوں کے لئے جاری کیا گیا اسکول۔

اکھاڑہ، جہاں مہاتما پھلے جایا کرتے تھے



کی دوبارہ شادی کروا دی۔

ان اقدامات نے آپ کو شہرت بخشی اور ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ آپ کی **سماجی خدمات کی قدر کی جاتی۔ لیکن** بدنصیبی اور برہمنی رسم ورواج کی بدولت برہمنوں کے اس سماج میں آپ کو صرف نفرت ہی ملی۔ برہمنوں کے اس غلبہ کا کیا اثر ہوا۔ اس کی تفصیل قابل ذکر ہے۔ غیر برہمن مصنفوں کی کتابیں برہمنوں کے کتب خانہ میں کبھی نہیں رکھی جاتی تھیں۔ خود مجھے پھلے کی کتابیں کولہاپور سے منگوانی پڑیں۔

شری بی. ڈی جادھو اور ڈاکٹر امبیڈکر جیسے غیر برہمن رہنماؤں سے میرا میل جول برہمنوں کو برا لگا۔ اس سلسلے میں مجھے پونے کے کئی پنڈتوں کے ایسے خطوط بھی ملے جس میں یہ صاف طور سے لکھا ہوا تھا کہ شری جادھو اور ڈاکٹر امبیڈکر جیسے لوگوں کے ساتھ میرے میل جول سے انھیں تشویش ہوتی ہے۔ ڈاکٹر امبیڈکر کی تصنیف "شودر کون تھے" جب مانے ہوئے تبصرہ نگاروں کو بھیجی گئی تو ان سب نے تبصرہ کرنے سے انکار کر دیا۔ آخر کار مجھ جیسے نوآموز کے پاس یہ کتاب بھیجی گئی اس وقت جبکہ میں ٹائمز آف انڈیا میں تبصرہ نگار کی حیثیت سے ابھی کام شروع کیا تھا۔ یہ چند واقعات سماج پر برہمنوں کے غلبہ کے اثرات ظاہر کرتے ہیں۔ اب آپ خود ہی سوچئے ان حالات میں مہاتما پھلے کو کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہوگا جب انھوں نے بے خوف اور علانیہ سماجی اصلاحات کے اقدامات کا آغاز کیا۔

نئی طرز فکر! سماجی بیداری کی سمت مہاتما پھلے کی کارروائیوں نے سماج میں ایک نئی طرز فکر کی بنیاد ڈالی۔ بیشک مہاتما پھلے کی جانب سے سماج کیلئے یہ ایک تحفہ سے کم نہ تھا۔ بادی النظر میں یہ اقدامات فرقہ واری یا ذات پات کے جھگڑوں کے بیج بونے جیسے تھے۔ اور کیوں نہ ہو۔ آخر مہاتما پھولے کی یہ جنگ برہمنوں کے خلاف تھی اور جس انداز میں انھوں نے اپنا موقف ظاہر کیا اس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ ان کی یہ سماجی بغاوت ہر طرح سے جائز تھی۔ تعلیم پر اصرار، ایک خدا کے بندے ہونے کی حیثیت سے تمام انسان برابر ہیں اور خالق ومخلوق کے درمیان کسی تیسرے مواصلہ کے بغیر راست تعلق، وغیرہ آپ کی چند اہم تعلیمات تھیں۔ لیکن مفاد پرستوں نے اسے غیر برہمن اصول قرار دیتے ہوئے سختی سے ان تعلیمات کی مخالفت کی۔ پیشواؤں کے زمانہ میں برہمنوں کے ایک خاص طبقہ نے اپنے اثر ورسوخ کو اتنا بڑھایا کہ لوگ کئی گھریلو رسم ورواج میں اُن کی شرکت ضروری سمجھنے لگے۔ لیکن مہاتما پھلے نے اس سارے کھیل میں پوشیدہ سازش کا جلد ہی پتہ لگا لیا اور انھوں نے اعلان کیا کہ ان رسموں کیلئے برہمنوں کی ساجھے داری ناجائز ہے۔ یہی نہیں بلکہ آپ نے یہ بھی اعلان کر دیا کہ وہ چند رسمیں ہی سرے سے غیر ضروری ہیں، اور صرف چالاک برہمنوں کے دماغ کی پیداوار ہیں تاکہ جاہل کسانوں اور دیہاتیوں کو لوٹا جا سکے۔

ان حقائق کے اچھی طرح واضح ہونے کے بعد آپ نے ستیہ شودھک سماج یعنی سچائی کی تلاش کرنے والے سماج کی بنیاد ڈالی۔ اسی موضوع پر اُن کی تصنیف غلام گیری میں اس بات کو مزید واضح کیا گیا کہ کس طرح غلامی کی زنجیروں میں جکڑ کر جاہل عوام کا استحصال کیا جاتا ہے۔ وہ چاہتے تھے کہ تمام لوگ غلامی کی زنجیریں توڑ دیں۔

اس نوعمری کے زمانہ میں جب جوان دل صنف نازک کیلئے دھڑکتا ہے پھلے کا دل مصیبت زدہ لوگوں کی تکالیف پر دھڑکا، آپ نے ساری توجہ لوگوں کی تکلیفوں کو دور کرنے پر مبذول کر دی۔ پھر ایک قدم آگے بڑھ کے لوگوں میں علم کی روشنی پھیلانا چاہا۔ دوسرے **لفظوں میں انھیں** ان کاموں سے کوئی ذاتی غرض نہ تھی بلکہ انھیں فکر تھی تو صرف عام انسانوں کی۔ یہ تھی نوعمر پھلے کی خاصیت جو کہ نہ تو زیادہ پڑھا لکھا تھا اور نہ ہی دلچسپ شخصیت کا مالک۔ جب اُس نے اپنی زندگی کے اس اہم کام کو ہاتھ میں لیا تو اسے کچھ پڑھنے یا سیکھنے کا موقع بھی نہ مل سکا۔ لڑکپن میں تھومس پائن (۱۸۰۹-۱۷۳۷) کی تصنیف رائٹس آف مین (انسانی حقوق) نے پھلے کی زندگی پر کافی اثر کیا۔

نابرابری کیخلاف جنگ! پھلے کی عظیم اور طویل جنگ سماجی نابرابری کے خلاف تھی۔ وہ تمام لوگوں میں مساوات کے حامی تھے۔ فرسودہ سماجی روایتوں سے پیدا شدہ برائیوں۔ پیشہ کی تقسیم، پیشہ کے لحاظ سے فرقہ بندی۔ ان سبھوں نے پھلے کے دماغ میں بغاوت پیدا کر دی۔ انھوں نے اس رائج نظام کے خلاف بیباکی سے آواز بلند کی نہ صرف یہ بلکہ اس نظام کو ختم کر کے مساوات قائم کرنے کی جراءت کی۔ اس زمانہ میں روایات سے ہٹ کر سوچنے والے بہت کم تھے۔ یہاں تک کہ اس نظام کے خلاف بغاوت کرنے اور اسے ختم کرنے کی ہمت تو بہت ہی کم لوگوں میں تھی۔

مہاتما پھلے نے کسانوں کی فلاح وبہبود کیلئے بہترین اقدامات تجویز کئے۔ اپنی تصنیف شیتکاریہ چا اسود میں آپ نے دھرتی ماں کے بیٹوں کی جانب توجہ دلاتے ہوئے چند ایسی اصلاحات پیش کیں جو آج کے زمانے میں بھی قبول کی جا سکتی ہیں۔

(۱) گھریلو مویشیوں کی پرورش وافزائش میں بہتری

(۲) نالہ بندی اور ندیوں پر چھوٹے بند کی تعمیر

(۳) امن کے دوران فوجیوں سے کھیتی کا کام اور اس میں مزید بہتری۔

(۴) زراعتی مویشیوں کی فراہمی کی خاطر گاؤکشی پر پابندی۔

(۵) کسانوں کی نوجوان نسلوں کی بری عادتوں سے حفاظت۔

یہ اور ایسی دیگر عملی باتیں ۱۸۸۳ء میں پھلے نے تجویز کیں۔ ہم خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ یہ تمام چیزیں آج بھی ضروری ہیں یا نہیں۔ ہمیں سنجیدگی سے سوچنا چاہئیے کہ ان چیزوں پر آج تک عمل کیوں نہ کیا گیا۔

مہاراشٹر کے دیہی کسانوں کی حالت تو اور بھی غیر تھی۔ وہ بیچارے ہمیشہ نام نہاد رہنماؤں کے ہاتھوں پریشان ہوتے رہے۔ اُن کی پریشانیوں کی داستان سنکر آنکھیں اشکبار ہو جائیں گی۔ اور دل میں بے رحم برہمنوں کیخلاف نفرت پیدا ہوگی جو اِن کسانوں کی کم علمی کا ناجائز فائدہ اٹھاتے رہے۔ یہ صورت حال صرف مہاراشٹر میں ہی نہیں تھی۔ برہمنوں کے ذریعہ لوگوں کے استحصال کے واقعات دوسری جگہوں پر بھی ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ اس ظالم طبقے کے خلاف پھلے کی بغاوت اسی پس منظر میں سمجھی جا سکتی ہے۔

گو کہ پھلے اعلیٰ تعلیم یافتہ نہ تھے اور اسی وجہ سے کہیں کہیں انھوں نے مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے لیکن لوگوں کے حالات زندگی کے بارے میں اور خصوصاً اپنے ہم وطنوں کے ہاتھوں ظلم و ستم کا شکار طبقہ کی مظلومیت کا جو کچھ ذکر انھوں نے کیا ہے اس کا ایک ایک لفظ سچائی پر مبنی ہے پھلے ہی تھے جنھوں نے لوگوں کی آنکھیں کھولی۔

پھلے نے اپنے طور سے بہت کوشش کی لیکن ذات پات کی لعنت پھر بھی دور نہ ہو سکی۔ آج لوگ پھلے کی عزت کرتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ ان کی تعلیمات پر عمل نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ نو بدھسٹوں کا ایک نیا طبقہ وجود میں آیا جو آج بھی سماجی مساوات کے حصول کیلئے جدوجہد میں مصروف ہے۔ پھلے نے اپنے اقدامات کے ذریعہ پہل کی لیکن اُن کے مقاصد کی تکمیل ابھی باقی ہے۔

شریمتی وندانا سوناونے

شریمتی وندانا سوناونے ایک گھریلو عورت ہے۔ ۱۱ مئی ۱۹۸۰ء کو کارپوریشن نے اس خاتون کو "وندانا جنرل اسٹور" نامی دکان کھولنے میں مدد کی۔ علی باغ میں واقع اس دکان میں کٹلیری، پلاسٹک کی اشیاء، اسکول کی کتابیں وغیرہ فروخت ہوتی ہیں۔

شریمتی سوناونے ضلع دھولے کے ساکری تعلقہ میں کاسارے گاؤں کی رہنے والی ہیں۔ شادی کے بعد وہ پتی کے ہمراہ ضلع قلابہ کے علی باغ میں منتقل ہوئیں۔ ۱۹۷۴ء میں اس نے ایس ایس سی پاس کیا۔ اس کے پتی نے بھی علی باغ میں سرکاری ملازمت کرتے ہوئے ایم۔ اے تک تعلیم حاصل کی۔

شریمتی سوناونے کو مہاتما پھلے کارپوریشن برائے پسماندہ طبقات کی جانب سے خود روزگار کیلئے پسماندہ طبقات کے افراد کو دی جانے والی امداد کا علم ہوا تو اس نے بھی اس اسکیم سے فائدہ اُٹھانے کا ارادہ کیا۔ اس کے پاس ۵،۰۰۰ روپیہ تھا۔ کارپوریشن نے بنک آف انڈیا کی علی باغ شاخ سے اس کے لئے ۲۵،۰۰۰ روپے ۴ فیصد سالانہ شرح سود پر قرض کا انتظام کیا۔ اس سلسلے میں بنک کے اسسٹنٹ منیجر شری جوشی اور علی باغ میں کارپوریشن کے افسر شری تائیدے نے اس کی بڑی مدد کی۔

شریمتی سوناونے نے میونسپل کونسل کے مینا بازار میں ۸،۰۰۰ روپے ڈپازٹ اور ۸۵٫۵۰ روپیہ ماہانہ کرایہ پر ایک دکان حاصل کی۔ آج اس کی دکان "وندانا جنرل اسٹور" سے یومیہ ۱۰۰ سے ۱۲۵ روپے تک کی آمدنی ہو جاتی ہے۔ ہر ماہ وہ ۶۲۵ روپے بنک کو قرض کی واپسی کے لئے ادا کرتی ہے۔ اب تک وہ تین اقساط دے چکی ہے اور ۳۷ اقساط باقی ہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ فی الحال بڑھتی ہوئی قیمتوں کے باعث اور نقل و حمل کے اخراجات میں اضافہ کی وجہ سے نفع زیادہ نہیں ملتا پھر بھی اسے یقین ہے کہ وہ اپنی سخت محنت سے کاروبار کو کامیاب بنائے گی۔

شریمتی سوناونے کہتی ہیں کہ گھریلو قسم کی تمام عورتوں کو چاہئے کہ وہ اپنا وقت یونہی ضائع کرنے کے بجائے حکومت کی مختلف اسکیمات کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنی خاندانی آمدنی کو بڑھائیں۔

ہندوستان میں تعلیمِ نسواں

* ڈاکٹر شبیر حسین جوش
مراٹھواڑہ کالج آف ایجوکیشن
اورنگ آباد (مہاراشٹر)

ہندوستانی دستور میں اس بات کا وعدہ کیا گیا ہے کہ چودہ سال کی عمر تک طلبہ کی تعلیم کی ذمہ داری حکومت کی ہے۔ اور ان عمر کے طلبہ کو جبراً و مفت تعلیم کا حکومت انتظام کرے، ۳۵ سال گذرنے کے بعد بھی یہ وعدہ پورا نہ ہوسکا اسی طرح خواندگی اور تعلیم نسواں بھی ہندوستان کے پلاننگ کے ماہرین اور سماجی رہنماؤں کے لئے ایک مسئلہ بنا رہا۔ ہندوستان کے پنجسالہ منصوبوں نے ہمیشہ لڑکیوں اور ناخواندہ خواتین کی تعلیم کی اہمیت پر زور دیا۔ ابتدائی طور پر ہمارے ذہنوں میں ملک کی تعمیرِ نو کے لئے خواتین کو مردوں کے دوش بدوش چلنے کے اصول اور مقاصد واضح نہ تھے، شاید اسی لئے پہلے پنجسالہ منصوبے نے اس بات پر گہرے افسوس اور بہت ہی تشویش کا اظہار کیا کہ تحتانوی، وسطانوی اور ثانوی سطح پر صبح ۲۸ فیصد، ۱۸ فیصد اور ۱۳ فیصد طالبات کی تعداد تعلیم حاصل کررہی ہے۔ بعد کے پنجسالہ منصوبوں نے تعلیم نسواں کو بہت اہمیت دی اور اس کی وسعت کے لئے کئی تجاویز پیش کیں۔ ۱۹۵۷-۵۹ء میں ایک مخصوص پلان ۲۱ کروڑ روپے سے شروع کیا گیا۔ اس پروگرام کے مطابق طالبات کو اُن کی حاضری پر وظیفے، خواتین اساتذہ کے لئے بغیر کرائے کے مکانات (خصوصًا دیہی علاقوں میں) خواتین کو تعلیم و تربیت کیلئے وظیفے وغیرہ کے اخراجات شامل تھے۔ اس اسکیم کو مرکزی حکومت نے تیار کیا تھا اور تمام ریاستوں کو ان کے اخراجات کا ۷۵ فیصد دینا طے کیا۔ دوسرے پنجسالہ منصوبے ۱۹۵۸-۵۹ء کے دوران قومی سطح پر ایک "تعلیمِ نسواں کمیٹی" قائم کی گئی جس کے ذمّے یہ کام تفویض کیا گیا کہ وہ تعلیم نسواں سے متعلق تجاویز پیش کرے کہ کس طرح مدارس میں ان کی تعداد کو بڑھایا جاسکتا ہے۔ تیسرے پنج سالہ منصوبے میں دوسرے پنجسالہ منصوبے کی اس اسکیم کو مرکزی حکومت نے صد فیصد اعانت کے ساتھ ریاستوں کے ذمّے کردیا تاکہ اس اسکیم پر تیزی سے بہتر طور پر عمل کیا جاسکے۔

چوتھے پانچ سالہ منصوبہ میں بلاک گرانٹ کی اسکیم تیار کی گئی، جو تعلیم نسواں سے متعلق کسی بھی اسکیم کو دیا جاسکے۔ پانچویں پنجسالہ منصوبے میں تعلیم MINIMUM NEEDS PROGRAMME کا جز قرار دیا گیا۔ ان منصوبوں کے علاوہ دوسری تجاویز بھی پیش کی گئیں اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کی گئی جن میں طالبات کو ایس۔ ایس۔ سی۔ امتحان پاس کرنے کی سہولت اور اُن کی پیشہ ورانہ (VOCATIONAL) تربیت بھی شامل تھی۔

تعلیمِ نسواں کے مقاصد :

ان پانچ سالہ منصوبوں کے اطلاق کے علاوہ اس بات کی اہمیت کو بھی محسوس کیا گیا کہ خواتین صرف ماں یا بیوی کا روایتی رول ہی ادا نہ کریں بلکہ وہ سماج کی تعمیرِ نو میں مردوں کے ساتھ ساتھ رہیں اور اس ضرورت کے تحت یہ ضروری سمجھا گیا کہ طلبہ و طالبات کے لئے مختلف تعلیمی نظام کی ضرورت نہیں، پہلے پنج سالہ منصوبہ کے مقاصد اس بات کی بہتر طریقے سے وضاحت کرتے ہیں۔

”خواتین کی تعلیم کا عموماً مصرف و مقصد مردوں کی تعلیم کے مقاصد سے مختلف نہیں ہوسکتا... ثانوی و جامعاتی سطح پر خواتین کی تعلیم کا مقصد پیشہ ورانہ (VOCATIONAL) اور کاروباری (OCCUPATIONAL) ٹریننگ ہونا چاہیئے۔“

کوٹھاری ایجوکیشن کمیشن نے بھی اسی طرح کے احساسات کا ظہار حسب ذیل سطور میں کیا ہے۔

”جمہوری سماج میں تمام شہریوں کو شہری و سماجی فرائض کی ادائیگی کرنا ضروری ہے، ہم تعلیم میں ایسی تشخیص نہیں کرسکتے جس کی وجہ سے طلبہ و طالبات کے ذہنی ارتقاء میں فرق رہے۔“

آزادی کے بعد تعلیمِ نسواں کی ترقی :

حکومت کے منصوبوں اور کوششوں کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا، اور ۱۹۵۱ء کی مردم شماری کے مطابق خواتین کی خواندگی کا فیصد ۷٫۹ رہا جبکہ ۱۹۷۱ء کی مردم شماری میں خواتین کی خواندگی کا اوسط فیصد ۱۸٫۷ ہوگیا اول تا چہارم جماعتوں میں لڑکیوں کی تعداد ۱۹۵۱ء میں ۴۸ فیصد تھی جبکہ ۱۹۷۱ء میں ان کی تعداد ۶۸٫۶ فیصد ہوگئی۔ پنجم تا ہفتم جماعتوں میں طالبات کی تعداد ۱۹۵۱ء میں ۴٫۶ فیصد تھی اور ۱۹۷۱ء میں یہ تعداد ۵۵٫۷ فیصد ہوگئی۔ ہشتم تا دہم میں ۱۹۵۱ء میں ان کی تعداد ۱٫۸ فیصد تھی لیکن ۱۹۷۱ء میں یہ تعداد ۱۶٫۹ فیصد ہوگئی، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آزادی کے بعد تعلیمِ نسواں میں خاطر خواہ ترقی ہوئی۔

دس سال قبل خواتین کے مسائل :

ان تمام کوششوں کے باوجود خواتین میں خواندگی کا فیصد مردوں میں خواندگی کے فیصد سے بہت کم رہا۔ ۱۹۷۱ء کی مردم شماری کے اعداد و شمار کے مطابق خواتین کی خواندگی کا فیصد ۱۸٫۴ فیصد تھا جبکہ مردوں کی خواندگی کا فیصد ۳۹٫۵ تھا۔ مدارس میں طالبات کی تعداد بھی طلبہ سے کم تھی جیسا کہ مندرجہ ذیل تختہ سے واضح ہے :

تحتانوی ۔ وسطانوی اور ثانوی جماعتوں میں طلبہ و طالبات کی تعداد (آبادی کے تناسب سے)

سال	تحتانوی مدارس		وسطانوی مدارس		ثانوی مدارس			
	اول تا چہارم		پنجم تا ہفتم		ہشتم تا دہم		نہم تا یازدہم	
	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں
۱۹۵۰ء - ۵۱	۵۵٫۰	۲۰٫۱	۲۰٫۸	۴٫۶	۱۰٫۹	۱٫۸	۳٫۳	۰٫۵
۱۹۵۵ء - ۵۶	۵۹٫۵	۲۵٫۰	۲۵٫۶	۶٫۹	۱۴٫۹	۳٫۳	۵٫۲	۰٫۹
۱۹۶۰ء - ۶۱	۷۴٫۰	۳۵٫۰	۳۵٫۵	۱۲٫۵	۲۰٫۸	۵٫۴	۸٫۰	۱٫۶
۱۹۶۵ء - ۶۶	۹۰٫۲	۴۸٫۶	۴۹٫۹	۲۰٫۷	۲۸٫۷	۹٫۱	۱۱٫۵	۲٫۳
۱۹۷۰ء - ۷۱	۱۰۹٫۸	۶۸٫۶	۶۶٫۷	۳۳٫۰	۳۴٫۲	۱۲٫۲	۱۴٫۶	۳٫۵
۱۹۷۵ء - ۷۶	۱۰۹٫۷	۹۷٫۲	۸۱٫۹	۵۵٫۷	۴۰٫۸	۱۶٫۹	۱۷٫۰	۴۰٫۸

اعلیٰ تعلیم کے اِداروں میں خواتین کی تعداد (شعبہ جاتی)

شعبے	۱۹۵۰-۵۱ء	۱۹۶۰-۶۱ء	۱۹۷۰-۷۱ء
آرٹس	۱۶٫۱	۲۴٫۶	۳۱٫۷
سائنس	۷٫۱	۱۰٫۵	۱۷٫۸
کامرس	۰٫۶	۰٫۹	۳٫۷
ایجوکیشن	۳۲٫۴	۳۳٫۸	۳۶٫۵
انجینئرنگ ٹیکنیکی	۰٫۱۶	۰٫۸۹	۱٫۰
طِب	۱۶٫۳	۲۱٫۹	۲۲٫۸
زرعی	۰٫۱۷	۰٫۴۵	۰٫۴
وٹرنری	۰٫۴۵	۰٫۷۱	۰٫۷
قانون	۲٫۱	۳٫۰۰	۳٫۷
دوسرے	۱۸٫۸	۲۶٫۸	۴۰٫۰
جملہ	۱۰٫۹	۱۶٫۲	۲۱٫۹

ان تختہ جات سے یہ بات صاف اور واضح ہے کہ تمام مدارج پر لڑکیوں کی تعداد لڑکوں کی تعداد کی نسبت کم رہی اور جو بھی طالبات دخواتین ثانوی اسکول میں یا پھر اعلیٰ تعلیم کے اداروں میں تعلیم حاصل کر رہی تھیں وہ یا تو متموّل خاندانوں یا پھر شہر سے تعلق رکھتی تھیں۔

مندرجہ بالا اعداد و شمار صرف طالبات کے داخلے کی تعداد کو ظاہر کرتے ہیں، ان سے اس بات کا اندازہ نہیں ہوتا کہ اس میں ترکِ تعلیم (DROP OUTS) اور ٹھہراؤ یا جمود (STAGNATION) کا فیصد کیا ہے جبکہ یہ دونوں ہی باتیں تعلیمِ نسواں کے فروغ میں اہم مسئلہ ہے ایک اندازے کے مطابق ہندوستان میں تحتانوی درجات میں لڑکوں کے ترکِ تعلیم کا فیصد ۴۷ ہے جبکہ لڑکیوں کے ترکِ تعلیم کا فیصد ۶۲٫۴ ہے۔ NCERT کی ۱۹۷۱ء کی ایک رپورٹ کے مطابق لڑکے اور لڑکیوں کے ترکِ تعلیم کا فیصد حسبِ ذیل ہے:

جماعت	لڑکے	لڑکیاں
اوّل جماعت سے دوم تک:	۳۷٫۵۹	۴۲٫۸۵
دوم جماعت سے سوم تک:	۱۰٫۵۳	۱۲٫۱۲
سوم جماعت سے چہارم تک:	۷٫۱۴	۸٫۵۱
چہارم سے پنجم تک:	۷٫۰۴	۷٫۸۸

اس تعلق سے کئی تحقیقی علوم نے یہ بات واضح کی ہے کہ طالبات کے سرپرست کی مالی حالت ٹھیک نہیں ہوتی یا پھر طلبہ کی صحت کی خرابی کی وجہ سے انھیں تعلیم کو خیرباد کہنا پڑتا ہے، اس طرح مدارس کی کارکردگی بھی ترکِ تعلیم کی بڑی حد تک ذمہ دار ہے۔ اس کے علاوہ بھی کئی ایسے عوامل ہیں جن کی بدولت طالبات کو تعلیم کو خیرباد کہنا پڑتا ہے، جیسے لڑکیوں کی شادی ہو جانا اور اس کے بعد اُن کی تعلیم پر پابندی لڑکیوں کو گھریلو کام کاج کے لئے گھر پر رکھنا، ماں کی بیماری یا زچگی کے وقت گھر کے کام کاج کی ذمّہ داری۔ لڑکیوں کو دُور دراز مقام پر وسطانوی یا ثانوی تعلیم کے لئے باہر بھیجنا یا پھر انھیں لڑکوں کے ساتھ تعلیم دلوانا مرد اساتذہ سے تعلیم دلوانا، سَرپرستوں کے موجودہ تعلیم اور لڑکیوں کے مستقبل میں اس کی افادیت سے مطابق شکوک و شبہات اور لڑکوں کی تعلیم کو لڑکیوں کی تعلیم پر ترجیح دینا وغیرہ، جن کی وجہ سے طالبات کی تعداد مدارس میں کم ہے یا پھر انھیں ترکِ مدارس پر مجبور ہو جانا پڑتا ہے۔

چند مطالعات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ طالبات کو مختلف مضامین کی تعلیم حاصل کرنے کے یا پھر بعد میں نوکری کے اتنے مواقع نہیں ہیں جتنے کہ طلبہ کو ہیں۔ ہمیشہ یہ خیال کیا گیا ہے کہ طالبات ان تمام کورسیس کے لئے مناسب نہیں جو مردانہ صلاحیتوں کی ضرورت رکھتے ہیں۔

خواتین کے مرتبہ کے لئے کمیٹی کی سفارشات:

COMMITTEE ON STATUS OF WOMEN

خواتین کے بین الاقوامی دہ سالہ (DECADE) پر خواتین کے مرتبہ کے لئے کمیٹی، کی قومی کمیٹی نے ۱۹۷۵ء میں مندرجہ ذیل تجاویز پیش کیں تاکہ دہ سالہ بین الاقوامی پروگرام کے مقاصد کو حاصل کیا جاسکے۔

۱۔ خواتین کے تمام تعلیمی اداروں میں تمام ضروری سہولتیں بہم پہنچائی جائیں اور جہاں یہ سہولتیں ہیں انھیں معیاری بنایا جائے۔

۲۔ خواتین اساتذہ کی تعداد میں اضافہ کیا جائے، خصوصًا دیہی علاقوں پر توجہ دی جائے۔

۳۔ خواتین اساتذہ اگر مکمل اوقات کے لئے نہ ملیں تو انھیں پارٹ ٹائم کے لئے رکھا جائے۔

۴۔ دیہی علاقوں میں اچھے مکانات بنا کر انھیں رہنے کے لئے فراہم کئے جائیں۔

۵۔ دیہی علاقوں میں کام کرنے والی خواتین اساتذہ کو خاص مراعات (ALLOWONCE) دیئے جائیں۔

۶۔ مختصر مدّتی (CONDENSED) اور (CORROSPONDECE)

مراسلاتی کورس کے ذریعہ غیر تربیت یافتہ خواتین اساتذہ کو زیادہ تعداد میں تربیت یافتہ بنایا جائے۔

۷۔ مندرجہ بالا تجاویز کے علاوہ کمیٹی نے یہ بھی تجویز پیش کی کہ لڑکیوں کی تعلیم پر توجہ کے ساتھ ساتھ خواتین اساتذہ کو تعلیم کے بہتر مواقع اور ہر ممکنہ سہولتیں فراہم کی جائیں تاکہ وہ تعلیم کی طرف زیادہ سے زیادہ متوجہ رہیں۔ اس کمیٹی نے خواتین کے لئے سائنس، ریاضی اور کامرس کی تعلیم کی ضرورت اور اہمیت پر زور دیا اور ایسے کورس کے ذریعہ خواتین کو تربیت دینے کے لئے مشورہ دیا جو پیشہ ورانہ تعلیم سے مطابقت رکھتے ہیں۔

۸۔ کمیٹی نے یہ بات بھی منظرِ عام پر لائی کہ لڑکیوں کی تعلیم میں جمود اس لئے ہے کہ لوگوں کا یہ عام خیال ہے کہ خواتین کو زیادہ نصابی تعلیم کی ضرورت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خواتین تعلیم کے بعد کام کاج کے زمرہ (OCCUPATIONAL STRUCTURE) میں ایک (PRODUCTIVE) نوکری حاصل نہیں کرتیں۔ اور مردوں کے دوش بدوش ملک کی تعمیر میں حصہ نہیں لے سکتیں۔ اس سلسلہ میں کمیٹی نے حسب ذیل تجاویز پیش کیں۔

۱۔ خواتین کے لئے موزوں نوکریاں فراہم کی جائیں۔
۲۔ ایک نشر و اشاعت و رہبری کا دفتر قائم کیا جائے جہاں خواتین کو نئی جائدادوں کے مواقعوں سے متعلق معلومات مل سکے۔
۳۔ باقاعدہ اور منظم طریقہ پر مہم شروع کی جائے تاکہ سماج کے رویے میں تبدیلی لائی جاسکے۔ خود خواتین بھی سماج اور ملک میں اپنے رول کو جان جائیں، اور لوگوں کے ذہن میں مرد اور عورت کے درمیان جنس کی بنیاد پر جو فرق ہے وہ ختم ہو سکے۔

ابتدائی تعلیم کو عام کرنے کے متعلق کمیٹی ۱۹۷۷ء کی سفارشات:

مندرجہ بالا کمیٹی کی طرح ابتدائی تعلیم کو عام کرنے کے متعلق کمیٹی نے بھی خواتین کی ابتدائی تعلیم کے بارے میں تشویش کا اظہار کیا ہے۔ کمیٹی نے تخمینہ لگایا کہ ۶ تا ۱۴ سال کے تمام بچوں کو اسکول میں تعلیم ضروری قرار دی گئی تو ۱۹۸۳ء میں ۲ء۴۵ ملین طلبہ کے لئے مدارس میں مناسب سہولتیں مہیا کی چاہئیں اور اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ ان ۴۵ء۲ ملین طلبہ میں ۳۱ء۶ ملین طالبات ہوں گی۔

چھٹے پنج سالہ پلان میں سہولتیں:

مندرجہ بالا دونوں کمیٹیوں کی سفارشات کا چھٹے منصوبہ بندی پر اثر پڑا، اور اس پلان میں تمام کے لئے ابتدائی تعلیم کو کم از کم ضروری پروگرام کی اہمیت و ضرورت تسلیم کیا گیا، اور سفارش کی گئی کہ مدارس میں طلبہ کی تعداد کو بڑھانے کی تدابیر کی جائیں۔ درسی و غیر درسی تعلیم، ہمہ وقتی (FULL TIME) اور جز وقتی (PART TIME) تعلیم کے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کئے جائیں، طلبہ کی ضروریات اور سہولت کے مطابق مدارس کے اوقات مقرر کئے جائیں۔

ایسے علاقوں میں جہاں تحتانوی اور وسطانوی جماعتوں کا اب تک انتظام نہیں کیا جا سکا ہے وہاں مدارس کھولے جائیں۔ ان تمام تجاویز سے بہتر ایک اور تجویز پیش کی گئی، وہ یہ کہ گشتی مدارس MOBILE SCHOOL قائم کئے جائیں تاکہ ایسے لوگ جو ایک جگہ سے دوسری جگہ گھومتے رہتے ہیں وہ بھی تعلیم سے محروم نہ رہیں۔ طلبہ کے میقاتی امتحانات ہوں اور سالانہ امتحان کا طریقہ ختم کیا جائے۔ مدارس میں طلبہ کی تعداد بڑھانے کیلئے طلبہ کو حسب ذیل مراعات دی جائیں:

مفت درسی کتب و سامان، اسکول یونیفارم، حاضری کے لئے وظیفے، دوپہر کا کھانا وغیرہ۔

چونکہ یہ مراعات و سہولتیں لڑکے اور لڑکیوں کی تعلیم کے لئے ہیں اس لئے اس سے یقینی طور پر تعلیم نسواں کے فروغ میں مدد ملے گی۔ اس کے علاوہ چھٹے پنج سالہ منصوبے میں تعلیم نسواں کے فروغ کے لئے حسب ذیل سفارشات کی گئی ہیں:

چونکہ نہ پڑھنے والے طلبہ کی بڑی تعداد لڑکیوں، پست اقوام اور بھٹکنے والی قوموں کے بچوں اور زمین نہ رکھنے والے مزدوروں کے بچوں کی ہے اس لئے ان قوموں کے بچوں کو زیادہ تعداد میں مدارس میں شریک کرانے کی کوشش کی جانی چاہیئے۔ خواتین کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں بحیثیت اساتذہ ملازمت دی جائے، تعلیم کی اہمیت سے متعلق وسیع طور پر پروپیگنڈہ کیا جائے۔ لڑکیوں اور پست اقوام وغیرہ کے تعلق سے الگ اشاریہ (TARGET) مقرر کیا جائے۔ لڑکیوں

اور سماج کے پچھڑے ہوئے طبقات اور دوسرے طبقات کے بچوں کی شرکت میں تناسب کا جو فرق ہے وہ ختم کیا جائے۔

تعلیمِ بالغاں: مندرجہ بالا اعداد و شمار و ذکر نصابی اور مدرسہ جاتی تعلیم سے متعلق تھے، اب دیکھیں کہ غیر نصابی وغیرہ مدرسہ جاتی پروگرام میں کس حد تک ترقی ہوئی یا ہونا باقی ہے۔ خواتین کے لئے ایک مختصر کورس کا انتظام کیا گیا جو سینٹرل سوشل بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن (CSWB) کی جانب سے انجام دیا جا رہا تھا۔ اس بورڈ کی اسکیمات سے ہونے والے فائدہ کا علم نہ ہو سکا لیکن ان اسکیمات پر جو اخراجات ہوئے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خاطر خواہ کوشش ضرور کی گئی ہے۔

۱۹۷۴-۷۵ء	۱۳٫۴ کروڑ
۱۹۷۵-۷۶ء	۲۵٫۱ کروڑ
۱۹۷۶-۷۷ء	۳۷٫۷ کروڑ

حسب ذیل تختہ سے تعلیمِ نسواں کے لئے اس بورڈ کی کوشش کا مزید اندازہ ہوتا ہے:

تختہ برائے مختصر میقاتی کورس اخراجات برائے تعلیمِ نسواں

سال	منظور شدہ رقم	قائم کئے گئے ادارے	تعداد داخلہ	تعداد کورس مکمل ہونے پر
چوتھا پلان	۴۲۹	۳۲۲	۸۵۹۱	۶۷۳۵
۱۹۶۹-۷۰ء	۱۱۹	۹۰	۲۱۶۵	۱۶۵۹
۱۹۷۰-۷۱ء	۶۷	۶۶	۱۶۲۶	۲۰۴۴
۱۹۷۱-۷۲ء	۴۵	۴۴	۱۱۵۵	۱۵۵۵
۱۹۷۲-۷۳ء	۶۶	۶۶	۱۷۳۱	۹۰۷
۱۹۷۳-۷۴ء	۵۲	۵۶	۱۴۱۴	۵۷۰
پانچواں پلان:	۷۶۲			
۱۹۷۴-۷۵ء	۱۳۴	۲۱۶	۲۰۶۶	اعداد نہیں
۱۹۷۵-۷۶ء	۲۵۱	NA	NA	مل سکے ہیں
۱۹۷۶-۷۷ء	۳۷۷	NA	NA	NA

سال	کامیاب خواتین	CSWB سے دی گئی رقم
چوتھا پلان:	۳۳۴۴	۷۸٫۹۲ لاکھ روپے میں
۱۹۶۹-۷۰ء	۸۳۲	۱۹٫۰۷ "
۱۹۷۰-۷۱ء	۹۵۰	۱۹٫۰۱ "
۱۹۷۱-۷۲ء	۸۲۴	۱۲٫۲۲ "
۱۹۷۲-۷۳ء	۴۲۶	۱۷٫۵۵ "
۱۹۷۳-۷۴ء	۳۱۲	۱۱٫۰۷ " "
پانچواں پلان:		
۱۹۷۴-۷۵ء	NA(۱۹٫۷۹) فیصد	۲۶٫۵۲ " "
۱۹۷۵-۷۶ء	NA(۱۸٫۳۳) "	۴۶٫۰۰ " "
۱۹۷۶-۷۷ء	NA(۱۴٫۵۹) "	۵۵٫۰۰ " "

خواتین کے لئے تعلیمِ بالغاں پروگرام کے تحت ایک ذیلی کمیٹی قائم کی گئی جس نے خواتین کی تعلیم سے متعلق انتظامی اور دوسری ضروریات کے بارے میں چند سفارشات پیش کیں۔ کمیٹی نے محسوس کیا کہ ذکور اور خواتین کے تعلیمی مسائل میں یکسانیت اس لئے نہیں لائی جا سکی ہے کہ آج تک لوگ خواتین کو صرف گھریلو زندگی ہی کا ایک جز تصور کرتے اور وہ خواتین کو کاشتکار، صنعتکار، ایک شہری یا پھر ایک ووٹر کی حیثیت سے قبول کرنا نہیں چاہتے، اسی لئے تعلیم بالغان برائے خواتین صرف گھریلو زندگی کے کاموں تک ہی محدود رکھا گیا۔ اس نصابی یا غیر نصابی پروگرام نے خواتین کی مصروفیت اور فرصت کے اوقات میں کمی کو بھی مدنظر نہیں رکھا۔

کمیٹی نے سفارش کی کہ خواتین کے لئے تعلیمی پروگرام کو ایسا مرتب کیا جائے کہ وہ زندگی میں نئے رول اپنا سکیں اور ساتھ ہی ان کی روزمرہ زندگی کے باقی ماندہ فرصت کے اوقات میں بھی ان پر عمل ہو سکے اس تعلیمی پروگرام کا نصاب کچھ اس طرح مرتب کیا جائے کہ ناخواندہ خواتین جو کارخانوں، کانوں، شجر کاری (PLANTATOIN)، مکانوں کی تعمیر، بیڑی یا ماچس کارخانوں میں بحیثیت مزدور کام کر رہی ہیں اس سے مستفید ہو سکیں۔ مختلف ادارے اور انجمنیں مثلاً مرکزی سماجی بہبود بورڈ (CSWB) خواتین کے کالج، خصوصاً ہوم سائنس کالج، خواتین کے ادارے جو سماجی بہبودی کے کام میں مصروف ہیں یا پھر کھادی وِد ہی صنعتی کمیشن وغیرہ اس کام میں کافی مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔

آج یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ چھٹے منصوبے میں طالبات کی ابتدائی تعلیم سے متعلق جو منصوبہ بنایا گیا ہے یا پھر تعلیم بالغان پروگرام کس حد تک مفید ثابت ہو رہے ہیں یا ہوں گے کیونکہ کسی بھی منصوبہ پر کس حد تک عمل کیا جائے گا اور کیا نتائج برآمد ہوں گے اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا جیسا کہ اوپر دیئے گئے تختہ جات سے ظاہر ہے۔

مرکزی سماجی بہبودی بورڈ نے ۷۵-۱۹۷۴ء میں صرف ۱۹٫۷۹ فیصد رقم اس کام کے لئے مختص کی اور یہ رقم ۷۶-۱۹۷۵ء میں ۱۸٫۳۳ فیصد ہوگئی اور ۷۷-۱۹۷۶ء میں اس کا فیصد اور بھی کم ہوگیا، یعنی ۱۴٫۵۹۔ دوسرے یہ کہ اب تک تعلیم کے تمام مدارج کو مناسب اہمیت دی جاتی رہی لیکن چھٹے پلان میں تحتانوی تعلیم اور تعلیم بالغان پروگرام کو اہمیت دی گئی ہے۔ اس منصوبے میں ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کو مزید ترقی سے علیحدہ رکھنا شاید تعلیم نسواں کی ترقی میں حائل ہو۔ پہلے ہی اعلیٰ تعلیم میں خواتین کا تناسب کم ہے اور اس نئے رجحان کا مزید خراب اثر ہوگا (جیسا کہ حسب ذیل جدول سے یہ بات عیاں ہے)

طالبات کی تعداد کالج و یونیورسٹی میں : (منسٹری آف ایجوکیشن)

سال	تعداد (لاکھ میں)	لڑکوں کے نسبت تناسب (۱۰۰ میں سے)
۱۹۵۰-۵۱ء	۰٫۴۰	۱۴
۱۹۵۵-۵۶ء	۰٫۸۴	۱۷
۱۹۶۰-۶۱ء	۱٫۵۰	۲۲
۱۹۶۵-۶۶ء	۳٫۲۴	۲۸
۱۹۶۸-۶۹ء	۴٫۳۲	۳۰
۱۹۷۳-۷۴ء	۹٫۰	۳۱ (تخمینہ)

خواتین کو اعلیٰ تعلیم کی طرف راغب کرنے کا ایک طریقہ ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ انھیں ملازمت کے ایسے مواقع فراہم کئے جائیں جہاں انھیں اعلیٰ تعلیم کے مواقع فراہم ہو سکیں۔ ایک طریقہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انھیں ایسے سماجی بہبود کے اداروں سے وابستہ کیا جائے جہاں وہ اعلیٰ تعلیم کی طرف بڑھ سکیں۔ موجودہ پلان انھیں تحتانوی و ثانوی مدارس میں ملازمت کے لئے مواقع فراہم کرنے پر زور دیتا ہے اور انھیں دوسری ایسی ملازمت کی طرف راغب نہیں کرتا جہاں رہ کر وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکیں۔ تعلیمی نظام میں لڑکے اور لڑکیوں کی تعلیم میں تفریق بھی انھیں سوسائٹی میں مختلف رول انجام دینے میں حائل ہوتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم نصابی کتب و وسائل تعلیم کا جائزہ لیں اور ایسی باتیں جو اس مقصد کے حاصل کرنے میں رکاوٹ ہوں انھیں دور کریں۔ ایسا انتظام کیا جانا چاہئے کہ طلبہ و طالبات کو ان کے رجحان کے مطابق تعلیم کو طلبہ کے معیار تک پہنچانے کے لئے کافی جدوجہد تحقیق کی ضرورت ہے جس کی تکمیل کے بعد ہی شاید خواتین کا تعلیمی اوسط مردوں کے مماثل ہو سکے۔





تبصرہ

تبصرہ نگار :
علاء الدین جینا بڑے
۶۳۷۔ شانتی نگر
چمبور، بمبئی ۴۰۰۰۷۱

سیّد نجیب اشرف ندوی
شخصیت اور کارنامے

قیمت : تیس روپے
ملنے کے پتے :
مکتبۂ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی نمبر ۱۱۰۰۰۶
مکتبۂ جامعہ لمیٹیڈ، جے جے اسپتال، بمبئی ۳
اُردو اکیڈمی، آندھرا پردیش، حیدرآباد۔ ۵۰۰۰۰۴

سیّد نجیب اشرف ندوی ۔ شخصیت اور کارنامے ریاست علی تاج کی ایک قابلِ قدر تصنیف ہے جسے مصنّف نے ایم۔ اے کے ایک پرچے کے بدل میں پیش کیا ہے۔ لیکن اس میں تحقیق و جستجو کے بعد اس قدر وافر مواد پیش کیا ہے اور اسی کے ساتھ ہی مرحوم ندوی صاحب کے علمی و ادبی کارناموں کا ایسی تنقیدی بصیرت کے ساتھ جائزہ لیا ہے کہ بیساختہ داد دینے کو جی چاہتا ہے۔

پروفیسر سیّد نجیب اشرف ندوی، اُن باقیات الصّالحات میں سے تھے کہ جس نے بھی آپ سے استفادہ کیا وہ آج بھی فخر کے ساتھ اس تعلق کا ذکر کرتا ہے۔

ریاست علی تاج کا زیرِ تبصرہ مقالہ سات ابواب پر مشتمل ہے ابتدائی دو ابواب میں سیاسی پس منظر، خاندانی حالات، نسبتوں تعلیم و تربیت اور علمی و ادبی زندگی کے اولین دَور پر روشنی ڈالتے ہیں۔ تیسرے باب میں ملازمت کے ساتھ ساتھ ان کی شخصیت اور معمولاتِ زندگی کی تفصیلات پیش کی گئی ہیں۔ چوتھا باب بقول اختر حسین اس مقالے کا کلیدی حصہ ہے جس میں ندوی صاحب کے علمی کارناموں اور ادبی خدمات کا نہ صرف بیان ہے بلکہ ندوی صاحب کی مستقل تصنیفات و دیگر رشحاتِ قلم کے ملاحظے پیش کئے گئے ہیں اور اُن پر سیر حاصل بحث ہے۔

اس باب میں ندوی صاحب کی تصنیفی زندگی کو تین اَدوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے دور میں ندوی صاحب نے دارالمصنفین کے رفیق کی حیثیت سے "رقعاتِ عالمگیری" کی ترتیب کا ایک عظیم کارنامہ انجام دیا اور اس کے ساتھ ہی اس سے بڑھ کر عظیم کام یہ کیا کہ "مستند رقعاتِ عالمگیر" نام سے ایک ضخیم کتاب لکھ کر پیش کی، نیز بحیثیت مدیر "معارف" (۱) تلخیص و تبصرہ (۲) بابِ تقریظ و الانتقاد (۳) مطبوعاتِ جدید اور (۴) اخبارِ علمیہ، اِن چار مستقل کالموں میں وقیع مضامین لکھ کر ملک گیر شہرت حاصل کی۔ دوسرے دور میں ندوی صاحب نے اُردو کے پروفیسر کی حیثیت سے اور تصنیفی زندگی کے تیسرے دَور میں اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، بمبئی کے ڈائرکٹر کی حیثیت سے کام کیا، اسی تیسرے دور میں "لغاتِ گجری" تکمیل پذیر ہوئی۔

کتاب کا پانچواں باب، مکتوباتِ ندوی پر مشتمل ہے۔ چھٹے باب میں ان کے نظریۂ ادب و زبان سے بحث کی گئی ہے اور ساتویں باب میں ندوی صاحب کے اسلوب اور طرزِ نگارش کا جائزہ لیا گیا ہے۔ توقیت نامہ کے بعد آخر میں حوالہ جات اور کتابیات شامل ہیں۔

خاندانی حالات کے تعلق سے باوجود قابلِ تعریف تفحص و جستجو کے ایک غلط بیانی شامل ہوگئی ہے اور وہ یہ کہ ندوی صاحب کی چھوٹی صاحبزادی کے بجائے بڑی صاحبزادی کو پاکستان میں مقیم بتایا گیا ہے۔ دراصل بڑی صاحبزادی آج بھی اندھیری، بمبئی میں قیام پذیر ہیں۔

مرحوم ندوی صاحب کے متعدد شاگرد بھارت و پاکستان میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ ان میں سے کوئی یہ کارنامہ انجام دیتا بہرحال جناب ریاست علی تاج کا یہ بیش قیمت تحفہ علم و ادب کے پروانوں کے لئے ایک شمعِ روشن کی طرح ہے۔

دو سو نوے صفحات کی اس تصنیف کی قیمت صرف تیس روپے ہے۔ کتاب، کتابت و طباعت کی خامیوں سے پاک ہے اور مکتبۂ جامعہ لمیٹیڈ، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۶، مکتبۂ جامعہ لمیٹیڈ، جے۔ جے اسپتال، بمبئی۔ ۴۰۰۰۰۳، اور اُردو اکیڈمی، آندھرا پردیش، حیدرآباد نمبر ۵۰۰۰۰۴ سے مل سکتی ہے۔

تسنیم فاروقی

۱۸۴ - سی، تلسی داس مارگ
نزد ہسپتال، لکھنؤ ۲۲۶۰۰۳

امن کی فکر میں ہر شخص لگا ہو جیسے،
اور ہر شخص کا اک ہاتھ کٹا ہو جیسے

سانس اک قسط کے مانند ادا ہوتی ہے
قرض یہ ہم نے مہاجن سے لیا ہو جیسے،

سُرخ ہونٹوں کو ترے چوم کے کل رات گئے
پھُول کھِلنے کی ادا بھول گیا ہو جیسے

اپنے کردار کو یوں قتل کیا ہے میں نے
میرا ہی خوں مرے ہاتھوں میں لگا ہو جیسے

تم وہ جادُو ہو وہ نغمہ ہو وہ نظارہ ہو
اپنا دیوانہ بنا لو جسے چاہو جیسے

اے مرے دور کے سقراط نما دیدہ ورو
زہر اس طرح سے پی جاؤ دوا ہو جیسے

کتنا دلکش ہے یہ انسان کے جینے کا نظام
دُھوپ میں برف کا مینار ہو جیسے

کیا نیا سوچئے تسنیم کہ صدیاں گزریں
چاند ہر رات کو لگتا ہے نیا ہو جیسے

بشیر بدر

ڈی ۱۲۰، شاستری نگر
میرٹھ (یو پی)

خوشبو کی طرح آیا وہ تیز ہواؤں میں
مانگا تھا جسے ہم نے دن رات دعاؤں میں

پوشاک بھی ایسی ملتی ہے حسینوں کو
شبنم نے بٹن ٹانکے پھولوں کی قباؤں میں

تم چھت پہ نہیں آئے میں گھر سے نہیں نکلا
یہ چاند بہت بھٹکا ساون کی گھٹاؤں میں

ہنستے ہوئے آئے ہو روتے ہوئے جاؤ گے
کانٹے بھی چبھوئیں گے یہ پھول اداؤں میں

دُنیا کی طرح وہ بھی ہنستے ہیں محبت پر
ڈوبے ہوئے رہتے تھے جو لوگ وفاؤں میں

کیا خوب نوازا ہے لوگوں کو زمانے نے
اک چور نے بانٹی ہے خیرات گداؤں میں

علی احمد جلیلی

جلیل منزل، سلطان پورہ
حیدرآباد ۵۰۰۰۲۴

زندگی پھر کسی طوفان سے ٹکرائی جائے
فرش گل پر نہیں پتھر پہ گرائی جائے

آپ موجود ہیں پردے میں یہ معلوم تو ہو
کوئی آواز ہی پردے سے سنائی جائے

جس کو دیکھو وہ غرض مند نظر آتا ہے
کس کی تائید میں آواز اُٹھائی جائے

دیکھئے آپ جلائیں نہ کہیں ہاتھ اپنے
شوق سے آگ مرے گھر میں لگائی جائے

دیکھنے پر بھی تجھے ہم نے نہیں دیکھا ہے
ہم پہ بینائی کی تہمت نہ لگائی جائے

جانچئے مجھ کو نہ تحسین کے پیمانوں سے
میرے اشعار کی قیمت نہ لگائی جائے

اپنے ہاتھوں سے اسے قتل کیا ہے ہم نے،
دُھوم سے لاش شرافت کی اٹھائی جائے

مسکرانے کی علی ہم کو بھی خواہش ہے مگر
کس کے ہونٹوں سے ہنسی مانگ لی جائے

غزلیں

* سید اظہر حسین اظہر ہاشمی
نعمت اللہ روڈ، لکھنؤ (یو۔پی)

جاں رہنِ صد انکار ہے معلوم نہیں کیوں
دل نقش بہ دیوار ہے معلوم نہیں کیوں

جو ساتھ ہے تلوار ہے معلوم نہیں کیوں
جینا مجھے دشوار ہے معلوم نہیں کیوں ؟

ہستی جسے سمجھا تھا میں گلزار ہی گلزار
آزار ہی آزار ہے معلوم نہیں کیوں ؟

وہ عہدِ کشاکش ہے کہ جو شخص جہاں ہے
آپ اپنے سے بیزار ہے معلوم نہیں کیوں

زنداں میں بھی محسوس یہ ہوتا ہے کہ جیسے
کوئی پسِ دیوار ہے معلوم نہیں کیوں ؟

پھولوں کی طرف آنکھ بھی اٹھتی نہیں میری
کانٹوں سے مجھے پیار ہے معلوم نہیں کیوں

دنیا میں مسیحا تو بہت آئے ہیں لیکن
بیمار ابھی بیمار ہے معلوم نہیں کیوں ؟

دل جس نے بہت کوچہ و بازار سنوارے
رسوا سرِ بازار ہے معلوم نہیں کیوں ؟

سب کھو کے بھی اظہر دلِ ناداں ہے کہ اب تک
ہر شے کا خریدار ہے معلوم نہیں کیوں

—٥—

* ہارون خوشتر
۱۱/۱، اگری پاڑہ میونسپل بلاک،
بالمقابل جھولا میدان،
مورلینڈ روڈ، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۱۱

وقت پہ صورِ اسرافیل
بجنا ہے بے حجت و حیل
خونِ ناحق پہ اترآئیں،
اپنے وقت کے یہ قابیل

ظلم کریں اور پکڑے نہ جائیں
قدرت کی ہے کتنی ڈھیل
خونِ جگر سے روشن رکھا
بجھنے لگی جب دل کی قندیل

کعبہ چلے تھے ڈھانے کو
کس منہ سے اصحابِ فیل
اترے چاند اور چہرہ دیکھے
اپنا سینہ صاف سی جھیل!

کنکر کنکر گرزِ موت
پر نہ پہنچے بارِ ابابیل
ہم نے وفا کے ہاتھوں کھا
راہِ عشق کا سنگِ میل

عمر گذارو اچھی خوشتر
ورنہ تم اور عزرائیل

* اسحاق ایوبی (ایم۔اے)
۴۱/۱۱۱-۲-۱۲، مہدی پٹنم
مرادنگر، حیدرآباد ۔۲۸

آیا ہے کوئی بن کے مری زندگی میں، چاند
ہر رات وہ لگے ہے بھری چاندنی میں چاند

اس نے زمیں پہ دیکھا کہیں چاندنی میں چاند
مجنوں سا، تب سے پڑ گیا، آوارگی میں چاند

دیکھا جب اس کو، پڑ گیا شرمندگی میں چاند
بادل میں چھپ کے بیٹھا ہے بےچارگی میں چاند

خلوت کا گھپ اندھیرا اماوس کی رات سی
ظالم کا چہرہ لگتا ہے جوں چاندنی میں، چاند

سورج نے جاری کر رکھا ہے حکمِ امتناع
ہر کوئی دیکھ سکتا ہے تابندگی میں چاند

ٹکڑے سے پورے، پورے سے تم ٹکڑے ہو گئے
کتنے چڑھاؤ اتار ہیں اس زندگی میں چاند

اسحاق بانٹتا پھرے چاندنی کی چادریں!
میدان، سجدہ گاہ، محل جھونپڑی میں چاند

برطانوی پارلیمانی ٹیم کی وزیر اعلیٰ سے ملاقات

ایک آٹھ رکنی برطانوی پارلیمانی وفد نے مسٹر پیٹر جے۔ ایم۔ تھومس کی سربراہی میں ۲ر دسمبر کو وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے سے منترالیہ میں ملاقات کی۔

وزیر اعلیٰ نے وفد کے ہر ایک ممبر کو تیر سگالی کے طور پر یادگاریں پیش کیں۔

ممبران نے بیرسٹر بھوسلے سے دونوں ممالک کے درمیان سیاسی نظام پر بات چیت کی اور بھارت میں صنعتی، تعلیمی اور دیگر میدانوں میں ہوئی ترقی پر اپنی گہری دلچسپی کا اظہار کیا

وزیر اعلیٰ نے اس ملاقات میں انگلینڈ میں اپنے قیام کی خوش گوار یادوں کو تازہ کیا۔

شری این۔ ایم۔ تڑکے وزیر صنعت اور لیجسلیٹیو امور اور شری شانتا رام گھولپ وزیر محصول بھی اس موقع پر موجود تھے۔

قومی یک جہتی میٹنگوں میں قومی جھنڈا لہرایا جا سکتا ہے

حکومت ہند نے اعلان کیا ہے کہ ۱۹ر نومبر سے ۱۵ر دسمبر تک منائے جا رہے قومی یک جہتی ماہ کے دوران اس مقصد کے تحت منعقد کی جانے والی میٹنگوں وغیرہ کی جگہوں پر قومی جھنڈا لہرایا جا سکتا ہے۔

اس سلسلے میں حکومت اور مختلف انجمنوں کی جانب سے مباحثے اور سیمینار منعقد کئے جا رہے ہیں۔

بھارت کی دفاعی تحقیق کی نمائش کا افتتاح

شری آر وینکٹ۔ رامن وزیر برائے دفاع نے ۲ر دسمبر کو بمبئی کے نہرو سینٹر میں بھارت میں دفاعی تحقیق کی نمائش کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا کہ اس نوعیت کی نمائشیں ہمارے مستقبل کے سائنسدانوں کی توجہ اس جانب مرکوز کرانے میں معاون ثابت ہو سکتی ہیں

ڈیفینس ریسرچ ڈیولپمنٹ آرگنائزیشن (ڈی آر ڈی او) کے اشتراک سے نہرو سینٹر کی جانب سے منعقدہ یہ نمائش چوبیس دسمبر تک شام کے ۳ بجے سے شب ۸ بجے کے درمیان عوام کے لئے کھلی رہے گی۔

وزیر موصوف نے مزید فرمایا کہ بھارت کے عظیم معمار پنڈت جواہر لال نہرو نے ملک کو ہر اعتبار سے خود کفیل بنانے اور خصوصاً اپنے دفاع کے لئے کسی کا دست نگر نہ رہنے کے لئے ۱۹۴۸ء میں ڈیفنس سائنس آرگنائزیشن قائم کی۔ بعد ازاں ۱۹۵۸ء میں اس کی دوبارہ تنظیم کی گئی۔ اور اس کا نام ریسرچ اینڈ ڈیولپمنٹ آرگنائزیشن رکھا گیا۔ شری وینکٹ رامن نے انکشاف کیا کہ گزشتہ سالوں میں اس تنظیم نے تین سو ساٹھ کروڑ روپے کی مالیت کے اسلحات تیار کئے نیز دفاع کے ... [illegible] ۱۰۰ کروڑ روپے ... [illegible] ہیں۔

وزیر موصوف نے نہرو سینٹر کے چیئرمین اور اراکین کو اس نمائش کے انعقاد پر مبارک باد دی۔

وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا کہ گزشتہ تین دہائیوں میں ہمارے سائنس دانوں، اور لیبارٹریز کی قابل ستائش کوششوں کی وجہ سے ہمارا ملک اپنے دفاع کے لئے کسی کا محتاج نہیں رہا۔ آپ نے اس بڑے پیمانے پر نمائش کے انعقاد پر اظہار مسرت کیا۔

بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے نہرو سینٹر کے ڈسکوری آف انڈیا ہال پروجیکٹ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ریاستی حکومت نے سینٹر کی قومی اور بین الاقوامی اہمیت کے پیش نظر اس کے لئے چار کروڑ روپے کی گرانٹ منظور کی ہے۔ آپ نے امید ظاہر کی کہ مرکزی حکومت بھی سینٹر کو مالی امداد دے گی۔ آپ نے تجویز پیش کی کہ ڈسکوری آف انڈیا ہال پروجیکٹ میں اگر ممکن ہوا تو آئندہ سال پنڈت جواہر لال نہرو کی تاریخ پیدائش ۱۴ر نومبر تک، بھارت کے دفاعی اسلحات و ساز و سامان کی نمائش کا اہتمام کیا جائے۔ وزیر برائے دفاع نے آپ کی اس تجویز کا خیر مقدم کیا۔

ڈاکٹر راجہ رامنا جنرل سکریٹری نہرو سینٹر، ڈاکٹر وی ایس ارونا چلم وزیر دفاع کے سائنٹیفک ایڈوائزر اور ڈائرکٹر

پی۔ وی۔ سُبرامیتا، ڈائریکٹر ڈسکوری آف انڈیا ہال پروجیکٹ نے بھی اس موقع پر حاضرین سے خطاب کیا۔
شری اجیت مہتا سینٹر کے جوائنٹ سیکریٹری نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔ شری پی۔ جی۔ سالوی چیف ایگزیکیٹو نے شکریہ ادا کیا۔

عوامی تعطیلات برائے سال ۱۹۸۳ء

حکومت مہاراشٹر نے مہاراشٹر میں برائے سال ۱۹۸۲ء کے دوران مندرجہ ذیل دنوں کو نیگوشیبل انسٹرومنٹس ایکٹ ۱۸۸۱ء کے تحت عوامی تعطیلات قرار دیا ہے۔
سالِ نو۔ یکم جنوری (سنیچر) یوم جمہوریہ ۲۶ جنوری (بدھ) مہاشیوراتری، ۱۱ فروری (جمعہ) ہولی (دوسرا دن) ۲۹ مارچ (منگل) گڈ فرائی ڈے، یکم اپریل (جمعہ) گڈی پاڈوا، ۱۴ اپریل (جمعرات) مہاویر جینتی۔ ۲۵ اپریل (پیر) چھترپتی شیواجی مہاراج جینتی، ۱۴ مئی (سنیچر) بدھا پورنیما، ۲۶ مئی (جمعرات) بینکوں کے نصف سالانہ حساب کتاب کا دن، ۳۰ جون (جمعرات) رمضان عید (پہلی شوال) (عید الفطر) ۱۱ جولائی (پیر) یوم آزادی، ۱۵ اگست (پیر) پارسی نیو ایئر ڈے (شہنشاہی) ۲۶ اگست (جمعہ) گنیش چترتھی، ۱۰ ستمبر (سنیچر) بقرعید (عید الضحٰی) ۱۷ ستمبر (سنیچر) محرم، ۲۰ اکتوبر (جمعرات) دیوالی (اماوسیہ) ۴ نومبر (جمعہ) دیوالی (بالی پرتیپیا) ۵ نومبر (سنیچر) عید میلاد، ۲۷ دسمبر (منگل) بینکوں کے نصف سالانہ حساب کتاب کا دن ۳۱ دسمبر (سنیچر)
عوامی تعطیلات جو اتوار کو آتی ہیں ان کا عوامی تعطیلات کے طور پر اعلان نہیں کیا گیا ہے جو اس طرح ہیں۔
یوم مہاراشٹر یکم مئی، مہاتما گاندھی جینتی ۲ اکتوبر، دسہرہ ۱۶ اکتوبر، گرونانک جینتی ۲۰ نومبر اور کرسمس ۲۵ دسمبر۔

ضلع احمد نگر میں ۱۵۶ دیہات سوکھے سے متاثر

حکومت مہاراشٹر نے موجودہ سال میں ضلع احمد نگر کے احمد نگر، آکولہ، سنگم نیر، شری رام پور، کوپر گاؤں، راہوری، پاتھرڈی اور پرنیر تعلقوں میں ۱۵۶ دیہاتوں کو جو موسم خریف کے پیداواری دیہات ہیں اور جن کی شرح ۵۰ - ۶۰ پیسے کم ہے۔ سوکھے سے متاثر قرار دے دیا ہے۔
ضلع احمد نگر کے تعلقوں میں سوکھے سے متاثرہ دیہاتوں میں تعداد اس طرح ہے۔ احمد نگر ۴، آکولہ ۱۳، سنگم نیر ۵۰، شری رام پوری ۲، کوپر گاؤں ۱۲، راہوری ۱۳، پرنیر ۱۶، اور پاتھرڈی ۴۶۔

انسداد تپ دق پروگرام ترجیحی بنیاد پر نفاذ

وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے

وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے آج یہاں فرمایا کہ انسداد ٹی، بی پروگرام کو ملکی اور ریاستی سطح پر ترجیحی بنیاد پر نافذ کیا جا رہا ہے۔ تاہم اس مرض کا مقابلہ کرنے کے لئے مؤثر عملی اقدام کی ضرورت ہے۔
آپ آج یہاں انڈین چیسٹ سوسائٹی کی جانب سے امراض تنفس کے موضوع پر منعقدہ دوسری نیشنل کانگریس کی اختتامیہ تقریب میں حاضرین سے خطاب کر رہے تھے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ جدید ادویات کی ایجاد سے اس مرض کو قابو میں کرنا آسان ضرور ہوا ہے لیکن ان ادویات کی قیمت اور مکمل علاج اخراجات اب بھی عام آدمی کی دسترس سے باہر ہیں۔ علاوہ ازیں پھیپھڑوں کے سرطان کے علاج سے متعلق بھی ماہرین طب کو مزید کام کرنا چاہیئے۔
آپ نے ڈاکٹروں اور متعلقہ پیشہ وروں سے اپیل کی کہ وہ ہمارے محدود مالی وسائل کو مدِنظر رکھتے ہوئے ملک بھر میں پھیلے ہوئے اس مرض کے علاج کا حل تلاش کریں
"مہاراشٹر ٹائمز" کے مدیر شری گوند تلوکر نے اس موقع پر سوئینیر اور "لنگ انڈیا" کا اجراء کیا۔ کانگریس کا افتتاح ڈاکٹر کے۔ ایس۔ سنجیوی نے کیا۔ صدارت کے فرائض ڈاکٹر سی، دی، رام کرشن نے ادا کئے۔
ڈاکٹر ایس، ایس، وردھی نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔

وِدربھ میں علاقائی نابرابری ختم کی جائے گی

وزیراعلیٰ بیرسٹر باباصاحب بھوسلے نے ۲۹ نومبر کو ودربھ علاقے کی ترقی کا جائزہ لینے اور ترقیاتی سرگرمیوں کی نگرانی کرنے کے لئے ریاستی سطح پر تشکیل کردہ کمیٹی کی پہلی میٹنگ میں کمیٹی کے اراکین کو یقین دلایا کہ ودربھ میں علاقائی نابرابری ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔

وزیراعلیٰ کی زیرِ صدارت منعقدہ اس میٹنگ میں اراکین کو اطلاع دی گئی کہ چھٹے پنج سالہ منصوبے کے آغاز میں ودربھ علاقے میں بڑے، درمیانی، اور چھوٹے آب پاشی پروجیکٹوں کے ذریعہ علاقہ کی سات فی صد قابل کاشت اراضی یعنی ۴ لاکھ دس ہزار سات سو نوے ہیکٹر اراضی کو زیرِ آب لایا گیا اس وقت پنج ہائیڈرولک پروجیکٹ کے علاوہ گیارہ بڑے اور اڑتیس درمیانی آب پاشی پروجیکٹ زیرِ تکمیل ہیں۔

ان پروجیکٹوں کی تکمیل سے آٹھ لاکھ سات ہزار دو سو ہیکٹر اراضی سیراب ہو سکتی ہے ان میں سے دو بڑے اور اٹھائیس درمیانی پروجیکٹ سنہ ۸۶-۱۹۸۵ء تک معینہ مدت پروگرام کے تحت مکمل ہوں گے۔

توقع کی جاتی ہے کہ آئندہ سال ماہِ جون میں سات درمیانی پروجیکٹوں سے آب پاشی کی جا سکے گی۔

میٹنگ میں اراکین کو مزید اطلاع دی گئی کہ رواں پنج سالہ منصوبہ کے دوران پنج واٹر سپلائی پروجیکٹ پر کام شروع کیا جائے گا تاکہ کھاپر کھیڈا تھرمل پاور اسٹیشن میں مزید ۶۳۰ میگھا واٹ بجلی پیدا کی جا سکے۔

چھٹے پنج سالہ منصوبے کے دوران ۲۶۵۰ کلومیٹر نئی سڑکیں بنائی جائیں گی۔ سنہ ۸۲-۱۹۸۱ء سے ۲۶٫۵۷ کروڑ روپیوں کی لاگت سے سڑکوں کی مرمّت و ترقی کا پروگرام جاری کیا گیا ہے ان کاموں کی تکمیل کے بعد ایک ہزار بائیس کلومیٹر نئی سڑکیں بنائی جائیں گی۔ اس پروگرام کے تحت پانچ سو کلومیٹر سڑکیں حالیہ پنج سالہ منصوبہ کے تحت بنائے جانے کی توقع ہے۔

ڈاکٹر وی۔ سبرامنیم ما وزیر برائے منصوبہ بندی وانرجی نے کہا کہ حالیہ منصوبہ کے اختتام سے قبل تمام دیہاتوں میں بجلی پہنچائی جائے گی۔ دیہاتوں میں بجلی پہنچانے کے علاوہ کھیتوں میں استعمال کئے جانے والے پانی کے پمپوں کے لئے بھی بجلی فراہم کرنے کی طرف خصوصی توجہ دی جا رہی ہے۔

ریاستی حکومت نے رواں پنج سالہ منصوبے کے دوران ناگپور میں ہینڈ لوم پروسیسنگ سینٹر جاری کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

سال سنہ ۱۹۸۴ء تک بلڈھانہ، ایوت محل، بھنڈارہ اور چندر پور اضلاع میں بھی "آپریشن فلڈ پروگرام" جاری کیا جائے گا۔

ناگپور میں چنڈی گڈھ اور دہلی طرز کی پوسٹ گریجویٹ میڈیکل انسٹی ٹیوشن کے قیام کے پروجیکٹ کو آخری شکل دی جا رہی ہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ سنہ ۸۴-۱۹۸۳ء سے یہ پروجیکٹ نافذ ہوگا۔

میٹنگ میں جن حضرات نے شرکت کی وہ اس طرح ہیں شری این۔ ایم۔ تڑکے وزیر برائے صنعت، شری بی، ایم گائیکواڑ وزیر برائے زراعت شری ٹی۔ جی۔ دیشمکھ۔ وزیرِ مملکت برائے اطلاعات، شری مدھوکر کیمتکر، وزیرِ مملکت برائے مالیات و محنت، شری خان محمد اظہر حسین وزیرِ مملکت برائے پروٹوکول، ڈاکٹر شری کانت جچکر، وزیرِ مملکت برائے امور داخلہ، شری کیول چند جین، وزیرِ مملکت برائے منصوبہ بندی، شری نواری لال پروہت، وزیرِ مملکت برائے شہری ترقی، شری سریندر بھویار، نائب وزیر برائے آب پاشی، شری شیواجی راؤ موگھے، نائب وزیر برائے عوامی امور، شری یشونت شیرے کر، نائب وزیر برائے امدادِ باہمی شریمتی یشودھرا بجاج ایم ایل اے، شری بھاسکر راؤ شینگلے ایم، ایل، اے، شری بھاؤ صاحب مالک، ایم، ایل، اے شری پربھاکر راؤ مامولکر ایم، ایل، اے، شری بالا صاحب تایا دے، ایم ایل اے اور شری ہریش مندھانی ایم ایل اے

پاکستان کے صدر کے طبی مشیر کی وزیراعلیٰ سے ملاقات

پروفیسر بشارت جذبی، صدر پاکستان کے مشیر برائے طبّ و سماجی بہبود نے آج "رائے گڈھ" میں وزیراعلیٰ بیرسٹر باباصاحب بھوسلے سے ملاقات کی۔ ڈاکٹر شری کانت جچکر وزیرِ مملکت برائے صحت عامہ بھی اس موقع پر موجود تھے۔

اس غیر رسمی بات چیت میں پروفیسر جذبی نے ریاست مہاراشٹر میں خاندانی بہبود اور دیہی صحت کے میدان میں کی گئی کارکردگیوں میں کافی دلچسپی لی۔

پروفیسر جذبی جمعہ کے روز یہاں تین دن کے دورہ پہ آئے ہوئے ہیں۔ آپ نے وزیر برائے آب پاشی ڈاکٹر بلی رام ہیرے سے بھی ملاقات کی۔

سرکاری افسران خود کو سماجی خدمت گار تصور کریں۔ وزیر اعلیٰ

وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے سرکاری افسران کو ہدایت دی کہ وہ خود کو سماجی خدمت گار تصور کرتے ہوئے ریاست میں فلاحی و بہبودی اسکیموں اور پروگراموں کو کامیابی کے ساتھ زیر عمل لائیں۔ آپ نے فرمایا کہ افسران کو عوام کے ساتھ مل جل کر ان کی ضروریات اور ان کی دشواریوں سے واقفیت حاصل کرنی چاہیئے۔ نیز عوام کو سرکار کی جانب سے جاری کی گئی مختلف فلاحی اسکیموں اور پروگراموں سے روشناس کرانا چاہیئے۔

آپ ۲۸ نومبر کو نیوزی لینڈ ہوسٹل، گورے گاؤں، بمبئی میں ریاستی محکمہ برائے دیہی ترقی کی جانب سے "مربوط دیہی ترقی پروگرام" کے موضوع پر منعقدہ ایک روزہ سمینار میں حاضرین سے خطاب کر رہے تھے۔ اس موقع پر وزیر برائے دیہی ترقی شری این، ایم، کامبلے، وزیر مملکت برائے دیہی ترقی شری اننت راؤ تھوپٹے اور چیف سیکریٹری شری آر، ڈی، پردھان بھی موجود تھے۔

وزیر اعلیٰ نے مزید فرمایا کہ بیس نکاتی پروگرام میں مربوط دیہی ترقی پروگرام کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ اس پروگرام کی کامیابی کا اندازہ اس پر خرچ کی گئی رقم سے لگانے کی بجائے اس سے ہونے والے ٹھوس فائدوں سے لگایا جانا چاہیئے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ اس پروگرام کو نافذ کرنے والے سرکاری افسران خود کو سماجی خدمت گار تصور کریں۔ آپ نے امید ظاہر کی کہ سرکاری افسران اس پروگرام کو کامیاب بنانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھیں گے۔

شری این ایم کامبلے وزیر برائے دیہی ترقی نے سیمنار میں شریک افسران کو یقین دلایا کہ مذکورہ پروگرام کے نفاذ سے متعلق ان کے مسائل اور دشواریوں کو حل کیا جائے گا تاکہ وہ اسے کامیابی سے زیر عمل لا سکیں۔

وزیر اعلیٰ کا خیر مقدم کرتے ہوئے چیف سیکریٹری شری آر۔ ڈی۔ پردھان نے کہا کہ فی الحال اس پروگرام پر عمل آوری اطمینان بخش نہیں ہے۔ مستقبل قریب میں اس پروگرام کے تحت بہتر نتائج حاصل کرنے کے لئے مزید کوششیں کرنی ہوں گی۔ آپ نے کہا کہ اس پروگرام کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کی ذمہ داری ضلع پریشد کے چیف ایگزیکیٹیو افسران کی ہے چونکہ یہ پروگرام سماج کے غریب ترین فرد کے مفاد میں جاری کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس پر مؤثر طور سے عمل کرنے کے لئے سیمینار میں فیلڈ افسران کے نئے نظریات اور تجاویز پر بحث کی جانی چاہیئے۔

شری این۔ ایم۔ دیوستھلے سیکریٹری محکمہ دیہی ترقی نے اپنی تعارفی تقریر میں سمینار کے انعقاد کے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہ سیمنار مربوط دیہی ترقی پروگرام نافذ کرنے والے فیلڈ افسران کو درپیش مسائل اور دشواریوں سے واقفیت حاصل کرنے اور ان کا حل تلاش کرنے کے لئے منعقد کیا گیا ہے۔

سیمینار میں مذکورہ پروگرام کے اجراء سے ابھی تک اس کے نفاذ کا جائزہ لیا گیا اور افسران نے اس کے نفاذ سے متعلق درپیش مسائل اور دشواریاں پیش کیں۔

سیمینار میں وزیر اعلیٰ کے علاوہ وزیر برائے دیہی ترقی، وزیر مملکت برائے دیہی ترقی، چیف سیکریٹری، متعلقہ محکموں کے سیکریٹری ڈیویژنل کمشنر، ضلع پریشد کے چیف ایگزیکیٹو افسران اور چند بینکوں کے نمائندوں نے شرکت کی۔

قدرتی ماحول کے تحفظ کے لئے کمیٹی کی تشکیل

حکومت مہاراشٹر نے چیف سیکریٹری شری آر، ڈی، پردھان کی زیر صدارت ایک آٹھ رکنی کمیٹی کی تشکیل دی ہے

تاکہ وہ قدرتی ماحول کے تحفظ سے متعلق سرکاری اقدامات کی تنظیم اور متعلقہ اُمور کی نگرانی کرے۔

مذکورہ کمیٹی وزیراعظم کی ہدایت کے بموجب تشکیل دی گئی ہے۔

وزیراعظم نے ساحلی ریاستوں میں ساحل سمندر پر تعمیرات اور دیگر صورت میں ان کے غلط استعمال پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے متعلقہ حکومتوں کو ہدایت دی تھی کہ ساحل سمندر کو مصنوعی ترقی اور صنعتی اور شہری فضلہ کی آلودگی سے صاف رکھا جائے۔

جہاں تک مہاراشٹر کا تعلق ہے وزیراعظم نے نوا اور الیفنٹا جزیروں کے قدرتی ماحول کے تحفظ کے لئے خصوصی ہدایات دی تھیں۔ آپ نے ہدایت دی تھی کہ او۔ این۔ جی۔ سی کی سرگرمیاں صرف یہ محدود تھی تا محدود رکھی جائیں۔ نیز حکومت کو اس امر کا یقین دلانا چاہیئے کہ نوا جزیرے پر مزید کوئی پروجیکٹ نہیں جاری کیا جائے گا۔ نیز یہ کہ اسے پرندوں اور جنگلی جانوروں کے پارک میں تبدیل کیا جائے گا۔

کمیٹی کے دیگر اراکین یہ ہیں۔ بمبئی عظمیٰ کے میونسپل کمشنر، دی میٹرو پولیٹن کمشنر بی، ایم، آر۔ ڈی، اے، مینجنگ ڈائرکٹر سڈکو، سیکریٹری محکمہ سیاحت شری ایس، پی، گودریج بمبئی عظمیٰ کے عوامی مقامات کے تحفظ اور خوبصورت بنانے کے لئے نامزد کردہ کمیٹی کے چیرمین شری شیام چینائی، اعزازی سیکریٹری بامبے اینوائرنمینٹل ایکشن گروپ سیکریٹری محکمہ شہری ترقی کمیٹی کے ممبر سیکریٹری ہوں گے۔ کمیٹی اپنے کام میں تعاون حاصل کرنے کے لئے سرکاری یا غیر سرکاری افراد کی خدمت حاصل کرے گی۔

جن پروجیکٹوں سے متعلق وزیراعظم یا محکمہ ماحول نے ہدایات دی ہیں۔ مذکورہ کمیٹی اس سلسلے میں یہ اطمینان کرے گی کہ سرکاری حکومت ان ہدایات کی روشنی میں ضروری اقدامات نیز حفاظتی اقدامات کرے گی۔ علاوہ ازیں یہ کمیٹی ریاست کے قدرتی ماحول سے متعلقہ مسائل کا حل حکومت ہند اور وزیراعظم کے سیکریٹریٹ سے جاری کردہ ہدایات کی روشنی میں تلاش کرے گی۔

یہ کمیٹی ماحول سے متعلق سرکاری اسکیموں اور بمبئی میٹرو پولیٹن علاقے کو خوبصورت بنانے کی اسکیم کے نفاذ کی بھی نگرانی کرے گی۔

عبدالحمید بوبیرے کی

صحافتی و ادبی خدمات کا اعتراف

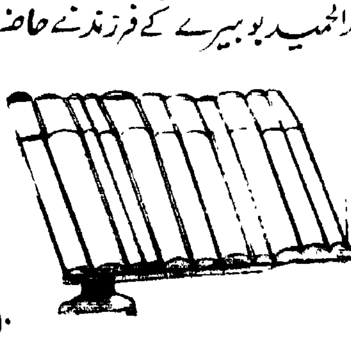
معروف صحافی عبدالحمید بوبیرے کی رحلت پر مہاراشٹر اسٹیٹ اُردو اکیڈمی کی جانب سے ۲۴ نومبر کو مہاراشٹر کالج ہال میں منعقدہ تعزیتی جلسے میں اکیڈمی کے چیرمین ڈاکٹر اے، اے، منشی نے اطلاع دی کہ مرحوم عبدالحمید بوبیرے کے تیار کردہ پروجیکٹوں کو پورا کرنے اور ان کے ماہنامے "صبح اُمید" کو جاری رکھنے کے لئے ایک ٹرسٹ قائم کرنے کی تجویز پر غور کرنے کے لئے جلد ہی ایک کمیٹی تشکیل دی جائے گی۔

شری ایم۔ آر۔ پاٹل ڈائرکٹر جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز نے اپنے تعزیتی پیغام میں کہا کہ شری عبدالحمید بوبیرے کی وفات سے اُردو ادب کا ایک محسن ہمارے بیچ سے اُٹھ گیا۔ شری بوبیرے نے متعدد دشواریوں کے باوجود اڑتالیس سالوں تک اُردو کی خدمت کی۔ ان کا جذبۂ عمل و خدمت نئی نسل کے لئے ایک مثال ہے۔ شری پاٹل کا تعزیتی پیغام شری ریاض احمد خاں مدیر قومی راج نے پڑھ کر سنایا۔

شری علی سردار جعفری نے مرحوم عبدالحمید بوبیرے کی صحافتی خدمات کی ستائش کی اور کہا کہ مرحوم نے اپنے رسالے صبح اُمید کے ذریعے اُردو ادب کی خدمت کی ہے۔

شریمتی سلمیٰ صدیقی، شریمتی فاطمہ انیس، ڈاکٹر اسحٰق جمخانہ والا، شری مصطفےٰ فقیہہ، شری شیام کشن نگم، اور دیگر حضرات نے حاضرین سے خطاب کیا۔

شری عبدالسمیع بوبیرے مدیر صبح اُمید، اور شری عبدالحمید بوبیرے کے فرزند نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔



خبریں - تصویروں میں



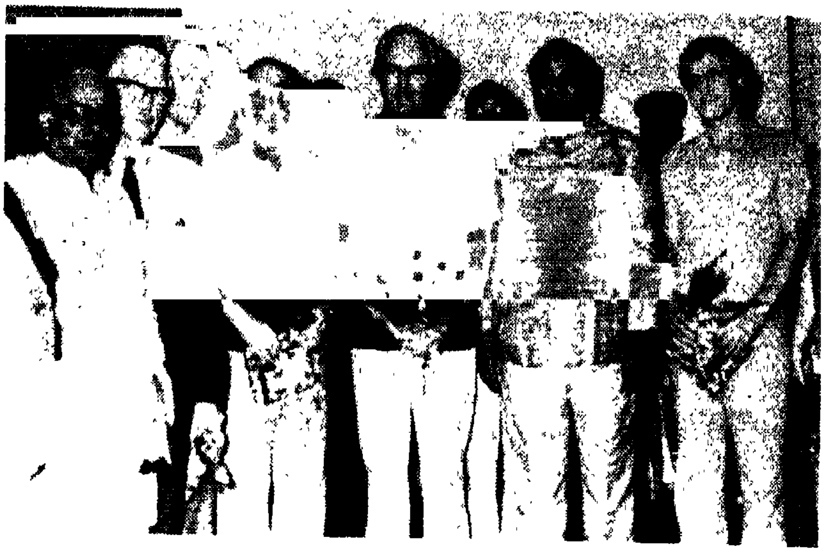
وزیر اعلیٰ کی زیر صدارت ودربھ ڈویژن کی ریاستی سطح کی کمیٹی کی ۲۹ نومبر ۸۲ء کو منترالیہ میں ایک میٹنگ منعقد ہوئی۔ زیر نظر تصویر میں بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے تقریر فرما رہے ہیں۔



وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے ۲۶ نومبر ۱۹۸۲ء کو منترالیہ میں مسلم ممبران اسمبلی، ممبران پارلیمنٹ اور لیڈران کی ایک میٹنگ طلب کی جس میں آپ نے آٹھویں جماعت کی تاریخ کی درسی کتاب کے ایک سبق کو حذف کرنے کا اعلان کیا۔ یہ تصویر اسی موقع کی ہے۔



برطانیہ کے ڈپٹی ہائی کمشنر، مسٹر امرے اور ہیڈ آف چینسری مسٹر ولیم نے ۲۷ نومبر ۱۹۸۲ء کو وزیر برائے مالیات شری رام راؤ آدِک سے ان کی رہائش گاہ 'اُدیان' میں ملاقات کی۔ یہ اسی موقع کی تصویر ہے۔



وزیراعلیٰ بیرسٹر باباصاحب بھوسلے نے برطانوی پارلیمانی پارٹی کے ساتھ ۲ر دسمبر ۱۹۸۲ء کو منترالیہ میں ملاقات کی۔ یہ اسی موقع کی تصویر ہے۔



جنوبی کوریا کے ڈانس ٹروپ نے یکم دسمبر ۱۹۸۲ء کو "رائے گڈھ"، بمبئی میں وزیراعلیٰ بیرسٹر باباصاحب بھوسلے سے ملاقات کی۔ زیرنظر تصویر میں وزیراعلیٰ ٹروپ کے اراکین کے ساتھ دیکھے جا سکتے ہیں۔



شیوبدرا پرتشٹھان کی جانب سے ۲۵ر نومبر ۱۹۸۲ء کو سندھودرگ قلعہ کے "یوم تاسیس" کے موقع پر دادر کے ونمالی ہال میں ایک تقریب منعقد کی گئی تھی۔ وزیر مملکت برائے اطلاعات درابطۂ عامہ شری بی۔جی۔ دیشمکھ نے حاضرین سے خطاب کیا۔ شیوبدرا پرتشٹھان کی ایگزیکیوٹو ٹرسٹی شریمتی سماتی دیوی دھنوٹے بھی تصویر میں دیکھی جاسکتی ہیں۔



وزیر دفاع شری آر. وینکٹا رامن کے ہاتھوں ۲ر دسمبر ۱۹۸۲ء کو بمبئی میں دفاعی اسلحہ جات کی ایک نمائش کا افتتاح ہوا۔ اس موقع پر وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے ایک آٹو میٹک بندوق کا معائنہ کرتے ہوئے دیکھے جا سکتے ہیں۔



نیو اسپورٹس کمپلکس، کھار جمخانہ، بمبئی کی افتتاحی تقریب کے موقع پر لی گئی تصویر میں وزیر برائے منصوبہ بندی ڈاکٹر وی سبرامنیم، صدر نیو اسپورٹس کمپلکس کھار جمخانہ، شری اے. جے گرسہانی اور دیگر افراد دیکھے جا سکتے ہیں۔



حکومت مہاراشٹر کے محکمۂ آثار قدیمہ نے ۲۴ر نومبر سے ۳۰ر نومبر تک منائے گئے "آثار قدیمہ ہفتہ" کے دوران کاؤس جی جہانگیر ہال میں تاریخی دستاویزوں کی نمائش منعقد کی تھی۔ زیر نظر تصویر میں چیف سکریٹری شری رام پردھان نمائش کا افتتاح کرنے کے بعد نمائش دیکھ رہے ہیں۔



ونوبا جی کو
خراجِ عقیدت



وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی، گورنر مہاراشٹر
شری آئی. ایچ. لطیف اور وزیر اعلیٰ بیرسٹر باباصاحب
بھوسلے آنجہانی ونوبا جی کے جسدِ خاکی پر گلہائے
عقیدت چڑھا رہے ہیں۔



... South-34 Licence No. 69 for without prepayment of postage

TWO-IN-ONE PACKAGE

TRIPLE YOUR MONEY AND PROTECT YOUR FAMILY



BUY SOCIAL SECURITY CERTIFICATES

A unique deal for your money and family. Purchase Social Security Certificates and multiply your money! These certificates provide insurance cover to your family and also fetch guaranteed triple returns!!

SALIENT FEATURES:

1. The certificates will be issued in denominations of Rs 500/- and Rs. 1,000/- only.
2. A certificate of Rs. 500/- fetches a return of Rs. 1,500/- and that of Rs. 1,000/-, Rs. 3,000/- at maturity or on death of the holder during maturity period-as provided in 3 below:
3. In the event of death of a holder, his nominee or legal heir gets full maturity value immediately in case of non-natural causes except self-injury or suicide and if death occurs due to natural causes after 2 years from the date of purchase.
4. Certificates can be purchased by persons in the age group of 18 to 45 years.
5. An individual can hold certificates to the maximum extent of Rs 5,000/-. Certificates can be purchased on different dates and from different post offices subject to this ceiling.
6. The rate of interest is 11.3% p.a. (Compounded half-yearly).
7. The maturity period of the certificates is 10 years.
8. Certificates can be encashed prematurely any time after three years.
9. Interest is exempt Under Section 80-L of Income Tax Act up-to Rs. 6,000/- alongwith interest on other approved securities and bank deposits. In the case of death, the full maturity value payable prematurely will be wholly exempt from Income-Tax.
10. The certificates can be pledged as security.

These certificates are available in Post Offices from 1st June, 1982 onwards.

For details contact:

- Directorate of Small Savings, New Administrative Building, Bombay-400 032. Phone 232537/230290
- Nearest Post Office.
- Small Savings Agents.
- Asstt. Director of Small Savings. C/o District Collector.

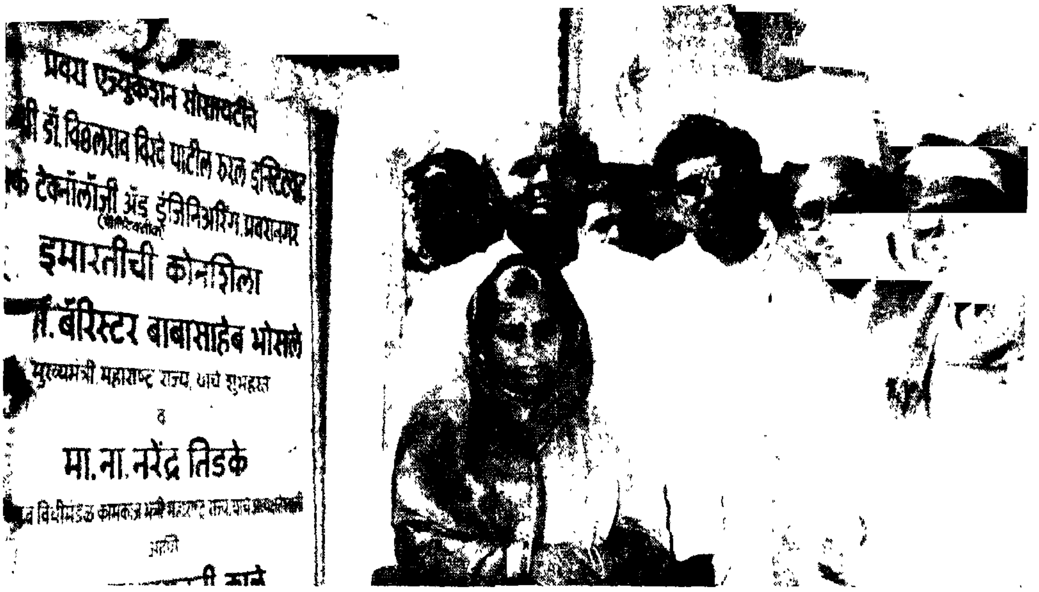
DGIPR/SS/2/English/1982-83

شائع کردہ: شری موہن پاٹل، ڈائرکٹر جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، گورنمنٹ آف مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۳۲
مطبوعہ: گورنمنٹ فوٹو زنکو پریس، پونے / گورنمنٹ سنٹرل پریس، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۰۴

قومی راج

25-12-1982





پر ورانگر سہکاری ساکھر کارخانہ میں پدم شری وکھے پاٹل رورل انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی اینڈ انجینیرنگ (پالی ٹیکنیک) کی عمارت کا سنگ بنیاد، وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے رکھا۔ اس موقع پر لی گئی تصویر میں دائیں سے بائیں بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے، شریمتی کلاوتی بھوسلے، وزیر برائے پسماندہ امور، شری نریندر ترڈکے اور پرورا سہکاری ساکھر کارخانہ کے صدر شری بالا صاحب وکھے پاٹل دیکھے جا سکتے ہیں۔



وزیر اعلیٰ، بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے احمد نگر ضلع کے مقام پرورانگر میں آنجہانی پدم شری وکھے پاٹل کی یادگار پر گلہائے عقیدت چڑھا رہے ہیں۔ آپ کے دائیں جانب سہکاری ساکھر کارخانہ کے صدر، ایم پی شری بالا صاحب وکھے پاٹل اور بائیں جانب شریمتی کلاوتی بھوسلے دیکھے جا سکتے ہیں۔

قومی راج

جلد ۹

شمارہ ۲۴

۲۵ر دسمبر ۱۹۸۲ء

ہر ماہ کی ۱۰ر اور ۲۵ر تاریخ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ: دس روپے ٭ فی کاپی: پچاس پیسے

(نگراں: خواجہ عبدالغفور)

25-12-82

ترتیب

صفحہ نمبر

چیف ایڈیٹر

موہن پاٹل

ایڈیٹر

ریاض احمد خاں

ترسیلِ زر و مراسلت کا پتہ:

ڈائرکٹر جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز۔

گورنمنٹ آف مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی نمبر ۳۲ ۴۰۰۰

قارئین کی رائے

• **ڈاکٹر شیخ عبدالعزیز**
مقام و پوسٹ : ہانگولی . دایا : امبیٹ تعلقہ : مہسلہ
ضلع رائے گڈھ

۱۰ ر اکتوبر ۱۹۸۲ء کا قومی راج، بے حد مفید اور دلچسپ ہے جناب ضیاء الحسن کا مضمون " آیور وید - ہمارا قومی ورثہ"، ڈاکٹر ایم. عرفان نجف علیمی کا " شہد - ایک غذا بھی اور دوا بھی" اور ایس. ایم. سلیم، فلم سنسار، بمبئی کا " آلو"۔ یہ مضامین معلومات سے بھرپور ہیں. مہاراشٹر حکومت کی خاندانی بہبود پر تفصیلی معلومات اور " ڈاکٹر سالم علی - ایک محقق"، میں جناب ریاض احمد خاں نے کردار پیش کیا ہے، بہت خوب ہے. قاضی انصار، سنہا تمنا سیتاپوری، محمد عثمان خاں عرفان، عامر برقی اعظمی، ظفر گورکھپوری اور جلیل ساز صاحب کی غزلیں بہت بہترین ہیں.
قومی راج کے ذریعہ معلومات سے بھرپور اور معیاری ادبی مضامین اُردو کے پڑھنے والوں تک پہنچتے ہیں، اس کے لئے آپ مبارکباد کے مستحق ہیں.

✻

• **سرفراز احمد انصاری**
نیا پورہ . مالیگاؤں (ناسک)

تازہ شمارہ ۱۰ ر اکتوبر، بے حد پسند آیا. خراجِ عقیدت، پیغامات اور ڈاکٹر سالم علی سے متعلق دلچسپ اور معلوماتی مضمون پڑھنے کو ملا. " گاندھی جی کے گمنام پرستار" بھی تاریخی معلوماتی مضمون ہے. اس قسم کے مضامین بطور خاص شامل کیا کیجیئے. آیور وید کے ساتھ ہی یونانی ادویات سے متعلق بھی اچھے سے مضمون کا انتظار ہے. غزلیں بھی خوب ہیں، غرضیکہ قومی راج شروع سے آخر تک معلومات سے پُر ایک قابلِ قدر رسالہ ہے اور میں اس رائے سے متفق ہوں کہ اس کو ہر اُردو داں کے گھر میں ضرور ہونا چاہیئے. ہر اسکول اور ہر لائبریری کی زینت ہونا چاہیئے.

✻

• **ثناءاللہ خاں**
قاضی پورہ . کھنڈوہ (ایم. پی)

حکومت مہاراشٹر کی منفرد اصلاحی اسکیم نے چونکا دیا، خدا کرے دوسری ریاستیں بھی اس طرف توجہ دیں. ایمانداری کی بات تو یہ ہے کہ قومی راج کے ذریعہ نہ صرف مہاراشٹر کی ترقیاتی اسکیموں کی جانکاری ہوتی ہے بلکہ ادبی اور معلوماتی مقالات اور غزلوں و نظموں کے ذریعہ ہندوستان کے اچھے لکھنے والوں سے بھی متعارف ہونے کا موقع ملتا ہے. مہاراشٹر کے شعراء سے متعلق اگر مستقل طور پر ہر شمارہ میں ایک مضمون شامل کیا جا سکے تو مستقبل کے مؤرخ کو اس رسالہ کے ذریعہ بڑی مدد ملے گی، میں اس لئے بھی یہ لکھ رہا ہوں کہ گذشتہ شماروں میں اکثر حضرات اس طرف توجہ دلاتے رہے ہیں. اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ دوسری ریاستوں میں بھی اس قسم کی تحریک شروع ہو سکے گی. افسانوں کے لئے بھی تھوڑی سی گنجائش کے ساتھ علی رضا صاحب کے مشورے کے مطابق بمبئی کی فلم نگری کے متعلق کچھ تو ہونا ہی چاہیئے، اس طرح قومی راج کا حلقہ بھی بڑھے گا.
ظفر گورکھپوری، عامر برقی اعظمی، قاضی انصار، قاسم قتیل رابع نعمانی، شوق ماہری اور جلیل ساز صاحبان کی غزلیں ۱۰ ر اکتوبر کے شمارے میں پسند آئیں. ڈاکٹر سالم علی سے متعلق مضمون بہت دلچسپ اور معلوماتی ہے. دیگر مضامین بھی پسند آئے.

✻

• **امام الدین اقبال راجہ**
بڑا تکیہ، نوتن کالونی، اورنگ آباد - ۴۳۱۰۰۱

قومی راج ۲۵ ر اکتوبر کے شمارہ میں پروفیسر فہمیدہ پروین کا مضمون 'اکبر الہ آبادی اور نئی تہذیب' پروفیسر م. خ. شاذلی کا تبصرہ 'جالہنا پور کا حقیقت نامہ' اور ادیناتھ صاحب کا '۳۰ واں شملہ... آکاشوانی دہلی' بے حد پسند آئے. یہ تاریخی اور علمی مضامین نئی معلومات فراہم کرتے ہیں. ہماری خواہش ہے کہ اُردو ڈرامے اور تنقیدی مضامین بھی پیش کریں. ذکی طارق، واحد پریمی اور روبینہ شاہین کی غزلیں خوب ہیں.

بمبئی عظمیٰ میں ملازمت کی صورتحال

بمبئی عظمیٰ میں ایسے ۱۰۶۶ عوامی اور ۲۲۹۴ ذاتی ادارے ہیں۔ جن میں ۲۵ یا زیادہ افراد برسرِ روزگار ہیں اور جو بمبئی کے علاقائی دفتر روزگار کی فہرست میں شامل ہیں۔ ۳۱ مارچ سنہ ۱۹۸۲ء کو ذاتی اور عوامی اداروں میں برسرِ روزگار افراد کی مجموعی تعداد ۱۲،۷۶،۵۹۴ تھی جبکہ ۳۱ مارچ ۱۹۸۱ء کو یہ تعداد ۱۲،۷۴،۴۵۳ تھی۔ یعنی ایک سال کے عرصے میں مزید ۱۷ر فیصد کو روزگار فراہم کیا گیا۔

عوامی ادارے

عوامی اداروں میں مارچ سنہ ۱۹۸۲ء کو ختم ہونے والے سال کے دوران کل ۲،۷۱،۵۵۶ افراد برسرِ ملازمت تھے جبکہ اس سے پہلے کے ایک سال کے عرصے میں ۲،۵۰،۴۵۶ افراد عوامی اداروں میں ملازم تھے۔ اس طرح سال سنہ ۱۹۸۲ء میں سنہ ۱۹۸۱ء کے مقابلے میں مزید ۳،۵۱ فیصد افراد کو عوامی اداروں میں ملازمت ملی۔ جس کی اہم وجوہات یہ ہیں۔

۱:۔ بی، ای، ایس، ٹی میں کنڈکٹروں اور ڈرائیوروں کی بھرتی

۲:۔ ٹرانسپورٹ اور ٹریول ایجنسیوں میں بھرتی

۳:۔ ائیر ٹرانسپورٹ سروس میں بھرتی

۴:۔ بی ای ایس ٹی اور بامبے ٹیلیفونس کا کیبل اور وائر ڈالنے کا کام

۵:۔ بینکوں کی توسیع کی وجہ سے بھرتی

ذاتی ادارے :۔

مارچ سنہ ۱۹۸۲ء کو ختم ہونے والے سال کے دوران ذاتی اداروں میں کل ۴۲۲،۲۱۶ افراد برسرِ روزگار تھے جبکہ اس سے پہلے والے سال میں یہ تعداد ۳۰۲،۲۹۶ تھی۔ یعنی سنہ ۱۹۸۲ء میں ۸۱۷ء۷ صدام کم ہوئے۔ اس کی اہم وجوہات یہ ہیں۔

۱:۔ دیگر علاقوں میں فیکٹریوں کی نقل مکانی

۲:۔ کاروبار میں نقصان یا ناکافی منافع

۳:۔ ملازمین کے استعفے اور کاموں کی تکمیل وغیرہ

۴:۔ عارضی ملازمین کی برطرفی

ملازمت کی درجہ بندی

۳۱ مارچ سنہ ۱۹۸۲ء کو مارچ سنہ ۱۹۸۱ء کی مناسبت سے کی گئی ملازمت کی درجہ بندی اس طرح ہے۔

صنعت	تخمینہ ۳۱-۳-۸۱	ملازمت ۳۱-۳-۸۲
زراعت، شکار، ماہی گیری اور جنگلات	۳۷۵	۳۲۵
کان کنی	۳۷	۴۸
مصنوعات	۶۰۳۴۴۶	۵۹۲۹۴۹
بجلی، گیس اور پانی	۱۷۶۰۷	۱۷۳۱۲
تعمیرات	۲۸۵۰۹	۲۷۰۴۱
تھوک و خوردہ فروشی ریستوران اور ہوٹل صنعت	۳۷۸۲۸	۳۸۵۴۰
نقل و حمل، اشیاء و مواصلات	۲۴۰۲۹۵	۲۴۱۴۷۳
انشورنس اور بزنس وغیرہ	۹۶۳۳۸	۱۰۰۵۵۷

صنعت	تخمینہ ۳۱-۳-۸۱	ملازمت ۳۱-۳-۸۲
اجتماعی، سماجی اور ذاتی خدمات	۲۵۰۱۸	۲۵۸۳۹
کل	۱۲۷۴۵۳	۱۲۷۶۵۹۴

عورتوں کی ملازمت :-

مارچ ۱۹۸۲ء کو ختم ہونے والے سال کے دوران اس سے پہلے والے سال کی نسبت مزید ۲۲۳۶ عورتوں کو عوامی اداروں میں ملازمت دی گئی۔ جبکہ ذاتی اداروں میں صرف ۶۵ زائد عورتوں کو ملازمت دی گئی۔

عورتوں کے لیے ملازمت کے مزید موقعوں کی فراہمی کی اہم وجوہات خاتون اساتذہ کا تقرر یا ٹیلی فون سروس میں زائد عملے کا تقرر، طبی خدمات وغیرہ ہیں۔

مستقبل کے امکانات :-

بمبئی عظمیٰ میں قیام پذیر صنعتوں کی مزید توسیع یا نئی صنعتوں کے قیام کی اجازت نہ دینے کی حکومت کی حکمت عملی کے پیش نظر مستقبل میں ذاتی اداروں میں ملازمت کے خاطر خواہ مواقع فراہم ہونے کے امکانات بہت ہی کم ہیں۔ تاہم ٹیلیفون صنعت، بی ای ایس ٹی، نقل و حمل اور بینکنگ وغیرہ جیسے عوامی اداروں اور صنعتوں میں روزگار کے مواقع ملنے کی اُمید ہے۔

بے روزگاری :-

۳۱ مارچ ۱۹۸۲ء تک بمبئی عظمیٰ کے دفتر روزگار کے رجسٹر میں درج روزگار کے متلاشی افراد کی تعداد ۵۰۸ر۵ر۳۰ تھی جبکہ ۳۱ مارچ ۱۹۸۱ء کو یہ تعداد ۲۰۵ر۸ر۲۶ تھی۔ یعنی ایک سال کے عرصے میں ۳۷ر۱۳ فی صد اضافہ ہوا۔

جون ۱۹۸۱ء سے مارچ ۱۹۸۲ء تک ہر چار مہینوں کے دوران دفتر روزگار کے ذریعے اعلان کی گئی آسامیاں اور ان کے جواب میں فراہم کی گئی ملازمت سے متعلق اعداد و شمار درج ذیل ہیں۔

مدت	اعلان کی گئی آسامیاں	ملازمت دی گئی
جون ۱۹۸۱ء	۸۲۹۴	۲۵۴۴
ستمبر ۱۹۸۱ء	۶۹۶۷	۲۲۵۵
دسمبر ۱۹۸۱ء	۶۲۵۲	۲۸۳۸
مارچ ۱۹۸۲ء	۶۴۹۵	۲۳۴۴

عوامی اداروں میں مندرجہ ذیل ماہرین و پیشہ وران کی آسامیاں بھرنے کے لئے مناسب امیدوار کی تلاش میں دشواریاں پیش آئیں۔ ان ماہرین و پیشہ وران کی فی الوقت قلت ہے۔

سائنس دان (منصوبہ بندی) سائنس دان (ٹیکسٹائل کیمسٹری) ٹیکسٹائل کیمسٹری لیکچرار، سائنٹسٹ انچارج، ٹرانسپورٹ انجینیئر، فنانس مینیجر، اچھی زبان جاننے والے جونیئر آفیسر، مرین انجینیئر، نیول آرکیٹیکٹ، ریسرچ آفیسر، پروفیسر، کیمسٹ، اسٹینوگرافر (ہائی گریڈ)

ذاتی اداروں میں مندرجہ ذیل آسامیاں بھرنے کے لئے مناسب اُمیدوار ملنا دشوار ثابت ہوا۔

میکانیکل انجینیئر، کیمیکل انجینیئر، ڈیزائن انجینیئر، سیلس انجینیئر، چیف انجینیئر، انسٹرومینٹ انجینیئر، بائلر اٹینڈنٹ، آرٹسٹ، اسٹینوگرافر، کیمسٹ، بی ایس سی نرسیز، ایکسپورٹ مینیجر، پرسنل مینیجر، کیٹرنگ مینیجر،

ان کے علاوہ عموماً ای جی سی ٹیکنیشین، گریجویٹ ٹیلیفون آپریٹر، ٹیلی پرنٹر آپریٹر، ایکس رے ٹیکنیشین، اور دوسرے ڈپلوما ہولڈر ٹیکنیشین وغیرہ کی آسامیاں بھرنے کے لئے بھی مناسب اُمیدوار مشکل سے ملتے ہیں۔



بھاگوت پران (فارسی)

★ پروفیسر م۔ خ۔ شاذلی
شری شیواجی کالج۔ قندھار
(مہاراشٹر)

مغلوں کے ابتدائی دور ہی سے مسلمانوں نے ہندوستان میں ہندو مذاہب کا مطالعہ شروع کردیا تھا۔ صوفیائے کرام تو بارھویں اور تیرھویں صدی ہی سے بھارت میں آچکے تھے۔ انھوں نے بھی بھارت کے سنتوں کے ادھیاتمکتا کے فلسفہ کو سمجھنا شروع کردیا تھا۔ اور تہذیبی میل جول کی داغ بیل ڈال دی تھی۔ غیرملکی سیّاحوں کے علاوہ مغلوں کے دور میں خود مسلم حکمرانوں کے دربار میں بھی ہندو مذہب کا چرچا رہا ہے۔ بابر نے بطور خاص ہمایوں کو ہندو مذہب کے احترام کی ہدایت دی تھی۔ فیضی۔ ابوالفضل اور دارالشکوہ وغیرہ نے ہندو مذہب کی مقدس کتابوں کا کافی مطالعہ کیا تھا۔ سنسکرت زبان سیکھی۔ نہ صرف شمالی ہندوستان بلکہ جنوبی ہندوستان کی چھوٹی چھوٹی مسلم ریاستوں (شاہیاں) نے بھی ہندو مذہب اور ہندو تہذیب میں دلچسپی لی۔ چنانچہ قطب شاہ کی شاعری میں ہندو تہذیب کے دلچسپ تذکرے ملتے ہیں۔ اٹھارویں اور انیسویں صدی میں شاندار پیمانے پر ہندو مذہب کی مقدس کتب سے فارسی اور اردو میں ترجمہ کرنے کی ایک مہم ہی چلتی رہی نہ صرف ہندو مذہب بلکہ دیگر مذاہب کے تراجم بھی اُردو میں مستند طور پر ہوئے ہیں۔ اور سینکڑوں کی تعداد میں ان مقدس کتب کے اُردو اور فارسی تراجم آج بھی دستیاب ہیں۔

چنانچہ حال ہی میں ضلع اورنگ آباد میں کسی دیہات کے نائک خاندان کے پاس ایک نایاب قلمی نسخہ دستیاب ہوا ہے جو بھاگوت پران کے دسویں باب کا فارسی منظوم ترجمہ ہے۔ ہندؤں میں عام طور پر اس کو "دشم اسکندھ" کہتے ہیں۔ اور عام طور پر دیہاتوں میں اجتماعی طور پر پڑھا جاتا ہے۔ جس طرح مسلمانوں میں میلاد کی محفلیں ہوتی ہیں۔ یہ ترجمہ ۳۰ × ۲۰ سم کی تقطیع پر نہایت خوبصورت خط میں چار سو صفحات پر مشتمل ہے۔ آج یہ نسخہ مرہٹواڑہ یونیورسٹی اورنگ آباد کے شعبۂ تاریخ کے میوزیم میں محفوظ ہے۔ علاوہ ازیں اس نسخہ میں تقریباً سنو سے زائد نہایت اعلیٰ درجہ کی تصاویر (پینٹنگ) ہیں۔ جو عہدِ وسطیٰ کے فن کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ اور ابھی تک گو کاغذ کا رنگ تبدیل ہوچکا ہے لیکن تصاویر کے رنگ میں کوئی فرق نہیں پڑا ہے۔

پران ہندو مذہب کی مقدس کتب میں سے ہیں۔ ویدوں کے بعد بڑا درجہ پرانوں ہی کو دیا جاتا ہے۔ اب تک دستیاب اٹھارہ (۱۸) پران ہیں۔ برہم پران، پدم پران، وشنو، وایو، بھاگوت، نارائے، مارکنڈے، اگنی، بھوشئے، برہم دیورت، لنگ، دراہ، اسکند، وامن، کُرم، متسئے گروڑ اور برہمانڈ تمام پرانوں میں نو ہزار سے لیکر چھبیس ہزار تک اشلوک ہیں۔ سب سے زیادہ اشلوک پدم پران (۵۵ ہزار) اور اسکند پران (۸۱ ہزار) میں ہیں۔ تمام پرانوں کے کل اشلوکوں کی تعداد تقریباً چار لاکھ بتائی جاتی ہے۔ (صحیح تعداد ۳۹۵۸۰۰ ہے)

ساتویں صدی عیسوی کے ابتدائی دور کے مشہور سنسکرت نقاد و مصنّف کماریل بھٹ نے اپنی تصنیف "تنتر وارتیکا" میں لکھا ہے کہ ابتدا میں صرف ایک ہی پران تھا۔ بعد میں بُدھ دھرم اور جین دھرم کی

ہندو مذہب پہ جب یورشیں کم ہوئیں۔ تو پران لکھے جانے لگے۔ اور مختلف مصنفین نے پران تصنیف کئے۔ پرانوں کی تفاسیر بھی لکھی گئیں جن کو "اُپ پران" کہتے ہیں۔ جن کے نام بھی اتفاق سے پرانوں کی فہرست میں شامل ہو گئے ہیں۔ البیرونی نے اپنے سفرنامہ میں ۱۸ پرانوں کی فہرست دی ہے لیکن وہ لکھتا ہے کہ یہ نام اُس کو وشنو پران میں سے پڑھ کر سُنائے گئے۔ ان میں بعض اپ پرانوں کے نام بھی شریک ہیں۔ اس لئے بھاگوت پران ان قدیم پرانوں میں سے ایک ہے یا نہیں۔ ہندو علماء میں اختلاف کا مسئلہ ہے۔ سب سے زیادہ قدیم صرف ایک پران یعنی "یگ پران" بتایا جاتا ہے۔

بھاگوت پران کا زمانۂ تصنیف بھی اسی طرح تاریکی میں ہے۔ ہندو علماء کے بے انتہا مباحث کے بعد بھی اس کا سنِ تصنیف طے نہیں ہوا۔ جدید محقق ڈاکٹر کولہاٹکر نے اس کی تصنیف کا زمانہ قبل مسیح بتایا ہے۔ غیر ملکی مبصرین میں کولبروک برناف، ایچ ایچ ولسن وغیرہ کے خیال میں یہ تصنیف تیرہویں صدی عیسوی کی ہے۔ بدھ دھرم اور جین دھرم کی یورشوں کے بعد جب برہمنوں نے پرانوں کو ازسرِ نو ترتیب دینے کی طرف توجہ دی تو یہ زمانہ چھٹی یا ساتویں صدی عیسوی کا ہے۔ ممکن ہے بھاگوت پران بھی چھٹی یا ساتویں صدی عیسوی میں ترتیب دیا گیا ہو۔ مشہور سنسکرت عالم رامانج جو بارھویں صدی عیسوی میں گزرا ہے۔ اپنی تصانیف میں صرف وشنو پران ہی کے حوالے دیتا ہے۔ حالانکہ وہ خود بھاگوت فرقہ کا حامی تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تصنیف بارھویں صدی کے بعد کی ہے۔ لیکن البیرونی نے اپنا سفرنامہ سنہ ۱۰۳۰ء میں تحریر کیا ہے۔ اور اس میں درج پرانوں کی فہرست میں بھاگوت پران شامل ہے۔ فرقہر نے اپنی تحقیقات میں اس کو دسویں صدی عیسوی کی تصنیف بتایا ہے۔ پرانوں کے مشہور سنسکرت مفسرین نے مثلاً بان بھٹ (۷ویں صدی) شبر سوامی (چوتھی صدی عیسوی) کماریل بھٹ (۷ویں صدی) شنکر آچاریہ (۷ویں صدی اواخر)، وشواوپ (نویں صدی) وغیرہ نے اپنی تصنیفات میں پرانوں کا ذکر کیا ہے۔

وایو، وشنو، بھاگوت، گروڈ، بھوشیے، اور متسے پرانوں میں مہابھارت کی جنگ، آندھر لوگوں کی شکست اور گپت خاندان کے تذکرے کے بعد بعض راجاؤں کے شجرے بھی ملتے ہیں۔ گپت خاندان کا زمانہ چوتھی صدی عیسوی بتایا جاتا ہے۔ لازماً یہ پران چوتھی صدی کے اواخر یا پانچویں صدی میں لکھے گئے ہوں۔ ڈاکٹر کانے کی تصنیف "دھرم شاستر" یا "اتہاس" کا ترجمہ کرتے ہوئے یشونت بھٹ نے لکھا ہے کہ عہدِ وسطیٰ کے اوائل میں بعض پنتھ (فرقے) کے لوگوں نے بھی اپنے فرقے کی اہمیت کی خاطر اپنے تصورات ان پرانوں میں مندرج کر دیئے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان پرانوں کا زمانہ متعین کرنے میں بڑی دشواری پیدا ہو گئی ہے۔ بعض راجے مہاراجاؤں نے بھی اپنی تقدس کیلئے اپنے نام پرانوں میں درج کروالئے۔ مثلاً دو تین پرانوں میں اکبر اور نادر شاہ کا بھی ذکر ملتا ہے۔ دراصل ہندو تہذیب میں یہ تصوّر عام تھا کہ اگر کسی راجہ کا نام کسی مقدس کتاب میں درج ہو تو راجہ کے تقدس کیوجہ سے عوام پہ اچھا اثر ہوتا ہے۔

پرانوں کی قدامت کے تعلق سے ایک اور معاملہ قابلِ غور ہے۔ مہابھارت کے مصنف ویاس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ جمنا ندی کے درمیان کسی جزیرہ میں ایک بچہ پیدا ہوا تھا جس کا رنگ سانولا تھا جس کی وجہ سے اُسے کرشن کہا گیا اور کسی اور صفت کی بنا پر سنسکرت میں ویاس کہا گیا۔ اسی شخص ویاس نے مہابھارت لکھی اور اس کے آخری باب میں جس کا عنوان "سورگ روہن" ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "اٹھارہ پران، چاروں وید اور تمام مذہبی کتب ایک طرف اور دوسری طرف صرف مہابھارت رکھی جائے تو مقابلہ میں مہابھارت کا پلّہ بھاری رہے گا۔ اس تذکرے سے ثابت ہوتا ہے کہ پران دراصل مہابھارت سے بھی پہلے لکھے گئے۔ مہابھارت کا زمانہ آٹھ سو قبل مسیح بتایا جاتا ہے۔ غالباً اسی بنا پر کولہاٹکر وغیرہ نے بھاگوت پران کا زمانہ قبل مسیح بتایا ہے۔ بدھ اور جین دھرموں کے ہنگاموں کے وقت اصل نسخے ضائع ہو چکے ہوں اور بعد میں ازسرِ نو تصانیف تیار کی گئیں۔

پرانوں کی چند خصوصیات بھی بتائی جاتی ہیں جنھیں عام طور پر "پنچ لکش" کہتے ہیں۔ ۱۔ سرگ (آغاز) ۲۔ پرتی سرگ (ازسرِ نو آغاز) ۳۔ ونش (سلسلۂ جدی) ۴۔ منونتر (ان ناموں کے زمانہ کی تفصیل) ۵۔ ونشانوچرت (دوسرے خاندان کے لوگوں کے کام اور تاریخ)۔ البتہ بھاگوت پران میں پرانوں کی دس خصوصیات بتائی گئی ہیں۔ بعض پرانوں کے تعلق سے چند علیٰحدہ خصوصیات بھی ہیں۔

اُپ پران دراصل انہی پرانوں کی تشریحات یا تفاسیر ہیں۔ اور اتفاق سے ان کے بھی نام پرانوں کی فہرست میں شامل کر لئے گئے ہیں۔ اسکند، وامن، برھمانڈ، ناردیے وشنو اور دیوی پرانوں کو آج بھی اُپ پران ہی کہا جاتا ہے۔ البیرونی کی فہرست میں وایو، وشنو، ادیتہ اُپ پران ہیں۔ کُرم پران میں بھی یہ درج ہے کہ تمام ۱۸ پرانوں میں اکثر اُپ پران ہیں۔

البیرونی کی تحقیقات سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ پرانوں کی فہرست سنہ ۱۰۰۰ء سے بہت پہلے تیار ہو چکی تھی۔ جو وشنو پران میں شامل تھی۔ بعض اُپ پران جیسے آدی پران، ترسیہ پران اور ادبتیہ پران وغیرہ سنہ ۱۰۰۰ء کے بیشتر کے تحریر کردہ ہیں۔ یہاں دلچسپ بات یہ ہے کہ پرانوں کے اٹھارہ ہونے پر ہی تمام ہندو پنڈتوں کا اصرار ہے۔ یشونت بھٹ نے لکھا ہے کہ دراصل ۱۸ کا ہندسہ ہندو مذہب میں متبرک سمجھا جاتا ہے۔ جیسے مہابھارت کی جنگ ۱۸ دن جاری رہی۔ اس جنگ میں اٹھارہ ارب سپاہی تھے۔ مہابھارت کے ۱۸ ابواب ہیں۔ گیتا میں بھی اٹھارہ ادھیائے (ابواب) ہیں۔

بھاگوت پران کے تعلق سے ایک اور نقطۂ نظر بھی ہے۔ جہاں بھاؤ پنتھ بانی ہیمادری پنت اور چکردھر سوامی تیرھویں صدی عیسوی میں گذرے ہیں۔ ہیمادری پنت دیوگری کے یادو حکمرانوں کے دربار میں رہا۔ وہ راجہ مہادیو کا شری کرن پربھو تھا (یعنی دفتری کاروبار کا پرمکھ) ہیمادری پنت نے ایک اور پنڈت کو دربار میں متعارف کروایا۔ وہ تھا پنڈت بوپ دیو۔ یہ شخص ہندو مذہب اور سنسکرت زبان کا زبردست عالم تھا۔ اس نے سنسکرت کا گرامر مگدھ بودھ کے علاوہ "مکتی پھل" اور "ہری لیلا" بھی لکھی ہیں۔ ہری لیلا دراصل بھاگوت پران ہی کا اختصار معلوم ہوتا ہے۔ مہاراشٹر اگیان کوش کے ۱۸ ویں حصہ میں بوپ دیو کو بھاگوت پران کا مصنف بتایا گیا ہے۔ یہ کوش شری دھر وینکٹیش کیتکر کا تیار کردہ ہے اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتایا گیا ہے کہ مہاراشٹر میں بوپ دیو نام کے دو شخص گزرے ہیں۔

بھاگوت پران میں بھکتی، یوگ وغیرہ کے فلسفے کے علاوہ دسویں اسکندھ میں شری کرشن جی کی سوانح حیات ہے اور گیارہویں اسکندھ میں ان کی فلاسفی کا تذکرہ ہے۔ بھاگوت پران میں کل (۱۲) بارہ اسکندھ ہیں۔ تمام اسکندھوں کے عنوانات بھی ہیں۔ جن میں سے دسویں اسکندھ کا عنوان "کرشن لیلا" ہے۔ یہ مسئلہ بھی بڑا متنازعہ فیہ رہا ہے کہ آیا گوکل میں کھیلنے والا کرشن، مہابھارت کی جنگ میں شریک دوارکا کا راجہ سری کرشن جی اور گیتا میں ارجن کو اُپدیش (نصیحت) دینے والے سری کرشن جی ایک ہی شخص ہے ؟ مہابھارت میں کرشن کے گوپیوں کے ساتھ کھیلنے کا مختصر سا تذکرہ ہے۔ بھاگوت پران کے دسویں اسکندھ میں ۹۰ ادھیائے ہیں۔ ہر ایک ادھیائے کے عنوانات دئے گئے ہیں۔ مافوق الفطرت قصوں سے یوں تو تمام بھاگوت پران بھرا پڑا ہے لیکن بعض مقامات پر بھکتی کے فلسفہ پر مباحث بھی ہیں۔ لیکن یہ سب مکالموں کی شکل میں ہیں۔ جیسے نادر اور برہمدیو، ودور اور اُدھو، ودور اور میترئے وغیرہ کے مکالمے۔ علاوہ ازیں بعض علماء جیسے دھرو، پرھلاد، اجامل، گجیندر اور سداما وغیرہ کی زبانی بھکتی پہ فلسفیانہ انداز کے بیانات ملتے ہیں۔ دراصل بھکتی اور ویدانیت کے فلسفہ کا بہترین ملاپ اسی بھاگوت پران میں ملتا ہے۔ دسویں اسکندھ کی ابتداء میں کرشن کی پیدائش اور بچپن کا تذکرہ ہے۔ بیسویں ادھیائے میں موسم بارش کا بڑے جذباتی انداز میں ذکر ہے۔ جس کی وجہ سے کرشن کے گوپیوں کے ساتھ کھیلنے کا لطف دوبالا ہو جاتا ہے۔ ورنداون میں گوپیوں کے ساتھ کھیل اور وینو ناد (بانسری) وغیرہ کا ذکر اسی بیسویں اور اکیسویں ادھیائے میں ہے۔ گوپیوں کے نہاتے وقت ان کے کپڑے چھپا دینے کا واقعہ بھی اسی ادھیائے میں ہے۔ ۲۴ ویں ادھیائے میں ایک رشی اور اس کی بیوی کی کرشن جی سے عقیدت کے تذکرے کے بعد ۲۹ سے ۳۳ ویں ادھیائے تک کرشن کے گوپیوں کیساتھ نہایت درجہ جذباتی انداز میں بیان ملتا ہے۔ ان کو "پنچ ادھیائے" بھی کہا جاتا ہے۔ اور اس کھیل کو عام طور پر "راس کرڑا" کہا جاتا ہے۔ ابتداء میں شرد رت کا ذکر ہے۔ یہ موسم بارش ختم ہو جانے کے بعد سردیوں کا موسم شروع ہونے کے ابتدائی دور میں مختصر سے عرصہ کیلئے ہوتا ہے۔ جس کو بھارت میں رومانی موسم سمجھا جاتا ہے۔ ۲۹ ویں ادھیائے میں شرد رت کے بیان کے بعد اس موسم کے گوپیوں پر اثرات کا تذکرہ ہے، اسی موسم سے متاثر ہو کر گوپیاں کرشن سے درخواست کرتی ہیں کہ وہ ان کے ساتھ کھیلے۔ کرشن ابتداء میں انکار کرتے ہیں لیکن زیادہ اصرار پر گوپیوں کی خوشی کی خاطر راس کرڑا شروع کرتے ہیں لیکن یکایک درمیان سے غائب ہو جاتے ہیں۔ تیسویں ادھیائے میں گوپیوں کے ہجر و فراق کا بڑا رومانی بیان ہے۔ کرشن کے فراق میں انھیں تلاش کرنے کے لئے تمام گوپیاں دیوانہ وار ادھر اُدھر پھرتی ہیں۔ یکایک انھیں کرشن کے قدموں کے نشانات دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ کسی عورت کے قدموں کے نشانات بھی ملتے ہیں۔ یہاں گوپیوں کی رقابت کی کیفیت کا بیان ہے۔ ان کے دلوں میں طرح طرح کے وسوسے آتے ہیں۔ ان منحوس اور پریشان کن خیالات کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ ۳۱ واں ادھیائے اسی کیفیت کی تفصیل ہے۔ ۳۲ ویں ادھیائے میں کرشن یکایک نمودار ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

ان سے گوپیوں کے ہجر و فراق کی کیفیت دیکھی نہ گئی ۔ لہٰذا وہ ان کی تشفی کے لئے آگئے ہیں ۔ ۳۲ ویں ادھیائے میں پھر راس کرا‌ڈا کا بڑی لذتیت کے ساتھ بیان ملتا ہے ۔ اسی ادھیائے میں پریکشت کا ذکر ہے جس نے کرشن کے گوپیوں کے ساتھ اس طرح کھیلنے پر اعتراض کیا تھا ۔ ایسا کرشن کسطرح بھگوان ہوسکتا ہے ۔ ایک پنڈت شکاچاریہ نے ان اعتراضات کے جوابات دیتے اور اس " راس کرڈا " کا فلسفہ سمجھایا ہے کہ یہ عشق حقیقی کا پرتو ہے جو عشق مجازی کی شکل میں دکھائی دیتا ہے ۔ شکاچاریہ بیان کرتا ہے ۔ (۱) جس طرح کسی غلیظ چیز کے آگ میں جلنے سے آگ کو کوئی نقصان نہیں ہوتا ۔ اسی لئے خدا رسیدہ لوگوں کو دنیاوی لذتیں متأثر نہیں کرتی ہیں ۔

(۲) البتہ یہ کسی عام انسان کے بس کی بات نہیں ہے ۔ جس طرح سمدر منتھن کے وقت شنکر دیوتا نے تمام زہر ہضم کرلیا تھا ۔ جو کوئی دوسرا ہضم نہیں کرسکتا ــ (یہ واقعہ کرم پران میں درج ہے ۔)

(۳) اہلِ باطن کے ارشادات ہمیشہ حق ہوتے ہیں ۔ لیکن اُن کے اقوال و اعمال میں اکثر یکسانیت نہیں ہوتی ۔ عقلمند لوگوں نے اُن سے وہی باتیں لینی چاہیئے جو اُن کے اعمال کے مطابق ہوں ۔

(۴) بے نیاز بزرگوں کو مذہبی روایات کی پابندی کرکے سکون حاصل کرنا مقصود نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی کسی غیر شرعی عمل سے انھیں آخرت میں نقصان پہنچنے والا ہوتا ہے ۔ لہٰذا سری کرشن جیسی ہستی کے لئے نیکی سے کوئی فائدہ نہ بدی سے نقصان ہونے کا اندیشہ ہوسکتا ہے ۔

(۵) سری کرشن جی دراصل گوپیوں ، ان کے شوہروں بلکہ پوری کائنات میں موجود ہیں ۔ صرف گوپیوں کی تشفی کی خاطر انھوں نے جسمانی روپ اختیار کرلیا تھا ۔

اسی طرح گوپیوں کے شوہروں کے بھی شکوک و شبہات دور کیئے گئے ہیں ۔ اسی ادھیائے کے آخر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو کوئی اس راس کرڈا کا عقیدت سے تذکرہ کریگا ۔ اس کا خدا پر مستحکم ایمان قائم ہوگا اور اس کے تمام قلبی امراض دور ہوجائیں گے ۔ یہاں ایک اور دلچسپ بات سامنے رہنا چاہیئے کہ راس کرڈا کی تفصیلات پڑھتے وقت ہمیں نہ بھولنا چاہیئے کہ اُس وقت کرشن کی عمر پانچ سات سال کی تھی ۔ لیکن اکثر ناقدین اس سے متفق نہیں ہیں ۔ ہمیں اس وقت اس بحث میں نہیں پڑنا ہے کہ کرشن جی کا گوپیوں سے کس طرح کا تعلق تھا ۔ آیا یہ شہوانی تعلق تھا یا عشق حقیقی کے منازل ۔ البتہ بھاگوت پران کے اندازِ بیان سے یہ بات بالکل ثابت نہیں ہوتی ہے کہ کرشن جی کی عمر پانچ سات سال کی تھی ۔ البتہ یہی ایک مسئلہ ہے جس کیوجہ سے کرشن جی کے اس راس کرڈا میں عشق مجازی یا صوفیانہ رویّہ کی طرف خیال جاتا ہے ۔ بھاگوت پران کے بعد اس کے مبصرین و مفسّرین نے اس بات کی پوری کوشش کی ہے کہ گوپیوں کے اس شہوانی پہلو کی تردید کیجائے ۔ کیونکہ بھاگوت پران کے پہلے ادھیائے ہی میں گوپیوں کی اقسام بتائی گئی ہیں ۔ شرتی چاری ، دشس چاری ، گوپ کنیا اور دیو کنیا ۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی تذکرہ ملتا ہے کہ گوپیں اور گوپی یہ دیو اور دیوی کے ہی روپ ہیں ۔

دوسرا بڑا مسئلہ " رادھا " کا ہے ۔ عام طور پر مفسّرین کا خیال ہے کہ رادھا ایک خیالی شخصیت ہے ۔ مہابھارت میں نہ تو راس کرڈا کا ذکر ہے نہ کسی گوپی کا نہ رادھا کا ــ موہوم سا تعارف صرف بھاگوت پران ہی میں ملتا ہے ۔ کرشن جی کے غائب ہوجانے پر جب تمام گوپیاں انہیں تلاش کرتی ہیں تو انھیں ایک گوپی کے قدموں کے نشانات ملتے ہیں ۔ اور سب گوپیوں کا خیال ہے کہ کرشن جی کسی ایک گوپی کو بیحد پسند کرتے ہیں ۔ تب بھی " رادھا " نام بھاگوت پران میں درج نہیں ہے ۔ صرف ایک اشلوک میں " انیا رادھیتو " کا لفظ ملتا ہے ۔ مفسّرین نے اندازہ لگایا ہے کہ انیا (अनया) رادھا کے شوہر کا نام ہوگا ۔ دوسری صدی عیسوی کے مشہور سنسکرت ڈرامہ نگار بھاس کی کرشن لیلا میں بھی رادھا کا ذکر نہیں ہے ۔ ہری ونش اور وشنو پران میں بھی رادھا کا تذکرہ نہیں ہے ۔ اس کے بعد کے زمانے میں جو وشنو پران لکھے گئے ان میں البتہ رادھا کا تذکرہ ملتا ہے ۔ برہم کھنڈ میں درج ہے کہ رادھا دراصل راس کرڈا کے وقت ہی کرشن کے اندرون سے تخلیق ہوئی ۔ بعض کا کہنا ہے کہ رادھا ایک بیوپاری درش بھانو کی بیوی کلاوتی کے بطن سے پیدا ہوئی تھی ۔ پدم پران میں لکھا ہے کہ رادھا دراصل ورش بھانو کو راستے میں مل گئی تھی ۔ اور اسی کے گھر رادھا کی پرورش ہوئی ۔ پراکرت بھاشا دول میں رادھا کا ذکر سب سے پہلے " گاتھا شپت شتی " میں ملتا ہے ۔ پنچ تنتر میں بھی رادھا کا نام آیا ہے ۔ یہ پنچ تنتر وہی کتاب ہے جس کا ترجمہ عربی میں " کلیلہ و دمنہ " اور فارسی میں " انوار السہیلی " کے نام سے ہوا ہے ۔ بعد میں تو رادھا کے نام سے " رادھا ولبھ " اور " رادھا سوامی " جیسے فرقے بھی قائم ہوگئے ۔ ان کے علاوہ " رادھا نپیشد " وغیرہ کی بھی تخلیق ہوئی ۔ دیگر اپنیشدوں میں رادھا کے مختلف روپ دئے گئے ہیں ۔ مشہور شعرا جے دیو ، ودھیاپتی ، چنڈی داس نرسی مہتا وغیرہ نے اپنی شاعری میں رادھا کو بہترین شاعرانہ روپ میں پیش کیا ہے ۔ جے دیو نے اپنی تصنیف " گیت گوند " میں تو رادھا کو بامِ عروج پر پہنچا دیا ہے ۔ بہرحال رادھا کا تصور بالواسطہ سہی بھاگوت پران ہی نے دیا ہے ۔ غالباً بھاگوت پران ہی کے اس نکتہ کو لے کر بعد کے

مفسرین نے رادھا کی شخصیت تسلیم کرکے تفصیلات لکھ کر ڈالیں۔

امانت رائے کے تعلق سے زیادہ معلومات فراہم نہ ہو سکیں۔ آریہ سماج کی تاریخ میں ایک امانت رائے کا تذکرہ ملتا ہے۔ جس نے بعض آریہ سماج کتب کا ترجمہ بھی اردو میں کیا ہے۔ البتہ اس کی فارسی تصنیف "بھاگوت پران"، نہایت قابلِ قدر کارنامہ ہے۔ یہ قلمی نسخہ ضلع اورنگ آباد کے ایک قدیم خاندان کے گھر دستیاب ہوا ہے۔ عجلت میں اس خاندان کے تعلق سے بھی معلومات دستیاب نہ ہو سکیں۔ آج یہ نسخہ مرہٹواڑہ یونیورسٹی اورنگ آباد کے ہسٹری میوزیم میں موجود ہے۔ ہر صفحہ چاروں طرف نہایت خوبصورت حاشیہ ہے۔ ہر صفحہ پر اوسطاً ۲۵ اشعار ہیں۔ اس طرح یہ نسخہ ۴۰۲ صفحات پر مشتمل ہے — یعنی امانت رائے کے بھاگوت پران کے دسویں باب (دشم اسکندھ) کا فارسی منظوم ترجمہ تقریباً (۱۰۰۵۰) دس ہزار سے زائد اشعار میں کیا گیا ہے۔ بحر مثنوی کی لی گئی ہے۔ جلد کے اندرونی صفحہ پر آٹھ خانے بنا کر ان میں شری کرشن جی کی آٹھ پٹ رانیوں کے نام مع ولدیت لکھے گئے ہیں۔ رکمنی، ست بھاما، جاموتی، کالندی، ستیا، منترا وند، سبھدرا، اور لچھمنا۔ ان بیویوں کا ذکر بھاگوت پران کے ۸۳ویں ادھیائے میں دیا گیا ہے۔ ان سے شادیوں کا بھی ذکر ملتا ہے۔ جلد کے اسی صفحہ پر دو اردو اشعار دیے گئے ہیں ؎

محبت مجھکو سیتارام سی ہی
کہ آسائش مجھے اس نام سی ہی
جو رادھا کشن کا ہی مجھ پی کرم
غلام ان کا میں ہو چکا ہی درم

امانت رائے نے یائے معروف (ے) کی جگہ یائے مجہول (ی) استعمال کیا ہے۔ غالباً یہ دونوں اشعار امانت رائے ہی کے ہیں۔

جلد کے بعد پہلے ہی صفحہ پر سرخ سیاہی سے اوپر "سری کرشن جیو صاحب" نیچے عنوان دیا گیا ہے۔

"فہرست قصہ ہائے اسکند دھم سری ساکوت جی۔ تصنیف امانت رائے" فہرست میں ۷۵ عنوانات درج ہیں۔ پہلا ہی عنوان ہے۔

"قصہ راجہ پریچیت کہ طفیل سکھدیو مشکل او شدہ در صورت سعی آسان"۔ یہی راجہ پریکشت ہے جس نے کرشن کے کردار پہ اعتراض کیا تھا اور جس کے جوابات ۳۳ ادھیاتے میں سکاچاریہ (سکھدیو) نے دیتے ہیں۔

ابتدا میں امانت رائے نے اپنے تعلق سے "در حسبِ حالِ خود بیان نماید" کے زیرِ عنوان ۹۲ اشعار کہے ہیں۔ جن میں زیادہ تر سری کرشن جی سے حسنِ عقیدت کا بیان ہے اور اپنی بے بضاعتی کا کہ اتنی عظیم ہستی کے تعلق سے وہ قلم اٹھانے کی ہمت کر رہا ہے۔ پہلا شعر ہے ؎

کم (کدام) من قطرۂ دریائے امکاں
ولے ہم خویش سر در گرفتاں
خجل از تنگی سرمایۂ خویش
جدا افتادہ از غواصِ دریا

امانت رائے کرشن بھگت تھے۔ چنانچہ کہتے ہیں ؎

ترا میخواہد آں معشوقِ یکتا
تو در فکرِ تلاشِ عذرِ رسوا

آگے چل کر امانت رائے اپنے وطن شہر لال پور کا ذکر کرتا ہے۔

تو ہے شہرے کہ صد خسرو وشش
بود شرمندہ او از الطافش
دمے آئینہ بر کف گیر و بشناس
کہ انسانے در ینجا یا تو خناس
زمینِ لال پور شد مسکنِ من
کہ خاکش بود چوں آئینہ روشن
گلستانِ خاکِ راہِ کوچہائش
ارم شد کوچۂ تاں از فضائش

اس کے بعد امانت رائے کسی مصیبت میں گرفتار ہونے کا ذکر کرتا ہے۔ غالباً یہ پریشانی انہیں بھاگوت پران جیسی ضخیم کتاب لکھنے ہی کی ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں ؎

ز آشوب بلائے ناگہانی
امیدایں چشم رحم آسمانے

اس کیفیت میں ان کے والدان کی مدد کرتے ہیں۔

بخود شد من زہے ......
پدر شد بر سر من سایہ افگن

آگے چل کر امانت رائے کسی علی امجد کا بھی ذکر کرتا ہے۔ جن کی امداد کا وہ احسانمند ہے۔ اور ان کی تعریف میں چند اشعار کہے ہیں۔

شکوہ افزایی ، نوابی وخانی
علی امجد رفیق و قدر دانے
چناں من شکر احسانش شمارم
کہ تابِ نطق چوں اکنوں ... ندارم

غالباً علی امجد اماتت رائے کے اساتذہ میں سے رہے ہوں ۔ آگے چل کر کہتا ہے ۔ ؎

مرا علم وادب ، تعلیم او داد
مرا او ہم پدر بود و ہم استاد

آگے چل کر دُعا دیتا ہے ۔ ؎

بہارِ عمرِ او پائندہ بادا
رخش از نورِ حق تابندہ بادا

اپنے تعلق سے بیان ختم کرتے ہوئے آخری شعر ہے ؎

بیا اے ساقیِ آئینہ تمثال
ترا گفتم سخن از صورتِ حال

دوسرا باب اسی کتاب کی تصنیف کے تعلق سے ہے ۔ جس کا عنوان "سببِ تصنیفِ کتاب گوید" دیا گیا ہے ۔ یہ بیان اس شعر سے شروع ہوتا ہے ؎

نگاہِ آئینہ سامانِ حیرت
سرے چوں اشک در دامانِ حیرت

دنیا و مافیہا سے بے خبر اماتتِ رائے کرشن کے عشق میں گم ہے ۔

نہ از کیفیتِ دنیا خبردار
نہ از صہبائے عقبیٰ کشتہ سرشار
گہے با گریہ ہمچوں شستہ اندم
گہے با خندہ ہمچوں جام توأم

بھاگوت پران لکھ کر اماتتِ رائے کو آخرت کی بھی فکر ہے ۔

دلش با یار و سعی دست در کار
بدنیا فیض عقبیٰ را طلبگار
نظر با گلشنِ تحقیق وا کن
تماشائے بہارِ مُدّعا کن

آگے چل کر کسی صاحبِ ہدایت کا تذکرہ کرتا ہے ۔ جس کے لطف و کرم سے امانتِ رائے اس ذمہ داری کو پورا کر سکا

چوں ایں مضمون از آں شخص ہدایت
کہ سر کرد از سرِ لطف و عنایت
باد گفتم کہ اے صاحبِ کرامت
بعالم تا ابد باشی سلامت
دلے دارم از لطف ایں تمنّا
کہ شغلے بہرِ من ارشاد فرما
بد، مانم چنیں افتادہ گوہر
چہ گوہر اسکندھائے رُوح پرور

عجز و انکسار بھی کرتے ہیں ؎

دلِ ناواقفِ صورت شناسی
نہ زیبد دعویٰ معنی تلاشی

کرشن جی سے بھکتی کا یہ عالم ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اسی کے کئی نام ہیں لیکن کسی ایک نام سے بھی بھکتی کی جا سکتی ہے ۔ ؎

ندارد گرچہ نام او شمارے
یکے از صد تواں کرد اعتبارے
بنامِ خاص او لب آشنا کن
بنامِ رشک ایں عالم دُعا کن
یکے نارائنش خوانده ... ترلکار
یکے گوید جگت دھاتا نرادھار

پھر مندرجہ ذیل شعر اماتتِ رائے بار بار درمیان میں بھی استعمال کرتا ہے ۔ ؎

اگر داری زباں در کام گویا
کنہیا گو کنہیا گو کنہیا

اپنے رہبر کے ہاتھ کو بوسہ دے کر اماتتِ رائے جب لکھنا شروع کرتا ہے تو خود بخود قلم میں طاقت آ جاتی ہے ؎

زدم بوسہ بدستِ رہبرِ خویش
قدم در رہِ اکرام سرِ خویش
نمودم چوں قلم معنی طرازی
برائے کلکِ سخن شد کارسازی

آخر میں دُعائے خیر کرتا ہے ؎

بشکرِ آنکہ او شد رہنمائم
بلندے میکند دستِ دُعائم
بنامش اوّل ایں تمہید کردم
بعالم زندہ اش جاوید کردم

بیا اے ساقیٔ آئینہ رخسار
حبیب آفتابِ صبح انوار
ز نورِ معرفت ہر سو خبر کن
شبِ من ہم ز روئے او سحر کن

اس حصّہ کا اختتام مندرجہ ذیل اشعار پہ ہوتا ہے ؎

چوں ایں نام از زبانِ او شنیدم
بمقصودیکہ می باید رسیدم
ز جا بر خاستم از بہر تعظیم
سر خود داشتم از خطِ تسلیم
نوشتم نسخۂ اعجاز مضمون
ز رمزِ حسن و عشق ذات بیچوں

یہ دونوں حصّے ختم ہونے کے بعد "مناجات بجنابِ حق" کے عنوان سے مناجات بھی کہتا ہے۔ یہ اسی دور میں عام رواج تھا کہ اکثر ہندو دھرم کی کتب کا ترجمہ ان لوگوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کیا ہے اور ابتدا میں حمد کا عام رواج تھا۔ چنانچہ یہاں بھی امانت رائے لکھتا ہے۔ ؎

کریما خالقا پروردگارا
بتو احوالِ خلقت آشکارا

مناجات نہایت اعلیٰ شاعرانہ خصوصیات کی حامل ہیں۔ مناجات کا پورا حق ادا کیا گیا ہے۔ پہلا ادھیائے جس کا عنوان گزشتہ سطور میں دیا گیا ہے۔ اس طرح شروع ہوتا ہے

کنوں اے نکتہ سنجانِ سخنداں
ازیں والا کتابِ فیض عنواں
بود ایں بادائے کرشن اوتار
کہ از حکمت کند پیدا صد اوتار

اصل بھاگوت پران کے دشم اسکندھ میں کل ۹۰ ادھیائے ہیں۔ بعض ایک ہی واقعہ کئی ادھیایوں میں جاری رہتا ہے۔ اس طرح اس اسکندھ کے کل ۸۵ واقعات ہوتے ہیں۔ امانت رائے نے بھی فارسی نسخہ میں ۸۵ واقعات لئے ہیں۔ لیکن ادھیائے کے عنوانات مختلف ہیں۔
اس نسخہ کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہاں قدیم فارسی تحریر کی نہج اختیار کی گئی ہے یعنی بیشتر موقعوں پر نقاط حذف کر دئے گئے ہیں۔ زیادہ تر الفاظ بے نقط ہیں۔ جن کی وجہ سے مطالعہ اور حصولِ معنیٰ میں بڑی دقّت پیش آتی ہے۔ البتہ کتابت نہایت صاف اور پختہ ہے۔

بھکتی کا تذکرہ امانت رائے نے بھی دھرو، پرھلاد وغیرہ کے مکالمات کے ذریعہ کیا ہے۔ لیکن فارسی اندازِ بیان نے مرہٹی اور ہندی دونوں سے زیادہ مؤثر اور دلکش کر دیا ہے۔ صوفیائے کرام نے عشقِ الٰہی معرفت، فنا وغیرہ کے موضوعات کو جس والہانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ امانت رائے نے بھی وہی انداز اختیار کیا ہے۔ تشبیہات اور استعارات کی کثرت نے کلام کو بیحد دلچسپ اور شیریں بنا دیا ہے۔ ؎

بہ یک غنچہ لب از حرف بستہ
چوں زلفِ یار سر تا پا شکستہ
ز رمز روشن حق ساخت آگاہ
چراغ افروخت از تحقیق در راہ

زورِ بیان کا یہ انداز ملاحظہ فرمائیے۔

نفس از نالہ شورِ محشر آورد
فغاں یک کرد بادِ آسمان گرد

بھکتی (عشقِ الٰہی) کا انداز ملاحظہ فرمائیے۔

کشائے چشم گر بر حسنِ یکتا
تماشا کن ہماں یک جلوہ ہر جا
بروں آید ز رمز پردہ راز
بہ آئینے کہ از تار آید آواز

کرشن جی کی راس کریڈا کا تذکرہ اس قدر رومانی اور جذباتی انداز میں کیا گیا ہے۔ جو ہندی اور مرہٹی سے زیادہ دلکش ہو گیا ہے۔ گوپیوں کے ہجر و فراق کی واردات کا امانت رائے نے حق ادا کر دیا ہے —— کرشن جی کے پریم کی کیفیات دراصل داخلی شاعری کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ گوپیوں کی ناقابلِ بیان مسرت کے تذکرہ میں امانت رائے نے نہایت جوش و ولولہ کیساتھ مکمل جذبات نگاری کا مرقع پیش کیا ہے۔

مضمون کی طوالت کے خوف سے مکمل دشم اسکندھ پہ تبصرہ مشکل ہے۔ چونکہ میں نے ہندی اور مرہٹی بھاگوت پران دونوں کا مطالعہ کیا ہے۔ اس لئے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ امانت رائے کے اندازِ بیان اور طرزِ ادا نے اس کو اصل دشم اسکندھ کا روپ دیدیا ہے۔ ہندی اور مرہٹی نسخے کبھی کبھی ترجمے جیسے لگتے ہیں۔

تمام تصنیف کا اختتام بھی امانت رائے نے اسی متاثر کن شعر پہ کیا ہے ؎

اگر داری زبان در کام گویا
کنہیا گو کنہیا گو کنہیا



اِمام الہند مولانا ابوالکلام آزاد

٭ اُمید ادیبی
۹/۴۹ (۲)، جنت نگر، ساگر، ضلع شموگا
(کرناٹک)

خدائے عزّوجل، پروردگارِ عالم نے اس دنیا میں بڑے بڑے ہادی اور رہنما پیدا کئے تاکہ وہ اپنے بندوں کی ہدایت اور رہنمائی فرمائیں، بےشمار علمائے کرام پیدا کئے کہ وہ اپنے علوم سے دنیا والوں کو فیض پہنچائیں۔ اَن گنت سیاست داں پیدا کئے کہ وہ حکومت کے قواعدو ضوابط سے آگاہ کرکے عوام کو مستفیض کرسکیں۔ متعدد سائنسداں بھی پیدا کئے کہ وہ بھی قدرتِ خداوندی کی کاریگری، حکمت اور مصلحت سے بندگانِ خدا کو آگاہ کریں تاکہ یہ دنیا اس سے بخوبی فائدہ حاصل کرسکے۔ بہت سے فلاسفر بھی بنائے جو فطرت کے رموز سمجھائیں۔

آج ہم ایک ایسی ہستی کے بارے میں مختصر حالاتِ زندگی پر روشنی ڈالیں گے جو بیک وقت عالمِ دین و دنیا بھی ہے، سیاستداں بھی ہے، فلاسفر بھی ہے اور حکمراں بھی ہے — وہ مقدس متبرک اور نایاب ہستی، حضرت امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد ہیں۔

خاندان

مولانا آزاد کے آباء و اجداد سلطنتِ مغلیہ کے بانی محمد ظہیرالدین بابر کے دورِ حکومت میں ہرات سے ہندوستان آئے۔ اپنی علمی و ادبی قابلیت کے سبب ہندوستان کے ہی ہوکر رہ گئے۔ اس خاندان کے تمام بزرگ مغلیہ دورِ حکومت میں علوم دینی اور علوم فلسفے کے ماہر عالم ہی نہیں بلکہ ان علوم کے امام مانے جاتے تھے۔ ان بزرگانِ کرام میں حضرت شیخ بہلول دہلویؒ، اور حضرت شیخ جمال الدینؒ عالم و دین صوفی اور دین و مذہب کے فلاسفر مانے جاتے تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے والدِ محترم حضرت مولانا خیرالدینؒ کے نانا حضرت منورالدینؒ اچھے ماہرِ تعلیم تھے۔ وہ تادمِ آخر مغل دربار سے منسلک رہے۔ دورِ مغلیہ میں محکمۂ تعلیم کے ناظمِ اعلیٰ (ڈائرکٹر) تھے۔ ان کی بے مثال قابلیت و لیاقت کی بناء پر دربارِ شہنشاہ مغلیہ سے "رکن المدرسین" کا خطاب دیا گیا تھا۔ یہ گنجینۂ علم سینہ بہ سینہ وراثت میں آتا گیا مولانا آزاد کے جدِ امجد (دادا) حضرت مولانا محمد ہادیؒ، بھی علم دین، علم و ادب کے اچھے ماہر اور قابل تھے۔ حضرت آزاد کے والد بزرگوار مولانا خیرالدین قادری نقشبندی بھی ایک اچھے اور قابل عالم اور صوفی تھے۔ ساتھ ہی تیغ زنی، پنجہ لڑوانا کے فنون کے بھی مشاق تھے۔ تیراکی کے ماہر اور شوقین تھے — ایک دفعہ لکھنؤ کے بادشاہ نے تیراکی کی انعامی بازی رکھی۔ ڈیڑھ سیر وزنی چاندی کے گورے کو تیرتے ہوئے تیراندازی کرتے ہوئے دریائے جمنا کے اس کنارے

سے اُس کنارے تک پار کرنا تھا۔ اس کھیل کے جلسے میں بذاتِ خود بادشاہ اور شہزادے بھی حاضر تھے۔ مولانا خیرالدین بلا تامل لبریز دریائے جمنا میں کود پڑے۔ تیرتے اور گولے پر تیر اندازی کرتے ہوئے گولے کو دوسرے کنارے پر پہنچایا اور خود بھی دوسرے کنارے پر پہنچ کر گولہ اٹھالیا۔ بادشاہ اور حاضرین آپ کی اس مہارتِ تیراکی اور تیر اندازی پر حیرانی اور عالم استعجاب میں پڑ گئے۔ اور بڑی محبت و تحسین سے اس گولے کو انعام میں پیش کیا ـــــ مولانا خیرالدین (والدِ بزرگوار آزاد) کی عمر شریف ۲۵ (پچیس) سال تھی۔ اپنے نانا کے ہمراہ بغرضِ حج مکّہ معظمہ تشریف لے گئے۔ اور یہیں سکونت اختیار کر لی۔ مکّہ معظمہ پہنچ کر آزاد صاحب کے والد محترم نے کئی کتب تصنیف فرمائیں ان تصانیف نے وہاں آپ کو کافی شہرت عزت عطا کی۔ آپ کی علمی قابلیت سے متاثر ہو کر مکہ کے مشہور و معروف عالم فاضل، مولانا شیخ محمد ظاہر وتری نے اپنی دختر نیک اختر سے آپکا نکاح مسعود باندھ دیا۔ اس طرح مولانا آزاد کا سلسلۂ نسب والد کی طرف سے ہندوستانی و والدہ کی طرف سے عربی ہے۔

پیدائش

مولانا آزاد ۱۱ر نومبر ۱۸۸۸ء بمطابق ۹ر ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ بمقام محلّہ قدوہ نزد باب السلام شہر مکّہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تاریخی نام "فیروز بخت" تھا۔ آپ کا اسم مبارک بعد میں احمد، الدین پکارا جانے لگا۔ اگر ہم مولانا فیروز بخت یا مولانا احمد محی الدین کہیں تو عوام تو عوام، اہلِ علم او خواص سے بھی بہت کم لوگ پہچان سکیں گے۔ اگر مولانا ابوالکلام آزاد یا صرف مولانا آزاد کہیں تو بھی ہر کس و ناکس ہر خاص و عام آدمی بھی جان جائے گا کہ یہ وہی مقدس ترین ہستی ہیں جو آزاد بھارت کے پہلے وزیر تعلیم رہ چکے ہیں۔

تعلیم و تربیت

جب مولانا آزاد کی عمر شریف پانچ سال کی ہوئی مسجد حرم شریف میں آپ کی رسم بسم اللہ خوانی ادا کی گئی۔ بعد بسم اللہ خوانی کے تقسیم کرنے کے لئے سموسے بنوائے گئے تھے۔ وقت نمازِ عصر کا تھا۔ ایک بزرگ محترم حضرت عبداللہ مراد نے آپ کو بسم اللہ پڑھوائی رَبِّ يَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ (اے میرے رب آسان کر اور مشکل نہ کر) اس فقرے کو تین بار دہرایا۔ خود مولانا آزاد فرماتے ہیں کہ میں للچائی ہوئی نظروں سے سموسوں کو تک رہا تھا۔ اُس بزرگ محترم نے تاڑ لیا اور سموسہ لے کر مجھے ہاتھ بڑھایا تو میں جوں ہی لینے لگا ہاتھ کھینچ لیا۔ ہنستے ہوئے سموسہ میرے منہ میں رکھدیا۔ آزاد صاحب کی مادری زبان عربی تھی۔ کیونکہ آپ کی والدہ محترمہ مکّی تھیں۔ آپ کے والد مولانا خیرالدین بھی گھر پر سب سے عربی میں ہی گفتگو کرتے تھے۔ اور بالکل فصیح عربی بولتے تھے۔ صبح ہر روز ایک مولوی صاحب گھر پر آکر پڑھاتے۔ نمازِ صبح کے فوراً بعد اور نمازِ مغرب کے بعد آپ کے والد ہی پڑھایا کرتے۔ کبھی کبھار والدۂ محترمہ بھی سبق یاد دلوایا کرتی تھیں۔ اس طرح آپ کا بادۂ علم سہ آتشہ ہو گیا ..... کسی وجہ سے مکّہ میں آپ کے والد صاحب کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ ان دنوں وہاں کوئی قابل ڈاکٹر او رجراح نہیں تھا۔ ٹانگ کی جراحت اور علاج کی خاطر مکہ کو خیرباد کہہ کر ہندوستان آ گئے۔ اور کلکتہ میں سکونت اختیار کر لی۔ مولانا آزاد اتنے ذہین تھے کہ کسی سبق یا مضمون کو صرف ایک بار پڑھ لینے سے یاد ہو جاتا تھا۔ کبھی کسی سبق کو رٹنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ یہ بھی قدرت کی بڑی عنایت ہے۔ کبھی کسی سبق کو بطور آزمائش استاد صاحب ایک دن پہلے کا سبق پوچھتے یا پڑھاتے تو بغیر کسی رکاوٹ کے جواب دیتے اور سبق سنا دیتے تھے۔ استاد صاحب ان کی یہ غیر معمولی ذہانت پر حیران رہ جاتے۔ اور تعجب کرنے لگتے۔ پندرہ سال کی عمر میں ہی فارغ التحصیل ہو گئے۔ اور اسی سال پہلی تقریر کی۔ سولہ سال کی عمر میں انجمن حمایت الاسلام کے جلسے میں دوسری بار اتنی جامع اور موثر انداز میں تقریر کی کہ اچھے اچھے علمائے کرام بھی سر دھنے لگے۔ حضرت شبلیؒ بھی اس جلسے میں شریک تھے۔ وہ بھی آپ کی تقریر سے بے حد متاثر ہوئے بوقت رخصت فرمانے لگے تمہاری عمر ۲۵ سال سے کم نہیں بلکہ زیادہ ہے۔

شبلیؒ کی پہلی ملاقات

مولانا شبلیؒ کی پہلی ملاقات کا تذکرہ بھی نرالا ہے اور دلچسپ ہے۔ مولانا شبلی آزاد صاحب کی تقاریر اخباروں میں پڑھا کرتے تھے اتنے پرمغز اور جامع تقاریر کرنے والے مقرر سے ایک بار ملنے یعنی مولانا آزاد سے ملاقات کرنے کا بہت اشتیاق ہو گیا تو آپ آزاد صاحب کے مکان پر پہنچے۔ اطلاع ملنے پر مولانا باہر آئے۔ اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ کافی دیر تک بیٹھنے کے بعد بھی کوئی دوسرا آدمی نہ آیا۔ تو

شبلی نے دل ہی دل میں سوچا شاید مولانا آزاد نہیں ہیں وہ کہیں سفر پر گئے ہوئے ہیں ۔ یہ آپ کے فرزند ہیں ۔ رخصت کے وقت مولانا سے شبلی نے کہا " کیا آپ کے والد محترم مولانا آزاد ہیں ؟ "
اس سوال پر مولانا مودبانہ انداز میں کہنے لگے " نہیں ۔ حضرت ! یہ ناچیز ہی ابوالکلام آزاد ہے ۔ میرے والد محترم تو مولانا خیر الدین ہیں " ۔ اس جواب پر شبلی حیران و ششدر رہ گئے اور متعجب انداز میں آزاد کو تکتے رہ گئے ۔

مولانا آزاد سیاسی میدان میں

مولانا آزاد سے انگریزوں کا ظلم و ستم جبر و استبداد نہ دیکھا گیا تو آپ الہلال کے ذریعے فرنگیوں کے ظلم و استبداد کے رویہ سے ہندوستانیوں کو روشناس کراتے رہے ۔ خان عبدالغفار خان نے بھی آپ کے اسی بےباکانہ اظہار پر حوصلہ افزائی کی جس سے سرحدی پٹھانوں میں جذبہ حریت جاگ اٹھا ۔ حب الوطنی کا جوش و خروش ابھر اٹھا ۔ خان عبدالغفار خان بھی اپنے مضامین الہلال میں شائع کرواتے رہے ۔ عوام کی اس بیداری اور جذبے سے انگریز خوف زدہ ہو گئے ۱۹۰۵ء میں جبکہ پہلی عالمگیر جنگ جاری تھی انگریزی حکومت نے الہلال کے دفتر کو مقفل کر دیا اور مہر لگادی ۔ انگریزوں کے اس طرز عمل سے مولانا آزاد کا جوش حریت اور بھڑک اٹھا حکومت کی ہر بندش ہر پابندی اور ہر قانون کی مخالفت کرنے لگے ۔ ۱۹۰۴ء اور ۱۹۰۷ء میں آپ نے بیرونی اسلامی ممالک کا دورہ کیا ۔ مصر، شام ایران، ترکی ۔ عراق ۔ وغیرہ ممالک کے لوگوں کا عوام کا اچھی طرح جائزہ لیا ۔ مشاہدہ کیا ۔ اور بخوبی اندازہ لگالیا ۔ سید جمال الدین افغانی ۔ شیخ محمد عبدہ کے تصورات سے بے حد متاثر ہوئے ۔ اور دنیا کے ہر ملک کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرانے کا جذبہ پیدا ہو گیا عموماً ہر ملک کی آزادی کی خاطر خصوصاً ہندوستان کی آزادی کی خاطر اپنی زندگی وقف کر دی ۔

۱۹۲۷ء میں حکومت انگلشیہ کی تمام قیود اور پابندیوں کو توڑ کر اپنے اسم مبارک کے ساتھ آزاد کا اضافہ کر دیا ۔ اور اسی سال " البلاغ " رسالہ بھی جاری کیا ۔ اس کے ذریعہ ہندوستان کی آزادی کا مطالبہ شروع کیا ۔ اسی مطالبے میں بلا تفریق مذہب و ملت سب ہندو مسلم متحدہ طور پر شریک تھے ۔ اس سے " مہاتما گاندھی جی " بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے ۔ انھوں نے بھی مولانا آزاد کے اس مطالبے کا تعاون فرمایا ۔ اس دور کے بڑے بڑے علماء حکماء اور زعماء بھی مولانا آزاد کے ہمنوا بن گئے ۔ ان میں مولانا محمد علی جوہر مولانا شوکت علی ۔ حکیم اجمل خان ۔ جیسے حضرات سرفہرست آتے ہیں آزاد صاحب کی اس تحریک سے حکومت پریشان، حیران ۔ اور خوف زدہ ہو گئی ۔ پنجاب ۔ بمبئی ۔ یوپی ۔ دہلی ۔ وغیرہ صوبوں میں آزاد کے داخلے اور تقاریر پر پابندی لگادی ۔ اس پابندی سے بھی مولانا خاموش نہ رہ سکے ۔ اپنی تحریک کا سلسلہ جاری ہی رکھا تو آپ کو انگریزوں نے رانچی کے قید خانے میں نظر بند کر دیا ۔ اس قید با مشقت سے آپ کو ۱۹۲۰ء میں رہا کر دیا گیا ۔ ۱۹۲۳ء میں انڈین نیشنل کانگریس کا اجلاس اس ملک میں انگریزی حکومت سے کی جانے والی ناانصافیوں کو دور کرنے کے لئے کیا گیا ۔ اس یادگار اور شاندار تاریخی اجلاس کی صدارت آپ ہی کے سپرد کی گئی ۔ اس وقت آپ کی عمر صرف ۳۵ (پینتیس) سال کی تھی ۔ ۱۹۲۷ء میں سائمن کمیشن کے بائیکاٹ کی تحریک شروع ہوئی ۔ خلافت کانفرنس اور مسلم لیگ نے کانگریس سے اتحاد اور سمجھوتہ کر لیا ۔ ۱۹۲۸ء میں نہرو رپورٹ شائع ہوئی ۔ ملک اور قوم میں نفاق و اختلاف پیدا ہو گیا ۔ آپ نے (آزاد نے) سب سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور کانگریس میں ہی رہ گئے ۔ مولانا کو محض اپنے وطن کی خوشحالی پسند تھی ۔ سب کو متحد دیکھنا چاہتے تھے ۔ ملک میں اتحاد کیلئے غور و فکر کرتے رہے شب و روز کے غور و فکر اور جد و جہد کے بعد آپ نے ملک کی تمام جماعتوں کے زعماء کو ایک کانفرنس کے لئے مدعو کیا ۔ جس میں شیعہ پولیٹیکل کانفرنس ۔ جمعیۃ العلمائے ہند اور خان عبدالغفار خان کے خدائی خدمت گار شریک تھے ۔ اس کانفرنس کو طلب کرنے کا مقصد یہ تھا کہ بھارت کی دھرتی پر رہنے بسنے والی کوئی ذات ہو ۔ ہندو مسلم سکھ وغیرہ سب مل کر متحدہ طور پر ۔ وطن کی آزادی کے لئے لڑیں ۔ کافی حد تک یہ کانفرنس کامیاب ہوئی ۔ پھر تمام میں محبت و اتفاق کا جذبہ بیدار ہوا ۔ اس کانفرنس سے موتی لال نہرو بھی بہت خوش ہوئے ۔ کیونکہ وہ بھی ہندو مسلم کو آپس میں بھائی بھائی کی طرح دیکھنا چاہتے تھے ۔ علی برادران (مولانا محمد علی جوہر مولانا شوکت علی) حضرات نے بھی مسلمانوں اور دیگر مذاہب کے لوگوں کو سول نافرمانی پر ابھارا ۔ خان عبدالغفار خان صاحب نے بھی مسلمانوں کو بھی کھل کر کانگریس کا ساتھ دینے پر ابھارا اور آمادہ کیا ۔ ۱۹۴۰ء میں دوبارہ مولانا آزاد کو کانگریس کا صدر منتخب کیا گیا ۔ اسی عرصے میں ہندوستان

چھوڑ دو" کی تحریک نے زور پکڑا۔ پورے ملک میں ہلچل مچ گئی۔ برٹش حکومت کے حواس باختہ ہوگئے۔ خوف سے حکومت ڈگمگانے لگی۔ پھر حکومت نے مولانا آزاد۔ پنڈت نہرو۔ سردار ولبھ بھائی پٹیل۔ آچاریہ جگل کشور وغیرہ کو احمد نگر جیل میں نظر بند کر دیا۔ کانگریس کو مفسد اور غیر قانونی جماعت قرار دیا۔ اور تمام لیڈروں کو گرفتار کرکے جیلوں میں ٹھونس دیا۔ لیڈروں کو تو قید میں بند کر دیا۔ مگر عوام خاموش نہ بیٹھے۔ "ہندوستان چھوڑ دو" ہمارے رہنماؤں کو قید سے رہا کر دو" کی تحریک اور مظاہروں کا بے پناہ سیلاب رک نہ سکا۔ آخر کار حکومت نے ہتھیار ڈال دیئے۔ ۱۹۴۵ء میں لارڈ ویول نے تمام سیاسی لیڈروں کو قید سے رہا کر دیا۔

۱۹۴۶ء میں پنڈت جواہر لال نہرو آل انڈیا کانگریس کے صدر منتخب ہوئے۔ مولانا آزاد اور پنڈت نہرو کے خیالات اور مقاصد ایک تھے۔ شروع سے آخر تک پنڈت نہرو آزاد کے ہمخیال رہے۔ اور آزاد صاحب بھی نہرو کے ہمنوا رہے۔ دونوں کے دلوں میں اپنے دیش سے سچی محبت اور عشق تھا۔ آخری دم تک دونوں کا یہ دیش پریم قائم رہا۔ آخر کار انگریزی حکومت نے ہار مان لی۔

۱۹۴۷ء پندرہ اگست کو۔ مولانا آزاد۔ پنڈت جواہر لال نہرو، مہاتما گاندھی، سردار ولبھ بھائی پٹیل۔ وغیرہ رہنماؤں کی انتھک کوششوں سے بھارت انگریزوں کی ڈیڑھ سو سالہ غلامی سے آزاد ہوا۔ دہلی کے لال قلعہ پر ہمارا ترنگا جھنڈا لہرانے لگا۔ اس وقت پنڈت نہرو اور آزاد۔ ایک دوسرے کو دیکھ کر خوشی سے مسکرا رہے تھے۔ اس آزاد بھارت کے پہلے وزیر اعظم پنڈت نہرو منتخب کئے گئے۔ حضرت مولانا ابو الکلام آزاد کی علمی قابلیت اور لیاقت کی بناء پر ہندوستان کے وزیر تعلیم منتخب کئے گئے۔ یہ مذہب اسلام کا رہنما۔ ملک و قوم کا ہادی۔ یہ سحر الکلام سیاست داں۔ یک جہتی کا علمبردار۔ جنتا کا ہمدرد و غمخوار ۲۲ فروری ۱۹۵۸ء کو ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوگیا۔ زندگی بھر کی جد و جہد مشقت کا تھکا ہارا مجاہد، ابدی نیند سو گیا۔ ہمیں بے چینیوں میں چھوڑ کر راہی ملک عدم ہوگیا۔ آیئے ذرا اس بزرگ و محترم رہنما کی زندگی کے حالات سے چند خصوصیات سیرت و طبیعت پر بھی ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں۔

تفسیرِ قرآن

یوں تو علمائے کرام نے مستند تفاسیر قلم بند کئے ہیں۔ مگر مولانا آزاد کا انداز طرز ہی نرالا ہے۔ اور سب سے الگ ہی رنگ ہے۔ زبان سادہ۔ عام فہم۔ جامع اور حقیقت بیانی سے معمور ہے ... تفسیر کیا ہے۔ معلومات کا سمندر ہے۔ رہتی دنیا تک آپ کی اس خدمتِ عظیم کو اسلام فراموش نہ کرسکے گا۔

اُردو زبان پر عبور

مولانا آزاد کے والد کی مادری زبان ہندوستانی ہونے کی حیثیت سے اردو ہی تھی۔ آپ کی والدہ محترمہ مکی ہونے کی وجہ سے ان کی زبان عربی تھی۔ اسی لئے مولانا آزاد کی مادری زبان بھی عربی ہی تھی۔ جس وقت آپ اپنے والدین کے ہمراہ ہندوستان آئے۔ اس وقت مولانا اردو سے نابلد تھے۔ ایک انگریز اگر اردو بولے تو وہ اس طرح کی اردو بولے گا۔ تم کیا کاتا ہے۔ (تم کیا کھاتے ہو) ام بی اردو بولے گا۔ (ہم بھی اردو بولیں گے) ہوبہو اسی طرح کی اردو ابتدا میں مولانا بھی بولتے تھے۔ ان کے ساتھی لڑکے ان کی اس اردو پر ہنستے تھے۔ مولانا نے اردو سیکھی۔ اور وہ قابلیت و استعداد حاصل کی کہ کوئی عالم آپ کا ہمسر نہ رہا۔ کوئی ادیب آپ کے برابر نہ رہا۔ کوئی شاعر آپ کے مانند نہ رہا۔ سالہا سال کے تعلیم یافتہ بھی آپکے آگے نادم تھے۔ معمولی سی خشک بات بھی رسیلی اور دلچسپ بنا دینا آپ کا لاجواب کمال تھا۔ آپ نے ہر موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ فلسفہ سیاست۔ مذہب۔ فقہ۔ سماج۔ امیر۔ غریب۔ حاکم۔ حکومت رعایا۔ وہ کونسا موضوع ہے جو آپ کے زیر تحریر نہ آسکا۔ یہ بھی قدرت کی مخصوص عنایت ہے۔

طبع عجیب

مولانا آزاد کی طبیعت بھی عجیب تھی آپ کا مزاج بھی دنیا والوں سے الگ اور نرالا تھا۔ جو وقت دنیا کے دیگر انسانوں کے لئے سونے اور آرام کرنے کا تھا۔ وہ وقت مولانا کے کام کا اور جاگنے کا وقت تھا۔ دن بھر کا شور و غل ہنگامہ آپکو بالکل پسند نہ تھا۔ آپ کو تنہائی اور خاموشی پسند تھی۔ اسی لئے رات آپکو بہت عزیز تھی۔ ساری کائنات میٹھی نیند کے مزے لے رہی ہوتی تو آپ تنہائی میں پرسکون خاموش

حالت میں۔ کچھ پڑھتے ہوتے یا کچھ لکھتے ہوتے اور ہر گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے بعد بغیر دودھ بغیر شکر والی چائے کی چسکیاں لیتے رہتے۔ اگر کسی کو قیدِ تنہائی کی سزا کی خبر سنتے تو یہ کہتے یہ بڑا خوش نصیب ہے۔ ایسی تنہائی کی سزا مجھے تا عمر دی جائے تو بھی پسند ہے۔ پوری دنیا جلوت کی خواہاں ہے تو آپ خلوت کے دلدادہ ہیں۔ قید احمد نگر کے دوران آپ دن بھر میں صرف ضرورت پر دو چار دفعہ باہر نکلتے۔ باقی اوقات غور و فکر۔ مطالعہ۔ تصنیف۔ خطوط نویسی میں صرف کرتے تھے۔ یہ تھی آپ کی نرالی طبیعت۔

پسندیدہ موسم

مولانا آزاد کو سرما کا موسم بے حد پسند تھا۔ موسم سرما کا ہو۔ آتشدان میں بھڑکتے شعلے ہوں تو مولانا کی کیفیت کا عالم ہی اور ہوتا۔ اس وقت دہی بے شکر و بے دودھ والی چائے کیف آور انداز میں چسکیاں لے لے کر پیتے۔ آپ بارہا سرما کی راتوں میں آسمان کے نیچے بیٹھ کر صبح کی چائے پیتے۔ لوگ موسم گرما گزارنے کے لئے پہاڑوں پر جایا کرتے ہیں۔ اس کے برعکس آپ موسم سرما گذارنے کیلئے پہاڑوں کی طرف روانہ ہوتے۔

تیراکی

مولانا کو تیراکی کا بھی زیادہ شوق تھا۔ تیراکی آپ کو والدِ محترم مولانا خیر الدین سے ورثے میں ملی تھی۔ آخری عمر میں۔ قویٰ کی کمزوری تھی۔ اور فرصت و مہلت بھی نہیں تھی۔ لہٰذا آپ کسی دریا یا تالاب کو دیکھتے تو تیراکی کیلئے ترستے اور ماضی کی یاد سے آہیں بھرتے۔

موسیقی

مولانا کے گھر کا ماحول متشرع تھا۔ جہاں قرآن پاک۔ تفسیر۔ احادیث۔ جیسی مذہبی کتب کا مطالعہ کیا جاتا تھا۔ بھلا وہاں کہاں آپ کے شوقِ موسیقی کو پورا کرنے کا موقع تھا؟ یہ شوق وہاں پورا نہ کر سکتے تھے۔ وہاں سا، رے، گا ما۔ پا دھا۔ نی سا۔ کا دور نہیں چل سکتا تھا۔ لہٰذا آپ نے ایک راز واں دوست کو ہمنوا بنایا اس کے مکان پر ستار بجانے کی مشق کرنے لگے۔ پانچ سال مکمل مشق کی اور اچھی مہارت حاصل کر لی۔ انگلی پر مضراب کا نشان اسکی یاد دلانے کے لئے تا عمر باقی رہ گیا تھا۔

مزاح نگاری

احمد نگر کی جیل میں آپ کے ساتھ ڈاکٹر سید محمود بھی تھے۔ ڈاکٹر صاحب کا معمول تھا کہ روٹی کے چند ٹکڑے لیکر باہر آتے اور کوؤں کو ڈال دیتے بس کوّے کھا کر چلے جاتے۔ اس واقعہ کو کتنے دلچسپ انداز میں زیرِ تحریر لاتے ہیں ملاحظہ فرمایئے۔

"روز صبح روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہاتھ میں لے کر نکل جاتے ہیں اور صحن میں کھڑے ہوتے۔ پھر جہاں تک حلق کام دیتا وہاں تک چیخ چیخ کر آآ۔ آآ کرتے جاتے اور ٹکڑے دکھا دکھا کر پھینکتے رہتے۔ یہ صدائے عام میناؤں کو ملتفت نہ کر سکی۔ البتہ شہرستانِ ہوا کے دریوزہ گرانِ ہر جائی یعنی کوؤں نے ہر طرف سے ہجوم شروع کر دیا۔ میں نے کوؤں کو شہرستانِ ہوا کا دریوزہ گر اسلئے کہا کہ کبھی انہیں مہمانوں کی طرح جاتے نہیں دیکھا۔ طفیلیوں کے غول میں بھی بہت کم دکھائی پڑتے ہیں۔ ہمیشہ اسی عالم میں پایا کہ فقیروں کی طرح ہر دروازے پر پہنچے صدائیں لگائیں اور چل دیئے .... بہرحال محمود صاحب! آآ کے تسلسل سے تھک کر جوں ہی مڑتے یہ دریوزہ گرانِ کوتہ آستین فوراً بڑھتے اور دسترخوان صاف کرکے رکھ دیتے ..... محمود صاحب کی صدائے عام سے پہلے ہی یہاں کوؤں کی کائیں کائیں کی روشن چوکی بجتی رہتی تھی۔ اب جو دسترخوانِ کرم بچھا تو نقاروں پر بھی چوٹ پڑ گئی۔ ایک دو دن تو لوگوں نے صبر کیا۔ آخر ان سے کہنا پڑا کہ آپ کے دستِ کرم کی بخششیں رک نہیں سکتیں تو کم از کم چند دنوں کے لئے ملتوی ہی کر دیجئے۔ ورنہ ان ترکمان یغما دست کی ترک تازیاں کمروں کے اندر کے گوشہ نشینوں کو بھی امن چین سے بیٹھنے نہ دیں گی۔ اور ابھی تو صرف احمد نگر ہی کے کوؤں کو خبر ملی ہے۔ اگر فیضِ عام کا یہ لنگر خانہ اسی طرح جاری رہا تو عجب نہیں کہ دکن کے کوّے قلعہ احمد نگر پر حملہ بول دیں"! دیکھا آپ نے! ایک معمولی سے خشک واقعہ کو کتنے دلچسپ اور مزاح کے انداز میں تحریر فرمایا ہے

آہ ——— ! ایسا قابل عالم۔ لائق ادیب۔ بیمثال رہنما۔ ہندو مسلم اتحاد کا حامی۔ جنگِ آزادی کا مجاہدِ اعظم۔ اب ہم میں نہیں رہا۔ آپ کی اور آپ کے ہمنواؤں کی کوشش و جدوجہد سے آزادی حاصل کئے ہوئے ہمارے اپنے دیش بھارت میں ہم جی رہے ہیں۔ ہم تمام ہندو مسلم کا فرض ہے کہ ہم آپس میں بھائی بھائی کی طرح خلوص و محبت سے رہ کر مولانا آزاد کی روح کو شادماں کریں۔ ———

★ -

[illegible] ذرائع

مصنّف : پونم و باس
مترجم : ڈاکٹر جاوید احمد
قلندریہ اردو جونیر کالج
منگرول پیر ضلع آکولا

ابتدائی ہجری دور سے لے کر موجودہ نیو کلیائی بجلی گھروں کے مرحلہ تک توانائی کسی نہ کسی صورت میں انسان کے زیرِ تصرف رہی ہے۔ توانائی کے ذرائع متنوع ہیں۔ اس کا اوّلین ماخذ لکڑی کو قرار دیا جاسکتا ہے۔ رفتہ رفتہ کوئلے نے لکڑی کی جگہ لے لی۔ اور پھر تیل نے کوئلہ کی۔ اور اب ہم تاریخ کے اس دور میں داخل ہوگئے ہیں جہاں تیل کے بھی متبادل کی تلاش ناگزیر ہوگئی ہے اور اس جستجو میں ہندوستانی سائنسداں دنیا کے دیگر سائنسدانوں کے شانہ بشانہ سرگرداں ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا میں پٹرول اور کوئلہ کے کافی ذخائر موجود ہیں۔ کوئلہ سے حاصل شدہ توانائی پر ایک طویل عرصہ کے لئے تکیہ کیا جاسکتا ہے مگر آخر کب تک؟ یہ ذخیرہ لازوال تو نہیں! اُسے ایک نہ ایک دن تو ختم ہونا ہی ہے۔ لہٰذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ توانائی کے نئے ذرائع تلاش کئے جائیں تاکہ یہ موجودہ ذرائع کی جگہ لے سکیں۔ اس ضمن میں زور ایسے ذریعوں پر دیا جائے جن کی تجدید ہوسکے۔

لکڑی کے بجائے کوئلہ کے استعمال کی ابتدار اور پھر کوئلہ کی جگہ تیل کا استعمال درحقیقت ایک ایسا عمل تھا جو نسبتاً ارزاں و آسان تھا۔ مگر اب ہونے والی تبدیلی قدرے مختلف ہے۔ توانائی کا وہ ذریعہ جو اب تیل کو ہٹا کر اس کی جگہ لے گا وہ بذاتِ خود تیل سے فی الوقت مہنگا ہے۔ علاوہ ازیں اس ترتیب و تبدل میں چند تکنیکی دشواریاں بھی سدِّ راہ بنی کھڑی ہیں۔

اس میدان کے مسائل کے کھوج اور انھیں حل کرنے کی تدابیر کی خاطر اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی نے دو سال قبل سالِ رواں میں ایک عالمی کانفرنس نیروبی میں منعقد کرنے کی تجویز پیش کی تھی جس کا مقصد توانائی کے نئے اور قابلِ تجدید ذرائع

پر غور و خوض اور بحث کرنا ہے۔ اس میں سب سے بڑی دشواری یہ ہے کہ ان تمام ذرائع کا اطلاق سارے ہی ترقی پذیر ممالک پر یکساں نہیں ہوتا ہر ملک کا مسئلہ جُداگانہ نوعیت کا ہے۔

وہ ممالک جن کا انحصار درآمد شدہ خام پٹرولیم کی مصنوعات پر ہے جب ایسے ملک تیل کے بحران کا شکار ہوئے اور ماحول کی آلودگی ایک عوامی مسئلہ بن گئی تو توانائی کے ذرائع کی تلاش عالمی پیمانہ پر اور جوش و خروش سے شروع ہوگئی۔

آزادی سے قبل ہمارے ملک میں صنعتوں کو توانائی کی بہت ہی کم مقدار درکار تھی اور ظاہر ہے کہ یہ ساری ضرورت بآسانی پوری ہوجایا کرتی تھی۔ یہ ذرائع زیادہ تر پن بجلی اور حرارتی بجلی کے تھے۔ اس وقت نیوکلیائی توانائی کے متعلق بہت ہی کم علم تھا۔ ویسے ڈاکٹر ہومی جہانگیر بھابھا کی دور اندیشیوں کے نتیجے میں اور پنڈت نہرو کی ترقی پسندانہ پالیسیوں کے طفیل اس میدان میں تحقیقی کام اور نوجوان سائنسدانوں کی تربیت کا کام شروع ہوچکا تھا۔ آج جبکہ بھارت نے صنعتی، سائنسی تحقیقی و تکنیکی میدان میں قابلِ رشک ترقی حاصل کرلی ہے۔ لہٰذا یہ مسئلہ ہماری اوّلین توجہ کا متقاضی ہے۔ تیل کے بحران کو دیکھتے ہوئے حکومتِ ہند نے
نامی کمیشن یعنی توانائی کے زائد یا فاضل ماخذات کا کمیشن تشکیل دیا ہے جس کے ذمہ توانائی کے "نئے" (جدید) اور قابلِ تجدید ذرائع پر غور و خوض کرنا اور اس سے متعلقہ مختلف مسائل سے نمٹنا ہے۔
اس کام کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ چھٹے پنجسالہ منصوبہ میں اس مقصد کے لئے پبلک سیکٹر کے بڑے ۲ حصّہ کی

کی رقم کو مختص کیا گیا ہے۔ خوش قسمتی سے ہندوستان تیسری دنیا کے دوسرے ملکوں کے مقابلے میں بہتر پوزیشن میں ہے کہ وہ ان ذرائع کی کھوج بلا کسی تغیر کے اور کم سے کم خرچ پر کر سکتا ہے۔ اپنے مخصوص محل وقوع کے باعث یہ ایک ایسے گرم علاقہ میں آتا ہے جہاں اُسے کافی سورج کی روشنی، بارش کی مقدار اور دیگر حیاتیاتی مادّے دستیاب ہیں۔

بھارت کے کچھ اپنے خاص مسائل بھی ہیں مثلاً توانائی کے متبادل ذرائع کی تلاش کی ذمہ داری مختلف ایجنسیوں اور اداروں کے اختیار میں ہے جہاں اس بات کا زیادہ خدشہ ہے کہ اس کام پر صرف شدہ رقم کا خاطر خواہ استعمال نہ ہونے پائے اور یہ ضائع ہوجائے۔ ان اداروں میں تحقیق کا کام مخصوص سمت اور ضروریات کو نظر میں رکھتے ہوئے نہیں کئے جاتے۔ علاوہ ازیں ایسی صنعتوں کی تعداد بھی بہت کم ہے جو ان تجربات اور تکنیکی معلومات کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے پوری ہمت کیساتھ آگے بڑھیں۔

ہندوستانی سائنسدانوں اور تکنک دانوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ شمسی، بادی، سمندری موجوں اور گوبر سے حاصل ہونیوالی توانائیوں سے ہمارے دیہاتوں کی توانائی کی بہت سی ضروریات کو جیسے پانی کی فراہمی، کھانے پکانے، اناج اور دیگر اشیاء کو خشک کرنے اور زرعی مشینوں کو چلانے کو پورا کیا جاسکتا ہے۔

قابلِ تجدید توانائی کے ذرائع کو استعمال کرنے والے اداروں کو مرکزی حکومت، مالی و تکنیکی امداد دینے پر غور کر رہی ہے کہ ان سے مستقبل میں ہمارے ملک کی ۴۹٪ توانائی کی ضرورت پوری ہونے کی توقع کی جارہی ہے۔

ذیل میں چند ایسے متبادلات دیئے جارہے ہیں جو توانائی کے بہترین نعم البدل کے طور پر استعمال کئے جاسکتے ہیں۔

قشرۂ زمین میں چھپی ہوئی بے پناہ حرارت توانائی پیدا کرنے کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے۔ ہندوستان جیسے وسیع و عریض ملک کی کوکھ میں اس کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ اس ارضی حرارتی توانائی کے ذخیرے لدّاخ سے کولار کی سونے کی کانوں تک پھیلے ہوئے ہیں۔

ہندوستان جیسے گرم ملک میں جہاں سال کے بڑے حصّے کے دوران سورج کی کرنیں آس پاس پھیلے سمندر کے پانی کو گرم کرتی رہتی ہیں۔ ان گرم موجوں سے توانائی کا معتدبہ حصّہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ یہ توانائی کا کبھی نہ ختم ہونے والا ذریعہ بھارت جیسے ملک کے لئے بڑا مناسب ہے۔ اسکی قسم کی توانائی کی شدت ہنوز نامعلوم ہے۔ اس مقصد کیلئے بھارت میں OTEC نامی ایک کمیشن قائم کیا گیا ہے تاکہ وہ اس پروجیکٹ پر کام کرسکے اور وقتاً فوقتاً اپنی کارگزاریوں سے حکومت کو آگاہ کرتا رہے

سورج توانائی کا بڑا منبع ہے۔ اس سے حاصل شدہ توانائی کا قلیل ترین حصّہ بھی انسان استعمال کرنے پر قادر ہوجاتے تو یہ ساری ہاہاکار ختم ہوجائے۔ شمسی توانائی کا ذخیرہ لامحدود ہے۔ اس لئے اُس کے ختم ہونے کا کوئی امکان نہیں۔ ہندوستان ایک ایسے جغرافیائی حصّہ میں واقع ہے جہاں شمسی توانائی پر تحقیق اور کھوج میں بھی کوئی دشواری نہیں۔ چنانچہ اس قسم کی توانائی کا استعمال دن بدن مقبول ہورہا ہے۔ بہت سے قومی ادارے اور تحقیق گاہیں اس توانائی کا بلا تکلف استعمال کررہی ہیں۔ احمدآباد کی ایک کپڑے کی مل کی گرم پانی کی بڑی ضرورت انہی شمسی ہیٹروں سے پوری کی جارہی ہے۔ جنوبی ہند کی چند عمارتوں اور ہوٹلوں میں شمسی توانائی ہیٹر نصب کئے جاچکے ہیں۔ وزیراعظم ہند کی رہائش گاہ پر کچھ عرصہ قبل پانی گرم کرنے کے لئے ایک شمسی ہیٹر فٹ کیا گیا ہے۔ غرضکہ شمسی توانائی سے متعلق تحقیقات کی کامیابیوں نے نئی راہوں کو کھول دیا ہے۔

گوبر کو بھی توانائی حاصل کرنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس قسم کی توانائی کی اہمیت اس لئے بڑھ گئی ہے کہ یہ دیہی آبادی کی ضرورت کو پورا کرسکتی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ہمارے ملک میں گوبر گیس کے 87000 پلانٹ لگائے جاچکے ہیں جن سے حاصل ہونے والی گیس کا تخمینہ 99·82 ملین مکعب میٹر لگایا گیا ہے جو 62 ملین لیٹر مٹی کے تیل سے حاصل ہونے والی توانائی کے برابر ہے۔

ایک گوبر گیس پلانٹ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ سستا ہونے کے علاوہ یہ بڑا سادہ ہوتا ہے۔ اس کے کام کرنے کے طریقے میں بھی کوئی پیچیدگی نہیں نیز اسے مقامی طور پر حاصل شدہ اشیاء سے تیار کرکے بخوبی چلایا جاسکتا ہے۔ اس پلانٹ کی تنصیب کیلئے سب سے ضروری شرط یہ ہے کہ گھر میں مویشیوں کی مناسب تعداد ہو تاکہ تازہ گوبر دستیاب ہوسکے۔ اس سے حاصل ہونے والی گیس (میتھن CH4) کو کھانا پکانے اور گھروں کو روشن کرنے کیلئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ گوبر کے سڑنے کے بعد آخر میں بچنے والا مادہ ایک عمدہ کھاد کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اس طرح گوبر سے دُہرا فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ یہ پلانٹ ایسے دور دراز علاقوں میں کام کی چیز ہے جہاں ابھی تک بجلی (الکٹریسٹی) کی نعمت پہنچ نہیں پائی ہے۔ ریاستی حکومتیں گوبر گیس پلانٹ لگانے کیلئے سرکاری امداد میں چھوٹ یا رعایت کے علاوہ تکنیکی معلومات (بقیہ صفحہ [illegible] پر)



نابیناؤں کا تعلیمی نظام

* محمد مستقیم خاں (علیگ)
انجمن خیر الاسلام اردو ہائی اسکول
مہا بلیشور، ہل اسٹیشن (مہاراشٹر)

یوں تو تعلیم و تربیت سے متعلق بہت کچھ لکھا گیا ہے اور لکھا جاتا رہے گا، لیکن اس کی شاخیں متعدد ہیں۔ جن میں سے ایک اہم فراموش کردہ شاخ نابیناؤں کی تعلیم بھی ہے۔

تاریخ کا جائزہ

اگر ہم قدیم تاریخ ہند کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ معیار انسانی کا امتیاز ذات پات کی تقسیم کی کسوٹی پر تھا یعنی برہمن، چھتری، ویش، شودر اور چنڈال وغیرہ۔ ان کے علاوہ ایک وہ طبقہ بھی تھا جو پیدائشی طور پر یا کسی حادثے کی بناء پر قدرتاً [illegible] جسمانی قوت سے محروم سمجھا جاتا تھا۔ مثلاً قوت سماعت سے محروم بہرا، قوتِ گویائی سے محروم گونگا، یا کسی عضو سے محروم، لولا، لنگڑا اور قوتِ بصارت سے محروم نابینا، ان بے چاروں کا سماج میں کوئی مقام نہ تھا بلکہ جس گھرانے میں بھی اس قسم کے بچے تولد ہوتے ان کے والدین اپنے کو بدقسمت سمجھتے اور کہتے "نہ جانے ہمیں کون سے گناہوں کا خمیازہ بھگتنا پڑ رہا ہے"

وہ سماج کے واسطے ایک بارِ الم ہوتے کیونکہ وہ کسی مصرف میں نہیں آسکتے تھے۔ چنانچہ اول تو ان کی تعلیم کا کوئی انتظام ہی نہیں تھا یہ صورت حال تقریباً اٹھارھویں صدی، عیسوی کے آخر تک رہی اگر ان کا تعلیمی میدان تھا تو صرف ہندوؤں میں گیتا، رامائن کے اشلوک ازبر کرنے، عیسائیوں اور یہودیوں میں انجیل اور تورات یاد کرنے اور مسلمانوں میں حفظ قرآن تک محدود تھا۔ لیکن کوئی منظم تعلیمی انتظام نہ ہونے کے باوجود بھی ایسے لوگ مختلف ادوار اور اقوام میں خداداد صلاحیتوں کے حامل رہے ہیں۔ یعنی عہد ماضی میں بہت سے شعراء، مصنفین، مفکرین، مدبرین، فن کار، موسیقار، وغیرہ وغیرہ نابینا تھے۔ جن کی چند مثالوں کا ذکر ذیل میں درج ہے۔

۱۔ سور داس ہندی کا نابینا معزز شاعر اور ہندو مذہبی اعتقادات کا مشہور ہیرو گذرا ہے۔ جس کے بھجن آج بھی ہندو گھرانوں میں بڑے متبرک اور مقدس سمجھے جاتے ہیں۔

۲۔ انگلستان کا جے ملٹن، کسی حادثے کی بنا پر بینائی کھو چکا تھا۔ وہ بے پناہ شاعرانہ صلاحیتوں کا مالک تھا اس کی شاہکار نظم (PARADISE LOST) گمشدہ جنت ہے جو بینائی سے محروم ہونے کے بعد لکھی گئی ہے۔ یہ نظم اس کے گہرے احساسات کی غمازی کرتی ہے۔

یونان کا ہومر نابینا بھی قابل ذکر ہے۔

ورقہ بن نوفل حضرت خدیجہؓ کے چچا زاد بھائی تھے۔ گرچہ انھوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ لیکن انھوں نے سب سے پہلے وحی الٰہی کی تشریح کی اور آنحضرتؐ کو نبوت کی بشارت سے آگاہ ہی دی۔ وہ نابینا تھے اور اپنے عہد کے ممتاز علماء میں شمار کئے جاتے تھے۔ انھیں بہت سے علوم و فنون اور دیگر مذہبی شریعتوں پر عبور حاصل تھا۔ دوسری جانب ہم رسول اللہؐ کے صحابۂ اکرام [illegible] بلکہ [illegible] قوتِ بصارت سے محروم تھے۔ جن میں عبداللہ ابنِ کلثوم خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

اسلام میں فرمان ہے کہ اگر کوئی شخص کسی خداداد قوت سے محروم ہے تو تم اس کی محرومی کو معذوری سے موسوم مت کرو۔ یعنی اسلام یہ نہیں چاہتا کہ کوئی احساس کمتری میں مبتلا ہو کر مایوسی کا شکار ہو جائے۔

ان مذکورہ بالا مثالوں کے علاوہ یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں

میں چند ایسی نابینا شخصیتیں بھی پیدا ہوئی ہیں جن کے علم و فضل سے ایک دنیا منور ہوئی اور اس طرح آنکھ والے باریاب ہوئے مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی نے ہمارے نابینا علماء اور مشاہیر پر ایک مدلل کتاب تصنیف فرمائی ہے جو سبق آموز ہے۔

اسی طرح ایک فرانسیسی موجد لوئس بریل (LOUIS BRAILE) تھا۔ وہ انیسویں صدی عیسوی کا ایک ممتاز شخص تھا۔ وہ بڑی خوبیوں کا مالک تھا۔ وہ ایک موچی کا لڑکا تھا۔ شروع میں اس کی بینائی ٹھیک تھی لیکن اس کا حادثہ کچھ اس طرح سے ہے کہ جب وہ لڑکا تھا تو وہ ایک مرتبہ جوتے سینے کا سوا (KNIT) لئے بھاگ رہا تھا کہ گرا اور اتفاق سے دونوں آنکھیں اس کی تنکا ہوگئیں۔ لیکن اس پر بھی وہ مایوس نہ ہوا۔ اس نے ایک پرائمری اسکول میں داخلہ لے لیا۔ جہاں وہ بچوں میں گھلنے ملنے کی کوشش کرتا تھا۔ اس نے یادداشت کے لئے چند نشانات بنائے جو شروع شروع میں بچوں کے کھیل (طفل لعب) کے مانند تھے۔ دیکھنے میں بالکل مہمل معلوم ہوتے تھے۔ لیکن ان نشانات کو اس نے بہت منظم طریقہ سے مرتب کیا کہ پھر اس کا باقاعدہ آلہ (INSTRUMENT) تیار ہوگیا اور اس طرح سے نابیناؤں کے لئے ایک مخصوص طرز تحریر کی بنیاد پڑی جو اسی کے نام سے منسوب ہوکر بریل سسٹم کہلایا۔

جس طرح بینا حضرات قلم دوات رکھتے ہیں اسی طرح نابیناؤں کا ایک مخصوص آلہ اسی کا قائم مقام ہوتا ہے۔

بریل سسٹم۔

ہونہار ذہن نے جب یہ سوچا کہ اب اس کی آنکھیں ناکارہ ہوگئیں، معاً یہ خیال دل میں پیدا ہوا کہ اس طریقہ سے کچھ افادہ حاصل کیا جائے جو اصطلاحی طور پر سلیٹ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ ایک لکڑی کا ہموار تختہ (بورڈ) ہوتا ہے۔ جس میں اوپر کی جانب کاغذ لگانے کے لئے وسط میں پیپر کلپ ہوتا ہے اس کے بعد ایک خاص قسم کی دھات کا تیار شدہ ایک اسکیل نما لکھنے کا پیمانہ (WRITING FRAME) ہوتا ہے۔ جس میں دو لائنیں ہوتی ہیں۔ ہر لائن میں ۳۶ چھوٹے چھوٹے خانے ہوتے ہیں۔ جو باقاعدہ منظم ہوتے ہیں۔ ہر خانے میں چھ کونے یا سوراخ ہوتے ہیں۔ انہیں کونوں کے ذریعہ نقطوں (DOTS) کو ابھارا جاتا ہے۔ تمام شکلیں انہیں چھ ۶ نقطوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ یعنی تقریباً ۶۳ قسم کی شکلوں کو مختلف طرح کے نقطوں سے ابھارا جاسکتا ہے۔ دونوں لائنیں بھر جانے کے بعد فریم کو آگے لے جانے کے لئے ہر آدھے انچ کے بعد لکڑی کے خانے ہوتے ہیں۔

ہندوستان میں زیادہ تر بریل سلیٹ (BRAILLESLATE) لکڑی کی بنتی ہیں اور ان کی لکھنے کی فریمیں WRITING FRAME پیتل اور جست کی ہوتی ہیں۔ لکڑی کے عمدہ قسم کے دستے میں ایک تار پیوست ہوتا ہے۔ اس ماڈل (MODEL) کو اصطلاحاً اسٹائلس (STYLUS) کہتے ہیں۔ جو پنسل یا قلم کے قائم مقام ہے۔ پھر حساب کے لئے ریاضی بورڈ ARITHIMETIC BOARD جو کسی بھی دھات کا ہو سکتا ہے۔ اس میں اعداد کے لئے الگ الگ خانے بنے ہوتے ہیں۔ اسکے خاص قسم کے ہندسے جو اکثر رانگ یا سیسہ کے ہوتے ہیں۔ ان ہندسوں کو ایک سے لیکر صفر تک گھما کر شکل تبدیل کرکے مختلف قسم کے اعداد لکھے جاسکتے ہیں۔

نابیناؤں کیلئے تعلیم و تربیت کے جدید اصولوں اور نئے ایجاد آلات کے علاوہ کھیل کے میدان میں بھی تفریح کے سامان مہیا کئے گئے ہیں۔ ان کا اجمالی ذکر مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) شطرنج (CHESS) یہ ایک لکڑی کا خانہ دار بورڈ ہوتا ہے۔ جسمیں سیاہ اور سفید رنگ کی ۳۲ گوٹیاں ہوتی ہیں۔ رنگ کی شناخت کے لئے گوٹیوں میں ایک خاص قسم کی پہچان ہوتی ہے یعنی سفید نکیلی اور سیاہ بلا نوک۔

یہ لوگ ڈرافٹ بھی کھیلتے ہیں وہ بھی ایک لکڑی کا بورڈ ہوتا ہے اس میں کالے اور سفید رنگ کی ۲۴ گوٹیاں ہوتی ہیں۔ پھر یہ لوگ تاش کے مختلف قسم کے کھیل بھی کھیلتے ہیں۔ تاش کے پتوں پر رنگ کے علاوہ بریل کے ذریعہ بھی پہچان کے لئے نشانات ڈال دیئے جاتے ہیں کہ جیسے بعض اوقات بینا نابینا دونوں مشترکہ طور پر پارٹنر ہوکر کھیل سکیں۔ اسی طرح شطرنج، ڈرافٹ اور کیرم بھی ایک نابینا اور ایک بینا دونوں مشترکہ طور پر کھیل سکتے ہیں۔

تعلیمی و تفریحی اسباب

تعلیم و تفریح دونوں کے سامان ہندوستان میں ٹی، سی، راے بی۔ راج پور روڈ دہرادون، تاڑدیو اور ورلی بمبئی سے برآمد کر

جا سکتا ہے۔ اب تو بریل سسٹم کے ٹائپ مشین اور پریس بھی قائم ہو گئے ہیں۔ یورپی ممالک میں تو اس قسم کی کمپنیاں بھی قائم ہیں جہاں پر سامان تیار کیا جاتا ہے۔ پریس ہیں جہاں اس طرز کی کتابیں چھاپی جاتی ہیں۔ کتب خانے ہیں جہاں اس قسم کی کتابیں اور لٹریچر (ادب) محفوظ اور جمع کئے جاتے ہیں۔ الغرض یہ کہ اس طرح کے اداروں کا ایک جال بچھا ہوا ہے۔ مثلاً امریکہ میں کرسچین کارڈ بریل فاؤنڈیشن باکس ۶۰۹۸ ہے اسکا CHRISTION RECORD (BRAILLE FOUNDATION BOX 6098) یہ ایک بہت بڑا پریس ہے۔ جہاں ماہانہ بریل میگزین شائع ہوتا ہے۔ پھر مانچسٹر (MONCHESTOR) نیو یارک، ارجنٹائنا، کیلیفورنیا وغیرہ اس کے خاص مراکز ہیں۔

روس، فرانس، جاپان، جرمنی، اور کناڈا وغیرہ بھی اس اعتبار سے آگے ہیں۔ روس کی کتابوں کے لئے دنیا کی سب سے بڑی لائبریری نابیناؤں کے لئے رائل نیشنل انسٹیوٹ فار دی بلائنڈ اسٹوڈنٹس ہے۔ جہاں تقریباً سات لاکھ بریل کی کتابیں مختلف موضوعات، علوم و فنون پر موجود ہیں۔

انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں بریل سسٹم سے اس قدر لوگ مانوس ہو چکے تھے کہ اب ان کی توجہ نابینا اسکولوں کے قیام کی طرف مبذول ہوئی۔ چنانچہ پہلے صرف ابتدائی تعلیمی اسکول قائم کئے گئے جن میں بریل سسٹم سکھلایا جاتا تھا۔ پھر ان اسکولوں میں ابتدائی تعلیم دینے کی کوشش کی گئی۔ اور بتدریج انہیں ہائی اسکول کی شکل دی گئی۔ ان اسکولوں میں علم کے ساتھ ساتھ ہنر بھی سکھلایا گیا تاکہ وہ کسی بھی طرح سے اپنا ذریعۂ معاش تلاش کرنے میں آسانی سے کامیاب ہو سکیں چنانچہ مختلف قسم کی دست کاریاں مثلاً علم موسیقی (MUSIC) کیننگ (CANNING) علم مساج، ویونگ، ہینڈ لوم HAND-LOOM یا پاور لوم (POWER-LOOM)، بامبو لیدر ورک، شیٹ ورک، ٹیلرنگ ٹائپنگ، بک بائنڈنگ، کارپینٹری، ایگریکلچر، ماڈلنگ اور لائٹ انجینئرنگ وغیرہ کی تعلیم کا معقول انتظام کیا گیا۔ اور بہت ہی باصلاحیت اساتذہ نے اس میدان میں قدم رکھا کہ وہ اپنی پدرانہ شفقت ان بچوں کو دیتے اور بے لوث ہو کر لگن کے ساتھ انھیں یہ تمام کام (علوم و فنون) سکھلاتے۔

ایک دور ایسا بھی آیا کہ ہائی اسکول کے بعد کالج اور یونیورسٹی کی اعلیٰ تعلیم کے لئے بھی قدم اٹھایا گیا اور ان کے لئے داخلوں کے دروازے کشادہ کئے گئے۔ اس اعتبار سے بھی یورپ ہی ممتاز رہا۔ آج جو تاریخی نابینا تعلیمی ادارے ملتے ہیں وہ سب اہل یورپ ہی کے رہین منت ہیں۔ مثلاً یورپی ممالک، انگلستان، فرانس، پرتگال کے نامور اداروں کے علاوہ شمالی امریکہ میں نیو یارک، واشنگٹن اور جنوبی امریکہ میں ارجنٹائنا میں اس قسم کے اعلیٰ ادارے قائم ہیں مثلاً امریکہ میں ورلڈ ٹریننگ کالج فار دی بلائنڈ پرکنس انسٹیٹیوشن (واٹر ٹاؤن لندن)، کیمبرج اور آکسفورڈ، کے علاوہ جرمنی، آسٹریلیا روس، فرانس وغیرہ ممالک میں ان کے خاص خاص مراکز ہیں اور ان کے متعدد اضلاع میں نابینا اسکول قائم کئے گئے ہیں۔ وہاں کی حکومتوں نے اس طریقہ تعلیم کی تائید کی اور آکسفورڈ، کیمبرج، لندن، پیرس، کیلیفورنیا، واشنگٹن وغیرہ یونیورسٹیوں میں داخلے دیئے گئے۔ پھر یہ شعاعیں دیگر براعظموں کے مختلف ممالک میں پہنچیں۔ یہاں ان کے اسکول بھی قائم ہوئے اعلیٰ تعلیم کے لئے یونیورسٹیوں نے بھی دامن پھیلایا جس میں مصر کا ایک خاص مقام ہے۔ تاریخی یونیورسٹی ازہر (جامعہ ازہر) میں نابینا طلباء موجود ہیں اور علاوہ ازیں دیگر عرب ممالک میں بھی مختلف نابینا ادارے قائم کئے گئے ہیں۔ افریقہ اور چین نے بھی اس طرز کو سراہا ہے۔

ہندوستان بھی اس دوڑ میں پیچھے نہیں

یہاں بھی بہت تاریخی نابینا ادارے موجود ہیں۔ لیکن یہ تقریباً بیسویں صدی کے تعمیر شدہ ہیں جو ملک کے بڑے بڑے صوبائی مراکز اور اہم شہروں میں قائم ہیں۔ اس اہم کام کو برطانوی حکومت نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا تھا۔ مثلاً دہلی، کلکتہ، مدراس بمبئی، اور لکھنؤ وغیرہ۔ اس اعتبار سے ممتاز ہیں۔ دہلی میں مشہور ادارہ لال کنواں پیچ گیا روڈ اور بمبئی میں وکٹوریہ میموریل ہائی اسکول۔ تاڑ دیو آب و تاب کے ساتھ اس میدان میں قومی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ نابینا اسکول کے علاوہ نابینا صنعتی ادارے بھی ہیں۔ جن میں مشہور و معروف بلائنڈ ورک شاپ ورلی بمبئی، ٹاٹا انڈسٹریل ہوم فار بلائنڈ، بلائنڈ اگریکلچرل انسٹیٹیوشن، پھانسہ (گجرات)۔

دیگر ممالک کی طرح ہندوستانی یونیورسٹیوں نے بھی اعلیٰ تعلیم کے لئے اپنی آغوش میں جگہ دی لیکن ان کے مضامین ابھی تک محدود ہیں صرف آرٹس اور قانون (LAW) کے مضامین ان کے خاص

جزوِ تعلیم ہیں۔ نابیناؤں کے لئے ہندوستان میں ابھی سائنس اور کامرس کی تعلیم کا معقول انتظام نہیں۔

لیکن دوسری جانب دیگر ممالک میں سائنس اور ٹیکنالوجی جیسے میدان اور شعبے بھی ان سے خالی نہیں۔ علم موسیقی کی تعلیم ہر ملک میں ان کے لئے عام ہے۔ الغرض یہ کہ اس موجودہ دور میں سینکڑوں اور ہزاروں بی۔اے، ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی۔ ڈاکٹرس ڈبلیٹ یورپ میں ماہرین تک بھی باآسانی مل جاتے ہیں۔

جس طرح سے ہم نے ماضی کی چند نابینا شخصیتوں کا حال بیان کیا ہے، یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ دور (بیسویں صدی) کی معزز اور معروف شخصیتوں اور حقیقتوں پر بھی روشنی ڈالی جائے۔

ایک امریکی خاتون آنجہانی ہیلن کیلر (HELLEN KELLER) بیک وقت تین قوتوں یعنی قوتِ بصارت، سماعت اور گویائی سے محروم تھیں۔ آپ کا شمار بیسویں صدی کی ممتاز اور معزز خواتین میں کیا جاتا ہے۔ وہ نہ صرف غیر معمولی صلاحیتوں کا مجسمہ تھیں۔ بلکہ ان کا ذہن، فہم، شعور و تعقل بھی مثالی تھا۔ اس کی قوتِ حس کا جائزہ اس واقعہ سے لیا جا سکتا ہے۔ ایک مرتبہ آنجہانی پنڈت نہرو امریکہ کے دورے پر تھے۔ کسی محفل میں نہرو جی کی پشت پر اس کی سکریٹری نے ہیلن کیلر کا ہاتھ رکھ دیا اور اس سے دریافت کیا کہ وہ کون ہے؟ تو اس نے جواب دیا "نہرو ہیں"۔ کچھ لوگوں کا تو یہ کہنا ہے کہ وہ بیسویں صدی کے آٹھ دانشوروں میں شمار کئے جانے کے لائق تھی۔

بہت ہی زندہ مثال مصر کے مرحوم ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی ہے۔ آپ پیدائشی نابینا تھے۔ تمام تعلیم اسی حالت میں حاصل ہوئی۔ جب ان کا ازہر یونیورسٹی میں طالب علمی کا دور دورہ تھا تو آپ نے اپنے آتشی کلام اور مضامین سے ملک بھر میں ایک انقلاب برپا کر کے تہلکہ مچا دیا تھا۔ اس کے بعد مصری حکومت کے مشیر اور وزیر تعلیم بھی رہے۔ آپ نے اپنی سوانح عمری بھی لکھی ہے۔ بیسویں صدی کے صفِ اول کے مصنفین اور ماہرینِ تعلیم میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ان کی تصانیف دورِ حاضر کے نصابی عربی کورس کا ایک جزو بن چکی ہیں۔

اب ہندوستان کا جائزہ لیجئے۔

حکیم عبدالوہاب، جو کہ پیدائشی نابینا تھے۔ حکمت میں بے نظیر و بے مثال تھے۔ اور اچھے نبّاض تھے۔ حسنِ اتفاق تھا کہ وہ امیر گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ ۷ لاکھ روپے انھوں نے مکّہ معظمہ بھیجے۔ یہاں علیگڈھ مسلم یونیورسٹی کی جامع مسجد میں بھی ان کا اچھا خاصہ روپیہ استعمال ہوا۔ علاوہ ازیں احمدیہ اسکول فار دی بلائنڈ کا سنگِ بنیاد بھی انھیں کے دستِ مبارک سے رکھا گیا۔

ڈاکٹر سرش آہوجہ، بمبئی جیسے شہرِ عظیم شہر کے ممتاز اور ماہر وکیل ہیں۔ اور نیشنل ایسوسی ایشن فار دی بلائنڈ —— National Association For the Blind کے ایگزیکیٹیو آفیسر ہیں۔

بمبئی میں ہی ڈاکٹر راجندر ویاس ہیں جو نیشنل ایسوسی ایشن فار دی بلائنڈ کے چیئرمین ہیں۔

روینیدر جین، اور کے۔ سی۔ ڈے، عظیم شاعر اور موسیقار تھے جن کے ریکارڈ آج بھی بجائے جاتے ہیں۔ غرض کہ ایک لمبی چوڑی فہرست ان ممتاز نابینا شخصیتوں کی مرتب کی جا سکتی ہے۔

نابینا طالبات کی تعلیم

اس مضمون کا ایک اہم جزو نابینا لڑکیوں کی تعلیم بھی ہے جس کے بغیر یہ موضوع تشنہ رہ جائے گا۔ دراصل لڑکیوں کی تعلیم کے ذرائع ہمیشہ تقریباً ہر دور ہر قوم اور ہر ملک میں کچھ محدود ہی رہے ہیں۔ آج علم کی شعاعیں خواص کے بالا خانوں سے عوام الناس کے کاشانوں تک پہنچ گئی ہیں۔ اس کے باوجود بھی خواتین کو علمی تناسب کے اعتبار سے اتنی سہولتیں حاصل نہیں اور اب بھی بعض دقیانوسی گھرانوں میں ان کی تعلیم قابلِ مذمت سمجھی جاتی ہے۔

لہٰذا نابینا طالبات کا بھی تقریباً یہی حال ہے کہ ان کو اتنے تعلیمی ذرائع حاصل نہیں تھے جتنے نابینا لڑکوں کو حاصل ہیں۔ ساری دنیا میں ان کے بعض اسکول کسی حد تک ہائی اسکول، جو چلائے جا رہے ہیں مختلف دستکاری اور خانگی زندگی کے ادوار کا علم HOME SCIENCE جن گھریلو دستکاریاں (HOME HANDI CRAFT) مثلاً کھانا پکانا بننا، کشیدہ کاری، وغیرہ کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ ہندوستان کے

مختلف شہروں میں ان کے اسکول اور صنعتی ادارے INDUSTRIAL HOME قائم ہیں جہاں سے فارغ التحصیل لڑکیاں اپنی شعوری زندگی میں داخل ہوتی ہیں اور بعض ذہین لڑکیاں کالج یا یونیورسٹی کی زندگی بحیثیت طالب علم کے اختیار کرتی ہیں۔ ان کے چند مشہور و معروف ادارے مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) بلائنڈ گرلز اسکول راجپور روڈ، دہرادون
BLIND GIRLS SCHOOL . RAJPUR ROAD DEHRADUN

(۲) بلائنڈ گرلز اسکول راجندر نگر نیو دہلی۔
BLIND GIRLS SCHOOL RAJENDER NAGAR NEWDELHI

(۳) بلائنڈ گرلز اسکول میم نگر احمدآباد
BLIND GIRLS SCHOOL MEM NAGAR AHMEDABAD

(۴) بلائنڈ گرلز اسکول، دادر، بمبئی
BLIND GIRLS SCHOOL DADAR BOMBAY

ہندوستان اگرچہ دیگر ممالک سے ابھی کچھ معاملات میں پسماندہ ہے۔ تعلیمی اعتبار سے اپنی ایک وضع رکھتا ہے۔ اس میدان میں بھی ایک نمایاں ترقی کی ہے۔ مثلاً پبلک کے پرائیویٹ اور حکومت کے پرائمری، ہائی اسکولز اور ہائر سکنڈری اسکولز وغیرہ۔ مختلف مذاہب و اقوام بالخصوص پارسیوں کے تقریباً ۲۷۵ ادارے ہیں۔ اور ان کی متعدد بلائنڈ ویلفیر ایسوسی ایشن (BLIND WELFAR ASSOUATIONS) قائم ہیں۔

اس کے علاوہ ہندوستان کے مختلف شہروں میں ان کے مراکز اور بلائنڈس ٹیچرز ٹریننگ کالجیں قائم ہیں کہ جو اچھے ماہر اساتذہ فراہم کرنے کے فرائض انجام دے رہی ہیں۔ حکومت ہند کا سب سے بڑا اور اہم بلائنڈ سینٹر ٹی. سی. اے. بی راج پور روڈ دہرادون ہے۔ جہاں تعلیم دینے کا (ADULT EDUCATUN) کا معقول انتظام ہے۔ یہاں طلباء کو حکومت کی جانب سے قیام با الطعام مفت ہے اور اس پر حکومت ہند کا سالانہ تقریباً ۷ لاکھ روپے کا صرفہ ہے۔ اس طرح تقریباً اداروں میں دار الاقامہ (ہوسٹل) ایک لازمی جز سمجھا گیا ہے۔ تاکہ وہ اساتذہ اکرام کی عنایات و نوازشوں سے کلی طور پر فیض یاب ہوتے رہے۔

مسلم نابیناؤں کی تعلیم کا جائزہ

اب ذرا ہندوستان میں مسلمانوں کے نابینا بچوں کی تعلیم کا جائزہ لیجئے۔ چھوٹے چھوٹے عربی مدارس میں صرف حفظ قرآن کا بندوبست ہے۔ اتنے وسیع ملک ہندوستان میں تقریباً گیارہ (۱۱) کروڑ مسلمان آباد ہیں صرف ایک نابینا اسکول (BLIND AHMEDIA SCHOOL) ہے جو کہ احمدیہ اسکول فار دی بلائنڈ (SCHOOL FOR THE BLIND A.M.U) اے. ایم. یو علیگڑھ (ALIGARH) سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس کے بانی سابق وائس چانسلر اے. ایم. یو علیگڑھ صاحب زادہ آفتاب احمد خاں تھے انھوں نے ۱۹۲۷ء میں اپنے والد بزرگوار کی یاد کے طور پر اسکو قائم کیا جن کو نابیناؤں کی سرپرستی سے بڑی دلچسپی اور دلی لگاؤ تھا ابتداً اس میں تین شاخوں (Section-8) کی کارروائی کا اہتمام کیا گیا۔

(۱) حفظ قرآن :- جہاں بہت سے حفاظ فارغ التحصیل ہوئے۔

(۲) بریل سسٹم :- (Braille System) :- جس کے ذریعہ نابینا لڑکوں کو عام مفید معلومات و ادب و اسلامی اور تھوڑی سی انگریزی تعلیم سے آشنا کرایا جاتا تھا۔

(۳) دستکاری بالخصوص بیت کا کام (Canning work)

یہ حالت ۱۹۵۵ء تک رہی، اس کے بعد صاحبزادہ شہزاد احمد خاں، سابق خازن، مسلم یونیورسٹی کی کوششوں کی بدولت اس اسکول کو یونیورسٹی کے چار اسکولوں میں شامل کرایا گیا اور مدرسہ طور پر نمایاں ترقی دے کر اسکو بھی ہائی اسکولوں کی فہرست میں شامل کروادیا گیا۔ اب اس میں حفظ قرآن، موسیقی، مختلف قسم کی دستکاریاں مثلاً کیننگ (CANNING)، بننا (WEAVING) اور لائٹ انجینئرنگ (LIGHT ENGINEERING) وغیرہ تکنیکی مضامین اور ان کے علاوہ یونیورسٹی نصاب کے مطابق آرٹس اور کامرس کے مضامین کی درس و تدریس کا انتظام کیا گیا۔ جب تک یہ ہائی اسکول نہیں تھا تو آٹھویں کے بعد ۱۹۶۲ء تک یہاں کے بچے نویں اور دسویں کے لئے سٹی ہائر سکنڈری اسکول، علیگڑھ مسلم یونیورسٹی میں داخلہ لیتے اور اسی طرح نابینا

←

ایڈیٹر "صبح اُمید" مرحوم عبدالحمید بوہیرے



اُردو کے مشہور صحافی و ادیب شری عبدالحمید بوہیرے ۸۴ سال کی عمر میں ۱۶/ اکتوبر ۱۹۸۲ء کو انتقال فرما گئے۔

عبدالحمید بوہیرے نہ صرف اُردو کے اچھے صحافی تھے بلکہ اُردو اور مراٹھی تراجم میں بھی آپ کی خدمات قابلِ تعریف ہیں۔

شری بوہیرے کے سانحۂ ارتحال سے آسمانِ ادب کا ایک روشن ستارہ ٹوٹ گیا۔

آپ نے اپنے رسالہ "صبحِ اُمید" کے ذریعہ مہاراشٹر میں اُردو زبان و ادب اور صحافت کی جو شمع جلائی ہے اس کی روشنی دُور دُور تک اہلِ علم و ادب کی رہنمائی کرتی رہے گی اور اُمید ہے کہ ان کے فرزند عبدالسمیع بوہیرے، مرحوم کی اعلیٰ روایت کو قائم رکھیں گے۔

طلباء کی تین ٹکڑیاں (BATCHES) نکلی ہیں۔ اب اس اسکول کے فارغ التحصیل طلباء اس یونیورسٹی کے بڑے درجات میں زیر تعلیم ہیں۔ فی الوقت یونیورسٹی کے ہوسٹلوں میں ۲۵ نابینا طلباء زیر تعلیم ہیں۔ جن کے قیام و طعام کا معقول انتظام مسلم یونیورسٹی اور مرکزی حکومت کی جانب سے ہے۔ پی۔ یو۔ سی سے لے کر پی۔ ایچ۔ ڈی، ایم۔ اے اور ریسرچ اسکالر تک بھی موجود ہے۔ یہ لڑکے نہ صرف تعلیم ہی حاصل کرتے ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یونیورسٹی کی سیاست اور نظم و نسق کی باگ ڈور کو سنبھالنے میں دیگر طلباء کے شانہ بشانہ شرکت کرتے ہیں۔ یہاں کی سڑکیں ان سے آشنا ہو گئی ہیں اور یہ یہاں کی ہر اینٹ اور ہر گوشے و کونے سے مانوس ہیں۔ یونیورسٹی کے تقریباً تمام راستے ان کو معلوم ہیں اور وہ بلا خوف و خطر ہر جگہ چلے جا سکتے ہیں۔ عجیب اتفاق یہ ہے کہ کوئی بھی یونیورسٹی دائرہ کے اندر چھڑی نہیں رکھتا۔ بلا، بہت سے اجنبی اور نئے آنے والے طالب علم اور دیگر زائرین کو یہ لوگ راستہ بتلاتے ہیں ان کی رہنمائی بھی کرتے ہیں۔ سب ہنستے ہوئے اور مسکراتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ احساسِ کمتری میں قطعاً مبتلا نہیں ہوتے۔ اور الله کے بینا روم پارٹنر اپنے تعاون سے انہیں مایوسی کا شکار ہونے نہیں دیتے۔ ★

صفحہ ۱۸ سے آگے

بھی مہیا کرتی ہے۔

یوں دیکھا جائے تو تمام ان ذرائع سے حاصل ہونے والی توانائی علیحدہ علیحدہ کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی مگر بحیثیت مجموعی اس کی کل مقدار اس بحران کو حل کرنے میں مدد و معاون ثابت ہو سکتی ہے۔

تیل کے نعم البدل کی تلاش کے لئے ایک دہائی کا عرصہ بہت زیادہ نہیں مگر اس فیلڈ میں جو کامیابیاں ہاتھ آئی ہیں ان سے اور بہتر نتائج کی توقع کی جا سکتی ہے۔ ہمارے چھٹے پنجسالہ منصوبہ میں اس مد کے لئے کافی گنجائش رکھی گئی ہے۔ اس غرض کیلئے اعلیٰ و وسیع امتیازات کا ایک کمیشن بھی مقرر کیا گیا ہے تاکہ وہ تمام تر ذمہ داریوں کا بوجھ اُٹھا سکے اس پروگرام کے ذریعہ شمسی توانائی کو اوّل درجہ کا مستحق قرار دیا گیا ہے اور وہ دن دُور نہیں جب ہندوستانی سائنس داں اس میدان میں بھی نمایاں کامیابیاں حاصل کر لیں گے۔ آخر میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ محض نئے اور قابل تجدید توانائی کے ذریعوں کی کھوج ہی کافی نہیں بلکہ موجودہ توانائی کے ذخائر کو محفوظ رکھنے پر بھی زور دیا جائے اور اس کے فضول استعمال سے گریز کیا جائے۔

غزلیں

٭ بدیع الزماں خاور

داپولی، ضلع رتنا گیری - ۴۱۵۷۱۲

بنا رہا ہے یہ بادل سا پیرہن اُس کا
حسین چاند کی مانند ہے بدن اُس کا

بھلائے بیٹھے ہیں ہم اپنی کج ادائی کو
نظر کے سامنے جب سے ہے بانکپن اُس کا

ہمیں یہ تلخیٔ دُشنام ختم کر دیتی
نبات و قند نہ ہوتا اگر سخن اُس کا

کسی کے ساتھ جو ہر صبح سیر کو نکلے!
بہار اسکی ہے پھول اُس کے ہیں چمن اُس کا

جہاد کا وہ ارادہ ہی ترک کر بیٹھا!
جب اس کے ماتھے سے باندھا گیا کفن اس کا

وہ منتظر تھا اندھیرے میں روشنی کا مگر
مکان ڈھونڈ نہ پائی کوئی کرن اُس کا

سُنا ہے تارستا تھا قصّے وہ جن دیاروں کے
کوئی دیار بھی اُن میں نہ تھا وطن اُس کا

٭ حیات وارثی

باغ انوار - لکھنؤ ۳

حلقوں میں دائروں میں حصاروں کی قید میں
انسان کی زندگی ہے گھروندوں کی قید میں

پردے اٹھیں تو ساری فضا جگمگا اُٹھے
ہے اسقدر اُجالا دریچوں کی قید میں

رشتے، اُصول، نام و نسب، دولت و وقار
اِک آدمی ہے کتنے غلاموں کی قید میں

دونوں پہ مسکراتے ہیں زنداں کے بام و در
ہیں قید کرنے والے اسیروں کی قید میں

تعمیر کے چراغ ہیں پیمانے ظرف کے
دریا اسی لئے ہیں کناروں کی قید میں

سُنتے ہیں اجنبی کی طرح اپنی آہٹیں
ہم پھر سے جانے والے ہیں غاروں کی قید میں

نوکِ قلم سے صدیوں کو کرتے رہے اسیر
لیکن حیات گذری ہے لمحوں کی قید میں

٭ مہدی پرتاپگڈھی

معرفت ایکزیکیٹو انجینئر، اری گیشن
ڈیویژن، پرتاپگڈھ (یو۔پی)

کتابوں میں گُل کی زباں رکھ گیا
ورق در ورق داستاں رکھ گیا

عجب لذت آگیں تھا بوسہ کوئی
ترے لب پہ شادابیاں رکھ گیا

کیا اُس نے مسدود راہِ فرار!
جلا کر وہ سب کشتیاں رکھ گیا

مری اندھی راہوں کا اِک ہمسفر
مری زیست میں کہکشاں رکھ گیا

ترے پیار کا تھا تقدّس عزیز
وہ خنجر پہ اپنی زباں رکھ گیا

سمو کر وہ الفاظ کو زہر میں
سماعت پہ کچھ تلخیاں رکھ گیا

ہے چہرے پہ ہر شعر کے عکسِ غم
وہ غزلوں میں دل کا دھواں رکھ گیا

مجھے دے کے قوسِ قزح کا فریب
مری راہ میں تتلیاں رکھ گیا

وہ خود تو گیا ہی تھا مہدی مگر
مناظر کی رونق کہاں رکھ گیا

غزلیں

• حکیم رازیؔ ادیبی
۵۷۲، ساچا پیر اسٹریٹ، پونے

وقت ظالم ہے، بیوفا ہے ابھی
اِک دِوانے نے یہ کہا ہے ابھی

نقشِ پا تو سُراغِ منزل ہے
چلتے رہیئے کہ فاصلہ ہے ابھی

دُور تک فرش آئینوں کا ہے!
ہم سے آگے کوئی گیا ہے ابھی

تحفۂ غم کا شکریہ، لیکن!
انتہا ہے کہ ابتدا ہے ابھی!

زندگی یوں تو جاں لیوا ہے
پھر بھی جینے کا حوصلہ ہے ابھی

تو بھی زلفیں سمیٹ لے اپنی
دیکھ سورج نِکل رہا ہے ابھی!

میں زمانے کے کام آ نہ سکا!
یا زمانہ ہی بے وفا ہے ابھی

آدمی اِتنا سخت جاں کب تھا
زہر کھا کر بھی جی رہا ہے ابھی

دل سے رازیؔ سے تم ملے ہی نہیں
ہاں، بظاہر تو وہ بُرا ہے ابھی

★ ظفرؔ گورکھپوری
الف، ۶/۴، نیو میونسپل کالونی
دیونار، ممبئی نمبر ۴۳

دل نے پہلی بار پُوچھا تھا کوئی پیارا سَوال
بن گیا ہونٹوں تک آتے آتے انگارہ سوال

کوئی دروازہ نہ اس کی چیخ سُن کر وَا ہُوا
مر گیا چوکھٹ سے سر ٹکرا کے بیچارہ سوال

لاد کر بہروں کی بستی سے پشیمانی کا بوجھ
جائے تو اب کِس نگر کو جائے بنجارہ سوال

ٹھوکریں کھا کھا کے دِن بھر، رات کے پچھلے پہر
آ کے سو جاتا ہے آنکھوں میں تھکا ہارا سوال

بے صدی پرچھائیوں کے ساتھ اب لپٹی رہے
لے گیا آبادیاں، تنہائی کا مارا سوال!

گھر کو پہنچے تھے ظفرؔ صاحب کہ زخمی ہو گئے
منتظر آنکھوں نے ایسا کھینچ کر مارا سوال

★ راشدؔ جمال فاروقی
اے۔بی۔پی۔ اِنٹر کالج، ویر بھدر
دہرہ دون (یو۔پی) ۲۴۹۲۰۲

اِن درختوں میں آندھیاں رکھ جا
آندھیوں میں تباہیاں رکھ جا

جانے والے! سفر مُبارک ہو
شہر بھر میں اُداسیاں رکھ جا

ہر پرندہ ہوا ہے تن آساں
ہر نشیمن میں بجلیاں رکھ جا

کوئی منظر تو دیکھ پاؤں میں
کوئی لمحہ تو جاوداں رکھ جا

چلچلاتی ہے دھوپ دُور تلک
بادلوں ہی کا سائباں رکھ جا

جو ملے بے دلی سے لے راشدؔ
جو بھی پائے جہاں تہاں رکھ جا

غزلیں

آفاق فاخری
جلال پور، فیض آباد (یو۔پی)

بت تراشا تھا وہ عیسیٰ مگر انجیل کہاں ہے
اس شخص کے ہاتھوں میں کوئی کیل کہاں ہے

جس سمت نظر کیجئے خوابوں کے محل ہیں
لیکن نہیں معلوم کہ قندیل کہاں ہے

ہر شخص کو ہے ذات کے بکھراؤ کا احساس
حیرت ہے مگر جذبۂ تشکیل کہاں ہے

نکلا تو ہے وہ خوابوں کے رتیلے سفر پہ
پر باندھ لیں تعبیر کی زنبیل کہاں ہے

[illegible] تھیں جہاں عکس مرے خوابوں کی پریاں
کچھ بولو کہ ان آنکھوں کی وہ جھیل کہاں ہے

اشعار کے پہلو میں دھڑکتی ہیں مشینیں
مہکی ہوئی وہ ریشمی تخئیل کہاں ہے

آفاق! اسے سلوٹیں بستر کی دکھا دو
پوچھے جو کوئی کرب کی تفصیل کہاں ہے

نوی راج

قاضی حسن رضا
تالاب پورہ، کھنڈوہ (ایم پی)

جہاں میں فرد کہیں خاندان بن کے رہوں
کبھی زمین، کبھی آسمان بن کے رہوں

اگر ہوں سخت مراحل تو تیر بن جاؤں
کہیں بوقت ضرورت کمان بن کے رہوں

لہو سے سینچ کے فصلوں کو تازگی بخشوں
میں ایک ایسا جفاکش کسان بن کے رہوں

نہ ہو جو کوئی شجر سایہ دار صحرا میں
میں رہگزار میں اک سائبان بن کے رہوں

پناہ دوں سکون نشاط یا کدہ کے مکینوں کو
میں بے گھروں کیلئے اک مکان بن کے رہوں

خلوصِ دل سے مجھے تم نے یوں نوازا ہے
تمہارے گھر میں بھی میں میزبان بن کے رہوں

کسی بھی نسل سے ہوں قومیت ہو ایک رضا
میں اپنی ذات سے ہندوستان بن کے رہوں

★ فخر واحدی
شبخانہ، قنوج
(یو۔پی) ۲۰۹۷۲۵

تم امن و اخوت کی تفسیر بنو ایسی !
جمہور کے خوابوں کی تعبیر بنو ایسی

دنیا سے مٹا دے جو باطل کے اندھیروں کو
اس صبحِ حقیقت کی تنویر بنو ایسی

جو ظلم کی دشمن ہو مظلوم کی مونس ہو
تم مردِ مجاہد کی شمشیر بنو ایسی

جب گردشِ دوراں ہو چہرہ یہ درخشاں ہو
تم زندہ دلیری کی تصویر بنو ایسی

خود آپ پگھل جائیں مجبوری کی زنجیریں
تم سوزِ تمنا کی تاثیر بنو ایسی

تم جہد و عمل ڈھالو کردار کے سانچے میں
جو فخرِ زمانہ ہو تدبیر بنو ایسی

۲۵ دسمبر ۱۹۸۲

وزیر اعلیٰ کی جانب سے متوفی

طالب علم کے اہل خاندان کو ۵ ہزار روپے

کاماٹھے میں اسکول کی چھت گرنے سے ہلاک ہونے والے طالب علم ادماجی دولت راؤ ڈینگلے کے اہل خاندان کو وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے ۱۴ دسمبر کو ناگپور میں وزیر اعلیٰ راحت فنڈ سے پانچ ہزار روپے دیئے۔ اس حادثے میں زخمی ہونے والوں کو فی کس پانچ سو روپے دیئے گئے۔

وزیر اعلیٰ نے آج میو جنرل ہسپتال جاکر وہاں زیر علاج زخمیوں کی مزاج پرسی کی۔ وزیر مملکت برائے امور داخلہ ڈاکٹر شری کانت جچکر بھی آپ کے ہمراہ تھے۔

بعد ازاں نائب وزیر برائے صحت عامہ شریمتی رجنی ساٹوے نے بھی میو جنرل ہسپتال کا دورہ کیا۔

آرمی جوان ویلفیر فنڈ کے لئے

وزیر اعلیٰ کی جانب سے ایک لاکھ روپوں کا عطیہ

وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے پونے سے قریب ڈگھی میں ۱۱ دسمبر کو منعقدہ ایک تقریب میں مہاراشٹر آرمی جوان ویلفیر فنڈ کے لئے وزیر اعلیٰ فنڈ سے ایک لاکھ روپے بطور عطیہ دینے کا اعلان کیا۔

یہ تقریب ۱۰۱ پیدل فوجی دستے، صوبائی فوج مہاراشٹر کو سال ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران بہترین کارکردگی کا اعزاز حاصل ہونے پر منعقد کی گئی تھی۔

وزیر اعلیٰ نے اپنی تقریر میں کہا کہ ان جوانوں نے مہاراشٹر کے لئے اعزاز حاصل کیا ہے اور ہمیں ان پر فخر ہے۔

صوبائی فوج کے سربراہ نے وزیر اعلیٰ کے ہاتھوں سے یہ ٹرافی قبول کی۔

مہاراشٹر کے دیہی ترقی کے وزیر شری این۔ ایم۔ کامبلے بھی اس موقعہ پر موجود تھے۔

اس سے قبل کرنل این۔ جی۔ متعلق کمانڈر سران ٹیری ٹو ایل آرمی کمانڈ نے مہمانوں کا استقبال کیا۔

۱۰۱ ویں انفنٹری بٹالین ایل ٹی کے کرنل جوگندر سنگھ نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔

شہری دفاع تربیتی پروگرام

سیول ڈیفنس اسٹاف کالج، بمبئی، جنوری تا مارچ ۱۹۸۳ء کے دوران ۱۷ مختلف کورسوں کا اہتمام کرے گا۔ جن میں آگ بجھانے کے طریقے بھی شامل ہیں۔

صنعتوں، تجارتی اداروں اور سرکاری دفاتر کی سیول ڈیفنس یونٹوں اور سیول ڈیفنس والنٹیروں سے درخواست ہے کہ وہ کالج میں ان کورسوں میں ٹریننگ کی سہولتوں سے فائدہ اٹھائیں۔ مزید تفصیلات کمانڈنٹ کالج کراس میدان دھوبی تلاؤ بمبئی ۲۰۰۰۰۲ سے کام کے اوقات میں صبح ۱۰ بجے سے شام ۵ بجے تک حاصل کی جاسکتی ہیں۔

۲۸ دسمبر کو عید میلاد کی چھٹی

حکومت مہاراشٹر نے ریاست میں ۲۸ دسمبر کو عید میلاد کے موقعہ پر نیگوشیبل انسٹرومنٹس ایکٹ بابت ۱۸۸۱ء کے تحت اس دن عوامی تعطیل کا اعلان کیا ہے شہادت حضرت امام حسن کی اختیاری رخصت جس کا اعلان ۲۵ دسمبر کو کیا گیا تھا۔ اس کے بجائے اب اس کا اعلان ۱۵ دسمبر کو کر دیا گیا ہے۔

۱۷۲ معذور افراد کو

روزگار فراہم کیا گیا

جسمانی اعتبار سے معذور افراد کے لئے جاری کئے گئے خصوصی دفتر روزگار سیل نے سال ۸۱-۱۹۸۰ء کے دوران کل ۱۷۲ معذوروں کو روزگار فراہم کیا گیا۔ ان میں سے ۱۳۲ مرد اور ۴۰ عورتیں تھیں۔ تعلیمی قابلیت کے اعتبار سے روزگار فراہم کئے گئے معذوروں کی تقسیم یہ ہے ۱۲۴ میٹرک پاس، ۱۱ انٹرمیڈیٹ پاس اور ۳۷ گریجویٹ علاوہ ازیں منتخبہ معذور افراد کو پیشہ ورانہ تربیت دینے

ی بھی ایک نئی اسکیم جاری کی گئی ہے ۔ اس اسکیم کے تحت
۹ ، افراد کو بمبئی میں چار ماہ کی گھڑی سازی کی تربیت دی گئی
یہ تربیتی پروگرام حکومت نے ہندوستان مشین ٹولس ، اور
بینک آف بڑودہ کے اشتراک سے منظم دیا تھا ۔

بمبئی میں سائنس نمائش

حکومت مہاراشٹر کے محکمہ تعلیم نے ۱۰ دسمبر سے ۱۲ دسمبر تک نیشنل ہائی اسکول بھوئی پاڑہ بھانڈوپ میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی نمائش کا اہتمام کیا ہے ۔ اس نمائش میں تقریباً ۵ اسکول حصہ لے رہے ہیں۔ نمائش کا افتتاح شری وی سندرامن سکریٹری ٹیکنیکل ایجوکیشن ڈپارٹمنٹ کریں گے ۔

علاوہ ازیں ایک دوسری نمائش مہارشی دیانند کالج میں ۱۶ دسمبر سے ۱۸ دسمبر تک منعقد کی جائے گی ۔ اس نمائش کا افتتاح ۱۶ دسمبر کو بمبئی یونیورسٹی کے وائس چانسلر کریں گے اور محکمہ تعلیم کے سیکریٹری شری دیتھنکر ۱۸ دسمبر کو انعامات تقسیم کریں گے ۔

اسی قسم کی نمائشیں بمبئی کے ۱۸ وارڈوں میں منعقد کی جائیں گی

۸ دسمبر سے اورنگ آباد کارپوریشن کا قیام

حکومت مہاراشٹر نے ۸ دسمبر ۱۹۸۲ء سے شہر اورنگ آباد میں ایک میونسپل کارپوریشن کا قیام کیا ہے ۔ شہر اورنگ آباد کی اس میونسپل کارپوریشن میں اورنگ آباد میونسپل علاقہ کے ۱۸ محصول گاؤں شامل ہیں ۔

شری ستیش ترپاٹھی کو اس میونسپل کارپوریشن کا ایک سال تک کے لئے ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا گیا ہے ۔

اس ضمن میں اطلاع نامہ حکومت کے غیر معمولی گزٹ کے حصہ I-A مورخہ ۴ دسمبر ۱۹۸۲ء میں شائع کر دیا گیا ہے ۔

وزیر تعلیم کو خراج عقیدت

شریمتی شردچندریکا پاٹل ، وزیر تعلیم کی اچانک موت پر ۶ دسمبر کو منترالیہ کے ایجوکیشن ڈپارٹمنٹ میں ایک تعزیتی جلسہ منعقد کیا گیا جس میں مرحومہ کو خراج عقیدت پیش کیا گیا شری شانتی کانت دیتھنکر ، سیکریٹری محکمہ تعلیم نے اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا کہ شریمتی پاٹل کی قابل قیادت میں گذشتہ تعلیمی سال کے دوران کئی اہم فیصلے کئے گئے ۔ تعلیمی مسائل کو حل کرتے ہوئے خواتین کی بندشوں کو مدنظر رکھتے ہوئے مرحومہ نے ہمیشہ اساتذہ برادری کی بہتری کو اہمیت دی تھی ۔

اس کے بعد دو منٹ کی خاموشی اختیار کر کے مرحومہ کی روح کو خراج عقیدت پیش کیا گیا ۔

ذاتی روزگار کو نوکری پر ترجیح دیجئے

نوجوانوں سے شریمتی شالینی تائی پاٹل کی اپیل

شریمتی شالینی تائی پاٹل وزیر برائے پبلک ورکس ، روزگار ، غذا و شہری رسد نے ۷ دسمبر کو ملازمت کے متلاشی نوجوانوں سے اپیل کی کہ وہ ذاتی روزگار کو نوکری پر ترجیح دیں آپ ۔ کی صدارت میں منعقدہ ایمپلائمنٹ ایکس چینج افسران کی ریاستی سطح کی میٹنگ میں شریمتی پاٹل نے کہا کہ ۱۹۸۱ء میں رجسٹرڈ کئے گئے ملازمت کے متلاشی لوگوں میں سے صرف ۳½ فیصد کو ملازمت فراہم کی گئی ۔ آپ نے یقین دلایا کہ اس صورت حال کو بہتر بنانے کے لئے ہر ممکن کوشش کی جائے گی ۔

میٹنگ میں وزیر مملکت برائے روزگار اور اطلاعات و رابطہ عامہ شری بی ۔ جی ۔ دیشمکھ بھی موجود تھے ۔

شریمتی شالینی تائی پاٹل نے ذاتی صنعتوں سے اپیل کی کہ وہ دفتر روزگار سے بھیجے گئے امیدواروں کو اپنے یہاں ملازمت کے زیادہ مواقع فراہم کریں ۔ آپ نے یقین دلایا کہ اس سلسلے میں بڑی صنعتوں کے ساتھ مباحثے کا انعقاد کیا جائے گا

آپ نے مزید فرمایا کہ دفاتر روزگار میں بدعنوانیوں کے معاملات سنگین نوعیت کے نہیں ہیں تاہم حکومت نے ان کے سدباب کے لئے یکم دسمبر سے ایک خصوصی سیل قائم کیا ہے شریمتی پاٹل نے اس موقع پر تعلیم یافتہ بار روزگار افراد سے متعلق ایک رپورٹ کا بھی اجراء کیا ۔

میٹنگ سے خطاب کرتے ہوئے شری دیشمکھ نے بے روزگاری کے بڑھتے ہوئے مسئلہ پر تشویش ظاہر کی اور دفاتر روزگار کے افسران سے اپیل کی کہ وہ لگن اور تندہی



گورنر مہاراشٹر شری آئی۔ ایچ۔ لطیف ۷ر دسمبر ۱۹۸۲ء کو "یوم پرچم" کے موقع پر راج بھون، بمبئی میں "مسلح افواج فنڈ" کے لئے عطیہ دے کر فنڈ جمع کرنے کی مہم کا افتتاح کر رہے ہیں۔

سے اپنا کام انجام دیں تاکہ اس مسئلہ سے نمٹا جاسکے۔ آپ نے دیہی علاقوں کے روزگار کے متلاشی نوجوانوں پر خصوصی توجہ دینے کے لئے کہا۔

آپ نے مزید فرمایا کہ امیدواروں کی اطلاع کے لئے ملازمت کی خالی جگہوں سے متعلق معلومات سرکاری جریدے "لوک راجیہ" میں شائع کی جائیں گی۔

شری این۔ چندر شیکھر ڈائرکٹر ایمپلائمنٹ ایکسچینج نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔

سیکورٹی سرٹیفکٹس کے لئے تاریخ پیدائش کا ثبوت

مرکزی وزارت مالیات کے نئے قوانین کی رُو سے پوسٹ آفسوں سے سوشل سیکورٹی سرٹیفکٹ کے خریداروں کو اب پیدائش کا سرٹیفکٹ یا تاریخ پیدائش سے متعلق حکومت کے کسی گزیٹیڈ افسر کے تصدیقی دستخط کے حامل دستاویزی ثبوت پیش کرنے کے بجائے پوسٹ ماسٹر کی موجودگی میں اپنی عمر سے متعلق بیان دینا ہی کافی ہوگا۔

خریدار اگر پوسٹ آفس میں بذات خود جانا نہیں چاہتا تو وہ اختیار رائزڈ ایجنٹ کے توسط سے اپنی عمر کی دستاویز کی نقل روانہ کر سکتا ہے۔

گورنر نے نایک ڈے مہم کا آغاز کیا۔

گورنر مہاراشٹر شری آئی۔ ایچ۔ لطیف نے ۷ر دسمبر کو راج بھون میں نایک ڈے چندہ مہم کا افتتاح کیا۔ شریمتی موہنی کلانتری نے گورنر موصوف کے کوٹ پر فلیگ لگایا۔

شریمتی بلقیس لطیف اور شری من موہن سنگھ کلکٹر آف بمبئی بھی اس موقع پر موجود تھے۔

گورنر موصوف نے کمیٹی کے کاموں سراہنا کی۔

وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے اپنی رہائش گاہ رائے گڈھ میں اس فنڈ میں عطیہ دیا۔ ادرفا درماتی آف نیشن سوسائٹی کی طرف سے ۲۱,۰۰۰ روپے کا چیک قبول کیا۔

وائس ایڈمرل ایم۔ پی آواتی اور دیگر معززین اس موقع پر موجود تھے۔

غیر قانونی سیمنٹ کی ضبطی

سی ریجن راشننگ آفس ورلی کے گشتی دستے نے پولیس کی مدد سے ماہم کازوے پر واقع رحمت اللہ حاجی اسمٰعیل پٹیل کے دوکان اور گودام پر چھاپہ مار کر شری نثار علی محمد پٹیل کو غیر قانونی طور پر سیمنٹ فروخت کرنے کے جرم میں گرفتار کیا۔ پولس نے غیر قانونی طور پر ذخیرہ کی گئی سیمنٹ کے ۳۱ بورے بھی ضبط کئے۔

یہ چھاپہ اسسٹنٹ کنٹرولر آف راشننگ شری گجر، سی آئی او شری ساونت، راشننگ انسپکٹران شری پرب، اور شری گائیکواڑ نے پولس سب انسپکٹر سرو شری پتاڑے، اور نیھرے کے تعاون سے مارا۔

خبریں ۔ تصویروں میں



گورنر مہاراشٹر شری آئی ایچ لطیف راج بھون، ممبئی میں ۱۸ ردسمبر ۱۹۸۲ء کو مشہور صنعت کار شری ایس پی، گودریج کو ایک سادہ سی تقریب میں نئے شریف کی حیثیت سے عہدہ کا حلف دلا رہے ہیں۔ تصویر میں وزیر اعلیٰ بیرسٹر باباصاحب بھوسلے بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔

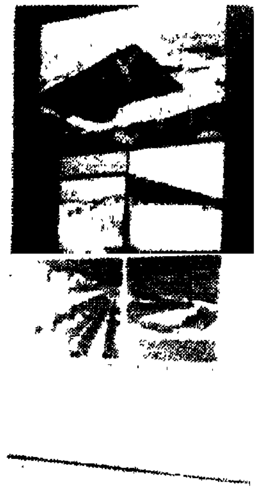


وزیر اعلیٰ بیرسٹر باباصاحب بھوسلے کی زیر صدارت ۶ ردسمبر ۱۹۸۱ء کو منترالیہ ممبئی میں مہاراشٹر اسٹیٹ آرمی ایسوسی ایشن کی ۲۴ ویں میٹنگ منعقد ہوئی اس موقع پر لی گئی تصویر میں آپ حاضرین سے خطاب کر رہے ہیں۔ تصویر کے دائیں حصے میں بڑی، بحری اور ہوائی فوجوں کے اعلیٰ افسران دیکھے جاسکتے ہیں۔



وزیر اعلیٰ بیرسٹر باباصاحب بھوسلے نے ۲ ردسمبر ۱۹۸۲ء کو ممبئی میں امراض تنفس سے متعلق دوسری قومی کانفرنس کا افتتاح کیا۔ اس موقع پر آپ کانفرنس میں شریک مندوبین سے خطاب کر رہے ہیں۔





گورنر مہاراشٹر شری آئی ' ایچ ' لطیف
نے ۹ر دسمبر کو بمبئی کے مضافاتی علاقے
باندرہ میں " مہاراشٹر مارچیز آن " نمائش
کا معائنہ کیا۔ زیرِ نظر تصویر میں آپ مہاراشٹر
پویلین کا معائنہ کر رہے ہیں۔
شری ایم ' کے ۔ دیشپانڈے ڈپٹی ڈائرکٹر
بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

*



*

وزیرِ اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے
۷ر دسمبر ۱۹۸۲ء کو راج گڈھ ' بمبئی میں
مسلح افواج فنڈ ' میں اپنا عطیہ دے رہے ہیں

*

*

لکڑی کاٹنے کی صنعت کے ملازمین کی
اقل ترین اجرت کا جائزہ لینے کے لئے ' شری
بینٹا راما تلانڈی کی زیرِ صدارت نامزد کردہ
کمیٹی کی رپورٹ ' شری تلانڈی ۲۶ر نومبر ۱۹۸۲ء
کو وزیر برائے محنت شری بھگونت راؤ گائیکواڑ
کو پیش کر رہے ہیں۔ یہ تصویر اسی موقع کی ہے۔



1F
PRINTED AT THE GOVT PHOTOZINCO PRESS, PUNE 1982



حکومت مہاراشٹر کے پبلک ورکس ڈپارٹمنٹ نے ۳۶ لاکھ روپے کی لاگت سے بورگاؤں، نانڈ زاؤں، تارگاؤں راستے پر کرشنا ندی پار کرنے کے لیے بنائے گئے پل کا افتتاح، وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے ۱۱ نومبر ۱۹۸۱ء کو کیا۔ اس موقع پر لی گئی تصویر میں وزیر اعلیٰ کے علاوہ شریمتی کلاوتی بائی بھوسلے، وزیر تعمیرات شریمتی شالینی تائی پاٹل، ودھان سبھا کے نائب صدر شری شنکر راؤ جگتاپ، پبلک ورکس ڈپارٹمنٹ کے چیف انجینئر شری ایکناتھ ... اور سپرنٹنڈنٹ انجینئر شری بی آر ساونت بھی دیکھے جا سکتے ہیں

ہندوستانی ہوائی فوج کی گولڈن جوبلی تقریب کے موقع پر پونے کے لوہ گاؤں ہوائی اڈے پر ہوابازی کے مظاہرے کے پروگرام کا افتتاح وزیر اعلیٰ بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے نے کیا۔ اس تقریب میں آپ کے ہمراہ آپ کی اہلیہ شریمتی کلاوتی بھوسلے بھی شریک تھیں۔



... Regd. No. ... Licence No. 69 for without prepayment of postage

TWO-IN-ONE PACKAGE

TRIPLE YOUR MONEY AND PROTECT YOUR FAMILY



BUY SOCIAL SECURITY CERTIFICATES

A unique deal for your money and family. Purchase Social Security Certificates and multiply your money! These certificates provide insurance cover to your family and also fetch guaranteed triple returns!!

SALIENT FEATURES:

1. The certificates will be issued in denominations of Rs 500/- and Rs. 1,000/- only.
2. A certificate of Rs. 500/- fetches a return of Rs. 1,500/- and that of Rs 1,000/-, Rs. 3,000/- at maturity or on death of the holder during maturity period-as provided in 3 below:
3. In the event of death of a holder, his nominee or legal heir gets full maturity value immediately in case of non-natural causes except self-injury or suicide and if death occurs due to natural causes after 2 years from the date of purchase
4. Certificates can be purchased by persons in the age group of 18 to 45 years.
5. An individual can hold certificates to the maximum extent of Rs. 5,000/-. Certificates can be purchased on different dates and from different post offices subject to this ceiling.
6. The rate of interest is 11.3% p.a. (Compounded half-yearly).
7. The maturity period of the certificates is 10 years.
8. Certificates can be encashed prematurely any time after three years.
9. Interest is exempt Under Section 80-L of Income Tax Act up-to Rs. 6,000/- alongwith interest on other approved securities and bank deposits. In the case of death, the full maturity value payable prematurely will be wholly exempt from Income-Tax.
10. The certificates can be pledged as security.

These certificates are available in Post Offices from 1st June, 1982 onwards.

For details contact:

- Directorate of Small Savings, New Administrative Building, Bombay-400 032. Phone· 232537/230290.
- Nearest Post Office.
- Small Savings Agents.
- Asstt. Director of Small Savings. C/o District Collector.

DGIPR/SS/2/English/1982-83

شائع کردہ : اے ۔ ایم ۔ دیوسنگلے، ڈائرکٹر جنرل ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، گورنمنٹ آف مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲
مطبوعہ : گورنمنٹ سینٹرل پریس، بمبئی ۴۰۰۰۰۴